https://ataunnabi.blogspot.com/

# مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت
پر مجددانہ مکاتیب

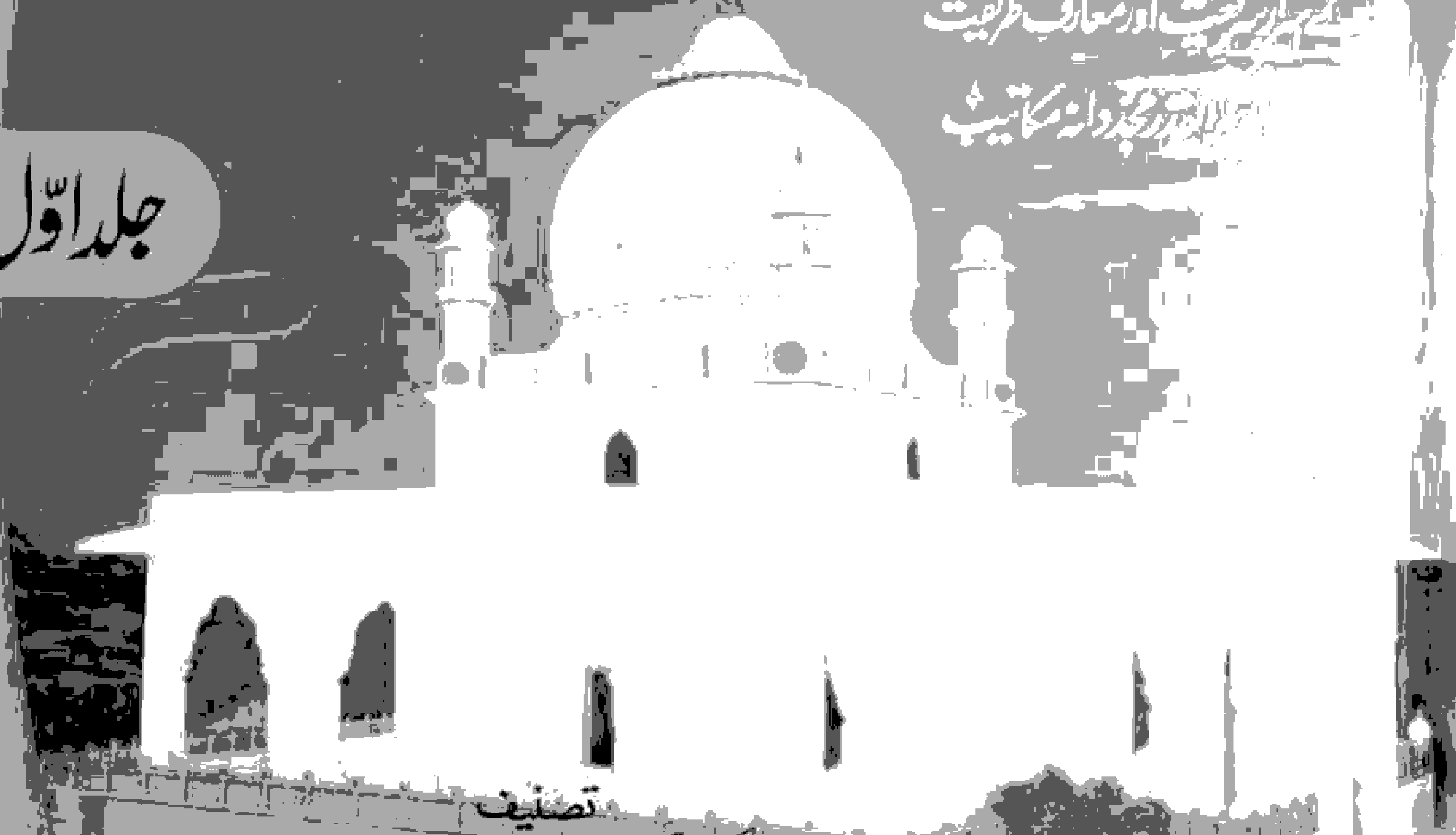

## جلد اوّل

تصنیف

مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اسرارِ شریعت
اور معارفِ طریقت سے بھرپور گرانقدر مجدّدانہ مکاتیب

# مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

## جلد اوّل

مُترجم:

حضرت مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006
شبیر برادرز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

# مکتوبات امام ربانی

## جلد اول


| | |
|---|---|
| ناشر | ملک شبیر حسین |
| سن اشاعت | اگست 2007ء / رجب المرجب 1428ھ |
| کمپوزنگ | ورڈز میکر |
| سرورق | فیضی گرافکس دربار مارکیٹ لاہور |
| قیمت | روپے |

شبیر برادرز
اردو بازار ٥ لاہور


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# فہرست


| | جواھر مجددیه | ۲۷ |
|---|---|---|
| پہلا جوہر | حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے ابتدائی اور خاندانی حالات کے بیان میں | ۲۹ |
| دوسرا جوہر | حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ولادت اور آپ کے علم شریعت اور طریقت کے بیان میں | ۳۸ |
| تیسرا جوہر | حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مخصوص کمالات اور اخلاق و اعمال کے بیان میں | ۶۹ |
| چوتھا جوہر | حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تصانیف، تعلیم طریقہ، وصال، صاحبزادگان اور خلفاء کے بیان میں | ۹۴ |
| مکتوب 1 | ان حالات کے بیان میں جو اسم ظاہر سے مناسبت رکھتے ہیں اور توحید کے ایک خاص قسم کے ظاہر ہونے اور ان عروجات کے بیان میں جو عرش پر واقع ہوئی ہیں اور درجات بہشت اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور میں اپنے پیر بزرگوار کی طرف سے لکھا ہے اور وہ شیخ کامل دوسروں کو کامل کرنیوالا کمال ولایت کے درجوں تک پہنچانے والا۔ ایسے راستہ کی طرف ہدایت کرنے والا جس کی ابتداء میں انتہا مندرج ہے۔ پسندیدہ دین کی تائید کرنیوالا ہمارا شیخ اور امام محمد باقی باللہ نقشبندی احراری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بھید کو پاک کرے اور ایسے اعلیٰ درجہ تک اس کو پہنچائے جس کی وہ آرزو رکھتا ہے۔ | ۱۰۷ |
| مکتوب 2 | ترقیوں کے حاصل ہونے اور خداوند تعالیٰ کی مہربانیوں پر فخر کرنے کے بیان میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۱۰ |
| مکتوب 3 | یاروں کے ایک خاص مقام پر رک جانے اور بعض یاروں کے اس مقام سے گزرنے اور تجلی ذات کے مقامات تک پہنچنے کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے بزرگوار اقدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۱۱ |
| مکتوب 4 | بڑے درجے والے مہینے ماہ رمضان کی فضیلتوں اور حقیقت محمدی علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۱۲ |
| مکتوب 5 | مخلص یاروں میں سے ایک مخلص یار خواجہ برہان الدین کی سفارش اور اس کے احوال کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار اقدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۱۴ |
| مکتوب 6 | جذبہ اور سلوک کے حاصل ہونے اور جلالی و جمالی دونوں صفتوں کیساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور انکے متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۱۵ |
| مکتوب 7 | اپنے بعض عجیب و غریب احوال اور بعض ضروری استفسار کے متعلق یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۱۷ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 8 | ان احوال کے بیان میں جو صحو اور بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۱۹ |
| مکتوب 9 | ان احوال کے بیان میں جو نیچے اترنے کے مقام یعنی مقام نزول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۲۱ |
| مکتوب 10 | غیر مشہور معانی میں قرب و بعد و فوق و وصل کے حاصل ہونے اور ان کے مناسب بعض علوم کے بارے میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۲۴ |
| مکتوب 11 | بعض کشفوں اور اپنے قصور کو دیکھنے اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو قاصر اور تہمت زدہ جاننے کا مقام حاصل ہونے اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے کلام کے اسرار ظاہر ہونے کے بیان میں کہ انہوں نے فرمایا ہے عین نہیں رہتا ہے اثر کہاں رہے اور بعض یاروں کے احوال کے بیان میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۲۵ |
| مکتوب 12 | فنا و بقا کا مقام اور ہر چیز کی خاص توجہ کے ظہور حاصل ہونے اور سیر فی اللہ اور تجلی ذاتی، برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان میں۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۳۱ |
| مکتوب 13 | رستہ کی لمبائی اور علوم حقیقت کو علوم شریعت کے ساتھ مطابق کرنے کے بیان میں۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۳۲ |
| مکتوب 14 | ان واقعات کے حاصل ہونے کے بیان میں جو اثنائے راہ میں ظاہر ہوئے تھے اور بعض مسترشدوں یعنی طالبوں کے احوال کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۳۳ |
| مکتوب 15 | ان احوال کے بیان میں جو ہبوط اور نزول کے مقامات کے مناسب ہیں۔ مع پوشیدہ اسرار کے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۳۶ |
| مکتوب 16 | عروج و زوال وغیرہ کے احوال کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۳۸ |
| مکتوب 17 | بعض احوال کے بیان میں جو عروج و نزول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۴۰ |
| مکتوب 18 | تمکین کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے اور ولایت کے تین قسم کے مراتب کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی ذات وغیرہ پر زائد ہے۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۴۰ |
| مکتوب 19 | بعض حاجت مندوں کی سفارش میں اپنے پیر بزرگوں کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۴۶ |
| مکتوب 20 | یہ بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔ | ۱۴۷ |
| مکتوب 21 | ولایت کے درجوں خاص کر ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجوں کے بیان میں اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف اور ان بزرگواروں کی نسبت کی بلندی اور باقی تمام طریقوں پر اس طریق کی فضیلت اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دائمی ہے۔ حاجی قاری موسیٰ لاہوری کے بیٹے شیخ محمد مکی کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۴۷ |
| مکتوب 22 | روح و نفس کے درمیانی تعلق اور ان کے نزول و عروج اور فنائے جسدی اور روحی اور ان کے بقاء اور مغلوب الحال درویشوں اور ان لوگوں کے درمیان فرق کے بیان میں جو مقام دعوت کی طرف راجع ہیں شیخ محمد مفتی لاہوری کے بیٹے شیخ عبدالمجید کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۴۹ |
| مکتوب 23 | پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے منع کرنے اور اس کے نقصان کے بیان میں اور ان القاب سے جو اہل کفر سے مشابہ ہیں۔ زجر و تنبیہ کے بیان میں عبدالوحید خانخاناں کی طرف | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔ | ۵۲ |
| مکتوب 24 | اس بیان میں کہ صوفی کائن بائن ہے اور اس بیان میں کہ دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس بیان میں کہ محبت ذاتی کا ظہور محبوب کے رنج و انعام کو مساوی جاننے کو مستلزم ہے اور اس بیان میں کہ مقربین کی عبادت میں کیا فرق ہے اور اس بیان میں کہ مغلوب الحال اور ان اولیاء کے درمیان جو دعوت خلق کی طرف سے راجع ہیں کیا فرق ہے محمد قلیج خان کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۵۵ |
| مکتوب 25 | حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی متابعت پر ترغیب دینے کے بیان میں خواجہ جہان کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۵۷ |
| مکتوب 26 | اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے اور مقربین کو نہیں ہوتا اور اس مقام کے مناسب علوم کے بیان میں۔ شیخ عالم مولانا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا گیا ہے۔ | ۱۵۷ |
| مکتوب 27 | طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف اور ان بزرگواروں کی بلندی نسبت کے بیان میں خواجہ عمک کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۶۰ |
| مکتوب 28 | بلندی حال کے بیان میں خواجہ عمک کی طرف لکھا ہے لیکن ایسی عبارت میں تحریر ہے جس سے نزول و بعد کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ | ۱۶۱ |
| مکتوب 29 | فرضوں کے ادا کرنے اور سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کرنے کی ترغیب اور فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کے ادا نہ کرنے کے بیان میں اور آدھی رات کے بعد نماز خفتن کو ادا کرنے سے منع کرنے اور وضوء کے مستعمل پانی پینے کو جائز سمجھنے سے روکنے اور مریدوں کو سجدہ کرنے کے جائز جاننے سے منع کرنے کے بیان میں۔ شیخ نظام تھانیسری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۶۲ |
| مکتوب 30 | شہود آفاقی اور انفسی اور شہود انفسی اور تجلی صوری کے درمیان تفرقہ کے بیان میں اور مقام عبدیت کی شان کی بلندی میں اور اس مقام کے علوم کو شرعی علوم کے ساتھ مطابق کرنے اور اس کے مناسب بیان میں ملا محمد صدیق جو اس درگاہ کے قدیم خدمتگاروں میں سے ہے کہا کرتا تھا کہ یہ مکتوب بھی شیخ نظام تھانیسری کی طرف صادر ہوا ہے۔ | ۱۶۵ |
| مکتوب 31 | توحید وجودی کے ظہور اور حق تعالیٰ کے قرب اور معیت ذاتی کی حقیقت اور اس مقام سے گزر جانے کے بیان میں معہ چند سوال و جواب کے جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ صوفی کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۶۹ |
| مکتوب 32 | اس کمال کے بیان میں جو اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخصوص ہے اور اولیاء میں سے بہت تھوڑے ہیں جو اس کمال سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ میں وہ کمال پورے طور پر ظہور پائے گا اور وہ کمال جذبہ اور سلوک کی نسبت سے بڑھ کر ہے اور اس بیان میں کہ صنعت کا کمال بہت سے فکروں کے ملنے پر ہوتا ہے اور اس کی زیادتی بہت سے فکروں کی پیروی پر منحصر ہے۔ پیر کی نسبت اگر اسی اصیلت پر ہے تو نقصان کا موجب ہے۔ مرید رشید اس کو کامل کر سکتا ہے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۷۴ |
| مکتوب 33 | برے علماء کی مذمت میں جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں اور جنہوں نے علم کو دنیا حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے اور علماء زاہد کی تعریف میں جو دنیا سے بے رغبت ہیں ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۷۸ |
| مکتوب 34 | عالم امر کے جواہر خمسہ کو شرح و تفصیل کیساتھ بیان کرنے میں ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۸۰ |
| مکتوب 35 | محبت ذاتی کے بیان میں جہاں کہ انعام و ایلام برابر ہے میاں حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۸۲ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 36 | اس بیان میں کہ شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب نہیں ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں شریعت کے سوا کسی اور چیز کی حاجت پڑے اور طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں اور اس کے مناسب بیان میں ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۸۴ |
| مکتوب 37 | سنت نبوی علیہ ﷺ کی تابعداری پر برانگیختہ کرنے اور نسبت نقشبندیہ قدس سرہم کے حاصل کرنے کے لیے ترغیب دینے میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۸۵ |
| مکتوب 38 | ذات بحث کے ساتھ جو اسماء وصفات وشیون و اعتبارات کے اعتبار کے پاک ومنزہ ہے۔ گرفتار ہونے میں اور ناقص لوگوں کی خدمت میں جو چوں کو بیچوں تصور کر کے اس میں پھنسے ہوتے ہیں اور اہل فنا کے مرتبوں کے تفاوت میں کہ جن پر علوم و معارف وغیرہ کا تفاوت مرتب ہے وہ بھی شیخ محمد خیری کی طرف لکھا گیا ہے۔ | ۱۸۶ |
| مکتوب 39 | اس بیان میں کہ کام کا مدار دل پر ہے۔ بڑے ظاہری عملوں اور ریاضتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ کے بیان میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۸۹ |
| مکتوب 40 | مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو طریقت کے نتیجوں میں سے ایک نتیجہ ہے اور اس جزو کے کامل کرنے میں طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں وغیرہ کے بیان میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۹۱ |
| مکتوب 41 | حضرت مصطفی علیہ ﷺ کی روشن اور بزرگ سنت کی تابعداری کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ طریقت اور حقیقت شریعت کو کامل کرنے والی ہیں اور اس بیان میں کہ علوم شرعیہ اور علوم صوفیہ کے درمیان صدیقیت میں جو ولایت کے مرتبوں میں سے اعلیٰ مرتبہ ہے فائض ہوتے ہیں ہرگز مخالفت نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ درویش کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۹۱ |
| مکتوب 42 | اس بیان میں کہ دل کی حقیقت جامع سے ماسوائے اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنے والی سب سے بہتر چیز نبی علیہ ﷺ کی سنت کی تابعداری ہے شیخ درویش کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۹۳ |
| مکتوب 43 | اس بیان میں کہ توحید دو قسم کی ہے۔ شہودی اور وجودی اور وہ جو ضروری ہے توحید شہودی ہے جس سے فنا متعلق ہے اور توحید شہودی عقل وشرع کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی۔ برخلاف توحید وجودی کے اور ان مشائخ کے اقوال کی جو توحید وجودی میں نظر کرنے والے ہیں۔ توحید شہودی کی طرف تاویل کرنی چاہئے تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین میں ہے جو حیرت کا مقام ہے اور جب اس مقام سے گزر کر حق الیقین تک پہنچتے ہیں اس قسم کے احوال اور اقوال سے کنارہ کرتے ہیں اور اس مضمون کے مناسب سوالوں اور جوابوں اور روشن مثالوں کے بیان میں سرداری کی پناہ والے شرافت کے مرتبہ والے شیخ فرید کی لکھا ہے۔ | ۱۹۴ |
| مکتوب 44 | حضرت خیر البشر علیہ ﷺ کی تعریف میں اور اس بیان میں کہ آنحضرت علیہ ﷺ کی شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر اور اس کے جھٹلانے والے تمام بنی آدم سے بدتر ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشن سنت کی تابعداری کی ترغیب میں۔ سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۹۸ |
| مکتوب 45 | یہ بھی سرداری اور شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے یہ مکتوب اپنے پیر دستگیر کے اس جہان فانی سے کوچ کر جانے کے بعد لکھا تھا اور چونکہ خانقاہ کے فقراء کی ظاہری تقویت شیخ موصوف سے منسوب تھی اس لیے اس کا شکر کرکے انسان کی جامعیت کی وجہ کو جو انسان کے کمال کا بھی اور نقصان کا بھی موجب ہے۔ بیان کیا ہے اور ماہ مبارک رمضان شریف کے فضائل اور اس کے مناسب ذکر کیے ہیں۔ | ۲۰۱ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 46 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت بلکہ تمام جو کچھ آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ سب بدیہی ہیں اور کسی فکر اور دلیل کے محتاج نہیں ہیں اور مضمون کے واضح کرنے میں بہت دلائل بیان کیے ہیں۔ یہ مکتوب بھی شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۰۴ |
| مکتوب 47 | یہ بھی سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ سابق زمانوں کی شکایت کرنے کے بیان میں جبکہ کفار غالب تھے اور اہل اسلام خوار و بے اعتبار اور اس بات کی ترغیب میں کہ بادشاہت کی ابتداء میں اگر دین کی ترقی اور رواج میسر ہو جائے تو بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی گمراہ خلقت کو گمراہ کرنیوالا درمیان میں آکر اہل اسلام کے کارخانہ میں خلل ڈال دے اور پہلے زمانہ کی طرح کر دے۔ | ۲۰۶ |
| مکتوب 48 | عالموں اور طالب علموں کی تعظیم پر جو شریعت کے اٹھانے والے اور قائم رکھنے والے ہیں۔ ترغیب دینے میں سرداری اور شرافت کی پناہ والے شیخ فرید بخاری کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۰۸ |
| مکتوب 49 | ان دونوں دولتوں کے جمع کرنے یعنی ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرنے اور باطن کو ماسوا حق کی گرفتاری سے آزاد کرنے کی ترغیب میں۔ سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۰۹ |
| مکتوب 50 | کمینی دنیا کی مذمت میں سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۱۰ |
| مکتوب 51 | شریعت روشن علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے رواج دینے کی ترغیب میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۱۰ |
| مکتوب 52 | نفس امارہ کی مذمت اور اس کی ذاتی مرض اور اس کے علاج کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۱۱ |
| مکتوب 53 | اس بیان میں کہ برے عالموں کا اختلاف جہان کی تباہی کا باعث ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۱۴ |
| مکتوب 54 | اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم ہے۔ بدعتی کی صحبت کا ضرر کافر کی صحبت سے بڑھ کر ہے اور بدعتی فرقہ شیعہ شنیعہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں سرداری اور شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۱۵ |
| مکتوب 55 | محبت کے ظاہر کرنے میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۱۷ |
| مکتوب 56 | ایک سید کی سفارش میں شیخ عبدالوہاب کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۱۷ |
| مکتوب 57 | نصیحت کے بارے میں شیخ محمد یوسف کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۱۸ |
| مکتوب 58 | اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں سب سات قدم ہیں اور اس بیان میں کہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کیا ہے۔ برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے اور ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے اور اس کے مناسب بیان میں یہ سیادت مآب محمود کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۱۸ |
| مکتوب 59 | سید محمود کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اس بیان میں کہ آدمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں کہ نجات ابدی حاصل ہو جائے اور اس بیان میں کہ اہلسنت و جماعت کی تابعداری کے سوا نجات محال ہے اور اس بیان میں کہ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص طریق صوفیہ پر چلنے پر وابستہ ہے اور اس بیان میں کہ عمل کا اخلاص اولیاء کو تمام افعال اور اعمال اور حرکات و سکنات میں حاصل ہے۔ | ۲۲۰ |


https://ataunnabi.blogspot.com/
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 60 | قلبی طور پر خطروں کے دور کرنے اور وسوسوں کے دفع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت پناہ سید محمود کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۲۳ |
| مکتوب 61 | شیخ کامل مکمل کی صحبت کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے بچنے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب سید محمود کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۲۴ |
| مکتوب 62 | اس بیان میں کہ وہ جذبہ جو سلوک سے اول ہے وہ اصلی مقصود نہیں ہے بلکہ منازل سلوک کو آسانی قطع کرنے کا وسیلہ ہے ہاں وہ جذبہ جو سلوک کے بعد ہے وہ اصلی مقصد ہے۔ جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۲۶ |
| مکتوب 63 | اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دین کے اصول میں متفق ہیں اور ان بزرگواروں کا اختلاف صرف دین کے فروع میں ہے اور ان بعض متفق علیہ کلمات کے بیان میں۔ سرداری کی پناہ والے شرافت کے مرتبہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۲۷ |
| مکتوب 64 | جسمانی اور روحانی لذت اور درد کے بیان میں اور جسمانی رنج و مصیبتوں کے برداشت کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں سیادت و شرافت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۲۹ |
| مکتوب 65 | اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی خواری پر افسوس کرنے اور اسلام کو تقویت دینے اور احکام جاری کرنے کی ترغیب دینے میں خان اعظم کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۳۱ |
| مکتوب 66 | طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں اور اس بیان میں کہ یہ طریق بعینہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ہے اور دوسروں پر اصحاب کرام کی فضیلت میں اگرچہ اویس قرنی ہو یا عمر مروانی، خان اعظم کی طرف صادر ہوا ہے۔ | ۲۳۳ |
| مکتوب 67 | ایک محتاج کی سفارش میں خان خاناں کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۳۴ |
| مکتوب 68 | اس بیان میں کہ تواضع دولتمندی سے اچھی ہے اور استغنا لا پرواہی فقراء سے زیبا ہے اور اس کے مناسب بیان میں خان خاناں کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۳۵ |
| مکتوب 69 | تواضع کے بیان میں جو دونوں جہاں کی عزت کا باعث ہے اور اس بیان میں کہ نجات فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کی تابعداری پر وابستہ ہے۔ | ۲۳۶ |
| مکتوب 70 | اس بیان میں کہ انسان کیلئے جس طرح اس کی جامعیت اس کے قرب کا باعث ہے ویسے ہی یہ جامعیت اس کے بعد کا بھی باعث ہے اور اس کے مناسب بیان میں خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۳۷ |
| مکتوب 71 | اس بیان میں کہ منعم کا شکر منعم علیہ پر واجب ہے اور شکر کا حاصل ہونا شریعت کے بجالانے سے ہے۔ نہ کچھ اور خانخاناں کے بیٹے مرزا داراب کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۳۹ |
| مکتوب 72 | اس بیان میں کہ دین کا دنیا کے ساتھ جمع کرنا مشکل ہے۔ پس طالب آخرت کیلئے دنیا کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر حقیقی ترک میسر نہ ہو تو ترک حکمی سے چارہ نہیں اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ جہان کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۴۰ |
| مکتوب 73 | دنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور بے فائدہ علوم کے حاصل کرنے کی برائی اور فضول مناجات سے بچنے اور خیرات و اعمال صالحہ کے خاص کر جوانی کے وقت بجالانے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں قلیج اللہ بن قلیج خان کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۴۱ |
| مکتوب 74 | فقراء کی محبت اور ان کی طرف توجہ کی ترغیب اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | تابعداری کی نصیحت میں مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۴۷ |
| مکتوب 75 | حضرت سید الکونین علیہ ﷺ کی تابعداری پر حرص دلانے میں اول عقائد کے درست کرنے سے اور پھر فقہ کے ضروری احکام جاننے سے اور اس بیان میں کہ حق تعالیٰ سے بوسیلہ یا بے وسیلہ اس کو طلب کرنا چاہئے اور اس کے بیان میں۔ مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۴۹ |
| مکتوب 76 | اس بیان میں کہ ترقی ورع و تقویٰ سے وابستہ ہے اور فضول مباحات کے ترک کرنے کی ترغیب میں اگر یہ میسر نہ ہو تو محرمات سے بچ کر فضول مباحات کے دائرہ وسعت تنگ اختیار کرنا چاہئے اور اس بیان میں کہ مباحات سے بچنا بھی دو قسم ہے قلیچ خان کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۵۰ |
| مکتوب 77 | اس بیان میں کہ خدائے بے مثل و بے مانند کی عبادت کب حاصل ہوتی ہے اور اس کے مناسب بیان میں جباری خان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۵۲ |
| مکتوب 78 | سفر در وطن اور سیر آفاقی اور انفسی کے معنی میں اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حاصل ہونا صاحب شریعت علیہ ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے۔ جباری خان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۵۴ |
| مکتوب 79 | اس بیان میں کہ یہ شریعت تمام گزشتہ شریعتوں کی جامع ہے اور اس شریعت کے موافق عمل کرنا تمام شریعتوں کے موافق عمل کرنا ہے اور اس کے بیان میں جباری خان کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۵۶ |
| مکتوب 80 | اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کا فرقہ ہے۔ بدعتی فرقوں کی برائی اور اس کے مناسب بیان میں مرزا فتح اللہ خاں حکیم کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۵۷ |
| مکتوب 81 | اسلام کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری اور کفار نگونسار کے غلبہ کے بیان میں لالا بیگ کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۲ |
| مکتوب 82 | اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے اللہ کے نسیان کے بغیر ناممکن ہے اور یہ نسیان فنا سے تعبیر کیا گیا ہے سکندر خاں لودھی کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۳ |
| مکتوب 83 | ظاہر و باطن کی جمعیت کو شریعت و حقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ترغیب دینے میں بہادر خاں کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۳ |
| مکتوب 84 | اس بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور مرتبہ حق الیقین تک پہنچنے کی علامت اس مقام کے علوم شرعیہ کے ساتھ مطابق ہونا اور اس کے مناسب بیان میں سید احمد قادری کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۴ |
| مکتوب 85 | اعمال صالحہ کے بجالانے خاص کر نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں مرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۶۵ |
| مکتوب 86 | ماسوائے حق سے دل کو سلامت رکھنے کے بیان میں۔ پرگنہ جرک کے کسی حاکم کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۷ |
| مکتوب 87 | اس بیان میں کہ اس سے بڑھ کر کونسی سعادت ہے کہ خدائے تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کر لیں۔ پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۷ |
| مکتوب 88 | اس بیان میں کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہے کہ کسی شخص نے ایمان و صلاح کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کیا ہو اور جوانی میں اس پر خوف غالب ہو پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۸ |
| مکتوب 89 | ماتم پرسی کے بارے میں مرزا علی خان کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۸ |
| مکتوب 90 | اس بات پر ترغیب دینے میں کہ ہمہ تن حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ رہنا ہے۔ خواجہ قاسم | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/





| | | |
|---|---|---|
| | کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۶۹ |
| مکتوب 91 | اس بیان میں کہ عقائد کی درستی اور نیک عملوں کا بجالانا دونوں عالم قدس کی طرف اڑنے کیلئے پر ہیں اور شریعت کے اعمال اور حقیقت کے احوال مقصود نفس کا پاک اور دل کا صاف کرنا ہے۔ شیخ کبیر کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۷۰ |
| مکتوب 92 | اس بیان میں کہ دل اطمینان ذکر پر منحصر ہے نہ نظر اور استدلال پر، شیخ کبیر کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۷۰ |
| مکتوب 93 | اس بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے سکندر خان لودھی کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۷۱ |
| مکتوب 94 | اس بیان میں کہ آدمی کو عقائد کی درستی اور اعمال صالحہ کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے تاکہ ان دو پروں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف اڑے۔ خضو خاں لودھی کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۷۲ |
| مکتوب 95 | اس بیان میں کہ آدمی نسخہ جامع ہے اور اس کا دل بھی جامعیت کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے اور بعض مشائخ کے اقوال جو مرتبہ سکر میں دل کی وسعت وغیرہ میں ظاہر ہوئے ہیں وہ مختلف توجیہوں پر محمول ہیں اور اس بیان میں کہ صحو افضل ہے سکر سے اور اس کے مناسب بیان میں سید احمد بجوازی کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۷۲ |
| مکتوب 96 | تسویف اور تاخیر سے منع کرنے اور جھڑکنے اور شریعت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں محمد شریف کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۷۵ |
| مکتوب 97 | اس بیان میں کہ عبادات مامورہ سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے شیخ درویش کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۷۶ |
| مکتوب 98 | نرمی کرنے کی ترغیب دینے اور سختی کو ترک کرنے کے بیان میں اور اس کے مناسب احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے لکھنے میں شیخ زکریا کے بیٹے عبدالقادر کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۷۷ |
| مکتوب 99 | ایک استفسار کے جواب میں جو دوام آگاہی کی کیفیت اور حالات قوم کے ساتھ اس کے جمع کرنے کے بارے میں جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے کیا گیا تھا ملا حسن کشمیری کی طرف لکھا گیا ہے۔ | ۲۸۱ |
| مکتوب 100 | ایک سوال کے جواب میں جو اس بارہ میں کیا گیا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ غیب جاننے والا ہے، ملا حسن کشمیری کی طرف لکھا ہے | ۲۸۵ |
| مکتوب 101 | ان لوگوں کے رد عمل میں جو کامل کو ناقص خیال کر کے اعتراض کی زبان دراز کرتے ہیں۔ ملا حسن کشمیری کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۸۷ |
| مکتوب 102 | اس بیان میں کہ سودی قرض میں سب کا سب روپیہ حرام ہے نہ فقط زیادتی، مثلاً کسی شخص نے دس تنگہ بعوض بارہ تنگہ کے قرض لئے تو اس صورت میں سب بارہ تنگہ حرام ہیں نہ صرف دو تنگہ زیادتی اور اس کے متعلق بیان میں ملا مظفر کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۸۷ |
| مکتوب 103 | عافیت کے معنی اور سرہند کیلئے قاضی کے طلب کرنے کے بیان میں سیادت شرافت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۹۰ |
| مکتوب 104 | ماتم پرسی کے بارہ میں پرگنہ مستکن کے قاضیوں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۹۰ |
| مکتوب 105 | اس بیان میں کہ مریض جب تک بیماری سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اس کو فائدہ نہیں دیتی اور اس کے مناسب بیان میں حکیم عبدالقادر کی طرف صادر فرمایا ہے | ۲۹۱ |
| مکتوب 106 | اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت جو ان کی معرفت پر مترتب ہے خداوند تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۹۲ |
| مکتوب 107 | چند سوالوں کے جواب میں جو اس طرح لکھے ہوئے تھے جن سے طعن وتعصب کی بو آتی تھی | |



Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | اور یہ مکتوب ان ضروری فوائد پر مشتمل ہے جو اس طائفہ علیہ کے ایمان میں فائدہ مند ہیں محمد صادق کشمیری کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۹۳ |
| مکتوب108 | اس بیان میں کہ نبوت افضل ہے ولایت سے برخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ ولایت افضل ہے نبوت سے میاں سید احمد کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۹۸ |
| مکتوب109 | دل کی سلامتی اور ماسوائے حق کے نسیان میں حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۹۸ |
| مکتوب110 | اس بیان میں کہ انسانی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف کو ادا کرنا اور حق تعالیٰ کی جناب میں پورے طور پر توجہ رکھنا۔ شیخ صدر الدین کی طرف لکھا ہے۔ | ۲۹۹ |
| مکتوب111 | اس بیان میں کہ توحید ماسوائے حق سے دل کو خلاص کرنے سے مراد ہے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ حمید سنبھلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۰ |
| مکتوب112 | اس بیان میں کہ اصل مقصود یہی ہے کہ اہلسنت وجماعت کے عقائد پر پابند ہو جائیں اگر اس دولت کے ساتھ احوال و مواجید بھی عطا فرمائیں تو کمال احسان ہے ورنہ اسی دولت کو کافی جانتے ہیں جب یہ ہے تو سب کچھ ہے۔ شیخ عبدالجلیل کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۱ |
| مکتوب113 | جذبہ متبدی و جذبہ منتہی کے درمیانی فرق کے بیان میں اور اس بیان میں کہ مجذوبوں کا مشہود ابتدا میں سوائے روح کے نہیں ہے جو قلب کے اوپر ہے اور اسی مشہود کو شہود الٰہی خیال کرتے ہیں جمال الدین حسین کولابی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۲ |
| مکتوب114 | حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر حرص دلانے میں صوفی قربان کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۳ |
| مکتوب115 | اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے ہم قطع کرنے کے درپے ہیں صرف سات قدم ہے شاہ محمد عبدالحق دہلوی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۴ |
| مکتوب116 | اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے نسیان میں ہے اور دنیاوی کاروبار میں بکثرت مشغول ہونے سے منع کرنے میں کہ ایسا نہ ہو دنیا میں رغبت پیدا ہو جائے ملا عبدالواحد لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۵ |
| مکتوب117 | اس بیان میں کہ ابتداء میں قلب جس کے تابع ہے اور انتہا میں یہ تابعداری نہیں رہتی ملا یار محمد بدخشی قدیم کی طرف لکھا ہے | ۳۰۵ |
| مکتوب118 | ان لوگوں کے خسارہ کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں ملا قاسم علی بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۶ |
| مکتوب119 | شیخ مقتدا کی صحبت پر ترغیب دینے میں اور اس بیان میں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کامل لوگ اپنے بعض ناقص مریدوں کو بھی نیت کے لئے طریقہ سکھانے کی اجازت فرماتے ہیں میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۶ |
| مکتوب120 | جمعیت والوں کی صحبت پر ترغیب دینے میں میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۸ |
| مکتوب121 | اس بیان میں کہ یہ راہ سب سات قدم قرار پایا ہے اور بعض یار چھ قدم پر پہنچے ہیں میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۸ |
| مکتوب122 | بلند ہمتی پر ترغیب دینے اور ہر چیز جو ہاتھ میں آوے توجہ نہ کرنے کے بیان میں ملا محمد طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۰۹ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 123 | اس بیان میں کہ نفل کا ادا کرنا خواہ حج ہی کیوں نہ ہو اگر فرض کے فوت ہو جانے کو مستلزم ہے تو وہ لایعنی میں داخل ہے۔ ملا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۰ |
| مکتوب 124 | اس بیان میں کہ راستہ کی استطاعت حج کے واجب ہونے کیلئے شرط ہے استطاعت نہ ہونے کے باوجود حج کا ارادہ کرنا مطلب کے ہونے کی نسبت تضیع اوقات میں داخل ہے ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۱۰ |
| مکتوب 125 | اس بیان میں کہ کیا عالم صغیر کیا عالم کبیر اسماء وصفات الٰہی کے مظہر ہیں اور عالم کو اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کے سوا اور کوئی نسبت نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں میر صالح نیشاپوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۱۱ |
| مکتوب 126 | اس بیان میں کہ طالب کو چاہئے کہ باطل خداؤں کی نفی کرنے میں خواہ آفاقی ہوں خواہ نفسی کوشش کرے اور معبود برحق کے اثبات کی طرف میں جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ اور ادراک میں آوے اس کو بھی نفی کے نیچے لا کر صرف موجودیت پر کفایت کرے اگرچہ وجوب کی بھی اس مقام میں کوئی گنجائش نہیں اور اس کے مناسب بیان میں میر صالح نیشاپوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۱۲ |
| مکتوب 127 | اس بیان میں کہ والدین کی خدمت اگرچہ نیکیوں میں سے ہے لیکن اصلی مطلب تک پہنچنے کے مقابلہ میں محض بیکاری اور صرف تعطیل ہے بلکہ برائی میں داخل ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ اور اس کے مناسب بیان میں ملا صفر احمد رومی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۱۴ |
| مکتوب 128 | بلند ہمتی پر ترغیب دینے اور سوائے مطلب بیچونی کے کفایت نہ کرنے کے بیان میں خواجہ مقیم کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۱۵ |
| مکتوب 129 | اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقہ کا باعث ہے اور یہی جامعیت اس کی جمعیت کا موجب ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کَمَاءِ نِیْلِ مَاءٌ لِلْمَحْبُوْبِیْنَ وَبَلَاءٌ لِلْمَحْجُوْبِیْنَ آب نیل کی طرح جو دوستوں کے لئے پانی اور محجوبوں کے لئے بلا ہے۔ سید نظام کی طرف لکھا ہے | ۳۱۵ |
| مکتوب 130 | اس بیان میں کہ احوال کے تغیر وتبدل کا کچھ اعتبار نہیں بیچونی اور بیچونگی کے مطلب کو حاصل کرنا چاہئے جمال الدین کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۱۶ |
| مکتوب 131 | طریقہ حضرات خواجگاں قدس سرہم کی بلندی شان اور ان لوگوں کی شکایت میں جنہوں نے اس طریقہ میں نئی نئی باتیں نکالی ہیں اور ان کو اس طریق کی تکمیل سمجھی ہے۔ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۱۷ |
| مکتوب 132 | دولتمندوں کی صحبت سے بچنے اور فقراء کی صحبت پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ فقرا کی خاکروبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ ملا محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۱۹ |
| مکتوب 133 | اس بیان میں کہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے اور وقت کو عزیز رکھنا چاہئے ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۰ |
| مکتوب 134 | تسویف یعنی سوف افعل کہنے سے منع کرنے میں ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے | ۳۲۱ |
| مکتوب 135 | ولایت عامہ اور خاصہ کے مرتبوں کے بیان میں بمعہ بعض خاص الخاص کے سچے مخلص محمد صدیق کی لکھا ہے۔ | ۳۲۱ |
| مکتوب 136 | مطلوب حقیقی کے حاصل کرنے میں تسویف وتاخیر سے منع کرنے میں ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۲ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 137 | نماز کی بلندی شان میں کہ جس کا کمال نہایت النہایت سے وابستہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں حاجی خضر افغان کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۲ |
| مکتوب 138 | دنیا کمینی کی مذمت اور دنیاداروں کی صحبت سے بچنے میں شیخ بہاؤالدین سرہندی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۴ |
| مکتوب 139 | اس بیان میں کہ ان بدبختوں کی ہجو اور مذمت اور جو اہل اللہ پر طعن کرتے ہیں جائز بلکہ مستحسن ہے جعفر بیگ تہانی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۵ |
| مکتوب 140 | اس بیان میں کہ رنج ومحنت کے لوازم سے ہے ملا محمد معصوم کابلی کی طرف سے لکھا ہے۔ | ۳۲۶ |
| مکتوب 141 | اس بیان میں کہ اس کام میں عمدہ محبت واخلاص ہے ملا محمد قلیج کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۶ |
| مکتوب 142 | اس بیان میں کہ ان بزرگواروں کی نسبت میں سے اگر تھوڑی بھی ہاتھ آجاوے تو وہ تھوڑی نہیں ملا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۷ |
| مکتوب 143 | ملا شمس الدین کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۸ |
| مکتوب 144 | سیر وسلوک کے معنی اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور دوسری سیروں کے بیان میں جو ان دو سیروں کے بعد ہیں۔ حافظ محمود لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۸ |
| مکتوب 145 | اس بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور اس طریقہ کے بعض مبتدیوں کو جلدی تاثر نہ ہونے کے بھید میں ملا عبدالرحمٰن مفتی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۲۹ |
| مکتوب 146 | سبق کے تکرار نصیحت کرنے میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے | ۳۳۰ |
| مکتوب 147 | اس بیان میں کہ گسستن (توڑنا) پیوستن (جوڑنے) پر مقدم ہے یا پیوستن (جوڑنا) گسستن (توڑنے) پر خواجہ اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۱ |
| مکتوب 148 | اس بیان میں کہ صاحب رہے یعنی سیراب ہوا ہوا ہے حاصل ہے اور اس بیان میں کہ مشائخ کی روحانیت کے وسیلہ اور ان کی امداد پر ہرگز مغرور نہ ہوں کیونکہ مشائخ کی صورتیں حقیقت میں شیخ مقتدا کے لطائف ہیں ملا صادق کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۲ |
| مکتوب 149 | اس بیان میں کہ اگرچہ مسبب الاسباب نے اشیاء کو اسباب پر مترتب کیا ہے لیکن کیا فائدہ جبکہ سبب معین پر ہی نظر لگی رہے۔ ملا صادق کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۳ |
| مکتوب 150 | اس بیان میں کہ مطلوبیت کے لائق سوائے حضرت واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کے اور کوئی نہیں ہے خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۳ |
| مکتوب 151 | حضرت خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کی بزرگی اور یادداشت کے معنی میں جو ان بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے میر مومن بلخی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۴ |
| مکتوب 152 | اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت وشرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۴ |
| مکتوب 153 | ماسوائے اللہ کی غلامی سے پورے طور پر آزاد ہونے کے بیان میں جو فنائے مطلق سے وابستہ ہے۔ میاں شیخ مزمل کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۶ |
| مکتوب 154 | اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزرنا چاہئے اور اپنے آپ میں جانا چاہئے میاں مزمل کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۷ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 155 | اپنے اصل کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب میں میاں شیخ مزمل کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۸ |
| مکتوب 156 | اہل اللہ کی صحبت کی ترغیب میں میاں مزمل کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۹ |
| مکتوب 157 | اس بیان میں کہ اول عقائد کو درست کرنا چاہئے' حکیم عبدالوہاب کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۳۹ |
| مکتوب 158 | اس بیان میں کہ کمال کے مرتبوں میں استعداد کی تفاوت کے موافق فرق ہوتا ہے۔ شیخ حمید بنگالی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۴۱ |
| مکتوب 159 | ماتم پرسی میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۴۱ |
| مکتوب 160 | اس بیان میں کہ مشائخ قدس سرہم تین گروہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے احوال اور کمال و نقصان کو شرح و مفصل طور پر بیان کرنے میں اس کمترین غلامی یعنی یار محمد جدید بدخشی طالقانی کے نام لکھا ہے۔ | ۳۴۳ |
| مکتوب 161 | اس بیان میں کہ منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو نفس کے مطمئنہ ہونے پر وابستہ ہے ملا صالح بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۴۷ |
| مکتوب 162 | ماہ رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی اس مناسبت کے بیان میں جو اس مہینے میں اس کے نازل ہونے کا سبب ہے اور تمر یعنی کھجور کی جامعیت کے بیان میں جس سے افطار کرنا مستحب ہے اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۴۸ |
| مکتوب 163 | اس بیان میں کہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے اور ایک کے عزت دینے میں دوسرے کی خواری ہے اخیر تک حضرت خواجہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے کفاروں کے ذلیل کرنے اور ان کے ساتھ نہ ملنے جلنے اور اس اختلاط کے ضرر کے بیان میں فرمایا ہے اور اس بیان میں کہ دنیا و آخرت بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۵۰ |
| مکتوب 164 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کا فیض ہمیشہ خاص و عام پر وارد ہے۔ اس کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا تفاوت اسی طرف سے پیدا ہے۔ حافظ بہاؤالدین کی سرہندی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۵۳ |
| مکتوب 165 | صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور اس کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت و بغض و سختی کرنے کی ترغیب میں سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۵۴ |
| مکتوب 166 | اس بیان میں کہ چند روزہ ناپائدار حیات پر مدار نہ رکھنا چاہئے اور اس تھوڑی سی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ مرض قلبی کے علاج کا فکر کرنا چاہئے جو نہایت ہی ضروری ہے۔ ملا محمد امین کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۵۶ |
| مکتوب 167 | تمام جہانوں کی پرورش کرنے والے خدائے بیچون و بیچگون کی عبادت کرنے اور ہندوؤں کے جھوٹے خداؤں سے بچنے کی ترغیب میں ہردے رام ہندو کی طرف لکھا ہے جس نے اس طائفہ عالیہ کی محبت و اخلاص کا اظہار کیا تھا۔ | ۳۵۷ |
| مکتوب 168 | سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بلند شان اور ان لوگوں کے حال کی شکایت بیان کرنے میں جنہوں نے اس طریقہ شریفہ میں کئی طرح محدثات و مخترعات کو رواج دیا ہے اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۵۹ |
| مکتوب 169 | شیخ عبدالصمد سلطان پوری کی طرف لکھا ہے اس کے اس سوال کے جواب میں کہ مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ اگر خاص وقت میں جب کہ میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوں تو درمیان آجائے تو میں تیرے سر کو | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | تن سے جدا کردوں گا اور پیر نے اس بات کو پسند کیا اور بغل میں لے لیا۔ | ۳۶۲ |
| مکتوب 170 | اس بیان میں کہ آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے ویسے ہی خلق کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کرنے سے چارہ نہیں اور اس کے مناسب بیان میں شیخ نور کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۶۳ |
| مکتوب 171 | اس بیان میں کہ جو کچھ فقراء پر لازم ہے وہ ہمیشہ محتاج اور ذلیل رہتا ہے اور زندگی کے وظیفوں کو ادا کرنا حدود شرعیہ کی محافظت، سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت۔ گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ عالم الغیب کے انتقام کا خوف وغیرہ۔ ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۶۴ |
| مکتوب 172 | ان بعض اسرار کے بیان میں جو خواص میں سے بہت تھوڑوں کو نصیب ہوتے ہیں اور اس بیان میں کہ عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر معلوم کرتا ہے اس کا کیا سبب ہے اور شریعت روشن کے ظاہر کے ساتھ اس کے مطابق کرنے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۶۵ |
| مکتوب 173 | ایک سوال کے جواب میں مع بعض اسرار غریبہ کے بیان میں جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی نفی و اثبات کے متعلق ہیں میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۶۷ |
| مکتوب 174 | اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانے اس معیت کے ساتھ تسلی حاصل نہیں کرتے اور اس قرب نما بعد سے تسکین نہیں پاتے بلکہ وہ قرب چاہتے ہیں جو بعد نما ہو اور وہ وصل ڈھونڈتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو اور اس بیان میں کہ وہ واقع جو لکھا تھا وہ جس کا ظہور وباطل تصرف تھا خواجہ اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۰ |
| مکتوب 175 | احوال کی تلونیات اور تمکین کے حاصل ہونے اور حدیث قدسی لی مع اللہ وقت کے معنی کے بیان میں۔ حافظ محمود کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۱ |
| مکتوب 176 | اس بیان میں کہ وقتوں کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ بیہودہ امور میں تلف نہ ہو جائیں۔ ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۲ |
| مکتوب 177 | اہلسنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء صائبہ کے موافق عقائد درست کرنے کی ترغیب میں۔ جمال الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۲ |
| مکتوب 178 | ایک شخص کی سفارش اور سید عاشمیاں خلاصہ آدمیاں علیہ ﷺ کی ترغیب میں۔ مرزا مظفر کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۳ |
| مکتوب 179 | نصیحت کے بارے میں میر عبداللہ بن میر نعمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۴ |
| مکتوب 180 | پیروں کے بعض ناموں کے استفسار میں کہ جن میں تردد پیدا ہوا تھا۔ مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ ابو القاسم کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۴ |
| مکتوب 181 | حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں محمد صادق کی طرف (خدا تعالیٰ اس کو دوستوں کے سروں پر سلامت و باقی رکھے) لکھا ہے۔ ان کے استفسار کے جواب میں کہ کیا سبب ہے کہ مشائخ کی ایک جماعت کو میں دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مرتبوں میں ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں لیکن باوجود اس کے مقامات زہد و توکل وغیرہ میں ان کے بڑے درجے ہیں اور بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ قرب کے مرتبوں میں فوقیت رکھتے ہیں اور مقامات مذکورہ میں تنزل اور اس کے مناسب بیان میں۔ | ۳۷۶ |
| مکتوب 182 | اس حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں جو حضور ﷺ نے اپنے بعض یاروں کو جنہوں نے | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | اپنے برے خطرات کی شکایت بیان کی تھی فرمایا تھا ذٰلِکَ مِنْ کَمَالِ الْاِیْمَانِ کہ یہ کمالِ ایمان سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ ملا صالح کولابی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۷ |
| مکتوب 183 | نصیحت کے بارے میں ملا معصوم کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۸ |
| مکتوب 184 | حضرت سید المرسلین ﷺ کی متابعت کی ترغیب میں قلیچ اللہ کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۷۹ |
| مکتوب 185 | ایک شخص کی سفارش میں منصور عرب کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۸۰ |
| مکتوب 186 | سنت کی تابعداری اور بدعت سے بچنے کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ہر بدعت ضلالت ہے کابل کے مفتی خواجہ عبدالرحمٰن کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۸۰ |
| مکتوب 187 | اس بیان میں کہ موصل الی اللہ طریقوں میں سے رابطہ کا طریق اقرب ہے اور اس بیان میں کہ مرید کیلئے رابطہ ذکر کہنے سے زیادہ فائدہ مند ہے خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۸۳ |
| مکتوب 188 | ان مسائل کے حل میں جو پوچھے گئے تھے خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۸۴ |
| مکتوب 189 | اس بیان میں کہ فقراء کی یاد کو باوجود بیہودہ تعلقات کے فقراء کے ساتھ بڑی مناسبت ہے اور اس دنیائے کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ ہونا چاہئے اور باطنی سبق کو عزیز رکھنا چاہئے اور اس بیان میں کہ احکام شریعت سے سر نہ پھیرنا چاہئے اور منت و عاجزی سے قبول کرنے چاہئیں اور اس کے مناسب بیان میں۔ شرف الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۸۴ |
| مکتوب 190 | دوام ذکر الٰہی جل شانہ پر حرص دلانے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ قدس سرہ کو اختیار کرنے کی ترغیب میں اور نیز ذکر کی طرز اور اس کے مناسب بیان میں میر محمد نعمان کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۸۵ |
| مکتوب 191 | انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ شرعی تکلیفات میں بڑی آسانی کو مدنظر رکھا گیا ہے اور بڑی تخفیف فرمائی گئی ہے۔ خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۸۶ |
| مکتوب 192 | ایک استفسار کے جواب میں جو اس بارے میں کیا گیا تھا کہ آپ مقام رنگین میں جو حضرت صدیق اکبر کے مقام سے برتر ہے گئے تھے۔ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۸۸ |
| مکتوب 193 | فرقہ اہلسنت و جماعت کی راؤں کے موافق عقائد کو درست کرنے اور احکام فقہیہ یعنی حلال وحرام وفرض وواجب وسنت ومندوب ومکروہ (جن کا علم فقہ ذمہ دار ہے) کے سیکھنے کی ترغیب میں اور اسلام کی غربت اور اس کی تائید وترقی کیلئے برانگیختہ کرنے کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۸۹ |
| مکتوب 194 | ملت کی ترقی اور دین کی تائید کی ترغیب میں اور اس کے متعلق بیان میں صدر جہان کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۹۳ |
| مکتوب 195 | شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں صدر جہان کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۹۴ |
| مکتوب 196 | اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کو طے کرنے کے در پے ہیں۔ سب سات قدم ہے اور ہر قدم پر سالک اپنے آپ سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ منصور عرب کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۹۵ |
| مکتوب 197 | اس بیان میں کہ سعادت مند وہ شخص ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور حق تعالیٰ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو اور اس کے مناسب بیان میں۔ پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۹۶ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 198 | اس بیان میں کہ فقیروں کی دوستی دولت مندوں کے ساتھ اس زمانہ میں بہت مشکل ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ خانخاناں کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۹۷ |
| مکتوب 199 | درد اور مشغولی کے قبول فرمانے میں جس کی طلب کی گئی تھی۔ ملا محمد امین کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۹۸ |
| مکتوب 200 | نفحات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں جن کی تشریح طلب کی گئی تھی ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا ہے۔ | ۳۹۸ |
| مکتوب 201 | ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حصاری کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۰۲ |
| مکتوب 202 | ان لوگوں کے حال سے افسوس کرنے میں جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگوں کی سلک ارادت میں داخل کیا ہے اور پھر بے سبب ان بزرگواروں سے قطع کر لیا ہے مرزا فتح اللہ خاں حکیم کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۰۳ |
| مکتوب 203 | اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہم نشین بدبختی سے محفوظ ہے اور اس کے مناسب بیان میں ملا حسینی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۰۴ |
| مکتوب 204 | اس بیان میں کہ اہل خسران کے طعنوں سے تکلیف اٹھائیں اور جو کام در پیش رکھتے ہیں اس میں مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترقیوں کے حاصل ہونے میں کوشش کریں۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۰۶ |
| مکتوب 205 | اس بیان میں کہ اصلی مقصود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۰۷ |
| مکتوب 206 | دنیا اور اسکے ناز و نعمت میں گرفتار ہونے کی برائی میں ملا عبد الغفور سمرقندی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۰۷ |
| مکتوب 207 | اس بیان میں کہ بدنوں کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے اور اس بیان میں کہ وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم چیتل کے برابر نہیں لیتے۔ مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۰۹ |
| مکتوب 208 | اس سوال کے جواب میں کہ اس طریق کا سالک کبھی اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ اس سے بھی اوپر چلا گیا ہے اس میں کیا بھید ہے حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں محمد صادق سلمہ اللہ تعالیٰ علی مفارق الحسنین کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۱۰ |
| مکتوب 209 | رسالہ مبدء و معاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان میں جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہیں اور ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۱۲ |
| مکتوب 210 | نفحات کی عبارت کے حل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۱۹ |
| مکتوب 211 | ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کے بارے میں کیا گیا تھا اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرطوں کے بیان میں مولانا یار محمد قدیم بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۲۳ |
| مکتوب 212 | مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا تھا اور لکھا تھا۔ | ۴۲۴ |
| مکتوب 213 | پند و نصائح کے بیان میں اور فرقہ ناجیہ یعنی علماء اہلسنّت و جماعت کی تابعداری کرنے اور | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | برے علماء کی صحبت سے جنہوں نے علم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے بچنے کی ترغیب میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۲۴ |
| مکتوب 214 | اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس سوال مشہور کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت کے باعث دائمی عذاب کیوں ہوگا اور ایک حاجت مند کی سفارش میں خانخاناں کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۲۷ |
| مکتوب 215 | دنیا کی مذمت میں۔ مرزا داراب کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۲۸ |
| مکتوب 216 | اس بات کے بھید میں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق بکثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ سے کم اور مقام ارشاد و تکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۲۹ |
| مکتوب 217 | اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے۔ اسی قدر بہتر ہے اور اس بیان میں کہ کیا باعث ہے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشف غلط واقع ہوتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور قضائے معلق اور قضائے مبرم کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے حکم میں اور اس بیان میں کہ جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب و سنت ہے اور اس بیان میں کہ بعض طالبوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینا ان کے کمال اور تکمیل کی علامت نہیں ہے اور اس کے متعلق بیان میں ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۳۲ |
| مکتوب 218 | پیر طریقت کے آداب کو مدنظر رکھنے کے بیان میں۔ ملا داؤد کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۳۷ |
| مکتوب 219 | اس بیان میں کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے اور باطنی مرض سے جو دل کی گرفتاری سے مراد ہے غافل پڑا ہے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا ایرج کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۳۷ |
| مکتوب 220 | صوفیوں کی بعض غلطیوں کے منشاء کی بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۳۹ |
| مکتوب 221 | طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالوں کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہا اس کی نسبت میں مندرج ہونے اور طریق کے انتہا کے بیان میں اور سفر در وطن اور خلوت در انجمن اور سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کے بیان میں اور اس بیان میں کہ اس طریق میں سیر کی ابتداء عالم امر سے ہے اور یہ طریقہ موصل الی اللہ طریقوں میں سے سب سے اقرب ہے اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کی ابتداء میں حلاوت اور وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان جو نا امیدی کے لوازم سے ہے اور ایسے ہی اس طریق کے ابتداء میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بعد و حرمان اور اس طریقہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے اور ذوق و معرفتوں کو علوم دینی کا خادم بنایا ہے اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے نہ کلاہ و شجرہ پر اور اس طریق میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لازم پکڑنے سے ہیں اور اس طریق میں سالک کا سلوک شیخ مقتداء کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے اور خاموشی اس طریق کے لوازم سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ سید حسین مانک پوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۴۳ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 222 | احوال کی خرابی اور اپنے حسنات کو کم دیکھنا اور متہم رکھنا اور اس دید قصور کا ولایت کے کمالات کے ساتھ جمع ہونے بلکہ اس دید کا ان کمالات کا اثر ہونے اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۵۲ |
| مکتوب 223 | احوال و واقعات کو شیخ بزرگوار کی خدمت میں ظاہر کرنے کی ترغیب میں خواجہ جمال الدین کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۵۴ |
| مکتوب 224 | آداب کی رعایت کرنے اور آزاد کے ظن دور کرنے میں جس کا وہم ہوا تھا اور احتیاط کا امر کرنے اور تعلیم طریقت کے بارے میں تاکید کرنے اور فقر کی سختی اور نامرادی برداشت کرنے اور بعض ان نصیحتوں اور تنبیہوں کے بیان میں جو اس مکتوب کی پشت پر ملا یار محمد قدیم کی طرف لکھیں تھیں۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۵۴ |
| مکتوب 225 | اس بیان میں کہ وہ احوال جو دوسروں کو نہایت میں میسر ہوتے ہیں اس طریقہ عالیہ کی ابتداء میں میسر ہو جاتے ہیں لیکن بدایت میں نہایت مندرج ہونے کے طریق پر جو اس طریقہ عالیہ کے لوازم سے ہے اور اس قسم کے احوال کا ابتداء میں ظاہر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ایسے احوال والے کو کامل کہے اور طریقت کے سکھانے کی اجازت دے دیں اور اس کے مناسب بیان میں۔ ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۵۷ |
| مکتوب 226 | اس بیان میں کہ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مترتب ہے اور اس کے مناسب بیان میں اپنے حقیقی بھائی میاں محمد شیخ مودود کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۵۸ |
| مکتوب 227 | بعض ان پند و نصائح کے بیان میں جو مقام شیخی اور تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۵۹ |
| مکتوب 228 | بعض نصیحتوں کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے مناسب بیان میں۔ میر نعمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۶۰ |
| مکتوب 229 | اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہ حضرت ایشاں قدس سرہ کا طریق ہے اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے لیکن صناعت کا کامل ہونا اور نسبت کا تمام ہونا بہت سے فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے درپے آنے پر موقوف ہے۔ مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۶۱ |
| مکتوب 230 | بلند ہمتی میں اور اس چیز پر جو حاصل ہو کفایت نہ کرنے میں بلکہ جو کچھ معلوم و مشہود ہو اس کی نفی کرنے اور معبود بیچون و بیچگون کے ثابت کرنے میں جو دید و دانش سے باہر ہے۔ شیخ یوسف برکی کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۶۲ |
| مکتوب 231 | چند سوالوں کے جواب میں جو آپ سے کیے گئے تھے اور جن میں پوچھا گیا تھا کہ وصول اور حصول کے درمیان کیا فرق ہے اور وہ اسماء جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں اولیاء کے تعینات کے مبادی بھی وہی اسم ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے اور آپ سے پوچھا گیا تھا کہ مشائخ نقشبندیہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حالانکہ ذوق و شوق بخشتا ہے اور چیزوں سے جو آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھیں مثلاً لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں نہیں منع کرتے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۶۴ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 232 | دنیا کمینی کی حقیقت اور اس کی ردی زیبائش کی برائی اور اس کمینی دنیا کی محبت کے دور کرنے کے علاج اور مناسب بیان میں۔ خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۶۶ |
| مکتوب 233 | بعض عمدہ عمدہ نصیحتوں میں۔ عالی جناب شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۶۷ |
| مکتوب 234 | اس بیان میں کہ واجب الوجود کی حقیقت وجود محض ہے جو ہر چیز و کمال کا منشاء ہے اور ممکنات کی حقیقتیں عدم محض ہیں جو ہر شر و نقص کا مبداء ہیں اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے معنی میں اور تجلی ذاتی کے بیان میں جو تمام نسبتوں اور اعتباروں سے بڑھ کر ہے اور آیت کریمہ اللہ نور السموات والارض کے تاویلی معنوں اور اس کے مناسب بیان میں معہ سوالوں اور جوابوں کے جو اس مقام کی توضیح کے متعلق ہیں اور معہ تنبیہات کے جو اس کے مطلب کی تشریح کے لائق ہیں۔ حقائق کو جاننے والے معارف کے پہچاننے والے عالم ربانی عارف سبحانی مخدوم زادہ کلاں یعنی شیخ محمد صادق (خدا اس کو سلامت و باقی رکھے اور اعلیٰ مقصود تک پہنچائے) کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۶۸ |
| مکتوب 235 | اس بیان میں کہ اس طائفہ کی محبت دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے اور باطنی جمعیت کے حاصل کرنے کی توفیق میں اس محبت کا ثمرہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ ملا عبدالغفور سمرقندی اور حاجی بیگ فرکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۰ |
| مکتوب 236 | بعض اسرار کے بیان میں مخدوم زادہ شیخ محمد صادق سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۱ |
| مکتوب 237 | سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی تابعداری پر ترغیب دینے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح میں بیان محمد طالب بیان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۲ |
| مکتوب 238 | اس بیان میں کہ بھائیوں یعنی دوستوں کے زیادہ ہونے میں بہت سی امیدیں ہیں اور اس امر کی تنبیہ میں کہ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کے احوال و معارف پیروں کے توقف اور عجب کا موجب ہو جائیں اور اس بیان میں کہ مریدوں کے احوال حیا کا باعث ہونا چاہئے تاکہ ترقیات پر ترغیب کریں۔ میر نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۳ |
| مکتوب 239 | ملا احمد برکی کی طرف اس کے خط کے جواب میں جو اس نے لکھا تھا اور اس میں چند سوال استفسار کئے تھے، لکھا ہے۔ | ۴۸۵ |
| مکتوب 240 | اس راستہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے بعض فائدوں کے بیان میں شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۶ |
| مکتوب 241 | بعض یاروں کی ترقی کے بیان میں مولانا محمد صالح کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۸۷ |
| مکتوب 242 | بعض سوالوں کے جواب میں ملا بدیع الدین کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۸۸ |
| مکتوب 243 | طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی ترغیب میں ملا ایوب محتسب کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۹ |
| مکتوب 244 | محمد صالح کولابی کی طرف اس کے اس خط کے جواب میں جو اس نے اپنی خرابی کے بیان میں لکھا تھا، لکھا ہے۔ | ۴۹۱ |
| مکتوب 245 | ملا محمد صالح کی طرف بعض استفساروں کے جواب میں لکھا ہے۔ | ۴۹۱ |
| مکتوب 246 | اس مقام کے حاصل ہونے کے بیان میں جو کمال و تکمیل کے مرتبوں میں متوقع اور مترصد ہے اور بے توفیقی کی وجہ کے بیان میں جو بعض اوقات طاری ہو جاتی ہے۔ میر محمد نعمان کی طرف | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | صادر فرمایا ہے۔ | ۴۹۳ |
| مکتوب 247 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کے وجود پاک پر اس کا اپنا وجود پاک ہی دلیل ہے نہ کہ اس کا ماسوائے اور اس کے مناسب بیان میں عرفان پناہ مرزا حسام الدین کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۹۴ |
| مکتوب 248 | اس بیان میں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تابعداروں کو ان کے تمام کمالات سے بطریق تبعیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہے اور اس بیان میں کوئی ولی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور اس امر کی تحقیق میں کہ تجلی ذاتی جو آنحضرت ﷺ سے مخصوص ہے کس معنی سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں عالی جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۹۵ |
| مکتوب 249 | حضرت سید المرسلین ولآخرین کی متابعت کے فضائل اور اس پر مترتبہ کمالات اور اس کے ساتھ مخصوص مراتب کے بیان میں مرزا داراب کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۹۷ |
| مکتوب 250 | بعض استفساروں کے حل میں ملا احمد برکی کی طرف صادر کیا ہے۔ | ۴۹۸ |
| مکتوب 251 | خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرت شیخین کی فضیلت اور حضرت امیرؓ کے بعض خاصوں اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی تعظیم وتوقیر اور ان کے درمیانی جھگڑوں اور لڑائیوں کو مجمل طور پر محمول کرنے اور اس کے متعلق بیان میں مولانا محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۹۹ |
| مکتوب 252 | بعض استفساروں یعنی سوالوں کے جواب میں جناب شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۰۹ |
| مکتوب 253 | چند سوالوں کے جواب میں جو اس راہ کی بے نہایتی اور مرزا جمال کے طور پر طریقت کے بعض مقامات ومنازل کی تفصیل کے بیان میں مشیخت مآب شیخ ادریس سامانی کی طرف لکھا ہے۔ | ۵۱۰ |
| مکتوب 254 | بعض سوالوں کے جواب میں ملا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۱۱ |
| مکتوب 255 | سنت سنیہ کے زندہ کرنے اور نامرضیہ بدعت دور کرنے کی ترغیب میں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۵۱۲ |
| مکتوب 256 | چند سوالوں کے جواب میں یعنی اس سوال کے جواب میں کہ قطب وقطب الاقطاب غوث وخلیفہ کے معنی میں ہیں اور اس سوال کے جواب میں کہ حدیث لَوِ اتَّزَنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ کی کیا تحقیق ہے اور اس کے متعلق مناسب بیان میں میاں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۱۳ |
| مکتوب 257 | مجمل طور پر طریقوں کے بیان میں میر نعمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۵۱۷ |
| مکتوب 258 | حق تعالیٰ کی اقربیت (اقرب وقرب ہونے) کے بیان میں شریف خان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۱۹ |
| مکتوب 259 | پیغمبروں کے بھیجنے کے فائدوں اور واجب الوجود تعالیٰ کی معرفت میں عقل کا استقلال نہ ہونے اور حکم خاص کے بیان میں جو شاہق جبل اور پیغمبروں کے زمانہ فطرت کے مشرکوں اور دار حرب کے مشرکوں کے اطفال کے حق میں فرمایا ہے اور گزشتہ امتوں میں زمین ہند میں اہل ہند سے انبیاء کے مبعوث ہونے کی تحقیق اور اسکے مناسب بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف جو علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع اور نسبت عالیہ کے صاحب ہیں، لکھا ہے۔ | ۵۲۰ |
| مکتوب 260 | اس طریق کے بیان میں جس نے آپ کی ذات کو ممتاز کیا ہے اور جس میں ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ جو اولیاء کی ولایت ہے اور ولایت کبریٰ جو پیغمبروں کی ولایت ہے اور ولایت علیا کا جو ملائے اعلیٰ کی ولایت ہے بیان مندرج ہے اور جس میں ہر قسم کی ولایت پر نبوت کے افضل ہونے کا بیان ہے اور لطائف عشرہ انسانی کے بیان میں کہ ان میں سے پنج عالم امر سے ہیں اور دوسرے پنج عالم خلق سے جو نفس اور عناصر اربعہ ہیں مع ان کمالات کے جو ان لطائف میں سے ہر ایک کے ساتھ مخصوص | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | ہیں اور عالم امر پر عالم خلق کے افضل ہونے کے بیان میں بمع ان کمالات کے جو عنصر خاک سے مخصوص ہیں اور ان عجیب وغریب علوم ومعارف کے بیان میں جو ہر مقام کے مناسب ہیں حقائق آگاہ معارف دستگاہ فیض الٰہی کے مظہر اور رحمت نامتناہی کے منبع مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۴ |
| مکتوب 261 | نماز کے فضائل اور معارف بلند اور حقائق ارجمند کے ضمن میں نماز کے مخصوصہ کمالات کے بیان میں سیادت مآب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۸ |
| مکتوب 262 | اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط حبی اور ہماری نسبت انعکاسی ہے اور قرب و بعد میں کچھ تفاوت نہیں رکھتی اور اس کے مناسب بیان میں جناب معارف آگاہ میاں تاج الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵۲ |
| مکتوب 263 | اس معارف کے بیان میں جو کعبہ ربانی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور نماز کے فضائل اور اس کے مناسب بیان میں جناب معارف آگاہ میاں تاج الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵۳ |
| مکتوب 264 | اس بیان میں کہ اپنے معاملہ کو حیرت و جہالت میں لے جانا چاہئے اور احوال و کشوف پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے اور اس کے ضمن میں اس واقع کا ذکر اور تعبیر کی ہے جو گرد و نواح کی مشائخ میں سے کسی شیخ نے ظاہر کیا تھا۔ میر سید باقر سہارنپوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۵۵۵ |
| مکتوب 265 | اس بیان میں کہ عزلت اور گوشہ نشینی کے اختیار کرنے میں چاہئے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور حقوق اور اس کے مناسب بیان میں شیخ عبدالباری بدایونی کی طرف لکھا ہے۔ | ۵۵۷ |
| مکتوب 266 | اہلسنت و جماعت (خدا ان کی کوشش کو مشکور فرمائے) کی رائے کے موافق بعض ان معتقد کلامیہ کے بیان میں جو آپ کو از روئے الہام وفراست کے حاصل ہوئے تھے نہ کہ از روئے تقلید وتخمین کے ابتدائے اوائل میں حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا تھا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدوں میں سے ہے اور اس واقع کو اپنے خواجہ بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا تھا اسی دن سے مسائل کلامیہ میں ہر مسئلہ میں آپ کی رائے علیحدہ اور حکم جدا ہے لیکن مسائل میں مشائخ ماتریدیہ سے موافقت رکھتے ہیں اور فلسفہ کے رد کرنے اور اہل فلسفہ کی مذمت اور برائی کے بیان میں اور ان ملحدوں اور زندیقوں کی تردید میں جو صوفیہ کی مراد کو نہ سمجھ کر گمراہ ہوگئے ہیں اور بعض ان فقہیہ احکام کے بیان میں جو نماز سے تعلق رکھتے ہیں اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات اور اس میں سنت کی متابعت کو لازم پکڑنے کے بیان میں اور سماع و سرود کے سننے اور رقاصوں یعنی ناچنے اور گانے والوں کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں اپنے پیرزادوں یعنی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کی خدمت میں صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵۸ |
| مکتوب 267 | اس بیان میں کہ وہ اسرار و دقائق کہ جن کے ساتھ حضرت ایشاں یعنی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ متمیز ہوئے ہیں ان میں سے تھوڑا حصہ بھی ظہور میں نہیں لاسکتے بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی ان کی نسبت گفتگو نہیں کی جاسکتی اور وہ اسرار چراغ نبوت سے مقتبس ہیں اور ملائکہ علیین بھی اس دولت میں شریک ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۹۵ |
| مکتوب 268 | اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی وراثت کا علم کونسا ہے اور ان علماء سے جو حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ میں واقع ہوئے ہیں کونسے ہیں اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت سے باقی رہا ہے وہ علم توحید وجودی کے ان اسرار سے | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

| | | |
|---|---|---|
| | ماسوا ہے حق کے ساتھ اولیائے امت نے کلام کیا ہے اور احاطہ وسریان وقرب ومعیت اور ان کے مناسب بیان میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۹۷ |
| مکتوب 269 | دینی دشمنوں کی اہانت کرنے اور ان بے وقوفوں اور بدبختوں کے جھوٹے خداؤں کی توہین اور تخریب پر ترغیب دینے اور اس عظیم القدر امر کے لئے اپنی تمنا ظاہر کرنے اور اس کے مناسب بیان میں مرتضیٰ خاں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۰۰ |
| مکتوب 270 | اس بیان میں کہ بعض صحبتیں گوشہ نشینی پر ترجیح رکھتی ہیں۔ شیخ نور محمد کی طرف صادر کیا ہے۔ | ۶۰۱ |
| مکتوب 271 | ایک واقع کے استفسار کے حل میں شیخ حسن برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۰۲ |
| مکتوب 272 | ایمان بالغیب اور ایمان شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ فنا کے حاصل ہونے میں جو درکار ہے وہ توحید شہودی ہے۔ توحید وجودی کچھ درکار نہیں اور ان میں سے ہر ایک کی اقسام کے بیان میں اور اس بیان میں کہ ایمان غیب کو ایمان شہادت پر فضیلت ہے اور اس بیان میں کہ اول اول جس شخص نے توحید وجودی کو ظاہر کیا ہے۔ فتوحات مکیہ کا صاحب ہے اور گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید واتحاد کی خبر دیتی ہیں لیکن توحید شہودی پر محمول ہیں اور اس کے مناسب بیان میں میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۰۳ |
| مکتوب 273 | اس بیان میں کہ سالک کو چاہئے کہ اپنے شیخ کے طریق کو لازم پکڑے اور دوسرے مشائخ کے طریق کی طرف التفات وتوجہ نہ کرے اور اگر اس کے برخلاف واقعات ظاہر ہوں تو ان کا کچھ امتیاز نہ کرے کیونکہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے اس کے مکروفریب سے غافل نہ ہونا چاہئے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۱۹ |
| مکتوب 274 | بلند ہمتی کی ترغیب اور شہودات سفلی کی طرف جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے ہیں التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۲۲ |
| مکتوب 275 | ایک استفسار کے جواب میں جو اپنی قبولیت کے بارے میں کیا تھا اور اپنے یاروں میں سے ایک یار کے احوال میں اور علوم شریعہ کی تعلیم اور احکام فقہیہ کے پھیلانے پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں ملا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۲۴ |
| مکتوب 276 | قرآن مجید کی آیات محکمات اور متشابہات کے بیان میں اور علمائے راسخین اور ان کے کمالات اور اس کے بیان میں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۲۶ |
| مکتوب 277 | علم الیقین اور عین الیقین کے بیان میں ملا عبدالحی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۳۰ |
| مکتوب 278 | اس بیان میں کہ عقائد کے درست کرنے اور شریعت کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق کے درست کرنے اور شریعت کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق سے سلامت رکھے جس کو نسیان ماسوائے کہتے ہیں اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف اور موتی یعنی مردوں کی امداد واعانت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں ملا عبدالکریم سنامی کی طرف لکھا ہے۔ | ۶۳۳ |
| مکتوب 279 | ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اس کی اس نعمت کے شکر کے ادا کرنے کے بیان میں کہ اس نے آپ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر دلالت و رہنمائی کی تھی اور اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا اظہار کیا ہے جو اس کے وسیلہ سے حاصل ہوئی تھیں۔ | ۶۳۵ |
| مکتوب 280 | اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت سعادت کا سرمایہ ہے اور جس کسی کو اس نعمت سے شرف | |


https://ataunnabi.blogspot.com/
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | فرمائیں اوراستقامت دیں اس کوسب کچھ دے دیتے ہیں۔حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | |
| مکتوب 281 | سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی نعمت کے شکر میں اور اس بیان میں کہ طریق میں تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف راستہ کھول دیتے ہیں اور جو شخص اس طریق میں اپنے واقعات اور منامات یعنی خوابوں پر بھروسہ کرلے اور نئے نئے امور پیدا کرے اور آداب طریقت کی رعایت نہ کرے وہ زیاں کار اور نا امید رہتا ہے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب میر نعمان کی طرف لکھا ہے۔ | ۶۳۶ |
| مکتوب 282 | حضرت الیاس وحضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات اور ان کے کچھ احوال کے بیان میں میاں بدیع الدین کی طرف صادر ہوا ہے۔ | ۶۳۷ |
| مکتوب 283 | شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت کے بیان میں کہ دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔صوفی قربان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۳۸ |
| مکتوب 284 | اس بیان میں کہ احوال ومواجید عالم امر کے نصیب ہیں اور احوال مواجید کا علم عالم خلق کا حصہ ہے۔یہ معرفت معارف سابقہ سے ہے اور حقیقت معاملہ وہی ہے جو حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ کے مکتوبات میں طریقت کے بیان میں لکھی گئی ہے ملا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۳۹ |
| مکتوب 285 | سماع ورقص ووجد کے احکام اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔ میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۴۰ |
| مکتوب 286 | اہلسنت وجماعت کی آرائے صائبہ کے موافق صحیح اعتقاد کے بیان میں جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں اور ان لوگوں کے رد میں جنہوں نے کتاب وسنت سے اہلسنت وجماعت کو معتقدات کے برخلاف سمجھا ہے یا کشف کے ساتھ اہل حق کا خلاف معلوم کیا ہے مولانا امان اللہ فقیہی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۴۲ |
| مکتوب 287 | جذبہ اور سلوک اور ان معارف کے بیان میں جو ان دونوں مقاموں کے مناسب ہیں اپنے برادر حقیقی حقائق آگاہ میاں غلام محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۵۰ |
| مکتوب 288 | اس بیان میں کہ عاشورہ اور شب برات میں نماز نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا نہ کرنا چاہئے اور اس کے مناسب بیان میں سید امین مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۵۷ |
| مکتوب 289 | قضاء وقدر کے اسرار اور اس کے مناسب بیان میں مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۷۸ |
| مکتوب 290 | ملا ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۸۱ |
| مکتوب 291 | توحید وجودی اور توحید شہودی کے مراتب اور ان کے متعلقہ معارف کے بیان میں حضرت مولانا عبدالحیٔ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۸۷ |
| مکتوب 292 | مریدوں کے آداب ضروری اور ایک شبہ کے دفع کرنے کے بیان میں شیخ حمید کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۰۳ |
| مکتوب 293 | چند سوالوں کے جواب میں شیخ محمد خیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔سوال اول پوچھا گیا تھا کہ حدیث نبوی ﷺ میں لِیْ مَعَ اللّٰہِ وقت آیا ہے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔اس کی وجہ کیا ہے۔سوال دوم پوچھا گیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا | ۷۰۹ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | ے قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے اور ایک اور شیخ نے بھی یہی کہا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ سوال سوم پوچھا گیا تھا کہ ان اولیاء سے جن کی گردنوں پر قدم رکھا تھا، مراد اسی وقت کے اولیاء ہیں یا مطلق اور عام طور پر مراد ہیں۔ | ۷۱۴ |
| مکتوب 294 | ان معارف کے بیان میں جو واجب الوجود کی صفات ثمانیہ کے ساتھ تعلق رکھتی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی اور تمام مخلوقات کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ جزئیات اپنے کلی کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں اور کلی کی جزئیات کا انتقال دوسری کلی میں جائز نہیں اور اس بیان میں کہ انبیاء اور اولیاء کی تجلی شہود میں کیا فرق ہے اور اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے باوجود ان کے کامل تابعداروں کو وصل عریانی حاصل ہوتا ہے اور لفظ محو واضمحلال کی تحقیق میں جو مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں واقع ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ مجدد الدین خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے جو ظاہری علوم اور باطنی معارف اسرار کے جامع ہیں۔ | ۷۱۹ |
| مکتوب 295 | برقدم و ہوش نظر ور دم و سفر در وطن و خلوت در انجمن کے بیان میں جو طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار مشائخہا میں اصول مقرر ہیں۔ حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۲۵ |
| مکتوب 296 | حق تعالیٰ کی صفات بسیط ہونے اور اشیاء کے متعدد تعلق کی نفی کرنے کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۲۷ |
| مکتوب 297 | حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان کی تحقیق اور مثالوں کے ساتھ اس کی توضیح اور مراتب وجوبی اور امکانی کے حفظ کی رعایت میں مولانا بدر الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۲۹ |
| مکتوب 298 | نہایت کار تک پہنچنے کے بیان میں اشارت خفیہ اور عبارت لطیفہ کے طور پر میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے اور اس معما کے بھید سے مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ الرضوان کے سوا یاروں میں سے کوئی یار مطلع نہیں ہوا۔ | ۷۳۱ |
| مکتوب 299 | مصیبت کی ماتم پرستی اور قضا کے ساتھ صبر و رضا پر دلالت کرنے اور مرگ طاعون کی فضیلت میں اور اس بیان میں کہ طاعون کی زمین سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ جیسا یوم زحف یعنی کفار کے جنگ سے بھاگنا گناہ ہے۔ شیخ فرید رابھولی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۳۲ |
| مکتوب 300 | پوشیدہ اور اسرار اور غریبہ معارف کو رمز و اشارہ کی زبان کے ساتھ بیان کرنے اور قاب قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی نسبت اشارہ کرنے کے بیان میں جامع علوم عقلی و نقلی مخدوم زادہ اور مجدد الدین محمد معصو سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۳۳ |
| مکتوب 301 | قرب نبوت اور قرب ولایت اور ان راہوں کے بیان میں جو قرب نبوت تک پہنچانے والے ہیں مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۳۵ |
| مکتوب 302 | ولایت سہ گانہ یعنی ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء ملاء اعلیٰ کے فرق اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اور بعض ان خاص معارف کے بیان میں جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے مناسب بیان میں ظاہری علوم اور باطنی اسرار و معارف کے جامع مخدوم زادہ مجدد الدین محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۳۸ |
| مکتوب 303 | حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۴۴ |
| مکتوب 304 | ان اعمال صالحہ کے بیان میں کہ اکثر آیات قرآنی میں بہشت میں داخل ہونا ان پر موقوف | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | رکھا ہے اور شکر کے ادا کرنے کے بیان میں اور نماز کے بعض اسرار اور معانی کے بیان میں مولانا عبدالحیٔ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۴۵ |
| مکتوب 305 | نماز کے اسرار اور مبتدی اور عامی اور منتہی کی نماز کے درمیان فرق اور اس کے مناسب بیان میں میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۴۷ |
| مکتوب 306 | حقائق آگاہ معارف دستگاہ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ والغفران اور مخدوم زادہ خرد مرحوم و مغفور محمد فرخ و محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہم کے بعض مناقب و کمالات کے ذکر میں اور اس مکتوب کے خاتمہ میں ارباب ولایت کی فنا کا بیان ہے اور اس بیان میں کہ قرب نبوت میں یہ فنا کچھ درکار نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ مولانا محمد صالح کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۴۹ |
| مکتوب 307 | کلمہ طیبہ سبحان اللہ وبحمدہ اور اس کے بیان میں مولانا عبدالواحد لاہوری کی طرف لکھا ہے۔ | ۷۵۲ |
| مکتوب 308 | حدیث نبوی ﷺ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ ) دو کلمے ہیں جو زبان پر خفیف ہیں اور میزان پر بھاری ہیں ) اور اللہ کے نزدیک محبوب ہیں۔ وہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ ہیں ) کے معنی کے بیان میں۔ مولانا فیض اللہ پانی پتی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۵۳ |
| مکتوب 309 | رات اور دن کے محاسبہ کے بیان میں جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا ( پیشتر اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ اپنا حساب کرلو ) مولانا حاجی محمد فرکیتی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۵۵ |
| مکتوب 310 | انسان کی جامعیت اور بعض ان پوشیدہ اسرار کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مولانا محمد ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۵۶ |
| مکتوب 311 | اسرار معمہ اور حقائق نادرہ کو رمز و اشارہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ مظہر فیض الٰہی اور منبع اسرار نامتناہی مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۵۸ |
| مکتوب 312 | چند سوالوں کے جواب اور اشارہ سبابہ کی تحقیق اور جو کچھ کہ اس بارے میں علماء حنفیہ کے نزدیک مختار ہے۔ اس کے مناسب بیان میں۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۵۹ |
| مکتوب 313 | مفصلہ ذیل سوالوں کے جواب میں خواجہ محمد ہاشم کی طرف لکھا ہے۔ سوال اول۔ اصحاب کرام کے کمالات فنا و بقاء اور سلوک و جذبہ پر موقوف ہیں یا نہیں۔ سوال دوم: طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں اور ان کو مضر جانتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے سخت ریاضتیں برداشت کی ہیں۔ سوال سوم: یہ طریقہ حضرت صدیق اکبر کی طرف میں منسوب ہیں۔ سوال چہارم: آپ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ طالب کو ولایت موسوی سے تصرف کے ساتھ ولایت محمدی ﷺ میں نہیں لے جاسکتے اور دوسرے مکتوب میں لکھا ہے کہ تم کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی ﷺ میں لے آئے ان دونوں باتوں میں موافقت کی وجہ کیا ہے سوال پنجم: پیراہن پیش چاک پہننا چاہئے یا پیراہن حلقہ گریبان۔ سوال ششم۔ نفی اثبات کے وقت جو دل سے کہا جاتا ہے۔ لا کو اوپر کی طرف اور الا کو دائیں طرف کیوں لے جاتے ہیں اور اس مکتوب کے آخر میں آداب پیر کو بیان فرمایا ہے۔ | ۷۶۴ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# جواہرِ مجددیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی زَانَ الْبَشَرْ بِالْعُلُوْمِ الْخَاصِ کَالدُّرِ الْفُرَرْ
فَاصْطَفٰی مِنْھُمْ حَبِیْباً وَّ اٰلَہٗ بِالتَّحِیَاتِ الَّتِی لَا تُنْحَصَرْ

بعد حمد شریف حضرت خالق الموجودات ونعت لطیف جناب سید الکائنات بہ احقر البریات متوسل سلسلہ بہیہ طریقہ مجددیہ کمترین بندگان فقیر احمد حسین خان سنی حنفی امروہی ثم الحیدر آبادی سجادہ نشین والدی قطب زمان حضرت حافظ محمد عباس (۱) علی خان قادری نقشبندی مجددی امروہی قدس سرہ العزیز اولادِ خاص صاحب الطریقت سید شمس الدین امیر کلال رضی اللہ عنہ عرض پرداز ہے کہ بفحواءِ عِنْدَ ذِکْرِ الْاَبْرَارِ تَنَزُّلُ الرَّحْمَۃُ اور بمصداق حَکَایَاتُ الْمَشَائِخِ جُنْدٌ مِنْ جُنُوْدِ اللّٰہِ۔

○ مقربانِ بارگاہ الٰہی کے حالات کا تذکرہ باعث نزولِ رحمت اور سبب حفظانِ ایمان ہے اور پیران طریقت کی یادگاری مریدانِ باعقیدت کے لئے روح وریحان۔ شعر:

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانَ لَنَا اِنْ ذِکْرَہٗ هُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ

(یعنی بار بار نعمان (امام اعظم) کا ذکر کرو کہ ان کے ذکر مثل مشک کی ہے جس قدر کرو گے خوشبو آئے گی) بالخصوص اشاعت تصانیف بزرگان دین کے موقع پر ضرور ہے کہ ان کے حالات کی بھی صراحت کی جائے کہ قارئین باتمکین کو کماحقہٗ واقفیت' معرفت تام اور استفادۂ عام حاصل ہو۔ لہٰذا فقیر عفی عنہ نے ترجمہ مکتوبات قدسی آیات کلام معارف نظام سلطان طریقت برہان حقیقت کاشف اسرار سبع مثانی بحر مواج ہمہ دانی شمع بزم عرفانی مقتدائے ارباب معانی حضرت

1- آپ کا شجرہ بواسطہ حضرت مولانا سید شاہ فخر الدین احمد عرف حضرت حکیم بادشاہ الٰہ آبادی ومولانا سید محمد عاشق ومولانا شاہ ابوالحسن نصیر آبادی ومولانا مراد احمد تھانیسری ومولانا نعیم اللہ بھڑائچی حضرت میرزا جانجان شہید میں ملتا ہے۔ یہ وہی مولانا نعیم اللہ ہیں جن کو حضرت مرزا صاحب نے ہر سہ جلد مکتوبات شریف دے کر فرمایا تھا کہ لو امانت حضرت مجدد علیہ الرحمۃ آپ کے تفویض کی گئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الروحانی کے ساتھ میں آپ کے صحیح اور مختصر حالات اردو زبان میں جمع کر کے (حسب فرمائش) ملک فضل الدین' ملک چنن الدین' ملک تاج الدین صاحبان نے مکتوبات شریفہ میں شریک کروائے اور نام اس کا جواہر مجددیہ رکھا کہ طالبان خدا و سالکان راہ صفا مستفید ہوں اور اس ناچیز کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ پس یہ مجموعہ منقسم ہے چار جوہروں پر۔

پہلا جوہر آپ کے ابتدائی اور خاندانی حالات کے بیان میں

دوسرا جوہر آپ کی ولادت آپ کے علم شریعت اور علم طریقت کے بیان میں

تیسرا جوہر آپ کے مخصوص کمالات اخلاق اور اعمال کے بیان میں

چوتھا جوہر آپ کی تصانیف' تعلیم' وصال' صاحبزادگان اور خلفاء کے بیان میں۔

---------

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

# پہلا جوہر

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے ابتدائی اور خاندانی حالات کے بیان میں آپ کا نام' لقب' مذہب اور طریقہ

(نظم) کے قدرت جو لکھے نامِ نامی شاہِ والا کا — قلم بالِ ہما کا ہو کہ شاخ پاکِ طوبیٰ کا
وہ نورِ حق نما احمدؐ احد سے ہے ظہور اس کا — محیط بحر عرفان سے رنگین ہے عرش اعلیٰ اس کا

آپ کا نام نامی احمد لقب بدرالدین کنیت ابوالبرکات منصف خزینۃ الرحمۃ قیوم زمان مجدد الف ثانی اور عرف امام ربانی محبوب صمدانی- مذہب آپ کا حنفی ہے۔ طریقہ آپ کا مجددیہ- جامع کمالات- جمیع طرق قادریہ- سہروردیہ- کبرویہ- قلندریہ- مداریہ- نقشبندیہ- چشتیہ- نظامیہ وصابریہ ہے۔

## آپ کا نسب

(نظم)

نسب تحریر کیا ہو اس شہ گردوں مقامی کا — شرف خورشید پاسکتا نہیں جس کی غلامی کا
شہنشاہوں کے دل ہیبت سے جسکے ہوگئے پانی — وہی فاروق اعظم نام ہے جدِ گرامی کا

آپ کا نسب عالی ۲۷ واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس طرح متصل ہے۔

۱- حضرت شیخ احمد بن مخدوم' ۲- عبدالاحد بن ۳- شیخ زین العابدین بن ۴- شیخ عبدالحیٔ بن ۵- شیخ خبیب اللہ بن ۶- امام رفیع الدین ربانی قلعہ سرہندشریف بن ۷- شیخ نصیرالدین بن ۸- شیخ سلیمان بن ۹- شیخ یوسف بن ۱۰- شیخ اسحاق بن ۱۱- شیخ عبداللہ بن ۱۲- شیخ شعیب بن ۱۳- شیخ احمد بن ۱۴- شیخ یوسف بن ۱۵- شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی بن ۱۶- شیخ نصیرالدین بن ۱۷- شیخ محمود بن ۱۸- شیخ سلمان بن ۱۹- شیخ مسعود بن ۲۰- شیخ عبداللہ واعظ اصغر بن ۲۱- شیخ عبداللہ واعظ اکبر بن ۲۲- شیخ ابوالفتح بن ۲۳- شیخ اسحاق بن ۲۴- شیخ ابراہیم بن ۲۵- شیخ ناصر بن ۲۶- شیخ عبداللہ بن ۲۷- سیدنا عمر بن ۲۸- الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ۲۹- نفیل بن ۳۰- عبدالعزیٰ بن ۳۱- رباح بن ۳۲- عبداللہ بن ۳۳- قرط بن ۳۴- زراح بن ۳۵- عدی بن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



۳۶-کعب بن ۳۷-لوی۔

کعب کا نسب حضرت ابونا آدم علیہ السلام تک بتوسط ۴۰ واسطوں کے منتہی ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا نسب مبارک ۷ واسطوں سے کعب تک اس طرح منتہی ہوتا ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب۔

کعب کا زمانہ ظہور آنحضرت ﷺ سے ۵۶۰ سال پہلے اور رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۵۷ سال بعد تھا۔ کعب کی یہ عادت تھی کہ ہمیشہ قریش کو جمع کر کے وعظ اور پند کیا کرتے اور اپنے فصیح و بلیغ نظموں سے ان کو آنحضرت ﷺ کے ظہور کا مشتاق بناتے تھے۔ منجملہ ان کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

عَلٰی غَفْلَةٍ یَاْتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صُدُوْقًا خَبِیْرَهَا

ترجمہ: غفلت میں ہی رہ جائیں گے اور نبی محمد ﷺ آجائیں گے اور ایسی سچی خبریں سنائیں گے جن سے ان کی سچائی کی تصدیق ہوگی۔

## آپ کے خاندانی

آپ کے جملہ بزرگ چرخ ولایت وعرفان کے آفتاب برج ہدایت ایمان کے ماہتاب تھے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم خلیفہ رسول اللہ ہیں اور عبداللہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کی شادی حضرت فاطمہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

بقول ابوجعفر محدث آپ کی اولاد داخل سادات ہے۔ شیخ ناصر اور ابراہیم تابعین اسحاق اور ابراہیم تبع تابعین سے ہیں۔

واعظ اصغر تک یہ خاندان ملک حجاز میں ہی رہا۔ شیخ مسعود خلفائے عباسیہ کے اصرار سے دارالخلافۃ بغداد شریف میں آکر مقیم ہوئے۔ شیخ سلیمان نے اپنے خاندانی علوم تحصیل کر کے حضرت سری سقطی سے بھی بغداد کہنہ میں خلافت پائی۔ اس سلسلہ کا نام سری سقطیہ ہے۔

## فرخ شاہ کابلی کے حالات

آپ حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ کے بھی جد اعلیٰ ہیں۔ یعنی فریدالدین بن شیخ جمال الدین سلیمان بن قاضی شعیب بن محمد احمد بن محمد یوسف بن شیخ محمد بن فرخ شاہ آپ اعاظم وزرائے سلاطین کابل سے تھے۔ مسلمان حکمرانوں میں آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے' بت خانے منہدم کئے' مسجدیں تعمیر کرائیں' بت پرستوں کو ذلیل اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کفار و مشرکین کو تہ و تیغ کیا۔ سرکش، جوگیوں، رکھیوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف ممالک ایران، توران، بدخشان اور خراسان کو مسخر کیا۔ تخت گاہ کابل میں افغانوں اور مغلوں میں زمینداری تقسیم کی اور مستحکم حدود قائم کیے جواب ۱۳۳۱ء تک حسب حال برقرار ہیں۔ آخر العمر آپ نے امارت ترک فرما کے ایک درہ میں جو شہر کابل سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ عزلت اختیار فرمائی۔ اب وہ درّہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ یوسف اپنے والد بزرگوار حضرت فرخ شاہ کابلی کے بعد جانشین ہوئے اور آخر عمر میں انہوں نے بھی سب جاہ و جلال دنیاوی ترک کر دیا اور گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

احمد بن یوسف بن فرخ شاہ نے علاوہ تعلیم خاندانی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے بھی خلافت پائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ شعیب خلیفہ و جانشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ عبداللہ جانشین ہوئے اور انہوں نے حضرت بہاء الدین زکریا سے بھی خلافت پائی۔ بعدہ، خلافت خاندانی تلاش سہروردیہ یکے بعد دیگرے خاندان ہی میں منتقل ہوتی رہی حتیٰ کہ حضرت امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ خلیفہ ہوئے۔

## امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ کے حالات

آپ جامع علوم ظاہر و باطن تھے اپنے والد ماجد کے خلیفہ اتم ہوئے۔ بعدہ، بہت سے مشائخ کبار سے استفادہ کیا، جن کی تعداد قریب (۴۰۰) کے کتب تواریخ میں درج ہے۔ بالآخر آپ بمقام اوچ علاقہ ملتان میں سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں کے خلیفہ اکمل ہوئے اور بلحاظ تقدس مخدوم صاحب نے آپ ہی کو اپنا امام نماز مقرر فرمایا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادہ صاحب کسی بلندی پر کچھ گا رہے تھے راہ سے کوئی عورت جا رہی تھی۔ آواز سن کر متاثر ہوئی اور گر گئی۔ اس کا پاؤں ٹوٹ گیا جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لڑکے کی گردن کیوں نہیں ٹوٹی۔ فوراً ہی لڑکا اوپر سے زمین پر گرا اور گردن ٹوٹ کر مر گیا۔

## تعمیر قلعہ و بناء شہر سرہند

صحیح لفظ یہ سہر ند مرکب (سہر شیر اور رند جنگل) سے تھا۔ کثرت استعمال سے سرہند ہو گیا۔ یہ نام رکھنے کی وجہ تواریخ میں اس طرح لکھی ہے کہ کبھی اس مقام پر ایک وحشت ناک جنگل شیروں کا موطن تھا۔ ایک روز فیروز شاہ خلجی کے عہد میں اس جنگل میں سے عمال شاہی خزانہ کو لاہور سے دہلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص عارف وصاحبِ دل تھا۔ اس نے وہاں چشم باطن سے ایک نور تحت الثریٰ سے فوق العرش تک محیط ملاحظہ کیا اور خیال کیا کہ کیا عجب ہے یہاں سے کوئی بزرگ جلیل القدر ظاہر ہوں۔ پس جب یہ صاحب دل دہلی پہنچے تو بادشاہ کے پیر مخدوم جہانیاں سے جو وہاں آئے ہوئے تھے اس کا تذکرہ کیا ان پر ان کا بہت بڑا اثر ہوا۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے سلسلہ میں سینہ بسینہ یہ وصیت چلی آتی ہے کہ ہندوستان میں زمانہ رسالت سے ایک ہزار سال بعد ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا جو امام وقت مجدد اسلام اور فیضان ولایت و نبوت سے مالا مال ہوگا اور اولیاء سابقین کی سب نعمتیں اس کو حاصل ہوں گی۔ اس کے ظہور کا مقام آج فلاں جنگل میں معلوم ہوا ہے وہاں کچھ آبادی بھی ہو جائے تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے اپنے وزیر خواجہ فتح اللہ کو بطور خاص اس کام کی سربراہی کی خدمت سپرد فرمائی۔ وہ فی الفور کئی ہزار آدمی ہمراہ لے کر اس جنگل میں تشریف لے گئے اور ایک مرتفع مقام پسند کر کے قلعہ کی بنیاد رکھی اور تعمیر میں مصروف ہوئے مگر جس قدر تعمیر کا حصہ دن کو تیار ہوتا تھا۔ رات کو سب گر جاتا تھا۔ ہر چند اس کا تجسس کیا گیا۔ سبب دریافت نہ ہوا۔ بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے مخدوم صاحب کی خدمت میں عرض کرایا۔ آپ نے اپنے خلیفہ امام نماز رفیع الدین کو جو وزیر موصوف کے برادر خرد تھے۔ اس کام کی سربراہی کیلئے مامور فرمایا اور وہاں کی قطبیت اور ولایت دیکر روانہ کیا۔ انہوں نے بر سر موقع پہنچ کر اپنے نور باطن سے اس کا سبب دریافت کیا تو یہ معلوم ہوا کہ شاہی پیادوں نے شاہ شرف بو علی قلندر کو بیگار میں پکڑ کر کام میں لگا رکھا ہے وہ رات کو اثر ڈال کر کل عمارت گرا دیتے ہیں۔ آپ نے قلندر صاحب سے بہت معذرت کی اور ان کا اعزاز کیا تو قلندر صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کے بلوانے کیلئے ایسا کرتا تھا۔ اب اللہ نے آپ کو ایک وحید امت کی ولادت کیلئے یہاں بھیجا ہے جو تمام روئے زمین سے کفر و شرک کی ظلمت کو دور کرے گا پھر ان دونوں صاحبوں نے مل کر ۷۶۰ھ میں بسم اللہ کہہ کر قلعہ کی بنیاد رکھ دی جو تھوڑی مدت میں تیار ہو گیا شہر آباد اور پر رونق ہوا۔

سرہند مگو کہ رشک چین است     خلدیست بریں کہ بر زمین ست

سرہند شریف میں شاہجہان بادشاہ نے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد کا مرید اور نہایت معتقد تھا۔ ۱۰۴۴ھ میں ایک عالیشان محل اور باغ تعمیر کرایا۔ ۱۰۷۷ھ تک شہر کی آبادی اور ترقی رہی۔ بعدہ جب سلطان اورنگزیب تسخیر ممالک دکن میں مصروف ہو گیا۔ یہاں سکھوں نے موقع پر شہر کو لوٹ مار کر کے اجاڑ دیا۔ شہر سرہند کا یہ خراب' تاریخ ویرانی ہے۔ اب کچھ کچھ آبادی باقی ہے۔ ہر سال ۲۶ صفر سے ۲۸ صفر تک حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا عرس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوتا ہے۔ ہزار ہا برگزیدہ بزرگ جمع ہو کر فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس عرس میں شرع شریف کی پابندی ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ صبح شام صرف کلام اللہ شریف کا ختم ہوتا ہے۔ بعض صاحب نعتیہ عمدہ عمدہ قصیدے بھی پڑھتے ہیں۔ یہ شہر دہلی کے شمال و مغرب میں ۳۷ فرسنگ اور لاہور سے بجانب مشرق ۳۳ فرسنگ اور کابل سے ۱۲۵ فرسنگ واقع ہے۔

## آپ کے والد ماجد اور حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ سے بیعت

قدوۃ العارفین مخدوم عبد الاحد قدس سرہ آپ کے والد ماجد اور پیر طریقت ہیں۔ عین عالم شباب میں آپ کو جاذبہ الٰہی و عشق خداوندی سے حضرت قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ چشتی کی خدمت میں پہنچایا۔ ان سے بیعت کی تلقین اذکار اور اولا دضروری پائے۔ آپ کے آستانہ عالیہ پر قیام کر کے کسب سلوک کی درخواست کی۔ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا کہ پہلے آپ علوم دینیہ حاصل کریں۔ بعدہ اس علم کے حاصل کرنے کیلئے کمر ہمت باندھیں تو مناسب ہے کہ درویش بے علم مثل طعام بے نمک کے ہے۔ تب آپ نے عرض کیا مجھے اپنی زیست کا اعتبار نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا اس کا وقت ابھی بہت دور ہے۔ اللہ پاک کو آپ سے ایک خاص کام لینا ہے۔ آپ کی پیشانی میں ایک ولی برحق کا نور جلوہ گر ہے۔ اس کا ظہور ہونا ضروری ہے اگر میں زندہ رہا تو اس کو وسیلہ قرب الٰہی گردانوں گا۔ اس کے بعد آپ نے شیخ کی کبرسنی کی طرف خیال کیا۔ فوراً ہی شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں خود تمہارے علوم دینیہ کی تکمیل کرنے کے وقت تک بقید حیات نہ رہا تو ہمارا صاحبزادہ موجود ہے۔ آپ یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ ع

صبرے کنیم تا کرم او چہا کند

آپ تحصیل علوم دینیہ سے فارغ ہونے نہ پائے تھے کہ شیخ کے وصال کی خبر ملی بہت حسرت وافسوس کیا۔ پھر بعد تکمیل تحصیل علم آپ مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے کئی سال کے بعد شیخ قدس سرۃ العزیز کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔

## جناب مخدوم کی حضرت صاحبزادہ شیخ رکن الدین سے خلافت

صاحبزادہ شیخ رکن الدین قدس سرۃ العزیز سجادہ نشین کی حضرت شیخ قدس سرہ جناب مخدوم کی تعلیم کے متعلق ہدایت فرما گئے تھے۔ انہوں نے اس کے بموجب آپ کا کمال اعزاز کیا۔ بہت سے جلد فوائد اور برکات سے بہرہ یاب کر کے ۹۷۶ھ میں آپ کو طریقہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کا خرقہ خلافت عنایت فرمائی۔ فصیح و بلیغ عربی عبارات میں خلافت نامہ عطا کیا۔ اس موقع پر تیمناً اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے شروع کا ایک شعر نقل کیا جاتا ہے۔

بُشریٰ لَقَدْ اَنجزَ الْاِقْبَالُ مَا وَعَدَا وَ کَوْکَبُ الْمَجْدِ بِالْاُفُقِ الْعُلیٰ صَعَدَا

ترجمہ منظوم:

بشریٰ ترا کہ دولت و اقبال رونمود انجاز وعدہ کرد و نقابے زرخ کشود

در آسمان رخصتے شمے برآمدہ نورے ازاں بتافتہ اندر جہاں نمود

## جناب مخدوم کی حضرت شاہ کمال کیتلی قادری سے خلافت

شاہ صاحب اکثر قصبہ پائل میں سرہند شریف سے جو چار فرسنگ پر ہے' مقیم رہتے تھے۔ حضرت مخدوم نے وہیں ان کی خدمت میں حاضر رہ کر سلوک طریقہ قادریہ طے کیا اور فوائد و برکات بالخصوص نسبت فردیت حاصل کی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے شاہ صاحب کی نسبت اپنی کتاب مبدء و معاد میں الفاظ صاحب جذبات قویہ و خوارق عظیمہ تحریر فرمائے ہیں۔ آپ بحالت جذبہ رات دن جنگل و بیابانوں میں پھرا کرتے تھے۔ جب رات ہو جاتی تھی۔ اکثر صحرا لق و دق میں شہر ظاہر ہو جاتا۔ آپ وہاں چلے جاتے۔ اس شہر کے باشندے آپ کی خدمت کرتے۔ کھلاتے پلاتے' آرام سے رکھتے۔ جب صبح ہوتی وہ شہر نظروں سے غائب اور باشندے ندارد ہو جاتے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم کو جب خاندان قادریہ کے مشائخ کا کشف ہوتا ہے تو بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے شاہ صاحب جیسا کوئی بزرگ نظر نہیں آتا۔ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۹۲۱ھ بعمر ۸۰ سال شاہ صاحب نے وصال فرمایا۔ قصبہ کیتھل مضافات سرہند شریف میں دفن ہوئے۔

## جناب مخدوم کا بعض شیوخ سے استفادہ

آپ نے کابل سے بنگالہ تک سیاحت فرمائی۔ شہر رہتاس میں حضرت شیخ الہ داد سے اور جونپور میں حضرت سید علی قوام نظامی اور دیگر مشائخ کرام سے استفادہ فرمایا۔

## جناب مخدوم کی خوارق و کرامات

اکثر آدمی آپ سے فرماتے تھے کہ ہم نے آپ سے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ یا بغداد شریف میں ملاقات کی تھی۔ آپ انکسار کر کے فرماتے۔ بھائی میں تو وہاں کبھی نہیں گیا۔ ایک مرتبہ کا واقع ہے کہ رات کو کوئی شخص اتفاقاً آپ کے حجرہ میں چلا گیا اور آپ کے ہر عضو کو علیحدہ علیحدہ پڑا ہوا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پایا۔ باہر نکلا اوروں سے بیان کیا۔ لوگ اندر گئے دیکھا تو آپ کو ذکر وشغل میں مصروف زیب مسند پایا۔ آپ سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کا ذکر کسی سے نہ آنے پائے۔

## جناب مخدوم صاحب کی تصانیف

علم شریعت وطریقت میں کئی رسالے آپ کے تصنیف ہیں۔ ان میں سے اسرار تشہد اور کنوز الحقائق مشہور ہیں۔ ان کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ اسرار وحقائق آپ ان میں لکھے ہیں سب الہامی ہیں۔

## جناب مخدوم کے عقائد اوران کی تعلیم

آپ اصولاً وفروعاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے متبع اور انہیں کے عقائد کے مقلد تھے اوران کے کلام کے دقائق اور اسرار کے بیان میں آپ یدطولیٰ رکھتے تھے۔ کتاب تصوف میں سے عوارف المعارف وفصوص الحکم اور مواقع النجوم و دیگر تصانیف شیخ نہایت ہی عمدگی سے آپ پڑھاتے تھے۔ مسئلہ وحدۃ الوجود کی تفہیم وجودی طریقہ سے کرتے اور فرماتے تھے کہ ہمارا حال ومشرب یہ ہے کہ جو کچھ نظر آرہا ہے۔ واحد حقیقی ہے کہ بعنوان کثرت نمودار ہوا ہے اوراپنے شیخ گنگوہی علیہ الرحمۃ کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ اس عالم میں رویت ومشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ سے خواہ وہ بچشم تر ہو یا سر بلا ایقان فائدہ نہیں۔ آپ سے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ایقان کے معنی دریافت کئے تو فرمایا کہ ''اتحاد'' یعنی شاہد ومشہود میں اعتباری اثنیت بھی باقی نہ رہے۔ قال شیخ عبداللہ بلیانی سہروردی المتوفی ۶۹۷ھ

(نظم)

| | |
|---|---|
| حقیقت جز خدادیدن روانیست | کہ بیشک روا عالم جز خدا نیست |
| نمے گویم کہ عالم او شدہ نہ | کہ ایں نسبت باد کردن روا نیست |
| نہ او عالم شدد نے عالم او شد | ہمہ را ایں چنیں دیدن خطا نیست |

آپ ارشاد فرماتے تھے کہ امور خلاف شرع اور بدعات سے مجھ کو دلی نفرت ہے کسی درویش کو جب خلاف شرع پاتا ہوں۔ اس کی صحبت ترک کردیتا ہوں۔ جب مجھ پر کسی امر کا انکشاف ہوتا ہے تو قرآن وحدیث وشاہد عدول کے روبرو اس کو پیش کرتا ہوں۔ اگر ان سے مطابقت ہو جاتی ہے تو قبول کرلیتا ہوں ورنہ رد کردیتا ہوں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## جناب مخدوم کے مریدین وتلامذہ

آپ کے ہزاروں مرید اور صدہا شاگرد تھے۔علم شریعت اور طریقت کی تعلیم جاری تھی۔ قدوۃ المشائخ شیخ میرک لاہوری مصنف وسفینۃ الاولیاء وغیرہ استاد ظاہر و باطن شاہزادہ داراشکوہ آپ کے مرید اور تلمیذ تھے۔بعض اوقات لوگوں سے ایسے ایسے اسرار ومعارف عالیہ بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علماء فحول اس کے سمجھنے میں حیران وششدررہ جاتے اور بہت ہی غور وخوض کے بعد سمجھتے تھے۔

(نظم)

ارباب بقا زندہ بجان دگراند بیروں زدوکون ودر جہانے دگراند

کس پے بزبان حال ایشاں بزد ابن طائفہ گویا بزبان دگراند

## جناب مخدوم کی وفات

جب آپ کا اخیر وقت ہوا۔آپ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا۔''بات وہی ہے جو شیخ بزرگوار (شیخ عبدالقدوس) نے فرمائی تھی۔آپ کے صاحبزادہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حاضر تھے۔انہوں نے آپ سے دریافت فرمایا کہ حضور وہ کیا بات ہے۔فرمایا حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ ہستی مطلق ہے لیکن لباس کو ینہ مجوبوں کی آنکھ پرڈال کرانہیں دور ومہجور رکھتا ہے'' آپ نے عرض کیا کہ مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے۔فرمایا بس تمہیں یہی وصیت کرتا ہوں اور میں محبت اہلبیت میں سرشادہوں اور نعمت کے دریامیں مستغرق ہوں۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

تاریخ ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ بعمر ۸۰ سال وصال فرمایا۔مزار شریف سرہند میں بجانب شمال ایک میل پرواقع ہے۔

## جناب مخدوم کی اولاد

آپ کی شادی ایک بزرگ زادی سے بمقام سکندن جواب ضلع بلندشہر میں ایک قصبہ ہے ہوئی تھی۔ان کے بطن سے سات صاحبزادے تولد ہوئے۔

(۱) شیخ شاہ محمد:انہوں نے حضرت مخدوم سے ظاہری وباطنی تعلیم وخلافت پائی۔

(۲) شیخ مسعود:یہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مرید ہوئے۔

(۳) آپ کا نام اور کوئی کیفیت معلوم نہ ہوسکی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(۴) شیخ احمد (امام ربانی) آپ کے حالات جو ہر دوم میں مفصل مندرج ہیں۔

(۵) شیخ غلام محمد: دونوں صاحبوں کے حالات مکتوبات شریف جلد اول

(۶) شیخ فوادو: میں مندرج ہیں۔

(۷) آپ کا نام و کیفیت معلوم نہ ہو سکی۔

☆☆☆☆☆☆☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

# دوسرا جوهر

## حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی ولادت اور آپ کے علم شریعت اور طریقت کے بیان میں آپ کے ظہور کے متعلق آیات، احادیث سے اشارہ

کوئی نص صریح تو ہماری نظر سے آپ کے ظہور کی نسبت نہیں گزری۔ لیکن بفحوائے آیہ شریف وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ○ غور کرنے سے آپ کے وجود باوجود کی طرف اشارت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت شریف ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ پتہ دے رہی ہے کہ آخر زمان میں بھی تھوڑے بزرگ مقربین بارگاہ الٰہی مثل اولین کے ہونگے۔ اور آپ اور آپ کے خلفاء متاخرین اولیاء سے ہیں اور بسبب اتباع سنت آپ کا طریق مماثل طریق اولین یعنی اصحاب کبار رضی اللہ عنہ کے ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وغیرہ مفسرین نے لفظ آخرین سے آپ کی ذات اور آپ کے خلفاء مراد لئے ہیں اور بعض احادیث بھی اس تفسیر کی مؤید موجود ہیں جیسا کہ سنن ترمذی میں مروی ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ مَثَلُ اُمَّتِيْ كَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهَا خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهَا ○ (ترجمہ) ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری امت مثل بارش کے ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخر کا۔

جامع الدرر میں ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ فِيْ هٰذِهِ لِاُمَّتِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا اَمْرَ دِيْنِهَا ○ (ترجمہ) ارشاد فرمایا نبی ﷺ نے ہر صدی کے شروع میں اس امت سے اللہ تعالیٰ ایک مجدد کو بھیجتا رہے گا جو دین کو نئے سرے سے درست کرتا رہے گا۔ جمع الجوامع میں امام سیوطی نے نقل کیا ہے کہ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ رَجُلٌ فِيْ اُمَّتِيْ يُقَالُ لَهٗ صِلَةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ كَذَا كَذَا (ترجمہ) ارشاد فرمایا نبی ﷺ نے میری امت میں ایک شخص صلہ ہوگا (یعنی مخلوق کو خالق سے ملانے والا یا شریعت کو طریقت کے ساتھ جمع کرنے والا) جس کی شفاعت سے اتنے اتنے یعنی بے شمار آدمی جنت میں داخل ہونگے۔ دونوں معنی کے لحاظ سے آپ کی ذات بابرکات صلہ اور مصداق حدیث ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دوسری حدیث روضہ قیومیہ میں وارد ہے کہ یُبْعَثُ رَجُلٌ عَلٰی اَحَدِ عَشَرَ مِائَةِ سَنَةٍ هُوَ نُوْرٌ عَظِیْمٌ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ بَیْنَ السُّلْطَانَیْنِ الْجَابِرَیْنِ وَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اُلُوْفًا ٥ (ترجمہ) گیارھویں صدی کے شروع میں دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک شخص بھیجا جائے گا۔ وہ میرا ہم نام اور نور عظیم الشان ہوگا اور ہزاروں آدمیوں کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

# آپ کی نسبت اولیاء سابقین کی بشارتیں

## حضرت غوث پاک کا ارشاد

جناب غوث اعظم نے خبر دی ان کی آمد کی ظہور ہوئیگا اک دن مجدد الف ثانی کا

چنانچہ روضہ قیومیہ میں دیگر کتب معتبرہ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت غوث پاک اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی جنگل میں مراقبہ فرما رہے تھے۔ یکا یک ایک نور آسمان سے ظاہر ہوا اس سے تمام عالم منور ہوگیا اور القا ہوا کہ آپ سے پانچ سو سال کے بعد جب کہ عالم میں شرک و بدعت پھیل جائے گی۔ ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا۔ وہ دنیا سے شرک والحاد کے نام کو نابود کرے گا۔ دین محمدی ﷺ کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا۔ اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی۔ اس کے صاحبزادے اور خلفاء بارگاہ حدیث کے صدر نشین ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے خرقہ خاص کو اپنے کمالات سے مملو کرکے اپنے صاحبزادہ سید تاج الدین عبد الرزاق رضی اللہ عنہ کے تفویض کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو یہ ان کے حوالہ کرنا اس وقت سے صاحبزادہ صاحب کی اولاد میں وہ خرقہ یکے بعد دیگرا اسی طرح سپرد ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ ۱۰۱۳ھ میں حضرت پیران پیر آپ کے پوتے سید شاہ سکندر قادری نے آپ کے حوالہ کیا۔ جس کا مفصل بیان انشاء اللہ آگے آئے گا۔

## حضرت شیخ احمد جام کا ارشاد

مقامات شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ العزیز میں مذکور ہے کہ شیخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا۔ "میرے بعد سترہ آدمی میرے ہم نام پیدا ہونگے اس سب سے آخر کے صاحب جو مجھ سے (۴۰۰) سال بعد پیدا ہونگے سب سے افضل ہوں گے"۔

شیخ کے فرزند شیخ ظہور الدین قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب رموز العاشقین میں لکھا ہے کہ "آخیر عمر تک میرے باپ کے ہاتھ پر چھ لاکھ آدمیوں نے بیعت کی تھی میں نے ان سے عرض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیا کہ اکثر مشائخ کبار کے حالات کتابوں میں مرقوم ہیں۔ مگر آپ کے حالات سب سے ممتاز ہیں۔ آپ فرمایا اب سے چار سو سال بعد ایک بزرگ میرا ہم نام پیدا ہوگا اس کے حالات مجھ سے کہیں افضل اور مثل اصحاب کبار ہوں گے"۔

## حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد

نغمات الانس میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے بھی شیخ احمد جام علیہ الرحمۃ کا مقولہ بالا نقل کیا ہے اور شیخ کا سن وفات ۶۰۰ھ تحریر کی ہے چونکہ حضرت امام ربانی کا ظہور ۱۰۰۰ھ میں ہوا جو زمانہ شیخ سے پورے چار سو سال بعد ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ بزرگ آپ ہی ہیں۔

## حضرت داؤد قیصری کا ارشاد

حضرت داؤد قیصری علیہ الرحمۃ شارح فصوص الحکم مقدمہ قیصری کی دوسری فصل میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک اسم اور کوکب کا دورہ ہزار سال کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اولوالعزم نبیوں کی شریعت کا زمانہ بھی ہزار سال کا ہے اس امت میں بھی ہزار سال بعد ایک نائب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوگا وہ دین کی اصلاح اور درستی کرے گا۔

## حضرت خلیل اللہ بدخشی کا الہام

مقامات شیخ خلیل اللہ بدخشی میں مذکور ہے کہ شیخ نے ایک روز فرمایا۔ سبحان اللہ سلسلہ خواجگان نقشبند میں ایک عزیز افضل ترین اولیاء امت ملک ہند میں پیدا ہونے والے ہیں ان سے شرف ملاقات نہ ہوسکنے کا مجھے افسوس ہوگا۔ انہوں نے ایک خط بطور عرضداشت آپ کے نام تحریر کیا اور اپنے خلیفہ خواجہ عبدالرحمٰن بدخشی کو دیا جو ۱۰۲۲ھ المقدس میں آپ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس میں آپ سے دعا کے لئے استدعا کی گئی تھی۔ آپ نے ملاحظہ فرما کر ان کیلئے دعا فرمائی اور کہا کہ شیخ خلیل اللہ کا مقام کبار اولیاء امت میں نظر آتا ہے۔

## دیگر مشائخ کرام کے الہام

حضرت شیخ سلیم چشتی اور شیخ نظام نازنولی اور شیخ عبداللہ سہروردی اکابر اولیاء ہندوستان کی خدمات میں لوگ آ آ کر اکبر بادشاہ کی بد دینی اور گمراہی کی شکایت کر کے ترقی اسلام کی دعا کے لئے خواستگار ہوا کرتے تھے۔ یہ اولیا وقت جب توجہ باطنی فرماتے تو الہام ہوتا کہ عنقریب ایک امام وقت مجدد اسلام کا ظہور ہوگا وہ سب بد دینی اور ضلالت کو دفع فرمائے گا اور قیامت تک اس کا نور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باقی رہے گا۔

## شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا ارشاد

جناب مخدوم کی بیعت کے وقت شیخ نے فرمایا تھا کہ آپ کی پیشانی میں ایک ولی برحق کا نور جلوہ گر ہے اس سے شرق وغرب روشن ہونگے۔ بدعت وضلالت دور ہوگی۔ میں اگر اس وقت تک زندہ رہا تو اس کو وسیلۂ قرب الٰہی گردانوں گا۔

## منجمین کی پیشین گوئی

روضۂ قیومیہ میں مفصل مندرج ہے کہ محرم ۹۷۱ھ میں نواب خان اعظم رکن سلطنت کے دربار میں نجومی جمع ہوئے اور بالاتفاق سب نے یہ کہا کہ تین دن سے ایک ستارہ طلوع ہوا ہے جو حضور سرور عالم ﷺ کے زمانہ سے اس وقت تک کبھی اور نہ نکلا تھا اس کے بعد نتائج ظاہر ہوں گے کہ کوئی مرد خدا اسلام کو دوبارہ تازگی بخشے گا۔

## ارکان سلطنت کی خوابیں

ارکان سلطنت اکبری شیخ سلطان اور خان اعظم اور مدارم المہام سید صدر جہان نے چند خوابیں اس بارہ میں دیکھیں۔ ان کی تعبیر کے لئے حضرت شیخ جلال کبیر الاولیاء کی خدمت میں عراض کرایا تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔ سرہند سے جو اذر کا ظہور دیکھا ہے۔ وہ کسی ولی برحق کی ولادت ہے اور بگولوں کا دور ہونا اور بچھوؤں کا مارا جانا کفر و بدعت کا دور ہونا ہے۔

## حضرت مخدوم کا کشف

حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ العزیز آپ کے والد ماجد نے ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ عالم میں تاریکی پھیل گئی ہے۔ خوک و بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کررہے ہیں۔ ایک نوران کے سینہ سے نکلا جس سے جہان روشن ہوگیا اور برق خاطف نے نکل کر سب درندوں کو جلا کر خاک سیاہ کردیا۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تخت پر کوئی بزرگ مسند نشین ہیں۔ اس کی چاروں طرف بہت سے نورانی آدمی اور ملائک مؤدب کھڑے ہیں۔ ملحدوں' زندیقوں' ظالموں اور جابروں کو لا کر ان کے حضور میں پیش کر کے بکریوں کی طرح ذبح کررہے ہیں۔ منادی ندا دے رہا ہے۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ٥ (ترجمہ) ''حق آیا اور باطل پامال ہوا''۔ آپ نے یہ واقعہ حضرت شاہ کمال کیتلی سے عرض کیا۔ آپ نے توجہ الی اللہ کر کے فرمایا کہ آپ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایک فرزند گرامی جو افضل اولیاء امت ہوگا پیدا ہوگا۔ اس کے نور سے شرک و بدعت تاریکی دور اور دین محمدی کو روشنی اور فروغ حاصل ہوگا۔

## اکبر بادشاہ پر ایک جعلی کتاب کا نزول اور مجدد اسلام کی ضرورت

اکبر بادشاہ کے عہد میں جس قدر کفر والحاد کو فروغ اور شرح اسلام کو ضعف اور انحطاط ہوگیا تھا محتاج بیان نہیں۔ دربار کا آداب سجدہ تھا اور بادشاہی کا مہر تج جل جلالہ۔ ما اکبر شانہ تھا۔ وزیر ابوالفضل نے ایک کتاب بادشاہ کو لاکر دی اور کہا کہ آسمان سے آپ کے واسطے فرشتہ لایا ہے تاکہ آپ اس پر عمل کریں۔

یہ قدرت ہے کہ بے ابوالفضل مردک — فرشتے نے نہ پائی راہ شہ تک
کتاب اتری تو ایسی لغو مہمل — کہ ہر ایک قطرہ بے معنی و معفل

چنانچہ اس کتاب میں ایک آیت یہ بھی تھی یاایھا البشر لا تذبح البقر وان تذبح البقر فما واک السعر ٥ (ترجمہ) اے بشر تو گائے کو ذبح مت کر اور جو تو کرے گا تو ٹھکانہ تیرا جہنم میں ہوگا۔

شخصی طاقتیں بادشاہی کے مقابلہ سے عاجز تھیں۔ امداد غیبی کا ہر کس و ناکس کو انتظار تھا اور امام وقت مجدد اسلام کے ظہور کے لئے سب چشم براہ تھے۔

(نظم) گھٹا چھائی تھی بدعت کے نہاں نور ہدایت تھا زمانہ آپ کا مشتاق اسی شمس ولایت تھا
نگاہیں لگ رہی تھیں نور حق کب جلوہ گر ہوگا کھلے گا یا الٰہی کب وہ دروازہ عنایت کا

## آپ کی ولادت باسعادت کا بیان

لکھ اے قلم خوشی سے ولادت جناب کی — قیوم و وقت شاہ ولایت مآب کی
غوث زمان و قطب وجود و امام دہر — سرتاج اولیاء شہ گردوں قباب کی
کیا جوش پر بہار ہے لیل و نہار کی — مینا بغل میں ماہ نے لی آفتاب کی
پھولے نہیں سماتے چمن میں گل وسمن — نسرین نے نسترن کی دیدۂ نقاب کی
تشریف لائے شہ کون و مکان شتاب — راہیں بتائیے ہمیں صدق وثواب کی

منقول ہے کہ ۱۰ محرم ۹۷۱ھ شب جمعہ کو ایک نور عالم تاب آسمان سے ظاہر ہوا اور تمام خلقت نے مشاہدہ کیا۔ اسی تاریخ میں آپ نے شکم صادر بزرگوار میں قرار پکڑا۔ عالم میں سرسبزی کے آثار نمودار ہوئے۔ ارکان دین استوار ہوئے۔ زمین وآسمان میں غلغلہ شادمانی بلند ہوا اور خطہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہنداس اعزاز سے ارجمند ہوا۔

(نظم)

شور تھا ہر سو کہ شاہ خوش خصال آنے کو ہے
گلشن پیغمبری کا نونہال آنے کو ہے
ہے مجدد الف ثانی جس کا قطبوں میں خطاب
وہ امامِ حق بصد جاہ و جلال آنے کو ہے
دور کرنے کو جہاں سے شرک کی تاریکیاں
نور محبوب خدائے ذوالجلال آنے کو ہے
آن کردہ نور سنت ہر طرف پھیلائے گا
نائب برحق نبی ﷺ بے مثال آنے کو ہے
آئے صبا گر ہو گزر اس شاہ کے دربار میں
کہیو خدمت میں فقیر پرملال آنے کو ہے

بعد گزرنے مدت حمل ۹ ماہ ۴ روز اس آفتاب جاہ وجلال انوار ذوالجلال حامی بدعت نے بوقت مسعود شب جمعہ کو تاریخ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ برج حمل سے مطلع شہر سرہند میں طلوع پایا اور اپنے انوار جہان آراء سے عالم وعالمیان کو منور کیا۔ ہر گل وغنچہ پر نور تھا اور ہر شگوفہ و بوٹا رشک طور تھا۔

(نظم)

نائب خیر الوریٰ پیدا ہوئے
نور چشم مرتضیٰ پیدا ہوئے
آج وہ پیدا ہوئے حق کے ولی
جن کے تھے مشتاق سب شیخ وحی
محیے احکام دین پیدا ہوئے
حامئے شرع متین پیدا ہوئے
وہ ہوئے پیدا کہ جن کی شان میں
آئتیں ناطق ہوئیں قرآن میں
ہے وہ ذات احمد اسرار حق
جس سے ہیں پرنور یہ چودہ طبق
صدق صدیقی ہے ان سے پرضیا
عدل فاروقی میں ایا انجلا
اور عثمانی حیا کا ہے ظہور
مرتضائی علم کا پھیلا ہے نور
مظہر انوارِ پاکِ مصطفیٰ
ہیں وہ بیشک سایہ خدا
ان سے ہر سو ہو گئے روشن نجوم
قَالَ صَلَّى اللّٰهُ صحبی کالنجوم
ان کے آتے ہی ضلالت کا نشان
مٹ گیا دنیا سے بے ریب گمان

## اثنائے ولادت کے واقعات

آپ کی ولادت باسعادت کے وقت آٹھ واقعے پیش ہوئے۔ جن کی تفصیل روضہ قیومیہ میں یہ مندرج ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(۱) کل اولیاء امت نے جمع ہو کر آپ کی والدہ ماجدہ کو مبارکباد دی اور آپ کے مدارج عالیہ بیان کئے۔

(۲) آپ کے والد ماجد نے آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ تشریف لا کر آپ کے کانوں میں اذان و تکبیر کہی اور آپ کے مدارج بیان فرمائے۔

(۳) آپ کے والد ماجد نے انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین اور ملائک مقربین کو مع ستر ہزار علم سبز دیکھا اور آپ کے فضائل بیان کرتے ہوئے سنا۔

(۴) شیخ عبدالعزیز خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ العزیز آپ کی ولادت کے وقت سرہند شریف میں موجود تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ملائک کا ہجوم ہے اور سب آپ کے فضائل بیان کر رہے ہیں۔

(۵) شیخ ابوالحسن چشتی قدس سرہ آپ کی ولادت کے وقت سرہند شریف میں موجود تھے۔ آپ نے دیکھا کہ تمام انبیاء اور اولیاء جمع ہیں۔ ایک بزرگ نے ممبر پر چڑھ کر بیان کیا کہ جس قدر کمالات اس وقت تک علیحدہ علیحدہ اور اولیاء کو دیئے گئے تھے۔ آپ کو اس کا مجموعہ عطا کیا گیا۔

(۶) آپ کی ولادت سے ایک ہفتہ قبل تک مزمار و مزامیر سب باجے بیکار رہے۔ بہت سے قوالوں مطربوں ارباب نشاط نے حیرت زدہ ہو کر توبہ کی۔

(۷) صوفیان ارباب سماع و سرود کو آپ کی ولادت سے ایک ہفتہ تک کیفیت سے مسدود رہی۔ کشف سے آپ کے فضائل اور مقامات عالی منکشف ہوئے۔ اسی بناء پر آپ کے ظہور کے بعد اس وقت تک کے باقی ماندہ اولیاء نے آپ کی طرف رجوع کیا۔

(۸) آپ کی ولادت کے دن اکبر بادشاہ کا تخت اوندھا ہو گیا۔ ہر چند سیدھا کیا گیا مگر سیدھا نہ ہوا۔ بادشاہ نے ایک وحشت ناک خواب دیکھا۔ ہیبت زدہ ہو کر معبروں سے بیان کیا۔ انہوں نے تعبیر دی کہ کسی بزرگ کے ظہور سے آپ کے آئین میں تزلزل واقع ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

## آپ کا زمانہ طفولیت

متابعت آنحضرت ﷺ آپ مختون پیدا ہوئے۔ آپ عام بچوں کی طرح کبھی گریہ وزاری نہ فرماتے تھے۔ ہر وقت خندہ پیشانی رہتے۔ کبھی آپ برہنہ نہ ہوتے۔ آپ کا بدن یا کپڑا کبھی نجس نہ ہوتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## آپ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری

ایک مرتبہ آپ بزمانہ رضاعت علیل ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ کمال کیتھلی کو آپ کے اوپر دعادم کرانے کی غرض سے بلا کر لائے۔ انہوں نے آپ کو ملاحظہ فرمایا اور جوش میں آکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے۔ یہ عالم باعمل عارف کامل ہوگا اور بہت سے بزرگ آپ اور مجھ جیسے اس کے دامن عافیت میں تربیت سے مستفید ہوں گے تا قیامت اس کا نور روشن رہے گا۔ اکثر اولیاء امت اس کی ولادت باسعادت کی خبر دے گئے ہیں۔ باخبر بزرگ اس کے ظہور منتظر اور چشم براہ تھے۔ بعدہ شاہ صاحب نے اپنی زبان مبارک آپ کے دہن مبارک میں محبت سے دیدی۔ آپ نے بہت زور سے اس کو چوسا۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہمارے طریقہ قادریہ کی تو تمام نعمت اس کو پہنچ گئی۔

# آپ کا علم شریعت

## آپ کے اپنے والد ماجد سے استفادہ

ابتداء آپ نے کلام اللہ شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ حافظ ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنے والد ماجد سے علم ظاہری کی تحصیل شروع کی۔ ابواب فتح وکشائش آپ پر مفتوح ہو گئے۔ تحقیق کا مادہ پیدا تھا۔ مسائل مشکلہ بآسانی حل فرمانے لگے۔ چند ہی روز میں دوسری علوم کتب ضروریہ کے درس سے آپ فارغ ہو گئے۔ دلکش عبارات میں بعض کتب پر حاشیے تحریر فرمائے۔

## آپ کے دیگر اساتذہ اور طریقہ کبرویہ کی اجازت

بعدہ دیگر علماء فحول مولانا کمال کشمیری سے سیالکوٹ جا کر عضدی وغیرہ چند کتب مشکلہ کا مطالعہ فرمایا۔ کشمیر میں شیخ یعقوب صرفی سے جو قطب وقت شیخ حسین خوارزمی کے خلیفہ تھے۔ آپ نے کتب احادیث سنا کر سند حدیث و اجازت طریقہ کبرویہ سہروردیہ حاصل فرمائی۔

قاضی بہلول بدخشانی تلمیذ شیخ المحدثین ابن فہد سے جو بالآخر آپ کے مرید ہوئے۔ خلافت پائی۔ تفسیر واحدی مع دیگر مولفات واحدی اور تفسیر بیضاوی مع دیگر مصنفات قاضی بیضاء اور صحیح بخاری مع متعلقات ثلاثیات وغیرہ مشکوٰۃ المصابیح و ترمذی شریف مع شمائل اور جامع صغیر و قصیدۂ بردہ اور حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت حاصل فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہو گئے اور بشارت ہوئی کہ آپ طبقہ محدثین میں داخل کئے گئے۔ اس کے بعد آپ مسند ہدایت پر متمکن ہوئے۔ مختلف ممالک سے صدہا طلباء جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ رات دن درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ حلقہ حدیث وتفسیر گرم رہتا تھا۔ بہت لوگ فارغ التحصیل ہوئے۔

ایک دو مرتبہ آپ کا دارالخلافہ اکبرآباد بھی جانا ہوا۔ ابوالفضل وفیضی سے ملاقات ہوئی۔ ان کوراہ راست پرلانے کیلئے تلقین فرمائی۔ بعدہ واپس وطن مالوف ہوئے۔

### سند مصافحہ

آپ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی سے مصافحہ کیا۔ انہوں نے حافظ سلطان ادھمی علیہ الرحمۃ سے انہوں نے شیخ محمود سے انہوں نے شیخ سعید معمن حبشی سے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ ان میں سے ایک صاحب جن ہیں۔

# آپ کا علم طریقت

### آپ کا اپنے والد ماجد سے خلافت پانا

اولاً آپ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ العزیز کے مرید ہوئے اور آپ نے ان کی صحبت کیمیا خاصیت کو لازم پکڑا۔ ریاضت اور عبادت میں مشغول ہوئے اور انہوں نے ۱۵ سلاسل میں آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

### دیگر کمالات اور نسبت فردیت

آپ نے حضرت مخدوم ان کے مختصر علوم تعلیم کتب تصوف' عوارف المعارف اور فصوص الحکم حاصل فرمائی اور نسبت فردیت وتوفیق عبادت جوان کو ان کے شیوخ سے پہنچی تھی' حاصل فرمائی۔ چنانچہ اس کو آپ نے اپنی کتاب مبدء و معاد میں ذکر فرمایا ہے کہ "اس درویش کو دولت نسبت فردیت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل ہوئی جو اوران کو ایک بزرگ قوی الجذبہ' کثیر الکرامات (یعنی شاہ کمال کیتلی قادری) سے حاصل ہوئے۔ نیز اس درویش کو توفیق عبادات نافلہ کی امداد بھی اپنے والد ماجد سے ہی پہنچی۔ جو ان کو ان کے چشتیہ طریق کے شیوخ سے حاصل ہوئی تھی۔

### آپ کے والد ماجد کا طریقہ نقشبندیہ کی توصیف کرنا

حضرت مخدوم قدس سرہ نے طریقہ نقشبندیہ کے جو فضائل اپنے بزرگوں سے سنے اور کتب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں دیکھے تھے کہ اس بادیہ کی شاہ راہ اور اس دائرہ کا مرکز طائفہ علیہ نقشبندیہ کے ہاتھ آیا ہے۔ یہ ملک اس طریقہ کے بزرگواروں سے خالی ہے اور افسوس ہے کہ ہم کو اس سلسلہ علیہ سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔

## افضلیت طریقہ نقشبندیہ

طریقت کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ مرید اپنے پیر کو سب سے افضل سمجھے ورنہ فیض سے محروم رہتا ہے اس سلسلہ کے پیر اعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جن کی شان یہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق۔ پس آپ کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنے سے شریعت اور طریقت دونوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس طریقہ کے تمامی اصول وفروع میں اتباع سنت و اجتناب بدعت بدرجہ کامل ہے یعنی اصحاب کبار کا سا لباس ہے۔ انہیں کی سی معاشرت۔ ویسے ہی اذکار واشغال۔ وہی محاسبہ نفس اور ہر دم کی حضوری وہی آداب شیخ ویسی ہی کم ریاضتی اور فیضان کثیر اور کمالات ولایت کے علاوہ کمالات نبوت کی بھی تعلیم۔ نہ اس میں چلہ کشی ہے نہ ذکر بالجہر' نہ سماع بالمز' نہ قبور پر روشنی نہ غلاف وچادر اندازی' نہ ہجوم عورات نہ سجدہ تعظیمی' نہ سر کا جھکانا' نہ بوسہ دینا' نہ توحید وجودی و دعوی انا الحق و ہمہ اوست' نہ مریدوں کو پیروں کی قدم بوسی کی اجازت' نہ مرید عورتوں کی ان کے پیروں سے بے پردگی۔

(نظم)

| | |
|---|---|
| کیا سلسلوں میں سلسلہ نقشبند ہے | جو نقشبند ہے وہ یقین حق پسند ہے |
| جس کو حصول سلسلہ نقشبند ہے | واللہ ارجمند ہے وہ ارجمند ہے |
| طالب کو استواری ایمان ہے نصیب | جسکے سبب سے مرتبہ اس کا دوچند ہے |
| جو لانگہ شریعت غرا میں دیکھئے | کس زور کس قیام سے ان کا سمند ہے |
| ایوان معرفت کی ترقی کے واسطے | سب سے سوا رسائے میں انکے کمند ہے |

## آپ کا سفر دہلی اور حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے نیاز مندی

ہمیشہ سے آپ کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ ﷺ کا شوق تھا۔ اس لئے آپ ہمیشہ بے چین و بے آرام رہتے تھے کیونکہ آپ کے والد ماجد سن رسیدہ ہو گئے تھے۔ بوجہ ان کی خدمت کے آپ ان کی مفارقت گوارا نہ کر سکے تھے جب آپ دہلی پہنچے۔ مولانا حسن کشمیری سے جو آپ کے دوستوں اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مخلصوں میں سے تھے۔ ملاقات ہوئی انہوں نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ سے خواجہ صاحب کے کمالات کا اظہار کر کے ملاقات کرنے کے لئے تحریک کی اور بیان کیا کہ حضرت خواجہ صاحب اس سلسلہ نقشبندیہ میں فرد یگانہ ہیں اور ہر چہار طرف دور دراز تک آپ کی نظیر نہیں۔ آپ کی ایک نظر میں وہ فیض طالبوں کو حاصل ہوتا جو اور طریقوں میں بہت سے چلوں اور شاقہ ریاضت سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ چونکہ آپ نے اپنے والد ماجد سے سلسلہ علیہ نقشبندیہ و اکابر سلسلہ کے حالات سے اور کتابوں میں دیکھے تھے اور اس نسبت کی قابلیت و استعداد آپ بوجہ اتم رکھتے تھے۔ آپ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کی یہ عادت نہ تھی کہ کسی سے کوئی اپنی خواہش ظاہر فرماتے۔ البتہ آپ سے حضرت خواجہ صاحب نے خلاف عادت خانقاہ شریف میں چند روز قیام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ آپ نے ایک ہفتہ قیام کا وعدہ کیا لیکن رفتہ رفتہ ایک ماہ دو ہفتہ کی نوبت پہنچ گئی۔

## طریقہ نقشبندیہ میں آپ کی بیعت اور قلب کا جاری ہونا

ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے کہ آثار تصرف و کشش حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نمودار ہوئی اور آپ پر شوق انابت و اخذ طریقہ خواجگان علیہ الرحمۃ نے غلبہ کیا یہاں تک کہ آپ نے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے بیعت کے لئے درخواست کی۔ بمجرد عرض کرنے کے بلا استخارہ (خلاف عادت) حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو خلوت میں طلب فرما کر مرید کیا۔ ذکر قلبی تعلیم فرمایا۔ فوراً آپ کا دل ذاکر ہوگیا اور آلام و حلاوت ذکر قلبی و التذاذ تمام حاصل ہوا۔ یوماً فیوماً ترقیات عالیہ عروجات متعالیہ ظاہر ہوتے رہے۔

## حضرت خواجہ کا خاص واقعات آپ سے ظاہر فرمانا

بعد چند روز کے جب حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کے اندر آثار رشد و ارشاد و استعداد کامل معائنہ کئے۔ خلوت میں آپ سے وہ حالات اور واقعات بیان فرمائے جو آپ پر کئی سال پیشتر گزرے تھے۔

(۱) مرشدی حضرت خواجہ محمد آدم ملنگی قدس سرہ العزیز نے جب احقر سے ارشاد فرمایا کہ ہندوستان جاؤ وہاں تم سے اس سلسلہ شریفہ کا رواج ہوگا۔ میں نے چونکہ اپنے آپ کو اس کے لائق نہ پایا۔ تواضع کرنے لگا۔ آپ نے مجھے استخارہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا جب ارشاد استخارہ کیا تو ایک طوطی کو ایک شاخ پر بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر یہ طوطی میرے ہاتھ پر آ بیٹھے تو مجھے اس سفر میں کشائش حاصل ہوگی۔ بمجرد اس خیال کے وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طوطی میرے ہاتھ پر آ بیٹھی اور میں نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا۔ اس نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ صبح کو میں نے یہ واقعہ حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ طوطی ہندوستان کا پرندہ ہے۔ پس تمہارے دامن تربیت سے ایک ایسا شخص نکلے گا کہ عالم اس کے نور سے منور ہوگا اور اس سے تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ میں اس واقعہ کو آپ کے حال پر منطبق پاتا ہوں۔

(۲) جب ہم تمہارے شہر سرہند پہنچے تھے تو خواب میں دیکھا تھا کہ میں ایک قطب کے جوار میں اترا ہوں مجھے اس کا حلیہ بھی بتایا گیا۔ میں صبح کو شہر کے گوشہ نشینوں اور درویشوں کی تلاش میں نکلا اور جن جن درویشوں کو دیکھا نہ وہ آثار پائے اور نہ کسی میں علامات قطبیت ظاہر ہوئیں۔ میں نے کہا شاید اس شہر کا کوئی اور شخص اس امر کی قابلیت رکھتا ہو جو آئندہ ظاہر ہو جب سے میں نے تم کو دیکھا حلیہ اس کے موافق پایا اور اس کی قابلیت بھی میں نے تمہارے اندر معائنہ کی۔

(۳) میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا چراغ میں نے روشن کیا اور اس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی گئی اور لوگوں نے اس سے بہت سے چراغ روشن کئے جب میں سرہند کے قرب و جوار میں پہنچا تو دشت و بیابان میں بہت سی مشعلیں روشن دیکھیں۔ اس واقعہ کو بھی میں تمہارے حالات سے متعلق سمجھتا ہوں۔ بالجملہ ان دو تین ماہ کے اندر جو کچھ آپ کو بمین تربیت خواجہ خواجگان خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوا۔ اس کی تحریر و تقریر زیادہ ہے اور قلم قاصر ہے۔

## آپ کے بعض حالات خود آپ کے قلم سے

آپ نے ایک طالب کی تحریض و ترغیب کے لئے جو اپنا حال بیان کیا ہے (وہ تبرکاً لکھا جاتا ہے) وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ۔ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی تو عنایت الٰہی اس کی معین و مددگار ہوئی کہ یہ فقیر ولایت پناہ حقیقت آگاہ ہادی طریق اندراج اَلنِّهَایَتُ فِیْ اَلْبِدَایَةِ وَاِلَی السَّبِیْلِ الْمُوْصِلِ اِلٰی دَرَجَاتِ الْوِلَایَةِ۔ مؤید الدین المرضی شیخنا و امامنا محمد الباقی قدس سرہ السامی کی خدمت میں پہنچا جو خلفائے کبار سلسلہ علیہ نقشبندیہ سے ہیں۔

## تعلیم ذکر اسم ذات

اول اس درویش کو آپ نے ذکر اسم ذات کی تعلیم کی اور بطریق عادت قدیمہ توجہ کی یہاں تک کہ فقیر کے قلب میں التزاذ تمام پیدا ہوا اور کمال شوق و اشتیاق سے گریہ وزاری کرنے لگا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مدہوشی وفناء

ایک روز کے بعد بحالت بے خودی ایک دریائے محیط اور صور واشکال عالم اس دریا کے سایہ میں نمودار ہوئے۔ رفتہ رفتہ اس کیفیت بے خودی نے اور بھی غلبہ کیا۔ کبھی ایک پہر تک رہتی اور کبھی دو پہر اور کبھی تمام شب۔ میں نے اپنے خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ کیفیت بیان کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم کو ایک قسم کی فناء حاصل ہوئی ہے۔

موج خاکی وہم وفہم وفکر ماست　　موج آبی محو سکراست و فناست

## مقام ظلال وفناء ومالفناء

اس کے بعد آپ نے ذکر کرنے سے منع کر دیا لیکن موجودہ ذکر کی نگاہ داشت کے لئے ارشاد فرمایا۔ پھر دو روز کے بعد مجھے فناء مصطلح حاصل ہوئی تو میں نے خدمت والا میں کیفیت عرض کی ارشاد فرمایا کہ تمام عالم کو ایک دیکھتے رہو اور واحد و متصل پاتے ہو یا نہیں۔ میں نے عرض کی ایک پاتا ہوں۔ فرمایا فنائے فنا میں یہ بات معتبر ہے کہ باوجود اتصال ابدان بے شعوری حاصل ہوئی اس رات مجھ پر بھی کیفیت گزری تھی۔ وہ سب میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی اور کہا میں اپنے علم کو نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ اب حضوری میں پاتا ہوں۔

## مرتبہ علمی

اس کے بعد ایک نور سیاہ رنگ کا ظاہر ہوا جو تمام اشیاء کو محیط تھا میں نے اس کی کیفیت بھی عرض کی تو ارشاد فرمایا کہ انبساط جو اس نور میں دکھلائی دیتا ہے۔ علم الٰہی ہے کہ بواسطہ تعلق ذات حق سبحانہ ان اشیاء کے ساتھ جو بالا و پستی میں واقع ہیں۔ منبسط ہے لہٰذا انبساط کی بھی نفی کرنی چاہئے۔ اس کے بعد اس نور منبسط میں انقباض ظاہر ہوا اور تنگ ہونے لگا حتیٰ کہ صرف ایک نقطہ کے برابر رہ گیا۔

## مقام حیرت وحضور نقشبندیہ

فرمایا اس نقطہ کی بھی نفی کرنی چاہئے اور حیرت میں آنا چاہئے۔ میں نے ایسا ہی کیا چنانچہ وہ نقطہ بھی زائل ہو گیا اور حیرت ظاہر ہوئی کہ اس مقام پر خود بخود شہود حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ میں نے یہ کیفیت عرض خدمت کی تو فرمایا یہی حضور نقشبندیہ ہے اور نیت نقشبندیہ عبادت اسی حضور و آگاہی سے ہے اور اس حضور کو حضور غیبت بھی کہتے ہیں۔ یہی مقام اندراج النہایۃ فی البدایۃ کا ہے۔ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طریق میں طالب کو بجز داخذ نیت یہ مقام حاصل ہوتا ہے اور دوسرے طریقوں میں کسی کو اگر کچھ حاصل ہوتا ہے تو بڑے کسب و ریاضت اور محنت و مجاہدہ سے اس فقیر کو یہ مقام ابتدائے تعلیم ذکر سے اندروں دو ماہ چند روز حاصل ہو گیا۔

## مقام فناء حقیقی و شرح صدر

اس کے بعد پھر ایک روز فناء حاصل ہوئی۔ جسے فناء حقیقی کہتے ہیں اور دل میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی کہ تمام عالم عرش سے فرش تک اس کے پہلو میں رائی کے دانہ کے برابر دکھائی دینے لگا۔

## مقام حق الیقین و جمع الجمع

اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اور ہر ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ہر ذرہ کو حق دیکھا ۔

ہر ذرہ کہ دیدیم جمال تو بدید ہر جا کہ رسیدیم سر کوئے تو دیدیم

اس کے بعد ہر ذرہ عالم کو الگ الگ اپنا عین دیکھا اور اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو اس قدر منبسط اور وسیع پایا کہ تمام عالم بلکہ ایسے ایسے کئی عالم اس میں سما جائیں اور میں نے اپنے آپ کو اور ہر ذرہ کو ایک نور منبسط پایا کہ اشکال وصور عالم اس میں مضمحل مثل لاشے کے پاء ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو مقوم جمیع عالم پایا۔ جب میں نے یہ کیفیت حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا۔ توحید میں مرتبہ حق الیقین ہی ہے اور جمع الجمع عبارت اسی مقام سے ہے۔ اس کے بعد صور و اشکال عالم کو جیسا کہ اول میں نے حق پایا۔ اس وقت موہوم پایا اور نہایت حیرت پیدا ہوئی اور اس وقت مجھ کو فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے حضرت والد ماجد سے سنی تھی یاد آئی اور فی الجملہ تسکین بخش اضطراب ہوئی۔ هُوَ هٰذَا اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَیِ الْعَالَمَ حَقٌّ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اَنَّهٗ خَلْقٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ حَقٌّ مِنْ وَجْهٍ وَخَلْقٌ مِنْ وَجْهٍ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَیْرَةِ بَعْدَ التَّمِیْزِ بِکُنْهِهِمَا (ترجمہ) تو چاہتا ہے کہ تو کہہ کہ عالم حق ہے یا کہہ عالم حق ہے یا کسی اعتبار سے حق اور کسی اعتبار سے خلق یا امتیاز کر دونوں میں کہ یہ بہترین مرتبہ ہے۔

(نظم)

وحدت مطلق میں جان خلق و خدا ایک ہے دیکھنا توحید ہے بولنا ترکِ ادب
پر ہے حقیقی دوئی عالم و حق میں ضرور اس کے سوا احمد نہ زنہار لب
صوفیہ کا یاد رکھ قاعدہ کلیہ خلق نہ ہو جائے حق عبد نہ ہو جائے رب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مرتبہ فرق بعد الجمع

بعدہٗ میں نے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ ابھی تمہارا حضور صاف نہیں ہوا۔ تم اپنے کام میں مشغول رہو۔ یہاں تک کہ موجود و موہوم کے درمیان تم پر تمیز ظاہر ہو جائے۔ میں نے فصوص الحکم کی وہ عبارت جو مشعر بعدم تمیز ہے۔ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ نے جو لکھا ہے۔ وہ مرتبہ کمال کا حال نہیں ہے کیونکہ عدم امتیاز ابتدائی مقامات میں سے ہے۔ میں حسب الحکم اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے آپ کی توجہ سے کامل دو روز میں موجود اور موہوم کے دریان تمیز ظاہر کر دی۔ یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم خیال سے ممتاز فرمایا اور صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا اور خارج میں بجز ایک ذات موجود کے اور کچھ نہ دیکھا۔

ذکر کن مذکور تا گرد و عیاں ۔۔۔ نے کہ آں ذکرے کہ باشد برزباں

جب یہ حالت میں نے عرض خدمت کی تو ارشاد ہوا کہ مرتبہ فرق بعد الجمع یہی ہے اور انتہا یہیں تک ہے۔ اس مقام کو مشائخ طریقت نے مرتبہ تکمیل کہا ہے۔ انتہیٰ کلامہ الشریف۔

## نسبت مرادیت ومحبوبیت

الحاصل آپ نے دقائق علیہ دواردات مرضیہ و احوال شریفہ بہت ہی تھوڑی مدت میں حاصل فرمالئے' جو اور سالکوں کو برسوں میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

چیزے کہ انبیاء را حاصل نبود کل ۔۔۔ آں چیز بے مشقت آسان شدست مارا

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ صاحب نے اس کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ آپ میں نسبت محبوبیت و مرادیت ہے اور اس نسبت والوں کو بمقابلہ مریدیت و محبیت کی نسبت والوں کو بلا محنت و مشقت بہت جلد سلوک طے ہوتا ہے۔

کلیم مدہوش لن ترانی ۔۔۔ حبیب مامور من ار آنی

بہ بیں چہ فرق ست درمیانی ۔۔۔ میاں ہر یک چنانکہ دانی

## آپ کے متعلق حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے خیالات

چند ہی روز آپ کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں گزرنے پائے تھے کہ آپ کی نسبت انہوں نے اپنے ایک دوست کے خط میں یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## عبارت مکتوب

شیخ احمد مردی است از سر ہند کثیر العلم و قوی العمل روزے چند فقیر با دنشست برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار اوقاتِ او مشاہد نمودہ آں ماند کہ چراغے شود کہ عالمہا از و روشن کردو الحمد للہ تعالیٰ احوال کاملہ او ر بمراقبہ یقین پیوستہ و ایں شیخ مشارٌ الیہ برادران و اقربا دارد ہمہ مردم صالح واز طبقہ علماء چندے را دعا گوئے ملازمت کردہ از جواہر عالیہ دانستہ استعداد ہائے عجیب دارند و فرزنداں آں شیخ کہ اطفال اند اسرار الٰہی اند بالجملہ شجرہ طیبہ اند اَنْبَتَـهُ اللّٰهُ نَبَـاتـاً حَسَنـاً وفقراء باب اللہ دلہائے عجب دارند'' انتہیٰ کلامہ الشریف''

## ترجمہ

اہل سرہند سے ایک بزرگ شیخ احمد ہیں بڑے فاضل اور کثیر العمل عالم ہیں۔ فقیر نے چند روز ان کی صحبت میں نشست و برخاست کر کے بہت سے عجائب روزگار کا مشاہدہ کیا۔ وہ ایک چراغ ہیں جو ایک عالم کو منور کریں گے۔ الحمد للہ فقیر نے یقین میں کمالات جاگزین ہو گئے۔ ان کے چند بھائی برادر بھی ہیں جو سب کے سب نیک اور بزرگ ہیں۔ کئی عالم ہر وقت ان کی خدمت کیمیا خاصیت میں حاضر رہتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی صحبت میں بڑی بڑی استعدادیں حاصل کی ہیں۔ شیخ کا صاحبزادہ جو ابھی بہت کمسن ہیں اسرار الٰہی اور شجرہ طیبہ خدائے تعالیٰ ان کا اچھی طرح سے نشوونما کرے۔ فقراء کے دل خدا سے ملنے کے دروازے ہیں۔ فقط۔

## حضرت خواجہ کی جناب میں آپ کی عقیدت

آپ فرماتے ہیں کہ جس روز میں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور تعلیم طریقت شروع کی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ عنقریب حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے اس راہ کی انتہاء تک پہنچائے گا۔ ہر چند کہ میں اپنے نقص حال اور قصور اعمال پر نظر کر کے بمجوائے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

احتیاط کر کے ان خیالات کی نفی کرتا تھا لیکن کسی طرح میرے دل سے یہ خیال نہ جاتا تھا۔ بسا اوقات یہ بیت میری زبان پر جاری رہتی تھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ازیں نوریکہ از تو بردلم تافت یقیں دانم کہ آخر خواہمت یافت

اس کے بعد حضرت استغراق میں گئے اور نہایت عجز وانکسار سے آبدیدہ ہو کر الحمدللہ فرمایا اور خاموش ہو گئے۔

آپ کو خواجہ کی جناب میں جو اعلیٰ اعتقادی تھی۔ اس کی کیفیت خود آپ نے اپنی کتاب مبدء ومعاد میں اس طرح تحریر فرمائی ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ کے ساتھ ہر مرید اپنی لیاقت کے بموجب علیحدہ علیحدہ عقیدت رکھتا تھا اور اسی کے بموجب ہر ایک فیض یاب ہوتا تھا۔ چنانچہ میرا عقیدہ یہ تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت ﷺ ایسی صحبت اور تربیت وارشاد سوائے حضرت خواجہ صاحب کے کسی کو نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ پس ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھ کو میرے اعتقاد کے بموجب فیضان حاصل ہوا۔

## حضرت خواجہ کی آپ پر عنایت

ایک روز کا آپ ذکر فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اکثر اوقات از خود رفتگی جو علامت فنائیت ہے مجھ پر طاری ہوتی تھی اور حضرت علیہ الرحمۃ نے میرے برادر طریقت شیخ تاج سنبھلی کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ جملہ مریدین سے ان کے کوائف و حالات دریافت کر کے آپ کی خدمت میں بیان کیا کریں۔ لیکن میرے لئے خاص طور پر یہ حکم تھا کہ بلا کسی کی وساطت کے میں اپنے حالات خود عرض کیا کروں بلکہ بعض وقت خود حضرت یاد کر کے دریافت فرماتے تھے۔ مگر میں بپاس ادب اکثر خاموش رہتا تھا اور کچھ نہ کہتا تھا حتیٰ کہ ایک روز آپ نے خود فرمایا کہ تم اپنے حالات کے بیان کرنے میں خاموش رہتے ہو۔ بیان کرنے میں کیوں تامل کیا کرتے ہو اور میں یہ خیال کیا کرتا تھا کہ میں کیا ہوں اور میرے حالات ہی کیا ہیں جو گوش گزار کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بلا کم وکاست جو کچھ واقعات پیش آیا کریں۔ بیان کیا کرو۔ اسی زمانہ میں اتفاقاً مجھے یہ ایک واقعہ پیش آیا کہ شیخ تاج کی طرف میں متوجہ ہوا اور تصرف کیا وہ بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آپ کے اصرار فرمانے پر یہ واقع میں نے ظاہر کیا۔ سنتے ہی آپ کا حال متغیر ہو گیا اور حاضرین جلسہ پر بہت دیر تک سکوت طاری رہا۔

## آپ کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے خلافت

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بارگاہ حق سبحانہ تعالیٰ میں آپ جیسے قابل طالب اور لائق مرید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ے تربیت پانے اور درجہ کمال تک پہنچنے کا شکریہ ادا کیا اور آپ کے کمالات اور حالات کے محامد اور تعریف وتوصیف کر کے نیک ساعت میں خلعت خلافت سے آپ کو سرفرازی بخشی اور آپ کے وطن مالوف سرہند شریف کی طرف مرخص فرمایا۔ آپ بموجب ارشاد پیر بزرگوار تربیت طالبین اور ہدایت سالکین میں مشغول ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں صدہا طالبوں کو معارف پناہ خدا آگاہ کر دیا۔

## آپ کا دوسرا سفر دہلی اور حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی مزید عنایت

پھر آپ کے سینہ فیض گنجینہ میں شوق دیدار جمال باکمال مرشد برحق موجزن ہوا اور بغرض حصول ملازمت آپ سرہند سے دہلی آئے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کی خیر مقدم کی خبر فرحت اثر سن کر مع خدام کابلی دروازہ تک استقبال کیلئے تشریف فرما ہوئے اور نہایت [illegible] اعزاز واحترام کے ساتھ اپنے نور نظر اعظم الخلفاء مروج الطریقہ کو اپنے ہمراہ خانقاہ شریف میں لا کر فروکش کیا۔ یہاں پہنچ کر آپ کے کمالات اور حالات کو اس قدر عروج واقع ہوا کہ آپ کے استعداد عالی کے خصائص سے جواسرار و معارف ظہور پذیر ہوئے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ خود اسی طرح سے اخذ فرماتے تھے کہ جیسے کوئی شاگرد استاد سے حدیث نقل کرتا ہے۔

حضرت خواجہ کے بعض خلفاء اور مریدین کے قلوب میں آپ کی جانب سے انکار پیدا ہوا فوراً حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بقوت باطنیہ اس کا ادراک فرما لیا

بندگان خاص علام الغیوب　　در جہاں کی نہ بریس القلوب

اور حضرت اس پر غضبناک ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم اپنے ایمان کی بقاء اور سلامتی چاہتے ہو تو ان کی جناب میں باادب اور باعقیدت رہو کہ وہ مثل آفتاب ہیں اور ان کے انوار میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔ یاد رکھو کہ اس امت میں جو چار بزرگ افضل ترین اولیاء ہیں یہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ بسا اوقات حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ آپ کو بر سر حلقہ بٹھاتے اور خود مع اپنے خلفاء و مریدین کے آپ کے حلقہ میں مستفیدانہ شریک ہوتے اور بعد فراغت الٹے پاؤں واپس ہوتے کہ آپ کی طرف پشت نہ ہو اور اپنے جملہ خدام کو بھی یہی ہدایت فرماتے کہ وہ اسی طرح ہمیشہ آپ کا ادب کیا کریں اور آپ کے رتبہ کو ملحوظ کر کے اپنے باطن کو آپ کی طرف متوجہ رکھیں۔

ایک مرتبہ آپ نے حضرت خواجہ سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا کہ اس غلامان غلام کو حضرت کے اس طرز عمل سے نہایت ندامت اور شرمندگی ہے۔ ارشاد ہوا کہ جو کچھ کر رہے ہیں بموجب امر الٰہی ہے۔ جس کی تعمیل پر ہم غیب سے مجبور ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے ایک مرید خواجہ بیگی پر زیادہ عنایت مبذول ہوئی بوخور شفقت ان سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام ربانی صاحب سرہند سے تشریف لائیں تو تم مجھ کو یاد دلانا۔ میں تم پر ان سے توجہ کراؤں گا۔ ہفتہ عشرہ ہی میں تمہارا کام بن جائے گا۔ جب آپ دلی تشریف لے گئے تو حسب الارشاد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ آپ نے توجہ فرمائی۔ دو ایک ہی توجہ میں خواجہ بیگی فائض المرام اور کامل العرفان ہو گئے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ حجرے میں آرام کر رہے تھے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ آپ کو ملنے کیلئے تشریف لائے۔ خادم نے چاہا کہ آپ کو بیدار کرے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے منع فرمایا اور خود حجرہ کے دروازہ کے پاس آپ کی بیداری کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ باوجود یہ کہ آپ گہری نیند سو رہے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور چارپائی سے نیچے اتر آئے۔

(مثنوی)

حالت میں خواب را ماند گئے ۔۔۔ خواب پندار دمر اور اگر ہے

گفت پیغمبر کہ عینای تنام ۔۔۔ لَا یَنَامُ الْقَلْبُ عَنْ رَبِّ الْاَنَامِ

اور مضطرب الحال ہو کر دریافت فرمانے لگے کہ باہر کون صاحب ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا فقیر محمد باقی ہے۔ آپ فوراً ہی حاضر خدمت مبارک ہو گئے۔

## آپ کی سرہند شریف کو واپسی

جس قدر نعمت باطنی اور نسبتہائے عالیہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو حاصل تھیں۔ ایثار کر کے سب آپ کو عطا فرمائیں اور لوای ارشاد آپ کے سر مبارک پر رکھ کر تمام خلفاء کی ہدایت اور مریدین کی تربیت آپ کے حوالہ کی۔ بعدہٗ آپ کے وطن مالوف کی طرف آپ کو رخصت فرمایا۔ مدت تک آپ سالکین راہ خدا طالبین طریق صدق و صفا کی تعلیم و تربیت میں مشغول اور آپ یک صحبت کیمیا خاصیت کے فیوض و برکات سے مستفید رہے۔ آپ اس زمانہ میں اپنے حالات عظیمہ اور مقامات عالیہ کی کوائف اور ترقیات مریدین و طالبین کے حالات سے اطلاع دیکر اپنے پیر بزرگوار سے تصحیح حالات فرماتے تھے۔ پیر بزرگوار آپ کے حالات کی قبولیت کی بشارت دے کر اپنے زیر تربیت سالکوں کی کوائف ذکر و شغل سے آپ کو مطلع فرماتے اور ان کے بعض حالات کی کیفیات کو آپ سے استفسار فرماتے تھے۔ آپ ان کی قابلیت اور ترقیات کا وہیں سے ادراک کر کے جوابات صحیحہ تحریر فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے ادراک اور کشف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صحیح کی تعریف وتوصیف تحریر فرماتے تھے۔

## آپ اور حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے آداب

باوجودیکہ آپ ایسے مقامات بلند ومراتب ارجمند سے سرفراز تھے۔ مگر اپنے پیر بزرگوار کی ایسی رعایت ادب کرتے تھے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہوسکتی۔ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شاہ حسام الدین اپنے پیر بھائی حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ علیہ کی بہت سی تعریف وتوصیف کرنے کے بعد بیان فرماتے تھے کہ آپ باوجود علومرتبت و کثرت فضیلت اپنے پیر دستگیر کے آداب کی کمال رعایت کرتے ہیں۔ حضرت کے مریدوں میں آپ جیسا باادب نہ کوئی خلیفہ تھا اور نہ کوئی مرید۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ برکات آپ کو نصیب ہوئیں۔ چنانچہ ایک روز کا وہ ذکر کرتے ہیں کہ میں بموجب ارشاد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ آپ کے بلانے کے لئے گیا۔ جونہی میں نے آپ سے کہا کہ حضرت یاد فرماتے ہیں۔ آپ کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا اور خوف وبیم سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ اس وقت مجھ کو صوفیائے کرام کا وہ مقولہ یاد آیا کہ ''نزدیکاں رابیش بود حیرانی''۔

## حضرت غوث پاک کے خرقہ کی حوالگی اور شاہ سکندر قادری سے آپ کو خلافت

سابق میں مذکور ہوا ہے کہ قطب الوجود حضرت حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا خرقہ مبارک اپنے جانشین صاحبزادہ حضرت سید الدین عبدالرزاق قدس سرہ العزیز کو آپکے حوالہ کرنے کیلئے تفویض فرمایا تھا اور آپ کے جانشینوں میں یکے بعد دیگرے امانتاً چلا آتا تھا۔ وہ اسی سال آپ کے حوالہ کیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شاہ سکندری قادری قدس سرہ العزیز سے ان کے دادا حضرت شاہ کمال کیتھلی نے خواب میں ظاہر ہوکر فرمایا کہ اس خرقہ مبارک کے وارث جن کیلئے حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ نے وصیت فرمائی تھی شیخ احمد سرہندی ظاہر ہوگئے ہیں ان کے حوالہ کردو۔ انہوں نے خرقہ شریف کے تفویض کرنے میں یہ خیال کرکے تامل کیا کہ گھر کی نعمت گھر ہی میں رہے تو بہتر ہے۔ پھر دوبارہ آپ نے ظاہر ہوکر تاکید فرمائی۔ پھر بھی انہوں نے ٹالا۔ تیسری مرتبہ بحالت غضبانی ظاہر ہوکر متنبہ فرمایا کہ اگر تم اپنی خیریت اور نسبت کی سلامتی چاہتے ہو تو خرقہ مبارک اس کے وارث کے حوالے کردو ورنہ تمہاری نسبت وکرامت سلب کرلی جائے گی۔ شاہ سکندر ہیبت زدہ ہو کر خرقہ شریف لے کر آپ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ بعد نماز صبح حسب عادت وحلقہ ذکر و توجہ میں مشغول مراقبہ فرمارہے تھے۔ آپ جب فارغ ہوئے تفویض فرمایا۔ آپ نے زیب تن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مبارک کیا' نسبت قادریہ نے آپ پر غلبہ اور استیلا کیا۔ نقشبندیہ مغلوب ہوگئی۔ بعدہ نسبت قادریہ کہ غلبہ ہو گیا۔ ایسا ہی کئی مرتبہ ہوتا رہا۔

## ارواح اولیاء کی آمد اور آپ کیلئے سابقت

اس اثناء میں روح مبارک حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مع بزرگان سلسلہ تشریف فرما ہوئے۔ ان کے بعد روح پر فتوح حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند و حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما بزرگان سلسلہ تشریف فرما ہوئے۔ دونوں حضرات میں باہم اشارات ہوئے۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ہی لواسط ہمارے پوتے سید شاہ کمال قادری کے ان کی زبان چوس کر کامل فیض نسبت حاصل کیا ہے۔ لہٰذا ان پر ہمارے سلسلہ کی خدمت اور اشاعت کا بڑا حق ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہمارے طریق کا استحقاق اسی وجہ سے ان پر زیادہ ہے کہ بتوسط ہمارے خلیفہ خواجہ باقی باللہ کے حضرت خاتم الرسل ﷺ کی امانت معہودہ انہوں نے پائی ہے۔ دونوں بزرگواروں کے اراح طیبات میں یہی گفتگو ہورہی تھی کہ ارواح مقدسہ اکابر سلسلہ چشتیہ بھی تشریف فرما ہوئیں۔ انہوں نے بھی اپنا دعویٰ مع دلیل پیش فرمایا کہ آپ کے بزرگوں کی نسبت آبائی واجدادی ہمارے سلسلہ کی ہے اور آپ نے ہمارے ہی آغوشِ پرورش میں نشوونما پایا ہے اور سب سے پہلے ہمارے ہی سلسلہ کی خلافت حاصل کی ہے۔ لہٰذا ہمارے سلسلہ کا حق سب سے زیادہ ہے اس طرح ارواح عالیہ سہروردیہ کبرویہ طریق کے مشائخ عظام کی بھی تشریف فرما ہوئیں۔ انہوں نے بھی اپنا دعویٰ مع دلیل کے پیش کیا۔ غرض کہ قاطبتہ جمیع سلاسل کے پیشرو مشائخ کا اجتماع ہوگیا اور امر مابہ النزاع میں ردوبدل شروع ہوا۔ ہر ایک سلسلہ کے بزرگ آنجناب کی نسبت اپنے سلسلہ کے لئے خواہش کررہے تھے کہ آپ انہیں کے سلسلہ کے شیخ قرار دیئے جائیں۔

## سرہند شریف میں اولیاء اللہ کا ہجوم اور آنحضرت ﷺ کا فیصلہ فرمانا

مولانا ہاشم کشمی اور ملا بدرالدین اپنی اپنی تواریخ میں رقمطراز ہیں کہ اس وقت اولیاء امت کا سرہند میں ایسا ہجوم ہوا تھا کہ شہر اور نواح شہر کے دیہات وقصبات کے کوچہ و بازار ارواح اولیاء کرام سے پر ہوگئے۔ ۱۱ شعبان ۱۰۱۱ھ کی صبح سے آخر وقت نماز ظہر تک یہی معرکہ رہا۔ بالآخر معاملہ حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی جناب میں فیصلہ کے لئے پیش ہوا اور خورشید رسالت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نے ہر ایک بزرگ کو تسلی اور دلاسہ دے کر فیصلہ فرمایا کہ آپ سب بزرگوار اپنے اپنے کمالات نسبت بتمام وکمال اس بزرگ کے حوالہ کر دیں کہ یہ سب سلسلوں میں داخل ہو جائیں اور تم سب کو علی التساوی اجر کا حصہ ملے گا مگر چونکہ سلسلہ نقشبندیہ خیر البشر بعد الانبیاء یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور اس میں اتباع سُنَّتُ سُنِیَہ واجتناب بدعت نامرضیہ سب سے زیادہ ملحوظ ہے لہٰذا یہ سلسلہ خاص خدمت تجدید سے زیادہ تر مناسبت رکھتا ہے۔ پس یہ سلسلہ اور سلسلہ قادریہ وسہروردیہ بپاس خاطر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ ترویج پائیں گے اور دوسرے سلاسل کبرویہ وچشتیہ بھی ان سے مروج ہوں گے۔

## سب طریقوں کی نسبت کا طریقہ مجددیہ میں شمول

پس جمیع مشائخ عظام نے اپنے اپنے کمالات اور نسبتیں آپ میں القاء فرمائیں۔ آپ نے سب کو اپنے طریق میں امتزاجاً شامل کیا اور ان کو اپنی نسبت خاصہ سے جو جناب باری تعالیٰ سے بوساطت رسالت پناہی ﷺ آپ کو خصوصیت سے عطا ہوئے تھے متدرج فرمایا۔ پس طریقہ مجددیہ تمام امت کے اولیاء کے سلسلوں کو جامع ہے اور اس طریق کے سالکوں کو ہر ایک سلسلہ کے اولیاء کا فیض حاصل ہوتا ہے اور سب سلسلہ کے مشائخ کی عنایت اس کے شامل حال ہوتی تھی چنانچہ حضرات قیوم اربعہ جملہ سلسلوں میں مرید فرماتے تھے مگر بعد آپ کے بلحاظ اتباع شرع شریف سوائے نقشبندیہ وقادریہ طریقوں کے اور طرق میں مرید کرنے کی ممانعت ہوگئی کہ بعض طریق میں سماع بھی درست ہے اور اس طریقہ میں ممنوع ہے

رباب و نغمہ و جملہ زامیر      بشد ممنوع از آیات و تفسیر

## تعلیم نسبت قادریہ

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک طالب صادق نے ذوق کیفیت طریقہ قادریہ کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے ان کو اپنی صحبت میں رہنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ وہ صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ ان پر نسبت اکابر قادریہ کا اضافہ کرنے لگے جب ان کو دو تین روز گزر گئے۔ آپ کے اجل مریدین نے جو خوان نعمت نقشبندیہ کے ریزہ چین تھے۔ اپنے احوال میں بستگی دیکھی۔ چاروناچار ان میں سے ایک صاحب نے اس بستگی اور فیض احوال کی آپ سے شکایت کی کہ میں دو تین روز سے اپنی نسبت کو بیگانہ پاتا ہوں۔ نہیں معلوم مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا۔ دوسرے درویش نے بھی ان کو اسی طرح کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا تم سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔ اس بستگی کی وجہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یہ ہے کہ تم انوار اکابر نقشبندیہ رضی اللہ عنہم سے اقتباس کرتے ہو۔ میں ان صاحب کو دو تین روز سے نسبت اکابر قادریہ پہنچا رہا ہوں۔ اس کے القاء کا راستہ کھل رہا ہے چونکہ تم اس نسبت سے مناسبت نہیں رکھتے ہو لامحالہ معطل ہو جب ہم انہی سیر کو اکابر خواجگان نقشبندیہ کی طرف رجوع کریں گے تو بستگی تمہاری دور ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

## آپکا تیسرا سفر دہلی اور آپکے متعلق حضرات خواجہ علیہ الرحمۃ کے ارشادات

تیسری مرتبہ جب آپ سرہند سے دہلی آئے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بطور کشف ادراک فرما کر ارشاد فرمایا کہ اب میرے بدن میں آثار ضعف اور ناتوانی بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور اب حیات کی امید کم باقی ہے۔ اپنے صاحبزادگان خواجہ عبید اللہ علیہ الرحمۃ اور خواجہ محمد عبید اللہ کو جو اس وقت شیر خوار تھے۔ آپ کے روبرو پیش کر کے القاء توجہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ آپ نے اپنے مخدوم زادوں پر توجہات فرمائیں اور اس کا اثر حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ پر بھی ظاہر ہوا۔ بعد آپ نے حسب الارشاد والد مخدوم زادگان پر غائبانہ توجہ فرمائی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں یہ فرمایا کہ:

(۱) میاں شیخ احمد کی طفیل سے ہم کو معلوم ہوا کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ طریقت آور ہی ہے۔

(۲) میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں اور ہم جیسے کتنے ستارے ان کی روشنی میں گم ہیں۔

(۳) ہماری اور میاں شیخ احمد کی تمثیل خواجہ ابوالحسن خرقانی اور ان کے مرید عبداللہ انصاری کی ہے کہ اگر پیر زندہ رہتے تو اپنے مرید کے مرید ہوتے۔

(۴) میاں شیخ احمد کمال مرادوں اور محبوبوں میں سے ہیں۔

(۵) میاں شیخ احمد کی مانند آج زیر فلک کوئی نہیں ہے۔

(۶) بعد صحابہ و تابعین میاں شیخ احمد کے مماثل معدودے چند بزرگ گزرے ہیں۔

(۷) میاں شیخ احمد جامع ارشاد و مدار ہیں۔

(۸) الحمد للہ ہماری تین چار سال کی صحبت رائیگاں نہیں گئی۔ شیخ احمد جیسے عزیز الوجود شخص نے تربیت پائی۔

(۹) شیخ تاج آپ کے پیر بھائی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کے موسومہ بعض مکاتیب میں جو الفاظ عزیز متوقف (یعنی سلوک میں رکا ہوا شخص) تحریر کر کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس کا چارۂ کار دریافت کیا۔ عزیز اس سے مراد خود ذات بابرکات حضرت پیر و مرشد تھے۔

## آپ کے نام حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے بعض خطوط

علاوہ ان ارشادات کے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کے نام جو مکتوب تحریر کئے ہیں ان سے آپ کے مدارج عالیہ کے کمال کا اظہار ہوتا ہے۔ صرف دو مکتوبات مع ترجمہ بطور تبرک اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

| اصل مکتوب | ترجمہ |
|---|---|
| حق سبحانہ باعلیٰ مرتبہ کمال برساند ع ولارض من کاس الکرام نصیب تکلفے نیست زانچہ حقیقت آں نوشتہ مے شود پیر انصار قدس سرہ مے فرسود۔ من مرید خرقانیم لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود باوجود پیریش مریدئ من میکرد۔ ہرگاہ صفت آں بے صفتاں ایں باشد گرفتار ان آثار صفات چرا جان فدائے لوازم طلب گارے نکنند و از ہر کجا بوے بشام ایشاں رشد درپے آں ہوند۔ اکنوں تامل واہمال بارنہ از استغنائی و بے نیازی است موقوف باشارت است۔ | اللہ تعالیٰ (آپ کو) کمال کے اعلیٰ مراتب پر پہنچائے اور بزرگوں کے پیالہ میں زمین کا بھی حصہ ہوتا ہے جو حقیقت حال ہے لکھی جاتی ہے۔ پیر انصار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا مرید ہوں لیکن اگر اس وقت وہ موجود ہوتے تو باوجود پیری وہ میرے مرید ہوتے جبکہ ان بے صفتوں کی یہ صفت ہو آثار صفات کے گرفتار کس طرح سے اس جانفدائی کی طلبگاری نہ کریں اور جہاں کہیں سے ان کے دماغ میں خوشبو پہنچے اس کا پیچھا نہ کریں اب دیر و تامل ہمارا بے پروائی اور بے نیازی سے نہیں ہے بلکہ موقوف اشارہ پر ہے۔ |
| گر طمع خواہد ز من سلطان دین<br>خاک بر فرق قناعت بعد ازیں | گر طمع خواہد ز من سلطان دین<br>خاک بر فرق قناعت بعد ازیں |
| بارے نسخہ خال وارادۂ ما این است ضدائے عزوجل برانچہ می باید مہتدا ے گرداناد و از عجب و پندار مخلصی بخشاد۔ وبقیۃ المقصود جناب سیادت مآب امیر صالح نیشاپوری سلمہ اللہ اظہار طلب نمودند چوں وقت مقتضی ایں نبود تضیع | اب تو موقع بھی ایسا ہے اور ارادہ بھی یہی ہے کہ خدا اس کو مہیا کردے اور غرور اور خودسندی سے نجات دے۔ جناب سیادت مآب پیر صالح نیشاپوری نے اپنا باقیماندہ مقصود کی طلب کا ظاہر کیا جبکہ وقت اس کا مقتضی نہ تھا۔ ان کے اوقات کا ضائع کرنا مسلمانی سے بعید معلوم ہوا۔ لہٰذا ان کو |

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



| اصل | ترجمہ |
|---|---|
| اوقات ایشیاں داوہ از مسلمانی نہ نمود۔ اجرم بہ صحبت شما فرستادہ شد انشاء اللہ تعالیٰ بقدر استعداد بہرہ مند میگردند توجہ ولطف کامل یابند۔ والدعاء | آپ کی صحبت میں روانہ کیا گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بموجب اپنی استعداد کی بہرہ یاب ہوں گے اور کامل توجہ اور مہربانی حاصل کریں گے۔ والسلام |

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس مکتوب شریف کا نہایت عاجزی اور انکساری سے جواب ادا کیا تھا جو آپ کے مکتوبات شریف کی جلد اول میں موجود ہے۔ دوسرا خط کئی ماہ کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کے نام ارقام فرمایا تھا۔ وہ بھی مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

| اصل مکتوب | ترجمہ |
|---|---|
| اللہ تعالیٰ فقراء و مساکین درماندہ را از برکات برگزیدگان بدربانی برساناد۔ تدمیست کہ عرض نیازمندی بدرگاہ ولایت نکردہ ام۔ آرے ایں یک کلمہ را قاصدان صادق حال مے توانند شد الحمدللہ ایں قسم خودصورت می بندد ودیگر چہ نویسم سخن درویشان بحضرت شما نوشتن نہایت بے شرمی است حکایت او ضاع صوریہ بسیار بیجا الغرض ما را حد خود می باید دانست واز فضول احتراز باید کرد۔ والدعاء | اللہ تعالیٰ فقراء اور مساکین کو اپنے برگزیدوں کی برکت سے دربانی تک پہنچا دے۔ مدت گزری کہ درگاہ ولایت پناہ میں عرض نیازمندی نہیں کی۔ ہاں اس کلمہ کو سچائی اٹھانے والے قاصد اٹھا سکتے ہیں۔ الحمدللہ کہ یہ قسم خودصورت پیدا کرتی ہے اور اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ درویشوں کی باتیں آپ کی خدمت میں لکھنا نہایت بے شرمی ہے اور ظاہری وضع کی باتیں لکھنا بہت ہی بیجا ہیں۔ الغرض ہمیں اپنی حد جاننی چاہئے اور فضول سے احتراز کرنا چاہئے اور دعا۔ |

## آپ کی سرہند شریف کو واپسی اور سفر لاہور

اس کے بعد آپ اپنے وطن مالوف کی طرف مرخص ہوئے اور بموجب ارشاد پیر بزرگوار چند روز وہاں قیام فرما کے عازم شہر لاہور ہوئے۔ آپ کے فیضان عام اور کمالات تام کی بڑی شہرت ہوئی۔ عمائد علماء حضرت مولانا جمال الدین تلوی و دیگر فضلاء مثل مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی وغیرہ آپ کے حلقہ بیعت وارادات میں داخل ہوئے اور اکثر مشائخ وقت نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ مولانا جمال الدین تلوی کو آپ سے بیعت کرنے کے یہ واقعات پیش آئے کہ وہ منکرین مسئلہ وحدۃ الوجود تھے۔ آپ کی خدمت میں مباحثہ کی غرض سے آئے تھے۔ آپ نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خلوت میں لے جا کر ایک آن کی آن میں مقام توحید ان کو دکھا دیا۔ اسی وقت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور آپ کے مرید ہوئے ۔

درروں یک ذرہ نور عارفی　　　　به بود از صد مقرف اے صفی

## حضرت خواجہ کی خبر وصال اور آپ کی لاہور سے روانگی

آپ لاہور میں مقیم اور سرگرم حلقہ ذکر و شغل تھے کہ خبر وحشت ملی کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا کچھ دنوں کی علالت کے بعد بتاریخ ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ ہجری دہلی میں وصال ہوا۔ آپ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط کہتے ہوئے بے اختیاری بحالت اضطرار وہاں سے دہلی کو روانہ ہوئے۔ گو راستہ میں شہر سرہند واقع ہوا اور مکان آیا۔ مگر آپ گھر تک نہ گئے۔ بغیر اپنے اہل وعیال سے ملے شبانہ روز چل کر دہلی پہنچے اور مزار انور مرشد برحق کی زیارت کی۔ اپنے مخدوم زادوں اور پیر بھائیوں کو صبر دلاسا دیا۔ سب نے دہلی میں قیام فرمانے کے لئے آپ سے التماس کی۔ آپ نے چند روز قیام فرما کر ان کے شکستہ دلوں کو مراحم عنایت سے تشفی بخشی۔ تربیت وارشاد سلوک کو بمقابلہ عہد حضرت پیر مرشد قبلہ بہت زیادہ فروغ ہوا۔ بموجب وصیت حضرت خواجہ مریدین وخلفاء خواجہ آپ کے حلقہ ذکر میں مثل مریدین کے شریک ہو کر استفادہ کرتے اور آداب عقیدت نیازمندانہ بجالاتے تھے۔

## آپ کے بعد ناتجربہ کار پیر بھائیوں کی ایک حرکت

اس درمیان میں بعض حاسدوں یا ناتجربہ کار مریدوں نے حضرت خواجہ صاحب کی جناب مجدد علیہ الرحمۃ سے استفادہ فرمانے پر نکتہ چینی شروع کی۔ جب آپ کے خلاف مزاحمت ہوئی اور بعض ناعاقبت اندیش پیر بھائی آپ سے منحرف ہو گئے ہر چند کہ آپ نے وعظ و پند سے ہدایت فرمائی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ آپ نے بعض کی نسبت اور کمالات سلب فرمائے۔ پھر بھی کوئی متنبہ نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ راہی وطن شریف ہوئے۔

## خاطیوں کی توبہ ومعذرت

شیخ تاج الدین سنبھلی نے جو حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور ان منحرف لوگوں کے سرغنہ تھے اپنی نسبت کو سلب پا کر آپ کے خلاف ختم پڑھنے شروع کئے۔ ان پڑھنے والوں میں سے ایک شخص نے جو صاحب کشف تھا۔ یہ دیکھا کہ ہم میں سے ہر ایک نے ایک ایک چراغ روشن کیا۔ ناگاہ تند ہوا کا جھونکا آیا۔ بجلی چمکی یک لخت سب چراغ بجھ گئے اور غیب سے ندا آئی کہ حضرت مدد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الف ثانی کے مخالفین کے عناد کے یہ چراغ تھے جو آنحضرت ﷺ کی عتابی توجہ سے خاموش اور نیست و نابود کر دیئے گئے۔'' یہ واقعہ پیش آتے ہی سب منکرین حیران و سرگردان رہ گئے۔ خود شیخ تاج نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محفل ہے۔ اکابر اولیاء اس میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صدیقین ہیں ان میں سے ایک بزرگ نے شیخ سے خطاب فرمایا کہ تمہاری نسبت کی سلب در بربادی کا باعث (حضرت مجدد صاحب کی طرف اشارہ کر کے) ان کی مخالفت ہے۔ علاوہ شیخ تاج کے اس قسم کی خوابیں اوروں کو بھی ظاہر ہوئیں۔ الحاصل شیخ تاج نے خلیفہ خواجہ حسام الدین احمد اور مولانا محمد ملح کو جو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے داماد تھے۔ نہایت تضرع کے ساتھ اپنی غلطی سے آگاہ اور خواب کی کیفیت سے مطلع کر کے استدعا کی کہ سب کی طرف سے آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے معافی کی درخواست کریں۔

## خاطیوں کی معافی

خواجہ حسام الدین احمد نے بھی مراقبہ میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ رونق افروز ہیں اور خطبہ فرما رہے ہیں۔ اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تعریف و توصیف کر کے آپ کی مجددیت اور قیومیت کی تصدیق فرما رہے ہیں۔ آپ نے اس واقعہ کا بھی اپنے ان منکر پیر بھائیوں سے ذکر کیا۔ سب نے توبہ و استغفار کر کے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کیا۔ شیخ تاج نے ایک درخواست اپنی اور دیگر پیر بھائیوں کی خطاء کی معذرت کے متعلق آپ کی خدمت میں تحریر کی اور جب آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس کی تقریب میں دہلی تشریف لائے۔ مع کل منکرین ننگے سر اپنی اپنی دستاریں اپنے اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے آپ کے استقبال کے لئے دہلی سے کئی میل تک حاضر ہوئے اور اپنے قصورات کی صدق دلی سے معافی چاہی۔ آپ نے براہ اخوت سلسلہ ترحم فرما کر سب قصورات کو معاف فرما دیا۔

### (نظم)

کیا اولیاء میں شان مجدد بلند ہے
قطبوں میں اور غوثوں میں وہ ارجمند ہے

منکر ہے شیخ احمد سرہندی کا وہی
دروازہ جس پہ فیض الٰہی کا بند ہے

جو اعتقاد رکھتے ہیں ان کی جناب میں
ہاں ان کا دو جہان میں رتبہ بلند ہے

صدیق رضی اللہ عنہ سے عروج و مجد پہ ہے نزول
کیا مستند یہ سلسلہ نقشبند ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## آپ کے شیوخ اور سلاسل

آپ نے پانچ مرشدوں سے فیض پایا اور خلافت حاصل کی۔

(۱) حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیری علیہ الرحمۃ - ان سے آپ نے سوائے تحصیل علم ظاہری طریقہ کبرویہ سہروردیہ میں خلافت بھی پائی، شجرہ حسب ذیل ہے۔

یعقوب صرفی، کمال الدین حسین خوارزمی، حاجی محمد خیوشانی، شاہ بندواری، رشید الدین امیر عبداللہ، خواجہ اسحاق جیلانی، سید علی ہمدانی، شیخ محمود مرادقانی، علاؤالدین سمنانی، شیخ عبداللہ مغربی، شیخ احمد جورقانی، شیخ علی الاعلیٰ، شیخ مجدالدین بغدادی، شیخ نجم الدین کبریٰ۔

(۲) حضرت حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزی - ان سے آپ نے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے شیوخ سے پس سند مصافحہ حسب ذیل ہے۔

حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزی علیہ الرحمۃ، حافظ سلطان اہمی معمر ۱۱۰ سال، شیخ محمود، شیخ سعید معن حبشی، آنحضرت ﷺ۔

(نوٹ) ان میں سے ایک صاحب جن ہیں۔

(۳) حضرت مخدوم عبدالاحد علیہ الرحمۃ آپ کے والد ماجد ان سے پندرہ طریقوں میں آپ نے خلافت پائی۔ شجرات حسب ذیل ہیں۔

(1) **سلسلہ فاروقیہ**: یہ آپ کا جدید سلسلہ ہے اس کا شجرہ بعینہ آپ کا نسبی شجرہ مذکورہ جو ہر اول ہے۔

(2) **سلسلہ سری سقطیہ**: یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدید سلسلہ ہے اس میں آپ کی سترہویں پشت کے دادا خواجہ سلمان بن مسعود نے حضرت سری سقطی خلیفہ حضرت معروف کرخی سے خلافت پائی ہے اور ان کا شجرہ مشہور ہے۔

(3) **سلسلہ سہروردیہ شہابیہ**: یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدید سلسلہ ہے۔ اس میں آپ کی بارہویں پشت کے دادا حضرت شیخ احمد بن یوسف نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے خلافت پائی ہے اور ان کا شجرہ مشہور ہے۔

(4) سلسلہ سہروردیہ بہائیہ: یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدید سلسلہ ہے اس میں آپ کے گیارہویں پشت کے دادا حضرت شعیب بن احمد نے بہاؤالدین زکریا ملتانی سے خلافت پائی ہے اور وہ شیخ الشیوخ کے خلیفہ تھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


(5) **سلسلہ سہروردیہ و چشتیہ جلالیہ**: یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدید سلسلہ ہے اس میں آپ کی پانچویں پشت کے دادا حضرت امام رفیع الدین بانی قلعہ سرہند نے حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے خلافت پائی ہے اور وہ خاندان سہروردیہ میں حضرت شیخ رکن الدین نبیرہ حضرت زکریا ملتانی کے اور خاندان چشتیہ میں حضرت چراغ دہلوی خلیفہ حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ تھے۔

(6) **سلسلہ قادریہ جدید حسنیہ**: یعنی شیخ عبدالاحد' شیخ رکن الدین' امیر سید ابراہیم ایرجی قادری' سید شاہ احمد جیلی قادری' سید شاہ موسیٰ قادری' سید شاہ محمد محسن' سید شاہ ابونصر' سید شاہ ابوصالح' سید شاہ عبدالرزاق تاج الدین' حضرت غوث پاک سید ابوصالح' سید عبداللہ جیلی' سید یحیٰ زاہد رسید محمد' سید داؤد' سید موسیٰ الثانی' سید عبداللہ' سید موسیٰ الجون' سید عبداللہ المحض ' سید حسن مثنیٰ' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' حضرت امام علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت رسول خدا ﷺ۔

(7) **سلسلہ قلندریہ**: یعنی بعد نام شیخ رکن الدین' شیخ عبدالقدوس' شیخ عبدالسلام جونپوری' شاہ محمد قطب الدین بنیادل' سید نجم الدین قلندر' سید خضر رومی' عبدالعزیز مکی صحابی' حضرت رسول خدا ﷺ۔

(8) **سلسلہ چشتیہ صابریہ**: بعد نام شیخ عبدالقدوس کے' شیخ محمد' شیخ احمد عارف' شیخ عبدالحق' شیخ جلال الدین پانی پتی' شمس الدین ترک' مخدوم سید علی احمد صابر' بابا فریدالدین گنج شکر' خواجہ قطب الدین' خواجہ خواجگان سید معین الدین' شیخ عثمان ہارونی و حاجی شریف زندنی' قطب الدین مودود' ناصرالدین ابویوسف' ابومحمد' ابواحمد ابدال' ابوموسیٰ شامی' ممشاد علو دینوری' امین الدین ہبیرہ بصری' یدالدین حذیفہ مرعشی' سلطان ابراہیم' فضیل بن عیاض' عبدالواحد بن زید' شیخ حسن بصری' حضرت علی مرتضیٰ' حضرت رسول خدا ﷺ۔

(9) **سلسلہ چشتیہ نظامیہ گیسودرازیہ**: بعد نام شیخ عبدالقدوس کے شیخ درویش محمد بن قاسم لودھی' شیخ ابن حکم اودھی' سید صدرالدین' سید محمد گیسودراز' خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی' شیخ نظام الدین محبوب الٰہی' بابا فرید مذکور۔ الخ

(10) **سلسلہ چشتیہ نظامیہ صدریہ**: بعد نام شیخ درویش محمد' شیخ سعداللہ' شیخ فتح اللہ' شیخ صدرالدین طیب' چراغ دہلوی مذکور۔ الخ

(11) **سلسلہ چشتیہ نظامیہ جلالیہ**: بعد نام شیخ درویش محمد کے سید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بڈھن، سید اجمل بھڑ ایچی، سید جلال مخدوم جہانیاں، چراغ دہلوی مذکور۔ الخ

(12) **سلسلہ قادریہ جلالیہ**: بعد نام مخدوم جہانیاں کے، عبید غیبی، ابوالقاسم فاضل، ابوالمکارم محمد فاضل، محمد فاضل، محمد قطب الدین، شمس الدین علی الافلح، شمس الدین حداد، حضرت غوث پاک، شیخ ابوسعید، شیخ ابوالحسن، شیخ ابوالفرح، شیخ ابوالفضل عبدالواحد، شیخ ابوبکر شبلی، شیخ ابوالقاسم جنید، سری سقطی علیہ الرحمۃ، معروف کرخی، امام رضا، امام کاظم، امام صادق، امام محمد صادق، امام محمد باقر، امام سجاد، امام حسین رضی اللہ عنہ، امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، حضرت رسول خدا ﷺ۔

(13) **سلسلہ کبرویہ جلالیہ**: بعد نام مخدوم جہانیاں کے، سید حمید الدین سمرقندی، شیخ شمس الدین، شیخ عطایا خالدی، شیخ احمد بابا کمال نجندی، شیخ نجم الدین کبریٰ مذکور۔ الخ

(14) **سلسلہ سہروردیہ جلالیہ**: بعد نام مخدوم جہانیاں کے، شیخ رکن الدین، شیخ صدرالدین، شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ الشیوخ شہاب الدین، شیخ ابوالخیب، حضرت غوث پاک، شیخ ابوسعید مذکور۔ الخ۔

(15) **سلسلہ مداریہ**: بعد نام سید اجمل کے، شاہ بدیع الدین قطب مدار، شیخ طیفور شامی، شاہ عین الدین شامی، شاہ یمین الدین شامی، عبداللہ علم بردار، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، رسول خدا ﷺ

(16) حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ ان سے طریقہ نقشبندیہ میں آپ نے خلافت پائی۔ شجرہ یہ ہے کہ حضرات خواجہ باقی باللہ، خواجہ امکنگی، خواجہ درویش محمد، خواجہ محمد زاہد، خواجہ یعقوب چرخی، خواجہ علاؤالدین عطار، خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند، خواجہ سید امیر کلال، خواجہ بابا سماسی، خواجہ علی عزیزان امتنی، خواجہ محمود انجیر فغنوی، خواجہ عارف ریوگری، خواجہ عبدالخالق عجدوانی، خواجہ یوسف ہمدانی، خواجہ ابوعلی فارمدی، خواجہ ابوالحسن خرقانی، خواجہ بایزید بسطامی، حضرت امام جعفر صادق، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سلمان فارسی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

واضح ہو کہ یہ شجرہ اویسیہ ہے کہ اس میں حضرت بایزید کے بعد حضرت ابوالحسن کا نام ہے۔ حالانکہ دونوں میں باہم ملاقات جسمانی نہیں ہوسکی۔ دوسرا شجرہ متصلہ یہ ہے۔ اس میں بعد نام شیخ ابوعلی فارمدی کے، ابوالقاسم گرگانی، ابوعثمان مغربی، ابوعلی کاتب، ابوعلی رودباری، ابوالقاسم قشیری، ابوعلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وقاق، ابوالقاسم نصیر آبادی، ابوبکر شبلی، شیخ جنید، سری سقطی، معروف کرخی ہے۔ الخ

(17) حضرت سید شاہ سکندران سے آپ نے خرقہ خاص حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اور طریقہ قادریہ جدیہ میں خلافت پائی۔ شجرہ حسب ذیل ہے۔

سید شاہ سکندر، سید شاہ کمال، سید شاہ فضیل، سید گرارحمٰن ثانی، سید شمس الدین عارف، سید ابوالفضل، سید گرارحمٰن اول، سید شمس الدین صحرائی، سید شاہ عقیل، سید شاہ بہاء الدین، سید شاہ عبدالوہاب، سید شاہ شرف الدین، سید شاہ عبدالرزاق، حضرت غوث پاک بعدہ سلسلہ جدیہ حسینیہ مذکور۔ الخ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ٥

# تیسرا جوہر

## حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مخصوص کمالات اور اخلاق واعمال کے بیان میں آپ کے مخصوص کمالات

جو جو کمالات عالیہ اور مدارج مخصوصہ خدائے پاک نے آپ کو عطا فرمائے۔ زبان قلم اس کے بیان سے عاجز اور قلم تحریر سے قاصر ہے۔ بطور مشت ممنونہ از خروارے کچھ مختصر خاصے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(1) آپ کا خمیر بقیہ طینت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا۔

(2) آپ مجدد الف ثانی یعنی دین کو نئے سرے سے تازگی بخشنے والے ہیں۔

(3) آپ قیوم اول یعنی آپ کی ذات بابرکات باعث قیام دو عالمیان ہے۔

(4) آپ کو خزینۃ الرحمۃ کے خطاب سے سرفرازی بخشی گئی۔

(5) آپ کو مرتبہ فردیت عطا ہوا۔

(6) آپ مجموعہ قطب مدار (باعث بقائے عالم جان) و قطب ارشاد (باعث بقائے ایمان عالم) ہیں۔

(7) آپ کے ہی سلسلہ میں قیامت تک قطب مدار و ارشاد ہوا کریں گے۔

(8) حضرت امام مہدی آخر الزمان آپ کے ہی خلفاء سلسلہ سے ہوں گے۔

(9) آپ کو مقام محبوبیت ذاتیہ خرقہ عطا کیا گیا۔

(10) آپ مقام سابقین واولین پر پہنچے جو اصحاب یمین سے بھی آگے ہے۔

(11) آپ کو سیاحت میں ملاحت ممتزجہ عطا ہوئی۔

(12) آپ (صلہ) یعنی بندوں کو خدا سے ملانے والے ہیں۔

(13) آپ کو ضمنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصالت کرامت عطا ہوئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


(14) آپ نے بے واسطہ اللہ پاک سے کلام فرمایا۔
(15) آپ کو علم لدنی عطا کیا گیا۔
(16) آپ کو اسرار مقطعات قرآنی عطا کئے گئے۔
(17) آپ کو علم سموات حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے تعلیم فرمایا۔
(18) آپ سے حضرت خضر والیاس علیہما السلام نے مل کر اس پر موت و حیات کی کیفیت ظاہر کی۔
(19) آپ پر علم الیقین حق الیقین جو اصحاب کبار کو عطا ہوا تھا' ظاہر کیا گیا۔
(نوٹ) دوسرے اولیاء کرام جس کو حق الیقین فرماتے ہیں وہ آپ کی تحقیق کی رو سے علم الیقین ہی کا جزو ہے۔
(20) آپ پر مقامات وجودی ظاہر کئے گئے۔
(21) آپ کو مثل اصحاب کبار مدارج اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرفراز ہوئے۔
(22) آپ کی زیارت کیلئے کعبہ شریف آیا اور آپ کی خانقاہ شریف کے کنوئیں سے آب زمزم برآمد ہوا۔ بہت لوگوں کو حج کرادیا اور آب زمزم پلایا۔
(23) آپ کی خانقاہ شریف کی زمین کو بہشتی زمین کا درجہ عطا ہوا۔
(نوٹ) زمین مقدس آپ کی مسجد کے شمال کی جانب ہے۔ طول چالیس گز ہے جو روضہ مبارک سے شروع ہو کر قبہ مبارک کے عقب شمال کی طرف ۶ گز چلی گئی ہے اور عرض اس زمین کا ۳۰ گز ہے جو دولت سرائے کے دیوار سے غرب کی جانب کنوئیں تک واقع ہے۔
(24) آپ کے طریقہ میں تمامی اولیاء کے فیضان ممتزج اور شامل ہیں اس لئے آپ کا طریقہ افضل واسہل ہے۔
(25) آپ کا طریقہ جامع شریعت وطریقت ہے اور اس میں مقاماتِ ولایت کے علاوہ کمالات نبوت بھی شامل ہیں۔
(26) آپ کے سلسلہ کے کل مریدین (جو قیامت تک ہوں گے) آپ کو دکھلائے گئے۔
(27) آپ پر گزشتہ وآئندہ حالات منکشف ہوئے۔

## آپ کی کرامتیں

اگر کسی پیغمبر یا نبی سے کوئی بات خلاف عادت ظہور میں آئے تو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ اولیاء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



امت سے ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے ورنہ استدراج۔ انبیاء علیہم السلام کو معجزات اس لئے عطا کئے گئے کہ کفار پر ہیبت ہو اور وہ ایمان لاویں اور اولیاء کو اس لئے کرامت سرفراز ہوئی کہ فاسق فاجر توبہ کریں اور راہ راست پر آویں۔ مگر کرامت کے ظہور اور عدم ظہور سے مدارج بزرگی میں کم وبیشی لازم نہیں آتی۔ ظاہر ہے کہ اصحاب کبار کے مرتبہ کو بڑے سے بڑا کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا اور ان سے بمقابلہ اولیاء اللہ کے خوارق بہت کم ظاہر ہوئے۔ آپ سے بیشمار کرامات ظاہر ہوئیں۔ بعض نے سات سو اور بعض نے اس سے زیادہ فراہم کی ہیں لیکن میں صرف بیالیس کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ زبدۃ المقامات میں مذکور ہے کہ آپ کے ایک خادم نے بیان فرمایا کہ آنجناب نے اس حقیر پر ایک مرتبہ ایسی توجہ فرمائی کہ میں اس کے اثرات کو اگر چوب خشک پر ڈالوں تو یقین ہے کہ زمانہ آخیر ہے۔ شر وفساد کا معدن اور خیر و برکات سے خالی۔ مرضی الٰہی انوار و اسرار کی عام اشاعت کی اجازت نہیں دیتی۔ میں اس کے اظہار سے معذور ہوں۔ واضح ہو کہ اسی توجہ کی برکات اس وقت تک سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں میں باقی ہیں جس کے وہ احیاء قلوب مردہ فرماتے ہیں۔

## مثنوی

| | |
|---|---|
| ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء | مردہ راز یشاں حیات ست ونما |
| اندروں اولیاء کاں ہمہاست | طالبان راو حیات بے بہاست |
| جانہائے مردہ اندر گورتن | برجہدز آواز شاں اندر کفن |

(۱) آپ کے کرامات عالیہ احیاء قلوب فیضان شرح صدر محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا السَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ ہے جو بمقابلہ معجزات باہرہ احیاء اموات وغیرہ جو اور انبیاء علیہم السلام سے ظہور میں آئے کہیں اعلیٰ وارفع ہیں۔

## (نظم)

| | |
|---|---|
| برتر از احیاء کہ با عیسیٰ برفت | وزید بیضا کہ با موسیٰ برفت |
| وزکف آہن کہ با داؤد بود | ہم ازاں نافہ کہ با صالح نمود |
| یکساز ملک سلیماں وز نگین | فیض قلب رحمۃ للعلمین |
| ہست اعلیٰ ارفع و افضل مدام | دائم وباقی الی یوم القیام |
| صل یا رب علی شمس الہدیٰ | اَلنَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى بَدْرِ الدُّجیٰ |

(۲) آپ کا دین اور اتباع شرع متین احیاء کتاب وسنت استیصال شرک وبدعت۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بود اسرار خدا چوں وحی ناب / صاعد و نازل بقلب آنجناب
علم وہبی لدنی بوا العجب / دائما نازل زساق عرش رب

(۴) آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز موسوی المشرب تھے۔ آپ نے تصرف فرما کے ان کو محمدی المشرب کرا دیا۔

(۵) آپ نے ایک مرید کو بشارت دی کہ تجھ کو ولایت ابراہیمی عطا ہوئی ہے۔ اس کو پورا یقین نہ ہوا۔ آپ نے شب کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس کی تصدیق کرا دی۔ جب وہ صبح کو آیا آپ نے اس کی شب گزشت بیان فرمائی۔ وہ آپ کے قدموں میں گر پڑا۔

(۶) آپ کو شیخ طاہر لاہوری کی پیشانی پر لگا ہوا کافر لکھا ہوا ظاہر ہوا۔ کئی روز بعد یہ خبر آئی کہ وہ کافر ہو گیا اور اس نے زنار پہن لیا۔ آپ نے لوح محفوظ کی طرف نگاہ کی تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا پایا۔ آپ نے دعا کی۔ اس کی برکت سے وہ سعید ہو گیا۔ توبہ کی اور آپ کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

(۷) آپ کے قادریہ طریقہ کے ایک مرید کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ آپ نے ان کو قطب تارہ کی طرف دیکھنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ اس میں سے حضرت غوث ظاہر ہوئے۔ اس نے اچھی طرح سے آپ کی زیارت کر لی اور آپ پھر وہیں مخفی ہو گئے۔

(۸) آپ کے مرید مولانا یوسف کو جانکندنی کا وقت پیش آیا۔ ان کا سلوک کچھ باقی تھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فوراً طے کرا دیا۔

(۹) ایک شخص نے آپ کی خدمت میں اس مضمون کا خط تحریر کیا کہ دربار پیغمبری میں اصحاب کبار ایک نظر میں کامل ہو جاتے تھے۔ اب محنت سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔ آپ نے اس کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ اس کا جواب صحبت پر موقوف ہے جب وہ شخص حاضر ہوا۔ آپ کی پہلی ہی ملاقات میں نعمت باطنی سے مالا مال ہو گیا۔

(۱۰) چونکہ آپ کے فیض سے بہت سے اہل قبور بھی مستفید ہو کر ولی ہو گئے۔ ایک شخص نے دم اخیر یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ آپ کی خدمت میں لے جا کر پیش کرنا جب جنازہ لایا گیا۔ آپ نے توجہ دی۔ مردہ کا دل جاری ہو گیا۔ اسی شب اس کے اقرباء نے اس کی کیفیت کو خواب میں دیکھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(۱۱) مولانا محمد ہاشم کشمی نے غائبانہ آپ کی شہرت سن کر ایک خط ملک دکن سے آپ کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے اس کو ملاحظہ فرما کے ارشاد فرمایا کہ اس سے نور ولایت ظاہر ہوتا ہے۔ چند روز میں مولانا حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

(۱۲) جہانگیر بادشاہ اور شاہجہان شہزادہ کی باہم نزاع واقع ہوئی اور نوبت مقابلہ کی پہنچی۔ فقراء وقت نے بالاتفاق شہزادہ کو مبارکباد فتحیابی کی دی مگر آپ نے فرمایا۔ معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ بالآخر وہی نتیجہ ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

(۱۳) عبدالرحیم خانِ خاناں صوبیدار دکن پر شاہی عتاب ہوا۔ اس نے آپ سے استمداد چاہی۔ آپ نے اس کو دلجمعی کا خط لکھا۔ تین چار روز میں بادشاہ نے بجائے عتاب کے خلعت و خطاب سے اس کو سرفراز کر دیا۔

(۱۴) بادشاہ کا ایک امیر پر سخت عتاب ہوا اور وہ لاہور سے دہلی اس لئے طلب کیا گیا کہ ہاتھی کے پاؤں سے بندھوا کر مروا ڈالا جائے۔ اثنائے راہ میں جب وہ سرہند شریف پہنچا۔ آپ سے خواہان امداد ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی جب وہ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے بجائے عتاب کے خلعت سے سرفراز فرمایا۔

(۱۵) آپ آخر عمر اجمیر شریف میں مقیم اور حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے معرردعنایات تھے۔ رمضان شریف میں نمازیوں کو بسبب تنگی مسجد و موسم بارش نماز تراویح میں سخت تکلیف ہونے لگی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ پس جب تک کلام اللہ ختم نہ ہو گیا۔ بارش نہ ہوئی۔

(۱۶) اسی مسجد کی ایک دیوار نہایت خمیدہ تھی۔ لوگ اندیشہ ناک ہوئے۔ آپ نے فرمایا مطمئن رہو۔ ابھی نہیں گرے گی جب آپ اجمیر شریف سے واپس ہوئے شہر سے باہر ہوتے ہی گر گئی۔

(۱۷) مولانا محمد امین سالہا سال سے بیمار تھے نہ کوئی دعا ان پر اثر کرتی تھی نہ دوا۔ انہوں نے آپ کا نام نامی سن کر آپ کی خدمت میں ایک عرضداشت لکھی۔ اس کے جواب میں آپ نے ایک خط تسلی آمیز لکھ کر اور اپنا پیراہن مبارک ان کے ارسال فرمایا۔ اس نے آپ کا پیراہن مبارک پہنا فوراً ہی تندرست ہو گیا ؎

اولیاء را ہست قدرت ازالہ ۔۔۔ تیر جستہ باز گرد اند زراہ
ایک دا برص چہ باشد مردہ نیز ۔۔۔ زندہ گردو از فسون آں عزیز

(۱۸) شب برات کو آپ پر ظاہر کر دیا گیا کہ اسی سال آپ کا وصال ہو گا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

(۱۹) آپ نے اپنے وصال سے پہلے اپنی حیات کے ایام باقیہ ظاہر فرمائے تھے جس کے بعد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وفات کی تصدیق ہوگئی۔

(۲۰) آپ نے اپنے وصال سے ایک روز قبل کل حال وفات کے متعلق حتیٰ کہ وقت تک معین کر دیا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔

(۲۱) آپ کا ایک عقیدت مند کسی شہر میں کافروں کے مقابلہ میں مغلوب ہوا اور آپ کو یاد کیا۔ یاد کرتے ہی آپ فوراً پہنچ گئے آپ نے مدد کی وہ فوراً غالب ہوگیا۔

(۲۲) ہزاروں کافر آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔

(۲۳) حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہ العزیز کو صرف تین روز میں کامل سلوک طے کرا کے خلافت عطا فرمائی۔

(۲۴) ایک بنگالی درویش نے آپ سے طریقہ حاصل کیا جب اس پر جذبہ قویہ وارد ہوا سر برہنہ جنگل کو چلا گیا۔

(۲۵) ایک سوداگر پر آپ نے توجہ فرمائی۔ پہلی ہی مرتبہ میں وہ مدہوش اور مجذوب ہوکر گھر بار سے دست بردار ہوگیا۔ دوسری مرتبہ جب آپ نے توجہ دی تو ہوش میں آ کر سالک ہوگیا۔

(۲۶) ایک جذامی آپ کی خدمت میں دعا صحت کیلئے حاضر ہوا۔ آپ نے ایک ہی مرتبہ اس کی طرف توجہ فرمائی۔ فی الفور اچھا ہوگیا۔

(۲۷) ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے حلقہ میں جو حافظ صاحب قرآن شریف پڑھتے تھے، علیل ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ "ہم نے ان پر ذمہ لے لیا۔ وہ فوراً اچھے ہوگئے۔"

(۲۸) ایک مرتبہ آپ نے موسم گرما میں سفر فرمایا۔ راہ میں ہوا نہایت گرم چلی۔ خادموں نے دعا بارش کے لئے عرض کیا۔ آپ نے دعا کی۔ فوراً ابر محیط ہوگیا اور برسنے لگا۔

(۲۹) آپ کے ایک مرید کو جنگل میں شیر نے گھیر لیا۔ اس نے آپ کو یاد کیا۔ فوراً آپ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے نمودار ہوئے شیر کو مار کر بھگا دیا اور غائب ہوگئے۔ ہمراہیوں نے دیکھ کر اس سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ تھے۔ اس نے کہا میرے پیر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تھے۔

(۳۰) آپ کے ایک مرید پر کوئی شخص معترض ہوا۔ غیب سے اس کے اعضاء کٹ کر ٹکڑا ٹکڑا ہوگئے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں اس کی طرف سے معذرت کی۔ آپ کے پاس تشریف لے گئے آپ کی توجہ سے وہ اچھا ہوگیا۔

(۳۱) آپ کسی امیر کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ایک معتقد کو وہاں جانے کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باعث بدگمانی ہوئی۔ ہاتف غیبی نے نہایت سختی کے ساتھ اس کو متنبہ کیا۔ اولیاء اللہ پر اعتراض کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ استغفار کر۔

(۳۲) ایک طالب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسبب منازعت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کدورت رکھتا تھا۔ اس نے آپ کے مکتوبات شریف میں لکھا۔ دیکھا کہ امام مالک کے نزدیک اصحاب کبار کے منکر کی ایک ہی سزا ہے۔ خواہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کرے یا امیر معاویہ کا اس پر وہ طالب علم معترض ہوا۔ اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس کو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ خبردار ان مکتوبات پر اعتراض نہ کرنا اور جنگ باہمی کے اسرار کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہو سکتے۔

(۳۳) ایک روز آپ کا مرتضیٰ خان کی قبر پر گزر ہوا تو ان کو محاسبہ میں گرفتار پایا۔ بارگاہ احدیت میں دعا کی۔ اللہ پاک نے آپ کی دعا سے اس کی مغفرت فرمائی۔ اسی روز اس کے ایک دوست نے اس کو خواب میں دیکھا تو مرتضیٰ خاں نے آپ کی شفاعت سے اپنی مغفرت کی کیفیت بیان کی۔

(۳۴) آپ کے مریدوں یا معتقدوں میں سے اگر کوئی شخص کبھی بیمار ہوتا تو وہ آپ کی توجہ فرماتے ہی اچھا ہو جاتا۔ اتفاقاً ایک شخص کو اپنے گھر میں درد قولنج ہوا۔ آپ نے بوقت سحر اس کے حال پر توجہ فرمائی۔ اسی وقت سے اس کو آرام ہونا شروع ہوا اور صبح تک بالکل اچھا ہو گیا۔

(۳۵) آپ کی خدمت میں ایک شخص نے کچھ تحفہ پیش کیا اور کسی مریض کی دعاء صحت کے لئے استدعا کی۔ آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا اور تھوڑی دیر تک مراقبہ کر کے فرمایا ہم اس کی مغفرت کیلئے دعا کرتے ہیں بعدہ معلوم ہوا کہ اس وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔

(۳۶) ایک بزرگ خواجہ جمال الدین آپ کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تیرا دل عورت میں منہمک ہے جب تک تو اس سے پاک نہ ہو جائے۔ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس نے اس کی تصدیق کر کے توبہ کی۔ فوراً برکات ظاہر ہونے لگیں۔

(۳۷) آپ کے بھائی شیخ محمود قافلہ کے ساتھ قندھار گئے ہوئے تھے۔ ایک روز بیٹھے بیٹھے آپ نے فرمایا آج میں نے شیخ محمود کو ہر چند تلاش کیا مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا بلکہ اس کی قبر قندھار میں دیکھ رہی ہے۔ جب سفر سے قافلہ واپس آیا۔ اس ارشاد کی حرف بحرف تصدیق ہوئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(۳۸) آپ کی خدمت میں ایک درویش نے عرض کیا کہ امسال میرا حج بیت اللہ کا عزم مصمم ہے۔ آپ نے غور فرما کے کہا تو عرفات میں نظر نہیں آتا۔ اس کے بعد اس نے ہر چند کوشش کی مگر وہ نہ جا سکا۔ اس کے بعد کئی سال تک وہ ارادہ کرتا رہا مگر نا کام رہا۔

(۳۹) حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خط لکھا کہ میرا حج کو جانے کا عزم ہے۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہم کو آپ کا جانا معلوم نہیں ہوتا۔ انہوں نے کل انتظام کرلیا مگر جانا نہ ہو سکا۔

(۴۰) ایک درویش نے آپ سے خدا کی راہ دریافت کی۔ آپ نے ایک روٹی کا ٹکڑا اس کو کھلا دیا۔ فوراً فیض باطنی کا دروازہ اس پر کھل گیا۔

(۴۱) ایک شخص نے آپ کی خدمت میں لڑکا تولد ہونے کے لئے استدعا کی۔ آپ نے غور کر کے فرمایا تیری عورت بانجھ ہے اگر تو دوسری شادی کرے گا تو لڑکا پیدا ہوگا جب اس نے دوسری شادی کی' لڑکا تولد ہوا۔

(۴۲) جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صادق کے مقبرہ میں دوسری قبر کی گنجائش نہ تھی۔ آپ کے واسطے صاحبزادہ کی قبر بسمت مشرق سوا گز ہٹ گئی اور آپ وہیں مدفون ہوئے۔

## آپ کے متفرق حالات

چند ہی عرصہ میں آپ کے کمالات کا عالمگیر شہرہ ہو گیا۔ مور و ملخ کی طرح خلقت کا ہجوم ہوا۔ ہر ملک میں آپ کے خلفاء پہنچ گئے۔ رات دن بازار ہدایت گرم ہوا۔ فرمانروایان ایران' توران' بدخشان نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ بادشاہ ہند کے لشکر میں بھی شیخ بدیع الدین آپ کے نامور خلیفہ مشغول خلقہ توجہ تھے۔ ہزار ہا آدمی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اکثر ارکان دولت نے بیعت کی شرک و بدعت سے نفرت بڑھی۔ شدہ شدہ یہ خبر آصف خاں وزیر اعظم کو جو شیعی المذہب تھا' پہنچی اور وہ پہلے سے حضرت کے حالات سنے ہوئے تھا کہ آپ کو مذاہب باطلہ کی تردید سے خاص دلچسپی ہے ایک رسالہ رد روافض بھی تحریر فرمایا ہے۔ اس کو شیخ بدیع الدین کا لشکر میں قیام اور کسب کے طریقہ کی اشاعت بہت نا گوار ہوئی اور شب و روز موقع کی جستجو میں تھا کہ ایک روز بادشاہ کو تنہا پا کر عرض کیا کہ حضور سرہند کے ایک مشائخ زادہ نے جو علوم غربیہ میں ماہر ہے اور اس نے مختلف درویشوں سے خلافت پائی ہے۔ دعویٰ مجددیت کا کیا ہے۔ صدہا آدمی اس نے خلیفہ کر کے ملک در ملک بھیج دیئے ہیں۔ ہزار ہا بلکہ لکھوکھا آدمی اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے خلفاء کے مرید ہو گئے ہیں۔ کئی بادشاہ ممالک غیر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ہمارے لشکر میں بھی اس کا ایک خلیفہ مقیم ہے۔ اکثر امراء سلطانی' خانخاناں' سید صدر جہاں' خانجہاں' خان اعظم' مہابت خان' تربیت خاں' اسلام خاں' سکندر خاں' دریا خاں' مرتضیٰ خاں وغیرہ اس کے مرید حلقہ بگوش ہو گئے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس نے ایک لاکھ سوار مسلح اور بے شمار پیادہ تیار کئے ہیں۔ خوف ہے کہ غفلت میں کوئی شکل ظہور پذیر نہ ہو جائے جس قدر اس کے معتقدین ہیں۔ اول ان کا دور دراز فاصلہ پر تبادلہ کر دیا جائے تو ہر ایک کا انتظام آئندہ ہو سکے گا۔ بادشاہ کو وزیر کی رائے پسند آئی اور دوسرے روز ہی علی الصباح دربار خاص منعقد کر کے خانخاناں کو ملک دکن کی صوبہ داری پر اور سید صدر جہاں کو ملک بنگال کی صوبہ داری پر اور خانخاناں کو ملک مالوہ کی صوبہ داری پر مہابت خاں کو کابل کی صوبہ داری پر اور اسی طرح سے چار سو حکام کو جو آپ کے معتقد خاص تھے دور دراز ملکوں کا حاکم بنا کر بھیج دیا جب ان کے مقامات مبتدلہ پر پہنچنے کی اطلاع وصول ہوگئی تو بادشاہ نے ایک فرمان حضرت کے نام جس میں آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے آپ کو معہ جملہ مریدین ومعتقدین دعوت دی گئی تھی۔ ذریعہ حاکم سرہند روانہ کیا اور حاکم موصوف کو تاکید کی کہ خود حاضر ہو کر پیشکش کرے۔

وہاں وہ انتظام ہو رہا تھا اور یہاں روزانہ حضرت اقدس تمام واقعات بادشاہی اپنے خدام کے روبرو بیان فرماتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز ارشاد فرمایا کہ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اُوْذِيَ یعنی کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کو راہ خدا میں تکلیف نہ ہوئی ہو۔ وَمَا مِنْ وَلِيٍّ اِلَّا وَابْتُلِيَ یعنی کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس کو بلاؤں میں نہ رکھا گیا ہو۔ وَالْبَلَاءُ بِقَدْرِ الْوِلَاءِ یعنی بلا بقدر محبت آتی ہے پھر فرمایا کہ ہمارے حالات اور اعمال کو اولیاء اللہ کے حالات اور اعمال سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ مگر کسی نبی کو خواہ وہ یوسف علیہ السلام ہوں یا ایوب علیہ السلام یا کوئی اور ہوں۔ بغیر جلال کی سیر کے سلوک پورا نہیں ہو سکتا اور اب مرضی الٰہی ایسی ہی معلوم ہوتی ہے کہ ہم کو ایسی سیر کرائی جائے کہ حاکم سرہند حکم شاہی لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کو کوہستان کی طرف رخصت کیا اور اہل عیال کو دلاسا دے کر مع حاضر الوقت مریدین لشکر سلطانی کی طرف راہی ہوئے۔

جب لشکر میں پہنچے اعزاز واحترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا اور آپ ان خیموں میں جو پہلے سے آپ کے لئے استادہ تھے' مقیم ہوئے۔

جب آپ کو بادشاہ کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا تو آئین دربار کے بموجب نہ آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نے سلام کیا اور نہ سجدہ۔ تو بادشاہ کے ندیموں نے آپ کو اشارہ سے سمجھایا۔ آپ نے آ واز فرمایا کہ اس وقت تک یہ پیشانی غیر اللہ کے لئے نہیں جھکی اور نہ آئندہ امید ہے۔ (رباعی)

شاہ است حسین پادشاہ است حسین   دین است دین پناہ است حسین

سرداد نداد دست دردست یزید   حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

بادشاہ پر اس گفتگو کا بڑا اثر ہوا اور خوفزدہ ہو کر وزیر سے مشورہ کیا کہ واقعی بڑا بے باک شخص ہے اس کو دربار سے اس طرح جانے نہ دیا جائے ورنہ خوف فساد وفتنہ ہے۔ وزیر نے رائے دی کہ ان کو اگر بالفعل قلعہ گوالیار میں نظر بند رکھا جائے تو مناسب ہے آپ کو مع ہمراہین قلعہ میں بھیج دیا گیا۔

ہر چند کہ آپ کے مریدین ہزارہا آدمی ایک ہفتہ میں آمادہ مقابلہ ہو گئے تھے اور مہابت خاں مع افواج ماتحت کابل سے روانہ ہو کر کئی منزل تک آ گیا تھا مگر یہ نامہ نامی اور صحیفہ گرامی پہنچتے ہی باز رہا۔

ایک روز آپ نے بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ اب ہمارے کبر جلال الٰہی پوری ہو گئی اور بہت جلد یہاں سے روانگی ہو گی۔ قلعہ کے تمام عمال آپ کے گرویدہ اور معتقد حلقہ بگوش ہو گئے تھے۔

سب کو یہ حال معلوم کر کے آپ کی مفارقت کا اثر ہوا۔ یہاں یہ کیفیت تھی اور وہاں بادشاہ کو ایک روز کسی نے عالم بیدار میں سے تخت سے زمین پر پھینک دیا وہ ہیبت زدہ ہو کر بیمار ہو گیا تھا۔ ہر چند معالجے ہوتے تھے کوئی فائدہ نہ تھا ایک روز خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ فرماتے ہیں کہ تو نے مجدد امام وقت کی بے عزتی کی ہے تو جس عذاب الٰہی میں گرفتار ہے بغیر اس کی دعا کے رفع نہ ہو گا۔ اگر تم کو اپنی اور بادشاہت کی خیر مدنظر ہے تو اس کی طرف رجوع کر بادشاہ نے خواب سے بیدار ہوتے ہی آپ کی رہائی کا حکم جاری کیا اور آپکی وجہ سے کل ہندوستان کے قیدیوں کو رہا کیا اور ایک عرضداشت اپنے ندیموں کے ہاتھ سے حضرت کی خدمت میں متضمن استدعا کی۔ بہ معافی خطا روانہ کر کے قدیم میمنت لزوم سے مشرف ہونے کی استدعا کی۔

(نظم)

جب ہوا دبدبہ شان مجدد کا ظہور   تہلکہ مچ گیا ایوان جہانگیری میں

ہو کے شرمندہ شہ ہند خطا سے اپنی   مدتوں غرق رہا ورطہ دلگیری میں

آپ نے اس کے جواب میں کچھ شرائط پیش کئے۔ بادشاہ نے سب منظور کر لئے۔ آپ وہاں سے واپسی میں تین روز سرہند شریف ٹھہرے۔ ہزاروں مخلوق آرزوئے قدم بوسی میں چلی آ رہی تھی۔ سب آپ کے جمال با کمال سے مشرف ہوئے۔ پھر آپ عازم لشکر بادشاہی ہوئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بادشاہ قریش تھا۔ ولی عہد شاہجہاں اور وزیر اعظم آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ محل شاہی میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دعا شروع فرمائی اور بادشاہ کو حکم دیا کہ اپنی خطا کو یاد کر کے روتا رہے۔ بہت جلد بادشاہ کو صحت ہوگئی۔ آپ کے قدموں پر گر گیا۔ سلسلہ طریقت میں داخل ہوا اور احکام شرعی جاری کئے۔

(۱) سجدہ دربار بالکل موقوف کر دیا گیا۔

(۲) گاؤ کشی میں آزادی دی گئی گوشت برسر بازار بکنا شروع ہوا۔

(۳) بادشاہ اور ارکان دولت نے ایک ایک گائے دربار عام کے دروازہ پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور کباب تیار ہوئے سب نے کھائے۔

(۴) جہاں جہاں ملک میں مسجدیں شہید کی گئی تھیں دوبارہ تعمیر کی گئیں۔

(۵) دربار عام کے قریب ایک خوشنما مسجد تعمیر ہوئی۔ پنج وقتہ بادشاہ معہ امراء اس میں آپ کے پیچھے با جماعت نماز پڑھتے تھے۔

(۶) شہر بہ شہر محتسب شرعی مفتی و قاضی مقرر ہوئے۔

(۷) کفار پر جزیہ مقرر ہوا۔

(۸) جس قدر قانون خلاف شرع جاری تھے سب یک قلم منسوخ کئے گئے۔

(۹) جملہ بدعات اور رسوم جاہلیت مسدود کئے گئے۔

اسلام کو نئے سرے سے رونق اور دین میں تازگی آئی۔ مسلمانوں کے دل باغ باغ اور کفار کے سینے داغ داغ ہوئے۔

(نظم)

ہر طرف ہے سنت نبوی کی دھوم ہیں مروج چار سو دینی علوم
از فروغِ علمِ تفسیر و حدیث ہوگیا محبوس شیطان خبیث
ہے بہار سنت نبوی کو جوش ہے جہاں میں نغمہ دیں کا خروش
جھومتی ہیں ڈالیاں کس شوق میں مست گل ہیں اور غنچے ذوق میں
پر فضا ہے نکہتِ باغ نبی ﷺ پتی پتی سے عیاں ہے تازگی
ہے زباں پر بلبلوں کی مرحبا اور گلوں کا قہقہہ صلِّ علیٰ

اس کے بعد وزیر نے اور اور طرح سے بد دینی کے فتنے رواج دینے کے لئے بہت سی تدابیریں کیں۔ کبھی علامہ سید نور اللہ شستری مجتہد شیعی کو ایران سے بلا بھیجا کہ بادشاہ کو گمراہ کرے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جب وہ اس میں بھی ناکام رہے اور قتل کر دیئے گئے اس کے بعد عام طور پر دین اسلام کا رواج ہوا۔ اسی طرح سے عالمگیر بادشاہ کے عہد تک جو آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کا مرید تھا۔ برابر دین اسلام کو رونق اور تازگی رہی۔ انشاء اللہ قیامت تک آپ کے خلفاء اور مریدین سے احیاء دین و ترویج شرع متین ہوتی رہے گی۔

یا الٰہی تا قیامت یہ چمن پھولتا پھلتا رہے بہر حسن

## آپ کا حلیہ شریف

آپ کا قد موزوں اور کامل تھا۔ آپ نازک اندام اور آپ کا رنگ گندم گوں مائل بہ سفیدی تھا۔ آپ کے ناصیہ اور رخسار مبارک سے ایسا نور ہویدا تھا کہ آنکھ کام نہ کر سکتی تھی۔ آپ کے بدن مبارک پر کبھی میل نہ جمتا تھا۔ آپ کے پسینہ میں گرمی ہو یا برسات کسی موسم میں بو نہ آتی تھی۔ آپ کی پیشانی کشادہ تھی۔ اس پر سجدہ کا نشان اور پیشانی سے بینی تک ایک سرخ خط کشیدہ تھا جو ہمیشہ چمکتا رہتا تھا۔ آپ کے ابرو سیاہ باریک' کشادہ آنکھیں بڑی بڑی سرخی مائل' سفیدی و سیاہی نہایت گہری و آپ کی بینی بلند' لب سرخ' دہن متوسط' دندان متصل اور درخشاں تھے۔ آپ کی ریش مبارک بانبوہ' شکوہ مربع اور رخسار باریک پر بال متجاوز نہ تھے۔ آپ کے موئے مبارک پر سفیدی غالب تھی۔ ہاتھ کھلے' انگلیاں باریک پاؤں نہایت لطیف پاشنے بہت صاف سینہ فیض گنجینہ پر بالوں کا صرف ایک باریک خط تھا۔ آپ کی کمر بہت پتلی اور نازک تھی۔

## آپ کے اخلاق' عادات اور وضع

آپ کا خلق سراپا محمدی تھا۔ صبر و شکر علم و تواضع' زہد و ورع و قناعت و تسلیم و رضا توکل آپ کے عادات میں داخل تھے۔ جنازہ کے ساتھ مشایعت کرتے۔ بخشائش موتی کے لئے اپنی ہمت صرف فرماتے اور مریضوں کی عیادت فرماتے۔ مسنون دعائیں ان پر دم کرتے دفع مرض کے لئے توجہ مبذول فرماتے اور صدہا ہزارہا آدمی شفا پاتے۔ ایام مسنون پنج شنبہ اور شنبہ کو سفر فرمانے کے وقت ادعیہ ماثورہ پڑھتے۔ دوسرے دنوں کو سفر کے لئے نحوست نہ جانتے تھے۔ خلاف شرع جلسوں اور عام دعوتوں میں شرکت نہ فرماتے۔ خاص دعوتوں میں شریک ہوتے۔ اگر کسی موقع پر ذرا بھی آداب شرع آپ سے ترک ہو جاتے۔ آپ بہت استغفار پڑھتے۔ نعمتوں پر صبر اور تکالیف پر شکر کرتے تھے۔ جیسا کہ رفص الخواص کو کرنا چاہیئے۔ ہر امر میں آداب سنت ملحوظ اور اجتناب بدعت مدنظر رکھتے ہیں۔ لباس بھی آپ کا بموجب شرع شریف تھا۔ سر پر عمامہ اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دونوں سرے شانوں پر چھوٹے ہوئے۔ ایک میں مسواک آویزاں کرتے کے آستین چاک یعنی سلی ہوئی نہ ہوتی تھی پاجامہ ٹخنوں سے اونچا کبھی نصف ساق تک جوتا معمولی۔ ہاتھ میں عصا' کاندھے پر جانماز جمعہ اور عیدین میں لباس فاخرہ مسنون زیب تن فرماتے تھے۔

## آپ کے عقائد

آپ متکلمین میں سے علماء ماتریدین کے عقائد کی تقلید کرتے اور فرماتے تھے کہ کشف صحیح سے اس کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے اس میں بمقابلہ عقائد اشعریہ فلسفہ کا دخل نہیں ہے اور یہ طریق انوار نبوت سے مقتبس ہے اور بعض شیوخ کو جو اس کے خلاف مکاشفات ہوئے ہیں بے اصل و بے بنیاد ہیں۔ آپ تعلیم دین کو بمقابلہ تلقین سلوک مقدم رکھتے تھے اور نبوت کو ولایت سے افضل فرماتے اور خاص خاص انسانوں کو خاص خاص ملائک پر فضیلت دیتے اور اصحاب کبار کو تمام اولیاء سے بہتر جانتے۔ اولیاء عشرت کو اولیاء عزت سے اعلیٰ اور مذہب حنفی کو دیگر مذاہب پر ترجیح اور طریقہ نقشبندیہ کو اور طرق پر فوقیت دیتے اور فرماتے تھے کہ یہ طریقہ بسبب اتباع شرع شریف بعینہٖ طریقہ اصحاب کبار ہے۔ اس کی نسبت دیگر نسبتوں سے بلند اور ارفع ہے اور مشائخ متاخرین حضرت حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند اور خواجہ محمد پارسا اور خواجہ علاؤ الدین عطار علیہ الرحمۃ وخواجہ عبیداللہ احرار علیہم الرضوان نے جو بعض امورات کو روا رکھا ہے اور وہ بظاہر خلاف شروع معلوم ہوتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ وہ امور لازم الاتباع نہیں ہیں۔

آپ اکثر اوقات حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے محامد بیان فرماتے۔ مگر ان کے بعض مکاشفات خلاف شروع کی تردید کرتے تھے۔ کلمات توحید وجودی کا اظہار بلا غلو حال ناپسند اور ایسے قال کی تقلید کو ناجائز فرماتے تھے۔ حافظ ؎

رموز سرا نا الحق چہ داند آں عاقل — کہ منجذب نہ شد از جذبہائے رحمانی

معارف توحید شہودی کو توحید وجودی پر اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ ذکر جہر کو خلاف ادب جانتے اور چلہ کشی کو بے ضرورت اور خلاف سنت۔ سجدۂ قبور کو اور سماع اور رقص اور صندل و چراغاں عرس کو ناجائز فرماتے اور سختی سے منع کرتے تھے۔ نفس میلاد شریف کو جائز اور طریقہ مروجہ کو ناجائز فرماتے تھے۔ مگر زیارت قبور کو مستحسن اور اولیائے اللہ سے مدد چاہنے کو درست اور ایصال ثواب عبادات مالی اور بدنی کو جائز اور عام امر مسنون کو خواہ کوئی بہ تعین ادا کرے داخل سنت قرار دیتے تھے اور طواف و بوسہ دہی قبور کو مکروہ جانتے تھے۔ مزارات والد و پیر بزرگوار پر شروع شروع آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہاتھ پھیر کر چہرہ انور سے ملتے تھے۔ بالآ خراس کو بھی ترک فرما دیا تھا۔ حتی الامکان مذاہب فقہاء میں جمع کر کے متفق علیہ مسئلہ پر آپ عمل فرماتے تھے۔ چنانچہ اس غرض سے آپ خود امامت کرتے تھے کہ سورہ فاتحہ نماز میں پڑھ سکیں اور قرات خلف الامام بھی نہ ہو اور چونکہ امام اعظم کے نزدیک قبرستان میں قرآن شریف پڑھنا مکروہ اور ان کے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک روا ہے۔ گاہے آپ پڑھتے تھے اور گاہے ترک فرما کر ادعیہ منسونہ پر اکتفا کرتے تھے۔

## آپ کے شبانہ روز اعمال

آپ ہمیشہ سفر ہو یا حضر موسم گرما ہو یا سرما بعد نصف شب بیدار ہوتے اور یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ الْبَعْثُ وَالنُّشُوْرُ اور یہ آیت بھی پڑھتے تھے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ o ھُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلاً وَاَجَلٌ مُسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ط وَھُوَاللّٰہُ فِی السَّمٰوٰاتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَ جَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَاتَکْسِبُوْنَ ط

## آپ کے آداب بیت الخلا

بعدازاں بیت الخلا کو تشریف لے جاتے۔ پہلے بایاں پیر رکھتے۔ بعد اس کے داہنا اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ جب بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر زور رکھتے۔ بعد فراغت بکلوخ طاق استنجا کرتے۔ اس کے بعد پانی سے استنجا کرتے اور بیت الخلا سے باہر نکلتے وقت پہلے داہنا پیر نکالتے۔

## آپ کے آداب وضو

وضو کرنے کو روبقبلہ بیٹھتے اور بلا کسی کی مدد کے وضو کرتے اور آفتابہ بدست چپ رکھتے اور ابتداء ہاتھ دھونے میں یہ دعا پڑھتے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَالْکُفْرُ بَاطِلٌ ۔ پہلے داہنے ہاتھ پر پانی ڈالتے بعدازاں بائیں پر۔ بعدازاں دونوں ہاتھ جمع کر کے دھوتے اور انگلیوں میں کف دست میں کف دست کی طرف سے خلال کرتے اور بوقت مضمضہ مسواک استعمال فرماتے اور تین مرتبہ داہنی طرف بعدہ تین مرتبہ بائیں طرف کرتے۔ پھر زبان پر کرتے اور اگر زیادہ کرتے تو رعایت وتر ملحوظ رکھتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور پہلے داہنی طرف کے اوپر کے دانتوں میں پھر نیچے کے دانتوں میں۔ بعد ازاں بائیں طرف اوپر کے دانتوں میں پھر نیچے کے دانتوں میں اور ہر وضو میں التزام مسواک رکھتے تھے۔ بعد فراغ مسواک کو اکثر خادم کے سپرد کرتے اور وہ اسی کو اپنی پگڑی کے پیچ میں رکھ لیتا اور آپ کلی کے پانی کو دور ڈالتے تھے اور رعایت تثلیث رکھتے تھے۔ بوقت مضمضہ یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَعَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَعَلٰی صَلٰوةِ حَبِیْبِکَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور تین دفعہ استنشاق بھی تازہ پانی سے جدا جدا کرتے اور بوقت استنشاق یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنْتَ مِنِّیْ رَاضٍ اور بعدہ منہ مبارک پر کمال آہستگی وسہولت سے بالائے پیشانی سے پانی ڈالتے اور داہنا ہاتھ داہنے رخسار پر اور بایاں ہاتھ بائیں رخسار پر گزارتے اور داہنے کو بائیں پر تقدم کرتے تاکہ ابتداء داہنے سے ہو اور منہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ بِنُوْرِکَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِیَاءِکَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ بعد ازاں داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوتے اور ہر مرتبہ اس پر ہاتھ پھیرتے تاکہ قطرہ نہ رہ جائے اور اسی طرح سے بایاں ہاتھ دھوتے اور انگلیوں کی جانب سے پانی ڈالتے اور داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ وَلَا تُحَاسِبْنِیْ حِسَابًا عَسِیْراً وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط بعد ازاں داہنے ہاتھ سے چلو میں پانی لے کر بائیں کف دست اور انگلیوں پر ڈال کر اس طرح زمین پر ڈالتے کہ چھینٹیں نہ اڑیں اور تمام سر کا مسح کرتے اور اطراف سر پر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پیچھے سے آگے تک پھیر لاتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ. بعد ازاں اسی پانی سے مسح گوش باطن سبابہ پشت گوش بزانگشت سے کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَرِقَابَ آبَائِیْ وَاعِذْنِیْ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. بعد ازاں داہنا پیر تین مرتبہ ٹخنوں سے اوپر تک دھوتے اور ہر مرتبہ اس پر اس طرح ہاتھ پھیرتے کہ قریب خشک کے ہو جاتا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسی طرح سے بایاں پیر دھوتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تَذِلَّ قَدَمِیْ وَقَدَمِ وَالِدِیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یَوْمَ تَذِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکَافِرِیْنَ فِی النَّارِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ اور بعد فراغت وضو یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ وَاجْعَلْنِیْ عَبْدًا شَکُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ اَنْ اَذْکُرَکَ کَثِیْرًا وَّیُسَبِّحَکَ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ. تا آخر اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اشْفِنِیْ بِشِفَائِکَ وَدَاوِنِیْ بِدَوَائِکَ وَعَافِنِیْ مِنَ الْبَلَاءِ وَاعْصِمْنِیْ مِنَ الْاَحْوَالِ وَالْاَمْرَاضِ وَالْاَوْجَاعِ۔ اور آپ اعضائے وضو کپڑے سے نہ پونچھتے۔

## آپ کی نماز تہجد، وتر اور مراقبہ

بعد ازاں پوشاک لطیف ونفیس پہنتے۔ بہ تجمل و وقار تمام متوجہ نماز ہوتے اور دو رکعت خفیف گزارتے اور ان دو رکعت میں بعد فاتحہ یہ آیت پڑھتے۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۵ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۵۔ اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ یہ آیت پڑھتے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۵ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۵۔ باقی نماز تہجد کو بطول قرات ادا کرتے۔ غالباً دو تین سیپارہ قرآن کے پڑھتے تھے۔ اور گاہ گاہ حالت غلبہ حضور میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت میں گزر جاتی۔ اور جب خادم پکارتا کہ صبح ہوئی جاتی ہے تب دوسری رکعت بہ تخفیف ادا فرما کر سلام پھیرتے۔ پس ازاں دوسری دو رکعتیں بقرات طویلہ لیکن اول سے کم ادا کرتے اور علیٰ ہذا القیاس بعد کی رکعتیں ایک دوسرے سے کم ادا فرماتے۔ بعد ازاں اگر اول شب میں وتر نہ پڑھے ہوتے تو تین وتر پڑھتے۔ اور بعد فاتحہ پہلی رکعت میں سورہ سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں قُل یا تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتے۔ تیسری رکعت میں بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ قنوت حنفی کو قنوت شافعی سے ضم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کرتے جیسا کہ حنفیوں کی کتاب میں موجود ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْ مَنْ عَافِیَۃَ وَتَوَلَّنَا فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مَنْ اَعْطَیْتَ ط وَقِنَا رَبَّنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ ط اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ ط اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ اور اگر وتر اول شب میں پڑھ لیا کرتے تو تہجد بارہ رکعت پڑھتے اور کبھی آٹھ اور کبھی دس پر اکتفا فرماتے اور اکثر نماز تہجد میں سورۂ یٰسین پڑھتے اور فرماتے کہ اس کی قرات میں نفع بسیار اور نتائج بیشمار پائے گئے ہیں اور سورہ آلم سجدہ اور سورۂ ملک اور سورۂ مزمل اور سورۂ واقعہ اور چہار قل بھی پڑھتے تھے اور بعد نماز آخر سورۂ آل عمران سے یہ پڑھتے تھے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَۃِ اور ستر دفعہ استغفر اللہ پڑھتے اور کبھی کبھی یہ آیت کریمہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَہٗ ستر مرتبہ پڑھتے بعدہٗ صبح تک مراقبہ کرتے یا کلمہ طیبہ پڑھتے یا قبل از صبح موافق سنت سنیہ علی مصدرہ الصلوٰۃ والتحیۃ سو جاتے تا کہ تہجد بین النومین واقع ہو۔

## آپ کی نماز فجر

اور قبل صبح کے بیدار ہوتے اور وضو جدید فرما کر سنت گھر پڑھتے۔ بعد ازاں بجانب قبلہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے۔ پھر اٹھ کر متوجہ مسجد ہوتے لیکن آخر میں یہ اضطجاع ترک کر دیا تھا۔ بعد ازاں فجر بجماعت کثیر اول وقت ادا کرتے اور خود امامت فرماتے اور طوال مفصل پڑھتے اور بعد ادائے فرض اسی جلسہ میں دس مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ بعد ازاں یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے۔ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ وَحٰمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ کو اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ تک اور آیۃ الکرسی اور یہ آیت فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ کو تُخْرَجُوْنَ تک پھر یمین و یسار قوم کی طرف رجوع ہو کر دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے بعد دعا دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیرتے۔

## آپ کا حلقہ ذکر و توجہ

بعد ازاں آپ مع اصحاب حلقہ ذکر و مراقبہ فرماتے اور شغل باطنی میں تا بلندی آفتاب بقدر یک نیزہ مشغول رہتے۔ حلقہ میں کبھی کبھی حافظ صاحب سے قرآن شریف بھی سنتے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## آپ کی نماز اشراق' استخارہ' نماز اوابین

بعدہ دو رکعت نماز اشراق پڑھتے۔ اول رکعت میں بعد فاتحہ آیت الکرسی اور سورہ یٰسین کو تَـانُفِـخَ فِـی الصُّوْرِ. اور دوسری رکعت میں ختم یٰسین تک اور سورہ والشمس پھر دو رکعت بہ نیت استخارہ پڑھتے۔ کبھی اول رکعت میں قُلْ یا اور دوسری میں قُلْ ھُوَاللہُ اور کبھی پہلی میں سَبِّحِ اِسْمَ اور اَلَمْ نَشْرَحْ وَقُلْ یا اور دوسری میں قُلْ ھُوَاللہُ تین مرتبہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھتے اور بعد متشہد درود و استغفار اس طرح پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّی لاَ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ بعدہ دعا استخارہ پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنْ مَا اُرِیْدُ مِنْ اَیِّ عَمَلٍ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَلْیَوْمَ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ مَا اُرِیْدُ مِنْ اَیِّ عَمَلٍ شَرٌّلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَلْیَوْمَ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بوقت شام بعد تمام اوابین یہی دعاء استخارہ پڑھتے اور بجائے اَلْیَوْمَ اللَّیْل پڑھتے اور جب بعد نماز صبح سکوت فرماتے تو بعض دعوات یومی بعد اشراق پڑھتے۔ وہ دعائیں یہ ہیں۔ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَہٗ وَنَصْرَہٗ وَنُوْرَہٗ وَبَرَکَتَہٗ وَھُدَاہُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ وَشَرِّمَا بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ لِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ شام کے وقت بجائے الیوم کے اللیل و اصبح کے امسیٰ مرتبہ پڑھتے اور تین مرتبہ اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ اور تین مرتبہ بِسْمِ اللہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ نَبِّئْنِیْ قَبْلَ اَنْ یُّنَبِّیءَ الْمَوْتُ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ مُرْشِدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نَفْسِیْ اور سات دفعہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ط اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ط اور سات مرتبہ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ قَلِّبْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اور سات دفعہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اور سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہ اور تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور تینتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ایک دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۵ اور بعض ادعیہ نماز کو بعد نماز اوابین میں پڑھتے اور ان چہار کلمات کو ہر فرض کے بعد موافق اعداد مذکورہ بالا پڑھتے۔

## آپ کی خلوت اور صحبت

بعد ازاں خلوت میں تشریف لے جاتے اور بمقتضائے حال کبھی قرآن شریف پڑھتے اور کبھی کبھی کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے اور گاہ گاہ طالبان خدا کو جدا جدا طلب کر کے احوال پرسی فرماتے اور ہر ایک کے حال کے موافق ارشاد فرماتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ان کا احوال خفیہ اگلا پچھلا خود بہ تفصیل وشرح فرماتے اور کیفیات سے آگاہ فرماتے اور کبھی خاص خاص اصحاب کو طلب فرما کر اسرار خاص و معارف مکشوفہ بیان فرماتے اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش کرتے اور معارف بیان کرتے وقت محسوس ہوتا کہ گویا القاد اعطاء حال کرتے ہیں۔ بارہا ایسا اتفاق ہوتا کہ جس وقت طالب کوئی معرفت حضرت کی زبان سے سنتے بمجرد سننے کے اس معرفت سے بتوجہ حضرت متحقق ہو جاتے اور ہر ایک کو اس کے حال اور استعداد کے موافق ذکر و فکر فرماتے اور تمام کو علو ہمت واتباع سنت و دوام ذکر و حضور مراقبت و اخفاء حال کی تاکید فرماتے اور تکرار کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی نہایت ترغیب دلاتے اور فرماتے کہ تمام عالم بمقابلہ اس کلمہ معظم کے مثل قطرہ کے ہے بمقابلہ دریائے محیط کے اور فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ طیبہ جامع کمالات ولایت و نبوت ہے اور فرماتے کہ فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ اگر تمام جہان کو ایک مرتبہ کلمہ پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو بھی گنجائش رکھتا ہے اور فرماتے کہ اس کے برابر کوئی آرزو دل میں نہیں ہے کہ ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اس کلمہ کے تکرار سے متلذذ و محظوظ ہوں۔ مگر کیا کیا جائے کہ یہ آرزو میسر نہیں اور مریدوں کو کتب فقہ کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تاکہ معلوم ہو کہ کون سا مسئلہ مفتی بہ ہے اور کون مسنون و معمول بہ اور کون بدعت و مردود۔ حضرت کے اصحابوں سے خاموشی کی صحبت ہوتی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور اصحاب پر اس قدر دہشت و ہیبت غالب تھی کہ مجال انبساط و دم زدن نہ تھی اور حضرت کی تمکین اس درجہ کی تھی کہ باوجود تواتر و تکاثر واردات متنوعہ و متلونہ ہرگز کبھی اثر تلوین ظاہر نہیں ہوا۔ البتہ بسبیل مدت چشم پر آب ہو جاتی اور گاہ گاہ اثنائے بیان حقائق میں تلون رنگ رخسارہ و دیدہ ہو جاتا۔

## آپ کی نماز چاشت

بعدہ نماز ضحیٰ یعنی نماز چاشت کی آٹھ رکعت ادا کرتے۔ ہر چند کہ چار رکعت جو اول پڑھتے تھے۔ داخل ضحیٰ تھیں حاصل یہ کہ نماز ضحیٰ بارہ رکعت پڑھتے تھے اور کبھی بسبب قلب انہیں چار رکعت پر جو کہ اول بنام اشراق پڑھتے' اکتفا فرماتے اور کبھی دو ہی اول پر اور قرات نماز چاشت میں بعد فاتح سَبِّحِ اسْمَ اور وَالشَّمْسُ اور وَالَّيْلِ اور وَالضُّحیٰ اور چہار قل پڑھتے تھے۔ اوائل حال میں نماز تہجد والضحیٰ وفی الزوال میں اکثر تکرار قرات سورۂ یٰسین فرماتے حتیٰ کہ گاہ گاہ اسی اسی مرتبہ اس سورہ کا دن رات میں پڑھنے کا اتفاق ہو جاتا اور آپ نماز ضحیٰ خلوت میں ادا فرماتے تھے۔

## آپ کا طعام و قیلولہ

بعدہ محل سرا میں تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے اور کھاتے وقت فرزندان اور درویشوں کو طعام تقسیم فرماتے اور خادموں میں سے اگر کوئی شخص موجود نہ ہوتا تو اس کے حصہ کا کھانا رکھ چھوڑنے کے واسطے ارشاد فرماتے۔ حضرت کے گھر کا کھانا نہایت لذیذ ہوتا۔

نقل ہے کہ جب حضرت لشکر سلطانی کے ہمراہ تھے بادشاہ کا گزر سرہند شریف میں ہوا۔ حضرت نے بادشاہ کی دعوت کی۔ بادشاہ کھانا کھا کر نہایت خوش ہوا اور کہا کہ ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا ہوگا۔ کیونکہ یہاں کی سی سرایت انور و نسبت و طہارت اس کے کھانے میں کہا۔ راقم الحروف کا تجربہ ہے کہ جو خادم حضرت والدی مرشدی و مولائی حضرت حافظ عباس علی خان صاحب قادری ونقشبندی مجددی قدس سرہ کے گھر کے کھانے میں خواہ وہ کیسا ہی خشک ہوتا۔ لذت پاتے۔ کسی امیر و کبیر کے کھانے میں خواہ وہ کیسا ہی عمدہ ہوتا نہیں پاتے۔ وہی سرایت انوار و نسبت کی وجہ ہے کہ کھانا کھاتے وقت حضرت داہنا زانوں کھڑا کر لیتے اور بایاں لٹا دیتے اور کبھی داہنا زانو لٹا دیتے اور گاہ گاہ دو زانو کھڑا کر لیتے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے اور بعض اوقات یہ دعا پڑھتے۔ بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَاللهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ط اور سورہ لِاِیْلٰفِ پڑھتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور بعد کھانا کھا چکنے کے اگر طعام نمکین ہوتا تو دعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ اللَّطِیْفَ الْمَلِیْحَ بِغَیْرِ حَوْلٍ وَّلَا قُوَّةٍ اور اگر طعام شیریں ہوتا تو هٰذَا الطَّعَامُ الْحُلْوُ فرماتے اور کبھی یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمْنَا وَاَسْقَانَا وَاَشْبَعَنَا وَالْوَاذِ وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور اگر کسی کی دعوت نوش فرماتے تو یہ بھی پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَا کِلِهٖ وَلِبَاذِلِهٖ وَلِمَنْ کَانَ لَهٗ شَیْئًا وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ. اگر صاحب طعام موجود ہوتا تو فرماتے۔ جَزَاکُمُ اللّٰهُ خَیْرًا اور اگر صاحب طعام غائب ہوتا تو جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا اور کبھی یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اجْعَلْهَا عَوْنًا عَلٰى مَا تُحِبُّ۔ مگر کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر فاتحہ نہ پڑھتے تھے۔ جیسا عام ملا کرتے ہیں اور تین انگلیوں سے لقمہ لیتے اور جب خواہش نہ ہوتی حلق تک لے جا کر مزہ لے لیتے گویا کہ کھانے کی رغبت نہیں ہے۔ محض اس نیت سے کہ کھانا سنت ہے۔ تناول فرماتے۔ آپ کی غذا نہایت قلیل دو چپاتی گیہوں کی ہوتی تھیں اور بکری کا گوشت اور مغز (بھیجا) بہت مرغوب تھا۔ کباب بھی دسترخوان پر ہوتے تھے۔ مَعَ ذٰلِکَ فرمایا کرتے کہ بحکم اقتضائے آخر زمانہ بھوک میں کمال اتباع آنسرور (دین ودنیا ﷺ) میسر نہیں ہوتا اور کھانا نہایت خشوع اور خضوع سے تناول فرماتے اور اس امر کی مریدوں کو بھی نہایت تاکید فرماتے اور آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ عارف کو کوئی چیز ملکیت سے بشریت کی طرف لانے والی کھانے سے زیادہ نہیں۔ بعدہ تھوڑی دیر بحکم سنت قیلولہ فرماتے تھے اور جیسے ہی اذاں ہوئی بمجرد استماع اللہ اکبر بے اختیار بعجلت اٹھ بیٹھتے اور تخت سے زمین پر اتر آتے۔

## آپ کی نماز فی الزوال

بعض وقت آپ اذاں سنتے اس کا جواب دیتے۔ بوقت شہادت ثانیہ تقبیل ابہامین فرما کے قُرَّةُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اور بوقت حیعلتین لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فرماتے اور فی الفور وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔ بعدازاں چار رکعت سنت فی الزوال بطول قرات ادا کرتے اور فرماتے کہ رسول خدا ﷺ نے زمانہ بعثت سے تا زمان حلت سنت زوال ترک نہیں کیں اور اس میں طوال مفصل پڑھتے اور کبھی مقتضائے گنجائش اختصار فرماتے۔

## آپ کی نماز ظہر

بعدازاں چار رکعت سنت مؤکدہ ظہر کی پڑھتے اور بعد تکبیر اقامت خود امامت فرماتے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ظہر کے فرض ادا کرتے اور قرات طویل پڑھتے اور بعد فراغ نماز فرض کے یہ دعاء اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذُالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ پڑھ کر کھڑے ہو جاتے۔ بعد ازاں دو رکعت سنت موکدہ پڑھتے اور پھر چار رکعت سنت زائد پڑھتے بعد ازاں ظہر کے بعد کی ماثورہ دعائیں پڑھتے۔

## آپ کا حلقہ ذکر و توجہ و تعلیم دین و نماز عصر و ختم خواجگان

اس کے بعد قوم کی جانب متوجہ ہو بیٹھتے اور اصحاب کے ساتھ حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن شریف پڑھتے اور حضرات مریدوں کو مراقبہ کراتے اور بعد فراغ کے دو ایک سبق دینی کتب کے درس فرماتے اور جب بعد مثلین وقت عصر ہو جاتا تو تجدید وضو کے واسطے اٹھتے اور چار رکعت سنت عصر ادا کرتے۔ بعد ازاں خود امامت کرتے اور بجماعت کثیر فرض عصر ادا کرتے۔ بعد ازاں ادعیہ ماثورہ وقت عصر کو پڑھ کر قوم کی طرف پھر بیٹھتے اور اصحاب ختم خواجگان پڑھتے اور حلقہ کرتے اور حافظ صاحب طالبان ہوتے اور ان کی ترقی کے واسطے ہمت فرماتے اور کبھی کچھ اور عمل صالح کرتے۔

## آپ کی نماز مغرب اور صلوٰۃ اوابین

بعد ازاں اول وقت نماز مغرب پڑھتے اور بعد ادائے فرض دس مرتبہ لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھتے اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ پڑھتے۔ بعد ازاں چھ یا چار رکعت نماز اوابین پڑھتے اور اکثر اوقات اس میں سورہ واقعہ و سورہ اخلاص اور گاہے چھ رکعت پڑھتے۔

## آپ کی نماز عشاء و وتر

بعد زوال بیاض افق کہ نزدیک امام اعظم صاحب شفق اسی سے مراد ہے۔ وہ وقت عشاء متفق علیہ ہے۔ مسجد میں تشریف لاتے اول دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔ بعد ازاں چار رکعت یا دو رکعت سنت گزارتے اور پھر فرض ادا کرتے اور بغیر اس کے کہ ادعیہ پڑھیں صرف اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ دعا مذکور پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھتے۔ بعد ازاں چار رکعت اور مستحب پڑھتے۔ بعد ازاں وتر پڑھتے۔ بعدہ الم سجدہ پڑھتے اور کبھی فرض چار رکعت میں سورۂ سجدہ و تبارک وَقُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ وَقُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھتے اور دعاء قنوت حنفی و شافعی کہ حنفیوں نے جمع کیا ہے اور اول بیان ہو چکی ہے جمع کرتے۔ بعد ازاں دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ اول رکعت میں اِذَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ اور دوسری رکعت میں قُلْ یٰاَیُّهَاالْکَافِرُوْنَ پڑھتے اور آخر میں ان دو رکعت کو ترک کر دیا تھا اور ارشاد فرماتے تھے کہ اس میں اختلاف ہے۔

## آپ کے اوراد

آپ بلا ناغہ رسالہ صلوٰۃ تا سورہ جو ایک جزو سے زیادہ ہے اور دلائل قادریہ جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا مصنفہ درود ہے۔ کبھی بعد نماز ظہر اور کبھی بعد نماز عشاء پڑھا کرتے تھے۔

## عام مسائل نماز

بروقت نماز حضرت ہر دو ابہام کان کی لو تک لے جاتے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو بغیر اس کے کہ کھلی یا چوڑی رکھیں بلکہ متوجہ قبلہ رکھتے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھوں کو نیچے لاتے اور زیر ناف داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح سے رکھتے کہ داہنے ہاتھ کی خنصر اور ابہام سے حلقہ ہو جاتا اور تین انگلیاں کلائی پر لمبی لمبی رکھی جاتیں اور دونوں پیروں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہوتا اور دونوں پیروں پر برابر زور رکھتے اور ایک پیر پر زور دے کر دوسرے کو آرام نہ دیتے اور قیام میں سجدہ کی جگہ نگاہ رکھتے اور نہایت تجویز و تعمق معانی و اسرار قرآنی سے قرات پڑھتے۔ بعد ازاں تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے اور قدموں پر نظر رکھتے اور سر پشت کے ساتھ برابر کرتے اور زانوں کو انگلیاں کھول کر بقوت پکڑتے اور زانو ٹیڑھا نہ ہونے دیتے۔ بعد ازاں قومہ بمقدار تسبیح جلسہ کرتے اور بحال انفراد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بقدر تسبیح جلسہ کرتے اور سجدہ میں ناک کی نرمہ پر نگاہ رکھتے اور پیٹ کو زانو سے اور زانو کو بازو سے جدا رکھتے اور بوقت سجدہ تمام اعضاء پر برابر زور دیتے اور تشہد میں دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ رکھتے اور کنار پر نظر رکھتے اور حضرت کے تمام اصحاب نماز میں حضرت کی تقلید کرتے۔ بہت سے آدمی حضرت کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فریفتہ ہوتے۔ بعد نماز عشاء اور قبل سونے کے حضرت سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی و امن الرسول تا آخر اور آیہ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور آیہ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ الخ اور چہار قل پڑھتے اور جس وقت لیٹتے پہلوے راست پر تکیہ کرتے اور داہنے ہاتھ کو داہنے رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُ اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلَنَا وَاِنْ اَرْسَلْتَنَا فَاحْفَظْنَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَالْجَاتِ ظَهْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَةً وَ رَهْبَةً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِرَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُکَ بِکُلِّ لِسَانٍ وَاَسْتَعِیْذُبِکَ مِنَ الْبَلَایَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ کُلِّهَا مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ. تین مرتبہ اس کلمہ کا تکرار کرتے پھر تینتیس مرتبہ سبحان اور تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِیَدِهِ الْخَیْرِ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کبھی آپ تشہد میں انگشت شہادت نہ اٹھاتے تھے اور کبھی بجماعت نماز نفل سوائے تراویح اور کسوف نہ پڑھتے تھے اور نماز خسوف منفرد ادا کرتے تھے۔

## آپ کی نماز جمعہ وعیدین وتراویح وغیرہ

نماز جمعہ کو جس طرح کہ علماء حنفیہ نے فرمایا ہے اسی طرح ادا کرتے اور بعد فرض جمعہ سات دفعہ سورہ اخلاص اور سات دفعہ معوذتین مع بسم اللہ اور احتیاطاً بعد ادائے جمعہ صلوٰۃ ظہر کو ادا فرماتے کہ کل شرائط جمع بقول بعض فقہاء اس وقت پائی نہیں جاتیں اور اس طرح نیت کرتے۔ نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اللّٰهَ تَعَالٰی اَرْبَعَ رَکْعَةِ اٰخِرِ فَرْضِ الظُّهْرِ اَدْرَکْتُ وَقْتَهٗ وَلَمْ اَدِهٖ (ترجمہ) میں نے چار رکعت آخر فرض ظہر کی نیت کی۔ پایا وقت اس کا اور نہ ادا کیا تھا اس وقت تک) اگر کبھی کچھ بیماری وغیرہ ہوتی اور نماز جمعہ کو نہ پہنچتے تو منفرد ادا کرتے اور اسی طرح سے سفر میں بھی طریقہ جاری رکھتے اور آخر عشرہ رمضان میں مسجد میں اعتکاف کرتے اور عشرہ ذی الحج میں عزلت اختیار کرتے اور ان عشرات میں طاعات واذکار وصیام کی طرف بہت راغب ہوتے اور درود پڑھتے اور شبہائے جمعہ کو مع اصحاب حلقہ کر کے درود شریف پڑھتے۔ عیدالاضحیٰ کو راہ میں تکبیریں باآواز بلند کہتے اور عشرہ ذی الحج کو حاجیوں کی مشابہت کر کے سر اور ناخن نہ ترشواتے۔ صرف بعض ادعیہ ماثورہ پڑھا کرتے تھے اور عشرہ ذی الحج میں ہر روز نماز عشاء اور نماز فجر کی دوسری رکعت میں سورہ الفجر پڑھتے اور تعریف بغیر عرفہ کو یعنی ان احکام کی یہاں بجا آوری جن کو حاجی لوگ عرفات میں کرتے ہیں آپ مکروہ جانتے تھے اور نماز تراویح کی بیس رکعت ادا کرتے اور سفر و حضر میں بجمعیت تمام ادا کرتے اور تین قرآن شریف سے کم ماہ صیام ختم نہ کرتے اور ہر چہار رکعت تراویح کے بعد تین دفعہ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ اور ہر دو رکعت کے بعد یہ دعا پڑھتے یَا كَرِيْمَ الْمَعْرُوْفِ يَا قَدِيْمَ الْاِحْسَانِ اَحْسِنْ عَلَيْنَا بِاِحْسَانِكَ الْقَدِيْمِ يَا اللّٰهُ اور ختم کل تراویح پر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الرِّضْوَانَ وَالْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ٥ اَللّٰهُمَّ يَا خَالِقَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَا كَرِيْمُ يَا سَتَّارُ يَا رَحِيْمُ يَا بَارُّ اَجِرْنَا يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ يَا مُجِيْرُ بِعِزَّتِكَ وَفَضْلِكَ رَبِّيَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاتِ الدَّائِمَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

دیگر ایام میں چونکہ خود حافظ قرآن تھے۔ بعد ظہر ہمیشہ تلاوت فرماتے تھے اور حلقات میں استماع قرآن شریف ہمیشہ جاری تھا اور نماز وغیرہ میں اس طرح قرات پڑھتے تھے کہ گویا ادائے معنی ضمن الفاظ میں فرماتے جاتے ہیں اور سامعین کو بدیہی طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اسرار قرآنی اس مقرب سبحانی پر وارد ہورہے ہیں بہت سے آدمی جو کہ مرید بھی نہ ہوتے تھے' کہتے کہ حضرت قرآن اس طور سے پڑھتے ہیں۔ گویا الفاظ ان کے دل سے نکلتے ہیں اور ہرگز آواز بنا بنا کر نہ پڑھتے تھے اور نماز تراویح میں اکثر سامعین کو غنودگی ہوجاتی تھی لیکن حضرت کو کبھی کچھ نہ ہوتا تھا اور اسی طرح کھڑے کھڑے قرآن سنتے۔ ملا بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ایک روز میں نے حضرت سے عرض کیا کہ کیا باعث ہے کہ آپ کو کبھی غنودگی بھی نہیں ہوتی۔ فرمایا: شناوری دریا اسرار قرآنی فرصت نہیں دیتی کہ پلک بھی جھپکاؤں' سفر میں منزل پہنچنے تک تلاوت قرآن فرماتے اور جس وقت آیت سجدہ آتی۔ فی الفور سواری سے اتر کر زمین پر سجدہ کرتے اور حالت انفراء میں تسبیحات رکوع وسجود پانچ وسات بلکہ نو وگیارہ پڑھتے اور کبھی تین مرتبہ پر اختصار فرماتے۔ حسب موقع ادا فرماتے کہ شرم آتی ہے کہ باوجود قوت واستطاعت حالت انفراء میں اقل تسبیحات پر اختصار کیا جائے اور حالت امامت میں اس قدر کہتے کہ مقتدی بفراغت تین مرتبہ کہہ سکیں۔

------------

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# چوتھا جوہر

## حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تصانیف، تعلیم، طریقہ، وصال صاحبزادگان اور خلفاء کے بیان میں

### آپ کی تصانیف

علوم شریعت اور معارف طریقت میں آپ کی بے شمار تصانیف ہیں ان میں سے صرف وہ تصنیفات جن کے مسودہ باقی رہ گئے تھے اور وہ مرتبہ شہرت کو پہنچیں (۶۴۵) ہیں۔

۱۔ اثبات النبوۃ: اس میں آپ نے ابوالفضل وغیرہ دہریہ اور اکثر ملحدین کے اقوال کا رد کر کے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا بدلائل عقلیہ ونقلیہ نہایت شرح وبسط سے ثبوت دیا ہے۔

۲۔ رسالہ رد روافض: اس میں آپ نے شیعہ شنیعہ کے اس رسالہ کا دنداں شکن جواب دیا ہے جو انہوں نے بوقت محاصرہ مشہد مقدس علماء و ماوراء النہر کو قتل کرنے اور ان کا مال لوٹنے کے جواز میں لکھا تھا۔

۳۔ شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ تعلیقات عواف جو آپ نے بطور ایک اعلیٰ حاشیہ کے عواف پر تحریر کیا ہے۔

۵۔ رسالہ علم حدیث۔

۶۔ رسالہ حالات خواجگان نقشبند

۷۔ رسالہ تہلیلیہ۔

۸۔ رسالہ مکاشفات غیبیہ

۹۔ رسالہ آداب مریدین۔

۱۰۔ رسالہ مبدء ومعاد۔

۱۱۔ رسالہ معارف لدنیہ۔

رسالہ نمبر ۱۰ اور ۱۱ میں آپ نے اپنے مکاشفات اور مقامات خاصہ بیان فرمائے ہیں ان رسالوں کے سوا آپ کے (۲۴۴) مکتوب ہیں کہ ہر ایک ان میں سے بمنزلہ ایک مستقل رسالہ کے ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## آپ کے مکتوبات شریف

آپ کے کل مکاتیب (۵۳۴) ہیں جو تین جلدوں میں منقسم ہیں۔

جلد اوّل: موسوم باسم تاریخی در المعرفت اس میں بموجب تعداد پیغمبران مرسل یا بعدو اصحاب بدر (۳۱۳) مکتوب ہیں۔ اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا یار محمد الجدید البدرخشی الطالقانی سے ۱۰۲۵ھ میں جمع کیا۔

(نوٹ) بدخش مخفف بدخشان کا اور طالقان ملک فارس میں ایک شہر کا نام ہے۔

جلد ثانی: موسوم باسم تاریخی نور الخلائق اس میں صرف (۹۹) مکتوب ہیں۔ اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحیٔ حصاری نے ۱۰۲۸ھ میں جمع کیا۔

جلد ثالث: موسم بہ اسم تاریخی مَعْرِفَةُ الْحَقَائِقِ اس میں (۱۲۲) مکتوب ہیں۔ اس کو آپ کے خلیفہ مولانا خواجہ محمد ہاشم برہانپوری نے ۱۰۳۱ھ میں جمع کیا۔

آپ کے مکتوب قدسی آیات میں اعلیٰ اعلیٰ معارف اور عمدہ عمدہ حقائق بیان ہوئے ہیں عرب وعجم کے علماء اور سرآمد مشائخ نے ان کو ملاحظہ کر کے آپ کی مجددیت کی تصدیق کی اور آپ کی تصانیف کی توصیف میں تقریظیں اور رسالے تحریر کئے۔ واضح ہو کہ مکتوبات شریف کے مضامین کی رفعت ومنزلت دو اعتبار سے ہے۔ ایک یہ کہ بسبب مرور ایام دوری زمانہ مسعود آں حضرت ﷺ دین میں بڑے بڑے نقائص اور خرابیاں پیدا ہوگئیں تھیں۔ دربار اکبری کے ہمرنگ مسلمانوں میں ایک ملحد گروہ قائم ہوگیا تھا جو توحید کو بغیر رسالت اسلام کیلئے کافی سمجھتا تھا۔ فلسفیوں نے ابطال نبوت پر کتابیں لکھ دیں تھیں۔ جاہل صوفیوں نے طریقت کو شریعت سے علیحدہ اور آزاد ٹھہرایا تھا۔ احکام قرآن واحادیث کی پابندی کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ نہ الہام اور ابہام میں تمیز رہی تھی نہ کشف اور وساوس شیطانی میں فرق باقی تھا۔ صوفیائے متقدمین کے شطحیات کی غلط غلط توجیہات قائم کر کے ان کو قابل عملدرآمد قرار دیا جارہا تھا۔ جب آپ کا ظہور ہوا۔ آپ نے اپنی تصنیفات میں نہایت خیریت سے ان سب بے دینوں کا مقابلہ کیا اور کتاب وسنت سے ہر امر کا فیصلہ فرمادیا اور جو خلاف شرع کلام صوفیاء متقدمین کا کشف حقیقی کے درجہ میں شمار ہوتا تھا۔ اس کو بھی صاف کر دیا۔ مثلاً ارشاد حضرت شیخ اکبر اَلْوَلَایَةُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّةِ وغیرہ مقامات سلوک کے بیان میں اگر کسی سے کچھ چوک یا غلطی ہوئی تھی۔ اس کو بھی آپ نے صحت کر کے وضاحت کر دی۔ مثلاً جناب شیخ نے فصوص الحکم میں مرتبہ جمع تشبیہ وتنزیہ کو اعلیٰ ترین قیام مقعد صدق تحریر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فرمایا ہے۔ وَشَبَّهٗ وَنَزَّهَهٗ وَقُمْ فِیْ مَقْصَدِ الْعَذْقِ آپ نے اس کی تصحیح میں مکتوب ۹۷ دوسری جلد میں تحریر فرمایا ہے۔

| ترجمہ | اصل عبارت |
|---|---|
| کفر طریقت کا ثمرہ تشبیہ ہے اور اسلام طریقت کا نتیجہ تنزیہہ جس قدر فرق کے درمیان تشبیہ و تنزیہہ کے لئے اسی قدر فرق درمیان کفر و اسلام طریقت کے ہے وہ گروہ مشائخ جنہوں نے کہ تشبیہ اور تنزیہہ کو جمع کیا ہے اور اس کو کمال خیال کیا ہے۔ درحقیقت وہ تنزیہہ کو نہیں پا سکے، جس کو انہوں نے تنزیہہ سمجھا ہے۔ واقع میں وہ بھی تشبیہ ہی ہے۔ ورنہ تشبیہ کو کیا قدرت ہے جو تنزیہہ حقیقی کے ساتھ میں جمع ہو سکے اور اس کے انوار کی چمک میں مضمحل اور ناچیز نہ ہو جائے چنانچہ ضرب المثل ہے کہ آفتاب کے روبرو ستارے نہیں چمکتے۔ | ثمرۂ کفر طریقت تشبیہ است و نتیجہ اسلام طریقت تنزیہہ ہر قدر فرق کہ درمیان تشبیہ و تنزیہہ ست ہماں قدر فرق کہ درمیان کفر و اسلام طریقت است طائفہ کہ جمع تشبیہ و تنزیہہ کردہ اند و آنرا کمال دانستہ اند آں تنزیہہ نیز از جملہ تشبیہ است کہ در نظر شان تنزیہہ درآمدہ است والا تشبیہہ راچہ یارا کہ با تنزیہہ حقیقی جمع شود و در شعشعان انوار آں مضمحل و ناچیز نگردد۔<br>بلے ہر جا شود مہر آشکارا<br>سہارا جز نہاں بودن چہ چارا |

دوسرا یہ کہ آپ کے بعض مکتوبوں میں وہ معارف و مقامات عالیہ بیان ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص طور پر بلا شرکت دیگر اولیاء اللہ عطاء فرمائے ہیں۔ جیسے امامت، سابقیت، خالصیت، تحلیصیت، اصالت اور قیومت، مجددیت الف ثانی دیگر کمالات نبوت و رسالت وغیرہ۔

## مکتوبات شریف کی تردیدات

مکتوبات شریف کی تردید کرنا تو دوسری بات ہے ان کا سمجھنا ہی بغیر لیاقت کاملہ اور عنایت الٰہیہ ہر ذی علم کو دشوار ہے پھر تردید کرنا خواہ وہ غلط ہو یا صحیح اور مشکل ہے تاہم بعض مکتوب کی تردید ضرور لکھی گئی اور اس کے دو باعث ہوئے۔

ایک یہ کہ آپ کا ایک مرید حسن خان افغانی آپ سے منحرف ہو کر کچھ مسودات مکتوبات شریف چرا کر لے بھاگا تھا۔ اس نے اس میں ترمیم اور تحریف کر کے متعدد نقول کر کے بغرض اغواء عمائد وقت کے پاس بھیج دیں، جس نے دیکھا۔ آپ سے غیر معتقد ہو گیا بعض نے تردید بھی لکھی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مگر رفتہ رفتہ حسن خاں کے واقعہ کا اور تحریف کا بھی لوگوں کو علم ہوتا گیا جس جس نے تردید لکھی تھی معذرت چاہی۔

چنانچہ شیخ فتح محمد فتح پوری چشتی اپنی کتاب مناقب العارفین میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالحق کے صاحبزادہ مولانا نورالحق سے معلوم ہوا کہ آپ کے مکتوبات شریف کے رد میں شیخ نے رسالہ لکھا تھا جب ان کو حسن خاں کی تحریف کا واقع معلوم ہوا تو انہوں نے معذرت کا مکتوب لکھا حالانکہ جناب مجدد رحمۃ اللہ اور شیخ پیر بھائی اور حضرت خواجہ کے مرید ہیں۔

دوسرا باعث یہ ہوا کہ جب آپ کی ذات بابرکات سے کرامات ظاہرہ اور کمالات باہرہ کا اظہار ہوا اور ہر طرف نور سنت پھیلا۔ ظلمت، شرکت و بدعت دور ہوئی۔ آپ کا عالمگیر شہرہ ہوا۔ بعض بے دینوں میں آتش حسد بھڑکی اور آپ کی کلام معجز نظام کی تردید میں کوشاں ہوئے۔ محمد صالح گجراتی نے ایک رسالہ بنام اشتباہ لکھا اور محمد عارف اور عبداللہ سورتی کو اغواء کر کے ان سے کچھ روپیہ فراہم کر کے سید محمد برزنجی مدنی کے پاس پہنچ کر اس سے بھی آپ کے مکتوب کا رد لکھوایا اور اس کا الراد البرزنجی نام رکھا گیا اور قشاشی نے بعداوت آپ کے خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری علیہ الرحمۃ کے مکتوبات کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور اس کا نام اسرار المناسک رکھا۔

## تردیدات کے جوابات

ان تردیدات کے جواب بھی نہایت بسط وشرح سے لکھے گئے۔ اگرچہ شیخ کے معذرت کر لینے کے بعد ان کے رسالہ کی تردید کی ضرورت باقی نہ تھی لیکن مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے اس کا جواب شافی ہدیہ مجددیہ اور اشتباہ محمد صالح کا دندان شکن جواب انوار احمدیہ تحریر کیا اور اس میں ضمناً قشاشی کے رسالہ اسرار المناسک کا بھی جواب دے دیا۔

ایراد البرزنجی اگرچہ ایک نہایت ہی غیر معتبر اور بالکل ہی بے حقیقت رسالہ تھا۔ حرمین شریفین کے تمامی علماء نے اس کی صحت کی تصدیق پر مہریں کرنے سے کلیتہً انکار فرما دیا۔ تاہم حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے اس کا مفصل جواب لکھا۔ اس کا نام الکلام المنجی فی ایراد البرزنجی رکھا اور علامہ وقت شیخ نورالدین محمد بیگ نے بھی رد برزنجی میں ایک مفصل رسالہ لکھا۔ اس رسالہ کی صحت پر علماء حرمین شریفین مثل عبداللہ لا آفندی، شیخ احمد البشبیشی، سید اسعد المفتی المدنی الحنفی، امام العلی الطبری، المفتی الشافی، عبدالرحمٰن بن محمد الصالح الامام المالکی، محمد بن الاقصی الحنفی، شیخ حسن العجمی، مرشد الدین بن احمد المرشدی نے مہریں اور دستخط کیے۔ شیخ معظم عالم محترم سید محمد آفندی اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

متن و ترجمہ
صحیح بخاری شریف
3 جلدیں مکمل
حضرت مفتی محمد ابراہیم رضوی چشتی

فیوضاتِ جہانگیری شرح صحیح بخاری
المعروف بہ
جمال السنّہ
تقریباً 8 جلدیں مکمل

متن و ترجمہ
صحیح مسلم شریف
امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری
3 جلدیں مکمل

مفتی محمد ابو الحسن قادری مصباحی بہرائچی
امجد الاحادیث
حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی
2 جلدیں مکمل

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی تقریباً 200 تصانیف سے ماخوذ
3663 احادیث و آثار اور 555 افاداتِ رضویہ
مشتمل علوم و معارف کا جامع انسائیکلوپیڈیا
جامع الاحادیث
مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی
10 جلدیں مکمل

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر
مسلم ماڈل ہائی سکول
40۔ اردو بازار لاہور
042 7246006

مصنف
خطیب صاحبزادہ مقبول احمد سرور
اظہارِ خطابت
ہر جلد میں
2 ماہ کے خطبات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



شیخ الاسلام مفتی مکہ معظمہ مذہب حنفیہ شیخ عبداللہ آفندی عناقی زادہ نے تقریظیں لکھیں۔ ان کے مضمون کا عشر عشیر حاصل یہ ہے کہ شیخ صالح نے جو گجراتی ہے یا اورنگ آبادی اور اس کے اتباع محمد عارف بعد عبداللہ سورتی نے مکتوبات قدس آیات سے عالم ربانی عارف حقانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی میں سب کچھ تحریف اور کمی بیشی کر کے عربی ترجمہ کرا کے بھراہی زرکثیر سید محمد برزنجی مدنی کے پاس رد لکھنے کی غرض سے بھیجے۔ برزنجی نے بطمع نفسانی رد لکھ دیا۔ فوراً ہی فاضل اجل عالم باعمل شیخ نورالدین محمد بیگ نے آپ کے اصل مکتوبات ہندوستان سے منگا کر مقابلہ کیا تو ثابت ہوا کہ وہ اصل تحریف شدہ مکتوب تھے اور درحقیقت ان کا کلام معجز نظام معارف اور حقائق کا گنجینہ اور شرائع اور احکام کا خزینہ ہے۔ ایسے کلام کی تردید ضلالت بین اور گمراہی ظاہر ہے ان کے مکتوب کو دستور العمل قرار دیں۔

## آپ کے طریق کی تعلیم اور دیگر طرق سے فرق

اولیاء سلف کے سلوک کی سیر حسب ذیل ہے۔

۱- سیر الی اللہ: اس میں عالم خلق، عالم امر، واحدیت اور وحدیت کی سیر ہوتی ہے۔

۲- سیر فی اللہ: اس میں احدیت کی سیر ہوتی ہے جس کو آپ اپنی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ یہ سیر حقیقتاً ظلال اسماء وصفات کی ہے۔

۳- سیر عن اللہ باللہ: اس میں احدیت سے کثرت خلق کی طرف نزول کی سیر ہوتی ہے۔

(نوٹ) مراد عالم خلق سے مخلوق تحت العرش، عالم امر سے مخلوق فوق العرش ملائک وغیرہ۔ واحدیت سے مفصل صفات الٰہی وحدت سے مجمل صفات الٰہی، احدیت سے ذلت بحث ہے جو ہر قسم کے اعتبار سے منزہ ہے۔ یہی پانچ مرتبے ایک مرتبہ انسان جامع، مراتب ستہ کہلاتے ہیں اور یہ مراتب محض اعتباری ہیں ورنہ وہ ایک ہی ذات ہے جو قدم سے امکان تک موجود ہے۔

## آپ کے سلوک کی سیر حسب ذیل ہے

۱- ولایت صغریٰ یا ولایت اولیاء: اس میں سیر الی اللہ ہوتی ہے۔ نیز وہ سیر جس کو دیگر اولیاء نے "سیر فی اللہ" سمجھا ہے اور حقیقت میں وہ سیر ظلال ہے۔

۲- ولایت کبریٰ یا ولایت انبیاء: اس میں اصل اسماء وصفات کی سیر ہوتی ہے جو اور طریقوں میں نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اور ۱۶ یا ۱۷ مقام مفصلہ ذیل ہیں جو قبل ذات بحث اس سلوک میں طے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوتے ہیں۔

(۱) ولایت علیا یا ولایت ملائک (۲) کمالات نبوت (۳) کمالات رسالت (۴) کمالات اولوالعزمی اس کے بعد یا (۵) قیومیت اشیاء یا (۶) حقیقت کعبہ (۷) حقیقت قرآن (۸) حقیقت صلوٰۃ (۹) بعض لوگوں کو حقیقت حکوم (۱۰) معبودیت صرفہ (۱۱) عبدیت یا (۱۲) خلت حقیقت ابراہیمیہ (۱۳) محبیت حقیقت موسویہ (۱۴) محبوبیت ممتزجہ حقیقت محمدیہ (۱۵) محبوبیت سازجہ حقیقت احمدیہ (۱۶) تعین حبی (۱۷) تعین وجودی، اس کے بعد دائرہ لاتعین یعنی ذات بحث مع الصفات الثمانیۃ الحقیقیہ۔

## آپ کی مرض الموت

شب برات ۱۰۳۳ھ کو آپ نے اپنی وفات کے متعلق ظاہر فرمادیا کہ اسی سال میں ہوگی حتیٰ کہ آپ عیدالضحیٰ کی نماز سے فراغت پاکر دولت سرا کو تشریف لائے تو اپنے خلفاء اور مریدین سے فرمایا کہ بموجب عدد علت عمر آنحضرت ﷺ میری عمر بھی ۶۳ سال ہوگی اور اس کا وقت قریب آگیا ہے۔ آپ سب کو لازم ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتے رہیں۔ پانچ چار روز کے اندر ہی آپ کو مرض ضیق النفس کا دورہ شروع ہوگیا۔ حتیٰ کہ ۱۲ تاریخ محرم ۱۰۳۴ھ ہوئی۔ آپ نے تعداد ایام باقیہ، ظاہر فرمادی اور ایک روز اپنے والد ماجد کے مزار شریف کی آخری زیارت کو تشریف لے گئے اور دیر تک مراقب رہے اور اس قبرستان کے اہل قبور کیلئے بہت کچھ دعاء مغفرت فرمائی اور وہاں سے جداعلیٰ حضرت امام رفیع الدین کے مزار پر تشریف لے گئے اور اسی طرح سے مراقبہ فرمایا اور وہاں کے اہل قبور کے لئے دعاء مغفرت فرماکر رخصت ہوئے اور دولت خانہ کو تشریف لائے۔ حتیٰ کہ ۲۲ صفر کو آپ نے اپنے مریدین اور صاحبزادگان سے فرمایا کہ اللہ پاک مجھ کو وہ سب کچھ عطا فرما چکا جو بشر کو عطا کیا جاسکتا ہے۔ یہ سن کر سب پر بہت بڑا اثر آپ کی جدائی کے پیدا ہونے کا ہوا۔ ۲۳ صفر کو آپ نے تمام لباس فقراء کو خیرات کردیا اور مرض مذکور کا غلبہ شروع ہوا وہ شب جس کے بعد آپ کا وصال ہوا باصرار تمام آپ اٹھ کر بیٹھے اور جو حقائق کہ منکشف ہوئے تھے، بیان فرمائے کہ میری ہمت کا مرغ آستان قدس تک پہنچا اور آواز آئی کہ یہ حقیقت کعبہ ہے اس کے بعد اور عروج ہوا اور مقام صفات حقیقیہ تک پہنچا جو بوجود ذات موجود ہیں پھر میں شیونات ذاتیہ تک پہنچا۔ وہاں سے ذات بحث تک پہنچا جو ہر قسم کے اعتبارات اور نسبتوں سے معرا ہے اور گرد ظلیت نے وہاں تک راہ نہیں پائی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس کے بعد ضعف کا غلبہ ہوا۔ تہجد کی نماز وضو کر کے کھڑے ہو کر ادا فرمائی۔ صبح کی نماز بھی باجماعت پڑھ لی اور ہندی کا یہ مصرعہ وردِ زبان ہوا۔

آج ملاوا کے پیاسب جگ دیواں وار

(ترجمہ) آج وہ دوست ملا جس پر سب دنیا کو قربان کروں۔

پھر اشراق کی نماز جمعیت کے ساتھ ادا کی اور تمام ادعیہ ماثورہ پڑھتے رہے اور مراقبہ میں بھی مصروف ہو جاتے تھے۔ بستر پر اس طرح سے لیٹے سر شمالی طرف منہ قبلہ کی طرف داہنا ہاتھ ٹھوڑی مبارک کے نیچے اور ذکر میں مشغول ہوئے۔ سانس کی تیزی کو صاحبزادہ صاحب نے دیکھ کر عرض کیا کہ مزاج کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا ''اچھا ہے جو دو رکعت نماز پڑھ چکے ہیں کافی ہے یہ حکم آپ کا آخری کلام تھا اس کے بعد اللہ اللہ جاری تھا۔

## آپ کا وصال اور عمر شریف

۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ روز دوشنبہ یا سہ شنبہ کو بوقت اشراق داعی اجل کو آپ نے لبیک کہا اور اس جہان فانی سے طرف عالم جاودانی کے رحلت فرمائی اور عمر شریف آپ کی ۶۳ سال کی ہوئی۔

نقل ہے کہ اس روز زمین و آسمان روتے ہیں اور آسمان میں رونا اس کا چاروں طرف سے سرخ ہونا ہے۔ اسی طرح سے کتاب شرح صدر میں ہے آپ کو غسل دیتے وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ دونوں ہاتھ مثل نماز کے قیام کے بستہ تھے، کئی مرتبہ غسل دیتے وقت کھول دیئے گئے پھر ویسے ہی ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک متبسم تھا پس بموجب عدد سنت آپ کو کفن دیا گیا۔

## آپ کا مدفن اور اس زمین کی فضیلت

آپ کا مدفن شریف وہی گنبد ہے جس میں آپ کے بڑے صاحبزادہ اکابر اولیاء حضرت خواجہ محمد صادق رضی اللہ عنہ مدفون ہیں اور یہ گنبد شریف ارض مبشرہ میں واقع ہے جس کی تفصیل تیسرے جوہر میں مذکور ہوئی ہے۔ یہ گنبد شریف کچھ بڑی عمارت نہیں ہے بلکہ وہ گنبد کہ جس میں آپ کے صاحبزادہ قیوم ثانی یا ان کے صاحبزادگان مدفون ہیں کہیں وسیع اور رفیع ہیں جس وقت کہ آپ کا جنازہ روضہ مبارک (گنبد شریف) پر لایا گیا ہے فوراً صاحبزادہ صاحب کی قبر مبارک جانب مشرق تقریباً ایک ہاتھ ہٹ گئی اور جگہ وسیع ہو گئی بجانب غرب آپ کی قبر اطہر کھودی گئی اس میں آپ مدفون ہوئے وہی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## آپ کے صاحبزادگان اور صاحبزادیاں

آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

۱۔اکابر اولیاء حضرت خواجہ محمد صادق رضی اللہ عنہ آپ ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔تھوڑی ہی عمر میں علوم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کیا۔آپ کی ذات بابرکات میں انواع واقسام کے فضائل جمع تھے۔ بتاریخ ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ بعمر ۱۸ سال بعلالت وبائی وصال فرمایا۔متعلق وفات واقعات عجیبہ پیش آئے۔ان کی تفصیل دیگر کتب میں مندرج ہے اس وقت تک آپ کا نام نامی وبائی بیماریوں ہیضہ و طاعون کیلئے نقش مجرب ہے۔آپ اسی گنبد مبارک میں مدفون ہیں جس کی تفصیل اوپر مندرج ہے آپ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادہ شیخ محمد تھے۔

۲۔خزینۃ الرحمۃ حضرت خواجہ محمد سعید رضی اللہ عنہ آپ ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔آپ بھی علوم ظاہری وباطنی میں مثل برادر معظم کے کامل ومکمل تھے۔تاریخ ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ آپ کا وصال ہوا۔اس مقبرہ میں بجانب مشرق آپ مدفون ہوئے اور آپ کیلئے بھی جگہ مثل حضرت والد بزرگوار روضہ شریف میں وسیع ہو گئی تھی۔آپ کے آٹھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) شاہ عبداللہ (۲) شاہ لطف اللہ (۳) مولوی فرخ شاہ (۴) شیخ سعدالدین
(۵) شیخ عبدالاحد (۶) شیخ خلیل اللہ (۷) شیخ محمد یعقوب (۸) شیخ محمد تقی۔
(۱) بی بی صالحہ (۲) بی بی فاطمہ (۳) بی بی شاکرہ (۴) بی بی اشرف النساء
(۵) بی بی فخر النساء۔

۳۔عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رضی اللہ عنہ۔آپ ۱۰۰۷ھ میں بمقام بسی پیدا ہوئے۔آپ بھی علوم ظاہر و باطن میں فرید دہر اور وحید عصر تھے۔ بعد والد بزرگوار آپ ہی کو منصب قیومیت سے سرفرازی بخشی گئی۔ بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ آپ کا وصال ہوا۔ایک عظیم الشان گنبد میں آپ کا مزار شریف ہے اور اس کے قریب ایک رفیع البنیان مسجد بھی ہے جو آپ ہی کے نام نامی سے موسوم ہے آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔

(۱) حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ ولادت ۱۰۳۲ھ وفات ۸/ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ مزار شریف روضہ مبارک حضرت قیوم ثانی میں ہے۔

(۲) حضرت شیخ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی قیوم ثالث ولادت ماہ ذیقعدہ ۱۰۳۴ھ وفات ۹ محرم ۱۱۱۵ھ مزار شریف ایک گنبد بزرگ جانب شمال واقع ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



واضح ہو کہ حضرت خواجہ محمد زبیر قیوم رابع آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ شیخ ابوالعلی کی اولاد میں ہوئے ہیں۔ گویا آپ کے نبیرہ ہیں۔

(۳) حضرت خواجہ محمد عبیداللہ معروف بہ مروج الشریعۃ ولادت یکم شعبان ۱۰۳۴ھ وفات بتاریخ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ مزار شریف روضہ مبارک حضرت قیوم ثانی میں ہے۔

(۴) حضرت خواجہ محمد اشرف ولادت ۱۰۴۸ھ وفات ۱۱۱۷ھ میں ہے۔

(۵) حضرت خواجہ شیخ سیف الدین معروف بہ محی السنۃ ولادت ۱۰۴۹ھ وفات بتاریخ ۲۶ جمادی الاول ۱۰۹۶ھ مزار شریف ایک گنبد کلاں میں بجانب جنوب واقع ہے۔

(۶) حضرت شیخ محمد صدیق معروف بہ مقبول اللہ ولادت ۱۰۵۹ھ وفات ۱۱۳۰ھ میں مزار شریف علیحدہ مقبرہ میں روبروئے مسجد حضرت قیوم ثانی واقع ہے۔

۴- حضرت خواجہ محمد فرخ رضی اللہ عنہ آپ نے بعمر ۱۵ سال بحالت طالب علمی وصال فرمایا۔

۵- حضرت خواجہ محمد عیسیٰ آپ نے بعمر ۸ سال وصال فرمایا۔

۶- حضرت خواجہ محمد اشرف آپ نے بعمر ۲ سال وصال فرمایا۔

۷- حضرت خواجہ شیخ محمد یحییٰ آپ کی ولادت ۱۰۲۴ھ میں ہوئی اور بتاریخ ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۹۶ھ وصال فرمایا۔ مزار شریف روضہ مبارک حضرت قیوم اوّل کے بجانب غرب ایک گنبد میں ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔

(۱) شیخ ضیاء الدین یوسف (۲) شیخ زین العابدین

(۳) شیخ محمد امام۔ صاحبزادی بی بی زیب النساء۔

حضرت قیوم اوّل کی صاحبزادیوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بی بی رقعیہ بانو (۲) بی بی خدیجہ بانو (۳) بی بی ام کلثوم سب نے طفولیت میں وفات پائی۔

## آپ کے خلفاء

آپ کے خلفاء بیشمار تھے۔ بموجب عدد سنین عمر شریف آنحضرت ﷺ صرف ۶۳ خلفاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پس باستثنائے حضرت خواجہ محمد عیسیٰ اور خواجہ محمد اشرف علیہما الرحمۃ آپ کے پانچوں صاحبزادگان ممدوح خلیفہ ہیں۔ (۶) مولانا میر محمد نعمان اکبرآبادی (۷) شیخ حمید بنگالی (۸) شیخ عبدالحئی حصاری (۹) شیخ نور محمد فتنی (۱۰) شیخ مزمل پوربی (۱۱) شیخ نور محمد بہاری (۱۲) شیخ حامد بہاری (۱۳) مولانا فرخ حسین (۱۴) سید باقر سارنگ پوری (۱۵) سید محب اللہ مانک پوری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(۱۶) سید حسین مانک پوری (۱۷) مولانا شیخ عبدالہادی بدایونی (۱۸) مولانا شیخ طاہر لاہوری (۱۹) مولانا امان اللہ لاہوری (۲۰) شیخ طاہر اللہ ختشی (۲۱) حاجی خضر افغان (۲۲) مولانا صادق کابلی (۲۳) مولانا محمد ہاشم خادم (۲۴) خواجہ محمد ہاشم برہانپوری (۲۵) شیخ فضل اللہ برہانپوری (۲۶) مولانا حمیدالدین احمد آبادی (۲۷) حاجی حسین (۲۸) شیخ داؤد سانکی (۲۹) مولانا غازی گجراتی (۳۰) خواجہ محمد صدیق الکشمی الدہلوی (۳۱) شیخ بدیع الدین سہارنپوری (۳۲) شیخ احمد دیوبندی (۳۳) شیخ عبدالقادر انبالوی (۳۴) شیخ محمد حری (۳۵) شیخ سلیم البنوری (۳۶) شیخ آدم البنوری (۳۷) مولانا بدرالدین السہرندی (۳۸) شیخ خضر الہلول پوری (۳۹) مولانا محمد یوسف سمرقندی (۴۰) مولانا عبدالغفور سمرقندی (۴۱) مولانا محمد صالح الکولابی (۴۲) شیخ کریم الدین باباحسن ابدالی (۴۳) حاجی محمد فرکنی (۴۴) مولانا یار محمد قدیم طالقانی (۴۵) مولانا یار محمد جدید طالقانی (۴۶) صوفی قربانی القدیم (۴۷) صوفی قربان الجدید ارکنجی (۴۸) مولانا قاسم علی (۴۹) شیخ حسن البرکی (۵۰) شیخ یوسف البرکی (۵۱) شیخ عبدالرحیم البرکی (۵۲) مولانا صغیر احمد الرومی (۵۳) شیخ عبدالعزیز النحوی المغربی (۵۴) شیخ علی المحقق المالکی (۵۵) شیخ زین العابدین (۵۶) شیخ علی الطبری الشافعی المکی (۵۷) شیخ احمد استنبولی (۵۸) فقیہ عثمان الیمنی الشافعی (۵۹) سید مبارک شاہ بخاری (۶۰) مولانا حسن بخاری (۶۱) قاضی تولک بخاری (۶۲) شیخ المحدث عیسیٰ المغربی (۶۳) شیخ محمد مدنی۔

## قصیدہ در منقبت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ از مؤلف

پلا دے ساقیا ساغر مجدد الف ثانی کا
کہ ہوں مشتاق میں یکسر مجدد الف ثانی کا

پلا دے وہ مئے عرفاں کہ زائل ہو خودی جس سے
رہوں مخمور تا محشر مجدد الف ثانی کا

رہے نام ونشاں میرا نہ کچھ ذات وصفت باقی
رہے باقی رخ انور مجدد الف ثانی کا

ہیں درج گوہر معنی وہ برج مہر عرفانی
جہاں میں نور ہے گھر گھر مجدد الف ثانی کا

عوام ان کے اشارہ سے بنے خاصان حق یکدم
یہ ہے مخصوص ایک جوہر مجدد الف ثانی کا

کرامات ان کی ہیں لاکھوں عیاں ہے جملہ عالم پر
بنانا قطب وغوث اکثر مجدد الف ثانی کا

جناب غوث اعظم نے خبر دی ان کی آمد کی
نہ ہوگا کوئی بھی ہمسر مجدد الف ثانی کا

مٹا دی شرک کی ظلمت کیا اسلام کو روشن
طریقہ سب میں ہے بہتر مجدد الف ثانی کا

مریدان کے مرادیں پوری کردیتے ہیں اک دم میں
رقم ہو مرتبہ کیونکر مجدد الف ثانی کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مہینوں برسوں کا رستہ کرا دیتے ہیں طے پل میں ہے وجہ اللہ رخ انور مجدد الف ثانی کا
سراسر سنت بیضا ہے ان کا راستہ احمد طریقہ دیکھئے چل کر مجدد الف ثانی کا

## ایضاً

دکھا دے اے خدا روضہ مجدد الف ثانی کا کہ ہوں مدت سے میں شیدا مجدد الف ثانی کا
امام علم ربانی علیم سرِّ پنہانی بیاں کس منہ سے ہو رتبہ مجدد الف ثانی کا
جناب غوث اعظم نے کہا ایک دن بجے ڈنکا مجدد الف ثانی کا مجدد الف ثانی کا
نہیں ممکن کہ ہم کچھ لکھ سکیں توصیف میں ان کی حدیثوں میں بیاں آیا مجدد الف ثانی کا
خدا کے دوست ہیں وہ اور رسول اللہ کے نائب ہیں انہیں نے خود لقب بخشا مجدد الف ثانی کا
شہنشاہوں کو کیا نسبت ہے اس در کے گداؤں سے کہ ان کے سر پہ ہے سایہ مجدد الف ثانی کا
خودی کے نشہ کو کھو کر خدا کو پا لیا اس نے کہ جس نے پی لیا پیالہ مجدد الف ثانی کا
شریعت اس میں کامل ہے طریقت اس میں حاصل ہے طریقہ ہے دُرِّ بیضا مجدد الف ثانی کا
انا الحق کہہ اٹھے بعضے مشائخ جوش وحدت میں کسی نے ظرف کب پایا مجدد الف ثانی کا
پلائے خم کے خم اس نے کیا مست والست آخر نہ بہکا کوئی متوالا مجدد الف ثانی کا
ندیم حق وہی ہے جو رکھے اسرار سر بستہ یہی ہے راستہ سیدھا مجدد الف ثانی کا
طریق احمدی ہے احمد مرسل نے بخشا ہے اویس ہند ہے رتبہ مجدد الف ثانی کا
ہوئے وہ مسند ارائے ولایت ظاہر و باطن الم نشرح بنا سینہ مجدد الف ثانی کا
ملا شجر طریقت کا بہم صدیق رضی اللہ عنہ وحیدر رضی اللہ عنہ کا نسب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مجدد الف ثانی کا
حیا و حلم عثمانی کیا حق نے عطا ان کو بنا احمد مسمّٰی کیا مجدد الف ثانی کا
طریق صابری میں ہیں وہ سجادہ اب وجد کے لکھوں کا کیا رتبہ اعلیٰ مجدد الف ثانی کا
طریق قادری کا فیض پایا شہ سکندر سے ہے جامع مشرب والا مجدد الف ثانی کا
طریق نقشبندی میں فیوض خواجہ باقی سے بنا ہے سینہ گنجینہ مجدد الف ثانی کا
خلیفہ اور بھی ہیں خواجہ باقی باللہ کے مگر سب سے فرموں پایا مجدد الف ثانی کا
دقائق سے ہوئے واقف حقائق کے ہوئے کاشف تمیز عبد و رب حصہ مجدد الف ثانی کا
جھلک سے ایک تجلی کی ہوئی موسیٰ زخود رفتہ ہے ذات بحث نظارہ مجدد الف ثانی کا
نگاہ فیض سے ہے دیتے ہیں وہ جذب وسلوک اک دم ہے سکر و صحو سب یکجا مجدد الف ثانی کا
کہا احمد نے انوار ولایت دیکھ کر کہ ہے جلوہ الٰہی مجدد الف ثانی کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## ایضاً قصیدہ در منقبت حضرت مجدد الف ثانی مصنفہ جناب قاضی مولوی مرزا محمد عبد الرحیم بیگ صاحب ساکن ضلع کنتور علاقہ مدراس خلیفہ حضرت مؤلف مد ظلہم تعالیٰ

اللہ کسے یارا ہے آنحضرت کی مدحت کا ہے نام پاک شیخ احمد گل باغ ولایت کا

کہ ہے وہ گوہر یکتا خدا کی بحر قدرت کا لطیفہ ہے رسول اللہ کی نور بشارت کا

وہ ہے قطب زمان بل قطب اقطاب زمانہ ہے ستارہ ہے درخشاں وہ سمائے نور وحدت کا

شہ غوث الوریٰ نے نور حضرت پر نظر کر کے عطا فرما دیا پہلے ہی سے خرقہ خلافت کا

پس ان کا دوست مومن ہے عدو ان کا منافق ہے ہے یہ قول ولی اللہ ولی رب عزت کا

جہاں پائے مبارک ہیں شہنشاہ دو عالم کے وہاں صدیق اکبر کا سر شاہِ صداقت کا

قدم صدیق اکبر پر نہایت لطف وخوبی سے جھکا سر ہے مجدد آفتاب ذی جلالت کا

نسب ملتا ہے ان کا حضرت فاروق اعظم سے جہاں کے بادشاہوں پر اثر ہے جن کی دہشت کا

کرے ظاہر میں شروع پاک کی تحقیق اور تصحیح طریق باطنی سے بھی مٹایا رُخ ضلالت کا

ہے نسبت آپ کی قدم بھی پیروں کی نسبت سے یہ درجہ خاص ہے صدیق اکبر ذی وجاہت کا

گیا وہ شاہ ہے شمع حریم کبریائی تک کہ تھا وہ مقتدا اقطاب اور اہل ولایت کا

طریقہ آپ کا نور نبوت اور ولایت ہے صحابہ تابعین کا اور سرکار رسالت کا

کیا الحاد و بدعت اور ضلالت کو جدا دیں سے معاون شرع نبوی کا طریقت اور حقیقت کا

تھا جب دین نبی گرداب بحر علم عقلی میں کیا در بند ملحد گبر وکافر کی شرارت کا

رہے تاباں اخیر الف ثانی تک طریقہ یہ

ہے کیونکر دور حق گو اس زماں تک ان کی صولت کا

☆☆☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوبات

# امام ربانی

## رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت سے بھرپور
گرانقدر مجددانہ مکاتیب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# ترجمہ دفتر اوّل

# مکتوبات

## حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، کئی درجہ اس سے بڑھ کر جو اس کی تمام خلقت نے تعریف کی، جیسا کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو آنحضرت ﷺ پر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا جب تک کہ ذکر کرنے والے آپ کو یاد کریں اور غفلت کرنے والے آپ کے ذکر سے غافل رہیں، جیسا کہ آپ کی شان کے لائق اور مناسب ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو آپ کی آل اور اصحاب پر جو نیکوکار اور متقی اور پرہیزگار ہیں۔

اس کے بعد واضح ہو کہ غوث المحققین اور قطب العارفین ولایت محمدی کی روشن دلیل اور شریعت نبوی کی حجت اور مسلمانوں کے پیشوا ہمارے امام اور شیخ حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی (خدا ان کو سلامت اور قائم ودائم رکھے) کے پاک نشانات والے مکتوبات میں سے یہ پہلا دفتر ہے جس کو اس پاک درگاہ کے غلاموں میں سے کمترین اور حقیر غلام یار محمد جدید بدخشی طالقانی نے جمع کر کے تحریر کیا ہے۔ اس امید پر کہ اس کا نفع طالبان خدا کو پہنچے۔ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہُ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ (اور عصمت وتوفیق اللہ کی طرف سے ہے۔)

# مکتوب (۱)

ان حالات کے بیان میں جو اسم ظاہر سے مناسبت رکھتے ہیں اور توحید کی ایک خاص قسم کے ظہور اور ان عروجات کے بیان میں جو عرش پر واقع ہوئی ہے اور درجات بہشت اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور میں اپنے پیر بزرگوار کی طرف لکھا ہے اور وہ شیخ کامل دوسروں کو کامل کرنے والے کمال ولایت کے درجوں تک پہنچانے والے ایسے راستہ کی طرف ہدایت کرنے والے جس کی ابتدا میں انتہا مندرج ہے۔ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام محمد باقی باللہ نقشبندی احراری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھید کو پاک کرے اور ایسے اعلیٰ درجہ تک ان کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پہنچائے جس کی وہ آرزو رکھتے ہیں۔

حضور کے غلاموں میں سے کمترین غلام احمد خدمت عالی میں عرض کرتا ہے اور حضور کے حکم شریف کے موافق گستاخی کرتا ہے اور اپنے حال پریشان حضور کے پیش کرتا ہے کہ اثنائے راہ (راہ سلوک) میں حق تعالیٰ اسم ظاہر کی تجلی سے اس قدر جلوہ گر ہوا کہ تمام اشیاء میں خاص تجلی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ظاہر ہوا۔ خاص کر عورتوں کے لباس میں بلکہ ان کے اجزاء اور اعضاء میں جدا جدا ظاہر ہوا اور میں اس گروہ کا اس قدر مطیع ہوا کہ کیا عرض کروں اور میں اس تابعداری میں بے اختیار تھا جو ظہور اس لباس میں تھا وہ کسی اور جگہ نہ تھا۔ وہ عمدہ عمدہ خصوصیتیں اور عجیب عجیب خوبیاں جو اس لباس میں ظاہر ہوئی کسی اور مظہر سے ظاہر نہ ہوئیں۔ میں ان سب کے آگے پگھل کر پانی پانی ہوا جاتا تھا اور ایسے ہی ہر کھانے پینے پہننے کی چیز میں الگ الگ جلوہ گر ہوا جو لطافت اور خوبی کہ لذیذ پر تکلف کھانے میں تھی وہ کسی اور کھانے میں نہ تھی اور میٹھے پانی سے لے کر پھیکے اور کڑوے پانی تک بھی یہی فرق تھا بلکہ ہر لذیذ اور شیریں چیزیں درجات کے اختلاف کے بموجب جدا جدا ایک کامل خصوصیت تھی۔ بندہ اس تجلی کی خصوصیتوں کو بذریعہ تحریر عرض نہیں کرسکتا اگر خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو شاید عرض کرسکتا لیکن ان تجلیات کے وقت رفیق اعلیٰ (یعنی خداوند تعالیٰ) کی آرزو رکھتا تھا اور حتی المقدور ان کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا لیکن مغلوب تھا اور کوئی چارہ نہ جانتا اسی حالت میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی اس تنزیہی نسبت کے مخالف نہیں ہے اور باطن ویسے ہی اس تنزیہی نسبت میں گرفتار ہے اور ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے اور ظاہر کو جو اس نسبت تنزیہی سے خالی اور بیکار تھا اس تجلی سے مشرف فرمایا ہے اور واقعی میں نے ایسا ہی معلوم کرلیا کہ باطن ہرگز کج نظر میں مبتلا نہیں ہے اور تمام معلومات اور ظہورات سے روگردان ہے اور ظاہر کو جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا، ان تجلیات کی سعادت بخشی ہے کچھ مدت کے بعد یہ تجلیات پوشیدہ ہوگئیں اور وہی حیرانی اور نادانی کی نسبت طاہری ہوگئی۔ وَصَارَتْ تِلْكَ التَّجَلِّيَاتُ كَانْ لَّمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (اور یہ سب تجلیات اس طرح پوشیدہ ہوگئیں گویا کہ کچھ بھی نہ تھیں) اور اس کے بعد ایک خاص فنا ظاہر ہوئی اور بیشک وہ تعین علمی جو تعین ذاتی کے عود کے بعد پیدا ہوئی تھی، وہ اس فنا میں گم ہوگی اور انانیت اور نفسانیت کا کوئی اثر نہ رہا۔ اس وقت اسلام حقیقی کے آثار اور شرک خفی کے دور ہونے کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں اور ایسے ہی اعمال کو کوتاہ دیکھنا اور نیتوں اور ارادوں کو تہمت زدہ جاننا ظہور میں آنے لگا۔ غرض عبودیت اور نیستی کے بعض نشان اس کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے اور عرض پر بہت دفعہ عروج واقع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوئے ہیں۔

پہلی مرتبہ: جو عروج واقع ہوا اور سفر طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا، عرش کے نیچے بہشت مشاہدہ میں آیا۔ اس وقت دل میں گزرا کہ وہاں بعض آدمیوں کے مقامات کا مشاہدہ کروں۔ جب اس طرف متوجہ ہوا ان کے مقامات نظر آئے اور ان شخصوں کو بھی ان کے درجوں کے اختلاف کے موافق مکان اور مرتبہ اور شوق و ذوق کے لحاظ سے ان مقاموں میں دیکھا۔

دوسری مرتبہ: پھر عروج واقع ہوا۔ بڑے بڑے مشائخ اور امامانِ اہلبیت اور خلفائے راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کا خاص مقام اور ایسے ہی درجہ بدرجہ تمام نبیوں اور رسولوں کے مقام اور مقربین فرشتوں کے مقامات عرش کے اوپر مشاہدہ میں آئے اور عرش پر اس قدر عروج واقع ہوا کہ مرکز زمین سے لے کر عرش یا اس سے کچھ کم تک اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے مقام تک ختم ہوا اور اس مقام کے اوپر بلکہ اسی مقام میں تھوڑی سی بلندی میں چند مشائخ مثل شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ اور شیخ ابوسعید خراز علیہ الرحمۃ تھے اور باقی مشائخ میں سے بعض اس مقام کے نیچے مقام رکھتے تھے اور بعض مشائخ اسی مقام میں تھے لیکن ذرا نیچے مثل شیخ علاؤالدین سمنانی اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے اور اس مقام کے اوپر امامانِ اہلبیت اور ان کے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات آنحضرت ﷺ کے مقام سے ایک طرف علیحدہ تھے اور ایسے ہی ملائکہ مقربین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے مقامات اس مقام سے دوسری طرف جدا تھے لیکن آنحضرت ﷺ کا مقام تمام مقامات سے بلند و برتر تھا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا (اور حقیقت حال کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے) اور جب چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے عروج واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بے ارادہ بھی واقع ہو جاتا ہے اور کچھ اور ہی دیکھا جاتا ہے اور بعض عروجوں کے نتیجے بھی مترتب ہوتے ہیں اور اکثر چیزیں بھول جاتی ہیں اور ہر چند چاہتا ہوں کہ بعض حالات کو لکھ لوں تاکہ عریضہ لکھتے وقت یاد آ جاویں لیکن نہیں ہوسکتا کیونکہ نظر میں حقیر اور ہیچ دکھائی دیتے ہیں ان کا لکھنا تو کجا۔ ان سے توبہ ہی کرنا مناسب ہے۔

عریضہ لکھتے وقت بعض چیزیں یاد نہیں۔ عریضہ ختم کرنے تک یاد نہ رہیں تاکہ لکھی جاتیں اس واسطے زیادہ گستاخی نہ کی۔

ملا قاسم علی کا حال بہتر ہے اس پر استہلاک اور استغراق (یعنی فنا) کا غلبہ ہے اور اس نے جذبہ کے تمام مقامات سے اوپر قدم رکھا ہے اور صفات کو جو اول اصل سے دیکھتا تھا، اب باوجود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس کے صفات کو اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو محض خالی پاتا ہے بلکہ اس نور کو بھی کہ جس کے ساتھ صفات قائم ہیں، اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس نور سے الگ پاتا ہے اور دوسرے یاروں کے حال بھی دن بدن بہتری اور ترقی میں ہیں۔ دوسرے عریضہ میں انشاء اللہ العزیز مفصل عرض کیا جائے گا۔

## مکتوب (۲)

ترقیوں کے حاصل ہونے اور خداوند تعالیٰ کی مہربانیوں پر فخر کرنے کے بیان میں۔

یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا ہے۔

حضور کے غلاموں میں سے عاجز غلام احمد عرض کرتا ہے کہ مولانا شاہ محمد نے رمضان کے مبارک مہینے کے قریب استخارہ کرنے کا حکم پہنچایا ہے۔ اس قدر فرصت نہ ملی کہ رمضان شریف تک اپنے آپ کو حضور کی قدم بوسی سے مشرف کر سکے۔ ناچار اس کے گزر جانے پر اپنے آپ کو تسلی دی۔ خداوند تعالیٰ کی مہربانیوں اور عنایتوں کی نسبت جو حضور کی توجہ کی برکت سے اس خاکسار پر پے در پے پہنچ رہی ہیں کیا عرض کرے۔

### مثنوی

من آں خاکم کہ ابر نو بہاری | کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زباں نم | چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

ترجمہ: میں وہ مٹی ہوں ابر نو بہاری | کرے رحمت سے جس پر قطرہ باری
اگر ہر بال میں میرے زباں ہو | نہ پھر بھی شکر نعمت کچھ بیان ہو

اگرچہ اس قسم کے احوال کا ظاہر کرنا، جرأت و گستاخی کا موجب اور فخر و مباہات پر شامل ہے۔

ولے چوں شہ مراد برداشت از خاک | سرد گر بگذرانم سر ز افلاک

ترجمہ: اٹھایا خاک سے جب مجھ کو شہ نے | کروں کیونکہ نہ سر برتر فلک سے

عالم صحو و بقاء کی ابتدا ماہ ربیع الآخر کے اخیر سے ہے اور اب تک خاص بقا کے ساتھ ہر ایک مدت میں مشرف فرماتے ہیں۔ ابتداء حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ کی تجلی ذاتی سے ہے کبھی صحو میں لاتے ہیں کبھی پھر سکر میں لے جاتے ہیں اور اس نزول و عروج میں عمدہ عمدہ علوم اور عجیب عجیب معارف کا فیضان فرماتے ہیں اور ہر مرتبہ میں خاص احسان (یعنی اخلاص) اور شہود کے ساتھ جو اس مقام کے بقاء کے مناسب ہے۔ مشرف فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رمضان شریف کی چھٹی تاریخ کو ایسے بقاء سے مشرف فرمایا اور ایسا احسان واخلاص میسر ہوا کہ بندہ کیا عرض کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ استعداد کی نہایت وہیں تک ہے اور وہ وصل بھی جو حال کے مناسب تھا وہاں حاصل ہوا اور جذبہ کی محبت اب تمام ہوگئی ہے اور سیر فی اللہ میں جو مقام جذبہ کے مناسب ہے، قدم رکھا ہے جس قدر فنا پورے طور پر ہوگی اسی قدر وہ بقاء جو اس پر مترتب ہوگی زیادہ کامل ہوگی اور جس قدر بقاء زیادہ کامل ہوگی اسی قدر صحو زیادہ ہوگا اور جس قدر صحو زیادہ ہوگا اسی قدر شریعت حقہ کے موافق علوم کا فیضان ہوگا کیونکہ کمال صحو انبیائے الصلوٰۃ والسلام کیلئے تھا اور وہ معارف وعلوم جو ان سے صادر ہوئے ہیں۔ شریعت کے احکام اور عقائد ہیں جو ذات وصفات کے بارے میں بیان فرمائے ہیں اور ان احکام کے ظاہر کی مخالفت بقیہ سکر سے ہے اب وہ معارف جو اس خاکسار پر فائض ہوئے ہیں اکثر شرعی معارف کی تفصیل اور انہی کا بیان ہے اور استدلالی علم کشفی اور ضروری علم سے بدلتا رہتا ہے اور علم مجمل مفصل ہوتا جاتا ہے

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

ترجمہ: ع — اگر شرح اس کی لکھوں بیحد ہو

ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ گستاخی تک نوبت پہنچ جائے۔

بندہ باید کہ حد خود داند

ترجمہ ع — چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

## مکتوب (۳)

یاروں کے ایک خاص مقام پر رک جانے اور بعض یاروں کے اس مقام سے گزرنے اور تجلی ذاتی کے مقامات تک پہنچنے کے بیان میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے۔

گزارش ہے کہ وہ یار جو یہاں ہیں اور ایسے ہی وہاں کے یار، ہر ایک ان میں سے خاص مقام پر رکا ہوا ہے۔ ان مقامات سے ان کے نکالنے کا طریق مشکل ہے۔ بندہ اس قدر طاقت جو اس مقام کے مناسب ہے اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ حضور کی توجہ کی برکت سے ترقی بخشے۔

اس خاکسار کے خویشوں میں سے ایک آدمی اس مقام سے گزر کر تجلیات ذاتی کی ابتداء تک پہنچ گیا ہے۔ اس کا حال بہت اچھا ہے۔ خاکسار کے قدم پر قدم رکھتا ہے۔ دوسروں کے حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


میں بھی امیدوار ہے۔

دوسرا یہ عرض ہے کہ وہاں کے یاروں میں سے بعض یار مقربین کے طریق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے۔ ان کے حال کے موافق ابرار کا طریق ہے۔ غرض جو یقین کہ انہوں نے حاصل کیا ہے وہ بھی غنیمت ہے۔ اسی طریق پر حکم فرمانا چاہئے۔

ہر کسے راہ بہر کارے ساختند

ترجمہ ع — ہر ایک کو بنایا ہے ہر ایک کام کی خاطر

مفصل طور پر ان کے نام لکھنے میں اس واسطے جرات نہ کی کہ حضور سے مخفی نہ ہوں گے اس واسطے زیادہ گستاخی نہ کی۔

عریضہ لکھنے کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی و مراقبہ میں ایسا دیکھا کہ گویا ایک بڑے دروازہ پر پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ دروازہ حیرت ہے اس کے اندر جو نظر کرتا ہے۔ حضور ؒ کو اور اس خاکسار کو دیکھتا ہے اور ہر چند کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے اندر ڈالے لیکن اس کے پاؤں یاری نہیں کرتے۔

## مکتوب (۴)

بڑے درجے والے مہینے ماہ رمضان کی فضیلتوں اور حقیقت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔

حضور ؒ کے خادموں میں سے ذلیل اور حقیر خادم گزارش کرتا ہے کہ مدت سے حضور کا کوئی نوازش نامہ صادر نہیں ہوا اور اس بلند درگاہ کے خادموں کے احوال کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ہر دم انتظار ہے۔ ماہ مبارک رمضان شریف کا آنا مبارک ہو۔ اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ (جو تمام ذاتی اور شیونی کمالات کا جامع ہے اور اس دائرہ اصل میں داخل ہے جس میں کسی ظلیت کو راہ نہیں اور قابلیت اولیٰ یعنی حقیقت محمدیہ ﷺ اس کا ظل ہے) بڑی مناسبت ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے اس مہینے میں قرآن مجید کا نزول واقع ہوا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اس بات کا مصداق ہے اور اس مناسبت کے باعث یہ مہینہ بھی تمام خیرات و برکات کا جامع ہے جو برکت و خیر کہ تمام سال میں ہر شخص کو پہنچتی ہے خواہ وہ کسی راہ سے پہنچے اس ماہ مبارک کی بے نہایت برکتوں کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ اس مہینے کی جمعیت تمام سال کی جمعیت ہے اور اس مہینے کا تفرقہ تمام سال کا تفرقہ ہے۔ فَطُوْبٰی لِمَنْ مَضٰی عَلَیْهِ هٰذَا الشَّهْرُ الْمُبَارَکُ وَرَضِیَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عَنۡهُ وَ وَیۡلٌ لِمَنۡ سَخِطَ عَلَیۡهِ فَمُنِعَ مِنَ الۡبَرَکَاتِ وَ حُرِمَ مِنَ الۡخَیۡرَاتِ (ترجمہ) پس اس شخص کیلئے خوشخبری ہے جس پر یہ مہینہ خوشی خوشی گزر گیا اور ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جس پر یہ مہینہ ناراض گیا اور وہ اس کے خیرات و برکات سے محروم رہا۔

اور نیز قرآن مجید کا ختم کرنا اس مہینہ اور اسی واسطے سنت ہوا ہے تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات حاصل ہو جائیں۔ فَمَنۡ جَمَعَ بَیۡنَهُمَا یُرۡجیٰ اَنۡ لَّا یُحۡرَمَ مِنۡ بَرَکَاتِهٖ وَ لَا یُمۡنَعُ مِنۡ خَیۡرَاتِهٖ۔ (ترجمہ) پس جس نے ان دونوں کو جمع کیا امید ہے کہ وہ اس مہینے کی برکات وخیرات سے محروم نہ رہے گا۔

وہ برکتیں جو اس مہینے کے دنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں اور وہ خیرات جو اس مہینے کی راتوں کے متعلق ہیں وہ اور ہیں اور ممکن ہے کہ اسی حکمت کے سبب یہ حکم ہوا ہو کہ افطار میں جلدی کرنا اور سحر گی میں دیر کرنا اولیٰ و افضل ہے تاکہ دونوں وقتوں کے حصوں کے درمیان پورا پورا امتیاز حاصل ہو جائے۔

قابلیت اولیٰ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور جس سے مراد حقیقت محمدی ہے۔ عَلٰی مَظۡهَرِهِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسۡلِیۡمَاتُ (اس کے مظہر پر صلوٰت وسلام ہوں) وہ ذات کی قابلیت تمام صفات کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض نے حکم کیا ہے بلکہ ذات کی قابلیت اس علم کے اعتبار سے ہے جو ان تمام ذاتی اور شیونی کمالات سے متعلق ہے جو قرآن مجید کی حقیقت کا حاصل ہے اور قابلیت اتصاف جو خانہ صفات کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے درمیان برزخ کی طرح ہے وہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق ہیں۔ یہی قابلیت ان اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں مندرج ہیں۔ بے شمار حقائق ہوگئی ہے وہ قابلیت جس کو حقیقت محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہتے ہیں۔ اگرچہ ظلیت رکھتی ہے لیکن صفات کا رنگ اس سے ملا ہوا نہیں ہے اور کوئی مانع و پردہ درمیان میں نہیں ہے اور محمدی المشرب گروہ کے حقائق اس علم کے اعتبار سے جو بعض ان کمالات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے ذات کی قابلیتیں ہیں اور وہ قابلیت محمدیہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور ان متعدد قابلیتوں کے درمیان برزخ کی طرح ہے اور ان بعض کا حکم اس سبب سے ہے کہ قابلیت محمدیہ کا قدم گاہ صرف خانہ صفات میں ہے اور خانہ صفات کے عروج کی نہایت اس قابلیت تک ہے۔ اسی وجہ سے اس کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اور چونکہ یہ قابلیت اتصاف ہرگز دور نہیں ہوتی۔ اس واسطے ان بعض نے یہ حکم لگایا ہے کہ حقیقت محمدی ہمیشہ حائل ہے ورنہ قابلیت محمدیہ علیٰ مظہرہا الصلوٰۃ والتحیۃ کیلئے جو ذات باری تعالیٰ میں مجرد اعتبار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے۔نظر سے دور ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اور قابلیت اتصاف اگرچہ اعتباری ہے لیکن برزخ ہونے کی وجہ سے ان صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، جو وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں اور اس کا دور ہونا ممکن نہیں ہے۔اسی واسطے ہمیشہ تک اس کے حائل ہونے کا حکم کرتے ہیں۔

اس قسم کے علوم جن کا منشاء اصالت وظلیت کی جامعیت ہے بہت وارد ہوتے ہیں اور ان میں اکثر کاغذ کے پرچوں میں لکھے جاتے ہیں۔مقام قطبیت مقام ظلیت کے علمی دقائق کا منشاء ہے اور مرتبہ فردیت دائرہ اصل کے معارف وارد ہونے کا واسطہ ہے۔ان دو دولتوں یعنی مقام قطبیت اور مرتبہ فردیت کے جمع ہونے کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے۔

اسی واسطے بعض مشائخ قابلیت اولیٰ کو کہ جسے تعین اوّل کہتے ہیں۔ذات سے زیادہ نہیں جانتے اور اس قابلیت کے شہود کو تجلّی ذاتی خیال کرتے ہیں۔وَالْحَقُّ مَا حَقَّقْتُ وَالْاَمْرُ مَا اَوْضَحْتُ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِيْ السَّبِيْلَ (اور حق وہی ہے جو میں نے تحقیق کی ہے اور حقیقت امر وہی ہے جس کو میں نے واضح کیا اور اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت بخشتا ہے۔)

وہ رسالہ جس کے لکھنے کیلئے خاکسار کو حکم ہوا تھا۔اس کے پورا کرنے کی توفیق نہیں ملی۔اسی طرح مسودے پڑے ہوئے ہیں۔دیکھیں اللہ تعالیٰ کی حکمت اس توقف میں کیا ہوگی۔زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

## مکتوب (۵)

مخلص یاروں میں سے ایک مخلص یار خواجہ برہان الدین کی سفارش اور اس کے احوال کے بیان میں۔یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے۔

حضور کا حقیر خادم عرض کرتا ہے کہ ایک رسالہ حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کی طریقت کے بیان میں لکھ کر ارسال خدمت کیا گیا ہے۔امید ہے کہ حضور کی نظر مبارک میں آئے گا ابھی مسودہ ہی ہے چونکہ خواجہ برہان جلدی روانہ ہو گئے اس واسطے صحیح نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔

خاکسار کا خیال ہے کہ اس رسالہ کے ساتھ اور علوم بھی ملائے جائیں۔ایک دن رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گزرا۔اسی وقت دل میں یہ خیال آیا کہ حضور سے عرض کروں کہ حضور اس رسالہ کے بعض علوم کے بارے میں کچھ لکھیں یا اس فقیر کو امر کریں تا کہ اس کے بارے میں کچھ لکھے۔یہ ارادہ نہایت پختہ ہو گیا تھا کہ اسی اثناء میں اس مسودہ کے بعض علوم فائض ہوئے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مجمل طور اس رسالہ یعنی سلسلہ الاحرار کے بعض علوم اس مسودہ کے ضمن میں بیان کیے گئے اگر اس مسودہ کو اس رسالہ کا تکملہ بنالیں تو بھی ہوسکتا ہے اور اگر بعض مناسب علوم کو اس سے انتخاب کر کے اس رسالہ کے ساتھ ملالیویں تو بھی مناسب ہے۔ زیادہ دلیری ادب سے دور ہے۔

خواجہ برھان نے اس مدت میں اچھا کام کیا ہے اور تیسری سیر سے بھی جو مقام جذبہ کے مناسب ہے حصہ پالیا ہے' خواجہ برھان کا دل صوبہ مالوہ کی بھاری مدد معاش کی وجہ سے پریشان رہتا تھا۔ اس واسطے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے جس طرح فرمائیں گے اس کیلئے مبارک ہوگا۔

# مکتوب (۶)

جذبہ اور سلوک کے حاصل ہونے اور جلالی و جمالی دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور ان کے متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا:-

حضور کا کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی توجہ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے دونوں طریقوں اور جلال و جمال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی۔ اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال۔

رسالہ قدسیہ کے بعض حاشیوں میں اس عبارت کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیر کر اپنے وہمی مفہوم پر حمل کیا ہے۔ حالانکہ عبارت اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ تغیر و تاویل کے قابل نہیں ہے اور اس تربیت کی علامت محبت ذاتی سے متحقق ہونا ہے۔ اس تحقق سے پہلے ممکن نہیں اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے اور فنا سے مراد ماسوائے اللہ کا فراموش ہوجانا ہے۔

پس جب تک علوم پورے طور پر سینہ کے میدان سے صاف نہ ہوجائیں اور جہل مطلق کے ساتھ متحقق نہ ہوجائیں فنا کا کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا اور یہ حیرت و جہل دائمی ہے اس کا زائل ہونا ممکن نہیں۔ ایسا نہیں کہ جب کبھی حاصل ہوجائے اور کبھی زائل ہوجائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بقاء سے پہلے جہالت محض ہے اور بقا کے بعد جہالت اور علم دونوں اکٹھے ہیں' عین نادانی کی حالت میں شعور میں ہے اور عین حیرت کے وقت حضور میں کہ یہی مقام مرتبہ حق الیقین کا ہے جہاں علم و عین ایک دوسرے حجاب نہیں ہے اور علم جو ایسی حالت سے پہلے حاصل ہوتا ہے۔ احاطہ اعتبار سے خارج ہے اس حالت کے باوجود اگر علم ہے تو اپنے آپ ہی میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے آپ میں ہے اور اگر معرفت یا حیرت ہے اور وہ بھی اپنے آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہی میں ہے جب تک نظر باہر میں ہے، بے حاصل ہے اگر چہ اپنے آپ ہی میں نظر رکھی ہو۔ نظر باہر سے بالکل منقطع ہو جانی چاہیے۔

حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہی ہے۔

یہاں سے صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ شہود اور معرفت اور حیرت صرف اپنے نفس میں ہے ان میں سے کوئی بھی باہر میں نہیں ہے جب تک ان تینوں میں سے ایک بھی باہر میں ہے۔ اگر چہ اپنے آپ میں رکھتا ہوں' فنا حاصل نہیں ہوتی تو بقا کیسے حاصل ہو جائے گی۔ فنا و بقا میں نہایت مرتبہ یہی ہے اور یہ فنا و بقا کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد باہر میں بھی شہود رکھتے ہیں لیکن ان عزیزوں یعنی مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت تمام نسبتوں سے برتر ہے۔

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند     نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ترجمہ۔ کوئی آئینہ گر رکھے سکندر بن نہیں جاتا
منڈائے سر اگر کوئی قلندر بن نہیں جاتا

جب اس سلسلہ کے بڑے بڑے مشائخ میں سے ایک یا دو کو بہت سے قرنوں کے بعد اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلسلوں کی نسبت کا کیا بیان کیا جاوے۔

یہ نسبت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کی ہے اور اس نسبت کو پورا اور کامل کرنے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ حضرت بہاء الدین نقشبندیہ قدس سرہم ہیں اور ان کے خلیفوں میں سے حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ اس دولت سے مشرف ہوئے تھے۔

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ ع     بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

عجب معاملہ ہے کہ پہلے جو بلاؤ مصیبت واقع ہوتی تھی۔ فرحت وخوشی کا باعث ہوتی تھی اور هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہتا تھا اور جو کچھ دنیاوی اسباب سے کم ہوتا تھا۔ اچھا معلوم ہوتا تھا اور اس قسم کی خواہش کرتا تھا لاحق ہو جاتا ہے تو پہلے ہی صدمہ میں ایک قسم کا غم پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر چہ جلدی دور ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں رہتا ہے اور ایسے ہی پہلے اگر بلاؤ مصیبت کے دفع کرنے کے لئے دعا کرتا تھا تو اس سے اس رفع کرنا مقصود نہ ہوتا تھا اور وہ خوف و حزن جو زائل ہو گئے ہوئے تھے اب پھر رجوع کر رہے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ حال سکر کی وجہ سے تھا صحو کی حالت میں عجز اور محتاجی اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خوف وحزن اور غم وشادی جیسے عام لوگوں کو تھا۔ یہ بات دل کو اچھی نہ لگتی تھی لیکن حال غالب تھا۔ دل میں گزرتا تھا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی دعا اس قسم کی نہ تھی کہ جس سے اپنی مراد کا حاصل ہونا مقصود ہو' اب جب کہ فقیر اس حالت سے مشرف ہوا اور خوف وحزن کے سبب سے تھیں۔ نہ مطلق امر کی تابعداری کیلئے' بعض امور کو ظاہر ہوتے ہیں حکم کے موافق کبھی کبھی ان کے عرض کرنے میں گستاخی کرتا ہے۔

## مکتوب (۷)

اپنے بعض عجیب وغریب احوال اور بعض ضروری استفسار کے متعلق یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔

خاکسار غلام احمد کی یہ گزارش ہے کہ اس مقام میں جو عرش کے اوپر تھا اپنی روح کو بطریق عروج وہاں پاتا تھا اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نقشبند قدس سرہ سے مخصوص تھا۔ کچھ زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بی اسی مقام میں پایا اس وقت ایسا خیال میں گزرا کہ یہ عالم سارے کا سارا عنصریات وفلکیات سے نیچے چلا گیا ہے اور اس کا کچھ نام ونشان نہ رہا اور اس مقام میں اولیائے کبار میں سے بعض کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس وقت کہ تمام عالم کو ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقام میں شریک پاتا ہے۔ بہت حیرت حاصل ہوتی ہے کہ باوجود تمام بیگانگی کے اپنے آپ کو ان کے ساتھ دیکھتا ہے۔

الغرض وہ حالت کو کبھی کبھی حاصل ہوتی تھی کہ جس میں نہ خود رہتا تھا اور نہ عالم اور نہ نظر میں کچھ آتا تھا نہ علم میں۔ اب وہ حالت دائی ہے اور خلقت عالم کا وجود دید ودانش سے نکل گیا ہے۔

بعد ازاں اسی مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا' جس کے ساتھ سیڑھی رکھی تھی۔ میں اس محل پر چڑھ گیا اور وہ مقام بھی عالم کی طرح آہستہ آہستہ نیچے چلا گیا اور میں ہر گھڑی اپنے آپ کو اوپر کی طرف چڑھتا ہوا معلوم کرتا تھا۔ اتفاقاً وضو کے شکرانہ کی نماز ادا کرتا تھا کہ ایک بہت بلند مقام ظاہر ہوا اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم سے چار بزرگ مشائخ کو اس مقام میں دیکھا اور دوسرے مشائخ مثل سید الطائفہ وغیرہ بھی وہاں تھے اور بعض دوسرے مشائخ اس مقام کے اوپر ہیں لیکن اس کے پائیوں کو پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں اور بعض اپنے اپنے درجے کے موافق اس کے نیچے تھے اور میں نے اپنے آپ کو اس مقام سے بہت دور پایا۔ بلکہ کچھ مناسبت نہ دیکھی۔ اس واقعہ سے میں نہایت بے قرار ہوا۔ قریب تھا کہ دیوانہ ہو کر نکل جاؤں اور غم وغصہ کی زیادتی کے باعث جسم و

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جان سے خالی ہو جاؤں، کچھ مدت تو اسی طرح حال رہا۔ آخر حضور کی توجہ عالی سے اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب دیکھا۔ اوّل اپنے سر کو اس مقام کے مقابل پایا اور آہستہ آہستہ جا کر اس مقام کے اوپر بیٹھ گیا۔ توجہ کے بعد ایسا دل میں گزرا کہ یہی مقام تکمیل تام کا مقام ہے کہ سلوک کے تمام کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں سلوک کو تمام نہ کئے ہوئے مجذوب کو اس مقام سے کچھ حصہ نہیں ہے اور نیز اس وقت ایسا خیال پیدا ہوا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو حضور کی خدمت و ملازمت میں دیکھا تھا اور عرض کیا تھا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اس واسطے آیا ہوں کہ تجھ کو آسمانوں کا علم سکھاؤں الخ، اور جب میں اچھی طرح متوجہ ہوا تو تمام خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان اس مقام کو حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مخصوص پایا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسرا ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ برے اخلاق ہر گھڑی نکلتے جاتے ہیں بعض دھاگے کی طرح وجود سے نکلتے ہیں اور بعض دھوئیں کی طرح باہر نکلتے ہیں بعض اوقات خیال میں آتا ہے کہ سب نکل گئے ہیں پھر دوسرے وقت کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اور نکلتا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری عرض ہے کہ آیا بعض امراض اور سختیوں کو دفع کرنے کیلئے توجہ کرنا اس بات پر مشروط ہے کہ اوّل معلوم ہونا چاہئے کہ توجہ کرنے میں خدائے تعالیٰ کی رضامندی ہے یا نہیں توجہ اس بات پر مشروط نہیں ہے۔

(رشحات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے، مفہوم ہوتا ہے کہ توجہ مذکور اس بات پر مشروط نہیں ہے۔ اس باب میں مناسب حکم فرمائیں۔ باوجود اس کے ایسا توجہ کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

تیسری یہ عرض ہے کہ حضور ثابت ہو جانے کے بعد طالبوں کو ذکر سے روکنا اور حضوری کی نگہداشت کا امر کرنا ضروری ہے یا نہیں اور حضور کا کون سا مرتب ہے جس میں ذکر نہیں کہتے لیکن بعض ایسے ہیں جنہوں نے اوّل سے آخر تک ذکر کہا ہے اور بالکل ذکر سے نہیں رکے اور کام نہایت تک پہنچایا ہے۔ حقیقت حال جیسی ہو اسی کے مناسب امر فرمائیں۔

چوتھی یہ عرض ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ قدس سرہ اپنے فقرات میں فرماتے ہیں کہ آخر ذکر کے لئے امر کرتے ہیں کہ کیونکہ بعض ایسے مقاصد ہیں جو بغیر ذکر کر کے حاصل نہیں ہوتے۔ ان مقاصد کو معین فرمائیں۔

پانچویں خدمت اقدس میں یہ عرض ہے کہ بعض طالب طریقہ سیکھنے کی طلب ظاہر کرتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیکن لقمہ میں احتیاط نہیں کر سکتے اور باوجود اس بے احتیاطی کے حضور اور ایک قسم کا استغراق پیدا کر لیتے ہیں کہ اس بارے میں کیا حکم ہے اور بعض دوسرے ایسے ہیں جو بطریق ارادہ اس سلسلہ شریفہ سے پیوستہ ہونا اور ملنا چاہتے ہیں بغیر اس بات کے کہ ذکر سیکھنے کی طلب کریں اس قسم کا پیوند بھی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریق ہے زیادہ گستاخی بڑی بے ادبی میں داخل ہے۔

# مکتوب (۸)

ان احوال کے بیان میں جو صحو اور بقا سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

خاکسار احمد کی گزارش ہے کہ جب سے صحو میں لائے ہیں اور بقا بخشی ہے تب سے عجیب و غریب علوم اور عمدہ عمدہ متعارفہ معارف پے در پے فائض و وارد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر قوم یعنی صوفیہ کے بیان، اور انکی مشہور و مستعمل اصطلاح کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے۔ مسئلہ وحدت الوجود اور اس کے متعلقات کی نسبت جو کچھ صوفیہ نے بیان کیا ہے۔ ابتدا میں اس حال سے مشرف ہوا اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ حاصل ہوا۔ اس مقام سے کئی درجے اوپر لے گئے اور اس ضمن میں کئی قسم کے علوم کا افادہ فرمایا لیکن قوم کو کوئی کلام صریح طور پر ان مقامات اور معارف کے مصداق پائی نہیں جاتی۔ البتہ ان میں سے بعض بزرگوں کے کلام شریف میں اجمالی رموز اور اشارات ہیں لیکن ان علوم کی صحت پر ظاہر اور علمائے اہل سنت کے اجماع کی موافقت گواہ عادل ہے۔ ظاہر شریعت کے ساتھ کسی چیز میں مخالفت نہیں رکھتے۔ ہاں حکماء اور ان کے معقولی اصول کے ساتھ کچھ موافقت نہیں رکھتے۔ بلکہ علمائے اسلام میں سے وہ لوگ جو اہل سنت و جماعت سے مخالفت رکھتے ہیں ان کے اصول سے بھی موافق نہیں ہیں۔

استطاعت مع الفعل کا مسئلہ منکشف ہو گیا ہے۔ فعل سے پہلے انسان کچھ قدرت نہیں رکھتا۔ فعل کے ساتھ ہی قدرت بخشتے ہیں اور اسباب و اعضا کی سلامتی پر تکلیف دیتے ہیں جیسا کہ علمائے اہل سنت و جماعت نے ثابت کیا ہے اور اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے قدم پر پاتا ہے آپ اسی مقام میں ہوئے ہیں اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ حاصل ہے اور اس سلسلہ علیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ اور مشائخ متقدمین سے حضرت خواجہ معروف کرخی اور امام داؤد طائی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حضرت حسن بصری اور خواجہ حبیب عجمی قدس سرہم اس مقام میں تھے ان سب کا حاصل کمال بعدہ اور بیگانگی ہے اور کام علاج سے گزر چکا ہے جب تک حجاب یعنی پردے لٹکے ہوئے تھے ان کے رفع کرنے کے لئے سعی وکوشش کی جاتی تھی اب اس کی بزرگی حجاب ہے۔ ع

فَلَا طَبِیْبَ لَهَا وَلَا رَاقِیْ

ترجمہ: ع نہیں طبیب کوئی اس کا اور نہ افسوں گر

شاید اسی کمال بیگانگی اور بے مناسبتی کا وصل و اتصال نام رکھا ہے ہائے افسوس! یوسف زلیخا کا یہ بیت حال کے موافق ہے۔

در افگندہ دف ایں آوازہ از دوست   کزو بر دست دف کو باں بود پوست

ترجمہ: نکلتا دف سے ہے آوازۂ دوست   نہیں مطرب کو حاصل اس سے جز پوست

شہود کہاں ہے اور شاہد کون ہے اور مشہود کیا ہے۔ ع

خلق را روے کے نماید او

ترجمہ: ع کب وہ خلقت کو منہ دکھاتا ہے

مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (خاک کو عالم پاک کے ساتھ کیا نسبت ہے) اپنے آپ کو اور ایسے ہی تمام جہان کو بندۂ مخلوق اور غیر قادر جانتا ہے اور خالق و قادر حق تعالیٰ کو سمجھتا ہے اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا ایک دوسرے کا عین اور آئینہ ہونا کجا ع

در کدام آئینہ در آید او

ترجمہ: ع کسی آئینہ میں آتا نہیں وہ

اور اہل سنت و جماعت کے علمائے ظاہر اگرچہ بعض اعمال میں قاصر ہیں لیکن ذات و صفات الٰہی میں ان کی درستی عقائد کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کوتاہی اور کمی اس کے مقابلہ میں ہیچ و ناچیز دکھائی دیتی ہے اور بعض صوفی باوجود ریاضتوں اور مجاہدوں کے چونکہ ذات و صفات میں اس قدر درست عقیدہ نہیں رکھتے۔ وہ جمال ان میں پایا نہیں جاتا اور علماء و طالب علموں سے بہت محبت پیدا ہوگئی ہے اور ان کا طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ ان لوگوں کے گروہ میں ہو اور تلویح (۱) کا مقدمات اربعہ سے ایک طالب کے ساتھ مباحثہ کرتا ہے اور ہدایہ فقہ کا بھی ذکر ہوتا ہے اور معیت اور احاطہ علمی میں علماء کے ساتھ شریک ہے اور ایسے ہی حق تعالیٰ کو نہ تو عالم کا عین جانتا ہے اور نہ عالم کے متصل اور نہ منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ عالم سے جدا اور نہ محیط اور نہ ساری اور ذوات اور صفات اور افعال کو اس کا پیدا کیا ہوا جانتا ہے نہ یہ کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ان کی صفتیں ان کے صفات ہیں اور نہ ان کے افعال اس کے افعال بلکہ افعال میں اس کی قدرت کو موثر جانتا ہے اور مخلوقات کی قدرت کیلئے کوئی تاثیر نہیں جانتا جیسا کہ علمائے متکلمین کا مذہب ہے اور ایسے ہی صفات سبعہ کو موجود جانتا ہے اور حق تعالیٰ کو مرید و مختار سمجھتا ہے اور قدرت کو صحت فعل اور ترک کے معنوں میں یقینی طور پر خیال کرتا ہے نہ ان معنوں میں اگر چاہے گا کرے گا اور اگر نہ چاہے گا تو نہ کرے گا کہ شرطیہ ثانی ممتنع ہوتا ہے جیسا کہ حکماء یعنی فلاسفہ اور بعض وجودی صوفیہ کا قول ہے کیونکہ یہ بات ایجاب تک پہنچ جاتی ہے اور حکمائے فلاسفہ کے اصول کے موافق ہے اور مسئلہ قضا و قدر کو علماء اہل سنت و جماعت کے طور پر جانتا ہے۔ فَلِلْمَالِکِ اَنْ یَّتَصَرَّفَ فِیْ مُلْکِهٖ کَیْفَ یَشَآءُ (مالک کا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے ملک میں تصرف کرے) اور قابلیت و استعداد کا کچھ دخل نہیں جانتا کہ اس بات سے بھی ایجاب لازم آتا ہے۔ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ مُخْتَارٌ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اور وہ ذات پاک مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے) علیٰ ہذا القیاس۔ چونکہ حال کا عرض کرنا نہایت ضروری ہے اس واسطے اس کے لکھنے میں گستاخی کی۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

ترجمہ: ع چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

## مکتوب (۹)

ان احوال کے بیان میں جو نیچے اترنے کے مقام یعنی مقام نزول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:

یہ سیاہ رو بد بخت اور بدخو گنہگار اپنے وقت و حال پر مغرور اور وصل و کمال پر فریفتہ ہوا ہوا کیا عرض کرے۔ جس کا کام سر بسر مولیٰ کی نافرمانبرداری ہے اور اس کا عمل عزیمت اور اولیٰ کا ترک کرنا ہے۔ خلق کی نظر گاہ یعنی اپنے ظاہری وجود کو آراستہ کیا ہوا ہے اور خدائے تعالیٰ کے منظر یعنی دل کو خراب کیا ہوا ہے۔ اس کی ساری ہمت ظاہر کے آراستہ کرنے پر لگی ہوئی ہے اور اس کا باطن اس باعث سے ہمیشہ رسوائی میں ہے اس کا قال اس کے حال کے مخالف ہے اور اس کا حال اس کے اپنے خیال پر مبنی ہے اس خواب و خیال سے کیا ہوتا ہے اور اس قال و حال سے کیا بنتا ہے۔ بدبختی اور خسارہ اس کو حاصل ہے اور سرکشی اور گمراہی اس کے شامل حال۔ فساد اور شرارت کا مبدا اور ظلم و معصیت کا منشاء ہے غرض مجسم عیوب اور مجموعہ گناہ اس کی نیکیاں لعنت اور رد کرنے کے لائق ہیں۔ اس کی بھلائیاں طعن و دفع کرنے کے مستحق۔ رُبَّ قَارِئُ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُهٗ (بہت سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے) اس کے حق میں عادل گواہ ہے اور کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاءُ وَالْجُوْعُ (بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا) اس کی شان میں سچا گواہ ہے۔

پس افسوس ہے اس شخص پر جس کا حال اور مرتبہ اور کمال اور درجہ ایسا ہو اس کا استغفار اس کے تمام گناہوں کی مانند گاہ ہے بلکہ ان سے بڑھ کر ہے اور اس کی توبہ اس کی تمام برائیوں کی طرح برائی ہے بلکہ ان سے زیادہ بری ہے۔ کُلُّ مَا یَفْعَلُهُ الْقَبِیْحُ قَبِیْحٌ (برا آدمی جو کچھ کرتا ہے برا ہی ہوتا ہے) اس بات کا مصداق ہے۔ ع

ز گندم جو ز جو گندم نیا ید

ترجمہ: ع نہیں گندم سے جو اگتے نہ جو سے گندم اگتی ہے

اس کی مرض ذاتی ہے جو علاج قبول نہیں کرتی اور اس کا درد اصلی ہے جو دوا قبول نہیں کرتا جو چیز ذاتی ہو وہ ہرگز ذات سے دور نہیں ہوتی۔ ع

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

ترجمہ: ع سیاہی رنگ حبشی سے بھلا کب دور ہوتی ہے

کیا کیا جائے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ. (اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) ہاں خیر محض کے لئے شر یر محض ہونا چاہیے تا کہ خیریت کی حقیقت ظاہر ہو وَبِضِدِّهَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ اور چیزیں اپنی ضدوں ہی سے پہچانی جاتی ہیں) خیر و کمال مہیا تھا شر و نقص اس کے لئے چاہئے تھا۔ حسن و جمال کے لئے آئینہ کی ضرورت ہے اور آئینہ نہیں ہوتا مگر کسی شے کے مقابل۔

پس معلوم ہوا کہ خیر کے لئے شر اور کمال کے لئے نقص بمنزلہ آئینے کے ہے۔ پس جس چیز میں نقص و شرارت زیادہ ہوگا۔ اسی قدر خیر و کمال اس میں زیادہ نمایاں ہوگا۔

عجب معاملہ ہے کہ اس ذم میں مدح کے معنی پیدا کئے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال کا محل ہو گیا۔

پس یہی وجہ ہے کہ مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں کامل اور پورے طور پر پائے جاتے ہیں۔ محبوبوں کو اس مقام سے مشرف فرماتے ہیں اور محبّ شہود کے ذوق سے لذت پاتے ہیں۔ بندگی میں لذت کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ انس پکڑنا محبوبوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ محبوں کا انس محبوب کے مشاہدہ میں ہے۔ محبوبوں کا انس محبوب کی بندگی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں۔ اس انس میں ان کو اس (دید نقص کی) دولت سے مشرف کرتے اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

اس میدان کے تیز رفتار شہسوار دین و دنیا کے سردار اور اولین و آخرین کے سردار حبیب رب العالمین ﷺ ہیں اور جس کسی کو محض اپنے فضل سے یہ دولت بخشنا چاہتے ہیں اس کو آنحضرت ﷺ کی کمال متابعت عنایت فرماتے ہیں اور اس وسیلہ سے اس کو بلند درجہ پر لے جاتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔)

کمال شر اور نقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے نہ یہ کہ شرارت و نقص سے متصف ہو۔ اس علم والا اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہے اور یہ علم بھی اسی تخلق کے ثمروں میں سے ہے۔ شرارت و نقص کو اس مقام میں کیا مجال ہے۔ سوائے اس کے کہ علم اس کے متعلق ہو۔ یہ علم شہود تام کی وجہ سے خیر محض ہے کہ جس کے پہلو میں سب کچھ شر دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر اتر آنے کے بعد ہے۔

پس بندہ جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اور کام یہاں تک نہ پہنچائے۔ اپنے مولائے جل شانہ کے کمال سے بے نصیب ہے۔ پس اس کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو عین مولا جانے اور اپنی صفات کو اس ذات پاک کی صفات خیال کرے۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنۡ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیۡرًا (اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند ہے) یہ امر اسماء وصفات میں الحاد و زندقہ ہے۔ اس عقیدے والے لوگ اس گروہ میں شامل ہیں جن کے حق میں یہ آیت ہے۔ وَذَرُوا الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اَسۡمَآئِہٖ (ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں) یہ نہیں کہ جس کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے، محبوبین میں سے ہے لیکن محبوبیت میں جذبہ کا اوّل ہونا شرط ہے ہاں ہر جذبہ میں محبوبیت کے ایک قسم کے معنی حاصل ہیں کہ جن کے بغیر جذبہ نہیں ہوتا اور وہ معنی عوارض سے پیدا ہوئے ہیں۔ ذاتی نہیں ہیں اور وہ ذاتی معنی کسی شے سے معلل اور وابستہ نہیں ہیں جس طرح ہر منتہی کو آخر جذبہ حاصل ہے لیکن محبوبوں کے زمرہ میں داخل ہے نہ زمرۂ محبوبین میں اسی طرح عارض کے سبب محبوبیت کے معنی پیدا ہوئے ہیں اور یہ بات اس کے حق میں کافی نہیں ہے اور وہ عارض تصفیہ اور تزکیہ ہے اور بعض مبتدیوں میں آنحضرت ﷺ کی اتباع اگرچہ بعض امور میں ہو مجمل طور پر اس معنی کے حاصل ہونے کا باعث ہے بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی ہے اور محبوبوں میں ان ذاتی فضلی معنوں کا ظہور بھی آنحضرت ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے بلکہ میں کہتا ہوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وہ ذاتی معنی تھی آنحضرت ﷺ کی ذاتی مناسبت کی وجہ سے ہیں اور وہ اسم جو اس کا رب ہے اس خصوصیت کے حق میں اس اسم کے مناسب واقع ہوا ہے جو آنحضرت ﷺ کا رب ہے اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلُ (اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور اسی کی طرف بازگشت ہے اور اللہ حق ظاہر کرتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔)

# مکتوب (۱۰)

غیر مشہورہ معانی میں قرب و بعد و فرق و وصل کے حاصل ہونے اور ان کے مناسب بعض علوم کے بارے میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:

حضور کا احقر خادم عرض کرتا ہے کہ مدت ہوئی ہے کہ اس بلند درگاہ کے خادموں کے حالات سے اطلاع نہیں پہنچی۔ ہر دم انتظار ہے ؎

عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز　　چوں ازاں یار جدا ماندہ پیامے برسد

مرے جدا ہوئے دلبر کا نامہ جب آئے
عجب نہیں کہ میری جان زندہ ہوجائے

جانتا ہے کہ حضور کی دولت کے لائق نہیں ہے۔ ع

ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

ترجمہ: ع　یہی بس ہے کہ آئے دور سے بانگ جرس ہردم

عجب معاملہ ہے کہ بعد کا نام قرب رکھا ہے اور نہایت فراق کو وصل کہتے ہیں۔ گویا در حقیقت اس کے ضمن میں قرب و وصال کی نفی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شعر

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادِ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

ترجمہ: ع　ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک　　راہ میں ہیں پر خطر غار و جبال

پس اسی واسطے ہمیشہ کا غم اور دائی فکر دامنگیر ہے۔ مراد کو بھی آخر کار مرید کی ارادت پر مرید ہونا پڑتا ہے اور محبوب کو محبّ کی محبت پر محبّ ہونا پڑتا ہے۔

دین و دنیا کے سردار آنحضرت ﷺ مرادیت اور محبوبیت کے مقام کے باوجود محبین اور مریدین سے ہوئے ہیں۔ اسی واسطے آپ کے حال کی نسبت یوں خبر دی ہے کہ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلُ الْحُزْنِ دَائِمُ الْفِكْرِ (رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غم کرنے والے اور دائمی فکر کرنے والے تھے) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ (جس قدر مجھے ایذا دی گئی ہے کسی اور نبی کو ویسی ایذا نہیں دی گئی۔)

محب، محبت کے بوجھ کو اٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کو اس بوجھ کا اٹھانا دشوار ہے۔ یہ قصہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ع

قِصَّةُ الْعِشْقِ لَا انْفِصَامَ لَهَا

ترجمہ: ع قصہ عشق کا نہیں انجام

حامل عریضہ ہذا شیخ الہ بخش ایک قسم کا جذب و محبت رکھتا ہے اس کے اصرار سے چند کلمے حضور کے خادموں کی طرف لکھے گئے ہیں۔ الغرض خدمت و ملازمت کا شوق ظاہر کر کے ان حدود کی طرف متوجہ ہوا ہے۔

اوّل اوّل اس نے اپنے بعض اور ارادوں کو ظاہر کیا تھا جب اس بارے میں خاکسار کی طرف سے سستی معلوم کی تو اب صرف ملاقات پر راضی ہو کر اس نے چند باتیں لکھوائیں۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

# مکتوب (۱۱)

بعض کشفوں اور اپنے قصور کو دیکھنے اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو قاصر اور تہمت زدہ جاننے کا مقام حاصل ہونے اور شیخ ابو سعید ابوالخیر علیہ الرحمۃ کی کلام کے سر ظاہر ہونے کے بیان میں کہ انہوں نے فرمایا ہے عین نہیں رہتا ہے اثر کہاں رہے اور بعض یاروں کے احوال کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔

حضور کے غلاموں میں سے عاجز غلام احمد کی یہ گزارش ہے کہ وہ مقام جہاں بندے نے پہلے اپنے آپ کو دیکھا تھا جب حضور کے بلند حکم کے موافق پھر اس کا ملاحظہ کیا، تینوں خلفائے رضی اللہ عنہم کا عبور اس مقام میں نظر آیا لیکن چونکہ وہاں اقامت و قرار نہ رکھتا تھا پہلی دفعہ نظر میں نہ آئے۔

چنانچہ اماماں اہل بیت میں سے سوائے امامین الشہیدین اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس مقام قرار و ثبات نہیں رکھتے۔ لیکن عبور اس میں واقع ہوا ہے بڑی باریک نظر سے معلوم کر سکتے ہیں اور یہ کہ اوّل اپنے آپ کو اس مقام سے نامناسب دیکھا تھا یہ بے مناسبتی دو قسم کی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایک یہ کہ طریقوں میں کوئی طریقہ ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہو جاتی ہے اور جب اس کی طرف کوئی رستہ دکھا دیا جاتا ہے وہ بے مناسبتی دور ہو جاتی ہے۔

دوسری بے مناسبتی مطلق ہے جو کسی طرح دور ہونے کے قابل نہیں ہے اور وہ راہ جو اس مقام کی طرف پہنچانے والے ہیں صرف دو ہیں جو اپنا تیسرا نہیں رکھتے یعنی ان دو رستوں کے سوا نظر میں اور رستہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک یہ کہ اپنا نقص و قصور دیکھیں اور تمام نیک کاموں میں باوجود قدرت و جذب کے اپنی نیتوں کو قاصر و تہمت زدہ خیال کریں۔

دوسرا شیخ مکمل مجذوب کی صحبت جس نے سلوک کو تمام کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کی مہربانی کی طفیل پہلا طریق استعداد کے موافق عنایت فرمایا ہے۔ نیک اعمال میں سے کوئی عمل وقوع میں نہیں آتا۔ مگر یہ کہ اپنے آپ کو اس عمل میں تہمت زدہ بناتا ہے بلکہ جب تک کسی نہ کسی قسم کی تہمت نہ لگانے والا بے قرار و بے آرام رہتا ہے اور اپنے نزدیک ایسا جانتا ہے کہ کوئی عمل ایسا صادر نہیں ہوتا جو دائیں طرف کے فرشتوں کے قابل ہو اور جانتا ہے کہ دائیں طرف کا نامہ اعمال نیک عملوں سے خالی ہے اور اس کے لکھنے والے معطل و بیکار ہیں بھلا پھر درگاہ الٰہی کے لائق کیسے ہوگا اور ہر شخص کو جو جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر، فرنگ اور زندیق ملحد کو اپنے سے کئی درجے بہتر جانتا ہے اور ان سب سے بدتر اپنے آپ کو خیال کرتا ہے اور جذبہ کی جہت اگرچہ سیر الی اللہ کے تمام ہونے سے پوری ہوگئی تھی لیکن اس کے بعض لوازم اور متعلقات رہ گئے تھے جو اس فنا کے ضمن میں جو مقام سیر الی اللہ کے مرکز میں واقع ہوئے تھے۔ پورے ہوئے اور اس فنا کے احوال پہلے عریضہ میں مفصل لکھے گئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے جو اس کام کے نہایت کو فنا کہا ہے اس سے ان کی مراد یہی فنا ہو جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کی تحقق کے بعد ثابت ہوئی ہے اور فنائے ارادی بھی اس فنا کی قسموں میں سے ہے۔

ہیچکس را تا نگردد و فنا — نیست رہ دربار گاہ کبریا

ترجمہ: جب تلک انساں نہ ہو جائے فنا — تب تلک ہرگز نہیں ملتا خدا

اور اس مقام کے نامناسب لوگ بھی جو دو گروہ ہیں، نظر میں ہیں۔

ایک گروہ تو اس مقام کی طرف متوجہ ہے اور وہاں تک پہنچنے کا طریق تلاش کر رہا ہے اور دوسرا گروہ اس مقام کی طرف کوئی التفات و توجہ نہیں رکھتا اور حضور کی توجہ اس مقام تک پہنچنے کے راستوں میں سے دوسرے طریق کی طرف زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور اسی طریق کے ساتھ مناسبت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معلوم ہوتی ہے چونکہ بندہ حضور کی جانب سے مامور ہے اس لئے حضور کے ارشاد کے موافق بعض امور میں جرات وگستاخی کی۔ ورنہ ع

من هماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

ترجمہ:ع میں ہوں احمد وہی پرانا غلام

دوسری عرض یہ ہے کہ دوسری دفعہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقام ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے۔ نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل وارشاد کا مقام ہے اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے دو مقام بھی جن کا اب ذکر ہوتا ہے۔ تکمیل وارشاد کے مقام ہیں اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا جب اس مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ بندہ اس مقام پر بھی پہنچا اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کو ہر مقام میں اپنے ساتھ ہمراہ پاتا تھا اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے۔ سوائے عبور اور مقام اور مرور اور ثبات کے کچھ فرق نہیں ہے اور اس مقام کے اوپر سوائے آنحضرت ﷺ کے اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام کے مقابل ایک اور نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر میں نہ آیا تھا۔ ظاہر ہوا اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا سا بلند تھا جس طرح کہ صفہ کہ سطح زمین سے ذرا بلند بناتے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت کا مقام ہے اور وہ مقام رنگین اور منقش تھا اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس سے رنگین معلوم کیا۔

اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا یا بادل کے ٹکڑے کی طرح اطراف میں پھیل گیا اور بعض اطراف کو گھیر لیا اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام میں ہیں بندہ اپنے آپ کو اس کیفیت میں جو عرض کی گئی ہے اس مقام کے مقابل مقام میں پاتا ہے۔

عرض ہے کہ اس عمل یعنی ارشاد کے ساتھ مشغول ہونے کو ترک کرنا پسند نہیں ہوتا کیسے ترک کیا جائے جبکہ جہان گمراہی کے بھنور میں غرق ہوا جاتا ہے اور جو شخص اپنے آپ میں جہاں کو اس بھنور سے نکالنے کی طاقت پاتا ہے وہ کس طرح اپنے آپ کو معارف رکھ سکتا ہے ہر چند اور کام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



در پیش ہوں۔ اس امر میں مشغول ہونا ضروری اور پسندیدہ ہے لیکن اس شرط پر کہ بعض وسوسوں اور خواہشوں سے جو اس عمل کے اثناء میں ظاہر ہوتی ہیں توبہ و استغفار کو لازم رکھا جائے۔ اسی طرح سے رضا میں داخل ہو جاتا ہے اور اس شرط کے لحاظ کے بغیر رضا میں داخل نہیں ہوتا اور نیچے ٹھہر جاتا ہے لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہما کے مادہ میں اس شرط کے ملاحظہ کے بغیر یہ عمل پسندیدہ ہے اور اس خاکسار کا عمل اب اس شرط کے ملاحظہ کے بغیر کبھی رضا میں داخل ہے اور کبھی نیچے ٹھہر جاتا ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ نفحات میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں میں مذکور ہے کہ عین نہیں رہتا ہے اثر کہاں رہے۔ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ یہ سخن اوّل اوّل نظر میں مشکل ہوا کیونکہ حضرت شیخ محی الدین عربی قدس سرہٗ اور ان کے تابعدار یہ کہتے ہیں کہ عین کا زائل ہونا جو اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے ایک معلوم ہے۔ محال ہے ورنہ علم جہالت سے بدل جاتا ہے اور جب عین زائل نہ ہو۔ اثر کہاں جائے گا اور اسی طرح یہ بات ذہن میں ثابت و برقرار ہوئی تھی۔ حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ کا سخن کچھ حل نہیں ہوتا تھا۔ پوری توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے اس سخن کا بھید ظاہر فرمایا اور ثابت ہو گیا کہ نہ عین رہتا ہے نہ اثر اور اپنے آپ میں بھی ان معنوں کو معلوم کر لیا اور کچھ مشکل نہ رہی اور اس معرفت کا مقام بھی نظر آیا۔

یہ مقام اس مقام سے جو حضرت شیخ اور ان کے تابعداروں نے بیان فرمایا ہے بہت بلند ہے۔ یہ دونوں بحثیں ایک دوسرے کے ساتھ کچھ مخالفت و جھگڑا نہیں رکھتیں۔ ایک الگ جگہ سے ہے اور دوسری الگ مقام سے۔ مفصل عرض کرنا درازی کلام اور رنج کا باعث ہے۔

اور نیز جو کچھ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث (1) کے دوام کی نسبت فرمایا ہے وہ بھی ظاہر ہوا کہ حدیث کس چیز سے مراد ہے اور اس کا دوام کیا ہے اور اپنے آپ میں بھی اس حدیث کو دائمی معلوم کیا اگرچہ یہ شاذ و نادر ہے۔

اور دوسری یہ عرض ہے کہ کتاب کا دیکھنا ہرگز اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر وہ کتاب جس میں ان بزرگ مشائخ کے کمالات اور مراتب کا ذکر لکھا ہوا ہے جو مقامات میں واقع ہوئے ہیں۔ اس قسم کی کتاب کا مطالعہ اچھا لگتا ہے اور متقدمین مشائخ کے احوال بہت پسندیدہ ہیں۔ حقائق اور معارف کی کتابیں اور خاص کر توحید کی باتوں اور مراتب کے تنزلات کو مطالعہ نہیں کر سکتا۔ اپنے آپ کو اس بارے میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت مناسب پاتا ہے اور ذوق و حال میں اس مسئلہ میں شیخ موصوف کے ساتھ متفق ہے لیکن سابقہ علم انکار اور شدت تک آنے نہیں دیتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور یہ عرض ہے کہ کئی دفعہ بعض امراض کے دور کرنے کے لئے توجہ کی گئی اور اس کا اثر ظاہر ہوا اور ایسے ہی بعض مردوں کے احوال جو عالم برزخ میں ظاہر ہوئے تھے۔ ان کے رنج و تکالیف کے رفع کرنے کے لئے بھی توجہ کی گئی لیکن اب توجہ پر طاقت نہیں رہی کیونکہ اب فقیر کسی چیز پر اپنے آپ کو جمع نہیں کرسکتا۔ لوگوں کی طرف سے بعض تکلیفیں فقیر پر گزریں اور انہوں نے بہت ظلم و ستم کیے اور اس طرف کے بہت سے متعلقین کو ناحق ویران اور جلاوطن کر دیا لیکن فقیر کے دل پر کسی قسم کا غبار اور رنج نہیں آیا۔ چہ جائیکہ ان کے ساتھ برائی کرنے کا خیال دل میں گزرتا۔

بعض یار جنہوں نے مقام جذبہ سے شہود و معرفت حاصل کی ہے اور ابھی تک سلوک کی منزلوں میں قدم نہیں رکھا۔ ان کا تھوڑا تھوڑا حال عرض کرتا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جذبہ کی جہت تمام ہو جانے کے بعد سلوک کی دولت سے مشرف فرمائے گا۔

شیخ نور اسی مقام میں بند ہے اور نقطہ فوق میں جو جذبہ کے مقام میں ہے نہیں پہنچا۔ حرکات و سکنات میں تکلیف دیتا ہے اور وہ اس قباحت و برائی کو نہیں سمجھتا۔ بغیر ارادہ کے اس کا کام توقف میں پڑ جاتا ہے اور ایسے ہی اکثر یاروں کے کام کی رعایت نہ کرنے کی وجہ توقف میں پڑ جاتے ہیں۔ اس بارے میں حیران ہے کہ اس طرف سے کوئی ارادہ ان کے توقف کا نہیں ہے۔ بلکہ ان کا ترقی کا ارادہ ہے۔ بلا ارادہ ان کے کاموں میں دیر واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ راہ تو بہت نزدیک ہے۔

مولانا معہود اخیر نقطے تک پہنچ گیا ہے اور اس نے جذبے کے کام کو پورا کرلیا ہے اور اس مقام کی برزخیت میں پہنچ گیا ہے اور فوق کو من وجہ نہایت تک پہنچایا ہے اوّل اوّل صفات کو بلکہ اس نور کو جس سے صفات قائم ہیں اس نے اپنے آپ سے جدا دیکھا اور اپنے آپ کو شیخ فانی معلوم کیا۔ بعد ازاں صفات کو ذات سے جدا دیکھا اور اس دید میں مقام جذبہ کی احدیت تک پہنچ گیا اب اپنے آپ کو اور جہان کو ایسا گم کیا ہے کہ نہ احاطہ کا قائل ہے اور نہ معیت کا اور بطنوں کے بطن کی طرف ایسا متوجہ ہے کہ حیرت اور نادانی کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں۔

سید شاہ حسین بھی مقام جذبہ سے اخیر نقطہ تک پہنچ گیا ہے اور اس کا سر نطقہ تک پہنچ گیا ہے اور ایسے ہی صفات کو ذات سے جدا دیکھتا ہے لیکن خدا احد کو سب جگہ پاتا ہے اور ظہور سے محظوظ ہے اور ایسے ہی میں جعفر بھی اخیری نقطہ کے نزدیک پہنچ گیا ہے اور بہت شوق ولولہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاہ حسین کے قریب قریب ہے اور دوسرے یاروں میں بھی فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔

میاں شیخی اور شیخ عیسیٰ اور شیخ کمال جذبہ میں نقطہ فوق تک پہنچ گئے ہیں اور شیخ کمال بھی نزول کی طرف متوجہ ہے اور شیخ ناگوری نقطہ فوق کی تہہ میں آیا ہوا ہے لیکن ابھی بہت سفر درپیش ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور یہاں کے یاروں میں سے اب تک آٹھ یا نو بلکہ دس آدمی نقطہ فوق کی تہہ میں آئے ہوئے ہیں بعض نقطہ سے واصل ہو کر نزول کی طرف متوجہ ہیں بعض دوسرے یار قریب ہیں اور بعض بعید۔

میاں شیخ مزمل اپنے آپ کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا ہے اور مطلق کو سب جگہ پاتا ہے اور اشیاء کو سراب کی طرح بے اعتبار جانتا ہے بلکہ ہیچ معلوم کرتا ہے۔

مولانا مذکور کے بارے میں ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا لوگوں کو تعلیم کے لئے اجازت دینا دل پسند ہے لیکن وہ اجازت جو جذبہ کے مناسب ہے اگرچہ بعض امور باقی رہ گئے ہیں جن کا اس کو استفادہ کرنا ضروری تھا لیکن روانہ ہونے کی جلدی کی اور توقف نہ کیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے جس طرح اس کے کام کی بہتری سمجھیں گے حکم فرمائیں گے۔ جو کچھ اس کمینہ کے علم میں تھا عرض کر دیا گیا۔ وَالْحُكْمُ عِنْدَكُمْ (اور حکم آپ ہی کا ہے)

خواجہ ضیاء الدین محمد چند روز تک یہاں رہا کچھ حضور و جمعیت حاصل کی تھی آخر اسباب معیشت کی کمی کی وجہ سے اپنے آپ کو خاطر جمع نہ رکھ سکا۔ اس واسطے لشکر کی طرف متوجہ ہوا اور مولانا شیر محمد کا لڑکا بھی ملازمت کی طرف متوجہ ہے۔ قدرے حضور و جمعیت رکھتا ہے بعض رکاوٹوں کی وجہ سے زیادہ ترقی نہ کر سکا۔ زیادہ لکھنا گستاخی ہے ع

بندہ باید کہ حدِّ خود داند

ترجمہ ع چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

عریضہ لکھنے کے بعد ایک ایسی کیفیت ظاہر ہوئی اور ایسا حال پیش آیا جس کا بیان تحریر میں نہیں آ سکتا اور اس حال میں فنائے ارادی ثابت ہوئی جیسا کہ پہلی مرادوں سے ارادے کا تعلق برطرف ہوا تھا۔ لیکن ارادۂ اصل باقی تھا جیسا کہ عریضہ میں عرض کیا گیا تھا اب ارادہ بھی دور ہو گیا ہے اور اس وقت نہ مراد باقی رہی ہے اور نہ ارادہ۔ اور اس فنا کی صورت بھی نظر آئی اور بعض علوم جو اس مقام کے مناسب ہیں۔ فائض ہوئے چونکہ ان علوم کا باریکی اور پوشیدگی کی وجہ سے لکھنا دشوار تھا اس واسطے قلم کی باگ ان علوم کے لکھنے سے روک لی اور اس فنا کے ثابت ہونے اور علوم کے فیضان کے وقت وحدت کے پرے ایک خاص نظر ظاہر ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ بات ثابت ہے کہ وحدت کے ماوراء کوئی نظر بلکہ کچھ نسبت نہیں ہے لیکن بندہ جو کچھ پاتا ہے عرض کرتا ہے اور جب تک یقینی طور پر ثابت نہیں ہوا لکھنے میں جرأت نہیں کی اور اس مقام کی صورت وحدت کے پرے اس طرح دیکھتا ہے نہ اس کا ماوراء اور نہ کوئی ایسا مقام جو حقیقت کے طور پر جانے یا حق کو اس کے ماوراء جانے حیرانی اور نادانی اسی طرح صاف ہے اور اس دید سے کچھ فرق نہیں ہوا۔ میں نہیں جانتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کہ کیا عرض کروں سب تناقض در تناقض ہے جو کہنے میں نہیں آتا اور حال بے شبہ ثابت ہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِہَ اللّٰہُ قَوْلاً وَ فِعْلاً خَاطِراً وَّنَاظِراً (اللہ سے میں بخشش مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں ان تمام قول وفعل وارادہ ونظر سے جس کو اللہ مکروہ جانتا ہے۔)

اور نیز اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ پہلے جو کچھ فنائے صفات سے جانتا تھا حقیقت میں صفات کی خصوصیت اور ان کے مابہ الامتیاز کی فنا تھی جو وحدت کے ضمن میں مندرج ہوئی تھی اور خصوصیتیں دور ہوگئی تھیں۔ اب اصل صفات بھی اگرچہ ایک دوسری میں ملتے رہنے کے طریق پر ہوں، برطرف ہوئی ہے اور حاکم احدیت نے کسی چیز کو نہیں چھوڑا اور وہ تمیز جو علم اجمالی یا تفصیلی کے مرتبہ سے حاصل ہوئی تھی نہ رہی اور تمام خارج پر آگئی۔ اب کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئٌ وَ ھُوَالْاٰنَ کَمَا کَانَ (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا) حال کے مطابق ہوگیا ہے اور پہلے اس حدیث کے مضمون کا صرف علم ہی تھا نہ کہ حل یعنی اب علم وحال دونوں جمع ہیں۔ امید ہے کہ صحت وغلط پر آگاہ فرمادیں گے۔

دوسرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل سے حصہ حاصل ہے ایسے ہی یہاں کے بعض یاروں کو بھی اس مقام سے حصہ حاصل ہوا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ واللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ (اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔

## مکتوب (۱۲)

فنا وبقا کا مقام اور ہر چیز کی خاص وجہ کے ظہور حاصل ہونے اور سیر فی اللہ اور تجلی ذاتی، برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھتا ہے:۔

کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے۔ اپنی تقصیروں کی نسبت کیا عرض کرے۔ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَآءْ لَمْ یَکُنْ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہوگیا اور جو نہ چاہا نہ ہوا اور نہیں ہے گناہوں سے پھرنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ تعالیٰ بلند شان کی مدد سے)۔

وہ علوم جو فنافی اللہ اور بقاباللہ کے مقام سے تعلق رکھتے تھے۔ خدائے تعالیٰ نے اپنی عنایت سے ظاہر کردیئے اور ایسا ہی معلوم کیا کہ ہر شے کی وجہ خاص کیا ہے اور سیر فی اللہ کس معنیٰ سے ہے اور تجلی ذاتی برقی کیا ہوتی ہے اور محمدی مشرف کون ہے۔ وغیرہ غیرہ۔ اور ہر مقام میں اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لوازم اور ضروریات کو دکھاتے اور ان کی سیر کراتے ہیں اور ایسی کوئی چیز نہیں رہی کہ جس کا اولیاء اللہ نے نشان دیا ہے کہ اس کو راستہ چھوڑ جائیں اور نہ دکھائیں۔ قَبِلَ مِنْ قَبِلَ بِلا عِلَّةٍ (جو کوئی خدا کی درگاہ میں قبول ہوا ہے بلا سبب ہی قبول ہوا ہے) جس طرح کہ اصل اشیاء کو بھی پیدا کیا ہوا اور اسی کا بنایا ہوا جانتا ہے خدا تعالیٰ قابلیتوں کا محکوم نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز کو اس پر حاکم ہونا چاہیے۔ زیادہ گستاخی مناسب نہیں۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

# مکتوب (۱۳)

رستہ کی لمبائی اور علوم حقیقت کو علوم شریعت کے ساتھ مطابق کرنے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:-

کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے۔ افسوس ہزار افسوس! یہ راستہ کس قدر نہایت اور لمبا ہے۔ سیر اس جلدی سے اور واردات وعنایات اس کثرت سے' اسی وجہ سے مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پنجاہ ہزار سال کا رستہ ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (چڑھیں گے اس کی طرف فرشتے اور روح اس دن میں جس کا طول پچاس ہزار برس ہے) اس میں شاید انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔ جب کام ناامیدی تک پہنچ گیا اور امیدیں منقطع ہوگئیں۔ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (خدا تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جو ناامیدی کے بعد بارش نازل فرماتا اور رحمت عام پھیلاتا ہے) یعنی خداوند تعالیٰ مددگار رہوا۔

چند روز ہوئے ہیں کہ اشیاء میں سیر واقع ہوا ہے اور طالبوں اور مریدوں نے پھر ہجوم کیا ہے۔ ان کا کام شروع کیا گیا ہے لیکن ابھی اپنے آپ کو اس مقام کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار سے مروت وحیات کے باعث کچھ نہیں کہتا اور مسئلہ توحید میں جو پہلے متردد تھا۔ جیسا کہ کئی دفعہ عرض کیا گیا تھا اور افعال وصفات کو اصل سے جانتا تھا جب اصل حقیقت معلوم ہوئی وہ تردد دور ہوگیا اور ہمہ از وست والا پلہ ہمہ اوست۔ کے مقولہ سے غالب معلوم کیا اور اس میں کمال زیادہ دیکھا اور افعال وصفات کو بھی اور ہی رنگ میں معلوم کیا۔ سب کو ایک ایک کر کے دکھایا اور اوپر کو گزر کرایا اور شک وشبہ بالکل دور ہوگیا اور تمام کشفی علوم ظاہر شریعت کے مطابق ہوگئے اور ظاہر شریعت سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سرمو مخالفت نہ دیکھی اور یہ جو بعض صوفیہ کشفوں کو ظاہر شریعت کے مخالف بیان کرتے ہیں۔ یا سہو سے ہے یا سکر کی وجہ سے۔ باطن ظاہر کے کچھ مخالف نہیں ہے۔ اثنائے راہ میں سالک کو مخالفت نظر آتی ہے اور توجیہ اور جمع کی طرف محتاج ہوتا ہے لیکن منتہی حقیقی باطن کو ظاہر شریعت کے موافق معلوم کرتا ہے۔

علماء اور ان بزرگواروں کے درمیان اسی قدر فرق ہے کہ علماء ازروے دلیل اور علم کے جان لیتے ہیں اور یہ بزرگوار روے کشف اور ذوق کے پالیتے ہیں اور ان کی صحت حال پر اس مطابقت سے بڑھ کر مدلل دلیل اور کونسی ہے۔ یَضِیقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ شامل حال ہے۔ میں نہیں جانتا کیا عرض کروں۔ بعض احوال کے لکھنے کی توفیق نہیں رکھتا اور خطوں میں بھی ان کے لکھنے کی گنجائش نہیں۔ شاید اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ اس ہجر کے مارے محروم کو غریب پروری کی توجہ سے محروم نہ رکھیں اور راہ میں نہ چھوڑیں۔

این سخن را چوں تو مبدا بودہ　　　گر فزوں گردد تواش افزودہ

ترجمہ: اس سخن کی جب ہے تجھ سے ابتداء　　　گر زیادہ ہو تو پھر ڈر کیا

زیادہ گستاخی معاف نہیں۔

ع　بندہ باید کہ حدِ خود داند

## مکتوب (۱۴)

ان واقعات کے حاصل ہونے کے بیان میں جو اثنائے راہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور بعض مسترشدوں یعنی طالبوں کے احوال کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی طرف لکھا ہے۔:-

کمترین خادم عرض کرتا ہے کہ وہ تجلیات جو مراتب کونی میں ظاہر ہوئی تھیں۔ ان میں سے بعض کا بیان سابقہ عریضہ میں کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مرتبۂ وجوب جو صفات کلیہ کا جامع ہے ظاہر ہوا۔ اور بدصورت سیاہ رنگ عورت کی صورت میں متمثل ہوا اور اس کے بعد مراتبہ احدیث دراز قد مرد کی صورت میں کہ باریک دیوار پر کھڑا ہے جلوہ گر ہوا اور یہ دونوں تجلیں حقانیت کے طور پر ظاہر ہوئیں۔ برخلاف پہلی تجلیوں کے کہ وہ اس طور پر ظاہر نہ ہوئی تھیں اور اسی اثناء میں موت کی خواہش پیدا ہوئی اور ایسا نظر آیا کہ گویا میں شخص ہوں جو دریائے محیط کے کنارے پر کھڑا ہے۔ اس ارادے پر کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈالے لیکن پیچھے سے اس کو رسی کے ساتھ ایسا مضبوط باندھا ہے کہ وہ دریا میں جا نہیں سکتا اور اس رسی سے مراد میں اپنے بدن عنصری کے تعلقات سمجھتا تھا۔ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آرزو کرتا تھا کہ وہ رسی ٹوٹ جائے اور نیز ایک ایسی خاص کیفیت طاری ہوئی کہ اس وقت بطریق ذوق معلوم ہوا کہ دل کی کوئی خواہش حق تعالیٰ کے سوا ہی نہیں رہی۔

اس کے بعد صفات کلیہ وجوبیہ کہ جنہوں نے باعتبار محلوں اور مظہروں کے مختلف خصوصیتیں پیدا کی تھیں نظر آئیں۔ اس کے بعد وہ خصوصیتیں سب کی سب اپنے محلوں اور مظہروں سے گر گئیں اور باقی نہ رہیں۔ مگر کلیہ وجوبیہ کے طور پر اور خصوصیتوں سے ان کے الگ ہونے کی صورت بھی نظر آئی اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب تو نے حقیقی طور پر صفات کو اصل کے ساتھ جان لیا اور خصوصیات سے الگ ہونے سے پہلے صفات کو اصل سے جاننا کچھ معنی نہیں رکھتا تھا۔ مگر یہ کہ جواز کے طریق پر ہو جیسا کہ تجلی صوری والوں کا حال ہے اور فنا حقیقی اس وقت ثابت ہوگئی۔

اس حالت کے ثابت ہونے کے بعد صفات جو اپنے آپ میں اور اپنے غیر میں تھیں ایک ہی طرز پر پائیں اور محل وجگہ کی تمیز اٹھ گئی۔ اس وقت شرک خفی کی کئی قسم کے باریک امور سے خلاصی میسر ہوئی اور اس وقت تک نہ عرش رہا اور نہ فرش نہ زمان نہ مکان نہ جہات نہ حدود۔ اگر بالفرض کئی سالوں تک فکر کروں ہرگز علم میں نہ آئے کہ جہاں کا ایک ذرہ بھی پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد اپنا تعین اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی اور اپنے تعین کو اس پھٹے ہوئے پرانے کپڑے کی طرح معلوم کیا جس کو کسی شخص نے پہنا ہوا ہو اور اس شخص کو میں نے اپنی وجہ خاص جانا لیکن حقانیت کے طور پر متصور نہ ہوا۔

اس کے بعد اس شخص کے اوپر نزدیک ہی پوست رقیق نظر آیا اور اپنے آپ کو اس پوست کا عین معلوم کیا اور اس تعین کے جامہ کو اپنے سے بیگانہ دیکھا اور وہ نور جو اس پوست میں تھا دکھائی دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نور نظر سے غائب ہوگیا اور یہ پوست اور جامہ بھی نظر سے دور ہوگئے اور وہی پہلی جہالت رہ گئی۔

اس واقع مذکورہ کی تعبیر جس طرح علم میں آتی ہے عرض کرتا ہے تاکہ اس کی صحت وغلطی معلوم ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ عین ثابتہ ہے جو وجوب وامکان کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہے جس کی دونوں طرفین ایک دوسری سے جدا ہوئی ہیں اور کمال فرق کے ساتھ متحقق ہیں اور وہ پوست جو اس پرانے کپڑے اور نور کے درمیان واقع ہوا ہے۔ وجود اور عدم کے درمیان برزخ ہے اور اپنے آپ کو جو آخر کار وہی پوست معلوم کیا۔ برزخیت میں پہنچنے کی طرف اشارہ ہے اور پہلے بھی واقعات میں اپنے آپ کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ معلوم کرتا تھا لیکن ظاہر اور آفاق کی نسبت سے تھا اور اب نفس کی طرف نظر ہے اور ایک اور فرق بھی اس وقت ظاہر ہوا تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیکن لکھنے کے وقت بھول گیا جو کچھ ہمیشہ حاصل ہے حیرت ونادانی ہے اور کبھی کبھی اسی طرح عجیب وغریب حال ظاہر ہوتے ہیں اور دور ہو جاتے ہیں اور ان کی معرفت رہ جاتی ہے اور بعض واقعات کی تعبیر میں عاجز رہ جاتا ہے اور اگر کچھ میں آتا ہے تو اس پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اسی واسطے عریضوں کے ارسال کرنے میں گستاخی کرتا ہے تاکہ حضور کے جتلانے سے کسی امر کا یقینی علم حاصل ہو جائے۔ امید ہے کہ حضور کی بلند توجہوں سے دنیائے کمینی کے تعلقات کی گرفتاری سے نجات میسر ہو جائے گی ورنہ کام بہت مشکل ہے۔

بے عنایات حق وخاصان حق　　گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

ترجمہ　اہل حق اور حق تعالیٰ کی عنایت کے سوا

ہے عمل نامہ سیاہ گرچہ فرشتہ ہی ہوا

شیخ عبداللہ نیازی کا بیٹا شیخ طٰہٰ جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبدالعزیز اس سے واقف ہے۔ قدم بوسی اور نیاز مندی عرض کرتا ہے۔ اس کو اس طریقہ علیہ میں داخل ہونے کی خواہش پیدا ہوئی اور بڑے صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے میں نے اس کو کہا ہے کہ استخارہ کرے۔ بظاہر مناسبت رکھتا ہے اور جن یاروں نے یہاں کی ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے اکثر ان میں سے طریق رابطہ میں مشغول ہیں اور اور بعض ان میں سے واقعات میں دیکھ کر رابطہ حاصل کر کے ہمراہ آتے ہیں اور بعض دہلی سے واپس آنے سے پہلے رابطہ رکھتے تھے اور اوّل حضور و استغراق میں جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض نہیں دیکھتے لیکن کوئی بھی توحید اور انوار اور کشوف کے راہ پر نہیں جاتا۔

ملا قاسم علی اور ملا مودود محمد اور عبدالمومن ظاہراً مقام جذبہ سے نقطۂ فوق تک پہنچے ہوئے ہیں لیکن ملا قاسم علی نزول کی طرف توجہ رکھتا ہے اور ان دونوں کی نسبت معلوم نہیں کہ نزول کی طرف آئیں اور شیخ نور بھی نقطہ کے نزدیک ہے لیکن ابھی تک وہاں نہیں پہنچا۔

ملا عبدالرحمٰن بھی نقطہ کے نزدیک ہے لیکن ابھی تھوڑی سی مسافت درمیان ہے۔ ملا عبدالہادی نے حضور میں استغراق حاصل کیا ہے اور نیز کہتا ہے کہ پاک مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کو اشیاء میں تنزیہی صفت سے دیکھتا ہوں اور افعال کو اس سے جانتا ہوں۔ حضور کی دولت ہے جو طالبوں اور مستعدوں کو پہنچ رہی ہے اور اس کمینہ کو اس کے پہنچانے میں کچھ حصہ نہیں۔ ع

من ہماں احمد احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

ترجمہ ع　میں ہوں احمد وہی پرانا غلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حضور نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقع میں فرمایا تھا کہ اگر خاکسار میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف واقع ہوتا اور اس نسبت کو بھی جو خاکسار کی محبوبیت کو حضور کی عنایت کے ساتھ ہے بیان فرمایا تھا۔ اس بات سے بڑی بھاری امید لگ رہی ہے اور یہ جرأت وگستاخی بھی اسی وجہ سے ہے۔

# مکتوب (۱۵)

ان احوال کے بیان میں جو ھبوط اور نزول کے مقامات کے مناسب ہیں مع پوشیدہ اسرار کے۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:-

اس حاضر غائب واجد فاقد مقبل معرض کی یہ عرض ہے کہ بندہ مدتوں سے اس کو ڈھونڈتا تھا تو اپنے آپ کو پاتا تھا۔ اس کے بعد اس کا کام یہاں تک کہ اگر اپنے آپ کو ڈھونڈتا تھا تو اس کو پاتا تھا۔ اب اس کو گم کیا ہے لیکن اپنے آپ کو پاتا ہے باوجود گم کرنے کے اس کا ڈھونڈنے والا نہیں ہے اور باوجود ثابت ہونے فقدان (گم کرنے) کے اس کے چاہنے والا نہیں ہے۔

علم کی رو سے حاضر واجد و مقبل ہے اور از روئے ذوق کے غائب و ناقد و معرض ہے اس کا ظاہر بقا ہے اور باطن فنا' عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی لیکن فنا علمی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار ھبوط و نزول پر آٹھہرا ہے اور صعود و عروج سے رہ چکا ہے اور جس طرح اس کو مقام قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی حق تعالیٰ کی طرف لے گئے تھے' اب پھر حق تعالیٰ کی طرف سے مقام قلب میں نیچے لے آئے ہیں۔

نفس سے روح کے آزاد ہونے اور نفس کے مطمئنہ ہو کر انور کے غلبوں سے نکلنے کے باوجود اس کی روح کو۔ روح اور نفس کی دو جہتوں کا جامع بنایا ہے اور ان دو جہتوں (طرفوں) کی برزخیت سے اس کو مشرف فرمایا ہے اور اس کو اس برزخیت کے حاصل ہونے کی وجہ سے فوق سے فائدہ اٹھانا اور ماتحت کو فائدہ دینا۔ دونوں ایک ہی وقت میں عطا فرمایا ہے۔ فائدہ حاصل کرنے کے وقت فائدہ دینے والا ہے اور فائدہ پہنچانے کی حالت میں فائدہ حاصل کرنے والا۔

گر بگویم شرح ایں بیحد شود　　　　درنویسم بس قلمہا بشکند

ترجمہ ۔ گر کہوں بے حد ہو اس کا بیان　　　　گر لکھوں طاقت قلم میں ہے کہاں

اس کے بعد عرض ہے کہ دست چپ مراد ہے قلب سے جو حق تعالیٰ کی طرف عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ فوق سے نزول کرنے کے بعد جو مقام قلب میں اتر آتے ہیں وہ مقام اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے جو چپ وراست کا برزخ ہے۔ جیسا کہ اس فن کے جاننے والوں پر ظاہر ہے اور وہ مجذوب جنہوں نے سلوک حاصل نہیں کیا۔ صاحبان دل ہیں کیونکہ حق تعالیٰ تک پہنچنا سلوک پر منحصر ہے اور کسی شخص کے ساتھ مقام کے متعلق ہونے سے یہ مراد ہے اس شخص کو اس مقام میں ایک خاص شان اور اس مقام والوں سے علیحدہ امتیاز حاصل ہوتا ہے۔

منجملہ اس امتیاز کے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ جذبہ کی سبقت اور بقائے خاص ہے جو اس مقام کے مناسب علوم اور معارف کا مبداء ہے۔ مقام قلب کے علوم کی تحقیق اور جذبہ اور سلوک اور فنا و بقا کی حقیقت وغیرہ وغیرہ رسالہ مقررہ میں مفصل لکھی گئی ہے۔

میر سید شاہ حسین جلدی روانہ ہو پڑے۔ اس واسطے کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ پیچھے انشاءاللہ شرف مطالعہ حاصل کرے گا یعنی وہ رسالہ حضور کے مطالعہ میں آوے گا۔

عزیز متوقف (خاکسار) فوق سے نیچے مقام قلب میں آیا ہے لیکن اس کی توجہ عالم کی طرف نہیں ہے۔ فوق کی جانب توجہ رکھتا ہے چونکہ عروج فوقانی برخلاف طبیعت کے تھا۔ اس لئے (خاکسار) طبعی طور پر جذبہ کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا۔ فوق سے نزول کے وقت اپنے ہمراہ کچھ چیز نہیں لایا۔ وہ تھوڑی سی نسبت جو طبیعت کے خلاف توجہ سے تھی اور عروج اس توجہ کا اثر تھا۔ جذبہ مذکورہ حضرات خواجگان قدس سرہم کے جذبہ سے الگ ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو حضرات خواجہ احرار قدس سرہ کو اپنے بزرگ باپ دادوں سے پہنچا ہے اور ان کو اس مقام میں شان خاص حاصل ہوئی ہے اور کسی واقع میں بعض طالبوں نے جو ظاہر کیا تھا کہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو جیسا کہ وہ ہوئے ہیں وہ عزیز متوقف یعنی خاکسار نے کھالیا ہے۔ اس واقعہ کے اثر کا اظہور اس مقام میں ہے یہ جذبہ مقام افادہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اس مقام میں ہمیشہ فوق کی طرف توجہ ہے اور دائی سکر اس کو لازم ہے۔

جذبہ کے بعض مقامات جذبہ میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے مخالف ہیں اور بعض دوسرے سلوک کے مخالف نہیں ہیں۔ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے لئے متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ اس میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے مخالف ہے۔

عریضہ لکھتے وقت اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تھا اس مقام کے بعض دقایق ظاہر ہوئے جب تک باعث نہ ہو توجہ میسر نہیں ہوتی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

چند مہینے ہوئے ہیں کہ وہ عزیز متوقف (خاکسار) نیچے آ گیا ہے لیکن مقام جذبہ مذکورہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کامل طور پر داخل نہیں ہوا۔ اس مقام کے مناسب علم کا نہ ہونا اور پراگندہ توجہ اس مقام میں داخل ہونے سے مانع ہے۔ امید ہے کہ ان بے ترتیب کلمات یعنی عریضہ کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں پورے طور پر داخل ہونا میسر ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ سرہ کو وہ عزیز متوقف یعنی خاکسار پورے طور پر کھا جائے گا۔

# مکتوب (۱۶)

عروج ونزول وغیرہ کے احوال کے بیان میں۔ اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے:۔

طالب حقیر کی گزارش ہے کہ مولانا علاؤ الدین نے حضور کا نوازش نامہ پہنچایا ہر ایک مقدمہ مذکورہ کے کشف میں وقت کے موافق مسودہ کیا گیا۔ ان علوم مذکورہ کے بعض متممات ومکملات بھی دل میں گزرے تھے لیکن ابھی ان کے لکھنے کی فرصت نہ ملی کہ حامل عریضہ ہذا روانہ ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ پیچھے خدمت اقدس میں بھیجا جاوے گا۔ اب ایک اور رسالہ جو صحیح و درست لکھا ہوا تھا بھیجا ہے اور یہ رسالہ بعض یاروں کی التماس سے لکھا گیا ہے۔ یاروں نے التماس کی تھی کہ ایسی نصیحتیں لکھی جاویں جو طریقت میں نفع دیں اور ان کے موافق زندگی بسر کی جاوے۔ واقعی رسالہ بے نظیر اور بڑی برکتوں والا ہے۔ اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ اپنی امت کے بہت سے مشائخ کیساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے وہ نورانی اور ممتاز اور عزیز الوجود ہیں اور آنحضرت ﷺ نے اس خاکسار کو اس واقع کو شائع کرنے کا حکم فرمایا۔ ع

برکریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

جس روز خاکسار حضور کی خدمت میں سے واپس آیا ہے۔ فوق کی طرف خواہش ہونے کے سبب مقام ارشاد کے ساتھ چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ کچھ مدت تک یہ ارادہ رہا کہ گوشہ نشین ہو جائے اور لوگ صحبت میں شیر ببر کی طرح نظر آتے رہے۔ گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا لیکن استخارہ اس کے موافق نہیں آتا تھا۔ قرب کے مدارج میں اگرچہ ان کی کوئی غایت اور انتہا نہیں ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



انتہاء درجے تک عروج حاصل ہوا اور ہوتا ہے اور کبھی اوپر لے جاتے ہیں اور کبھی نیچے لے آتے ہیں۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ (غرض ہر دن ایک نئی شان اور نئی حالت میں ہے) تمام مشائخ کے مقامات پر الا ماشاء اللہ عروج میسر ہوا۔

بداں درگاہ والا دست بردست گلے بردند زیں دہلیزۂ پست

ترجمہ اڑا دہلیز سے مٹی کو یک سر گرایا بر در درگاہ برتر

اس اثناء میں اگر مشائخ کے روحانیات کے توسط (واسطہ در واسطہ ہونے) کو گننے لگو تو بات لمبی ہو جائے۔ غرض تمام مقامات اصلی سے ظلی مقامات کی مانند گزر کر ایا خدا کی عنایتوں کا کیا بیان کرے۔ قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلا عِلَّة (جو شخص قبول ہوا اسے بلا سبب و وسیلہ قبول ہوا ہے) اس قدر ولایت اور ان کے کمالات ظاہر کئے کہ بندہ کیا عرض کرے۔

ماہ ذی الحجہ میں نزول کے درجوں میں مقام قلب تک نیچے لے آئے اور یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے لیکن ابھی اس مقام کے لئے تمام و کمال تک پہنچانے والی چیزیں درکار ہیں۔ دیکھئے کب حاصل ہوتی ہیں۔ یہ کام آسان نہیں ہے باوجود مراد مند ہونے کے اس قدر منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں کہ مریدوں کو عمر نو میں بھی ان کا طے کرنا میسر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کے کمالات مرادمندوں ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مرید اس جگہ قدم نہیں رکھتے۔ افراد کا نہایت عروج مقام اصل کی ابتداء تک ہے اس سے آگے افراد کو بھی گزر نہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ تکمیل و ارشاد کے مراتب میں توقف کی وجہ یہی ہے اور نورانیت کا نہ ہونا ظلمت غیب کے نور ہیں۔ ان پر اعتبار نہ کرنا چاہئے۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ: حال کامل کا نہیں جانے ہے خام پس مناسب مختصر ہی ہے کلام

اس قسم کی ظنی باتوں کے اندیشہ میں ضرر کا احتمال غالب ہے ان لوگوں کو فرمائیں کہ اس خستہ دل کے احوال سے اپنی خیالی نظر ڈھانپ لیں۔ نظر کی مجال کیلئے اور بہت سے محل ہیں۔

من گم شدہ ام مرام مجوئید با گم شدگاں سخن مگوئید

ترجمہ ۔ میں ہوں گم مجھ کو نہ ڈھونڈو دوستو!

میں ہوں گم مجھ سے نہ باتیں تم کرو!!

خداوند تعالیٰ کی غیرت سے ڈرنا چاہئے جس امر کو اللہ تعالیٰ کامل کرنا چاہتا ہے اس کے نقص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اورعیب لگانے میں گفتگو کرنا مناسب ہے۔ درحقیقت خدائے تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے اور مقام قلب میں نزول ہونا حقیقت میں مقام فرق ہے جس کو مقام ارشاد کہتے ہیں اور اس مقام میں فرق سے مراد یہ ہے کہ نفس روح سے اور روح نفس سے جدا معلوم ہو۔ بعد اس کے نفس روح کے نور میں داخل ہو۔ جس کو جمع بولتے ہیں۔ جمع وفرق کی نسبت میں اس بیان سے زیادہ جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ سکر کی وجہ سے ہے حق کو خلق سے جدا دیکھنا جس کو اہل سکر مقام فرق خیال کرتے ہیں کچھ حقیقت نہیں رکھتا وہ گویا صرف اسی روح ہی کو حق تعالیٰ جانتے ہیں اور روح کو نفس سے جدا دیکھنا خلق سے حق تعالیٰ کو جدا دیکھنا جانتے ہیں۔

اصحاب سکر کے اکثر علوم اسی قیاس پر ہیں' کیونکہ حقیقت امر وہاں مفقود ہے وَالْاَمْرُ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ (اور اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے)

کسی دوسرے رسالہ میں جذبہ اور سلوک والوں کے علوم اور ان دونوں مقام کی حقیقت مفصل طور پر لکھی گئی ہے۔ وہ رسالہ بھی عنقریب نظر مبارک میں گزرے گا۔

## مکتوب (۱۷)

بعض احوال کے بیان میں جو عروج ونزول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

خادم فقیر کی گزارش یہ ہے کہ وہ عزیز یعنی (خاکسار) جو کچھ مدت سے ترقی سے رکا ہوا تھا۔ نیاز نامہ لکھنے کے دن ایسا ظاہر ہوا کہ اس مقام سے کچھ عروج کر کے اخیر تک نیچے آگیا ہے۔ لیکن پورطور پر نزول نہیں کیا اور باقی عزیز بھی جو اس مقام کے نیچے تھے۔ عروج کر کے اس مقام فوق کی راہ سے نزول کی طرف متوجہ ہیں۔ اس کے بعد جو کیفیت ظاہر ہوگی اور معرض ظہور میں آئے گی۔ عرض کی جائے گی۔ اگر صاحب معاملہ بھی اپنے حال کے ظاہر ہونے کے بعد کچھ لکھے تو بہت بہتر ہے چونکہ اس قضیۂ نزول کا حادث ہونا قوی تھا اور خاکسار کو مسہل لینے کی وجہ سے ضعف لاحق ہوا تھا اس واسطے اس نزول کے انجام کار میں مشغول نہ ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر ظاہر کیا جاوے گا۔

## مکتوب (۱۸)

تمکین کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے اور ولایت کے تین قسم کے مراتب کے بیان اور اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی ذات وغیرہ پر زائد ہے۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بندۂ کمترین پر تقصیر احمد بن عبدالاحد کی گزارش ہے کہ جب تک حالات و واردات ظاہر ہونے تھے۔ ان کے عرض کرنے میں گستاخی اور جرأت کرتا تھا لیکن جب حق تعالیٰ نے حضور کی بزرگ توجہ کی برکت سے احوال کی غلامی سے آزاد کر دیا اور تلوین سے تمکین کے ساتھ مشرف فرمایا تو حیرت و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا اور وصل سے جدائی اور قرب سے بعد کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کچھ زیادہ نہ ہوا۔ اس واسطے نیاز ناموں میں توقف واقع ہوا اور صرف روزمرّہ خبروں کا عرض کرنا مناسب نہ جانا۔ اس کے علاوہ دل ایسا سرد ہو گیا کہ کسی امر میں سرگرمی نہیں کرتا اور بیکاروں کی طرح کسی کام میں مشغول نہیں ہو سکتا۔

من ھیچم و کم ز ھیچ ھم بسیارے  و از ھیچ و کم از ھیچ نیاند کارے

ترجمہ ۔ ہیچ ہوں میں بلکہ کم تر ہیچ سے
ہیچ سے پھر کام کیا کچھ ہو سکے

اب ہم اصل سخن کو بیان کرتے ہیں۔

تعجب یہ ہے کہ اب اس حق الیقین سے مشرف فرمایا ہے کہ جس جگہ علم و عین ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہیں اور فنا و بقا وہاں جمع ہیں۔ عین حیرت و بے نشانی میں علم و شعور ہے اور نفس غیبت میں، حضور میں، باوجود علم و معرفت کے جہل و نادانی کی زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ع

عجب انیست کہ من واصل و سرگردانم

ترجمہ ۔ تعجب ہے کہ واصل اور پریشان ہوں

اللہ تعالیٰ نے محض اپنی بے حد عنایت سے کمالات کے درجوں میں ترقیات بخشی ہیں۔

مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے اور ولایت کو شہادت سے وہی نسبت ہے جو تجلی صوری کو تجلی ذاتی سے ہے بلکہ ولایت و شہادت کا درمیانی بعد ان دونوں تجلیوں کے درمیانی بعد سے کئی درجے زیادہ ہے اور مقام شہادت سے اوپر مقام صدیقیت ہے اور وہ فرق جو ان دونوں مقاموں کے درمیان ہے وہ نہ تو کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی اشارہ سے بیان کیا جا سکتا ہے اور اس مقام سے اوپر سوائے مقام نبوت کے (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) اور کوئی مقام نہیں ہے اور ممکن نہیں کہ مقام صدیقیت اور نبوّت کے درمیان کوئی اور مقام ہوا ہو بلکہ محال ہے اور اس کے محال ہونے کا یہ حکم صریح اور صحیح کشف سے معلوم ہوا ہے اور یہ جو بعض اہل اللہ نے ان دونوں مقاموں کے درمیان واسطہ ثابت کیا ہے اور اس کا نام قربت رکھا ہے اس سے بھی مشرف فرمایا اور اس مقام کی حقیقت پر اطلاع بخشی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بہت سی توجہ اور بے شمار عاجزی کے بعد اوّل اسی طرح جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے' ظاہر ہوا لیکن آخر کار اصل حقیقت معلوم ہوگئی۔ ہاں عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حاصل ہونے کے بعد وہ مقام حاصل ہوتا ہے لیکن واسطہ ہونا مقام تامل ہے۔ ظاہری ملاقات کے بعد انشاء اللہ اس کی حقیقت کو مفصل عرض کیا جاوے گا۔ وہ مقام بہت ہی بلند ہے اور عروج کی منزلوں میں اس مقام سے اوپر اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر وجود کا زائد ہونا اسی مقام میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کے علمائے اہل حق کے نزدیک مقرر اور ثابت ہے۔ **شَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَعْيُهُمْ** (اللہ تعالیٰ ان کو اس کوشش کی جزائے خیر دیوے) اور یہاں وجود بھی راستہ میں رہ جاتا ہے اور ان سے اوپر عروج واقع ہوتا ہے۔

ابوالمکارم رکن الدین شیخ علاؤ الدولہ علیہ الرحمۃ اپنی بعض تصنیفات میں فرماتے ہیں کہ عالم وجود کے اوپر بادشاہ ودود کا عالم ہے اور مقام صدیقیت مقام بقا سے ہے جو عالم کی طرف توجہ رکھتا ہے اور اس مقام سے نیچے مقام نبوت ہے جو حقیقت میں بالاتر ہے اور اس میں کمال صحو اور بقا ہے۔ مقام قربت ان دونوں مقاموں کے درمیان برزخ اور واسطہ ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کی توجہ صرف تنزیہ کی طرف ہے اور عروج کا انتہاء ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ہرچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

ترجمہ۔ مثل طوطی آئینے کے پیچھے رکھا ہے مجھے
کہتا ہوں میں وہ جو استادِ ازل مجھ کو کہے

شرعی نظری استدلالی علوم کو ضروری کشفی بنادیا ہے اور علمائے شریعت کے اصول سے سرمو مخالف نہیں ہے بلکہ انہی اجمالی علوم کو تفصیلی کر دیا ہے اور نظریت سے ضرورت کی طرف لائے ہیں۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی اور استدلالی کشفی ہو جائے اور نہ فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہوتے ہیں۔ ہاں رستہ میں بہت سے علوم و معارف ظاہر ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے اور جب تک سالک نہایت کے درجے تک جو صدیقیت کا مقام ہے نہ پہنچے۔ ان علوم سے حصہ حاصل نہیں کرتا۔ **فَيَالَيْتَ شِعْرِىْ اِنَّ مِنْ اَهْلِ اللّٰهِ لَقَائِلِيْنَ لِحُصُوْلِ هٰذَا الْمَقَامِ الشَّرِيْفِ وَ لَيْسَ لَهُمْ مُنَاسِبَةٌ بِعُلُوْمِ هٰذَا الْمَقَامِ وَ مُعَارِفِه فَمَا وَجْهُهٗ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ** (کاش میں جانتا کہ بعض اہل اللہ جو اس مقام شریف کے حصول کے قائل ہیں' حالانکہ ان کو اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مقام کے علوم اور معارف کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں اس کی کیا وجہ ہے اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔)

اور مسئلہ قضا و قدر کے راز پر اطلاع بخشی اور اس کو اس طرح جتلایا کہ شریعت حنفیہ کے ظاہر اصول سے کسی طرح مخالف نہیں اور ایجاب کے نقص اور جبر کی آمیزش سے پاک و صاف ہے اور ظہور میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول شریعت کے مخالف نہیں ہے تو پھر اس کو کیوں پوشیدہ رکھا ہے۔ ہاں اگر اس میں کچھ مخالفت ہوتی تو اس کا چھپانا اور پوشیدہ رکھنا مناسب تھا۔ **لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ** (جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا)

کر از ہرۂ آنکہ از بیم تو ۔۔۔ کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

ترجمہ کس کو طاقت کہ مارے ڈر کے تیرے ۔۔۔ غیر تسلیم کے زباں کھولے

علوم و معارف ابر بہاری کی طرح اس طرح برس رہے ہیں کہ قوت مدرکہ ان کے برداشت کرنے سے عاجز ہے۔ قوت مدرکہ جو مجرد تعبیر ہے۔ **وَاِلَّا يَحْمِلُ عَطَا يَا الْمَلِكَ اِلَّا مَطَايَاهُ** (ورنہ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔)

اول اوّل یہ شوق تھا کہ ان عجیب علوم کو لکھا جائے۔ مگر اس امر کی توفیق نہ پاتا تھا اور اسی وجہ سے بے قرار رہتا تھا۔ آخر کار تسلی فرمائی کہ ان علوم کے فیضان سے ملکہ کا حاصل کرنا مقصود ہے نہ کہ علوم کا یاد کرنا جیسا کہ طالب علم اس واسطے علم حاصل کرتے ہیں کہ مولویت کا ملکہ حاصل کریں۔ نہ اس لئے کہ صرف ونحو وغیرہ کے اصول حفظ کرلیں ان میں سے بعض علوم عرض کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** (نہیں مانند اس کے کوئی چیز اور وہی سنتا اور دیکھتا ہے) کلام کا اوّل حصہ تنزیہ محض کا اثبات ہے جیسا کہ خود ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول **وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** اس تنزیہ کو تمام و کامل کرنے والا ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ چونکہ عالم کیلئے سمع و بصر کے ثابت ہونے میں باہم مشابہت کے ثبوت کا وہم گزرتا ہے اگرچہ فرضی ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس وہم کے دور کرنے کے لئے عالم سے سمع و بصر کی نفی کردی۔ یعنی سمیع و بصیر وہی اللہ جل شانہ ہی ہے اور سمع و بصر جو مخلوقات میں پیدا ہے۔ دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں رکھتی جس طرح کہ اللہ تعالیٰ سمع و بصر کو پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح ان دو صفتوں کے پیدا کرنے کے بعد بطریق عادت سماع و روئت یعنی دیکھنے اور سننے کو پیدا کرتا ہے۔ بغیر اس امر کے کہ ان صفات کی تاثیر ہو اور اگر ہم تاثیر کے قائل ہوں تو ان میں تاثیر بھی اسی کی پیدا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی ہوئی ہے۔ پس جس طرح ان کے اصل جماد محض ہیں اسی طرح ان کے صفات بھی جماد محض ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ محض اپنی قدرت سے پتھر میں کلام پیدا کر دے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ حقیقت میں پتھر کلام کرنے والا ہے۔ پس جس طرح پتھر جماد محض ہے اس میں یہ صفت بھی اگر بالفرض موجود ہو تو جماد محض ہے۔ اس سے حرف و آواز کے ظاہر ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح پر ہیں۔

غرض جب یہ دو صفتیں زیادہ ظاہر تھیں ان دونوں کو نفی کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص کیا اور ان دونوں کی نفی سے باقی صفات کی نفی بطریق اولیٰ لازم آئے گی۔

حق تعالیٰ نے اوّل علم کی صفت کو پیدا کیا۔ بعدازاں معلوم کی طرف اس کی توجہ پیدا کی۔ بعدازاں سننا بعدازاں مسموع کا ادراک پیدا کیا۔ اسی طرح اوّل بصر کو پیدا کیا۔ بعدازاں دھیری کا پلٹنا اور اشیاء کی طرف توجہ بعدازاں رویت یعنی دیکھنا۔ بعدازاں دیکھی ہوئی چیز کا ادراک پیدا کیا۔ علی ھذا القیاس۔

پس سمیع و بصیر وہی ہو سکتا ہے کہ یہ دو صفتیں اس کے سماع و رویت کا مبدا ہوں اور جب ایسا نہیں ہے تو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی سمیع و بصیر نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان کی صفات ان کے اصل کی طرح جماد محض ہیں۔ پس آخر کلام سے یہ مقصود ہے کہ ان سے تمام صفات کی کلی طور پر نفی ہو جائے نہ یہ کہ ان کے لئے صفات ثابت ہوں اور یہ صفتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ثابت ہیں کیونکہ اس سے تنزیہ اور تشبیہ کا باہم جمع ہونا لازم آتا ہے بلکہ تمام آیت کریمہ میں تنزیہ کا اثبات اور کلی طور پر تشبیہ کی نفی ہے۔

علم اوّل یعنی ان کی صفات کو خاص خدائے تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا اور ان کے اصلوں کو محض جماد جاننا اور پرنالے اور کوزے کی طرح معلوم کرنا کہ پانی وہاں سے ظاہر ہے مقام ولایت کے مناسب علوم سے ہے اور علم ثانی یعنی ان کی صفات کو بھی جماد کی طرح معلوم کرنا اور تمام کو میت جاننا کہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (تو بھی مردہ ہے اور یہ بھی مردہ ہیں مقام شہادت کے مناسب علوم سے ہے۔)

اس بیان سے بھی دونوں مقامات کا درمیانی فرق مفہوم ہو جاتا ہے۔ وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ وَالْجُرْعَۃُ تَنْبِیءُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِیْرِ (تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بڑے سمندر کی خبر دیتا ہے۔)

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: ظاہر ہے سال اچھا اپنی بہار ہی سے

اور ایسے ہی اس عالی مقام والے لوگ مخلوقات کے افعال کو بھی مردہ اور جماد کی طرح پاتے ہیں۔ نہ یہ کہ ان افعال کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں اور ان فعلوں کا فاعل اللہ تعالیٰ کو جانیں۔ تَعَالَى اللّٰهُ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ کی ذات اس نسبت سے بلند ہے) مثلاً کوئی شخص پتھر کو ہلاتا ہے اور حرکت دیتا ہے تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ شخص متحرک ہے بلکہ پتھر میں حرکت کا ایجاد کرنے والا ہے اور پتھر متحرک ہے۔ باوجود اس کے جس طرح کہ پتھر جماد محض ہے۔ اسی طرح اس کی حرکت بھی جماد محض ہے اور اگر بالفرض اس حرکت سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا تو یہ نہیں کہتے کہ پتھر نے مارا بلکہ یہ کہیں گے کہ اس شخص نے مارا اور علمائے شریعت شَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَعْيَهُمْ کا قول اس علم کے موافق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مخلوقات سے افعال کے صادر ہونے میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال چند حرکتیں ہیں۔ بغیر اس امر کے کہ ان کے لئے معمول بنانے میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال چند حرکتیں ہیں۔ بغیر اس امر کے کہ ان کے لئے معمول بنانے میں کچھ تاثیر ہو۔ اگر کہے کہ اس تقدیر پر افعال کو ثواب وعذاب کا مدار بنانا بے فائدہ ہے جیسا کہ پتھر کو کسی امر کے لئے مکلفین کریں اور اس کے فعل پر مدح وذم مترتب کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنگ اور مکلفین کے درمیان فرق ہے کیونکہ تکلیف قدرت اور ارادت پر وابستہ ہے اور سنگ میں ارادت نہیں لیکن جب ان کی ارادت بھی حق تعالیٰ کی مخلوق ہے بغیر اس بات کے کہ مراد کے حصول میں اس کی تاثیر ہو۔ وہ ارادت بھی مردہ کی طرح ہے۔ اس بناء پر کہ مراد اس کی ثابت ہونے کے بعد بطریق عادت پیدا ہوتی ہے اور اگر بالفرض مخلوق کی قدرت کو موثر کہا بھی جائے جیسا کہ علمائے ماوراء النہر (خدا ان کی کوشش کی جزا دے) نے کہا ہے تو وہ تاثیر بھی اس میں خدا کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جیسا کہ قدرت اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ پس اس کی تاثیر بھی جماد کی مانند ہو گئی۔ مثلاً ایک شخص نے ایک پتھر کو دیکھا کہ کسی ہلانے والے کی حرکت سے اوپر سے نیچے گرا اور ایک جاندار کو مار دیا۔ وہ شخص جس طرح پتھر کو جماد جانتا ہے۔ اس کے فعل کو بھی جو حرکت ہے جماد جانتا ہے اور اس فعل کے اثر کو بھی جو ہلاک یعنی مارنا ہے۔ جماد جانتا ہے۔ پس ذات وصفات وافعال سب کے سب محض جمادات اور مردہ ہیں۔ فَهُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ وَهُوَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ. قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا. (پس وہی زندہ اور قائم ودائم ہے اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے اور وہی جاننے والا اور خبر والا ہے اور وہی کرنے والا ہے جو چاہتا ہے کہ اگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سمندر اللہ تعالیٰ کے کلمات لکھنے کے لئے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں۔ اگر چہ اتنے اور دریا و سمندر مدد کے طور پر لائیں۔)

گستاخی بہت ہوئی اور جرات بے حد واقع ہوئی۔ سخن کے جمال نے جو جمیل مطلق کی طرف سے ہے۔ اس بات پر برانگیختہ کیا کہ جس قدر سخن دراز ہو زیبا ہے اور جو کچھ اس کی طرف سے بیان کیا جائے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ اپنے آپ میں کوئی مناسبت نہیں پاتا کہ اس بارگاہ کی نسبت گفتگو کرے یا اس کا نام پاک زبان پر لائے

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب — ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ترجمہ: گلاب و مشک سے کتنا ہی منہ کو صاف کروں

ادب سے دور ہے پھر بھی جو نام تیرا لوں

بند باید کہ حد خود داند

حضور کی توجہ اور عنایت کا امیدوار ہے۔ اپنی خرابی کی نسبت کیا عرض کرے اور جو کچھ اپنے آپ میں پاتا ہے حضور کی توجہ عالی کی عنایت ہے ورنہ

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

میاں شاہ حسین توحید وجودی کا طریق رکھتا ہے اور اس میں محفوظ ہے دل میں آتا ہے کہ وہاں سے اس کو نکالا جائے تاکہ حیرت تک جو اصلی مقصود ہے پہنچ جائے۔

محمد صادق بچپن ہی سے اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر سفر میں ہمراہ جاتا ہے بہت ترقی کرتا ہے دامن کوہ کی سیر میں ہمراہ تھا۔ بڑی ترقی کی اور مقام حیرت میں غرق ہے۔ حیرت میں فقیر کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے اور شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے اس نے بھی بہت ترقی کی ہے اور اس فقیر کے خویشوں میں سے ایک جوان ہے اس کا حال بہت بلند ہے تجلیات برقی کے نزدیک ہے اور مستعد ہے۔

## مکتوب (۱۹)

بعض حاجتمندوں کی سفارش میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:

خادم فقیر کی عرض ہے کہ لشکر سے ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ دہلی اور سرہند کے وظیفہ دار فقرا کا روپیہ گزشتہ فصل خریفہ کی بابت حضور کے بلند درگاہ کے ملازموں کے حوالہ ہوا ہے تاکہ حق ثابت کرنے کے بعد حق داروں کو پہنچا دیں۔ اس لئے گستاخی کی گئی ہے کہ ہزار تنکہ فصلانہ شیخ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ابوالحسن حافظ و اہل علم کے نام اور ہزار تنکہ فصلانہ شیخ شاہ محمد حافظ کے نام۔ نواب شیخ کی سرکار سے مقرر ہے۔ دونوں مذکورہ بالا شخص زندہ موجود ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں اور انہوں نے اپنے کسی معتبر آدمی کو بھیجا ہے۔ اگر خبر مذکورہ سچی ہو تو ان دونوں مذکورہ اشخاص کا روپیہ حامل عریضہ ہذا کے حوالہ کردیں یہ دونوں شخص سرہند میں موجود ہیں۔

## مکتوب (۲۰)

یہ بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔

خادم حقیر کی یہ گزارش ہے کہ دوبارہ حبیب اللہ سرہندی کی والدہ اور اس کی بیوی اور دوسرے بزرگوں کے وظائف کے بارے میں جو عریضہ کے ضمن میں لکھے ہوئے ہیں حضور کے بلند درگاہ کے خادموں کو تکلیف دیتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا اشخاص کے وظائف کا روپیہ دہلی میں آیا ہوا ہو۔ مولانا علی کو حکم فرمائیں کہ ان لوگوں کی تسلی کردیں۔ بعض بطریق وکالت کے اور بعض بطریق اصالت کے آتے ہیں اور اور اگر مبلغات نہ آئے ہوئے ہوں تو مذکورہ بالا اشخاص زندہ اور موجود ہیں۔ پروانوں کے درست کرنے کی التماس کرتے ہیں زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔

## مکتوب (۲۱)

ولایت کے درجوں خاص کر ولایت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجوں کے بیان میں اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف اور ان بزرگوں کی نسبت کی بلندی اور باقی تمام طریقوں پر اس طریق کی فضیلت اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دائمی ہے۔ حاجی قاری موسیٰ لاہوری کے بیٹے شیخ محمد مکی کی طرف لکھا ہے۔

آپ کا مکتوب شریف جو اس بندہ ضعیف کے نام لکھا ہوا تھا اللہ تعالیٰ تم کو بڑا اجر دیوے اور تمہارے کام آسان کرے اور تمہارے سینے کو کھولے اور تمہارے عذر قبول فرمائے۔ بحرمت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات جو زیغ بصر یعنی کجی چشم سے پاک ہیں۔

میرے بھائی! جان لو جب تک وہ موت جو موت معروف کے پہلے ہے اور اہل اللہ اس کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ ثابت نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پہنچنا محال ہے بلکہ آفاقی جھوٹے معبودوں اور انفسی ہوائی خداؤں کی پرستش سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس کے سوا نہ تو اسلام کی حقیقت کا پتہ لگتا ہے اور نہ ہی کمال ایمان میسر ہوتا ہے۔ بھلا پھر خدا کے بندوں کے گروہ میں کس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طرح داخل ہو سکتے ہیں اور اوتاد کے درجے تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ فنا پہلا قدم ہے جو درجات ولایت میں رکھا جاتا ہے اور بڑا بھاری کمال ہے جو ابتداء ہی میں حاصل ہو جاتا ہے پس یہی بہتر ہے کہ اس ولایت کے اوّل سے آخر حال اور اس کی ابتداء سے اس کی انتہا کا درجہ قیاس کیا جائے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ۔

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

ترجمہ: قیاس کرلو مرے باغ سے بہار مری

کسی اور نے بھی ایسا ہی کہا ہے ۔

سالیکہ نکوست از بہارش پیدا ست

ترجمہ: ظاہر ہے سال اچھا اپنی بہار ہی سے

اور ولایت کے بہت سے درجے ایک دوسرے کے اوپر ہیں کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اسی نبی سے مخصوص ہے اور اس کے درجات میں سے بلند اور اعلیٰ وہی درجہ ہے جو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے کیونکہ وہ تجلی ذاتی جس میں اسماء وصفات وشیون و اعتبارات کا نہ اثبات کے طور پر اور نہ نفی کے طور پر کچھ اعتبار ہے۔ وہ سرور کائنات ﷺ کی ولایت ہی سے مخصوص ہے اور اس مقام میں تمام وجودی اور اعتباری پردوں کا زائل ہو جانا علمی اور عینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ پس اس وقت وصل عریانی حاصل ہو جاتا ہے اور وجد حقیقی ثابت ہوتا ہے، نہ ظنی اور تخمینی اور اس عزیز الوجود مقام سے آنحضرت ﷺ کے کامل تابعداروں کو بڑا حصہ حاصل ہوتا ہے۔

پس اگر تم اس اعلیٰ دولت کے حاصل کرنے اور اس بلند درجہ کی تکمیل کے لئے متوجہ ہو تو آنحضرت ﷺ کی تابعداری لازم پکڑو اور یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ رحمتہ اللہ علیہم کے نزدیک برقی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف سے برق کی طرح تھوڑی سی مدت کے لئے تمام حجاب اٹھائے جاتے ہیں اس کے بعد اسماء وصفات کے پردے ڈالے جاتے ہیں اور ذاتی انوار ان پردوں میں ڈھانپے جاتے ہیں۔ پس حضور ذاتی برقی کی طرح ایک لحہ ہوتا ہے اور غیبت ذاتی بہت کثرت سے اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کے نزدیک یہ حضور ذاتی دائمی ہے اور ان بزرگواروں کے نزدیک زائل ہو جانے والی اور غیبت کے ساتھ بدلنے والی حضور کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

پس ان بزرگواروں کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بالاتر ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارات میں آیا ہے۔ اِنَّ نِسْبَتَنَا فَوْقَ جَمِیْعِ النِّسَبِ (ہماری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نسبت تمام نسبتوں سے برتر ہے ) نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے اور ان سب باتوں سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کاملوں کے طریقہ میں نہایت، ابتدا میں درج ہے اور بزرگوار اس امر میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے پیرو ہیں کیونکہ صحابہ کرام کو نبی ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا جو دوسروں کو انتہا میں بھی بمشکل حاصل ہو سکے اور یہ بات ابتداء میں انتہا درج ہونے کے سبب سے ہے۔

پس جس طرح ولایت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام پیغمبروں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے اس طرح ان بزرگواروں کی ولایت بھی تمام اولیاء قدس سرہم کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے اور کس طرح بڑھ کر نہ ہو جبکہ ان کی ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں کامل مشائخ میں سے بعض افراد کو یہ نسبت حاصل ہوئی ہے لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے اقتباس ہے جیسا کہ حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ نے اس حدیث کے دوام کی خبر دی ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جبہ شیخ ابوسعید مذکور قدس سرہ کو پہنچا ہے جیسا کہ صاحب نفحات نے نقل کیا ہے اور اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کے بعض کمالات کے اظہار سے غرض یہ ہے کہ طالبوں کو اس طریقہ علیہ کی طرف رغبت پیدا ہو ورنہ کجا میں اور کجا ان بزرگوں کے کمالات کا بیان۔ مولانا روم صاحب مثنوی میں فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| شرح اوحیف است با اہلِ جہاں | ہمچو رازِ عشق باید در نہاں |
| لیک گفتم وصف اوتا رہ برند | پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند |
| ترجمہ: مناسب ہے کہوں اس کا بیاں | مثل راز عشق چاہئے یہ نہاں |
| لیک کہدی وصف تا پائیں وہ راہ | اور اس کے فوت سے ماریں نہ آہ |

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی جَمِیعِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ( تم پر اور ان لوگوں پر بھی جو ہدایت کے تابع ہیں۔ سلام ہو )

## مکتوب (۲۲)

روح و نفس کے درمیانی تعلق اور ان کے نزول و عروج اور فنائے جسدی اور روحی اور ان کے بقاء اور مقام دعوت اور مغلوب الحال درویشوں اور ان لوگوں کے درمیان فرق کے بیان میں جو مقام دعوت کی طرف راجع ہیں۔ شیخ محمد مفتی لاہوری کے بیٹے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


شیخ عبدالمجید کی طرف لکھا ہے:

پاک اور منزہ ہے وہ ذات جس نے نور کو ظلمت کے ساتھ جمع کیا اور لا مکانی کو جو جہت سے بری ہے مکانی کے ساتھ جو جہت میں ہے ہمقرین کیا اور ظلمت کو نور کی نظر میں محبوب کر دیا۔ پس وہ نور اس پر فریفتہ ہو گیا اور کمال محبت سے اس کے ساتھ مل گیا تا کہ اس تعلق سے اس کی روشنی زیادہ ہو جائے اور ظلمت کی ہمسائیگی سے اس کی صفائی کامل ہو جائے جس طرح کہ آئینہ کو جب صیقل کرنا اور اس کی لطافت کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کو مٹی سے آلودہ کرتے ہیں تا کہ مٹی کی ظلمت کی ہمسائیگی سے اس کی صفائی ظاہر ہو جائے اور مٹی کی کثافت کی وجہ سے اس کی روشنی زیادہ ہو جائے۔

پس اس نور نے ظلمانی معشوق کے مشاہدہ میں غرق ہونے اور عنصری جسم سے تعلق ہونے کے باعث جو کچھ اس کو پہلے قدسی شہود سے حاصل تھا۔ فراموش کر دیا بلکہ اپنی ذات اور اپنے وجود کے متعلقات سے بھی بے خبر ہو گیا۔ پس وہ اس کی ہم نشینی سے اصحاب مشئمہ یعنی بائیں ہاتھ والوں میں سے ہو گیا اور اس کی صحبت میں اصحاب میمنہ یعنی دائیں ہاتھ والوں کے فضائل کو ضائع کر دیا۔ پس اگر اسی استغراق کے تنگ کوچہ میں پڑا رہا اور اطلاق و آزادی کے میدان میں نہ پہنچا تو اس پر ہزار افسوس ہے کیونکہ اس کے وجود سے جو مقصود تھا۔ حاصل نہ ہوا بلکہ اس کی استعداد کا جوہر بھی ضائع ہو گیا۔ فَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (پس بڑا گمراہ ہو گیا) اور اگر نیکی کی توفیق اس کو مل گئی اور خدا کی عنایت اس کے شامل حال ہوئی تو اس نے غفلت سے سر کو اٹھایا اور جو کچھ اس سے گم ہوا تھا یاد کیا اور یہ کہتے ہوئے اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کیا۔

اے امیدم سوئے تو بس عمرہ وحج من است | حج گو میکر دقوے جانب خاک وحجر

ترجمہ: اے میری امید میرا حج و عمرہ ہے توئی
مٹی پتھر کی طرف ہے دوسروں کا گرچہ حج

اگر اس کو دوبارہ اپنے قدسی مطلوب کے مشاہدہ میں اچھی طرح استغراق حاصل ہو گیا اور بارگاہ مقدس کی طرف پورے طور پر توجہ نصیب ہو گئی تو اس وقت ظلمت اس کے تابع ہو جائے گی اور اس کے انوار کے غلبوں میں مندرج ہو جائے گی۔ پس جب یہ استغراق اس حد تک پہنچ جائے کہ ظلمانی متعلق کو بالکل بھول جائے اور اپنی ذات اور اپنے وجود کے توابع سے کلی طور پر بے خبر ہو جائے اور مشاہدہ نورالانوار میں فانی ہو جائے اور اس کو پردوں کے پیچھے سے مطلوب کا حضور حاصل ہو جائے تو فنائے جسدی اور روحی سے مشرف ہو جائے گا اور اگر اس مشہود میں فنا حاصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہونے کے بعد اس کو مشہود میں بقا بھی حاصل ہوگئی تو فنا اور بقا کی دونوں جہتیں اس کو پورے طور پر حاصل ہوگئیں اور اب اسم ولایت کا اطلاق اس پر صحیح ہوگیا۔ پس اس وقت اس کا حال دو امروں سے خالی نہیں ہے یا تو اس کو مشہود میں کلی طور پر استغراق اور دائمی استہلاک اور فنا ہوگیا یا خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے راجع ہوگا اس طرح پر کہ اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کا ظاہر خلق کے ساتھ ہوگا اور اس وقت نور اس ظلمت سے جو اس مندرج ہے اور اپنے مطلوب کی طرف متوجہ ہے آزاد ہو جاتا ہے اور اس آزادی کے باعث اصحاب یمین یعنی دائیں ہاتھ والوں سے ہو جاتا ہے اگرچہ حقیقت کے لئے نہ راست ہے نہ چپ۔ لیکن دست راست اس کے حال کے موافق اور اس کے کمال کے مناسب ہے کیونکہ یمن و برکت میں دونوں ہاتھوں کے مشترک ہونے کے باوجود دست راست خیریت کی جہت کا جامع ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شان میں وارد ہے۔ **کُلْتَا یَدَیْہِ یَمِیْنٌ** (اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہاتھ کی طرح ہیں) اور وہ ظلمت اس نور سے بندگی اور اطاعت کے مقام میں اتر آتی ہے اور ہماری مراد نور لامکانی سے روح بلکہ اس کا خلاصہ ہے اور جہت میں مقید ہوئی۔ ظلمت سے مراد نفس ہے اور ظاہر و باطن سے بھی ہماری مراد یہی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اولیاء مغلوب الحال کو بھی عالم کے ساتھ شعور اور اس کی طرف توجہ اور اپنے بنی نوع کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے۔

پس دائمی طور پر پوری توجہ اور استہلاک وفنا کے کیا معنی ہیں اور ان کے اور ان لوگوں کے درمیان جو دعوت کے لئے عالم کی طرف راجع ہیں کیا فرق ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ استہلاک اور توجہ تام مراد ہے۔ روح و نفس دونوں کی انتہی توجہ سے بعد اس کے کہ روح کے انوار میں نفس مندرج ہو جائے جیسا کہ پہلے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور عالم کے ساتھ اس کا شعور حواس و قویٰ اور اعضاء کے ذریعے ہوتا ہے جو نفس کے لئے تفصیلوں کی مانند ہیں۔ پس مجمل مخلص اپنے مشہود کے مطالعہ کے باعث روحانی انوار کے ضمن میں مستہلک اور فانی رہتا ہے اور اس کی تفصیل پہلے ہی شعور پر باقی رہتی ہے۔ بغیر اس کے کہ اس میں کسی قسم کا فتور واقع ہو۔ برخلاف اس شخص کے جو عالم کی طرف راجع ہے کیونکہ اس کا نفس اطمینان حاصل کرنے کے بعد ان انوار سے دعوت کے لئے باہر نکل آتا ہے اور اس کو عالم کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے اور اس مناسبت کے سبب سے اس کی دعوت مقبول ہو جاتی ہے لیکن اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے اور اس کے حواس وغیرہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ نفس کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


قلب صنوبری کے ساتھ تعلق ہے اور قلب صنوبری کا تعلق حقیقت جامع قلبیہ کے وسیلہ سے روح کے ساتھ ہے اور روح سے فیوض وارادہ مجمل طور پر نفس پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر اس کے وسیلہ سے روح کے ساتھ ہے اور روح سے فیوض وارادہ مجمل طور پر نفس پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر اس کے وسیلہ سے تمام قویٰ واعضاء پر مفصل طور پر پہنچتے ہیں۔ پس ان اعضاء کا خلاصہ مجمل طور پر نفس میں موجود ہے اس بیان سے دونوں گروہوں کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔

اور جاننا چاہئے کہ پہلا گروہ صاحبان سکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے اور شرافت پہلے کے لئے ہے اور فضیلت دوسرے کے لئے اور پہلا مقام ولایت کے مناسب ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء کی کرامتوں سے مشرف فرمائے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى عِبَادِاللهِ الصَّالِحِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ. (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے نبی پر اور تمام انبیاء پر اور نبی ﷺ کے اصحاب اور ملائکہ مقربین اور بندگان صالحین پر قیامت تک صلوٰۃ وسلام نازل ہو) آمین۔

# مکتوب (۲۳)

پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے منع کرنے اور اس کے نقصان کے بیان میں اور ان القاب سے جو اہل کفر سے مشابہ ہیں زجر وتنبیہ کرنے کے بیان میں عبدالرحیم خانخاناں کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید البشر ﷺ کے طفیل جو تمام سیاہ وسرخ یعنی نیک وبد کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ہم کو اور تم کو حال سے خالی قال اور عمل سے خالی علم سے نجات بخشے اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے۔ جس نے امین کہا۔

نیک بخت صادق بھائی نے تمہارا خط پہنچایا اور زبان ترجمان سے آنجناب کا حال جیسا تھا بیان کیا۔ پس میں نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

اَهْلاً لِسُعْدٰى وَالرَّسُوْلِ وَ حَبَّذَا
وَجْهُ الرَّسُوْلِ لِحُبِّ وَجْهِ الْمُرْسِلِ

فارسی ؎ مرحبا اے یار ما و قاصد دلدار ما دیدن رویت لقاء دلبر غمخوار ما

اردو ؎ مرحبا صد مرحبا اے قاصدا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


دیکھنا تیرا ہے گویا دیکھنا دلدار کا

اے کمالات کے ظہور کو قبول کرنے والے بھائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے فعل کو قوت سے ظہور میں لائے۔ جان لے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ پس افسوس اس شخص پر جس نے اس میں نہ بویا اور اپنی استعداد کی زمین کو بیکار رہنے دیا اور اپنے اعمال کے بیج کو ضائع کر دیا۔

اور جاننا چاہئے کہ زمین کا ضائع اور بیکار کرنا دو طریق پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوے اور دوسرا یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج ڈالے اور پہلی قسم کی نسبت دوسری قسم اضاعت میں بہت ضرر اور زیادہ فساد ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور بیج کا ناپاک اور خراب ہونا اس طرح پر ہے کہ ناقص سالک سے طریقہ اخذ کریں اور اس کی راہ پر چلیں۔ کیونکہ وہ حرص و ہوا کے تابع ہوتا ہے اور حرص و ہوا والے کی کچھ تاثیر نہیں ہوتی اور اگر بالفرض تاثیر ہو بھی تو اس کی حرص کو ہی زیادہ کرے گی۔ پس اس سے سیاہی پر سیاہی حاصل ہوگی اور نیز ناقص کو چونکہ خود واصل نہیں ہے خدا کی طرف پہنچانے والے اور نہ پہنچانے والوں راستوں کے درمیان تمیز حاصل نہیں ہے اور ایسے ہی طالبوں کی مختلف استعدادوں کے درمیان فرق نہیں جانتا اور جب اس نے طریق جذبہ اور سلوک کے درمیان تمیز نہ کی تو بسا اوقات طالب کی استعداد ابتداء میں طریق جذبہ کے مناسب ہوتی ہے اور طریق سلوک سے نامناسب ہوتی ہے اور ناقص شیخ نے راستوں اور مختلف استعدادوں کے درمیان تمیز کے نہ ہونے کے باعث ابتداء میں اس کو طریق سلوک پر چلایا تو اس نے راہ حق سے اس کو گمراہ کر دیا جیسا کہ وہ خود گمراہ ہے۔ پس جب شیخ کامل مکمل ایسے طالب کی تربیت کرنی چاہئے اور اس کو اس طریق پر چلانا چاہئے تو اس کو چاہئے کہ اوّل اس سے اس چیز کو دور کرے جو ناقص شیخ سے اس کو پہنچی ہے اور جو کچھ اس کے سبب سے اس کا بگاڑ ہوا ہے اس کی اصلاح و درستی کرے۔ پھر اس کی استعداد کے مناسب اچھا بیج اس کی استعداد کی زمین میں ڈالے۔ پس اس طرح اچھا سبزہ اگے گا۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ ؕ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ زمین کے اوپر ہے اور اس کو کوئی قرار نہیں ہے اور پاک کلمہ کی مثال پاک درخت کی طرح ہے اس کی اصل یعنی جڑ ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں)

پس شیخ کامل مکمل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے اس کی نظر دوا اور اس کی بات شفا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقِتَادِ (اور اس کے سوا بے فائدہ رنج و تکلیف ہے) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو شریعت مصطفیٰ ﷺ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ یہی مقصود ہے اور اسی پر سعادت اور نجات کا مدار ہے۔ کسی نے کیا اچھا کیا ہے ۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است ۔۔۔ کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ: محمد جو ہیں آبرو دو جہاں کی ۔۔۔ جو منکر ہے اس کا وہی ہے شقی

اور ہم اس مضمون کو سید المرسلین کی صلوات و تسلیمات و تحیات و برکات پر ختم کرتے ہیں۔

تتمہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بھائی صادق نے بیان کیا ہے کہ آپ کے ہم نشین فاضل شاعروں میں سے ایک شخص شعر میں اپنے آپ کو کفر کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بزرگ سادات اور شریف خاندان میں سے ہے۔ ہائے افسوس! اس کو اس برے اسم پر جس کی برائی ظاہر ہے کس چیز نے برانگیختہ کیا حالانکہ مسلمان کو لازم ہے کہ ایسے اسم سے ایسا بھاگے جیسے ہلاک کرنے والے شیر سے اور اس کو بہت برا سمجھے کیونکہ یہ اسم اور اس کا مسمیٰ دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ناپسند و مکروہ ہیں اور مسلمان کافروں کے ساتھ عداوت رکھنے اور ان پر سختی کرنے کے لئے مامور ہیں۔ پس ایسے برے اسم سے کنارہ کرنا واجب ہے۔

اور یہ بعض مشائخ قدس سرہم کی عبارتوں میں سکر کے غلبہ کے وقت کفر کی تعریف اور زنار باندھنے کی ترغیب وغیرہ پائی جاتی ہے تو اس کا مفہوم ظاہر سے پھیر کر تاویل و توجیہ پر محمول ہے کیونکہ اہل سکر کی کلام اچھے مفہوم پر حمل کی جاتی ہے اور اپنے ظاہر سے پھری ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ سکر کے غلبہ کے باعث اس قسم کے ممنوعات کے ارکات میں معذور ہیں۔ باوجودیکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقی اسلام حقیقی کی نسبت نقص و عیب ہے اور وہ لوگ جو اہل سکر نہیں ہیں وہ اگر ان کی تقلید کریں تو معذور نہیں ہیں نہ ہی ان کے نزدیک اور نہ ہی اہل شرع کے نزدیک۔ کیونکہ ہر چیز کے لئے خاص موسم اور وقت ہوتا ہے کہ وہ چیز اس موسم میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور دوسرے موسم میں بری، اور دانا آدمی ایک کو دوسری پر قیاس نہیں کرتا۔

پس میری طرف سے اس کو التماس کریں کہ اس اسم کو دور کر دے اور کسی اچھے اسم سے بدل دیوے اور اپنے آپ کو اسلامی لقب سے ملقب کرے کیونکہ یہ بات مسلمان کے حال و قال کے موافق اور اس اسلام کے مناسب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ دین ہے اور اس میں اس تہمت سے بچنا ہے جس سے بچنے کے لئے ہم مامور ہیں۔ اِتَّقُوْا مِنْ مَّوَاضِعِ التُّهَمَةِ ایسی سچی کلام ہے کہ اس پر کسی قسم کا غبار نہیں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَبْدُ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (اور بیشک بندہ مومن مشرک سے بہتر ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلتا ہے۔)

# مکتوب (۲۴)

اس بیان میں کہ صوفی کائن بائن ہے اور اس بیان میں کہ دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس بیان میں کہ محبت ذاتی کا ظہور محبوب کے رنج و انعام کو مساوی جاننے کو مستلزم ہے اور اس بیان میں کہ مقربین کی عبادت اور ابرار کی عبادت میں کیا فرق ہے اور اس بیان میں کہ مغلوب الحال اولیاء اور ان اولیاء کے درمیان جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں، کیا فرق ہے۔ محمد قلیج خاں کی طرف لکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید المرسلین ﷺ کے طفیل آپ کو سلامت رکھے اور عافیت بخشے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّهٗ آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی دوستی ہے۔

پس مبارک ہے وہ شخص جس کے دل میں خدا کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت نہ ہو اور اس کے سوا کسی اور کا طالب نہ ہو۔ پس ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اگرچہ ظاہر میں خلق کے ساتھ مشغول ہے اور کائن بائن صوفی کی یہی شان ہے۔ یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور خلق سے جدا ہے یا یہ مراد ہے کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ ہے اور حقیقت میں اس سے جدا اور دل کی محبت کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتا۔ پس جب تک اس کی محبت کا تعلق اس ایک سے نہ ہوگا۔ اس کے ماسوا سے اس کی محبت نہ ہوگی اور یہ جو اس کی مرادوں کی کثرت اور بہت قسم کی اشیاء مثل مال و اولاد و سرداری اور تعریف اور لوگوں میں عزت و شان وغیرہ کے ساتھ اس کی محبت کا تعلق دیکھا جاتا ہے تو اس صورت میں بھی اس کا محبوب ایک ہی چیز ہے اور وہ اس کا اپنا نفس ہے اور ان سب چیزوں کی محبت اس کے اپنے نفس کی محبت کی فرع اور شاخ ہے کیونکہ وہ ان سب چیزوں کو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے نہ کہ اپنے آپ کو ان کے لئے پس جب اس کے اپنے نفس کی محبت زائل ہو جائے تو ان تمام چیزوں کی محبت بھی بالتبع دور ہو جائے گی۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان حجاب بندہ کا اپنا نفس ہے۔ نہ کہ جہان۔ کیونکہ ان کا ذاتی مقصد جہان نہیں ہے تاکہ حجاب ہو جائے بلکہ اس کا مقصود اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس بالضرور حجاب اس کا اپنا نفس ہوگا نہ کوئی اور شے پس جب تک بندہ اپنے نفس کی مراد سے بالکل پاک نہ ہو جائے۔ حق تعالیٰ اس کی مراد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی حق تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں آ سکتی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور یہ اعلیٰ دولت فنائے مطلق کے بعد جو تجلی ذاتی سے وابستہ ہے ثابت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ظلمات کا پورے طور پر رفع ہونا متصور نہیں جب تک کہ سورج اچھی طرح روشن ہو جائے۔ پس جب یہ محبت جس کو محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں حاصل ہو جائے تو اس وقت محب کے نزدیک محبوب کا انعام اور ایلام یکساں معلوم ہوتا ہے۔ پس اس کو اس وقت اخلاص حقیقی حاصل ہو جاتا ہے اور خدا کی عبادت خاص اسی کے لئے کرتا ہے نہ اپنے نفس کے لئے یعنی انعام کی طلب اور رنج کے دفع کرنے کی غرض سے نہیں کرتا کیونکہ یہ دونوں اس کے نزدیک برابر ہیں اور یہ مرتبہ مقربین کا ہے کیونکہ ابرار محبت ذاتی کی سعادت سے کامیاب نہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادات خوف وطمع کی نیت سے کرتے ہیں اور یہ دونوں امران کے اپنے نفس کی طرف راجع ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہیں۔ پس ابرار کے حسنات ایک وجہ سے نیکیاں ہیں اور ایک وجہ سے برائیاں اور مقربین کے حسنات خالص اور محض نیکیاں ہیں۔

ہاں مقربین میں سے بھی بعض لوگ بقائے کامل سے موصوف ہونے اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد خوف وطمع کی نیت سے خدا کی عبادت کرتے ہیں لیکن ان کا خوف وطمع ان کے اپنے نفسوں کی طرف راجع نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کی رضامندی کی طمع پر اور اس کے غضب سے ڈر کے مارے عبادت کرتے ہیں اور ایسے ہی جنت کو وہ اس واسطے طلب کرتے ہیں کہ اس کے غضب کا مقام ہے نہ کہ اپنی جانوں سے رنج والم کو دور کرنے کے لئے کیونکہ یہ بزرگوار نفسوں کی غلامی سے آزاد ہو کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو گئے ہیں اور مقربین کے مرتبوں میں سے یہ رتبہ نہایت اعلیٰ ہے اور اس مرتبہ والے شخص کو ولایت خاصہ کے مرتبہ سے متصف ہونے کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے کامل حصہ حاصل ہوتا ہے اور وہ شخص جو عالم اسباب کی طرف نزول نہ کرے وہ مغلوب الحال اولیاء میں سے ہے اور اس کو مقام نبوت کے کمالات سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس لئے وہ تکمیل وارشاد کے بھی لائق نہ ہوگا۔ برخلاف اوّل کے۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مَحَبَّۃَ ھٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِالْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا فَاِنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

اللہ تعالیٰ ہم کو سید البشر ﷺ کے طفیل ان بزرگواروں کی محبت عطا فرمائے۔ کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَّاٰخِراً۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۲۵)

حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی متابعت پر ترغیب دینے کے بیان میں۔ خواجہ جہان کی طرف لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو سلامت رکھے اور آپ کے سینے کو کھولے اور آپ کے نفس کو پاک کرے اور آپ کے بدن کے چمڑے کو نرم کرے۔ یہ سب کچھ بلکہ روح اور سر اور خفی کے اور اخفی کے تمام کمالات حضرت سید المرسلین ﷺ کی تابعداری پر وابستہ ہیں۔ پس آپ کو چاہئے کہ نبی ﷺ کی متابعت اور ان کے خلفائے راشدین ہادین مہدیین کی متاعبت کو لازم پکڑیں کیونکہ وہ ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ پس جس شخص کو ان کی تابعداری کا شرف حاصل ہوا فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْمًا (وہ دونوں جہان میں بڑھ کر کامیاب ہوا) اور جو ان کی مخالفت پر پیدا ہوا فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيْداً وہ سخت گمراہ ہوگیا۔

بقیہ مضمون یہ ہے کہ شیخ سلطان مرحوم کے دونوں بیٹوں کے لئے گزارہ و معیشت کی بہت تنگی اور ناچاری ہے۔ اس واسطے آنجناب سے التماس ہے کہ ان کی ہر طرح مدد و اعانت کریں کیونکہ آپ اس بات کے لائق ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ زیادہ توفیق دے اور خیر و بہتری کو آپ کا رفیق بنائے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى. آپ کو اور تمام ہدایت کی راہ پر چلنے والوں کو سلام ہو۔

## مکتوب (۲۶)

اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے اور مقربین کو نہیں ہوتا اور اس مقام کے مناسب علوم کے بیان میں شیخ عالم مولانا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے۔ اَلاَ طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰى لِقَائِيْ وَاَنَا اِلَيْهِمْ لَاَ شَدُّ شَوْقاً کہ خبردار ابرار کا شوق میرے دیدار کے لئے حد سے بڑھ گیا اور میں ان سے بھی زیادہ ان کی طرف مشتاق ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے شوق کو ابرار کے لئے ثابت کیا کیونکہ مقربین واصلین کو شوق نہیں رہتا اس لئے کہ شوق مطلوب کے گم ہونے کو چاہتا ہے اور مطلوب کا گم ہونا ان کے حق میں مفقود ہے۔ کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہیں دیکھتے کہ انسان اپنے نفس کی طرف اشتیاق نہیں رکھتا۔ حالانکہ اپنے نفس سے اس کو بڑی محبت ہوتی ہے کیونکہ مطلوب یعنی اپنے آپ کو گم کرنا اس کے لئے ثابت نہیں۔

پس مقرب واصل کا حال جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باقی اور اپنے نفس سے فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہے جیسے انسان کا حال اپنے نفس کے ساتھ۔

پس ثابت ہوا کہ ابرار ہی مشتاق ہوتے ہیں کیونکہ وہ محبت فاقد ہیں اور ابرار سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو مقرب واصل نہ ہو۔ خواہ ابتداء میں ہو یا وسط میں اگرچہ وسط سے رائی کے دانہ کے برابر باقی رہا ہو۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست　　درون دیدہ اگر نیم موست بسیا راست

ترجمہ: فراق دوست تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے
اگر ہو نیم مو جتنا بھی تو بھی سخت مشکل ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک قاری کو دیکھا کہ قرآن پڑھ رہا ہے اور رو رہا ہے اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا مدح بمشابۃ الذم کی قسم سے ہے۔

اور خاکسار نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد باقی اللہ قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ منتہی واصل بسا اوقات اس شوق اور طلب کی آرزو کرتا ہے جو اس کو پہلے حاصل تھی۔

اور شوق کے دور ہونے کے لئے اوّل مقام سے بڑھ کر کامل ایک اور مقام ہے اور وہ ادراک و معرفت سے عجز و ناامیدی کا مقام ہے کیونکہ شوق وہاں ہوتا ہے جہاں کہ مطلوب حاصل ہونے کی امید ہو۔ پس جہاں امید نہیں شوق بھی نہیں اور جب نہایت کمال تک پہنچنے والا ایسا کامل شخص عالم کی طرف بدستور رجوع کرتا ہے تو عالم کی طرف رجوع کرنے سے مطلوب کے گم ہونے کی وجہ سے پھر بھی شوق اس کی طرف عود نہیں کرتا کیونکہ اس کے شوق کے غالب ہونے کا باعث مطلوب کا گم ہونا نہیں تھا جو رجوع کے بعد اب بھی موجود ہے۔ برخلاف پہلے کامل کے کہ عالم کی طرف رجوع کرنے کے وقت فقدان کے حاصل ہونے سے جو اوّل زائل ہو چکا تھا۔ پھر اس کی طرف شوق عود کرتا ہے۔ پس جب رکوع کے باعث فقدان یعنی مطلوب کا گم ہونا موجود ہوا تو وہ شوق جو اس کے زائل ہونے سے دور ہو گیا ہوا تھا پھر حاصل ہو جائے گا یہ نہیں کہا جاتا کہ وصول الی اللہ کے مراتب کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ پس ان مراتب میں سے بعض کی توقع کی جاتی ہے اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وقت مقرب واصل کے لئے بھی شوق کا ہونا متصور ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ مراتب وصول الی اللہ کا منقطع نہ ہونا سیر تفصیلی پر مبنی ہے جو اسماء وصفات وشیون واعتبارات میں واقع ہے اور اس سالک کے حق میں نہایت تک پہنچنا متصور نہیں اور اس سے کبھی شوق زائل نہیں ہوتا اور جس کا ہم ذکر کررہے ہیں۔ وہ منتہی واصل وہ ہے جس نے ان مراتب کو اجمالی طور پر طے کیا ہے اور ایسے مقام تک پہنچ گیا ہے جس کو نہ کسی عبارت سے تعبیر کرسکتے ہیں اور نہ کسی اشارے سے اس کو بیان کرسکتے ہیں۔ پس وہاں ہرگز توقع متصور نہیں ہے۔ اسی واسطے اس سے شوق اور طلب بھی زائل ہوجاتا ہے اور یہ حال خواص اولیاء کا ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو صفات کی تنگی سے عروج کرکے دربار الٰہی تک پہنچ گئے ہیں۔ برخلاف ان لوگوں کے جو صفات میں تفصیلی طور پر سالک ہیں اور شیونات میں ترتیب وار سیر کرنے والے ہیں کیونکہ یہ لوگ تجلیات صفاتیہ میں ہمیشہ تک محبوس رہتے ہیں اور مراتب وصول ان کے حق میں صفات تک ہی ہیں اور بارگاہ خداوندی تک عروج کرنا صفات و اعتبارات میں اجمالی سیر کے سوائے متصور نہیں اور جس کی سیر اسماء میں تفصیلی طور پر واقع ہو وہ صفات واعتبارات میں مقید رہا اور اس سے شوق وطلب زائل نہ ہوا اور اس سے وجد تواجد دور نہ ہوا۔ پس شوق وتواجد والے لوگ تجلیات صفاتیہ والے لوگ ہیں اور جب تک یہ لوگ شوق اور وجد میں رہیں۔ تجلیات ذاتی سے ان کو کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا۔ پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوق کے کیا معنی ہیں حالانکہ اس سے کوئی چیز مفقود نہیں تو میں کہتا ہوں کہ شوق کا ذکر اس جگہ ممکن ہے کہ صنعت مشاکلت کی قسم سے ہو اور اس حدیث میں شدت کا ذکر اس اعتبار سے ہو کہ جو کچھ عزیز جبار خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے۔ وہ شدید اور غالب ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس چیز کے جو بندۂ ضعیف کی طرف منسوب کیا جائے۔ یہ جواب علماء کے طریق پر ہے اور بندۂ ضعیف یعنی خاکسار کے نزدیک اور کئی قسم کے جواب ہیں جو طریق صوفیہ کے مناسب ہیں لیکن وہ جواب ایک قسم کا سکر چاہتے ہیں اور سکر کے بغیر ان کا بیان کرنا اچھا نہیں بلکہ جائز نہیں کیونکہ مست معذور ہیں اور ہشیار پوچھے جائیں گے اور اب میرا حال محض ہشیاری ہے۔ اس واسطے ان کا ذکر کرنا میرے حال کے مناسب نہیں ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّاٰخِراً وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهٖ دَائِمًا وَّسَرْمَداً۔ اوّل وآخر سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے نبی پر ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲۷)

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف اوران بزرگواروں کی بلندی نسبت کے بیان میں۔

خواجہ عمک کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مبارک نامہ جواز روئے کرم کے اس مخلص کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے آنے سے فقیر بہت خوش ہوا۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ فقیر نہیں چاہتا کہ آپ کو تکلیف دے۔ بغیر اس بات کے کہ اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف کرے۔

میرے مخدوم! اس سلسلہ علیہ کے بزرگواروں کی عبارتوں میں لکھا ہے کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ نسبت سے ان کی مراد حضور وآگاہی ہے اور وہ حضور جوان کے نزدیک معتبر ہے۔ حضور بے غیبت ہے جس کو یادداشت سے تعبیر کرتے ہیں۔

پس ان بزرگواروں کی نسبت سے مراد یادداشت ہے اور یادداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پائی ہے۔ اس تفصیل پر مبنی ہے کہ تجلی ذاتی حضرت ذات کے حضور سے مراد ہے۔ جو بے ملاحظہ اسماء صفات وشیون واعتبارات کے ظاہر ہو اور مشائخ نے اس تجلی کو تجلی برقی کہا ہے۔ یعنی تھوڑی دیر کے لئے شیون واعتبارات رفع ہو جاتے ہیں اور پھر شیون واعتبارات کے پردے چھا جاتے ہیں۔ پس اس تقدیر پر حضور بے غیبت متصور نہیں بلکہ تھوڑی دیر حضور ہے اور اکثر اوقات غیبت پس یہ نسبت ان عزیزوں کے نزدیک معتبر نہیں ہے حالانکہ اس تجلی کو دوسرے سلسلوں کے مشائخ نے نہایت النہایت کہا ہے اور جس وقت یہ حضور دائمی ہو جائے اور ہرگز پردے میں نہ آئے اور ہمیشہ بے پردہ اسماء وصفات وشیون واعتبارات کے جلوہ گر ہو تو اس وقت حضور بے غیبت ہوگا۔

پس ان بزرگواروں کی نسبت کو دوسروں کی نسبت کے ساتھ قیاس کرنا چاہئے اور بے تکلف سب سے برتر جاننا چاہئے اس قسم کا حضور اگرچہ بہت لوگوں کو بعید معلوم ہوتا ہے لیکن

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی دولت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

یہ نسبت علیہ ایسی نادر اور قلیل الوجود ہے کہ اگر بالفرض اسی بزرگ سلسلہ کے مشائخ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سامنے بیان کی جائے تو گمان ہے کہ ان میں سے اکثر انکار کردیں اور ہرگز یقین نہ کریں وہ نسبت جواب اس خانوادۂ بزرگ کے مشائخ میں متعارف اور مشہور ہے۔ مراد ہے حق تعالیٰ کے حضور اور شہود سے اس طرح پر کہ شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک ہو اور مراد ہے اس توجہ سے جو جہات ستہ مشہورہ سے خالی ہو۔ اگرچہ فوق کی جہت کا وہم گزرتا ہے اور بظاہر دوام قبول کرتا ہے۔ یہ نسبت صرف مقام جذبہ میں بھی ثابت ہو جاتی ہے اور اس کی فوقیت کیلئے کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے۔ برخلاف یادداشت سابقہ کے کہ جس کا حاصل ہونا جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے تمام ہونے کے بعد ہے اور اس کے درجہ کی بلندی کسی پر پوشیدہ نہیں ہے اگر پوشیدگی ہے تو صرف اس کے حاصل ہونے میں ہی ہے اگر کوئی حاسد حسد کے باعث انکار کردے اور ناقص اگر اپنے نقص کی وجہ سے منکر ہو جائے تو معذور ہے۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور  حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند  روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعنہ ان کے حال پر  توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں جکڑے ہوئے اس سلسلے میں سب کے سب  ٹوٹ جائے لومڑی سے کیسے پھر یہ سلسلہ

## مکتوب (۲۸)

بلندی حال کے بیان میں خواجہ عمک کی طرف لکھا ہے لیکن ایسی عبارت میں تحریر ہے جس سے نزول و بعد کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

آپ کا مبارک نامہ جواز روئے کرم کے اس مخلص کے نام لکھا ہوا تھا فقیر اس کے صادر ہونے سے خوش ہوا اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ آزاد لوگ قیدیوں کو یاد کریں اور کس قدر بھاری دولت ہے کہ واصل لوگ ہجر کے ماروں کی غمخواری کریں۔ بیچارے مہجور نے جب اپنے آپ کو وصال کے لائق نہ پایا۔ ناچار جدائی کے گوشہ میں پوشیدہ ہو گیا اور قرب سے بھاگ کر بعد میں آرام لیا اور اتصال سے انفصال کے ساتھ قرار پکڑا اور جب آزادی کے اختیار کرنے میں گرفتاری دیکھی۔ ناچار گرفتاری کو اختیار کیا۔

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں  خاک برفرق قناعت بعد ازیں
ترجمہ: چاہتا ہے جب طمع سلطان دیں  پھر مجھے حاجت قناعت کی نہیں

بے ربط عبارتوں اور پراگندہ اشاروں میں لکھا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کو کیا تکلیف دی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جائے۔ ثبتنا اللہ وایاکم علیٰ متابعۃ علی متابعۃ سید المرسلین علیہ وعلیٰ الہ من الصلوۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

# مکتوب (۲۹)

فرضوں کے ادا کرنے اور سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کرنے کی ترغیب اور فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کے ادا کرنے کی پرواہ نہ کرنے کے بیان میں اور آدھی رات کے بعد نماز خفتن کو ادا کرنے سے منع کرنے اور وضو کے مستعمل پانی پینے کو جائز سمجھنے سے روکنے اور مریدوں کو سجدہ کرنے کے جائز جاننے سے منع کرنے کے بیان میں شیخ نظام تھانیسری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

عَصَمَنَا اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَاِیَّاکُمۡ عَنِ التَّعَصُّبِ وَالتَّعَسُّفِ وَنَجَّنَا وَاِیَّاکُمۡ عَنِ التَّلَهُّفِ وَالتَّاَسُّفِ بِحُرۡمَتِ سَیِّدِالۡبَشَرِ الۡمَنۡفِیِّ عَنۡہُ زَیۡغُ الۡبَصَرِ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلٰوتِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّسۡلِیۡمَاتِ اَکۡمَلُھَا۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو تعصب اور کج روی سے بچائے اور افسوس واندوہ سے نجات دے۔ بحرمت سید البشر کے جو کجی چشم سے پاک وشفاف ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اعمال مقربہ یعنی وہ عمل جن سے درگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے۔ فرض ہیں یا نفل فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرضوں میں سے ایک فرض کا ادا کرنا۔ ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں اور خواہ وہ نفل از قسم نماز وروزہ وذکر وفکر وغیرہ وغیرہ ہوں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنا یہی حکم رکھتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آدمیوں میں نگاہ کی۔ اپنے یاروں میں سے ایک شخص کو اس وقت موجود نہ دیکھا۔ فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کی کہ وہ رات کو اکثر جاگتا رہتا ہے۔ شاید اس وقت سو گیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمام رات سویا رہتا اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا۔ پس مستحب کی رعایت کرنا اور مکروہ سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہو ذکر اور فکر اور مراقبہ اور توجہ سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر مکروہ تحریمی کا کیا ذکر ہے۔ ہاں اگر رعایت اور اجتناب کے ساتھ یہ امور جمع ہوں۔ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا ط

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بڑی کامیابی ہے۔ وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔

مثلاً زکوۃ کے طور پر ایک دانگ کا صدقہ کرنا، جس طرح کہ نفلی طور پر سونے کے پہاڑ صدقہ کرنے سے کئی درجہ بہتر ہے۔ ویسے ہی اس دانگ کے صدقہ کرنے میں کسی ادب کا رعایت کرنا مثلاً اس کو کسی قریبی محتاج کو دینا بھی اس سے کئی درجے بہتر ہے۔

پس نماز خفتن کو آدھی رات کے بعد ادا کرنا اور اس تاخیر کو قیام لیل یعنی نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ ظاہراً اس کراہت سے ان کی مراد کراہت تحریمہ ہے کیونکہ نماز خفتن کا ادا کرنا آدھی رات تک ان کے نزدیک مباح ہے اور نصف رات کے بعد مکروہ پس وہ مکروہ جو مباح کے مقابل ہے مکروہ تحریمی ہی ہے اور شافعیہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز خفتن کا اس وقت ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ پس قیام لیل یعنی تہجد اور اس میں ذوق و جمعیت کے حاصل ہونے کے لئے اس امر کا مرتب ہونا بہت برا ہے۔ اس غرض کے لئے وتر کے ادا کرنے میں تاخیر کرنا بھی کافی ہے اور یہ تاخیر بھی مستحب ہے۔ وتر بھی اچھے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں اور تہجد اور صبح کے وقت جاگنے کی غرض بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ پس اس عمل کو ترک کر دینا چاہئے اور گزشتہ نمازوں کو پھر ادا کرنا چاہئے۔

امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے وضو کے آداب میں سے ایک ادب کے ترک ہونے کے باعث اپنی چالیس سال کی نمازوں کو قضا فرمایا۔

اور نیز مستعمل پانی جس سے حدث اور ناپاکی کو دور کیا ہو یا اس کو قربت یعنی عبادت و ثواب کی نیت سے استعمال کیا ہو۔ وضو کے وقت مناسب نہ سمجھیں کہ لوگ اس کو پئیں کیونکہ وہ پانی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس مغلظ ہے اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ لکھا ہے۔ ہاں وضو کے باقی ماندہ پانی کا پینا شفا فرمایا ہے۔ اگر کوئی از روئے اعتقاد کے طلب کرے تو اس کو وہ پانی دے دیں۔

اس فقیر کے لئے دہلی میں اب کی دفعہ اس قسم کا امتحان واقع ہوا تھا۔ بعض یاروں کو واقع میں ایسا ظاہر ہوا تھا کہ فقیر کے وضو کے مستعمل پانی کو پئیں ورنہ بڑا ضرر لاحق ہوگا۔ بہتیرا منع کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار فقہاء کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور نجات کا سبب مل گیا کہ اگر تین دفعہ غسل کرنے کے بعد ثواب و عبادت کی نیت نہ کریں تو چوتھی مرتبہ پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ یہ حیلہ تجویز کر کے ثواب کی نیت کے بغیر چوتھے غسل کے پانی کو پینے کے لئے دیا۔

اور نیز معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے۔ ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں کہ اس قسم کے فعلوں سے بچنا ہر ایک آدمی کے لئے ضروری ہے خاص کر اس شخص کے لئے جو خلق کا مقتدا و پیشوا بنا ہوا ہو۔

اس قسم کے افعال سے پرہیز کرنا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اس کے پیرو اور تابعدار اس کے فعلوں کی اقتداء کریں گے اور بلاد مصیبت میں پڑ جائیں گے۔

اور نیز اس گروہ کے علوم احوال کے علوم ہیں اور احوال اعمال کے نتیجے اور ثمرے ہیں اور احوال کے علوم سے اس شخص کو ورثہ ملتی ہے جس نے اعمال کو درست کیا ہو اور ان کے اچھی طرح ادا کرنے پر قائم ہو اور اعمال کا صحیح اور درست طریق پر ادا کرنا اس وقت میسر ہوتا ہے جبکہ اعمال کو پہچاننے اور ہر عمل کی کیفیت کو جاننے اور وہ احکام شرعی مثلاً نماز، روزہ و باقی فرائض اور معاملات اور نکاح وطلاق و بیع وشریٰ اور ہر ایک اس چیز کا علم ہے جو حق تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے اور اس کی طرف اس کو دعوت فرمایا ہے اور یہ علوم کسبی ہیں ان کے سیکھنے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ ایک وہ مجاہدہ جو علم کے حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب میں ہوتا ہے دوسرا وہ مجاہدہ جو علم حاصل ہونے کے بعد اس کے استعمال میں ہوتا ہے۔

پس چاہئے کہ جس طرح آپ کی مجلس مبارک میں کتب تصوف کا ذکر ہوتا رہتا ہے اسی طرح فقہ کی کتابوں کا بھی ذکر ہونا چاہئے اور فقہ کی کتابیں فارسی میں بہت ہیں۔ مثلاً مجموعہ خانی و عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی۔ بلکہ کتب تصوف اگر نہ بھی مذکور ہوں تو کچھ خوف نہیں کیونکہ وہ احوال سے تعلق رکھتی ہیں اور قال میں نہیں آتیں اور کتب فقہ کے مذکور نہ ہونے میں ضرر کا احتمال ہے۔

زیادہ کیا طول کلامی کی جائے۔ اَلْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے ؎

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے اے میرے مشفق
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ کَمَالَ اِتِّبَاعِ حَبِیْبِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اپنے حبیب ﷺ کی کمال متابعت عطا فرما دے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۳۰)

شہود آفاقی اور انفسی اور شہود انفسی اور تجلی صوری کے درمیان تفرقہ کے بیان میں اور مقام عبدیت کی شان کی بلندی میں اور اس مقام کے علوم کو شرعی علوم کے ساتھ مطابق کرنے اور اس کے مناسب بیان میں محمد صدیق جو اس درگاہ کے قدیم خدمتگاروں میں سے ہیں کہا کرتے تھے کہ یہ مکتوب بھی شیخ نظام تھانیسری کی طرف صادر ہوا ہے۔

شَرَّفَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِکَمَالِ الْاِتِّبَاعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَزَیَّنَکُمْ بِالزِّیِّ السَّرِیِّ الْمُصْطَفَوِیِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوٰاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا۔ حق تعالیٰ آپ کو کمال اتباع محمدی سے مشرف کرے اور روشن لباس مصطفوی ﷺ سے آراستہ کرے۔

میں نہیں جانتا کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے کریم کی پاک بارگاہ کی نسبت کوئی بات زبان پر لاؤں تو محض کذب و افترا ہوگا۔ اس کی اعلیٰ بارگاہ اس سے بہت بلند ہے کہ مجھ جیسے بیہودہ گو کی زبان سے اس کی تعریف ہو سکے۔ بھلا چون بیچون کی نسبت کیا بیان کرے اور محدث قدیم سے کیا ڈھونڈے اور مکانی لا مکانی میں کب تک دوڑے۔ وہ بیچارا اپنے باہر سے زیادہ کچھ نہیں رکھتا اور اپنے ماورائے میں گز نہیں رکھتا۔

| | |
|---|---|
| ذرهٔ گر بس نیک در بس بد بود | گرچہ عمرے تگ زند در خود بود |
| ترجمہ: ذرہ ہو گر نیک یا ہو گر برا | عمر بھر دوڑے وہیں ہو گا پڑا |

یہ معنی سیر انفسی میں بھی حاصل ہیں جو کام کی نہایت میں میسر ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند یہ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

اس سے پہلے کی جو سیر وہ ہے سیر آفاقی میں داخل ہے جس کا حاصل بے حاصلی ہے۔ بے حاصلی کا لفظ اصل مطلب کے حاصل ہونے کی نسبت اطلاق کیا گیا ہے ورنہ وہ بھی منجملہ شرائط اور اسباب کے ہے۔

شہود انفسی سے کوئی شخص وہم میں نہ پڑ جائے اور اس کو تجلی صوری کے شہود کی طرح جو متجلی لہ کے نفس میں ہے خیال نہ کرے ہرگز ایسا نہیں ہے تجلی صوری جس قسم کی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور مرتبہ علم الیقین میں حاصل ہے اور شہود انفسی مرتبہ حق الیقین میں ہے جو مراتب کمال کا نہایت ہے اور شہود کا لفظ اس مقام میں میدان عبارت کی تنگی کے باعث بولا گیا ہے ورنہ جیسا کہ ان کا مطلب بیچوں وبیچگون ہے اس مطلب کے ساتھ ان کی نسبت بھی بے شبہ و بے مانند ہے۔ چون کو بیچون کی طرف راہ نہیں ہے۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس
لیک گفتم ناس انسناس نہ ناس غیر از جان جاں اشناس نہ

ترجمہ: ہے خدا کو اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال
ذکر ہے یاں ناس کا نسناس کا ہرگز نہیں ناس جز از عارف کامل نہیں ہوتا کہیں

اور شہود انفسی اور شہود صوری مذکور کے باہم متحد ہونے کے وہم کا منشا دونوں مقاموں بقائے شخص کا حاصل ہونا ہے کیونکہ تجلی صوری فنا کرنے والی نہیں ہے۔ اگرچہ قیود میں سے تھوڑی سی قید رفع کر دیتی ہے لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ پس بقیہ وجود سالک کا اس تجلی میں حاصل ہے اور سیر انفسی خود پوری پوری فنا اور کامل بقاء کے بعد ہے پس اسی واسطے معرفت کی کمی کے باعث ان دونوں بقاء کے درمیان فرق نہیں کر سکتے اور ناچار اتحاد کا لگاتے ہیں۔ اگر معلوم کریں کہ بقائے ثانی ان کے نزدیک بقاء باللہ سے تعبیر کی گئی ہے اور اس وجود کو وجود موہوب حقانی یعنی خدا بخشا ہوا وجود کہتے ہیں تو شاید اس وہم سے خلاص ہو جائیں۔

اس مضمون سے کوئی یہ نہ کہے کہ بقا باللہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا عین معلوم کرنے سے مراد ہے۔ ایسا نہیں ہے اگر یہ مضمون اس قوم کی بعض عبارات میں مفہوم ہو بھی تو اس کا ہم جواب کہتے ہیں کہ یہ بقا جذبہ کے مقام میں بعض کو اس استغراق و نیستی کے بعد جو فنا کے مشابہ ہے حاصل ہوتی ہے اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ فنا سے پہلے ہے اور اس کے لئے زوال متصور ہے بلکہ واقع ہے کبھی اس سے اس کو لے لیتے ہیں اور کبھی پھر دے دیتے ہیں اور وہ بقاء جو فنائے کامل کے بعد ہے زوال و خلل سے محفوظ ہے ان بزرگواروں کی فنا دائمی فنا ہے۔ عین بقاء میں فانی اور عین فنا میں باقی ہیں اور فنا و بقا جز زوال پذیر ہیں۔ احوال جو تلونیات میں سے ہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ایسے نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت میں عود کر آتا ہے لیکن وجود فنا وجود بشریت میں عود نہیں کرتا۔ پس بالضرور ان کا وقت دائمی ہوگا اور ان کا حال مدامی۔ بلکہ ان کے لئے نہ تو کوئی وقت ہے نہ حال۔ ان کا کاروقتوں کے پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ان کا معاملہ احوال کے پھیرنے والے کے ساتھ ۔ پس زوال کا قبول کرنا وقت وحال سے مخصوص ہے اور وہ جو وقت وحال سے گزر جائے ۔ وہ زوال سے محفوظ ہے ۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ( یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ) کوئی شخص گمان نہ کرے کہ وقت کا دوام اس کے اثر از قسم تعین وغیرہ کے باقی رہنے کے اعتبار سے بیان کیا ہے ۔ نہیں بلکہ دوام عین وقت کے لئے ہے اور ہمیشگی نفس حال کے لئے اور ظن سے حق بات کوئی ثابت نہیں ہوتی ۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظن گناہ ہے ۔ مضمون بہت لمبا ہو گیا ۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ کی پاک درگاہ کے میدان میں سخن کی مجال نہیں ہے تو پھر ہم اپنی بندگی کے مقام اور ذلت و عاجزی کی نسبت گفتگو کرتے ہیں ۔ انسانی پیدائش سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے اور اگر ابتداء اور وسط میں کسی کو عشق و محبت دیا جائے تو اس سے مقصود ماسوائے اللہ سے اس کا قطع تعلق کرنا ہے کیونکہ عشق و محبت بھی ذاتی مقصود نہیں ہیں بلکہ مقام عبودیت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں ۔ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ ماسوائے اللہ کی گرفتاری اور بندگی سے پورے طور پر خلاصی پا جائے اور عشق و محبت صرف اس انقطاع کا وسیلہ ہیں ۔ اسی واسطے مراتب ولایت میں سے نہایت کا مرتبہ مقام عبدیت ہے اور ولایت کے درجوں میں مقام عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں ۔ اس مقام میں بندہ اپنے مولا کے ساتھ اپنے لئے کوئی نسبت نہیں پاتا ۔ مگر بندے کی طرف سے احتیاج اور مولا کی طرف سے آرزوئے ذات وصفات کے پوری پوری استغنا ۔ یہ نہیں کہ اپنے آپ کو اس کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کو اس کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کو اس کے افعال کے ساتھ کسی وجہ سے مناسب جانے ۔ ظلیت کا اطلاق بھی منجملہ مناسبات سے ہے اس سے بھی پاک ومنزہ بتلاتے ہیں اور حق تعالیٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں اس سے زیادہ کہنے کی کچھ جرات نہیں کرتے ۔

توحید فعلی جو بعض بزرگواروں کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو فاعل نہیں پاتے ۔ یہ بزرگوار یعنی نقشبندیہ قدس سرہم جانتے ہیں کہ ان افعال کا پیدا کرنے والا واحد حق تعالیٰ ہے نہ کہ ان افعال کا اختیار کرنے والا کیونکہ یہ بات خود نزدیک ہے کہ زندقہ اور الحاد تک پہنچا دیتی ہے ۔

اس مضمون کو اس مثال سے واضح کرتے ہیں ۔ مثلاً کوئی شعبدہ باز پردے کے پیچھے بیٹھ کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چند جمالی صورتوں کو حرکت میں لاتا ہے اور عجیب و غریب افعال ان میں ایجاد کرتا ہے تو وہ لوگ جو تیز نظر والے ہیں جانتے ہیں کہ ان جمالی صورتوں میں ان افعال کا بنانے والا وہ پردہ نشین شخص ہے لیکن افعال کو اختیار کرنے والی وہی صورتیں ہیں اسی واسطے کہتے ہیں کہ صورت متحرک ہے اور یہ نہیں کہتے کہ شعبدہ باز متحرک ہے۔

یہ لوگ درحقیقت اس حکم میں حق کو ظاہر کرنے والے ہیں اور سچے ہیں (یعنی مشائخ نقشبندیہ) اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شرائع بھی اس حکم پر ناطق ہیں اور وحدت فعل کے ساتھ حکم کرنا سکریات کی قسم سے ہے۔ بلکہ صریح حق یہی ہے کہ فاعل بیشمار ہیں اور افعال کا خالق ایک ہی ہے اور ایسی ہی وہ کلام ہے جو بعض صوفیہ نے توحید وجودی میں کہی ہے۔ وہ بھی سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہے۔ علوم لدنی کے درست اور صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعی کے صریح مطابق ہوں۔ اگر بال بھر بھی تجاوز ہو تو وہ سکر سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت نے تحقیق کیا ہے اور اس کے سوا زندقہ یا الحاد یا سکر وقت یا غلبہ حال اور یہ تمام مطابقت مقام عبدیت میں میسر ہے اس کے ماسوائے میں ایک قسم کا سکر ثابت ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

ترجمہ: ع شرح اس کی گر لکھوں بیحد ہو

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے سوال کیا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور استدلالی کشفی سے بدل جائے اور یہ نہ فرمایا کہ معارف شرعیہ سے زیادہ کوئی اور معرفت حاصل کی جائے۔ ہاں رستہ میں علوم شرعی سے زیادہ بعض امور پیدا ہوتے ہیں لیکن اگر نہایت کار تک پہنچ جائیں تو وہ امور زائدہ پراگندہ ہو کر دور ہو جاتے ہیں اور وہی معارف شرعیہ مفصل طور پر معلوم ہوتے ہیں اور استدلال کی تنگی سے کشف کے ظاہر میدان میں آ جاتے ہیں۔ یعنی جس طرح نبی ﷺ ان علوم کو بذریعہ وحی اخذ کرتے تھے۔ یہ بزرگوار الہام کے طور پر ان علوم کو اصل یعنی حق تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ علماء نے ان علوم کو شرائع سے اخذ کر کے اجمال کے طریق پر بیان کیا ہے۔ یہ علوم جس طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تفصیلی اور کشفی طور پر حاصل تھے ان کو بھی اس طرح پر حاصل ہوتے ہیں۔ فرق درمیان میں صرف اصالت اور تبعیت کا ہے۔

اس قسم کے کمال کیلئے اولیاء میں سے بعض کو دور دراز قرنوں اور زمانوں کے بعد منتخب فرماتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ارادہ تو تھا کہ اجمالی استدلالی کے ایک مسئلہ کو مفصل لکھوں لیکن کاغذ نے کوتاہی کی۔ شاید اس میں خدائے تعالیٰ کی حکمت ہوگی۔ والسلام

# مکتوب (۳۱)

توحید وجودی کے ظہور اور حق تعالیٰ کے قرب اور معیت ذاتی کی حقیقت اور اس مقام سے گزر جانے کے بیان میں مع چند سوال و جواب کے جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ صوفی کی طرف لکھا گیا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَعَلَیْهِمْ وَعلٰی اٰلِهِمْ مِنَ الصَّلٰوٰتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا حق تعالیٰ ہم کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ واصحابہ وسلم کی تابعداری پر ثابت رکھے۔

ایک شخص نے جو آپ کی مجلس مبارک میں حاضر تھا۔ بیان کیا کہ میاں شیخ نظام تھانیسری کے کسی درویش نے اس مجلس میں اس فقیر کی نسبت ذکر کیا اور کہا کہ فقیر وحدت وجود کا انکار کرتا ہے۔

اس ناقل شخص نے اس فقیر سے التماس کی کہ جو کچھ اصل حقیقت اس بارے میں ہے۔ آپ کے خادموں کی طرف لکھی جائے تا کہ لوگ اس نقل سے کسی قسم کی باتیں نہ بنائیں اور بدظنی میں نہ پڑ جائیں کیونکہ بعض ظن گناہ ہے اس لئے اس کے سوال کو قبول کر کے چند باتیں لکھ کر آپ کو تکلیف دیتا ہے۔

میرے مخدوم و مکرم! فقیر کا اعتقاد لڑکپن سے اہل توحید کا مشرب تھا اور فقیر کے والد بزرگوار قدس سرہ بظاہر اسی مشرب پر ہوئے اور باطن میں پوری پوری نگرانی حاصل ہونے کے باوجود مرتبہ بے کیفی کی جانب رکھتے تھے ان کا اشتغال ہمیشہ اسی طریق پر رہا اور اس مضمون کے موافق کہ فقیہ کا بیٹا آدھا فقیہ ہوتا ہے۔ فقیر کو اس مشرب سے از روئے علم کے بہت فائدہ اور بڑی لذت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے ارشاد و ہدایت کی پناہ والے حقائق و معارف کو جاننے والے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور مولیٰ اور قبلہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ کی خدمت و صحبت نصیب کی اور انہوں نے فقیر کو طریقہ علیہ نقشبندیہ تعلیم فرمایا اور اس مسکین کے حال زار پر بڑی توجہ فرمائی۔

اس طریقہ عالیہ کی مشق کے بعد تھوڑی مدت میں توحید وجودی منکشف ہوگئی اور اس کشف میں حد سے بڑھ کر زیادتی پیدا ہوئی اور اس مقام کے علوم و معارف بہت ظاہر ہوئے اور اس مرتبہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے دقائق میں سے شائد ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہو۔ جس کو فقیر پر منکشف نہ کیا ہو اور شیخ محی الدین ابن عربی کے معارف کے دقائق کو جیسا کہ چاہئے ظاہر فرمایا اور اس تجلی کی شان میں کہتا ہے۔ وَمَا بَعْدَ هٰذَا اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ اس کے بعد عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔ فقیر اس تجلی سے بھی مشرف ہوا اور اس تجلی کے علوم و معارف بھی جن کو شیخ خاتم الولایت سے مخصوص جانتا ہے۔ مفصل معلوم ہوئے اور سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید میں اس درجے تک پہنچا کہ بعض عریضوں میں جو حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں لکھے تھے۔ ان دو بیتوں کو جو سراسر سکر ہیں لکھا تھا۔

اے دریغا کیں شریعت ملی اعمائی است　　ملت ما کافری و ملت ترسائی است

کفر و ایماں زلف و روے آں پری زیبائی است　　کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

ترجمہ:

یہ شریعت احمقوں کا ہے طریقہ سربسر　　لیک مذہب ہے ہمارا کافروں کے دین پر

زلف اور رو اس پری کا کفر اور ایمان ہے　　کفر اور ایماں ہمارے راہ میں یکساں ہے

اور یہ حال بہت مدت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک نوبت پہنچ گئی۔ ناگاہ حق تعالیٰ کی عنایت بیغایت دریچہ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے چونی اور بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دور کر دیا۔ وہ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے اور احاطہ اور سریان اور قرب اور معیت ذاتیہ جو اس مقام میں ظاہر ہوئی تھی۔ پوشیدہ ہو گئی اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ کے علوم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں سے کوئی بھی نسبت ثابت نہیں۔ حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسا کہ اہل حق کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کی جزا دیوے اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہے۔ خدا خدا ہے اور عالم عالم۔ حق تعالیٰ بیچون و بیچگون ہے اور عالم سراسر چونی اور بیچ گونی کے داغ سے داغدار ہے۔ بیچون کو چون کا عین نہیں کر سکتے۔ واجب ممکن کا عین اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ممتنع العدم جائز العدم کا عین نہیں بن سکتا۔ حقائق کا انقلاب عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور ایک کو دوسرے پر حمل کرنے کا ثبوت کلی طور پر ممتنع ہے۔

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے تابعدار حق تعالیٰ کی ذات کو مجہول مطلق کہتے ہیں اور کسی حکم کے ساتھ اس کو محکوم علیہ نہیں جانتے ہیں اور باوجود اس کے احاطہ ذاتی اور قرب اور معیت ذاتی ثابت کرتے ہیں اور حالانکہ یہ حکم حق تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

پس بہتر وہی ہے جو علماء اہلسنت و جماعت نے بیان کیا ہے کہ قرب علمی اور احاطہ علمی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور توحید وجودی کے مشرب کے مخالف علوم و معارف کے حاصل ہونے کے وقت یہ فقیر بہت بے قرار ہوا کیونکہ اس توحید سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ امر نہ جانتا تھا اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت زائل نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ سارے حجاب سامنے سے زائل ہو گئے اور کما حقہ حقیقت منکشف ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ عالم ہر چند صفاتی کمالات کا آئینہ اور اسماء ظہورات کا جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر ظاہر کا عین اور ظل اصل کا عین نہیں ہے۔ جیسا کہ توحید وجودی والوں کا مذہب ہے۔ یہ بحث اس مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً کسی اہل فن عالم نے چاہا کہ اپنے مختلف کمالات کو ظاہر کرے اور اپنی پوشیدہ خوبیوں کو واضح کرے تو اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور ان حروف اور آوازوں کے آئینوں میں اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کیا اس صورت میں نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آواز جو ان مخفی کمالات کیلئے آئینے اور مظہر ہیں۔ ان کمالات کا عین ہیں یا بالذات ان کمالات کو محیط ہیں یا بالذات ان کے قریب ہیں یا ان کے ساتھ معیت ذاتی رکھتے ہیں بلکہ ان کے درمیان دالیت اور مدلولیت کی نسبت ہے۔ حروف اور آواز ان کمالات پر صرف دلالت کرنے والے ہیں اور وہ کمالات اپنی محض غیر مقید حالت پر ہیں۔ وہ نسبتیں جو پیدا ہوئی وہمی اور خیالی ہیں۔ حقیقت میں ان نسبتوں میں سے کوئی بھی ثابت نہیں لیکن چونکہ ان کمالات اور حرفوں اور آوازوں کے درمیان ظاہریت اور مظہریت اور مدلولیت اور دالیت کی نسبت ہے تو یہی مناسبت بعض عارضوں کے باعث بعض لوگوں کے لئے ان وہمی نسبتوں کے حاصل ہونے کا باعث ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقت میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے خالی اور پاک ہیں اور جس کا ہم ذکر کرتے ہیں اس میں بھی دالیت اور مدلولیت اور ظاہریت و مظہریت کے علاقہ کے سوا اور کوئی نسبت نہیں ہے۔ عالم اپنے صانع کے وجود کے لئے علامت اور اس کے اسمائی اور صفاتی کمالات کے ظہور کے لئے مظہر ہے اور یہی علاقہ بعض عارضوں کے باعث بعض کیلئے وہمی احکام کا باعث ہو جاتا ہے۔

بعض کو توحید کے مراقبوں کی کثرت ان احکام پر لے آتی ہے کیونکہ ان مراقبوں کی صورت قوت متخیلہ میں نقش ہو جاتی ہے اور بعض دوسروں کو توحید کا علم اور اس کا تکرار ان احکام کے ساتھ ایک قسم کا ذوق بخشتا ہے۔ توحید کی یہ دونوں صورتیں معلول اور ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتیں اور بعض دوسروں کے لئے ان احکام کا منشاء محبت کا غلبہ ہے کیونکہ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث محبوب کا غیر محب کی نظر سے دور ہو جاتا ہے اور محبوب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ نہ یہ کہ حقیقت میں محبوب کا غیر کچھ نہیں ہے کیونکہ یہ بات حس اور عقل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور شرع کے مخالف ہے اور کبھی یہی محبت احاطہ اور قرب ذاتی کے ساتھ حکم کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ توحید کی یہ قسم پہلی دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرہ حال میں داخل ہے اگرچہ اصل حقیقت کے مطابق اور شریعت کے موافق نہیں ہے اور شریعت اور اصل حقیقت کے ساتھ اس کا مطابق کر محض تکلف ہے مانند تکلفات بیہودہ فلسفیہ کے کہ ان میں اہل اسلام فلسفی چاہتے ہیں کہ اپ اصول فاسدہ کو قوانین شرعیہ کے مطابق کریں۔ کتاب اخوان الصفا وغیرہ اسی قسم کی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے کہ جس سے ملامت ا عتاب رفع ہے بلکہ صواب کے درجوں میں سے ایک درجہ اس کے حق میں ثابت ہے البتہ اس قدر فرق ہے کہ مجتہد کے مقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کے ہو جانے پر بھی صواب کا ایک درجہ پا لیتے ہیں۔ برخلاف اہل کشف کے مقلدوں کے کہ معذور نہیں ہیں اور خطا کے ہو جانے سے درجہ صواب سے محروم ہیں۔ کیونکہ الہام اور کشف غیر پر حجت نہیں اور مجتہد کا قول غیر پر حجت ہے۔

پس تقلید اوّل یعنی اہل کشف کی تقلید خطا کے احتمال پر جائز نہیں ہے اور تقلید ثانی یعنی مجتہد کی تقلید خطا کے احتمال پر جائز بلکہ واجب ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود جو کونی تعینات کے آئینوں میں ہے وہ بھی سابقہ احکام کی قسم سے ہے اور اس شہود کا انہوں نے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ یا کثرت میں احدیت کا مشاہدہ نام رکھا ہے کیونکہ واجب تعالیٰ جو بیچون اور بیچگون ہے۔ ہرگز چون کے آئینوں میں نہیں سما سکتا اور چندی کے جولان گاہ میں نہیں آتا اور لامکانی مکان میں گنجائش نہیں رکھتا۔

بیچون کو دائرہ چون کے باہر ڈھونڈنا چاہئے اور لامکانی کو مکان کے باہر تلاش کرنا چاہئے جو کچھ آفاق وانفس میں دیکھا جاتا ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے نشانات ہیں۔

دائرہ ولایت کے قطب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا یہ سب غیر اور حجاب ہے کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہئے

در تنگنائے صورت معنی جگو نہ گنجد — در کلبہ گدایاں سلطاں چہ کار دارد
صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر — کو باجمال جاناں پنہاں چہ کار دارد

ترجمہ: صورت کی تنگ جا میں معنی نہیں سماتے — گھر میں گدا کے سلطاں ہرگز نہیں ہیں آتے
صورت پرست غافل معنی نہیں ہے پاتا — دلبر جمال اپنا اس کو نہیں دکھاتا

اگر کہیں کہ اکثر مشائخ نقشبندیہ اور دوسرے سلسلہ کے مشائخ کی عبارتوں میں صاف طور لکھا ہے جو وحدت وجود اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی اور کثرت میں وحدت کے مشاہدے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور کثرت میں احدیت کے مشاہدے پر دلالت کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احوال و شہود احوال کے اثناء میں ان کو ظاہر ہوئے ہوں گے اور بعد از اں اس مقام سے گزر گئے ہوں گے جیسا کہ اس فقیر نے پیشتر اپنے حال کی نسبت لکھا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض کے ظاہر کو جو کثرت بین ہے باطن میں احدیت صرف کی طرف پوری نگرانی ہونے کے باوجود ان احکام اور اس شہود سے مشرف کرتے ہیں۔ گویا باطن میں احدیت کے نگراں ہوتے ہیں اور بظاہر کثرت میں مطلوب کے مشاہدہ کرنے والے جیسا کہ اس فقیر نے اس مکتوب کے ابتدا میں اپنے والد بزرگوار کے حال سے خبر دی ہے اور اس جواب کی تحقیق مفصل طور پر اس رسالہ میں لکھی گئی ہے جو وحدت وجود کے مراتب کی تحقیق میں لکھا ہے اس مقام پر اس سے زیادہ جو مذکور ہوا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ جب نفس امر میں بہت سے وجود ہوں اور قرب اور احاطہ ذاتیہ نہ ہو اور کثرت میں وحدت کا شہود واقع کے مطابق نہ ہو تو ان بزرگواروں کا حکم جھوٹا ہوگا کیونکہ واقع نفس الامر کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ہم جواب کہتے ہیں کہ ان بزرگواروں نے اپنے شہود کے اندازے کے موافق حکم کیا ہے جس طرح کوئی شخص یہ حکم کرے کہ میں نے زید کی صورت کو آئینے میں دیکھا۔ یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں کیونکہ آئینہ میں اس صورت کو نہیں دیکھا ہے کیونکہ صورت آئینہ میں بالکل نہیں ہے جو دیکھی جائے۔ اس شخص کو عام طور پر کاذب نہ کہیں گے اگرچہ واقع نفس الامر کے مطابق نہیں ہے کیونکہ وہ اس حکم میں معذور ہے اور جھوٹ کی ملامت اس سے دور ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔ ان حالات کے ظاہر کرنے سے جو پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں۔ مقصود یہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اگر فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا ہوا تھا تو وہ کشف سے تھا۔ نہ از روئے تقلید کے اور اگر اب انکار ہے تو الہام کے سبب سے ہے اور الہام میں انکار کی گنجائش نہیں اگرچہ الہام غیر پر حجت نہیں ہے۔

دوسرا جواب جھوٹ کا شبہ دور کرنے کے لئے یہ ہے کہ افراد عالم ایک دوسرے کے ساتھ بعض امور میں مشترک اور شریک ہیں اور بعض دوسرے امور میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا۔ اسی طرح ممکن کا واجب کے ساتھ بعض امور عارضی میں اشتراک ہے اگرچہ بالذات ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ پس محبت کے غلبہ کی وجہ سے وہ چیز جس سے فیما بین تمیز ہو سکے، نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور وہ چیز جس سے دونوں میں اشتراک ہے۔ نظر میں رہ جاتی ہے۔

پس اس صورت میں اگر ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم کریں تو واقع کے مطابق اور جھوٹ کی ہرگز مجال نہ رہے گی۔ احاطہ ذاتی اور اس کی مانند اور باتوں کو بھی اسی پر قیاس کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


چاہیئے۔ والسلام

# مکتوب (۳۲)

اس کمال کے بیان میں جو اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخصوص ہے اور اولیاء میں سے بہت تھوڑے ہیں جو اس کمال سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ میں وہ کمال پورے طور پر ظہور پائے گا اور وہ کمال جذبہ اور سلوک کی نسبت سے بڑھ کر ہے اور اس بیان میں کہ صنعت کا کمال بہت سے فکروں کے ملنے پر ہوتا ہے اور اس کی زیادتی بہت سے فکروں کی پیروی پر منحصر ہے۔ پیر کی نسبت اگر اسی اصلیت پر ہے تو نقصان کا موجب ہے۔ مرید رشید اس کو کامل کرسکتا ہے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے۔

آپ کا مبارک محبت نامہ صادر ہوا۔ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ اَلْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دور اور جدا ہوئے ہوئے بھولتے نہیں ہیں کسی نہ کسی موقع پر یاد آ جاتے ہیں۔ ع

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد میکنم

ترجمہ: ع جس طرح ہو دل کو کرلیتا ہوں خوش

پیر دستگیر یعنی خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمتہ کی خاص نسبت کے دریافت نہ ہونے کی بات آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب پوچھا تھا۔

میرے مخدوم! اس قسم کی باتوں کا بیان کرنا بذریعہ تحریر بلکہ بذریعہ تقریر بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا تو پھر اس سے کوئی کیا سمجھے گا اور اس سے کیا حاصل کرے گا اس غرض کے لئے پیر کی خدمت میں حسن ظن کے ساتھ حاضر ہونا یا مدتوں تک صحبت میں رہنا ہر طرح ضروری ہے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ اس کے علاوہ بے فائدہ رنج ہے

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے      تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

ترجمہ: چاہئی خوش اور آسودہ ہو رات
تا کہوں میں تجھ سے اس دلبر کی بات

لیکن چونکہ سوال کا جواب ضرور ہونا چاہیئے اس لئے خاکسار اس قدر ظاہر کرتا ہے کہ ہر مقام کے لئے علوم و معارف جدا ہیں اور احوال و مواجید جدا۔ کسی مقام میں ذکر و توجہ مناسب ہے اور کسی مقام میں تلاوت اور نماز مناسب۔ کوئی مقام جذبہ سے مخصوص ہے اور کوئی مقام سلوک کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مناسب اور کسی مقام میں یہ دونوں دولتیں ملی ہوئی ہیں اور کوئی مقام ایسا ہے کہ جذبہ اور سلوک کی دونوں جہتوں سے جدا ہے۔ نہ جذبہ کو اس سے علاقہ ہے اور نہ سلوک کو اس سے تعلق ہے۔ یہ مقام نہایت عجیب ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب اس مقام کے ساتھ ممتاز اور اس بڑی دولت سے مشرف ہیں۔

اس مقام والے کے لئے دوسرے مقامات والوں سے پورا پورا امتیاز ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ بہت کم مشابہت رکھتے ہیں۔ برخلاف دوسرے مقامات والوں کے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ خواہ وہ مشابہت کسی وجہ ہو یہ نسبت اصحاب کرام کی بعد حضرت مہدی علیہ السلام میں پورے طور پر ظہور پائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے طبقات یعنی سلسلوں کے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم میں سے بہت کم ہیں جنہوں نے اس مقام کی خبر دی ہے۔ پھر اس مقام کے علوم و معارف کی گفتگو کرنا کجا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مطلب ہے یہ کہ اصحاب کرام کو یہ نایاب نسبت پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی تھی اور آہستہ آہستہ کمال تک پہنچ جاتی تھی اور دوسرے کو اگر اس دولت سے مشرف کرنا چاہتے ہیں اور اصحاب کرام کی نسبت کے قدم پر تربیت دینا چاہتے ہیں تو جذبہ اور سلوک کی منزلوں کو قطع کرنے اور ان کے علوم و معارف کو طے کرنے کے بعد اس دولت عظمیٰ سے سرفراز فرماتے ہیں۔

ابتداء میں اس نسبت کا ظہور سید البشر ﷺ کی صحبت کی برکت سے مخصوص ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابعداروں میں سے بھی کسی کو اس برکت کے ساتھ مشرف کریں تا کہ اس کی صحبت بھی ابتداء میں اس بلند نسبت کے ظہور کا سبب ہو جائے۔

فیض روح القدس ار بازمدد فرماید ‏ ‏ ‏ دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: فیض روح القدس کا دے مدد تو اور بھی ‏ ‏ ‏ کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

اس وقت اس نسبت میں بھی ابتداء میں نہایت کا درج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے کہ سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کی صورت میں ثابت ہے اس بیان سے زیادہ گنجائش نہیں رکھنا۔

وَمِنْ بَعْدِ ھٰذَا مَا یَدِقُّ صِفَاتُہٗ ‏ ‏ ‏ وَمَا کَتْمُہٗ اَحْظٰی لِدَیْہِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ: بعد ازاں وہ امر ہے جس کا نہیں لگتا پتا ‏ ‏ ‏ اس کا پوشیدہ ہی رکھنا اور چھپانا ہے بھلا

اس کے بعد اگر ملاقات نصیب ہوئی اور سننے والوں کی طرف سے سننے کا حسن ظن معلوم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیا۔ تو انشاء اللہ اس مقام کی نسبت کچھ بیان کیا جائے گا۔ **وَھُوَ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ** اور وہی اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

بعض یاروں کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ اس فقیر نے ان کے قصوروں کو معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے۔ معاف فرمائے لیکن یاروں کو نصیحت کریں کہ حضور و غیبت میں آزار و تکلیف کے درپے نہ ہوا کریں اور اپنی وضعوں اور حالتوں کو نہ بدلیں۔ **اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ وَ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْءً فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَ مَا لَھُمْ مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ** اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو نہ بدلیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی اور عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور نہ ہی خدا کے سوا ان کا کوئی کارساز ہے۔

خاص کر میاں شیخ الہ داد کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ فقیر کو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن مشارٌ الیہ کے لئے اپنی وضع کے بدلنے سے نادم ہونا ضروری ہے کیونکہ ندامت بھی توبہ ہی ہے۔ شفاعت اور سفارش کا طلب کرنا ندامت کی فرع ہے۔ بہر صورت فقیر اپنی طرف سے درگزر کرنے کے درپے ہے۔ دوسرف طرف کو آپ جانیں۔

دوسرے یہ ہے کہ سرہند کو اپنا گھر تصور فرمائیں۔ محبت کا علاقہ اور پیر بھائی ہونے کی نسبت اس قسم کی نہیں ہے کہ ایسی عارضی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام۔

تمام مخدوم زادے اور باقی گھر کے سب لوگ دعا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس خط کے لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ یاروں کے قصور اور ان کے معاف کرنے کے بارہ میں بات کو ذرا واضح کر کے لکھے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

میرے مخدوم! معاف کرنا اس تقلید پر مطلوب اور متصور ہے کہ وہ لوگ اپنے وضعوں کو برا جانیں اور اس سے پشیمان ہوں۔ ورنہ عفو کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر خواجہ محمد باقی الہ قدس سرہ نے یہ مقام ان لوگوں کی موجودگی میں شیخ الہ داد کے سپرد کیا تھا۔

یہ سخن ذرا زیادہ بیان چاہتا ہے اگر سپرد کرنا ان معنوں میں کہا ہے کہ فقرا اور آنے جانے والے لوگوں کی خدمت کرے اور آب و نان سے ان کی خبر گیری کرے تو مسلم اور منظور ہے اور ان معنوں میں کہا ہے کہ طالبوں کی جماعت کی تربیت کرے اور شیخیت کے مقام پر بیٹھے۔ تو یہ منع اور ناپسند ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اخیری ملاقات کے وقت حضور قدس سرہ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ تم تجویز کرو کہ شیخ الہ داد ہماری طرف سے جا کر بعض طالبوں کو مشغولی یعنی ذکر کے لئے کہے اور بعض کے احوال کو ہم تک پہنچائے کیونکہ حضور میں بلانے اور ذکر بتلانے اور احوال پوچھنے کی طاقت اب ہم میں نہیں رہی۔

فقیر اس بارہ میں بھی متردد تھا لیکن ضروری معلوم ہوا تو فقیر نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔اس قسم کی تبلیغ محض ایلچی گری کی قسم سے ہے۔ خاص کر جب کہ ضرورت پر مبنی ہو۔ وَالضَّرُورَۃُ تُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا (اور ضرورت بقدر اپنے اندازہ کے لئے حاصل کی جاتی ہے) پس یہ سفارت بھی حضور قدس سرہ کی زندگی تک ہی مخصوص ہوگی۔حضور قدس سرہ کی رحلت فرما جانے کے بعد مشغولی کا کہنا اور طالبوں کا حال پوچھنا خیانت میں داخل ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر خواجہ باقی باللہ صاحب کی نسبت باقی رہتی ہے۔یعنی زیادتی اور نقصان قبول نہیں کرتی۔

میرے مخدوم! ہر فن وصناعت کی تکمیل بہت سے فکروں کے ملنے سے ہے جو نحو کہ سیبویہ نے وضع کیا تھا' متاخرین کی فکروں نے اس کو دس گناہ زیادہ کر دیا ہے۔اسی اصلی حالت پر رہنا عین نقصان ہے' وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبند یہ قدس سرہ رکھتے تھے۔حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کے زمانہ میں نہ تھی۔علیٰ ہذاالقیاس۔

خاص کر ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ اس نسبت کے کام کرنے کے درپے رہے تھے اور اس کو تمام وکمال نہیں جانتے تھے۔اگر زندگی وفا کرتی خدائے تعالیٰ کے ارادے سے اس نسبت کو معلوم نہیں کہاں تک لے جاتے۔اس نسبت کے زیادہ ہونے میں کوشش کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کس طرح باقی رہے گی۔تم آپ علیحدہ نسبت رکھتے ہو۔جو ان کی نسبت علاقہ نہیں رکھتی۔یہ بات کئی دفعہ حضرت قدس سرہ کے حضور میں مقرر ہو چکی تھی۔شیخ الہ داد بیچارہ نسبت کو کیا جانے کہ کیا ہے۔تھوڑا سا حضور قلبی اس کو حاصل ہے اور اس کو خود معلوم ہے کہ کیا حالت ہے۔اس نسبت کا باقی رکھنے والا ہے۔بیان کریں تا کہ فقیر بھی اس کا مددگار ہو۔واقعات کا کچھ اعتبار نہ کریں کہ خیالی ہیں اور کچھ صداقت نہیں رکھتے۔شیطان بڑا بھاری دشمن ہے اس کے مکروں سے بچنا مشکل ہے۔اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے اور حاصل ہوئی ہوئی نسبتوں کے سلب کرنے کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔

میرے مخدوم! وہ سلب کرنا اختیار میں نہ تھا۔جیسے کہ سامنے ذکر ہوا تھا۔اب بھی وہ سلب دستور سے زائل نہیں ہوا۔اس کو زائل وخیال کرنا وہم وخیال ہے وہ آواز و دل سے سنیں۔اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حالت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ آگ کے انگارے کو جب سرد کرتے ہیں اور آگ اس سے دور ہو جاتی ہے تو پانی ڈالنے کے بعد بھی اس میں آواز باقی رہتی ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی آگ اس میں پوشیدہ ہے واقعات کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ یہ بات اگر آج پوشیدہ ہے تو منتظر رہیں کل انشاء اللہ ظاہر ہو جائے گی چونکہ آپ نے بڑے مبالغہ کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ اس واسطے اس کے جواب میں ایسی باتیں لکھی گئیں۔ ورنہ بے موقع بات کرنے کو فرصت نہیں ملتی۔

# مکتوب (۳۳)

برے علما کی مذمت میں جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں اور جنہوں نے علم کو دنیا حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے۔ اور علماء زاہد کی تعریف میں جو دنیا سے بے رغبت ہیں ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

علماء کے لئے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔ مخلوقات کو اگر چہ ان سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ان کا علم ان کے اپنے حق میں نافع نہیں ہے۔ اگر چہ شریعت کی تکذیب اور مذہب کی تقویت ان پر مترتب ہے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فاجر فاسق سے بھی ہو جاتی ہے جیسے کہ سید الانبیاء ﷺ نے فاجر آدمی کی تائید کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

یہ علماء پارس پتھر کی طرح ہیں کہ تانبا اور لوہا جو اس کے ساتھ لگ جائے سونا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات میں پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے ایسے ہی وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہے جہان کو اس آگ سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہیں لیکن وہ پتھر اور بانس اس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب ہیں۔

بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ علم ان کے اپنے نفس کے حق میں مضر ہے کہ حجت کو ان پر پورا کر دیا۔ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ اللّٰہُ بِعِلْمِہٖ (تحقیق لوگوں میں سے زیادہ عذاب کا مستحق قیامت کے دن وہ عالم ہے جس کو اپنے علم سے کچھ نفع حاصل نہ ہوا) اور کیونکر مضر نہ ہو۔ وہ علم جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک عزیز اور موجودات میں سے اشرف ہے اس کو دنیائے کمینی مال وجاہ وریاست کے حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے حالانکہ دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل وخوار اور مخلوقات میں سے بدتر ہے۔

پس خدا کے عزیز کو خوار کرنا اور اس کے ذلیل کو عزت دینا بہت برا ہے۔ حقیقت میں خدا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ تعلیم دینا اور فتویٰ لکھنا اس وقت فائدہ مند ہے جبکہ خالص اللہ ہی کے لئے ہو اور جب جاہ وریاست اور مال و بلندی کی آمیزش سے خالی ہو اور اس خالی ہونے کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں زاہد ہو اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت ہو وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں' اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ وہ دنیا کے عالموں میں سے ہیں اور برے عالم اور لوگوں میں سے بدتر اور دین کے چور یہی عالم ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا پیشوا جانتے ہیں اور مخلوقات میں سے اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہیں۔

وَ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ عَلٰی شَیۡءٍ ؕ اَلَا اِنَّهُمۡ هُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (اور گمان کرتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں' خبردار یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے۔ اور ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار رہو۔ شیطان کا گروہ گھاٹا کھانے والا ہے۔)

کسی عزیز نے شیطان لعین کو دیکھا کہ فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے خاطر جمع کیا ہوا ہے۔ اس عزیز نے اس امر کا بھید پوچھا لعین نے جواب دیا کہ اس وقت کے برے عالم میرے ساتھ اس کام میں میرے مددگار ہیں اور مجھ کو اس ضروری کام سے فارغ کر دیا ہے۔

اور واقعی اس زمانے میں جو سستی اور غفلت کہ امور شرعی میں واقع ہوئی ہوئی ہے اور جو فتور کہ مذہب و دین کے رواج دینے میں ظاہر ہوا ہوا ہے۔ سب کچھ ان برے عالموں کی کمبختی اور ان کی نیتوں کی بگڑ جانے کے باعث ہے ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ وریاست و مال و بلندی کی محبت سے آزاد ہیں۔ علمائے آخرت سے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور مخلوقات میں سے بہتر یہی علماء ہیں کہ کل قیامت کے روز ان کی سیاہی فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولی جائے گی اور ان کی سیاہی کا پلا بھاری ہو جائے گا اور نَوۡمُ الۡعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ انہی کے حق میں ثابت ہے۔ وہ لوگ ہیں جن کی نظروں میں آخرت کا جمال پسند آیا اور دنیا کی قباحت اور برائی معلوم ہوئی۔ اسکو بقا کی نظر سے دیکھا اور اس کو زوال کے داغ سے داغدار معلوم کیا۔ اس واسطے اپنے آپ کو باقی کے سپرد کیا اور فانی سے اپنے آپ کو ہٹا لیا۔ آخرت کی بزرگی مشاہدہ کرنے کے لوازم سے ہے۔ لِاَنَّ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةَ ضَرَّتَانِ اِنۡ رَضِیَتۡ اِحۡدٰهُمَا سَخِطَتِ الۡاُخۡرٰی کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں سوکنیں ہیں۔ یعنی دو عورتیں ایک مرد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے نکاح میں رہتی ہیں۔ایک راضی ہوگئی تو دوسری ناراض ہوگئی اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز۔ان دونوں کا جمع ہونا گویا دوضدوں کا جمع ہونا ہے۔مَا اَحْسَنَ الدِّینَ وَ الدُّنْیَا لَوِ اجْتَمَعَا ''دین ودنیا گر جمع ہوجائیں تو کیسا خوب ہے''۔

ہاں بعض مشائخ جو اپنی آرزو اور خواہش سے بالکل نکل چکے ہیں بعض نیک نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کی ہے اور بظاہر رغبت کرنے والی دکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقت میں کچھ تعلق نہیں رکھتے اور سب سے فارغ اور آزاد ہیں۔رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ۔یہ وہ بہادر لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

تجارت وبیع ان کو خدا سے مانع نہیں ہے اور ان امور کے ساتھ تعلق رکھنے کی حالت میں بے تعلق ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کہ پنجاہ ہزار دینار کم وبیش کی خرید وفروخت کررہا تھا اور ایک لحظہ بھی اس کا دل حق تعالیٰ سے غافل نہ تھا۔

# مکتوب (۳۴)

عالم امر کے جواہر خمسہ کو شرح وتفصیل کے ساتھ بیان کرنے میں۔ ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

دونوں جہان کی سعادت کا نقد دونوں جہان کے سردار (حضرت محمد ﷺ) کی اتباع پر وابستہ ہے۔ وہ فلسفی جس نے اپنی بصیرت کی آنکھ میں صاحب شریعت ﷺ کی تابعداری کا سرمہ نہیں ڈالا۔عالم امر کی حقیقت سے اندھا ہے۔چہ جائیکہ اس کو مرتبہ وجوب کا شعور ہو۔اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر لگی ہوئی ہے اور وہاں بھی ناتمام ہے۔

جواہر خمسہ جو اہل فلسفہ نے ثابت کیے ہیں' سب عالم خلق میں ہیں۔نفس وعقل کو جو مجردات سے گنتے ہیں۔یہ ان کی نادانی ہے۔نفس ناطقہ خود یہی نفس امارہ ہے جو تزکیہ کا محتاج ہے اور بالذات اس کی ہمت کمینہ پن اور پستی کی طرف ہے۔عالم امر سے اس کو کیا نسبت اور تجرد کو اس سے کیا مناسبت اور عقل خود معقولات میں سے سوائے ان امور کے جو محسوسات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے محسوسات کا حکم پیدا کیا ہوا ہے کچھ ادراک نہیں کرتی لیکن جو امر محسوسات کے ساتھ مناسبت ہی نہیں رکھتا اور مشاہدات میں اس کی شبہ ومثال پیدا نہیں ہے وہ عقل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے ادراک میں بھی نہیں آتا۔ اور اس کا بند عقل کی کنجی سے نہیں کھلتا۔ پس عقل کی نظر احکام بیچونی سے کوتاہ ہے اور محض غیب میں گمراہ اور یہ عالم خلق کی علامت ہے۔ عالم امراء کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے اور قلب کے اوپر روح اور روح کے اوپر سر اور سر کے اوپر خفی اور خفی کے اوپر اخفیٰ ہے ان پنجگانہ عالم امر کو جواہر خمسہ کہیں تو مناسب ہے۔ کوتاہ نظری سے چند ٹھیکریوں کو جمع کر کے فلسفیوں نے ان کا نام جواہر رکھا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک کرنا اور ان کی حقیقت پر اطلاع پانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کامل تابعداروں کا نصیب ہے جب عالم صغیر یعنی انسان میں عالم کبیر کے ان جواہر مبدا ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے قلب کو بھی عرش اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اور جواہر پنجگانہ کے باقی مراتب عرش کے اوپر ہیں۔

عرش عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے جس طرح قلب انسان جو عالم صغیر میں عالم خلق اور عالم کے درمیان برزخ ہے قلب اور عرش اگرچہ بظاہر عالم خلق میں ہیں لیکن حقیقت میں عالم امر سے ہیں اور بیچونی اور بچگونی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں۔ ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر اطلاع پانا اولیاء اللہ میں سے کامل افراد کے لئے مسلم ہے۔ جو مراتب سلوک کو مفصل طور پر طے کر کے نہایت النہایت تک پہنچ گئے۔

| | |
|---|---|
| ہر گدائے مرد میداں کے شود | پشہ آخر سلیماں کے شود |
| گدا ہوتا نہیں ہے مرد سیداں | نہیں مچھر ہے بن سکتا سلیمان |

اور اگر محض خدا کے فضل سے کسی صاحب و دولت کی بصیرت کی آنکھ کو مرتبہ وجوب کی تفصیل کے لئے بقدر طاقت کھول دیں تو اس مقام میں بھی ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان جواہر صغیرہ اور کبیرہ کو ان جواہر حقیقی کے ظل کی طرح معلوم کر لیتا ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند
بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ. یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے حقائق کے اظہار سے رک جانا پوشیدہ معنوں کی تاریکی کے باعث ہے۔ کوتاہ نظر لوگ اس سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ راسخ العلم اور کامل لوگ جو وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (اور اگر تم لوگوں کو (اسرار الٰہی میں سے بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے) کے شرف سے مشرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں اس ماجرا سے آگاہ ہیں۔

هنيئاً لِاَرْبابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

مبارک منعموں کو اپنی دولت

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے زہست کہ نیست

اچھا نہیں کہ پردہ سے باہر یہ راز ہو ورنہ ہے راز کونسا جانیں نہ جس کو رند

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيمَاتِ اَتَمُّهَا وَ اَدْوَامُهَا اور سلام ہو آپ پر اور لوگوں پر جو ہدایت کے رستہ پر چلے اور جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔ دوسرا یہ دل میں آیا کہ جواہر مقدسہ علیا کا تھوڑا سا بیان لکھا جائے۔

جاننا چاہئے کہ ان جواہر کی ابتداء اصفات اضافیہ سے ہے۔ جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخوں کی طرح ہیں اور ان کے اوپر صفات حقیقیہ ہیں جن کی تجلیات سے روح کو حصہ حاصل ہے اور قلب کا تعلق صفات اضافیہ سے ہے اور ان کی تجلیات سے مشرف ہے اور ان جواہر میں سے باقی جواہر جو صفات حقیقیہ کے اوپر ہیں۔ حضرت ذات تعالیٰ کے دائرے میں داخل ہیں۔ اسی لئے ان تینوں مراتب کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ ان کی نسبت گفتگو کرنا اچھا نہیں۔

قلم اینجا رسید و سر بشکست

قلم آیا یہاں تو سر گیا ٹوٹ

# مکتوب (۳۵)

محبت ذاتی کے بیان میں جہاں کہ انعام و ایلام برابر ہیں۔ میاں حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

نَجَّانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمْ عَنْ زَيْغِ الْبَصَرِ بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَ التَّسْلِيمَاتُ

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید البشر ﷺ کی طفیل کجی چشم سے نجات دے۔ سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور ناپاک کرنا ہے تا کہ جھوٹے خداؤں کی عبادت سے جو نفسانی خواہوں کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں۔ نجات حاصل ہو جائے اور حقیقت میں خدائے واحد برحق کے سوا کوئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



توجہ کا قبلہ نہ رہے اور دینی یا دنیاوی مقصودوں اور مطلبوں سے کوئی مقصود و مطلب اختیار نہ کریں۔

دینی مقصود ہر چند نیک ہیں لیکن یہ ابرار کا کام ہے۔ مقربین ان کو برائیاں جانتے ہیں۔ اور سوائے واحد برحق کیا ور کوئی اپنا مقصود خیال نہیں کرتے۔ یہ دولت فنا کے حاصل ہونے اور محبت ذاتی کے ثابت ہونے پر منحصر ہے کہ اس مقام میں انعام وایلام برابر ہیں۔ عذاب میں وہی لذت ہے جو انعام میں ہے۔ اگر بہشت کو چاہتے ہیں تو اس لئے کہ اس کی رضا کا مقام ہے اور اس کے طلب کرنے میں خدا تعالیٰ کی مرضی ہے اور دوزخ سے پناہ اس واسطے مانگتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے غضب کا مقام ہے۔ نہ تو بہشت سے ان کا مقصود نفس کی لذت کا طلب کرنا ہوتا ہے اور نہ ہی دوزخ سے پناہ مانگنا رنج ومحنت کے باعث کیونکہ جو کچھ محبوب سے آئے ان بزرگواروں کے نزدیک مرغوب اور عین مطلوب ہوتا ہے۔ کُلُّ یَفعلُهُ الْمَحْبُوْبُ مَحْبُوْبٌ۔ محبوب جو کام کرتا ہے وہ بھی محبوب ہی ہوتا ہے۔

اخلاص کی حقیقت یہاں معلوم ہوتی ہے اور جھوٹے خداؤں کی پرستش سے خلاصی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے اور کلمہ توحید اس وقت درست ہوتا ہے۔ وبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَاد۔ ورنہ بغیر اس کے بے فائدہ رنج۔

محبت ذاتی کے بغیر جو اسماء وصفت کے ملاحظہ کے بغیر اور محبوب کے انعام واکرام کے وسیلہ کے سوا ہے۔ مقصود حاصل ہونا بہت مشکل ہے اور فنائے مطلق اس شرکت کو جلانے والی محبت کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

## مثنوی

عشق آں شعلہ اس کہ چون برفروخت ‌‌ ‌‌ ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند ‌‌ ‌‌ درنگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت ‌‌ ‌‌ شادباش اے عشق شرکت سوز ورفت

ترجمہ: عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا ‌‌ ‌‌ ماسوا معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق ہوا ‌‌ ‌‌ بعد ازاں پھر دیکھ باقی کیا رہا
رہ گیا اللہ باقی سب فنا ‌‌ ‌‌ مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۳۶)

اس بیان میں شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب نہیں ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں شریعت کے سوا کسی اور چیز کی حاجت پڑے اور طریقت وحقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں اور اس کے مناسب بیان میں ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے:-

حَقَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ بِحَقِیْقَۃِ الشَّرِیْعَتِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃِ وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا ۔حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت سے آگاہ کرلے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

شریعت کے تین جزو ہیں۔علم وعمل واخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو محقق نہ ہوں۔شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہوگی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگئی۔ جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے۔

پس شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کیلئے شریعت کے سوا اور کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے۔طریقت اور حقیقت جن سے صوفیا ممتاز ہیں۔تیسری جزو یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر شریعت کے سوا۔

احوال ومواجید اور علوم ومعارف جو صوفیا کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں۔اصلی مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ وہم وخیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے ان سب سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیے۔ جو مقام جذبہ اور سلوک کا نہایت ہے کیونکہ طریقت اور حقیقت کی منزلیں طے کرنے سے یہ مقصود ہے کہ اخلاص حاصل ہوجائے۔ جو مقام رضا کو مستلزم ہے۔تین قسم کی تجلیوں اور عارفانہ مشاہدوں سے گزار کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص اور مقام رضا کی دولت تک پہنچاتے ہیں۔ بے سمجھ لوگ احوال ومواجید کو اصلی مقصودہ جانتے ہیں اور مشاہدات اور تجلیات کو اصل مطلب خیال کرتے ہیں۔ اسی واسطے وہم وخیال کی قید میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم ہوجاتے ہیں۔ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَاتَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ اللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (مشرکین کو وہ بات بڑی بھاری اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مشکل معلوم ہوتی ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کرلیا ہے اور اپنی طرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے۔)

ہاں مقام اخلاص کا حاصل ہونا اور مرتبہ رضا تک پہنچنا ان احوال و مواجید کے طے کرنے اور ان علوم و معارف کے ثابت ہونے پر منحصر ہے۔

پس یہ سب باتیں مطلوب حاصل کرنے کے لئے اسباب اور مقصود تک پہنچنے کیلئے وسیلہ ہیں۔ اس مطلب کی حقیقت حضرت حبیب اللہ ﷺ کی طفیل ابن فقیر پر اس راستہ میں پورے دس سال کے بعد واضح و ظاہر ہوئی۔ اور شریعت کا معشوق کما حقہ جلوہ گر ہوا۔ اگرچہ ابتداء ہی سے احوال و مواجید کی گرفتاری نہ رکھتا تھا اور شریعت کی حقیقت سے متحقق ہونے کے بغیر اور کوئی مطلب مدنظر نہ رکھتا۔ لیکن دس سال کے بعد اصل حقیقت کما حقہ ظاہر ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ مُبَارَکًا اِلَیْہِ.

مغفرت پناہ میاں شیخ جمال کے فوت ہونے سے تمام اہل اسلام کو غم و الم لاحق ہوا ان کے مخدوم زادوں کے ہاں فقیر کی طرف سے ماتم پرستی کی رسم بجالا کر فاتحہ پڑھیں۔ والسلام۔

## مکتوب (۳۷)

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر برانگیختہ کرنے اور نسبت نقشبندیہ قدس سرہم کے حاصل کرنے کیلئے ترغیب دینے میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا پاک اور بزرگ مکتوب جواز روئے کرم کے خاکسار کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت اور ثابت قدمی کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ. حق تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے بزرگواروں کی برکت سے بے شمار ترقیاں عطا فرمائے۔

ان کا طریقہ سرخ گندھک یعنی اکسیر ہے اور سنت نبوی ﷺ کی تابعداری پر منحصر ہے۔

یہ فقیر اپنے نقد وقت یعنی موجودہ حال کی نسبت لکھتا ہے کہ بہت مدت تک علوم و معارف اور احوال و مواجید بہاری بادل کی طرح گرتے رہے اور جو کام کرنا چاہئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کردیا۔ اب سوائے اس کے اور کوئی آرزو نہیں رہی کہ نبی ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جاوے۔ اور احوال و مواجید اہل ذوق کے لئے مسلم رہیں۔

آپ کو چاہئے کہ باطن کو خواجگان قدس سرہم کی نسبت سے معمور رکھیں اور ظاہر کو نبی ﷺ کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تابعداری سے آراستہ و پیراستہ بنائیں۔

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ
اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

نماز پنجگانہ اوّل وقت میں ادا کیا کریں، مگر موسم سرما کی عشاء کہ رات کے تیسرے حصہ تک اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ فقیر اس امر میں بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ نماز کے ادا کرنے میں سرمو تاخیر واقع ہو۔ اور بشریت کا عجز اس سے مستثنیٰ ہے۔

## مکتوب (۳۸)

ذات بحت کے ساتھ جو اسماء وصفات وشیون واعتبارات کے اعتبار سے پاک ومنزہ ہے۔ گرفتار ہونے میں اور ناقص لوگوں کی مذمت میں جو چون کو بیچون تصور کر کے اس میں پھنسے ہوئے ہیں اور اہل فنا کے مرتبوں کے تفاوت میں کہ جن پر علوم و معارف وغیرہ کا تفاوت مترتب ہے۔ یہ بھی شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے:-

آپ کا مکتوب شریف پڑھ کر خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ جو کچھ حق تعالیٰ کی ذات بحت کے سوا ہے اس کی تعبیر غیر سے کی گئی ہے۔ اگر چہ اسماء وصفات ہوں اور یہ جو متکلمین نے **لاھو و لا غیرہ** کہا ہے اس کے اور معنے ہیں اور غیر سے ان کی مراد غیر اصطلاحی ہے اور انہی معنے میں نفی کی ہے نہ معنی مطلب سے۔ اور نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی ذات بحت سے سلب یعنی نفی کے سوا اور کچھ تعبیر نہیں کر سکتے۔ اس مرتبہ میں جو اثبات ہے وہ الحاد ہی ہے اور تمام تعبیروں سے بہتر تعبیر اور تمام عبارتوں سے جامع عبارت لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے جس کا فارسی ترجمہ بیچوں اور بے چگون ہے اور علم اور شہود اور معرفت کو اس کی طرف راہ نہیں جو کچھ دیکھتے اور جانتے اور پہچانتے ہیں۔ یہ سب اس کا غیر ہے۔ ان کے ساتھ گرفتار ہونا اس کے غیر کے ساتھ گرفتار ہونا ہے۔ پس **لا الٰہ** کے نیچے لا کر ان سب کی نفی ضروری ہے اور کلمہ **الا اللہ** کے ساتھ اس ذات بیچون وبچگون کا اثبات کرنا لازم ہے اور یہ اثبات اوّل میں تقلید کے طور پر ہے اور اخیر میں تحقیق کے طور پر۔

بعض سالکوں نے نہایت مطلب تک پہنچ کر چون کو بیچون تصور کیا ہے اور شہود و معرفت کو اس کی طرف دیا ہے۔ تقلید والے لوگ ان سے کئی درجے بہتر ہیں۔ کیونکہ ان کی تقلید نور نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے چراغ سے حاصل کی گئی ہے جس کی طرف سہو وخطا کو راہ نہیں ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ناقص لوگوں کا مقتدا غیر صحیح یعنی غلط کشف ہے۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا
دیکھ رستہ کا فرق ہے کس قدر

درحقیقت یہ لوگ ذات کے منکر ہیں کیونکہ اگرچہ شہود ذات کا اثبات کرتے ہیں مگر جانتے کہ نفس اثبات عین انکار ہے۔

امام المسلمین امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ سُبْحانَکَ ما عَبَدْناکَ حَقَّ عِبادَتِکَ وَلٰکِنْ عَرَفْناکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ حق عبادت کا ادا نہ ہونا خود ظاہر ہے لیکن حق معرفت کا حاصل ہونا اس بناء پر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات میں نہایت معرفت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کو بیچونی اور بیچگونی کے ساتھ پہچان لیں۔

کوئی بیوقوف یہ گمان نہ کرے کہ اس معرفت میں عام و خاص اور مبتدی اور منتہی برابر ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس نے علم و معرفت کے درمیان فرق نہیں کیا ہے۔ مبتدی کو صرف علم ہی علم ہے اور منتہی کو معرفت۔ اور معرفت سوائے فنا کے نہیں ہوتی اور یہ دولت فانی کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہیچکس را تا نگردد او فنا　　نیست رہ دربار گاہ کبریا
ترجمہ: جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا　　تب تلک ملتا نہیں اس کو خدا

پس جب معرفت علم سے الگ ہے تو پھر جاننا چاہیے کہ مشہور دانش کے سوا وہ ایک ایسا امر ہے جس کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی کو ادراک بسیط بھی کہتے ہیں۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست　　ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست
ترجمہ: نہیں حافظ کہ یہ بیہودہ فریاد　　عجب ہے ماجرا اس کا سراسر
مثنوی اتصالے بے تکلیف بے قیاس　　ہست رب الناس را باجان ناس
لیک گفتم ناس را نسناس نہ　　ناس غیر از جان جاں اشناس نہ
ترجمہ: ہے خدا کا اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال　　جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال
ذکر ہے یا ناس کا نسناس کا ہرگز نہیں　　ناس غیر از عارف کامل نہیں ہوتا کہیں

اور جب فنا میں بھی مرتبے مختلف ہیں تو اس واسطے منتہیوں کو بھی معرفت میں ایک دوسرے پر فضیلت میں ہوگی۔ یعنی جس کی فنا زیادہ کامل ہوگی اس کی معرفت بھی زیادہ کامل ہوگی جس کی فنا کم ہوگی۔ اس کی معرفت بھی کم ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سبحان اللہ! بات کس طرف چلی گئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی بے حاصلی اور نامرادی اور بے استقامتی اور ناثباتی کی نسبت کچھ لکھتا اور دوستوں سے مدد طلب کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے کیا نسبت۔ بیت

آ گہ از خویشتن چونیست جنیں　　　چہ خبردارد از چنان و چنیں

ترجمہ: واقف اپنے سے جب نہیں ہے جنیں　　　پھر وہ جانے کیا چنان و چنیں

لیکن بلند ہمت اور ذاتی خصلت اجازت نہیں دیتی کہ کمینے مرتبوں اور سفلی سرمایہ کی طرف اتر آئے یا ان کی طرف التفات کرے۔ اگر کہے تو اسی کی نسبت کہے۔ اگر چہ کچھ نہیں کہہ سکتا اور اگر ڈھونڈے تو اسی کو ڈھونڈے۔ اگر چہ کچھ نہ پائے اور اگر کچھ حاصل ہو وہی ہو اگر چہ کچھ حاصل نہ ہو اور اگر واصل ہو تو اسی کے ساتھ واصل ہو۔ اگر چہ بے حاصل ہی رہے۔

بعض بزرگواروں قدس سرہم کی عبارتوں میں جو شہود ذاتی واقع ہے۔ اس کے معنی کاملوں کے سوا کسی اور پر ظاہر نہیں ہیں۔ ناقصوں کے لئے ان معنوں کا سمجھنا مشکل ہے۔

حال پختہ درنیابد ہیچ خام　　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ: حال کامل کا نہیں جانے ہے خام　　　پس سخن کوتاہ چاہئے والسلام

آپ نے خط کے عنوان کو کلمہ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ سے آراستہ کیا ہوا تھا۔ میرے مخدوم! هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ درست ہے لیکن کچھ مدت گزری ہے کہ فقیر اس عبارت سے توحید کے معنی نہیں سمجھتا۔ اور ان کے معنی سمجھنے میں علماء کے موافق ہے اور توحید والوں کی درستی سے ان کی درستی بہتر و بڑھ کر معلوم ہوئی ہے۔ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ہر ایک کے لئے ایسی چیز کا حاصل ہونا آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ مصرعہ

ہر کسے راہ بہر کارے ساختند

ترجمہ: ہر اک کو بنایا ہے ہر اک کام کی خاطر

جو کچھ اس انسان پر ضروری ہے اور اس کے ساتھ مکلف ہے وہ اوامر کی تابعداری کرنا اور نواہی سے رک جانا ہے۔ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو پکڑ لو اور جس سے تم کو منع کرے ہٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اور جب انسان اخلاص سے مامور ہے اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا اور محبت ذاتی کے بغیر میسر نہیں تو اس واسطے فنا کے مقدمات یعنی دس مقامات کو حاصل کرنا چاہئے اگر چہ فنا خدا کی محض بخشش ہے لیکن اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں ہاں بعض ایسے بھی لوگ ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جن کو فنا کی حقیقت سے مشرف کرتے ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ مقدمات کو حاصل کریں اور ریاضتوں اور مجاہدوں سے اپنی حقیقت کو مصفا کریں اور اس وقت اس کا حال دو صورت سے خالی نہیں ہے یا اس کو نہایت النہایت میں کھڑا رکھتے ہیں یا ناقصوں کی تکمیل کے لئے عالم کی طرف اس کو لوٹاتے ہیں۔

بر تقدیر اوّل اس کی سیر مقامات مذکورہ میں واقع نہیں ہوتی اور اسمائی اور صفاتی تجلیات کی تفصیلوں سے بے خبر رہتا ہے اور بر تقدیر ثانی جب اس کو عالم کی طرف لوٹاتے ہیں تو اس کی سیر مقامات کی تفصیل پر واقع ہوتی ہے اور بے نہایت تجلیات سے اس کو مشرف کرتے ہیں ظاہر میں مجاہد کی صورت رکھتا ہے۔ لیکن حقیقت میں کمال ذوق اور لذت میں ہے۔ بظاہر ریاضت میں ہے اور باطن میں نعمت و لذت ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ: بڑی اعلیٰ سے یہ دولت ملی اب دیکھئے کس کو

یہ نہیں کہا جاتا کہ جب خلاص اس قسم کے امور میں سے ہے جن کی تابعداری واجب ہے اور بغیر فنا کے اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ پس علمائے ابرار اور صلحائے اخیار جو فنا کی حقیقت سے مشرف نہیں ہوئے۔ اخلاص کے ترک سے عاصی ہوں کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نفس اخلاص ان کو حاصل ہے اگرچہ اخلاص بعض افراد کے ضمن میں ہو اور فنا کے بعد کمال اخلاص حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے اسی واسطے یہ کہا گیا ہے کہ اخلاص کی حقیقت بغیر فنا کے متصور نہیں ہوتی اور یہ نہیں کہا کہ نفس اخلاص بغیر فنا کے متحقق نہیں ہوتا۔

## مکتوب (۳۹)

اس بیان میں کہ کام کا مدار دل پر ہے۔ نرے ظاہری عملوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ کے بیان میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ سید البشر ﷺ کی طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں اپنے غیر کی طرف سے ہٹا لے اور اپنی پاک جناب کی طرف توجہ عنایت فرمائے۔

کام کا مدار دل پر ہے اگر دل حق تعالیٰ کے غیر میں گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ماسوائے حق کی طرف توجہ کرنے سے دل کو سلامت رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے بجالانے کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


لئے حکم کیا ہے۔ دونوں درکار ہیں۔ بدنی نیک عملوں کے بجالانے کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ کرنا باطل ہے جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح کا ہونا ناممکن ہے ویسے ہی دل کے احوال بدنی نیک عملوں کے بغیر محال ہیں اس زمانہ میں اکثر ملحد اس قسم کے دعویٰ کئے بیٹھے ہیں۔ نَجَّانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَنْ مُعْتَقَدَاتِهِمُ السُّوْءِ بِصَدْقَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان کے ایسے برے عقائد سے نجات بخشے۔

## مکتوب (۴۰)

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تینوں حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور اس جزو کے کامل کرنے میں طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں وغیرہ وغیرہ کے بیان میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَنُسَلِّمُ میرے مخدوم! سلوک کی منزلوں کو طے کرنے اور جذبہ کے مقامات کو قطع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے جو آفاقی اور انفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں علم و عمل و اخلاص۔

پس طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کیلئے شریعت کے خادم ہیں۔ اصل مقصود تو یہی ہے مگر ہر ایک کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر اہل جہان نے خواب و خیال کے ساتھ آرام کیا ہوا ہے اور بناوٹ اور منقی یعنی بیہودہ اور نکمی باتوں پر کفایت کی ہے۔ وہ شریعت کے کمالات کو کیا سنتے ہیں اور طریقت اور حقیقت کا کیا پتہ لگا سکتے ہیں۔ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیا کی بیہودہ باتوں پر مغرور اور احوال و مقامات پر فریفتہ ہیں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ سَوَاءَ الطَّرِيْقِ وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے اور ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر سلام ہو۔

## مکتوب (۴۱)

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن اور بزرگ سنت کی تابعداری کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ طریقت اور حقیقت شریعت کو کامل کرنے والی ہیں اور اس بیان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں کہ علوم شرعیہ اور علوم صوفیہ کے درمیان جو مقام صدیقیت میں ولایت کے مرتبوں میں سے اعلیٰ مرتبہ ہے، فائز ہوتے ہیں۔ ہرگز مخالفت نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ درویش کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان مسمی بزرگوار آل صلی اللہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ظاہر و باطن کو حضرت مصطفیٰ ﷺ کی سنت کی متابعت سے آراستہ پیراستہ کرے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور جو چیز کہ خوب اور مرغوب ہے وہ حق تعالیٰ کے مطلوب اور محبوب کے لئے ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ بیشک تو بڑے خلق پر ہے اور نیز فرماتا ہے۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ تو مرسلین میں سے ہے اور راہ راست پر ہے اور نیز فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ بیشک یہ میرا راستہ سیدھا ہے تم اس پر چلو اور راستوں پر نہ چلو۔

آنحضرت ﷺ کی ملت کو صراط مستقیم کہا اور اس کے ماسوائے کو ٹیڑھے راستوں میں داخل فرمایا اور ان کی تابعداری سے منع فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے خدا کا شکر کرتے ہوئے اور خلق کو ہدایت کا نشان بتلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْهُدٰی هُدٰی مُحَمَّدٍ سب ہدایتوں سے بہتر ہدایت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے۔ اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور میری تعلیم اور تادیب اچھی طرح کی اور باطن ظاہر کو پورا کرنے والا ہے اور بال بھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ یعنی اگر یہ نفی تکلف اور بناوٹ سے ہے تو طریقت ہے اور اگر تکلف کے بغیر حاصل ہے تو حقیقت ہے۔ پس حقیقت میں باطن جس کو طریقت اور حقیقت کہتے ہیں۔ ظاہر کو جو شریعت ہی پورا اور کامل کرنے والا ہے۔

پس اگر طریقت وحقیقت کی راہ پر چلنے والوں میں سے اثنائے راہ میں ایسے امور سرزد ہوں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہیں تو وہ سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں اور اگر مقام سے گزار کر صحو میں لے آئیں تو وہ مخالفت رفع ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے مخالف علوم سب کے سب دور ہو جاتے ہیں۔

مثلاً صوفیہ سکر کے باعث احاطہ ذاتی کے قائل ہوئے ہیں اور بالذات حق تعالیٰ کو عالم کا محیط جانتے ہیں۔ یہ حکم اہل حق لوگوں کی راؤں کے مخالف ہے کیونکہ یہ لوگ احاطہ علمی کے قائل ہیں۔ حقیقت میں علماء کی رائیں بہت ہی بہتر ہیں اور اگر یہی صوفیہ اس بات کے قائل ہوں کہ حق تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کی ذات کسی حکم کے ساتھ محکوم نہیں ہوتی اور کسی علم سے معلوم نہیں ہوتی تو اس میں احاطہ اور سریان کے ساتھ حکم کرنا اس قول کے مخالف ہے اور واقعی حق تعالیٰ کی ذات بیچون اور بیچگون ہے اور کسی حکم کو اس کی طرف راہ نہیں۔ وہاں حیرت و نادانی ہے اور اس مقام میں جہل صرف اور محض سرگردانی ہے۔ اس پاک جناب میں احاطہ و سریان کی کیا مجال ہے۔ ہاں ایک بات ہے جس کے سبب ان صوفیہ کی طرف سے جو ان احکام کے قائل ہیں عذر خواہی کی جائے اور کہا جائے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اوّل ہے اور چونکہ اس کو متعین پر زائد نہیں جانتے اس لئے اس تعین کو عین ذات کہتے ہیں اور وہ تعین اوّل جو وحدت تعبیر کیا گیا ہے تمام ممکنات میں جاری و ساری ہے تو اس لحاظ سے احاطہ ذاتی کے ساتھ حکم کرنا درست ہے یہاں ایک اور دقیقہ ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی ذات علمائے اہل حق کے نزدیک بیچون اور بیچگون ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس پر زائد ہے اور وہ تعین بھی اگر ان کے نزدیک ثابت ہو جائے تو زائد ہو گا اور اس کو حضرت ذات بیچون کے دائرے سے باہر جانیں گے۔ پس اس کے احاطہ کو ذاتی نہ کہیں گے۔ پس علماء کی نظر صوفیہ کی نظر سے بلند ہے اور صوفیہ کے نزدیک جو ذات ہے وہ ان علماء کے نزدیک ماسوائے میں داخل ہے اور قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہیں اور باطنی معارف و شریعت کے ظاہری علوم کے درمیان پورے اور کامل طور پر موافقت کا ہونا یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے امور میں بھی مخالفت کی مجال نہ رہے۔ مقام صدیقیت میں ہے جو تمام مقام ولایت سے بالاتر مقام ہے اور مقام صدیقیت سے بڑھ کر مقام نبوت ہے جو علوم نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے پہنچے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو الہام کے طور پر منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علموں کے درمیان صرف وحی اور الہام کا فرق ہے۔ پھر مخالفت کی کیا مجال ہوگی اور مقام صدیقیت کے سوا اور جس قدر مقام ہیں ان میں ایک قسم کا سکر متحقق ہے۔ صحو تام صرف مقام صدیقیت ہی میں ہے۔

دوسرا فرق ان دونوں علموں کے درمیان یہ ہے کہ وحی میں قطع ہے اور الہام میں ظن کیونکہ وحی بذریعہ فرشتہ کے ہے اور فرشتے معصوم ہیں۔ ان میں خطا کا احتمال نہیں اور الہام اگرچہ محل عالی رکھتا ہے جسے قلب کہتے ہیں اور قلب عالم امر سے ہے لیکن قلب کا عقل اور نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ثابت ہے اور نفس اگرچہ تزکیہ کے ساتھ مطمئنہ ہو جائے لیکن اپنی صفات سے ہرگز نہیں بدلتا۔ اسی واسطے اس مقام میں خطا کی مجال ظاہر ہے۔

جاننا چاہئے کہ نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے باوجود اس کی صفات کے باقی رکھنے میں بڑے فائدے اور نفعے ہیں۔ اگر نفس بالکل اپنی صفات کے ظہور سے روکا جائے تو ترقی کا راستہ بند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہو جائے اور روح فرشتہ کا حکم پیدا کرلے اور اپنے مقام میں بندرہ جائے کیونکہ ترقی کا حاصل ہونا نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہی تو ترقی کیسی ہوگی۔

سرور کائنات ﷺ جب کفار کے جہاد سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ. نفس کے جہاد کو جہاد اکبر فرمایا اور نفس کی مخالفت اس مقام میں عزیمت واولٰی کے ترک سے ہے بلکہ ترک عزیمت کے ارادہ کرنے سے ہے کیونکہ اس مقام میں نفس کی مخالفت ترک عزیمت کے تحقق وثبوت سے ناممکن ہے اور اسی ارادہ سے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر ندامت اور پشیمانی اور التجا اور عاجزی حاصل ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں حاصل ہو جاتا ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں یہ بات مقرر اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق اور خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے۔ یہ اس رمز کا بیان ہے جو اس آیت کریمہ میں ہے۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ پس آنحضرت ﷺ کی تابعداری میں کوشش کرنا مقام محبوبیت تک لے جانے والا ہے۔ پس ہر ایک دانا اور عقلمند پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت ﷺ کی کمال تابعداری میں کوشش کرے بات بہت لمبی ہوگئی ہے امید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔

سخن کا جمال جب جمیل مطلق کی طرف سے ہے تو جس قدر لمبا ہو جائے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَداً. اگر اللہ کی باتیں لکھنے کے لئے سمندروں کی سیاہی چلائی جائے تو سمندر ختم ہو جائیں مگر اللہ کے کلمات نہ لکھے جائیں۔ اگرچہ اتنے سمندر اور اس کے ساتھ ملائے جائیں۔

اب بات کو کسی اور طرف لے جانا چاہئے۔ حامل رقعہ ہذا مولانا محمد حافظ صاحب علم ہے اور اس کا عیال بہت ہے۔ گزارے کا سبب نہ ہونے کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اگر توجہ فرما کر فتح کے نشان والی اور سرداری اور شرافت کے مرتبہ والی سرکار شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد اس کے واسطے مقرر کرا دیں تو آپ کی کمال بخشش ہوگی زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔

## مکتوب (۴۲)

اس بیان میں کہ دل کی حقیقت جامع ہے کہ دل کی حقیقت جامع سے ماسوائے اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنے والی سب سے بہتر چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سنت کی تابعداری ہے۔ شیخ درویش کی طرف لکھا ہے۔

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَ اَبۡقَاکُمۡ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت اور قائم رکھے جب تک انسان کا دل پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے تب تک محروم اور مہجور ہے۔ دل کی حقیقت جامع کے آئینے سے ماسوائے اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنا ضروری ہے اور دل سے زنگار کو دور کرنے والی بہتر چیز حضرت محمد ﷺ کی بزرگ و روشن سنت کی تابعداری ہے جس کا مدار نفسانی عادتوں کے رفع کرنے پر ہے یعنی جس سے تمام نفسانی عادتیں اور رسمیں دور ہو جاتی ہیں۔ فَطُوۡبٰی مِنۡ شَرُفِ بِھٰذِہِ النِّعۡمَۃِ الۡعُظۡمٰی وَ وَیۡلٍ مِنۡ ھٰذِہِ الدَّوۡلَۃِ الۡقُصۡوٰی پس اس شخص کے لئے مبارکبادی ہے جس کو اس بھاری نعمت کا شرف حاصل ہوا اور افسوس ہے اس شخص پر جو اعلیٰ دولت سے محروم ہوا۔

باقی مقصود یہ ہے کہ جناب اخی اعزی میاں مظفر ولد شیخ گھورن مرحوم شریف بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے متعلقین بہت سے ہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی آپ پر اور ہدایت کی راہ پر چلنے والوں پر سلام ہو۔

## مکتوب (۴۳)

اس بیان میں کہ توحید دو قسم کی ہے۔ شہودی اور وجودی اور وہ جو ضروری ہے توحید شہودی ہے جس سے فنا متعلق ہے اور توحید شہودی عقل و شروع کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی برخلاف توحید وجودی کے اور ان مشائخ کے اقوال کی جو توحید وجودی میں نظر کرنے والے ہیں توحید شہودی کی طرف تاویل کرنی چاہئے تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین میں سے ہے۔ جو حیرت کا مقام ہے اور جب اس مقام سے گزر کر حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کے احوال و اقوال سے کنارہ کرتے ہیں اور اس مضمون کے مناسب سوالوں اور جوابوں اور روشن مثالوں کے بیان میں۔ سرداری کی پناہ والے، شرافت کے مرتبہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ سُبۡحَانَہٗ وَعَصَمَکُمۡ عَمَّا یَصِمُکُمۡ وَصَانَکُمۡ عَمَّا شَانَکُمۡ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور اس چیز سے بچائے جو آپ کو عیب لگائے اور محفوظ رکھے۔ آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کو اس چیز سے جو آپ کو دھبہ لگائے وہ توحید جو اثنائے راہ میں اس بزرگ گروہ کو حاصل ہوتی ہے۔ دو قسم پر ہے توحید شہودی اور توحید وجودی۔

توحید شہودی ایک کو دیکھنا ہے یعنی ایک کے سوا سالک کو کچھ مشہود نہیں ہوتا اور توحید وجودی۔ ایک موجود کو جاننا اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا اور غیر کو معلوم جاننے کے باوجود اس ایک کا مظہر اور جلوہ خیال کرنا ہے۔ پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے۔ توحید شہودی اس راہ کی ضروریات سے ہے کیونکہ فنا اس توحید کے بغیر ثابت نہیں ہوتی اور مرتبہ عین الیقین اس کے سوا میسر نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ایک کو غابہ کے ساتھ دیکھنا اس کے ماسوا کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ برخلاف توحید وجودی کے کہ وہ ایسی نہیں ہے یعنی ضروری نہیں ہے کیونکہ علم الیقین بغیر اس معرفت کے حاصل ہے کیونکہ علم الیقین اس کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس ایک کے علم کا غلبہ اس کے ماسوا کے علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ مثلاً ایک شخص کو آفتاب کے وجود کا علم حاصل ہو گیا تو اس یقین کا غلبہ اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ستاروں کو اس وقت نیست و نابود جانے لیکن جب آفتاب کو دیکھے گا اس وقت ستاروں کو دیکھے گا اور آفتاب کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آئے گا اور اس وقت بھی جبکہ ستاروں کو نہیں دیکھتا وہ جانتا ہے کہ ستارے موجود ہیں لیکن چھپے ہوئے ہیں اور سورج کی روشنی میں مغلوب ہیں اور یہ شخص ان لوگوں کے ساتھ جو اس وقت میں ستاروں کے وجود کی نفی کرتے ہیں انکار کے مقام میں ہے اور جانتا ہے کہ یہ معرفت صحیح نہیں ہے۔ پس توحید وجودی کہ جس میں ماسوائے ذات حق کی نفی ہے۔ عقل و شرع کے ساتھ مخالف ہے۔ برخلاف توحید شہودی کے کہ ایک کے دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں ہے۔ مثلاً آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت ستاروں کی نفی کرنا اور ان کو معدوم سمجھنا خلاف واقع ہے لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنا کچھ مخالف نہیں ہے بلکہ وہ نہ دیکھنا بھی آفتاب کی روشنی کے غلبہ اور دیکھنے والے کی کمزوری کے باعث ہے۔ اگر دیکھنے والے کی آنکھ اسی آفتاب کی روشنی سے روشن ہو جائے اور قوت پیدا کرے تو ستاروں کو آفتاب سے جدا دیکھے گا اور یہ دیکھنا حق الیقین میں ہے۔

پس بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت حقہ کے مخالف نظر آتے ہیں اور بعض لوگ ان کو توحید وجودی پر حمل کرتے ہیں۔

مثلاً منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کا انا الحق کہنا اور بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ کا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ پکارنا وغیرہ وغیرہ۔

بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان اقوال کو توحید شہودی پر محمول کیا جائے اور مخالفت کو دور کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جائے جب ماسوائے حق ان کی نظر سے مخفی ہو گیا تو غلبہ حال کے وقت اس قسم کے الفاظ ان سے سرزد ہوئے اور حق کے سوا اس کے غیر کو ثابت نہ کیا اور انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں جب وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اثبات نہیں کرتا، نہ یہ کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اس کو حق کہتا ہے کہ یہ خود کفر ہے۔ اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ اثبات نہ کرنا نفی تک پہنچا دیتا ہے اور وہ بعینہ توحید وجودی ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اثبات کے نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی بلکہ اس مقام میں حیرت ہے۔ احکام سب کے سب ساقط ہوئے ہیں اور سبحانی میں بھی حق تعالیٰ کی تنزیہ ہے نہ اس کی اپنی تنزیہ کہ وہ بالکل اپنی نظر سے دور ہو چکا ہوا ہے اور کوئی حکم اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اس قسم کی باتیں مقام عین الیقین میں جو مقام حیرت ہے بعض لوگوں سے ظاہر ہوتی ہیں جب اس مقام سے ترقی کر کے حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کی باتوں سے کنارہ کرتے ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے اس زمانہ میں اس گروہ میں سے بہت لوگ جو اپنے آپ کو صوفیوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں۔ توحید وجودی کو شائع کیا ہوا ہے اور اس کے سوا کچھ کمال نہیں جانتے اور علم الیقین ہی کو کمال سمجھ کر عین الیقین سے رکے ہوئے ہیں۔ مشائخ کے اس قسم کے اقوال کی اپنے خیالی معنوں کے مطابق تاویل کرتے ہیں اور انہی خیالی معنوں کو اپنے زمانہ کا مقتدا بنایا ہوا ہے اور اپنے کھوٹے بازار کو ان خیالی باتوں سے رواج دیا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ متقدمین مشائخ میں سے بعض کی عادتوں میں بھی ایسے الفاظ واقع ہیں جس سے صاف طور پر توحید وجودی ثابت ہوتی ہے تو وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ابتدا میں علم الیقین کے مقام میں ان سے اس قسم کے الفاظ سرزد ہوئے ہیں اور آخر کار ان کو اس مقام سے گزار کر عین الیقین تک لے گئے ہیں اس بات سے کوئی یہ نہ کہے کہ توحید وجودی والے بھی جیسا کہ ایک جانتے ہیں ایک ہی دیکھتے ہیں پس عین الیقین سے ان کو بھی حصہ حاصل ہے کیونکہ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کو توحید وجودی والوں نے توحید شہودی کی مثالی صورت کو دیکھا ہے نہ یہ کہ توحید شہودی سے متحقق ہوئے ہیں اور توحید شہودی کو اپنی اس صورت مثالی کے ساتھ درحقیقت کچھ مناسبت نہیں ہے کیونکہ اس توحید کے حل ہونے کے وقت حیرت ہے اور اس مقام میں کسی امر کے ساتھ حکم نہیں ہے اور اس توحید وجودی والا توحید مشہودی کی مثالی صورت کے مشاہدہ کرنے کے باوجود بھی علم الیقین والوں میں سے ہے کیونکہ ماسوائے اللہ کے وجود کی نفی کرتا ہے اور یہ نفی مقولہ علم الیقین کے احکام میں سے ایک حکم ہے اور حیرت اور علم ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہوئے۔

پس ثابت ہوا کہ توحید وجودی والا عین الیقین سے کچھ حصہ نہیں رکھتا۔ ہاں توحید شہودی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



والے کو مقام حیرت کے بعد اگر ترقی واقع ہو جائے تو مقام معرفت میں جو حق الیقین ہے لے جاتے ہیں اور اس مقام میں علم و حیرت دونوں جمع ہو جاتے ہیں اور وہ علم جو حیرت کے بغیر اور حیرت سے پہلے ہے وہ علم الیقین ہے۔

یہ جواب اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ مثلاً کسی شخص نے مقام بادشاہت کے ساتھ مناسبت ہونے کی وجہ سے خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا اور بادشاہت کے لوازم اپنے آپ میں معلوم کئے تو معلوم ہے کہ وہ بادشاہ نہیں ہوا ہے بلکہ بادشاہت کی مثالی صورت کو اپنے آپ میں دیکھا ہے اور حقیقت میں بادشاہت کو اس مثالی صورت کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے ہاں اس شہود سے اگرچہ صورت مثالی میں ہوا اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص اس مثالی صورت کی حقیقت کے متحقق ہونے کی استعداد رکھتا ہے۔ اگر ریاضت و مجاہدہ سے اس کی حالت اچھی ہو جائے اور خدائے تعالیٰ کی عنایت اس کے شامل حال ہو جائے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے لیکن قوت سے فعل تک بہت فرق ہے۔

بہت لوہے آئینہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں مگر جب تک آئینہ نہ بن جائیں تب تک بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں پہنچتے اور بادشاہوں کا جمال حاصل نہیں کر سکتے۔ اوہو۔ میں کہاں جا پڑا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ان پوشیدہ علوم کے لکھنے کا باعث یہ ہے کہ اکثر اس زمانہ میں بعض لوگوں نے تقلید سے اور بعضوں نے مجرد علم سے اور بعضوں نے اجمالی طور پر علم اور ذوق کے ملنے سے اور بعضوں نے الحاد اور زندقہ سے اس توحید وجودی کا دامن ہاتھ میں لیا ہوا ہے اور سب کچھ حق سے جانتے ہیں بلکہ حق ہی جانتے ہیں اور اپنی گردنوں کو شرعی تکلیف کی رسی سے بالکل نکالتے جاتے ہیں اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور اس معاملہ پر بڑے خوش و خرم ہیں اور اگر امور شریعہ کے بجالانے کا اقرار بھی کریں تو اپنے آپ کو طفیلی جانتے ہیں اور اصلی مقصود شریعت کے سوا کچھ اور خیال کرتے ہیں۔ حاشا و کلا ء ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے ایسے برے اعتقاد سے اللہ کی پناہ طریقت اور شریعت ایک دوسرے کی عین ہیں اور بال بھر ان کے درمیان فرق نہیں ہے۔ فرق صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے جو کچھ شریعت کے مخالف ہے مردود ہے۔ **كُلُّ حَقِيْقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيْعَةُ فَهُوَا زَنْدِقَةٌ** اور جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ ہے۔ شریعت کو اپنی جگہ پر قائم رکھ کر حقیقت کو طلب کرنا بہادروں کا کام ہے۔ **رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِالْبَشَرِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا** اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ظاہر باطن میں حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سید البشر ﷺ کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

معرفت کی پناہ والے ہمارے قبلہ گاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کچھ مدت توحید وجودی والوں کا مشرب رکھتے تھے اور اپنے رسالوں اور خطوں میں بھی اس کو ظاہر فرماتے تھے لیکن آخرکار حق تعالیٰ نے اپنی کمال عنایت سے اس مقام سے ترقی عطا فرما کر شاہراہ میں ڈالا اور اس معرفت کی تنگی سے خلاصی بخشی۔

میاں عبدالحق جو حضرت قدس سرہ کے مخلص یاروں میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہو گیا کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ اور ہے اس سے پہلے بھی جانتا تو تھا مگر اب ایک قسم کا یقین حاصل ہوا ہے اور یہ فقیر بھی کچھ مدت حضرت قدس سرہ کی درگاہ میں اسی توحید کا مشرف رکھتا تھا اور اس طریق کی تائید میں مقدمات کشفیہ بہت ظاہر ہوئے تھے لیکن خدائے تعالیٰ کی عنایت نے اس مقام سے گزار کر اس مقام کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا مشرف فرمایا ہے اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔

میاں شیخ ذکریا اپنے پرگنہ سے بار بار لکھتے ہیں اور آپ کی خدمت علیہ میں بہت نیازمندی ظاہر کرتے ہیں اور معاملہ کروڑی گری یعنی تحصیلداری سے ڈرتے ہیں اور علوم اسباب میں آپ کی مقدس بارگاہ سے التجا رکھتے ہیں اور بظاہر آپ کی توجہ عالی کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ آپ کی عنایت کے امیدوار ہیں کہ جس طرح آگے آپ نے ان کی نوازش کی ہے اب بھی دستگیری فرمائیں اور حادثوں کی بھیڑیوں سے محفوظ رکھیں اور کمال ادب کے باعث بذریعہ عرض نہیں کر سکتے۔ فقیر کی طرف رجوع کر کے اپنا احوال ظاہر کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان کا سوال قبول کریں گے۔

## مکتوب (۴۴)

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اور اس بیان میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر اور اس کے جھٹلانے والے تمام بنی آدم سے بدتر ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشن سنت کی تابعداری کی ترغیب میں سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:-

آپ کا بزرگ مرحمت نامہ بڑے اچھے وقت میں صادر ہوا اور اس کے مطالعہ سے شرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حاصل ہوا۔ للہ الحمد سُبْحَانَهٗ وَالْمِنَّةُ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقر محمدی ﷺ کی میراث حاصل ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ فقرا کے ساتھ ملتے جلتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ بے سروسامان فقیر نہیں جانتا کہ اس کے جواب میں کیا لکھے۔ سوائے اس کے کہ چند فقرے عربی عبارت میں جو آپ کے بزرگوار خیر العرب ﷺ کے فضائل میں ماثور ہیں لکھے اور اس سعادت نامہ کو اپنی آخرت کی نجات کا وسیلہ بنائے نہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی تعریف کرے بلکہ اپنی کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے آراستہ کرے۔ شعر

ما ان مدحت محمداً مقالتي لكن مدحت مقالتي بمحمد

ترجمہ۔ غرض سخن سے نہیں مداح صاحب لولاک
سوائے اس کے کہ میرا سخن ہو جائے پاک

فَاَقُوْلُ وَ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ الْعِصْمَةُ وَ التَّوْفِيْقُ ۔ پس کہتا ہوں اور اللہ ہی سے عصمت اور توفیق ہے۔

تحقیق حضرت محمد اللہ کے رسول اور حضرت آدم کی اولاد کے سردار ہیں اور قیامت کے دن اور لوگوں کی نسبت زیادہ تابعداروں والے ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اولین و آخرین سے بزرگ ہیں اور پہلے ہیں جو قبر سے نکلیں گے اور اوّل ہیں جو شفاعت کرینگے اور اوّل ہیں جن کی شفاعت قبول ہوگی اور اوّل ہیں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے دروازہ کھول دے گا اور قیامت کے دن لواء حمد کے اٹھانے والے ہیں۔ جس کے نیچے آدم باقی انبیاء علیہم السلام ہوں اور وہ وہ ذات مبارک ہیں جنہوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہم ہی آخرین ہیں اور ہم ہی آگے بڑھنے والے ہیں اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا کہ میں اللہ کا دوست ہوں اور میں پیغمبروں کا پیش رو ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو ان میں سے بہتر خلقت میں مجھے پیدا کیا پھر ان کو دو گروہ بنایا اور مجھے ان میں سے اچھے گروہ میں کیا پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں بنایا۔ پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہتر گھر والوں میں پیدا کیا۔ پس میں از روئے نفس اور گھر کے ان سب سے بہتر ہوں اور میں سب لوگوں سے اوّل نکلوں گا جب وہ قبروں سے نکالے جائیں گے اور میں ان کا رہنما ہوں جب کہ وہ گروہ گروہ بنائے جائیں گے اور میں ان کا خطیب ہوں جب وہ خاموش کرائے جائیں گے اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ روکے جائیں گے اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جب وہ ناامید ہو جائیں گے اور کرامت اور جنت کی کنجیاں اور لواء حمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے بزرگ ہوں۔ ہزار خادم میرے گرد طواف کریں گے۔ جو خوشنما آبدار موتیوں کی طرح ہونگی (یعنی حور و غلماں) اور جب قیامت کا دن ہوگا میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور مجھے اس بات کا فخر نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا اور آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے یعنی ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

نماند بعصیاں کسے در گرو    کہ دارد چنیں سید پیشرو

ترجمہ: عوض گناہ کے پکڑا نہ جائے گا وہ کبھی    کہ جس کا رہنما پیشوا ہو ایسا نبی

پس ناچار ایسے پیغمبر سید البشر ﷺ کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر ہیں۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ ان کے حال کے مصداق ہے اور حضور ﷺ کو جھٹلانے والے سب بنی آدم سے بدتر ہیں۔ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا ان کے احوال کا نشان ہے۔

دیکھئے کس صاحب نصیب کو حضور کی سنت سنیہ کی تابعداری سے نوازش کرتے ہیں اور حضور کی پسندیدہ شریعت کی متابعت سے سرفراز فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی حقیقت کو تصدیق کرنے کے بعد تھوڑا سا عمل بھی بجالانا عمل کثیر کے برابر ہے۔

اصحاب کہف نے اتنا بڑا درجہ صرف ایک ہی نیکی کے باعث حاصل کیا اور وہ نور ایمانی کے ساتھ دشمنوں کے غلبہ کے وقت خدائے تعالیٰ کے دشمنوں سے ہجرت کر جانا تھا۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردد کریں تو اس قدر نمایاں ہوتا ہے اور اسکا اتنا اعتبار ہوتا ہے کہ امن کی حالت میں اس سے کئی گنا اعتبار میں نہیں آ سکتا اور نیز جب آنحضرت ﷺ خدائے تعالیٰ کے محبوب ہیں تو حضور کے تابعدار بھی آپ کی تابعداری کے باعث محبوبیت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محب اور عاشق اس آدمی کو بھی جس میں اپنے محبوب کی عادتیں اور خصلتیں دیکھتا ہے اپنا محبوب ہی جانتا ہے اور مخالفوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سراست    کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر او

ترجمہ۔ وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در کی

اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ خلقت کے درمیان رہ کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ان سے الگ رہنا چاہئے۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر پیدا کر دے گا۔

موسم نوروز آ گیا ہے اور معلوم ہے کہ ان دنوں میں وہاں کے رہنے والے معاملہ کو پراگندہ رکھتے ہیں۔ اس ہنگامہ کے گزر جانے کے بعد اگر خدائے تعالیٰ نے چاہا تو امید ہے کہ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔ زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔ ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ عَلٰی جَادَّۃِ اٰبَائِکُمُ الۡکِرَامِ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَ عَلَیۡھِمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۔اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے بزرگ باپ دادوں کے طریق پر ثابت قدم رکھے۔ آپ پر اور ان پر قیامت تک سلام ہو۔

## مکتوب (۴۵)

یہ بھی سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ یہ مکتوب اپنے پیر دستگیر کے اس جہان فانی سے کوچ کر جانے کے بعد لکھا تھا اور چونکہ خانقاہ کے فقرا کی ظاہری تقویت شیخ موصوف سے منسوب تھی۔ اس لئے اس کا شکر کر کے انسان کی جامعیت کی وجہ کو جو انسان کے کمال کا بھی اور نقصان کا بھی موجب ہے۔ بیان کیا ہے کہ اور ماہ مبارک رمضان شریف کے فضائل اور اس کے مناسب ذکر کئے ہیں۔

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ عَلٰی جَادَّۃِ اٰبَائِکُمُ الۡکِرَامِ وَسَلَّمَکُمۡ عَنۡ مُوۡجِبَاتِ التَّلَھُّفِ وَالتَّاَسُّفِ بِمُرُوۡرِ الشُّھُوۡرِ وَالۡاَیَّامِ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بزرگ باپ دادوں کے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور مہینوں اور دنوں کی گردش کے باعث غم واندوہ کے حادثوں سے سلامت رکھے۔

خدا کے دوست اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس کو محبت ہے) کے موافق خدا کے ساتھ ہیں لیکن بدنی تعلق اس معیت اور اتصال کے درمیان ایک قسم کا مانع ہے۔ اس عنصری پیکر سے جدا ہونے اور ظلمانی صورت سے الگ ہونے کے بعد قرب در قرب اور اتصال در اتصال ہے۔ اَلۡمَوۡتُ جِسۡرٌ یُّوۡصِلُ الۡحَبِیۡبَ اِلَی الۡحَبِیۡبِ (موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملاتا ہے) انہی معنوں کا بیان ہے اور آیت کریمہ وَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡ لِقَاءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ (جو شخص اللہ تعالیٰ کا دیدار چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ آنے والا ہے) کا مضمون جو مشتاقوں کے لئے ایک قسم کی تسلی ہے۔ اسی رمز کو بیان کرتا ہے لیکن ہم پس ماندوں کا خیال بزرگوں کی حضور کی دولت کے بغیر خراب و ابتر ہے اور بزرگوں کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



روحانیات سے فیض حاصل کرنا چند شرطوں پر مشروط ہے کہ ہر ایک کو ان شرطوں کے پورا کرنے کی مجال نہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ اس ہولناک حادثہ اور وحشت ناک واقعہ کے باوجود ان بے سروسامان فقرا کا مربی اور مددگار بھی دین و دنیا کے سردار ﷺ کی اہل بیت سے مقرر ہوا ہے جو اس سلسلۂ علیہ کے انتظام اور نسبت نقشبندیہ کی جمعیت کا وسیلہ ہے۔

ہاں یہ نسبت علیہ بھی جو اس ملک میں بہت غریب ہے اور اس نسبت والے لوگ ان ملکوں میں بہت تھوڑے ہیں۔ چونکہ اہل بیت کی نسبت کی طرح ہے تو اس کا مربی بھی اہل بیت ہی سے ہونا مناسب ہے اور اس کی تقویت کے لئے بھی انہی نسبت والوں سے ہونا بہتر ہے تاکہ اس بڑی دولت کی تکمیل غیر کے حوالہ نہ ہو جائے جس طرح اس بڑی نعمت کا شکر فقرا پر واجب ہے اسی طرح اس دولت کا شکر بھی ان کے ذمے لازم ہے۔ انسان جس طرح باطنی جمعیت کا محتاج ہے۔ اسی طرح ظاہری جمعیت کی بھی اس کو احتیاج ہے بلکہ یہ احتیاج مقدم ہے بلکہ تمام مخلوقات میں سے زیادہ محتاج انسان ہے اور یہ احتیاج کی زیادتی اس کو اس کی جامعیت کے سبب سے ہے اور جو کچھ سب کے لئے درکار ہے وہ اس اکیلے کو درکار ہے اور جس جس چیز کی طرف محتاج ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق بھی ہے۔ پس اس کے تعلق سب سے زیادہ ہیں اور ہر ایک تعلق خدائے تعالیٰ کی طرف سے روگردانی کا باعث ہے۔ پس اس لحاظ سے تمام مخلوقات میں سے زیادہ محروم انسان ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی گشت محروم از مقام محرمی
گر نگردد باز مسکین زین سفر نیست از وے ہیچکس محروم تر

ترجمہ: رتبہ انسان ہے سب سے اخیر اس لئے محروم تر ہے یہ فقیر
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا ہے پھر اس کے حال پر واحسرتا

حالانکہ تمام مخلوقات میں سے اس کے افضل اور اشرف ہونے کا سبب بھی یہی وجہ جامعیت ہے اس لئے کہ اس کا آئینہ پورا اور کامل ہے اور جو کچھ تمام مخلوقات کے آئینوں میں ظاہر ہے وہ اس کے ایک ہی آئینہ میں روشن ہے۔ پس اس جہت سے تمام مخلوقات سے بہتر اور اچھا انسان ہے اور مذکورہ بالا جہت سے سب سے بدتر بھی یہی ہے۔ اسی انسان کی نسل سے حضرت محمد ﷺ تھے اور اسی سے ابوجہل علیہ اللعنۃ اس میں شک نہیں کہ خدائے تعالیٰ کی توفیق سے ان فقرا کی ظاہری جمعیت کے ضامن اور کفیل آپ ہی ہیں۔ باطنی جمعیت کے بارہ میں بھی اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ (بیٹا باپ کا نمونہ ہوتا ہے) کے موافق بڑی بھاری امید ہے چونکہ آپ کا عنایت نامہ رمضان شریف میں صادر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوا ہے اس لئے دل میں گزرا کہ اس بڑے قدر والے مہینے کے کچھ فضائل لکھے جائیں۔

جاننا چاہئے کہ رمضان کا مہینہ بڑا بزرگ ہے عبادت نفلی از قسم نماز و روزہ و صدقہ وغیرہ جو اس مہینہ میں ادا کی جائے دوسرے دنوں نے فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے اور اس مہینے کے فرضوں کے فرضوں کا ادا کرنا دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے۔

اگر کوئی شخص اس مہینہ میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کو بخش دیتے ہیں اور اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں اور اس کو روزہ دار کے اجر کے برابر اجر عطا کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر کو کم کریں اور ایسے ہی اگر کوئی شخص اپنے غلاموں کی خدمت میں کمی کرے تو حق تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اس کی گردن دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔

رمضان کے مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں کو آزاد کر دیا کرتے تھے اور جو کچھ آپ سے کوئی مانگتا اس کو دے دیتے تھے۔

اگر کسی شخص کو اس مہینے میں خیرات اور اعمال صالح کی توفیق حاصل ہو جائے تو تمام سال تک توفیق اس کے شامل حال رہتی ہے اور اگر یہ مہینہ پراگندگی سے گزرا تو تمام سال ہی پراگندہ گزرتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس مہینے کی جمعیت میں کوشش کرنی چاہئے اور اس مہینے کو غنیمت جاننا چاہیے۔ اس مہینے کی ہر رات میں کئی ہزار دوزخ کے لائق آدمیوں کو آزاد کرتے ہیں اور اس مہینے میں بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیر ڈالے جاتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور افطار میں جلدی کرنا اور سحری کو دیر سے کھانا سنت ہے۔

اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑا مبالغہ کرتے تھے اور شاید سحری کی تاخیر اور افطار کی جلدی میں اپنے عجز و احتیاج کا اظہار ہے جو مقام بندگی کے مناسب ہے اور کھجور یا چھوہارہ سے افطار کرنا سنت ہے اور افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی پیاس دور ہوگئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ۔

تراویح کا ادا کرنا اور قرآن مجید کا ختم کرنا اس مہینے میں سنت موکدہ ہے اور اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَ التَّحِيَّاتُ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ہم کو ان کاموں کی توفیق نہ دے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باقی یہ تکلیف دیتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ عین رمضان شریف میں پہنچا ورنہ حکم کے بج
لانے میں اپنے آپ کو معاف نہ رکھتا۔ ماہ مبارک کے بعد کی نسبت کی گفتگو کرنا۔ غیب سے حکم کر
ہے اور بڑی لمبی امید سے خبر دینے والا ہے۔ غرض جس طرح آپ کی مرضی ہوگی اس میں کسی طرح
اپنے آپ کو معاف نہ رکھے گا کیونکہ آپ کے ظاہری باطنی حقوق ہم فقرا کے ذمے ثابت ہیں۔

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ جیو کے حقوق تم سب پر ثابت اور مقرر ہیں
اس جمعیت کا باعث آپ ہی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے حبیب ﷺ اور ان کی بزرگ آل
رضی اللہ عنہم کی طفیل پسندیدہ اعمال کی توفیق بخشے۔ اس سے زیادہ لکھنا باعث تکلیف ہے۔

# مکتوب (۴٦)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت بلکہ تمام جو کچھ آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں سب بدیہی ہیں اور کسی فکر اور دلیل کے محتاج نہیں ہیں۔ اور اس مضمون کے واضح کرنے میں بہت دلائل بیان کیے ہیں۔ یہ مکتوب بھی سرداری اور شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:-

ثَبَّتَكُمُ اللّٰهُ عَلٰى جَادَّةِ اٰبَائِكُمُ الْكِرَامِ عَلٰى اَوَّلِهِمْ وَ اَفْضَلِهِمْ اَوَّلًا وَ عَلٰى
بَوَاقِيْهِمْ ثَانِيًا اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بزرگ باپ دادوں کے راستہ پر ثابت
قدم رکھے اوّل ان سب میں سے اوّل اور افضل پر اور پھر ان میں سے باقیوں پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

حق تعالیٰ کا وجود اور ایسے ہی ان کی وحدت بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت بلکہ جو
کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں سب بدیہی ہیں اور کسی فکر اور دلیل کے محتاج نہیں ہیں
۔ بشرطیکہ قوت مدرکہ ردی آفتوں اور باطنی مرضوں سے سلامت اور تندرست ہو کیونکہ ان امور میں
نظر وفکر سے کام لینا قوت مدرکہ میں کسی علت و آفت کے موجود ہونے سے ہے لیکن مرض قلبی سے
نجات پانے اور باطنی آنکھوں کے آگے سے پردہ دور ہو جانے کے بعد بداہت ہی بداہت ہے۔

مثلاً صفراوی آدمی جب تک مرض صفرا میں گرفتار ہے قند اور نبات کی شیرینی اس کے نزدیک
دلیل کی محتاج ہے لیکن اس بیماری سے خلاصی پا جانے کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں اور یہ
احتیاج جس کا مبدو بیماری کا ہونا ہے بداہت کے مخالف نہیں ہے۔

بیچارہ جو ایک شخص کو دو دیکھتا ہے اور اس شخص کے ایک نہ ہونے کا حکم کرتا ہے معذور ہے اور
میں بیماری کا ہونا اس شخص کے ایک ہونے کو بداہت سے خارج نہیں کرتا اور نہ ہی دلیل کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



محتاج کرتا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ استدلال کا میدان بہت تنگ ہے اور دلیل کے ذریعے یقین کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔ پس یقینی ایمان حاصل کرنے کیلئے دلی امراض کا دور کرنا ضروری ہے۔ صفراوی مزاج والے کو نبات وقند کی شیرینی کے یقین حاصل کرنے کیلئے صفراوی مرض کا دور کرنا اس بات سے نہایت ضروری ہے کہ نبات وقند کی شرینی کے یقین پر دلیل قائم کرے۔

بھلا دلیل سے اس کو کس طرح یقین حاصل ہوسکتا ہے جب کہ اس کا وجدان اور ذوق صفراوی بیماری کے باعث نبات کے کڑوا ہونے کا حکم کرتا ہے اور ایسے ہی حال ہے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں کیونکہ نفس امارہ بالذات احکام شرعیہ کا منکر ہے اور بالطبع ان کے برخلاف حکم کرنے والا ہے۔ پس ان سچے احکام کے ساتھ بذریعہ دلیل کے یقین حاصل کرنا جب کہ استدلالی وجدان ان کے انکار کا حکم کرتا ہے۔ بہت دشوار ہے۔ پس نفس کا پاک کرنا نہایت ضروری ہے۔ بغیر تزکیہ کے یقین حاصل ہونا مشکل ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا تحقیق خلاص ہو گیا جس نے اس کو پاک کیا اور محروم رہا جس نے اس کو آلودہ کیا۔

پس ثابت ہوا کہ اس روشن شریعت اور ظاہر ملت کا منکر نبات کی مٹھاس کے منکر کی طرح ہے۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ: اگر کوئی ہے خود اندھا گناہ خورشید کا کیا ہے۔

پس سیر وسلوک اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود یہ ہے کہ باطنی آفتیں اور دلی امراض کہ جن کی نسبت فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ میں ارشاد کیا گیا ہے کہ دور ہو جائیں تا کہ ایمان کی حقیقت حاصل ہو جائے اور ان امراض و آفات کے باوجود اگر ایمان ہے تو صرف ظاہری اور رسمی طور پر ہے کیونکہ نفس امّارہ کا وجدان اس کے برخلاف حکم کرتا ہے اور اپنے کفر کی حقیقت پر اڑا ہوا ہے۔ اس قسم کے ایمان اور ظاہری تصدیق کی مثال ایسی ہے۔ جیسے قند و نبات کی مٹھاس کے ساتھ صفراوی مزاج والے کا ایمان کہ اس کا وجدان اس کے برخلاف گواہ ہے۔ شکر کی شیرینی کے ساتھ حقیقی یقین کا حاصل ہونا مرض کی صفراوی کے دور ہو جانے کے بعد متصور ہے پس تزکیہ نفس اور اس کے اطمینان کے بعد ایمان حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور اس قسم کا ایمان زوال سے محفوظ ہے۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ایسے ایمان والے لوگوں کے حق میں صادق ہے۔

شَرَّفَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِشَرْفِ هٰذَا الْاِیْمَانِ الْکَامِلِ الْحَقِیْقِیْ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْاُمِیِّ الْقُرْمِیْنِ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ مَنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ مَنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا ۔ اللہ تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اپنے نبی امی قریشی ﷺ کے طفیل ہم کو اس قسم کے کامل اور حقیقی ایمان سے مشرف فرمائے۔ آمین۔

## مکتوب (۴۷)

یہ بھی سرداری کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ سابقہ زمانوں کی شکایت کرنے کے بیان میں جب کہ کفار غالب تھے اور اہل اسلام خوار اور بے اعتبار اور اس بات کی ترغیب میں کہ بادشاہت کی ابتداء میں اگر دین کی ترقی اور رواج میسر ہو جائے تو بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی گمراہ اور خلقت کو گمراہ کرنے والا درمیان میں آ کر اہل اسلام کے کارخانہ میں خلل ڈال دے اور پہلے زمانہ کی طرح کر دے۔

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَّۃِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ عَلٰی اَفْضَلِھِمْ سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ اَوَّلاً وَ عَلٰی بَوَاقِیْھِمْ ثَانِیاً اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ۔ حق تعالیٰ آپ کو بزرگ باپ دادا کے رستہ پر ثابت قدم رکھے اوّل ان میں سے افضل یعنی سرداری والے دو جہان پر اور پھر باقیوں پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

بادشاہ کی نسبت جہاں کے ساتھ ایسی ہے جیسے دل کی نسبت بدن کے ساتھ اگر دل اچھا ہے تو بدن بھی اچھا ہے اگر دل بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے ایسے ہی جہان کی بہتری بادشاہ کی بہتری پر منحصر ہے اور اس کے بگڑنے پر جہان کا بگڑنا وابستہ ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ زمانہ میں اہل اسلام کے سر پر کیا کیا گزرا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں باوجود کمال غریب ہونے کے اہل اسلام پر اس قسم کی خرابی اور تباہی نہ گزری تھی کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہتے اور کفار اپنے طریق پر لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ اسی مضمون کا بیان ہے اور گزشتہ زمانہ میں کافر غلبہ پا کر دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے تھے اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے عاجز تھے اور اگر کرتے تھے تو قتل کئے جاتے تھے۔

ہائے افسوس! حق تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے والے ذلیل و خوار تھے اور ان کے منکر عزت و اعتبار میں۔ مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی ماتم پرسی کرتے تھے اور دشمن ہنسی ٹھٹھا کر کے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردہ میں چھپا ہوا تھا اور حق کا نور باطل کے پردوں میں آ گیا تھا۔ آج کہ دولت اسلام کی ترقی اور بادشاہ اسلام کی تخت نشینی کی خوشخبری خاص و عام کے کانوں میں پہنچی۔ اہل اسلام نے اپنے اوپر لازم جانا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کہ بادشاہ کے مددگار اور معاون ہوں اور شریعت کے رواج دینے اور مذہب کے تقویت دینے میں اس کی رہنمائی کریں۔ خواہ یہ امداد وتقویت زبان سے ہو سکے خواہ ہاتھوں سے۔ سب سے بڑھ کر مدد کتاب وسنت اور اجماع امت کے طریق پر شرعی مسائل کو بیان کرنا اور کلامیہ عقیدوں کا ظاہر کرنا ہے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان آ کر راستہ سے نہ بہکاوے اور کام خراب نہ کر دے۔ اس قسم کی امداد علمائے اہل حق سے مخصوص ہے جو آخرت کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور علمائے دنیا کا جن کا مقصود ہمہ تن دنیا کمینی ہے ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند | او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ترجمہ: وہ عالم جو کہ ہر دم تن کو پالے | وہ خود گمراہ ہے کس کو رہ بتائے

گزشتہ زمانہ میں جو بلا اسلام کے سر پر آئی وہ اسی جماعت کی کم بختی کے باعث تھی۔ بادشاہوں کو انہوں نے ہی بہکایا۔ بہتر مذہب جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے ان کے مقتدا اور پیشرو یہی برے علماء ہیں۔ علماء کے سوا ایسے لوگ بہت کم ہیں جو گمراہ ہوئے ہوں اور ان کی گمراہی کا اثر اور لوگوں تک پہنچا ہو۔

اکثر جاہل اس زمانہ صوفیوں کا لباس پہن کر برے علماء کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص باوجود طاقت کے کسی قسم کی بھی مدد نہ کرے اور کارخانہ اسلام میں فتور پڑ جائے۔ تو اس کوتاہی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ اس لئے یہ فقیر بے سروسامان بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولت اسلامیہ کے مددگار گروہ میں داخل کرے اور اس بارے میں کوشش کرے۔ مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (جس نے قوم کے گروہ کو زیادہ کیا وہ انہی میں سے ہے) کے موافق ہو سکتا ہے کہ اس فقیر کو ان بزرگوں کی جماعت میں داخل کر لیں۔ فقیر اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح خیال کرتا ہے جو اپنا تھوڑا سا سوت لے کر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں شامل ہو گئی تھی۔ امید ہے کہ فقیر جلد ہی انشاء اللہ العزیز حاضر خدمت ہونے کا شرف حاصل کرے گا۔ آپ کی جناب شریف سے امید ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آپ کو بادشاہ کا قرب پورے طور پر بخشا ہے تو شریعت محمدی ﷺ کے رواج دینے میں ظاہر و باطن کوشش کریں اور مسلمانوں کو غریبی سے نکالیں گے۔

حامل رقیمہ ہذا مولانا حامد کا اقبال مند سرکار سے وظیفہ مقرر ہے۔ پچھلے سال ظاہراً حضور سے لے آیا تھا۔ اس سال بھی امیدوار ہو کر حاضر خدمت ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ حقیقی اور مجازی دولت آپ کے نصیب کرے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۴۸)

عالموں اور طالب علموں کی تعظیم پر جو شریعت کے اٹھانے والے اور قائم رکھنے والے ہیں۔ ترغیب دینے میں سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید بخاری کی طرف لکھا ہے:

نَصَرَكُمُ اللهُ سُبْحَانَهُ عَلَى الْاَعْدَاءِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَ التَّسْلِيْمَاتُ وَ التَّحِيَّاتُ ۔اللہ تعالیٰ سید الانبیاء ﷺ کے طفیل آپ کو دشمنوں پر فتح دے۔

آپ کا بزرگ مرحمت نامہ جس سے فقرا کو نوازش فرمایا تھا اس کے مطالعہ سے شرف حاصل کیا۔ آپ نے مولانا محمد قلیج کے خط میں لکھا تھا کہ طالب علموں اور صوفیوں کے لئے کچھ خرچ بھیجا گیا ہے۔ صوفیوں پر طالب علموں کے ذکر کا مقدم کرنا آپ کی بلند ہمت نظر میں بہت ہی اچھا معلوم ہوا اور اس ضمن کے موفق کہ اَلظَّاهِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ ظاہر باطن کا نمونہ ہے۔ امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کا صوفیوں پر مقدم رکھنا ظاہر ہوگا۔ کیونکہ كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس کے بیچ میں ہو اور طالب علموں کے مقدم سمجھنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور مصطفوی مذہب ﷺ انہی کے ساتھ قائم ہے۔ کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے اور تصوف کی بابت کچھ نہ پوچھیں گے جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے حکم بجالانے پر منحصر ہے۔

انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام نے جو تمام مخلوقات میں سے بہتر ہیں۔ شرائع کی طرف دعوت کی ہے اور اپنی تمام زندگی میں اسی پر رہے ہیں اور ان بزرگواروں کی پیدائش سے مقصود ہی احکام شریعت کا لوگوں تک پہنچانا ہے۔ پس سب سے بڑی بھاری نیکی یہی ہے کہ شریعت کو رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کی جائے خاص کر ایسے زمانہ میں جب کہ اسلام کے نشان بالکل مٹ گئے ہوں۔ کروڑ ہا روپیہ خدا کے رستہ میں خرچ کرنا اس کے برابر نہیں کہ شرعی مسائل میں سے ایک مسئلے کو رواج دیا جائے کیونکہ اس فعل میں انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام کی اقتداء ہے جو بزرگ ترین مخلوقات ہیں اور اس فعل میں ان بزرگواروں کے ساتھ شریک ہونا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ سب سے بڑھ کر نیکیاں انہی لوگوں کو عطا ہوئی ہیں اور کروڑ ہا روپیہ خرچ کرنا تو ان بزرگواروں کے سوا اوروں کو بھی میسر ہے اور نیز شریعت کے بجا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لانے میں نفس کی کمال مخالفت ہے کیونکہ شریعت نفس کے برخلاف وارد ہوئی ہے اور مالوں کے خرچ کرنے میں تو کبھی نفس بھی موافقت کر لیتا ہے۔ ہاں ان مالوں کے خرچ کرنے میں جو شریعت کی تائید اور مذہب کی ترویج کے لئے ہوں۔ بہت درجہ ہے اور اس نیت پر ایک حتیل کا خرچ کرنا کسی دوسری نیت سے کئی لاکھ خرچ کرنے کے برابر ہے۔

یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے کہ طالب علم گرفتار کو صوفی آزاد سے کیوں مقدم کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ابھی بات کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا ہے۔ طالب علم باوجود گرفتاری کے خلقت کی نجات کا سبب ہے کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ اس سے حاصل ہے۔ اگرچہ اس سے خود اس کو کچھ نفع نہیں ہے اور صوفی نے باوجود آزادی کے اپنے نفس کو خلاص کیا ہے۔ خلقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس شخص پر بہت لوگوں کی نجات وابستہ ہو۔ وہ اس شخص سے بہتر ہے جو صرف اپنی نجات کے خیال میں ہے ہاں وہ صوفی جو فنا و بقا اور سیر عن اللہ و باللہ کے بعد عالم کی طرف راجع ہو اور خلق کی دعوت میں مشغول ہو وہ مقام نبوت سے حصہ حاصل رکھتا ہے اور شریعت کے حکم پہنچانے والوں میں داخل ہے اور علمائے شریعت کا حکم رکھتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

## مکتوب (۴۹)

ان دونوں دولتوں کے جمع کرنے یعنی ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرنے اور باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے آزاد کرنے کی ترغیب میں سرداری کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ آپ کو ظاہری دولت اور باطنی سعادت سے سعادت مند کرے۔ حقیقت میں ظاہری دولت یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو شریعت مصطفوی ﷺ کے احکام سے آراستہ کیا جائے اور سعادت باطنی یہ ہے کہ باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے خلاص اور آزاد کیا جائے دیکھئے کس صاحب نصیب کو ان دونوں کرامتوں سے مشرف کرتے ہیں۔

کار این است وغیرہ ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۵۰)

کمینی دنیا کی مذمت میں سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ اپنے حبیب سید البشر ﷺ کے طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں اور اپنے ماسوائے کی غلامی سے آزاد فرما کر اپنے ساتھ گرفتار کرے۔

دنیا ظاہر میں میٹھی ہے اور صورت میں تازگی رکھتی ہے۔ لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور جھوٹا اسباب اور بیہودہ گرفتاری ہے اس کا مقبول خوار اور اس کا عاشق مجنون ہے۔ اس کا حکم اس نجاست کا سا ہے جو سونے میں منڈھی ہو اور اس کی مثال اس زہر کی سی ہے جو شکر میں ملا ہو عقلمند وہی ہے جو ایسے کھوٹے متاع پر فریفتہ نہ ہو اور ایسے خراب اسباب کا گرفتار نہ ہو اور داناؤں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ میں سے کسی عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے۔ جو دنیا سے بے رغبت ہے اور اس کی وہ بے رغبتی بڑی دانائی کے سبب سے ہے۔ زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔

باقی تکلیف یہ دی جاتی ہے کہ فضائل مآب شیخ ذکریا اس سال میں کرور گری یعنی تحصیلداری میں گرفتار ہے۔ باوجود اس گرفتاری کے دنیاوی محاسبہ سے جو عاقبت کے محاسبہ کی نسبت بہت آسان ہے۔ بہت ڈرتا ہے اور عالم اسباب میں بڑا ذریعہ اور وسیلہ آپ ہی کی توجہ شریف کو جانتا ہے امید ہے کہ نئے دفتر سے بھی ظاہر ہو جاوے گا کہ یہ آپ کی عالی درگاہ کے خادموں میں سے ہے۔

تو مرا دل دہ و دلیری بیں　　　روبہ خویش خوان و شیری بیں

ترجمہ: مجھ کو دل دیکے پھر دلیری دیکھ　　　اپنا لومڑ بنا کے شیری دیکھ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل بزرگوار رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے طفیل آپ کو ظاہری باطنی دولت حاصل ہو۔

# مکتوب (۵۱)

شریعت روشن علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے رواج دینے کی ترغیب میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

خدائے تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ ان بزرگوں کی اولاد کے وجود شریف کے ذریعے شریعت غرا کے ارکان اور ملت روشن کے احکام قوت پکڑیں اور رواج پائیں۔

کار ایں و غیرہ زین ہمہ ہیچ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: کام اصلی ہے یہی باقی ہیچ

آج کل بیچارے اہل اسلام اس طرح گمراہی کے بھنور میں پھنسے ہیں کہ ان کی نجات کی امید بھی خیر البشر ﷺ کی اہل بیت کی کشتی سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي كَسَفِيْنَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس پر سوار ہو گیا بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہا ہلاک ہو گیا۔

اپنی تمام بلند ہمتی اسی بات پر لگائیں تا کہ یہ بڑی بھاری سعادت حاصل ہو جائے۔ خدا کے فضل سے جاہ و جلال اور عظمت و شوکت سب کچھ حاصل ہے۔ ذاتی شرف و عزت کے ساتھ اگر یہ بات بھی شامل ہو جائے تو سبقت کا گیند سعادت کے چوگان کے ساتھ سب سے آگے لے جاویں گے۔ یعنی بڑی سعادت حاصل کریں گے۔

یہ فقیر حقیر شریعت حقہ کی ترویج اور تائید میں اس قسم کی باتوں کے ظاہر کرنے کے ارادے پر آپ کی خدمت کی طرف متوجہ ہے۔

ماہ رمضان کا ہلال دہلی دیکھا گیا۔ حضرت والدہ بزرگوار کی مرضی توقف میں معلوم ہوئی۔ اس واسطے تمام قرآن مجید سننے تک دیر کی۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ آگے جو خدا کو منظور ہے۔ دونوں جہاں کی سعادت آپ کے نصیب ہو۔

## مکتوب (۵۲)

نفس امارہ کی مذمت اور اس کی ذاتی مرض اور اس کے علاج کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

آپ کا بزرگ مرحمت نامہ جس سے ازروئے شفقت و مہربانی کے اپنے اس دعا گو کو آپ نے ممتاز فرمایا تھا۔ اس کے مضمون کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو بڑا اجر دے اور آپ کے قدر کو بلند کرے اور آپ کے سینے کو کھولے اور آپ کے کاموں کو آسان کرے۔ آپ کے جدِ بزرگوار اور اس کی آل طفیل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى مُتَابَعَتِهٖ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا۔ حق تعالیٰ ہم کو آنحضرت ﷺ کی ظاہری و باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

پھر چند فقرے برے مصاحب اور بدخو ہم نشین کی شکایت میں لکھے جاتے ہیں امید ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


قبولیت کے کانوں سے سنیں گے۔

میرے مخدوم و مکرم! نفس امارہ انسانی حب جاہ و ریاست پر پیدا کیا گیا ہے اور اس کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی کا حاصل کرنا ہے اور وہ بالذات اس بات کا خواہاں ہے کہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کے امر و نہی کی تابع ہو جائے اور وہ خود کسی کا محتاج اور محکوم نہ ہو اس کا یہ دعویٰ خدائے بے مثل کے ساتھ الوہیت اور شرکت کا ہے بلکہ وہ بے سعادت شرکت پر بھی راضی نہیں ہے۔ چاہتا ہے کہ حکام صرف آپ ہی ہو اور سب اس کے محکوم ہوں۔

حدیث قدسی میں آیا ہے۔ عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ یعنی اپنے نفس کو دشمن رکھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کھڑا ہے۔

پس جاہ و ریاست اور بلندی اور تکبر وغیرہ اس کی مرادوں کے حاصل کرنے میں نفس کی تربیت کرنا حقیقت میں اس کو خدائے تعالیٰ کی دشمنی میں مدد اور تقویت لینا میں ہے اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کرنا چاہئے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے کہ:

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَةُ اِزَادِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُمَا اَدْخَلْتَهٗ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا کپڑا ہے۔ پس جس نے ان دونوں میں سے کسی نے میرے ساتھ جھگڑا کیا میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

دنیا کمینی جو خدائے تعالیٰ کی ملعونہ اور مبغوضہ ہے۔ اسی باعث سے ہے کہ دنیا کا حاصل ہونا نفس کی مرادوں کے حاصل ہونے میں مدد دیتا ہے۔ پس جو کوئی دشمن کی مدد کرے وہ لعنت ہی کے لائق ہے اور فقر فخر محمدی ﷺ ہے۔ کیونکہ فقر میں نفس کی نامرادی اور عاجزی ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے سے مقصود اور شرعی تکلیفوں میں حکمت یہی ہے کہ نفس امارہ عاجز اور خراب ہو جائے۔ شرعی احکام نفسانی خواہشوں کے دفع کرنے کے لئے وارد ہوئے ہیں جس قدر شریعت کے موافق عمل کیا جائے۔ اس قدر نفسانی خواہشیں کم ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احکام شرعی میں سے ایک حکم کا بجالانا نفسانی خواہشوں کے دور کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو اپنے پاس سے کئے جائیں۔ کئی درجہ بہتر ہے بلکہ ایسی ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت شریفہ کے موافق نہ کئے جائیں۔ نفسانی خواہشوں کو مدد اور قوت دینے والے ہیں۔

برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی لیکن ان میں سے کوئی فائدہ مند نہ ہوا اور ان سے نفس کی تقویت اور تربیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مثلاً زکوٰۃ کے طور پر جس کا شریعت نے حکم دیا ہے ایک دام خرچ کرنا نفس کے خراب کرنے میں ان ہزار دیناروں کے خرچ کرنے سے بہتر اور فائدہ مند ہے جو اپنی مرضی کے موافق خرچ کئے جائیں اور شریعت کے حکم سے عید فطر کے دن کا کھانا خواہش کے دور کرنے میں اپنی مرضی کے موافق کئی سال روزہ رکھنے سے بہتر ہے اور نماز صبح کی دو رکعتوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جو سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ کئی درجہ اس بات سے بہتر ہے کہ تمام رات نماز نفل میں قیام کریں اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کریں۔

غرض جب تک نفس صاف نہ ہو جائے اور سرداری کے مالیخولیا کی پلیدی سے پاک نہ ہو جائے تب تک نجات محال ہے اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے تا کہ ہمیشہ کی موت تک نہ پہنچا دے۔

کلمہ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ جو نفسی اور آفاقی معبودوں کی نفی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ نفس کے پاک و صاف کرنے میں بہت ہی فائدہ مند ہے۔ طریقت کے بزرگواروں قدس سرہم نے تزکیہ نفس کے لئے اسی کلمہ کو اختیار رہے۔

تا بجاروب لا نہ روبی راہ نہ رسی دوسرائے الا اللہ

ترجمہ: نہ ہو صاف راہ لا کے جھاڑو سے جب تک
نہیں پہنچتا کوئی دربار رب تک

جب نفس سرکشی کے درپے ہو اور اپنے عہد کو توڑ دے تو اس کلمہ کے تکرار سے ایمان کو تازہ کرنا چاہئے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. لا الہ الا اللہ کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کیا کرو۔ بلکہ ہر وقت اس کلمہ کا تکرار ضروری ہے کیونکہ نفس امارہ ہمیشہ اپنی پلیدی میں ہے اور اس کلمہ کی فضیلتوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اگر سب آسمان اور زمینوں کو ایک پلہ میں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ میں رکھیں تو کلمہ والا پلہ بھاری ہوگا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور نبی ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۵۳)

اس بیان میں کہ برے عالموں کا اختلاف جہان کی تباہی کا باعث ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔

ثَبَّتَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى جَادَةِ اٰبَائِكُمُ الْكِرَامِ حق تعالیٰ آپ کو بزرگ باپ دادوں کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔

سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام نے مسلمانی کی نیک نیت سے جو اپنی ذات میں رکھتا ہے آپ کو فرمایا ہے کہ چار آدمی علماء دیندار پیدا کریں تاکہ دربار میں ملازم رہیں اور مسائل شرعیہ کو بیان کرتے رہیں تاکہ خلاف شرع کوئی امر صادر نہ ہو۔

الحمدللہ! مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کونسی خوشی ہوگی اور ماتم زدوں کو اس سے زیادہ کیا خوشخبری ہوگی لیکن چونکہ یہ حقیر بھی اسی غرض کے لئے آپ کی خدمت بلند کی طرف متوجہ ہے۔ چنانچہ کئی دفعہ اس امر کا اظہار کیا گیا ہے اس لئے اس بارے میں کہنے اور لکھنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں رکھ سکے گا۔ امید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔ صَاحِبُ الْغَرَضِ مَجْنُوْنٌ۔ عرض گزار ہے کہ ایسے علمائے دیندار بہت تھوڑے ہیں جو حب جاہ و ریاست سے خالی ہوں اور شریعت کی ترویج اور ملت کی تائید کے سوا اور کچھ مطلب نہ رکھتے ہوں اور حب جاہ ہونے کی صورت میں ہر ایک اپنی طرف کھینچے گا اور اپنی بزرگی کو ظاہر کرنا چاہے گا اور اختلافی باتیں درمیان میں لاکر ان کو بادشاہ کے قرب کا وسیلہ بنائے گا تو ناچار معاملہ بگڑ جائے گا۔ گزشتہ زمانہ میں ایسے علماء کے اختلافوں نے جہان کو بلا میں ڈال دیا اور اب بھی وہی صحبت درپیش ہے۔ ترویج کیا ہوگی بلکہ یہ تو خرابی کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ برے علماء کے فتنہ سے بچائے۔ اگر اس غرض کے لئے ایک عالم مل جائے تو بہتر ہے اور اگر علمائے آخرت میں سے کوئی دستیاب ہو جائے تو نہایت ہی سعادت ہے کیونکہ اس کی صحبت اکسیر ہے اور اگر ایسا آدمی نہ ملے تو صحیح غور و فکر کے بعد اس قسم کے آدمیوں میں سے کسی بہتر کو اختیار کریں۔ مَالَا يُدْرَكُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ۔

میں نہیں جانتا کیا لکھوں جس طرح مخلوقات کی خلاصی علماء کے وجود پر وابستہ ہے جہان کا خسارہ بھی انہیں پر منحصر ہے۔ علماء میں سے بہتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بہتر ہے اور علماء میں سے بدتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بدتر ہے کیونکہ تمام جہان کی ہدایت و گمراہی انہی پر موقوف ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہی کافی ہیں۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند — اور خویشتن گم است کرا رہبری کند

ترجمہ: کام جس عالم کا ہوگا غفلت وتن پروری
اور کی وہ کس طرح پھر کر سکے گا رہبری

امید ہے کہ اس بارے میں صحیح فکر اور کامل غور سے کام لیں گے کیونکہ جب کام ہاتھ سے نکل جائے تو پھر کچھ علاج نہیں ہو سکتا اگر چہ اس قسم کی باتوں کا داناؤں کے سامنے اظہار کرنے سے شرم آتی ہے لیکن اسی مطلب کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر آپ کو تکلیف دیتا ہے۔

## مکتوب (۵۴)

اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم ہے۔ بدعتی کی صحبت کا ضرر کافر کی صحبت کے ضرر سے بڑھ کر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدتر بدعتی فرقہ شیعہ شنیعہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بڑا اجر دے اور آپ کی قدر بلند کرے اور آپ کا کام آسان کرے اور آپ کے سینے کو کھولے۔ حضرت سید البشر کے طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں۔ ﷺ

مَن لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی بجا نہیں لاتا۔

پس اول ہم فقیروں پر آپ کے احسانوں کا شکر لازم ہے کیونکہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کی ظاہری جمعیت کا سبب آپ ہی ہوئے تھے اور اس جمعیت کی حالت میں آپ کے طفیل ہم نے حق سبحانہ کی طلب کی اور بہت فائدے حاصل کئے۔

دوسرا اس مضمون کے موافق کہ کَبُرْتُ بِمَوْتِ الْکُبَرَاءِ بڑوں کے مرنے سے میں بڑا بن گیا جب اس طبقہ تک نوبت پہنچی تو فقراء کے اجتماع اور طالبوں کے انتظام کا باعث بھی آپ ہی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: اگر ہر بال میں میرے زباں ہو
ترا احسان کب مجھ سے بیان ہو

آرزو یہی ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جدِ بزرگوار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ناموافق اور نامناسب امور سے محفوظ رکھے۔

یہ فقیر آپ کی بزرگ صحبت سے دور پڑا ہے معلوم نہیں کہ آپ کی مجلس شریف میں کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور آپ کا خلوت اور جلوت میں کون غمخوار ہے۔

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز کاغوش کہ شد منزل وآسائش خوابت

ترجمہ: تمام رات نہ اس غم سے مجھ کو نیند آئی
کہ سویا کس کی بغل میں تو رات بھر میری جاں

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ تر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحاب رضوان اللہ علیہم ہی نے کی ہے اور اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالیٰ ان زندیقوں کے ایسے برے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور امارہ پن سے آزاد ہو گیا ہوا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر اس بارے میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے جو فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی بھی مجال نہیں کیونکہ ایسی خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے اور کم بخت یزید اصحاب سے نہیں ہے اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس بدبخت نے کیا ہے کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرتا۔

اہل سنت و جماعت میں سے بعض علماء نے اس کے لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے تو اس لحاظ سے نہیں کیا ہے کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس کی رجوع اور توبہ کے احتمال پر کیا ہے۔

آپ کو چاہئے کہ قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں قدس سرہ کی معتبر کتابیں کچھ کچھ ہر روز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ کی مجلس میں پڑھی جایا کریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی کس طرح تعریف کی ہے اور کس ادب کے ساتھ یاد کیا ہے تا کہ بدخواہ شکن شرمندہ اور خوار ہوں اس زمانہ میں اس بدخواہ گروہ کا بہت زور ہے اور ادھر ادھر گردونوح میں بہت پھیلا ہوا ہے اس لئے چند کلمے اس بارے میں لکھے گئے تا کہ آپ کی بزرگ صحبت میں اس قسم کے بداندیش دخل نہ پائیں۔ ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ عَلٰی طَرِیْقَةِ الْمَرْضِیَّةِ اللہ تعالیٰ آپ کو پسندیدہ طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب (۵۵)

محبت کے ظاہر کرنے میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب کی طرف لکھا ہے:

کچھ مدت سے فقیر کے دل میں آپ کے ملازموں کی نسبت محبت پیدا ہوگئی ہے۔ سوائے اس رابطہ کے جو پہلے ثابت تھا اسی واسطے آپ کے حق میں غائبانہ دعا میں مشغول ہے اور جب سرور کائنات اور فخر موجودات ﷺ نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَحَبَّ اَخَاهُ فَلْیُعْلِمْ اِیَّاهُ جو شخص اپنے بھائی کو دوست رکھے تو اسے چاہئے کہ اس کو جتلا دے۔ اس لئے اپنی محبت کا ظاہر کرنا بہتر اور مناسب جانا اور اس محبت سے جو آنحضرت ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ پیدا ہوگئی ہے۔ بڑی امید لگ رہی ہے حق تعالیٰ اپنے حبیب سید البشر ﷺ کے طفیل ان کی محبت پر استقامت عطا فرمائے۔

## مکتوب (۵۶)

ایک سید کی سفارش میں شیخ عبدالوہاب کی طرف صادر فرمایا ہے۔

سادات کثیر البرکات کی پاک درگاہ دین و دنیا کے سردار ﷺ کی جزئیت یعنی جزو اور اولاد ہونے کے باعث اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی تعریف اور توصیف ہو سکے۔ ہاں اس کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر اس بارہ میں جرأت کرتا ہے بلکہ اس وسیلہ سے اپنے آپ کی ستائش کرتا ہے اور ان کی محبت کو جس کا ہمیں امر ہے ظاہر کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّیْھِمْ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یا اللہ تو اپنے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سادات کے محبوں میں سے ہم کو بنا۔

حامل عریضہ نیاز میر سید احمد سادات سامانہ میں سے ہیں اور طالب علم اور نیک ہیں۔ گزارہ کی تنگی کے باعث اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اگر سرکار عالی میں کچھ گنجائش ہو تو یہ اس کے لائق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور مستحق ہیں ورنہ اپنے مخلصوں میں کسی کی طرف سفارش کریں کہ وجہ معاش کی طرف سے ان کو خاطر جمع کر دیں چونکہ یقین تھا کہ آپ کے خادم فقراء اور محتاجوں کے بارے میں اور خاص کر سادات عظام کی امداد میں بڑی توجہ فرماتے ہیں۔ اس لئے چند کلمے لکھے گئے روانگی کے وقت اگر چہ رخصت کی سعادت سے سعادت مند نہیں ہوا ہے لیکن مخلصوں کے گروہ میں سے ہے۔ حق تعالیٰ آپ کی محبت اور اخلاص پر استقامت بخشے زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔

## مکتوب (۵۷)

نصیحت کے بارے میں شیخ محمد یوسف کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ اپنے حبیب سید المرسلین ﷺ کے طفیل آپ کو بزرگ باپ دادوں کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔ بزرگی آپ کے خاندان میں موروثی ہے۔ اس طرح زندگانی بسر کریں کہ اس وراثت کا استحقاق حاصل ہو۔ اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور باطن کو باطن شریعت یعنی حقیقت سے آراستہ پیراستہ رکھیں کیونکہ حقیقت اور طریقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت اور طریقت سے مراد ہیں۔ نہ یہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور۔ کہ یہ الحاد اور زندقہ ہے۔ فقیر کا گمان آپ کے حق میں بہت نیک ہے بعض واقعات اس پر شاہد ہیں اور آپ کے والد بزرگوار علیہ الرحمتہ کے سامنے بھی یہ ماجرا ظاہر کیا گیا تھا۔ باقی مقصود یہ ہے کہ شیخ عبدالغنی بہت نیک اور خدا پرست آدمی ہے۔ اگر آپ کی خدمت میں کسی امر کے لئے رجوع کرے تو اس کے حال پر توجہ فرمائیں۔ والسلام والاکرام۔

## مکتوب (۵۸)

اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم در پے ہیں سب سات قدم ہے اور اس بیان میں کہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے۔ برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے اور ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب سید محمود کی طرف لکھا ہے۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ صادر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس بزرگ گروہ کی باتیں سننے کا شوق ہے اس لئے آپ کی غرض پورا کرنے اور مقصود کی طرف رغبت دینے کے لئے چند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باتیں لکھی جاتی ہیں۔

میرے مخدوم! یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ انسان کے سات لطیفوں کے موافق سب سات قدم ہیں۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں جن کا تعلق قالب اور نفس کے ساتھ ہے اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں جو قلب و روح و سر خفی و اخفیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے پھاڑنے پڑتے ہیں۔ خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی۔ اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّظُلْمَةٍ تحقیق اللہ تعالیٰ کے لئے ستر ہزار پردے نور اور ظلمت کے ہیں۔

اور پہلے قدم میں جو عالم امر میں لگاتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا شروع آجاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس درجوں کے تفاوت کے لحاظ سے ترقی ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اس راستہ کے سالکوں پر مخفی نہیں ہے اور ان ساتوں قدموں میں سے ہر ایک قدم پر اپنے آپ سے دور ہوتا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ان قدموں کے تمام ہونے تک قرب بھی پورا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد فنا اور بقاء سے مشرف ہوتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے اسی سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ اسی واسطے طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں مندرج ہے۔

قیاس کن گلستان من بہار مرا

ترجمہ: قیاس کر لے گلستان سے تو بہار میری

ان بزرگواروں کا طریقہ بعینہٖ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا طریق ہے کیونکہ اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت سید البشر ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں انتہا کی ابتداء میں درج ہونے کے طریق پر وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا جو امت کے کامل اولیاء کو انتہاء میں بھی حاصل ہونا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ علیہ الرحمتہ کے قاتل وحشی جو ایک ہی دفعہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ خواجہ اویس قرنی سے جو سب تابعین سے بہتر ہے کئی درجے افضل ہے۔

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہے یا عمر بن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عبدالعزیز تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ گردوغبار جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں پڑا ہے۔ وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے تو پھر سوچنا چاہئے کہ جس گروہ کی ابتدا میں اوروں کی انتہا درج ہو اس کی انتہا کہاں تک ہوگی اور اوروں کے ادراک و فہم میں کس طرح سمائے گی۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور | حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ ندا | روبہ از حیلہ چساں بگسد ایں سلسلہ را

ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعنہ ان کے حال پر | توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں اس سلسلے میں سب کے سب جکڑے ہوئے | توڑ سکتی کس طرح ہے لومڑی یہ سلسلہ

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ مُحَبَّةَ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ الْعَزِيْزِ وُجُوْدُهَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس عزیز الوجود گروہ کی محبت عطا فرمائے۔ کاغذ اگرچہ ناقص ہے لیکن اس میں معارف بلند اور حقائق ارجمند درج ہیں امید ہے کہ عزیز جانیں گے۔

## مکتوب (۵۹)

سید محمود کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اس بیان میں کہ آدمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں تا کہ نجات ابدی حاصل ہو جائے اور اس بیان میں کہ اہل سنت و جماعت کی تابعداری کے سوا نجات محال ہے اور اس بیان میں کہ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص طریق صوفیہ پر چلنے سے وابستہ ہے اور اس بیان میں کہ عمل کا اخلاص اولیاء کو تمام افعال اور اعمال اور حرکات و سکنات میں حاصل ہے۔

حق تعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر استقامت فرما کر پورے طور پر اپنی بارگاہ میں گرفتار کر لے۔

آپ کا شریعت اور لطیف محبت نامہ صادر ہو کر خوشی کا باعث ہوا۔ فقراء کے ساتھ آپ کی محبت اور اخلاص کا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور زیادہ کرے۔ آپ نے فوائد طلب کئے تھے۔

میرے مخدوم! آدمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں ہے تا کہ نجات ابدی حاصل ہو جائے۔ علم و عمل و اخلاص۔

علم دو قسم ہے ایک وہ علم ہے جس سے مقصود عمل ہے جس کا متکفل علم فقہ ہے۔

دوسرا علم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور دل کا یقین ہے جو علم کلام میں مفصل مذکور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے اور فرقہ ناجیہ اہلسنّت والجماعت کے قیاس صحیح اور عقیدے کے موافق ہے۔ نجات ان بزرگواروں کی اتباع کے بغیر محال ہے اور اگر بال بھر بھی مخالفت ہے تو کمال خطرہ ہے۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقینی طور پر حاصل ہو چکی ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔

پس خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کو ان کی متابعت کی توفیق حاصل ہوئی اور ان کی تقلید سے مشرف ہوا اور ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے ان کی مخالفت کی اور ان سے الگ ہو گیا اور ان کے اصول سے منہ پھیرا اور ان کے گروہ سے نکل گیا۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا پس رؤیت اور شفاعت کا منکر ہوا اور صحبت کی فضیلت اور صحابہ کی بزرگی اس سے مخفی رہی اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ اور اولاد بتول رضی اللہ عنہا کی محبت سے محروم رہا اور وہ اس بڑی نیکی سے رک گیا جو اہل سنت و جماعت نے حاصل کی۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان میں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ جو اصحاب کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگ بہت بیقرار ہو گئے۔ پس ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی شخص آسمان کے سایہ تلے نہ ملا۔ پس انہوں نے ان کو اپنا والی بنا لیا۔ یہ صریح دلالت ہے اس بات پر کہ تمام صحابہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے میں متفق ہیں اور ان کے افضل ہونے میں یہ اجماع صدر اوّل میں ہوا اور یہ اجماع قطعی ہے جس میں انکار کو دخل نہیں ہے اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹا رہا وہ ہلاک ہو گیا۔

بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کو ستاروں کی مانند فرمایا **بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ** اور اہل بیت کو کشتیٔ نوح کی طرح۔ اس میں اشارہ ہے کہ کشتی کے سوار کیلئے ستاروں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جائے اور ستاروں کی رعایت کے بغیر نجات بالکل محال ہے اور اس بات کو اچھی طرح معلوم کریں کہ بعض کا انکار کرنا سب کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت کی فضیلت میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم مشترک ہیں اور صحبت کی فضیلت تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو تمام تابعین میں سے اچھا ہے۔ ایک ادنیٰ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچا ہے۔ پس صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی ہوگی۔ کیونکہ ان کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو گیا تھا اور صحابہ کے بعد کسی کو اس درجہ کا ایمان نصیب نہیں ہوا اور اعمال ایمان پر مترتب ہوتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور کمال ایمان کے کمال کے موافق حاصل ہوتا ہے اور جو کچھ ان کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوتے ہیں۔ سب بہتر حکمتوں اور نیک گمانوں پر محمول ہیں۔ وہ حرص وہوا اور جہالت سے نہ تھے بلکہ وہ اجتہاد اور علم کی رو سے تھے اور اگر ان میں سے کسی نے اجتہاد میں خطا کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطا کار کے لئے بھی ایک درجہ ہے اور یہی افراط وتفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہے جس کو اہل سنت وجماعت نے اختیار کیا ہے اور یہی بچاؤ والا اور مضبوط رستہ ہے۔ غرض علم وعمل دونوں شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص کا حاصل ہونا جو علم وعمل کیلئے روح کی طرح ہے۔ طریق صوفیہ پر چلنے پر منحصر ہے جب تک سیرالی اللہ نہ قطع کریں اور سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق نہ ہو جائیں حقیقت اخلاص سے دور اور مخلصوں کے کمالات سے مہجور رہتے ہیں۔ اگرچہ عام مومنین کو بھی تکلف اور تعمل کے ساتھ بعض اعمال میں مجمل طور پر اخلاص حاصل ہو جاتا ہے مگر وہ اخلاص جس کا ذکر ہم کررہے ہیں وہ ہے جو تمام اقوال وافعال اور حرکات وسکنات میں حاصل ہے اور اس میں کسی تکلف اور بناوٹ کو راہ نہیں ہے۔ یہ اخلاص انفسی اور آفاقی معبودوں کے فنا پر منحصر ہے جو فنا وبقاء اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچنے سے وابستہ ہے جو اخلاص تکلف اور بناوٹ کا محتاج ہے وہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ اخلاص کا دوامی طور پر حاصل ہونا جو مرتبہ حق الیقین میں ہے۔ اس میں بے تکلف ہونا ضروری ہے۔

پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لئے کرتے ہیں نہ اپنے نفس کے لئے کیونکہ ان کے نفس خدا پر قربان ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے اخلاص کے حاصل ہونے میں نیت کا صحیح کرنا ضروری نہیں ہے ان کی نیت فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے درست ہو چکی ہے مثلاً کوئی شخص جو اپنے نفس میں گرفتار ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے نفس کے لئے کرتا ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے اور جب نفس کی قید دور ہو کر خدائے تعالیٰ کی قید حاصل ہو جائے تو اس صورت میں وہ جو کچھ کرے گا خدا کے لئے کرے گا خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔ نیت باطنی امر میں درکار ہے یقینی میں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

دوامی اخلاص والا مخلص بفتح لام ہے اور جس کو دوام حاصل نہیں ہے اور ابھی اخلاص کا کسب کرتا ہے۔ مخلص بکسر لام ہے اور ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے اور طریق صوفیہ سے علم وعمل میں جو نفع حاصل ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہو جاتے ہیں اور اعمال کے ادا کرنے میں بڑی آسانی حاصل ہو جاتی ہے اور جو سستی شیطان اور نفس کی طرف سے واقع ہوتی ہے، دور ہو جاتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



این کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ: بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

والسلام اولاً و آخراً

# مکتوب (۶۰)

کلی طور پر خطروں کے دور کرنے اور وسوسوں کے دفع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت پناہ سید محمود کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اپنی جناب پاک کی گرفتاری سے مشرف فرمائے کیونکہ اصلی خلاصی اور حقیقی نجات اسی گرفتاری میں ہے۔ خطرات کا دور ہونا اور وسوسوں کا دفع ہونا حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ میں پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس بزرگ خاندان کے بعض مشائخ نے خطرات کے دفع کرنے کے لئے چلہ کھینچا ہے تو ان تمام چالیس دنوں میں اپنے باطن کو خطرات کے آنے سے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے اس مقام میں فرمایا ہے کہ خطرات کے دفع کرنے سے وہ خطرات مراد ہیں جو مطلوب کی دوام توجہ کے مانع ہیں نہ کہ مطلق طور پر خطرات کا دفاع کرنا اور اس سلسلہ علیہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش اس مضمون کے موافق وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کہ اپنے رب کی نعمت کو ظاہر کر اپنا حال اس طرح بیان کرتا ہے کہ خطرات دل سے اس طرح دور ہو جاتے ہیں کہ اگر بالفرض صاحب دل کو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دے دی جائے تو بھی ہرگز اس کے دل میں خطرہ نہ آنے پائے۔ بغیر اس بات کے کہ وہ اس کے دفع میں کسی قسم کا تکلف کرے کیونکہ جو امر تکلف سے ہے وہ وقت تک محدود ہے۔ ہمیشہ تک نہیں رہتا بلکہ اگر خطرات کے لانے میں کئی سال تک تکلف کرے تو بھی میسر نہ ہو۔ اربعین کا مقرر کرنا بناوٹ اور تکلف سے خبر دیتا ہے اور تکلف بناوٹ مرتبہ طریقت میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے خالی ہو کر یاد کرنا طریقت میں ہے اور یادداشت حقیقت میں۔

پس ثابت ہوا کہ عشرہ اور اربعین سے تکلف کے ساتھ خطرات کے روکنے میں جو وقت محدود پر ہے۔ مطلوب کی طرف دوامی توجہ کا حاصل کرنا محال ہے کیونکہ تکلف مرتبۂ طریقت میں ہے اور طریقت میں دوام توجہ متصور نہیں ہے اور مرتبہ حقیقت میں دوام توجہ اس وجہ سے ہے کہ اس مقام میں تکلف کی مجال نہیں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پس مرتبہ تکلف میں خطرات کا آنا بیشک دوام توجہ کا مانع ہے اور دل کی دوام نگرانی جو اس سلسلہ علیہ کے مبتدیوں کو حاصل ہوتی ہے وہ کچھ اور ہے اور دوام توجہ جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ یادداشت سے مراد ہے جو نہایت مرتبہ کمال ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ یادداشت کے آگے پنداشت و وہم ہے یعنی اور مرتبہ کوئی نہیں۔

اس قسم کے احوال ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کے طالبوں کو رغبت اور شوق پیدا ہو۔ اگرچہ منکروں کا انکار ہی زیادہ ہوگا۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْراً وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْراً بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت کو ہدایت دیتا ہے۔

ہر کہ افسانہ بخو اند افسانہ است — وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
آب نیل است و بقبطی خوں نمود — قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود

ترجمہ: جس نے انسانہ پڑھا افسانہ ہے — جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے
خون آب نیل قبطی پر ہوا — قوم موسیٰ کے لئے و آب تھا

وَالسَّلَامُ مَعَ الْاِكْرَام.

## مکتوب (۶۱)

شیخ کامل مکمل کی صحبت کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے بچنے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب سید محمود کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ اپنے حبیب سید البشر ﷺ کے طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں اپنے درد اور طلب میں زیادتی عطا فرمائے اور جو چیز مطلب حاصل کرنے سے مانع ہے اس سے بچائے۔

آپ کا مبارک محبت نامہ مشرف ہوا چونکہ طلب اور شوق کو برانگیختہ کرنے والا اور درد و تشنگی سے بھرا ہوا تھا۔ نظر میں بہت ہی پسند آیا کیونکہ طلب میں مطلب حاصل ہونے کی خوشخبری ہے اور درد مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ دینے کا ارادہ نہ کرتا تو طلب اور درد نہ دیتا۔ غرض طلب اور درد کی دولت کو بڑی نعمت جان کر جو چیز اس کے مخالف ہے اس سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ اس میں کوئی فتور پڑ جائے اور اس گرم میں کسی قسم کی سردی تاثیر کر جائے اور اس کی محافظت کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس دولت کے حاصل ہونے کا شکر ادا کیا جائے۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اور ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی جناب میں التجا اور زاری کرتے رہیں تا کہ طلب کے چہرہ کو جمال لایزال کے کعبہ کی طرف سے نہ ہٹائے اور اگر حقیقی طور پر التجا اور تضرع حاصل نہ ہو تو ظاہری تضرع اور نیازمندی کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیے۔ وَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا۔

اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ یہ محافظت شیخ کامل کے ملنے تک ہے۔ بعد ازاں اپنی سب مرادیں اس بزرگ کے سپرد کر دینی چاہئیں اور اس کی خدمت میں مردہ بدست غسال کی طرح ہونا چاہیے۔

اول فنا فنائی الشیخ ہے اور یہی فنا پھر فنافی اللہ کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

زاں روئے کہ چشم تست احول   معبود تو پیر تست اول

ترجمہ: آنکھ تیری یہ چونکہ احول ہے   پیر معبود تیرا اوّل ہے

کیونکہ فائدہ دینا اور فائدہ حاصل کرنا دونوں طرف کی مناسبت پر مبنی ہے۔

اول چونکہ طالب علم کو کمال خست اور کمینہ پن کے باعث حق تعالیٰ کی جناب پاک کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ اس لئے دونوں طرف کے درمیان ایک برزخ کا ہونا ضروری ہے اور وہ شیخ کامل مکمل ہے اور طلب میں فتور و سستی پڑ جانے کا سب سے بڑا سبب شیخ ناقص کی طرف رجوع کرنا ہے جس نے ابھی جذبہ اور سلوک سے اپنے کام کو تمام نہیں کیا اور شیخی کی مسند پر بیٹھ گیا ہے۔ طالب کے لئے اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا مرض مہلک۔ ایسے شیخ کی صحبت طالب کی بلند استعداد کو بلندی سے پستی میں گرا دیتی ہے مثلاً وہ مریض جو ناقص طبیب سے دارو کھاتا ہے وہ اپنی مرض کے زیادہ کرنے میں کوشش کرتا ہے اور اپنی مرض کے دور ہونے کی قابلیت کو ضائع کر رہا ہے اگرچہ ابتداء میں اس دارو سے مرض میں کچھ تخفیف ہوگی لیکن حقیقت میں عین مضر ہے۔ یہی مریض اگر بالفرض کسی حاذق طبیب کے پاس جائے تو پہلے اس طبیب کو اس دارو کی تاثیر کو دور کرنے کا فکر کرنا پڑے گا اور مسہلات سے اس کا علاج کر کے اس تاثیر کے دور ہو جانے کے بعد پھر مرض اصلی کے دور کرنے کا فکر کرنا پڑے گا۔

ان بزرگواروں کے طریق کا مدار صحبت پر ہے صرف کہنے اور سننے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ طلب میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔

امید ہے کہ کچھ دنوں کے بعد دہلی اور آگرہ کی طرف سیر کا اتفاق ہوگا۔ اگر آپ تن تنہا تشریف لائیں اور آمنے سامنے کچھ حاصل کر کے جلدی واپس چلے جائیں تو بہت ہی مناسب ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس سے زیادہ لکھنا ناحق تکلیف ہے۔

بقیہ سوالوں کا جواب یہ ہے کہ جناب شیخیت پناہ معارف آگاہ میاں شیخ تاج بہت بزرگ ہیں اور اس صوبہ میں ان کا وجود غنیمت ہے لیکن آپ کی استعداد ان کے طریق کے مناسب نہیں ہے رابطہ نسبت کے بغیر مطلوب حاصل ہونا مشکل ہے۔ آگے آپ کا اختیار ہے کبھی کبھی اپنے احوال کی نسبت لکھتے رہیں تا کہ اس طرف سے بھی اس کے مناسب کچھ لکھا جایا کرے تو بہت ہی مناسب ہے کیونکہ اخلاص کا سلسلہ اس طرح ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۶۲)

اس بیان میں کہ وہ جذبہ جو سلوک سے اوّل ہے وہ اصلی مقصود نہیں ہے بلکہ منازل سلوک کو بآسانی قطع کرنے کا وسیلہ ہے ہاں وہ جذبہ جو سلوک کے بعد ہے وہ اصلی مقصد ہے۔ جناب مرزا احسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سب تعریف اللہ کیلئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

طریق وصولی الی اللہ کے دو جزو ہیں جذبہ اور سلوک یا دوسری عبادت میں تصفیہ اور تزکیہ۔ وہ جذبہ جو سلوک سے مقدم ہے اصلی مقصود نہیں اور وہ تصفیہ جو تزکیہ سے اوّل ہے اصلی مطلب نہیں ہے لیکن وہ جذبہ جو سلوک کے تمام ہونے کے بعد ہے اور وہ تصفیہ جو تزکیہ حاصل ہونے کے بعد سیر فی اللہ میں ہے اصلی مقصود اور مطلوب ہیں۔ سابقہ جذبہ اور تصفیہ سلوک کے راستوں کی آسانی کے لئے ہیں کیونکہ بغیر سلوک کے کچھ نہیں ہو سکتا اور منازل طے کرنے کے بغیر مطلوب کا جمال نظر نہیں آتا۔ پہلا جذبہ دوسرے جذبہ کے لئے صورت کی طرح ہے اور حقیقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔

پس ابتداء میں انتہا کے درج ہونے سے جو اس سلسلہ علیہ کے مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے یہ مراد ہے کہ نہایت کی صورت ابتداء میں درج ہے ورنہ نہایت کی حقیقت بدایت میں نہیں سما سکتی اور نہایت کو بدایت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔

اس بحث کی تحقیق اس رسالہ میں مفصل مذکور ہے جو جذبہ اور سلوک وغیرہ کی تحقیق میں لکھا گیا ہے۔

غرض صورت سے گزر کر حقیقت تک پہنچنا نہایت ضروری ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر صورت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پر کفایت کرنا سراسر دوری ہے۔

**حَقَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالْحَقِيْقَةِ الْحَقَّةِ وَجَنَّبَنَا عَنِ الصُّوْرَةِ الْبَاطِلَةِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَاٰلِهِ الْاَبْرَارِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَكْمَلُهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ اَفْضَلُهَا** حق تعالیٰ اپنے نبی مختار اور ان کی آل ابرار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہم کو حقیقت حقہ پر ثابت قدم رکھے اور صورت باطلہ سے بچائے۔

# مکتوب (۶۳)

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دین کے اصول میں متفق ہیں اور ان بزرگواروں کا اختلاف صرف دین کے فروع میں ہے اور ان بعض متفق علیہ کلمات کے بیان میں سرداری کی پناہ والے شرافت کے مرتبہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

**ثَبَّتَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى جَادَّةِ اٰبَائِكُمُ الْكِرَامِ عَلٰى اَفْضَلِهِمْ اَصَالَةً وَعَلٰى بَوَاقِيْهِمْ مُتَابَعَةً الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ** اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو آپ کے بزرگ باپ دادوں کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ ان میں سے افضل پر اصلی طور پر اور باقیوں پر متابعت کی رو سے صلوٰۃ وسلام ہو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ اللہ کی صلوٰۃ اور سلام اور برکات ان سب پر بالعموم اور ان کے افضل پر بالخصوص ہو اور اللہ کی رحمتیں ہو کیونکہ ان بزرگواروں کے طفیل جہان کو نجات ابدی کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور ہمیشہ کی گرفتاری سے آزادی حاصل ہوئی ہے۔ اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو حق تعالیٰ جو غنی مطلق ہے جہان کو اپنی ذات وصفات کی نسبت کچھ خبر نہ دیتا اور اس طرف کا رستہ نہ دکھاتا اور کوئی شخص اس کو نہ پہچانتا اور امر ونواہی جن کے ساتھ بندوں کو محض اپنے کرم سے ان کے نفع کے لئے مکلف کیا ہے۔ ان کے بجالانے کی تکلیف نہ دیتا اور اس کی رضامندی نارضامندی سے جدا نہ ہوتی پس اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس کو یہ طاقت ہے کہ اس کا شکر ادا کر سکے اللہ کی حمد ہے جس نے ہم پر انعام کیا اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت کی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تصدیق کرنیوالوں میں سے بنایا اور یہ بزرگوار اصول میں متفق ہیں۔ اور ذات وصفات اور حشر نشر۔ پیغمبروں کے بھیجنے اور فرشتوں کے نازل ہونے اور وحی کے وارد ہونے اور ہمیشہ کیلئے جنت کے آرام اور دوزخ کے عذاب کے بارے میں ان سب کی بات ایک ہی ہے اور ان کا اختلاف صرف بعض احکام میں ہے جو دین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے فروغ سے تعلق رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں اولوالعزم پیغمبر پر مناسب احکام کے ساتھ وحی بھیجی ہے اور اس زمانہ کے لوگوں کو احکام مخصوصہ کے ساتھ تکلیف فرمائی ہے۔

احکام شرعیہ میں نسخ اور تبدیل کا ہونا خدائے تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے اور اس قسم کی مثالیں بہت سی ہیں کہ ایک ہی صاحب شریعت پیغمبر پر مختلف وقتوں میں ایک دوسرے کے متضاد احکام نسخ اور تبدیل کے طور پر وارد ہوئے ہوں اور ان بزرگواروں کے متفق علیہ کلمات میں سے یہ چند کلمے ہیں۔

خدا کے سوال کسی کی عبادت نہ کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور مخلوقات میں سے کسی کو خدا کے سوا اپنا رب نہ بنانا۔ یہ حکم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہی مخصوص ہیں اور ان کے تابعداروں کے سوا اور لوگ اس دولت سے مشرف نہیں ہوئے اور نہ ہی ان کے سوا کسی نے اس قسم کے کلمات کہے ہیں۔

نبوت کے منکر اگرچہ خدا کو ایک مانتے ہیں لیکن ان کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے یا تو اہل اسلام کی تقلید کرتے ہیں یا وجود کے وجوب میں واحد جانتے ہیں نہ کہ عبادت کے استحقاق میں۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے مراد جھوٹے خداؤں کی عبادت کی نفی کرنا اور معبود برحق کا ثابت کرنا ہے اور کلمہ دوسرا جو ان بزرگواروں سے مخصوص ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور لوگوں کی طرح بشر جانتے ہیں اور عبادت کے لائق خدا ہی کو جانتے ہیں اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے ہیں اور حق تعالیٰ کو حلول اور اتحاد سے پاک بتلاتے ہیں اور منکرین نبوت ایسے نہیں ہیں بلکہ ان کے سردار خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ میں خدا کو حلول کیا ہوا ثابت کرتے ہیں اور عبادت کے حق دار بننے اور خدا کا نام اپنے اوپر بولنے سے احتراز نہیں کرتے۔ اس واسطے بندگی سے پاؤں نکال کر کئی قسم کی بدفعلیوں اور بدعملیوں میں پڑ جاتے ہیں اور اباحت کا رستہ ان کی طرف کھل جاتا ہے اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ کسی چیز سے ممنوع نہیں اور جو کچھ کہتے ہیں بہتر جانتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں مباح سمجھتے ہیں پس یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ پس ان کے لئے اور ان کے تابعداروں کے لئے اور ان کی تقلید کرنے والوں پر ہلاکت ہے۔

اور اور کلمہ جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام باہم متفق ہیں اور ان کے منکر اس دولت سے بےنصیب ہیں یہ ہے کہ یہ بزرگوار فرشتوں کے نازل ہونے کے (جو معصوم مطلق ہیں اور کسی قسم کا تعلق اور آلودگی نہیں رکھتے) قائل ہیں اور وحی کے امین اور کلام ربانی کے اٹھانے والے انہی کو جانتے ہیں۔ پس یہ بزرگوار جو کچھ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کہتے ہیں اور جو کچھ پہنچاتے ہیں خدا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی طرف سے پہنچاتے ہیں اوران کے اجتہادی احکام بھی وحی سے مؤید ہیں۔ اگر بالفرض کسی قسم کی لغزش واقع ہوجاتی تھی تو حق تعالیٰ خوداس کا تدارک وحی قطعی سے فرمادیتا تھااور منکروں کے رئیس جوالوہیت کے مدعی ہیں جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں اورالوہیت کے خیال سے اسی کو بہتر جانتے ہیں۔ پس انصاف سے کام لینا چاہئے کہ جوشخص بیوقوفی سے اپنے آپ کوخدا بنائے اور عبادت کا مستحق جانے اوراس خیال سے بہت ناشائستہ فعل اس سے سرزد ہوں تو اس کی باتوں کا کیااعتبار ہےاوراس کی تابعداری پرکیامدار ہے۔

سالے کو نکوست از بہارش پیداست

ترجمہ: ہوتا ہےسال ویسا جیسی بہار ہووے

اس قسم کی باتوں کا ظاہر کرنا زیادہ تشریح کیلئے ہے ورنہ حق و باطل سے جدا ہے اور نور اندھیرے سے ظاہر ہے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰى مُتَابَعَةِ هٰؤُلَاءِ الْاَكَابِرِ عَلَيْهِ الصَّلَوَاتُ وَ التَّحِيَّاتُ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا یااللہ تو ہم کواوّل وآخرانہی بزرگواروں کی تابعداری پرثابت قدم رکھ۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ سیادت پناہ میاں پیرکمال کوآپ خوب جانتے ہیں۔ کچھ حاجت نہیں کہ اس بارے میں کچھ لکھا جائے لیکن اس قدرلکھنا ضروری ہے کہ فقیرکوکچھ عرصہ سے ان کی ملاقات حاصل ہے۔ مدت سے آپ کی قدم بوسی کا شوق رکھتے تھے لیکن ضعف لاحق ہونے سے کچھ مدت فرش پر پڑے تھے۔ اب صحت ہونے کے بعد آپ کی خدمت عالی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اورآپ کی عنایت کے امیدوار ہیں۔

## مکتوب (۶۴)

جسمانی اور روحانی لذت اور درد کے بیان میں اور جسمانی رنج اور مصیبتوں کو برداشت کرنے کی ترغیب اوراس کے مناسب بیان میں سیادت وشرافت کی پناہ والے شیخ فریدکی طرف لکھا ہے۔

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَعَافَاكُمْ فِي الدَّارَيْنِ بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ حق تعالیٰ حضرت سیدالثقلین ﷺ کے طفیل آپ کودونوں جہان میں سلامت اورعافیت سے رکھے۔

دنیا کی لذت اورالم دوقسم ہے۔ جسمانی اور روحانی جس چیز میں جسم کی لذت ہے اس میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


روح کا رنج ہے اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے اس میں روح کی لذت ہے۔

پس روح اور جسم ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں اترا ہوا ہے اور جسم جسمانی میں گرفتار رہوا ہے۔ روح نے بھی جسم کا حکم پیدا کر لیا ہوا ہے اور اس کی لذت سے اس کو لذت اور اس کے رنج سے اس کو رنج ہے۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (پھر ہم اس کو کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لائے) انہی کی شان میں صادق ہے اگر روح کو اس گرفتاری سے خلاص نہ ہو اور اپنے اصلی وطن کی طرف رجوع نہ کرے تو ہزار ہزار افسوس ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی — گشت محروم از مقام محرمی
گر نگردد باز مسکین زیں سفر — نیست از وے ہیچکس محروم تر

ترجمہ: سب کے پیچھے رتبہ ہے انسان کا — اس لئے محروم تر سب سے ہوا
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا — ہے پھر اس کے حال پر واحسرتا

روح کی بیماری کے باعث ہے کہ اپنے رنج کو لذت اور لذت کو رنج معلوم کرتا ہے جیسا کہ صفراوی مزاج والا شخص بیماری کے باعث شیرینی کو کڑوا معلوم کرتا ہے۔

پس عقلمندوں پر لازم ہے کہ اس مرض کے دور کرنے کا فکر کریں تا کہ جسمانی رنج و مصائب میں خوش و خرم زندگی بسر کریں۔

از برائے عیش و عشرت ساختن — صد ہزاراں جاں بباید باختن

ترجمہ: صد ہزاراں جاں جوکھوں میں پڑے — جاودانی عیش و عشرت تب ملے

اور جب اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں درد اور الم و معیبت نہ ہوتے تو جو کے برابر اس کی قدر نہ ہوتی۔ اس کی ظلمتوں کو واقعات اور حادثے دور کر دیتے ہیں۔ حادثوں کی تلخی داروئے تلخ کی طرح نافع ہے جس سے مرض کو دور کرتے ہیں۔

فقیر کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ عام دعوتوں میں جو کھانا پکاتے ہیں اور خالص نیت نہیں کر سکتے اور بعض لوگ اس کھانے کی نسبت گلہ و شکایت کرتے ہیں اور طعام صاحب طعام کا عیب اور نقصان ظاہر کرتے ہیں اور صاحب طعام کو اس بات سے دل کی شکستگی حاصل ہو جاتی ہے تو صاحب طعام کی یہی شکستگی اس ظلمت کو جو خالص نیت کے نہ ہونے سے کھانے میں آ گئی تھی دور کر دیتی ہے اور معرض قبول میں لے آتی ہے اگر وہ لوگ شکایت نہ کرتے اور صاحب طعام کا دل شکستہ نہ ہوتا تو طعام سراسر ظلمت اور کدورت سے بھرا رہتا اور اس صورت میں قبولیت کا احتمال نہ ہوتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پس کام کا مدار شکستگی اور آوارگی پر ہے لیکن ہم ناز سے پلے ہوئے عیش و آرام کے طالبوں کو یہ کام مشکل ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ نص قاطع ہے اور عبادت سے مقصود عجز و انکسار ہے۔ پس انسان اور خاص کر مسلمانوں اور دینداروں کے پیدا کرنے سے مقصود ذلت و خواری ہے کیونکہ دنیا ان کے لئے قید خانہ ہے۔ قید خانہ میں عیش و آرام کا ڈھونڈنا عقل سے دور ہے۔ پس آدمی کو محنت کشی اور اس بوجھ کے اٹھانے سے کوئی چارہ نہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے جدِ امجد ﷺ کے طفیل ہم بے طاقتوں کو اس پر استقامت عطا فرمائے۔

# مکتوب (۶۵)

اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی خواری پر افسوس کرنے اور اہل اسلام کو تقویت دینے اور احکام جاری کرنے کی ترغیب دینے میں خان اعظم کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ آپ کو احکام اسلام کے بلند کرنے میں اسلام کے دشمنوں پر مدد اور نصرت دے۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ یعنی اسلام غریب ہی ظاہر ہوا اور عنقریب غریب ہو جائے گا۔ پس غریبوں کیلئے خوشخبری ہے۔ اسلام کی غربت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کفار کھلم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور ہر کوچہ و بازار میں نڈر ہو کر کفر کے احکام جاری کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریف کرتے ہیں اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے رکے ہوئے ہیں اور شرائع کے بجالانے میں مذموم اور مطعون ہیں۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ترجمہ: چھپائے رخ کو پری دیو ناز کرے حواس و ہوش یہ سن کر میرے بجا نہ رہے

سبحان اللہ وبحمدہ۔ داناؤں نے کہا ہے کہ اَلشَّرْعُ تَحْتَ السَّيْفِ کہ شرع تلوار کے نیچے ہے کہ شرع شریف کی رونق بادشاہوں پر منحصر ہے لیکن اب قضیہ برعکس ہو گیا ہے اور معاملہ بدل گیا ہے۔ ہائے افسوس! صد افسوس!!

ہم ایسے نازک وقت میں آپ کے وجود مبارک کو غنیمت جانتے ہیں اور اس معرکہ ضعیف اور شکست خوردہ میں آپ کے سوا کسی کو بہادر اور لڑاکا نہیں پہچانتے۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل صلی اللہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کا مددگار اور ناصر ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حدیث میں وارد ہے لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔

اس وقت وہ مجنون جو غیرت اسلام کی زیادتی پر مبنی ہے اب آپ ہی کی طبیعت میں محسوس ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ.

آج وہ دن ہے کہ تھوڑے سے عمل کو بڑے اجر کے بدلے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ اصحاب کہف سے ہجرت کے سوا اور کوئی عمل ظاہر نہیں ہوا جس نے اتنا اعتبار پیدا کیا ہے۔ سپاہی دشمنوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردد کریں تو بڑا اعتبار رکھتا ہے برخلاف دشمنوں کے امن وآرام کے وقت کے یہ قولی جہاد جو آج آپ کو حاصل ہے۔ یہی جہاد اکبر ہے۔ اس کو غنیمت جانیں اور هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کہیں اور اس جہاد قولی کو جہاد قتال سے بہتر سمجھیں۔ ہم جیسے بے دست وپا فقرا اس دولت سے محروم ہیں۔

هَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْکِیْنِ مَا یَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو درد وکلفت

وادیم ترا ز گنج مقصود نشاں ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ: تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں شیخی کروں تو جہان میں کسی شیخ کا کوئی مرید نہ رہے لیکن میرے متعلق کچھ اور کام ہے اور وہ شریعت کو رواج دینا اور مذہب کی تائید کرنا ہے۔ اسی واسطے بادشاہوں کی صحبت میں جایا کرتے اور اپنے تصرف سے ان کو مطیع کرتے تھے اور ان کے ذریعے شریعت کو رواج دیتے تھے۔ التماس یہی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے ان بزرگ خاندان کے بزرگواروں کی محبت کی برکت سے آپ کی بات میں تاثیر بخشی ہے اور آپ کی مسلمانی کی عزت ہمسروں کی نظروں میں ظاہر ہے تو کوشش فرمائیں اور زیادہ نہ سہی تو اس قدر تو ہو کہ اہل کفر کے وہ احکام جو اہل اسلام میں شائع ہیں، معدوم ہو جائیں اور اہل اسلام ان کے بیہودہ عملوں سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے۔ پہلی سلطنت میں دین مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ دشمنی مفہوم ہوتی تھی اور اس سلطنت میں ظاہر طور پر وہ عناد نہیں ہے اگر ہے تو بے علمی کے باعث ہے۔ یہ ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو عناد و دشمنی تک نوبت پہنچ جائے اور مسلمانوں پر معاملہ اس سے بھی زیادہ تنگ ہو جائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


چو بید بر سر ایمان خویش مے لرزم

ترجمہ: کانپتا ایمان پر ہوں مثل بید

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ فقیر کسی تقریب پر یہاں آیا تھا۔ یہ نہ چاہا کہ اپنے آنے کی نسبت آپ کو اطلاع نہ دے اور بعض فائدہ مند باتوں کو نہ لکھے۔ اور اپنی دلی محبت سے جو طبعی مناسبت کے سبب ہے خبر نہ کرے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ اَخَاہُ فَلْیُعْلِمْ اِیَّاہُ یعنی جو کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی کو دوست رکھے تو اس کو چاہئے کہ اس محبت کی نسبت اس کو جتلا دے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی جَمِیْعِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی آپ پر اور تمام ہدایت کی راہ پر چلنے والوں پر سلام ہو۔

## مکتوب (۶۶)

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف میں اور اس بیان میں کہ یہ طریق بعینہٖ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریق ہے اور دوسروں پر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت میں۔ اگرچہ اویس قرنی ہو یا عمر مروانی۔ خان اعظم کی طرف صادر ہوا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کی خاص بندوں پر سلام ہے۔

حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس سرہم کا طریق اندراج نہایت در بدایت پر مبنی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انتہا کو ابتداء میں درج کر دیا ہے اور یہ بعینہٖ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے کیونکہ یہ بزرگوار آنحضرت ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے کہ امت کے اولیاء کو نہایت النہایت میں بھی اس کمال سے تھوڑا سا حصہ بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی جو ابتدائے اسلام میں ایک ہی مرتبہ سید اولین و آخرین ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوا۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے جو خیر التابعین ہیں، افضل ہے جو کچھ وحشی کو آنحضرت ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں حاصل ہوا۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو وہ خصوصیت انتہا میں بھی میسر نہ ہوئی۔ اسی واسطے سب زمانوں میں سے بہتر زمانہ اصحاب رضی اللہ عنہم کا ہے اور ثُمَّ کے لفظ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے اور درجے کے بعد کی طرف اشارہ کیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایک شخص نے عبداللہ بن مبارک قدس سرہ سے پوچھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہے یا عمرو بن عبدالعزیز۔ تو اس نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔

پس ناچاران حضرات کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے اور اس طریقہ علیہ کی زیادتی دوسرے طریقوں پر ایسی ہے جیسے زمانہ اصحاب کی زیادتی اوروں کے زمانہ پر۔ جن لوگوں کو کمال فضل سے ابتداہی میں اس پیالہ سے پانی کا گھونٹ پلادیں ان کے سوا دوسروں کو ان کے کمالات کی حقیقت پر اطلاع پانا مشکل ہے۔ ان کا نہایت دوسروں کے نہایت سے بڑھ کر ہوگا ؎

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

ترجمہ: میری بہار کو کرلے قیاس بستاں

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست ؎

ترجمہ: ہوتا ہے سال ویسا جیسی بہار ہووے

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم فضلی ہیں۔

جَعَلَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ مِنْ مُحِبِّیْ ھٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ وَمُتَابِعِیْ اٰثَارِھِمْ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْقُرَشِیِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا حق تعالیٰ اپنے نبی قرشی ﷺ کے طفیل ہم کو اور آپ کو ان بزرگواروں کے محبوں اور تابعداروں سے بنائے۔

## مکتوب (۶۷)

ایک محتاج کی سفارش میں خان خاناں کی طرف لکھا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ظَاھِرًا وَّبَاطِنًا وَّیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ظاہر و باطن میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

دو ضروری امروں نے بے اختیار اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ کو تکلیف دی جائے اوّل تکلیف کے گمان کو دفع کرنے بلکہ دوستی اور اخلاص کے حاصل ہونے کا اظہار ہے اور دوسرا امر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ایک محتاج کی حاجت کی طرف اشارہ ہے جو بزرگی اور بہتری سے آراستہ ہے اور معرفت شہود سے پیراستہ۔ نسبت کے لحاظ سے کریم ہے اور حسب کی رو سے شریف۔

میرے مخدوم! حق بات کے ظاہر کرنے میں ایک قسم کی تلخی ہے۔ اگرچہ شدت وضعف کے لحاظ سے متفاوت ہوتی ہے وہ شخص بڑا سعادت مند ہے جو اس تلخی کو شہد کی طرح پی جائے اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کہے۔

احوال کا تغیر وتبدل امکان کی صفت کے لوازم سے ہے وہ لوگ جو مرتبہ تمکین تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ بھی تلوین سے خالی نہیں ہیں۔ بیچارہ ممکن کبھی صفات جلالیہ میں مغلوب ہے اور کبھی صفات جمالیہ کا محکوم۔ کبھی قبض ہے کبھی بسط ہے اور ہر موسم کے احکام جدا ہیں کل کچھ اور حال ہے آج کچھ اور۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُهٗ کَیْفَ یَشَآءُ مومن کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹاتا ہے۔ والسلام

## مکتوب (۶۸)

ایک محتاج کی سفارش میں خانِ خاناں کی طرف لکھا ہے:۔

اس بیان میں کہ تواضع دولت مندوں سے اچھی ہے اور استغنا ولا پروائی فقراء سے زیبا ہے اور اس کے مناسب بیان میں خانِ خاناں کی طرف لکھا ہے۔

اَلْخَیْرُ فِیْ مَاصَنَعَ اللّٰهُ تَعَالٰی بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

میرے مخدوم!

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم　　　تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

ترجمہ: جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے شفیق
نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

تواضع دولتمندوں سے اچھی ہے اور استغنا فقراء سے کیونکہ معالجہ ضد کے ساتھ ہوتا ہے آپ کے تینوں خطوں میں استغنا کے سوا کچھ مفہوم نہ ہوا۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا۔ مثلاً اخیر کے مکتوب میں لکھا تھا کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو۔ اس عبارت کو اچھی طرح معلوم کریں کہ کہاں لکھنی چاہئے اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ نے فقراء کی بہت خدمت کی ہے لیکن آداب خدمت کا مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ خدمت کا ثمرہ حاصل ہو۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ وآلہ وسلم کی امت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں لیکن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کو کہا کہ یہ شخص متکبر ہے آپ نے فرمایا کہ میرا تکبر خدا کی جانب سے ہے۔ آپ اس گروہ کو ذلیل وخوار نہ سمجھیں۔ رُبَّ اَشْعَثِ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ (بہت سے ایسے پراگندہ حال درویش ہیں جن کو لوگ دروازہ بدروازہ ہانکتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ اس کو پورا کردے۔) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　که دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیاراست

ترجمہ:　غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے دلبر

که آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

آپ کے دلی مخلصوں اور عزیز دوستوں کو لازم ہے کہ حقیقت حال کو مدنظر رکھا کریں جو کچھ آپ کی خدمت میں عرض کریں اصلی واقعہ بیان کریں اور جو مشورہ دیں اس میں آپ کی صلاح کو منظور رکھیں نہ اپنی مصلحتوں کو کہ یہ خیانت محض ہے۔ اس سفر کی علت نمائی اور اصلی غرض یہ بھی تھی کہ آپ کو کچھ فائدہ اور نفع حاصل ہوتا۔ مگر عالم اسباب میں آپ کے محبوں اور مخلصوں نے نہ ہونے دیا اور اس طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہ سمجھیں۔ اگرچہ اس قسم کی باتیں تلخ معلوم ہوتی ہیں لیکن آپ کے خوشامد گو بہت ہیں۔ انہیں پر کفایت کریں۔ فقرا کی محبت سے مقصود یہی ہے کہ پوشیدہ عیبوں پر اطلاع ہو جائے اور پوشیدہ برے فعل ظاہر ہو جائیں۔ لیکن جان لیں کہ اس قسم کی باتوں کا ظاہر کرنا آپ کو آزار تکلیف دینے کی غرض سے نہیں ہے۔ بلکہ خیر خواہی اور محبت کے باعث ہے اس بات کو یقین سے تصور کریں۔ خواجہ محمد صدیق اگر ایک روز پہلے آتا تو امید تھی کہ فقیر بہرحال اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پہنچاتا لیکن سرہند کے راہ میں ہی ملاقات ہوگئی۔ اس لئے معذور و معارف فرمائیں گے۔ اَلْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

## مکتوب (۶۹)

تواضع کے بیان میں جو دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے اور اس بیان میں کہ نجات فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی تابعداری پر وابستہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ آپ کا بزرگ محبت نامہ جو مولانا محمد صدیق کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچا۔ آپ نے بڑی مہربانی فرمائی۔ خدا تعالیٰ آپ کو ہماری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طرف سے جزائے خیر دے جب آپ نے فقرا کے آداب کو مدنظر رکھا ہے اور تواضع سے گفتگو کی ہے۔ امید ہے کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ کے موافق یہ تواضع دینی اور دنیاوی بلندی اور عزت کا موجب ہوجائے گی بلکہ ہوگئی ہے۔ آپ کو مبارک اور بشارت ہو جب آپ انابت اور رجوع کے الفاظ درمیان لائے ہیں۔ ایسا تصور فرمائیں کہ یہ انابت درویشوں میں سے کسی درویش کے ہاتھ پر واقع ہوئی ہے۔ اس کے فائدوں اور نتیجوں کے امیدوار ہیں لیکن چاہئے کہ اس کے حقوق کو پورے طور پر بجالائیں۔

یہ فقیر وصیتیں اور نصیحتیں کیا لکھے اور علوم و معارف کیا ظاہر کرے کیونکہ علمائے مجتہدین اور صوفیہ محققین نے اس امر کی تفصیل اور شرح میں کوتاہی نہیں کی اور بعض یار اس بے سروسامان کے مسودوں کو بھی آپ کی خدمت میں لے گئے ہیں۔ امید ہے کہ نظر شریف سے گزرے ہونگے۔ غرض نجات کا طریق افعال و اقوال اور اصول و فروع میں فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی متابعت پر ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کو زیادہ کرے اور اس کے سوا جتنے فرقے ہیں۔ سب زوال کے مقام اور ہلاک کے کنارے پر ہیں۔ آج اس بات کو خواہ کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے روز ہر ایک جان لے گا اور اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ اَللّٰھُمَّ نَبِّھْنَا قَبْلَ اَنْ یُنَبِّھَنَا الْمَوْتُ یا اللہ تو ہم کو اس غفلت سے بیدار کر پیشتر اس کے کہ موت بیدار کرے۔

سیادت مآب سید ابراہیم قدیم سے آپ کی بلند درگاہ سے نسبت رکھتا ہے۔ اور دعا گوؤں کے سلسلہ میں شامل ہے۔ آپ کے کرم و بخشش پر امید ہے کہ دستگیری فرمائیں گے۔ تاکہ اس فقر و پیری کی حالت میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ فراغ خاطر سے گزارہ کرے اور آپ کے لئے دونوں جہان کی سلامتی کی دعا میں مشغول رہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۷۰)

اس بیان میں کہ انسان کیلئے جس طرح اس کی جامعیت اس کے قرب کا باعث ہے ویسے ہی یہ جامعیت اس کے بعد کا بھی باعث ہے اور اس کے مناسب بیان میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا ہے:

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْمُحَبَّۃُ وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت مصطفوی کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



انسان کے لئے جس طرح کہ اس کی جامعیت اس کے قرب اور کرامت اور فضیلت کا باعث ہے۔اسی طرح یہی جامعیت اس کے بعد ذلت وخواری کا موجب ہے۔قرب کا باعث تو اس واسطے سے ہے کہ اس کا آئینہ تمام وکمال ہے اور تمام اسماء وصفات بلکہ تجلیات ذاتیہ کے بھی ظہور کی قابلیت رکھتا ہے۔حدیث قدسی لَا یَسعُنِی اَرْضِیُ وَلاَ سَمَائِیُ وَلٰکِنُ یَسعُنِیُ قَلُبُ عَبُدِ مُؤْمِنِ (نہ میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں) میں اسی بیان کی رمز ہے اور اس کے بعد اور دوری کا باعث اس لئے ہے کہ جہان کی تمام چھوٹی چھوٹی چیزوں کی اس کو حاجت ہے کیونکہ سب چیزیں اس کو درکار ہیں۔خَلَقَ لَکُمُ مَّا فِیُ الْاَرْضِ جَمِیُعاً زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

اس احتیاج کے باعث ان سب اشیاء میں وہ ایسا گرفتار ہے کہ اس کے بعد اور گمراہی کا موجب ہے۔

پایہ آخر آدم است وآدمی　　گشت محروم از مقام محرمی
گر نہ گرد باز مسکیں زیں سفر　　نیست از وے ہیچ کس محروم تر

ترجمہ: سب سے آخر رتبہ ہے انسان کا　　اس لئے محروم سب سے ہوگیا
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا　　ہے پھر اس کے حال پر واحسرتا

پس تمام مخلوقات میں سے بہتر بھی انسان ہی ہے اور بدتر بھی انسان ہے۔کیونکہ حبیب رب العالمین حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ بھی اسی سے تھے اور زمین وآسمان کے پیدا کرنے والا خدائے پاک کا دشمن ابوجہل لعین بھی اسی سے۔غرض جب تک ان سب کی گرفتاری سے آزاد ہو کر ایک خدا کے ساتھ جو ایک ہونے سے بھی منزہ وپاک ہے گرفتار ومقید نہ ہو جائیں تب تک خرابی ہی خرابی اور وبال ہی وبال ہے۔لیکن مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّه لَا یُتْرَکُ کُلُّهٗ کے موافق اپنی چندروزہ زندگانی کو صاحب شریعت ﷺ کی تابعداری میں بسر کرنا چاہئے کیونکہ آخرت کے عذاب سے بچنا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے کامیاب ہونا اسی تابعداری کی سعادت پر وابستہ ہے۔پس پڑھنے والے مالوں اور چرنے والوں چار پاؤں کی زکوۃ پورے طور پر ادا کرنی چاہئے۔اور اس کو مالوں اور چار پاؤں کے ساتھ تعلق نہ ہونے کا وسیلہ بنانا چاہئے اور لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں میں نفس کا فائدہ مدنظر رکھنا چاہئے۔بلکہ کھانے پینے وغیرہ سے اس کے سوا اور کوئی نیت نہ ہونی چاہئے کہ اطاعت کے ادا کرنے پر قوت حاصل ہو۔نفیس کپڑوں کو خذوا زینتکم عند کل مسجد' عند کل صلٰوۃ کے موافق مذکورہ بالا زینت کی نیت پر پہننا چاہئے اور کسی اور نیت کو اس میں نہ ملانا چاہئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حقیقی طور پر نیت میسر نہ ہو تو اپنے آپ کو تکلف سے اس نیت پر لانا چاہئے۔ فَاِنْ لَمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکُوْا اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنالو اور ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرنی چاہئے کہ حقیقی نیت حاصل ہو جائے اور تکلف دور ہو جائے۔

ے تو اندر دہد اشک مرا حسن قبول    آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

ترجمہ: عجب نہیں کہ وہ کرلے قبول گریہ مرا    دیا ہے قطرۂ باراں کو جس نے موتی بنا

علیٰ ھذا القیاس تمام امور میں علمائے دیندار کے فتویٰ کے موافق جنہوں نے عزیمت کو اختیار کیا ہے اور رخصت سے تجاوز کیا ہے۔ زندگانی بسر کرنی چاہئے اور اس کو ہمیشہ کی نجات کا وسیلہ بنانا چاہئے۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔

## مکتوب (۷۱)

اس بیان میں کہ منعم کا شکر منعم علیہ پر واجب ہے اور شکر کا حاصل ہونا شریعت کے بجالانے سے نہ کچھ اور۔ خان خانان کے بیٹے مرزا اداراب کی طرف لکھا ہے:

اَیَّدَکُمُ اللّٰہُ وَ نَصَرَکُمْ خدائے تعالیٰ آپ کی تائید کرے اور آپ کو فتح ونصرت دے۔

عقلی اور شرعی طور پر منعم کا شکر منعم علیہ پر واجب ہے اور معلوم ہے کہ شکر بھی اسی قدر واجب ہوتا ہے جس قدر نعمت پہنچے۔ پس جس قدر نعمت زیادہ پہنچے گی شکر بھی اسی قدر زیادہ واجب ہوگا۔ پس اس اعتبار سے فقراء کی نسبت دولت مندوں پر ان کے درجوں کے اختلاف کے بموجب کئی گنا زیادہ شکر واجب ہے کیونکہ اس امت کے فقرا اور دولت مندوں سے پہلے پانچ سو سال بہشت میں جائیں گے اور منعم حقیقی یعنی حق تعالیٰ کا شکر اوّل یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقیدوں کو درست کیا جائے اور دوسرا یہ کہ اسی فرقہ ناجیہ کے آئمہ مجتہدین کے اقوال کے موافق شرعی عملی احکام بجالائے جائیں تیسرا یہ کہ اسی بلند گروہ کے صوفیہ کرام کے سلوک کے مطابق تصفیہ وتزکیہ کیا جائے اور اس رکن کا وجوب استحسانی واستحبابی ہے بخلاف پہلے دو رکنوں کے کیونکہ اصل اسلام ان ہی دو رکنوں سے وابستہ ہے اور کمال اسلام اسی ایک رکن یعنی اخیر سے متعلق ہے جو عمل ان ارکان ثلاثہ کے مخالف ہو۔ خواہ وہ سخت ریاضت اور مشکل مجاہدہ ہو منعم حقیقی جل شانہٗ کی نافرمانی اور گناہ گاری اور ناشکری میں داخل ہے۔

ہندو برہمنوں اور یونانی فلسفیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی۔ چونکہ وہ سب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احکام کے موافق نہیں ہوئے اس لئے مردود ہیں اور آخرت کی نجات سے بے نصیب ہیں۔ فَعَلَيْكُمْ بِمُتَابَعَةِ سَيِّدِ نَامَوْلَنَا وَشَفِيْعِ ذُنُوْبِنَا وَ طَبِيْبِ قُلُوْبِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ مُتَابِعَةِ خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

پس آپ پر واجب ہے کہ ہمارے آقا ہمارے مولا ہمارے گناہوں کے شفیع ہمارے دلوں کے طبیب سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی متابعت اور خلفائے راشدین مہدیین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تابعداری لازم پکڑیں۔

## مکتوب (۷۲)

اس بیان میں کہ دین کا دنیا کے ساتھ جمع کرنا مشکل ہے پس طالب آخرت کے لئے دنیا کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر حقیقی ترک میسر نہ ہو تو ترک حکمی سے چارہ نہیں اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ جہان کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ وَ عَافَاكُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّيْنُ وَ الدُّنْيَا لَوِ اجْتَمَعَا

ترجمہ: دین و دنیا گر جمع ہو جائیں تو کیا خوب ہے۔

دین و دنیا کا جمع کرنا دوضدوں کا جمع کرنا ہے۔ پس طالب آخرت کے لئے دنیا کا ترک کرنا ضروری ہے اور چونکہ اس وقت اس کا حقیقی ترک میسر نہیں ہو سکتا بلکہ مشکل ہے تو ناچار ترک حکمی پر ہی قرار پکڑنا چاہئے اور ترک حکمی سے مراد یہ ہے کہ دنیاوی امور میں شریعت روشن کے حکم کے موافق چلنا چاہئے اور کھانے پینے اور رہنے سہنے میں شرعی حدوں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور حدوں سے تجاوز نہ کرنا چاہئے اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چار پاؤں میں زکوٰۃ مفروضہ کو ادا کرنا چاہئے اور جب احکام شرعی سے آراستہ ہونا نصیب ہوا تو گویا دنیا کی تکالیف سے نجات حاصل ہو گئی اور آخرت کے ساتھ جمع ہو گئی اور کسی کو اگر اس قسم کا ترک حکمی بھی میسر نہ ہو تو وہ اس بحث سے خارج ہے وہ منافق کا حکم رکھتا ہے کیونکہ صرف ظاہری ایمان آخرت میں فائدہ مند ہو گا اس کا نتیجہ صرف دنیاوی خون اور مالوں کا بچاؤ ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ترجمہ: جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نصیحت آئے ان باتوں سے یا تجھ کو ملال آئے

دیکھئے ایسا صاحب دولت کون ہے جو باوجود اس دنیاوی شان وشوکت اور لشکر و خادموں کے اور باوجود اس قدر لذیذ اور عمدہ کھانوں اور نفیس وقیمتی کپڑوں کے سچی باتوں کو قبولیت کے کانوں سے سنتا ہے۔

گوشت از بار درگراں شدہ است نشود نالہ وفغان مرا

ترجمہ: باردر سے ہیں بھاری تیرے کان
اس لئے سن نہیں سکتے آہ فغان

وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ بِمُتَابِعَةِ الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ ۔حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کی توفیق دے۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے کروڑی یعنی تحصیلدار تھا اور اب محسوس ہے عالم وفاضل آدمی ہے۔ لیکن شومئی اعمال سے کچھ مدت سے قید خانہ میں ہے۔ بڑھاپے کی کمزوری اور گزارے کی تنگی اور مدت قید کی درازی سے تنگ وعاجز ہو کر نصیر کی طرف لکھا ہے کہ عسکر یعنی چھاؤنی میں آ کر ہمارے چھڑانے کی کوشش کریں۔ رستہ کی زیادہ مسافت آنے سے مانع ہے چونکہ میرے بھائی خواجہ محمد صدیق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے تھے۔ ناچار چند کلمات لکھ کر آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ امید ہے کہ اس بوڑھے ضعیف کے بارے میں توجہ عالی سے کام لیں گے کہ وہ عالم بھی ہے اور بوڑھا بھی۔

وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا۔

# مکتوب (۷۳)

دنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور بے فائدہ علوم کے حاصل کرنے کی برائی اور فضول مباحات سے بچنے اور خیرات واعمال صالحہ کے خاص کر جوانی کے وقت بجالانے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں قلیچ اللہ بن قلیچ خان کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی روشن شریعت کے سیدھے راستہ پر چلنے کی استقامت بخشے۔

اے فرزند! دنیا آزمائش اور امتحان کا مقام ہے اس کے ظاہر کو طرح طرح کی آرائشوں سے ملمع اور آراستہ کیا ہے اور اس کی صورت کو وہمی خط وخال اور زلف وچہرہ سے پیراستہ کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دیکھنے میں شیریں اور تر وتازہ نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا اور پانی کی طرح دکھائی دینے والا سراب اور زہر کی مانند شکر ہے اس کا باطن سراسر خراب اور ابتر ہے اور باوجود اس قدر گندہ ہونے کے اس کا معاملہ اہل دنیا کے ساتھ اس سے بھی بدتر ہے جو بیان ہو سکے۔ اس کا فریفتہ دیوانہ اور جادو کا مارا ہے اس کا گرفتار دھوکہ کھایا ہوا اور مجنون ہے جو شخص اس کے ظاہر پر فریفتہ ہوا ہمیشہ کا گھاٹا اس کے ہاتھ آیا اور جس نے اس کی مٹھاس اور تروتازگی پر نظر کی ہمیشہ کی شرمندگی اس کے نصیب ہوئی۔

سرور کائنات حبیب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدَاهُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی دنیا اور آخرت دونوں آپ میں سوکن ہیں۔ اگر ایک راضی ہوئی تو دوسری ناراض۔ پس جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہوگئی پس آخرت سے بے نصیب ہوگیا۔ حق تعالیٰ ہم کو دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بچائے۔

اے فرزند! کیا تو جانتا ہے کہ دنیا کیا ہے دنیا وہی ہے جو تجھے حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹا رکھے۔ پس زن اور مال وجاہ وریاست ولہو ولعب اور بیہودہ کاروبار مشغول ہونا سب دنیا ہی میں داخل ہے اور وہ علوم جو آخرت میں کام آنے والے نہیں ہیں۔ سب دنیا میں ہی داخل ہیں۔ اگر نجوم وہندسہ ومنطق وحساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل ہونا مفید ہوتا تو فلاسفہ سب اہل نجات میں سے ہوتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ عَلَامَةُ اِعْرَاضِهٖ تَعَالٰی عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَالَا یُغْنِیْهِ بندہ کا فضول کاموں میں مشغول ہونا خدا تعالیٰ کی روگردانی کی علامت ہے۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است　　　گر شکر خوردن بود جان کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ علم نجوم نماز کے وقت پہچاننے کیلئے درکار ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ علم نجوم کے بغیر اوقات پہچانے نہیں جاتے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم نجوم اوقات کے پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ بہت لوگ علم نجوم نہیں جانتے مگر نماز کے اوقات کو نجوم کے جاننے والوں سے بہتر جانتے ہیں اور علم منطق اور حساب وغیرہ کے حاصل کرنے کی بھی جن کا مجمل طور پر حاصل کرنا بعض علوم شرعی میں ضروری ہے۔ یہی وجہ بیان کرتے ہیں غرض بہت سے حیلوں کے بعد ان علوم کے ساتھ مشغول ہونے کا جواز ثابت ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ احکام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت کے سوا ان کے حاصل کرنے سے اور کوئی غرض مدنظر نہ ہو ورنہ ہرگز جائز نہیں ہیں۔

انصاف کرنا چاہئے کہ جب امر مباح جس کے اختیار کرنے سے امور واجب فوت ہو جائیں اباحت سے خارج ہو جاتا ہے۔تو کچھ شک نہیں کہ ان علوم میں مشغول ہونے سے علوم شرعی ضروری کا اشتغال فوت ہو جاتا ہے۔

اے فرزند! حق تعالیٰ نے اپنی بڑی مہربانی سے تجھ کو ابتدائے جوانی میں توبہ کی توفیق عطا فرمائی تھی اور اس سلسلہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کے درویشوں میں سے ایک درویش کے ہاتھ پر انابت و رجوع کی طاقت بخشی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ نفس و شیطان کے ہاتھ سے تجھ کو اس توبہ پر ثابت رہنا نصیب ہوا ہے یا نہیں۔ استقامت مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ جوانی کا زمانہ ہے اور دنیاوی اسباب سب حاصل ہیں اور وہ بھی ہمسروں کی نسبت زیادہ نامناسب اور ناموافق۔

ہمہ اندرز من بتو این است | کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ: نصیحت میری تجھ سے ساری یہی ہے | کہ گھر ہے منقش تو بچہ ابھی ہے

اے فرزند! غرض یہی ہے کہ فضول مباحات سے پرہیز کی جائے اور مباحات سے ضرورت کے موافق پر کفایت کرنی چاہئے اور ان میں یہ نیت ہونی چاہئے کہ وظائف بندگی کے ادا کرنے کی جمعیت حاصل ہو۔ مثلاً کھانے سے مقصود طاعت کے ادا کرنے کی قوت اور پوشاک سے ستر عورت اور گرمی و سردی کا دور کرنا ہے باقی مباحات ضروریہ میں بھی یہی قیاس کرلو۔

نقشبندیہ بزرگواروں قدس سرہم نے اپنا عمل عزیمت پر اختیار کیا ہے اور رخصت سے حتی المقدور پرہیز کی ہے اور منجملہ سب عزیمتوں کے قدر ضرورت پر کفایت کرنا ہے۔ اگر یہ دولت میسر نہ ہو۔ تو مباحات کے دائرہ سے پاؤں باہر نہ نکالنا چاہئے اور حرام و مشتبہ کے نزدیک نہ جانا چاہئے۔ حق تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے امور مباحہ کے ساتھ کامل اور پورے طور پر لذت کا حاصل کرنا جائز فرمایا ہے اور اس قسم کی نعمتوں کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ ان نعمتوں اور لذتوں سے قطع کر کے کون سی عیش اس کے برابر ہے کہ بندے کا مولیٰ اس کے کام سے راضی ہو جائے اور کون سا ظلم اس کے برابر ہے کہ اس کا مالک اس کے اعمال سے ناراض ہو جائے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوزخ سے بدتر ہے۔

یہ انسان اپنے مولیٰ کے حکم کا غلام ہے اس کو خود مختار نہیں بنایا کہ جو چاہے کرے۔ اس کی کچھ باز پرس نہ ہوگی۔ فکر کرنا چاہئے اور عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے کل قیامت کے دن ندامت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے۔ جوان مردوہ ہے جو اس وقت کو ضائع نہ کرے اور فرصت کو غنیمت جانے ممکن ہے کہ اس کو بڑھاپے تک پہنچنے نہ دیں اور اگر پہنچنے بھی دیں تو جمعیت حاصل نہ ہوگی اور اگر حاصل ہوگی تو ضعف اور سستی کے وقت کچھ نہ کر سکے گا۔ اس وقت جمعیت کے اسباب مہیا ہیں اور والدین کا وجود بھی خدائے تعالیٰ کے بڑے انعاموں میں سے ہے کہ معاش اور گزارہ کا غم ان کے سر پر ہے اور فرصت کا موسم اور قوت واستطاعت کا زمانہ ہے کسی عذر سے آج کے کام کو کل پر نہ ڈالنا چاہئے اور اپنا اسباب تسویف میں یعنی دیر میں نہ کھینچنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ سَوْفَ اَفْعَلُ یعنی آج کل کرنے والے ہلاک ہوگئے۔ ہاں اگر دنیا کمینی کے کاموں کو کل پر ڈال دیں اور آج آخرت کے عملوں میں مشغول ہو جائیں تو بہت ہی اچھا ہے جیسا کہ اس کا عکس بہت ہی برا ہے۔ جوانی کے وقت جب کہ دینی دشمنوں یعنی نفس وشیطان کا غلبہ ہے۔ تھوڑا عمل بھی اس قدر معتبر ہے کہ ان کے غلبہ نہ ہونے کے وقت اس سے کئی گناہ زیادہ عمل مقبول نہیں۔ فن سپاہ گری میں دشمنوں کے غلبہ کے وقت کارگزار سپاہیوں کا تھوڑا سا تردد اس قدر معتبر اور نمایاں ہوتا ہے کہ دشمنوں کے شر سے امن کی حالت میں بہت سا تردد ویسا نہیں ہوتا۔

اے فرزند! انسان کے پیدا کرنے سے جو خلاصۂ موجودات ہے صرف کھیل کود اور کھانا سونا مقصود نہیں۔ بلکہ اس سے مقصود بندگی کے وظیفوں کو ادا کرنا۔ ذلت وانکسار و عجز واحتیاج والتجا اور خدائے تعالیٰ کی جناب میں گریہ وزاری کرنا ہے۔ وہ عبادات جن سے شرع محمد ﷺ ناطق ہے اور ان کے ادا کرنے سے مقصود بندوں کے فائدے اور نفعے ہیں اور خدائے تعالیٰ کی جناب میں ان میں سے کچھ عائد نہیں جان سے احسان مند ہو کر ادا کرنی چاہئیں اور بڑی فرمانبرداری سے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے حق تعالیٰ نے باوجود غنی مطلق ہونے کے بندوں کو اوامر ونواہی سے سرفراز فرمایا ہے ہم محتاجوں کو اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کرنا چاہئے اور بڑی احسان مندی سے احکام کے بجالانے میں کوشش کرنی چاہئے۔

اے فرزند! تجھے معلوم ہے کہ اگر دنیاداروں میں سے کوئی شخص جو ظاہری جاہ وشوکت رکھتا ہو۔ اپنے ماتحت متعلقین میں سے کسی کو خدمت سے سرفراز فرمائے۔ حالانکہ اس خدمت میں حکم دینے والے کا بھی نفع ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ ماتحت اس کے حکم کو کس قدر عزیز جانتا ہے اور اس کو معلوم ہے کہ ایک بلند قدر والے شخص نے یہ خدمت فرمائی ہے۔ بڑے احسان کے ساتھ بجالانی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چاہئے تو پھر کیا بلا پڑی کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت اس شخص کی عظمت سے کم نظر آتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کے احکام بجالانے میں کوشش نہیں کی جاتی شرم کرنی چاہئے اور خواب خرگوش سے اپنے آپ کو بیدار کرنا چاہئے۔ خدائے تعالیٰ کے حکموں کو بجانہ لانا دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا شرعی اخباروں کو جھوٹ جانتا ہے اور یقین نہیں کرتا یا خدائے تعالیٰ کی عظمت وشان دنیاداروں کی عظمت کی نسبت بہت حقیر نظر آتی ہے اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کرنی چاہئے۔

اے فرزند! جس شخص کا جھوٹ کئی دفعہ تجربہ میں آ چکا ہو وہ اگر کہہ دے کہ دشمن غلبہ پاکر فلاں قوم پر چھاپہ ماریں گے تو اس قوم کے عقلمند اپنی حفاظت کے درپے ہو جائیں گے اور اس مصیبت کے دور کرنے کا فکر کریں گے۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ وہ مخبر جھوٹ سے متہم ہے لیکن کہتے ہیں کہ خطرہ کے گمان کے وقت عقلمندوں کے نزدیک احتراز لازم ہے۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے مبالغہ کے ساتھ آخرت کے عذاب سے آگاہ کیا ہے لیکن کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ اگر اثر ہوتا تو اس کے دفعہ کرنے کا فکر کرتے۔ حالانکہ اس کے دفعہ کرنے کا علاج بھی مخبر صادق ﷺ نے بتلا دیا ہے پس یہ کیا ایمان ہے کہ مخبر صادق ﷺ کی خبر اس جھوٹے کی خبر جتنا بھی اعتبار نہیں رکھتی۔ صرف ظاہری اسلام نجات نہیں بخشتا یقین حاصل کرنا چاہئے یقین کجا کہ ظن بھی نہیں ہے بلکہ وہم بھی نہیں ہے کیونکہ عقلمند خطرہ کے وقت وہم کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں اور ایسا ہی حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ دیکھنے والے جو تم عمل کرتے ہو۔

باوجود اس عمل کے برے برے فعل سرزد ہوتے ہیں مگر جانیں کہ کوئی حقیر شخص ان عملوں سے خبردار ہے تو ہرگز برا فعل اس کی نظر کے سامنے نہ کریں۔

پس ان کا حال دو حالت سے خالی نہیں یا حق تعالیٰ کی خبر کا یقین نہیں کرتے یا حق تعالیٰ کے واقف ہونے کا اعتبار نہیں کرتے تو خود ہی بتلانا چاہئے کہ اس قسم کے فعل ایمان سے ہیں یا کفر سے پس اس فرزند پر لازم ہے کہ از سرنو ایمان لائے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی لا الہ الا اللہ کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ناپسند باتوں سے از سرنو خالص توبہ کرو جن کاموں سے منع فرمایا ہے اور ان کو حرام بتلایا ہے بچو۔ پنج وقتی نماز کو جماعت سے ادا کرو اور اگر تہجد کے لئے رات کا جاگنا حاصل ہو جائے تو زہے سعادت اور مال کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی ارکان اسلام میں سے ہے اس کو بھی ضروری ادا کرو اور اس کے ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے مال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سے جس قدر فقراء کا حق ہے سال کے حساب جدا کریں اور زکوٰۃ کی نیت پر نگاہ رکھ کر تمام سال میں زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کریں۔ اس طریق سے ہر مرتبہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کی نئی نیت کرنا لازم نہیں ہے۔ ایک ہی دفعہ کی نیت کافی ہے معلوم ہے کہ تمام سال میں کس قدر فقراء اور مستحقین پر خرچ کرتے ہیں لیکن چونکہ اس میں زکوٰۃ کی نیت نہیں وہ کسی حساب میں نہیں اور صورت مذکورہ بالا میں زکوٰۃ بھی ذمے سے ادا ہو جاتی ہے اور نا مناسب خرچ سے بھی خلاصی مل جاتی ہے اور اگر بالفرض اس قدر تمام سال میں فقراء پر خرچ نہ ہو اور کچھ باقی بچ رہے تو اس کو اسی طرح اپنے مال سے جدا رکھیں ہر سال اسی طرح عمل کریں جب فقرا کا مال جدا ہوتا ہے۔ اگر آج اس کے ادا کرنے کی توفیق نصیب نہ ہو تو شاید کل توفیق حاصل ہو جائے۔

اے فرزند! چونکہ نفس بالذات بخیل ہے اور احکام الٰہی کے بجا لانے میں سرکش ہے اس واسطے بات صرفہ اور مبالغہ سے کہی جاتی ہے ورنہ مال و ملک سب خدائے تعالیٰ کا ہے اس کی کیا مجال ہے کہ اس میں دیر کرے۔ چاہئے کہ بڑی احسان مندی سے ادا کریں اور ایسے ہی تمام عبادات میں اپنے آپ کو معاف نہ رکھیں۔ بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بڑی کوشش کریں کہ کسی کا حق اپنے ذمے نہ رہ جائے۔ اب اس کا حق ادا کرنا آسان ہے نرمی اور چاپلوسی سے بھی رفع ہو سکتا ہے اور آخرت میں کام مشکل ہے کوئی علاج نہ ہوگا۔ احکام شرعی علمائے آخرت سے پوچھنے چاہئیں کیونکہ ان کی بات کی بڑی تاثیر ہے شاید کہ ان کے دم کی برکت سے ان کے عمل کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے اور علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کا وسیلہ بنایا ہے دور رہنا چاہئے ہاں اگر کوئی پرہیزگار عالم نہ ملے تو بقدر ضرورت ان سے ملنا ضروری ہے۔ وہاں میاں حاجی محمد اثرہ علمائے دیندار میں سے ہیں اور شیخ علی اثرہ کو تم خود جانتے ہی ہو۔ غرض ان ہر دو بزرگواروں کا وجود اس علاقہ میں غنیمت ہے مسائل کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا مناسب ہے۔

اے فرزند! ہم فقرا کو دنیا دار دولت مندوں سے کیا نسبت کہ ان کے نیک و بد کی نسبت گفتگو کریں شرعی نصیحتیں اس بارے میں پورے اور کامل طور پر وارد ہوئی ہیں۔ **فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ** کامل دلیل اللہ ہی کے ہاں ہے۔

لیکن جب اس فرزند نے از روئے توبہ کے فقرا کی طرف رجوع کیا تھا۔ اسی نسبت کے سبب اکثر اوقات دلی توجہ اس فرزند کے حال پر ہوتی رہتی ہے اور وہی توجہ اس گفتگو کا باعث ہوئی ہے میں جانتا ہوں کہ یہ سب نصیحتیں اور مسئلے اس فرزند کے کانوں میں پہنچے ہوئے ہوں گے۔ لیکن مقصود عمل ہے نہ صرف علم۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وہ بیمار صرف اپنی مرض کی دوا کا علم رکھتا ہے جب تک اس دوا کو نہ کھائے گا صحت نہ پائے گا صرف دوا کا جاننا فائدہ نہ کرے گا۔ یہ سب مبالغہ اور اصرار عمل کے لئے ہے علم خود حجت کو درست کر لیتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ سب لوگوں میں سے بڑھ کر عذاب کا مستحق وہ عالم ہے جس کو اپنے علم سے کچھ نفع نہیں۔

وہ فرزند! جان لے کہ پہلی انابت نے جمعیت والوں کی صحبت حاصل نہ ہونے کے باعث اگرچہ کچھ فائدہ نہ دیا ہوگا لیکن اس فرزند کے جوہر استعداد کے نفیس ہونے کی دیتی ہے۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ اس انابت کی برکت سے آخر اپنی مرضیات کی توفیق عطا کرے گا اور اہل نجات میں سے بنا دے گا۔

بہر حال اس گروہ کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہ دیں اور ان لوگوں کے آگے التجا اور عاجزی کرتے رہیں اور منتظر رہیں کہ حق تعالیٰ اس گروہ کی محبت کے باعث اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے اور ان جنجالوں سے بالکل آزاد کر دے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند درنگرزاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت شاد باش اے عشق شرکت سوز درفت

ترجمہ:

عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا ماسوا معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق کیا دیکھ اس کے بعد پھر کیا رہ گیا
رہ گیا اللہ باقی سب فنا مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

## مکتوب (۷۴)

فقرا کی محبت اور ان کی طرف توجہ کی ترغیب اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کی نصیحت میں مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے:

آپ کا شریف اور لطیف خط صادر ہوا الحمد للہ کہ اس کے مضمون سے فقرا کی محبت اور ان کی طرف توجہ کا حال معلوم ہوا۔ جو سرمایۂ آخرت ہے کیونکہ یہی لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ فقرائے مہاجرین کے طفیل اللہ تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے فتح کی طلب کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ نے انہی کے حق میں فرمایا ہے رُبَّ اَشْعَثٍ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ (ترجمہ) بہت سے ایسے پریشان ہیں جو دروازہ سے ہٹائے ہوئے ہیں۔ اگر قسم کھائیں خدا کی تو البتہ پورا کردے اس کو اللہ تعالیٰ۔

اے میرے سعادت مند۔ آپ کے مکتوب کے کسی فقرہ میں لکھا ہوا تھا کہ خديو نشأتين یعنی دونوں جہان کا بادشاہ۔

یہ ایسی نعت اور تعریف ہے جو حضرت واجب الوجود جل شانہ سے مخصوص ہے بندہ مملوک کو جو کسی پر قادر نہیں ہے کیا لائق ہے کہ کسی وجہ سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ شرکت کرے اور خداوندی کے راستہ پر چلے خاص کر عالم آخرت میں کیا کہ مالکیت اور ملکیت حقیقی اور مجازی حضرت مالک یوم الدین سے مخصوص ہے۔ حضرت حق تعالیٰ قیامت کے دن پکارے گا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ آج یہ کس کا ملک ہے اور خود ہی جواب میں فرمائے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ اللہ واحد قہار کا ہے۔

اس دن بندوں پر ڈر اور خوف چھایا ہوگا اور حسرت و ندامت کے سوا کچھ متصور نہ ہوگا۔ حق تعالیٰ قرآن مجید میں اس دن کی سختی اور مخلوقات کی بے قراری سے خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے۔ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَ تَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی وَ لٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ بے شک قیامت کا زلزلہ بڑا سخت ہے اس دن سب دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ مستوں کی طرح لڑکھڑاتے نظر آئیں گے حالانکہ وہ مست نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔

دراں کز فعل پرسند وقول — اولوالعزم را دل بلرزد بہول
بجائے کہ دہشت خورند انبیاء — تو عذر گنہ را چہ داری بیا

ترجمہ: حشر کو پوچھیں گے جس دم فعل سے اور قول سے
کانپ جائیں گے اولوالعزموں کے دل وہاں ہول سے
جس جگہ ڈر جائیں گے دہشت کے مارے انبیاء
تو گنہ کا عذر کیا لائے گا پھر بتلا بھلا

باقی نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کو لازم پکڑیں اور دنیا کی زیب و زینت کی طرف توجہ نہ کریں اور اس کے ہونے یا نہ ہونے کی پرواہ نہ کریں کیونکہ دنیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حق تعالیٰ جل شانہ کی دشمن اور مبغوضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کچھ قدر نہیں ہے۔ پس مناسب ہے کہ بندوں کے نزدیک اس کا عدم اس کے وجود سے بہتر ہو اس کی بے وفائی اور جلدی دور ہو جانے کا قصہ مشہور ہے۔ بلکہ مشاہدے میں آچکا ہے پس گزشتہ مردہ اہل دنیا سے عبرت حاصل کریں۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِیَّاکُمْ بِمُتَابَعَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی تابعداری کی توفیق بخشے۔

## مکتوب (۷۵)

حضرت سید المرسلین ﷺ کی تابعداری پر حرص دلانے میں اوّل عقائد کے درست کرنے سے اور پھر فقہ کے ضروری احکام جاننے سے اور اس بیان میں کہ حق تعالیٰ سے بوسیلہ یا بے وسیلہ اسی کو طلب کرنا چاہئے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ وَ عَافَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور عافیت سے رکھے دونوں جہان کی سعادت کا نقد سید کونین ﷺ کی متابعت پر وابستہ ہے ایسے طریق پر کہ علمائے اہل سنت و جماعت نے بیان فرمایا ہے۔ خدا ان کو ان کی کوشش کی جزا دے۔ اوّل اپنے عقیدوں کو ان بزرگواروں کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہئے اور پھر علم حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مستحب و مباح و مشتبہ حاصل کرنا چاہئے اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ ان دو پروں اعتقادی اور عملی کے حاصل ہو جانے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی طرف پرواز کرنا حاصل ہو جاتا ہے۔ وَدُوْنَهَا خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ رنج ہے اور دنیا کمینی اس لائق نہیں ہے کہ اس کو اصلی مطلوب سے شمار کریں اور اس کے مال و جاہ کے حاصل ہونے کو اصلی مقصود خیال کریں۔ بلند ہمت ہونا چاہئے اور حق تعالیٰ سے بوسیلہ یا بے وسیلہ اسی کو طلب کرنا چاہئے۔

کار این است باقی ہمہ ہیچ

ترجمہ: اصل مطب ہے یہی باقی ہے ہیچ

اور جب آپ نے توجہ کی ہے اور ہمت کی طلب کی ہے آپ کی بشارت ہو سالم و غانم (سلامتی سے اور غنیمت کا مال لے کر) واپس جائیں گے۔ لیکن ایک شرط کو مدنظر رکھیں اور وہ یہ ہے کہ اپنی توجہ کا قبلہ ایک بنائیں توجہ کے قبلہ کا متعدد بنانا اپنے آپ کو تفرقہ میں ڈالنا ہے۔ مثل مشہور ہے ہر کہ یک جاست ہمہ جاست و ہر کہ ہمہ است ہیچ جانے۔ جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جو سب جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں۔ حق تعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راہ پر چلنے کی استقامت بخشے۔

وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفیٰ عَلَیْهِ وَ عَلیٰ اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور مصطفیٰ ﷺ کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۷۶)

اس بیان میں کہ ترقی ورع وتقویٰ سے وابستہ ہے اور فضول مباحات کے ترک کرنے کی ترغیب میں۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو محرمات سے بچ کر فضول مباحات کے دائرہ کو بہت تنگ اختیار کرنا چاہئے اور اس بیان میں کہ محرکات سے بچنا بھی دو قسم ہے۔ قلیج خان کی طرف لکھا ہے:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ بِهٖ نَسْتَعِیْنُ عَصَمَكُمُ اللهُ تَعَالیٰ عَمَّا یَصِمُكُمْ وَ صَانَكُمْ عَمَّا شَانَكُمْ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْبَشَرِ الْنَفِیُّ عَنْهُ زَیْغُ الْبَصَرِ عَلَیْهِ وَ عَلیٰ اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَکْمَلُھَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَفْضَلُھَا حق تعالیٰ آپ کو اس چیز سے بچائے جو عیب لگائے اور محفوظ رکھے آپ کو اس بات سے جو آپ کو دھبہ لگائے۔ بطفیل حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم جو میلان چشم سے پاک وصاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا ہمارا رسول جو چیز تمہارے پاس لے آوے اس کو پکڑ لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔

نجات کا مدار دو چیزوں پر ہے اوامر کا بجالانا اور نواہی سے رک جانا اور ان دونوں چیزوں میں سے بزرگ تر جز و اخیر ہے جو ورع وتقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ذُکِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَ اجْتِھَادٍ وَ ذُکِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ شَیْءٌ یَعْنِیِ الْوَرْعَ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کا ذکر عبادت اور اجتہاد سے کیا گیا تھا اور دوسرے شخص کا ذکر ورع کے ساتھ۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ورع یعنی پرہیز گاری کے برابر کوئی چیز نہیں۔

اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مِلَاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرْعُ تمہارے دین کا مقصود پرہیز گاری ہے اور انسان کی فضیلت فرشتوں پر اسی جز و سے ثابت ہے اور قرب کے درجوں پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترقی بھی اسی جزو سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ فرشتے پہلی جزو میں شریک ہیں اور ترقی ان میں مقصود ہے۔ پس ورع وتقویٰ کی جزو کا مدنظر رکھنا اسلام کے اصلی مقصودوں اور بڑی ضروریات میں سے ہے۔ یہ جزو کہ جس کا مدار محرمات سے بچنے پر ہے۔ کامل طور پر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ مباحات سے پرہیز کی جائے اور بقدر ضروریات مباحات پر کفایت کی جائے کیونکہ مباحات کے اختیار کرنے میں باگ کا ڈھیلا چھوڑنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔ **مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشَکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِ** جو شخص چراگاہ کے گرد پھرا قریب ہے کہ اس میں جا پڑے۔

پس کمال تقویٰ کے حاصل ہونے کے لئے بقدر ضرورت مباحات پر کفایت کرنا ضروری ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ اس میں وظائف بندگی ادا کرنے کی نیت ہو ورنہ اس قدر بھی وبال ہے اور اس کا قلیل بھی کثیر کا حکم رکھتا ہے اور جب فضول مباحات سے پورے طور پر بچنا تمام اوقات میں اور خاص کر اس وقت بہت ہی دشوار ہے۔ اس واسطے محرمات سے بچ کر حتی المقدور فضول مباحات کے اختیار کرنے کا دائرہ بہت تنگ کرنا چاہئے اور اس ارتکاب میں ہمیشہ پشیمان ہونا چاہئے اور توبہ و بخشش طلب کرنی چاہئے اور اس کو محرمات میں داخل ہونے کا دروازہ جان کر ہمیشہ حق تعالیٰ کی جانب میں التجا اور گریہ وزاری کرنی چاہئے۔ شاید کہ ندامت واستغفار اور التجا وتضرع فضول مباحات سے بچنے کا کام کر جائے اور اس کی آفت سے محفوظ کر دے۔

ایک بزرگ فرماتا ہے **اِنْکِسَارُ الْعَاصِیْنَ اَحَبُّ مِنْ صَوْلَةِ الْمُطِیْعِیْنَ** گنہگاروں کی عاجزی فرمانبرداروں کے دبدبہ سے بہتر ہے اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے ایک وہ قسم ہے جو اللہ کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری وہ ہے جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہے اور دوسری قسم کی رعایت نہایت ضروری ہے۔ حق تعالیٰ غنی مطلق اور بڑا رحم کرنے والا ہے اور بندے فقرا اور محتاج اور بالذات بخیل اور کنجوس ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص پر اس کے بھائی کا مالی یا اور کسی قسم کا حق ہے تو اس کو چاہئے کہ آج ہی اس سے معاف کرالے قبل اس کے کہ اس کے پاس دینار ودرہم نہ ہوں۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو حق تعالیٰ کے موافق لے کر صاحب حق کو دیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحب حق کی برائیاں اس کی برائیوں پر زیادہ کی جائیں گی۔

اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم واسباب وغیرہ کچھ نہ ہو۔ تو نبی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز وروزہ وزکوٰۃ سب کچھ کر کے آئے مگر ساتھ ہی اس نے اگر کسی کو گالی دی ہو اور کسی کو تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو اور کسی کا خون گرایا ہو اور کسی کو مارا ہو تو اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک حق دار کو اس کے حق کے برابر دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کے برابر نہ ہوئیں تو ان حق داروں کے گناہ لے کر اس کی برائیوں میں شامل کیے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

دوسرا یہ فقیر آپ کی تعریف اور شکر گزاری کرتا ہے کہ شہر لاہور میں آپ کے وجود سے بہت سے احکام شرعی اس زمانہ میں جاری ہو گئے ہیں اور اس جگہ دین کی تقویت اور مذہب کی ترویج حاصل ہو گئی ہے اور وہ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں کی نسبت قطب ارشاد کی طرح اس شہر کی خیر و برکت ہندوستان کے تمام شہروں میں پھیلی ہوئی ہے اگر وہاں ترقی ہے تو سب جگہ ترقی متحقق ہے حق تعالیٰ آپ کا مددگار اور معاون ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کا مددگار رہے گا اور جو اس کی خواری کا ارادہ کرے گا اس کو کچھ ضرر نہ دے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا اور وہ اس حال پر ہوں گے چونکہ آپ کی محبت کا رشتہ حضرت معرفت پناہ قبلہ گاہ ہمارے خواجہ قدس سرہ کے ساتھ بہت محکم تھا۔ اس واسطے فقیر یہ چند کلمے لکھ کر اس محبت کی نسبت کو حرکت میں لایا اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔

حامل ہذا نیک اور صالح آدمی ہے ایک ضروری حاجت کیلئے آپ کے پاس آتا ہے امید ہے کہ اس کے حال پر توجہ فرما کر اس کی حاجت پوری کر دیں گے۔ حقیقی دولت اور ہمیشہ کی سعادت آپ کو حاصل ہو۔ بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور سیادت مآب میر سید جمال الدین کو غریبانہ دعوات پہنچا دیں۔ فقط

## مکتوب (۷۷)

اس بیان میں کہ خدائے بے مثل و بے مانند کی عبادت کب حاصل ہوتی ہے اور اس کے مناسب بیان میں جباری خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بعد از خدائے آنچہ پرستند ہیچ نیست　　بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

ترجمہ: خدا کو چھوڑ کر جو پوجتے ہیں وباطل ہے
جو پوجے ہیچ وباطل کو وہی بد بخت وجاہل ہے

خدائے بے مثل وبے مانند کی عبادت اس وقت میسر ہوتی ہے جب کہ تمام ماسوی اللہ کی غلامی سے آزاد ہو کر توجہ کا قبلہ ذات احدیت کے سوا اور کچھ نہ رہے اور اس توجہ کا مصداق حق تعالیٰ کے انعام اور ایلام کا برابر ہونا ہے بلکہ اس مقام کے حاصل ہونے کی ابتدا میں انعام کی نسبت رنج والم زیادہ مرغوب معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ آخر کار تفویض تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور جو کچھ اس کی طرف سے پہنچتا ہے اس کو بہتر اور مناسب جانتا ہے جو عبادت رغبت اور خوف سے تعلق رکھتی ہے وہ درحقیقت اپنی عبادت ہے اور اس سے مقصود اپنی نجات اور سرور ہے۔

تا تو در بند خویشتن باشی　　عشق گوئی دروغ زن باشی

ترجمہ: جب تلک تجھ کو اپنا ہی ہے خیال　　دعوئ عشق تیرا سب ہے محال

اس دولت کا حاصل ہونا فنائے مطلق پر وابستہ ہے اور یہ توجہ محبت ذاتیہ کا نتیجہ اور ولایت خاصہ محمدی ﷺ کے ظہور کا مقدمہ ہے اور اس بڑی نعمت کا حاصل ہونا آنحضرت ﷺ کی کمال تابعداری پر موقوف ہے کیونکہ ہر نبی کی شریعت جواز راہ نبوت اس کو عطا فرمائی ہے۔ اس کی ولایت کے مناسب ہے کیونکہ ولایت میں کلی طور پر حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہے اور جب نبوت کے درجے میں لاتے ہیں تو وہی نور ساتھ آ جاتا ہے اور اسی کمال کو خلق کی توجہ کے ساتھ جمع کرتا ہے اور مقام نبوت کے کمالات کے حاصل ہونے کا سبب بھی وہی نور ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے کیونکہ ہر پیغمبر کی شریعت اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے اور اس شریعت کی تابعداری بھی اس ولایت تک پہنچنے کو مستلزم ہے اور اگر سوال کریں کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے بعض تابعداروں کو آنحضرت ﷺ کی ولایت سے کچھ حصہ نہیں بلکہ دوسرے انبیاء کے قدم پر ہیں اور ان کی ولایت سے حصہ رکھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام شریعتوں کی جامع ہے اور جو کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی اس میں تمام آسمانی کتابیں شامل ہیں۔ پس اس شریعت کی تابعداری گویا تمام شریعتوں کی تابعداری ہے۔ پس تابعدار اپنی استعداد کے موافق انبیا میں سے کسی ایک کے ساتھ نسبت رکھتا ہے کہ جس کی ولایت کو حاصل کر لیتا ہے اور اس میں کچھ ڈر نہیں ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایتوں پر حاوی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے پس ان ولایتوں تک پہنچنا اس ولایت خاصہ کے اجزاء میں سے کسی ایک جزو تک پہنچنا ہے اور اس ولایت تک نہ پہنچنے کا باعث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت میں کمی کرنا ہے اور کمی کیلئے کئی درجے ہیں۔ اسی لئے درجات ولایت میں تفاوت حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کمال اتباع میسر ہو جائے تو اس ولایت تک پہنچنا ممکن ہے۔ اعتراض اس وقت وارد ہوتا ہے جب کہ دوسرے نبیوں کی شریعتوں کے تابعداروں کو ولایت خاصہ محمدی ﷺ حاصل ہوتی اور جب ایسا نہیں تو اعتراض بھی کوئی نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَ هَدَانَا اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَالدِّیْنِ الْقَوِیْمِ اللہ کی حمد ہے جس نے ہم پر بڑا احسان کیا اور سیدھے راستہ اور مضبوط دین کی طرف ہدایت کی۔

صراط مستقیم اسی مضبوط راستے اور شریعت روشن سے مراد ہے۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اسی معنی پر دلیل ہے۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ وَ اِیَّاکُمْ کَمَالَ اِتِّبَاعِ شَرِیْعَةِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِحُرْمَةِ کُمَّلِ اِتِّبَاعِهٖ وَ مُعَظَّمِ اَوْلِیَآئِهٖ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ آمین حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں اور بزرگ اولیاؤں کے طفیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال تابعداری عطا فرمائے۔ آمین

حامل رقیمہ ہذا ان حدود کی طرف آنے والا تھا اس لئے چند باتوں سے محبت کے سلسلہ کو ہلانے والا ہوا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ لَدَیْکُمْ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسلام تم پر ہو۔

## مکتوب (۷۸)

سفر در وطن اور سیر آفاقی اور انفسی کے معنی میں اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حاصل ہونا صاحب شریعت ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے جباری خان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حق تعالیٰ شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر استقامت عطا فرمائے۔ چند روز ہوئے ہیں کہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے مراجعت واقع ہوئی اور وطن مالوف میں آرام حاصل ہوا ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ شامل حال ہے۔ وطن میں پہنچنے کے بعد اگر سفر ہے تو وطن میں ہے۔

سفر در وطن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا مقرر اصول ہے اس طریق میں اس سفر کی چاشنی ابتداء ہی سے میسر ہو جاتی ہے اور ابتدا میں نہایت کے درج ہونے کے طور پر حاصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو جاتی ہے اور اس گروہ میں سے جن کو مجذوب سالک بنانا چاہتے ہیں اس کو سیر بیروی میں ڈال دیتے ہیں اور سیر آفاقی کے تمام ہونے کے بعد سیر انفسی میں جس سے مراد سفر در وطن ہے آرام دیتے ہیں۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند۔

ترجمہ: بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملی اب دیکھئے کس کو

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی دولت

اس نعمت عظمیٰ تک پہنچنا سید اولین و آخرین ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کریں اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے رک جانے سے آراستہ نہ ہو جائیں۔ اس دولت کی بو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ باوجود شریعت کی مخالفت کے اگرچہ بال بھر ہی ہو۔ اگر بالفرض احوال و مواجید حاصل ہو جائیں وہ سب استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اس کو رسوا و خوار کریں گے۔ محبوب رب العالمین ﷺ کی تابعداری کے بغیر خلاصی ممکن نہیں۔ چند روزہ زندگانی کو خدائے تعالیٰ کی رضامندی میں صرف کرنا چاہئے یہ کیا زندگانی اور عیش ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے فعل سے ناراض ہو۔ حق تعالیٰ تمام جزئی کلی چھوٹے بڑے احوال پر مطلع اور حاضر و ناظر ہے۔ اس سے شرم کرنی چاہئے۔ بالفرض اگر جانیں کہ کوئی شخص ان کے افعال ناپسندیدہ اور عیبوں سے واقف ہے تو اس کے حضور میں نامناسب امر سرزد نہیں ہوتا اور نہیں چاہتے کہ ان کے عیوب پر وہ شخص مطلع ہو تو پھر کیا بلا پڑی کہ باوجود حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر جاننے کے کچھ خوف نہیں کرتے اور یہ کیا اسلام ہے کہ حق تعالیٰ کا اس شخص کے برابر اعتبار نہیں کرتے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نفسوں کی شرارتوں اور برے اعمال سے بچائے۔

حدیث جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ موافق اس عظیم الشان قول سے ہر وقت ایمان کو تازہ کرنا چاہئے اور تمام پسندیدہ افعال سے حق تعالیٰ کی جناب میں توبہ و رجوع کرنی چاہئے۔ ممکن ہے کہ پھر توبہ کا موقع نہ ملے۔ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ حدیث نبوی ﷺ ہے۔ سوف افعل کہنے والے یعنی دیر کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ فرصت کو غنیمت جان کر خدائے تعالیٰ کی رضامندی میں (عمر) بسر کرنی چاہئے اور توبہ کی توفیق حق تعالیٰ کی عنایت سے ہے ہمیشہ حق تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہیں اور ان درویشوں سے جو شریعت میں قدم راسخ رکھتے ہیں اور عالم حقیقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سے بخوبی واقف ہیں دعا طلب کرنی چاہئے اور مدد لینی چاہئے تا کہ حق تعالیٰ کی عنایت ان کے طفیل ظاہر ہو کر پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے اور مخالفت کی اس میں گنجائش نہ رہے اگر شریعت کی مخالفت کا راستہ بال بھر بھی کھلا ہے تو خطرہ کا مقام ہے مخالفت کے تمام راستوں کو بند کرنا چاہئے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا ۔۔۔ تو ان رفت جز در پے مصطفیٰ

ترجمہ: اطاعت نہ ہو جب تک مصطفیٰ کی ۔۔۔ کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

اہل اللہ پر خاص کر جبکہ پیری و مرشدی کا نام درمیان ہو اور افادہ کا راستہ کھلا ہو اعتراض نہ کرنا چاہئے اور اس کو زہر قاتل جاننا چاہئے۔ اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ یہ چند باتیں بھی محبت و اخلاص کے رابطہ کے باعث لکھی گئی ہیں۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہوں گی۔

دوسرا یہ تکلیف دیتا ہے کہ ملا عمر و شاہ حسین شریف زادہ اور خاندانی ہے اور آپ کی ملازمت کا خواہاں ہے۔ امید ہے کہ اس کو اپنے خاص ملازموں میں داخل کر لیں گے۔ اسماعیل بھی اسی ارادہ سے حاضر خدمت ہوتا ہے اگرچہ پیادہ ہے امید ہے کہ اپنی حالت کے موافق حصہ پا لے گا۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ والسلام والا کرام۔

# مکتوب (۷۹)

اس بیان میں کہ یہ شریعت غرا تمام گزشتہ شریعتوں کی جامع ہے اور اس شریعت کے موافق عمل کرنا تمام شریعتوں کے موافق عمل کرنا ہے اور اس کے مناسب بیان میں جباری خاں کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ شریعت مصطفوی ﷺ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدمی اور استقامت عطا فرما کر اپنی بارگاہ کی طرف بالکل متوجہ کرے۔ چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اعتدال کے طور پر تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مظہر ہیں۔ وہ کتاب جو ان پر نازل ہوئی ہے۔ ان تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی ہیں اور نیز وہ شریعت جو آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئی ہے۔ تمام گزشتہ شریعتوں کا خلاصہ اور اقتباس ہے اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے موافق ہیں سب گزشتہ شریعتوں بلکہ فرشتوں کے اعمال سے منتخب ہیں کیونکہ بعض فرشتوں کو رکوع کا حکم ہے اور بعض کو سجدے کا اور بعض کو قیام کا اور ایسا ہی گزشتہ امتوں میں سے بعض کو صبح کی نماز کا حکم تھا اور بعض کو دوسری نمازوں کا اس شریعت میں گزشتہ امتوں کا اور مقرب فرشتوں کے اعمال کا خلاصہ انتخاب کر کے ان کے بجا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


لانے کا حکم فرمایا۔ پس اس شریعت کو سچا جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا درحقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق کرنا اور ان کے موافق عمل بجالانا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں میں سے بہتر ہوں گے اور اسی طرح شریعت کا جھٹلانا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا گزشتہ تمام شریعتوں کو جھٹلانا اور ان کے موافق عمل نہ کرنا ہے اور ایسے ہی آنحضرت ﷺ کا انکار کرنا تمام اسمائی وصفاتی کمالات کا انکار کرنا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے۔ پس ناچار آنحضرت ﷺ کے منکر اور اس شریعت کی تکذیب کرنے والے تمام امتوں میں سے بدتر ہوں گے۔ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْراً وَّنِفَاقًا (اعرابی کفر ونفاق میں بڑے سخت ہیں) میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسراست　　　کسے کہ خاکِ درش نیست خاک برسراو

ترجمہ:　وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در کی

خدائے منعم کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کا حسن اعتقاد اور کمال یقین اس شریعت اور اس شریعت والے ﷺ کی نسبت اچھی طرح مشاہدہ ہو چکا ہے اور نامناسب حرکات پر ندامت و پشیمانی ہمیشہ آپ کے دامن گیر رہی ہے۔ حق تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمائے۔

دوسری یہ التماس ہے کہ حامل رقیمہ دعا میاں شیخ مصطفیٰ قاضی شریح کی نسل سے ہیں۔ ان کے بزرگ اس ملک میں بڑی عزت سے آئے تھے اور وجوہ معاش اور وظائف بکثرت رکھتے تھے۔ مشارالیہ معاش کی تنگی کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے اور سندیں اور پروانے اس کے پاس بہت موجود ہیں۔ امید ہے کہ آپ کے وسیلہ سے جمعیت حاصل کرلے گا۔ زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ صدراعظم کے پاس مشارالیہ کی سفارش کسی طرح کردیں تاکہ ان کا کام بن جائے اور پراگندہ حال والوں کی جمعیت کا باعث ہو جائے۔ والسلام والاکرام۔

# مکتوب (۸۰)

اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کا فرقہ ہے اور بدعتی فرقوں کی برائی اور اس کے مناسب بیان میں مرزا فتح اللہ خاں حکیم کی طرف لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر استقامت بخشے۔

کار نیست غیر ایں ہمہ ہیچ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے اور اپنی نجات کا دعویٰ کرتا ہے۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ان کے حال کے شامل ہے لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کیلئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے۔

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ ایک فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب الشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہوسکتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریق بعینہ اصحاب کا طریق ہے اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق کی اتباع سے وابستہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس رسول اللہ کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت بعینہ حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدائے تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے برخلاف تصور کیا ہے حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کرلیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق اور تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ ﷺ کی عین نافرمانی ہے پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال ہے۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَىْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں، خبردار ہو تحقیق وہی ہیں وہ جھوٹے) ان کے حال کے موافق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے۔ اہلسنّت وجماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرمائے۔

پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو طعنہ لگانے والے ان کی اتباع سے محروم ہیں جیسا کہ شیعہ اور خارجیہ اور معتزلہ خود مذہب نیار کھتے ہیں۔ ان کا رئیس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



واصل بن عطا، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امام رحمۃ اللہ علیہ سے جدا ہو گیا اور امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حق میں فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا ہم سے جدا ہو گیا۔ اسی طرح باقی فرقوں کو قیاس کر لو اور اصحاب کے حق میں طعنہ کرنا در حقیقت پیغمبر خدا ﷺ کو طعنہ لگانا ہے۔ مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ اَصْحَابَهٗ جس نے اصحاب رضی اللہ عنہ کی عزت و تعظیم نہیں کی، وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا کیونکہ ان کا جسد ان کے صاحب کے جسد تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس برے اعتقاد سے بچائے اور نیز جو احکام قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچتے ہیں وہ انہی کی نقل کے وسیلہ سے ہیں جب یہ مطعون ہوں گے تو ان کی نقل بھی مطعون ہو گی کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک کا طعن دین کا طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور اگر طعنہ لگانے والے یہ کہیں کہ ہم بھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں بلکہ ان کی راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں تو اس کا جواب ہم کہتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار اس کے ساتھ شامل نہ ہو ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلفائے ثلٰثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے اور ان کو اقتداء کے لائق جان کر اس سے بیعت کی ہے۔ پس خلفائے ثلٰثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا انکار کرنا اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افتراء ہے بلکہ وہ انکار در حقیقت حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار ہے اور ان کے افعال و اقوال کا صریح رد ہے اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دخل دینا بھی بے وقوفی ہے۔ عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی کہ حضرت اسد اللہ رضی اللہ عنہ باوجود کمال معرفت اور شجاعت کے خلفائے ثلٰثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں۔ حالانکہ کسی ادنیٰ مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی برائی کو معلوم کرنا چاہیئے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طرف کس قسم کی خرابی اور فریب منسوب ہوتا ہے اور اگر بفرض محال حضرت اسد اللہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھیں تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر ﷺ خلفائے ثلاثہ کی کرتے تھے اور ابتداء سے انتہاء تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں اس کا کیا جواب دیں گے۔ وہاں تقیہ کی گنجائش نہیں۔ حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے وہاں تقیہ کو دخل دینا زندقہ تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط (پ ۶ ع ۱۴) اے میرے رسول جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو رسالت کے حق کو ادا نہ کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ اس وحی کو جو اس کے موافق ہے ظاہر کر دیتا ہے اور جو اس کے مخالف ہوتی ہے اسے ظاہر نہیں کرتا اور اس کو پوشیدہ رکھتا اور یہ بات ثابت ہے کہ نبی کو خطا پر مقرر رکھنا جائز نہیں۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جب خلفائے ثلٰثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرت ﷺ سے ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر کہتے ہیں کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول میں لازم ہے اور ہرگز اصول میں اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر اختلاف ہے تو فروغ میں ہے اور جو شخص ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ متفق ہے۔ مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے اور نیز شریعت کے پہنچانے والے سب اصحاب ہی ہیں۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے کر جمع کیا گیا ہے۔ پس بعض کا انکار کرنا گویا اس کی تبلیغ سے بھی انکار کرنا ہے۔ پس تمام شریعت کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہے پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ط فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذَابِ اب کیا تم بعض کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض انکار کرتے ہو۔ پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی جزا سوائے اللہ کے اور کیا ہے کہ دنیا میں خوار اور ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں۔

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ بلکہ درحقیقت جامع حضرت صدیق و حضرت فاروق اور حضرت امیر رضی اللہ عنہم کی جمع اس قرآن کے سوا ہے۔ پس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سوچنا چاہئے کہ ان بزرگواروں کا انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ نعوذ باللہ۔

ایک شخص نے اہل شیعہ کے مجتہد سے سوال کیا کہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اس نے کہا میں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا کہ اس کے انکار سے تمام دین درہم برہم ہو جاتا ہے۔

دیگر عاقل آدمی ہرگز قرار نہیں دیتا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے روز امر باطل پر اجتماع کریں اور مقرر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے دن 33 ہزار اصحاب حاضر تھے۔ جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ اتنے اصحاب کا گمراہی پر جمع ہونا محال ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے **لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ** میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

اور جو توقف ابتدا میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا ہے وہ اس واسطے تھا کہ اس مشورہ میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو بلایا نہ گیا تھا چنانچہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ **مَا غَضِبْنَا اِلَّا لِتَاَخَّرْنَا عَنِ الْمَشْوَرَۃِ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ خَیْرٌ مِّنَّا** ہم اس واسطے ناراض ہوئے ہیں کہ ہم کو مشورہ میں بلایا نہیں گیا۔ ورنہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ابوبکر ہم سے بہتر ہے۔

اور ان کا نہ بلانا شاید کسی حکمت پر مبنی ہوگا۔ مثل اس کے کہ اہل بیت کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے موجود ہونے سے مصیبت کے صدمہ اوّل کے وقت تسلی ہو۔ وغیرہ وغیرہ اور وہ اختلاف جو اصحاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان واقع ہوئے تھے۔ وہ نفسانی خواہشوں سے نہ تھے۔ کیونکہ ان کے نفس تزکیہ پاچکے تھے اور امارگی سے اطمینان کے درجے کو پہنچ چکے تھے اور ان کے سب ارادے شریعت کے تابع ہو گئے تھے۔ بلکہ وہ اختلاف حق کے بلند کرنے کیلئے اجتہاد پر مبنی تھا۔ پس ان کے خطا کار کے لئے بھی اللہ کے نزدیک ایک درجہ ہے اور مُصِیب کے لئے خود دو درجے ثابت ہیں۔ پس زبان کو ان کے گلہ سے روکنا چاہئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ **تِلْکَ دِمَاءٌ طَھَّرَ اللّٰہُ عَنْھَا اَیْدِیْنَا فَلْنُطَھِّرْ عَنْھَا اَلْسِنَتَنَا** یہ ایسے خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا۔ پس ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔

اور نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ **اِضْطَرَّ النَّاسُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَجِدُوْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْ بَکْرٍ فَوَلُّوْہُ رِقَابَھُمْ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگ ناچار ہو گئے۔ پس انہوں نے آسمان کے تلے ابو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بکر رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی نہ پایا۔ پس اس کو اپنی گردنوں کا والی بنالیا۔

یہ قول تقیہ کی نفی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضامندی کیلئے صریح وصاف ہے۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں سیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر شریف خاندان سے ہے اور دکن کے سفر میں آپ کے ہمراہ بھی گیا تھا۔ آپ کی توجہ اور عنایت کا امیدوار ہے اور نیز مولانا محمد عارف طالب علم اور بزرگ زادہ ہے۔ اس کا باپ ملا آدمی تھا۔ مدد معاش کیلئے آیا ہے اور آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔ والسلام والکرام۔

# مکتوب (۸۱)

اسلام کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری اور کفار نگوتسار کے غلبہ کے بیان میں لا لا بیک کی طرف لکھا ہے:

زَادَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ حَمِیَّةَ الْاِسْلَامِ حق تعالیٰ ہم میں اور تم میں غیرت اسلامی کو زیادہ کرے۔ عرصہ تخمیناً ایک صدی سے اسلام پر اس قسم کی غربت چھارہی ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں کے شہروں میں صرف کفر کے احکام جاری کرنے پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ اسلامیہ احکام بالکل دور ہو جائیں اور اسلام اور اہل اسلام کا کچھ اثر نہ رہے اور اس حد تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعائر اسلامی کو ظاہر کرتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے گائے کا ذبح کرنا ہندوستان میں اسلام کا بڑا شعار ہے۔ کفار جزیہ دینے پر شائد راضی ہو جائیں گے مگر گائے ذبح کرنے پر ہرگز راضی نہ ہونگے۔ سلطنت کی ابتدا ہی میں اگر مسلمانی نے رواج پالیا اور مسلمانوں نے اعتبار پیدا کرلیا تو بہتر ورنہ نعوذ باللہ اگر توقف ہو گیا تو مسلمانوں پر کام بہت مشکل ہو جائے گا۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث۔ دیکھئے کون صاحب دولت اس سعادت کو حاصل کرتا ہے اور کون بہادر اس دولت کو چھین لے جاتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمْ وَ عَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا حق تعالیٰ آپ کو اور ہم سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۸۲)

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے اللہ کے نسیان کے بغیر ناممکن ہے اور یہ نسیان فنا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سکندر خان لودی کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ سید البشر ﷺ کے طفیل جو میلان چشم سے پاک ہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ جو کچھ ہم پر اور تم پر لازم ہے حق تعالیٰ کے غیر سے دل کو سلامت رکھنا ہے اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ ماسوائے اللہ کا دل پر عبور نہ رہے۔ اور ماسوائے اللہ کا دل پر نہ گزرنا ماسوی اللہ کے نسیان پر وابستہ ہے جس کی تعبیر اس گروہ کے نزدیک فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور اگر بالفرض تکلف کے ساتھ بھی غیر کو دل میں گزاریں تو ہرگز نہ گزرے۔ جب تک کام اس درجے تک نہ پہنچے دل کی سلامتی محال ہے۔ آج کل یہ نسبت کوہ قاف کے عنقا کی طرح نایاب ہے بلکہ اگر بیان کی جائے تو کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور نہ کوئی اس کا یقین کرتا ہے۔ شعر

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

وَ لِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ مبارک منعموں کو مال و دولت — مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اس سے زیادہ کیا لکھا جاوے۔ وَالسَّلام اولاً و آخراً

## مکتوب (۸۳)

ظاہر و باطن کی جمعیت کو شریعت و حقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ترغیب دینے میں بہادر خان کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے طفیل مختلف تعلقات سے نجات بخش کر بالکل اپنی جناب کا گرفتار کرے۔

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است — گر شکر خوردن بود جان کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے

شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

ظاہر کو شریعت روشن سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق جل شانہ کے ساتھ رکھنا بڑا کام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے۔ دیکھئے کس نیک بخت کو ان دو بڑی نعمتوں سے مشرف فرماتے ہیں۔ آج ان دونوں نسبتوں کا جمع کرنا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت کرنا بھی بہت مشکل ہے اور سرخ گندھک یعنی اکسیر سے زیادہ نایاب ہے۔ حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے سید اولین و آخرین ﷺ کی متابعت پر ظاہری باطنی استقامت عطا فرمائے۔

# مکتوب (۸۴)

اس بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور اور مرتبہ حق الیقین تک پہنچنے کی علامت اس مقام کے معارف کا علوم و معارف شریعہ کے ساتھ مطابق ہونا ہے اور اس کے مناسب بیان میں سید احمد قادری کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ شریعت کے راستہ پر استقامت بخشے اور ہماری ساری ہمت کو اپنی پاک جناب کی طرف پھیر کر ہم کو پورے طور پر اپنے آپ سے فانی کر دے اور بالکل اپنے ماسوائے سے ہٹا لے۔ بحرمت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین جو میلان چشم سے پاک ہیں۔

از ہر چہ میر دو سخن دوست خوش تر است

ترجمہ: جو یار کا سخن ہے وہ سب سے عجیب ہے

جو کچھ کہ دوست کی نسبت کہا جاتا ہے اگرچہ اس کا سخن نہیں ہے لیکن جب اس کلام کو خدائے تعالیٰ کی جناب کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت ثابت ہے تو اس نسبت کو غنیمت جان کر اس بارہ میں جرأت اور زبان درازی کرتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ شریعت اور حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال اور غیبت و شہادت اور تعمل و عدم تعمل کا ہے۔ وہ احکام و علوم جو شریعت روشن کے موافق ظاہر اور معلوم ہوئے ہیں۔ حق الیقین کی حقیقت ثابت ہونے کے بعد یہی احکام و علوم بعینہ تفصیل کے طور پر منکشف ہو جاتے ہیں اور غیب سے شہادت میں آ جاتے ہیں اور کسب کا تکلف اور عمل کی بناوٹ درمیان سے اٹھ جاتی ہیں اور حق الیقین کی حقیقت تک پہنچنے کی علامت اس مقام کے علوم و معارف کا شرعی علوم معارف کے ساتھ مطابق ہونا ہے اور اگر بال بھر بھی مخالفت ہو تو حق الیقین کی حقیقت تک نہ پہنچنے کی دلیل ہے۔ اور مشائخ طریقت میں سے جس کسی سے علم و عمل میں خلاف شریعت صادر ہوا ہے۔ وہ سکر وقت پر مبنی ہے اور سکر وقت اثنائے راہ میں واقع ہوتا ہے نہایت النہایت کے منتہیوں کو سب صحو اور ہوشیاری ہے اور وقت ان کا مغلوب ہے اور حال و مقال ان کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کمال کے تابع

صوفی ابن الوقت آمد در مثال لیک صافی فارغ است از وقت وحال

ترجمہ: صوفی وقت وحال کا پابند ہے لیک صافی ہر گھڑی خود سند ہے

پس ثابت ہوا کہ خلاف شریعت کا صادر ہونا حقیقت کار تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔ بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ شریعت حقیقت کی پوست ہے اور حقیقت شریعت کا مغز۔ یہ عبارت اگرچہ اس کلام کے بولنے والے کی بے استقامتی ظاہر کرتی ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مجمل کو مفصل کے ساتھ وہ نسبت ہے جو مغز کو پوست کے ساتھ ہے اور استدلال کشف کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا مغز کے مقابلہ میں پوست۔ لیکن مستقیم الاحوال بزرگوار اس قسم کی موہومی عبارات کا لانا پسند نہیں کرتے اور اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کے سوا اور فرق نہیں بتلاتے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہ سے سوال کیا کہ وہ سیر وسلوک سے مقصود کیا ہے تو فرمایا ہے معرفت اجمالی تفصیلی ہو جائے اور استدلالی کشفی بن جائے۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہُ الثَّبَاتَ وَالْاِسْتِقَامَۃَ عَلَی الشَّرِیْعَۃِ عِلْماً وَ عَمَلاً صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہُ عَلٰی صَاحِبِھَا اللہ تعالیٰ ہم کو شریعت پر علمی اور عملی طور پر استقامت بخشے۔ باقی تکلیف یہ ہے کہ حامل رقیمہ دعا شیخ مصطفیٰ شریحی قاضی شریح کی نسل سے ہے۔ اس کے باپ دادا بڑے بزرگ تھے اور وظائف اور وجہ معاش بہت رکھتے تھے۔ سندیں اور پروانے جمع کر کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے گزارے کے اسباب کے نہ ہونے سے تنگ ہے۔ اس کے حال پر اس طرح توجہ فرمائیں کہ اس کی جمعیت کے حاصل ہونے کا سبب ہو جائے اور بے قراری اور پراگندی سے نجات پائے۔ زیادہ کیا تکلیف ہے۔

## مکتوب (۸۵)

اعمال صالحہ کے بجالانے خاص کر نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں مرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا:

وَفَّقَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہُ لِمَرْضِیَّاتِہٖ حق تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات کو توفیق دے۔ آدمی کیلئے جس طرح اعتقادوں کا درست کرنا ضروری ہے ویسے ہی اعمال صالحہ کا بجالانا ضروری ہے اور سب عبادتوں سے جامع اور سب طاعتوں سے زیادہ مقرب نماز کا ادا کرنا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَ مَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو ترک کیا اس نے دین کو گرا دیا جس کسی کو ہمیشہ کیلئے نماز کے ادا کرنے کی توفیق بخشیں اس کو برائیوں اور بے حیائیوں سے ہٹا رکھتے ہیں۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ اسی بات کی مؤید ہے اور جو نماز ایسی نہیں ہے وہ صرف صورت نماز کی ہے جس میں حقیقت کچھ نہیں۔ لیکن حقیقت کے حاصل ہونے تک صورت کو بھی نہ چھوڑنا چاہئے۔ مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ وہ اکرم الاکرمین اگر صورت حقیقت کے ساتھ اعتبار کر لے تو اس سے کچھ دور نہیں۔

پس آپ پر واجب ہے کہ ہمیشہ نماز کو جماعت کے ساتھ خشوع اور خضوع سے ادا کریں کیونکہ نجات اور خلاصی کا یہی سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ۔ تحقیق خلاصی پائی ان لوگوں نے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔

بہادری وہی ہے جو خطرے کے وقت کی جائے سپاہی دشمن پر غلبہ کے وقت اگر تھوڑا بھی تردد کرتے ہیں تو بڑا اعتبار پیدا کرتا ہے۔ جوانوں کی نیکی بھی اسی واسطے زیادہ اعتبار رکھتی ہے کہ باوجود غلبہ شہوت نفسانی کے اپنے آپ کو نیک کام میں لگایا ہے۔ اصحاب کہف نے اس قدر بزرگی صرف ایک ہی عمل یعنی دین کے مخالفوں سے ہجرت کے باعث حاصل کی اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے۔ عِبَادَۃٌ فِی الْھَرْجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ ہرج میں عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنا ہے۔ پس منافی حقیقت میں عین باعث ہے اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

فرزندی شیخ بہاؤ الدین کو فقرا کی صحبت پسند نہیں آتی دولت مندوں اور مالداروں کی طرف مائل ہے اور ان میں ملا جلا رہتا ہے اور نہیں جانتا کہ ان کی حجت زہر قاتل ہے اور ان کے چرب لقمے سیاہی بڑھانے والے ہیں ان سے بچیو بچیو۔

حدیث صحیح میں وارد ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِیٍّ لِغِنَائِہٖ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ فَوَیْلٌ لِّمَنْ تَوَاضَعَھُمْ لِغِنَائِھِمْ جس نے کسی دولت مند کی اس کی دولت کے باعث تواضع کی اس کے دین کے دو حصے چلے گئے پس ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جس نے ان کی دولت مندی کے سبب تواضع کی اللہ تعالیٰ ان سے بچنے کی توفیق بخشے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۸۶)

ماسوائے حق سے دل کو سلامت رکھنے کے بیان میں پرگنہ جرک کے کسی حاکم کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے طفیل حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائے جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے ماسوائے حق کی گرفتاری سے دل کا سلامت رکھنا ہے اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی غیر کا دل پر گزر نہ رہے۔ اگر بالفرض ہزار سال تک زندہ رہیں تو بھی اس نسیان کے باعث جو دل کو ماسوائے حق سے حاصل ہوا ہے۔ دل پر غیر کا گزر نہ ہو

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

ملاقات کے وقت از روئے کرم کے آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی مہم یا ضروری کام پیش آ جائے تو لکھنا اس لئے تکلیف دی جاتی ہے کہ شیخ عبداللہ صوفی نیک آدمی ہے بعض ضروریات کے باعث قرض دار ہو گیا ہے امید ہے کہ قرض چھڑانے میں اس کی مدد فرمائیں گے۔ والسلام

## مکتوب (۸۷)

اس بیان میں کہ اس سے بڑھ کر کونسی سعادت ہے کہ خدائے تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کر لیں۔ پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے۔

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَثَبَّتَكُمْ عَلٰى جَادَّةِ الشَّرِيْعَةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حق تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور شریعت کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔ میاں شیخ مزمل کا آنا آپ کے خاندان کے لئے مبارک ہے ان کی صحبت کی برکتوں کا کیا بیان ہو سکے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہے کہ خدائے تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کر لیں چہ جائیکہ محبت اور قربت سے ممتاز فرمائیں۔ هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔

غرض ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور صحبت کے آداب کو مدنظر رکھیں۔ تاکہ زیادہ موثر ہو زیادہ کیا لکھے۔ اوّل و آخر سلام ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۸۸)

اس بیان میں کہ اس سے بڑھ کراور کونسی نعمت ہے کہ کسی شخص نے ایمان وصلاح کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کیا ہواور جوانی میں اس پر خوف غالب ہواور بڑھاپے میں امیدورجا پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے۔

یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ کوئی شخص ایمان اور نیکی کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کرلے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ مَنْ شَابَ شَیْبَةً فِی الْاِسْلَامِ غُفِرَلَهٗ جو اسلام میں بوڑھا ہوا وہ بخشا جائے گا امید کی جانب کو ترجیح دیں اور معرفت کا ظن غالب رکھیں کہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے اور پیری میں رجا زیادہ غالب چاہئے۔ والسلام اولاً وآخراً۔

# مکتوب (۸۹)

ماتم پرسی کے بارے میں مرزا علی جان کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ شریعت پراستہ پر استقامت بخشے۔ آدمی کو کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر نفس موت کا مزا چکھنے والا ہے) کے موافق موت سے چارہ نہیں ہے۔ پس وہ شخص کتنا ہی مبارک ہے جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے نیک عمل بہت ہوئے یہی موت ہے جس سے مشتاقوں کو تسلی دیتے ہیں اور اس کو ایک دوست کا دوسرے دوست کے پاس پہنچنے کا وسیلہ بناتے ہیں۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیدار کو چاہتا ہے تو اللہ کا وعدہ آنے والا ہے۔ ہاں پیچھے رہنے والوں اور گرفتاروں کا حال مطلب یافتہ اور آزادوں کی حضور کی دولت کے بغیر خراب وابتر ہے۔ آپ کے ولی نعمت مرحوم کا وجود اس وقت بہت غنیمت تھا۔ اب آپ پر لازم ہے کہ احسان کے بدلے احسان کریں اور دعا وصدقہ سے ہر گھڑی ان کی مدد کریں۔ فَاِنَّ الْمَيِّتَ كَالْغَرِيْقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ صَدِيْقٍ کیونکہ میت غریق کی طرح ہوتی ہے اور دعا کی منتظر رہتی ہے جو اسے باپ یا ماں یا دوست کی طرف سے آئے اور نیز چاہئے کہ ان کے مرنے سے اپنی موت کی عبرت پکڑیں اور ہمہ تن اپنے آپ کو خدا کی مرضیات کے سپرد کردیں اور دنیا کی زندگانی کو دھوکے اور فریب کا اسباب سمجھیں اگر دنیاوی عیش وآرام کا کچھ بھی اعتبار ہوتا تو کفار بدکار کو بال بھر بھی نہ دیتے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمُ الْاِعْرَاضَ عَمَّا سِوَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَالْاِقْبَالَ اِلٰى جَنَابِ قُدْسِهٖ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَعَلَيْهِمْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے ماسوائے سے ہٹالے اور اپنی طرف متوجہ کر لے۔ والسلام اولاً وآخراً۔

# مکتوب (۹۰)

اس بات پر ترغیب دینے میں کہ ہمہ تن حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طبقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ ہے خواجہ قاسم کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو میلان چشم سے پاک ہیں دنیا کمینی کو آپ کی نظر بلند ہمت میں خوار و بے اعتبار کر کے آخرت کے حسن و جمال کو باطن کے آئینہ میں جلوہ گر اور آراستہ فرمائے۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ مع نفیس تحفوں کے وصول ہوا۔ آپ نے بڑا اکرم کیا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ وہ نصیحت جو محبوں اور دوستوں کو کی جاتی ہے۔ سب یہی ہے کہ پورے طور پر خدائے تعالیٰ کی طرف توجہ میسر ہو جائے اور ماسوائے حق سے روگردانی حاصل ہو جائے۔

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ

آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طریقہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ ہے بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس قدر حاصل نہیں ہوتا جو ان بزرگواروں کی ایک ہی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں نہایت ابتداء میں درج ہے پہلی صحبت میں وہ کچھ بخش دیتے ہیں جو دوسرے طریقہ کے منتہیوں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے اور ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے ان کو خیر البشر ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں وہ کمالات حاصل ہو جاتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں شاید ہی میسر ہوں اور یہی ابتداء میں انتہا کے درج ہونے کا طریق ہے۔ پس آپ پر ان بزرگواروں کی محبت واجب ہے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو آپ پر اور اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۹۱)

اس بیان میں کہ عقائد کی درستی اور نیک عملوں کا بجالانا دونوں عالم قدس کی طرف اڑنے کے لئے پر ہیں اور شریعت کے اعمال اور حقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا پاک اور دل کا صاف کرنا ہے۔ شیخ کبیر کی طرف لکھا ہے۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰی مُتَابَعَةِ السُّنَّتِ السُّنِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری پر استقامت عطا فرمائے۔

اصل مطلب یہ ہے کہ اول فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے علماء کی رائے کے موافق عقائد کو درست کرنا چاہئے پھر احکام فقریہ کے موافق علم وعمل حاصل کرنا چاہئے ان دو اعتقادی وعملی پروں کے حاصل کرنے کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کا ارادہ کرنا چاہئے۔

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

شریعت کے اعمال اور طریقت وحقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا پاک کرنا اور دل کا صاف کرنا جب تک نفس پاک اور دل تندرست نہ ہو جائے ایمان حقیقی جس پر نجات کا مدار ہے حاصل نہیں ہوتا اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ حق تعالیٰ کا غیر ہرگز دل پر نہ گزرے۔ اگر ہزار سال گزر جائیں تو بھی دل میں غیر کا گزر نہ ہو کیونکہ اس وقت دل کو نسیان ماسوائے پورے طور پر حاصل ہوا ہے اور اگر تکلیف سے بھی اس کو یاد دلائیں تو یاد نہ کرے یہ حالت فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے۔ وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ اور اس کے سوا بے فائدہ تکلیف ہے۔ والسلام والاکرام اولاً وآخراً۔

# مکتوب (۹۲)

اس بیان میں کہ دل کا اطمینان ذکر پر منحصر ہے نہ نظر اور استدلال پر شیخ کبیر کی طرف لکھا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلَی الشَّرِیْعَةِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفویہ ﷺ پر ثابت قدم رکھے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان حاصل کرتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دل کے اطمینان کا طریق اللہ کا ذکر ہے نہ نظر و استدلال

پائے استد لالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ترجمہ: چوب کے پاؤں ہیں استدلال کے　　ایسے پاؤں کب ہیں استقلال کے

کیونکہ ذکر میں حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت حاصل ہو جاتی ہے اگر چہ ذاکر اس پاک جناب کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن ذاکر و مذکور کے درمیان ایک قسم کا علاقہ پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب ہو جاتا ہے اور جب محبت غالب ہوگئی تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں۔ جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ گیا تو ہمیشہ کی دولت حاصل ہوگئی۔

ذکر گو تا ترا جان است　　پاک کئے دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: ذکر کر ذکر جب تلک جاں ہے　　دل کی پاکی یہ ذکر رحماں ہے

والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب (۹۳)

اس بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ سکندر خاں لودی کی طرف لکھا ہے۔

پنج وقتی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے اور سنت مؤکدہ کو بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہئے اور اس کے سوا کسی چیز میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔ یعنی کھانے، سونے اور آنے جانے میں غافل نہ ہونا چاہئے۔ ذکر کا طریق آپ کو سکھلایا ہوا ہے۔ اسی طریق پر استعمال کریں اور اگر جمعیت میں فتور معلوم کریں تو پہلے فتور کا باعث دریافت کرنا چاہئے اور پھر اس کوتاہی کا تدارک کرنا چاہئے اور بڑی عاجزی اور زاری سے حق تعالیٰ کی جناب کی طرف متوجہ ہو کر اس ظلمت کے دور ہونے کی دعا مانگنی چاہئے اور جس شیخ سے ذکر سیکھا ہے اسی کو وسیلہ بنانا چاہئے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُیَسِّرُ کُلَّ عَسِیْرٍ حق تعالیٰ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے۔

والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۹۴)

اس بیان میں کہ آدمی کو عقائد کی درستی اور اعمال صالحہ کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے تاکہ ان دو پروں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف اڑے۔ خضر خاں لودی کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ شریعت مصطفیٰ ﷺ کے راستہ پر استقامت فرمائے جو کچھ ضروری ہے یہ ہے کہ اوّل فرقہ ناجیہ اہلسنّت و جماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں اور پھر احکام فقہی از قسم فرض وسنت وواجب ومستحب وحلال وحرام ومکروہ مشتبہ جاننے کے بعد ان کے موافق عمل بجالائیں جب یہ اعتقادی اور عملی دو پر حاصل ہوگئے اور خداوند تعالیٰ کی توفیق نے مدد کی تو عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکتے ہیں ورنہ ان دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بغیر عالم حقیقت تک پہنچنا محال ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

ترجمہ: اطاعت نہ ہو جب تک مصطفیٰ کی — کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَتِہٖ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب (۹۵)

اس بیان میں کہ آدمی نسخہ جامع ہے اور اس کا دل بھی جامعیت کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے اور بعض مشائخ کے اقوال جو مرتبہ سکر میں دل کی وسعت وغیرہ میں ظاہر ہوئے ہیں وہ مختلف توجیہوں پر محمول ہیں اور اس بیان میں کہ صحو افضل ہے سکر سے اور اس کے مناسب بیان میں سید احمد بجواڑی کی طرف لکھا ہے۔

انسان نسخہ جامع ہے جو کچھ تمام موجودات میں ہے انسان میں تنہا ثابت ہے لیکن عالم امکان سے بطریق حقیقت کے اور مرتبہ وجوب سے بطور صورت کے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور قلب انسان بھی اسی جامعیت پر پیدا کیا گیا ہے کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے وہ سب کچھ تنہا قلب میں ہے اسی واسطے اس کو حقیقت جامعہ کہتے ہیں اور اسی جامعیت کے باعث بعض مشائخ نے قلب کی وسعت سے ایسی خبر دی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کہ اگر عرش اور مافیہا عارف کے دل کے گوشہ میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو کیونکہ قلب عناصر اور افلاک اور عرش وکرسی وعقل ونفس کا جامع ہے اور مکانی اور لامکانی کو شامل ہے پس لامکانیت سے شامل ہونے کے باعث قلب میں عرش ومافیہا کا کچھ مقدار نہ ہوگا کیونکہ عرش اور مافیہا باوجود وسعت کے دائرہ مکان میں داخل ہے اور مکانی اگرچہ وسیع ہے لیکن لامکانی کے مقابلہ میں بہت تنگ ہے اور کچھ مقدار نہیں رکھتا لیکن مشائخ میں سے اصحاب صحو قدس سرہم جانتے ہیں کہ یہ حکم سکر پر مبنی ہے اور شے کی حقیقت اور اس کے نمونہ کے درمیان تمیز نہ کرنے پر محمول ہے۔

عرش مجید جو ظہور تام کا محل ہے اس سے بہت بلند ہے کہ تنگ قلب میں سما سکے۔ جو کچھ دل میں عرش کی نسبت ظاہر ہوتا ہے وہ عرش کا نمونہ ہے نہ کہ عرش کی حقیقت اور کچھ شک نہیں کہ وہ نمونہ دل کے مقابلہ میں جو بے شمار نمونوں کا جامع ہے کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ وہ آئینہ کہ جس میں اس قدر بڑا آسمان مع دوسری اشیاء کے دکھائی دیتا ہے نہیں کہہ سکتے کہ آسمان سے وسیع ہے ہاں آسمان کا نمونہ جو آئینہ میں ہے آئینہ کے مقابلہ میں چھوٹا ہے۔ نہ آسمان کی حقیقت۔ یہ بحث اس مثال سے روشن ہو جاتی ہے۔ مثلاً انسان میں کرۂ خاک کا نمونہ پوشیدہ ہے تو انسان کی جامعیت پر نظر کر کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کا وجود کرۂ خاک سے زیادہ وسیع ہے بلکہ انسان کا وجود کرۂ خاک کے مقابلہ میں ایک حقیر شے کے سوا کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ بلکہ حقیر شے کے نمونہ کو شے جان کر یہ حکم وقوع میں آتا ہے اور اسی قسم سے ہے بعض مشائخ کا کلام جو انہوں نے غلبہ سکر میں کہا ہے کہ جامعیت محمدی ﷺ جامعیت الٰہی سے زیادہ جامع ہے جب حضرت محمد ﷺ کو امکان و وجوب کی حقیقت جامع جانتے ہیں تو اس لئے حکم کرتے ہیں کہ محمد کی جامعیت اللہ جل شانہ کی جامعیت سے زیادہ ہے یہاں بھی صورت کو حقیقت تصور کر کے حکم کیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ مرتبہ وجوب کی صورت کے جامع ہیں نہ کہ حقیقت وجوب کے اور اللہ تعالیٰ حقیقی واجب الوجود ہے اگر وجوب کی حقیقت اور اس کی صورت کے درمیان تمیز کرتے تو ایسا حکم نہ کرتے۔ اس قسم کے سکریہ احکام سے اللہ کی پناہ۔ محمد ایک بندہ محدود اور متناہی ہے اور حق تعالیٰ غیر محدود اور نامتناہی۔

جاننا چاہئے کہ جو کچھ احکام سکریہ سے ہے مقام ولایت سے ہے اور جو کچھ صحو سے ہے وہ مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی تابعداری کے طور پر صحو کے باعث اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔

بسطامیہ سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں اسی واسطے شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ کہتے ہیں کہ لِوائی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا حضرت محمد ﷺ کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا جانتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا اور ولایت کے جھنڈے کو جو سکر کی طرف توجہ رکھتا ہے نبوت کے جھنڈے پر جو صحو سے متعلق ہے ترجیح دیتے ہیں۔

اور اسی قسم سے ہے بعض کا کلام جو انہوں نے کہا ہے کہ اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ جانتے ہیں کہ ولایت میں حق کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور نبوت میں خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ خلق کی طرف منہ کرنے سے حق کی طرف منہ کرنا افضل ہے۔

بعضوں نے اس بات کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے لیکن فقیر کے نزدیک اس قسم کی باتیں بے ہودہ معلوم ہوتی ہیں کیونکہ نبوت میں صرف خلق کی طرف ہی توجہ نہیں ہوتی بلکہ اس توجہ کے ساتھ خالق کی طرف بھی توجہ رکھتا ہے یعنی اس کا باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کے ساتھ ہوتا ہے اور جس کی سب توجہ خلق ہی کی طرف ہے وہ بد بخت ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام موجودات میں سے بہتر ہیں اور سب سے بہتر دولت انہی کے نصیب ہوئی ہے اور ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے۔ پس نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی۔

پس صحو افضل ہے سکر سے کیونکہ صحو میں سکر مندرج ہے جیسے نبوت میں ولایت درج ہے صحو تنہا جو عوام الناس کو حاصل ہے وہ بحث سے خارج ہے۔ اس صحو پر سکر کو ترجیح دینا کچھ معنی نہیں رکھتا اور وہ جس میں سکر شامل ہے بے شک سکر سے افضل ہے۔

علوم شرعیہ جن کا مصدر مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے اور ان علوم کے مخالف جو کچھ ہو وہ سکر ہے اور سکر والا شخص معذور ہے تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں نہ سکر کے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی تَقْلِیْدِ الْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّۃِ عَلٰی مَصْدَرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ حق تعالیٰ ہم کو علوم شریعہ کی تقلید پر ثابت قدم رکھے اور ان علوم کے مصدر یعنی آنحضرت ﷺ پر درود اور سلام ہو اور خدائے تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

اور یہ حدیث قدسی میں وارد ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ۔ زمین وآسمان میں میں نہیں سما سکتا لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں۔

مراد اس گنجائش سے مرتبہ وجوب کی صورت ہے نہ حقیقت۔ کیونکہ حلول وہاں محال ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پس ظاہر ہوا کہ قلب کا لامکانیت کو شامل ہونا لامکانیت کی صورت کے اعتبار سے ہے نہ اس کی حقیقت کے اعتبار سے تا کہ عرش و مافیہا کا کچھ مقدار نہ ہو۔ یہ حکم لامکانیت کی حقیقت سے مخصوص ہے۔

## مکتوب (۹۶)

تسویف اور تاخیر سے منع کرنے اور جھڑکنے اور شریعت کی متابعت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں محمد شریف کی صادر فرمایا ہے۔

اے فرزند! آج فرصت کا وقت ہے اور جمعیت کے اسباب سب مہیا ہیں تو قف اور تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ بہتر وقت کو جو جوانی کا وقت ہے بہتر عملوں میں جو مولیٰ کی اطاعت وعبادت ہے صرف کرنا چاہئے اور محرمات و مشتبہات سے بچ کر پنج وقتی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے نصاب کے ہونے پر زکوٰۃ کا ادا کرنا ضروریات اسلام سے ہے۔ اس کو بھی رغبت اور منت سے ادا کرنا چاہئے۔ حق تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے تمام دن رات میں پنج وقت عبادت کے لئے مقرر کئے ہیں اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چار پاؤں سے چالیسواں حصہ تحقیقاً اور تقریباً فقراء کے لئے مقرر فرمایا ہے اور مباحات خرچوں کا میدان فراخ کر دیا ہے تو پھر کس قدر ناانصافی ہے کہ دن رات کی ساٹھ گھڑیوں میں سے دو گھڑی بھی حق تعالیٰ کی بندگی میں صرف نہ ہوں اور چالیس حصوں میں سے ایک حصہ بھی فقراء کو ادا نہ کیا جائے اور مباحات کے وسیع دائرہ سے نکل کر محرمات اور مشتبہات میں جا پڑیں جوانی کے وقت جبکہ نفس امارہ اور شیطان لعین کا غلبہ ہے تھوڑے عمل کو بہت سے اجر کے عوض قبول کرتے ہیں اور جبکہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جائیں گے اور حواس اور قوتیں سست ہو جائیں گی اور جمعیت کے اسباب پراگندہ ہو جائیں گے تو سوائے ندامت و پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور ممکن ہے کہ کل تک مہلت نہ دیں اور ندامت و پشیمانی کا موقع بھی جو ایک قسم کی توبہ ہے ہاتھ نہ آئے اور ہمیشہ کا عذاب جس کی نسبت پیغمبر صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے اور گنہگاروں کو اس سے ڈرایا ہے۔ در پیش ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ آج شیطان خدا کے کرم پر مغرور کر کے سستی میں ڈالتا ہے اور اس لی عفو کا بہانہ بنا کر گناہ کرنے پہ آمادہ کرتا ہے۔

جاننا چاہے کہ دنیا آزمائش اور ابتلا کا مقام ہے اس میں دشمن و دوست دونوں کا ملایا ہوا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا ہے۔ وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ کُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت نے سب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چیزوں کو گھیر لیا ہے) اسی بات پر شامل ہے۔ لیکن قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (اے مجرمو آج الگ ہو جاؤ) اسی مضمون کی خبر دیتی ہے۔ اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام ڈالیں گے اور دشمنوں کو محروم مطلق اور لعنت کا مستحق فرمائیں گے۔ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور میری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں) اسی مطلب کا گواہ ہے۔ یعنی میں رحمت کو ان لوگوں کے لئے ثابت کروں گا جو کفر و معاصی سے بچتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ پس کرم و رحمت آخرت میں نیکوکار اور پرہیزگار مسلمانوں کے لئے ہاں مطلق اہل اسلام کے لئے بھی خاتمہ بالخیر ہونے پر رحمت کا کچھ حصہ ہے اگرچہ بے شمار زمانوں کے بعد دوزخ کے عذاب سے نجات پائیں۔ یقیناً گناہوں کی سیاہی اور آسمانی نازل ہوئے ہوئے احکام کی پرواہ نہ کرنا ایمان کو سلامت لے جانے دیتا ہے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر تک لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم | کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غمِ دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے مشفق
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

حق تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کے طفیل اپنی مرضیات و پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا مولانا اسحاق فقیر کا مخلص اور آشنا ہے اور قدیم سے ہمسائیگی کا حق بھی رکھتا ہے اگر مدد و اعانت طلب کرے تو اس کے حال پر توجہ فرمائیں۔ مشار الیہ فن کتابت اور انشاء میں اچھی مہارت رکھتا ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۹۷)

اس بیان میں کہ عبادات مامورہ سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ شیخ درویش کی طرف لکھا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے طفیل ہم مفلسوں کو حقیقت ایمان سے مشرف فرمائے جس طرح انسانی پیدائش سے عبادت مامورہ کا ادا کرنا مقصود ہے ویسا ہی عبادت مامورہ کے ادا کرنے سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے جو ایمان کی حقیقت ہے۔ ممکن ہے کہ آیت کریمہ وَاعْبُدْ

https://ataunnabi.blogspot.com/
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ربک حتی یاتیک الیقین (اور اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو موت آئے) میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کلمہ حتی جس طرح نہایت وغایت کے لئے آتا ہے۔ سببیت اور علیت کے لئے بھی آتا ہے۔ یعنی لاجل ان یاتیک الیقین۔ گویا وہ ایمان جو عبادت کے ادا کرنے سے پہلے ہے وہ صرف ایمان کی صورت ہی صورت ہے نہ کہ ایمان کی حقیقت جس کی تعبیر یقین سے کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا امنوا ای الذین امنوا صورۃ امنوا باداء الوظائف المامورۃ اے ایمان والو پھر ایمان لاؤ یعنی اے لوگو جو ظاہر ایمان لائے ہو وظائف مامورہ کے ادا کرنے پر ایمان لاؤ اور فناو بقاء سے کہ جس کے حاصل ہونے سے مراد ولایت ہے۔ صرف یہی یقین مقصود ہے اور اگر فنافی اللہ اور بقا باللہ سے کچھ اور معنی مراد لیں جن سے حالیت اور محلیت یعنی حلول کا وہم پڑتا ہو تو عین الحاد اور زندقہ ہے غلبہ حال اور سکر میں ایسی ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جن سے آخر گزرنا پڑتا ہے اور توبہ کرنی پڑتی ہے۔

ابراہیم بن شیبان جو مشائخ طبقات قدس سرہم میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ فناو بقا کا علم وحدانیت کے اخلاص اور عبودیت کی صحت کے گرد پھرتا ہے اور اس کے سوا مغالطہ اور زندقہ ہے اور بے شک سچ فرماتے ہیں اور یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتی ہے فنافی اللہ خدائے تعالیٰ کی مرضیات میں فانی ہونے سے مراد ہے اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ اسی قیاس پر ہیں۔

اور دوسری یہ تکلیف دیتا ہے کہ نیک کردار میاں اللہ بخش صلاح وتقویٰ وفضیلت سے آراستہ ہیں اور بہت سے لوگ ان کے متعلق ہیں اگر کسی امر میں مدد طلب کریں تو امید ہے کہ ان کے حال پر توجہ فرمائیں گے۔ والسلام علیکم وعلی من اتبع الھدیٰ آپ پر اور ہدایت یافتہ لوگوں پر سلام ہو۔

## مکتوب (۹۸)

نرمی کرنے کی ترغیب دینے اور سختی کو ترک کرنے کے بیان میں اور اس کے مناسب احادیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے لکھنے میں شیخ زکریا کے بیٹے عبدالقادر کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ مرکز عدالت پر استقامت بخشے۔ نبی ﷺ کی چند حدیثیں جو وعظ ونصیحت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں لکھی جاتی ہیں حق تعالیٰ ان کے موافق عمل نصیب کرے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَالَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاہُ (رواہ مسلم.)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ رفیق ہے نرمی دوست رکھتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ دیتا ہے جو سختی اور اس کے سوا اور چیز پر نہیں دیتا۔

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے قال لعائشة علیک بالرفق وایاک والعنف والفحش ان الرفق لا یکون فی شیء الا زانه ولا ینزع من شیء الا شانه.

آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کو فرمایا نرمی کو لازم پکڑ اور درشت خوئی اور بکواس سے بچ کیونکہ نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکل جائے اس کو عیب ناک کر دیتی ہے۔

وَقَالَ اَیْضاً عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ یُحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمُ الْخَیْرَ جو نرمی سے محروم رہا وہ سب نیکی سے محروم رہا۔

وَقَالَ اَیْضاً عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اِخْلَاقاً تم میں سے زیادہ اچھا میرے نزدیک وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔

اور نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَنْ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ جس کو نرمی کا کچھ حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصہ مل گیا۔

اور نیز حضور ﷺ نے فرمایا ہے: اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَیُحَرَّمُ النَّارُ عَلَیْہِ عَلٰی کُلِّ ہَیِّنٍ لَیِّنٍ قَرِیْبٍ سَہْلٍ اَلْمُؤْمِنُوْنَ ہَیِّنُوْنَ لَیِّنُوْنَ کَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِیْدَ اِنْقَادَ وَاِنِ اسْتُنِیْخَ عَلٰی صَخْرَۃٍ اِسْتَنَاخَ مَنْ کَظَمَ غَیْظاً وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یُّنْفِذَہٗ دَعَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رُؤْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ فِیْ اَیِّ الْحُوْرَاءِ شَاءَ.

حیا ایمان سے ہے اور اہل ایمان جنت میں ہے اور بکواس جفا سے ہے اور جفا دوزخ میں ہے اور اللہ تعالیٰ بے حیا بکواسی کو دشمن جانتا ہے کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ آگ دوزخ کی کس پر حرام ہے۔ ہر ایک نرم اور متواضع قریب سہل پر۔ مومن سب نرم اور تواضع کرنے والے ہیں۔ ناک میں مہار ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح۔ اگر اس کو ہانکا جائے تو چل پڑے اور اگر اس کو پتھر پر بٹھائیں تو بیٹھ جائے جس نے غصہ کو پی لیا اور حالانکہ وہ اس کے جاری کرنے پر قابو رکھتا ہے اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سب خلقت کے سامنے بلائے گا تا کہ اس کو اختیار دے کہ جس حور کو چاہتا ہے پسند کر لے۔

وَاِنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ الْجَنَّۃِ کُلُّ ضَعِیْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ النَّارِ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَکْبِرٍ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ۔

ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت کریں آپ نے فرمایا غصہ مت کیا کر۔ اس نے پھر عرض کی پھر بھی آپ نے فرمایا غصہ مت کیا کر۔ کیا میں آپ کو اہل جنت کی نسبت خبر نہ دوں، وہ ضعیف اور عاجز ہے کہ اگر اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم کو سچا کر دے اور میں کیا تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں وہ سرکش اکڑنے والا متکبر ہے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے۔ پس اگر اس کا غصہ دور ہو گیا تو بہتر ورنہ اسے چاہئے کہ لیٹ جائے کیونکہ غضب ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جیسا مصبر شہد کو بگاڑ دیتا ہے جس نے اللہ کے لئے تواضع کی اس کو اللہ بلند کرتا ہے پس وہ اپنے نفس میں حقیر اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہوتا ہے اور جس نے تکبر کیا اللہ اس کو پست کرتا ہے۔ پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر اور اپنے نفس میں بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے بھی زیادہ خفیف ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ بن عمران علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی یا رب تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک زیادہ عزیز کون ہے۔ فرمایا وہ شخص جو باوجود قادر ہونے کے معاف کر دے۔

وَقَالَ اَیْضًا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ مَنْ خَزَنَ لِسَانَہٗ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنِ اعْتَذَرَ قَبِلَ اللّٰہُ تَعَالٰی عُذْرَہٗ۔

جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالیٰ اس کی شرم گاہ کو ڈھانپتا ہے اور جس نے غصہ کو روکا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کا عذاب اس سے روک لے گا اور جس نے عذر قبول کیا اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول کرے گا۔

وَقَالَ اَیْضًا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ کَانَتْ لَہٗ لِاَخِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اَوْ شَیْءٍ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَايَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدْرِهٖ مَظْلَمَتِهٖ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔

جس شخص پر کسی اپنے بھائی کا کوئی مالی یا اور کوئی حق ہے تو اسے چاہئے کہ آج ہی اس سے معاف کرالے۔ پیشتر اس سے کہ اس کے پاس کوئی درہم و دینار نہ ہوگا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے حق میں موافق لیا جائے گا اور اگر کوئی نیکی نہ ہوگی تو صاحب حق کی برائیاں لے کر اس کی برائیوں میں اور زیادہ کی جائیں گی۔

وَقَالَ اَيْضاً عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَدْرُوْنَ مَالْمُفْلِسُ قَالُو الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ الْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَ زَكٰوةٍ وَ يَاْتِيْ قَدْشَتَمَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔

نبی ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے یاروں نے عرض کی ہم میں وہ مفلس ہے جس کے پاس درہم واسباب کچھ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوۃ سب کچھ کر کے آئے اور ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہے اور کسی کا مال کھایا ہے اور کسی کو تہمت لگائی ہے اور کسی کا خون گرایا ہے اور کسی کو مارا ہے پس ان نیکیوں میں سے ہر ایک کو دی جائیں گی۔ پس اگر حق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو حق داروں کے قصور لے کر اس کے گناہوں میں اور زیادہ کئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ میری طرف کچھ لکھ کہ جس میں مجھے وصیت کرے لیکن بہت نہ ہو مختصر ہو پس انہوں نے یہ لکھا۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آپ پر سلام ہو اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص لوگوں کے غصہ کے مقابلہ میں اللہ کی رضامندی چاہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی تکلیف سے بچائے رکھتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے اور جس شخص نے اللہ کی ناراضگی کے مقابلہ میں لوگوں کی رضامندی چاہی۔ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے اور تجھ پر سلام ہو۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے جو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ والسلام۔

یہ حدیثیں اگرچہ بغیر ترجمہ کے لکھی گئی ہیں لیکن شیخ جیو کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے معنی سمجھ لیں اور کوشش کریں کہ ان کے موافق عمل نصیب ہو جائے دنیا کا بقا بہت تھوڑا ہے اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور دائمی ہے۔ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیئے اور دنیا کی طراوت اور حلاوت پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ اگر دنیا کے باعث کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو کفار دنیا دار سب سے زیادہ عزت والے ہوتے اور دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہونا بے وقوفی ہے چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیئے اور خدائے تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں کوشش کرنی چاہیئے اور خلق خدا پر احسان کرنا چاہیئے اللہ کے امر کی تعظیم کرنا اور خلق خدا پر شفقت کرنا آخرت کی نجات کے لئے دو بڑے رکن ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے۔ حقیقت حال کے مطابق ہے۔ بے ہودہ اور بکواس نہیں ہے۔ یہ خواب خرگوش کب تک۔ آخر رسوائی اور خواری اٹھانی پڑے گی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَاتُرْجَعُوْنَ کیا تم نے خیال کیا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہ پھرو گے۔ اگرچہ معلوم ہے کہ تمہارا وقت اس قسم کی باتیں سننے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ جوانی کا آغاز ہے اور دنیوی عیش و آرام سب موجود اور خلقت پر غلبہ اور حکومت حاصل ہے لیکن آپ کے حال پر شفقت اس گفتگو کا باعث ہوئی ہے ابھی کچھ نہیں گیا۔ توبہ و انابت کا وقت ہے۔ اس لئے اطلاع دینا ضروری ہے۔

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ: سنے کوئی اگر میری فقط اک حرف کافی ہے۔

والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب (۹۹)

ایک استفسار کے جواب میں جو دوام آگاہی کی کیفیت اور حالت نوم کے ساتھ اس کے جمع کرنے کے بارے میں جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے کیا گیا تھا ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ کا بزرگ محبت نامہ صادر ہوا اور اس استفسار کا حال جو آپ نے دوام آگاہی کی کیفیت اور حالت نوم کے ساتھ اس کے جمع کرنے کے بارے میں جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے اور اس بزرگ خاندان کے بعض بزرگوں نے اس دولت کے حاصل ہونے کی نسبت خبر دی ہے کیا ہوا تھا معلوم ہوا۔

میرے مخدوم! اس اشکال کا حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے میں کہتا ہوں کہ انسانی روح کے لئے اس جسمانی صورت کے تعلق سے پہلے ترقی و عروج کا رستہ بند تھا اور وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ کے پنجرہ میں مقید و محبوس تھا لیکن اس جوہر نفس کی طبیعت میں عروج کی استعداد نزول کی شرط پر بطور امانت رکھی ہوئی تھی اور اسی وجہ سے فرشتہ پر اس کی زیادتی مقرر فرمائی تھی حق تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے اس نورانی جوہر کو اس ظلمانی جسم کے ساتھ جمع کر دیا۔ فَسُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ النُّوْرِ وَالظُّلْمَةِ وَقَرَنَ الْاَمْرَ بِالْخَلْقِ ۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت کو جمع کر دیا اور امر کو خلق کے ساتھ ملا دیا اور چونکہ یہ دونوں امر در حقیقت ایک دوسرے کے ضد و نقیض واقع ہوئے تھے۔

اس لئے حکیم مطلق جل شانہ نے اس اجتماع کے ثابت کرنے اور اس انتظام کے مقرر کرنے کے لئے روح اور نفس کے درمیان عشق و گرفتاری کی نسبت پیدا کی اور اس گرفتاری کو ان کے انتظام کا سبب بنایا۔ آیت کریمہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ (البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو بیچ اچھی ترکیب کے پھر پھیر دیا۔ ہم نے اس کو سب سے نیچے) میں اسی بیان کی رمز ہے اور یہ روح کا تنزل اور اسکی گرفتاری حقیقت میں مدح بمایشبہ الذم کی قسم سے ہے۔

پس اس محبت کی نسبت کے باعث روح نے ہمہ تن اپنے آپ کو عالم نفس میں ڈال کر اپنے آپ کو اس کے تابع بنا دیا بلکہ اپنے آپ کو بھول گیا اور اپنے آپ کو نفس امارہ سے تعبیر کیا۔ روح کی اصلیت میں یہ لطافت اور ہے کہ کمال لطافت کے باعث جس طرف متوجہ ہوتا ہے اسی کا حکم اختیار کر لیتا ہے۔ پس جب اس نے اپنے آپ کو فراموش کیا ہو تو ضرور ہے کہ اپنی پہلی آگاہی کی نسبت کو بھی جو وجوب حق تعالیٰ کے مرتبہ میں رکھتا تھا۔ فراموش کر دے گا اور ہمہ تن اپنے آپ کو غفلت میں ڈال دے گا اور ظلمت کا حکم پکڑ لے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی اور بندہ نوازی سے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اور اس کو ان بزرگواروں کے ذریعے اپنی طرف بلایا اور نفس کی مخالفت کے لئے جو روح کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معشوق ہے حکم فرمایا۔ فَمَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرِیَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا وَمَنْ لَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ وَاخْتَارَ الْخُلُوْدَ اِلَى الْاَرْضِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا ۔پس جو پاؤں کے بل الٹا پھرا وہ بڑا کامیاب ہوا اور جس نے اپنا سر نہ اٹھایا اور زمین میں ہی ہمیشہ رہنا اختیار کیا وہ سخت گمراہ ہو گیا۔

اب ہم اس اشکال کا جواب لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ سے روح کا نفس کے ساتھ جمع ہونا تو مفہوم ہو گیا بلکہ نفس ہی میں اس کی فنا اور اسی کے ساتھ اس کی بقاء معلوم ہو چکی۔ پس ناچار جب تک یہ اجتماع اور انتظام قائم ہے۔ ظاہر کی غفلت بعینہ باطن کی غفلت ہے اور نیند جو ظاہر کی غفلت ہے عین باطن کی غفلت ہے اور جب اس انتظام میں خلل پڑ جائے اور باطن ظاہر کی محبت سے منہ پھیر لے اور باطنوں کے باطن کی محبت اس کو حاصل ہو جائے اور وہ فنا و بقا جو فانی کے ساتھ پیدا کی تھی، زائل ہو جائے اور باقی حقیقی کے ساتھ فنا و بقاء حاصل کر لے تو اس وقت ظاہر کی غفلت باطن کے حضور میں تاثیر نہیں کرتی اور کیونکر تاثیر کرے جبکہ باطن نے ظاہر کی طرف پیٹھ کی ہوئی ہے اور ظاہر کی طرف سے باطن میں کچھ نہیں جاتا۔ پس جائز ہے کہ ظاہر غافل ہو اور باطن آگاہ ہو۔ وَلَا مَحْذُوْرَ اس میں کچھ ڈر نہیں۔

مثلاً روغن بادام جب تک کھلی میں ملا ہوا ہے دونوں کا حکم ایک ہے اور جب روغن کھلی سے جدا ہو گیا تو دونوں کے احکام جدا جدا ہوں گے اور ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہ ہوگا۔

اس قسم کے صاحب دولت کو جہان کی طرف واپس لانا چاہیں اور جہان کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں تو اس کو سیر عن اللہ باللہ کے طریق پر جہان کی طرف لے آتے ہیں اور اس کی توجہ ہمہ تن خلق کی طرف ہوتی ہے۔ بغیر اس بات کے کہ اس کو ان کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری حاصل ہو۔ کیونکہ وہ اسی اپنی پہلی گرفتاری پر ہے۔ بے اختیار اس کو اس جہان میں لائے ہیں۔ پس یہ منتہی خدائے تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیرنے اور خلق کی طرف توجہ کرنے میں ظاہر طور پر تمام مبتدیوں کے ساتھ مشترک ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ان سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور گرفتاری اور عدم گرفتاری میں بڑا فرق ہے اور نیز خلق کی طرف منہ کرنا اس منتہی کے حق میں بے اختیاری ہے۔ اس میں وہ اپنی کچھ رغبت نہیں رکھتا بلکہ اس توجہ میں حق تعالیٰ کی رضامندی اور مبتدی میں اپنی ذاتی رغبت اور حق تعالیٰ کی نارضامندی ہے۔ اب ایک اور فرق بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مبتدی کے لئے آسان ہے کہ عالم کی طرف سے منہ پھیر کر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرے لیکن منتہی کے لئے خلق کی طرف منہ پھیرنا محال ہے۔ خلق کی طرف ہمیشہ کے لئے توجہ کرنا اس کے مقام کے لازم ہے ہاں جبکہ اس کی دعوت کا کام تمام ہو جائے اور اس کو دار فنا سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دار بقا کی طرف لے جانا چاہیں تو اس وقت اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کی ندا اس کو سنائی جاتی ہے۔

مشائخ طریقت قدس سرہم نے مقام دعوت کے مقرر کرنے میں مختلف باتیں بیان کی ہیں۔ بعض نے حق اور خلق کے درمیان تو جمع کا جمع ہونا بیان کیا ہے۔ ان کا اختلاف احوال و مقامات کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ہر ایک نے اپنے مقام کی نسبت خبر دی ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

اور یہ جو سید الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ نہایت یہی ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اسی مقام دعوت کے موافق ہے جو اس مسودہ میں لکھا جا چکا ہے کیونکہ ہدایت میں ہمہ تن توجہ خلق کی طرف ہے۔

حدیث تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ (میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا) جو لکھی ہوئی تھی۔ اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہ ہونے کی خبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیند آنحضرت ﷺ کے حق میں وضو کو توڑنے والی نہ ہوئی اور جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کی محافظت میں گڈریے کی طرح ہیں تو پھر غفلت منصب نبوت کے مناسب نہیں اور حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میں بشرط صحت تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور وہ تجلی بھی حق تعالیٰ کی جناب کی طرف مستلزم نہیں ہے بلکہ یہ تجلی اس طرف سے ہے متجلی لہ کا اس میں کچھ دخل نہیں اور عاشق میں معشوق کے سیر کرنے کی قسم سے ہے کیونکہ عاشق سیر سے سیر ہو گیا ہوا ہے۔

آئینہ صورت از سفر دوراست　　کاں پذیرائے صورت از نور است

ترجمہ: سفر سے آئینہ صورت کا ہے بہت اب دور
قبول کرتا ہے صورت کو وہ بباعث نور

جاننا چاہئے کہ خلق کی طرف رجوع کرنے کی حالت میں دور ہوئے ہوئے پردے پھر عود نہیں کرتے۔ باوجود بے پردگی کے اس کو خلق میں مشغول کیا ہے اور مخلوقات کی بہتری اور خلاصی اس پر منحصر کی ہے۔

ان بزرگواروں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کے ساتھ بڑا تقرب رکھتا ہے اور اس کے بادشاہ کے درمیان کوئی ظاہری اور باطنی مانع نہیں ہے اور باوجود اس کے اس کو حاجت مند لوگوں کی خدمت میں مشغول کیا ہے۔ یہ مبتدی و منتہی مرجوع میں اور فرق ہے کیونکہ مبتدی ابھی حجاب میں ہے اور منتہی کے آگے سے حجاب اٹھائے گئے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کے تابع ہوئے۔

## مکتوب (۱۰۰)

ایک سوال کے جواب میں جو اس بارے میں کیا گیا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ غیب کا جاننے والا نہیں ہے ملا حسن کشمیری کی طرف لکھا ہے۔

آپ کا بزرگ نوازش نامہ صادر ہوا جو کچھ از روئے کرم لکھا تھا، واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

میرے مخدوم! فقیر کو اس قسم کی باتیں سننے کی ہرگز تاب نہیں۔ بے اختیار میری فاروقی رگ جوش میں آ جاتی ہے اور اس میں توجیہ و تاویل کی فرصت نہیں دیتی۔

ان باتوں کا قائل شیخ کبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی۔ مگر ہم کو تو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کلام درکار ہے۔ نہ کہ محی الدین عربی اور صدرالدین تونیوی اور عبدالرزاق کاشی کی کلام۔ ہم کو نص سے کام ہے نہ فص سے۔ فتوحات مدینہ یعنی احادیث نے ہم کو فتوحات مکیہ سے لاپرواہ کر دیا ہے۔

حق تعالیٰ قرآن مجید میں اپنی تعریف علم غیب سے کرتا ہے اور اپنے آپ کو عالم غیب فرماتا ہے۔ حق تعالیٰ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت ہی برا ہے جو حقیقت میں حق تعالیٰ کی تکذیب ہے۔ غیب کے کچھ اور معنی بیان کرنے اس برائی کو دور نہیں کرتے۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ کاش ان کو اس قسم کے صریح خلاف شریعت کلمات کے بولنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔

اگر منصور، اناالحق اور بسطامی، سبحانی کہتے ہیں تو وہ معذور ہیں اور غلبہ احوال میں مغلوب ہیں لیکن اس قسم کی کلام احوال پر مبنی نہیں۔ بلکہ علم سے تعلق رکھتی ہے اور تاویل کی محتاج ہے اور کسی عذر کے لائق نہیں اور کوئی تاویل اس مقام میں مقبول نہیں۔ کیونکہ مستوں کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے اور ظاہر کی طرف سے پھیری جاتی ہے نہ کسی اور کی کلام اور اگر متکلم کا مقصود اس قسم کی کلام کے اظہار سے خلق کی ملازمت اور نفرت ہو تو یہ بھی بہت بری اور مکروہ بات ہے۔ کیونکہ خلق کی ملامت حاصل کرنے کے لئے اور بہت سے طریقے ہیں۔ ایسی باتوں کی کیا ضرورت ہے جو کفر تک پہنچا دیں اور چونکہ آپ نے اس کلام کی تاویل میں گفتگو کی ہے اور دریافت کیا ہے۔ اس لئے سوال کا جواب دینا ضروری ہے۔ ناچار اس بارے میں کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ وَعِلْمُ الْغَيْبِ عِنْدَاللهِ سُبْحَانَهٗ اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یہ جو بعض نے کہا ہے کہ غیب معدوم ہے اور معدوم کا علم نہیں ہوتا۔ یعنی جب غیب حق تعالیٰ کی نسبت معدوم مطلق اور لاشے محض ہے تو علم کا اس سے تعلق رکھنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ معلومیت اس کو معدوم مطلق اور لاشے محض ہونے سے خارج کر دیتی ہے نہیں کہہ سکتے کہ حق تعالیٰ کو اپنے شریک کا علم ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ کا شریک ہرگز موجود نہیں اور لاشے محض ہے ہاں غیب اور شریک کا مفہوم تصور کرنا ممکن ہے لیکن گفتگو ان کی مصدوقہ اور ثابت کی ہوئی کلام میں ہے نہ مفہوم میں۔

ان تمام محلات کا حال بھی ایسا ہی ہے جن کے مفہوم کا تصور ممکن ہے اور مصدوقہ کا تصور ممتنع ہے کیونکہ معلومیت اس کو محال ہونے سے نکال دیتی ہے اور کم از کم وجود ذہنی بخشتی ہے۔

اور وہ اعتراض جو مولانا محمد روجی کی توجیہ پر کیا ہے، درست ہے احدیت مجردہ کے مرتبہ میں نسبت علمیہ کی نفی کرنا مطلق علم کی نفی کو مستلزم ہے صرف علم غیب کی نفی کو مخصوص کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا اور دوسری اشکال مولانا کی توجیہ پر یہ ہے کہ اگرچہ احدیت مجردہ کے مرتبہ میں نسبت علمیہ منفی ہے لیکن حق تعالیٰ کی عالمیت اپنے حال پر ہے کیونکہ وہ ذات کی رو سے عالم ہے نہ کہ صفت کی رو سے۔ کیونکہ وہاں صفت کی گنجائش نہیں۔ صفات کی نفی کرنے والے حق تعالیٰ کو عالم کہتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے علم کی صفت کو حق تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں اور وہ انکشاب جو صفت پر مترتب ہوتا ہے اس کو ذات پر مترتب جانتے ہیں پس ایسا ہی یہ ہے۔

اور وہ توجیہ جو آپ نے کی ہے اور غیب سے حق تعالیٰ کی ذات کا غیب مراد لیا ہے اور علم کا تعلق اس سے جائز نہیں رکھا۔ اگرچہ واجب تعالیٰ کا علم ہو تو وہ سب توجیہات سے زیادہ قریب ہے لیکن فقیر کو حق تعالیٰ کی ذات بحث کے ساتھ علم کے تعلق کے جائز نہ ہونے میں بحث ہے کیونکہ وہ وجہ جو انہوں نے عدم جواز میں بیان کی ہے اس میں علم کی حقیقت معلوم کے احاطہ کی مقتضی ہے اور وہ ذات مطلق عدم احاطہ کی مقتضی ہے۔ پس اس تعلق سے دونوں جمع نہ ہوں گے۔

یہاں خدشہ کا مقام ہے کیونکہ علم حصولی میں یہ معنی درکار ہیں کیونکہ وہاں قوت علمیہ میں معلوم کی صورت کا حاصل ہونا ہے لیکن علم حضوری کچھ درکار نہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، وہ علم حضوری ہے نہ حصولیہ۔ پس اس میں کوئی ڈر نہیں کیونکہ علم واجبی کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حضور کے طریق پر ہے نہ کہ حصول کے طریق پر۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَتِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَسَلَّمَ وَبَارِکْ وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَّاٰخِراً۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۱۰۱)

ان لوگوں کے رد میں جو کامل کو ناقص خیال کر کے اعتراض کی زبان دراز کرتے ہیں۔ ملا حسن کشمیری کی طرف لکھا ہے۔

اَحْسَنَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ حَالَکُمْ وَاَصْلَحَ بَالَکُمْ حق تعالیٰ آپ کے حال کو اچھا کرے اور دل کو درست کرے۔

مولانا محمد صدیق نے آپ کا نوازش نامہ پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہیں کیا جو خطاب آپ نے ظاہر طور پر نفس کی طرف کئے ہوئے تھے، واضح ہوئے ہاں جو اعتراض کہ نفس پر کریں، امارگی کے وقت مسلم ہے لیکن اطمینان حاصل ہونے کے بعد اعتراض کی مجال نہیں۔ کیونکہ نفس اس مقام میں حق تعالیٰ سے راضی ہے اور حق تعالیٰ اس سے راضی۔ پس وہ مقبول اور پسند ہے اور مقبول پر اعتراض جائز نہیں اور اس کی مراد حق تعالیٰ کی مرضی ہے کیونکہ اس دولت کا حاصل ہونا اللہ کے اخلاق سے متخلق ہونے کے وقت ہے اور اس کا پاک میدان ہم پست فطرتوں کے اعتراض سے بہت بلند ہے جو کچھ ہم کہیں ہماری طرف ہی لوٹ آتا ہے۔

آگہ از خویشتن چونیست جنیں ۔۔۔ چہ خبر دارد از چنان وچنیں

ترجمہ: واقف اپنے سے جب نہیں ہے جنیں
جانے پھر وہ کیا چنان وچنیں

بسا اوقات جاہل لوگ جہالت سے نفس مطمئنہ کو امارہ تصور کرتے ہیں اور امارہ کے احکام مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں۔ جیسا کہ کفار نے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باقی تمام انسانوں کی طرح خیال کر کے کمالات نبوت سے انکار کیا ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں اور ان کے تابعداروں کے انکار سے بچائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

# مکتوب (۱۰۲)

اس بیان میں کہ سودی قرض میں سب کا سب روپیہ حرام ہے نہ فقط زیادتی مثلاً کسی شخص نے دس تنگہ بعض بارہ تنگہ کے قرض لئے تو اس صورت میں سب بارہ تنگہ حرام ہیں نہ صرف دو تنگہ زیادتی اور اس کے متعلق مناسب بیان میں۔ ملا مظفر کی طرف صادر کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ اس دن فرماتے تھے کہ ربا قرض سودی میں صرف زیادتی ہی ہے اور بارہ تنگہ کے عوض دس تنگہ قرض لینے میں صرف یہی دو تنگہ زیادتی حرام ہے لیکن جب فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہو گیا کہ شریعت میں جس عقد میں زیادتی ہے اس میں ربا بھی ہے۔ پس ناچار یہ عقد حرام ہو گا اور جو کچھ حرام کی نسبت حاصل کریں، وہ بھی حرام ہو گا۔ پس وہ دس تنگہ بھی ربا ہو گا اور حرام۔

کتاب جامع الرموز اور روایات کتاب ابراہیم شاہی کے بھیجنے سے مقصود اسی مطلب کا اظہار تھا۔ باقی رہی صورت احتیاج کی۔ سو میرے مخدوم! ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے جو محتاج اور غیر محتاج کو شامل ہے وہاں محتاج کا خاص کرنا اس قطعی حکم کا منسوخ کرنا ہے اور قنیہ کی روایت یہ مرتبہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کرے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہوری جو لاہور کے علماء میں سے زیادہ عالم ہیں۔ فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روایتیں قابل اعتبار نہیں ہیں اور کتب معتبرہ کی روایتوں کے مخالف ہیں اور اگر اس روایت کو صحیح مان لیں تو اس احتیاج کی تاویل اضطرار اور مخمصہ سے کرنی پڑے گی تا کہ آیت کریمہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ کے ساتھ اس حکم قطعی کی تخصیص ہو جائے کہ قوت میں بھی ویسی ہی ہے۔ ع

کہ رسم را کشد ہم رخش رستم ترجمہ: اٹھاتا ہے رستم کو رستم کا گھوڑا

اور نیز اگر محتاج سے عام مراد لیا جائے تو پھر چاہئے کہ ربا کی حرمت کے لئے کوئی مقام اور محل پیدا نہ ہو کیونکہ جو زیادتی قبول کرتا ہے اس باعث کوئی نہ کوئی حاجت ضرور ہوتی ہے اور بغیر حاجت کے کوئی شخص اپنے ضرر پر پیش دستی نہیں کرتا۔ پس اس صورت میں اس صاحب تعریف حکیم کے نازل فرمائے ہوئے حکم کے لئے کوئی زیادہ فائدہ باقی نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز اس قسم کی وہمی باتوں سے بلند و پاک ہے اور اگر ہم بفرض محال عام احتیاج کو تسلیم کر لیں تو میں کہتا ہوں کہ احتیاج بھی منجملہ ضروریات کے ہے اور ضرورت اندازہ کے موافق پوری کی جاتی ہے۔ پس اس سودی روپیہ سے کھانا پکانا اور لوگوں کو کھلانا احتیاج میں داخل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ضرورت اس کے متعلق ہے یہی وجہ ہے کہ ترکہ میت میں احتیاج مستثنیٰ ہے اور کفن پر منحصر ہے اور اس کی روحانیت کے لئے کھانا پکانا احتیاج میں داخل نہیں گنتے۔ حالانکہ وہ صدقہ کا زیادہ تر محتاج ہے۔

پس صورت متنازع فیہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ سودی قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہ اور محتاج ہونے کی صورت میں وہ کھانا جو اس مال سے اس جماعت کے لئے پکاتے ہیں اس جماعت کو یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کھانا حلال ہے یا نہیں۔

جمعداری اور سپاہگری کو احتیاج کا حیلہ بنانا اور اس سبب سے سودی قرض لینا اور اس کو حلال وجائز جاننا دینداری سے دور ہے۔ چاہئے کہ امر معروف اور نہی منکر کے طریق کو مدنظر رکھیں اور جو لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں ان کو منع کریں اور اس حیلہ کے سچا نہ ہونے سے بھی آگاہ کریں ایسا کسب کیوں اختیار کرنا چاہئے کہ جس کے سبب آخر کار اس قسم کے خطرناک فعل کے ارتکاب میں مبتلا ہونا پڑے۔ روزگار کے وجوہ بہت ہیں کچھ سپاہ گری پر ہی منحصر نہیں جب آپ اہل صلاح وتقویٰ ہیں اس لئے کھانے میں طیب کی روایت بھیجی گئی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانے میں شبہ کے بغیر روزی پیدا نہیں ہوتی۔ سچ ہے لیکن جہاں تک ہو سکے شبہ سے بچنا چاہئے۔ زراعت بے طہارت جس کو آپ نے طیب کے منافی بیان کیا ہے۔ ہندوستان میں اس سے بچنا ناممکن ہے۔ **لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت کے۔

لیکن سودی کھانے کو ترک کر دینا بہت آسان ہے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننا حلال وحرام میں قطعی ہے جس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ فلمیات میں ایسا نہیں۔ بہت سے امور حنفیہ کے نزدیک مباح ہیں کہ شافعی ان کو مباح نہیں جانتے۔

پس صورت مذکورہ بالا میں اگر کوئی شخص محتاج مشکوک کے لئے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو نص قطعی کے حکم کے بظاہر مخالف ہے توقف کرے تو اس کو گمراہی سے منسوب نہ کرنا چاہئے اور اس کے حلال ہونے کے اعتقاد پر اس کو تکلیف نہ دینی چاہئے بلکہ صواب اسی کی طرف غالب بلکہ یقینی ہے اور اس کا مخالف خطرہ میں ہے۔

آپ کے بعض یاروں نے کہا کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کے حضور میں کہا کہ اگر قرض بے سود مل جائے تو بہتر ہے پھر کیوں کوئی سودی قرض لے۔ آپ نے اس کو تنبیہ کی اور کہا کہ تو حلال سے انکار کرتا ہے۔

میرے مخدوم! اس قسم کی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتی ہیں اور اگر حلال بھی ہو تو شک نہیں کہ پھر بھی اس کا ترک کرنا مناسب ہے کیونکہ اہل ورع رخصت کا امر نہیں کرتے اور عزیمت پر رہنمائی کرتے ہیں۔

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کو دخل دے کر اس کے حلال ہونے پر حکم کیا ہے۔ احتیاج کا دامن فراخ ہے۔ اگر اس کو جوڑا کریں تو کچھ ربا نہیں رہتا اور ربا کی حرمت میں نص قطعی کا حکم عبث

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے لیکن اس قدر ضرور ملاحظہ کرنا چاہئے کہ سودی قرض لینے والے کے لئے اوروں کو طعام کھلانا کس قسم کی احتیاج ہے۔

قنیہ کی روایت حیلہ و بہانہ کے بعد صرف محتاج کے لئے سودی قرض کا لینا جائز قرار دیتی ہے نہ کہ دوسروں کے لئے۔ اگر کوئی کہے کہ محتاج نے اس کھانے کو شاید کفارۂ قسم یا ظہار یا روزہ کی نیت پر پکایا ہوا اور شک نہیں کہ وہ اس کفارہ کے ادا کرنے میں محتاج ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا تو روزہ رکھ لے نہ یہ کہ قرض سودی لے اور اگر اور کسی قسم کی احتیاج بھی پیدا ہو جائے تو تھوڑی وجہ کے ساتھ تقویٰ کی برکت سے دفع ہو جائے گی۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی مخرج بنا دیتا ہے اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان نہیں ہوتا۔ زیادہ لکھنا درازی کلام ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی آپ پر اور ہدایت والوں پر سلام ہو۔

# مکتوب (۱۰۳)

عافیت کے معنی اور سرہند کے لئے قاضی کے طلب کرنے کے بیان میں۔ سیادت وشرافت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ عافیت سے رکھے۔ آپ کے لئے وہ عافیت طلب کی جاتی ہے کہ ایک بزرگ ہمیشہ دعا کرتا تھا اور ایک دن کی عافیت کی آرزو کرتا تھا۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے پوچھا کہ یہ سب کچھ جو تو گزارتا ہے، کیا عافیت نہیں ہے۔ اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن صبح سے لے کر شام تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوں۔

مدت گزری ہے کہ سرہند میں کوئی قاضی نہیں اور بعض احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ مثلاً ہمارا ایک بھتیجا یتیم ہے۔ اس کے باپ کی کچھ میراث باقی ہے اور اس کا کوئی وصی نہیں اور ہم شرعی حکم کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتے اور اگر قاضی ہو تو اس کے حکم کے بموجب کام آسان ہو جائے۔

# مکتوب (۱۰۴)

ماتم پرستی کے بارے میں گنہ مستکن کے قاضیوں کی طرف صادر فرمایا ہے۔

وہ مصیبت جو مغفرت پناہ کے فوت ہونے سے پہنچی۔ اگرچہ بہت سخت اور مشکل ہے لیکن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مقام بندگی ہے۔ مولائے پاک کے فعل سے راضی ہونے کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ بندوں کو یہاں رہنے کے لئے نہیں بھیجا۔ بلکہ کام کرنے کے لئے وہ کام کرنا چاہئے اگر کام کر کے چلا گیا تو کچھ ڈر نہیں بلکہ بادشاہ ہے اور اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ اس کی شان میں ثابت ہے۔ چلے جانے پر مصیبت نہیں ہے بلکہ جانے والے کے حال پر ہے کہ دیکھئے اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ دعا واستغفار وصدقہ سے امداد کرنی چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میت قبر میں فریاد چاہنے والے غریق کی طرح ہوتی ہے اور اس دعا کی منتظر رہتی ہے جو اس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جس وقت اس کو وہ دعا پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ زمین پر رہنے والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں جتنی رحمت نازل فرماتا ہے اور بیشک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف ان کے لئے مغفرت مانگنا ہے۔

آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ موسم سرما کی ہوا فقراء پر سخت ہے ورنہ کبھی اپنے آپ کو معذور نہ رکھتا۔ سفارش بڑی تاکید سے لکھی ہے۔ انشاء اللہ فائدہ مند ہوگی۔ زیادہ لکھنا سر دردی ہے محبت کے نشان والے قاضی حسن اور تمام عزیز بہت بہت دعوات مطالعہ کریں اور تمام امور میں حق تعالیٰ سے شاکر وراضی ہیں۔

# مکتوب (۱۰۵)

اس بیان میں کہ مریض جب تک بیماری سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اس کو فائدہ نہیں دیتی اور اس کے مناسب بیان میں حکیم عبدالقادر کی طرف لکھا ہے۔

جب حکماء کے نزدیک مقرر ہے کہ مریض جب تک بیماریوں سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اسے فائدہ نہیں دیتی اگرچہ مرغ بریاں ہو بلکہ غذا اس صورت میں مرض کو بڑھا دیتی ہے۔ ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود      ترجمہ: علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے

پس پہلے اس کی مرض کے دور کرنے کا فکر کرتے ہیں۔ بعد ازاں مناسب غذاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں۔

پس آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے۔ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَرَضٌ کوئی عبادت وطاعت اس کو فائدہ نہیں دیتی۔ بلکہ اس کے لئے مضر ہے۔ رُبَّ تَالِ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ بعض لوگ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ حدیث مشہور ہے ورب صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع والظماء بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ ان کے نصیب نہیں ہوتا، خبر صحیح ہے۔

دلی امراض کا علاج کرنے والے یعنی مشائخ بھی اوّل مرض کے دور کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کی گرفتاری ہے بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری ہے کیونکہ ہر ایک شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے۔ اگر فرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے لئے اور اگر مال وریاست وحب جاہ ہے تو اپنے لئے۔ پس درحقیقت اس کا معبود اس کی اپنی نفسانی خواہش ہے۔ پس جب تک نفس اس قید سے خلاص نہ ہو جائے تب تک نجات کی امید مشکل ہے۔

پس دانشمند علماء اور صاحب بصیرت حکماء پر اس مرض کے دور کرنے کا فکر لازم ہے۔ ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ: اگر کوئی سنے میری تو بس اک حرف کافی ہے۔

## مکتوب (۱۰۶)

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت جوان کی معرفت پر مترتب ہے۔ خداوند تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

آپ کا مکتوب مرغوب جو زیادتی محبت اور کمال دوستی سے بھرا ہوا تھا۔ وصول ہوا لِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلیٰ ذٰلِکَ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اس گروہ کی محبت جوان کی معرفت پر مترتب ہے۔ خداوند تعالیٰ جل شانہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ دیکھئے کس صاحب نصیب کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔

شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے کہ تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا، تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا، ان کو نہ پہچانا۔ اس گروہ کا بغض زہر قاتل ہے اور ان پر طعن کرنا ہمیشہ کی مایوسی کا باعث ہے۔ نَجَّانَا اللہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَنْ ھٰذَا الْاِبْتِلَاءِ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس مصیبت سے بچائے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ الٰہی جس کو تو اپنے دربار سے دھتکارنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا مخالف بنا دیتا ہے۔ ؎

بے عنایات حق وخاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: بندگان حق اور حق کی عنایت کے سوا بے عمل نامہ سیاہ گرچہ فرشتہ بن گیا

یہ رجوع وانابت جو حق تعالیٰ نے آپ کو نئے سرے سے کرامت فرمائی ہے اس کو بڑی نعمت خیال کریں اور حق تعالیٰ سے اس پر استقامت طلب کریں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۱۰۷)

چندان سوالوں کے جواب میں جو اس طرح لکھے ہوئے تھے جن سے طعن وتعصب کی بو آتی تھی اور یہ مکتوب ان ضروری فوائد پر مشتمل ہیں جو اس طائفہ علیہ کے ایمان میں فائدہ مند ہیں۔ محمد صادق کشمیری کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ اس طائفہ علیہ کے ایمان کی سعادت نصیب کرے۔ خط مرسلہ جو چند سوالوں پر مشتمل تھا پہنچا اگر چہ اس قسم کے سوال جن میں طعن وتعصب کی ملاوٹ ہو۔ جواب کے لائق نہیں ہیں لیکن فقیر اس سے قطع نظر کر کے جواب دینے میں پیش دستی کرتا ہے۔ اگر ایک کو نفع نہ دیں تو شاید کسی اور ہی کو فائدہ بخشیں۔

پہلا سوال یہ تھا کہ کیا باعث ہے کہ اولیائے متقدمین سے کرامات اور خرق عادات بہت ظاہر ہوتے تھے اور اس زمانہ کے بزرگوں سے کم ظاہر ہوتے ہیں اگر اس سوال سے مقصود خرق عادات کے کم ہونے کے باعث اس وقت کے بزرگوں کی نفی ہے جیسا کہ عبارت کے مضمون سے صاف ظاہر ہے تو اس قسم کے شیطانی ڈھکوسلوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

خرق عادات کا ظاہر ہونا ولایت کے ارکان میں سے نہیں اور نہ ہی اس کے شرائط میں سے ہے۔ برخلاف معجزہ نبی ﷺ کے کہ مقام نبوت کی شرائط میں سے ہے۔ لیکن خوارق کا ظہور جو اولیاء اللہ سے شائع وظاہر ہے، بہت کم ہے جو خلاف واقع ہو۔ لیکن خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا، افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں قرب الٰہی کے درجات کے اعتبار سے فضیلت ہے ممکن ہے کہ ولی اقرب سے بہت کم خوارق ظاہر ہوں اور ولی ابعد سے بہت زیادہ۔

وہ خوارق جو اس امت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ان کا سوواں حصہ بھی ظہور میں نہیں آیا۔ حالانکہ اولیاء میں سے افضل ولی ایک ادنیٰ اصحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور تقلید استعداد کے کم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نبوت وولایت کے فیض قبول کرنے کے لئے لائق وہ لوگ ہیں جن میں تقلیدی استعداد ان کی قوت نظری پر غالب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تقلیدی استعداد کے قوی ہونے کے باعث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق میں ہرگز دلیل کے محتاج نہ ہوئے اور ابوجہل لعین اسی استعداد کے کم ہونے کے باعث اس قدر کثرت سے آیات ظاہرہ اور معجزات غالبہ ظاہر ہونے کے باوجود نبوت کی دولت کے اقرار سے مشرف نہ ہوا۔

حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ان بدنصیبوں کے حق میں فرماتا ہے۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اور اگر دیکھیں سب نشانیاں نہ ایمان لائیں ساتھ ان کے، یہاں تک کہ جب آویں تیرے پاس جھگڑتے تجھ سے کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے نہیں یہ مگر کہانیاں پہلوں کی۔

باوجود اس کے ہم کہتے ہیں کہ اکثر متقدمین میں سے ساری عمر میں پانچ یا چھ خوارق سے زیادہ نقل نہیں کئے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ جو سید الطائفہ ہیں معلوم نہیں کہ ان سے دس خوارق بھی سرزد ہوئے ہوں اور حضرت حق تعالیٰ اپنے کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے ایسی خبر دیتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو روشن معجزے دیئے اور یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اس وقت کے مشائخ سے اس قسم کے خوارق ظہور میں نہیں آتے بلکہ اولیاء اللہ سے خواہ متقدم ہوں خواہ متاخر ہر گھڑی خوارق ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ مدعی ان کو جانے یا نہ جانے۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ: اگر کوئی ہے خود اندھا گناہ خورشید کا کیا ہے

دوسرا سوال یہ ہے کہ صادق طالبوں کے کشف وشہود میں القائے شیطانی کو دخل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کشف شیطانی کی کیفیت کو واضح کریں کہ کس طرح ہے اور اگر دخل نہیں تو کیا وجہ ہے کہ بعض امور الہامی میں خلل پڑ جاتا ہے۔ اس کا جواب اس طرح پر ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ کہ کوئی شخص القائے شیطانی سے محفوظ نہیں ہے جبکہ انبیاء میں متصور بلکہ متحقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ تو پھر طالب صادق کس گنتی میں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس القاء پر آگاہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جدا کر دکھاتے ہیں۔ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے اور اولیاء میں یہ بات لازم نہیں کیونکہ وہ نبی کے تابع ہے جو کچھ نبی کے مخالف پائے گا اس کو رد کر دے گا اور باطل جانے گا لیکن جس صورت میں کہ نبی کی شریعت اس سے خاموش ہے اور اس کے اثبات اور نفی پر حکم نہیں کرتی۔ قطعی طور سے حق و باطل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے کیونکہ الہام ظنی ہے لیکن اس امتیاز کے نہ ہونے میں کوئی قصور ولایت میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ احکام شریعت کا بجالانا اور نبی علیہ السلام کی تابعداری دونوں جہان کی نجات کو متکفل ہے اور وہ امور جن سے شریعت نے سکوت کیا ہے وہ شریعت پر زائد ہیں اور ہم ان زائد امور پر مکلف نہیں ہیں۔

اور جاننا چاہئے کہ کشف کا غلط ہو جانا القائے شیطانی پر ہی منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جس میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔

اسی قسم سے ہے۔ یہ بات کہ بعض خوابوں میں حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں اور بعض ایسے احکام اخذ کرتے ہیں، جن کا حقیقت میں خلاف ثابت ہے۔ اس صورت میں القائے شیطانی متصور نہیں کیونکہ علماء کے نزدیک مختار و مقرر ہے کہ شیطان حضرت خیر البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ پس اس صورت میں صرف قوت متخیلہ کا تصرف ہے جس نے غیر واقع کو واقع ظاہر کیا ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ جب کرامات کا تصرف اور استدراج کی تاثیر نمائش اور ظہور میں برابر و یکساں ہیں تو مبتدی کس طرح پہچان سکتا ہے کہ یہ ولی صاحب کرامت ہے۔ یا یہ مدعی صاحب استدراج ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کہ طالب مبتدی کے لئے اس تفرقہ میں ایک دلیل روشن ہے اور وہ اس کا وجدان صحیح ہے اگر اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ ولی صاحب کرامت ہے اور اگر اس کے برخلاف پائے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ یہ مدعی صاحب استدراج ہے اور اگر اس بات میں کچھ پوشیدگی ہے تو عوام کالانعام کے لئے ہے نہ طالبوں کے لئے اور عوام کی پوشیدگی خواص کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس کا منشا دلی مرض اور آنکھ کا پردہ ہے بہت سی ایسی چیزیں عوام پر مخفی ہیں جن کا جاننا اس تفرقہ کے جاننے سے ضروری ہے اور ہم اس مکتوب کو بعض ایسے معارف کے بیان کرنے سے ختم کرتے ہیں تو جو آپ کو اس قسم کے شک و شبہ کے دور کرنے میں نفع دیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جاننا چاہئے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلاَقِ اللّٰهِ کے معنی جس سے ولایت اخذ کی گئی ہے۔ یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو وہ صفات حاصل ہوجاتے ہیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کے مناسب ہیں لیکن یہ مناسبت اور مشارکت اسم اور عام صفات میں ہوتی ہے نہ کہ خاص معانی میں کہ وہ محال ہے اور اس میں حقائق کا انقلاب وتغیر لازم آتا ہے۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہ تحقیقات میں جس مقام پر تَخَلَّقُوْا بِاَخْلاَقِ اللّٰهِ کے معنی بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اور صفت مَلِک ہے اور مَلِک کے معنی سب پر متصرف کے ہیں جب سالک طریقت اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے اور اس کو مغلوب کرلیتا ہے اور اس کا تصرف دلوں میں جاری ہوجاتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔

اور صفت بصیر ہے اور بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں جب سالک طریقت کی بینائی کی آنکھ بینا ہوجاتی ہے اور نور فراست سے اپنے تمام عیب دیکھ لیتا ہے اور دوسروں کے حال کا کمال معلوم کرلیتا ہے یعنی سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھتا ہے اور نیز حق تعالیٰ کی بصیرت اس کی نظر کے منظور ہوجاتی ہے تاکہ جو کچھ وہ کرتا ہے حق تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔

اور صفت سَمِیْع ہے اور سَمِیْع کے معنی سننے والا جب سالک طریقت حق تعالیٰ کی بات کو خواہ وہ کسی سے سنے بلا تکلف قبول کرلیتا ہے اور غیبی اسرار اور لاریبی حقائق کو جان کے کانوں سے سن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔

اور صفت مُحْیِي ہے اور مُحْیِي کے معنی زندہ کرنے والا ہے جس سالک طریقت متروکہ سنت کے زندہ کرنے میں قیام کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوجاتا ہے۔

اور صفت مُمِیْت ہے اور مُمِیْت کے معنی مارنے والا ہے جب سالک بدعتیوں کو جو سنتوں کی بجائے ظاہر ہوئی ہوتی ہیں۔ دور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اور عوام نے تَخَلَّقُوْا کے معانی اور طرح سمجھیں ہیں۔ اس لئے گمراہی کے جنگل میں جا پڑے ہیں اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ ولی کے لئے جسم کا زندہ کرنا درکار ہے اور اشیائے غیبی کا اس پر منکشف ہونا ضروری ہے اور اس قسم کے کئی بے ہودہ اور فاسد ظن ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ "بعض ظن گناہ ہیں اور نیز خوارق صرف زندہ کرنے اور مارنے پر ہی منحصر نہیں ہیں۔

الہامی علوم اور معارف بڑے بھاری نشان اور بلند خوارق میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قرآنی معجزات سب معجزوں سے زیادہ قوی اور دیر پا ہیں۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ سب علوم ومعارف جو بہاری بادل کی طرح برس رہے ہیں، کہاں سے ہیں۔ یہ علوم باوجود اس قدر کثرت سب کے علوم شرعیہ کے موافق ہیں۔ بال بھر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں ہے۔ یہی خصوصیت ان علوم کے صحیح ودرست ہونے کی علامت ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے اور لکھا کرتے تھے کہ تمہارے علوم سب صحیح ہیں لیکن کیا فائدہ کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کی بات آپ پر حجت نہیں ہے اگرچہ آپ نے اپنے آپ کو پیر پرست ظاہر کیا ہوا ہے اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

آپ کے یہ سوال پہلے تو گراں معلوم ہوئے لیکن جب بہت سے علوم ومعارف کے باعث ہوئے اور یہ سب باتیں اسی مناسبت کے لحاظ سے بیان کی گئی ہیں اس لئے نیک ہیں ۔

ہیچ زشتے نیست کو را خوبئے ہمراہ نیست
زنگئے شب رنگ راونداں چو درو گوہر است

ترجمہ: گرنہیں زنگی میں کچھ خوبی تو کوئی ڈر نہیں
دانت ہی اس کے ہیں کافی مثل گوہر آب دار

عجب معاملہ ہے کہ پہلے مکتوب میں بڑا اخلاص ظاہر کیا ہوا تھا اور اس کا باعث دو متواتر واقعات کا ظہور بیان کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس کا اثر بیداری میں بھی معلوم کیا ہے۔ یہاں تک کہ پہلی وضع سے بڑی ندامت حاصل ہوئی اور توبہ وانابت کی طرف رجوع کر کے از سر نو ایمان سے مشرف ہوئے ابھی ایک مہینہ گزرنے نہیں پایا کہ اس وضع میں تغیر معلوم ہو گیا اور پھر پہلی وضع پر بدل گئے اور اس بات کے درپے ہوئے کہ ان دو واقعات کے لئے کوئی ایسی وجہ پیدا ہو جائے جو ان کو القائے شیطانی سے ملا دے یا غلط کشف تک پہنچا دے وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے۔

بگفتا فلا نے چو بدے کند　　نہ بامن کہ بانفس خودے کند

ترجمہ: کہا کسی نے فلاں کر رہا ہے بہت بدی
بگاڑ ہو گا اسی کا نہ ہو گا میرا ذری

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَهٗ مُتَابَعَةِ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۱۰۸)

اس بیان میں کہ نبوت افضل ہے ولایت سے، برخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ میاں سید احمد کی طرف لکھا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ وَجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلَیْھِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری پر ثابت قدم رکھے۔

بعض مشائخ نے سکر کے وقت کہا کہ ولایت افضل ہے نبوت سے اور بعض دوسروں نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے تاکہ نبی پر ولی کے افضل ہونے کا وہم رفع ہو جائے لیکن حقیقت میں کام برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے ولایت میں سینہ کی تنگی کے باعث خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے اور نبوت میں کمال شرح صدر ہوتا ہے۔ نہ تو حق تعالیٰ کی توجہ خلق کی توجہ کے مانع ہوتی ہے اور نہ ہی خلق کی توجہ حق تعالیٰ کی توجہ کے مانع۔ نبوت میں صرف خلق کی طرف ہی توجہ نہیں تاکہ ولایت کو جس میں صرف حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے، اس پر ترجیح دیں۔ نعوذ باللہ۔

صرف خلق کی طرف توجہ کا ہونا عوام کالانعام کا مرتبہ ہے۔ نبوت کی شان اس سے بڑھ کر ہے۔ ان معنوں کا سمجھنا ارباب سکر کے لئے دشوار ہے لیکن مستقیم الاحوال بزرگوار اس معرفت سے ممتاز ہیں۔ ع

هَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھَا

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ عبداللہ ولد میاں شیخ عبدالرحیم اس فقیر کے رشتہ دار ہیں ان کے والد بزرگوار مدت تک بہادر خاں کے ملازم رہے اور اب حاجتمند ہیں اور بینائی سے معذور ہیں اپنے بیٹے کو بھیجا ہے کہ بہادر خاں کے پاس نوکر ہو جائے اس بارے میں اگر آپ کی طرف سے بھی کچھ اشارہ ہو جائے تو فائدہ مند ہوگا۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۰۹)

دل کی سلامتی اور ماسوائے حق کے نسیان میں حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اہل اللہ دلی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی مرضوں کا دور ہونا، ان بزرگواروں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کی کلام دوا ہے اور ان کے نظر شفا یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



یہی لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں۔ انہی کی طفیل بارش نازل ہوتی ہے اور انہی کی طفیل مخلوقات کو رزق دیا جاتا ہے۔ باطنی مرضوں کی سردار اور اندرونی بیماریوں کی رئیس ماسوائے حق کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے جب تک اس قید سے پورے طور پر آزادی نہ ہو جائے۔ سلامتی محال ہے کیونکہ شرکت کو اس بارگاہ اعلیٰ میں ہرگز دخل نہیں۔ اِلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ خبردار دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے پس کیا حال ہے جب کہ شریک کو غالب کیا ہو۔ غیر کی محبت کو اسی طرح غالب بنانا کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے مقابلہ میں معدوم یا مغلوب ہو جائے۔ نہایت بے حیائی ہے۔ اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ (حیا ایمان کی شاخ ہے) میں شائد اس حیاء کی طرف اشارہ ہو اور دل کے گرفتار نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ ماسوائے حق کو کلی طور پر بھول جائے اور تمام اشیاء سے بے خبر ہو جائے حتیٰ کہ اگر تکلف سے بھی اشیاء کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئیں۔ پس اشیاء کی گرفتاری کی اس مقام میں کیا مجال ہے اس حالت کو اہل اللہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور قدم کے انوار ظاہر ہونے کا مبدء معرفتوں اور حکمتوں کے وارد ہونے کا منشاء ہے۔ وَبِدُونِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ اور اس کے سوا بے فائدہ رنج ہے۔

ہیچکس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

ترجمہ: جب تلک انسان نہ ہو جائے فنا درگاہ حق میں نہیں ملتی ہے جا

# مکتوب (۱۱۰)

اس بیان میں کہ انسانی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف کو ادا کرنا ہے اور حق تعالیٰ کی جناب میں پورے طور پر توجہ رکھنا ہے۔ شیخ صدر الدین کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ صاحبان کمال کو اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ خلقت انسانی سے مقصود بندگی کے وظائف کو ادا کرنا اور حق تعالیٰ کی طرف کامل طور پر متوجہ ہونا ہے اور یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا جب تک سید اولین و آخرین ﷺ کی کامل طور پر ظاہری باطنی تابعداری نہ کریں۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ كَمَالَ اِتِّبَاعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَوْلاً وَّفِعْلاً ظَاهِراً وَّبَاطِنًا وَّعَمَلاً وَّاِعْتِقَاداً اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو قول و فعل اور ظاہر و باطن میں عملی اور اعتقادی طور پر حضرت ﷺ کی کمال تابعداری عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

بعد از خدا ہر چہ پرستند ہیچ نیست بے دولت آنکہ بہت آنچہ ہیچ اختیار کرد

ترجمہ: خدا کو چھوڑ کر جو پوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جو پوجے ہیچ و باطل کو بڑا کم بخت جاہل ہے

حق تعالیٰ کے سوا جو کچھ مقصود ہے وہی معبود ہے۔ غیر کی عبادت سے اس وقت نجات ملتی ہے جبکہ حق تعالیٰ کے سوا کچھ مقصود نہ رہے۔ خواہ آخرت کا مقصود اور بہشتی لذتیں اور نعمتیں ہی ہوں اگرچہ اس قسم کے مقصود نیک ہیں لیکن مقربین کے نزدیک برائیاں ہیں جب آخرت کے امور میں یہ حال ہے تو امور دنیا کی نسبت کیا کہا جائے کہ دنیا پر تو حق تعالیٰ کا غضب ہے اور جب سے پیدا ہوئی ہے اس کی طرف نگاہ نہیں کی اور اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا طالب لعنت و پھٹکار کا مستحق ہے۔ اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَا فِیْهَا مَلْعُوْنَةٌ اِلَّا ذِکْرُ اللّٰهِ تَعَالیٰ دنیا بھی ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔

حق تعالیٰ ہم کو اپنے حبیب حضرت محمد سید الاولین و آخرین ﷺ کے طفیل دنیا اور اس کے مافیہا کے شر سے بچائے۔

## مکتوب (۱۱۱)

اس بیان میں کہ توحید ماسوائے حق سے دل کو خلاص کرنے سے مراد ہے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ حمید سنبھلی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

توحید سے مراد یہ ہے کہ دل ماسوائے حق کی توجہ سے خلاص ہو جائے جب تک دل ماسوائے حق سے گرفتار ہے خواہ تھوڑا ہی ہو۔ توحید والوں سے نہیں۔ اس دولت کے حاصل ہونے کے بغیر ایک کہنا اور ایک جاننا ارباب حصول کے نزدیک فضول ہے۔ ہاں اس کے ایک کہنے اور ایک جاننے سے جو تصدیق ایمان میں معتبر ہے۔ چارہ نہیں لیکن اس کے اور معنی ہیں لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ اور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ کے درمیان فرق ظاہر ہے ایمان کی تصدیق علمی ہے اور ادراک وجدانی حالی ہے۔ ں کی نسبت حال سے پہلے گفتگو کرنا منع ہے۔

حق تعالیٰ حضرت نبی ﷺ کے طفیل ہم بدبختوں کو بھی کاملین کے احوال سے کچھ حصہ نصیب کرے اور سنت سنیہ کی متابعت پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ والسلام۔

باقی تکلیف یہ ہے کہ حامل رقیمہ دعا میاں شیخ عبد الفتاح حافظ۔ ذی عزت اور شریف زادہ ہے اور اس کے اہل و عیال اور بیٹیاں بہت ہیں۔ اسباب معیشت کے نہ ہونے سے اس بات پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


امادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو کسی کریم تک لے جائے۔ امید ہے کہ مقصود حاصل کرے گا زیادہ لکھنا سر دردی ہے۔

## مکتوب (۱۱۲)

اس بیان میں اصل مقصود یہی ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر پابند ہو جائیں اگر اس دولت کے ساتھ احوال و مواجید بھی عطا فرمائیں تو کمال احسان ورنہ اسی دولت کو کافی جانتے ہیں جب یہ ہے تو سب کچھ ہے شیخ عبدالجلیل کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہلسنّت و جماعت کے سچے عقائد کی حقیقت پر ثابت قدم رکھ کر پسندیدہ اعمال کی توفیق بخشے اور احوال جو انہیں اعمال کا ثمرہ ہے کرامت فرمائے اور پورے طور پر اپنی پاک جناب کی طرف کھینچ لے۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

کیونکہ احوال و مواجید اس فرقہ ناجیہ کے عقائد کی حقیقت سے متحقق ہونے کے بغیر حاصل ہوں۔ ان کو ہم استدراج کے سوا کچھ نہیں جانتے اور خرابی کے سوا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اس فرقہ ناجیہ کی تابعداری کی دولت کے ساتھ جو کچھ دیدیں ہم احسان مند ہیں اور شکر بجالاتے ہیں اور اگر یہی عطا فرمائیں اور احوال و مواجید کچھ نہ دیں تو بھی کچھ ڈر نہیں۔ ہم راضی ہیں اور بعض مشائخ قدس سرہم سے جو غلبہ حال اور سکر وقت میں اہل حق کی صحیح راؤوں کے برخلاف علوم و معارف ظاہر ہوئے ہیں۔ چونکہ ان کا باعث کشف ہے اس لئے معذور ہیں۔ امید ہے کہ قیامت کو انہیں مواخذہ نہ کریں گے۔ وہ خطا کار مجتہد کا حکم رکھتے ہیں کہ اس کو خطا پر بھی ایک اجر ملے گا اور حق علمائے اہل حق کی طرف ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔ کیونکہ علماء کے علوم چراغ نبوت سے لئے ہوئے ہیں۔ جن کی وحی قطعی سے تائید کی گئی ہے اور ان صوفیہ کے معارف کا اقتداء کشف اور الہام ہے کہ خطا کو اس میں دخل ہے اور کشف والہام کی صحت کا مصداق علمائے اہلسنّت کے علوم کے ساتھ ان کا مطابق ہونا ہے۔ اگر سر مو بھی مخالفت ہے تو دائرہ صواب سے باہر ہیں۔ یہی علم صحیح اور حق صریح ہے اور اس کے سوا گمراہی۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ ظَاهِرًا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَبَاطِناً عَمَلاً وَاعْتِقَاداً عَلَيْهِ وَعَلىٰ اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَكْمَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَفْضَلُهَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ظاہری و باطنی اور عملی اور اعتقادی طور پر استقامت عطا فرمائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدىٰ آپ پر اور تمام ہدایت والوں پر سلام ہو۔

# مکتوب (۱۱۳)

جذبہ مبتدی اور جذبہ منتہی کے درمیانی فرق کے بیان میں اور اس بیان میں کہ مجذوبوں کا مشہود ابتداء میں سوائے روح کے نہیں ہے جو قلب کے اوپر ہے اور اسی شہود روح کو شہود الٰہی خیال کرتے ہیں۔ جمال الدین حسین کولابی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفىٰ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

جذب اور کشش نہیں ہوتی مگر مقام فوق میں نہ فوق، فوق میں اور شہود وغیرہ میں بھی یہی حال ہے پس سلوک نہ کئے ہوئے مجذوبوں کو جو مقام قلب میں ہیں۔ جذب اور کشش نہیں ہوتی مگر مقام روح میں جو مقام قلب کے اوپر ہے۔ کشش الٰہی منتہیوں کے جذبہ میں ہے جس کے اوپر کوئی اور مقام نہیں ہے اور جذبہ ہدایت میں روح منفوخ کے سوائے کچھ مشہود نہیں ہے اور چونکہ روح اپنی اصلی صورت پر موجود ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلىٰ صُوْرَتِهٖ مشہود روح کو شہود حق تعالیٰ جانتے ہیں اور جب روح کو عالم اجساد کے ساتھ ایک طرح کی مناسبت ثابت ہے۔ کبھی اس شہود کو کثرت میں احدیت کا شہود کہتے ہیں اور کبھی معیت کے قائل ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا شہود فنائے مطلق کے حاصل ہونے کے بغیر جو نہایت سلوک پر متحقق ہے۔ متصور نہیں ہے۔

ہیچکس را تا نگردد او فنا　　　نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ: جب تلک انساں نہ ہو جائے فنا　　　بارگاہ حق میں کب ملتی ہے جا

اس شہود کا عالم کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔

ان دونوں شہودوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو شہود عالم کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے مناسبت رکھتا ہے وہ شہود حق نہیں ہے اور اگر بے مناسبت ہے تو وہ شہود الٰہی کی علامت ہے۔ شہود تنگی عبارت کی وجہ سے بولا گیا ہے ورنہ یہ نسبت بھی منتسب الیہ کی طرح بے چون و بیچگون ہے۔ ع

عالم چوں را بہ بے چوں راہ نیست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: عالم چوں کونہیں رہ کوئی بیچوں کی طرف

**لَا یَحْمِلُ عَطَا یَا الْمَلِکَ اِلَّا مَطَایَاہُ** بادشاہ کے عطیوں کواسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

## مکتوب (۱۱۴)

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر حرص دلانے میں صوفی قربان کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ بے سروسامان مفلسوں کو حضرت سید المرسلین ﷺ (کہ جن کی دوستی کے طفیل اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو ظاہر فرمایا اور ان کو تمام مخلوقات میں سے بہتر بنایا) کی اتباع کی دولت سے مشرف فرمائے اور اس پر استقامت بخشے کیونکہ وہ پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ تمام دنیاوی لذتوں اور آخرت کی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔

بزرگی، سنت کی تابعداری پر وابستہ اور زیادتی شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا، جو اس تابعداری کے باعث واقع ہو۔ کروڑ کروڑ شب بیداریوں سے جو اس تابعداری کے موافق نہ ہو اولیٰ وافضل ہے اور ایسے ہی عید فطر کے دن کا کھانا، جن کا شریعت نے حکم کیا ہے۔ خلاف شریعت دائمی روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم جیتل کا دینا اپنی خواہش سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے بزرگ تر ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن صبح کی نماز باجماعت ادا کر کے یاروں میں نگاہ کی۔ ان میں ایک آدمی موجود نہ پایا۔ اس کا سبب پوچھا یاروں نے عرض کی کہ وہ شخص تمام رات جاگتا رہتا ہے شاید اس وقت سو گیا ہوگا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سویا رہتا اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں یعنی اہل ہنود نے بہت ریاضتیں اور مجاہدے کئے ہیں لیکن جب شریعت کے موافق نہیں ہیں سب بے اعتبار اور خوار ہیں اور اگر ان سخت اعمال پر کچھ اجر ثابت ہو بھی جائے تو کسی دنیاوی نفع پر ہی منحصر ہے اور تمام دنیا کیا ہے تا کہ اس کے کسی نفع کا اعتبار کیا جائے ان کی مثال خاکروبوں کی طرح ہے کہ کام سب سے زیادہ اور مزدوری سب سے کم ہے اور شریعت کے تابعداروں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو قیمتی جواہر میں عمدہ عمدہ الماس جڑتے ہیں کہ ان کا کام بہت تھوڑا اور مزدوری بہت زیادہ ہے۔ ایک گھڑی کے کام کی مزدوری لاکھ سال کے برابر ہو سکتی ہے۔ اس میں بھید یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق کیا جائے وہ خدائے تعالیٰ کو پسند ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور اس کے برخلاف ناپسند۔ پس ناپسندیدہ فعل میں ثواب کی کیا امید ہے بلکہ وہاں تو عذاب کی توقع ہے۔ یہ بات عالم مجاز میں بخوبی واضح ہے تھوڑی سی التفات سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود        کفر گیرد کاملے ملت شود

ترجمہ: علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے
کفر گر کامل کرے ملت ہی ہے

پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب (۱۱۵)

اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے ہم قطع کرنے کے درپے ہیں صرف سات قدم ہے۔ ملاء عبدالحق دہلوی کی طرف لکھا ہے۔

از ہر چہ میرد وسخن دوست خوش تراست

ترجمہ: کلام یار عاشق کو ہے بہتر سب کلاموں سے

یہ راہ جس کے ہم قطع کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے جن میں سے دو قدم عالم خلق میں ہیں اور پانچ عالم امر میں۔

پہلے قدم پر جو عالم امر میں لگاتے ہیں۔ تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ شروع ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح درجات کامل کے اختلافات کے بموجب ظہور ہوتا جاتا ہے جیسا کہ اس راہ کے طے کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ سب کچھ سید اولین وآخرین ﷺ کی تابعداری پر وابستہ ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ دو قدم ہے اس سے ان کی مراد عالم خلق ہے اور عالم امر ہے اجمالی طور پر تاکہ طالبوں کی نظر میں کام آسان دکھائی دے اور اصل حقیقت اور معاملہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے ثابت کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۱۱۶)

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے نسیان میں ہے اور دنیاوی کاروبار میں بکثرت مشغول ہونے سے منع کرنے میں کہ ایسا نہ ہو دنیا میں رغبت پیدا ہو جائے ملا عبدالواحد لاہوری کی طرف لکھا ہے۔

میرے بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ سلامتی قلب کا حال جو آپ نے لکھا تھا واضح ہوا بیشک دل کی سلامتی ماسوائے حق کو بھلا دینے پر منحصر ہے۔ یہاں تک کہ اگر تکلیف سے بھی اس کو یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئے۔ اس لحاظ سے ماسوائے کے گزرنے کے کچھ معنی نہیں ہیں۔ یہ حالت فنائے قلبی سے تعبیر کی گئی ہے اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور درجات استعداد کی تفاوت کے بموجب کمالات ولایت کی خوشخبری دینے والا ہے۔ ہمت کو بلند رکھیں اور جوز و مویز پر قناعت نہ کریں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ اللہ بلند ہمتوں کو دوست رکھتا ہے۔ امور دنیا میں بکثرت مشغول ہونے سے ڈر ہے کہ امور دنیا میں رغبت نہ پیدا ہو جائے۔ اس دل کی سلامتی پر ہرگز مغرور نہ ہو جائیں کیونکہ رجوع ممکن ہے اور جہاں تک ہو سکے دنیاوی کاروبار میں اس قدر مشغول نہ ہوں کہ ان میں رغبت پیدا ہو جائے اور خسارہ میں ڈالے۔ نعوذ باللہ منہا فقر میں خاکروبی کرنا دولت مندی کی صدر نشینی سے کئی درجے بہتر ہے۔ سب مقصود یہی ہے کہ چند روزہ زندگانی فقر و نامرادی سے بسر ہو جائے اور دولت مندی اور دولت مندوں سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔ والسلام

## مکتوب (۱۱۷)

اس بیان میں کہ ابتداء میں قلب حس کے تابع ہے اور انتہا میں یہ تابعداری نہیں رہتی ملا یار محمد بدخشی قدیم کی طرف لکھا ہے۔

مولانا یار محمد کو واضح ہو کہ کچھ مدت تک قلب حس کا تابع ہے پس ناچار جو چیز حس سے دور ہے وہ قلب سے بھی دور ہے۔ حدیث مَنْ لَمْ یَمْلِکْ عَیْنَہٗ فَلَیْسَ الْقَلْبُ عِنْدَہٗ یعنی جس نے اپنی آنکھ پر قابو نہ پایا دل بھی اس کے قابو میں نہیں ہے۔ اس مرتبہ کی تائید کرتی ہے نہایت کار میں جب دل کو حس کی تابعداری نہیں رہتی۔ حس سے دور ہونا دلی قرب میں اثر نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت نے بلندی اور متوسط کے لئے شیخ کامل مکمل کی صحبت سے الگ ہونا جائز نہیں فرمایا۔

غرض مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کے موافق اسی طریق پر رہیں اور ناجنس کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صحبت سے پوری طرح بچیں۔

میاں شیخ مزمل کا آنا موجب سعادت سمجھ کر ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور اکثر اوقات ان سے صحبت رکھیں کہ بہت عزیز الوجود ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۱۸)

ان لوگوں کے خطارے کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں ملا قاسم علی بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

وہ مکتوب جو محبت کے نشان والے مولانا قاسم علی نے بھیجا تھا، پہنچا اور خط کا مضمون واضح ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا جس نے کوئی نیک کام کیا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لئے ہے اور جس نے کوئی برائی کی وہ اسی کے لئے وبال ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے۔

ترسم آں قوم کہ بردرد کشاں میخندند ۔۔۔ در سرکار خرابات کنند ایماں را

ترجمہ: نہ ہنس تو مے کشوں پر اعظا ہے ڈر مجھے ایسا
کہ میخانے کے در پر بیچ جائے تو نہ ایمان کو

حق تعالیٰ سید البشر ﷺ کے طفیل تمام مسلمانوں کو فقراء کے انکار اور درویشوں کے طعن سے نگاہ رکھے۔

# مکتوب (۱۱۹)

شیخ مقتدا کی صحبت پر ترغیب دینے میں اور اس بیان میں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کامل لوگ اپنے بعض ناقص مریدوں کو بھی کسی خاص اور نیک نیت کے لئے طریقہ سکھانے کی اجازت فرماتے ہیں۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

میر صاحب کا مکتوب شریف وصول ہوا اس راستہ میں دیوانہ پن درکار ہے۔ لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایمان والا نہ ہوگا جب تک اسے یہ نہ کہا جائے کہ وہ دیوانہ ہے اور جب دیوانہ پن آ گیا۔ زن و فرزند کی تدبیر سے چھوٹ گیا اور این و آں کے اندیشہ سے جمعیت حاصل ہوگئی یہ دیوانہ پن آپ کی طبیعت میں پایا جاتا ہے مگر بعض بے ہودہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عارضوں کے باعث آپ نے اس کو خس و پوش کر دیا ہے، کیا کیا جائے اس ظاہری جدائی میں بڑی بے مناسبتی پائی جاتی ہے جلدی اس کا تدارک کریں اور اپنی کم ہمتی کو عین ہمت جان کر بعد صوری کو رفع کریں اس گروہ کی جمعیت خلق کی جمعیت سے الگ ہے۔ خلق کی جمعیت کے اسباب اس گروہ کے تفرقہ کا باعث ہیں۔ خلق کے تفرقہ کے اسباب میں ہاتھ مارنا چاہئے تاکہ جمعیت حاصل ہو جائے اور اگر بالفرض خلق کی جمعیت میں اس گروہ کو جمعیت بخشیں تو اس جمعیت سے ڈرنا چاہئے اور خدا کی جناب میں التجا کرنی چاہئے تاکہ وہ جمعیت جان کی وبال نہ ہو جائے اور فلاں وفلاں کے احوال پر قیاس نہ کرنا چاہئے کیونکہ کامل ہونے سے پیشتر درجات کے تفاوت کے بموجب سب نقص کے مراتب ہیں۔

فراق دوست اگر اندک است اندرک نیست

ترجمہ: فراق دوست گو کم ہو مگر وہ کم نہیں۔

مشائخ طریقت کام ہونے سے پہلے بعض مریدوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت فرما دیا کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہ نے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ کو طریقہ سکھانے اور بعض منزلیں طے کرانے کے بعد فرمایا تھا کہ اے یعقوب جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے وہ خلق کو پہنچا دے حالانکہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے بعد علاؤالدین کی خدمت میں رہنا اور اکثر انہوں نے خواجہ علاؤالدین کی خدمت میں کام پورا کیا حتیٰ کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ نفحات میں ان کو پہلے خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں گنتے ہیں اور پھر حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ غرض اس تفرقہ کا علاج جمعیت والوں کی صحبت ہے۔ یہ مضمون بار بار تاکید سے لکھا جا چکا ہے۔

اور سنا گیا ہے کہ مولانا محمد صدیق نے نوکری اختیاری کی ہے اور فقراء کی وضع کو چھوڑ دیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ کسی کو اعلیٰ علیین سے اسفل سافلین میں گرا دیں اس کا امر دو حال سے خالی نہ ہوگا یا نوکری میں اس کو جمعیت دیں گے یا نہ دیں گے اگر جمعیت دیں گے تو بد ہے اور اگر نہ دیں گے تو بدتر۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. یا اللہ تو ہدایت فرما کہ پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرمانا اور اپنے پاس سے ہمارے حال پر رحمت فرما تو ہی بخشنے والا ہے۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۲۰)

جمعیت والوں کی صحبت پر ترغیب دینے میں میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے۔

مانا کہ میر صاحب نے فراموشی اختیار کر لی کہ سلام و پیام تک سے یاد نہیں کرتے۔ فرصت بہت تھوڑی ہے اور اس کا صرف کرنا ایک بڑے بھاری کام میں نہایت ضروری ہے اور وہ کام ارباب جمعیت کی صحبت ہے کیونکہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صحبت ہی باعث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا سب پر اگرچہ اویس قرنی اور عمر مروانی ہی ہو، فضیلت لے گئے۔ حالانکہ صحبت کے سوا یہ دونوں بڑے درجوں تک پہنچے ہوئے تھے اور بڑے بڑے کمالات حاصل کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا صحبت کی برکت سے ان دونوں کے صواب سے بہتر ہے اور عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کا سہو ان دونوں کے صواب سے افضل ہے کیونکہ ان بزرگواروں کا ایمان رسول اللہ ﷺ کے دیکھنے اور فرشتہ کے حاضر ہونے اور وحی کے مشاہدے اور معجزات کے دیکھنے سے شہودی ہو چکا تھا اور ان کے سوا کسی اور کو اس قسم کے کمالات جو درحقیقت تمام کمالات کا اصل اصول ہیں نصیب نہیں ہوئے اور اگر اویس قرنی کو معلوم ہوتا کہ صحبت کی فضیلت میں یہ خاصیت ہے تو اس کو صحبت سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی اور اس فضیلت پر کوئی چیز اختیار نہ کرتا۔ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

سکندرا نے بخشند آبے | بزور وزر میسر نیست ایں کار

ترجمہ: سکندر کو نہیں دیتے ہیں پانی | نہیں ملتی بزور وزر یہ دولت

یا اللہ اگرچہ تو نے ہم کو اس جہان میں ان بزرگواروں کے زمانہ میں پیدا نہیں کیا مگر تو ہمیں عالم آخرت میں ان کے گروہ میں اٹھا۔ بحرمت سید المرسلین ﷺ۔ آمین۔

# مکتوب (۱۲۱)

اس بیان میں کہ یہ راہ سب سات قدم قرار پایا ہے اور بعض یار چھ قدم پر پہنچے ہیں۔
میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے۔

میر صاحب بہت دعوات مطالعہ فرمائیں، مدت ہوئی کہ آپ نے اپنے احوال سے اطلاع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہیں دی اور یہاں کے فقراء کی خبر نہیں لی۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقراء خوشحال ہیں۔ فقیر مختصر طور پر تھوڑا سا حال بیان کرتا ہے۔

اے محبت کے نشان والے یہ راستہ سب سات قدم پر قرار پایا ہے۔ بعض یاروں نے اپنا کام چھ قدموں تک پہنچایا ہے اور بعض نے پانچ قدم تک اور ایک گروہ نے چار قدم تک اور ایک گروہ نے تین قدم تک اپنے اپنے درجوں کے اختلاف کے بموجب اور جب تین قدم والا بھی لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو وہ لوگ جو ان سے آگے قدم رکھتے ہیں کیسے فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ بلند ہمتی درکار ہے تاکہ ہیچ و پوچ پر کفایت نہ ہو اس سے زیادہ لکھنا وقت کے مناسب نہ تھا۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۲۲)

بلند ہمتی پر ترغیب دینے اور ہر چیز پر جو ہاتھ میں آئے توجہ نہ کرنے کے بیان میں ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

مولانا محمد طاہر معذور ہیں۔ مولانا یار محمد ہماری نقل و حرکت کی وجہ بیان کریں گے جب آپ ہندوستان کے سفر کا ارادہ مصمم رکھتے ہیں جائیں اور اہل عیال کی خبر لیں۔ الباقی عند التلاقی مشہور خبر ہے۔ دوام حضور اور غیروں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ ہمت کو بلند رکھنا چاہئے اور جو کچھ ہاتھ میں آ جائے اسی میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔

ما از پے نورے کہ بود مشرق انوار　　　از مغربی و کوکب و مشکوٰۃ گزشتیم

ترجمہ: ہمیں اس نور کی خاطر جو ہے انوار کا مشرق

نہ حاجت ہے ستارے کی نہ سورج چاند و مشعل کی

اس زمانہ کے اکثر فقرا مقام ری اور اکتفا (یعنی سیراب ہونے اور کفایت کرنے) پر اقامات رکھتے ہیں یعنی آگے ترقی نہیں کرتے۔ ان کی صحبت زہر قاتل ہے ان سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے اور واقعات کا کچھ اعتبار نہ کریں کیونکہ تاویل کا میدان بہت وسیع ہے اور ہرگز خواب و خیال پر فریفتہ نہ ہو جائیں۔

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُیُوْفُ

ہائے پہنچوں کس طرح میں یار تک　　　راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۲۳)

اس بیان میں کہ نفل کا ادا کرنا خواہ حج ہی کیوں نہ ہو۔ اگر فرض کے فوت ہو جانے کو مستلزم ہے تو وہ لایعنی میں داخل ہے۔ ملا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:

میرے بھائی نیک بخت کا (کہ اپنے نام کی طرح تعلقات کی آلودگی سے ہمیشہ پاک رہیں) مکتوب مبارک صادر ہوا۔ اے بھائی حدیث میں آیا ہے۔ **عَلَامَةُ اِعْرَاضِہٖ تَعَالٰی عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَالَا یَعْنِیْهِ** بندے کا لایعنی باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف سے خدا کی روگردانی کی علامت ہے۔ فرض کو چھوڑ کر نفل میں مشغول ہونا لایعنی میں داخل ہے۔ پس اپنے احوال کی تفتیش کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس چیز میں مشغول ہے۔ نفل میں یا فرض میں۔ ایک نفلی حج کے لئے اتنے ممنوعات کا مرتکب نہ ہونا چاہئے۔ اچھی طرح ملاحظہ کریں۔ **اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْهِ الْاِشَارَةُ** عقلمند کے لئے ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

**وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی رُفَقَائِکُمْ** آپ پر اور آپ کے دوستوں پر سلام ہو۔

# مکتوب (۱۲۴)

اس بیان میں کہ راستہ کی استطاعت حج کے واجب ہونے کیلئے شرط ہے۔ استطاعت نہ ہونے کے باوجود حج کا ارادہ کرنا مطلب کے حاصل ہونے کی نسبت تضیع اوقات میں داخل ہے۔ ملا طاہر بدخشی کی لکھا ہے:

ملا محمد طاہر بدخشی کا مکتوب شریف پہنچا۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقرا کے اخلاص اور محبت میں کوئی فتور نہیں پڑا۔ جدائی کی مدت دراز ہونے کے باوجود یہ بڑی سعادت کی علامت ہے۔ اے محبت کے نشان والے! جب آپ نے رخصت طلب کی اور جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو وداع ہونے کے وقت اس قدر ذکر ہوا تھا کہ شاید ہم بھی آپ کے ساتھ مل جائیں گے۔ ہر چند ارادہ کیا لیکن استخارے موافق نہ ہوئے اور اس بارے میں کوئی تجویز معلوم نہ ہوئی۔ ناچار اس بارے میں سستی اختیار کی۔ فقیر کی صلاح پہلے ہی آپ کے جانے میں نہ تھی۔ لیکن آپ کے شوق کو دیکھ کر صاف طور پر منع کیا۔ استطاعت راستہ کی شرط ہے۔ بغیر استطاعت کے تضیع اوقات ہے ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری کام میں ہونا مناسب نہیں۔ کئی خطوں میں آپ کی طرف یہ مضمون لکھا ہے۔ شائد پہنچا ہے یا نہیں۔ اصل بات یہی ہے۔ آگے آپ مختار ہیں۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۲۵)

اس بیان میں کہ کیا عالم صغیر کیا عالم کبیر واسما وصفات والٰہی کے مظہر ہیں اور عالم کو اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کے سوااور کوئی نسبت نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں میر صالح نیشاپوری کی طرف لکھا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَاھِیَ یااللہ ہم کواشیاء کی حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔

جہان کیا چھوٹا کیا بڑا حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے مظہر اور اس کے شیون اور ذاتی کمالات کے آئینے ہیں۔ حق تعالیٰ ایک خزانہ مخفی اور پوشیدہ تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے آپ کو خلوت سے جلوت میں لائے اور جمال سے تفصیل میں لائے۔ تو جہان کو اس طرح پیدا کیا کہ اپنی ذات وصفات حق تعالیٰ کی ذات وصفات پر دلالت کرے۔ پس جہان کو اپنے صانع کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس کی مخلوق ہے اور اس کے اسماء وشیون اور کمالات پر دلالت کرنے والا ہے۔ وہاں اتحاد اور عینیت اور احاطہ وسریان اور معیت ذاتیہ کا حکم لگانا غلبہ حال اور سکر وقت سے ہے۔ مستقیم الاحوال بزرگوار کہ جن کو صحو کا پیالہ پلایا ہوا ہے۔ جہاں کے لئے صانع کے ساتھ کوئی نسبت سوائے مخلوق اور مظہر ہونے کے ثابت نہیں کرتے اور علمائے اہل حق کے مطابق ( کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرماوے ) احاطہ وسریان ومعیت کو علمی جانتے ہیں۔

تعجب ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت بعض ذاتی نسبت کو مثل احاطہ اور معیت کے ثابت کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کے معترف ہیں کہ ذات سے تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔ حتیٰ کہ صفات ذاتیہ کا بھی سبب ظاہر کرتے ہیں حالانکہ یہ تناقض ہے اور اس تناقض کے دفع کرنے کیلئے ذات میں مراتب کا ثابت کرنا فلسفی تحقیقات کی طرح بیجا تکلف ہے۔ صحیح کشف والے لوگ ذات حق کے بسیط حقیقی کے سوا کچھ نہیں جانتے اور اس کے سوائے جو کچھ ہوا سما میں داخل گنتے ہیں۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم مواست بسیارات

ترجمہ: فراق رایہ کم بھی ہوتو کم اس کو نہیں گنتے
اگر چہ نیم مو بھی ہو بہت ہے چشم عاشق میں

اس مضمون کی تحقیق کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ مثلاً اگر کوئی فاضل عالم بڑے فن جاننے والا چاہے کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے اور حرفوں اور آوازوں کو ایجاد کرے تا کہ ان کے پردے میں ان کمالات کو ظاہر کرے تو اس صورت میں دلالت کرنے والے حرفوں اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آوازوں کو ان پوشیدہ معنوں کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ حروف اور آواز ان پر پوشیدہ معنوں کے مظہر اور در پردہ کمالات کے آئینے ہیں۔ حرفوں اور آوازوں کو ان مخفی معانی کا عین کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح اس صورت میں احاطہ اور معیت کا حکم لگانا نامناسب ہے۔ معانی اسی طرح اپنی پہلی مخزونہ حالت پر ہیں۔ ان معانی کی ذات وصفات میں کسی قسم کا تغیر وتبدل واقع نہیں ہوا۔ چونکہ معانی اور حروف واصوات والہ کے درمیان ایک قسم کی دالیت اور مدلولیت کی نسبت ثابت ہے تو اس سے کچھ زائدہ معنی خیال میں آتے ہیں اور جو کچھ اس مسئلہ میں ہمارا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ مظہر اور آئینہ ہونے کے سوا اور کسی امر زائدہ مثل اتحاد وعینیت ومعیت واحاطہ کا ثابت کرنا سکر کے باعث ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات نسبت ومناسب سے معرا ومبرا ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابَ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ظاہریّت اور مظہریّت کی اس قدر مناسبت کے باوجود وحدت وجود کہیں یا نہ کہیں۔ حقیقت میں متعدد وجود ہیں لیکن اصالت وظلّیت اور ظاہریّت اور مظہریّت کے طور پر نہ یہ کہ ایک موجود ہے اور اس کے سوا باقی سب وہم وخیالات۔ یہ مذہب بعینہ مذہب سوفسطائی ہے۔ حقیقت کا اس میں ثابت کرنا اوہام وخیالات سے جو فسطائی کا مقصود ہے۔ خارج نہیں ہوتا۔

چوں بدا نستی تو اور از نجست  سوئے آنخضرت نسب کردی درست
وانگہ وانستی کہ ظل کیتی  فارغی گر مردی وگر زیستی

ترجمہ:

جبکہ تو نے اس کو جانا از نجست  اور کی اس کی طرف نسبت درست
سایہ کس کا ہے تو جب پہچان لے  بے خطر ہے خواہ مرے تو خواہ جیے

# مکتوب (۱۲۶)

اس بیان میں کہ طالب کو چاہئے کہ باطل خداؤں کی نفی کرنے میں خواہ آفاقی ہو خواہ انفسی کوشش کرے اور معبود برحق کے اثبات کی طرف میں جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ ادراک میں آئے۔ اس کو بھی نفی کے نیچے لا کر صرف موجودیت پر کفایت کرے اگرچہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں اور اس کے مناسب بیان میں میر صالح نیشاپوری کی طرف لکھا ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اے سرداری وشرافت کی مسند والے! طالب علم کو چاہئے کہ انفسی اور آفاقی جھوٹے خداؤں کی نفی کرنے میں کوشش کرے اور معبود و برحق کے اثبات کی جانب میں جو کچھ فہم کے حوصلہ اور وہم کے احاطہ میں آئے اس کو بھی نفی کے نیچے لاکر صرف مطلوب کی موجودیت پر کفایت کرے

بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

ترجمہ: زیادہ ہست سے بڑھ کر کسی نے کچھ نہ پہچانا

اگر چہ وجود کی بھی اس مقام میں کوئی گنجائش نہیں اس کو وجود کے ماسوا طلب کرنا چاہئے۔

علمائے اہل سنت و جماعت نے اچھا کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات پر زائد ہے وجود کہ عین ذات کہنا اور وجود کے سوا دوسرا امر ثابت نہ کرنا قصور نظر سے ہے۔

شیخ علاؤ الدولہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فَوقَ عَالَمِ الوُجُودِ عَالَمُ المَلِکِ الوَدُودِ عالم وجود کے اوپر ملک الودود کا عالم ہے۔

اور اس درویش کا جب مرتبہ وجود سے اوپر گزر ا تو کچھ مدت تک کہ مغلوب الحال تھا اپنے آپ کو ذوق و وجدان کی وجہ سے ارباب تعطیل سے پاتا تھا اور حق تعالیٰ کے وجود کا حکم نہیں کرتا تھا کیونکہ وجود راہ میں چھوڑ گیا تھا۔ مرتبہ ذات میں وجود کی گنجائش نہ پاتا تھا۔ فقیر کا اسلام اس وقت تقلیدی تھا نہ حقیقی۔ غرض جو کچھ حوصلہ ممکن میں آئے بطریق اولیٰ ممکن ہوگا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے خلق کے لئے اپنی طرف کوئی راستہ سوائے اس کے نہیں بنایا کہ اس کی معرفت سے عجز کا اقرار کیا جائے۔

فنافی اللہ اور بقا باللہ کے حاصل ہونے سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور اس سے حقائق کا تغیر و تبدل لازم آتا ہے۔ پس جب ممکن واجب نہ ہوا تو ممکن کا نصیب سوائے عجز کے کچھ نہ ہوگا۔

عنقا شکار کس نشو ودام باز چیں کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ: اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

بلند ہمتی اسی طرح کا مطلب چاہتی ہے کہ کچھ بھی اس سے ہاتھ نہ آئے اور اس سے کچھ نام ونشان پیدا نہ ہو۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو یہ مطلب چاہتے ہیں کہ اس کو اپنا عین پائیں اور اس کے ساتھ قرب و معیت پیدا کریں۔

آں ایسا نندو من چینم یارب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: وہ ایسے ہیں میں ایسا ہوں خدایا

وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَّ اٰخِراً۔

## مکتوب (۱۲۷)

اس بیان میں کہ وہ والدین کی خدمت اگرچہ نیکیوں میں سے ہے لیکن اصلی مطلب تک پہنچنے کے مقابلہ میں محض بیکاری اور صرف تعطیل ہے۔ بلکہ برائی میں داخل ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ اور اس کے مناسب بیان میں ملا صفر احمد رومی کی طرف لکھا ہے:

مکتوب مرغوب پہنچا جو عذر آپ نے توقف کے بارے میں کیا تھا صحیح ہے۔ زیادہ اس سے جو وقوع میں آتا ہے کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو قصوروار جاننا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَاناً حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهاً وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهاً ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم کیا ہے اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اٹھایا اور تکلیف ہی سے جنا۔

دوسری جگہ فرماتا ہے۔ ان اشکر لی ولدالدیک میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ باوجود اس امر کے اس بات کا معتقد ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ حقیقی تک پہنچنے کے مقابلہ میں محض بیکاری ہے بلکہ منازل سلوک کے طے کرنے میں صرف تعطیل ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ آپ نے سنا ہوگا۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
شکر کھانہ بھی گر ہو تو عذاب جان کندن ہے

حق تعالیٰ کا حق تمام مخلوقات کے حقوق پر مقدم ہے۔ ان کے حقوق کو ادا کرنا خدا کے حکم کی تابعداری کے باعث ہے۔ ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس کی خدمت کو چھوڑ کر دوسرے کی خدمت میں مشغول ہو جائے۔ پس ان کی خدمت اس لحاظ سے خدا ہی کی خدمات میں سے ہے لیکن خدمت خدمت میں بہت فرق ہے۔ کاشتکار اور ہل چلانے والے بھی بادشاہ کی خدمت کرتے ہیں لیکن مقربین کی خدمت اور ہے۔ وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام لینا عین گناہ ہے اور ہر کام کی مزدوری اس کام کے موافق ہوتی ہے۔ ہل چلانے والے بڑی محنت سے دن بھر میں ایک تنگہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مزدوری لیتے ہیں اور مقرب ایک گھڑی خدمت میں حاضر ہو کر لاکھوں کا مستحق ہو جاتا ہے حالانکہ اس کو ان لاکھوں سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو صرف بادشاہ کے قرب میں گرفتار ہے۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔

فرخ حسین کو بہت توفیق حاصل ہے اس کی طرف سے خاطر جمع رکھیں زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۲۸)

بلند ہمتی پر ترغیب دینے اور سوائے مطلب بیچونی کے کفایت نہ کرنے کے بیان میں خواجہ مقیم کی طرف لکھا ہے:

جناب خواجہ مقیم دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کریں بلکہ دور نہ جائیں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔

غرض مسلک یعنی راستہ بہت لمبا ہے اور مطلب کمال بلندی میں ہے اور ہمتیں نہایت پست ہیں۔ نیز درمیانی منزلیں سراب کی طرح مطلب نما ہیں۔ نعوذ باللہ اگر کوئی وسط کو نہایت سمجھ کر یکبار غیر مقصد کو مقصد جانے اور چون کو بیچون تصور کرے اور مطلب حقیقی تک پہنچنے سے پیچھے رہ جائے۔ ہمت کو بلند رکھنا چاہئے اور کسی حاصل پر کفایت نہ کرنی چاہے اور وراء الورا میں ڈھونڈنا چاہئے۔

اس قسم کی ہمت کا حاصل ہونا شیخ مقتدا کی توجہ پر منحصر ہے اور اس کی توجہ مرید مقتدی کے اخلاص اور محبت کے موافق ہوتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

## مکتوب (۱۲۹)

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقہ کا باعث ہے اور یہی جامعیت اس کی جمعیت کا موجب ہے نہ جیسا کہ کہا گیا ہے كَمَاءِ نِيْلِ مَاءٌ لِلْمَحْبُوْبِيْنَ وَ بَلَاءٌ لِلْمَحْجُوْبِيْنَ آب نیل کی طرح جو دوستوں کے لئے پانی اور محجوبوں کیلئے بلا ہے۔ سید نظام کی طرف لکھا ہے۔

مکتوب شریف وصول ہوا ہے۔ آدمی چونکہ جامع ترین موجودات ہے اور اجزا میں سے ہر ایک جز کیلئے بے شمار موجودات کے ساتھ اس کا تعلق اور گرفتاری ظاہر ہے۔ پس حقیقت میں یہی جامعیت سب سے زیادہ خدا کی جناب سے اس کی دوری کا باعث ہے اور اس کے بلشرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعلقات سب سے زیادہ اس کی محرومی کا سبب ہیں اور اگر خدا کی توفیق سے اپنے آپ کو ان پراگندہ تعلقات سے جمع کرلے اور پس پا واپس آجائے۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيماً وَ اِلَّا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً بَعِيداً تو بڑا کامیاب ہو گیا ورنہ بڑا گمراہ ہوا۔

اس کی جامعیت کے باعث بہترین موجودات بھی چونکہ انسان ہی ہے۔ بدترین مخلوقات بھی اسی جامعیت کے باعث وہی ہے۔ اس کا آئینہ اس جامعیت کے باعث بہت کامل ہے اگر جہان کی طرف منہ رکھے تو اس قدر مکدر ہو جاتا ہے کہ بیان سے باہر ہے اور اگر حق کی طرف منہ کرے تو سب سے زیادہ مصفا اور زیادہ خوش نما ہے۔ ان تعلقات کی آلودگی سے کمال آزادی محمد رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے اور اس کے بعد دوسرے انبیاء اور اولیاء کا اپنے اپنے درجوں اور مرتبوں کے موافق۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وتسلیمات ہوں ہمارے نبی پر اور ان پر ان کے سب تابعداروں پر قیامت کے دن تک۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت نبی ﷺ کے طفیل جس کی حق تعالیٰ نے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی سے تعریف کی ہے۔ ان تعلقات سے نجات بخشے اس سے زیادہ لکھنا ملال کا باعث ہے۔ والسلام والاکرام۔

# مکتوب (۱۳۰)

اس بیان میں کہ احوال کے تغیر وتبدل کا کچھ اعتبار نہیں نہ بیچونی اور بے چگونی کے مطلب کو حاصل کرنا چاہئے۔ جمال الدین کی طرف لکھا ہے:

احوال کی تلویات کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس بات کا مقید نہ ہونا چاہئے کہ کیا آیا اور کیا گیا اور کیا کہا اور کیا سنا۔ مقصود کچھ اور ہی ہے جو کہنے سننے اور دیکھنے اور مشاہدے سے منزہ ومبرا ہے۔ سلوک کے بچوں کو جوز ومویز سے تسلی دیتے ہیں۔ ہمت بلند رکھنی چاہئے کام کچھ اور ہے۔ یہ سب خواب وخیال ہے۔ خواب میں اگر کوئی اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو وہ حقیقت میں بادشاہ نہیں ہے لیکن یہ خواب امیدواری بخشتی ہے۔

طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم میں واقعات کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ یہ بیت ان کی کتابوں میں لکھا ہے۔

چو غلام آفتابم ہم ز آفتاب گویم　　　نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ: سخن خورشید کا کرتا ہوں خادم میں اسی کا ہوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہ شب نے شب کا طالب جو حدیث خواب کچھ بولوں

اگر کوئی حال آئے یا جائے کچھ شادی و غم نہیں ۔ بیچون اور بیچونگی کا مطلب حاصل ہونے کا منتظر رہنا چاہیے ۔ والسلام

# مکتوب (۱۳۱)

طریقہ حضرت خواجگان قدس سرہم کی بلندی شان اور ان لوگوں کی شکایت میں جنہوں نے اس طریقہ میں نئی نئی باتیں نکالی ہیں اور ان کو اس طریق تکمیل سمجھی ہے۔

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ و اله الطَّاهِرِيْنَ سب تعریف اللہ کی ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر ہو۔

میرے سعادت مند بھائی خواجہ محمد اشرف خدا آپ کو اولیائے کرام کی تشریفات سے مشرف فرمائے۔

جان لیں کہ حضرت خواجگان قدس سرہم کا طریقہ خدا کی طرف پہنچانے والے سب راستوں سے زیادہ قریب راستہ ہے اور دوسروں کی انتہاء ان بزرگواروں کی ابتداء میں درج ہے اور انکی نسبتوں سے بڑھ کر ہے اس کا باعث یہ ہے کہ اس طریقہ میں سنت کو لازم پکڑتے ہیں اور بدعت سے بچتے ہیں اور حتی المقدور رخصت پر عمل جائز نہیں کرتے ۔ اگر چہ بظاہر باطن میں فائدہ دینے والا ہو اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے ۔ اگر بظاہر باطن میں مضر جانیں انہوں نے احوال ومواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے اور ذوق ومعارف کو علوم شرعیہ کے خادم سمجھتے ہیں ۔ احکام شرعیہ کے نفس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز ومویز کے عوض نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے ہودہ باتوں پر مغرور اور فریفتہ نہیں ہوتے نص کو چھوڑ کر فص کی طرف نہیں جاتے اور فتوحات مدنیہ یعنی احادیث سے قطع نظر کر کے فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے ۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری تجلی ذاتی جو اوروں کے لئے بجلی کی طرح ہے ان بزرگواروں کے لئے دائمی ہے۔ وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یہ وہ بہادر ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیکن ہر ایک کا فہم ان بزرگواروں کے مذاق تک نہیں پہنچتا بلکہ نزدیک ہے کہ اس طائفہ علیہ کے قاصر اور کم ہمت لوگ بھی ان بزرگواروں کے بعض کمالات سے انکار کر دیں۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

ترجمہ: کرے گر طعن کوئی پست ہمت اس طریقے پر

پناہ دے رب اگر لاؤں زباں پر کچھ گلہ اس کا

ہاں اس طریقہ علیہ کے بعض متاخرین خلفا نے اس طریق میں بھی نئی نئی باتیں نکالی ہیں اور ان بزرگواروں کے اصل راستہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ ان کے بعض مریدوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ان نئی نئی باتوں نے اس طریقہ کو کامل کر دیا ہے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ منہ چھوٹا اور بڑی بات۔ بلکہ انہوں نے اس کے خراب اور ضائع کرنے میں کوشش کی ہے۔

افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام ونشان تک پایا نہیں جاتا وہ اس طریقہ علیہ میں پیدا کر دی ہے۔ نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور گرد ونواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں اور بڑی جمعیت سے ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے' بکراہت تحریمہ۔

بعض فقہا نے جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے اور نفل کی جماعت کو مسجد کے ایک کونے میں جائز قرار دیا ہے۔ تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ کہا ہے۔

اور نیز نماز تہجد کو اس وجہ سے تیرہ رکعت جانتے ہیں جن میں سے بارہ رکعت کو کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت کو بیٹھ کر تا کہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرے اور ان سے مل کر تیرہ ہو جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

ہمارے حضرت پیغمبر ﷺ نے جو کبھی تیرہ رکعت ادا کئے ہیں اور کبھی گیارہ رکعت اور کبھی نو اور کبھی سات۔ تو اس میں نماز تہجد کے ساتھ وتر نے مل کر فردیت کا حکم پیدا کیا ہے۔ نہ یہ کہ بیٹھ کر دو رکعت ادا کرنے کو کھڑا ہو کر ایک رکعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس قسم کے علم وعمل کا باعث سنت سنیہ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عدم اتباع ہے۔

تعجب ہی کی بات ہے کہ علماء ہی کے شہروں میں مجتہدین علیہم الرضوان کا وطن ہے اس قسم کے محدثات اور بدعات رواج پا گئے ہیں۔ حالانکہ ہم فقیر اسلامی علوم انہی کی برکت سے حاصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کرتے ہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

اند کہ پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ:

غم دل اس لئے تھوڑا کیا ظاہر ہے ڈرتا ہوں
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

والسلام۔

# مکتوب (۱۳۲)

دولت مندوں کی صحبت سے بچنے اور فقرا کی صحبت پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ فقرا کی خاکروبی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ ملا محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ یا اللہ تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت بخش تو بڑا بخشنے والا ہے۔ آپ نے فقرا کی صحبت سے دل تنگ ہو کر دولت مندوں کی مجلس اختیار کی ہے۔ بہت برا کیا ہے آج اگر آپ کی آنکھ بند ہے تو کل کھل جائے گی اور پھر ندامت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ اطلاع دینا شرط ہے۔

اے بوالہوس تیرا امر دو حال سے خالی نہیں ہے۔ دولت مندوں کی مجلس میں آپ کو جمعیت دیں گے یا نہ دیں گے۔ اگر دیں گے تو بد ہے اور اگر نہ دیں گے تو بدتر ہے اور اگر دیں گے تو استدراج ہے۔ نعوذ باللہ منہا اور اگر نہ دیں گے تو دنیا و آخرت کا خسارہ شامل ہے۔ فقرا کی خاکروبی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج یہ بات آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ آخر ایک دن سمجھ میں آجائے گی۔ پھر کچھ فائدہ نہ دے گی۔ جب کھانوں کی خواہش اور قیمتی لباس کی تمنا نے آپ کو اس بلا میں ڈال دیا اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اپنے مقصد کا فکر کریں اور جو کچھ حق تعالیٰ سے مانع ہو اس کو دشمن جان کر اس سے بھاگیں اور خوف کریں۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ نص قاطع ہے۔

صحبت کے حق نے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ ایک مرتبہ آپ کو نصیحت کی جائے آپ عمل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کریں یا نہ کریں۔ آپ کی فضول باتوں سے مجھے اوّل ہی معلوم تھا کہ اس طرح فقر پر استقامت دشوار ہے ۔

وَقَدْ کَانَ مَا خِفْتُ اَنْ یَکُوْنَا اِنَّـا اِلَی اللّٰہِ رَاجِعُوْنَـا

ترجمہ: ہوا آخر وہی جس کا ڈر تھا پڑھا اِنَّـا اِلَیْـہِ رَاجِـعُوْنَا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد ﷺ کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

میں آپ کی فطرت اور استعداد سے کچھ اور امید رکھتا تھا۔ مگر افسوس کہ آپ نے قیمتی جوہر کو سرگین میں ڈال دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّ اَلَیْہِ رَاجِعُوْنَ:

## مکتوب (۱۳۳)

اس بیان میں کہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے اور وقت کو عزیز رکھنا چاہئے۔ ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

وہ مکتوب جو قاصد کے ہاتھ بھیجا تھا پہنچا۔ فرصت کو غنیمت اور وقت کو عزیز سمجھنا چاہئے رسم وعادات سے کچھ نہیں بنتا اور مہلت وحیلہ بہانہ سے سوائے خسارہ اور مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے۔ ھَلَکَ الْمُسَوِّفُوْنَ سوف افعل کہنے والے ہلاک ہو گئے۔ موجودہ عمر کو موہوم امر میں صرف کرنا اور موہوم کو موجود کیلئے نگاہ رکھنا بہت برا ہے۔ چاہئے کہ وقت کے نقد کو ضروری کام میں صرف کریں اور ادھار کو بیہودہ آرائشوں کے لئے جمع کریں۔ حق تعالیٰ تھوڑی سی بے آرامی بخشے تا کہ ماسوائے حق کے آرام سے نجات مل جائے۔ گفتگو کچھ فائدہ نہ کرے گی۔ وہاں تو سلامتی قلب طلب کرتے ہیں۔ اپنے اصل مقصد کا فکر کرنا چاہئے اور بیہودہ کاروبار سے منہ پھیرنا چاہئے۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ ہے کہ ہر چند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہو تو عذاب جان کندن ہے

مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد پر پیغام پہنچانا ہی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۱۳۴)

تسوف یعنی سوف افعل کہنے سے منع کرنے میں ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے طفیل قرب کے درجوں میں بے اندازہ عروج کرامت فرمائے۔ اے محبت کے نشان والے اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔ معلوم نہیں کل تک فرصت دیں یا نہ دیں۔ ضروری کام آج ہی کرنا چاہئے اور غیر ضروری کام کو کل پر ڈالنا چاہئے۔ عقل کا حکم یہی ہے۔ عقل معاش کا نہیں بلکہ عقل معاد کا۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام

## مکتوب (۱۳۵)

ولایت عامہ اور خاصہ کے مرتبوں اور ولایت خاصہ کی بعض خصوصیتوں کے بیان میں مخلص محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

جاننا چاہئے کہ ولایت فنا اور بقا سے مراد ہے اور وہ عام ہے یا خاص اور عامہ سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ ہے۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہ جس میں فنا اتم اور بقا اکمل ہے اور جو شخص اس بڑی نعمت سے مشرف ہو اس کا بدن طاعت کے لئے نرم ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا مولیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا دل دلوں کے پھیرنے والے کیلئے صحیح وسلامت ہو جاتا ہے اور اس کا روح پورے طور حضرت صفات لاہوت کے مکاشفہ کی طرف پرواز کرتا ہے اور اس کا سر شیون واعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ مقام مشاہدہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کا خفی کمال تنزہ اور تقدس اور کبریا کے باعث متحیر ہوتا ہے اور اس کے اخفیٰ کو بلا تکلیف وبلا مثال اتصال حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت یہ مثال اس کے حق میں صادق ہوتی ہے۔

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

ترجمہ: مبارک منعموں کو مال ودولت

اور وہ بات کہ جس کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام عروج ونزول کی دونوں طرفوں میں ولایت کے تمام مرتبوں سے متمیز ہے لیکن عروج کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طرف میں اس وجہ سے ہے کہ انتہیٰ کا فنا وبقا دونوں اسی ولایت خاصہ سے مختص ہیں اور باقی ولایتوں کا عروج فقط خفی تک ہے۔ ان کے درجوں کے اختلاف کے بموجب یعنی بعض ولایت والوں کا عروج مقام روح تک اور بعض کا سر تک اور بعض کا خفی تک ہے اور یہ درجہ ولایت عامہ کے درجوں میں سے زیادہ اعلیٰ ہے لیکن نزول کی طرف میں اس وجہ سے کہ اولیائے محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کے لئے اسی ولایت کے درجوں کے کمالات سے کچھ حاصل ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کو معراج کی رات جسد کے ساتھ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا سیر کرایا اور جنت و دوزخ آپ کے سامنے پیش کیے گئے اور اس کی طرف وحی بھیجی گئی جیسا کہ حق تھا اور اس وقت رویت بصری سے مشرف ہوئے اور اس قسم کا معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے مخصوص ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار اولیا اور آپ کے زیر قدم سالکوں کیلئے بھی اس مرتبہ مخصوص سے کچھ حصہ ہے۔

وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاسِ الْكِرَامِ نَصِيْبُ

ترجمہ: ہے کاسۂ کرام سے حصہ زمین کو

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں روایت کا واقع ہونا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے مخصوص ہے اور وہ حالت جو آنحضرت کے زیر قدم اولیا کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ رویت نہیں ہے اور اس روایت اور حالت کے درمیان وہی فرق ہے جو اصل اور فرع اور شخص اور ظل کے درمیان ہے اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔

## مکتوب (۱۳۶)

مطلوب حقیقی کے حاصل کرنے میں تسویف و تاخیر سے منع کرنے میں ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

مکتوب مرغوب وصول ہوا چونکہ قاصد عشرہ متبرک کے اخیر میں پہنچا تھا اس لئے اس کے گزرنے کے بعد خطوں کا جواب لکھا گیا اور خان خانان کے خط کا جواب اور خواجہ عبداللہ کے خط کا جواب بھی لکھ کر بھیج دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمالیں گے۔ اس دفعہ آپ کا لشکر میں جانا فقیر کے پسند نہیں ہے۔ دیکھیے اس میں کیا حکمت ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ سب کام اللہ کے اختیار میں ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت حق تعالیٰ نے بڑی مہربانی سے یومیہ قوت عطا فرمائی ہے اس کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



غنیمت سمجھ کر اپنے کام کا فکر کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس کو اور وقت کا وسیلہ بنایا جاوے کیونکہ یہ کام تسلسل تک پہنچ جاتا ہے۔ درویشی میں طول امل کفر ہے اور فرض سے فارغ ہونے کا معاملہ معلوم نہیں کہ خواجگی سے کوئی صورت پیدا کرلے اور اگر کچھ شبہ ہے تو خواجگی کی طرف صاف وصریح طور پر لکھنا چاہئے اگر وہ بھی جواب صاف لکھے اور پختہ وعدہ مفہوم ہو تو اس نیت سے چلے جائیں لیکن تسویف وتاخیر کا علاج کیا ہوگا جو کچھ کرنا ہے بہت جلدی کریں کیونکہ فرصت بہت غنیمت ہے۔

## مکتوب (۱۳۷)

نماز کی بلندی شان میں کہ جس کا کمال نہایت النہایت سے وابستہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں حاجی خضر افغان کی طرف صادر کیا ہے:

مکتوب مرغوب پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا عبادات میں لذات حاصل ہونا اور ان کے ادا کرنے میں تکلف کا رفع ہونا حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر نماز کے ادا کرنے میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں ہے اس سے زیادہ خاص کر نماز فریضہ کے ادا کرنے میں کیونکہ ابتدا میں نماز نفلی کے ادا کرنے میں لذت بخشتے ہیں اور نہایت النہایت میں یہ نسبت فرائض سے وابستہ ہو جاتی ہے اور نوافل کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو بے کار جانتا ہے اس کے نزدیک فرائض کا ادا کرنا ہی بڑا کام ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کراد ہند

ترجمہ: بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت خدا جانے ملے کس کو

جاننا چاہئے کہ وہ لذت جو نماز کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ عین اس لذت حاصل کرنے کے وقت وہ نالہ وفغاں میں ہے۔ سبحان اللہ کیا عجب رتبہ ہے

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی دولت

ہم جیسے حریص آدمیوں کو اس قسم کی باتیں کہنی اور سننی بھی غنیمت ہیں۔

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد میکنم

ترجمہ: بارے اسی خیال سے کرتا ہوں دل کو خوش

اور نیز جان لیں کہ دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں روایت کے رتبہ کی طرح ہے۔ دنیا میں نہایت قرب نماز میں ہے اور آخرت میں نہایت قرب رویت کے وقت اور جان لیں کہ باقی تمام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عبادات نماز کے لئے وسیلہ ہیں اور نماز اصلی مقصد ہے۔ والسلام والاکرام۔

# مکتوب (۱۳۸)

دنیا کمینی کی مذمت اور دنیاداروں کی صحبت سے بچنے میں شیخ بہاؤالدین سرہندی کی طرف لکھا ہے۔

میرے سعادت مند فرزند! اس دنیائے مبغوضہ پرخوش نہ ہوں اور حق تعالیٰ کی جناب پاک میں دوام توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔

سوچنا چاہئے کہ کیا بیچتے ہیں اور کیا خریدتے ہیں۔ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچنا اور حق تعالیٰ کو چھوڑ کر خلق میں مشغول ہونا بیوقوفی اور کم عقلی ہے۔ دنیا و آخرت کا جمع ہونا دوضدوں کا جمع ہونا ہے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لو اجْتَمَعَا

ترجمہ: دین و دنیا جمع گرہو جائیں تو کیا خوب ہے

ان دونوں ضدوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے اور جس کے عوض چاہے اپنے آپ کو بیچ ڈالے۔ آخرت کا عذاب ہمیشہ کے لئے ہے اور دنیا کا اسباب بہت تھوڑا۔ دنیا حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور آخرت حق تعالیٰ کو پسند ہے۔ عِشْ مَاشِئْتَ فَاِنَّکَ مَیِّتٌ وَالْزِمْ مَاشِئْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُهٗ جی لے جس قدر تو چاہتا ہے ایک دن ضرور مرے گا اور لازم پکڑ جس کو تو چاہتا ہے تو اس سے ضرور جدا ہونے والا ہے۔

آخر ایک دن زن و فرزند کو چھوڑنے پڑے گا اور ان کی تدبیر حق تعالیٰ کے سپرد کرنی پڑے گی آج ہی اپنے آپ کو مردہ سمجھنا چاہئے اور ان کی ضروریات حق تعالیٰ کے سپرد کرنی چاہئیں۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ نص قاطع ہے۔ آپ نے کئی دفعہ سنا ہوگا یہ خواب خرگوش تک رہے گی۔ آخر آنکھ کھولنی چاہئے۔

اہل دنیا کی صحبت اور ان سے ملنا جلنا زہر قاتل ہے اس زہر سے مرا ہو ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہے۔ عقلمند کو ایک اشارہ ہی کافی ہے تو مبالغے اور تاکید کے ساتھ تصریح کیونکر کافی نہ ہوگی۔ بادشاہوں کے چرب لقمے دلی مرضوں کو بڑھاتے ہیں تو پھر فلاح اور نجات کی کیسے امید ہے الحذر الحذر الحذر۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم     تو خواه از سخنم پند گیرد خواه املال

ترجمہ: جو حق کہنے کا ہے کہتا ہے تجھ سے اے میرے مشفق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نصیحت آئی ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

ان کی صحبت سے اس طرح بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہیں کیونکہ شیر تو دنیاوی موت کا موجب ہے اور وہ کبھی آخرت میں فائدہ دے جاتی ہے اور بادشاہوں سے ملنا جلنا ہمیشہ کی ہلاکت اور دائمی خسارہ کا موجب ہے۔ پس ان کی صحبت اور لقمہ اور محبت اور ان کی ملاقات سے بچنا چاہئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے کسی دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے باعث کی۔ اس کے دو حصے دین کے چلے گئے تو سوچنا چاہئے کہ یہ سب تواضع و چاپلوسی ان کی دولت مندی کے باعث ہے یا کسی اور باعث سے۔ کچھ شک نہیں کہ ان کی دولت مندی کے باعث ہے اور اس کا نتیجہ دین کے دو حصوں کا ضائع ہو جانا ہے تو اسلام کہاں کا اور نجات کہاں کی اور یہ سب مبالغہ اور اصرار اس وجہ سے ہے کہ چرب لقمے اور ناجنس کی صحبت نے اس فرزند کے دل کو پند و نصیحت کے قبول کرنے سے حجاب میں ڈال دیا ہوگا اور کسی کلمہ و کلام کی تاثیر نہ ہونے دے گی۔ پس ان کی صحبت اور ملاقات سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔ نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَمَّا لَا یَرْضٰی عَنْہُ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْبَشَرِ الْمَمْدُوْحِ بِمَا زَاغَ الْبَصَرُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا حق تعالیٰ سید البشر ﷺ کے طفیل جس کی تعریف مازاغ البصر وما طغیٰ سے کی گئی ہے ہم کو اور آپ کو ان باتوں سے نجات دے جن سے وہ راضی نہیں ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۳۹)

اس بیان میں کہ ان بدبختوں کی ہجو اور مذمت جو اہل اللہ پر طعن کرتے ہیں جائز بلکہ مستحسن ہے۔ جعفر بیگ تہانی کی طرف لکھا ہے۔

آپ کا گرامی التفات نامہ مشرف ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو تندرست رکھے کہ آپ فقراء کے حال پر شفقت فرماتے ہیں اور حضور و غیبت کو یکساں رکھتے ہیں۔

میرے مخدوم! جب کفار قریش نے اپنی کمال بدنصیبی سے اہل اسلام کی ہجو اور برائی میں کمال مبالغہ کیا۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے اسلامی شاعروں کو حکم کیا کہ کفار نگونسار کی ہجو کریں۔ وہ شاعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے منبر پر چڑھ کر کھلم کھلا کفار کی ہجو میں اشعار پڑھتے تھے اور آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ جب تک وہ کفار کی ہجو کرتے رہتے ہیں۔ روح القدس ان کے ساتھ ہے۔ خلق کی ملامت و ایذا عشق کی غنیمت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وَعَلَیْهِمْ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین ﷺ کے طفیل ان لوگوں میں سے بنا۔ آمین۔

## مکتوب (۱۴۰)

اس بیان میں کہ رنج ومحنت محبت کے لوازم سے ہے۔ ملا محمد معصوم کابلی کی طرف لکھا ہے۔

اے محبت کے نشان والے! رنج ومحنت، محبت کے لوازم سے ہے۔ فقر کے اختیار کرنے میں دردوغم ضروری ہے۔

غرض از عشق توام چاشنئ دردوغم است ورنہ در زیر فلک اسباب تنعم چہ کم است

ترجمہ: عشق سے تیرے غرض ہے چاشتے دردوغم
ورنہ نیچے آسماں کے کونسی نعمت ہے کم

دوست رنج اور آوارگی چاہتا ہے تاکہ اس کے غیر سے پورے طور پر انقطاع حاصل ہوجائے۔ یہاں آرام بے آرامی میں ہے اور ساز سوز میں اور قرار بے قراری میں اور راحت جراحت میں اس مقام میں آرام طلب کرنا اپنے آپ کو رنج میں ڈالنا ہے۔

اپنے آپ کو ہمہ تن محبوب کے حوالہ کردینا چاہئے اور جو کچھ اس کی طرف آئے خوشی سے قبول کرنا چاہئے اور ہرگز سر نہ پھیرنا چاہئے زندگانی کا طریق اسی صورت میں ہے یہاں تک ہوسکے۔ استقامت اختیار کریں ورنہ فتور پیچھے ہے۔ آپ کی مشغولی خوب ہوگئی تھی لیکن قوی ہونے سے اوّل ہی کمزور ہوگئی۔ مگر کچھ غم نہیں اگر تھوڑا سا بھی اس تردّدات سے اپنے آپ کو جمع کریں تو پہلے سے بھی بہتر ہوجائے گی۔ تفرقہ کے ان اسباب کو عین جمعیت کے اسباب جانیں تاکہ اپنا کام پورا کرسکیں۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۴۱)

اس بیان میں کہ اس کام میں عمدہ چیز محبت واخلاص ہے۔ ملا محمد قلیج کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے طفیل درجات عطا فرمائے۔ احوال قلبی کی نسبت آپ نے کبھی کچھ نہیں لکھا کہ کیا حال ہے۔ کبھی کبھی اس بارے میں لکھتے رہا کریں کہ غائبانہ توجہ کا باعث ہو۔ اس کام میں عمدہ چیز محبت واخلاص ہے۔ اگر اس وقت ترقی مفہوم نہیں ہوتی تو کچھ غم نہیں جب اخلاص پر استقامت حاصل ہے تو امید ہے کہ سالوں کا کام گھڑیوں میں میسر ہوجائے گا۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۴۲)

اس بیان میں کہ ان بزرگواروں کی نسبت میں سے اگر تھوڑی بھی ہاتھ آجائے تو وہ تھوڑی نہیں۔ ملا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا ہے۔

مکتوب شریف جو از روئے التفات کے ارسال کیا تھا، پہنچا۔ فقراء کی محبت اور اس گروہ سے توجہ رکھنا خدائے تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ حضرت حق تعالیٰ سے اس پر استقامت طلب کرتے ہیں۔ وہ نیاز جو درویشوں کے لئے بھیجی تھی۔ وہ بھی وصول ہوئی اور فاتحہ سلامت پڑھا گیا۔ وہ طریقہ جو آپ نے حاصل کیا تھا اور وہ نسبت جو آپ کو پہنچی تھی۔ اس کی نسبت کچھ ذکر نہ کیا ایسا نہ ہو کہ اس میں فتور پڑ گیا ہو ؎

یک چشم زدن خیال او پیش نظر　　بہتر ز وصال خوب رویاں ہمہ عمر

ترجمہ: میری آنکھوں میں ایک لحظہ اگر آئے خیال اس کا
تمامی عمر وصل نازنین سے ہے بہت اچھا

ان بزرگواروں کی نسبت سے اگر تھوڑی بھی حاصل ہو جائے تو تھوڑی نہیں ہے کیونکہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں درج ہے۔ ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لیکن اس فتور کا کچھ غم نہیں ہے جبکہ رشتہ محبت اس نسبت والوں کے ساتھ قوی ہے وہ فرج یعنی قباء جو کئی دفعہ پہنی ہے۔ ارسال کی گئی ہے کبھی کبھی اس کو پہنیں اور ادب سے نگاہ رکھیں کہ اس سے بہت فائدہ کی امید ہے اور جس وقت اس کپڑے کو پہنیں۔ باوضو پہنیں اور اس سبق کا تکرار کریں۔ امید ہے کہ جمعیت تام حاصل ہوگی اور جس وقت کچھ لکھنا چاہیں چاہئے کہ اوّل اپنے باطن کے احوال لکھیں کیونکہ ظاہر کے احوال باطنی کے بغیر بے اعتبار ہیں۔

از ہر چہ میر دو سخن دوست خوشتراست

ترجمہ: مناسب ہے اگر لکھیں تو لکھیں یار کی باتیں

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ الْمُطَهَّرِ عَنْ زَيْغِ الْبَصَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا. حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی ظاہری باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ
اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

## مکتوب (۱۴۳)

ملا شمس الدین کی طرف لکھا ہے۔

اس بیان میں کہ جوانی کے وقت کو غنیمت جانیں اور لہو ولعب میں صرف نہ کریں محبّ فقراء مولانا شمس الدین کو اللہ تعالیٰ توفیق بخشے کہ جوانی کے وقت کو غنیمت جان کر کھیل کود اور لہو لعب میں صرف نہ کریں اور جوز ومویز کے عوض ہاتھ سے نہ دیں کہ آخر ندامت وپشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور کچھ فائدہ نہ ملے گا۔ اطلاع دینا شرط ہے پنج وقت نماز کو جماعت سے ادا کریں اور حلال کو حرام سے تمیز کریں۔ عاقبت کی نجات صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں ہے۔ فانی لذتوں اور ہلاک ہونے والی نعمتوں کو منظور نظر نہ رکھیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مُوَفِّقٌ لِلْخَیْرَاتِ۔ حق تعالیٰ نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے۔

## مکتوب (۱۴۴)

سیر وسلوک کے ملنے اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور دوسری دو سیروں کے بیان میں جو ان دو سیروں کے بعد ہیں۔ حافظ محمود لاہوری کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ سید البشر ﷺ کے طفیل جو کجی نظر سے پاک ہیں، کمالات کے درجوں میں بے شمار ترقیاں عطا فرمائے۔

از چہ میر دو سخن یار خوش تر است

ترجمہ: یہ ہے بہتر اگر لکھیں تو لکھیں یار کی باتیں

سیر وسلوک حرکت علمی سے مراد ہے جو مقولہ کیف سے ہے کیونکہ حرکت اینی یعنی مکانی کی یہاں گنجائش نہیں۔ پس سیر الی اللہ حرکت علمی سے مراد ہے جو علم اسفل سے علم اعلیٰ تک جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ تک حتیٰ کہ ممکنات کے علوم طے کرنے اور کلی طور پر ان کے زائل ہو جانے کے بعد واجب تعالیٰ کے علم تک منتہی ہو جاتی ہے اور یہ حالت وہی ہے جو فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور سیر فی اللہ مراد ہے۔ اس حرکت علمیہ سے جو مراتب وجوب یعنی اسماء وصفات وشیون واعتبارات وتقدیسات وتنزیہات میں ہوتی ہے اور اس مرتبہ تک منتہی ہوتی ہے جس کو کسی عبارت سے تعبیر نہیں کر سکتے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہ کسی اشارہ سے بیان کی جا سکتی ہے اور نہ کسی نام سے اس کا نام رکھا جا سکتا ہے نہ کسی کنایہ سے ادا ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی عالم جانتا ہے اور نہ مدرک اس کا ادراک کر سکتا ہے اور اس سیر کا نام بقاء رکھا گیا ہے اور سیر عن اللہ باللہ جو تیسری سیر ہے وہ بھی مراد حرکت علمیہ سے ہے جو علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف نیچے آتی ہے اور اسفل سے اسفل کی طرف۔ یہاں تک کہ ممکنات کی طرف پس پار جوع کرتی ہے اور تمام مراتب وجوب کے علوم سے نزول کرتے ہیں اور ایسا عارف اللہ کو اللہ کے ساتھ بھلانے والا اور اللہ کی طرف سے اللہ کے ساتھ پھیرنے والا اور وہ واجد فاقد اور واصل مہجور اور وہ قریب بعید ہوتا ہے اور سیر چوتھی جو اشیاء میں سیر ہے۔ یکے بعد دیگرے اشیاء کے علوم حاصل ہونے سے مراد ہے۔ بعد اس کے تمام اشیاء کے علوم سیر اول میں زائل ہو جائیں۔

پس سیر اوّل سیر چہارم کے مقابل ہے اور سیر تیسری سیر دوسری کے مقابلہ میں جیسا کہ بیان ہوا اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ نفس ولایت کے حاصل ہونے کے واسطے ہیں جو فنا و بقاء سے مراد ہے اور سیر تیسرا اور چوتھا مقام دوعت کے حاصل ہونے کے واسطے ہیں جو انبیائے رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور کامل تابعداروں کو بھی ان بزرگواروں کے مقام سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ** کہ یہ ہے میرا راستہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے تابعدار بصیرت پر ہیں۔

یہ ہے ہدایت و نہایت کا بیان جس کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ طالبوں کو شوق و رغبت پیدا ہو۔

بر شکر غلطیہ اے صفرائیاں | از برائے کورئے سودائیاں

ترجمہ: کور ہیں سودائی اے صفرائیو پس یہ شکر سب کی سب تم چھین لو

**وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ** اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلا اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۱۴۵)

اس بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور اس طریقہ کے بعض مبتدیوں کو جلدی تاثیر نہ ہونے کی بھید میں ملا بدیع الرحمن مفتی کی طرف لکھا ہے۔

**ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى جَادَةِ الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو اس سیر کے ضمن میں قطع کر لیتے ہیں۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے مشائخ کے کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم خلق سے ہے اور عالم خلق کے طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں اور مقام جذبہ میں پہنچتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور اسی سبب سے دوسروں کی انتہاء ان کے ابتداء میں مندرج ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ترجمہ: بہار میری سمجھ لے تو باغ میرے سے

اس طریقہ نقشبندیہ کے بعض طالب باوجودیکہ ان کی سیر کی ابتداء عالم امر سے ہے۔ جلدی متاثر نہیں ہوتے اور لذت وحلاوت جو جذبہ کا مقدمہ ہے جلدی حاصل نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم امر ان میں عالم خلق کی نسبت ضعیف واقع ہوا ہے اور یہی ضعف جلدی متاثر ہونے کا مانع ہے اور یہ تاثیر کا دیر سے ہونا تب تک متحقق ہے جب تک کہ عالم امر ان میں عالم خلق پر قوی نہ ہو جائے اور معاملہ برعکس نہ ہو جائے۔ اس ضعف کا علاج اس طریقہ علیہ کے مناسب کسی کامل تصرف والے کا تصرف تام ہے اور وہ علاج جو دوسرے طریقوں کے مناسب ہے پہلے تزکیہ نفس اور سخت ریاضتیں اور مجاہدے ہیں جو شریعت کے موافق ہوں۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور معلوم رہے کہ تاثیر کا دیر سے ہونا استعداد کے کم ہونے کی علامت نہیں ہے۔ اکثر کامل استعداد والے لوگ بھی اس بلا میں مبتلا رہتے ہیں۔ والسلام

## مکتوب (۱۴۶)

سبق کے تکرار پر نصیحت کرنے میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

میرے فرزند شرف الدین حسین کا خط پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ آپ کو فقراء کے یاد کی سعادت حاصل ہے۔ دو سبق جو آپ نے حاصل کئے تھے۔ اس کے تکرار سے وقت کو آباد رکھیں اور فرصت کے ہاتھ سے نہ دیں ایسا نہ ہو کہ دنیائے فانی کا کروفر بھلا دے اور چند روزہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



شان وشوکت بے مزہ کردے۔

ہمہ اندرز من تبو این است　　که تو طفلی وخانہ رنگین است

ترجمہ: نصیحت میری تجھ سے ساری یہی ہے　　کہ رنگین گھر اور تو بچہ ابھی ہے

یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندے کو جوانی میں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر استقامت بخشے کہہ سکتے ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں اس نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے دریائے عمیق کے مقابلہ میں شبنم کا قطرہ کیونکہ وہ نعمت حق تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہے جو تمام دینوی اور اخروی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ ورضوان من اللہ اکبر اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی نعمت ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت محمد ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۱۴۷)

اس بیان میں کہ گستن (توڑنا) پیوستن (جوڑنے پر مقدم ہے یا پیوستن (جوڑنا) گستن (توڑنے) پر خواجہ اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے۔

حق تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے طفیل مراتب کمال میں ترقیات عطا فرمائے۔ مشائخ طریقت قدس سرہم میں سے بعض نے توڑنے کو جوڑنے پر مقدم رکھا ہے اور بعض نے جوڑنے کو توڑنے پر مقدم کیا ہے اور تیسرا گروہ توقف کی طرف گیا ہے۔ خواجہ ابوسعید خراز قدس سرہ کہتے ہیں۔'' تانہ رہی نیابی وتا نیابی نہ رہی، ندانم کدم پیش بود'' یعنی جب تک کو نہ چھوٹے گا نہ پائے گا اور جب تک کو نہ پائے گا نہ چھوٹے گا میں نہیں جانتا کون آگے ہے۔

راقم سطور (شیخ احمد فاروقی رحمتہ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ توڑنا اور جوڑنا ایک ہی وقت میں ثابت ہو جاتے ہیں۔ جائز نہیں کہ توڑنا اور جوڑنا جدا ہوں اور جوڑنا بغیر توڑنے کے ظاہر ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر پوشیدگی ہے تو تقدم ذاتی اور ایک دوسرے کی علت ہونے کے تعین میں ہے۔

شیخ الاسلام ہروی قدس سرہ دوسرے مذہب کو اختیار کرتا اور فرماتا ہے کہ سبقت اسی طرف سے اچھی ہے بیشک یہ بات درست ہے جن لوگوں نے توڑنے کو مقدم رکھا ہے وہ بھی اس سبقت کا انکار نہیں کرتے۔ ان کی مراد جوڑنے سے ظہور تام ہے اور ظہور تام کی سبقت ظہور مطلق کی سبقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے منافی نہیں۔ کیونکہ ظہور مطلق توڑنے پر مقدم ہے اور ظہور تام اس سے موخر ہے۔

اس تحقیق پر ان کی نزاع لفظ کی طرف رجوع ہو جاتی ہے لیکن گروہ اوّل کی نظر بہت بلند ہے کہ قلیل کو اعتبار میں نہیں لاتے اور جاننا چاہئے کہ اس توجیہ پر تقدم زمانی بھی ظاہر ہے۔ فَافْهَمْ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ پس سمجھ اور اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

بہر حال گستن و پیوستن کا مظہر ہونا چاہئے کہ مرتبہ ولایت انہی دو مرتبوں سے وابستہ ہے۔ وَبِدُوْنِھَا خَرْطُ الْقِتَادِ ورنہ رنج بے فائدہ ہے۔

مرتبہ اوّل سیر الی اللہ سے وابستہ ہے اور مرتبہ دوسرا سیر فی اللہ سے اور ان دونوں سیروں کے مجموعہ سے درجوں کے اختلاف کے موافق مرتبہ ولایت وکمال تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسری دو سیر تکمیل کے حاصل کرنے اور درجہ دعوت تک پہنچنے کے لئے ہیں۔

بانگ زد کرم اگر در دہ کس است

ترجمہ: پس خبر کر دی ہے میں نے گاؤں میں گر ہے کوئی والسلام۔

# مکتوب (۱۴۸)

اس بیان میں کہ صاحب رے یعنی سیراب ہوا ہوا بے حاصل ہے اور اس بیان میں کہ مشائخ کی روحانیت کے وسیلہ اور ان کی امداد پر ہرگز مغرور نہ ہوں کیونکہ مشائخ کی صورتیں حقیقت میں شیخ مقتداء کے لطائف ہیں۔ ملا صادق کابلی کی طرف لکھا ہے۔

دو خط پے در پے پہنچے۔ پہلا مکتوب سیرابی اور حصول سے بھرا ہوا تھا اور دوسرا تشنگی اور بے حاصلی سے۔ اللہ کی حمد ہے کہ خاتمہ پر اعتبار ہے۔ صاحب رے بے حاصل ہے اور جس نے اپنے آپ کو بے حاصل جانا وہ واصل ہے۔ کئی دفعہ آپ کو لکھا گیا ہے کہ مشائخ کی روحانیت کے وسیلے اور ان کی امداد پر ہرگز مغرور نہ ہوں کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں حقیقت میں شیخ مقتداء کے لطائف ہیں جو ان صورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ توجہ کے قبلہ کے لئے ایک ہونا شرط ہے۔ توجہ کو پراگندہ کرنا خسارے کا موجب ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

دوسرا یہ کہ کئی بار اور بڑی تاکید سے آپ کو کہا ہے کہ کام کا سررشتہ مختصر پکڑیں تاکہ جلدی سر انجام ہوا۔ امر ضروری کو چھوڑ کر بے ہودہ امر میں مشغول ہونا عقل دور اندیش سے بہت بعید ہے لیکن آپ اپنی رائے کے معتقد ہیں۔ کسی کی بات آپ میں بہت کم اثر کرتی ہے۔ آپ جانیں یا نہ جانیں ہمارا کام کہہ دینا ہے۔ مَاعَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام کہہ دینا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۱۴۹)

اس بیان میں کہ اگر چہ مسبب الاسباب نے اشیاء کو اسباب مترتب کیا ہے لیکن کیا فائدہ جبکہ سبب معین پر ہی نظر لگی رہے۔ ملا صادق کابلی کی طرف لکھا ہے۔

میرے بھائی مولانا محمد صادق تعجب کی بات ہے کہ آپ ہمہ تن عالم اسباب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر چہ مسبب الاسباب نے اشیاء کو اسباب پر مترتب کیا ہے لیکن کیا فائدہ جبکہ سبب معین پر ہی نظر لگے رہے۔

گردرے بستہ شد اے دل دگرے بکشاید

ترجمہ: ایک درگر بند ہو جائے تو دے گا کھول اور

اس قسم کی کوتاہ نظری بہت نامناسب ہے اور آپ جیسے آدمیوں سے تو بہت ہی بری ہے ایک گھڑی اپنے حال پر غور کرنا چاہیے اور اس برائی کو سمجھنا چاہیے۔ فقراء کے لباس میں ہو کر حق تعالیٰ کی مبغوضہ یعنی دنیا کے حاصل کرنے کی یہ اس قدر تلاش کس قدر ناپسندیدہ ہے، بڑا تعجب ہے کہ اس بدصورت کو آپ کی نظروں میں کیسا زیبا و خوبصورت ظاہر کیا ہے۔ امور ضروری کے حاصل کرنے میں بقدر ضرورت کوشش کرنی چاہیے تمام ہمت کو اس میں لگانا اور عمر کو اسی دھندے میں بسر کرنا محض بیوقوفی ہے۔ فرصت بہت ہی غنیمت ہے۔ ہزار ہزار افسوس ہے کہ کوئی شخص اس کو بے فائدہ علوم کے حاصل کرنے میں صرف کرے۔ خبر کر دینا ضروری ہے۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہی ہے۔

لوگوں کے کہنے سننے سے آزردہ نہ ہوں۔ وہ باتیں جو آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں جب آپ میں نہ ہوں تو کچھ غم نہیں۔ یہ کس قدر بڑی دولت ہے کہ لوگ کسی کو برا جانیں اور وہ حقیقت میں نیک ہو۔ ہاں اگر اس قضیہ کا عکس ثابت ہو تو پھر سراسر خطرہ کا مقام ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۵۰)

اس بیان میں کہ مطلوبیت کے لائق سوائے حضرت واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کے اور کوئی نہیں ہے۔ خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے۔

میرے بھائی خواجہ محمد قاسم کا محبت نامہ پہنچا۔ بہت خوشی ہوئی۔ دنیاوی حالات کی پراگندگی اور ظاہری احوال کے تفرقہ سے دل تنگ نہ ہوں کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کیونکہ یہ جہان مقام فنا میں ہے۔ حق تعالیٰ کی رضامندی میں بسر کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں تنگی ہو یا آسانی مطلوبیت کے لائق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



واجب الوجود کی ذات پاک کے سوا کچھ نہ جاننا چاہئے۔ خاص کر آپ جیسے بزرگ لوگوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ باوجود اس کے اگر کسی خدمت و کام کے لئے فقیر کو اشارہ کریں تو بڑی احسان مندی ہے۔ اس میں کوشش کی جائے گی۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۵۱)

حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کی بزرگی اور یادداشت کے معنی میں جو ان بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ میر مومن بلخی کی طرف لکھا ہے۔

از ہر چہ میر دو سخن دوست خوش تراست

ترجمہ: بیان جو کچھ کہ ہوتا ہے کلام یار بہتر ہے

حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ میں یادداشت سے مراد حضور بے غیبت ہے یعنی حضرت ذات تعالیٰ کا دوام حضور بغیر اس بات کے کہ شیونی اور اعتباراتی پردے درمیان میں حائل ہوں اور اگر کبھی حضور ہے اور کبھی غیبت یعنی کبھی تو پردے سب کے سب دور ہو جائیں اور کبھی درمیان آ جائیں۔ جیسا کہ تجلی ذاتی برقی میں کہ برق کی طرح تمام پردے حضرت حق تعالیٰ کے آگے سے مرتفع ہو جاتے ہیں اور پھر جلدی ہی شیون و اعتبارات کے پردے چھا جاتے ہیں۔ تو یہ ان بزرگواروں کے نزدیک مقام اعتبار سے ساقط ہے۔ پس حضور بے غیبت کا حاصل یہ ہے کہ تجلی ذاتی برقی جو شیون و اعتبارات کے وسیلہ کے بغیر حضرت ذات کے ظہور سے مراد ہے اور جو اس راہ کے نہایت میں میسر ہوتی ہے اور فنائے اکمل اس مقام میں ثابت کرتے ہیں۔ وہ دائمی ہو جائے اور حجاب ہرگز رجوع نہ کریں اور اور اگر رجوع کریں تو حضور غیبت سے بدل جائے گا اور اس کو یادداشت نہ کہیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ اس بزرگواروں کا شہود اتم و اکمل وجہ پر ہے اور فنا کا اکمل اور بقا کا اتم ہونا مشہود کے اکمل و اتم ہونے کے اندازہ کے موافق ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ: قیاس کر لے مرے باغ سے بہار کو تو

# مکتوب (۱۵۲)

اس بیان میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ پس خدائے تعالیٰ کی وہ اطاعت جو رسول کی اطاعت کے سوا ہو وہ حق تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے اور اس مطلب کی تاکید وتحقیق کے کلمہ قد لایا تاکہ کوئی ابوالہوس ان دونوں اطاعتوں کے درمیان جدائی ظاہر نہ کرے اور ایک دوسرے پر اختیار نہ کرے۔

اور دوسرے مقام میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کے حال سے شکایت کرتا ہے جو ان دونوں اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ ط وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ حَقًّا ۔ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض سے ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان رستہ نکالیں حقیقت میں یہی لوگ کافر ہیں۔

ہاں بعض مشائخ کبار قدس سرہم نے سکر اور غلبہ حال کے وقت ایسی باتیں کہی ہیں جن سے ان دو اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے ایک کی محبت کو اختیار کرنے پر مشتمل ہیں۔

چنانچہ منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی بادشاہت کے زمانہ میں خرقان کے نزدیک اترا ہوا تھا۔ اس نے اپنے وکیلوں کو شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کی کہ اگر شیخ سے توقف معلوم ہو تو تم آیت کریمہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پڑھ دینا۔ جب وکیلوں نے شیخ کی طرف سے توقف معلوم کیا تو انہوں نے آیت مذکورہ پڑھی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا کہ میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے شرمندہ ہوں۔ تو پھر اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت کا ذکر کیا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حق تعالیٰ کی اطاعت کو اس کے رسول کی اطاعت کے سوا سمجھا۔ یہ بات استقامت سے دور ہے۔ مشائخ مستقیم الاحوال اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور شریعت وطریقت وحقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ کی اطاعت میں جانتے ہیں اور اس اطاعت کو جو اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے سوا ہے عین گمراہی خیال کرتے ہیں۔

اور نیز منقول ہے کہ شیخ مہنہ شیخ ابو سعید ابوالخیر ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور خراسان کے بزرگ سادات میں سے سید اجل بھی اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اسی اثناء میں ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مجذوب مغلوب الحال آنکلا۔ حضرت شیخ نے اس کو سید اجل پر مقدم کیا سید کو یہ بات ناپسند معلوم ہوئی۔ شیخ نے سید کو فرمایا کہ تمہاری تعظیم رسول اللہ ﷺ کی محبت کے باعث ہے اور اس مجذوب کی تعظیم حق تعالیٰ کی محبت کے سبب ہے۔ مستقیم الاحوال بزرگوار اس تفرقہ کو بھی جائز نہیں سمجھتے اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پر حق تعالیٰ کی محبت کے غلبہ کو سکر حال سے جانتے ہیں اور فضول وبیہودہ خیال کرتے ہیں لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مرتبہ کمال میں جو مرتبہ ولایت ہے حق تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور مقام تکمیل میں جہاں مقام نبوت سے نصیب وحصہ ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت غالب ہے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی اِطَاعَۃِ الرَّسُوْلِ الَّتِیْ ھِیَ عَیْنُ اَطَاعَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر جو عین اللہ کی اطاعت ہے ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب (۱۵۳)

ماسوائے اللہ کی غلامی سے پورے طور پر آزاد ہونے کے بیان میں جو فنائے مطلق سے وابستہ ہے میاں شیخ مزمل کی طرف لکھا ہے۔

خط مرسلہ آپ کا پہنچا۔ منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اپنے طالبوں کو اپنی طلب میں بے قرار و بے آرام رکھتا ہے اور اس بے آرامی میں اپنے غیر کے آرام سے نجات بخشتا ہے لیکن غیروں کی غلامی سے پوری پوری خلاصی و آزادی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ فنائے مطلق سے مشرف ہوں اور ماسوائے اللہ کے نقش بالکل دل کے آئینہ سے مٹ جائیں اور اس کے ساتھ کسی چیز کا حُبّی و علمی تعلق نہ رہے اور حق تعالیٰ کے سوا اس کا کچھ مقصود و مراد باقی نہ رہے۔ وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقِتَادِ۔ ورنہ بے فائدہ رنج و تکلیف ہے اگرچہ بے تعلقی کا گمان رکھتا ہے لیکن اِنَّ الظَّنَّ لَایُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ظن حق کا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

ایں کار دولت است کنوں تا کراد ہند

ترجمہ: بڑی بھاری ہے یہ دولت خدا جانے ملے کس کو

احوال و مقامات میں گرفتار ہوا ہوا غیر سے گرفتار ہے۔ دوسری چیزوں کا کیا ذکر کیا جائے

بہرچہ از دوست دامانی چہ کفرآں حرف وچہ ایماں

بہرچہ ازراہ دورافتی چہ رشت آح نقش وچہ زیبا

ترجمہ: جدا جو یار سے کردے برابر کفر و ایماں ہے

تجھے گمراہ جو کردے وہ زشت و خوب یکساں ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تمہارا سفر لمبا ہو گیا فرصت غنیمت ہے۔ اگر یار موافق ہیں تو رخصت میں کس طرح توقف کریں گے اور نا موافق ہیں تو رخصت کی کیا حاجت ہے۔ حق تعالیٰ کی رضامندی کو مدنظر رکھنا چاہئے اہل عالم یعنی اہل جہان راضی ہوں یا نہ ہوں ان کی رضامندی کیا نقصان دے گی۔

طفیل دوست باشد ہر چہ باشد

ترجمہ: طفیل یار ہوتا ہے جو ہوتا ہے

اپنا مقصود حق تعالیٰ کو جاننا چاہئے اس کے ساتھ کو جو کچھ جمع ہو جائے بہتر ہے اور اگر اس کے ساتھ جمع نہ ہو تو پرواہ نہیں۔

رخسار من اینجاؤ تو در گل نگری

ترجمہ: میرا اس جا ہے رخسارہ تو گل میں جا کے دیکھے ہے والسلام۔

## مکتوب (۱۵۴)

اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزرنا چاہئے اور اپنے آپ میں جانا چاہئے میاں مزمل کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَیْنٍ فَنَھْلِکَ وَلَا اَقَلَّ مِنْھَا فَنَضِیْعَ یا اللہ تو ہم کو ایک لحظہ بھی نفسوں کے حوالہ نہ کرے۔ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ ورنہ اس سے کم ہم ضائع ہو جائیں گے جو بلا و مصیبت ہے اپنے ساتھ گرفتار ہونے سے ہے جب اپنے آپ سے خلاص ہو گیا تو گویا سوائے حق کی گرفتاری سے آزاد ہو گیا۔ اگر بت پوجتے ہیں تو حقیقت میں اپنے آپ کو پوجتے ہیں کہ اَفَرَئَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا ہے۔

از خود چو گزشتی ہمہ عیش است وخوشی

ترجمہ: تو گزرا آپ سے جب پس یہی عیش وخوشی ہے

دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالِ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ اور آ جا۔ جس طرح کہ از خود گزشتن فرض ہے۔ در خود رفتن بھی لازم ہے کیونکہ یافت اسی جگہ ہے۔ اپنے باہر میں یافت کچھ نہیں ہوتی۔

با تو در زیر گلیم است آنچہ ہست ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست

ترجمہ: ساتھ تیرے گودڑی میں ہے چھپا ہے جو کچھ کہ ہے
مارتا ہے ہر طرف تو مثل نابینا کے ہاتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سیر آفاقی بعد در بعد ہے اور سیر انفسی قرب در قرب ۔ اگر شہود تو اپنے آپ میں ہے اگر معرفت ہے تو وہ بھی اپنے آپ ہی میں اور اگر حیرت ہے تو وہ بھی اپنے آپ ہی میں ہے ۔ اپنے باہر کوئی قدم گاہ نہیں او ہو بات کدھر چلی گئی ایسا نہ ہوئی کوئی سادہ دل اس مقام میں حلول یا اتحاد سمجھ لے اور گمراہی کے بھنور میں غرق ہو جائے ۔

ایں جا حلول کفر بود اتحاد ہم

ترجمہ : یہاں کفر ہے اتحاد وحلول ۔

اس مقام کے ساتھ متحقق ہونے سے پیشتر اس میں تفکر کرنا منع ہے ۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃِ عَلَی الطَّرِیْقَۃِ الْمَرْضِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ کو طریقہ پسندیدہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر استقامت عطا فرمائے ۔

اپنے احوال کی نسبت لکھتے رہا کریں کہ اس کو بڑا دخل ہے اور باوجودی اور ظاہری تعلقات کے آزاد رہیں اور ان کے وجود کو عدم برابر سمجھیں ۔ والسلام والاکرام ۔

## مکتوب (۱۵۵)

اپنے اصل کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب میں میاں شیخ مزمل کی طرف لکھا ہے :

حق تعالیٰ اپنے ساتھ رکھے ۔

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

ترجمہ : خدا کو چھوڑ کر جو کچھ پوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے

جو پوجے ہیچ و باطل کو بڑا کمبخت جاہل ہے

(فقیر) جمادی الاول کی پہلی تاریخ کو جمعہ کے دن حضرت دہلی کے طواف سے مشرف ہوا اور محمد صادق بھی ہمراہ تھے ۔ اگر خدا نے چاہا تو چند روز یہاں رہ کر جلدی ہی اپنے اصلی وطن کی طرف واپس ہو جائیں گے ۔ حب الوطن من الایمان صحیح خبر ہے ۔ بیچارہ کہاں جائے پیشانی اسی کے ہاتھ میں ہے ۔ وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور نہیں کوئی زمین پر چلنے والا جاندار مگر اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے ۔ بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ہے ۔ اَیْنَ الْمَفَرُّ کہاں بھاگ جائیں ۔ مگر فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ کہہ کر اس کی طرف بھاگیں ۔ بہر حال اصل کو اصل جاننا چاہئے اور فرع کو طفیلی جان کر اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہر چیز جز عشق خدائے احسن است        گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہو تو عذاب جان کندن ہے

## مکتوب (۱۵۶)

اہل اللہ کی صحبت کی ترغیب میں میاں مزمل کی طرف صادر فرمایا ہے:

وہ خط جو آپ نے قاضی زادہ جالندھری کے ہاتھ بھیجا تھا اس نے دہلی میں پہنچایا اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقراء کی محبت حاصل ہے اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے مضمون کے موافق آپ انہی کے ساتھ ہیں ماہ رجب اگر چہ وقت و زمانہ کے لحاظ سے نزدیک ہے لیکن حقیقت میں بہت دور ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست        درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ: فراق یار تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے
اگر ہے بال آدھا بھی بہت تکلیف دیتا ہے

جب آپ نے حق داروں کے حقوق کو مدنظر رکھ کر اس مطلب کو اختیار کیا ہے تو اسی طرح کریں۔ فقیر بھی ماہ رجب تک شاید یہاں ہی رہے گا۔ وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ مَرْجِعُ الْمَآبُ بہر حال چند روزہ عمر کو فقراء کی خدمت میں بسر کرنا چاہئے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (روک رکھ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور اسی کے طالب ہیں) خود نص قاطع ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس کی طرف امر فرمایا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔ رَزَقَنَا اللہُ تَعَالٰی وَاِیَّاکُمْ مَحَبَّۃَ الطَّائِفَۃِ الْعَلِیَّۃِ الشَّرِیْفَۃِ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس بزرگ اور شریف گروہ کی محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

## مکتوب (۱۵۷)

اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کے پاس جائے تو اس کو چاہئے کہ خالی ہو کر جائے تاکہ بھرا ہوا واپس آئے اور اس بیان میں کہ اوّل عقائد کو درست کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چاہیے۔ حکیم عبدالوہاب کی طرف لکھا ہے۔

دو دفعہ آپ قدم رنجہ کر کے آئے اور جلدی ہی اٹھ کر چلے گئے اس قدر فرصت بھی نہ ملی کہ صحبت کے بعض حقوق ادا کئے جاتے۔ ملاقات کا مقصود افادہ ہے یا استفادہ اور جب مجلس ان دونوں سے خالی ہو تو وہ کسی گنتی میں نہیں ہے۔

اس گروہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیے تا کہ بھرے ہوئے واپس جائیں اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہیے تا کہ ان کو شفقت آئے اور استفادہ کا راستہ کھل جائے، سیر آنا اور سیر ہی چلا جانا کچھ مزہ نہیں دیتا۔ امتلا یعنی پرشکمی کا پھل سوائے بیماری کے کچھ نہیں اور استغنا سے سوائے سرکشی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اوّل خستہ دل کی عجز و نیاز اور پھر شکستہ دل کی توجہ۔ پس توجہ کے لئے عجز و نیاز شرط ہے۔

اس وقت ایک طالب علم نے آ کر آپ کی طرف سفارش کی طلب ظاہر کی۔ دل میں آیا کہ چونکہ آپ کے صرف آنے کا بھی حق ہے۔ پس اپنی طرف سے جہاں تک ہو سکے، حق ادا کرنا چاہیے اس لئے گزشتہ تدارک و تلافی کے لئے چند باتیں وقت و حال کے موافق قلم کی زبان سے لکھ کر آپ کی طرف ارسال کی گئی ہیں۔ **وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ وَالْمُوَفِّقُ لِسَّدَادِ** اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا اور راستی کی توفیق دینے والا ہے۔

اے سعادت مند جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ اوّل اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے موافق درست کریں جس طرح کہ علمائے حق نے کہ خدا ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔ ان عقائد کو کتاب و سنت سے سمجھا ہے اور وہاں سے اخذ کیا ہے کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا اگر ان بزرگواروں کے فہم کے موافق نہیں ہے تو وہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت ہی سے سمجھتا ہے اور وہیں سے اخذ کرتا ہے حالانکہ ان سے کسی چیز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور دوسرا احکام شرعی از قسم حلال و حرام و فرض و واجب کا علم حاصل کرنا ہے اور تیسرا اس علم کے موافق عمل کرنا اور چوتھا تصفیہ تزکیہ کا طریق جو صوفیہ کرام قدس سرہم سے مخصوص ہے جب تک عقائد کو درست نہ کریں احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہوں، عمل نفع نہیں دیتا اور جب تک یہ تینوں حاصل نہ ہو تصفیہ و تزکیہ کا حاصل ہونا محال ہے ان چار رکنوں اور ان کے متمات و مکملات (جیسا کہ سنت فرض کو کامل کرنے والی ہے) کے بعد جو کچھ ہے، سب فضول ہے اور دائرہ مالایعنی میں داخل ہے اور **وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



يَعْنِيهِ وَاشْتِغَالُهُ بِمَا يَعْنِيهِ اور لایعنی و بیہودہ بات کو ترک کرنا اور فائدہ مند بات میں مشغول ہونا انسان کے حسن اسلام کی علامت ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِيَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۱۵۸)

اس بیان میں کہ کمال کے مرتبوں میں استعداد کی تفاوت کے موافق فرق ہوتا ہے۔
شیخ حمید بنگالی کی طرف لکھا ہے۔

جاننا چاہئے کہ مراتب کمال میں استعدادوں کی تفاوت کے موافق تفاوت ہوتا ہے اور کمال میں تفاوت کبھی کمیت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور کبھی کیفیت کے اعتبار سے اور کبھی ان دونوں یعنی کمیت و کیفیت کی رو سے۔ پس بعض کا کمال تجلی صفاتی پر ہے اور بعض دوسروں کا کمال تجلی ذاتی تک ہے۔ باوجود بہت سے تفاوت کے جو ان دونوں تجلیوں کے افراد اور ان کے ارباب کے مابین ہے۔ پس بعض کا کمال ماسوائے حق سے دل کی سلامتی اور روح کی آزادی تک ہے اور دوسرے کا کمال ان دونوں کے علاوہ شہود دوسری تک اور تیسرے کا کمال ان تینوں کے علاوہ اس حیرت تک ہے جو خفی کی طرف منسوب ہے اور چوتھے کا کمال ان چاروں کے علاوہ اس اتصال تک ہے جو اخفی کی طرف منسوب ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ مذکورہ بالا مراتب میں سے ہر مرتبہ میں کمال حاصل ہونے کے بعد پس پار جوع کرتے ہیں یا اس مقام میں ثابت و برقرار رہتے ہیں۔ مقام اوّل تکمیل وارشاد کا مقام ہے اور اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے خلق کی طرف دعوت کیلئے رجوع کرتے ہیں اور دوسرا مقام استہلاک یعنی مغلوب الحال ہونے اور خلق سے تنہا رہنے کا مقام ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب (۱۵۹)

ماتم پرسی میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

رنج و مصائب اگرچہ بظاہر تلخ اور جسم کو تکلیف دینے والے ہیں لیکن باطن میں شیریں اور روح کو لذت بخشنے والے ہیں کیونکہ جسم و روح گویا ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔ ایک کے رنج میں دوسرے کی لذت ہے۔ وہ پست فطرت جو ان دو ضدوں اور ان کے لوازم کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



درمیان تمیز نہیں کرسکتا۔ وہ بحث سے خارج ہے اور باہم مخاطب ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ یہ لوگ چارپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔

آ کہ از خویشتن چونیست جنیں | چہ خبردار داز چنان وچنیں

ترجمہ: جس کو اپنی خبر نہیں ہے بھلا | حال اوروں کا پھر وہ جانے کیا

وہ شخص جس کا روح تنزل کرکے مرتبہ جسم میں آ ٹھہرا ہو اور اس کا عالم امر عالم خلق کے تابع ہوگیا ہو۔ اس معمہ کے بھید کو کیا جانتا ہے جب تک روح اپنے اصلی مقام میں رجعت نہ کرے اور امر خلق سے جدا نہ ہوجائے اس معرفت کا جمال جلوہ گر نہیں ہوتا۔ اس دولت کا حاصل ہونا، اس موت سے وابستہ ہے جو اجل مسمی یعنی وقت مقررہ سے پہلے حاصل ہوتی ہے اور مشائخ طریقت قدس سرہم نے اس کو فنا سے تعبیر کیا ہے۔

خاک شو خاک تر بردید گل | کہ بجز خاک نیست مظہر کل

ترجمہ: خاک ہو خاک تا اگیں سب پھول | خاک مظہر ہے کل کا مت بھول

اور جو شخص مرنے سے اوّل نہیں مرا، مصیبت تو اس کے لئے ہے اور اسی کی ماتم پرسی بجالانی چاہیے۔ آپ کے والد مرحوم کے انتقال کی خبر جو نیک نامی میں مشہور تھے اور امر معروف اور نہی منکر کے طریق کو مدنظر رکھتے تھے۔ واقعی مسلمانوں کے غم واندوہ کا موجب ہے۔ اناللّٰہِ وانا الیہ راجعون ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں۔

میرے فرزند! طریق صبر کو اختیار کرکے صدقہ ودعا واستغفار سے آگے گئے ہوؤں کی مدد ومعاونت کریں کہ مردوں کو زندہ کی امداد کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے۔

مَا الْمَیِّتُ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَتاً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْہُ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا وَاَنَّ اللّٰہَ لَیُدْخِلُ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ مِنَ الرَّحْمَتِ وَاَنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ کہ مردہ فریاد کرنے والے غریق کی طرح ہوتا ہے جو اپنے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے دعا کا منتظر رہتا ہے جب اس کو ان کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو اس کو دنیا ومافیہا سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑوں جتنی رحمت نازل فرماتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ زندوں کا ہدیہ مردوں کی طرف یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ کی جناب میں استغفار کریں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باقی یہ نصیحت ہے کہ ہمیشہ ذکر وفکر میں رہیں کیونکہ فرصت بہت ہی تھوڑی ہے اس کو ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہیئے۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۶۰)

اس بیان میں کہ مشائخ قدس سرہم تین گروہ ہیں اور انمیں سے ہر ایک کے احوال اور کمال ونقصان کو مشرح ومفصل طور پر بیان کرنے میں اس کم ترین غلام یعنی یار محمد جدید بدخشی طالقانی کے نام لکھا ہے۔

## مشائخ طریقت قدس سرہم تین گروہ ہیں

پہلا گروہ: اس بات کا قائل ہے کہ عالم حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہے اور جو کچھ اس میں اوصاف وکمال ہیں سب حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہیں اور اپنے آپ کو شیخ یعنی ظاہری صورت اور سانچہ سے زیادہ کچھ نہیں جانتے بلکہ شجیت بھی اسی کی طرف سے سمجھتے ہیں اور بخرنیستی میں ایسے گم ہوتے ہیں کہ نہ عالم کی خبر رکھتے ہیں نہ اپنی۔ اس ننگے شخص کی طرح جس نے جامہ عاریت پہنا ہوا ہو اور وہ جانتا ہے کہ یہ جامہ عاریت ہے اور یہ عاریت کا دیکھنا اس پر ایسا غالب ہو کہ سارے کپڑے کو اپنے اصل کی طرف منسوب کرے اور اپنے آپ کو برہنہ پائے اور اگر ایسے شخص کو بے شعوری اور سکر سے شعور اور صحو میں لائیں اور فنا کے بعد بقاء سے مشرف کریں تو اس وقت بھی اگرچہ جامہ کو اپنے اوپر پاتا ہے لیکن یقیناً جانتا ہے کہ یہ اور کی طرف سے ہے کیونکہ وہ فنا اب علم میں مندرج ہے اور گرفتاری وتعلق جو اس جامعہ کے ساتھ رکھتا تھا، کچھ نہیں رہتا۔ ایسے ہی اس شخص کا حال ہے جو اپنے اوصاف وکمالات کو جامعہ عاریت کی طرح خیال کرتا ہے لیکن یہ جانتا ہے کہ یہ جامہ وہم میں ہے۔ خارج میں کوئی جامعہ نہیں اور میں بالکل ننگا ہوں اور یہ دید یہاں تک غالب آجائے کہ اس لباس وہمیہ کو بھی سارے کا سارا اتار دے اور اپنے آپ کو بالکل برہنہ معلوم کرے اور ہوش وصحو کے بعد اس جامہ وہمیہ کو بھی اپنے ہمراہ پائے لیکن اوّل شخص کی فنا اتم ہے اور بقا جو اس پر مترتب ہے، اکمل ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ بزرگوار تمام معتقدات کلامیہ میں جو کتاب وسنت واجماع کے موافق ثابت ہوئے ہیں۔ علمائے اہلسنت وجماعت کے ساتھ متفق ہیں اور متکلمین اور ان کے درمیان سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں ہے کہ متکلمین اس مطلب کو علمی اور استدلالی طور پر سے حاصل کرتے ہیں اور یہ لوگ کشف وذوق کے طور پر اور نیز بزرگوار حق تعالیٰ کے ساتھ نہایت تنزیہ کے باعث

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عالم کی کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے اور تمام نسبتوں کو سلب کرتے ہیں تو پھر عینیت اور جزئیت یعنی ایک دوسرے کا عین اور جزو ہونے کا کیا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے لیکن مولیٰ اور عبد اور صانع و مصنوع ہونے کی نسبت ثابت کرتے ہیں اس وقت فنا حقیقی سے مشرف ہو کر تجلیات ذاتیہ کی قابلیت پیدا کرتے ہیں اور بے اندازہ تجلیات کا مظہر ہو جاتے ہیں۔

دوسرا گروہ: عالم کو حق تعالیٰ کا ظل جانتا ہے لیکن اس بات کے قائل ہیں کہ عالم خارج میں موجود ہے لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت اور ان کا وجود حق تعالیٰ کے وجود سے قائم ہے نہ جیسا کہ سایہ اپنے اصل سے قائم ہوتا ہے۔

مثلاً ایک شخص کا سایہ دراز ہوا اور اس شخص نے اپنی کمال قدرت سے اپنی صفات از قسم علم وقدرت وارادہ وغیرہ حتیٰ کہ لذت والم کو بھی منعکس کر دیا۔ پس اگر بالفرض وہ سایہ آگ پر پڑے اور اس سے دردناک ہو جائے تو از روئے عقل اور عرف کے یہ نہ کہیں گے کہ وہ شخص دردناک ہوا ہے جیسا کہ تیسرا گروہ اس کا قائل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام برے افعال جو مخلوقات سے صادر ہوتے ہیں نہیں کہہ سکتے کہ حق تعالیٰ کا فعل ہیں جیسا کہ سایہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے تو نہیں کہہ سکتے کہ شخص متحرک ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی قدرت وارادات کا اثر ہے یعنی اس کی مخلوق ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ برے کا پیدا کرنا برا نہیں ہے بلکہ برے کا فعل وکسب برا ہے۔

تیسرا گروہ: وحدت وجود کا قائل ہے۔ یعنی خارج میں فقط ایک ہی موجود ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے اور عالم کا خارج میں علمی ثبوت کے سوا ہرگز کوئی ثبوت ثابت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ اَلْاَعْیَانُ مَاشَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ اعیان نے وجود کی بو نہیں سونگھی اور اگرچہ یہ لوگ بھی عالم کو حق تعالیٰ کا ظل کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ان کا ظلی وجود صرف مرتبہ حس میں ہے۔ مرتبہ نفس الامر اور خارج میں عدم محض ہے اور حق تعالیٰ کی ذات کو صفات وجوبیہ اور امکانیہ سے متصف جانتے ہیں اور مراتب تنزلات ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ میں ذات احد کو اس مرتبہ کے لائق احکام سے متصف کرتے ہیں اور متلذذ اور متالم اسی ذات کو جانتے ہیں لیکن اس محسوسہ متوہمہ ظلال کے پردہ اور عقلی اور شرعی طور پر بہت سے محظورات یعنی اشکال ان پر وارد ہوتے ہیں جن کے جواب میں بہت سے حیلے اور تکلف کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ وصل وکمال کے درجات کی تفاوت کے موافق واصل وکامل ہیں لیکن ان کی باتیں خلقت کو گمراہی اور الحاد کی طرف رہنمائی کر کے زندقہ تک پہنچا دیتی ہیں۔

پہلے گروہ کے لوگ اتم واکمل ہیں اور کتاب وسنت کے ساتھ اسلم واوفق ہیں لیکن ان کا اسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور افق ہونا خود ظاہر ہے اور اکمل واتم ہونا اس وجہ سے ہے کہ وجود انسانی کے بعض مراتب نہایت لطافت اور تجرد کے باعث مبدء کے ساتھ پوری پوری مشابہت اور مناسبت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ خفی اور اخفی۔

پس وہ لوگ جو باوجود فنائے سری کے ان مرتبوں کو مبدء سے جدا نہیں کر سکتے تا کہ لا کے نیچے لا کر ان کی نفی نہ کرسکیں بلکہ مبدء ان کے نزدیک باہم ملے ہوئے اور ایک دوسرے کی مانند رہتے ہیں اور اپنے آپ کو عین حق پاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خارج میں فقط حق سبحانہ ہی موجود ہے اور ہمارا ہرگز وجود نہیں ہے لیکن جب آثار خارجیہ کا بیشمار ہونا ثابت ہوتا ہے تو ناچار ثبوت علمی کے قائل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اعیان کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کہتے ہیں اور چونکہ مخلوقات کے وجودوں کے بعض مراتب کو مبدء سے جدا نہ کر سکے اس لئے اس کے وجود کے وجوب کے قائل نہ ہو کر برزخ ہونے کے قائل ہوئے اور وجوب کے رنگ کو ممکن میں ثابت کر دیا اور یہ نہ جانا کہ وہ رنگ بھی ممکن ہی کا رنگ ہے جو واجب کے مشابہ ہے اگر چہ صورت اور اسم میں ہے اور اگر اس رنگ کو جدا کرتے اور ممکن کو کلی طور پر واجب سے الگ کرتے ہرگز ہرگز اپنے آپ کو حق تعالیٰ نہ دیکھتے بلکہ عالم کو حق سے جدا کرتے اور ایک وجود کے قائل نہ ہوتے اور جب تک انسان سے کچھ اثر باقی رہے اپنے آپ کو حق نہیں جانتا۔ اگر چہ جانتا ہے کہ مجھ سے اثر باقی نہیں رہا۔ یہ بھی اس کی کوتاہ نظری کے باعث ہے۔

اور دوسرے گروہ نے بھی اگر چہ ان مرتبوں کو مبدء سے جدا دیکھا اور کلمہ لا میں لا کر ان کی نفی کر دی لیکن ایک دوسرے کے ظل اور اصل ہونے کے باعث ان کے وجود کے بقیوں میں سے ایک چیز ثابت رہی کیونکہ ظل کا اصل کے ساتھ تعلق کا رشتہ بہت قوی ہے۔ یہ نسبت ان کی نظر سے محو نہ ہوئی۔

لیکن پہلے گروہ نے حضرت رسالت خاتمیت ﷺ کی کمال مناسبت ومتابعت کے باعث ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جدا کیا اور سب کو کلمہ لا کے نیچے لا کر ان کی نفی کر دی اور ممکن کی واجب کے ساتھ کچھ مناسبت نہ دیکھی اور کسی نسبت کو اس کے ساتھ ثابت نہ کیا اور اپنے آپ کو بندۂ مخلوق غیر مقدور یعنی عاجز کے سوا کچھ نہ پہچانا اور حق تعالیٰ کو اپنا مولیٰ اور خالق جانا۔

اپنے آپ کو مولیٰ جاننا یا اس کا سایہ خیال کرنا۔ ان بزرگواروں پر بہت بھاری اور دشوار ہے۔ مَالِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابِ۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



یہ لوگ تمام اشیاء کو اس سبب سے کہ حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں، دوست رکھتے ہیں اور ان کی نظر میں محبوب کے افعال ہی ہیں اور اس سبب سے کہ حق تعالیٰ کی مصنوع ہیں اور ان کے افعال بھی اسی کے مصنوع ہیں۔ اشیاء سے پورے پورے تابعدار اور فرمانبردار ہوتے ہیں اور افعال پر سوائے کہ شریعت سے منع کیا گیا ہو نہیں کرتے اور جیسے کہ ارباب توحید کو اشیاء کے ساتھ ان کے مظہر ہونے کے باعث محبت حق ہوتی ہے بسبب اشیاء کے عین ہونے کی وجہ سے اس قسم کی محبت و تابعداری حاصل ہوتی ہے ان لوگوں کو صرف ان کے مصنوع و مخلوق ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

محبوب سے عینیت کی محبت سے بھی دوست رکھتے ہیں لیکن اس کے مصنوع اور مخلوق اور [illegible] تک محبوب کی کامل محبت حاصل نہ ہو، دوست نہیں رکھتے اور محبوب خیال نہیں کرتے۔

ان کا یہ مقام مقام عبدیت ہے جو تمام مقامات ولایت کی نہایت ہے۔ کامل حصہ حاصل ہوتا ہے [illegible] اس سے صحت حال پر اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہے کہ ان کے تمام کشف تمام سنت اور ظاہر شریعت کے موافق ہیں اور ظاہر شریعت سے ذرہ مخالف نہیں ہیں۔

**اللّٰھم اجعلنا من محبیھم ومتابعیھم بحرمۃ محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم** یا اللہ تو اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ان لوگوں کے محبوں اور تابعداروں میں سے بنا۔

یہ درویش (امام ربانی حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) جس نے ان حضرات کا استفادہ کیا ہے پہلے توحید کا معتقد تھا اور بچپن سے والد سے اس توحید کا علم رکھتا تھا اور یہ علم یقین تک بھی پہنچا تھا۔ لیکن حال نہ رکھتا تھا۔ جب اس راہ میں آیا پہلے توحید کا راہ منکشف ہوا اور مدت تک اس مقام میں [illegible] اور بہت سے علوم جو اس مقام کے مناسب تھے فائز ہوئے اور دقائق [illegible] جو توحید والوں پر وارد ہوتی ہیں۔ کشف اور علوم فائضہ کے ساتھ سب حل ہوگئیں۔ مدت کے بعد یک بارگی عنایت نے اس درویش پر غلبہ کیا اور اس کے غلبہ میں توحید میں توقف پیدا ہوا یہ توقف حسن ظن سے تھا نہ انکار سے۔ مدت تک تو انکار میں متوقف رہا۔ آخرکار انکار تک نوبت پہنچی اور ظاہر ہوا کہ یہ مرتبہ بہت ہی پست ہے۔ مقام ظلیت میں اسباب بچھا چونکہ یہ فقیر اس انکار میں بے اختیار تھا نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے نکلے کیونکہ بڑے بڑے مشائخ اس مقام میں قیام رکھتے تھے اور جب مقام ظلیت میں بیٹھا اور اپنے آپ کو اور عالم کو ظل [illegible] ہوئے پاتا ہیں۔ تب یہ آرزو ہوئی کہ کاش فقیر کو اس مقام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے نہ نکالیں کیونکہ فقیر وحدت وجود کو کمال جانتا تھا اور یہ مقام کچھ کچھ اس سے مناسبت رکھتا تھا۔ اتفاقاً کمال عنایت اور غریب نوازی سے اس مقام سے بھی اوپر لے گئے اور مقام عبدیت تک پہنچا دیا اس وقت اس مقام کا کمال نظر آیا اور اس کی بلندی ظاہر ہوئی اور گزشتہ مقامات سے توبہ واستغفار کی اور اگر اس درویش کو اس طریق پر اوپر نہ لے جاتے اور بعض سے بعض کی بلندی وفوقیت ظاہر نہ کرتے تو اپنے تنزل کو اس مقام میں جانتا کیونکہ اس کے نزدیک توحید وجودی سے بڑھ کر کوئی اور بلند مقام نہ تھا۔ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ علوم ومعارف کی تفاوت کا منشا مکتوب اور رسالوں میں جو اس درویش سے بلکہ ہر سالک سے جو بیان ہوا ہے۔ یہی مقامات متفاوت کے حاصل ہونے کا تفاوت ہے کیونکہ ہر مقام کے لئے علوم ومعارف جدا ہیں اور ہر حال کے لئے قال علیحدہ ہے۔

پس درحقیقت علوم میں کوئی تدافع اور تناقض نہیں ہے بلکہ احکام شریعہ کے نسخ کی طرح ہے۔ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ پس کوئی شک نہ کر۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

## مکتوب (۱۶۱)

اس بیان میں کہ منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حاصل ہونا جو نفس کے مطمئنہ ہونے پر وابستہ ہے۔ ملا صالح بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حاصل ہونا ہے، جو نفس کے مطمئنہ ہونے پر وابستہ ہے جب تک نفس مطمئنہ نہ ہو جائے۔ نجات ناممکن ہے اور نفس اطمینان کے مرتبہ تک نہیں پہنچتا جب تک اس پر قلبی سیاست نہ ڈالیں اور سیاست قلبی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ دل اس کام سے جو اس کے سامنے ہے فارغ ہو جائے اور ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامتی حاصل کر لے اور ماسوائے اللہ کی گرفتاری سے دل کے سلامت ہونے کی علامت ماسوائے حق کا نسیان ہے اور جب تک بال بھر بھی غیر سے آگاہ ہے، سلامتی سے گمراہ ہے۔ فَطُوْبٰی لِمَنْ سَلِمَ قَلْبُہٗ لِرَبِّہٖ پس مبارک ہے وہ شخص جس کا دل اللہ تعالیٰ کے لئے سلامت ہو گیا۔ کوشش کرنا ضروری ہے تاکہ سلامتی قلب سے مشرف ہوں اور اطمینان نفس تک پہنچ جائیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

# مکتوب (۱۶۲)

ماہ رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی اس مناسبت کے بیان میں جو اس مہینے میں اس کے نازل ہونے کا سبب ہے اور تمر یعنی کھجور کی جامعیت کے بیان میں جس سے افطار کرنا مستحب ہے اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

باسمہٖ سبحانہٗ! کلام کا شان جو شیونات ذاتیہ میں سے ہے۔ تمام کمالات ذاتی اور شیونات صفاتی کا جامع ہے جیسا کہ علوم گزشتہ میں ذکر ہو چکا ہے اور ماہ مبارک رمضان تمام خیرات و برکات کا جامع ہے اور جو خیر و برکت ہے وہ حضرت ذات ہی کی طرف سے پہنچتی ہے اور اس کے شیونات کا نتیجہ ہے کیونکہ جو شر و نقص کہ وجود میں آتا ہے اس کا منشاء و مبدء ذات و صفات محدثہ ہے۔ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ خود نص قاطع ہے۔

پس اس ماہ مبارک کی خیرات و برکت ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہیں جن کی جامع شان کلام ہے اور قرآن مجید اس شان جامع کی تمام حقیقت کا حاصل ہے۔ پس اس ماہ مبارک کو قرآن مجید کے ساتھ پوری پوری مناسبت ہے کیونکہ قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے اور یہ مہینہ ان تمام خیرات کا جامع ہے جو ان کمالات کے نتائج اور ثمرات ہیں۔ اسی مناسبت کے باعث قرآن مجید اس مہینہ میں نازل ہوا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ اور اس مہینے میں شب قدر اس مہینے کا خلاصہ اور زبدہ ہے۔ وہ رات گویا اس کا مغز ہے اور یہ مہینہ اس کا پوست پس جس کا یہ مہینہ جمعیت سے گزر جائے اور اس مہینے کی خیرات و برکات سے فائدہ مند ہو جائے اس کا تمام سال جمعیت کے ساتھ اور خیر و برکت سے بھرا ہوا گزرتا ہے۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِلْخَيْرَاتِ وَالْبَرَكَاتِ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ الْمُبَارَکِ وَرَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ النَّصِيْبَ الْاَعْظَمَ حق تعالیٰ ہم کو اس مبارک مہینے کی خیرات و برکات حاصل کرنے کی توفیق دے اور بہت حصہ عطا فرمائے۔

حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَكَةٌ کہ جب کوئی شخص تم میں سے روزہ افطار کرنا چاہے تو اس کو تمر سے افطار کرنا چاہئے کیونکہ اس میں برکت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے روزہ تمر سے افطار کیا ہے اور تمر میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



برکت کا موجب یہ ہے کہ اس کا درخت ایک ایسا درخت ہے جو انسان کی طرح جامعیت اور عدلیت کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر ﷺ نے اس نخل کو بنی آدم کی عمر فرمایا ہے کیونکہ وہ آدم کی مٹی سے پیدا ہوا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَةَ فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّةِ طِیْنَةِ اٰدَمَ اپنی درخت خرما کی تعظیم کرو کیونکہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا نام برکت اسی جامعیت کے اعتبار سے ہو۔

پس اس کے پھل سے جو تمر ہے، افطار کرنا صاحب افطار کی جزو بن جاتا ہے اور اس کی حقیقت جامع اس جزئیت کے اعتبار سے اس کے کھانے والے کی حقیقت کی جزو ہو جاتی ہے اور اس کا کھانے والا اس اعتبار سے ان بے شمار کمالات کا جامع ہو جاتا ہے جو اس تمر کی حقیقت جامع میں مندرج ہے۔

یہ مطلب اگرچہ اس کے مطلق کھانے میں بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن افطار کے وقت جو روزہ دار کے شہوات مانع اور لذات فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے اس کا کھانا زیادہ تاثیر کرتا ہے اور یہ مطلب کامل اور پورے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نِعْمَ سَحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ مومن کی بہتر سحرگی تمر ہے، اس اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ اس کی غذا میں جو صاحب غذا کی جزو ہو جاتی ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے نہ کہ اس کی غذات کی حقیقت اور جب یہ مطلب روزہ میں مفقود ہے تو اس کی تلافی کے لئے تمر کی سحور پر ترغیب فرمائی کہ گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ رکھتا ہے اور اس کی برکت جامعیت کے اعتبار سے افطار کے وقت تک رہتی ہے اور غذا کا یہ فائدہ جو مذکور ہو چکا ہے اس تقدیر پر مترتب ہوسکتا ہے جبکہ وہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو اور شرعی حدود سے سرمو متجاوز نہ ہو اور نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسر ہوتی ہے جبکہ اس کا کھانے والا صورت سے گزر کر حقیقت تک جا پہنچا ہو اور ظاہر سے باطن تک پہنچ گیا ہوں تاکہ غذا کا ظاہر اس کے ظاہر کو مدد دے اور غذا کا باطن اس کے باطن کو مکمل کرے ورنہ صرف ظاہری امداد پر ہی موقوف ہے اور اس کا کھانے والا عین قصور میں ہے۔

سعی کن تا لقمہ راسازی گہر　　　بعدازاں چند انکہ میخواہی بخو

ترجمہ: کر یہ کوشش تا بنے گوہر غذا بعد اس کے جس قدر چاہے تو کھا

جلدی افطار کرنے اور سحرگی دیر سے کھانے میں حکمت یہی ہے کہ صاحب غذا کے لئے غذا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کی تکمیل ہو جائے۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۶۳)

اس بیان میں کہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے اور ایک کے عزت دینے میں دوسرے کی خواری ہے۔ اخیر تک حضرت خواجہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ذلیل کرنے اور ان کے ساتھ نہ ملنے جلنے اور اس اختلاط ضرر کے بیان میں فرمایا ہے اور اس بیان میں کہ دنیا اور آخرت بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا ہے۔

**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَھَدٰنَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَجَعَلَنَا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ** اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت کی اور ہم کو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت سے بنایا۔

دونوں جہان کی سعادت فقط سردار دو جہان ﷺ کی تابعداری سے وابستہ ہے اور آنحضرت ﷺ کی متابعت یہ ہے کہ اسلامی احکام بجالائے جائیں اور کفر کی رسمیں مٹا دی جائیں کیونکہ اسلام وکفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کو ثابت و قائم کرنا دوسرے کے دور ہو جانے کے باعث ہے اور ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال ہے۔

حق تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔ **یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ** اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر۔

پس جب اپنے پیغمبر کو جو **خلق عظیم** سے موصوف ہے کفار کے ساتھ جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان پر سختی کرنا **خلق عظیم** میں داخل ہے۔ پس اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی خواری میں ہے جس نے اہل کفر کو عزیز رکھا اس نے اہل اسلام کو خوار کیا۔ ان کے عزیز رکھنے سے یہ مراد نہیں کہ صرف ان کی تعظیم کریں اور بلند بٹھائیں بلکہ اپنی مجلسوں میں جگہ دینا اور ان کی ہم نشینی کرنا اور ان کے ساتھ گفتگو کرنا، سب اعزاز میں داخل ہے کتوں کی طرح ان کو دور کرنا چاہئے اور اگر کوئی دنیاوی غرض ان کے متعلق ہو جو ان کے بغیر حاصل نہ ہوتی ہو تو پھر بھی بے اعتباری کے طریق کو مدنظر رکھ کر بقدر ضرورت ان کے ساتھ میل جول رکھنا چاہئے اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ اس دنیاوی غرض سے بھی درگزر کریں اور ان کی طرف نہ جائیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حق تعالیٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے۔ پس ان خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ کم سے کم ضرر ان کی ہم نشینی اور ملنے جلنے میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے اور دوستی کا حیا اس کے مانع ہو جاتا ہے اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر ہے۔ خدا کا دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت کرنا خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک شخص گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان وتصدیق رکھتا ہے لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے برے اعمال اس کے اسلام کی دولت کو پاک وصاف لے جاتے ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ نفسوں کی شرارت اور برے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں۔

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است ‌ ‌ ‌ حاصل خواجہ بجز پندار نیست

ترجمہ: خواجہ کرتا ہے گماں واصل ہوں میں ‌ ‌ ‌ لیک حاصل جز گماں کچھ بھی نہیں

ان نابکاروں کا کلام اسلام اور اہل اسلام پر ہنسی ٹھٹھہ کرنا ہے۔ ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو ہم کو اسلام سے باہر کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر میں لوٹا دیں۔ پس اہل اسلام کو بھی شرم چاہئے کہ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ حیاء ایمان سے ہے اور مسلمانی کی عار ضروری ہے۔ ہمیشہ ان کی خواری کے درپے رہنا چاہئے۔ ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ دور ہونے کا باعث یہی ہے کہ اہل کفر اس ملک کے بادشاہوں کے ساتھ ہم نشین ہیں۔ ان سے جزیہ لینے کا اصلی مقصود ان کی ذلت وخواری ہے اور یہ خواری اس حد تک ہے کہ جزیہ کے ڈر سے اچھے کپڑے نہ پہن سکیں اور شان وشوکت سے نہ رہ سکیں اور مال کے لینے سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہیں۔ بادشاہوں کو کیا لائق ہے کہ جزیہ لینے سے منع کریں۔ حق تعالیٰ نے جزیہ کو ان کی خواری کے لئے وضع کیا ہے اس سے مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔

جہود ہر کہ شود کشتہ سود اسلام است

ترجمہ: جس قدر ہوں قتل منکر دین کا ہے فائدہ

اہل کفر کے ساتھ بغض وعناد رکھنا دولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے۔ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں ان کو نجس اور دوسری جگہ پلید فرمایا ہے۔ پس چاہئے کہ اہل اسلام کی نظروں میں اہل کفر نجس وپلید دکھائی دیں جب ایسا دیکھیں اور جانیں گے، تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز کریں گے اور ان کے ساتھ ہم نشینی کرنے کو برا سمجھیں گے۔ ان سے کچھ پوچھنے اور اس کے موافق عمل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کرنے میں ان دشمنوں کی کمال عزت ہے۔ بھلا جو کوئی ان سے ہمت طلب کرے اوران کے ذریعے دعا مانگے، وہ کیا فائدہ دے گی جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلَالٍ ان دشمنوں کی دعا باطل اور بے حاصل ہے۔ مقبولیت کا یہاں کیا احتمال ہے۔ ہاں اس قدر فساد ضرور لازم آتا ہے کہ ان کتوں کی عزت بڑھ جاتی ہے اگر یہ دعا بھی کریں گے تو اپنے بتوں کو درمیان میں وسیلہ لائیں گے تو خیال کرنا چاہئے کہ یہ معاملہ کہاں تک پہنچ جاتا ہے اور مسلمانی کی بو بھی نہیں رہنے دیتا۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہو جائے مسلمانی تک نہیں پہنچتا اس دیوانہ پن سے مراد یہ ہے کہ کلمہ اسلام کو بلند کرنے کے لئے اپنے نفع ضرر سے درگزر کیا جائے۔ مسلمانی کے ساتھ جو کچھ ہو جائے ہونے دو۔ اگر اس کے ساتھ کچھ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں کیونکہ مسلمانی خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی ہے اور رضائے مولیٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ تَعَالٰى رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نَبِيًّا وَرَسُوْلًا ہم راضی ہو گئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے نبی اور رسول ہیں۔ یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین ﷺ کے طفیل اوّل آخر اسی عقیدہ پر رکھ۔

وقت کے موافق جو کچھ ضروری اور مناسب معلوم ہوا مجمل مختصر طور پر لکھ کر بھیج دیا ہے۔ بعد انواں اگر توفیق رفیق ہوئی تو پھر کسی موقع پر اس سے زیادہ مفصل طور پر لکھ کر ارسال کیا جائے گا۔

جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے اسی طرح آخرت بھی دنیا کی ضد ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں جمع نہیں ہوتیں۔

دنیا کا ترک دو قسم پر ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے سوا اس کے تمام مباحات کو ترک کر دیا جائے اور یہ ترک دنیا کی اعلیٰ قسم ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ امور سے پرہیز کیا جائے اور مباح امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ قسم بھی خاص کر ان دونوں میں نہایت ہی کم یاب اور عزیز الوجود ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ: عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں
لیک اونچا ہے زمیں سے ایجواں

پس ناچار چاندی سونے کے استعمال اور حریری یعنی ریشم کے پہننے وغیرہ سے جن کو شریعت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے، پرہیز کرنا چاہئے۔ چاندی سونے کے برتن جو شان وشوکت کے لئے بناتے ہیں۔ البتہ گنجائش رکھتے ہیں لیکن ان کا استعمال کرنا یعنی ان میں پانی پینا اور کھانا کھانا اور خوشبو ڈالنا اور سرمہ دان بنانا وغیرہ وغیرہ سب حرام ہیں۔

الغرض حق تعالیٰ نے امور مباحہ کا دائرہ بہت وسیع کیا ہے اور ان کے ساتھ عیش وعشرت حاصل کرنے میں امور محرمہ کی نسبت زیادہ لذت وخوشی ہے کیونکہ مباحات میں حق تعالیٰ کی رضامندی ہے اور محرمات میں اس کی نارضامندی۔

عقل سلیم ہرگز پسند نہیں کرتی کہ کوئی شخص اس لذت کے لئے جو بقاء بھی نہیں رکھتی۔ اپنے مولیٰ کی نارضامندی اختیار کرے۔ حالانکہ اس محرمہ لذت کے عوض مباح لذت بھی تجویز فرمائی ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ صَاحِبِ الشَّرِیْعَۃِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔

حل وحرمت کے معاملہ میں ہمیشہ علمائے دیندار کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور انہی سے پوچھنا چاہئے اور انہی کے فتویٰ کے موافق عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات کا راستہ شریعت ہی ہے اور شریعت کے بعد جو کچھ ہے سب باطل واعتبار ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ حق کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔

## مکتوب (۱۶۴)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کا فیض ہمیشہ خاص وعام پر وارد ہے۔ اس کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا تفاوت اسی طرف سے پیدا ہے۔ حافظ بہاؤالدین سرہندی کی طرف لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے شریعت کے سیدھے راستہ پر استقامت بخشے اگرچہ حق تعالیٰ کا فیض خواہ اولاد واموال کی قسم سے ہو اور خواہ ہدایت وارشاد کی جنس سے خاص وعام اور کریمہ ولیئم پر بلاتفرقہ ہمیشہ وارد ہے لیکن بعض فیوض کے قبول کرنے اور بعض کے قبول نہ کرنے میں تفاوت اسی طرف سے پیدا ہے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰہُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

گرمی کا سورج دھوبی اور کپڑے پر یکساں چمکتا ہے لیکن دھوبی کا چہرہ سیاہ اور اس کا کپڑا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سفید ہو جاتا ہے۔ یہ عدم قبول جناب پاک کی طرف سے روگردانی کے سبب ہے۔ روگردان کے لئے بدبختی لازم اور نعمت سے محروم رہنا واجب ہے۔

اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ بہت سے ایسے روگرداں ہیں جو دنیا کی ناز و نعمت میں ممتاز ہیں اور ان کی روگردانی ان کی محرومی کا باعث نہیں ہوئی۔

جاننا چاہئے کہ وہ درحقیقت نقمت یعنی بدبختی ہے جو استدراج کے طور پر اس کی خرابی کے لئے نعمت کی صورت میں ظاہر کی ہوئی ہے تاکہ اس روگردانی اور گمراہی میں مستغرق رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال واولاد سے ان کی امداد کرتے ہیں اور ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔

پس دنیا کا ناز و نعمت جو اعراض و روگردانی کے باوجود حاصل ہو۔ عین خرابی ہے اس سے بچنا چاہئے۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۶۵)

صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور اس کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت و بغض و بختی کرنے کی ترغیب میں، سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔

شَرَّفَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِتَشْرِیْفِ الْمِیْرَاثِ الْمَعْنَوِیِّ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْقُرَشِیِّ الْهَاشِمِیِّ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَكْمَلُهَا كَمَا شَرَّفَكُمْ بِتَشْرِیْفِ الْمِیْرَاثِ الصُّوْرِیِّ وَیَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ حق تعالیٰ آپ کو نبی امی قرشی ہاشمی ﷺ کی باطنی میراث کی خلعت سے بھی مشرف فرمائے جیسا کہ آپ کو ظاہری میراث کی خلعت سے مشرف فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

آنحضرت ﷺ کی ظاہری میراث عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے اور باطنی میراث عالم امر سے جہاں کہ سراسر ایمان و معرفت ورشد و ہدایت ہے۔

میراث ظاہری کی بڑی نعمت کا شکریہ ہے کہ باطنی میراث سے آراستہ ہوں اور باطنی میراث سے آراستہ ہونا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل تابعداری کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ پس آپ پر واجب ہے کہ اوامر و نواہی میں آنحضرت ﷺ کی اتباع واطاعت بجالائیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیونکہ کمال متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال محبت کی فرع ہے۔ ع

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِيْعٌ

ترجمہ: کہ عشاق تابع معشوق ہوتا ہے

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔ محبت میں مداہنت وچاپلوسی روانہیں ہے کیونکہ محبّ اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ مخالفت کی طاقت نہیں رکھتا اور اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا۔ دو مختلف اور متفرق محبتیں اکٹھی نہیں ہوتیں اور محبت وبیگانگت باہم جمع نہیں ہوتی۔ دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے۔ ایک کی محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے۔ اس بات میں بخوبی غور وتامل کرنا چاہئے کیونکہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ آج گزشتہ کا تدارک کر سکتے ہیں لیکن کل جبکہ کام ہاتھ سے نکل چکا تو سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت　　　　که با که باخته عشق در شب دیجور

ترجمہ: بوقت صبح قیامت ہو جائے گا معلوم
کہ کالی رات یہ دنیا کی کس طرح گزری

متاع دنیا سراسر غرور وفریب ہے اور آخرت کا ابدی معاملہ اسی پر مترتب ہے چند روزہ زندگانی کو اگر سید الاولین آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری میں بسر کیا جائے تو نجات ابدی کی امید ہے ورنہ کچھ نہیں۔ خواہ کوئی ہو اور عمل خیر ہی کیوں نہ بجالایا ہو۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا ست　　　　کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ: ہیں محمد سید کونین عزت دو جہاں کی
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در کی

متابعت کی اس بڑی دولت کا حاصل ہونا پورے طور پر دنیا کے ترک کرنے پر موقوف نہیں ہے تاکہ مشکل نظر آئے بلکہ اگر زکوٰۃ مفروضہ بھی بالفرض ادا ہو جائے تو مضرت کے نہ پہنچنے میں کلی ترک کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال مزکی ضرر سے نکل جاتا ہے۔

پس دنیاوی مال سے ضرر دور کرنے کا علاج اس مال سے زکوٰۃ نکالنا ہے۔ اگرچہ ترک کلی افضل ہے لیکن زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی اس کا کام کر جاتا ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود　　　　ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں
لیک اونچا ہے زمیں سے اے جواں

پس لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت احکام شرعی کے بجالانے میں صرف کرنی چاہئے اور اہل شریعت علماء وصلحا کی تعظیم وعزت بجالانی چاہئے اور شریعت کے رواج دینے میں کوشش کرنی چاہئے اور اہل ہوا وبدعتیوں کو خوار رکھنا چاہئے جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کے گرانے میں اس کی مدد کی اور کفار کے ساتھ جو خدا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن ہیں۔ دشمن ہونا چاہئے اور ان کی ذلت وخواری میں کوشش کرنی چاہئے اور کسی وجہ سے ان کو عزت نی چاہئے اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں داخل نہ ہونے دینا چاہئے اور ان سے انس ومحبت نہ کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ شدت وختی کا طریق برتنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے کسی امر میں ان کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے اور اگر بالفرض کوئی ضرورت پڑ جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح چار ونا چار اپنی ضرورت ان سے پوری کرنی چاہئے۔

وہ راستہ جو آپ کے جد بزرگوار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ تک پہنچادیتا ہے۔ یہی ہے اگر اس راستہ پر نہ چلیں تو اس پاک جناب تک پہنچا مشکل ہے۔ ہائے افسوس

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سَعَادَ وَدُوْنَهَا　　قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُيُوْفُ

ترجمہ: ہائے جاؤں کس طرح یار تک
راہ میں ہیں پرخطر کوہ اور غار

زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غم دل اس لئے تھوڑا کیا اظہار ہے میں نے
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

## مکتوب (۱۶۶)

اس بیان میں کہ چند روزہ ناپائدار حیات پر مدار نہ رکھنا چاہئے اور تھوڑی سی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ مرض قلبی کے علاج کا فکر کرنا چاہئے جو نہایت ہی ضروری ہے ملا محمد امین کی طرف لکھا ہے۔

اے میرے مخدوم کب تک اپنے اوپر مادر مہربان کی طرح کانپنا چاہئے اور کب تک اپنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اوپر غم وغصہ سے پیچ وتاب کھانا چاہئے۔ اپنے آپ کو اور سب کو مردہ سمجھنا چاہئے اور بے حس وحرکت چند جماد خیال کرنا چاہئے۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ نص قاطع ہے۔ اس تھوڑی سی فرصت میں مرض قلبی کے علاج کا فکر جو نہایت ہی ضرور ہے، ذکر کثیر کے ساتھ کرنا چاہئے اور اس تھوڑی سی مہلت میں رب جلیل کی یاد سے باطنی مرض کا علاج کرنا چاہئے جو نہایت ہی اعلیٰ واعظم مقصد ہے وہ دل جو غیر کا گرفتار ہے۔ اس سے خیر کی کیا امید ہے اور وہ روح جو کہتر یعنی دنیا کی طرف مائل ہے اس سے نفس امارہ بہتر ہے۔ وہاں تو سلامتی قلب طلب کرتے ہیں اور خلاصی روح چاہتے ہیں اور ہم کو تہ اندیش ہمہ تن روح وقلب کی گرفتاری کے اسباب حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔ ہائے افسوس کیا کیا جائے۔ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ ضعف ظاہری کے باعث کچھ اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ صحت وعافیت سے بدل جائے گا۔ ہمارا دل اس سبب سے جمع ہے۔ جامہ فقراء جو آپ نے طلب کیا تھا۔ وہ پیراہن بھیجا گیا ہے اس کو پہنیں اور اس کے نتائج وثمرات کے منتظر رہیں کیونکہ وہ بڑی برکت والا ہے۔

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست   وانکہ نقدش دید خود مردانہ ایست

ترجمہ: جس نے افسانہ کہا افسانہ ہے
جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور جس نے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۱۶۷)

تمام جہانوں کی پرورش کرنے والے خدائے بیچون وبیچگون کی عبادت کرنے اور ہندوؤں کے جھوٹے خداؤں سے بچنے کی ترغیب میں ہردے رام ہندو کی طرف لکھا ہے جس نے اس طائفہ علیہ کی محبت واخلاص کا اظہار کیا تھا۔

آپ کے دونوں خط پہنچے دونوں سے فقراء کی محبت اور اس بزرگ گروہ کی طرف التجا کرنے کا حال معلوم ہوا یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ کسی کو اس دولت سے سرفراز فرمائیں دوسرا یہ ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم تو خواہ ازسخنم پند گیر وخواہ ملال

ترجمہ: جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق
نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

جان لے اور آگاہ ہو کہ ہمارا اور تمہارا بلکہ جہان والوں یعنی آسمان وزمین اور اعلیٰ واسفل والوں کا پروردگار صرف ایک ہی ہے اور وہ بیچون وبچگون ہے۔ شبہ ومانند سے منزہ اور شکل ومثال سے مبرا ہے پدر وفرزند ہونا اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اس بارگاہ میں ہمسر اور ہم مثل ہونے کی کیا مجال ہے اتحاد وحلول کی آمیزش اس کی شان میں بری ہے اور کمون وبروز یعنی پوشیدہ ہونے اور ظاہر ہونے کا گمان اس جناب پاک کے حق میں قبیح ہے۔ وہ زمانی نہیں ہے کیونکہ زمانہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ وہ مکانی ہے کیونکہ مکان اسی کا بنایا ہوا ہے اس کے وجود کی کوئی ابتداء نہیں اور اس کے بقاء کی کوئی انتہاء نہیں۔ سب قسم کا خیر وکمال اس کی ذات میں ثابت ہے اور سب قسم کا نقص وزوال اس سے مسلوب ہے۔ پس عبادت کے مستحق اور پرستش کے لائق وہی حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

رام وکرشن وغیرہ جو ہندوؤں کے معبود ہیں اس کی کمینہ مخلوقات میں سے ہیں اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ رام جسرتھ کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی اور سیتا کا خاوند ہے جب رام اپنی بیوی کو نگاہ میں نہ رکھ سکا تو وہ پھر دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور ان کی تقلید پر نہ چلنا چاہئے۔ بڑی عاری بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمینہ خاکروب کے نام سے یاد کرے۔ رام ورحمٰن کو ایک جاننا بڑی بے وقوفی ہے۔ خالق مخلوق کے ساتھ ایک نہیں ہوتا اور چون وبیچون کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔

رام وکرشن کے پیدا ہونے سے پہلے پروردگار عالم کو رام وکرشن کوئی نہیں کہتا تھا ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہو گیا کہ رام وکرشن کے نام کو حق تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام وکرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔

ہمارے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب گزرے ہیں۔ سب نے خلقت کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب فرمائی ہے اور غیر کی عبادت سے منع کیا ہے اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جان کر اس کی ہیبت اور عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے اور ہندوؤں کے معبودوں نے خلقت کو اپنی عبادت کی ترغیب دی اور اپنے آپ کو معبود سمجھا ہے۔ اگرچہ پروردگار کے قائل ہیں لیکن اپنے آپ میں اس کا حلول واتحاد ثابت کیا ہے اور اسی باعث سے خلق کو اپنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور اپنے آپ کو معبود کہلایا ہے اور بے کھٹکے محرمات میں پڑے ہیں۔ اس خیال سے کہ معبود کسی چیز سے ممنوع نہیں ہے اپنی خلق میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے اس قسم کے بے ہودہ اور فاسد خیالات بہت رکھتے ہیں یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کر دیا۔ برخلاف پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کہ انہوں نے جن باتوں سے مخلوقات کو منع کیا ہے ان سے اپنے آپ کو بھی پورے اور کامل طور پر باز رکھا ہے اور اپنے آپ کو اور انسانوں کی طرح انسان ہی کہتے رہے ہیں۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ۔ دیکھ دونوں میں کس قدر ہے فرق

# مکتوب (۱۶۸)

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی بلند شان اور ان لوگوں کے حال کی شکایت بیان کرنے میں جنہوں نے اس طریقہ شریفہ میں کئی طرح کے محدثات ومخترعات کو رواج دیا ہے اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ املکنکی یعنی خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو حضرت سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر۔

اس کے بعد بہت سی دعائیں اور بے شمار تحفے مشائخ کرام کے برگزیدہ اور اولیائے عظام کے نتیجہ یعنی سیدھے راستہ پر چلنے والے حضرت مخدوم زادہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ کی خدمت شریف میں پہنچا کر اشتیاق وآرزومندی کا اظہار کرتا ہے۔ شعر

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَھَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَھُنَّ خُیُوْفُ

ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک    راہ میں ہیں پرخطر کوہ اور غار

مخدوم زادہ کو معلوم ہو کہ اس طریقہ علیہ کی بلندی سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی طرف رہنمائی کی ہے اور سماع ورقص وتواجد سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھے ان سے منع کیا ہے اور خلوت وچلہ جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صدر اول میں نہ تھا۔ اس کی بجائے خلوت اور انجمن کو اختیار کیا ہے۔ اسی سبب سے بڑے بڑے نتیجے اس التزام پر مترتب ہوئے ہیں اور بہت قسم کے فائدے اس اجتناب سے حاصل ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ابتداء میں مندرج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کی کلام دلی مرضوں کی دوا ہے اور ان کی نظر باطنی امراض کی شفا ہے۔ ان کی بزرگ توجہ طالبوں کی دونوں جہان کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند | کہ برانداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں | میبرد وسوسہ خلوت وفکر چلہ را

ترجمہ

عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی | کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو
دل سالک سے ان کا جذبہ صحبت گھڑی میں | مٹا دیتا ہے خلوت کے خیالات اور چلے کو

لیکن ان دنوں میں کہ وہ نسبت شریفہ عنقائے مغرب ہو گئی ہے اور بالکل پوشیدہ ہو گئی ہے اسی گروہ میں سے ایک جماعت نے اس دولت عظمیٰ کے نہ پانے اور اس نعمت اعلیٰ کے گم ہونے سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں جو ہر نفیسہ کو چھوڑ کر چند خزف ریزہ یعنی ٹھیکریوں پر خوش ہوئے ہیں اور بچوں کی طرح جوز و مویز پر آرام کیا ہے اور نہایت بے قراری اور حیرانی سے اپنے بزرگوں کے طریق کو چھوڑ کر کبھی جہر سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور کبھی سماع و رقص سے آرام ڈھونڈتے ہیں اور خلوت و انجمن حاصل نہ ہونے کے سبب سے چلہ اور خلوت کو اختیار کیا ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایسی بدعتوں کو اس نسبت شریفہ کی متمم اور مکمل خیال کرتے ہیں اور اس بربادی کو عین آبادی گنتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو انصاف عطا کرے اور اس طریقہ کے بزرگواروں کے کمالات کی خوشبو ان کی جان کے دماغ میں پہنچائے۔ بِحُرْمَتِ النُّوْنِ وَالصَّادِ وَبِحُرْمَتِ النَّبِيِّ وَآلِهِ الْاَمْجَادِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اور چونکہ اس قسم کی بدعتیں اس ملک میں یہاں تک پھیلی ہوئی ہیں کہ بزرگواروں کے اصل طریق کو پوشیدہ کر دیا ہے اور وہاں کے ہر شریف و خسیس نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے اور اصل اور قدیم طریق کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے اس لئے دل میں گزرا کہ تھوڑا سا یہ ماجرا اس بلند بارگاہ کے خادموں کی خدمت میں ظاہر کرے اور اس وسیلہ سے اپنی درد دل کو نکالے۔

نہیں معلوم کہ حضرت مخدوم زادہ کی مجلس میں کونسا گروہ ہم نشین ہے اور محفل کا مونس کون سا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فرقہ ہے۔

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز کاغوش کہ شد منزل آسائش خوابت

ترجمہ: تمام رات نہ اس غم سے مجھ کو نیند آئی

کہ سویا کس کی بغل میں تو رات بھر میری جاں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی پاک جناب کو ان آفات کے عموم سے بچائے اور آپ کی بلند بارگاہ کو اس ابتلاء کے شمول سے محفوظ رکھے۔

میرے مخدوم و مکرم! اس طریقہ علیہ میں ان لوگوں نے یہاں تک احداث وابداع کو رواج دیا ہے۔ کہ اگر مخالف یہ بات کہیں کہ اس طریق میں بدعت کا التزام اور سنت سے اجتناب ہے تو بجا ہے۔ نماز تہجد کو پوری جمعیت یعنی جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اس بدعت کو سنت ترویج کی طرح مسجد میں رواج و رونق بخشتے ہیں اور اس عمل کو نیک جانتے ہیں اور لوگوں کو اس پر ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء نے اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔ نوافل کا جماعت سے ادا کرنا نہایت ہی مکروہ کہا ہے اور بعض فقہاء نے دو تداعی کو جماعت نفل میں کراہت کی شرط قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی جماعت نفلی کا جواز مسجد کے کونے میں مقید کیا ہے اور تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ فرمایا ہے اور نیز نماز تہجد کی تیرہ رکعت اس طرح خیال کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر تا کہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرے کیونکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے ثواب سے آدھا ہے۔ حالانکہ یہ علم و عمل بھی سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہے۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں ان میں وتر بھی شامل ہیں اور نماز تہجد کی رکعتوں کا فرد اور طاق ہونا رکعات وتر کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے نہ کہ جیسا کہ ان بزرگواروں نے خیال کیا ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غم دل اس لئے تھوڑا کیا اظہار ہے میں نے

کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

تعجب کی بات ہے کہ بلاد ماوراء النہر ہی میں جو علمائے حق کا ماویٰ و مسکن ہے۔ اس قسم کی بدعتیں رواج پا گئی ہیں اور اس قسم کی مخترعات اور من گھڑت باتیں شائع ہو گئی ہیں۔ حالانکہ ہم فقیر انہی کی برکات سے علوم شرعیہ حاصل کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اور اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ ہی بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا ہے۔

# مکتوب (۱۶۹)

شیخ عبدالصمد سلطان پوری کی طرف لکھا ہے اس کے اس سوال کے جواب میں کہ مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ اگر خاص وقت میں جبکہ میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوں تو درمیان آجائے تو میں تیرے سر کو تن سے جدا کر دوں گا اور پیر نے اس بات کو پسند کیا اور بغل میں لے لیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ ۔ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

آپ کا شریف اور لطیف خط جواز روئے کرم کے صادر فرمایا تھا، پہنچ کر خوشی کا باعث ہوا۔ اس میں ایک استفسار لکھا تھا جس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ میرے مخدوم! سب سے بڑھ کر اعلیٰ مقصود اور بزرگ مطلوب حق تعالیٰ یک جناب میں واصل ہونا ہے چونکہ طالب ابتداء میں مختلف تعلقات کے باعث کمال آلودگی اور تنزل میں ہے اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کمال پاکیزگی اور بلندی میں ہے اور وہ مناسبت جو طالب و مطلوب کے درمیان فیض لینے یا دینے کا سبب ہے، مطلوب ہے۔ اس لئے رستہ جاننے والے تجربہ کار پیر کی ضرورت ہے جو دونوں کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہو اور دونوں طرف سے حظ وافر رکھتا ہو تاکہ طالب کے مطلوب تک پہنچنے کا واسطہ ہو جائے اور جس قدر طالب کو مطلوب کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی جائے گی اسی قدر پیر اپنے آپ کو درمیان سے الگ کرتا جائے گا اور جب طالب کی اپنے مطلوب سے کامل مناسبت پیدا ہو گئی تو پیر نے پورے طور پر اپنے آپ کو درمیان سے الگ کر لیا اور اپنے وسیلہ کے بغیر طالب کو مطلوب سے واصل کر دیا۔ پس ابتداء اور توسط میں پیر کے آئینے کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتے اور انتہاء میں آئینہ پیر کے وسیلہ کے سوا مطلوب کا جمال جلوہ گر ہوتا ہے اور وصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عریانی حاصل ہو جاتا ہے اور یہ جو کہا ہے کہ اگر پیر اس وقت حاضر ہو تو میں اس کے تن سے سر جدا کر دوں یہ دیوانہ پن ہے کیونکہ استقامت والے لوگ ایسا نہیں کہتے اور بے ادبی کی راہ پر نہیں چلتے اور اپنی تمام مرادوں کو پیر ہی کی برکات سے حاصل کرتے ہیں۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۷۰)

اس بیان میں کہ آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے ویسا ہی خلق کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کرنے سے چارہ نہیں اور اس کے مناسب بیان میں شیخ نور کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

میرے سعادت مند بھائی! آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے۔ ویسے ہی خلق کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کے ساتھ غم خواری کرنے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ اَلتَّعْظِيْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفْقَةُ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم اور مخلوق اللہ پر شفقت کرنا) انہی دو حقوق کے ادا کرنے کا بیان فرماتا ہے اور دونوں طرف کو مدنظر رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ پس ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر اختصار کرنا سراسر قصور ہے اور کل کو چھوڑ کر جزو پر کفایت کرنا کمالیت سے دور ہے پس خلق کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کے ایذا کو برداشت کرنا ضروری ہے اور ان کے ساتھ حسن معاشرت یعنی اچھی طرح رہنا سہنا واجب ہے۔ بدماغی اور لاپروائی اچھی نہیں۔

ہر کہ عاشق شد اگر چہ نازنین عالم است　　　نازکی کے است آید باریا ید کشید

ترجمہ: گر چہ عاشق حسن میں ہو خود جہاں کا نازنین
عاشقوں کا نازنین ہونا سراسر غلط ہے

چونکہ آپ مدتوں صحبت میں رہے ہیں اور پندونصیحت بہت سنے ہیں اس لئے طول کلامی سے منہ پھیر کر چند فقروں پر اختصار کیا گیا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى جَادَةِ الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستے پر قدم رکھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۷۱)

اس بیان میں کہ جو کچھ فقراء پر لازم ہے وہ ہمیشہ محتاج اور ذلیل رہتا ہے اور بندگی کے وظیفوں کو ادا کرنا۔ حدود شرعیہ کی محافظت۔ سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت۔ گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ عالم الغیب کے انتقام کا خوف وغیرہ ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور اس کے رسول سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر درود وسلام ہو۔

جو کچھ ہم فقیروں پر لازم وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ذلیل محتاج اور عاجز اور روتے اور التجا کرتے رہیں۔ بندگی کے وظفوں کو بجالائیں۔ شرعی حدود کی محافظت اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں نیتوں کو درست رکھیں اور اپنے باطنوں کو خالص اور اپنے ظاہروں کو سلامت رکھیں اور اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں اور گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ علام الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہیں اور اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں۔ اگرچہ بہت ہوں اور اپنی برائیوں کو بہت خیال کریں اگرچہ تھوڑی ہوں اور خلقت کی قبولیت اور شہرت سے ڈرتے رہیں۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْهِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ آدمی کے لئے اتنا ہی شر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگشت نما ہو مگر جس کو اللہ بچائے اور اپنے فعلوں اور نیتوں کو تہمت زدہ خیال کریں۔ اگرچہ وہ صبح کی سفیدی کی طرح ہوں اور احوال و مواجید کی پرواہ نہ کریں اگرچہ صحیح و مطابق ہوں صرف دین کی تائید اور مذہب کی تقویت اور شریعت کو رواج دینے اور خلقت کو حق کی طرف دعوت کرنے ہی سے کسی پر اعتبار نہ کر لینا چاہئے اور نہ ہی اس کو اچھا سمجھنا چاہئے جب تک کہ سنت کی متابعت پر اس کی استقامت معلوم نہ کر لیں کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر و فاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ اللہ تعالیٰ اس دین کو مرد فاجر سے مدد دے گا جو مرید طلب کے لئے آئے اور مشغولی کا ارادہ ظاہر کرے اس کو شیر و ببر کی طرح جاننا چاہئے اور ڈرنا چاہئے کہ مبادا اسی طرح سے اس کی خرابی مطلوب ہو اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے حق میں یہ امر استدراج ہو اور اگر بالفرض کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور اپنے آپ میں معلوم کریں تو اس کو کفر و شرک جانیں اور ندامت اور استغفار سے اس کا ایسا تدارک کریں کہ اس سرور کا کچھ اثر باقی نہ رہے بلکہ اس خوشی کے بجائے خوف و حزن پیدا ہو اور اچھی تاکید کریں کہ مرید کے مال میں طمع اور اس کے دنیاوی منافع میں توقع پیدا نہ ہو جائے کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت کے مانع اور پیر کی خرابی کا باعث ہے کیونکہ وہاں تو بالکل خالص دین طلب کرتے ہیں۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ خبردار دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے شرک کو اس بارگاہ میں کسی طرح گنجائش نہیں اور جان لیں کہ ہر قسم کی ظلمت اور کدورت جو دل پر طاری ہو جائے وہ توبہ و استغفار اور ندامت و التجا سے اچھی طرح دور ہو سکتی ہے مگر وہ ظلمت و کدورت جو دنیا کمینی کی محبت سے دل پر چھا جائے اور اس کو بدمزہ اور خراب کر دے اس کا دور کرنا نہایت مشکل اور کمال دشوار ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ کو دنیا اور دنیاداروں کی محبت اور ان کی صحبت و ہم نشینی سے بچائے کیونکہ یہ زہر قاتل اور مرض مہلک اور بری بلا اور عام بیماری ہے۔ میرے سعادت مند بھائی شیخ حمید بڑی اچھی طرح ان حدود کی طرف جانے والے ہیں۔ ان سے تازہ اور نئی باتوں کے سننے کو غنیمت جانیں۔ والباقی عند التلاقی۔

## مکتوب (۱۷۲)

ان بعض خاص اسرار کے بیان میں جو خواص میں سے بہت تھوڑوں کو نصیب ہوتے ہیں اور اس بیان میں کہ عارف اس مقام میں اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر معلوم کرتا ہے اس کا کیا سبب ہے اور شریعت روشن کے ظاہر کے ساتھ اس کے مطابق کرنے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ شریعت کے لئے ایک صورت یعنی ظاہر ہے اور ایک حقیقت یعنی باطن ہے اس کی صورت وہ ہے جو علمائے ظاہر اس کے بیان کرنے کے ذمہ دار ہیں اور اس کی حقیقت وہ ہے جس سے صوفیہ علیہ ممتاز ہیں۔ شریعت کی صورت کا نہایت عروج سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ بعد ازاں اگر وجوب کے مرتبوں میں سیر واقع ہو تو صورت حقیقت کے ساتھ مل جائے گی اور اس آمیزش کا معاملہ بھی شان علم کے عروج تک ہے جو سید البشر ﷺ کے تعین کا مبدء ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت و حقیقت دونوں کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وداع کریں گے۔ اگر عارف کا معاملہ شان حیات سے جا پڑے گا اور اس عظیم الشان شان کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ یہ شان حقیقی شیونات سے ہے جس کو اضافت کی گرد نہیں پہنچی تا کہ جہان سے تعلق پیدا کرے اور یہ شان مقصود کا دروازہ اور مطلوب کا مقدمہ ہے۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ لیکن چونکہ محفوظ ہے اس لئے شریعت کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا ہے اور وہ لوگ جو اس اعلیٰ دولت سے مشرف ہوئے ہیں بہت ہی تھوڑے ہیں اور اگر ان کی تعداد بیان کی جائے تو بہت ہی کم نکلیں گے اور صوفیوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس مقام عالی کے ظلال تک پہنچے ہیں کیونکہ ہر مقام عالی کے لئے اسفل میں اس کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ انہوں نے سمجھا ہے کہ قدم دائرہ شریف سے باہر رکھا ہے اور پوست کو چھوڑ کر مغز تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ مقام صوفیوں کے قدموں کے پھسلنے کی جگہ ہے۔ بہت سے ناقص اس طریق سے الحادو زندقہ میں جا گرے ہیں اور شریعت اغر کی تابعداری سے سر نکال لیا ہے۔ ضَلُّوا فَاَضَلُّوا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا اور کامل لوگ جو ولایت کے درجوں میں سے کسی درجہ میں مشرف ہوئے ہیں اور اس مقام عالی کے ظلال میں سے کسی ظل میں اس معرفت کو حاصل کیا ہے اگر چہ اس مقام کے اصل تک نہیں پہنچے لیکن محفوظ ہیں اور شریعت کے آداب میں سے کسی ادب کو فروگزاشت کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر چہ اس معرفت کے بھید کو نہیں جانتے اور اصل معاملہ کو نہیں سمجھتے اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب ﷺ کے صدقہ سے اس فقیر پر اس معمہ کا بھید منکشف ہو گیا ہے اور اصل معاملہ جیسا کہ چاہئے واضح روشن ہو گیا ہے اور اس کا تھوڑا سا ماجرا معرض بیان میں لاتا ہے شاید کہ ناقص راہ راست پر آ جائیں اور کاملوں پر حقیقت معاملہ ظاہر ہو جائے۔

جاننا چاہئے کہ شرعی تکلیفات قالب اور قلب پر مخصوص ہیں کیونکہ تزکیہ نفس انہی پر موقوف ہے اور وہ لطیفے جو دائرہ شریعت سے باہر قدم رکھتے ہیں وہ ان کے ماسوا ہیں۔ پس جو شریعت سے مکلّف ہے وہ ہمیشہ مکلّف ہے اور وہ جو مکلّف نہیں ہے وہ ہرگز مکلّف نہیں ہو گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سلوک سے پہلے لطائف ایک دوسرے سے ملے جلے ہوتے ہیں اور قلب سے جدائی نہیں رکھتے جب سیر و سلوک سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور اپنے اصلی مقام میں پہنچایا تو معلوم ہوا کہ مکلّف کون تھا اور غیر مکلّف کون۔

**سوال:** اگر کہیں کہ اس مقام میں عارف اپنے قلب اور قالب کو بھی دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



**جواب:** ہم کہتے ہیں کہ وہ پانا تحقیقی نہیں ہے بلکہ تخیلی ہے اور اس تخیل کا منشاء قلب و قالب کا ان لطائف میں سے جنہوں نے قدم باہر رکھا ہے۔ زیادہ لطیف لطیفے کے رنگ میں رنگا جانا ہے اور اگر یہ کہیں کہ اگرچہ صورت شریعت کی تکلیفات قلب و قالب پر مخصوص ہیں لیکن شریعت کی حقیقت کو قلب سے آگے بھی گنجائش ہے تو پھر مطلق شریعت سے قدم باہر رہنے کے کیا معنی ہوئے تو ہم کہتے ہیں کہ شریعت کی حقیقت بھی روح وسرسے آگے نہیں گزرتی اور خفی واخفی تک نہیں پہنچتے اور قدم باہر رہے ہوئے حقیقت میں یہی خفی اور اخفی ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَجَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ اَتَمُّہَا وَاَکْمَلُہَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب (۱۷۳)

ایک سوال کے جواب میں مع بعض اسرار غریبہ کے بیان میں جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی نفی واثبات کے متعلق ہیں۔ میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد سیادت کی پناہ والے کو معلوم ہو کہ آپ نے پوچھا تھا کہ جب جو کچھ دید و دانش میں آئے۔ کلمہ لا کے ساتھ اس کا نفی کرنا ضروری ہے کیونکہ مطلوب مثبت دید و دانش کے ماوراء ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مشہود بھی نفی کے لائق ہو اور مطلوب مثبت اس کے ماوراء ہیں متحقق ہو۔

اے بھائی! حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی باوجود اس قدر بلند شان ہونے کے بشر تھے اور حدوث وامکان کے داغ سے داغدار تھے۔ بشر خالق بشر کی نسبت کیا معلوم کر سکتا ہے اور ممکن واجب کی نسبت کیا حاصل کر سکتا ہے اور حادث قدیم کو کیسے احاطہ کر سکتا ہے لَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا نص قاطع ہے۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نے بنی کہ شاہے چوں پیمبر | نیافت فقر کل تورنج کم بر

ترجمہ: نہ پایا جبکہ محمد نے فقر کا کل گنج | تو اس کے لینے کی خاطر اٹھا نہ مطلق رنج

اے عزیز یہ مقام تفصیل چاہتا ہے گوش وہوش سے سننا چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کے دو مقام نفی اور اثبات اور نفی واثبات میں سے ہر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایک کے دو اعتبار ہیں۔

اول یہ کہ جھوٹے خداؤں کی عبادت کے استحقاق کی نفی کی جائے اور حق تعالیٰ کو عبادت کا مستحق ثابت کیا جائے۔

دوسرا اعتبار یہ ہے کہ غیر مقصود مقصودوں اور غیر مطلوب مطلوبوں کی نفی کی جائے اور مطلوب حقیقی اور مقصود اصلی کے سوا کچھ ثابت نہ کیا جائے اور اعتبار اوّل میں کمال پہلے یہ ہے کہ جو کچھ معلوم و شہود ہوا ہے سب لا کے نیچے داخل ہو جائے اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم سے سوا کچھ ملحوظ نہ ہو۔ کچھ مدت کے بعد جبکہ بصیرت تیزی پیدا کر لیتی ہے اور مطلوب کے راہ کی خاک کے سرمہ سے سرگیں ہو جاتی ہے تو مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہ کے رنگ میں مشہور ہوتا ہے۔ باوجود اس کے سالک اپنے آپ کو اس مشہود کے ماوراء میں گرفتار ہوا پاتا ہے اور اپنے مطلوب کو اس کے باعث طلب کرتا ہے کیونکہ اس کمال کی ابتداء میں جو کچھ لا کے نیچے داخل ہوا تھا سب کا سب دائرہ ممکنات سے تھا جو عبادت کا استحقاق نہ رکھتا تھا اور اس کلمہ طیبہ کے تکرار کی برکت سے اس معبود سے جو عبادت کے مستحق ہیں۔ جدا ہوا تھا۔ لیکن ضعف بصیرت سے مرتبہ وجوب کو جو عبادت کے لائق ہے اور کلمہ الا سے مثبت ہوا ہے نہیں دیکھتا تھا اور کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا اس مقام سے کچھ نصیب نہ رکھتا تھا لیکن قوت بصیرت کے بعد مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہ کے رنگ میں مشہود ہوا اور جب مرتبہ وجوب اللہ جل شانہ کے اسماء وصفات کا جامع ہے اور سالک کی ہمت کا متعلق احدیت مجردہ ہے جس مقام میں عبادت کا استحقاق بھی عبادت کے عدم استحقاق کی طرح رستہ میں رہ جاتا ہے اس لئے اپنے مقصود کو اسماء وصفات کے ماورا میں طلب کرتا ہے اور اس کے ماسوا کی گرفتاری سے کنارہ کشی کرتا ہے۔

چو دل با دلبرے آرام گیرد — زوصل دیگرے کے کام گیرد
نہی صددستہ ریحاں پیش بلبل — نخواہد خاطرش جز نگہت گل
زمہ آتش چودر نیلوفر افتد — تماشائے مہش کے درخور افتد
چوخواہد تشنہ جانے شربتِ آب — نیفتد سود مندش شکرناب

ترجمہ

ہوا دلبر سے جبکہ دل کو آرام — اسے پھر وصل سے اوروں کے کیا کام
رکھے سودستہ ریحاں گر تو لا کر — سوا گل کے نہیں بلبل کو خوشتر
پڑے جب نیلوفر میں تاب خورشید — رکھے پھر چاند کی وہ کیسے امید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پیاسا جبکہ مانگے مجھ کو دو آب ۔۔۔ بری ہے اس کے حق میں شکر ناب

اور اعتبار ثانی میں کہ جس سے مقصود غیر مقصودہ مقصودوں کی نفی ہے۔

کمال یہ ہے کہ مرتبہ وجوب کا شہود بھی مراتب امکانی کے شہود کی طرح لا کے تحت میں داخل ہو جائے اور جانب اثبات میں مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کوئی چیز ملحوظ نہ ہو

چہ گویم با تو از مرغ نشانہ ۔۔۔ کہ با عنقا بود ھم آشیانہ

زعنقا ہست نامے پیش مردم ۔۔۔ زمرغ من بود آں نام ہم گم

ترجمہ: کہوں کیا مرغ کا تجھ سے نشانہ ۔۔۔ جو عنقا کے رہے ہم آشیانہ

مگر ہے نام عنقا سب کو معلوم ۔۔۔ مرے اس مرغ کا ہے نام معدوم

اور حق یہ ہے کہ اعلیٰ فطرت اور بلند ہمت اسی قسم کے مطلوب کی خواہاں ہے کہ اس سے کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے بلکہ ذرہ گرد بھی اس کے ادراک کے دامن کو نہ لگے۔

رویت اخروی یعنی آخرت کا دیدار حق ہے لیکن مجھ کو اس کا تصور بیقرار کئے جاتا ہے۔ لوگ رویت اخروی کے وعدہ پر مسرور و محفوظ ہیں لیکن میری گرفتاری غیب الغیب کے سوا کسی سے نہیں ہے بلکہ تمام ہمت اس امر کی خواہاں ہے کہ مطلوب کا سر مو بھی غیب سے شہادت میں نہ آئے اور گوش سے آغوش میں نہ پہنچے اور علم سے عین کی طرف اسباب نہ لے جائے میں کیا کروں مجھے ایسا ہی پیدا کیا ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ترجمہ: ہر کام کے لئے ہے پیدا کیا ہر اک کو

اگرچہ اس مقام میں بہت سی دیوانہ پن کی باتیں رکھتا ہوں لیکن ادب سے لب نہیں ہلا سکتا ہوں۔

جنونم از جہت ذوفنون است

مراد دیوانہ پن ہے یار پرفن سے

عمر بگزشت وحدیث درد ما آخر نہ شد ۔۔۔ شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ: عمر گزری پر نہ قصہ درد کا آخر ہوا
رات آخر ہوگئی کرتا ہوں افسانہ کو بس

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۱۷۴)

اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانے اس معیت کے ساتھ تسلی حاصل نہیں کرتے اور اس قرب نما بعد سے تسکین نہیں پاتے بلکہ وہ قرب چاہتے ہیں جو بعد نما ہو اور وہ وصل ڈھونڈتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو اور اس بیان میں کہ وہ واقعہ جو لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ خواجہ اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے۔

میرے عزیز بھائی کا مکتوب پہنچا چونکہ فقراء کی محبت اور اس بلند گروہ کی طرف التجا کرنے کے حال سے بھرا ہوا تھا اس واسطے خوشی کا باعث ہوا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کو اپنا نقد وقت جانیں لیکن جان لیں کہ اس راہ کے دیوانے اس معیت سے تسلی حاصل نہیں کرتے اور اس بعد نما قرب سے تسکین نہیں پاتے بلکہ ایسا قرب چاہتے ہیں جو بعد نما ہو اور ایسا وصل ڈھونڈتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ تسویف وتاخیر کو تجویز نہیں کرتے اور تعطیل وتعجیل کو برا خیال کرتے ہیں۔ وقت کی نقدی کو بے ہودہ زیب وزینت میں صرف نہیں کرتے اور عمر کے سرمایہ کو بے فائدہ ملمع امور میں تلف نہیں کرتے۔ شریف سے خسیس کی طرف میلان نہیں کرتے اور پسندیدہ کو چھوڑ کر غضب کی ہوئی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنے آپ کو چرب اور شیریں لقموں کے بدلے نہیں بیچتے اور باریک وآراستہ کپڑوں کیلئے غلامی اختیار نہیں کرتے۔ وہ اس بات سے علم رکھتے ہیں کہ شاہی تخت کو تعلقات کی پلیدیوں سے آلودہ رکھیں اور اس بات سے ننگ رکھتے ہیں کہ ملک خداوندی میں لات وعزیٰ کو شریک بنائیں۔ اے بھائی وہاں تو فقط دین خالص طلب کرتے ہیں۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ اور شرکت کا غبار پسند نہیں فرماتے۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ اگر تو نے شریک کیا تو تیرا سب عمل اکارت گیا۔ گھڑی بھر کے لئے اپنے حال میں غور کریں اگر دین خالص ہے تو آپ کو بشارت ومبارک ہو اور اگر نہیں تو واقع کا علاج وقوع سے پہلے پہلے کرنا چاہئے وہ واقع جو آپ نے لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا اور اس کا اس قسم کا تصرف اور ظہور طالبوں پر بہت واقع ہوتا ہے۔ آپ کچھ غم نہ کریں۔ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفاً شیطان کا مکر ضعیف ہے اور اگر پھر ظہور کرے تو کلمہ تمجید لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے تکرار سے اس کے مکر کو دفع کریں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۱۷۵)

احوال کی تلونیات اور تمکین کے حاصل ہونے اور حدیث قدسی لی مع اللہ وقت کے معنی کے بیان میں حافظ محمود کی طرف لکھا ہے:

میرے بھائی کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ آپ نے اپنے احوال کی تلوینات کا کچھ حاصل لکھا ہوا تھا۔ جاننا چاہئے کہ سالکوں کو خواہ ابتدا میں ہوں خواہ انتہا میں احوال کی تلونیات سے چارہ نہیں۔ حاصل کلام کہ اگر وہ تلوین سے نکل گیا اور احوال کی غلامی سے آزاد ہو کر مقام تمکین میں پہنچ گیا تو اس وقت احوال متلونہ نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ جو مقام قلب میں اس کی خلافت میں بیٹھا ہے۔ یہ تلوین تمکین کے حاصل ہونے کے بعد ہے اور اس تلوین والے کو اگر ابوالوقت کہیں تو بجا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفس بھی تلونیات سے گزر گیا اور تمکین واطمینان کے مقام تک جا پہنچا۔ تو اس وقت تلونیات کا وارد ہونا قالب پر ہے جو امور مختلفہ سے مرکب ہے۔ یہ تلوین دائمی ہے کیونکہ تمکین قالب کے حق میں متصور نہیں۔ اگر لطائف میں سے زیادہ لطیف طفہ کے رنگ میں رنگا ہوا ہو کیونکہ وہ تمکین جو اس انصباغ کی طرف سے ہو کر آتی ہے۔ وہ بطریق تبعیت ہے اور احوال متلونہ کا وارد ہونا بطریق اصالت ہے اور اعتبار اصل کا ہے۔ نہ کہ فرع اور تبع کا اور اس مقام والا اخص خواص میں سے ہے اور حقیقت میں ابوالوقت بھی یہی ہے اور ہوسکتا ہے کہ حدیث لی مع اللہ وقت جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہے اور بعض نے وقت سے وقت مستمرہ یعنی دائمی مراد رکھا ہے اور بعض نے وقت نادر اس کے معنی اسی بیان کی طرف راجع ہوں کیونکہ بعض لطائف کی نسبت بطریق استمرار ہے اور بعض کی نسبت بطریق ندرت۔ پس کچھ خلاف نہیں ہے۔

غرض ظاہر کو شریعت روشن سے آراستہ کر کے باطنی سبق کے تکرار پر ہمیشگی کریں۔

اندر این بحر بے کرانہ چو غوک دست وپائے بزن چہ دانی بوک

ترجمہ: مثل مینڈک ہاتھ پاؤں اپنے مار ہے بڑا یہ بحر نا پیدا کنار

میرے عزیز بھائی مولانا محمد صدیق آگرہ میں ہیں ان کی ملاقات کو غنیمت جانیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۷۶)

اس بیان میں کہ وقتوں کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تا کہ بیہودہ امور میں تلف نہ ہو جائیں۔ ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرءِ اِشْتِغَالُهُ بِمَا یَعْنِیْهِ وَ اِعْرَاضُهُ عَمَّا لَا یَعْنِیْهِ فائدے کے کام میں مشغول ہونا اور لایعنی اور بیہودہ کاموں سے منہ پھیرنا آدمی کے حسن اسلام کا نشان ہے۔ پس اپنے وقتوں کی محافظت ضروری ہے تا کہ بیہودہ کاموں میں برباد نہ ہو جائیں۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی کو دشمنوں کا نصیب جان کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول ہونا چاہئے۔ اس طریق میں یاروں کا باہم جمع ہونا باطن کی جمعیت کے لئے ہے نہ کہ دل کی پراگندگی کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن کو خلوت پر اختیار کیا ہے اور جمعیت کو اجتماع سے حاصل کیا ہے۔ وہ اجتماع جو تفرقہ کا باعث ہو اس سے الگ رہنا لازم ہے۔ باطنی جمعیت کے ساتھ جو کچھ جمع ہو جائے مبارک ہے اور جو کچھ جمع نہ ہو منحوس و نامبارک ہے۔ اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ انسان کی صحبت میں لوگوں کو جمعیت حاصل ہو۔ نہ اس طرح کہ تفرقہ میں ڈال دے۔ اپنے ورق کو الٹانا چاہئے اور گفتار کو چھوڑ کر خاموشی اختیار کرنی چاہئے اب شعر گوئی۔ بحث و جھگڑے اور باہم گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے۔

چہ وقت مدرسہ و بحث و کشف و کشاف است

ترجمہ: کشف اور کشاف کے پڑھنے کا اب کیا وقت ہے

# مکتوب (۱۷۷)

اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آرائے صائبہ کے موافق عقائد درست کرنے کی ترغیب میں جمال الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا ہے:

خواجہ جمال الدین حسین جوانی کے وقت کو غنیمت جانیں اور جہاں تک ہو سکے حق تعالیٰ کی رضامندی میں صرف کریں۔ یعنی اوّل لازم ہے کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی بے خطا راؤں کے موافق درست کریں۔ دوسرا احکام شرعیہ فقہیہ کے موافق عمل کریں ور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تیسرا صوفیہ کرام قدس سرہم کے بلند طریقہ پر سلوک کریں۔ وَ مَنْ وُفِّقَ لِهٰذَا فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ هٰذَا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَاناً مُّبِيناً جس کو ان سب کی توفیق حاصل ہوگئی وہ دونوں جہان میں بڑا کامیاب ہوگیا اور جو ان سے محروم رہا اس کو بڑا خسارہ حاصل ہوا۔

خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمت و تواضع کو بڑی سعادت سمجھیں کیونکہ وہ خدمت حقیقت میں خواجہ مشار الیہ کی مدد و اعانت ہے جو خدائے تعالیٰ کے مقبولوں میں سے ہے۔

وادیم ترا ز گنج مقصود نشاں

ترجمہ: تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے

والسلام۔

# مکتوب (۱۷۸)

ایک شخص کی سفارش اور سید عالمیان خلاصۂ آدمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی ترغیب میں مرزا مظفر کی طرف لکھا ہے:

عَظَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَجْرَكُمْ وَرَفَعَ قَدْرَكُمْ وَيَسَّرَ اَمْرَكُمْ وَشَرَحَ صَدْرَكُمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ آپ کو بڑا اجر دے اور آپ کا قدر بلند کرے اور آپ کا کام آسان کرے اور آپ کے سینے کو کھولے بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جو لوگ اخلاق نبوی ﷺ سے متخلق ہیں۔ ان کو اس امر کی طرف رہنمائی کرنے کی کیا حاجت ہے کہ وہ کسی کے ساتھ احسان اور حسن معاشرت سے پیش آئیں۔ بلکہ نزدیک ہے کہ وہ دلالت بے ادبی میں داخل ہو۔ لیکن چونکہ انسان احتیاج کے وقت ہر ادنیٰ وحقیر سے پنجہ مارتا ہے اور ہر ضعیف وکمزور سے اپنی تسلی حاصل کرتا ہے اس لئے آپ کو تکلیف دے کر سائلین وحاجت مندوں کی تسلی کی گئی ہے

میرے مخدوم! احسان سب جگہ اچھا ہے خاص کر ان لوگوں کے ساتھ جو ہمسائیگی کا قرب رکھتے ہوں بہت ہی بہتر ہے۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑوسی کا حق ادا کرنے میں اس قدر مبالغہ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب کرام کو اس مبالغہ سے گمان ہوتا تھا کہ شاید ہمسایہ کو میراث سے بھی حصہ دلائیں گے۔

چون چنیں با یک دگر ہمسایہ ایم تو چو خورشیدی وما چوں سایہ ایم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چہ بدے اے مایۂ بے مائگاں   گر نگہداری حق ہمسائگاں

ترجمہ: جب کہ ہم آپس میں سب ہمسایہ ہیں   تو ہے خورشید اور ہم سب سایہ ہیں

کیا ہو پھر اے مایہ بیمائگاں   گر نگاہ رکھے حق ہمسائگاں

والسلام۔

## مکتوب (۱۷۹)

نصیحت کے بارے میں میر عبداللہ بن میر نعمان کی طرف لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ میرے فرزند عزیز کو اپنے نام کی طرح بندہ بننے کی توفیق بخشے۔

میرے فرزند! موسم جوانی کی غنیمت جان کر علوم شرعی کے حاصل کرنے اور ان علوم کے مطابق عمل کرنے میں مشغول رہیں اور کوشش کریں کہ یہ قیمتی عمر بیہودہ باتوں میں صرف نہ ہو جائے اور کھیل کود میں برباد نہ ہو جائے۔

دوسرا یہ کہ تمہارے والد بزرگوار چند روز تک تم سے آملیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے پہنچنے تک متعلقین کی اچھی طرح خبر رکھیں۔

پدر خویش باش گر مری

ترجمہ: اگر تو مرد ہے باپ اپنا آپ ہی بن جا   والسلام۔

## مکتوب (۱۸۰)

پیروں کے بعض ناموروں کے استفسار میں کہ جن میں تردد پیدا ہوا تھا۔ مخدوم زادہ املنگی یعنی خواجہ ابوالقاسم کی طرف لکھا ہے:

اے میرے مخدوم ومکرم! ان پیروں کے ناموں کی تحقیق میں جو حضرت مولانا املنگی رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان گزرے ہیں جو کچھ حضرت محمد باقی رحمتہ اللہ علیہ سے ہم کو پہنچا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دو بزرگ ہیں جن میں سے ایک حضرت مولانا خواجہ املنگی رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار یعنی حضرت مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت مولانا محمد زاہد ہیں۔ جو حضرت مولانا محمد درویش کے خال یعنی ماموں ہیں۔ ان دونوں میں مشیخت پناہ خواجہ خاوند محمود ان حدود کی طرف تشریف لائے تھے۔ ملاقات ہوتے ہی حضرت مولانا خواجہ املنگی کی نسبت سے گفتگو شروع کی اور کہا کہ یہ کسی سے مجاز نہ تھے۔ اس لئے ابتدا میں مرید نہ بناتے تھے اور عمر کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اخیر میں اس کام کو شروع کیا تھا۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ بزرگ تھے اور تمام ماوراء النہر کے لوگ ان کی بزرگی کے قائل تھے۔ ہرگز یہ بات پسند نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ابتداء میں یا اخیر میں بے اجازت مرید بنائے ہوں۔ کیونکہ اس قسم کا عمل خیانت میں داخل ہے۔ ادنیٰ مسلمان پر اس قسم کا ظن نہیں کر سکتے تو پھر اکابر دین پر کیسے کر سکیں۔ پھر خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک روز مولانا رحمۃ اللہ علیہ خواجہ کلاں بیدی کی خدمت میں گئے تھے اور خواجہ صاحب خربوزہ کھا رہے تھے۔ مولانا نے بھی خربوزے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا خربوزہ پکا ہوا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا خربوزہ پکا ہوا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خربوزہ پکا ہوا ہے۔ اس وقت مولانا نے مرید بنانے شروع کئے۔

یہ نقل بھی بہت ہی بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ صرف اتنا کہنے سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو شیخ سمجھ لیا اور مرید بنانے شروع کئے۔

بعد ازاں خواجہ خاوند محمود نے کہا کہ ان بزرگواروں کے یہ دو نام جو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بتلاتے ہیں اور دو ناموں سے مسمّٰی کرتے ہیں یہ خطا ہے۔ انہوں نے اور ناموں سے یاد کیا اور نیز کہا کہ مولانا درویش محمد کو اپنے ماموں سے نسبت نہیں ہے کسی اور شخص سے ہے۔ ان باتوں سے بہت تعجب حاصل ہوا۔ اس لئے جناب کو تکلیف دی گئی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھیں تاکہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے اور اجازت کے بارے میں کچھ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی بزرگی خود گواہ عادل ہے باوجود اس کے اگر لکھیں تو طعنہ زنوں کی زبان بند ہو جائے گی۔

دوسرا یہ کہ معلوم نہیں کہ اس قسم کی پریشان باتوں سے خواجہ خاوند محمود کا مقصود کیا ہے اگر ان باتوں کا مقصود ان بے سروسامان فقرا کی کامل طور پر نفی ہے کیونکہ پیر کی نفی مرید کی نفی کو مستلزم ہے تو ان بے سروسامانوں کی نفی کے اور بہت سے طریق ہیں۔ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کرنے کی کیا حاجت ہے اور اگر اس کے سوا کچھ اور مقصود ہے اور اصلی طور پر بزرگوں کی نفی کرنی چاہتے ہیں تو یہ بات بھی درست نہیں۔ جیسا کہ یہ بات تھوڑی عقل والے پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات' یا اللہ تو ہمارے دلوں کو ہدایت دے کر پھر ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے ہم کو رحمت بخش تو بہت بخشنے والا ہے۔ بحرمت سید المرسلین ﷺ کے وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى' اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۸۱)

حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں محمد صادق کی طرف (کہ خدائے تعالیٰ اس کو دوستوں کے سروں پر سلامت و باقی رکھے) لکھا ہے۔ ان کے استفسار کے جواب میں کہ کیا سبب ہے کہ مشائخ کی جماعت کو میں دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مرتبوں میں ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں لیکن باوجود اس کے مقامات زہد و توکل وغیرہ میں ان کے بڑے درجے ہیں اور بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ قرب کے مرتبوں میں فوقیت رکھتے ہیں اور مقامات مذکورہ میں تنزل اور اس کے مناسب بیان میں:

میرے سعادت مند فرزند نے پوچھا ہے کہ کیا سبب ہے کہ بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مرتبوں میں ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں لیکن مقامات زہد و توکل و ترک و صبر و رضا میں ان کے بڑے بڑے درجے مفہوم ہوتے ہیں اور بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ مراتب قرب میں بڑا درج رکھتے ہیں لیکن مقامات زہد و توکل وغیرہ میں ان کے قدم بہت نیچے ہیں اور یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ جس قدر یقین اتم ہوگا اسی قدر یہ مقامات اکمل ہونگے اور یقین کا اتم ہونا حق تعالیٰ کے زیادہ قرب کا سبب ہے پس یہ بات چند امروں سے خالی نہیں ہے یا تو ہماری کشف نظر خطا کرتی ہے کہ قریب کو بعید اور بعید کو قریب جانتی ہے یا اس مقام کے اکمل ہونے کا باعث یقین کے سوا کچھ اور امر ہے۔ یا قرب پر یقین مترتب نہیں ہے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یقین قرب پر مترتب ہے یعنی جس قدر قرب زیادہ ہوگا اس قدر یقین زیادہ ہوگا اور ان مقامات کے اکمل ہونے کا سبب بھی یقین کا اتم ہونا ہے نہ کچھ اور امر اور نظر کشفی بھی صحیح ہے۔

حاصل کلام یہ کہ قرب الطف لطائف کو حاصل ہوتا ہے۔ پس یقین بھی انہی کا نصیب ہے اور ان مقامات کا اکمل ہونا بھی چونکہ یقین کے اتم ہونے پر مترتب ہے۔ اس لئے وہ بھی انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

پس ہوسکتا ہے کہ کسی بزرگ نے باوجود قرب کے کم ہونے کے لطائف میں سے زیادہ لطیف کے مقامات میں سے کسی مقام میں اقامت اختیار کی ہو اور لطائف میں سے زیادہ کثیف کی طرف رجوع نہ کی ہو اور مقامات مذکورہ میں اس دوسرے بزرگ سے اکمل ہو جو قرب زیادہ رکھتا ہو اور لطائف میں زیادہ کثیف کی طرف جو لطیفہ قالب ہے رجوع کی ہو کیونکہ لطیفہ قالب جب اس قرب سے محروم ہے۔ پس یقین بھی اس کے نصیب نہیں ہوگا تو پھر ان مقامات کی اکملیت کیسے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حاصل کر سکے اور وہ بزرگ جس کا رجوع اس لطیفہ کی طرف ہوا ہے اس نے اسی لطیفے کا حکم پیدا کر لیا ہے اور باقی لطائف کے یقینات جو اس کو پہلے حاصل ہوئے تھے۔ سب پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ برخلاف اس بزرگ کے جس کا رجوع قالب کی طرف نہیں ہوا۔ اس کا حکم لطائف کا حکم ہے اور قرب و یقین اس کے حق میں استقامت رکھتے ہیں اور اس سے پوشیدہ نہیں ہوئے پس ناچار مقامات مذکورہ میں اتم و اکمل ہوگا۔

لیکن جاننا چاہئے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب و یقین میں اکمل ہے۔ اس طرح مقامات میں اکمل ہے لیکن اس کے ان کمالات کو پوشیدہ کر دیا ہے اور خلق کی دعوت اور خلق کے ساتھ مناسبت حاصل کرنے کیلئے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کر دیا ہے۔ یہ مقام دراصل انبیائے مرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل کا اطمینان طلب فرمایا اور یقین کے حاصل ہونے میں عوام الناس کی طرح رویت بصری کے محتاج ہوئے اور حضرت عزیر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اَنّٰی یُحۡیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِھَا اللہ تعالیٰ ان کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ اور جس نے رجوع نہیں کیا۔ اس نے یقین سے کہا ہے لَوۡ کُشِفَ الۡغِطَاءُ لَمَا ازۡدَدۡتُ یَقِیۡنًا اگر پردہ دور کیا جائے تو پھر بھی میرا یقین زیادہ نہ ہوگا۔

یہ کلام اگر ثابت ہو جائے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے ہے تو اس کو اس بات پر محمول کرنا چاہئے کہ رجوع حاصل ہونے سے پہلے فرمایا ہو کیونکہ رجوع کے بعد صاحب رجوع عوام الناس کی طرح یقین کے حاصل ہونے میں دلائل و براہین کا محتاج ہے۔ اس درویش کے تمام معتقدات کلامیہ رجوع سے پہلے بدیہی ہو گئے تھے اور ان معتقدات کے یقین کو محسوسات کے یقین سے زیادہ پاتا تھا لیکن رجوع کے بعد وہ یقین مستور ہو گیا اور عوام الناس کی طرح دلائل و براہین کا محتاج ہو گیا۔ ع

چنانچہ پرورشم مے دہند مے رویم

ترجمہ: ع پلتا ہوں ویسے ہی میں جیسے کہ پالتے ہیں

والسلام

# مکتوب (۱۸۲)

اس حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض یاروں کو جنہوں نے اپنے برے خطرات کی شکایت بیان کی تھی۔ فرمایا تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کہ ذٰلِکَ مِنْ کَمَالِ الْاِیْمَانِ ۔ یہ کمال ایمان سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں ملا صالح' کولابی کی طرف لکھا ہے:-

درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی ۔ طالبوں کے شیطانی خطروں اور وسوسوں کی نسبت گفتگو شروع ہوئی ۔ اس اثنا میں حدیث کے معنی بھی بیان کیے گئے کہ ایک دن حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنے برے خطرات کی شکایت کی ۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ذٰلِکَ مِنْ کَمَالِ الْاِیْمَان. یہ کمال ایمان سے ہے اس وقت اس حدیث کے معنی اس فقیر کے دل میں اس طرح گزرے ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ (اور حقیقت حال کو اللہ ہی زیادہ جانتا ہے) کہ کمال ایمان مراد ہے کمال یقین سے ہے اور کمال یقین کمال قرب پر مترتب ہے اور قلب اور اس سے اوپر کے لطائف کو جس قدر قرب الٰہی زیادہ حاصل ہوگا اس قدر کمال ویقین بھی زیادہ ہوگا اور قالب کے ساتھ اس کی بے تعلقی زیادہ ہوگی ۔ اس وقت خطرات قالب میں زیادہ تر ہونگے اور وسوسے بہت نامناسب ظاہر ہونگے ۔ پس ناچار برے خطروں کا سبب کمال ایمان ہوگا ۔

پس نہایت النہات کے منہی کو جس قدر خطرات زیادہ اور نامناسب ہونگے ۔ اسی قدر ایمان کی اکملیت زیادہ تر ہوگی ۔ کیونکہ کمال ایمان اس امر کا متقضی ہے کہ الطف لطائف کو لطیفہ قالب کے ساتھ زیادہ بے مناسبتی ہو اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی ۔ اسی قدر قالب زیادہ خالی اور ظلمت وکدورت کے زیادہ نزدیک اور خطرے اور وسوسے اس میں زیادہ ہونگے ۔ برخلاف مبتدی اور متوسط کے کہ اس قسم کے خطرات ان کے لئے زہر قاتل ہیں اور باطن کو نقصان دینے والے ہیں ۔ فَلَا تَکُنْ مِنَ الْقَاصِرِیْنَ پس تو کم ہمت نہ ہو ۔ یہ معرفت اس درویش کے پوشیدہ معارف میں سے ہے ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا ۔

## مکتوب (۱۸۳)

نصیحت کے بارے میں ملا معصوم کابلی کی طرف لکھا ہے:-

حضرت حق سبحانہ تعالیٰ شریعت مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستے پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



استقامت عطا فرمائے اور کلی طور پر اپنی پاک جناب کا گرفتار کر لے۔ امید ہے کہ مختلف تعلقات اور پراگندہ توجہات جنہوں نے ظاہر پر غلبہ پایا ہوا ہے۔ باطنی نسبت کی مانع نہ ہونگی کوشش کریں کہ وہ تخفیف جو تفرقہ ظاہر میں میسر ہے کہیں باطن میں اثر نہ کر جائے اور مطلب تک پہنچنے سے نہ ہٹا رکھے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

دنیا و مافیہا اس لائق نہیں کہ قیمتی عمر خرچ کر کے اس کو حاصل کریں۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہے گی۔

اے سرائے دباغ تو زندان تو     خان و مان تو بلائے جان تو

ترجمہ: باغ و بستان سب تراز ندان ہے     خان و ماں سب کچھ بلائے جان ہے

اگر موت سے پہلے کچھ کام کر لیا تو بہتر ورنہ خرابی در خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہئے اور جو کچھ اس کے منافی ہو۔ اس کو دشمن خیال کرنا چاہئے۔

ہر چز جز عشق خدائے احسن است     گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہو تو عذاب جان کندن ہے

مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

## مکتوب (۱۸۴)

حضرت سید المرسلین ﷺ کی متابعت کی ترغیب میں قلیج اللہ کی طرف لکھا ہے:

میرے فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب جو از روئے محبت و اخلاص کے لکھا تھا۔ میر سید خواجہ نے پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک ﷺ کے طفیل اپنی مرضیات کی توفیق نصیب کرے۔

اے فرزند جو بات کل قیامت کے دن کام آئے گی وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے اور احوال و مواجید اور علوم و معارف اور اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہتر اور زہے قسمت۔ ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے جواب میں کہا طَارَتِ الْعِبَارَاتُ وَفَنِیَتِ الْاِشَارَاتُ وَمَا نَفَعَنَا اِلَّا رُکَیْعَاتٌ رَکَعْنَا هَا فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ کہ سب عبارتیں اڑ گئیں اور سب اشارتیں فنا ہو گئیں اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہم کو دو رکعتوں کے سوا جورات کے درمیان پڑھا کرتے تھے کسی چیز نے نفع نہ دیا۔

فَعَلَيْكُمْ بِمُتَابَعَتِهٖ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاِيَّاكُمْ وَ مُخَالَفَةَ شَرِيْعَتِهٖ قَوْلاً وَ عَمَلاً وَ اِعْتِقَاداً فَاِنَّ الْاُوْلٰى يُمْنٌ وَ بَرَكَةٌ وَالثَّانِيَةُ شُوْمًا وَ هَلَكَةٌ پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت ﷺ اوران کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رہیں اور قول وفعل میں شریعت کی مخالفت سے بچیں کیونکہ متابعت میں یمن و برکت ہے اور مخالفت میں بدبختی اور ہلاکت۔

دوسرا وہ رسالہ جو آپ نے بھیجا تھا پہنچا۔ بعض جگہ سے پڑھا گیا۔ نظر میں پسند آیا۔ لیکن تصنیف سے زیادہ ضروری کام درپیش ہے اور اس میں مشغول ہونا نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ والسلام

## مکتوب (۱۸۵)

ایک شخص کی سفارش میں منصور عرب کی طرف لکھا ہے:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر استقامت عطا فرما کر ہمہ تن اپنی جناب پاک کی طرف متوجہ کرے۔

جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ دل کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامت رکھیں اور یہ سلامتی تب حاصل ہوتی ہے، جب کہ حق تعالیٰ کے غیر کا دل پر گزر نہ رہے اگر بالفرض ہزار سال تک چلتے رہیں تو بھی اس نسیان کے باعث جو دل کو ماسوائے حق سے حاصل ہے غیر کا دل پر گزر نہ ہو۔

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: یہی ہے کام باقی ہیچ سب کچھ

باقی مطلب یہ ہے کہ مولانا فضل سرہندی جو آپ کی بلند خدمت میں قیام رکھتا ہے اس کا باپ سرہند میں ہے اور چاہتا ہے کہ ضعف و بڑھاپے کی حالت میں اپنے بیٹے کو مل کر خوش ہو جائے۔ اس لئے اس مطلب کے واسطے فقیر کو وسیلہ بنایا۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَكُمْ بَلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ آگے آپ کا اختیار ہے بلکہ سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۸۶)

سنت کی تابعداری اور بدعت سے بچنے کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔ کابل کے مفتی خواجہ عبدالرحمٰن کی طرف لکھا ہے:۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عاجزی اور زاری اور التجا اور محتاجی اور ذلت وخواری کے ساتھ ظاہر اور پوشیدہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے کہ جو کچھ اس دین میں محدث اور مبتدع پیدا ہوا ہے۔ جو خیر البشر اور خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھا۔ اگر وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کی مانند ہو۔ اس ضعیف کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے اور مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمت سید المختار وآلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے۔ حسنہ اور سیۂ۔ حسنہ اس نیک عمل کہتے ہیں' جو آنحضرت اور خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرے اور بدعت سیۂ وہ ہے جو سنت کی رافع ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت وکدروت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔ اگرچہ آج مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت وتازگی میں دیکھتے ہیں لیکن کل جب کہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت وندامت کے سوا کچھ نہ تھا۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت — کہ با کہ باختہ عشق درشب دیجور

ترجمہ: بوقت صبح ہو جائے گا روشن روز کی مانند
کہ تو نے عشق میں کس کے گزاری رات ہے ساری

حضرت خیر البشر ﷺ فرماتے ہیں کہ **من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد** جس نے ہمارے امر میں ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ بھلا جو چیز مردود ہو وہ حسن کہاں پیدا کر سکتی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ **اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ** اس کے بعد واضح ہو کہ اچھی کلام کتاب اللہ ہے اور بہتر رستہ محمد ﷺ کا رستہ ہے اور تمام امور سے بدتر محدثات ہیں اور ہر ایک بدعت ضلالت ہے۔

اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ **اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّتِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِيَّاكُمْ وَ**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کو مانو اور اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام ہو۔ کیونکہ تم میں سے جو کوئی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تمہیں لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس کے ساتھ پنجہ مارو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو اور نئے پیدا ہوئے کاموں سے بچو۔ کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ پس جب ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوئے۔ نیز جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے بعض کی کوئی خصوصیت نہیں۔ پس ہر بدعت سئیہ ہے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةِ اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنَ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ جب کوئی قوم بدعت کو پیدا کرتی ہے تو اس جیسی ایک سنت اٹھائی جاتی ہے۔ پس سنت سے پنجہ مارنا بدعت کے پیدا کرنے سے بہتر ہے۔

اور حسان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ اِلَّا تَرْفَعُ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کسی قوم نے دین میں بدعت کو جاری نہیں کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس جیسی ایک سنت کو ان میں سے اٹھا لیا پھر اللہ تعالیٰ قیامت تک اس سنت کو ان کی طرف نہیں پھیرتا۔

جاننا چاہئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے سنت سمجھا ہے جب ان میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سنت کو رفع کرنے والی ہیں:-

مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہی بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون یعنی تین کپڑوں پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے اور ایسے ہی مشائخ نے شملۂ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے۔ حالانکہ سنت شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے اور ایسے ہی وہ امر ہے جو علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے کہ باوجود ارادہ دلی کے زبان سے بھی نیت کہنی چاہئے۔ حالانکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی اصحاب کرام اور تابعین عظام سے کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو۔ بلکہ جب اقامت کہتے تھے فقط تکبیر تحریمہ ہی فرماتے تھے۔ پس زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور اس بدعت کو بدعت حسنہ کہا ہے اور یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت رفع سنت کے بجائے فرض کو بھی رفع کرتی ہے کیونکہ اس کی تجویز میں اکثر لوگ زبان ہی پر کفایت کرتے ہیں اور دل کی غفلت کا کچھ ڈر نہیں کرتے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے اور نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے تمام مبتدعات و محدثات کا یہی حال ہے۔ کیونکہ وہ سنت پر زیادتی ہیں۔ خواہ کسی طرح کی ہوں اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔

پس آپ پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت پر کمر بستہ رہیں اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اقتدار پر کفایت کریں۔ کیونکہ وہ ستاروں کی مانند ہیں جن کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے لیکن قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں کیونکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر کرتے ہیں۔ کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے۔ پس داناؤں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۱۸۷)

اس بیان میں کہ موصل الی اللہ طریقوں میں سے ربط کا طریق اقرب ہے اور اس بیان میں کہ مرید کیلئے رابطہ ذکر کہنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:

وہ خط جو یاروں کی طرف لکھا ہوا تھا نظر سے گزرا اور لکھے ہوئے حال پر اطلاع پائی۔ واضح ہو کہ تکلف اور بناوٹ کے بغیر مرید کو پیر کے رابطہ کا حاصل ہونا پیر و مرید کے درمیان اسی مناسبت کے کامل ہونے کی علامت ہے جو افادہ کا سبب ہے اور وصول الی اللہ کے لئے رابطہ سے زیادہ اقرب کوئی طریق نہیں ہے۔ دیکھیں کس دولت مند کو اس سعادت سے بہرہ مند کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فقرات میں لاتے ہیں۔ ع

سایۂ رہبر است از ذکر حق

ترجمہ: ذکر سے بہتر ہے سایہ پیر کا

بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے یعنی رہبر کا سایہ مرید کیلئے اس کے ذکر کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ مرید کو ابھی مذکور کے ساتھ کامل مناسبت نہیں ہے تاکہ ذکر کے طریق سے پورا پورا نفع حاصل کر سکے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۸۸)

ان مسائل کے حل میں جو پوچھے گئے تھے۔ خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے:

میرے عزیز بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ امور گانہ کی نسبت آپ نے دریافت کیا تھا۔ اے محبت کے نشان والے۔ مرتبۂ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا لطائف پر ہی موقوف ہے جن کا متضمن قلب ہے نہ ان لطائف پر جو قلب کے ماسوا متحقق ہیں کیونکہ مرتبہ قلب میں ان کا پوشیدہ ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

دوسرا یہ کہ اس شخص کو جس کی استعداد مرتبۂ روح یا قلب تک ہے۔ پیر صاحب کا تصرف اس کو مرتبۂ فوق تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک ایسا دقیقہ ہے جو حضور ﷺ سے تعلق رکھتا ہے جس کا بذریعہ تحریر بیان کرنا مشکل ہے۔

دوسرا یہ کہ جب ظاہر باطن کے رنگ میں اور باطن ظاہر کے رنگ میں رنگا جائے۔ تو پھر کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احوال ظاہر میں پیدا ہو جائیں۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۸۹)

اس بیان میں کہ فقرا کی یاد کو باوجود بیہودہ تعلقات کے فقرا کے ساتھ بڑی مناسبت ہے اور اس دنیائے کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے اور باطنی سبق کو عزیز رکھنا چاہئے اور اس بیان میں کہ احکام شریعت سے سر نہ پھیرنا چاہئے اور منت وحاضری سے قبول کرنے چاہئیں اور اس کے مناسب بیان میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العٰلمین کی حمد ہے اور ان کی آل پاک پر درود وسلام ہو۔

فرزند ارجمند وعزیز سعادت مند شرف الدین حسین کا خط پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ باوجود بیہودہ تعلقات کے فقراء نے دوراز کار کو نہیں بھلایا۔ یہ بات اس نسبت کی شدت سے یاد دلاتی ہے جو افادہ اور استفادہ کا باعث ہے۔ بعض واقعات جو لکھے تھے نیک اور اصلی ہیں اور پہلے باطنی ارتباط پر دلیل ہیں۔

اے فرزند! دنیائے کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا اور اس کے بے فائدہ شان وشوکت پر مفتون نہ ہونا کہ یہ بے مقدار اور بے اعتبار ہے اگر آج تمہیں یہ بات سمجھ میں نہ آئے تو کل البتہ سمجھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں آجائے گی اور کچھ فائدہ نہ دے گی۔

گوشت از باردر گران شدہ است　　نشنود نالہ وفغاں مرا

ترجمہ: کان تیرے باردر سے ہیں گراں　　پھر سنیں کیسی میری آہ وفغاں

چاہئے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے جان کر اس کے تکرار پر حریص رہیں اور بغیر سستی اور قصور کے پنج وقتی نماز کو جماعت سے ادا کریں اور چالیس میں سے ایک حصہ زکوٰۃ کا احسان کے ساتھ فقراء ومساکین کو دے دیا کریں اور محرمات ومشتبہات سے پرہیز کریں اور مخلوقات پر مشفق اور مہربان رہیں۔ نجات اور خلاصی کا یہی طریق ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۹۰)

دوام ذکر الٰہی جل شانہ پر حرص دلانے اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کو اختیار کرنے کی ترغیب میں اور نیز ذکر کی طرز اور اس کے مناسب بیان میں میر محمد نعمان کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کی طرف لکھا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

جان من آگاہ ہو کہ تیری کیا بلکہ سب بنی آدم کی سعادت اور خلاصی اور نجات اپنے مولیٰ کی یاد میں ہے جہاں تک ہو سکے سب اوقات کو ذکر الٰہی میں بسر کرنا چاہئے اور ایک لحظہ بھی غفلت جائز نہ سمجھنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر حضرت خواجگان قدس سرہم کے طریق میں ابتداء ہی میں میسر ہو جاتا ہے اور ابتداء میں نہایت کے درج ہونے کے طریق پر حاصل ہو جاتا ہے۔ پس طالب کو اس بلند طریقہ کا اختیار کرنا بہت ہی بہتر اور مناسب بلکہ واجب اور لازم ہے۔ پس تجھے چاہئے کہ توجہ کے قبلہ کو سب طرف سے پھیر کر ہمہ تن اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کی بلند بارگاہ کی طرف توجہ کرے اور ان کے باطن پاک سے دعا طلب کرے۔ ابتداء میں ذکر کہنے سے چارہ نہیں۔ چاہئے تو قلب صوری کی طرف متوجہ ہو کہ وہ مضغہ گوشت قلب حقیقی کے لئے حجرہ کی طرح ہے اور ہم اسم اللہ کو اس قلب پر گزارے اور اس وقت قصداً کسی عضو کو برکت نہ دے اور ہمہ تن قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور قوت متخیلہ میں قلب کی صورت کو جگہ نہ دے اور اس کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طرف التفات نہ کرے کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ اس کی صورت کا تصور اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بیچونی اور بیچگونی کے ساتھ ملاحظہ کرنے اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کرے اور حاضر و ناظر بھی ملحوظ نہ ہوتا کہ تو ذات تعالیٰ کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آ جائے اور وہاں سے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائے اور بیچون کی گرفتاری سے چون کی شہود سے آرام نہ پکڑے کیونکہ جو کچھ چون کے آئینہ میں ظاہر ہو وہ بیچون نہیں ہے اور جو کثرت میں نمودار ہو۔ وہ واحد حقیقی نہیں بیچون کو دائرہ چون کے باہر ڈھونڈنا چاہئے اور بسیط حقیقی کو کثرت کے احاطہ کے باہر تلاش کرنا چاہئے۔ اگر ذکر کہنے کے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہئے اور قلب میں نگاہ رکھ کر ذکر کہنا چاہئے تو جانتا ہے کہ پیر کون ہے۔ پیر وہ شخص ہے جس سے تو خدائے تعالیٰ کی جناب پاک کی طرف پہنچنے کا راستہ سیکھے اور اس راستہ میں تو اس سے مدد و اعانت حاصل کرے۔ صرف کلاہ اور دامنی اور شجرہ جو معروف ہو گیا ہے۔ پیری و مریدی کی حقیقت سے خارج ہے اور رسم و عادت میں داخل ہے۔ ہاں اگر شیخ کامل مکمل سے کوئی کپڑا تبرک کے طور پر تجھے ہاتھ لگے اور اعتقاد و اخلاص کے ساتھ تو اسے پہن کر زندگی بسر کرنی چاہئے تو اس صورت میں بیشمار فائدوں اور ثمروں کے حاصل ہونے کا قوی احتمال ہے اور تجھے جاننا چاہئے کہ خوابیں اور واقعات اعتماد اور اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھا یا قطب وقت معلوم کیا تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے ہاں اگر خواب اور واقع کے بغیر بادشاہ ہو جائے یا قطب بن جائے تو مسلم ہے پس جو احوال و مواجید کہ بیداری اور ہوش کی حالت میں ظاہر ہوں وہ اعتماد کے لائق ہیں ورنہ نہیں اور جاننا چاہئے کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار کا مترتب ہونا شریعت کے احکام بجالانے پر وابستہ ہے۔ پس فرضوں اور سنتوں کے ادا کرنے اور محرم و مشتبہ سے بچنے میں اچھی طرح احتیاط کرنی چاہئے اور قلیل و کثیر میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ان کے فتویٰ کے موافق زندگی بسر کرنی چاہئے۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۹۱)

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ شرعی تکلیفات میں بڑی آسانی کو مدنظر رکھا گیا ہے اور بڑی تخفیف فرمائی گئی ہے۔ خان خلدن کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت کی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

ہمیشہ کی سعادت اور دائمی نجات انبیاء (کہ اللہ کی رحمت وسلام ان سب پر عام طور پر اور ان میں سے افضل پر خاص طور پر ہو) کی متابعت پر وابستہ ہے۔ اگر بالفرض ہزار ہا سال تک عبادت کی جائے اور کٹھن ریاضتیں اور سخت مجاہدے بجا لائے جائیں مگر جب تک ان بزرگواروں کی تابعداری کے نور سے منور نہ ہوں جو کے بدلے بھی نہیں خریدتے اور دوپہر کے سونے کے ساتھ جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے اور جو کہ ان بزرگواروں کے حکم سے واقع ہو۔ برابر نہیں کرتے بلکہ ان کو صاف میدان کے سراب کی طرح جانتے ہیں۔ خداوند جل شانہ کی کمال عنایت یہ ہے کہ تمام شرعی تکلیفوں اور دینی امروں میں بڑی آسانی اور سہولت کو مدنظر فرمایا ہے۔

مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں سترہ رکعت نماز کی تکلیف فرمائی ہے کہ ان کے ادا کرنے کا سارا وقت ایک ساعت کے برابر نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ قرات میں جس قدر میسر ہو سکے، اسی پر کفایت کی ہے اور اگر قیام مشکل ہو تو قعود تجویز فرمایا ہے اور قعود کے مشکل ہونے کے وقت پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جب رکوع وسجود مشکل ہو تو ایماء واشارہ کا ارشاد کیا ہے اور وضو میں اگر پانی کے استعمال کرنے پر قدرت نہیں ہو سکتی تو تیمم کو اس کا خلیفہ بنایا ہے اور زکوۃ میں چالیس حصوں میں سے ایک حصہ فقراء اور مساکین کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اس کو بھی بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چارپاؤں پر منحصر کیا ہے اور تمام عمر میں ایک ہی بار حج کو فرض کیا ہے اس کے علاوہ خرچ اور سواری اور راستہ کے امن کو اس کے لئے شرط قرار دیا ہے اور مباح کے دائرہ کو وسیع کیا ہے چار عورتیں نکاح کے ساتھ اور لونڈیاں جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں اور طلاق کو عورتوں کی تبدیلی کا وسیلہ بنایا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں میں سے بہتوں کو مباح اور تھوڑوں کو حرام کیا ہے اور وہ بھی بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے۔

مثلاً ایک بدمزہ اور پرضرر شراب کو حرام کیا ہے تو اس کے عوض میں بیشمار فائدہ مند اور خوش ذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو مباح کیا ہے۔ عرق لونگ اور عرق دارچینی میں باوجود ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے اس قدر فائدے اور نفع ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ بھلا کڑوی اور بدمزہ، تندبو، بدخو، ہوش کو دور کرنے والی اور پرخطر چیزوں کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا مناسبت ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ وہ فرق جو حلال وحرام ہونے کے باعث پیدا ہوتا ہے وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جدا ہے اور وہ تمیز جو خدائے تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی نارضامندی کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے، وہ الگ ہے۔

اور اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے جبکہ کئی قسم کے قیمتی اور زیب و زینت والے کپڑے اس کے عوض حلال کئے ہیں اور پشمینہ کا لباس جو عام طور پر مباح کیا ہے، ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے۔ باوجود اس کے ریشمی لباس کو عورتوں پر مباح فرمایا ہے کہ اس کے نفعے بھی مردوں ہی کو پہنچتے ہیں اور یہی حال چاندی اور سونے کا ہے کہ ان سے عورتوں کے زیور مردوں ہی کے فائدے کے لئے بنتے ہیں اگر کوئی بے انصاف باوجود اس آسانی اور سہولت کے مشکل اور دشوار جانے تو وہ دلی مرض میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے ایسے کام ہیں جن کا کرنا تندرستوں پر نہایت ہی آسان ہے لیکن کمزوروں پر نہایت ہی مشکل ہے اور مرض قلبی سے مراد آسمانی نازل ہوئے احکام کے ساتھ دلی یقین کا نہ ہونا ہے اور یہ تصدیق جو رکھتے ہیں صرف تصدیق کی صورت ہے نہ کہ تصدیق کی حقیقت اور تصدیق کی حقیقت کے حاصل ہونے کی علامت احکام شرعیہ کے بجالانے میں آسانی کا ثابت ہونا ہے۔ **وبدونها خرط القتاد** ورنہ بے فائدہ رنج اٹھانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللّٰهُ يَجْتَبِيٓ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيٓ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ** مشرکوں پر یہ بات بہت ہی بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے، برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

**وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا** اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۱۹۲)

ایک استفسار کے جواب میں اس بارے میں کیا گیا تھا کہ آپ مقام رنگین میں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے برتر ہے' گئے تھے۔ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف لکھا ہے:

میرے عزیز اور سعادت مند نے دریافت فرمایا تھا کہ گیارہویں عرضداشت میں جو حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خواجہ (باقی اللہ) قدس سرہ کی خدمت اقدس میں لکھا تھا ظاہر کیا گیا تھا کہ ایسے رنگین مقام میں پہنچنا میسر ہوا۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے برتر ہے اس کلام کے کیا معنی ہیں۔

اے بھائی خدا تجھے ہدایت دے۔ جان لے کہ ہم ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ یہ عبارت تفصیل کو مستلزم ہے۔ جبکہ لفظ ہم بھی واقع ہوا ہے اور اگر تسلیم کیا جائے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات اور دوسری باتیں جو اس عرضداشت میں واقع ہوئی ہیں۔ ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیر کی طرف لکھے ہیں اور اس گروہ میں یہ بات ثابت و مقرر ہے جو کچھ ظاہر ہوتا رہے۔ خواہ صحیح ہو یا غلط' بے تحاشا اپنے پیر کی طرف ظاہر کرتے رہیں کیونکہ غیر صحیح بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ پس اس کے ظاہر کرنے سے چارہ نہیں اور جس بات کا ذکر ہم کر رہے ہیں اس معنی کے لحاظ سے اس میں کوئی ممنوع لازم نہیں آتا اور دوسرا حل یہ ہے کہ بزرگوں نے تجویز فرمایا ہے کہ جزئیات میں سے کسی جزئی میں نبی کے سوا کسی اور نبی پر فضیلت ثابت ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں بلکہ ایسا ہونا واقع ہے جیسا کہ شہداء کے بارے میں ایسی ایسی زیادتیاں واقع ہوئی ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں نہیں ہیں لیکن باوجود اس امر کے کلی فضیلت نبی کیلئے ہے علیہ وآلہ والصلوٰۃ والسلام۔

اس لحاظ سے اگر نبی کے سوا غیر کی سیر ان جزئی کمالات میں واقع ہو جائے اور اپنے آپ کو اس مقام میں بلند تر معلوم کرے تو بھی جائز ہے اگرچہ اس مقام کا حاصل ہونا اس کو نبی کی متابعت کیسبب سے ہے اور نبی کو بھی اس مقام سے حدیث **مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا** (جس نے کسی اچھی سنت کو جاری کیا اس کیلئے اس کا اور اس کے ساتھ عمل کرنیوالے کا بھی اجر ہے) کے موافق کامل حصہ ہے۔ پس جب غیر نبی کے لئے جزئی فضل نبی پر جائز ہو تو نبی کے سوا غیر پر بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔ پس کچھ اشکال نہ رہا۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۹۳)

فرقہ اہل سنت و جماعت کی راؤں کے موافق عقائد کو درست کرنے اور احکام فقہیہ یعنی حلال و حرام و فرض واجب و سنت و مندوب و مکروہ (جن کا علم فقہ ذمہ دار ہے) کے سیکھنے کی ترغیب میں اور اسلام کی غربت اور اس کی تائید و ترقی کے لئے برانگیختہ کرنے کیلئے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمؕ

**اَللّٰہُ تَعَالٰی نَاصِرُکُمْ وَ مُعِیْنُکُمْ عَلٰی کُلِّ مَا یَعِیْبُکُمْ وَ یَشِیْنُکُمْ** حق تعالیٰ اس چیز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پر جو آپ کو عیب دار اور داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی راؤں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کی بے خطا راؤں کی تابعداری پر موقوف ہے اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں اور ان علوم سے جو کتاب وسنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب وسنت سے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ بھی اپنے فاسد عقائد کو اپنے خیال فاسد میں کتاب وسنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس انکے مفہومہ معانی میں سے ہر معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہئے اور ان عقائد حقہ کی درستی کیلئے امام اجل نور پشتی کا رسالہ بہت مناسب اور آسان فہم ہے۔ اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں لیکن رسالہ مذکورہ چونکہ استدلال پر مشتمل ہے اور اس میں طول وبسط بہت ہے اس لئے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل ہی کو شامل ہو بہتر اور مناسب ہے۔ اسی اثناء میں فقیر کے دل میں گزرا کہ اس بارے میں ایک رسالہ لکھے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ہو۔ اگر ہو سکا تو جلدی ہی لکھ کر خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔

ان عقائد کو درست کرنے کے بعد حلال وحرام وفرض وواجب وسنت ومندوب ومکروہ (جن علم فقہ متکفل ہے) کا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض طالبوں کو فرمائیں کہ فقہ کی کتاب جو فارسی عبارت میں ہو۔ مثل مجموعہ خوانی اور عمدۃ الاسلام کو مجلس میں پڑھتے رہا کریں اور اگر نعوذ باللہ ضروری اعتقادی مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں خلل پڑ گیا تو نجات آخرت کی دولت سے محروم ہو گیا اور اگر عملیات میں سستی واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ ہی سے معاف کر دیں اور اگر مواخذہ بھی کریں گے تو پھر بھی نجات تو ہو ہی جائے گی۔ پس عمدہ کام عقائد کا درست کرنا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال ومواجید ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور تمام خرابیوں کہ ہم پر جمع کر دیں لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نوازش فرمائیں تو پھر کچھ خوف نہیں رکھتے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی طَرِیْقَتِہِمُ الْمَرْضِیَّۃِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



المرسلین علیہ التحیات والتسلیم کے طفیل طریقہ پسندیدہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا اس نے بیان کیا کہ شیخ جیو پرانی منڈی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ اور میاں رفیع الدین نے آپ کی التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیو نے اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔ حق تعالیٰ آپ کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ مخلصوں اور یاروں کی اس قسم کی باتیں سن کر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک جیتل کا صرف کرنا کروڑ ہا روپیوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولت عظمٰی سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہوتا جاتا ہے اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے۔ کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے عارضی حقیقت میں نبی علیہ وآلہ والصلوٰۃ والسلام کی وراثت اسی عظیم القدر امر کے حاصل کرنے میں ہے۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے اصحاب کو مخاطب کرتے کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر اوامر ونواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اوامر ونواہی میں سے دسویں حصہ کو بجالائیں گے تو خلاصی پائیں گے اب یہ وقت وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں۔

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند　　　کس بمیدان درنمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ: پڑا میدان میں ہے گیند توفیق وسعادت کا
ہوا کیا ہے سواروں کو کوئی آگے نہیں بڑھتا

کافر لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا اور ہنود مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔ خواہ کسی نیت سے اس کو قتل کیا ہو اور خواہ کسی غرض سے اس کو ہلاک کیا ہو۔ بہر حال کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپڑی کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بت پرست اہل شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ **خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی**۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔

اور دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عبارت میں لعنت ونفرین فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ وَ فَرِّقْ جَمْعَھُمْ وَخَرِّبْ بُنْیَانَھُمْ وَ خُذْھُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُقْتَدِرٍ یا اللہ تو ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا پکڑ جیسا غالب طاقتور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت' کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور ان کی اہانت ہے جس قدر اہل کفر کی عزت ہو اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔ اس سرشتہ کو اچھی طرح نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ اکثر لوگوں نے اس سرشتہ کو گم کر دیا ہے اور بدبختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔ کفر کی باقی رسمیں جو پہلے زمانہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ اس وقت کے بادشاہ اسلام کو اہل کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی۔ مسلمانوں کے دلوں پر بہت گراں اور بھاری معلوم ہوتی ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ اسلام کو ان بدمذہبوں کی رسموں کی برائی سے اطلاع بخشیں اور ان کے دور کرنے میں کوشش کریں شاید بادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اہل اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ آ کر اہل کفر کی برائی ظاہر کریں۔ کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ کے لئے خوارق وکرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں۔ قیامت کے دن کوئی عذر نہ سنیں گے کہ تصرف کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات ہیں جب احکام شرعی کی تبلیغ کرتے تھے اور امت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں ہم پر احکام کا پہنچانا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کر دے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتقاد کا باعث ہو جائے بہرحال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے۔ جب تک یہ واقع نہ ہو اس امر کی ذمہ داری علماء اور بادشاہ کی بارگاہ کے مقربوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف پہنچے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کون سی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں اور کیسی کیسی مصیبتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے بہتر و مہتر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ما اوذی نبی مثل ما اوذیت کسی نبی کو ایسی ایذا نہیں پہنچی جیسی کہ مجھ کو ایذا پہنچی ہے۔

عمر بگزشت و حدیث عشق ما آخر نہ شد　　شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ: عمر گزری پر نہ قصہ عشق کا پورا ہوا

رات آخر ہوگئی اب چھوڑتا ہوں ماجرا　　والسلام۔

## مکتوب (۱۹۴)

ملت کی ترقی اور دین کی تائید کی ترغیب میں اور اس کے متعلق بیان میں صدر جہان کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ عَافَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔ احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور مذہب مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی خواری کی باتیں سن کر ماتم زدہ مسلمانوں کے دل کو خوشی اور روح کو تازگی حاصل ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے اور اللہ مالک قدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر و نذیر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس بڑے کام میں زیادتی بخشے۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کے مقتدا یعنی سادات عظام اور علمائے کرام خلوت وجلوت میں اس دین متین کی زیادتی اور اس صراط مستقیم کی تکمیل کے درپے ہونگے۔ یہ فقیر بے سروسامان اس بارے میں کیا دم مارے۔ اب سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علماء کا خواہاں ہے۔ الحمد للہ علی ذالک.

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا۔ وہ علماء ہی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارے میں امید ہے کہ پورا پورا تتبع مدنظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ علماء بددین کے چور ہیں۔ ان کا مقصود ہمت تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ و ریاست بزرگی حاصل ہوجائے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَتِہِمْ اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے۔ ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں۔ وہ سب خلقت سے اچھے ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوجائے گا۔ شَرُّ النَّاسِ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَ خَیْرُ النَّاسِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ سب لوگوں میں سے برے برے عالم ہیں اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

دوسری التماس یہ ہے کہ بعض نیتیں آمادہ کرتی ہیں ہے کہ فقیر اپنے آپ کو لشکر میں پہنچائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیکن ماہ مبارک رمضان کے نزدیک آنے کے باعث دہلی ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ اس مبارک مہینے کے گزرنے کے بعد عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۹۵)

شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں صدر جہاں کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ وَ اَبْقَاكُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ بادشاہوں کا احسان چونکہ تمام خلقت کو حاصل ہے اس لئے مخلوقات کے دل اس مضمون کے موافق کہ جُبِلَتِ الْخَلَائِقُ عَلٰى حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَيْهِمْ (مخلوقات اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے) اپنے محسنوں کی طرف مائل ہیں۔ پس بادشاہوں کا جتنا جتنا احسان عام لوگوں پر پہنچتا ہے۔ اس ارتباط اور تعلق کے باعث اتنا ہی بادشاہوں کے نیک اور برے اخلاق اور برے بھلے عادات لوگوں میں اثر کرتے جاتے ہیں۔ اسی سبب سے فرماتے ہیں۔ اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔ گزشتہ زمانہ کے کاروبار اس بات کا مصداق ہیں۔

اب جب کہ سلطنتوں میں انقلاب پڑ گیا ہے اور دشمنی اور فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے۔ اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں اور سب سے اوّل اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔ کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بے قرار ہیں۔ گزشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جب بادشاہ سنت سنیہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور بادشاہ مقرب بھی اس بارے میں اپنے آپ کو الگ رکھیں اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو پھر اہل اسلام بیچاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

آنچہ ازمن گمشدہ گراز سلیمان گم شدے
ہم سلیمان ہم پری ہم ہرمن بگر لیستے

ترجمہ: ہوا جو مجھ سے ہے گم گر سلیماں سے وہ گم ہوتا
سلیمان بھی پری بھی دیو بھی ہر ایک خوں روتا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: پڑی ایسی مصیبت آ کے مجھ پر پڑے گردن پہ بن جائے سیاہ رات

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے جو گزشتہ زمانہ میں محو ہو گیا تھا۔ سرہند میں جو اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں۔

حامل رقعہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوا ہے۔ قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ بادشاہوں کی اسناد بہت اس کے پاس ہیں اور صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہے۔ اگر بہتر سمجھیں تو اس عظیم الشان کام کو اس کے حوالہ فرمائیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَةِ الشَّرِیْعَةِ الْحَقَّةِ عَلٰی مَصْدَرِھَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت حقہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب (۱۹۶)

اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کے ہم طے کرنے کے در پے ہیں۔ سب سات قدم ہے اور ہر قدم پر سالک اپنے آپ سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ منصور عرب کی طرف لکھا ہے:

آپ کا مرحمت نامہ بڑے نیک وقت میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ خاص لوگ عام لوگوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں اور بزرگ لوگ غریبوں کی غمخواری سے خالی نہیں ہیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ حق تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

میرے مخدوم!

از ہر چہ میرود سخن دوست خوش تر است

ترجمہ: بیان جو کچھ کیا جائے کلام یار بہتر ہے

یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم در پے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ عالم امر سے۔

پہلے قدم پر جو سالک عالم امر میں لگاتا ہے تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوتی جاتی ہے۔جیسا کہ اس حال کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن یہ سب کچھ حضرت سید اولین وآخرین ﷺ کی متابعت پر منحصر ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے اس سے ان کی مراد مختصر طور پر عالم خلق اور عالم امر سے ہے تا کہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے آپ سے دور ہوتا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ان قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے۔جس پر بقائے اکمل مترتب ہے اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ: بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

ہم نامراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔سوائے اس کے کہ اہل کمال کے زلال سے اپنے کام و دہان کو سیراب و شیریں کریں۔

گرندارم از شکر جز نام بہر  زیں بسے خوش تر کہ اندر کام زہر
آسمان نسبت بعرش آمد فرود  ورنہ بس عالی است پیش خاک تو

ترجمہ: گرچہ شکر سے ہمیں حاصل ہے نام  زہر سے بہتر ہے پرائے نیک نام
عرش سے نیچے ہے گرچہ آسمان  لیک ہے اونچا زمیں سے اے جواں

والسلام اولاً و آخراً

# مکتوب (۱۹۷)

اس بیان میں کہ سعادت مند وہ شخص ہے کہ جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور حق تعالیٰ کی محبت کی گرمی سے گرم ہوا اور اس کے مناسب بیان میں پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے:

**ثَبَّتَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى جَادَةِ الشَّرِيْعَةِ** اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے۔

سعادت مند وہ آدمی ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور حق سبحانہ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو گیا ہو۔دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سردار کیونکہ دنیا حق تعالیٰ کی مغضوبہ ہے اور جب سے اس کو پیدا کیا ہے اس کی طرف نہیں دیکھا دنیا اور دنیا دار طعن و ملامت کے داغ سے داغدار ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔**اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ** دنیا ملعون ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔ جب ذاکر بلکہ ان کے وجود کا ہر ایک رونگٹا اللہ کے ذکر سے پر ہے تو وہ اس وعید سے خارج ہیں اور دنیاداروں کے شمار میں نہیں۔ کیونکہ دنیا وہ چیز ہے جو دل کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹا رکھے اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول کر دے۔ خواہ وہ مال واسباب ہو۔ خواہ جاہ وریاست۔ خواہ ننگ وناموس۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا (منہ موڑ لے اس شخص سے جس نے ہمارے ذکر سے منہ موڑا) نص قاطع ہے جو کچھ دنیا کی قسم سے ہے۔ وہ بلائے جان ہے۔ اہل دنیا دنیا میں ہمیشہ کیلئے تفرقہ میں ہیں اور آخرت میں حسرت وندامت والوں میں سے دنیا کے ترک کی حقیقت سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے اور رغبت کا ترک کرنا اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائے اور اس مطلب کا حاصل ہونا جمعیت والے لوگوں کی صحبت کے بغیر مشکل ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر حاصل ہو جائے تو غنیمت جاننا چاہے اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کرنا چاہے۔ میاں شیخ مزمل کی صحبت بے شک آپ کے لئے غنیمت ہے اور اس قسم کے عزیز الوجود عزیز سرخ گندھک یعنی اکسیر سے زیادہ نایاب ہیں لیکن اہل کرم کا طریقہ ایثار یعنی غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھنا ہے۔ اگر چند روز کے لئے میاں شیخ مزمل کو رخصت فرمائیں۔ تو بہتر ہے کہ کام سے فارغ ہو کر انشاء اللہ واپس چلے جائیں گے اور غائبانہ اخلاص بھی آپ کو حضور کا سا کام دے گا۔ زیادہ لکھنا سردرد ہے۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّھَا وَ مِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت سید البشر ﷺ کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔ والسلام والاکرام۔

## مکتوب (۱۹۸)

اس بیان میں کہ فقیروں کی دوستی دولتمندوں کے ساتھ اس زمانہ میں بہت مشکل ہے اور اس کے مناسب بیان میں خان خانان کی طرف لکھا ہے۔

فتوحات مکیہ فتوحات مدینہ کی کنجی ہیں۔ بحرمت النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام آپ کا بزرگ محبت نامہ جو فقیر کے نام ارسال فرمایا تھا پہنچا۔ بڑی محبت کا باعث ہوا آپ کو مبارک ہو۔

میرے مخدوم فقیروں کو دولت مندوں کے ساتھ محبت کرنی اس زمانہ میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اگر فقرا کچھ کہنے یا لکھنے میں تواضع اور حسن خلق جو فقرا کے لوازم میں سے ہے ظاہر کرتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں۔تو کوتاہ اندیش لوگ اپنی بدظنی سے خیال کرتے ہیں کہ طامع اور محتاج ہیں اس لئے اس بدظنی سے دنیاوآخرت کا خسارہ حاصل کرتے ہیں۔اوران کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔اگر فقرا استغنااور لا پروائی سے کہ یہ بھی لوازم فقر سے ہے کوئی بات کریں تو کوتاہ نظر اپنی بدخلقی سے قیاس کرتے ہیں کہ متکبر اور بدخلق ہیں اور نہیں جانتے کہ استغناء بھی لوازم فقر سے ہے کیونکہ جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے۔حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ میں نے اپنے رب کو ضدوں کے جمع ہونے سے پہچانا اگرچہ اہل نظر اس مقدمہ کو قبول نہیں کرتے اور انکار کرتے ہیں اور محال جانتے ہیں۔لیکن کچھ غم نہیں' کیونکہ ولایت نظر وعقل کی سمجھ سے بالاتر ہے باقی احوال کو مفصل طور پر میر ومولانا عرض کریں گے۔وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

## مکتوب (۱۹۹)

ورد اور مشغول کے قبول فرمانے میں جس کی طلب کی گئی تھی ملا محمد امین کابلی کی طرف لکھا ہے:

مبارک خط جو محبت واخلاص کی زیادتی سے بھرا ہوا اور دوستی وخلوص پر شامل تھا پہنچا اور خوشی کا باعث ہوا۔حق تعالیٰ آپ کو عافیت بخشے۔آپ نے چونکہ کسی ورد کی طلب ظاہر کی تھی اس لئے برادر سعادت مند مولانا محمد صدیق کو بھیجا گیا ہے تاکہ اس طریقہ علیہ کے ذکر میں آپ کو مشغول کریں اور جو کچھ فرمائیں اس کے بجالانے میں بڑی کوشش کریں۔امید ہے کہ بہت فائدے حاصل ہونگے چونکہ ذکر کا تلقین کرنا صرف لکھنے ہی سے کافی نہ تھا اور حضور اور صحبت سے تعلق رکھتا تھا۔اس لئے برادر زمذکور کو بھیجنے کی تکلیف دی گئی ہے۔والسلام۔

## مکتوب (۲۰۰)

نفحات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں جن کی تشریح طلب کی گئی تھی ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور انکی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

آپ نے فرمایا تھا کہ نفحات کی عبارتوں کی جو واقعی مشکل ہیں شرح کی جائے اس لئے چند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باتیں لکھنے پر دلیری کی۔

میرے مخدوم ومکرم عین القضاۃ ھمدانی رحمتہ اللہ علیہ ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے جو بغیر کسی رہبر کے ناسلوک راہ پر چلے فرماتے ہیں کہ ان میں بعض کو مغلوبی نے اپنی پناہ میں نگاہ رکھا اور مستی ان کے سر کی جانبان ہوگئی اور جو کوئی باتمیز تھا اس کے سر کو قطع کر دیا۔

راہ مسلوک سے مراد واللہ اعلم طریق سلوک اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے۔ اس طریق میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے اور اس میں انابت وتوبہ ہدایت کی شرط ہے اور راہ نامسلوک سے مراد جذبہ اور محبت کا طریق ہے اور اس میں تصفیہ قلب تزکیہ نفس پر مقدم ہے اور یہ اجتباء کا راستہ ہے جس میں انابت وتوبہ کی شرط نہیں اور یہ طریق محبوبوں اور مریدوں کا طریق ہے۔ برخلاف پہلے طریق کے کہ وہ محبوں اور مریدوں کا طریق ہے۔

پس ان میں سے بعض جو قوی جذبہ اور محبت کا غلبہ (کہ مغلوبی اور مستی اس سے مراد ہے) رکھتے تھے۔ آفاقی اور انفسی یعنی ظاہری اور باطنی شیطانوں کی شرارت سے محفوظ رہے اور ان کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے بچے رہے۔ اگر ان کا کوئی رہبر نہ تھا لیکن فضل ایزدی نے ان کی رہبری فرما کر ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیا اور ان میں سے جو باتمیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا اور محبت کا غلبہ اس کے حق میں مفقود تھا چونکہ کوئی اس کا رہبر نہ تھا۔ اس لئے دین کے دشمنوں نے اس کو رستہ سے بہکا دیا اور اس کو ہلاک کر دیا اور دائمی موت میں اس کو گرفتار کیا۔

اور منجملہ مغلوبوں کے وہ دو ترک تھے جن کی نسبت حسین قصاب نے رمز واشارہ سے حکایت کی ہے کہ ''میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا کہ ناگاہ اس قافلہ سے وہ راہ سلوک ہے''۔ جو مقامات عشرہ مشہورہ کو مفصل اور ترتیب وار قطع کرنے سے طے ہوتا ہے کیونکہ اکثر مشائخ خاص کر متقدمین اسی طریق سے اپنے مقصد تک پہنچے ہیں اور راہ نامسلوک جو ان دونوں ترکوں نے اختیار کیا اور حسین قصاب نے اس راہ میں ان کی متابعت کی وہ جذبہ اور محبت کا طریق ہے جو اس مشہور مسلوک راہ کی نسبت وصول الی اللہ کے بہت نزدیک ہے اور اس طریق کا مقدمہ لذت اور آرام پانا ہے جو حس سے بے حس ہونے اور شعور سے بے شعور ہونے کے باعث ہے اور اس حالت سے رات مراد لی ہے اور جب خلق سے یہ بے حس اور بے شعور ہونا حق تعالیٰ کے ساتھ حضور اور شعور کو شامل ہے۔ اس حضور اور شعور کو چاند سے اشارہ فرمایا۔

یہ مقام کچھ بیان کا طالب ہے گوش ہوش سے سننا چاہئے کہ جسد کی تربیت کرنیوالی روح ہے اور قالب کا ترتیب کرنیوالا قلب ہے۔ تو اسے جسدی قوت روحانی سے حاصل کئے ہوئے ہیں اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حواس قلبی قلب کی نورانیت سے مستفاد ہیں۔ پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور روح کی توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے۔ ابتدائے حال میں کہ نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے جو حس کے بیکار ہونے اور شعور سے بے خبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے اور قویٰ اور اعضا کی بستی تک پہنچا دیتا ہے اور بے اختیار زمین پر سلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں سماع روحی سے تعبیر کیا ہے اور وہ سماع جس میں رقص اور حرکت دوری ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے اور اس سے منع کرنے میں بڑا مبالغہ کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ظاہری غیبت باطنی حضور کو شامل ہے اور یہ جسد کا بے حس ہونا شعور روحی پر مشتمل ہے۔ جس کی تعبیر چاند سے مناسب ہے اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ چاند کا سیاہ بادل سے چھپ جانا مراد ہے صفات بشریہ کے ظہور سے جو مبدیوں کے اس حضور و آگاہی کو پردہ میں چھپا لیتا ہے اور یہ پردہ میں آ جانا احوال کے توسط تک ہی ہے کیونکہ متوسطوں کے لئے یہ استتار نہیں ہے۔ اگرچہ بغیر انتشار کے نہیں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہی معنوں سے کہا ہو کہ: جب آدھی رات ہوئی پھر چاند بادل سے نکلا اور ان دو جوان مردوں کے قدموں کے نشان کو معلوم کیا۔ کیونکہ حالت بسط میں جو حضور و آگاہی کے وقت ہے راستہ روشن ہو جاتا ہے اور مسافت زیادہ طے کی جاتی ہے۔ جب صبح ہوئی یعنی وہ غیبت سے دور ہو گیا اور وہ حضور و آگاہی زیادہ ہو گئی اور خلق کی توجہ کے ساتھ جمع ہوئی۔ اس ظہور سے کنایہ آفتاب کا طلوع ہونا ہے اور پہاڑ سے مراد بشریت کا وجود ہے جو اس وقت اس پر ظاہر ہوا کیونکہ اس طریق میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ کے بعد ہے اور چونکہ وہ دونوں ترک قومی جذبہ اور محبت کا غلبہ رکھتے تھے۔ اس لئے بہادروں کی طرح بشریت کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک دم میں اس کے اوپر جا پہنچے اور ایک قسم کی فنا سے مشرف ہوئے اور حسین قصاب میں چونکہ اس طرح کے جذبہ کی قوت نہ تھی بڑی محنت سے اس پہاڑ پر چڑھا لیکن وہ بھی ان ترکوں کی متابعت کی برکت سے میسر ہوا۔ ورنہ اس کا سر اڑا دیتے اور ہلاک کر دیتے۔

لشکر گاہ عیان ثابتہ کے مرتبہ سے مراد ہے جو حقائق امکانی کے تعینات اور وجوبی علمی تعین کا جامع ہے کہ بے نہایت خیمے ان تعینات سے کنایہ ہے اور ان کے درمیان ایک بڑا خیمہ جس کو سلطانی خیمہ کہا اس سے تعین علمی وجوبی کی طرف اشارہ ہے اور جب حسین قصاب نے سنا کہ وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سلطانی خیمہ ہے۔تو خیال کیا کہ اب مطلب کو پہنچ گیا۔ چاہا کہ سکر و مستی کی سواری ہے جس مدد کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہوسکتا۔ نیچے اترے اور مطلوب کو پا کر آرام کرے ابھی دایاں پاؤں جو روح سے مراد ہے کیونکہ اس راہ نامسلوک میں قلب و روح کے پاؤں سے چلتے ہیں نہ علم و عمل کے پاؤں سے کیونکہ یہ راہ مسلوک مناسبت رکھتے ہیں اور اوّل جو مستی سے نکلتا ہے یہی روح ہے اور پھر قلب جس سے مراد بایاں پاؤں ہے۔ رکاب سے نکالا ہی تھا کہ اس کے کان میں الہام پہنچا کہ سلطان خیمہ میں نہیں ہے اور واقعی اس طرح ہے اور حسین قصاب چونکہ جذب کی قوت نہ رکھتا تھا۔ تھوڑی سی بشارت سن کر مستی سے نکل آیا اور وہ دو ترک چونکہ جذب قوی اور غلبہ محبت رکھتے تھے۔ اس قسم کی بشارتوں پر فریفتہ نہ ہوئے۔ اور بہادروں کی طرح اوپر چڑھ گئے۔ حسین قصاب اگر ہزار سال تک بھی انتظار کرے۔ ہرگز سلطان کو خیمہ میں نہ پائے گا۔ کیونکہ وہ وراء الوراء ہے۔

قولہ گھوڑے پر چڑھ کر شکار کو گیا ہے۔ یعنی خوبصورت مظہروں اور جلوہ گاہوں پر بیٹھا ہے اور عاشقوں کے دلوں کو شکار کر رہا ہے۔ یہ آواز اور یہ بات حسین قصاب کے فہم و سمجھ کے موافق تھی جو تنزل کے طور پر اس سے کہی گئی۔ ورنہ جس جگہ وہ ذات تعالیٰ و تقدس ہے۔ وہاں بیٹھنا اور شکار کیلئے جانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

لاوہوا زاں سرائے روز بلی　　　باز گشتند وحبیب وکیسہ تہی

ترجمہ: دریائے معرفت میں ہے سب نے ہاتھ مارا　لیکن کسی نے اس کا دیکھا نہیں کنارا

اس عبارت سے ایک اور معنی خاطر دفاتر میں آئے جو مقام تفرد اور کبریائی کے مناسب ہیں۔

اگرچہ یہ معنی بھی اس پاک بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہیں لیکن دوسرے معنوں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں اور وہ معنی یہ ہیں کہ وحدت پر جو تعین اوّل ہے اور مرتبہ واحدیت سے بڑھ کر ہے، بیٹھا ہے اور چونکہ مرتبہ وحدت میں تمام علمی اور عینی تعینات کا استہلاک اور فنا ہے اس لئے شکار کو جو وحوش وطیور کے ہلاک کا باعث ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کر شکار کے لئے گیا ہوا فرمایا۔

شیخ محمد معشوق طوسی اور امیر علی عبو بادشاہ کی شکارگاہ میں پہنچ گئے اور اس کا شکار ہو گئے لیکن معشوق طوسی اقدام اور اقرب ہے اور حسین قصاب بادشاہ کے واپس آنے کی امید پر واحدیت کے خیموں میں ہی رہا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْمُرَادِ وَمَا فِیْہِ مِنَ الصَّوَابِ وَالسَّدَادِ اور حقیقت مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور بہتری اور صواب اسی کو معلوم ہے۔

میرے مخدوم طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نامسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے اور یہ غیر مقررہ راستہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں مقررہ راہ بن گیا ہے اور بے شمار لوگوں کو اسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



راہ سے توبہ وتصرف کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔ اسی طریق کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتدا کے آداب کو مدنظر رکھا جائے کیونکہ اس طریق میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں بلکہ مردے سے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریق مانگا ہے جو بے شک موصل ہے۔

اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ جو آپ کے پہلے خلیفے ہیں۔ اس معنی میں ایک بیت فرماتے ہیں۔

گر نشکستی دل دربان راز    قفل جہاں راہمہ بکشا دے

ترجمہ: اگر نہ ٹوٹتا دل رازداں کا    جہاں کے قفل میں سب کھول دیتا

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی طَرِیْقَةِ هٰؤُلَآءِ الْاَکَابِرِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب (۲۰۱)

ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حصاری کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جناب کوچک بیگ حصاری نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ علوم سب کے سب دو یا تین حرفوں میں مندرج ہیں۔ اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ظاہر اس شخص نے علم وسماع اور کتابوں کے مطالعہ کی رو سے کہا ہوگا۔ کیونکہ متقدمین بزرگوں سے اس قسم کی باتیں سرزد ہوئی ہیں۔

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی با میں مندرج ہیں بلکہ اس با کے نقطہ میں اور اگر وہ شخص اس بات میں کشف کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا امر دو حال سے خالی نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام علوم دو تین حرفوں میں عام طور پر مندرج ہیں۔ خواہ ان دو تین حرفوں کو خاص طور پر اسے جتلایا گیا ہو یہ نہ تو صدق کا احتمال رکھتا ہے اور اگر کہے کہ سب علوم کو دو تین حرفوں کے ضمن میں مجھ پر منکشف کیا ہے اور ان دو تین حرفوں کے صفحہ میں تمام علوم کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے اس کی بات کا یقین نہ کرنا چاہئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت پائی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۲۰۲)

ان لوگوں کے حال پر افسوس کرنے میں جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگوں کی سلک ارادت میں داخل کیا ہے اور پھر بے سبب ان بزرگواروں سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

مرزا فتح اللہ خان حکیم کی طرف لکھا ہے:

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمُسْتَقِيْمَةِ الْمَرْضِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت محمد ﷺ کے پسندیدہ سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک دن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی غیریت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اس اثنا میں اس بات کا بھی ذکر درمیان آیا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں کی جماعت میں داخل کیا ہے یا ان کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے ہیں اور انہوں نے قبول فرمایا ہے اور پھر بے جہت و بے سبب ان بزرگواروں سے قطع تعلق کیا ہے اور ظن وگمان سے دوسروں کے دامنوں کو جا پکڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ کا اور قاضی سنام کا بھی ذکر ہوا تھا۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لمحہ تک ہوتی رہی ہوگی اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی۔ بعد ازاں خدا نہ کرے کہ فقیر نے کسی مسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ چھپا رکھا ہو اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارا طریق دعوت اسما کا طریق نہیں ہے۔ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ان اسما کے مسما میں فنا ہونا اختیار کیا ہے اور ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے اور اسم وصفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا ترجمہ: مری بہار کا کر لے قیاس بستاں سے

اب چونکہ اس تذکرہ نے بے شمار نقلوں کی وجہ سے ایک نئی صورت حال پیدا کر لی ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اس طرف سے کئی قسم کی وہمی باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کے دفع کرنے کیلئے یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی آپ کی نا آشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ صرف آپ کی خیر خواہی ملحوظ و منظور تھی لیکن اَلرَّاضِيْ بِالضَّرَرِ لَا يَسْتَحِقُّ النَّظَرِ (جو اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت ومہربانی کا مستحق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہیں ہوتا) مثل مشہور ہے۔ یقیناً جان لیں کہ اس فقیر نے آپ کے ضرر کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ صرف ایک بات تھی جو از روئے غیرت کے جو درویشوں کو ہونی چاہئے۔ مناسب موقع پر کہی گئی تھی دل میں کسی قسم کے فکر کو دخل نہ دیں۔

دوسرا یہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل صرف چند سال ہوئے کہ اس فقیر نے اس سے پہلے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت کے بارے میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو افضل جانے اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگواروں کے کمالات سے محروم ہے۔

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہوا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے برخلاف کرے۔

اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی جو ایک مرتبہ خیر البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں پہنچا۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے جو خیر التابعین ہیں، کئی درجے بہتر ہیں۔

پس ایسے شخص کے حق میں اس قسم کی باتوں کا خیال کرنا عقل دور اندیش سے دور ہے جس عبارت سے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوا ہے اس کو غور سے دیکھنا چاہئے اور اصل معاملہ کو سمجھنا چاہئے۔ صرف حاسدوں کی تقلید کرنی مناسب نہیں حالانکہ مشائخ عظام نے غلبہ منکر میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمد ﷺ کے جھنڈے سے بلند ہے تو ایسی باتوں سے افضل ہونے کا گمان نہیں کرسکتے کہ یہ عین زندقہ ہے اور فقیر کی کلام میں تو اس قسم کی باتوں کا ذکر تک بھی نہیں۔ والسلام

# مکتوب (۲۰۳)

اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہم نشین بدبختی سے محفوظ ہے اور اس کے مناسب بیان میں ملا حسینی کی طرف لکھا ہے:

اَحْسَنَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْوَالَكُمْ وَ اَصْلَحَ اَعْمَالَكُمْ وَ اٰمَالَكُمْ اللہ تعالیٰ آپ کے احوال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کو اچھا کرے اور آپ کے اعمال اور مقصودوں کو نیک کرے۔

مکتوب شریف جو فقرا کی محبت پر مبنی تھا پہنچا اور بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ اس بلند گروہ کی محبت کو دن بدن زیادہ کرے اور ان کی نسبت نیازمندی کو سرمایہ روزگار بنائے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے بموجب ان کا محب انہی کے ساتھ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔

حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوائے خدائے تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راہ گزروں اور بازاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پس جمع ہو کر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے۔ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد و ثنا کرتے تھے اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام عیوب اور نقصان سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں دیکھا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دیکھ لیں تو پھر کیا حال ہو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یارب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (میں اس کا ہم نشین ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں اور پہلی حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے محب ان کے ساتھ ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بد بخت نہیں ہوتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُحَبَّۃِ ھٰٓؤُلَاءِ الْکِرَامِ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْھَاشِمِیِّ عَلَیْہِ وَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ التَّحِیَّاتُ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ. اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے۔ بحرمت النبی الامی الہاشمی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور جو آپ نے اپنے احوال کی نسبت شیخ الہ داد کے مکتوب میں لکھا تھا اس قسم کی نیستی اور گم ہونا بہت طالبوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اپنی ہمت بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو اس پر قناعت کریں۔

بس بیرنگ است یار دلخواہ اے دل ۔۔۔ قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل

ترجمہ: بہت بے رنگ ہے اے یار دلبر ۔۔۔ قناعت رنگ پر ہرگز نہ تو کر

اس گروہ کی صحبت نہایت ضروری ہے۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کی صحبت میں داخل کرے۔

گرد مستاں گرد گرے کم رسد بوئے رسد

گرچہ بوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است

ترجمہ: پاس جامستوں کے گردیں گے نہ مئے تو بو سہی

بو اگر حاصل نہ ہو کافی ہے پھر دیدار ہی

اسی طریق پر جو حضرت قبلہ گاہی خواجہ عبدالباقی قدس سرہم سے اخذ کیا ہے اللہ کے اسم مبارک کو کامل توجہ کے بعد بیچونی اور بیچگونی کے معنی سے دل میں گزاریں اور حاضر و ناظر کے معنی میں تصور نہ کریں بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ اسی اسم مبارک کو اچھی توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں بعض ضروری باتیں حضور وجحت پر منحصر ہیں۔ اگر ملاقات میسر ہوئی تو بیان کی جائیں گی۔ ملاقات کے وقت تک تازہ احوال لکھتے رہیں کیونکہ ان کا مطالعہ غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۰۴)

اس بیان میں کہ اہل خسران کے طعنوں سے تکلیف نہ اٹھائیں اور جو کام درپیش رکھتے ہیں اس میں مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترقیوں کے حاصل ہونے میں کوشش کریں میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:

جناب میر نعمان اہل خسران کی پریشان باتوں سے رنج نہ اٹھائیں۔ قُلْ کُلٌّ یَعْمَلُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عَلٰی شَاکِلَتِہٖ کہ ہر ایک اپنی طرز پر کام کرتا ہے۔ آپ کو لائق ہے کہ ان کے بدلے اور مکافات کے درپے نہ ہوں۔ دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے۔ یہ متناقص باتیں ہی ان کے بازار کی رونق کو کم کردیں گی۔ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ وہ شغل جو درپیش رکھتے ہیں اس میں کوشش کریں اور اس کے غیر سے آنکھ بند کرلیں۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ کہہ اللہ پھر چھوڑ دے ان کو تا کہ اپنی بے ہودہ باتوں میں لگے رہیں۔

اخی محمد صادق وقت پر آ پہنچے۔ عشرہ اعتکاف اتفاق سے بجالائے اور فتوحات اور واردات مجددہ سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ کہ تمام دوستوں کے اوقات جمعیت سے گزر رہے ہیں اور پے در پے ترقیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَ بَارَکَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ.

## مکتوب (۲۰۵)

اس بیان میں کہ اصلی مقصود صاحب شریعت ﷺ کی متابعت خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے مشرف فرمائے کیونکہ صدیقین کی اصلی غرض اور مقصود یہی ہے اور اس کے سوا سب کچھ جھوٹے وہم اور بے ہودہ خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سے بچائے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ دَائِمًا اور سلام اس شخص پر جس نے ہدایت پائی اور حضرت محمد ﷺ کی متابعت کو ہمیشہ لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۰۶)

دنیا اور اس کے ناز و نعمت میں گرفتار ہونے کی برائی میں ملا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا ہے:

اَللّٰھُمَّ نَبِّھْنَا قَبْلَ اَنْ یُّنَبِّھَنَا الْمَوْتُ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



علیھم الصلوات و التسلیمات اتمھا و افضلھا یااللہ تو ہم کو سید المرسلین ﷺ کے طفیل آگاہ کردے پیشتر اس کے کہ ہم کو موت آگاہ کرے۔

آپ کا شریف اور لطیف خط جو اس دور افتادہ حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچ کر بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ جزاکم اللہ عنا خیر الجزاء اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اے بھائی! آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں اور نفیس اور عجیب کپڑوں کے لئے دنیا میں نہیں لائے اور عیش وعشرت اور کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذات وانکساری اور عجز ومحتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے۔ لیکن وہ انکسار اور احتیاج جس کا شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے کیونکہ باطل لوگوں کی وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت روشن کے موافق نہیں ہیں۔ سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتی اور ان سے سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چاہئے کہ اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے عقائد کے موافق احکام شرعیہ سے عملی اور اعتقادی طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الٰہی سے آباد رکھیں اور وہ سبق جو طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کوتاہ اندیش ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں۔ فقیر کا مقصود دوستوں کو رغبت اور شوق دلانا ہے۔ مخالف اس بحث سے خارج ہیں۔

| | |
|---|---|
| ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست | ہر کہ نقدش دید خود مردانہ ایست |
| ترجمہ: جس نے افسانہ کہا افسانہ ہے | جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے |

غرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر پر وابستہ ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اس کا مطلب پر گواہ ہے۔ پس ذکر کثیر کو برقرار رکھنا چاہئے اور جو کچھ اس دولت کے نامناسب ہے۔ اس کو دشمن جاننا چاہئے۔ نجات کا علاج یہی ہے۔

| | |
|---|---|
| ذکر گو ذکر تا ترا جان است | پا کئے دل زذکر رحمان است |
| ترجمہ: ذکر کر ذکر جب تلک جاں ہے | دل کا جینا ذکر رحمان ہے |

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نص وقاطع ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اس پر ثابت اور برقرار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

جامہ فرجی یعنی قبا جو نیک وقتوں میں کئی دفعہ پہنا گیا ہے۔ ارسال کیا گیا ہے۔ اس کو پہن لیں۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک ﷺ کے طفیل تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔

## مکتوب (۲۰۷)

اس بیان میں کہ بدنوں کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے اور اس بیان میں کہ وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم چیتل کے برابر نہیں لیتے مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مدت گزری ہے کہ جناب کی اور حضرات مخدوم زادوں کی اور فرزندی میاں جمال الدین حسین اور باقی عزیزوں اور بزرگوں اور بلند بارگاہ کے خادموں بالخصوص میاں شیخ الہٰ داد اور میاں الہٰ دیا کی خیریت کی خبر نہیں پہنچی۔ اس کا مانع سوائے اس امر کے کچھ نہ ہوگا کہ شاید جناب نے اس دور افتادہ کو بھلا دیا ہوگا۔ ہاں بدنوں کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ خواجہ اُویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ خیر البشر ﷺ کی صحبت میں حاضر نہیں ہوئے۔ ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

کسی شخص نے عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہے یا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ۔ تو جواب فرمایا کہ وہ غبار رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا۔ عمر بن عبد العزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔

اس طرف کے احوال و اوضاع مع متعلقین اور تابعداروں کے بخیر و عافیت ہیں اس بات پر بلکہ تمام نعمتوں پر خاص کر اسلام اور حضرت سید الانام ﷺ کی متابعت کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کیونکہ اصلی مقصود یہی ہے اور نجات کا مدار اسی پر ہے اور دنیا و آخرت کی سعادت کا پانا اسی پر وابستہ ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ عَلَیْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین ﷺ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے طفیل اس متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ ترجمہ: کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

صوفیوں کی بے ہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم چیتل سے نہیں خریدتے اور کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور فقہیہ احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو۔ نہ کہ اس کے سوا کچھ اور امر کیونکہ رؤیت کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلیات جن کے ساتھ صوفیہ خوش ہیں وہ صرف ظلال سے آرام پانا اور شبہ و مثال سے تسلی حاصل کرنا ہے۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔

عجب کاروبار ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور تجلیات کی حقیقت پوری پوری بیان کی جائے تو یہ ڈر لگتا ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور ان کے شوق میں قصور پڑ جائے گا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر باوجود علم کے کچھ بھی نہ کہے تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔ یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ دُلَّنِیْ بِحُرْمَۃِ مَنْ جَعَلْتَہٗ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اے سرگشتہ اور حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اس وجود پاک کی حرمت سے سیدھے راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمۃ للعلمین بنایا ہے۔ ﷺ۔

کبھی کبھی اپنے احوال کی کیفیات سے اطلاع دیتے رہیں کیونکہ محبت کے زیادہ ہونے کا موجب ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ اَفْضَلُھَا وَ اَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی راہ پائی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۲۰۸)

اس سوال کے جواب میں کہ اس طریق کا سالک کبھی اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ اس سے بھی اوپر چلا گیا ہے۔ اس میں کیا بھید ہے۔ حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں محمد صادق سَلَّمَہُ اللّٰہُ عَلٰی مُفَارِقِ الْمُحِبِّیْنَ کی طرف لکھا ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میرے فرزند نے پوچھا تھا کہ اس طریق کا سالک مقامات عروج میں کبھی اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات معلوم کرتا ہے کہ ان مقامات سے بھی بلند چلا گیا ہے۔ اس معنی کا بھید کیا ہے حالانکہ سب کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضیلت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ اولیاء جو کچھ حاصل کرتے ہیں یا ولایت کے کمالات تک پہنچتے ہیں۔ انہی کی متابعت سے پہنچتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ مقامات ان کے مقامات عروج کے نہایت نہیں ہیں بلکہ ان بزرگواروں کا عروج ان مقامات سے کئی مرتبہ بلند ہے کیونکہ وہ مقامات اسمائے الٰہی جل شانہ سے مراد ہیں جو ان کے تعینات کے مبادی اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے فیوض کے وسیلے ہیں کیونکہ حضرت ذات کو اسماء کے وسیلہ کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے اور غنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں ہے۔ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (اللہ جہان والوں سے غنی ہے) اس معنی پر گواہ ہے اور جب یہ بزرگوار مراتب عروج سے نزول فرماتے ہیں اور اوپر کے انوار کو اپنے ساتھ لے کر نیچے آتے ہیں تو ان اسماء میں ان کے مرتبوں کے اختلاف کے بموجب جو ان کے طبعی مقامات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اقامت فرماتے ہیں اور وطن بنا لیتے ہیں۔ پس اگر کوئی ان کو استقرار کے بعد ڈھونڈے تو ان کو انہی اسماء میں پائے گا۔ پس وہ بلند استعداد والا جو حضرت ذات کی طرف متوجہ ہے ناچار عروج کے وقت ان اسماء میں پہنچے گا اور اس جگہ اوپر کو گزر جائے گا۔ الا ماشاء اللہ لیکن جب وہ سالک اوپر سے نیچے آئے گا اور اس اسم میں جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے نزول کرے گا تو وہ اس میں بے شک ان اسموں سے جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہیں بہت نیچے ہوگا اور اس جگہ مقامات کا فرق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ افضلیت کا مدار اس بات پر ہے کہ جس کا مقام بلند ہے وہی افضل ہے اور جب تک سالک اپنے اسم میں واپس نہ آئے اور اپنے اسم کو ان اسموں سے نیچے معلوم نہ کرے ان بزرگواروں کی افضلیت کو ذوق وحال کے طور پر معلوم نہیں کر سکتا بلکہ تقلید کے طور پر ان کو افضل کہتا ہے اور پہلے یقین پر ان کی اولیت کا حکم کرتا ہے لیکن اس کا وجدان وذوق اس کے حکم کا مکذب ہے ایسے وقت میں بارگاہ الٰہی میں التجا اور زاری اور عجز ونیاز کرنا ضروری ہے تا کہ اصلی حقیقت ظاہر ہو جائے یہی وہ مقام ہے جہاں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں اس جواب کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ معقولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے کہ دھواں خاکی اور آتشی اجزاء سے مرکب ہے جس وقت دھواں اوپر کو جاتا ہے تو خاکی اجزاء آتشی اجزاء کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں اور قاسر (۱) کا قسر حاصل ہونے سے عروج

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کر جاتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر دخان قوی ہو تو وہ کرۂ نار تک صعود کر جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں، پہنچ جائیں گے اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے۔ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رتبہ سے بلند تر ہے کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے اور کرۂ نار تک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے خاکی نیچے گریں گے اور اپنے اصلی مرکز پر پہنچیں گے تو بیشک ان کا مقام آب وہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔

پس بحث مذکورہ میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے اور وہ قاسر گرمیٔ محبت کی زیادتی اور جذبہ عشق کی قوت ہے اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

یہ جواب جو کہا گیا ہے منتہی کے حال کے مناسب ہے لیکن اگر ابتداء میں یہ وہم پیدا ہو جائے اور اپنے آپ کو بزرگوں کے مقامات میں معلوم کرے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اور توسط میں ہر مقام کا ظل اور مثال ہے اور مبتدی اور متوسط جب ان کے ظلال میں پہنچتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں اور ظلال اور حقائق کے درمیان فرق نہیں کر سکتے اور ایسے ہی بزرگوں کے شبہ اور مثال کو جب اپنے مقامات کے ظلال میں پاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات میں بزرگوں کے ساتھ مشترک ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں شے کے ظل کا نفس شے کے مانند ہونا لازم آتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ وَ جَنِّبْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاھِیْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا یا اللہ تو ہم کو حضرت سید المرسلین ﷺ کے طفیل اشیاء کی اصل حقیقت سے پورا پورا آگاہ کر اور لہو ولعب کے ساتھ مشغول ہونے سے بچا۔

## مکتوب (۲۰۹)

رسالہ مبدء ومعاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان میں جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہیں اور ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العٰلمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ سرائے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور برادرم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبدء ومعاد میں واقع ہے، پوچھی تھی چونکہ وقت نے یاوری نہ کی اس لئے توقف میں رہی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جائے تا کہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ:

آنحضرت ﷺ کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جاتی ہے اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جاتا ہے اور ذات احد جل سلطانہ کا مظہر بن جاتی ہے اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمیٰ کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں اور پہلا مقام حقیقت محمدی سے خالی رہے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق عمل کریں۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدی کے مقام میں جو خالی رہا تھا، قرار پکڑے گی۔

جاننا چاہئے کہ شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے مراد ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا ظل ہے اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہی مثل علیم وقدیر ومرید ومتکلم وغیرہ میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم الٰہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی فیوض کا مبدء ہے اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں ہے۔ مرتبہ صفت میں اور توابع وجودی کہ اس کا وجود ذات کے وجود پر زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی ذات پر مجرد اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے اور صفت وشان کے درمیان فرق اس مکتوب میں جو سلوک اور جذبہ کے بیان میں لکھا گیا تھا۔ مفصل ذکر پا چکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں اور شک نہیں ہے کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگرچہ مجرد اعتبار ہے اس بات کی اقتضا کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کی شان کے مناسب اور زائد معنی ہوں جو اس کے وجود اعتباری کا مبدء ہوں۔ پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنی زائدہ کے فوق میں بھی یہ احتمال جاری ہے لیکن قوت بشری اس کے ضبط کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقیر بے بضاعت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے لیکن اس مرتبہ کے فوق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ وفوق کل ذی علم علیم ہر صاحب علم کے اوپر علم والا ہے۔

هَنِيئًا لِّاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

وَ لِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو ناز و نعمت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اہل اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے اور اس اسم سے واصل اولیاء بہت تھوڑے ہیں کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور سیر تفصیلی کے طریق پر تمام مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اسم کے ظلال میں سے کسی ظل تک واصل ہیں اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تک واصل ہونے کا وہم کیا جا سکتا ہے لیکن یہ بے اعتبار اور بے اعتماد ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم سے عروج کیا ہے اور مراتب متفاوتہ کو کم و بیش طے کیا ہے، وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسا کہ تعین وجوبی کو کہتے ہیں۔ تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں اور وہ اسم الٰہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے۔ شان العلیم ہے اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنی ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدء ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے اور حقیقت احمدی اس معنی سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبدء ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنی سے مراد ہے اور وہ نبوت جو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کُنْتُ نَبِيًّا وَّادَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ میں نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں تھے۔ وہ اعتبار حقیقت احمدی کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو اس کے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہے اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



شان کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلی مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے کیونکہ اس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم امر سے مخصوص تھی اور آپ کی تربیت روحانیوں پر منحصر تھی اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق وامر کو شامل ہے اور آپ کی تربیت اجساد وارواح پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا تا کہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ لفظ مِثْلُكُمْ کا لانا تاکید بشریت کے لئے ہے اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور ﷺ کی روحانیت کی جانب غالب ہو گئی اور بشریت کی مناسبت گم ہو گئی اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہو گیا۔

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تفاوت معلوم کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے جل گیا اور معاملہ آغوش سے گوش تک آ پہنچا اور دیکھنے سے سننے تک نوبت آ گئی اور حضور ﷺ کے زمانہ سے جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی۔ یعنی حقیقت محمدی عروج کر کے حقیقت احمدی سے لاحق ہو گئی اور حقیقت محمدی حقیقت احمدی سے متحد ہو گئی۔

اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق وامر کا تعین امکانی ہے۔ نہ تعین وجوبی کہ تعین امکانی اس کا ظل ہے کیونکہ تعین وجوبی کے عروج کے کچھ معنی نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام میں پہنچیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔

گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اوران کے کلمہ کو بلند کرتے تھے اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت وشریعت کا دورہ تمام ہو جاتا تھا تو دوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا تھا اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ وتبدیل سے محفوظ ہے اس لئے حضور کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ہم ہی نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور جاننا چاہئے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی امت کے اولیاء جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام کے کمالات کی مانند ہیں اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت وبزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے لیکن یہ مناسب نہیں کہ کمال مشابہت سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے سکیں۔

اور ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ لَا یُدْرٰی اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ نہیں۔ معلوم ان میں سے اوّل کے بہتر ہیں یا آخر کے اور یہ نہیں فرمایا کہ اَدْرِیْ اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ میں جانتا ہوں کہ ان میں سے اوّل کے بہتر ہیں یا آخر کے کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا اس لئے لَا یُدْرٰی فرمایا ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے۔ پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گناہگاروں کا وجود کم ہوگا اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاء سے بہتر ہوں جیسا کہ حضرت مہدی ۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ۔ دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: فیض روح القدس کا گرد ے مدد تو اور بھی
کردکھائیں کام وہ جو کچھ مسیحا سے ہوا

لیکن اصحاب کا زمانہ تمام طرح سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِه مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ پہلے بیان سے اس عبارت کے معنی واضح ہو گئے جو رسالہ مبدء و معاد میں اس عبارت کے اوپر لکھی گئی ہے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی کی مسجود ہوگئی کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہ حقیقت احمدی ہے کہ حقیقت محمدی دراصل اس کا ظل ہے۔ پس ناچار حقیقت محمدی کی مسجود ہوگی۔ اگر سوال کریں کہ کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیائے امت کے طواف کے لئے آتا ہے اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے حالانکہ اس کی حقیقت حقیقت محمدی پر متقدم ہے تو پھر یہ بات کس طرح جائز ہوگی؟

میں جواب میں کہتا ہوں کہ حقیقت محمدی تنزیہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے اور کعبہ کی حقیقت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے اور حقیقت محمدی کے واسطے مرتبہ تنزیہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقت کعبہ ہے اور حقیقت محمدی کے عروج کی نہایت کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور جب حضور ﷺ کی امت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پورا پورا حصہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے ۔

زمین زادہ برآسماں تاختہ ۔ زمین وزماں راپس انداختہ

ترجمہ: زمیں زادہ اتنا فلک پر چڑھا ۔ زمیں آسماں اس سے پیچھے رہا

اور دوسری عبارت بھی جو اس رسالہ سے اس مقام میں لکھی گئی تھی، حل ہوگئی اور وہ عبارت یہ ہے کہ کعبہ کی صورت جس طرح کہ اشیاء کی صورتوں کی مسجود ہے۔ اسی طرح کعبہ کی حقیقت بھی ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اشیاء کی حقیقتوں کی مسجود ہے کیونکہ مقدمات سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ حقائق اشیاء ان اسمائے الٰہی سے مراد ہے جو ان کے وجود اور ان کے وجود کے متعلقات کے فیوض کا مبدء ہیں اور حقیقت کعبہ ان اسماء کے فوق ہے۔ پس بیشک حقیقت کعبہ حقائق اشیاء کی مسجود ہوگی۔ ہاں اگر اولیاء میں سے اکمل کو حقیقت کعبہ سے بالاتر سیر واقع ہو جائے اور بلندی کے انوار کو حاصل کر کے اپنے حقائق کے مراتب میں جو مراتب عروج میں اشیاء کے طبعی مقامات کی مانند ہیں، نیچے اتر آئیں تو کعبہ ان کی برکات سے توقع رکھے گا جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اور نیز رسالہ مبدء و معاد میں چند فقرے انبیائے اولوالعزم کے ایک دوسرے سے افضل ہونے میں لکھے گئے تھے۔ ان کے ایک دوسرے کے افضل ہونے کے معنی چونکہ کشف والہام پر مبنی ہیں جو ظنی ہیں اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت میں تفرقہ کرنے سے ندامت اور توبہ کرتا ہے کیونکہ قطعی دلیل کے سوا اس بارے میں گفتگو کرنا جائز نہیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِہَ اللّٰہُ قَوْلاً وَّفِعْلاً میں ان تمام قول و فعل سے جو اللہ کو ناپسند ہیں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں۔

آپ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

میں نے سرائے فرخ میں پوچھا تھا کہ طالبوں کو طریقت سکھانا میرے حال کے مناسب ہے یا نہیں اور تم نے جواب میں لکھا تھا کہ نہیں۔

فقیر کو یاد نہیں رہا کہ عام طور پر نفی کی ہو بلکہ یہ کہا ہوگا کہ شرائط پر مشروط ہے۔ بے شرائط ہرگز مناسب نہیں اور اب بھی اسی طرح جاننا چاہئے کہ شرائط کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور ہرگز سستی نہ کریں اور جب تک استخاروں کے ساتھ اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ طریقہ سکھانا چاہئے تب تک کسی کو نہ سکھائیں اور برادرم مولانا یار محمد قدیم کی بھی اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں جلدی نہ کرے کیونکہ مقصود دکان کھولنا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہئے، اطلاع دینا شرط ہے۔

دوسرا یہ کہ آپ نے اپنے مریدوں کی نسبت گلہ کیا تھا۔ گلہ تو آپ کو اپنی وضع کی نسبت کرنا چاہئے تھا کیونکہ آپ اس جماعت سے اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ آرزو و تکلیف ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان و شوکت سے رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اخلاط کا دروازہ کھول دے اور ان سے ہم نشینوں کی طرح سلوک کرے اور حکایت و گفتگو سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲۱۰)

نفحات کی عبارت کے حل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا ہے۔

آپ کا شریف و لطیف خط جو از روئے شفقت و مہربانی کے اس حقیر بے سامان کے نام لکھا ہوا تھا شرف صدور لایا اور اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ سلامت رہیں اور سلامت ہی جائیں اور جب تک رہیں فقراء کی محبت پر رہیں اور جب جائیں ان کی محبت کا سرمایہ لے کر جائیں اور جب اٹھیں ان کی محبت میں اٹھیں۔ بحرمت اس وجود پاک کے جس نے فقر پر فخر کیا اور اس کو دولت مندی پر اختیار کیا ﷺ۔

آپ نے از روئے کرم کے لکھا تھا اس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نفحات میں شیخ ابن السکینہ قدس سرہ کے مرید کی نسبت مذکور ہے کہ ایک دن دریائے دجلہ میں غسل کے موقع پر غوطہ لگایا اور سر دریائے نیل سے جا نکالا اور مصر میں چلا گیا اور وہاں شادی کی اور اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے اور سات سال تک مصر میں مقیم رہا۔ اتفاقاً پھر ایک دن غسل کے لئے دریائے نیل میں غوطہ لگایا اور سر دریائے دجلہ میں جا نکالا دیکھا کہ اس کے کپڑے جو دریائے دجلہ کے کنارہ پر رکھے تھے، بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر گھر آیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے کھانا جو آپ نے فرمایا تھا، تیار ہے۔ الیٰ آخرہ۔

میرے مخدوم! اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسر ہو گیا کیونکہ اس قسم کا معاملہ بہت واقع ہوتا ہے۔

حضرت رسالت خاتمیت ﷺ شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں میسر ہو سکیں جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بستر خواب ابھی گرم ہے اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔

اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد نفحات میں مذکور ہے کہ یہ بات بسط زمان کی قسم سے ہے بلکہ اس حکایت کا اشکال اس سبب سے ہے کہ بغداد میں جو وقت ہو، وہی مصر میں ہو۔ حالانکہ عرصہ سات سال کا درمیان پیدا ہو۔ مثلاً اہل بغداد اس وقت سن تین سو ساٹھ ہجری میں ہوں اور اہل مصر اس وقت تین سو ساٹھ ہجری میں عقل و نقل اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ یہ معاملہ ایک یا دو شخصوں کی نسبت ہو تو جائز ہے لیکن شہروں اور متعدد مکانوں کی نسبت محال ہے جو کچھ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فقیر کی خاطر فاتر میں گزرتا ہے وہ یہ ہے حکایت حالت بیداری سے نہیں ہے بلکہ خواب و واقعات کی قسم سے ہے کہ سننے والے کے لئے خواب رویت سے مشتبہ ہوگئی ہے اور نیند سے بیداری کا وہم گزرا ہے۔اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں بلکہ اسی اشتباہ کے ظن سے ہے کہ خواب میں دیکھا ہے اور خواب میں اپنے پیر سے کہا ہے اور فرزندوں کو لایا ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ حکایت بھی جو اس حکایت کے بعد شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں اسی قسم سے ہے۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّهَا اور تمام امور کی اصلی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس عبارت کی شرح لکھنی چاہئے کہ جسد کا مربی روح ہے اور قالب کا مربی قلب۔

میرے مخدوم ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ انسان کہ عالم خلق کو اس کے عالم امر سے تربیت کرتا ہے اور چونکہ جسد کا لفظ روح کے لفظ کے ساتھ اکثر استعمال واقع ہوتا ہے اور قالب وقلب کے درمیان لفظی مناسبت ہے اس واسطے ہر ایک کو اپنے مناسب لفظ کے ساتھ جمع کر کے عبارت کا اختلاف اختیار کیا گیا ہے آپ نے نصیحتوں کی طلب ظاہر فرمائی تھی۔

میرے مشفق مخدوم! شرم آتی ہے کہ باوجود اس خرابی اور گرفتاری اور بے سامانی اور بے حاصلی کے اس بارہ میں کچھ لکھے اور صریح طور پر یا اشارہ کے طور پر اس قسم کی کلام کرے لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر قول معروف سے اپنے آپ کو معاف رکھے تو اس سے خست اور کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے اور بخل وکنجوسی کی نوبت پہنچتی ہے۔اس لئے چند باتیں لکھنے کی جرات کرتا ہے۔

میرے مخدوم! دنیا کی بقاء کی مدت بہت قلیل ہے اور اس قلیل سے بھی اکثر تلف ہوگئی ہے اور بہت کم باقی رہ گئی ہے اور بقائے آخرت کی مدت خلود اور دوام ہے اور معاملہ خلود کو بقائے چند روزہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔بعد ازاں یا دائمی راحت ہے یا دائمی عذاب۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبر دی ہے وہ سچ ہے اس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے اپنی عقل دوراندیش سے کام لینا چاہئے۔

میرے مخدوم! عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا وہوس میں گزر گیا اور خدائے تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہوا اور عمر کا نکما حصہ باقی رہ گیا ہے اگر آج ہم اس کو خدائے تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں۔کل کونسا منہ لے کر ہم خدائے تعالیٰ کے سامنے جائیں گے اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔یہ خواب خرگوش کب تک رہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



گی اور غفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اٹھادیں گے اور غفلت کی روئی کانوں سے دور کردیں گے لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا اور سوائے حسرت وندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنالینا چاہئے اور واشوقا کہتے ہوئے مرنا چاہئے۔ اول عقائد کا درست کرنا ضروری ہے اور اس امر کی تصدیق سے جو تواتر وضرورت کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے، چارہ نہیں ہے۔ دوسرا ان باتوں کا علم وعمل ضروری ہے جن کا متکفل علم فقہ ہے اور تیسرا طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں حسی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے حالانکہ یہ حسی صورتیں اور انوار وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور حق تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں۔ چاند وسورج کا نور جو عالم شہادت سے ہے ان انوار سے جو عالم مثال میں دیکھیں۔ کئی گنا زیادہ ہیں لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خاص وعام اس میں شریک ہیں اس لئے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لاکر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ہاں۔

آبے کہ رود پیش درت تیرہ نماید

ترجمہ: سیاہ پانی نظر آئے تجھے در پر جو جاری ہے

بلکہ طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہوجائے تاکہ استدلال کی تنگی سے کشف کے میدان میں آجائیں۔

مثلاً واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کا وجود جو اول استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا اور اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا جب طریق صوفیہ کا سلوک میسر ہو تو یہ استدلال وتقلید کشف شہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہوجاتا ہے۔ سب اعتقادی امور میں یہی قیاس ہے اور نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہوجائے اور وہ مشکل دور ہوجائے جو نفس کی آمادگی سے پیدا ہوتی ہے اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شریعہ کا خادم ہے۔ نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لئے تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں تو خوش ہیں اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قصور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہلسنت و جماعت کے اعتقاد سے نوازش نہ فرمائیں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہم کو دے دیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے اور نیز اس طریق میں نہایت بدایت میں مندرج ہے۔ پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف اجمال و تفصیل اور شمول و عدم شمول کا ہے۔ یہ نسبت بعینہ اصحاب کرام علیہم رضوان کی نسبت ہے کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر ﷺ کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ اویس قرنی قدس سرہ جو خیر التابعین ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ ان کا ایمان شہودی ہے اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔ ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایک مد جو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمام اصحاب اس فضیلت میں برابر ہیں۔ پس سب کو بزرگ جاننا چاہئے اور نیکی سے یاد کرنا چاہئے کیونکہ اصحاب سب کے سب عادل ہیں اور روایت اور تبلیغ احکام میں سب برابر ہیں۔ ایک کی روایت کو دوسرے کی روایت پر کوئی زیادتی نہیں ہے۔ قرآن مجید کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور آیات متفرقہ کو ان کے عادل ہونے کے بھروسہ پر ایک سے دو آیتیں یا تین آیتیں کم و بیش اخذ کر کے جمع کیا ہے۔ اگر اصحاب میں سے کسی ایک پر طعن کریں تو وہ طعن قرآن مجید کے طعن تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض آیات کا حامل وہی ہو اور ان کی مخالفتوں اور جھگڑوں کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا و تعصب سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو صحابہ کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں۔ فرمایا کہ **تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيْنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَهَا** یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا۔ پس ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں اور اسی قسم کا مقولہ امام اجل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲۱۱)

ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمتہ کے مقولہ کے بارے میں کیا گیا تھا اور مقام تکمیل اور ارشاد کی ضروری شرطوں کے بیان میں مولانا یار محمد قدیم بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

میرے عزیز بھائی مولانا یار محمد قدیم کا مکتوب مرغوب پہنچ کر فرحت کا موجب ہوا۔ حضرت حق تعالیٰ بحرمت النبی وآلہ الامجاد صلی اللہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، کمال اور تکمیل کی بلندی تک پہنچائے۔

مولوی علیہ الرحمتہ کے مقولہ کی نسبت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ نازنین جو میری بغل میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا۔ آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں تو جاننا چاہئے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت واقع ہوتی ہیں اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت متجلی کو حق تعالیٰ خیال کرتا ہے ورنہ بات دراصل وہی ہے جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ نے فرمائی ہے۔ تِلْکَ خَیَالَاتٌ تُرَبّٰی بِھَا اَطْفَالُ الطَّرِیْقَۃِ یہ وہ خیال ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ چونکہ آپ کو طریقہ سکھانے کی ایک قسم کی اجازت دی گئی ہے اس لئے اس بارہ میں چند فائدے لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سن کر ان پر عمل کریں۔

جاننا چاہئے کہ جب کوئی طالب آپ کے پاس ارادت سے آئے اس کے طریقہ سکھانے میں بڑا تامل کریں۔ شاید اس امر میں آپ کا استدراج مطلوب ہو اور خرابی منظور ہو۔ خاص کر جب کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور پیدا ہو تو چاہئے کہ اس بارے میں التجا و تضرع کا طریقہ اختیار کر کے بہت سے استخارے کریں تاکہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہئے اور استدراج و خرابی مراد نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے بندوں میں تصرف کرنا اور اپنے وقت کو ان کے پیچھے ضائع کرنا۔ خدائے تعالیٰ کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ آیت کریمہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّھِمْ (تاکہ تو لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالے۔ اللہ کے اذن سے) اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

ایک بزرگ فوت ہو گیا اس کو خطاب ہوا کہ تو وہی ہے کہ جس نے میرے دین میں میرے بندوں پر زرہ پہنی تھی۔ اس نے کہا ہاں فرمایا کہ تو نے میرے خلق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دل کو کیوں نہ میری طرف متوجہ کیا۔

اور وہ اجازت جو آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے چند شرائط پر مشروط ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی کا علم حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دی جائے۔ اس وقت کے آنے تک شرائط کو اچھی طرح مدنظر رکھیں۔ اطلاع دینا شرط ہے اور میر نعمان کی طرف بھی یہی لکھا گیا ہے۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔ غرض کوشش کریں تاکہ وہ وقت آجائے اور شرائط کی تنگی سے چھوٹ جائیں۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۱۲)

مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا تھا اور لکھا تھا۔

آپ کے دو مکتوب مرغوب پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی کا موجب ہوئے۔ حضرت حق تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے طفیل بے شمار ترقیاں عطا فرمائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے مستعد مرید کو ان مرتبوں میں جو اس کی استعداد سے بڑھ کر ہیں، پہنچا سکتا ہے یا نہیں۔ ہاں پہنچا سکتا ہے لیکن ان بلند مرتبوں میں جو اس کی استعداد کے مناسب ہیں۔ نہ ان مراتب میں جو اس کی استعداد کے مخالف ہیں۔ مثلاً وہ مرید جو ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے اور اس کی استعداد کی نہایت قوت اس ولایت کے نصف راہ تک پہنچنے کی ہے تو صاحب تصرف پیر اس کو اس ولایت کے نہایت درجات تک پہنچا سکتا ہے لیکن یہ کہ اس کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لا دے اور اس ولایت میں اس کو ترقی بخشے۔ معلوم الوقوع نہیں ہے۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے جس میں اخفیٰ جو انسانی لطائف میں سے زیادہ لطیف ہے۔ نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے اور دناءت و خساست میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔

میرے بھائی کو معلوم ہو کہ اخفیٰ اگرچہ لطائف میں سے لطیف ہے لیکن دائرہ امکان میں داخل ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے جب سالک دائرہ امکان سے پاؤں باہر رکھتا ہے اور مراتب وجوب میں سیر فرماتا ہے اور ظلال وجوبی سے ان کے اصلوں میں پہنچتا ہے اور صفت وشان کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔ ناچار ممکن اس کو خوار و بے اعتبار نظر آتا ہے اور اس کے احسن و الطف کو دناءت و خساست میں برابر دیکھتا ہے اور نفس و اخفیٰ کو اس مقام میں یکساں خیال کرتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور آپ نے لکھا تھا کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ ہم نے سنا ہے کہ عبادت کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر وناظر دیکھ کر عبادت کرنا حق تعالیٰ کے تنزل کا موجب ہے۔ بندہ کی طرح عبادت کرنی چاہئے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر عبادت کرنی بے ادبی میں داخل ہے۔

اے محبت کے نشان والے مجھے معلوم نہیں کہ اس قسم کی بات اس فقیر سے سرزد ہوئی ہو کہیں اور جگہ سے دیکھی ہوگی اور وہ واقع جو آپ نے لکھا تھا اور اس واقع میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا۔ بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنا عمل میں قدرت کا حاصل ہونا ہے اور اس بارے میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی مؤکدہ مؤید ہے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمٰن کے شاگرد ہیں۔ **وعلم ادم الاسماء کلھا** سکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہل بیت علیہم الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔ والباقی عند التلاقی۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۱۳)

پند ونصائح کے بیان میں اور فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہلسنّت وجماعت کی تابعداری کرنے اور برے علماء کی صحبت سے جنہوں نے علم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے۔ بچنے کی ترغیب میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔

**عَصَمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَمَّا یَلِیْقُ بِجَنَابِکُمْ بِحُرْمَۃِ جَدِّکُمُ الْاَمْجَدِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ** حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جد بزرگوار علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ان باتوں سے بچائے، جو آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے **هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ** احسان کا بدلہ احسان ہے۔ فقیر نہیں جانتا کہ آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے۔ سوائے اس بات کے کہ نیک وقتوں میں سلامتی دارین کی دعا سے تر زبان رہے۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہ بات بے تکلف حاصل ہے اور دوسرا احسان جو مکافات کے لائق ہے وہ پند ونصیحت ہے اگر قبول ہو جائے تو زہے سعادت۔

اے شرافت ونجابت کے مرتبہ والے۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے اور دین وشریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے اور ان کے عقائد کی اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی اور نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستہ سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا تھا تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہئے اور اس کی ہم نشینی کو زہر مار خیال کرنا چاہئے۔ بے باک طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں، دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یہ سب فتنہ وفساد جو دین میں پیدا ہوا ہے۔ انہیں لوگوں کی کم بختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔ پس ان کی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی۔

کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کوتاہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ لعین نے کہا کہ اس وقت کے برے علماء میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ دار ہوئے ہیں۔

وہاں کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کو حوصلہ دیں اور حق کے اظہار پر دلیر کریں اور حافظ امام بھی اسلام کا جنون رکھتا ہے کیونکہ اسلام میں اس قسم کا جنون ضرور ہونا چاہئے۔ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے کہہ کر اور لکھ کر نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بری صحبت سے بچنے کے لئے مبالغہ کرنے میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا کیونکہ فقیر اسی کو اصل عظیم جانتا ہے۔ آگے قبول کرنا آپ کے اختیار میں ہے بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ فَطُوْبٰی لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَظْهَرَ الْخَیْرِ پس اس شخص کے لئے مبارک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کا مظہر بنایا۔

آپ کے احسانوں کی یاد اس گفتگو پر آمادہ کرتی ہے اور رنج وملال کے ملاحظہ کو درمیان سے اٹھا دیتی ہے۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲۱۴)

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس سوال مشہور کے جواب میں کہ کفا کو کفر موقت کے باعث دائمی عذاب کیوں ہوگا اور ایک حاجت مند کی سفارش میں خانخاناں کی طرف لکھا ہے۔

طُوبیٰ لِمَنْ جَعَلَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ مَظْهرَ الْخَیْرِ مبارک ہے وہ شخص جس کو خدائے تعالیٰ نے نیکی کا مظہر بنایا۔

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو سب کا سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانہ سے سات سو دانہ نہ بنائے اور اس دن کے لئے کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور ماں بیٹے کی خبر نہ لے گی، کچھ ذخیرہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل ہے اور سوائے حسرت وندامت کے کچھ فائدہ نہیں۔ نیک بخت لوگ دنیا کی فرصت کو غنیمت جانتے ہیں نہ اس غرض کے لئے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے عیش وعشرت حاصل کریں جو باوجود اس قدر سختیوں اور تکلیفوں کے ناپائیدار اور بے ثبات ہیں بلکہ اس غرض کے لئے کہ اس فرصت میں کاشتکاری کریں اور نیک عمل کے ایک دانہ سے وَاللهُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ کے بموجب بے نہایت ثمرات حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ چند روزہ اعمال صالحہ کی جزا ہمیشہ کا آرام مقرر فرمایا ہے۔ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اگر پوچھیں کہ حسنات میں اجر کئی گناہ ہے اور برائیوں میں ان کی مثل جزاء ہے تو پھر کفار کو چند روزہ برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ عمل کے لئے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ کے علم پر موقوف ہے جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے۔

مثلاً قذف محصنات یعنی نیک بیاہی عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے میں اس کے ہم مثل جزا اسی (۸۰) کوڑے فرمائی ہے اور چوری کی حد میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اس کی جزا ہے اور زنا کی حد میں بکر کا بکر کے ساتھ زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑے یا ایک سال کی جلاوطنی مقرر کی ہے اور بوڑھے آدمی کا بڑھیا عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان حدود اور تقدیرات کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے۔ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ یہ خدائے عزیز وعلیم کا اندازہ ہے۔

پس کفار کے بارے میں حق تعالیٰ نے کفر موقت کے موافق ہمیشہ کا عذاب جزا فرمائی ہے تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معلوم ہوا کہ کفر موقت کی ہم مثل جزا یہی ہمیشہ کا عذاب ہے اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہئے وہ شان نبوت کا منکر ہے اس کے ساتھ کلام کرنا بیوقوفی ہے۔

زانکس کہ بقرآن خبر زو نہ رہی
آن است جوابش کو جوابش نہ دہی

ترجمہ: جو مانتا ہی نہیں ہے حدیث اور قرآں
بجز سکوت جواب اس کا تو نہ کچھ پہچان

باقی مطلب یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا میاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تھانسیری کا بیٹا ہے۔ آپ کی ان مہربانیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کئے تھے۔ اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا ہے اور آپ کی مہربانیوں میں سے ایک موضع جو پرگنہ اندری میں انعام فرمایا ہوا تھا۔ آگے آپ کا اختیار ہے بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۱۵)

دنیا کی مذمت میں مرزا داراب کی طرف لکھا ہے۔

مکتوب شریف جو طبعی استعداد کی خوبی سے بڑی عاجزی کے ساتھ ان بے سامان فقراء کی طرف ارسال کیا تھا، پہنچا۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جزائے خیر عطا کرے۔

اے فرزند! دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں سے زیادہ مردار ہے۔ ان کی نظروں میں آراستہ اور پیراستہ ظاہر کیا ہے، جس طرح کہ نجاست کو سونے سے ملمع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینی کی برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے، جو دنیا سے بے رغبت ہے اور اس کی وہ بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔ اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی۔ نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سراسر رحمت ہیں۔ اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے اور اس فاحشہ مکار کی محبت وتعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔ ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی شکر موہوم کی طمع پر زہر کھالے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کر لے تو وہ شخص بڑا ہی بیوقوف اور احمق بالطبع ہے بلکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہئے ورنہ کل حسرت وندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔ خبر کرنا ضروری ہے۔

ہمہ اندرز من بتو این است : کہ تو طفلی وخانہ رنگین است

ترجمہ: نصیحت مری تجھ سے ساری یہی ہے منقش ہے گھر اور تو لڑکا ابھی ہے

والسلام

# مکتوب (۲۱۶)

اس بات کے بھید میں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق بکثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ سے کم اور مقام ارشاد وتکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں میرزا احسان الدین احمد کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

خاطر فاتر میں آتا ہے کہ جب دوستوں کے درمیان بعد صوری حاصل ہے اور ظاہری ملاقات عنقا ہوگئی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بعض علوم ومعارف یاروں کی طرف لکھے جائیں۔ اس واسطے کبھی کبھی اس قسم کی باتیں لکھتا رہتا ہے امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہوں گی۔

میرے مخدوم! چونکہ ولایت کی بحث کے درمیان ہے اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے پر لگی ہے۔ اس لئے اس قسم کی بعض باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سنئے گا۔

ولایت فنا وبقاء سے مراد ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ اس کے لوازم سے ہیں لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں، مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔عروج کے وقت زیادہ بلند جانا اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اترنا بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل عظیم قلت نزول یعنی بہت کم نزول کرنا ہے۔عروج کی جانب خواہ کسی کیفیت سے ہو کیونکہ صاحب نزول عالم اسباب میں اتر آتا ہے اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے اور وہ شخص کہ جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا۔اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔پس حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا۔اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے بغیر مہیا کر دیتا ہے۔حدیث قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ بِیْ عَبْدِیْ بِیْ اس مطلب کی گواہ ہے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گزرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔آخر کار حق تعالیٰ نے اس معما کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حبیب عجمی قدس سرہ کی حکایت اسی مقام کے مناسب ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ دریا سے پار ہوں۔اسی اثناء میں خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ بھی آ نکلے۔پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔عرض کیا کہ کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کشتی کی کیا حاجت ہے کیا آپ یقین نہیں رکھتے۔خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے۔خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لئے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ سے معاملہ کرتے تھے اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر سے دور کر دیا ہوا تھا۔اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ہے جو صاحب علم ہے اور جس نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا ہے اور اشیاء کو جیسے کہ وہ ہیں جانتا ہے کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت کے پیچھے پوشیدہ کیا ہے اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سکر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے اور فاعل حقیقی پر یقین رکھتا ہے بغیر اس بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔

یہ دید نفس امر کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت و کائن ہے لیکن تکمیل وارشاد کا معاملہ ظہور خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ تر ہوگا، اسی قدر وہ زیادہ کامل ہوگا کیونکہ ارشاد کے لئے مرشد و مسترشد کے درمیان اس مناسبت کا حاصل ہونا ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت خاتمیت ﷺ سب سے زیادہ اوپر گئے اور نزول کے وقت سب سے نیچے آ گئے۔ اسی واسطے آپ کی دعوت اتم ہوئی اور آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے کیونکہ نہایت نزول کے باعث سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی اور افادہ کا راستہ کامل تر ہو گیا اور بسا اوقات اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر طالبوں کا فائدہ وقوع میں آتا ہے جو غیر مرجوع منتہیوں سے میسر نہیں ہوتا کیونکہ متوسط غیر مرجوع منتہیوں کی نسبت مبتدیوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسی سبب سے شیخ الاسلام ہروی قدس سرہ نے کہا ہے کہ اگر خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد قصاب رحمۃ اللہ علیہ موجود ہوتے ہیں تو میں تم کو محمد قصاب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجتا اور خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نہ جانے دیتا کیونکہ وہ خرقان کی نسبت تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ یعنی خرقانی رحمۃ اللہ علیہ منتہی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے یعنی منتہی غیر مرجوع تھے نہ کہ مطلق منتہی کیونکہ کامل افادہ نہ ہونا اس کے حق میں غیر واقع ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ منتہی تھے حالانکہ آپ کا افادہ سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار رجوع اور ہبوط پر ہے نہ کہ انتہا اور عدم انتہا پر۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا بہت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے اسی طرح اس کو اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء جو صاحب علم اور کشف ہیں ان کے لئے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اس کو اطلاع دے دیں بلکہ ان کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور دور دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب و غریب کام ظہور میں لائیں جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ ساختہ اند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ترجمہ: بہانہ ہے ہمارا اور تمہارا درمیاں میں

حضرت مخدوم قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا اور موسم حج میں حاضر پایا ہے اور ہم نے آپ سے مل کر حج کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے۔ کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا سب کاموں کی اصل حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ ہاں اگر آپ کی طلب اور پیاس زیادہ معلوم کی تو بہت جلدی اس سے زیادہ کچھ لکھا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

# مکتوب (۲۱۷)

اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے۔ اسی قدر بہتر ہے اور اس بیان میں کہ کیا باعث ہے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشف غلط واقع ہوتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور قضائے معلق اور قضائے مبرم کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے حکم میں اور اس بیان میں کہ جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب وسنت ہے اور اس بیان میں کہ بعض طالبوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینا اور ان کے کمال اور تکمیل کی علامت نہیں ہے اور اس کے متعلق بیان میں ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العالمین کی حمد اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

مدت گزری ہے کہ اپنے احوال و اوضاع سے آپ نے اطلاع نہیں دی۔ ہر حال میں استقامت مطلوب ہے۔ کوشش کریں کہ ازروئے عمل اور اعتقاد کے سرمو خلاف شریعت سرزد نہ ہو اور باطنی نسبت کی حفاظت نہایت ہی ضروری ہے اور باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے اسی قدر زیبا ہے اور جس قدر حیرت تک پہنچے اسی قدر بہتر ہے کیونکہ کشوف الٰہی اور ظہورات اسمائی سب راستہ کے درمیان ہیں۔ وصول کے بعد یہ سب کم ہو جاتے ہیں اور جہالت اور مطلوب کے نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پانے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ کشوف کونی کی نسبت کیا لکھا جائے کیونکہ ان میں خطا کی مجال بہت ہے اور غلطی کا گمان غالب ہے۔ ان کے عدم و وجود کو یکساں جاننا چاہئے اگر پوچھیں کہ کیا سبب ہے کہ بعض کشوف میں جو اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں، غلطی واقع ہو جاتی ہے اور ان کے برخلاف ظہور میں آتا ہے۔

مثلاً خبر دی کہ فلاں آدمی ایک ماہ کے بعد مر جائے گا یا سفر سے واپس وطن میں آئے گا۔ اتفاقاً ایک ماہ کے بعد ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی وقوع میں نہ آئی تو اس کا یہ جواب ہے کہ وہ چیز جس کا کشف ہوا ہے اور اس کی خبر دی گئی ہے اس کا حاصل ہونا شرائط پر مشروط تھا کہ صاحب کشف نے اس وقت ان شرائط سے مفصل طور پر اطلاع نہیں پائی اور مطلق طور پر اس شے کے حاصل ہونے کا حکم کیا ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ لوح محفوظ کے احکام میں سے کوئی حکم عارف پر ظاہر ہوا ہے کہ وہ حکم فی نفسہ محو و اثبات کے قابل ہے اور قضاء معلق کی قسم سے ہے لیکن اس عارف کو اس حکم کے محو و اثبات کی تعلیق اور قابلیت سے کچھ خبر نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر اپنے علم کے موافق حکم کرے گا تو اس میں ضرور ہی خلاف کا احتمال ہو گا۔

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مر جائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا۔ اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں۔ ایک کنواری بیوی، دوسرا حلوا۔ حضور نے دونوں چیزیں مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ جوان اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ حلوے کا طبق ان کے آگے رکھا تھا کہ اسی اثناء میں ایک سائل محتاج نے دروازہ پر آ کر اپنی حاجت کو ظاہر کیا اس جوان نے وہ حلوے کا طبق اٹھا کر اس فقیر کو دے دیا جب صبح ہوئی۔ حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اس جوان کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنے لگے جب دیر ہو گئی تو فرمایا کہ اس جوان کی خبر لاؤ کہ کیا حال ہے۔ معلوم ہوا کہ خوش وخرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس حلوے کے صدقہ نے اس جوان کی بلا کو دفع کیا جب اس کے بستر ے کو دیکھا تو اس کے نیچے ایک بڑا سانپ مردہ پایا اور اس کے پیٹ میں اس قدر حلوا پڑا ہوا دیکھا کہ حلوے کی زیادتی سے جان دے دی لیکن یہ فقیر اس نقل کو پسند نہیں کرتا اور جبرائیل علیہ السلام پر خطا تجویز نہیں کرتا کیونکہ وہ وحی قطعی کا حامل ہے اور وحی کے حامل پر خطا کا احتمال تجویز کرنا برا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جانتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہیں کہ اس کی عصمت و امانت اور خطا کا احتمال نہ ہونا اس وحی سے مخصوص ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف تبلیغ پر موقوف ہے اور اس خبر میں اس قسم کی وحی نہیں ہے بلکہ علمی اخبار ہے اور لوح محفوظ سے مستفاد ہے جو محو و اثبات کا محل ہے تو اس خبر میں خطا کی مجال ہو سکتی ہے برخلاف وحی کے جو مجرد تبلیغ ہے۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا جیسا کہ شہادت اور اخبار کے درمیان فرق ہے کیونکہ اوّل شرع میں معتبر ہے اور دوسرا غیر معتبر۔

اے میرے سعادت مند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہئے کہ قضا دو قسم پر ہے۔ (۱) قضائے معلق (۲) قضائے مبرم۔

قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے اور قضائے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا، یہ قضائے مبرم کے بارے میں ہے اور قضائے معلق کے بارے میں فرماتا ہے۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتَابِ جسے چاہتا ہے، مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی تبدیلی کی مجال نہیں ہے، مگر مجھے ہے اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیہ کے دفع کرنے کے در پے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سید محی الدین قدس سرہ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہ کی بات بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے کیونکہ اس میں تصرف وتبدل عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی۔ قسم اخیر میں پایا اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرما دیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً عَلَیْهِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَالْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّیْهِمْ وَمُتَابِعِیْ اٰثَارِهِمْ بِبَرَکَۃِ هٰؤُلَاءِ الْکُبَرَاءِ وَیَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْداً قَالَ اٰمِیْناً اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ایسی حمد کثیر اور طیب اور مبارک جیسا کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے اور اولین وآخرین کے سردار اور انبیاء ومرسلین کے ختم کرنے والے پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کی آل واصحاب اور ان کے تمام بھائیوں یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکوں اور تمام مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ وسلام وتحیت ہو۔ یا اللہ تو ہم کو ان بزرگواروں کی برکت سے ان سب کا محب اور ان کے افعال کا تابعدار بنا اور اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اس بندے پر جس نے آمین کہا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ بعض مسلمہ مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت اور حقیقت میں کاذب ہیں۔ علوم الہامی کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ صاحب الہام تمیز نہیں کر سکتا بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ پس ان علوم کے بعض اجزا میں خطا ہونے کے باعث مجموع علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور واقعات میں امور غیبی کو دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں تو اس خیال کے موافق حکم کرتا ہے اور خطا واقع ہو جاتی ہے اور نہیں جانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اور تاویل وتعبیر پر محمول ہیں۔ اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔ غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے۔ وہ صرف کتاب وسنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصلوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصول کے سوا اور جو کچھ ہو۔ خواہ صوفیہ کے علوم ومعارف ہوں اور خواہ ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے کشف والہام۔ اگر ان اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجد وحال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں، نیم جو سے بھی نہیں خریدتے اور کشوف والہامات کو جب تک کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہ رکھ لیں نیم چیتل کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کی حقیقت پر جو ایمان کی حقیقت ہیں، یقین زیادہ ہو جائے اور احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو۔ نہ کچھ اور امر اس کے سوا کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت کو ہے اور دنیا میں ثابت نہیں ہے اور وہ مشاہدے اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں۔ وہ ظلال سے آرام اور شبہ ومثال کے ساتھ تسلی کیے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس راہ میں مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جائے گا اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جائے گا اور اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کہوں تو حق باطل سے ملا رہے گا البتہ اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ کی تجلیات ومشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہاڑ کی تجلی وشہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اگر درست نہ ہوں تو ناچار ظلال اور شبہ ومثال پر محمول کرنے چاہئیں تو پھر شاید درست ہوں کیونکہ تجلی سے مقصود دک وفک یعنی پارہ پارہ ہونا ہے اور دنیا میں اس سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ باطن پر متجلی ہو خواہ ظاہر پر دک وفک ضرور ہے لیکن خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے پاک ہیں۔ آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سر مو اپنی جگہ سے نہ ہلے اور آپ کے کامل تابعداروں کو جو اس مقام سے نصیب رکھتے ہیں۔ وہ رویت ظلال میں سے کسی ظل کے پردہ کے بغیر نہ ہوگی۔ صاحب تجلی سمجھے یا نہ سمجھے جب کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال کے مشاہدے سے بغیر اس بات کے کہ تجلی ہو، بیہوش ہو گئے تو پھر اوروں کا کیا حال ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگوں کو گمراہی کے بھنور سے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں اور آپ بھی ان طالبوں کے ساتھ مل کر مشغولی کریں اور ترقیات حاصل کریں اور اس سر رشتہ کو نگاہ رکھ کر کوشش کریں کہ ان کی اپنی بقیہ بری خصلتیں دور ہو جائیں اور مرید ومسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں نہ کہ یہ اجازت کمال وتکمیل کے وہم میں ڈال دے اور مقصود سے ہٹا رکھے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہے۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۲۱۸)

پیر طریقت کے آداب کو مدنظر رکھنے کے بیان میں ملا داؤد کی طرف لکھا ہے۔

میرے عزیز بھائی! مولانا داؤد کا مکتوب شریف پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ و پیراستہ کرے۔

باطنی سبق کے تکرار کرنے اور خواجگان قدس سرہم کے طریقہ پر استقامت کرنے میں ایسا نہ ہو کہ پراگندہ توجہوں سے فتور پڑ جائے اور اگر بالفرض کچھ ظلمت و کدورت طاری ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا اور زاری اور نیاز و شکستگی بجالائیں اور اپنے مربی یعنی پیر کی طرف جو اس دولت کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔ پورے طور پر متوجہ ہوں اور حضور و غیبت میں اس بڑی دولت کے وسیلوں یعنی پیروں کے آداب کو اچھی طرح مدنظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضامندی کا وسیلہ بنائیں۔ نجات و خلاصی کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۱۹)

اس بیان میں کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے اور باطنی مرض سے جو دل کی گرفتاری سے مراد ہے، غافل پڑا ہے اور اس کے مناسب بیان میں میرزا ایرج کی طرف لکھا ہے۔

عَصَمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَعِضُّكُمْ وَصَانَكُمْ عَمَّا شَانَكُمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ سید الاولین و آخرین ﷺ کے طفیل آپ کو اس چیز سے بچائے جو آپ کو داغدار کرے اور اس چیز سے محفوظ رکھے جو آپ کو عیب لگائے۔

اے سعادت و شرافت کے نشان والے آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتی ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تاکہ وہ مرض دفع ہو جائے اور وہ آفت دور ہو جائے لیکن مرض قلبی نے جو ماسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے اس پر اس طرح غلبہ پایا ہوا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



گرفتار کردے۔ اس کے دور کرنے کا فکر نہیں کرتا اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پرلے درجے کا احمق ہے اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی پلید ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس مرض کے سمجھنے کے لئے عقل معاد درکار ہے کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی سے ظاہر بینی پر لگی ہوئی ہے اور عقل معاش جس طرح باطنی امراض کو فانی عیش وعشرت کے باعث مرض خیال نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد بھی ظاہری امراض کو عاقبت کے ثوابوں کی وجہ سے مرض نہیں جانتی۔ عقل معاش کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی نظر تیز۔

عقل معاد انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور عقل معاش دولت مندوں اور دنیاداروں کا حصہ ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور وہ اسباب جو عقل معاد کو برانگیختہ کرنے والے ہیں، موت کا ذکر۔ آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے جو دولت آخرت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

داد یم ترا ز گنج مقصود نشانے　　ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ　تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے　　ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

جاننا چاہئے کہ جس طرح ظاہری مرض احکام شرعیہ کے بمشکل ادا ہونے کا باعث ہے۔ مرض باطن بھی اسی دشواری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے بہت بھاری ہے اور فرماتا ہے وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ بیشک نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر۔

ظاہری مرض میں قویٰ اور اعضاء کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے ورنہ تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیت کریمہ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا اور آیت کریمہ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے، دونوں اس مطلب پر گواہ ہیں۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ:　اگر کوئی نہیں بینا گناہ سورج کا ہے پھر کیا

پس اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے اور حاذق طبیبوں کی طرف التجا کرنا فرض عین ہے۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصدوں کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۲۲۰)

صوفیوں کی بعض غلطیوں اور ان غلطیوں کے منشاء کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی سب آل واصحاب پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اس طرف کے فقراء کے احوال واوضاع دن بدن شکر کی زیادتی کا موجب ہیں اور دور افتادہ دوستوں کے بارے میں بھی یہی امید رکھتا ہے۔

اے عزیز! اس غیب الغیب یعنی اندھا دھند رستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ اعتقادات اور عملیات میں شریعت کو مد نظر رکھ کر زندگانی بسر کریں۔ حضور وغیبت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے۔ اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔

فقیر اس راستہ کی بعض غلطیوں کو لکھتا ہے اور اس غلط کا منشاء مقرر کرتا ہے۔ امید ہے کہ اعتبار کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے اور ان مذکورہ جزئیات کے ماسوا ان کے اندازہ کے موافق کام کریں گے۔

جان لیں کہ صوفیہ کی بعض غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے بلند پاتا ہے جن کی افضلیت علماء کے اجماع سے ثابت ہوئی حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگواروں کے مقامات سے نیچے ہے بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں، واقع ہو جاتا ہے۔ عیاذاً باللہ من ذلک اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ اس بات میں بعض کی غلطی کا منشا یہ ہے کہ انبیاء واولیاء میں سے ہر ایک کا عروج پہلے ان اسماء تک ہے جو ان کے وجودی تعینات کے مبدء ہیں اور اس عروج سے ولایت کا اسم متحقق ہوتا ہے۔ دوسرے عروج ان اسماء میں اور ان اسماء سے الا ماشاء اللہ۔ لیکن باوجود اس عروج کے ان میں سے ہر ایک کا مقام ومنزل وہی اسم ہے جو اس کے وجودی تعین کا مبدء رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامات عروج میں جو کوئی ان کو ڈھونڈتا ہے اکثر انہی اسماء میں پاتا ہے کیونکہ ان بزرگواروں کے طبعی مکان مراتب عروج میں وہی اسماء ہیں اور ان اسماء سے عروج وہبوط کرنا عوارض کے سبب سے ہے۔ پس جب بلند فطرت سالک کی سیر ان اسماء سے بلند تر واقع ہو تو ضرور ان اسماء سے بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بالاتر جائے گا اور اس کو یہ وہم پیدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بچائے کہ یہ وہم اس پہلے یقین کو دور کر دے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افضل ہونے اور اولیاء کے اولیٰ ہونے میں جو اجماع کے ساتھ افضل ہیں، اشتباہ پیدا کرے۔ یہ مقام سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان بزرگواروں نے ان اسماء سے بے نہایت عروج فرمائے ہیں اور فوق الفوق میں پہنچے ہوئے ہیں اور نیز جاننا چاہئے کہ وہ اسماء ان کے عروج کے طبعی مکان ہیں اور اس کا بھی اس جگہ طبعی مکان ہے جو ان اسماء سے بہت نیچے اور پست ہے کیونکہ ہر شخص کا افضل ہونا اس کے اسم کے اقدم ہونے کے اعتبار سے ہے جو اس کے تعین کا مبدء ہوا ہے۔

اسی قسم سے ہے یہ بات جو بعض مشائخ نے کہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کے مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ حائل نہیں ہوتی اور اس کے وسیلہ کے بغیر ترقی کرتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ رابعہ رضی اللہ عنہا بھی اسی جماعت سے ہے۔ یہ لوگ چونکہ عروج کے وقت اس اسم سے جو برزخیت کبریٰ کے تعین کا مبدا ہے، اوپر گزرے ہیں۔ اس لئے ان کو وہم ہوا ہے کہ برزخیت کبریٰ درمیان حائل نہیں رہی اور برزخیت کبریٰ سے ان کی مراد حضرت رسالت خاتمیت ﷺ کی حقیقت ہے اور اصل معاملہ وہی ہے جو اوپر گزرا ہے۔

اور بعض دوسرے کی اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ جب سالک کا سیر اس اسم میں واقع ہوتا ہے جو اس کے یقین کا مبدء ہے اور وہ اسم مجمل طور پر تمام اسماء کا جامع ہے کیونکہ انسان کی جامعیت اسی قسم کی جامعیت کے باعث ہے۔ پس ناچار اس ضمن میں وہ اسماء بھی جو دوسرے مشائخ کے تعینات کے مبدء ہیں۔ مجمل طور پر اس سیر میں قطع کرے گا اور ہر ایک سے گزر کر اس اسم کے منتہا تک پہنچ جائے گا اور اپنی فوقیت کا وہم پیدا کرے گا اور نہیں جانتا کہ مقامات مشائخ سے جو کچھ اس نے دیکھا ہے اور ان سے گزر کیا ہے۔ ان کے مقامات کا نمونہ ہے نہ کہ ان مقامات کی حقیقت اور جب اس مقام میں اپنے آپ کو جامع معلوم کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزاء خیال کرتا ہے تو اپنے اولیٰ ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اسی مقام میں شیخ بسطام قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمد ﷺ کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہیں۔ غلبہ سکر کے باعث نہیں جانتا کہ اس کے جھنڈے کی بلندی محمد ﷺ کے جھنڈے سے نہیں ہے بلکہ ان کے جھنڈے کے نمونہ سے ہے جو ان کے اسم کی حقیقت کے ضمن میں مشہور ہوا ہے اور اسی قسم سے ہے وہ بات جو انہوں نے اپنے قلب کی وسعت کے بارے میں کہی ہے کہ اگر عرش اور مافیہ کو عارف کے قلب کے گوشہ میں رکھ دیں تو کچھ محسوس نہ ہو۔ یہاں بھی نمونہ کا حقیقت سے اشتباہ ہے ورنہ عرش کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مقابلہ میں جس کو حق تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔ عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا سواں حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا قلب ہی کیوں نہ ہو کیونکہ رویت اخروی عرش کے ظہور پر متحقق ہوگی۔ یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیاء کو ناگوار گزرے گی لیکن آخر کار ایک دن ان کی سمجھ میں آ جائے گی۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے جب اس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزاد یکھتا ہے اور جب یہ دید غالب آ جائے تو کچھ دور نہیں کہ اگر وہ یہ بات کہہ دے کہ میں کرۂ زمین سے بڑا ہوں اور آسمانوں سے فراخ تر ہوں۔ اس وقت عاقل لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کی عظمت و بڑائی اس کے اپنے اجزاء سے ہے اور کرۂ زمین اور آسمان حقیقت میں اس کے اجزاء نہیں ہیں بلکہ اس کے ان اجزاء کا نمونہ بنے ہوئے ہیں اور اس کی بزرگی ان نمونوں سے ہے جو اس کے اجزاء ہیں نہ کہ کرۂ ارضی وسماوی کی حقیقت سے اور اسی وجہ سے کہ کسی شے کا نمونہ اس کی حقیقت کے متشابہ ہوتا ہے۔ فتوحات مکیہ والے نے کہا ہے کہ جمع محمدی جمع الٰہی سے اجمع ہے کیونکہ جمع محمدی کونی اور الٰہی حقائق پر مشتمل ہے۔ پس اجمع ہوگی اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے۔ نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر۔ بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ **مَالِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابِ**۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور نیز اس مقام میں جبکہ سالک کا سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے، واقع ہوتا ہے تو بسا اوقات خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے۔ یہاں بھی سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اللہ پناہ دے کہ اس کمال سے کوئی اپنے آپ کو افضل جانے اور ہمیشہ کا خسارہ حاصل کرے۔

اچھا اگر بادشاہ عظیم الشان کسی زمیندار کی مدد سے جو اسی کی سلطنت میں داخل ہے، جائے اور اس زمیندار کے وسیلہ سے بعض مقامات میں پہنچے اور اس کے ذریعے سے بعض جگہوں کو فتح کرے تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے اور اس میں کیا فضیلت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں جزئی فضیلت کا احتمال ہے جو بحث سے خارج ہے کیونکہ ہر ایک حجام اور جولاہا اپنی کسی خاص وجہ سے باعث ہر عالم ذوفنوں اور حکیم بوقلموں پر فضیلت رکھتا ہے لیکن یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فضیلت اعتبار سے خارج ہے اور وہ جو معتبر ہے وہ فضیلت کلی ہے جو عالم وحکیم کے لئے ثابت ہے۔

اس درویش کو بھی اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوئے تھے اور اس قسم کی خیالی باتیں بہت پیدا ہوئی تھیں اور مدتوں تک یہ حالت رہی لیکن باوجود اس کے فضل خداوندی شامل حال رہا کہ پہلے دائمی یقین میں تذبذب پیدا نہ ہوا اور متفق علیہ اعتقاد میں فتور واقع نہ ہوا۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ اَلْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے اور جو کچھ مجمع علیہ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا۔ اس کا کچھ اعتبار نہ کرتا تھا اور اس کو نیک توجیہ کی طرف پھیرتا تھا اور مجمل طور پر اتنا جانتا تھا کہ اس کشف کے صحیح ہونے پر بھی یہ زیادتی جزئی فضیلت پر ہوگی اگرچہ یہ وسوسہ بھی پیش آتا تھا کہ فضیلت کا مدار قرب الٰہی پر ہے اور یہ زیادتی اسی قرب میں ہے، پھر جزئی کیوں ہوگی لیکن پہلے یقین کے مقابلہ میں یہ وسوسہ گرد کی طرح اڑ جاتا تھا اور کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا بلکہ توبہ واستغفار وسنت وجماعت کے معتقدات کے خلاف سرمو منکشف نہ ہو۔

ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں اور ان وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑا بے قرار اور بے آرام کیا اور بارگاہ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کا باعث ہوا۔ یہ حالت بہت مدت تک رہی۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا اور اس معاملہ میں اس عزیز کو اپنا مددگار بنایا۔ اسی اثناء میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کما حقہ ظاہر کر دی گئی اور حضرت رسالت خاتمیت ﷺ جو رحمت عالمیاں ہیں۔ ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غمناک دل کی تسلی کی اور معلوم ہوا کہ بیشک قرب الٰہی ہی فضل کلی کا موجب ہے لیکن یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے۔ الوہیت کے ان مراتب کے ظلال میں سے ایک ظل کا قرب ہے جو اس اسم سے مخصوص ہیں جو تیرا رب ہے۔ پس فضل کلی کا موجب نہ ہوگا اور اس مقام کی مثالی صورت کو اس طرح مجھ پر منکشف کیا کہ کوئی شک وشبہ نہ رہا اور اس اشتباہ کا محل بالکل دور ہو گیا اور بعض وہ علوم جو اشتباہ کا محل رکھتے ہیں اور ان میں تاویل وتوجیہ کی گنجائش ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھی تھی۔ زیادہ منکشف ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ ان علوم کے اغلاط کا منشاء جو محض فضل خداوندی جل شانہ سے ظاہر ہوا ہے، لکھے اور شائع کر دے کیونکہ گناہ مشتہر کیلئے توبہ کا اشتہار ضروری ہے تا کہ لوگ ان علوم سے خلاف شریعت نہ سمجھ لیں اور تقلید کر کے گمراہی میں نہ جا پڑیں یا تکلف وتعصب سے گمراہی وجہالت اختیار نہ کریں کیونکہ اس اندھا دھند رستہ میں اس قسم کی عجیب باتیں بہت ظاہر ہوتی ہیں جو بعض کو ہدایت کی طرف لے جاتی ہیں اور بعض کو گمراہی میں ڈال دیتی ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر (۷۲) گروہوں میں سے اکثر جو گمراہ ہو گئے ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں ان کا باعث طریق صوفیاء میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہو گئے۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۲۱)

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالوں کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہاء اس کی ابتداء میں مندرج ہونے اور اس طریق کے انتہاء کے بیان میں اور سفر در وطن اور خلوت در انجمن اور سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کے بیان میں اور اس بیان کہ اس طریق میں سیر کی ابتداء عالم امر سے ہے اور یہ طریقہ موصل الی اللہ طریقوں میں سے سب سے اقرب ہے اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کے ابتداء میں حلاوت اور وجدان ہے اور انتہاء میں بے مزگی اور فقدان جو نا امیدی کے لوازم سے ہے اور ایسا ہی اس طریق کے ابتداء میں قرب و شہود ہے اور انتہاء میں بعد و حرمان اور اس طریقہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے اور ذوق و معرفتوں کو علوم دینی کا خادم بنایا ہے اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے اور نہ کلاہ و شجرہ پر اور اس طریق میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علی صاحبہا والصلوٰۃ والسلام کے لازم پکڑنے سے ہیں اور اس طریق میں سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے اور خاموشی اس طریق کے لوازم سے ہے اور اس کے مناسب میں سید حسین مانک پوری کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

میرے عزیز بھائی! سیادت پناہ میر سید حسین نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کیا ہوگا اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


طریقہ علیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے عظام کے تمام طریقوں سے کئی وجہ سے ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہ دیا ہوگا۔ چونکہ آپ کو ملاقات کی فرصت کم ملی۔ اس لئے مطلب کو مدنظر رکھ کر اس طریقہ علیہ کی بعض خصوصیتوں اور کمالات کو علوم بلند و معارف ارجمند کے ضمن میں لکھتا ہے۔

اگرچہ معلوم ہے کہ اس قسم کے علوم و معارف کا سمجھنا بالفعل سننے والوں کے فہموں سے بعید ہے لیکن ایسے مصارف اختیار کرنا دو باتوں سے ہے ایک یہ کہ سننے والے کو ان علوم کی استعداد ہے اگرچہ اس کو بالفعل دور از کار دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اگرچہ ظاہر میں مخاطب معین ہے لیکن حقیقت میں مخاطب وہ شخص ہے جو اس معاملہ سے واقف ہے۔ اَلسَّیْفُ لِلضَّارِبِ (تلوار مارنے والے کیلئے ہے) مثل مشہور ہے۔

اے برادر! اس بلند طریق کے سرحلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام نبی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد حضور اور آگاہی ہے۔ بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے اور اس طریق میں نہایت اس کے ابتدا میں درج ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ: قیاس کرلے گلستان تو بہار مری

اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا ان کے ابتدا میں مندرج ہوئی تو پھر ان کی انتہا کیا ہوگی۔ نیز جب دوسروں کی نہایت وصول بحق ہے تو پھر ان کو حق سے آگے کہاں تک سیر میسر ہوگی۔

حالانکہ لَیْسَ وَرَاءُ الْعَبَّادَانِ قَرْیَۃُ (جزیرہ عبادان کے آگے اور کوئی گاؤں نہیں ہے) مثل مشہور ہے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میسر ہو جائے وصل عریانی ہے جس کے حاصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کا حاصل ہونا ہے۔ پس اس سے سمجھ لے کیونکہ ہمارے کلام وہ اشارہ ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ اس گروہ میں سے بعض نے وصل عریانی کا دم مارا ہے اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کے قائل ہوئے ہیں لیکن اگر دونوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دولتوں کا جمع ہونا ان کے پیش کیا جائے تو نزدیک ہے ان کو جمع ہونے کے ضدین خیال کریں اور محالات کی قسم سے جانیں۔ وہ جماعت جو وصل کا دعویٰ کرتی ہے یاس کو حرمان جانتی ہے اور وہ گروہ جو یاس کے مدعی ہیں وصل کو عین فصل خیال کرتے ہیں یہ سب کچھ اس بلند مرتبہ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس عالی مقام کا ایک پرتو ان کے باطن پر چمکا ہے جس کو بعض نے وصل خیال کیا ہے اور بعض نے یاس۔ اور یہ تفاوت ہر ایک گروہ کی استعداد سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک گروہ کی استعداد کے مناسب وصل ہے اور دوسرے گروہ کی استعداد کے مناسب یاس۔

اس حقیر کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے اگرچہ وصل و یاس ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ اس جواب سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی روشن ہو گیا' کیونکہ وصل مطلق اور ہے اور وصل عریاں اور۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور وصل عریانی سے ہماری مراد یہ ہے کہ حجاب سب کے سب اٹھ جائیں اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں اور چونکہ ہر قسم کی تجلیات اور مختلف قسم کے ظہورات بہت بڑے اور قوی حجاب ہیں اس لئے ان سب تجلیات و ظہورات سے گزر جانا اور آگے بڑھنا ضروری ہے۔ خواہ یہ تجلی و ظہور امکانی آئینوں میں ہو' خواہ وجوبی مظہروں میں کیونکہ اصل حجابوں کے حاصل ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اگر کچھ فرق ہے تو شرف اور رتبہ میں ہے اور وہ طالب کی نظر سے خارج ہیں۔

اگر پوچھیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تجلیات کی نہایت ہے۔ حالانکہ مشائخ طریقت نے تصریح کی ہے کہ تجلیات کی نہایت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجلیات کا بے نہایت ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اسماء و صفات میں سیر مفصل طور پر واقع ہو۔ اس تقدیر پر حضرت ذات تک پہنچنا میسر نہیں ہے اور وصل عریانی حاصل نہیں بلکہ حضرت ذات تک پہنچنا اسماء و صفات کو مجمل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اس وجہ سے تجلیات کی نہایت ہو گی اور اگر کہا جائے کہ تجلیات ذاتیہ کو بھی بے نہایت کہا ہے چنانچہ مولوی جامی قدس سرہ نے شرح معمات میں اس کی تصریح کی ہے۔ پس تجلیات کی نہایت کہنا کس وجہ سے درست ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ تجلیات ذاتیہ بھی شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں کیونکہ اس ملاحظہ کے بغیر تجلی کا ہونا ممکن نہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ایک ایسا امر ہے جو تجلیات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات صفاتی ہوں خواہ ذاتی کیونکہ اس مقام میں تجلی کا اطلاق جائز نہیں۔ اس لئے تجلی پر تجلی کا ہونا مراد ہے شے کے ظہور سے جو دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں ہو۔ جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور یہاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سب مراتب ساقط ہو گئے ہیں اور تمام مسافت طے ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ پوچھیں کہ ان تجلیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ تجلیات اگر معانی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں تو تجلیات صفات ہیں اور اگر غیر زائدہ معانی کے ملاحظہ سے ہیں تو تجلیات ذات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت کے ظہور کو جو تعین اوّل ہے اور ذات پر زائد نہیں ہے۔ بزرگوں نے تجلی ذات کہا ہے اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالیٰ وتقدس سے جہاں معانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ معانی زائد ہوں یا غیر زائد کیونکہ معانی سب کے سب مجمل کے طور پر طے ہو کر حضرت ذات تعالیٰ تک وصول میسر ہوا ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ وصل اس مقام میں مطلب کی طرح بیچون وبیچگون ہے اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے وہ بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔ **لَا يَحْمِلُ عَطَايَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَايَاهُ** بادشاہوں کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

ترجمہ: جان انساں سے خدا کا اس طرح ہے اتصال
جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

اس طریقہ علیہ کے مشائخ میں سے کسی نے اپنے نہایت کی خبر نہیں دی ہے۔ سب نے اپنے طریق کے ابتدا کی نسبت کہا ہے کہ نہایت اسی میں مندرج ہے۔ جب ان کی ابتداء میں دوسروں کی انتہا ملی ہوئی ہو تو ان کی نہایت بھی اسی بدایت کے مناسب ہونی چاہئے اور وہ وہی ہے جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر نے امتیاز حاصل کی ہے۔

اگر بادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ: اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں
تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

**لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰى ذٰلِكَ** اس بات پر اللہ کی حمد اور احسان ہے۔

اے برادر! اس طریق سے اور دوسرے طریقوں سے اس نہایت کے واصل بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اگر ان کے افراد کی تعداد ظاہر کریں تو نزدیکی ہے کہ نزدیک لوگ دوری اختیار کریں اور بعیدوں کے انکار سے تو کچھ تعجب ہی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے صدقہ سے نہایت النہایت تک کمال وصول کرسکتے ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور اس طریقہ علیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک سفر در وطن ہے جو سیر انفسی سے مراد ہے اگرچہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں سے ثابت ہے لیکن وہ سیر سیر آفاقی کے قطع کرنے کے بعد نہایت میں میسر ہوتا ہے اور اس طریقہ میں ابتدا اس سیر سے ہے اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں قطع ہو جاتا ہے۔ پس اس سیر کا منشا جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے ابتدا میں انتہا کا مندرج ہونا ہے اور دوسرا خاصہ خلوت در انجمن ہے جو سفر در وطن پر متفرع و مترتب ہے جس سفر در وطن میسر ہو جائے۔ خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا پس انجمن کا تفرقہ سفر در وطن کے خلوت خانہ میں تفرقہ نہیں ڈالتا اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا یہ خلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق میں چونکہ ابتدا ہی میں میسر ہو جاتی ہے اس لئے اس طریق کے خاصوں میں سے ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو۔ یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہو اور متکلم ومخاطب نہ ہو نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے۔

اے برادر! یہ سب حیلہ و تکلف ابتدا اور وسط ہی میں ہے اور انتہاء میں اس قسم کا حیلہ و تکلف درکار نہیں ہے۔ عین تفرقہ میں جمعیت سے ہے اور نفس غفلت میں حاضر ہے اس سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ منتہی میں تفرقہ وعدم تفرقہ مطلق طور پر مساوی ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ تفرقہ وعدم تفرقہ اس کے باطن کے نفس جمعیت کے برابر ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور ظاہر سے بھی تفرقہ کو دفع کر دے تو پھر بہت ہی بہتر اور مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو امر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلاً اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑ۔

جاننا چاہئے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا تا کہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے لیکن تفرقہ باطن کسی وقت میں جائز نہیں کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لئے ہے۔

پس مسلمان بندوں سے تین حصے خدائے تعالیٰ کے لئے مقرر ہوئے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے ایک نصف اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے اس لئے وہ دوسرا نصف بھی حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ کُلُّهٗ فَاعۡبُدۡهُ وَ تَوَکَّلۡ عَلَیۡهِ وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ سب امر اسی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر اور اس پر توکل کر اور تیرا رب اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں۔

اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہیں کہ اس طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے تو گنجائش رکھتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ابتدا کی سیر اس طریق میں انتہا کے سیر میں مندرج ہے نہ یہ کہ انتہا سے ابتداء کی سیر کے لیے اتر آتے ہیں اور نہایت کی سیر تمام کرنے کے بعد بدایت کی سیر کرتے ہیں اس مضمون سے اس شخص کا خیال باطل ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ اس طریق کی انتہاء دوسرے مشائخ کے طریقوں کی ابتدا ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ اس طریقہ کے بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ اسماء وصفات میں ان کا سیر ان کی نسبت کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ پس درست ہوا کہ ان کی نہایت دوسروں کی ہدایت ہے۔ کیونکہ اسماء وصفات کی سیر تجلیات ذاتیہ کے سیر کی نسبت ابتداعین ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کی سیر اسماء وصفات میں تجلیات ذاتیہ کے سیر کے بعد نہیں ہے بلکہ اس سیر کے ضمن میں وہ سیر بھی واقع ہو جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب سیر اسمائی وصفاتی کسی عارضہ کے پیش آنے کے باعث ظہور کرتا ہے اور تجلیات ذاتی کا سیر پوشیدہ ہو جاتا ہے تو خیال میں آتا ہے کہ اس سیر کو تمام کر کے عارضہ کے باعث تجلیات اسمائی وصفاتی میں داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہاں ولایت کے مدارج میں سیر پورا کرنے کے بعد خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کیلئے عالم کی طرف جو رجوع واقع ہوتا ہے اگر اس رجوع کو ان کی نہایت سمجھ کر اپنی بدایت تصور کیا ہو تو بعید نہیں لیکن کس طرح کہے جب کہ اس کے مشائخ نہایت میں ہی رجوع رکھتے ہیں اور نیز نہایت وبدایت سے مراد ولایت کا نہایت وبدایت ہے اور یہ رجوع کا سیر ولایت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ مرتبۂ دعوت وتبلیغ کا ایک حصہ ہے اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے اور بے شک موصل ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فرمایا حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصل ہے اور آپ کی یہ التجا قبول ہوگئی ہوئی ہے۔

چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ کیوں کہ اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہا اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔ وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ: اگر کوئی ہو خود اندھا نہیں خورشید پھر مجرم

ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور۔ کیونکہ حقیقت میں اس طریق کا رہبر موصل ہے نہ نفس طریق۔ اور اس طریق میں ابتدا میں حلاوت و وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان۔ جو ناامیدی کے لوازم سے ہے برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بے مزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہاء میں حلاوت و وجدان اور ایسا ہی اس طریق کے ابتداء میں قرب و شہود ہے اور انتہاء میں بعد و حرمان۔ برخلاف دوسرے مشائخ کرام کے طریقوں کے۔

پس اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہئے اور اس بلند طریق کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہئے کیونکہ قرب و شہود اور حلاوت و وجدان دوری اور مہجوری سے خبر دیتے ہیں اور بعد و حرمان اور بے حلاوتی اور فقدان نہایت قرب سے خبر دیتے ہیں عقل منداس بات کو سمجھتے ہیں۔

اس بھید کی شرح میں اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کو اپنے نفس سے زیادہ تر اپنے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے اور قرب و شہود اور حلاوت و وجدان اس کیلئے اپنے نفس کے حق میں مفقود ہیں اور اپنے غیر کی نسبت جس سے بیگانگی رکھتا ہے۔ یہ سب نسبتیں موجود ہیں۔ فَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْاِشَارَةُ پس عقلمند کے لئے ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

اور اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے اور ذواق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم بنایا ہے۔

احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیاء کی بے ہودہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں۔ قبول نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماع و رقص کو پسند نہیں کرتے اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کا حال دائمی ہے اور اس کا وقت استمراری وہ تجلی ذاتی دوسروں کو برق خاطف کی طرح ہے۔ ان کیلئے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے بلکہ ان کا معاملہ حضور و تجلی سے بدتر ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ علیہ کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ واعلیٰ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا کام اس سے بلند تر ہے اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلم و تعلیم پر موقوف ہے نہ کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں موسوم ہے حتیٰ کہ ان میں سے متأخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد تجویز نہیں کرتے۔ اور طریق سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے اور آداب پیری کو اس کے حق میں مدِ نظر نہیں رکھتے۔ یہ ان کی بڑی جہالت اور نادانی ہے نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے۔ بلکہ پیر اوّل کی عین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اس بات کی تجویز کیلئے علمائے بخارا سے اس بات کا فتویٰ درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے بلکہ روا ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک ہی سے میسر ہو جائیں، تو زہے قسمت و نعمت اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے۔

جاننا چاہئے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے۔ برخلاف پیر خرقہ کے پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہئے اور پیر بننے اور کہلانے کا زیادہ مستحق یہی ہے اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجا لانے اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے نفس امارہ کی خواہشوں کو دور کرنا مقصود ہے جو اپنے مولائے جل شانہ کی دشمنی میں قائم ہے۔ پس نفسانی خواہشوں کا دور ہونا احکام شرعی کے بجا لانے پر وابستہ ہے۔ جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہو گا۔ اسی قدر ہوائے نفس سے دور تر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوگا کیونکہ نفس پر شریعت کے اوامر ونواہی کے بجا لانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں ہیں کیونکہ جوگی اور ہندو برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں اور اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تقلید پر منحصر ہے۔ اس کے تصرف کے بغیر کچھ کام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ابتدا میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیچونی اور بچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے۔ بیخودی کی وہ کیفیت جس کیلئے انہوں نے مختص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے اور وہ توجہ جوشش جہت سے معرا ہے اس کا وجود طالب کے حوصلہ باہر ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند  که برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ: عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی
که لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور وآ گاہی بخش دیتے ہیں۔ اس طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام کے غضب سے بچائے۔

اور اس طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ ان بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ جس کو ہماری خاموشی سے نفع حاصل نہ ہوا۔ وہ ہمارے کلام سے کیا نفع حاصل کرے گا اور اس خاموشی کو انہوں نے تکلف کے ساتھ اختیار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے طریق کے لوازم اور ضروریات سے ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف ہے اور اسم وصفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتے اور معلوم ہے کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوگئی) اس بات کی مصداق ہے۔

اب ہم اس گفتگو کو اللہ کی حمد اور اس کے حبیب کی صلوٰۃ پر ختم کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اللہ رب العالمین کی حمد اور حضرت سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

# مکتوب (۲۲۲)

احوال کی خرابی اور اپنے حسنات کو کم دیکھنا اور متہم رکھنا اور اس دید قصور کا ولایت کے کمالات کے ساتھ جمع ہونے بلکہ اس دید کا ان کمالات کا اثر ہونے اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِکَ وَ ثَبِّتْنَا عَلٰی طَاعَتِکَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ یا اللہ تو ہم کو اپنی رضامندی کی توفیق بخش اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھ۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک اس کے بائیں طرف کے عمل لکھنے والے فرشتے اس کے عمل نامہ میں کچھ لکھنے نہ پائیں۔ اور یہ فقیر بتقصیر ذوق سے اپنے حق میں معلوم کرتا ہے کہ کاتب یمین معلوم نہیں کہ بیس سال کی مدت میں بھی کوئی ایسی نیکی پائے جو اس کے عمل نامہ میں درج کرے۔ خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ فقیر اس بات کو بناوٹ اور تکلف سے نہیں کہتا اور نیز از روئے ذوق کے معلوم کرتا ہے کہ کافر فرنگ اس سے کئی درجے بہتر ہے اور اس کا باعث پوچھیں تو جواب سے عاجز نہیں اور نیز ذوق کے طریق پر اپنے آپ کو برائیوں کا احاطہ کئے ہوئے جانتا ہے اور گناہوں کو شامل کئے ہوئے خیال کرتا ہے اور وہ نیکیاں جو سرزد ہوتی ہیں۔ اپنے کاتب شمال کو ان کے لکھنے کا زیادہ مستحق پاتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ اس کا تب شمال ہمیشہ اپنے کام میں ہے اور کاتب یمین معطل وبیکار ہے اور دائیں طرف کے عمل نامے کو خالی اور سفید اور بائیں طرف کے عمل نامہ کو بھرا ہوا اور سیاہ جانتا ہے۔ رحمت کے سوا اسے کوئی امید نہیں اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں جانتا۔

دُعَا اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجیٰ عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ (یا اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت پر زیادہ امید ہے) اس کے حال کے موافق ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کے فیوض وواردات جو ہمیشہ کمال اور تکمیل کے درجوں میں فائض اور وارد ہیں وہ اس دید قصور کی تائید کرتے ہیں اور اس عیب بینی کو تقویت دیتے ہیں اور بجائے غرور کے منقصت زیادہ کرتے ہیں اور بجائے رفعت وتکبر کے تواضع اور فروتنی کو بڑھاتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں اور ایک ہی وقت میں کمالات ولایت سے بھی مشرف ہے اور دید قصور سے بھی متصف ہے۔ جس قدر بلند جاتا ہے اسی قدر زیادہ نیچے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہی اوپر جانا زیادہ نیچے دیکھنے کا سبب ہوا ہے۔ دانا اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں اور اگر بات کا بھید معلوم کریں تو پھر شاید یقین کرلیں۔

**سوال:** ان دو متنافی باتوں کے جمع ہونے کا گیا سر ہے اور ایک متنافی کا وجود دوسرے متنافی کے وجود کا کیوں سبب ہے؟

**جواب:** دونوں متنافیوں کا جمع ہونا اس شرط پر محال ہے جبکہ محل دونوں کا واحد ہو اور جس کا ہم ذکر کررہے ہیں اس میں محل متعدد ہیں۔ انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں اور نیچے آنے والے عالم خلق کے لطائف۔ عالم امر کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں۔ اسی قدر عالم خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں اور یہی بے مناسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے اسی قدر سالک کو زیادہ بے مزہ کرتا ہے اور عیوب وقصور کی دید زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منتہی مرجوع اس لذت وحلاوت کی آرزو کرتے ہیں جو ابتدا میں ان کو حاصل ہوئی تھی اور انتہاء میں ہاتھ سے جاتی رہی اور اس کی جگہ بے مزگی آگئی اور یہی وجہ ہے کہ عارف اپنے آپ سے کافر فرنگ کو بہتر جانتا ہے کیونکہ کافر میں اس کے عالم امر کے عالم خلق میں ملنے کے سبب سے نور الٰہی ظاہر ہے اور عارف میں یہ ملاوٹ دور ہو چکی ہے۔ عالم خلق تنہا جس کے باعث عارف سے انا سرزد ہوتا ہے جدا رہ گیا ہے جو سراسر ظلمت وکدورت سے پر ہے اور عالم امر کے لطائف خواہ کتنے ہی نیچے آئیں۔ عالم خلق کے ساتھ کوئی اختلاط نہیں رکھتے اور کچھ ملاوٹ حاصل نہیں کرتے جیسا کہ ابتدا میں رکھتے تھے۔

وہ مکتوب جو برادرم خواجہ محمد طاہر کے ہاتھ آپ نے بھیجا تھا پہنچا۔ رابطہ کا حاصل ہونا جو پوری مناسبت پر مبنی ہے۔ غیبت کے زمانہ میں بڑی نعمت سمجھیں اور موانع کے دور ہونے تک دلوں کے قرب پر کفایت کریں اور اس قرب کے باوجود بدنوں کے قرب کی خواہش کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ کیونکہ پوری نعمت اسی قرب پر موقوف ہے۔

خواجہ اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کو باوجود قرب قلبی کے چونکہ قرب بدنی حاصل نہ ہوا۔ اس لئے ان لوگوں میں سے ادنیٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہنچا۔ جن کو قرب بدنی حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا سونے کا پہاڑ خرچ کرنا اس کے ایک مد بھر جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا۔ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۲۲۳)

احوال واقعات کو شیخ بزرگوار کی خدمت میں ظاہر کرنے کی ترغیب میں خواجہ جمال الدین حسین کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

برادرم خواجہ جمال الدین حسین نے مدت سے اپنے احوال کی کیفیت سے اطلاع نہیں دی۔ آپ نے نہیں سنا کہ مشائخ کبرویہ اس مرید کو جو تین روز تک اپنے احوال وواقعات کو اپنے شیخ کی خدمت میں عرض نہ کرے کفِ پا فرماتے ہیں۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ پھر ایسا نہ کریں اور جو کچھ ظاہر ہوتا رہے لکھتے رہا کریں۔ میرے بزرگ بھائی کا مبارک آنا غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت ودلجوئی میں کوشش کریں اوران کی بزرگی صحبت کو بڑا عزیز جانیں۔ ع

داریم ترا ازگنج مقصود نشاں

ترجمہ ع بتایا تجھے گنج مقصود ہم نے والسلام

## مکتوب (۲۲۴)

آداب کی رعایت کرنے اور آزار کے ظن دور کرنے میں جس کا وہم ہوا تھا اور احتیاط کا امر کرنے اور تعلیم طریقت کے بارہ میں تاکید کرنے اور فقر کی سختی اور نامرادی برداشت کرنے اور بعض ان نصیحتوں اور تنبیہوں کے بیان میں جو اس مکتوب کی پشت پر ملا یار محمد قدیم کی طرف لکھیں تھی۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:-

میرے سعادت مند بھائی یعنی سیادت پناہ میر محمد نعمان کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ ان مقدمات کا مضمون جو آپ نے ترتیب دیئے تھے اوران مکتوب کا مطلب جو آپ نے لکھے تھے۔ واضح ہوا۔ لوگ آپ کو زمانہ کا عاقل کہتے ہیں پھر اس قسم کی باتیں اور اس شخص کے ساتھ جس سے چارہ نہیں ہے درمیان لانی کیا مناسب ہیں جبکہ اس سے قطع نہیں کر سکتے اور مفارقت نہیں حاصل کر سکتے۔ باوجود ان باتوں کے خیال نہ کریں کہ اس قسم کی باتوں سے فقیر کے دل میں کسی قسم کا غبار آیا ہو جس کا انجام آزار ہو۔ چہ جائیکہ بیزاری کی نوبت پہنچے۔ آپ کی خوبیاں نظر کے سامنے ہیں اور آپ کی لغزشیں اعتبار سے ساقط ہیں۔ کسی طرح اپنے دل کو پریشان نہ رکھیں اور کسی وجہ سے اس طرف کا آزار تصور نہ کریں کیونکہ کسی وجہ سے آزار واقع نہیں ہے اور آزار کیسے متصور ہو جب کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آزار کا موجب منتفی ہے۔ وہ امور جو بشریت کے لحاظ سے بھول چوک کر سرزد ہوں۔ مواخذہ کے لائق نہیں ہیں۔ آزار کا وہم دل سے دور کر کے طریقت کی تعلیم دینے اور طالبوں کے فائدہ پہنچانے میں سرگرم رہیں اور استخاروں کا حکم اس امر کی تاکید کیلئے ہے نہ کہ اس امر کی نفی کے لئے۔ کیونکہ جب شیطان لعین اور نفس بدترین اس مسکین کی گھات میں لگے ہوئے ہیں تو پھر بڑی احتیاط اور تاکید سے کام لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ مکر و حیلہ سے پھسلا دیں اور اپنے ڈھکوسلوں اور فریبوں سے برائیوں کو نیکیوں کی صورت میں ظاہر کریں۔

اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دشمن لعین جب طاعت و نصیحت کے رستہ سے آئے تو اس کا دفع کرنا بہت مشکل ہے۔ پس ہمیشہ روتے اور التجا کرتے رہیں اور بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں کہ اس راہ سے آپ کی خرابی اور استدراج مطلوب نہ ہو۔ استقامت کا طریق یہی ہے جو سعادت ابدی کی طرف رہنمائی کرے۔

دوسرا یہ امر ہے کہ فقر و نامرادی اس گروہ کا جمال اور حضرت سید الکونین ﷺ کی اقتدا ہے۔ حضرت حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ دار ہوا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس فکر و تردد سے فارغ کر دیا ہے جس قدر آدمی زیادہ ہونگے۔ اسی قدر رزق زیادہ ہوگا۔ آپ جمعیت کے ساتھ اس حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں متوجہ ہوں اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے کرم کے حوالہ کریں۔ والباقی عند التلاقی۔

بعض یاروں نے جو اس طرف آئے تھے ظاہر کیا کہ ابھی تک آزار کا وہم میرے دل میں متمکن ہے۔ اس لئے تاکید اور مبالغہ سے لکھا گیا ہے کہ آزار کے وہم کو دور کر دیں۔

دوسرا یہ کہ ایک خط ملا یار محمد قدیم کی طرف لکھا تھا جو پند و نصیحتوں پر مشتمل تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کا مضمون اس کی طبیعت کے پسند آئے یا نہ آئے' پرواہ نہیں۔ وہ لوگ جو اس فقیر کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اگر ان کی غلطی اور خطا کو انہیں نہ جتلائے اور حق کو باطل سے جدا نہ کرے تو اپنے ذمہ سے کس طرح بری ہوگا اور آخرت میں کیا منہ دکھائے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں ۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم     تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

ترجمہ: جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق
نصیحت تجھ کو آئے اس سے یا تجھ کو ملال آئے

جاننا چاہئے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں۔ ہر بے سروسامان کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے۔

گدائے مرد میدان کے شود      پشہ آخر سلمان کے شود

ترجمہ: گدا ہر اک نہیں ہے مرد میداں      کبھی مچھر نہیں بنتا سلیماں

احوال ومقامات کا مفصل علم ہونا اور مشاہدات وتجلیات کی حقیقت کا پہچاننا اور کشوف والہامات کا حاصل ہونا اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا۔ اس بلند مقام کے لوازم سے ہے۔ وَ بِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ اوران کے بغیر بے فائدہ رنج وتکلیف ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ طریقت کے بزرگوار قدس سرہم بعض مریدوں کو پیشتر اس کے کہ وہ مقام شیخی تک پہنچیں، کسی مصلحت اور بہتری کیلئے ایک قسم کی اجازت دے دیتے ہیں اور ایک طرح تجویز فرماتے ہیں کہ طالبوں کو طریقہ دکھائیں تا کہ احوال وواقعات پر اطلاع پائیں۔

اس قسم کی تجویز میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس مرید مجاز کو اس کام میں بڑی احتیاط سے کام کرنے کا امر کرے اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواد کو ظاہر کردے اور بار باران کے نقص پر اطلاع دے اور مبالغہ کے ساتھ ان کا ناقص ہونا ظاہر کردے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق کے ظاہر کرنے میں سستی کرے تو خیانتی ہے اور اگر مرید کو وہ باتیں بری معلوم ہوں تو وہ بدقسمت ہے۔ کیا نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی رضا مندی شیخ کی رضامندی سے وابستہ ہے اور حق تعالیٰ کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے۔ اس پر کیا بلا آپڑی وہ نہیں سمجھتا کہ ہم سے قطع کرنا اس کو کہاں تک پہنچادے گا اور اگر ہم سے قطع کرے گا تو اور کس سے جاملے گا اور اگر نعوذ باللہ اس قسم کا کوئی امر اس کے دل میں راہ پا گیا ہو تو بے توقف اس کو کہہ دیں کہ توبہ واستغفار کرے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرے کہ اس ابتلا وفتنہ عظیم میں اس کو مبتلا نہ کرے اور اس خطرناک بلاوآزمائش میں اس کو گرفتار نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یاروں کی اس بے پروائی اور اضطراب سے کسی قسم کا غبار اور آزار فقیر کے دل میں داخل نہیں ہوا۔ اس سبب سے امیدوار ہے کہ تمام کاموں کا انجام بخیر ہوگا اور باقی احوال واوضاع کو برادر سعادت مند مولانا صالح محمد مفصل بیان کریں گے اور آپ بعض شبہوں کے مقام کو ان سے دریافت کرلیں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲۲۵)

اس بیان میں کہ وہ احوال جو دوسروں کو نہایت میں میسر ہوتے ہیں۔ اس طریقہ علیہ کے ابتدا میں میسر ہو جاتے ہیں۔ لیکن بدائت میں نہایت مندرج ہونے کے طریق پر جو اس طریقہ علیہ کے لوازم سے ہے اور اس قسم کے احوال کا ابتدا میں ظاہر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ایسے احوال والے کو کامل مکمل کہیں اور طریقت کے سکھانے کی اجازت دیدیں اور اس کے مناسب بیان میں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے:-

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَ نُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس کے نبی اور آپ کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ آپ کے شریف خط پے در پے پہنچے۔ طالبوں کی ترقی اور ان کی التزا اور جمعیت کا حال پڑھ کر بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔

• حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ اس طریق میں نہایت ابتدا میں مندرج ہے۔ اس لئے اس طریقہ علیہ کے مبتدیوں کو ابتدا میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں جو منتہیوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک مشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال کے درمیان سوائے عارف کے جس کی نظر بصیرت تیز ہو کوئی فرق نہیں کر سکتا۔ پس اس لحاظ سے احوال کے حاصل ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے احوال والے کو طریقہ سکھانے کی اجازت نہ دینی چاہئے کیونکہ اس صورت میں طالبوں کے ضرر کی نسبت اس کا اپنا بڑا ضرر ہے۔ ممکن ہے کمال کا خیال کر کے ترقی سے رک جائے یا جاہ وریاست کے حاصل ہونے سے جو مقام ارشاد کیلئے ضروری ہے فتنہ میں پڑ جائے۔ کیونکہ اس کا نفس امارہ ابھی اپنے کفر کی حالت پر ہے اور اس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے انہیں نرمی اور محبت سے سمجھا دیں کہ اس قسم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے۔ ابھی بہت کام درپیش ہے اس قسم کے احوال جو ابتدا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں اور جو نصیحتیں مناسب جانیں عمل میں لائیں اور ان کے نقص پر ان کو اطلاع بخشیں اور چونکہ آپ نے ان کو اجازت دیدی ہے اس لئے طریقہ کو سکھانے سے ان کو منع نہ کریں۔ شاید آپ کی توجہ کی برکت سے مقام ارشاد کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔

دوسرا یہ ہے کہ جب آپ نے اس عظیم القدر کام کو شروع کیا ہے تو مبارک ہے اس کام میں بڑی سعی و کوشش بجالائیں یہ بڑے سرگرم رہیں تاکہ طالبوں کی زیادہ سے زیادہ ترقی کا باعث ہو۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲۲۶)

اس بیان میں کہ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مترتب ہے اور اس کے مناسب بیان میں اپنے حقیقی بھائی میاں شیخ محمد مودود کی طرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی کا خط پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ اے بھائی اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج والم خریدے۔

اے بھائی! لوگ دور دور سے دنیاوی اسباب کو چھوڑ کر مور و ملخ کی طرف آ رہے ہیں اور تم اپنے گھر کی دولت کی قدر نہ جان کر دنیا کمینی کی طلب میں بڑے مزے سے باہر دوڑ رہے ہو اور بڑے شوق سے اس کے حاصل کرنے کے خواہاں ہو۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ حیا ایمان کی شاخ ہے۔ حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اے بھائی! اہل اللہ کا اس طرح اکٹھا ہونا اور اس طرح للہ فی اللہ کی جمعیت جو آج سرہند میں میسر ہے۔ اگر تمام جہان کے گرد پھرو تو بھی معلوم نہیں کہ اس دولت کا سوواں حصہ بھی کہیں پا سکو اور اس ماجرا و کیفیت کا کچھ حصہ حاصل کر سکو۔ تم نے اس دولت کو مفت ہاتھ سے کھو دیا اور قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر بچوں کی طرف جوز و مویز پر کفایت کی۔ ع

شرمت بادا ہزار شرمت بادا

ترجمہ: ع ہزار شرم وحیا کی ہے بات تیرے لئے

اے بھائی! آئندہ وقت تک شاید فرصت نہ دیں اور اگر دیں بھی تو اس قسم کے اجماع کو قائم نہ رہنے دیں۔ تو پھر کیا علاج ہوگا اور کس طرح تدارک ہو سکے گا اور کس چیز سے تلافی حاصل ہوگی۔ تم نے خرابی کی ہے اور غلط سمجھے ہو۔ چرب و شیریں لقموں پر فریفتہ نہ ہو جاؤ اور قیمتی اور آراستہ کپڑوں پر دھوکہ نہ کھا جاؤ۔ ان کا نتیجہ دنیا و آخرت میں حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ اہل وعیال کی رضامندی کے لئے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا اور آخرت کا عذاب اختیار کرنا، عقل دور اندیش سے دور ہے۔ حق تعالیٰ تم کو عقل دیوے اور آگاہ کر دیوے۔

اے بھائی! دنیا بے وفائی میں ضرب المثل ہے اور اہل دنیا خست اور کمینہ پن میں مشہور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ انسان اپنی قیمتی عمر کو اس بے وفا اور کمینی کے لئے خرچ کردے۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۲۷)

بعض ان پند و نصائح کے بیان میں جو مقام شیخی اور تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں اور ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ مکتوب شریف پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا اور یاروں کے التذاذ اور حلاوت کا حال پڑھ کر نہایت ہی فرحت حاصل ہوئی۔

اے بھائی! حق تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کریں اور محافظت کریں کہ کوئی ایسا امر صادر نہ ہو جو مخلوقات کی نفرت کا باعث ہو۔ کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے خلق کی نفرت اس ملامتی گروہ کے حال کے مناسب ہے جن کا دعوت اور شیخی سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ ملازمت کا مقام شیخی کے مقام کے برخلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان دونوں مقام کو آپس میں ملا دیں اور عین شیخی میں ملازمت کی آرزو کریں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے اور مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو تحمل یعنی رعب وداب سے آراستہ پیراستہ رکھیں اور مریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار نہ کریں کہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے اور حدود شرعیہ کی اچھی طرح محافظت کریں اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل نہ کریں کہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے منافی اور سنت سنیہ کی تابعداری کے دعویٰ کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ رِیَاءُ الْعَارِفِیْنَ خَیْرٌ مِنْ اِخْلَاصِ الْمُرِیْدِیْنَ عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔ کیونکہ عارفوں کا ریا طالبوں کے دلوں کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لئے ہوتا ہے۔ پس ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا اور نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے لئے اعمال بجا لانے میں موجب تقلید ہیں۔ اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے۔ پس عارف اس واسطے ریا کرتے ہیں تا کہ طالب ان کی اقتدا کریں یہ ریا عین اخلاص ہے۔ بلکہ اس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لئے ہو۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لئے ہیں اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہا یہ الحاد و زندقہ ہے۔ بلکہ عارف اعمال کے بجا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

غرض قول وفعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد وہنگامہ کے درپے ہیں کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے منافی ہو اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔

دوسرا یہ ہے کہ آپ نے مشائخ کی نسبتوں کے حاصل ہونے کے بارہ میں لکھا تھا۔ اس کی وجہ کئی دفعہ روبرو آپ سے بیان ہو چکی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں خیریت نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۲۸)

بعض نصیحتوں کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے مناسب بیان میں میر نعمان کی طرف لکھا ہے:-

میرے بھائی سیادت پناہ کا مکتوب پہنچا۔ خوشی کا باعث ہوا۔ اے بھائی کئی دفعہ آپ کو کہا گیا ہے کہ اس طریق کا مدار دو اصلوں پر ہے۔

ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی کہ اس کے چھوٹے چھوٹے آداب کے ترک پر بھی راضی نہ ہوں۔

دوسرا شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں بلکہ اس کے تمام حرکات وسکنات مرید کی نظر میں زیبا اور محبوب دکھائی دیں۔ خدا محفوظ رکھے کہ ان امور میں سے دو اصلوں کے متعلق ہیں کہ کسی امر میں خلل واقع نہ ہو اور اگر اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصل درست ہو گئے تو دنیا و آخرت کی سعادت نقد وقت ہے اور اور نصیحتیں اور وصیتیں بھی آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور بڑی عاجزی اور زاری سے پہلی تقصیروں کا تدارک کریں اور رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف جو ایک دفعہ آپ سے ترک ہو گیا تھا۔ اس کی قضا کی نیت پر اس ذی الحج کے عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں تا کہ اس نیت سے سنت کے مرتکب ہوں اور اس عشرۂ اعتکاف میں گریہ وزاری اور عجز ونیاز سے اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں کی عذر خواہی کریں۔ فقیر بھی انشاء اللہ اس عشرہ میں آپ کی مدد کرے گا۔

اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اس قدر مبالغہ اور کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپ کو دی گئی ہے۔ اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نامہ کیا کرے گا۔ یہ لازم نہیں کو جو کچھ دل میں گزرے اسی کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔ کئی ایسی باتیں دل میں گزرتی ہیں جن کا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ نفس بڑا ضدی ہے۔ جس امر کو اختیار کرتا ہے اس کے پورا کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس کے حق و باطل ہونے کا لحاظ نہیں کرتا۔ یہ چند باتیں آپ کی خاطر لکھی گئی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو نفع دے۔ بھائی صاحب اپنے کام کا فکر کرنا چاہئے تاکہ جہان سے ایمان سلامت لے جائیں۔ اجازت نامہ اور مرید کچھ کام نہیں آئیں گے۔ ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب سے آ جائے تو اس کو طریقہ سکھا دیں۔ نہ یہ کہ طریقت کی تعلیم کو اپنے کام کا اصل خیال کریں اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنا دیں کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

# مکتوب (۲۲۹)

اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہٖ حضرت ایشاں قدس سرہ کا طریق ہے اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے لیکن صناعت کا کامل ہونا اور نسبت کا تمام ہونا بہت سے فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر موقوف۔ مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:

**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى** اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے شریف مکتوب جو اپنے مخلص مشتاق کے نام لکھے ہوئے تھے، پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی اور زیادہ محبت کا باعث ہوئے۔ **جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ** اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔

مجمل طور پر بعض شبہات و تردیدات جو آپ نے لکھے تھے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ ہمارا طریق وہی حضرت ایشاں یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا طریق ہے اور ہماری نسبت آنحضرت ہی کی شریف نسبت ہے۔ اس طریق سے بڑھ کر عالی اور کونسا طریق ہے اور اس نسبت سے زیادہ بہتر اور مناسب اور کون سی نسبت ہے کہ کوئی اس کو اختیار کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر صناعت کی تکمیل اور ہر نسبت کی تتمیم مختلف فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر منحصر ہے۔ مثلاً وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھا۔ وہ اب متاخرین کے فکروں کے ملنے سے دو چند زیادہ ہو گیا ہے اور بہت کامل اور صاف ہو گیا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حالانکہ یہ وہی سیبویہ کا نحو ہے جس کو متاخرین کے فکروں نے پہلے کی نسبت زیادہ آراستہ پیراستہ کر دیا ہے۔

شیخ علاؤ الدولہ قدس سرہ کا مقولہ آپ کے مبارک کانوں تک پہنچا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ واسطے اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اسی قدر رستہ زیادہ نزدیک اور روشن ہوگا۔

اس نسبت علیہ پر اس قسم کی زیادتی نے جو آراستگی اور پیراستگی کے طور پر پیدا ہوگئی ہے بہت لوگوں کو تخیلات میں ڈال رکھا ہے۔ اصل معاملہ یہی ہے جس میں تکلف اور بناوٹ کو دخل نہیں۔

آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کو اس طریق کو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ثابت کیا ہے اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے اور اس طریق عالی اور اس طریق کے بزرگواروں کی تعریف اور مدح اس طرح پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفا میں سے کسی کو اس کا سوواں (۱۰۰) حصہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی اور نیز یہ فقیر روزمرہ اور نشست و برخاست میں اس طریق کے آداب ولوازم کی رعایت پورے طور پر کرتا ہے اور سر مو مخالفت اور نئی بات کو پسند نہیں کرتا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے یہ سب بنظر انداز کر دیئے ہیں اور اگر بالفرض آزار کے دنوں میں بعض یاروں کی نسبت کلمہ وکلام میں کوئی نامناسب بات کہی گئی ہو اور آپ کی نظر میں آئی ہو تو پھر بھی تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ حسن ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید میں ہی حسن ظن کے قابل نہیں ہوں۔ الغرض اگر گفت وشنید پر ہی مدار ہے تو پھر چغل خوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت وشنید سے درگزر کریں اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں تاکہ اخلاص متصور ہو اور پرانی کلفت رفع ہو جائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت پیرزادوں کی تربیت کا وقت آ گیا ہے اور حضرت ایشاں قدس سرہ کی وصیت کو یاد دلایا تھا۔

اے میرے مخدوم ومکرم! اس میں خادموں کی سعادت ہے کہ اپنے مخدوم زادوں کی خدمت سے کامیاب ہوں۔ لیکن اس مدت میں معلومہ رکاوٹوں کے باعث ظاہری خدمت سے دور رہا اور وصیت کے وقت کے آنے کا انتظار کرتا رہا اور اب اگر آپ جانتے ہیں کہ کوئی مانع نہیں ہے اور گفت وشنید کا رستہ بند ہو گیا ہے۔ تو فرمائیں تاکہ بندہ چند روز آ کر اس خدمت میں مشغول رہے اور اگر اچھی طرح ملاحظہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ اس کام میں صرف وصیت کا حکم بجا لانا مقصود ہے۔ ورنہ آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی ظاہری باطنی تربیت ان کے لئے کافی ہے کسی اور کی حاجت نہیں۔

دوسرا یہ ہے کہ برادرم مولانا عبداللطیف فرماتے تھے کہ میاں محمد قلیچ نے بڑے مخدوم زادہ کی ظاہری تعلیم وتربیت کو اپنے ذمے لے لیا ہے اور آپ نے بھی اس بات کو پسند فرمایا ہے۔ اس بات کو سن کر بہت تعجب ہوا۔ اور اگر وہ اپنی پارسائی کے باعث اس بارہ میں کچھ خیال کرے تو خیر مگر آپ کیسے تجویز کرتے ہیں مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں محمد قلیچ کا آزار کسی اور جگہ سرایت کر جائے۔

## مکتوب (۲۳۰)

بلند ہمتی میں اور اس چیز پر جو حاصل ہو کفایت نہ کرنے میں بلکہ جو کچھ معلوم ومشہود ہو۔ اس کی نفی کرنے اور معبود بیچون وبچگون کے ثابت کرنے میں جو دید ودانش سے باہر ہے۔ شیخ یوسف برکی کی طرف لکھا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے بزرگ احوال میاں بابو نے آپ کے کہنے کے مطابق ظاہر کئے اور ان کی حقیقت دریافت فرمائی۔ اس لئے چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال ابتدائی مراتب میں اس راہ کے مبتدیوں کو بہت حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی نفی کرتے ہیں۔ وصل کجا اور نہایت کونسی ہے شعر

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا     قُلَلَ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خَیُوْف"

ترجمہ: ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک
درمیاں میں پرخطر کوہ اور غار

اللہ تعالیٰ بیچون اور بیچگون ہے اور جو کچھ دید ودانش اور شہود ومکاشفہ میں آئے اس کا غیر ہے۔ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس سے وراء الوراء ہے۔ آپ اس راہ کے جوز ومویز پر بچوں کی طرح ہرگز فریفتہ نہ ہو جائیں اور نہایت کو پالینے پر مغرور نہ ہوں اور احوال وواقعات کو ناقص مشائخ کے پاس ظاہر نہ کریں۔ کیونکہ اپنی سمجھ کے موافق تھوڑے کو بہت خیال کرتے ہیں اور بدایت کو نہایت شمار کرتے ہیں۔ پس طالب مستعد اپنے کمال کے خیال میں پڑ جاتا ہے اور اس کی طلب میں فتور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آ جاتا ہے۔ شیخ کامل کی تلاش کرنی چاہئے اور اپنے باطنی امراض کا علاج اس سے کرانا چاہئے اور جب تک شیخ کامل نہ ملے، چاہئے کہ ان احوال کو لا کے نیچے لاکر نفی کریں اور معبود برحق کا جو بیچون بیچگون ہے اثبات کریں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا یہ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہئے آیندہ جو کچھ ظاہر ہو، اس کی نفی کریں کہ وہ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ ہو اس طریقت کے بزرگواروں کا طریق یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۳۱)

چند سوالوں کے جواب میں جو آپ سے کئے گئے تھے اور جن میں پوچھا گیا تھا کہ وصول اور حصول کے درمیان کیا فرق ہے اور وہ اسماء جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اولیاء کے تعینات کے مبادی بھی وہی اسم ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے اور آپ سے پوچھا گیا تھا کہ مشائخ نقشبندیہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حالانکہ ذوق وشوق بخشتا ہے اور چیزوں سے جو آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھیں۔ مثلاً لباس، فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں نہیں منع کرتے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:-

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور نبی اور اس کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

آپ کے دو مکتوب شریف پے در پے پہنچے۔ پہلا مکتوب تو سوزش اور اضطراب کی خبر دیتا تھا لیکن دوسرا مکتوب اس سے ملائم اور شوق وسرگرمی سے بھرا ہوا تھا۔

میرے دوست آپ نے اس وقت جب کہ میر سعد الدین روانہ ہوئے خط کا جواب طلب کیا۔ بندہ اس وقت یہاں تک بے دماغ اور مقبوض تھا کہ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتا تھا۔ مولانا یار محمد جدید کو لکھنے کے لئے کہا۔ بے دماغی کے وقت اگر کوئی نامناسب کلمہ لکھا گیا ہو تو معاف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فرمائیں۔ آپ کو چاہئے کہ تھوڑی سی بات سے نہ بگڑ جائیں اور معاملہ کو درہم برہم نہ کریں۔ خدا نہ کرے کہ کسی قسم کا آزار درمیان ہو یا رنجش ورو گردانی کے باعث کچھ لکھا جائے۔ ہاں اگر نصیحت کے طور پر کچھ لکھا جائے تو خوشحال ہونا چاہئے۔

آپ نے لکھا تھا کہ حصول اور وصول کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔

اے بھائی! حصول باوجود بعد کے متصور ہے اور وصول متعذر و دشوار ہے عنقا کو جب ہم صورت مخصوص سے تصور کرتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ عنقا ہماری قوت مدرکہ میں حاصل ہے۔ لیکن عنقا تک وصول ثابت نہیں ہے۔ نکہ ظلیت جو مرتبہ ثانی میں اس شے کے ظہور سے مراد ہے اس شے کے حصول کے منافی نہیں ہے۔ لیکن شے کا وصول ظلیت کی تاب نہیں لا سکتا پس دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ اسماء جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کا مبدء ہیں وہی اسماء اولیاء کے تعینات کا مبدء ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے۔

اے عزیز! انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ان اسما کے کلیات ہیں اور اولیاء کے تعینات کے مبادی ان اسما کی جزئیات ہیں جو ان کلیات کے تحت میں مندرج ہیں اور ان اسماء کی جزئیات سے مراد وہی اسماء ہیں جو قیود کے ساتھ ماخوذ ہیں۔ جیسا کہ کسی شے کے ساتھ ارادہ مطلقہ اور ارادہ مقید ہوتا ہے اور چونکہ اولیاء کو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس لئے اس قید کو دور کر کے مطلق کے ساتھ مل جائے گا۔ فقیر نے اس فرق کو اپنے بعض مکتوبات میں مفصل ذکر کیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کر لیں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ بدعت ہے حالانکہ ذوق وشوق بخشتا ہے اور چیزوں سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھیں مثل لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔

میرے مخدوم! آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے۔ ایک عبادت کے طریق پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے اور وہ عمل جو عرف وعادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف وعادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر۔ کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



برخلاف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔ البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلَیْھِمْ وَعَلٰی تَابِعِیْ کُلٍّ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوب (۲۳۲)

دنیا کمینی کی حقیقت اور اس کی ردی زیبائش کی برائی اور اس کمینی دنیا کی محبت کے دور کرنے کے علاج اور مناسب بیان میں خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت سید المرسلین ﷺ کے طفیل ناپسندیدہ کمینی دنیا کی حقیقت اور اس کی ردی زیب وزینت اور سج دھج کو آپ کی نظر بصیرت میں منکشف کر کے آخرت کے حسن وجمال کو بہشتوں اور ان کی نہروں کی تروتازگی اور ان میں پروردگار جلشانہ کے دیدار کی زیادتی کے ساتھ جلوہ گر کرے۔ تاکہ اس جلدی دور ہو جانے والی بری دنیا کی طرف سے بے رغبتی حاصل ہو جائے اور پورے طور پر عالم بقا کی طرف جو حق تعالیٰ جلشانہ کی رضا کا مقام ہے توجہ میسر ہو جائے اور جب تک اس کمینی کی برائی ظاہر نہ ہو' اس کی قید سے نکلنا مشکل ہے۔ جب تک اس کی قید سے خلاصی نہ ہو' تب تک آخرت کی نجات اور بچاؤ دشوار ہے حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے) مشہور اور مانی ہوئی بات ہے اور چونکہ علاج ضد سے ہوتا ہے اس لئے اس کمینی دنیا کی محبت دور کرنے کا علاج امور آخرت میں رغبت کرنے اور شریعت روشن کے احکام کے موافق اعمال صالحہ بجالانے پر وابستہ ہے۔ حق تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں پر منحصر کیا ہے اور فرمایا ہے:-

اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَ تَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ دنیا کی زندگی کھیل کود اور زینت اور باہم فخر کرنا اور مال واولاد میں زیادتی کرنا ہے۔

پس جب عمل صالحہ میں مشغول ہوں' تو جز واعظم لہو ولعب ہی کم ہونے لگتا ہے اور ریشم اور چاندی سونے کے استعمال سے جن پر عمدہ اور اعلیٰ زیب وزینت کا مدار ہے پرہیز کرنے لگتے ہیں اور دوسرا جز وجو زینت ہے زائل ہونے لگتا ہے اور جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت وبزرگی پرہیز گاری اور تقویٰ سے ہے نہ کہ حسب ونسب سے تو فخر کرنے سے باز آتے ہیں اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جب جانیں کہ مال واولاد حق تعالیٰ کے ذکر سے مانع ہیں اور اس کی بارگاہ سے روکتے ہیں تو ان کے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے بڑھانے کو معیوب جانتے ہیں۔غرض مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا کَیْلَا یَضُرُّکُمْ شَیْءٌ جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو اور جس سے اس نے منع کیا ہے ہٹ جاؤ تا کہ تمہیں کوئی چیز ضرر نہ دے۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں ما اگر نہ رسیدیم تو شاید بری

ترجمہ: تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

باقی مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ عبدالمؤمن بزرگ زادہ ہیں اور تحصیل علوم سے فارغ ہو کر طریقہ صوفیہ کا سلوک فرماتے ہیں اور سلوک کے ضمن میں عجیب وغریب احوال مشاہدہ کرتے ہیں ضرورت انسانی از قسم اہل وعیال ان کو حیران و بے اختیار ناچار کر دیتی ہے۔اس فقیر نے اس ناچارگی اور پریشانی کو دور کرنے کیلئے آپ کی جناب کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے۔ مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ اِنْفَتَحَ جس نے کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ کشادہ حال ہو گیا۔والسلام۔

## مکتوب (۲۳۳)

بعض عمدہ عمدہ نصیحتوں میں عالیجناب شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مَا جَاءَ بِہٖ جَدُّکُمُ الْاَمْجَدُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس چیز پر جس کو آپ کا جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لایا ہے ثابت قدم رکھے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس شریف کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت عالی میں بھی پہنچے کہ اسی اثناء میں کوچ کی خبر پھیل گئی۔اس لئے توقف کر کے چند ٹوٹے پھوٹے کلموں سے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔فقیر خواہ حضور میں ہو خواہ غیبت میں ہر دم آپ کیلئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر نامناسب اور نالائق امر سے سلامت رکھے بعض اوقات خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر لاتا ہے کہ للہ ان کی خدمت کو اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید ومبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے منع کرے اور مجلس شریف میں نااہلوں کو نہ رہنے دے لیکن جانتا ہے کہ سب امیدیں حاصل نہیں ہوتیں۔ناچار آپ کے حق میں غائبانہ دعا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے تر زبان ہے۔شاید قبول ہو جائے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ اپنی بزرگی اور کلانی کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند یہ کفر ہے کہ کوئی ایسا بڑا ہو جائے کہ اگر وہ برہم ہو جائے تو تمام جہان برہم ہو جائے۔لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو ہماری مصلحت کے بغیر بڑا بنایا ہے۔

آج اس قسم کی بزرگی اور کلانی نزدیک ہے کہ آپ کی جناب کے بارہ میں صادق آئی کیونکہ آپ مخلوقات کے آرام میں ہیں اور مخلوقات آپ کے آرام میں۔یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک آپ کی دعائے خیر بارش کی طرح برس رہی ہے۔جو عام مخلوقات کو فائدہ مند ہے۔پھر افسوس ہے کہ باوجود اس قدر کلانی اور بزرگی کے دانہ خشخاش کے برابر خالی جگہ رہ جائے اور یہ دانہ خشخاش دوستوں اور خیر خواہوں کے دل پر بڑا بھاری بوجھ ہے۔مہربانی فرما کر ان کو اس بوجھ سے ہلکا کریں۔مدت ہوئی ہے کہ اس خیر خواہ نے اس بات کی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ ایسا نہ ہو کہ تکرار و مبالغہ گراں معلوم ہو۔

یار نازک بدن از بار ہوائے رنجد ہمچو گل برگ زآسیب صبائے رنجد

ترجمہ: دکھتا ہے نازک بدن دلبر ہوا کے بوجھ سے برگ گل کی طرح مرجھائے صبا کے بوجھ سے

لیکن دوستی سے دور معلوم ہوا کہ آپ کے دل کے ناراض ہونے کا لحاظ کر کے خاموش رہے

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

ترجمہ: حافظ وظیفہ تیرا ہے بس دعا کا کہنا
سنتا ہے کوئی یا نہ کر فکر تو نہ اس کا

کچھ مدت سے حرمین شریفین (کہ خدائے تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے) کی زیارت کا ارادہ شوق پیدا ہوا اور اس سفر کا باعث یہی خواہش ہے اور چونکہ یہ ارادہ آپ کے صلاح مشورے اور رضامندی پر وابستہ تھا۔اس لئے کوچ کی خبر سن کر وہ ارادہ ملتوی ہو گیا۔اَلْخَیْرُ فِیْ مَا صَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بہتری اسی بات میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔والسلام۔

## مکتوب (۲۳۴)

اس بیان میں کہ واجب الوجود کی حقیقت وجود محض ہے جو ہر چیز و کمال کا منشا ہے اور ممکنات کی حقیقتیں عدم محض ہیں جو ہر شر و نقص کا مبدء ہیں اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنی میں اور تجلی ذاتی کے بیان میں جو تمام نسبتوں اور اعتباروں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے بڑھ کر ہے اور آیت کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنوں اور اس کے مناسب بیان میں مع سوالوں اور جوابوں کے جو اس مقام کی توضیح کے متعلق ہیں اور مع تنبیہات کے جو اس مطلب کی تشریح کے لائق ہیں۔ حقائق کو جاننے والے معارف کے پہچاننے والے عالم ربانی عارف سبحانی مخدوم زادہ کلاں یعنی شیخ محمد صادق (خدا اس کو سلامت اور باقی رکھے اور اعلیٰ مقصود تک پہنچائے) کی طرف صادر فرمایا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

خداوند بیچون کی حمد اور پیغمبر رہنمون کے درود کے بعد میرے فرزند کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ کی حقیقت وجود محض ہے کہ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے اور وہ وجود تعالیٰ ہر جز و کمال کا منشا اور ہر حسن و جمال کا مبدء ہے اور جزئی حقیقی اور بسیطی ہے۔ جس کی طرف ترکیب ہرگز راہ نہیں ہے نہ ذہنی طور پر نہ خارجی طور پر اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا تصور میں آنا محال ہے اور ذات تعالیٰ پر از روئے مواطات کے محمول ہے نہ از روئے اشتقاق کے اگرچہ حمل کی نسبت کو بھی اس مقام میں فی الحقیقت گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام نسبتیں وہاں ساقط ہوگئی ہیں اور وہ وجود جو عام و مشترک ہے وہ اس وجود خاص کے ظلوں میں سے ایک ظل ہے اور یہ ظل ذات تعالیٰ وتقدس پر محمول ہے اور اشیاء پر تشکیک کے طور پر از روے اشتقاق کے نہ از روے مواطات کے اور اس ظل سے مراد تنزلات کے مرتبوں میں حضرت وجود تعالیٰ وتقدس کا ظہور ہے اور اس ظل کے افراد میں سے اولیٰ واقدام واشرف وہ فرد ہے جو ذات تعالیٰ پر از روئے اشتقاق کے محمول ہے۔ پس اصالت کے ہر مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالٰی وَجُوْد" کہہ سکتے ہیں نہ کہ اَللّٰہُ تَعَالٰی مَوْجُوْد" اور اس ظل کے مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالٰی وَجُوْد" صادق ہے نہ کہ اَللّٰہُ تَعَالٰی مَوْجُوْد" اور چونکہ حکماء اور صوفیہ کے ایک گروہ نے جو وجود کی غیبت کے قائل ہیں اور اس فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے اور ظل کو اصل سے جدا نہیں کیا حمل اشتقاق اور حمل مواطات دونوں کو ایک مرتبہ میں ثابت کیا ہے۔ اور حمل اشتقاق کے صحیح کرنے میں بے جا تکلف اور حیلہ کے محتاج ہوئے ہیں اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے ثابت وتحقیق کیا ہے اور یہ اصالت وظلیت تام حقیقی صفات کی اصالت وظلیت کی طرح ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ اصالت میں جو اجمال اور غیب الغیب کا مقام ہے۔ ان صفات کا حمل کرنا مواطات کے طریق پر ہے نہ اشتقاق میں مغائرت ظلیت کے مرتبوں میں ہوتی ہے اور اس جگہ کوئی ظلیت نہیں۔ کیونکہ وہ تعین اوّل سے کئی درجے برتر ہے۔ اس لئے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نسبتیں اس تعین میں اجمالی طور پر ملحوظ ہیں اور اس مقام میں اشیاء میں سے کسی شے کا کسی طرح کا ملاحظہ نہیں ہے اور مرتبہ ظل میں جو اس اجمال کی تفصیل ہے۔ حمل اشتقاق صادق ہے نہ حمل مواطات۔ لیکن ان صفات کی عینیت اس مرتبہ میں وجود تعالیٰ کی عینیت کی فرع ہے جو ہر خیر و کمال کا مبدء اور ہر حسن و جمال کا منشا ہے اور اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں جس جگہ وجود کی عینیت کی نفی کی ہے۔ اس سے وجود ظلی مراد رکھنی چاہئے۔ جو حمل اشتقاق کا صحیح کرنے والا ہے اور یہ وجود ظلی بھی آثار خارجیہ کا مبدء ہے۔ پس وہ ماہیتیں جو مراتب موجودات میں سے ہر مرتبہ میں اس وجود کے متصف ہوں خارجیہ ہونگے۔ فَافْهَمْ فَاِنَّهٗ يَنْفَعُكَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْمَوَاقِعِ پس سمجھ لے کیونکہ بہت جگہ تجھے نفع دے گا۔ پس صفات حقیقیہ بھی موجودات خارجیہ ہونگی اور ممکنات بھی خارجہ میں موجود ہوں گی۔

اے فرزند! اس پوشیدہ سر کو سن کہ کمالات ذاتیہ حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں حضرت ذات کا عین ہیں۔ مثلاً علم کی صفت اس مقام میں حضرت ذات کا عین ہے اور ایسے ہی قدرت اور ارادہ اور تمام صفات کا حال ہے اور نیز اس مقام میں حضرت ذات بتمامہ علم ہے اور ایسے ہی بتمامہ قدرت ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت کیونکہ وہاں بعض ہونا اور جزو بنا محال ہے اور ان کمالات نے جو گویا حضرت ذات سے متنزع اور الگ ہیں حضرت علم کے مرتبہ میں تفصیل پائی ہے اور تمیز پیدا کی ہے اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس اپنی وحدانیت کی اسی اجمالی صرافت پر باقی ہے۔ بعد ازاں اس مقام میں کوئی چیز نہیں رہی جو اس تفصیل میں داخل نہ ہوئی ہو اور متمیز نہ ہوئی ہو۔ بلکہ تمام وہ کمالات جن میں سے ہر ایک ذات تعالیٰ کا عین ہے مرتبۂ علم میں آ گئی ہیں اور ان مفصلہ کمالات نے دوسرے مرتبہ میں وجود ظلی پیدا کر کے صفات نام حاصل کیا ہے اور حضرت ذات کے ساتھ جو ان کا اصل ہے قیام پیدا کیا ہے اور اعیان ثابتہ فصوص علیہ الرحمۃ کے نزدیک انہی مفصلہ کمالات سے مراد ہے جنہوں نے خانہ علم میں وجود علمی حاصل کیا ہے اور فقیر کے نزدیک ممکنات کے حقائق عدم محض ہیں۔ جو بمع ان کمالات کے جو ان میں منعکس ہوئے ہیں۔ ہر شر و نقص کا مبدء و ماویٰ ہیں۔

یہ بات تفصیل چاہتی ہے کہ گوش ہوش سے سننا چاہئے۔ خدا تجھے ہدایت دیدے۔

جان لے کہ عدم وجود کے مقابل ہے اور اس کی نقیض ہے۔ پس عدم بالذات ہر شر و نقص کا منشا بلکہ ہر شر و فساد کا عین ہوگا۔ جس طرح وجود مرتبہ اجمال میں ہر چیز و کمال کا عین ہے اور جس طرح حضرت وجود اصل الاصل مقام ذات تعالیٰ پر اشتقاق کے طور پر محمول نہیں ہے۔ اس طرح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عدم بھی اس وجود کے مقابل ہے۔ ہیئت عدمیہ پر اشتقاقی کے طریق پر محمول نہیں ہے۔ اس مرتبہ میں اس ماہیت کو معدوم نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ عدم محض ہے اور تفصیل علمی کے مرتبوں میں کہ جس کے ساتھ عدمیہ میں تعلق پایا ہے اس ماہیت کی جزئیات عدم سے متعف ہو جاتی ہیں اور حمل اشتقاق ان میں ماہیت درست آتا ہے اور عدم کا مفہوم کہ گویا اس اجمالیہ عدمیہ ماہیت سے منتزع اور الگ ہے اور اس ماہیت عدمیہ کے لئے ظل کی مانند ہے۔ اس ماہیت عدمیہ کے تمام مفصلہ افراد پر اشتقاق کے طریق پر حمل پاتا ہے۔ جیسے کہ آگے آئے گا۔ اور چونکہ وہ عدم مرتبہ اجمال شر و فساد کا عین تھا اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر شر دوسرے شر سے جدا اور ہر فساد دوسرے فساد سے الگ ہو گیا۔ جیسے کہ وجود کی جانب میں اجمال کے مرتبہ میں حضرت وجود ہر چیز و کمال کا عین تھا اور تفصیل علمی کے مرتبہ میں ہر کمال سے الگ اور ہر چیز دوسری چیز سے جدا ہوگی۔ پس ان وجودیہ کمالات میں سے ہر ایک کمال ان نقائص عدمیہ میں سے ہر ایک نقص میں جو اس کے مقابل ہے خانۂ علم میں منعکس ہوا ہے اور ایک دوسرے کی علمیہ صورتیں باہم مل جل گئی ہیں اور وہ عدمات جو شر و نقائص سے مراد ہیں بمع ان کمالات منعکر کے ممکنات کی ماہیتیں ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وہ عدمات ان ماہیتوں کے اصول و مواد ہیں اور وہ کمالات ان میں حلول کی ہوئی صورتوں کی مانند ہیں۔

پس اعیان ثابتہ اس فقیر کے نزدیک ان عدمات اور کمالات سے مراد ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل جل گئے ہیں اور جب قادر مختار جل شانہ نے چاہا ان عدمیہ ماہیات کو بمع ان کے لوازم اور وجودیہ ظلال کے کمالات کے جو ان میں حضرت علم میں منعکس ہو کر ممکنات کی ماہیات نام پایا ہے۔ اس وجود ظلی کے رنگ میں کہ موجودات خارجیہ بنایا اور آثار خارجیہ کا مبدء کر دیا۔

جاننا چاہئے کہ صور علمیہ کا جو ممکنات کے اعیان ثابتہ اور ان کی ماہیات سے مراد ہیں رنگدار کرنا ان معنوں میں نہیں ہے کہ صور علمیہ نے خانہ علم سے نکل کر وجود خارجی پیدا کیا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جہل کو مستلزم ہے۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے بلکہ ان معنوں میں ہے کہ ممکنات نے خارج میں ان صور علمیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے اور وجود علمی کے سوائے اس وجود علمی کے موافق وجود خارجی حاصل کیا ہے۔ جیسے کہ کاریگر نجار تخت کی صورت کو ذہن میں تصور کر کے خارج میں اس کا اختراع کرتا ہے۔ اس صورت میں تخت کو وہ ذہنیہ صورت جو حقیقت میں اس تخت کی ماہیت ہے۔ اس نجار کے خانہ علم سے باہر نہیں نکلی۔ بلکہ خارج میں اس تخت نے اس صورت ذہنیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے۔ فافہم

جاننا چاہئے کہ ہر عدم نے کمالات وجودیہ کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ جو اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مقابل ہے اور اس میں منعکس اور منصبغ ہے۔ خارج میں وجود ذہنی پیدا کیا ہے۔ بخلاف عدم صرف کے کہ وہ ان ظلال سے متاثر نہیں ہوا اور ان کا رنگ نہیں پکڑا۔ اور وہ کیسے رنگ پکڑے جب کہ وہ ان ظلال کے مقابل نہیں ہے۔ اگر مقابلہ رکھتا ہے تو حضرت وجود سے صرف رکھتا ہے۔

پس عارف تام المعرفت جب حضرت وجود سے ترقی کر کے عدم صرف کے مقام میں نزول کرتا ہے تو اس کے وسیلہ سے یہ عدم بھی اس حضرت سے انصباغ پیدا کر کے مزین و مستحسن ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس عارف کے تمام عدم کے مراتب نے جو فی الحقیقت اس کی تمام اجمالی اور تفصیلی ذاتیہ مراتب ہیں۔ حسن و خیریت پیدا کی ہے اور کمال حاصل کیا ہے اور یہ خیریت جو تمام ذاتیہ میں سرایت کرتی ہے۔ اس قسم کے عارف سے مخصوص ہے اور اس کے غیر کے لئے اگر خیریت نے سرایت کی ہے تو وہ اس کے اعدام ذاتیہ کے بعض تفصیلہ مراتب تک ہی منحصر ہے یا بلحاظ اختلاف درجات کے اس کے تمام تفصیلی مراتب میں پھیلی ہوتی ہے اور یہ قسم اخیر بھی نادر الوجود ہے۔ لیکن عدم کے مرتبہ اجمال میں جو شر و نقص کا عین ہے۔ اس عارف کے سوا اور کسی نے خیریت کی بو نہیں پائی اور نہ ہی حسن کا کوئی رنگ پیدا کیا ہے۔

پس ناچار ایسے عارف کا جو خیریت تام سے متصف ہے شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے اور اس کا نفس امارہ مطمنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ہے کہ اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

سبحان اللہ! وہ معارف جو اس فقیر حقیر سے بے ارادہ و بے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر ان کی تصویر میں کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ میسر ہو سکے۔ فقیر کا یقین ہے کہ ان معارف کا بہت سا حصہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے نصیب ہوگا۔

اگر پادشاہ بردر پیرزن ۔۔۔ بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ: اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں ۔۔۔ تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

فَتَبَارِکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پس کیا ہی بزرگ اور بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جو بہتر پیدا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ممکنات ذوات اور اصل عدمات ہیں کہ وجودی کمالات کے ظلال نے ان میں منعکس ہو کر ان کو مزین کر دیا ہے۔ پس ناچار ممکنات بالذات ہر شر و فساد کا ماویٰ اور ہر سود نقص کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جائے پناہ ہوئیں اور ہر خیر و کمال جو ان میں تعبیر اور پوشیدہ فرمایا ہے، وہ عاریتی ہے جو حضرت وجود سے جو خیر محض ہے فائز ہوا ہے۔ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ (جو تجھے بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے) اس مضمون کی شاہد ہے اور جب خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ دید غلبہ پا جاتی ہے اور اپنے کمالات کو ٹھیک اسی طرف دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو شر محض معلوم کرتا ہے اور خالص نقص جانتا ہے اور کوئی کمال اپنے آپ میں مشاہدہ نہیں کرتا۔ اگرچہ انعکاس کے طریق پر ہو۔ اس شخص کی طرح جو ننگا ہو اور اس نے عاریت کا لباس پہنا ہو اور یہ دید عاریت اس پر اس قدر غالب آجائے کہ وہ اپنے خیال میں اپنا سارا لباس اس لباس کے مالک کا سمجھے تو بالضرور وہ شخص اپنے آپ کو ذوق میں ننگا معلوم کرے گا۔ اگرچہ عاریت درمیان واسطہ ہے۔ اس دید کا صاحب مقام عبدیت سے مشرف ہوتا ہے جو تمام کمالات ولایت سے برتر ہے۔

**تنبیہ:** یہ خیر و شر اور نقص و کمال کا اجتماع جو در حقیقت وجود و عدم کا اجتماع ہے نقیضین کی قسم سے ہے کہ تو اس کو محال جانے کیونکہ وجود صرف کی نقیض عدم صرف ہے اور ان ظلی مراتب نے جس طرح وجود کی جانب میں اصل کی بلندی سے تنزلات کی پستی میں نزول فرمایا ہے۔ اسی طرح عدم کی جانب میں بھی ان ظلی مراتب نے عدم صرف کی پستی سے اوپر کی طرف عروج کیا ہے۔ ان کا اجتماع عناصر متضاد کے اجتماع کی طرح ہے کہ ہر ایک کے ضد یہ غلبہ اور تیزی کو توڑ کر ان کو جمع فرمایا ہے۔ فَسُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الظُّلْمَۃِ وَالنُّوْرِ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اندھیرے اور نور کو جمع کر دیا۔

اگر کہا جائے کہ تو نے اوپر عدم صرف کے لئے بھی وجود صرف کے ساتھ جو اس کی ضد ہے منصبغ اور رہ گزار ہونے کا حکم کیا ہے۔ پس اجتماع نقیضین پیدا ہوا۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ دو نقیضوں کا جمع ہونا ایک محل میں محال ہے لیکن ایک نقیض کا دوسرے نقیض کے ساتھ قیام کرنا اور ایک دوسرے سے متصف ہونا محال نہیں ہے۔ جیسا کہ معقول والوں نے کہا ہے کہ وجود معدوم اور وجود کا عدم کے ساتھ متصف ہونا محال نہیں ہے۔ پس اگر عدم موجود ہو اور وجود کے ساتھ رنگا جائے تو کیوں محال ہوگا تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ عدم کے مفہوم کو معقولات ثانیہ سے کہا ہے لیکن اگر عدم کے افراد میں سے کوئی فرد وجود سے متصف ہو جائے تو کیا فساد ہے جس طرح معقول والوں نے وجود کے بارے میں اشکال کے طریق پر کہا ہے کہ وجود کو چاہئے کہ واجب الوجود کی ذات کا عین نہ ہو کیونکہ وجود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


معقولات ثانیہ سے ہے جو وجود خارجی نہیں رکھتا اور واجب الوجود کی ذات خارج میں موجود ہے پس عین نہ ہوگا اور اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ وجد کا مفہوم معقولات ثانیہ سے ہے نہ کہ اس کی جزئیات۔ پس اس کی جزئیات میں سے جزئی وجود خارجی کے منافی نہ ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ خارج میں موجود ہو۔

**سوال:** پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ صفات حقیقیہ کا وجود ظلال کے مرتبوں میں ہے اور مرتبہ اصل میں ان کا کوئی وجود حاصل نہیں ہے۔ یہ بات اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی رائے کے مخالف ہے کیونکہ وہ صفات کو کسی وقت ذات مقدس سے جدا نہیں جانتے اور ممتنع الانفکاک یعنی ان کا ذات سے جدا ہونا محال تصور کرتے ہیں۔

**جواب:** اس کا یہ ہے کہ اس بیان سے انفکاک کا جواز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ظل اس اصل کے لازم ہے۔ پس انفکاک نہ رہا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ عارف جس کی توجہ کا قبلہ احدیت ذات ہے اور اسماء وصفات میں سے کچھ اس کے مدنظر نہیں ہے۔ اس مقام میں ذات تعالیٰ ہی کو پاتا ہے اور صفات سے کچھ ملحوظ نہیں ہوتا نہ یہ کہ صفات اس وقت حاصل نہیں ہیں۔ پس حضرت ذات تعالیٰ وتقدس سے صفات کا الگ ہونا نہ ہی عارف کے ملاحظہ کے اعتبار سے ثابت ہوا ہے اور نہ ہی حقیقت امر کے اعتبار سے تاکہ اہلسنّت وجماعت کے مخالف ہو۔ فافہم۔

اس بیان سے **مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ** (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا) کے معنی بھی ظاہر ہوگئے کیونکہ جس نے اپنی حقیقت کو شرارت ونقص کے ساتھ پہچان لیا اور جان لیا کہ ہر خیر وکمال جو اس میں پوشیدہ کیا گیا ہے۔ وہ حضرت واجب الوجود کی طرف سے عاریت کے طور پر ہے۔ پس وہ ضرور ہی حق سبحانہٗ کو خیر وکمال اور حسن وجمال سے پہچان لے گا۔ اس تحقیقات سے آیت کریمہ **اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** کے تاویلی معنی بھی واضح ہوگئے کیونکہ جب ظاہر ہوچکا کہ ممکنات سب کے سب عدمات ہیں جو سراسر ظلمت وشرارت ہیں اور ان میں خیر وکمال اور حسن وجمال حضرت وجود کی طرف سے جو نفس ذات تعالیٰ ہے اور ہر خیر وکمال اور حسن وجمال کا عین ہے تو بالضرور آسمانوں اور زمینوں کا نور حضرت وجود ہی ہوگا جو واجب تعالیٰ وتقدس کی حقیقت ہے اور چونکہ یہ نور آسمانوں اور زمین میں ظلال کے واسطہ سے ہے اس لئے ان وہم کرنے والوں کے وہم کو دور کرنے کے لئے جو بے واسطہ سمجھتے ہیں۔ اس نور کے لئے مثال بیان کی اور اس طرح فرمایا **مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



زُجَاجَةٍ اِلٰی آخرالآیۃ کریمہ تا کہ واسطوں کا ثبوت ہو جائے اور اس آیت کریمہ کے تاویلی معنی مفصل طور پر انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور جگہ پر لکھے جائیں گے کیونکہ اس میں سخن کی بہت مجال ہے اور یہ مکتوب اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ آیت کریمہ کے تاویلی معنی ہیں اس لئے کہا ہے کہ تفسیری معنی نقل و سماع پر مشروط ہیں۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْیِہٖ فَقَدْ کَفَرَ (جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا) تم نے سنا ہوگا اور تاویل میں صرف احتمال کافی ہے۔ بشرطیکہ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو پس ثابت ہوا کہ ممکنات کے ذوات واصول عدمات ہیں اور ان کی ناقص اور ذیل صفات ان عدمات کی مقتضی ہیں جو قادر مختار جل سلطانہ کے ایجاد سے وجود میں آئی ہیں اور صفات کاملہ ان میں حضرت وجود تعالیٰ کے کمالات کے ظل سے عاریت کے طور پر ہیں جو انعکاس کے طریق پر ظہور پا کر قادر مختار جل شانہ کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں اور اشیاء کے حسن وقبیح کا مصداق یہ ہے کہ جو چیز آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لئے ذریعہ ووسیلہ ہے۔ وہ حسن ہے اگرچہ بظاہر اچھی دکھائی نہ دے اور جو چیز دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لئے وسیلہ وذریعہ ہے وہ قبیح ہے اگرچہ بظاہر حسن وخوب دکھائی دے اور حلاوت وطراوت سے ظاہر ہو۔ دنیا کی مزخرفات یعنی بیہودہ زیب وزینت کا یہی حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں امردوں یعنی بے ریشوں اور بیگانی عورتوں کے حسن اور دنیاوی زیب وزینت کی طرف رغبت وخواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ حسن وطراوت عدم مقتضیات سے ہے جو ہر فساد کا محل ہے اور اگر حسن وجمال کا منشا کمالات وجود یہ ہوتے تو اس سے منع نہ فرماتے مگر اس سبب سے کہ اصل کے ہوتے ظل کی طرف توجہ کرنا برا ہے۔ یہ منع منع استحسانی ہے۔ نہ وجوبی برخلاف پہلی منع کے پس وہ حسن جو دنیا کے مظاہر جملہ میں ظاہر ہے۔ وہ اس ذات تعالیٰ کے حسن ظلال سے نہیں ہے بلکہ لوازم عدم سے ہے جس نے حسن کی مجاورت کے باعث ظاہر میں حسن پیدا کر لیا ہے اور حقیقت میں قبیح وناقص ہے جس طرح زہر کو شکر سے غلافی کریں اور نجاست کو زر سے منڈھیں اور یہ جو منکوحہ خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں سے متع حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ اولاد کے حاصل کرنے اور نسل کے باقی رکھنے کے لئے ہے جو انتظام عالم کے باقی رکھنے کے لئے مطلوب ہے۔

پس بعض صوفیہ جو مظاہر جمیلہ اور عمدہ عمدہ نغموں میں اس خیال سے گرفتار ہیں کہ یہ حسن وجمال حضرت واجب الوجود تعالیٰ کے کمالات سے مستعار ہے جو ان مظاہر میں ظاہر ہوا ہے اور اس گرفتاری اور تعلق کو نیک اور بہتر سمجھتے ہیں بلکہ راہ وصول تصور کرتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ان کے برخلاف صادق وثابت ہوا ہے چنانچہ اس قسم کا تھوڑا سا مضمون اوپر مذکور ہو چکا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں سے بعض اپنے مطلب کے لئے اس قول کو بطور سند پیش کرتے ہیں جو کہا گیا ہے کہ اِيَّاكُمْ وَالْمُرْدَ فَاِنَّ فِيْهِمْ لَوْنًا كَلَوْنِ اللّٰهِ تم بے ریشوں سے بچو کیونکہ ان میں رنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رنگ کی طرح کلمہ کَلَوْنِ اللّٰہِ ان کو شبہ میں ڈال دیتا ہے اور نہیں جانتے کہ یہ قول ان کی طلب کے منافی ہے اور اس فقیر کی معرفت کی تائید کرتا ہے کیونکہ کلمہ تحذیر لایا گیا ہے جس سے ان کی طرف توجہ کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے اور اس غلط فہمی کا منشاء بیان فرمایا ہے کہاں کا حسن حق سبحانہ کے حسن و جمال کے مشابہ اور ماخذ ہے نہ کہ بعینہ اس کا حسن تا کہ غلطی میں نہ پڑ جائیں۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مَاالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِيَتْ اِحْدٰهُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰى دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں یعنی دو عورتیں جو ایک مرد کے نکاح میں ہوں اگر ایک راضی ہو تو دوسری ناراض۔

اس حدیث میں بھی اس امر کی تصریح ہے کہ دنیا و آخرت کا حسن و جمال ایک دوسرے کا نقیض اور ضد ہے اور مقرر ہوئے کہ دنیاوی حسن ناپسند ہے اور حسن اخروی پسند۔ پس شر دنیاوی حسن کے لازم ہوگا اور خیر حسن آخرت کے لازم۔ پس ناچار اوّل کا منشاء عدم ہوگا اور دوسرے کا منشاء وجود ہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک وجہ سے دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ایک وجہ سے آخرت کے ساتھ یہ اشیاء پہلی وجہ کے لحاظ سے قبیح ہیں اور دوسری وجہ کے اعتبار سے حسن اور ان ہر دو وجہ کے درمیان اور ہر ایک کے حسن و قبح کے درمیان تمیز کرنا علم شریعت پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو پکڑ لو اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے حضرت حق سبحانہ نے اس پر نظر نہیں کی اور اس پر حق تعالیٰ کا غضب ہے۔

یہ سب کچھ اس کی قباحت اور شرارت اور فساد کے باعث ہے جو عدم کے مقتضیات ہے۔ جو ہر شر و فساد کا ماویٰ ہے۔ دنیاوی حسن و جمال اور اس کی حلاوت و طراوت رستہ میں پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح ہیں اور منظور نظر نہیں ہیں۔ وہ آخرت کا جمال ہی ہے جو نظر کے لائق اور حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا داروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ يُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وہ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَغِّرِ الدُّنْيَا بِاَعْيُنِنَا وَ كَبِّرِ الْاٰخِرَةَ فِيْ قُلُوْبِنَا بِحُرْمَتِ مَنِ افْتَخَرَ بِالْفَقْرِ وَتَجَنَّبَ عَنِ الْغِنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا یا اللہ تو دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر کردے اور آخرت کو ہمارے دلوں میں بزرگ بنا اس رسول کے طفیل جس نے فقر کے ساتھ فخر کیا اور دولتمندی سے الگ رہا اس پر اور اس کی آل پر اتم واکمل صلوٰۃ وسلام ہو۔

اور چونکہ شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شرارت اور نقص اور فساد کی حقیقت پر نظر نہیں ڈالی اور ممکنات کے حقائق کو حق جل وعلا کی علمیہ صورتیں مقرر کی ہیں کیونکہ ان کی صورتوں نے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے آئینہ میں کہ خارج میں اس کے سوا کچھ موجود نہیں جانتا۔ انعکاس پیدا کر کے خارجی نمود وظہور حاصل کیا ہے اور ان علمیہ صورتوں کو واجب تعالیٰ کی صفات اور شیون کی صورتوں کے غیر نہیں سمجھا ہے۔ اس لئے وحدت وجود کا حکم کیا ہے اور ممکنات کے وجود کو واجب تعالیٰ وتقدس کے وجود کا عین کہا ہے اور شر ونقص کو اضافی اور نسبتی کہہ کر شرارت مطلق اور نقص محض کی نفی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی چیز کو فی نفسہ قبیح نہیں جانتا حتیٰ کہ کفر وضلالت کو ایمان وہدایت کی نسبت برا نہیں جانتا نہ اپنی ذات کی نسبت کہ اس کو عین صلاح وخیر سمجھتا ہے اور اپنے ارباب کی نسبت ان کے لئے استقامات کا حکم کرتا ہے اور آیت کریمہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (کوئی زمین پر چلنے والا نہیں جس کو وہ اس کی پیشانی سے پکڑنے والا نہیں ہے۔ بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے) کو ان معنی پر شاہد لاتا ہے۔ ہاں جو کوئی وحدت وجود کے سوا حکم نہ پائے وہ اس قسم کی باتوں سے کیوں کنارہ کرے۔

اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ممکنات کی ماہیتیں بمع ان کے کمالات وجودیہ کے جو ان میں منعکس ہو کر ان سے مل گئی ہیں، عدمات ہیں جیسا کہ مفصل طور پر گزر چکا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا اور وہی راہ راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اے فرزند! یہ علوم ومعارف جن کی نسبت کسی اہل اللہ نے نہ ہی صراحت سے اور نہ ہی اشارہ سے گفتگو کی ہے۔ بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم ہیں جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب تعالیٰ وممکنات کی حقیقت کو جیسا کہ ممکن اور لائق ہے۔ بیان فرمایا اور جو نہ ہی کتاب وسنت کی مخالفت رکھتے ہیں اور نہ ہی اہل حق کے اقوال کے مخالف ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس دعا میں جو آپ نے گویا تعلیم کے لئے فرمائی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ (یا اللہ تو اشیاء کی حقیقتیں کما حقہ دکھا) حقائق سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں اور جو کہ مقام عبودیت کے مناسب ہیں اور جو کہ نقص و ذلت وانکسار پر جو بندگی کے حال کے مناسب ہے، دلالت کرتی ہیں۔ بندہ عاجز جو اپنے آپ کو اپنے مولائے قادر کا عین جانے، کمال بے ادبی ہے۔

اے فرزند! یہ وہ وقت ہے جبکہ پہلی امتوں میں سے ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں الوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا اور اس امت میں جو خیر الامم ہے اور اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل ﷺ ہے۔ اس کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا ہے اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں تا کہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور ہر پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی طرح اس وقت ایک تام المعرفت عالم و عارف درکار ہے جو گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید    دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: فیض روح القدس کا گر دے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام وہ جو کچھ جو مسیحا نے کیا

اے فرزند! وجود صرف عدم صرف کے مقابل ہے اور اوپر گزر چکا کہ وہ صرف واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی حقیقت اور ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اگر چہ یہ عینیت بھی خواہ اجمال کے طور پر ہی ہو اس مقام میں گنجائش نہیں رکھتی۔ اور عدم جو صرف اس وجود کے مقابل ہے وہ عدم ہے جس کی طرف کسی نسبت اور اضافت نے راہ نہیں پایا اور وہ ہر شر و نقص کا عین ہے۔ اگر چہ یہ عینیت بھی وہاں گنجائش نہیں رکھتی کیونکہ احنافت کی بو رکھتی ہے۔

اور معلوم ہے کہ کسی شے کا ظہور پورے پورے طور پر اس شے کے حقیقی مقابل میں ظاہر ہوتا ہے۔ وَبِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ اشیاء اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پس بالضرور وجود صرف کا ظہور پورے طور پر عدم صرف کے آئینہ میں حاصل ہوگا اور مقرر ہے کہ نزول عروج کے اندازہ سے ہے۔ پس جس کا عروج اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وجود صرف تک ثابت ہو۔ ناچار اس کا نزول عدم صرف میں ہوگا جو اس کے مقابل ہے لیکن عروج کے وقت وہاں عارف کا استہلاک ہے جس کو جہل لازم ہے اور نزول کے وقت صحو سے متحقق ہے جو علم و معرفت کا مقام ہے اس وقت اس کے صحو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کو اس تجلی ذاتی سے جو ظلیت کی آمیزش سے منزہ اور ذاتیہ شیون واعتبارات کے ظلال میں کسی ظل کے پردہ میں تھی اگرچہ عارف اس کو اسماء وشیون کے ملاحظہ کے بغیر جانتا ہے اور حضرت وجود صرف کی تجلی گنتا ہے سبحان اللہ! اس عدم نے جو ہر شر ونقص کا ماویٰ ہے۔ حضرت وجود تعالیٰ کے ظہور تام کے باعث حسن کے معنی پیدا کئے اور وہ کچھ پایا جو کسی نے نہ پایا اور جو فی نفسہ قبیح تھا حسن عارضی کے سبب مستحسن ہو گیا۔ نفس امارہ انسانی جو بالذات شرارت کی طرف مائل ہے۔ اس عدم کے ساتھ سب سے زیادہ کامل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی واسطے تجلی خاص میں سب سے فائق ہو گیا اور سب پر ترقی پا گیا۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگار انند

جاننا چاہئے کہ تام المعرفت عارف جب عروج کے مقامات اور نزول کے مراتب کو مفصل طور پر طے کرنے کے بعد عدم صرف میں نزول فرمائے گا اور حضرت وجود کی آئینہ داری کرے گا تو اس وقت تمام اسمائی وصفاتی کمالات اس میں ظہور پائیں گے اور مفصل طور پر سب کو ایسے لطائف کے ساتھ ظاہر کرے گا کہ مقام اجمال جن کا متضمن ہے اور یہ دولت اس کے سوا کسی دوسرے کو میسر نہیں ہے اور یہ آئینہ داری ایک قیمتی لباس ہے جو اس کے قد پر سیا ہوا ہے۔ اس تفصیل نے اگرچہ حضرت علم کے خزینہ میں صورت حاصل کی ہے لیکن وہ آئینہ داری مرتبہ علم میں ہے جس نے خارج میں تمام کمالات کو ظاہر کیا ہے۔

**سوال:** مرآتیت عدم کے کیا معنی ہیں اور عدم کو جو لاشے محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے؟

**جواب:** عدم باعتبار خارج کے لاشے محض ہے لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا کی ہے بلکہ وجود ذہنی کے ثابت کرنے والوں کے نزدیک اس نے وجود علمی بھی حاصل کیا ہے اور اس کو وجود کا آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبہ عدم میں ہر نقص وشرارت جو وجود سے جو اس کے نقیض ہے، ثابت ہو۔ ضرور مسلوب ہو گا اور ہر کمال جو مرتبہ عدم میں مسلوب ہو۔ وہ حضرت وجود میں مثبت ہو گا۔ پس ناچار عدم کمالات وجودی کے ظہور کا سبب ہوا اور آئینہ ہونے کے یہی معنی ہیں اس کے سوا اور معنی کچھ نہیں۔ **فَافْهَمْ فَإِنَّهُ دَقِيقٌ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ** (پس سمجھ لے کیونکہ یہ باریک مطلب ہے اور اللہ تعالیٰ الہام کرنے والا ہے۔)

اے فرزند! یہ جو معارف لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہے اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب فقیر ان علوم کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس مقام کے گردونواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں اور اس مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔ وَاللہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا بڑی اعلیٰ درجہ کی شکرگزاری ہے اس لئے اس نعمت عظمیٰ کے ظاہر کرنے کی دلیری کی امید ہے کہ یہ بات عجب اور خود بینی کے گمان سے پاک ہوگی اور خود بینی کی گنجائش کیسے ہوسکے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص وشرارت ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَوَّلاً وَّاٰخِراً وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ دَائِماً وَسَرْمَداً وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا

اوّل آخر میں اللہ رب العٰلمین کی حمد ہے اور اس کے رسول اور اس کی آل بزرگوار اور اصحاب عظام پر ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو اور سلام ہو ان سب پر جو ہدایت کے رستہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۳۵)

اس بیان میں کہ اس طائفہ کی محبت دنیا وآخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے اور باطنی جمعیت کے حاصل کرنے کی توفیق اس محبت کا ثمرہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں ملا عبد الغفور سمرقندی اور حاجی بیگ فرکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور دعوات کے بعد دوستانِ حقیقی اور مشتاقانِ تحقیقی کو معلوم شریف ہو کہ آپ کے مکتوبات شریفہ جو فرط محبت اور کمال اشتیاق سے بھرے ہوئے تھے ان کے پہنچنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی محبت پر ثابت قدم رکھے اس محبت کو دنیا اور آخرت کی سعادت کا سرمایہ جان کر حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس پر ثابت اور قائم رہنے کی دعا مانگتے رہا کریں اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق اسی محبت کا نتیجہ ہے اور باطنی جمعیت کا حاصل ہونا اسی دوستی کا ثمرہ ہے۔ اگر تمام جہان جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرادیں لیکن اس محبت کو قائم رکھیں تو کچھ غم نہ کرنا چاہئے بلکہ امیدوار رہنا چاہئے اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار واحوال کو باطن میں زیادہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کر دیں لیکن اس محبت سے بال کے برابر بھی دور کر دیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہ جاننا چاہئے اور اس کو استدراج شمار کرنا چاہئے اس سر رشتہ کو مضبوط پکڑ کر اپنے کام میں متوجہ رہیں اور قیمتی عمر کو بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کریں۔

ہمہ اندرزمن تبواین است | کہ تو طفلی وخانہ رنگین است

ترجمہ: ہے نصیحت مری یہی تجھ سے | تو ہے طفل اور خانہ رنگین ہے

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۳۶)

بعض اسرار کے بیان میں مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے فرزند ارشد کو معلوم ہو کہ تمہارے خط سے جو تم نے احوال کی شرح میں لکھا ہوا تھا۔ ایسا مفہوم ہوا تھا کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہوگئی۔ اس بات سے خداوند جل سلطانہ کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔ اب امیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کرے۔ اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایت موسوی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل پایا اور وہاں سے کھینچ کر دائرہ ولایت خاصہ میں داخل کیا۔ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰى ذٰلِكَ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے اور جب تم کو قسر وجبر سے اس ولایت میں لائے ہیں اس لئے بیس روز سے زیادہ ہوئے ہیں کہ تم کو اپنی بغل میں نگاہ رکھ کر پرورش کرتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس نسبت کے ضعف سے تمہیں معلوم ہوا ہوگا اور اب چونکہ یہ نسبت قوی ہوگئی ہے۔ امید ہے کہ تم کو بھی معلوم ہو جائے گا اور حضرت حق سبحانہ کے انعامات کی نسبت جو پے در پے اس عاصی کے حق میں پہنچ رہے ہیں کیا لکھے۔

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری | کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر بر روید از تن صد زبانم | چو سبز از لطفش کے توانم

ترجمہ: ہوں وہ مٹی کہ ابر نو بہاری | کرے شفقت سی مجھ پر قطرہ باری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اگر ہر بال میں میرے زباں ہو — تو پھر بھی شکر نعمت کب عیاں ہو

دوسرا یہ ہے کہ فرزند عزیز محمد سعید نے جو اپنے مکتوب میں اپنے احوال کو ظاہر کیا تھا بہت ٹھیک ہیں اور اس خصوصیت کے ساتھ یاروں میں سے کم کسی کو حاصل ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائے گا اور فرزندی محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے قوت سے فعل میں لائے۔

## مکتوب (۲۳۷)

سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی تابعداری پر ترغیب دینے اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح میں محمد طالب بیان کی طرف صادر فرمایا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْحَقَّۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَاٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

میرے سعادت مند بھائی! طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے سنت سنیہ کو لازم پکڑا ہے اور عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے اگر اس التزام اور اختیار کے ساتھ ان کو احوال ومواجید سے مشرف کریں تو ان کو نعمت عظیم جانتے ہیں اور اگر احوال ومواجید ان کو بخشیں اور اس التزام اور اختیار میں فتور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے اور ان مواجید کو نہیں چاہتے اور اس فتور میں اپنی سراسر خرابی جانتے ہیں کیونکہ برہمنوں اور ہندو جوگیوں اور یونانی فلسفیوں کو علم توحید کی بہت سی قسم کی تجلیات صوری اور مکاشفات مثالی ہوئی ہیں لیکن سوائے خرابی اور رسوائی کے ان سے کچھ نتیجہ حاصل نہ ہوا اور سوائے بعد وحرمان کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اے بھائی! جب آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بزرگواروں کی ارادت کے ملک میں داخل کیا ہے تو چاہئے کہ ان کی متابعت کو لازم پکڑیں اور سرموان کی مخالفت نہ کریں تاکہ ان کے کمالات سے فائدہ مند اور برخوردار ہوں۔ اوّل اپنے عقائد کو اہلسنّت وجماعت کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عقائد کے موافق درست کریں۔

دوسرا فرض وسنت واجب ومندوب وحلال وحرام ومکروہ ومشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے، حاصل کریں اور اس علم کے موافق عمل درست کریں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تیسرے درجے پر علوم صوفیہ کی نوبت پہنچتی ہے جب تک وہ دو پر درست نہ کرلیں۔ عالم قدس میں اڑنا محال ہے اور اگر ان دو کاموں کے حاصل ہونے کے بغیر احوال ومواجید میسر ہوں تو ان میں اپنی سراسر خرابی جاننی چاہیئے اور ایسے احوال ومواجید سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ رسول کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

برادرم میاں شیخ داؤد وہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور جو نصیحت اور دلالت کریں، بجالائیں کیونکہ وہ ان بزرگواروں کے مریدوں کی صحبت میں بہت مدت رہے ہیں اور ان کا راہ وروش معلوم کیا ہے۔ اس جگہ کے ان یاروں کو جو میر نعمان کے ذریعے اس طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ چاہیئے کہ مشارالیہ (شیخ داؤد) کی صحبت کی غنیمت جانیں اور حلقہ میں ایک ہی جگہ بیٹھیں اور ایک دوسرے میں فانی ہوں تاکہ جمعیت حاصل ہو اور معاملہ ترقی پائے اور مکتوب کا مطالعہ کیا کریں کہ بہت فائدہ مند ہے

وادیم ترا از گنج مقصود نشاں

ترجمہ: تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۳۸)

اس بیان میں کہ بھائیوں یعنی دوستوں کے زیادہ ہونے میں بہت سی امیدیں ہیں اور اس امر کی تنبیہ میں کہ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کے احوال ومعارف پیروں کے توقف اور عجب کا موجب ہو جائیں اور اس بیان میں کہ مریدوں کے احوال حیا کا باعث ہونا چاہیئے تاکہ ترقیات پر ترغیب کریں۔ میر نعمان کی طرف صادر کیا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک وطاہر پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ کا مکتوب شریف جو خواجہ رحمی کے خدمت گار کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ پہنچ کر نہایت ہی خوشی کا باعث ہوا اور چونکہ آپ کے مریدوں کے احوال مفصل طور پر درج تھے۔ اس لئے خوشی پر خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ بھائیوں کے زیادہ ہونے میں اَکۡثِرُوۡ اِخۡوَانَکُمۡ فِیۡ الدِّیۡنِ (اپنے دینی بھائیوں کو زیادہ بناؤ) کے موجب بہت بہت امیدیں ہیں اور آیت کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیۡکَ (تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوی کریں گے۔) بھی اسی مضمون کی موید ہے۔ لیکن چاہئے کہ اپنے احوال واعمال منظور نظر ہوں اور اپنی حرکت وسکون ملحوظ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کی ترقیاں پیروں کے توقف کا باعث ہو جائیں اور مسترمرشدوں اور مریدوں کی گرمجوشی مرشدوں کے گھر میں سردی ڈالدے۔ اس امر سے بہت ڈرتے رہنا چاہئے اور مریدوں کے احوال ومقامات کو شیر ببر کی طرح جاننا چاہئے اور ان پر فخر ومباحات نہ کرنا چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس وجہ سے عجب وغرور کا دروازہ کھل جائے بلکہ چاہئے کہ اَلۡحِیَاءُ شُعۡبَۃٌ مِّنَ الۡاِیۡمَانِ (حیا ایمان کی جزو ہے) کے موافق مریدوں کی ترقیاں شرمندگی وخجالت کا باعث ہوں اور طالبوں کی گرمی عبرت وغیرت کا موجب ہو اور چاہئے کہ اپنے اعمال کو قاصر اور اپنی نیت کو کوتاہ سمجھیں۔ اور حال وقال کی زبان ھَلۡ مِنۡ مَّزِیۡدٍ سے تر رکھیں۔ اگرچہ آپ کے پسندیدہ اطوار سے امید ہے کہ آپ اس طرح معاملہ کریں گے۔ لیکن دینی دشمنوں یعنی نفس امارہ اور شیطان لعین کا ملاحظہ کر کے تاکید کے طور پر مبالغہ کیا گیا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ طالبوں کی توجہ کی سرگرمی میں سردی پڑ جائے کیونکہ مقصود ان دونوں حالتوں کا جمع کرنا ہے صرف ایک ہی فکر میں لگا رہنا قصور ہے۔

خواجہ رحمی وسید احمد کو آپ کی خدمت میں حاضر رہنا چاہئے اور آپ ان کے حال پر پورے طور پر توجہ فرماتے رہیں۔ میر عبداللطیف نے بھی اگر توجہ کی توفیق پائی ہو تو اس کی بھی مدد کریں تاکہ استقامت حاصل کر لے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض طالب طریقہ قادریہ کی التماس کرتے ہیں چاہئے کہ طریقہ نقشبندیہ کے سوا اور کوئی طریقہ کسی کو نہ سکھائیں تاکہ دو طریقے باہم نہ مل جائیں۔ ہاں اگر کلاہ وشجرہ طلب کریں اور استخارہ کی اجازت دے دیں۔ تو مرید بنالیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَ عَلٰی سَائِرِ اَصۡحَابِکُمۡ وَ اَصۡبَائِکُمۡ وَ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی وَالۡتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الۡمُصۡطَفٰی عَلَیۡہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّھَا وَ اَکۡمَلُھَا۔ آپ پر اور آپ کے تمام دوستوں پر سلام ہو اور نیز ان تمام پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲۳۹)

ملا احمد برکی کی طرف اس کے خط کے جواب میں جو اس نے لکھا تھا اور اس میں چند سوال استفسار کئے تھے لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ.

اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل واصحاب پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔آپ کا مکتوب گرامی جو از روئے شفقت و مہربانی کے ارسال کیا تھا۔اس کے مضمون کو مطالعہ کر کے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔آپ نے لکھا تھا کہ احوال کا عرض کرنا احوال کے اندازہ پر ہے۔الخ

میرے مخدوم! احوال کے حاصل ہونے سے مقصود یہ ہے کہ محول احوال یعنی احوال کے پھیرنے والے کے ساتھ گرفتاری اور تعلق حاصل ہو جائے۔جب یہ گرفتاری حاصل ہو تو پھر اگر احوال حاصل ہوں یا نہ ہوں کچھ پروا نہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضور میں مذکور ہوا تھا کہ آپ کے حق میں ہم نے بہت تخم ریزی کی۔ الخ

میرے مخدوم! واقعی اسی طرح ہے۔لیکن ثمرات کا زندگی میں اور مرنے کے بعد بے شمار زمانوں کے گزرنے پر موقوف ہے۔ اُبْشِرُوْ وَلَا تَعْجَلْ بِهٖ (خوش ہو اور جلدی نہ کر)

مولانا محمد صالح کے مقولہ کی نسبت آپ نے لکھا تھا۔چونکہ مولانا مذکور حاضر نہ تھے تاکہ ان کی مراد سمجھی جائے اس لئے اس مقولہ سے معترض نہ ہوا۔لیکن خیر ہے کسی طرح کا فکر دل میں نہ لائیں۔اور بے ادبی کی نسبت جو آپ نے لکھا تھا' سو دوستوں کی خطائیں معاف ہیں دل میں کچھ فکر اندیشہ نہ کریں۔

آپ نے اپنے احوال کی نسبت تفتیش کی تھی۔اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ مقبولوں میں سے ہیں۔ قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّةٍ (جو قبول کیا گیا وہ بلا علت قبول کیا گیا)۔

آپ نے لکھا تھا کہ دو (۲) شیخ زادے آئے تھے تاکہ ذکر کی تلقین حاصل کریں۔الخ

میرے مخدوم! استخارہ ہر امر میں مسنون و مبارک ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ ممکن ہے کہ استخارہ کے بعد خواب یا واقعہ بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کرے بلکہ استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کے کرنے پر دلالت رکھتا ہے اور اگر توجہ اسی قدر ہے جس قدر کہ پہلے تھی اور کچھ کم نہیں ہوئی۔ تب بھی منع نہیں ہے۔ اس صورت میں استخارہ کو دوبارہ سہ بارہ کرے تاکہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہو جائے۔ استخارہ کے تکرار کی نہایت سات مرتبہ تک ہے۔ اور اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہو تو منع پر دلالت ہے۔ اس صورت میں بھی اگر استخارہ کو مکرر کرے تو گنجائش ہے۔ بلکہ ہر تقدیر پر استخارہ کو مکرر کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے اور اس امر کے کرنے یا نہ کرنے میں احتیاط ہے۔

رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنی جو اس جسد کے بیان میں لکھی گئی ہے جو روح سے مکتسب ہے آپ نے پوچھی تھی۔

میرے مخدوم! روح کا ایسے افعال کا اختیار کرنا اور کر گزرنا جو اجسام کے افعال کے مناسب ہیں۔ جیسا کہ دشمنوں کا ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ اسی قسم سے ہے۔

ظالموں کے فتنہ سے آپ نے امن طلب کیا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو بلکہ آپ کی جگہ کو ان ظالموں کی شرارت سے محفوظ رکھا ہے خاطر جمع ہو کر حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف متوجہ رہیں اور امید ہے کہ اس حفظ کو موقت نہ کریں گے۔ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (تیرا رب بڑی بخشش والا ہے) لیکن اس جگہ کے رہنے والوں کو نصیحت کریں کہ مسلمانوں کی بہتری اور خیر خواہی کی وضع کو نہ بدلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں۔

## مکتوب (۲۴۰)

اس راستہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے بعض فائدوں کے بیان میں شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ ع

وہ رسالہ جو آپ کے خیریت کے انجام والے احوال پر شامل تھا۔ پہنچا اور اس کا مطالعہ خوشی کا باعث ہوا۔ ع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



در عشق چنیں بوالعجبہا باشد

ترجمہ ع عشق میں ایسی بہت ہوتی ہیں باتیں بوالعجب

لیکن چاہئے کہ احوال سے گزر کر محول احوال یعنی احوال کے پلٹانے والے تک پہنچنا چاہئے کہ وہاں سراسر جہالت ونادانی ہے۔ بعد ازاں اگر معرفت سے مشرف فرمائیں تو زہے دولت وسعادت۔ غرض جو کچھ دید ودانش میں آئے نفی کے قابل ہے۔ خواہ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہی ہو۔ کیونکہ اس وحدت کی کثرت میں گنجائش نہیں ہے۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس وحدت کا شبح ومثال ہے نہ بذات خود وحدت۔ پس اس وقت آپ کے حال کے مناسب کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر اور تکرار ہے۔ اس حد تک کہ دید ودانش میں کچھ نہ چھوڑے اور حیرت و جہالت میں ڈال دے اور معاملہ کو فنا تک پہنچا دے۔ جب تک جہل وحیرت میں نہ پہنچیں' فنا نصیب نہیں ہوتی۔ جس کو آفتاب جانتے ہیں اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں نہ فنا سے اور جب جہل تک پہنچنے کے بعد فنا حاصل ہوگی۔ تب پہلا قدم اس راہ میں لگایا ہوگا۔ وصل کہاں اور اتصال کس کے لئے ہے۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفٌ

ترجمہ: ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

آپ کے احوال درست ہیں لیکن ان سے گزرنا لازم ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ آپ شریعت پر استقامت اختیار کریں اور اپنے احوال کو علوم واصول شریعہ کے مطابق درست کریں۔ اگر العیاذ باللہ کسی قول فعل میں شریعت کا خلاف پیدا ہو تو اس میں اپنی خرابی سمجھنی چاہئے۔ استقامت والوں کا یہی طریق ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۴۱)

بعض یاروں کی ترقی کے بیان میں مولانا محمد صالح کی طرف لکھا ہے:۔

میرے سعادت مند بھائی کو حمد وصلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ ان حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں اور اس جگہ کے سب یار خوش وخرم ہیں۔ بالخصوص مولانا محمد صدیق ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی عنایت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے ولایت خاصہ کے ساتھ مشرف ہوئے اور اسم جزئی سے اسم کلی کے ساتھ ملحق ہوئے۔ باوجود اس کے نظر فوق کی جانب رکھتے ہیں۔ وہاں سے نصیب وافر حاصل کر کے شاید رجوع کی طرف میلان کریں۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے اور ان دوستوں کے احوال جو طریقہ میں داخل ہوئے اور ہوتے ہیں۔ لکھتے رہا کریں اور چند روز اسی جگہ استقامت اختیار کریں۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۴۲)

بعض سوالوں کے جواب میں ملا بدیع الدین کی طرف لکھا ہے:۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ درویش کمال نے آپ کا مکتوب شریف پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ آپ نے اعمال کو قاصر اور نیتوں کو کوتاہ سمجھنے کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ واضح ہو اِحق تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس دید کو زیادہ کرے اور اس الہام کو کامل کرے کیونکہ اس راہ میں یہ دونوں دولتیں اصل مقصود میں سے ہیں۔

آپ نے لکھا اور دریافت کیا تھا کہ اسم ذات کا شغل کہاں تک ہے اور اس مبارک کی مداومت سے کس قدر پردے دور ہوتے ہیں اور نفی و اثبات کی نہایت کہاں تک ہے اور اس کلمہ متبرکہ سے کیا وسعت حاصل ہوتی ہے اور کس قدر حجاب دور ہوتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چارہ نہیں ہے۔ خواجہ ابتدا میں ہو خواہ انتہاء میں۔ اس لئے ظاہر سب وقت ذکر کا محتاج ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر نفی و اثبات مناسب ہوتا ہے۔ باقی رہا معاملہ باطن کا۔ وہاں بھی جب تک بالکل غفلت دور نہ ہو جائے تب تک ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ہاں اس قدر ابتدا میں یہ دونوں ذکر متعین ہیں اور توسط و انتہاء میں یہ دونوں ذکر متعین نہیں ہیں۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت دور ہو جائے تو ہو سکتا ہے لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

جاننا چاہئے کہ حضرت ذات کا وہ حضور جو اسماء و صفات کے ملاحظہ سے ہو۔ اگرچہ دائمی ہو۔ احدیت مجردہ کی طرف توجہ کرنے والوں کے نزدیک غفلت میں داخل ہے۔ اس غفلت کو بھی دور کرنا چاہئے اور وراء الوراء کی طرف جانا چاہئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فراق دوست اگر مذک است اندک نیست — درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ فراق یار تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے — بہت آتا نظر ہے بال آدھے کے برابر بھی

آپ نے ان واقعات کی نسبت جو ظاہر ہوتے ہیں لکھا تھا۔ اس سے پہلے بھی جواب میں یہی لکھا تھا کہ یہ مبشرات ہیں ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ منتظر رہیں اور کام کرتے جائیں۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفٌ

ترجمہ۔ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک — راہ میں پر خطر کوہ اور غار

والسلام

## مکتوب (۲۴۳)

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی ترغیب میں ملا ایوب محتسب کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ کے بعد میرے معزز بھائی کو معلوم ہو کہ کئی دفعہ آپ نے اپنے متعدد خطوں میں نصائح طلب فرمائی تھی۔ لیکن یہ حقیر اپنی خرابیوں پر نظر کر کے اس سوال کے قبول کرنے میں جرأت نہیں کرتا تھا۔ لیکن جب بار بار یہی طلب آپ کی طرف سے ظہور میں آئی اس لئے چند ٹوٹے پھوٹے فقرے لکھے جاتے ہیں ان کو غور سے سنیں اور جان لیں کہ جو کچھ طالب کے لئے ضروری ہے اور اس کے ساتھ مکلّف ہے وہ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا ہے۔ آیت کریمہ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو اور جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اس سے ہٹ جاؤ) اس مطلب پر شاہد ہے اور جب طالب اخلاص سے مامور ہے اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (خبردار دین خالص اللہ ہی کیلئے ہے) اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا اور محبت ذاتیہ کے سوا متصور نہیں۔ اس لئے طریق صوفیہ کا سلوک بھی جس سے فنا اور حجت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے، ضروری ہے۔ تاکہ اخلاص کی حقیقت ہاتھ آئے اور چونکہ صوفیہ کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالۃً متفاوت ہیں۔ اس لئے ایسے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت سنیہ کی متابعت زیادہ لازم اور احکام شرعیہ کے بجالانے کے زیادہ موافق ہو۔ بہت ہی بہتر اور مناسب ہے اور وہ طریقہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اس طریق میں سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب فرمایا ہے۔ جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر اس کا نفع باطن میں معلوم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کریں اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر اس کو باطن میں مضر جانیں۔ انہوں نے احوال ومواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور ذوق ومعارف کو علوم دینیہ کے خادم جانتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح جدوحال کے جوز ومویز کے بدلے ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے فائدہ باتوں پر مغرور مفتوں نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص کی طرف خواہش نہیں کرتے اور فتوحات مدینہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حال دائمی اور ان کا وقت استمراری ہے۔ ماسوی اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسوی کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف کریں تو بھی میسر نہ ہو اور وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق کی طرح ہے ان بزرگواروں کے لئے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے۔ **رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ** (وہ ایسے بہادر ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو ذکر سے غافل نہیں کرتی) ان کے حال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور البتہ موصل ہے اور دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں درج ہے اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تمام مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگواروں کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی ان کے بعض کمالات سے انکار کریں۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور — حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را

ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر — توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ

شاعر عرب فرماتا ہے شعر

**أُولَٰئِكَ اٰبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ — إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ**

ترجمہ: ایسے ایسے باپ دادا ہیں ہمارے اے جریر
کر بیاں مجلس میں تو بھی بات دادوں کی صفت

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ علیہ کے مشائخ قدس سرہم ہر زراق اور رقاص (فریب کرنے والے اور رقص کرنے والے) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کارخانہ بے کار ہے۔

حیف باشد شرح او اندر جہاں — ہمچو راز عشق باید در نہاں

لیک گفتم وصف او تا رہ برند — پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: ہو نہیں ہوسکتا بیاں اس کا عیاں　　مثل راز عشق چاہئے یہ نہاں
لیک کردی وصف میں نے اس لئے　　تا نہ حسرت کھائیں اس کے فوت سے

اگر ان بزرگواروں کے خصائص و کمالات میں دفتروں کے دفتر لکھے جائیں تو دریائے بے نہایت سے قطرہ کی طرح ہیں۔ ع

دادیم تر از گنج مقصود نشاں

ترجمہ: ع　　تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۴۴)

محمد صالح کولابی کی طرف اس کے اس خط کے جواب میں جو اس نے اپنی خرابی کے بیان میں لکھا تھا، لکھا ہے۔

میرے سعادت مند بھائی خواجہ محمد صالح کا مکتوب شریف پہنچا جو آپ نے اپنے احوال کی خرابی کی نسبت لکھا ہوا تھا۔ امید ہے کہ اس سے بھی زیادہ خراب ہوگا اور اس خرابی کی نہایت اس مکتوب میں جو انہی دنوں میں میرے فرزند ارشد کے نام لکھا ہے، درج ہو چکی ہے۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ آپ کا وہاں چندروز رہنا یاروں کی جمعیت کا باعث ہے تو بہتر ہے کہ چندروز وہاں ٹھہریں۔ یہ فقیر بھی عنقریب حضرت دہلی کے سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اکثر استخارے اور توجہات اس سفر کا باعث ہیں اور یہ مقام میرے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا ہے اور ان کی ولایت میں داخل کیا ہے۔ فقیر اس جگہ مسافروں کی طرح ان کی ولایت میں بیٹھا ہے وہ یار جو طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ خاص کر میر سید مرتضیٰ و مولانا شکر اللہ اور میر سید نظام بہت دعاؤں سے مخصوص ہیں۔ فرزندی خواجہ محمد صادق اور سب بھائی آپ کو اور تمام یاروں کو سلام و دعا پہنچاتے ہیں۔

## مکتوب (۲۴۵)

ملا محمد صالح کی طرف بعض استفساروں کے جواب میں لکھا ہے۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ مکتوب شریف جو قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا اور بڑی خوشی کا باعث ہوا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ نے لکھا تھا کہ ذکر نفی اثبات (۲۱) عدد تک پہنچایا ہے لیکن ہمیشگی نہیں ہو سکتی اور غیبت بھی کبھی کبھی ظاہر ہوتی ہے۔ میرے محبت آثار ذکر کرنے میں ظاہراً کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہے جس کے باعث اس عدد پر کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔ روبرو انشاء اللہ دریافت کرلیں گے۔

دوسرا آپ نے اس قول کے معنی دریافت کئے تھے اور لکھا تھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کام کو تمام کر کے فرمایا کہ ذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَةٌ وَ ذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ'' وَذِکْرُ الرُّوْحِ شِرْکٌ وَ ذِکْرُ السِّرِّ کُفْرٌ زبان کا ذکر بکواس اور قلب کا ذکر وسوسہ اور روح کا ذکر شرک اور سر کا ذکر کفر ہے کیونکہ جب ذکر، ذاکر و مذکور کی خبر دینے والا ہے۔ خواہ کوئی ذکر ہو اور اصل مقصود مذکور میں ذکر و ذاکر کا فنا ہونا ہے اس لئے ذکر کو قلقلہ و وسوسہ و شرک و کفر فرمایا۔

بہر چہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں بہر چہ از راہ واافتی چہ زشت آں حرف و چہ زیبا

ترجمہ: جدا جو یار سے کردے وہ یکساں کفر و ایماں ہے
تجھے گمراہ جو کردے برابر زشت و زیبا ہے

لیکن ذکر کے لئے ان ناموں کا عارض ہونا فنا و بقا کے حاصل ہونے سے پہلے جاننا چاہئے کیونکہ بقا کے حاصل ہونے کے بعد ذاکر کا وجود اور ذکر کا ثبوت اس سے مذموم نہیں ہے اگر اس میں کچھ پوشیدگی رہی ہو تو حضور میں دریافت فرمالیں گے کیونکہ تحریر کا حوصلہ تنگ ہے پس اس قول کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا خاص کر کام کے تمام ہونے کے بعد اچھا نہیں ہے۔

دوسرا استفسار یہ تھا کہ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیری نے ابوعلی سینا سے مقصود پر دلیل طلب کی تھی اور اس نے جواب میں لکھا تھا کہ کفر حقیقی میں آ جا اور اسلام مجازی سے نکل جا اور شیخ ابوسعید نے عین القضاۃ کی طرف لکھا کہ اگر میں لاکھ برس تک عبادت کرتا تو مجھے وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو مجھے اور ابوعلی سینا کے اس کلمہ سے حاصل ہوا۔ عین القضاۃ نے لکھا کہ اگر آپ سمجھتے تو اس بیچارہ کی طرح مطعون ملام کیوں ہوتے۔

جاننا چاہئے کہ کفر حقیقی دوئی کے بالکل دور ہو جانے اور کثرت کے کلی طور پر چھپ جانے سے مراد ہے جو کہ فنا کا مقام ہے اور اس کفر حقیقی کے اوپر اسلام حقیقی کا مقام ہے جو بقاء کا محل ہے۔ کفر حقیقی کو اسلام حقیقی سے نسبت دینی سراسر نقص و عیب ہے۔ یہ ابن سینا کی کوتاہ نظری ہے کہ اس نے اسلام حقیقی کی طرف دلالت نہیں کی ہے اور حقیقت میں اس کو کفر حقیقی سے بھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔ اس نے صرف از روئے علم و تقلید کے کہہ دیا اور لکھ دیا ہے بلکہ اس کو تو اسلام مجازی سے بھی حظ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وافر حاصل نہ ہوا اور فلسفی بکھیڑوں میں عمر بسر کر دی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تکفیر کرتے ہیں اور واقعی اس کے فلسفی اصول، اصول اسلام کے منافی و مخالف ہیں۔ نیز شیخ ابوسعید مین القضاۃ سے بہت مقدم ہے وہ اس کی طرف کیا لکھے اگر کچھ شبہ باقی رہا ہو تو حضور میں آ کر دریافت فرمائیں گے۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۴۶)

اس مقام کے حاصل ہونے کے بیان میں جو کمال و تکمیل کے مرتبوں میں متوقع اور مترصد ہے اور اس بے توفیقی کی وجہ کے بیان میں جو بعض اوقات طاری ہو جاتی ہے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّاہِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ.

اللہ رب العٰلمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی آل واصحاب پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف پے در پے صادر ہوئے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ان حدود کی طرف جانے والا کوئی نہ ملا تا کہ ہر ایک کا جواب الگ الگ لکھا جاتا۔ امید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔ اس مکتوب کے پہنچنے کے بعد جو میر داد کے ہمراہ ارسال کیا تھا ایک دن صبح کی نماز کے بعد یاروں کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ بیخواستہ آپ کی طرف توجہ ہوئی اور بقایا آثار جو نظر میں آتے تھے۔ ان کے دور کرنے کے درپے ہوا اور وہ ظلمتیں اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں ان کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کامل بن گیا اور جو کچھ ہدایت کے آفتاب میں امانت رکھا تھا سب اس بدر میں منعکس ہوا۔ حتیٰ کہ کمال کی جانب میں کچھ متوقع اور منتظر نہ رہا۔ اَلاَّ اَنْ یَّتَّسِعَ الظَّرْفُ وَیَاخُذُ بِقَدْرِ وُسْعَتِہٖ شَیْئًا فَشَیْئًا (سوائے اس کے کہ ظرف وسیع ہو جائے اور اپنی وسعت کے موافق کچھ حاصل کر لے) اور بہت دیر تک اس معنی کی مثالیہ صورت نظر میں رہی۔ یہاں تک کہ وہ یقین جو صدق کا مصداق ہے، حاصل ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اس دولت کا حاصل ہونا اس واقعہ کی تاویل ہے جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے حاصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہونے کے لئے بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ آپ کا قرض سب کا سب ادا ہو گیا اور وعدہ پورا ہوا۔ اب امیدوار ہے کہ اس کمال کے اندازہ پر تکمیل حاصل ہوگی اور اس طرف کے دشت وصحرا آپ کے وجود شریف سے منور ہوں گے۔

آپ نے اپنی بے توفیقی کی نسبت لکھا تھا۔ ظاہراً اس کا سبب قبض کی زیادتی ہے اور چونکہ آپ کی قبض مفرط اور دیر کے بعد دور ہونے والی ہے۔ اس کا مسبب بھی سبب کے اندازہ کے موافق طویل ہوگا۔ اس حال میں تکلف کے ساتھ آپ اعمال بجالاتے اور عبادات کرتے رہیں اور تعمل اور بناوٹ کے ساتھ اس پر آمادہ رہیں۔

دوسرا یہ کہ اس سال میں بہت علوم بلند اور معارف ارجمند ظہور میں آئے ہیں۔ ان میں سے وہ مسودہ کو اخوند مولانا محمد امین ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں ایک مسودہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ان بعض رباعیوں کی شرح کے حل میں ہے جو فیروز آبادی یاروں کی قرأت کے وقت لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ میں توحید آمیز علوم ان رباعیوں کے مناسب درج ہوئے ہیں اور علماء وحدت وجود کے قائل صوفیہ کے درمیان تطبیق دی ہے اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کی نزاع لفظ کی طرف راجع ہوئی ہے اور دوسرا مسودہ وہ مکتوب ہے جو فرزندی ارشدی کی طرف بڑے طول وبسط کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ آپ کو مطالعہ کے وقت معلوم ہو جائے گا کہ علوم کس درجہ کے بلند ہیں۔ اگر کوئی امر ان سے شبہ میں رہ جائے تو دریافت کرلیں۔

## مکتوب (۲۴۷)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کے وجود پاک پر اس کا اپنا وجود پاک ہی دلیل ہے نہ کہ اس کا ماسوائے اور اس کے بیان میں عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے۔

عَرَفْتُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ لَا بَلْ عَرَفْتُ فَسْخَ الْعَزَائِمِ بِرَبِّیْ میں نے اپنے رب کو ارادوں کے توڑنے سے نہیں پہچانا بلکہ ارادوں کے توڑنے کو اپنے رب کے ساتھ پہچان لیا ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ اپنے ماسوائے پر دلیل ہے نہ کہ برعکس اس لئے کہ دلیل اپنے مدلول سے اظہر ہوتی ہے اور حق تعالیٰ سے بڑھ کر اور کونسی چیز اظہر ہے کیونکہ تمام اشیاء اسی سے ظاہر ہوئی ہیں۔ پس وہ اپنی ذات اور اپنے ماسوائے پر دلیل ہے اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ وَعَرَفْتُ الْاَشْیَاءَ بِهٖ تَعَالٰی میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی کے ساتھ پہچانا اور اشیاء کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس کے ساتھ پہچانا پس برہان اس جگہ لِمّی (1) ہے اور اکثر کے خیال میں انی ہے اور تفاوت نظر کے تفاوت سے ہے اور اختلاف بلحاظ منظر کے اختلاف ہے بلکہ وہاں استدلال اور برہان کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ حق سبحانہ کے وجود میں کوئی پوشیدگی اور اس کے ظہور میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور وہ تمام بدیہیات سے زیادہ روشن ہے اور یہ بات سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اس کی آنکھوں پر پردہ ہو کسی پر پوشیدہ نہیں ہے اور تمام اشیاء حواس ظاہری سے محسوس ہیں اور ضروری طور پر معلوم ہے کہ ان سب کا وجود اسی ذات پاک کی طرف سے ہے اور بعض لوگوں کو اس علم کا حاصل نہ ہونا کسی مرض کے عارض ہونے کے سبب سے ہے جو مطلوب میں مضر نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۴۸)

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو ان کے تمام کمالات سے بطریق تبعیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہے اور اس بیان میں کہ کوئی ولی، نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور اس امر کی تحقیق میں کہ تجلی ذاتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہے، کس معنی سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں عالی جناب مرزا احسان الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَسْلِيْمَاتُهٗ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَتْبَاعِهِمْ وَاَعْوَانِهِمْ وَخَزَنَةِ اَسْرَارِهِمُ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت کی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔ ان پر اور ان کے تابعداروں اور مددگاروں اور ان کے اسرار کے خزانچیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کمال متابعت اور زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت وبخشش سے اپنے متبوعہ انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں حتیٰ کہ تابعوں اور متبوعوں کے درمیان سوائے اصالت اور تبعیت اور اولیت اور آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا باوجود اس امر کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل الرسل کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تابعداروں سے ہو کسی نبی کے مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے نیچے رہتا ہے جو تمام پیغمبروں سے نیچے درجے کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تمام انبیاء اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام اصل سے ہیں اور تمام اعلیٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی تعینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے موافق ہیں پھر اصل و ظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ بیشک ہمارے مرسل بندوں کے لئے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ وہ فتح یاب ہیں اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے مخصوص ہے اور آنحضرت ﷺ کے کامل تابعداروں کو بھی اس تجلی سے حصہ حاصل ہے وہ اس معنی کے لحاظ سے نہیں ہے کہ تجلی ذات انبیاء کے نصیب نہیں ہے اور تابعداری کے سبب ان کے کاملوں کو نصیب ہے۔ حاشا وکلا کہ کوئی اس سے یہ مطلب تصور کرے کیونکہ اس میں اولیاء کی انبیاء پر زیادت ہے بلکہ اس تجلی کا آنحضرت ﷺ سے مخصوص ہونا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ دوسروں کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت ﷺ کے طفیل اور تبعیت سے ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت ﷺ کے طفیل ہے اور اس امت کے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ کی نعمت عظمیٰ کے دسترخوان پر اس کے طفیلی اور جلیس ہیں اور اولیاء آنحضرت ﷺ کے خادم پس خوردہ کھانے والے اور جلیس طفیلی اور خادم پس خوردہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے۔ اس مقام پر قدم لغزش کھا جاتا ہے۔

اس شبہ کی تحقیق میں اس فقیر نے اپنے مکتوبات اور رسالوں میں کئی قسم کی وجہیں ذکر کی ہیں اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مسودہ میں تحقیق کیا ہے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ اگرچہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت ﷺ کے طفیل اس تجلی سے کامل حصہ حاصل ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس ولایت خاصہ نے ان کی امتوں کے اولیاء میں اثر نہیں کیا ہے اور تجلی سے وافر حصہ حاصل نہیں ہوا ہے کیونکہ جب ان کی اصلوں میں یہ دولت طفیلی اور انعکاسی ہو تو فروع میں عکس العکس کے طریق پر کیا پہنچے۔ اس معنی کا مصداق کشف صریح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے نہ استدلال عقلی۔

اور یہ جو پہلے مذکور ہوا ہے کہ کامل تابعدار کمال متابعت کے سبب اپنے متبوعوں کے کمالات جذب کر لیتے ہیں۔ مراد ان سے متبوعوں کے اصلیہ کمالات ہیں نہ کہ مطلقاً تا کہ تناقض پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ لوگ انبیاء میں سے اپنے ہر ایک نبی کی مخصوصہ ولایت سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور سب امتوں کے درمیان یہی امت تابعداری کے سبب اس تجلی سے مخصوص ہے اور اس دولت عظمٰی سے مشرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے اور اس امت کے علماء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دل نے چاہا کہ اس ولایت خاصہ کے کچھ فضائل وخصائص لکھے لیکن وقت کی تنگی نے مدد نہ کی اور کاغذ نے کوتاہی کی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے علوم ومعارف بھاری بادل کی طرح برس رہے ہیں اور عجیب وغریب اسرار پر اطلاع بخش رہے ہیں۔ اس راز کے محرم اپنی اپنی استعداد کے موافق میرے بزرگوار فرزند ہیں اور دوسرے یار چند روز حضور میں ہیں اور چند روز غیب میں اسی واسطے کہتے ہیں کہ ولی ہر چند ولی ہو۔ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق حد سے بڑھ کر ہے۔ صحیفہ گرامی جو اس حقیر کے نامزد فرمایا تھا اس کے پہنچنے سے مشرف ہوا۔ اعمال کو قاصر دیکھنا بڑی بھارت نعمت ہے لیکن توسط احوال تمام امور میں اچھا ہے۔ افراط تفریط کی طرف حدِ اعتدال سے باہر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۴۹)

حضرت المرسلین والآخرین کی متابعت کے فضائل اور اس پر مترتبہ کمالات اور اس کے ساتھ مخصوص مراتب کے بیان میں میرزاداداب کی طرف صادر کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کی متابعت پر وابستہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے۔ آپ ہی کی متابعت سے حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام میں پہنچتے ہیں اور آپ ہی کی متابعت سے تجلی ذات سے مشرف ہوتے ہیں اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبہ عبدیت میں جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے۔ سرفراز فرماتے ہیں اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرماتے ہیں اور اولوالعزم پیغمبر آپ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں اور اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے زمانہ میں زندہ ہوتے تو آپ ہی کی تابعداری کرتے اور عیسیٰ روح اللہ کے نازل ہونے اور حضرت حبیب اللہ ﷺ کی متابعت کرنے کا قصہ مشہور معلوم ہے۔ آپ کی امت آپ کی متابعت کے سبب خیر الامم ہوئی ہے اور اس میں سے اکثر اہل جنت ہیں۔ قیامت کے دن آپ کی تابعداری کی بدولت تمام امتوں سے پہلے آپ کے امتی بہشت میں جائیں گے اور ناز و نعمت حاصل کریں گے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وسلم کی متابعت اور سنت کو لازم پکڑیں اور شریعت حصہ کے موافق اعمال بجالائیں۔

دوسرا یہ کہ شیخ اسماعیل کی سفارش کرتا ہے جو معارف آگاہ حاجی عبدالحق کے دوستوں میں سے ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۵۰)

بعض استفساروں کے حل میں ملا احمد برکی کی طرف صادر کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ اس طرف کے فقراء کے احوال واوضاع حمد کے لائق ہیں اور آپ کی عافیت حق تعالیٰ سے مطلوب ومسئول ہے۔

آپ کا مکتوب شریف صادر ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ ذوق وخوشی جو اوّل حاصل تھی اب اپنے آپ میں نہیں پاتا اور اس بات کو اپنا تنزل جانتا ہے۔ سو میرے بھائی کو معلوم ہو کہ پہلی حالت اہل وجد وسماع کی طرح تھی جس میں جسد کو کامل دخل تھا اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں ہے اس کا زیادہ تر تعلق قلب وروح کے ساتھ ہے۔ اس معنی کا بیان کرنا تفصیل چاہتا ہے۔ حاصل یہ کہ۔ دوسری حالت پہلی حالت سے کئی مرتبہ بڑھ کر ہے اور ذوق کا نہ پانا اور خوشی کا دور ہونا، ذوق وخوشی کے پانے سے برتر ہے کیونکہ نسبت جس قدر جہالت اور حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو۔ اسی قدر اصل اور مقصود حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔ اس لئے کہ اس مقام میں عجز وجہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے۔ جہل کو معرفت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے تعبیر کرتے ہیں اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس نسبت کی وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی۔ ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہوگئی ہے۔ لیکن ہر ایک شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا لیکن کیا کیا جائے آپ کی صحبت اس فقیر کے ساتھ بہت کم ہوئی ہے اور علوم و معارف خاصہ بہت کم مذکور ہوئے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ دوبارہ صحبت حاصل ہو اور پھر چند روز باہم اکٹھے رہیں۔

نیز آپ نے دریافت کیا تھا کہ باوجود زادو راحلہ کے اس زمانہ میں مکہ معظمہ جانا فرض ہے یا نہیں۔

میرے مخدوم! اس بارے میں فقہ کی روایتوں میں بہت اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں مختار فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے جو اس نے کہا ہے کہ اگر راستہ میں امن اور عدم ہلاک کا ظن غالب ہے تو اس کی فرضیت ثابت ہے ورنہ نہیں لیکن یہ شرط وجوب ادا کی شرط ہے نہ کہ نفس وجوب کی کہا ہو۔ الصحیح پس اس صورت میں حج کی وصیت واجب نہیں ہوتی چونکہ وقت نے موافقت نہ کی اس لئے آپ کے دوسرے استفساروں کے جواب کو کسی دوسرے مکتوب پر موقوف رکھا۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۵۱)

خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرت شیخین کی فضیلت اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے بعض خاصوں اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر اور ان کے درمیان جھگڑوں اور لڑائیوں کو محمل صحیح پر حمل کرنے اور اس کے متعلق بیان میں مولانا محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے سعادت مند بھائی محمد اشرف کو معلوم ہو کہ بعض علوم غریبہ اور اسرار عجیبہ اور مواہب لطیفہ اور معارف شریفہ جن میں سے اکثر حضرات شیخین و ذی النورین و حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فضائل و کمالات سے تعلق رکھتے ہیں اپنی ناقص سمجھ کے موافق لکھتا ہے، گوش ہوش سے سنیں۔

حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کمالات محمدی کے حاصل ہونے اور ولایت مطصفوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والسلام کے درجوں کے پہنچنے کے باوجود گزشتہ انبیاء کے درمیان ولایت کی طرف میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور دعوت کی طرف میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت نوح علیٰ نبینا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اس لئے نبوت کی جانب سے ولایت کی طرف ان میں غالب ہے اور حضرت امیر میں بھی اس مناسبت کے باعث ولایت کی طرف غالب ہے اور خلفائے اربعہ کے تعینات کے مبادی جہات کے اختلاف کے بموجب اجمالی اور تفصیلی طور پر صفت العلم ہے اور وہ صفت باعتبار اجمال حضرت محمد ﷺ کا رب ہے اور باعتبار تفصیل کے حضرت خلیل علیہ السلام کا رب اور اجمال تفصیل کی برزخیت کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کا رب ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا رب صفت الکلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب صفت القدرت اور حضرت آدم علیہ السلام کا رب صفت التکوین ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمدی ﷺ کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں اور حضرت امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی ﷺ کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں اور حضرت ذی النورین کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجھ اٹھانے والا فرمایا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں اور چونکہ شیخین بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں چونکہ مقام دعوت جو مرتبہ نبوت سے پیدا ہوا ہے ہمارے پیغمبر ﷺ کے بعد باقی تمام انبیاء کے درمیان ان میں اتم واکمل ہے اور ان کی کتاب قرآن مجید تمام نازل شدہ کتابوں سے بہتر ہے۔ اسی واسطے ان کی امت گزشتہ امتوں کی نسبت زیادہ بہشت میں جائے گی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت تمام شریعتوں اور ملتوں سے افضل واکمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے افضل پیغمبر کو اس کی ملت کی متابعت کا امر کیا گیا ہے۔ آیت کریمہ ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاہِیْمَ حَنِیْفًا (پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیم کی تابعداری کر کہ وہ راہ راست پر چلنے والا ہے) اس مضمون کی شاہد ہے اور حضرت مہدی موعود کہ اس کا رب بھی صفت العلم ہے۔ حضرت امیر کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں گویا ایک قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے اور دوسرا قدم حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر۔

اور جاننا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت، ولایت محمدی ﷺ کے دائیں طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



واقع ہوئی ہے اور ولایت عیسوی علیہ السلام اس ولایت کے بائیں طرف اور چونکہ حضرت امیر ولایت محمدی ﷺ کے حامل ہیں اس لئے مشائخ و اولیاء کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں اور حضرت امیر کے کمالات حضرات شیخین کے کمالات کی نسبت اکثر اولیائے عظام پر جو کمالات ولایت سے مخصوص ہیں۔ زیادہ تر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر شیخین رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیائے عظام کا کشف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم کر دیتا کیونکہ حضرات شیخین کے کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث نصف راہ میں ہے۔ ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں مطروح فی الطریق (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔ کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کے لئے بمنزلہ زینہ کے ہیں۔ پس مقدمات کو مقاصد کی خبر ہے اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور۔ آج یہ بات عہد نبوت کے بعد باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ۔۔۔ ہر چہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

ترجمہ: مثل طوطی آئینے کے پیچھے مجھ کو ہے رکھا
کہتا ہوں میں جو کہ استاد ازل نے ہے کہا

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس گفتگو میں علمائے اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ موافق ہوں اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔ ان کے استدلالی علم کو مجھ پر کشفی اور اجمالی کو تفصیلی کیا ہے۔

اس فقیر کو جب تک کہ مقام نبوت کے کمالات تک نہ پہنچایا اور ان کے کمالات سے کامل حصہ نہ دیا۔ تب تک شیخین کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ بخشی تھی اور تقلید کے سوائے کوئی راہ نہ دکھایا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے۔ دل میں گزرا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے لئے اس مقام کی کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔ گویا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نور سے بھرا ہوا ہے۔

اس حقیر کی نظر میں حضرات شیخین کے لئے تمام صحابہ کے درمیان علیحدہ شان اور الگ درجہ ہے۔ گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف علو وسفل یعنی بلندی اور پستی کا ہے اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل اس دولت سے مشرف ہیں اور تمام صحابہ کرام آنحضرت کے ساتھ ہمسرائی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیائے امت کا وہاں کیا دخل ہے۔ ع

ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

ترجمہ: ہے یہی کافی کہ آئے دور سے بانگ جرس

یہ لوگ کمالات شیخین رضی اللہ عنہم سے کیا حاصل کریں۔ یہ دونوں بزرگوار اپنی بزرگی وکلانی کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں معدود اور ان کے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں۔

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ'' لَكَانَ عُمَرُ (اگر میرے پیچھے کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمر ہوتا۔)

امام غزالی نے لکھا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی ماتم پرسی کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر نے صحابہ کی مجلس میں کہا کہ مَاتَ تِسْعَةُ اَعْشَارِ الْعِلْمِ آج نو حصے علم فوت ہو گیا۔

جب بعض میں اس معنی کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے نہیں ہے علم حیض ونفاس ہے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا بیان کیا جائے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے اس کی نسبت خبر دی ہے اور وہ انحطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اس انحطاط وکمی سے زیادہ ہے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہئے کہ دوسروں کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے انحطاط کس قدر ہوگا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حضرات شیخین موت کے بعد بھی پیغمبر خدا ﷺ سے جدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ پس ان کی فضیلت قربیت کے باعث ہوگی۔

یہ قلیل البضاعت یعنی بے سروسامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے اور ان کے فضائل کیا ظاہر کرے۔ ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے اور قطرہ کیا مجال کہ بحر عمان کی بات زبان پر لائے۔

ان اولیاء نے جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں اور ولایت و دعوت کی دونوں طرفوں سے حصہ رکھتے ہیں اور تابعین اور تبع تابعین میں سے علمائے مجتہدین نے کشف صحیح کے نور اور اخبار صادقہ اور آثار متابعہ سے شیخین کے کمالات کو دریافت کیا ہے اور ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے اور اس پر اجماع کیا ہے اور اس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو غلط خیال کر کے اس کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے اور کس طرح ایسے کشف کا اعتبار کیا جائے جبکہ صدر اول میں ان کی افضلیت صحیح ہو چکی ہے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔

قَالَ كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِيْ بَكْرٍ اَحَداً ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں کسی کو ابوبکر پھر عمر پھر عثمان کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر ہم نبی ﷺ کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے یعنی ان کے درمیان ایک دوسرے کو فضیلت نہ دیتے تھے۔

اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے۔ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ (ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب امت میں سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے وہ ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوع میں سے ہیں جن کو کمالات نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے اور آپ کی نظر میں آیا ہوگا کہ فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اسی نبی کی ولایت ہو اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے برخلاف کہا وہ مقام نبوت کے کمالات سے جاہل ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور آپ کو معلوم ہے کہ اولیاء کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ علیہ نقشبندیہ حضرت صدیق کی طرف منسوب ہے۔ پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ہوگی اور حضرت صدیق کے کمالات اُن پر ظاہر ہوں گے۔ ناچار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کا ملجا ہے تو غنیمت ہے میرا خیال ہے کہ حضرت مہدی موعود جو ولایت کی اکملیت کے لئے مقرر ہیں ان کو یہ نسبت حاصل ہوگی اور اس سلسلہ علیہ کی تتمیم و تکمیل فرمائیں گے کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے نیچے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے اور یہ ولایت حضرت صدیق کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ: دیکھ دونوں میں کس قدر ہے فرق

اے بھائی! چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اس لئے اقطاب و ابدال و اوتاد (جو اولیائے عزلت میں سے ہیں اور کمالات ولایت کی جانب ان میں غالب ہے) کے مقام کی تربیت آنحضرت ﷺ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے۔

قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر آنحضرت ﷺ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت و رعایت سے اپنے ضروری امور کو سرانجام کرتا اور مداریت سے عہدہ برا ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ اور امامین بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب بزرگ ہیں اور سب کو بزرگی سے یاد کرنا چاہئے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَاباً وَاخْتَارَلِیْ مِنْھُمْ اَصْھَاراً وَاَنْصَاراً فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ حَفِظَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْھِمْ اٰذَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو پسند کیا اور ان میں سے بعض کو میرے لئے رشتہ دار اور مددگار پسند کیا۔ پس جس شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ رکھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں مجھے ایذا دی، اس کو اللہ تعالیٰ نے ایذا دی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِنَّ شِرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُهُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ میری امت میں سے برے وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں، نیک عمل پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ مخالفتین تاویل و اجتہاد پر مبنی تھیں، نہ ہوا و ہوس پر یہی اہلسنّت کا مذہب ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت امیر کی طرف تھی لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی کی طرح تھا۔ اس لئے ملامت سے دور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے جیسا کہ شارح مواقف، امدی سے نقل کرتا ہے کہ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں۔

اور شیخ ابو شکور سلمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ اہلسنّت و جماعت اس بات پر ہیں کہ معاویہ بمعہ ان کے تمام اصحاب کے جو ان کے ہمراہ تھے، سب خطا پر تھے لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی۔

اور شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت معاویہ اور امیر رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں اور اس قول کو اہلسنّت کے معتقدات سے فرمایا ہے۔

اور شارح مواقف نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعات از روئے اجتہاد کے نہیں ہوئے۔

معلوم نہیں اصحاب سے اس کی مراد کونسا گروہ ہے جبکہ اہلسنّت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں جیسا کہ گزر چکا اور قوم کی کتابیں خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلال کا گمان جائز نہیں ہے۔

قاضی نے شفاء میں بیان کیا ہے۔ قَالَ مَالِكٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ شَتَمَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَمْرَ وَابْنِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الْعَاص فَاِنْ قَالَ كَانُوْا عَلٰى ضَلَالٍ وَكُفْرٍ اَوْ اِنْ شَتَمَ بِغَيْرِ هٰذَا مِنْ مُشَاتَمَةِ النَّاسِ نُكِّلَ نَكَالاً شَدِيْدًا فَلَا يَكُوْنُ مُحَارِبُوْ عَلِيٍّ كَفَرَةً كَمَا زَعَمَتِ الْغُلَاةُ مِنَ الرَّفَضَةِ وَلَا فَسَقَةً كَمَا زَعَمَ الْبَعْضُ وَنَسَبَهُ شَارِحُ الْمَوَاقِفِ اِلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ كَيْفَ وَقَدْ كَانَتِ الصِّدِّيْقَةُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَ كَثِيْرٌ مِّنْ اَصْحَابِ الْكِرَامِ مِنْهُمْ وَقَدْ قُتِلَ الطَّلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فِيْ قِتَالِ الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوْجِ مُعَاوِيَةَ مَعَ ثَلٰثَةَ عَشَرَ اَلْفًا مِّنَ الْقَتْلٰى فَتَضْلِيْلُهُمْ وَتَفْسِيْقُهُمْ مِمَّا لَا يَجْرَءُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَفِيْ بَاطِنِهٖ خُبْثٌ" حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابوبکر وعمر عثمان وعمرو بن العاص کو گالی دی اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی نکالتے ہیں تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہوا کیونکہ حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسا کہ بعض غالی رافضیوں کا خیال ہے اور نہ ہی فسق پر تھے جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے اور بہت سے اصحاب کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے جبکہ حضرت صدیقہ اور طلحہ اور زبیر اور بہت سے اصحاب کرام انہی میں سے تھے اور طلحہ اور زبیر جمل کی لڑائی میں معاویہ کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے۔ پس ان کو ضلالت اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اس کے باطن میں خبث ہو، کوئی مسلمان دلیری نہیں کرتا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور یہ جو بعض فقہاء کی عبارتوں میں جور کا لفظ معاویہ کے حق میں واقعہ ہوا ہے اور کہا ہے کہ معاویہ جور کرنے والا امام تھا تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر کی خلافت کے زمانہ میں وہ خلافت کا حق دار نہ تھا۔ نہ کہ وہ جور جس کا انجام فسق وضلالت ہے تاکہ اہلسنّت کے اقوال کے موافق ہو اور نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصود کے برخلاف وہم پیدا ہو، پرہیز کرتے ہیں اور خطا سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے اور کس طرح جائز ہوسکے جبکہ صحیح وتحقیق ہوچکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھا جیسا کہ صواعق میں ہے اور حضرت مولانا جامی نے جو خطائے منکر کہا ہے اس نے بھی زیادتی کی ہے خطاء جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ۔ یہ بھی نامناسب کہا ہے۔ اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اور اس میں کونسا محل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا تو بیشک جائز تھا لیکن حضرت معاویہ کے حق میں کہنا برا ہے اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہ کے حق میں دعا کی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ یا اللہ تو اس کو کتاب وحساب سکھا اور عذاب سے بچا اور دوسری جگہ دعا میں فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَمَهْدِيًّا یا اللہ تو اس کو ہادی اور مہدی بنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مقبول ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مولانا سے سہو ونسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہو اور نیز مولانا نے انہی ابیات میں نام کی تصریح نہ کر کے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے اور یہ عبارت بھی ناخوشی سے خبر دیتی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا یا اللہ ہم کو بھول چوک پر مواخذہ نہ کر۔

اور وہ جو بعض نے امام شعبی سے معاویہ کی مذمت میں نقل کیا ہے اور اس کی برائی کو فسق سے برتر بیان کی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ جو اس کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اس نقل کے زیادہ مستحق تھے اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں۔ معاویہ اور عمرو بن العاص کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اگر وہ گالی کا مستحق ہوتا تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے اور نیز اس کو گالی دینا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ پس معاویہ برائی کا مستحق نہیں ہے۔

اے بھائی! معاویہ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہے۔ کم وبیش آدھے اصحاب کرام اس کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد دور ہو جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے، کوئی پسند نہیں کرتا۔

اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشاء حضرت عثمان کا قتل اور ان کے قاتلوں سے ان کا قصاص طلب کرنا ہے۔ طلحہ وزبیر جو اوّل مدینہ سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے اور حضرت صدیقہ نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی اور جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے اور طلحہ وزبیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، قتل ہوئے۔ حضرت عثمان کے قصاص کے باعث ہوا ہے۔ اس کے بعد معاویہ نے شام سے آکر ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا بلکہ قصاص کے پورا کرنے کے لئے حضرت امیر کی خلافت کے ابتداء میں ہوا ہے اور شیخ ابن حجر نے بھی اس بات کو اہلسنّت کے معتقدات سے کہا ہے اور شیخ ابوشکور سلمی رحمتہ اللہ علیہ نے جو بزرگ علمائے حنفیہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے ہیں۔ کہا کہ حضرت معاویہ اور حضرت امیر کے درمیانی جھگڑے خلافت کے بارے میں ہوئے ہیں۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ کوفرمایا تھا کہ **اِذَا مَلَکْتَ النَّاسَ فَارْفِقْ بِهِمْ** جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرم کر۔ شائد اس بات سے معاویہ کو خلافت کا طمع پیدا ہو گیا ہو لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھا اور حضرت امیر حق پر کیونکہ اس کی خلافت کا وقت حضرت امیر کی خلافت کے بعد تھا اور ان دونوں قولوں کے درمیان موافقت اس طرح پر ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس منازعت کا منشا قصاص کی تاخیر ہو اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہو گیا ہو بہر تقدیر اجتہاد اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ اگر خطا پر ہے تو ایک درجہ اور حق والے کے لئے دو درجے بلکہ دس درجے۔

اے برادر! اس امر میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں اور ان کے ذکر از کار سے منہ موڑیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ** میرے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا** یعنی میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبدالعزیز سے بھی منقول ہے کہ **تِلْکَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَیْدِیَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا** یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا۔ پس ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہئے اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہئے۔

یزید بد بخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف اہلسنّت کے مقررہ اصل کے باعث ہے کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسا کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں۔ **اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ** ط جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

جاننا چاہئے کہ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے امامت کی بحث چھیڑ رکھی ہے اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی خلافت کی نسبت گفتگو مدنظر کی ہوئی ہے اور جہاں اہل تاریخ اور سرکش بدعتیوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی تقلید پر اکثر اصحاب کرام کو نیکی سے یاد نہیں کرتے اور کئی نامناسب امور ان ہی جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لئے جو کچھ معلوم تھا تحریر میں لاکر دوستوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِی فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ نَفْلًا وَلَا فَرْضًا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب فتنے ظاہر ہو جائیں یا بدعتیں فرمایا اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ سلطان وقت اپنے آپ کو حنفی مذہب قرار دیتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے جانتا ہے ورنہ مسلمانوں پر کام بہت تنگ ہوتا اس پر بڑی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

پس چاہئے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں اور زید وعمرو کی باتوں کو نہ سنیں۔ جھوٹے قصوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو۔ وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۵۲)

بعض استفساروں یعنی سوالوں کے جواب میں جناب شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادر ارجمند کا مکتوب مرغوب پہنچا، بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے چند استفسار روانہ کئے ہوئے تھے ان کے جواب میں آپ کو معلوم ہو کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعین کا مبدء صفت العلم ہے جیسا کہ تعین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء یہی صفت ہے۔ فرق جہات واعتبارات کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس صفت کی ایک جانب عالم کی طرف ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دوسری معلوم کی طرف پہلی جانب وحدت کے مناسب ہے اور دوسری کثرت کے موافق اور اس صفت کے لئے بھی اجمال وتفصیل ہے کہ ہر ایک اس بزرگ کے مبدء تعین کے اعتبار سے ہے۔

دوسرا یہ کہ فقیر نے چاہا کہ اس استفسار کے جواب میں کہ قطب وغوث وخلیفہ کے درمیان کیا فرق ہے، کچھ لکھے۔ لیکن اذن نہ ہوا ان کو دوسرے وقت پر موقوف رکھیں۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۵۳)

چند سوالوں کے جواب میں اور اس راہ کی بے نہایتی اور رمز واجمال کے طور پر طریقت کے بعض مقامات ومنازل کی تفصیل کے بیان میں مشیخت مآب شیخ ادریس سامانی کی طرف لکھا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں اور آپ کی خیر وعافیت اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ طریقہ پر استقامت وثابت قدمی اللہ تعالیٰ سے مطلوب ومسئول ہے۔

ان احوال ومواجید کا بیان جو مولانا عبدالمومن کی زبان کے حوالہ کیا تھا۔ مولانا نے مفصل طور پر ظاہر کر کے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا ہوں اور اگر آسمان کی طرف نظر کرتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا ہوں اور جس کسی کے آگے جاتا ہوں اس کا وجود بھی نہیں پاتا ہوں اور ایسے ہی عرش وکرسی وبہشت ودوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا ہوں اور اپنا وجود بھی نہیں جانتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے اس کی نہایت کو کسی نے معلوم نہیں کیا بزرگ بھی اسی جگہ تک رہ گئے ہیں اور یہاں تک آ کر سیر سے عاجز ہو گئے ہیں اور اس معنی سے زیادہ کچھ اختیار نہیں کیا ہے۔ اگر آپ بھی اس کو کمال جانتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں تو پھر میں آپ کے پاس کس لئے آؤں اور کیوں تکلیف اٹھاؤں اور آپ کو بھی تکلیف دوں اور اگر اس کمال کے سوا کوئی اور امر ہو تو اطلاع بخشیں۔ تا کہ ایک اور یار کے ساتھ جو درد وطلب بہت رکھتا ہے وہاں آؤں۔ اسی تردد کے حاصل ہونے کی وجہ سے چند سال تک وہاں آنے میں توقف رہا۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال قلب کے تلونیات (1) سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے احوال والے شخص نے قلب کے مقامات سے ابھی چوتھے حصہ سے زیادہ طے نہیں کیا۔ مقامات قلب سے تین حصہ اور طے کرنے چاہئیں تا کہ قلب کا معاملہ پورے طور پر طے ہو اور پھر قلب کے آگے روح اور روح کے آگے سر اور سر کے آگے خفی اور اس کے بعد اخفی ہے۔ ان باقی ماندہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چاروں میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ احوال ومواجید ہیں اور سب کو جدا جدا طے کرنا چاہئے اور ہر ایک کمالات سے آراستہ ہونا چاہئے۔ عالم امر کے ان پنجگانہ لطائف سے گزرنے اور ان کے اصلوں کی منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے اور اسماء وصفات کے ظلی مدارج کو جوان اصول کے اصول ہیں۔ درجہ بدرجہ قطع کرنے کے بعد اسماء وصفات کی تجلیات اور شیونات واعتبارات کے ظہورات ہیں اور ان تجلیات سے گزر کر آگے تجلیات ذات ہیں۔ تب نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑتا ہے اور پروردگار تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں پہلے کمالات ایسے ہیں جیسے کہ دریائے محیط ناپیدا کنار کے مقابلہ میں قطرہ۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

اسم وصفات کی وہ تجلیات جو عالم امر کی ان پنجگانہ منزلوں کو بمع ان کے اصول اور اصول کے قطع کرنے سے پہلے متوہم ہوتے ہیں وہ عالم امر کے بعض خواص کے ظہورات ہیں جو بیچونی اور لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نہ کہ اسماء وصفات کی تجلیات۔ ایک سالک نے اسی مقام میں کہا ہے کہ میں (۳۰) سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ پس وصول کہاں ہے اور سیری کس کے لئے ہے۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوْفٌ

ترجمہ: ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک
راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

چونکہ آپ نے توجہ کے ساتھ اس راہ کی حقیقت کو بیان کرنا طلب فرمایا تھا اس لئے مختصر طور پر کچھ اس کا بیان لکھا گیا ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اصل معاملہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ آپ پر اور آپ کے حاضرین مجلس پر سلام ہو۔

## مکتوب (۲۵۴)

بعض سوالوں کے جواب میں ملا احمد برکی کی طرف صادر ہوا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ نے لکھا تھا کہ بعض بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرنا چاہے، اپنے صاحب کی زبان کے حکم سے کرے تاکہ نیک نتیجہ حاصل ہو۔ اگرچہ مشروعی کام ہوں۔ اگرچہ یہ بات صحیح ہے تو بندہ تمام مشروعات میں فرمان کا امیدوار ہے۔

میرے مخدوم! بزرگوں کی بات صحیح ہے اور آپ کو اذن حاصل کر کے ماذون کیا ہے لیکن جاننا چاہئے کہ نتیجہ سے مراد معتد بہ نتیجہ ہے نہ کہ مطلق۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں مرتبہ عین جمع یعنی احدیت ذات تعالیٰ سے ہے۔ پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنی کہ کعبہ بانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھ کر ہے، کیا ہوں گی؟

میرے مخدوم! احدیت ذات سے مراد احدیت مجردہ نہیں ہے کہ جس میں کوئی صفت و شان ملحوظ نہیں ہے کیونکہ حقیقت قرآن کا منشا صفت کلام ہے جو صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے اور حقیقت کعبہ کا منشا وہ مرتبہ ہے جو ایک شیونات و صفات کی تلونیات سے برتر ہے اس لئے اس کی برتری کی گنجائش ہے۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں تو کافر ہو جاتا ہے کیونکہ سجدہ کعبہ کی طرف ہے۔ نہ کعبہ کو اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں سجدہ کے وقت لَکَ سَجَدْتُ (میں نے تیرے لئے سجدہ کیا) کہتے تھے۔ ضمیروں کا مدلول نفس ذات ہے پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کا معنی کہ کعبہ کی صورت جس طرح اشیاء کی صورتوں کی مسجود ہے اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقائق اشیاء کی مسجود ہے۔ کیا ہوں گے؟

میرے مخدوم! یہ عبارتوں کی فروگزاشتوں سے ہے جس طرح کہتے ہیں کہ آدم مسجود ملائکہ ہے حالانکہ سجدہ خالق کے لئے ہے نہ کہ اس کی کسی مخلوق و مصنوع کے لئے۔ خواہ کوئی مخلوق ہو۔

آپ کو اور آپ کے تمام دوستوں اور یاروں اور خاص کر ملا پائندہ و شیخ حسن کو سلام ہو۔

# مکتوب (۲۵۵)

سنت سنیہ کے زندہ کرنے اور نامرضیہ بدعت کے دور کرنے کی ترغیب میں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو حافظ بہاؤالدین کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ کس قدر بڑی بھاری نعمت ہے کہ محب ومخلص ہمہ تن حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور منکرہ اور نامرضیہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کے دور کرنے کے خواہاں ہوں۔ سنت وبدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے نقض ونفی کو مستلزم ہے۔ پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے۔ یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے اور بالعکس۔

پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ، رفع سنت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہوگا کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام سنتیں حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول وپسندیدہ ہیں اور ان کے اضداد یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔

منقول ہے کہ حضرت مہدی اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی اور اسی کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا، تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے اور ہمارے مذہب وملت کو مار دیا اور خراب کر دیا۔ حضرت مہدی اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور اس کے حسنہ کو سیئہ خیال کریں گے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَعَلٰی سَآئِرِ مَنۡ لَّدَیۡکُمۡ اور آپ پر اور ان سب پر جو آپ کے پاس ہیں، سلام ہو۔

نسیان فقیر پر غالب ہے۔ معلوم نہیں رہا کہ آپ کا مکتوب کس کے سپرد تھا تاکہ سوالوں کے موافق جواب لکھتا معذور فرمائیں گے۔ میاں شیخ احمد فرملی دوستوں میں سے ہے چونکہ آپ کے قرب وجوار میں رہتا ہے اس لئے امید ہے کہ اس کے حق میں التفات وتوجہ کو مدنظر رکھیں گے۔

## مکتوب (۲۵۶)

چند سوالوں کے جواب میں یعنی اس سوال کے جواب میں قطب وقطب الاقطاب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وغوث وخلیفہ کے کیا معنی ہیں اوراس سوال کے جواب میں کہ حدیث لَوْ اتُّزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ کی کیا تحقیق ہے اوراس کے متعلق مناسب بیان میں میاں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اوراس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو ایک درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے پوچھا تھا کہ قطب وقطب الاقطاب وغوث وخلیفہ کے کیا معنی ہیں اور ہر ایک ان میں سے کس کس خدمت پر مامور ہے اوراپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ کچھ اصل رکھتی ہے یا کہ وہم وخیال کا اختراع ہے؟

جاننا چاہئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کامل تابعداری کے باعث جب مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں اور بعض کو صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت فرماتے ہیں یہ دونوں بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب اوران امور میں ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں اور جب کامل تابعدار ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں اور بعض کو صرف ان کمالات کے حاصل ہونے پر کفایت کرتے ہیں جس طرح کہ اوپر گزرا۔

یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا یہ دونوں مقام جو تحت میں ہیں ان دونوں مقاموں کے جو اوپر میں ہیں، ظل ہیں۔

اور شیخ محی الدین عربی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب ہے اس کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے بلکہ اس کے روزگار کا مدد ومعاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان وانصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان وانصار حکمی ہیں۔ اسی واسطے صاحب فتوحات مکیہ لکھتا ہے کہ مَامِنْ قَرْیَۃٍ مُؤْمِنَۃٍ کَانَتْ اَوْ کَافِرَۃٌ اِلَّا وَفِیْھَا قُطْبٌ مومنوں یا کافروں کا کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جاننا چاہئے کہ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لئے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو اور اپنی خدمت سے مطلع ہو اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اس ایمان سے جو حدیث لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ (اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان میری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو البتہ غالب آ جائے) میں واقع ہے، کیا مراد ہے اور اس کی ترجیح کا کیا سبب ہے۔

جاننا چاہئے کہ ایمان کا رجحان مُؤْمَنْ بِهٖ کے رجحان کے باعث ہے چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کے متعلق تمام امت کے ایمان کے متعلقات سے برتر ہے اس لئے راجح وغالب ہوگا۔

میرے مخدوم! عروجات میں معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ اگر ایک نقطہ زیادہ بلند جائیں تو وہ کمال جو اس ایک نقطہ کے عروجات کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔ تمام گزشتہ کمالات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ نقطہ اپنے تمام ماتحتوں سے افزوں تر ہے۔ یہی حال اس نقطہ کا ہے جو اس نقطہ کے ماتقدم کے اوپر ہے کیونکہ نقطہ ماتقدم بمع اپنے ماتحت کے نقطہ فوق کے مقابلہ میں حقیر وفقیر ہے۔ پس اس قیاس پر جس کے ایمان کا متعلق کمال فوق ہو۔ وہ بیشک اپنے تمام ماتحت سے راجح وغالب ہوگا۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ ایک لحظہ میں تمام ماتقدم کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور نیز پوچھا تھا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے تابعداروں نے لکھا ہے کہ جس قدر لڑکے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب قتل کئے گئے۔ ان سب مقتولوں کی استعدادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گئیں۔ اس بات کی حقیقت مفصل طور پر لکھیں۔

جاننا چاہئے کہ یہ درست ہے کیونکہ تحقیق سے لکھا ہے کہ جس طرح ایک شخص کو جماعت کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں اسی طرح جماعت کو بھی ایک شخص کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں۔ پیر اگرچہ مریدوں کے کمالات حاصل ہونے کا سبب ہے لیکن مرید بھی پیر کے کمالات کا سبب ہیں۔ اس مطلب کو فقیر ماکولات ومشروبات میں بھی جن کو اپنے بدن کا اجزاء بناتا تھا۔ محسوس کرتا تھا کہ جو طعام وشراب کھاتا پیتا تھا، استعداد کی جامعیت کا سبب ہوتا تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور ایک الگ قابلیت پیدا کرتا تھا اور جب کبھی ماکولات لذیذہ کے چھوڑنے کا قصد کرتا تھا تو روک دیا جاتا تھا اور اس جامعیت اور قابلیت کے حاصل ہونے کی وجہ سے اس لذیذ طعام کو چھوڑنے کی اجازت نہ ملتی تھی اور بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی استعداد دوسرے میں کلی اور جزئی طور پر انتقال کر جاتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ ایک خالی ہے اور دوسرا جمعیت سے پر ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید کو ایک بزرگ کے پاس بھیجا تھا تا کہ اس کے ذریعے معلوم کریں کہ آپ کس پیغمبر کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تیرا جہود کس کام میں ہے شیخ نے اس عبارت سے سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس عبارت سے یہ مطلب کس طرح سمجھ لیا ہے، جاننا چاہئے کہ جہود یہود کو کہتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت تھے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ نفحات میں لکھا ہے کہ چار آدمیوں کے سوا تمام اولیاء کی ولایت مرنے کے بعد سلب ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ ولایت سے مراد تصرفات اور کرامات کا ظہور ہو گا نہ کہ اصل ولایت جو قرب الٰہی سے مراد ہے اور نیز سلب سے مراد کرامات کے بکثرت ظاہر ہونے کا سلب ہو گا نہ کہ اس ظہور کے اصل کا سلب۔

چونکہ یہ بات کشفی ہے اور کشف میں خطا کی بہت مجال ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کیا دیکھا اور کیا سمجھا ہے۔

آپ نے اولیاء کی بعض کرامات کا ظہور طلب فرمایا تھا۔ آپ منتظر رہیں۔ **سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا** اللہ تعالیٰ جلدی تنگی کے بعد فراخی لائے گا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ نیشاپوری میں لکھا ہے۔ **اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ** یعنی شَانِئَکَ یا کے ساتھ یا ہمزہ (ء) کے ساتھ۔ اس کی تحقیق کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ **شَانِئَكَ** ہمزہ کے ساتھ ہے اور جس نے یا سے لکھا ہے وہ غیر مشہور قرات ہو گی۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض عورتیں مشغولی یعنی ذکر کی طلب ظاہر کرتی ہیں۔ اگر محرمات ہیں تو کوئی منع نہیں ورنہ پردہ میں بیٹھ کر طریقہ اخذ کریں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اہل حدیث نے ہر مہینہ میں ایام منتہیٰ مقرر کئے ہیں اور اس بارے میں حدیث نقل کرتے ہیں۔ فرمائیں کہ کس طرح کرنا چاہئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جاننا چاہئے کہ فقیر کے والد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبد اللہ و شیخ رحمت اللہ جو اکابر محدثین سے تھے اور حرمین میں شیخین کے لقب سے مشہور تھے۔ کسی تقریب پر ہندوستان میں تشریف لائے تھے، وہ فرماتے تھے کہ اس حدیث کو کرمانی شارح صحیح بخاری نے نقل کیا ہے لیکن ضعیف ہے۔ صحیح حدیث اس بارے میں اَلْاَیَّامُ اَیَّامُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُاللّٰہِ (دن اللہ کے دن ہیں اور بندے بھی اللہ کے بندہ ہیں) ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ دنوں کی نحوست رحمت عالمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دور ہوگئی۔ اَیَّامِ نُحَسَاتٍ یعنی منحوس دن گزشتہ امتوں کی نسبت تھے اور فقیر کا عمل بھی اسی پر ہے اور کسی دن کو دوسرے دن پر ترجیح نہیں دیتا جب تک کہ اس کی ترجیح شارع سے معلوم نہیں کرتا جیسا کہ جمعہ اور رمضان وغیرہ۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ وہ معارف جو بار نبوت کو برداشت کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں نہیں ملے۔ آپ ان کو کہاں پاسکیں کیونکہ وہ مکتوب انہی دنوں میں لکھا گیا ہے اور اس کی نقل ابھی آپ کو نہیں پہنچی۔ مکتوب بہت لمبا ہے شاید ایک جزو سے زیادہ ہوگا۔ فقیر نے اس کی نقل آپ کی طرف بھیجنے کے لئے کہہ دیا ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۵۷)

مجمل طور پر طریقوں کے بیان میں میر نعمان کی طرف لکھا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو شیخ احمد فرملی کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے وہ رسالہ جس میں طریقہ کا بیان ہے۔ طلب فرمایا تھا۔ ابھی اس کے مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر خدا نے توفیق دی تو بیاض میں لکھ کر بھیجا جائے گا۔ فی الحال مختصر طور پر چند فقرے طریقہ کے بیان میں لکھتا ہے۔ گوش ہوش سے سنیں۔

میرے سیادت پناہ! وہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے اس کے سیر کی ابتداء قلب سے ہے۔ قلب سے گزر کر مراتب روح میں جو اس سے اوپر ہے، سیر واقع ہوتا ہے اور روح سے گزر کر یہ معاملہ سر کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے پڑتا ہے۔ یہی حال خفی اور اخفی میں ہے۔

ان لطائف پنجگانہ کی منزلوں کے طے کرنے اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق جدا جدا علوم و معارف کے حاصل ہونے اور ان احوال و مواجید کے ساتھ جو ان پنجگانہ میں سے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا مخصوص ہیں۔ متحقق ہونے کے بعد ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں جو عالم کبیر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں ہیں۔ سیر واقع ہوتی ہے کیونکہ جو کچھ عالم صغیر میں ہے۔ اس کا اصل عالم کبیر میں ہے عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مجموعہ کائنات اور ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے جو انسان کے قلب کا اصل ہے اور اس کے اوپر روح انسانی کی اصل ہے اور اس کے اوپر انسانی سر انسان کی اصل ہے اور اصل سر کے اوپر خفی کی اصل ہے اور اصل خفی کے اوپر اخفی کی اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو مفصل طور پر طے کر کے اس کے اخیر نقطہ تک پہنچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام طے ہو کر فنا کی منزلوں میں سے اوّل منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔

بعد ازاں اگر ترقی واقع ہو تو اسماء وصفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہوگی اور یہ ظلال وجوب امکان کے لئے درمیان برزخ کی طرح ہیں اور عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کے اصول کی مانند ہیں اور ان ظلال میں بھی اسی ترتیب سے سیر ہوگا جس طرح ان کے فروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ اگر اللہ جل شانہ کے فضل سے ان ظلال کی بہت سے منزلوں کو بھی طے کر کے ان کے اخیری نقطہ تک پہنچ جائیں تو پھر اسماء وصفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہوگی اور اسماء وصفات کی تجلیات ظاہر ہوں گی اور شیون واعتبارات کا ظہور جلوہ فرمائے گا۔ اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کا معاملہ سب کا سب طے ہو جائے گا اور ان کا حق ادا ہو چکے گا۔ اس کے بعد اگر خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے بھی ترقی واقع ہو جائے تو نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑے گا اور مقام رضا جو سلوک کے مقامات میں سے نہایت کا مقام ہے، حاصل ہو جائے گا اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں وہ کمالات جو عالم امر سے متعلق ہیں ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرہ۔

یہ سب کمالات جن کا ذکر ہو چکا ہے اسم ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کمالات جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں وہ اور ہیں جو استتار اور تبطن (پوشیدگی اور باطن) کے مناسب ہیں جب ان دونوں مبارک اسموں کے کمالات سب کے سب حاصل ہو جائیں گویا سالک کے لئے اڑنے کے دو باز و میسر ہو جاتے ہیں جن کی قوت سے عالم قدس میں پرواز کرتا اور بے اندازہ ترقیاں حاصل کرتا ہے۔ اس معاملہ کی تفصیل بعض مسودوں میں تحریر ہو چکی ہے۔ میرے فرزند ارشد ان کے جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

دوسرا یہ عرض ہے کہ اگر ہو سکے تو ایک مرتبہ ضرور اس جگہ تشریف لائیں۔ بشرطیکہ اس مقام کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خالی نہ چھوڑیں اور اس انتظام کو درہم برہم نہ کریں۔ آپ ہی اکیلے آئیں اور یاروں میں سے جس کسی کو پیش قدم جانیں اس جماعت کا پیشوا بنا کر ان حدود کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم دوسرے وقت تک فرصت دیں یا نہ دیں۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۵۸)

حق تعالیٰ کی اقربیت (اقرب وقریب ہونے) کے بیان میں شریف خاں کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جواز روئے کرم کے ان حدود کے فقراء کے نام زد فرمایا تھا۔ اس کے پہنچنے سے بہت مسرت وخوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے مخدوم! اگرچہ حق تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہم سے زیادہ اقرب ہونا نص قطعی سے ثابت ہے لیکن کیا کہا جائے کہ حق تعالیٰ ہماری عقلوں اور فہموں اور ہمارے علوم وادراکات سے وراء الورا ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ماوراء ہونا قرب میں ہے نہ جانب بعد میں۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ نزدیک سے زیادہ نزدیک ہے حتیٰ کہ اس کی ذات احدیت کو ان صفات کی نسبت کہ جن کے آثار وافعال ہم ہیں زیادہ نزدیک پاتے ہیں۔ یہ معرفت نظر عقل سے ماوراء ہے کیونکہ عقل اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتی۔ ایسی مثال جو اس مبحث کی تشریح وتوضیح کر سکے۔ ہر چند تلاش کی گئی پر نہ ملی۔ اس معرفت کی دلیل وسند نص قطعی اور کشف صحیح ہے۔

مشائخ طریقت نے توحید واتحاد کی نسبت بہت گفتگو کی ہے اور قرب ومعیت کی نسبت کچھ نہ کچھ بیان فرمایا ہے لیکن حق تعالیٰ کی اقربیت کی نسبت خاموشی اختیاری کی ہے اور کوئی بیان شافی اس بارے میں نہیں فرمایا۔

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اقربیت (زیادہ قریب ہونا) ہماری ابعدیت (زیادہ دور ہونا) کا سبب ہوئی ہے۔ هٰذَا اِلٰی اَنْ یَّبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَهٗ یہی کافی ہے یہاں تک کہ کتاب اپنے مقررہ وقت کو پہنچے۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ کَلَامَنَا اِشَارَاتٌ وَّبَشَارَاتٌ پس سمجھ لو کیونکہ ہمارے کلام اشارت وبشارت ہوتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو (آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۲۵۹)

پیغمبروں کے بھیجنے کے فائدوں اور واجب الوجود تعالیٰ کی معرفت میں عقل کا استقلال نہ ہونے اور حکم خاص کے بیان میں جو شاہق جبل اور پیغمبروں کے زمانہ فترت کے مشرکوں اور دارحرب کے مشرکوں کے اطفال کے حق میں فرمایا ہے اور گزشتہ امتوں میں زمین ہند میں اہل ہند سے انبیاء کے مبعوث ہونے کی تحقیق اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف جو علوم نقلیہ وعقلیہ کے جامع اور نسبت علیہ کے صاحب ہیں۔لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔اگر ہم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ کرتا۔بیشک ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارسال کرنے کی نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس دل سے اس منعم کا اعتقاد کیا جائے اور وہ اعضاء کہاں ہیں جو اعمال حسنہ کے ساتھ اس نعمت عظمیٰ کا بدلہ ادا کرسکیں۔اگر ان بزرگواروں کا وجود شریف نہ ہوتا تو ہم بے سمجھوں کو صانع کے وجود اور اس کی وحدت کی طرف کون ہدایت کرتا۔

یونان کے قدیم فلسفیوں نے باوجود اعلیٰ دانا ہونے کے صانع کے وجود کی طرف ہدایت نہ پائی اور کائنات کے وجود کو دھر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا لیکن جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کا دن چڑھا تو متاخرین فلسفیوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کی برکت سے اپنے متقدمین کے مذہب کو رد کیا اور صانع جل شانہ کے وجود کے قائل ہوئے اور حق تعالیٰ کی وحدت کو ثابت کیا۔پس ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیر اس کام سے معزول ہیں اور ہمارے فہم وجود انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے سوا اس معاملہ سے دور ہیں۔پھر نہیں معلوم ہمارے اصحاب ماتریدیہ نے بعض امور مثل وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت میں عقل کے استقلال سے کیا مراد رکھی ہے کہ انہوں نے شاہق جبل یعنی پہاڑ کی بلندی پر رہنے والے بت پرست کو ان دونوں یعنی وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت کے لئے مکلف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیا ہے اگر چہ اس کو پیغمبر کی دعوت نہیں پہنچی اور ان دونوں میں نظر وغور کے ترک کرنے پر اس کے لئے کفر اور خلود فی النار کا حکم دیا ہے لیکن ہم بلاغ مبین اور حجت بالغہ کے بغیر جو پیغمبروں کے ارسال کرنے پر وابستہ ہے۔ کفر اور خلود فی النار کا حکم دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل اللہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے لیکن حجیت میں ایسی حجت بالغہ نہیں ہے جس پر ایسا سخت عذاب مترتب ہو سکے۔

سوال: اگر شاہق جبل جو بت پرست ہے دوزخ میں ہمیشہ کے لئے نہ رہے تو پھر وہ بہشت میں جائے گا اور یہ بھی جائز نہیں کیونکہ جنت میں داخل ہونا مشرکوں پر حرام ہے۔ ان کی جگہ دوزخ ہے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاوٰهُ النَّارُ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس پر جنت حرام ہے اور اس کی جگہ دوزخ ہے اور جنت دوزخ کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں اور اصحاب اعراف بھی چند روز کے بعد بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ پس یا جنت میں داخل ہو گا یا دوزخ میں۔

یہ سوال واقعی بہت مشکل ہے۔ اس فرزند ارشد کو معلوم ہے کہ مدت تک اس فقیر پر اس سوال کا تکرار کرتا رہا لیکن جواب شافی کچھ نہ پایا اور جو کچھ فتوحات مکیہ والے نے اس سوال کے حل میں کہا ہے اور قیامت کے دن ان لوگوں کی دعوت کے لئے پیغمبر علیہ السلام کا مبعوث ہونا ثابت کیا ہے اور اس دعوت کے ردو انکار کے بموجب ان کے لئے بہشت ودوزخ کا حکم کیا ہے۔ اس فقیر کے نزدیک پسند و بہتر نہیں ہے کیونکہ دارِ آخرت دارِ جزا ہے نہ دار تکلیف تا کسی پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت ہو۔ بہت مدت کے بعد خداوند تعالیٰ کی عنایت نے رہنمائی کی اور اس معما کو حل کر دیا اور منکشف فرمایا کہ یہ لوگ نہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ میں بلکہ آخرت کے بعث واحیاء کے بعد ان کو مقام حساب میں کھڑا رکھ کر گناہوں کے اندازہ کے موافق ان کو عتاب وعذاب دیں گے اور حقوق پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشے محض کر دیں گے پس خلود کس کے لئے اور مخلد کون ہو گا اس معرفت غریبہ کو جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش کیا گیا تو سب نے اس کی تصدیق کی اور اس کو مقبول فرمایا۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ سُبْحَانَهٗ۔

فقیر پر یہ بات نہایت ناگوار گزرتی ہے کہ حق تعالیٰ باوجود اپنی کمال رافت ورحمت کے بغیر اس بات کے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ابلاغ مبین فرمائے۔ صرف عقل کے اعتبار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پر جس میں غلطی اور خطا کی بہت مجال ہے اپنے بندے کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالے اور ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار کرے۔ جس طرح کہ باوجود شرک کے اس کے لئے جنت میں ہمیشہ رہنے کا حکم کرنا ناگوار معلوم ہوتا ہے جیسا کہ جنت و دوزخ کے درمیان واسطہ کے قائل نہ ہونے کے باعث اشعری کے مذہب سے لازم آتا ہے۔ پس حق یہی ہے جو مجھے الہام ہوا کہ قیامت کے دن محاسبہ کے بعد وہ معدوم کیا جائے گا اور فقیر کے نزدیک واجرب کے مشرکین کے اطفال کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے۔ خواہ ایمان وصالت کے طور پر ہو یا تبعیت کے طور پر اگر تبعیت دارالسلام میں ہوتی ہے جیسا کہ اہل ذمہ کے لڑکوں کے لئے لیکن ان کے حق میں ایمان مطلق طور پر مفقود ہے۔ پس بہشت میں ان کا داخل ہونا متصور نہیں ہوتا اور دوزخ میں داخل ہونا اور اس میں ہمیشہ رہنا تکلیف کے ثابت ہونے کے بعد مشرک پر منحصر ہے اور یہ بھی ان کے حق میں مفقود ہے پس ان کا حکم حیوانوں کا سا حکم ہے کہ بعث ونشور کے بعد حساب کے لئے کھڑا کریں گے اور ان سے حقوق پورا کر کے ان کو معدوم ونیست ونابود کردیں گے اور ان مشرکوں کے حق میں بھی جو پیغمبروں کی فترت کے زمانہ (دو پیغمبروں کا درمیانی زمانہ) میں ہوئے ہیں اور جن کو کسی پیغمبر کی دعوت نصیب نہیں ہوئی۔ یہی حکم ہے۔

اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر کو وسیع کرتا ہے کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا سب جگہ نور پہنچا ہے حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کو دیوار حائل ہے، پہنچا ہوا ہے اور گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دور دکھائی دیتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانع جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں، اگر ان شہروں کو معین کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر ہے جس کی کسی نے تابعداری نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور کوئی ایسا پیغمبر ہے کہ صرف ایک ہی آدمی اس پر ایمان لایا ہے اور کسی پیغمبر کے تابع صرف دو شخص ہوئے ہیں اور بعض کے ساتھ تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین آدمیوں میں سے زیادہ نظر نہیں آتے، جو ہند میں کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں تاکہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوں اور جو کچھ ہند کے رئیس کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور اس کے تنزیہ وتقدیس کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نسبت لکھا ہے، سب انوار نبوت سے مقتبس ہے کیونکہ گزشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے زمانہ میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گزرا ہے جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کے ثبوت اور اس کے تنزیہ وتقدیس کی نسبت خبر کی ہے اگر ان بزرگواروں کا وجود شریف نہ ہوتا ان بدبختوں کی لنگڑی اور اندھی عقل جو کفر و معاصی کے ظلمات سے آلودہ ہے، اس دولت کی طرف کس طرح ہدایت پاتی۔ ان بدبختوں کی ناقص عقلیں اپنی حد ذات میں اپنی الوہیت کا حکم دیتی ہے اور اپنے سوا کوئی اور خدا ثابت نہیں کرتی جس طرح کہ فرعون مصر نے کہا کہ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا اور یہ بھی کہا کہ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ اگر تو میرے سوا کوئی اور خدا بنائے گا تو میں تجھے قید کر دوں گا اور جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آگاہ کرنے سے انہوں نے معلوم کیا کہ عالم کے لئے ایک صانع واجب الوجود ہے تو ان کم بختوں میں سے بعض نے اپنے دعویٰ کی برائی پر اطلاع پا کر تقلید وتستر کے طور پر صانع کو ثابت کیا اور اس کو اپنے آپ میں حلول کیا ہوا اور سرایت کیا ہوا سمجھا ہے اور اس حیلہ سے لوگوں کو اپنی پرستش کی طرف بلایا ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بڑا ہے۔

اس جگہ کوئی بیوقوف یہ سوال نہ کرے کہ اگر زمین ہند میں پیغمبر مبعوث ہوتے تو ان کے مبعوث ہونے کی خبر ضرور ہم تک پہنچتی بلکہ وہ خبر بکثرت دعوتوں کی جہت سے تواتر کے طور پر منقول ہوتی جب ایسا نہیں ہے تو ویسا بھی نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت عام نہ تھی بلکہ کسی کی دعوت ایک قوم سے اور بعض کی ایک گاؤں سے یا شہر سے مخصوص تھی اور ہو سکتا ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے کسی قوم یا گاؤں میں کسی شخص کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہو اور اس شخص نے اس قوم یا اس گاؤں کے لوگوں کو صانع جل شانہ کی معرفت کی طرف دعوت کی ہو اور حق تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت سے منع کیا ہو اور اس قوم یا گاؤں والوں نے اس کا انکار کیا ہو اور اس کو ذلیل و جاہل سمجھا ہو اور جب انکار و تکذیب حد سے بڑھ گیا ہو تو حق تعالیٰ کی مدد نے آ کر ان کو ہلاک کر دیا ہو۔

اسی طرح کچھ مدت کے بعد ایک اور پیغمبر کسی قوم یا گاؤں کی طرف مبعوث ہوا ہو اور اس پیغمبر نے بھی ان لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو پہلے پیغمبر نے کیا تھا اور اس پیغمبر کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو ان کے پہلوں نے کیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہوتا رہا۔

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہلاک ہو گئے لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے ہمسروں کے درمیان باقی رہا۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور اس کلمہ کو اس واسطے پیچھے باقی رکھا کہ شاید وہ رجوع کر آئیں۔

ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت کی خبر ہم تک تب پہنچی جبکہ بہت سے لوگ ان کے تابع ہوتے اور بڑی بھاری قوم بہم پہنچاتے جب ایک آدمی آیا اور چند روز دعوت کر کے چلا گیا اور کسی نے اس کو قبول نہ کیا پھر دوسرا آیا اور اس نے بھی یہی کام کیا اور ایک آدمی اس کے ساتھ ایمان لایا اور تیسرے کے ساتھ دو یا تین آدمی ایمان لائے تو پھر خبر کس طرح پھیلتی اور عام ہوتی اور کفار سب کے سب انکار کے درپے تھے اور اپنے باپ دادا کے دین کے مخالفوں کو رد کرتے تھے تو پھر نقل کون کرتا اور کس کی طرف نقل کرتا۔

دوسرا یہ کہ نبوت و رسالت و پیغمبر کے الفاظ ان پیغمبروں اور ہمارے پیغمبر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے متحد ہونے کے باعث عربی اور فارسی لغت کے تھے اور یہ الفاظ ہندی لغت میں نہ تھے تاکہ ہند کے مبعوثہ انبیاء کو نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے اور ان ناموں سے ان کو یاد کرتے۔

اور نیز اس سوال کے جواب میں ہم معارضہ کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کی ہو تو پھر ان کا حکم بھی شاہق جبل کا حکم ہوگا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دوزخ میں نہ جائیں اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں۔ اس بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ ہی کشف صحیح اس کی شہادت دیتا ہے کیونکہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ وَالسَّلَامُ.

## مکتوب (۲۶۰)

اس طریق کے بیان میں جس سے آپ کی ذات کو ممتاز کیا ہے اور جس میں ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ جو اولیاء کی ولایت ہے اور ولایت کبریٰ جو پیغمبروں کی ولایت ہے اور ولایت علیاء کا جو ملاء اعلیٰ کی ولایت ہے، بیان مندرج ہے اور جس میں ہر قسم کی ولایت پر نبوت کے افضل ہونے کا بیان ہے اور لطائف عشرہ انسانی کے بیان میں کہ ان میں سے پنج عالم امر سے ہیں اور دوسرے پنج عالم خلق سے جو نفس اور عناصر اربعہ ہیں۔ بمع ان کمالات کے جو ان لطائف میں سے ہر ایک کے ساتھ مخصوص ہیں اور عالم امر پر عالم خلق کے افضل ہونے کے بیان میں بمع ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کمالات کے جو عنصر خاک سے مخصوص ہیں اور ان عجیب و غریب علوم و معارف کے بیان میں جو ہر مقام کے مناسب ہیں۔ حقائق آگاہ معارف دستگاہ فیض الٰہی کے مظہر اور رحمت نامتناہی کے منبع مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی آل واصحاب پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اے فرزند! خدا تجھے سعادت مند کرے۔ جاننا چاہئے کہ عالم امر کے پنجگانہ لطائف یعنی قلب و روح و سر وخفی واخفی جو انسانی عالم صغیر کے اجزاء ہیں ان کے اصل عالم کبیر میں ہیں جس طرح کہ عناصر اربعہ جو انسان کے اجزاء ہیں اپنی اصل عالم کبیر میں رکھتے ہیں اور ان پنجگانہ لطائف کے اصلوں کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو لامکانیت سے موصوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں۔ دائرہ امکان یعنی خلق وامر اور صغیر وکبیر ان اصول کی نہایت تک تمام ہو جاتا ہے اور عدم کا وجود سے ملنا جو امکان کا منشاء ہے اس مقام میں منتہی ہو جاتا ہے جب سالک رشید محمدی الشرب پنجگانہ کو ترتیب وار طے کر کے ان کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں، سیر فرماتا ہے اور بلند فطرتی بلکہ محض فضل ایزدی سے ان سب کو ترتیب و تفصیل کے ساتھ طے کر کے ان کے اخیر نقطہ تک پہنچتا ہے تو اس وقت دائرہ امکان کو سیر الی اللہ کے ساتھ تمام کر لیتا ہے اور فنا کے اسم کا اطلاق اپنے اوپر حاصل کر کے ولایت صغریٰ میں جو اولیاء کی ولایت ہے، سیر شروع کرتا ہے اور اس کے بعد اگر اسمائے وجوبی تعالت وتقدست کے ظلال میں جو حقیقت میں ان پنجگانہ عالم کبیر کے اصول ہیں اور جن میں علوم کی کچھ آمیزش نہیں ہے۔ سیر واقع ہو جائے اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیر فی اللہ کے طریق سے طے کر کے ان کی نہایت تک پہنچ جائے تو اسمائے وجوبی کے ظلال کا دائرہ سب کا سب تمام ہو جاتا ہے اور اسماء وصفات واجبی جل شانہ کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے ولایت صغریٰ کے عروج کی نہایت یہی تک ہے۔ اس مقام میں حقیقت فنا کا آغاز متحقق ہوتا ہے اور ولایت کبریٰ کی ابتداء میں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے، قدم رکھا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ دائرہ ظل انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات کو متضمن ہے اور ہر ایک اسم کا ظل ہر ایک شخص کا مبدء وتعین ہے۔ حتیٰ کہ حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صدیق رضی اللہ عنہ کا جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں سے اشرف ہیں۔ مبدء تعین اس دائرہ کے اوپر کا نقطہ ہے۔

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ جب سالک اس اسم تک جو اس کا مبدء تعین ہے، پہنچ جاتا ہے تو اس وقت سیر الی اللہ کو تمام کر لیتا ہے۔ اس اسم سے مراد اسم الٰہی جل شانہ کا ظل اور اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے نہ کہ اس اسم کا اصل اور یہ دائرہ ظل حقیقت میں مرتبہ اسماء وصفات کی تفصیل ہے۔

مثلاً علم ایک حقیقی صفت ہے جس کی بہت سی جزئیات ہیں اور ان جزئیات کی تفصیل اس صفت کے ظلال ہیں جو اجمال کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور اس صفت کی ہر ایک جزئی انبیاء کرام و ملائکہ عظام کے سوا باقی اشخاص میں سے ہر ایک شخص کی حقیقت ہے اور انبیاء و ملائکہ کے مبادی تعینات ان ظلال کے اصول یعنی ان مفصلہ جزئیات کی کلیات ہیں۔

مثلاً صفت العلم اور صفت القدرت اور صفت الارادت وغیرہ وغیرہ اور بہت سے اشخاص ایک صفت میں جو مبدء تعین ہے مختلف اعتباروں کے لحاظ سے باہم شرکت رکھتے ہیں۔

مثلاً حضرت خاتم الرسل ﷺ کا مبدء و تعین شان العلم ہے اور یہی صفت العلم ایک اعتبار سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء و تعین اور نیز یہی صفت ایک اعتبار سے حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء و تعین اور ان اعتبارات کا تعین ہے۔ خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں ذکر ہو چکا ہے۔

اور یہ جو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ حقیقت محمدی ﷺ تعین اوّل ہے جو حضرت اجمال ہے اور وحدت کے نام سے موسوم ہے ان کی مراد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے۔ یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد اسی دائرہ ظل کا مرکز ہے اس دائرہ ظل کو تعین اوّل سمجھتے ہیں اور اس کے مرکز کو اجمال جان کر اس کا نام وحدت رکھا ہے اور اس مرکز کی تفصیل کو جو اس دائرہ کا محیط ہے۔ واحدیت گمان کیا ہے اور دائرہ ظل کے مقام فوق کو جو اسماء صفات کا دائرہ ہے۔ ذات بیچون جو تعین سے مبرّا ہے، تصور کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس دائرہ ظل کا مرکز دائرہ فوق کے جو اس کا اصل ہے اور اسماء وصفات اور شیون واعتبارات کے دائرہ سے مذموم ہے۔ مرکز کا ظل ہے حقیقت میں حقیقت محمدی اس دائرہ اصل کا مرکز ہے جو اسماء و شیونات کا اجمال ہے اور اس دائرہ میں ان اسماء وصفات کی تفصیل واحدیت کا مرتبہ ہے اور ظلال اسماء کے مرتبہ میں وحدت اور واحدیت کا اطلاق کرنا ظل کو اصل کے مشابہ سمجھنے پر مبنی ہے اور سیر فی اللہ کا اطلاق بھی اس مقام میں اسی قسم سے ہے حالانکہ وہ سیر درحقیقت سیر الی اللہ میں داخل ہے اس کے بعد اگر دائرہ اسماء وصفات میں جو اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دائرہ ظل کا اصل ہے سیر فی اللہ کے طریق پر عروج واقع ہو جائے تو ولایت کبریٰ کے کمالات کا آغاز شروع ہو جائے گا اور یہ ولایت کبریٰ اصلی طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اوران کی تابعداری کے باعث ان کے اصحاب کرام کو بھی یہ دولت حاصل ہوئی ہے اس دائرہ کا نچلا نصف حصہ اسماء وصفات زائدہ کو متضمن ہے اور اوپر کا نصف حصہ شیون واعتبارات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔

عالم امر کے پنجگانہ لطائف ومراتب کا عروج اس دائرہ اسماؤ شیونات کے نہایت تک ہے اس کے بعد اگر محض فضل خداوندی جل شانہ سے صفات وشیونات کے مقام سے زیادہ تر واقع ہو تو ان کے اصول کے دائرہ میں سیر واقع ہوگا اور اس دائرہ اصول کے آگے ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے اوراس دائرہ کے طے کرنے کے بعد دائرہ فوق کی ایک قوس ظاہر ہوگی۔اس کو بھی قطع کرنا پڑتا ہے چونکہ دائرہ فوق سے ایک قوس کے سوااور کچھ ظاہر نہ ہوااس لئے اسی قوس پر بس کی گئی۔ شاید یہاں کوئی سر ہوگا جس پر اطلاع نہیں بخشی اور اسماء وصفات کے یہ اصول سہ گانہ جو مذکور ہوئے جوحضرت ذات تعالیٰ وتقدس میں محض اعتبار ہی اعتبار ہیں جو صفات وشیونات کے مبادی ہیں ان اصول سہ گانہ کے کمالات کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے اس کو اس مقام میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور اسی مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے۔

یہ وہی مقام ہے جہاں نفس مطمئنہ تخت صدر پر جلوس فرماتا ہے اور مقام رضا وارتضا پر ترقی کرتا ہے ولایت کبریٰ یعنی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی انتہا یہی مقام ہے۔

جب سیر یہاں تک ہو چکی تو وہم وخیال آیا کہ اب کام سب ختم ہو چکا۔ اتنے میں آواز آئی کہ یہ سب کچھ ابھی اسم ظاہر کی تفصیل تھی اور اوراَبھی پرواز کے لئے ایک ہی بازو میسر ہوا ہے اور اسم باطن جو عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لئے دوسرا بازو ہے ابھی درپیش ہے جب تو اس کو بھی مفصل طور پر سرانجام کرے گا تو پرواز کے لئے دونوں بازو تجھے حاصل ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسم باطن کی سیر بھی سرانجام پا چکا۔ دونوں بازو میسر ہو گئے۔

**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ** اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت بخشی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ بخشتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے ہیں۔

اے فرزند! اسم باطن کے سیر کی نسبت کیا لکھا جائے۔ اس سیر کا حال استتار وتبطن (درپردہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رہنے) کے مناسب ہے۔ البتہ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کی سیر صفات میں ہے بغیر اس بات کے کہ ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو اور اسم باطن کی سیر بھی اگر چہ اسماء میں ہے لیکن ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے اور یہ اسماء ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت کے روپوش ہیں۔

مثلاً صفت علم میں ہرگز ذات ملحوظ نہیں ہے لیکن اس کے اسم علیم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات ملحوظ ہے کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے۔ پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سیر ہے اور علیم کی سیر اسم باطن کی سیر۔ باقی تمام صفات واسماء کا حل اسی قیاس پر ہے۔

یہ اسماء جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملائکہ ملائے اعلیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں اور ان اسماء میں سیر کا آغاز ولایت علیا میں جو ملائے اعلیٰ کی ولایت ہے، قدم رکھتا ہے۔

اب علم وعلیم اور اسم ظاہر واسم باطن کے درمیان فرق بیان کیا جاتا ہے تاکہ تو اس فرق کو تھوڑا نہ خیال کرے اور نہ کہے کہ علم سے علیم تک تھوڑا رستہ ہے نہیں بلکہ وہ فرق جو مرکز خاک اور محدب عرش کے درمیان ہے۔ اس فرق کی نسبت ایسا ہے جیسا دریائے محیط کی نسبت قطرہ کہنے کو نزدیک ہے پر حاصل ہونے میں دور ہے اور مقامات کا ذکر جو مجمل طور پر بیان کیا گیا ہے، وہ بھی اس قسم سے ہے۔

مثلاً کہا گیا ہے کہ پنجگانہ عالم امر کو طے کر کے ان کے اصول کی سیر کرے تاکہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔ اس تھوڑی سی عبارت میں سیر اللہ کا پورا ذکر آ چکا ہے لیکن اس سیر کے حاصل ہونے میں (۵۰) ہزار سال کی راہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔

آیت کریمہ تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے) اسی مطلب کی رمز کو بیان کرتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حق تعالیٰ کے جذبہ عنایت کے آگے کچھ دور نہیں ہے کہ اس قدر مدت دراز کے کام کو ایک لحظہ میں میسر کر دے۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں ہیں کام مشکل

اور اسی طرح ہے جو کہا گیا ہے کہ دائرہ اسماء وصفات وشیون واعتبارات کو طے کر کے ان کے اصول میں سیر کرے۔ تمام اسماء وصفات وشیون واعتبارات کا طے کرنا کہنے میں آسان ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیکن طے کرنے میں مشکل ہے اس طے کی نسبت مشائخ نے فرمایا ہے کہ مَنَازِلُ الْوُصُوْلِ لَا تَنْقَطِعُ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ وصول کی منزلیں کبھی ختم نہیں ہوتیں اور ان مراتب کے تمامی سیر سے منع کیا ہے۔

حسنش غایتے دارد نہ سعدی سخت پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ترجمہ: نہ اس کے حسن کی غایت نہ سعدی کے سخن کی حد
مرے تشنہ ہی مستسقی بھی اور دریا بھی ویسا ہے

تو یہ گمان نہ کرے کہ مراتب کا منقطع نہ ہونا تجلیات ذاتیہ کے اعتبار سے کہا ہو۔ نہ کہ تجلیات صفاتیہ کے اعتبار سے اور حسن سے مراد حسن ذاتی ہو نہ کہ حسن صفاتی کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ تجلیات ذاتیہ شیون واعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہے اور وہ حسن ذاتی صفات جمالیہ کے روپوش کے بغیر نہیں ہے کیونکہ اس مقام میں ان روپوشوں کے بغیر گفتگو کی مجال نہیں ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوگئی اور تجلی ایک قسم کی ظلیت چاہتی ہے اس لئے اس مقام میں شیون کے ملاحظہ سے چارہ نہیں۔ پس یہ منازل وصول اور مراتب حسن دائرہ اسماء وشیونات میں داخل ہیں جن کا منقطع ہونا ان کے نزدیک مشکل ہے لیکن وہ امر جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ تجلیات وظہورات کے ماوراء ہے خواہ وہ تجلیات ذاتی ہوں خواہ صفاتی اور حسن وجمال کے ماوراء ہے خواہ وہ حسن ذاتی ہو خواہ صفاتی۔

غرض مطالب بلند اور مقاصد ارجمند کے موتیوں کو مختصر طور پر چھوٹی چھوٹی عبارتوں کی لڑی میں پرودیا ہے اور بے نہایت دریاؤں کو چند کوزوں میں بند کر دیا ہے۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ پس کوتاہ ہمت نہ ہو۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسم ظاہر اور اسم باطن کے دونوں پروں کے حاصل ہونے کے بعد جب پرواز میسر ہوا اور عروج واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ ترقیات اصالت کے طور پر عنصر ناری اور عنصر ہوائی اور عنصر آبی کے نصیب ہیں بلکہ ملائکہ کرام کو بھی ان عناصر سہ گانہ سے نصیب حاصل ہے۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے مخلوق ہیں اور ان کی تسبیح سُبْحَانَ الَّذِیْ جَمَعَ بَيْنَ النَّارِ وَالثَّلْجِ (پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا۔)

اس سیر کی اثناء میں حالت واقع میں ظاہر ہوا کہ میں ایک راستہ میں جا رہا ہوں اور بہت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چلنے کے باعث تھک گیا ہوں اور لاٹھی اور عصا کی خواہش رکھتا ہوں کہ شاید اس کی مدد سے چل سکوں لیکن نہیں ملتی اور ہر خس و خاشاک کی طرف ہاتھ ڈالتا ہوں تا کہ رستہ پر چلنے کی طاقت حاصل ہو۔ کیونکہ راہ طے کرنے سے چارہ نہ تھا اور جب کچھ مدت اسی طرح چلتا رہا۔ ایک شہر کی فنا (گردونواح کا میدان) ظاہر ہوئی۔ اس فنا کی مسافت طے کرنے کے بعد اس شہر میں داخل ہوا۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ شہر تعین اوّل سے مراد ہے جو تمام مراتب اسماء اور صفات وشیون واعتبارات کا جامع ہے اور نیز ان مراتب کے اصول اور ان کے اصول کا جامع ہے اور اعتبارات ذاتیہ کا منتہا ہے جن کے درمیان تمیز کرنا علم حصولی کے مناسب ہے اس کے بعد اگر سیر واقع ہو تو علم حضوری کے مناسب ہوگا۔

اے فرزند! آنحضرت جل سلطانہ میں علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق مثال اور نظیر کے اعتبار سے ہے کیونکہ صفات جن کا وجود ذات تعالیٰ کے وجود پر زائد ہے ان کا علم علم حصولی کے مناسب ہے اور اعتبارات ذاتیہ جن کا ذات تعالیٰ پر زیادہ ہونا ہرگز متصور نہیں ان کا علم علم حضوری کے مناسب ہے ورنہ وہاں تو سوائے اس تعلق کے جو علم کو اپنے معلوم سے ہے بغیر اس امر کے کہ معلوم کی نسبت کچھ اس میں حاصل ہو اور کچھ نہیں ہے فافہم اور یہ تعین اوّل جس سے وہ شہر جامع مراد ہے انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ولایات کا جامع اور ولایت علیہ کا منتہا ہے جو اصلی طور پر ملاء اعلیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس مقام میں ملاحظہ کیا گیا کہ آیا یہ تعین اوّل حقیقت محمدی ہے یا نہیں تو معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی وہی ہے جو اوپر ذکر ہو چکی ہے اور اس کو تعین اوّل اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ اسماء وصفات وشیون واعتبارات کی جامعیت کے اعتبار سے اس تعین اوّل کے ظل کا مرکز ہے اور وہ سیر جو اس شہر کے اوپر واقع ہو، وہ کمالات نبوت کا شروع ہے ان کمالات کا حاصل ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ کمالات مقام نبوت سے ناشی اور پیدا ہوئے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی تابعداری کے سبب ان کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے اور لطائف انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔ باقی تمام اجزائے انسانی خواہ وہ عالم امر سے ہوں خواہ عالم خلق سے سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کے تابع ہیں اور اسی کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے کیونکہ جو کچھ اس عنصر کو حاصل ہوا ہے اور کسی کو وہ میسر نہیں ہوا اور دَنٰی کے بعد تَدَلّٰی کی حقیقت اسی مقام سے ظاہر ہوتی ہے اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا سر اسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جگہ منکشف ہوتا ہے اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا کے کمالات سب مقام نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں اور وہ کمالات ان کمالات کی حقیقت کے لئے شبح و مثال کی طرح ہیں اور روشن ہوتا ہے کہ اس سیر کے ضمن میں ایک نقطہ کا طے کرنا مقام ولایت کے تمام کمالات کے طے کرنے سے زیادہ ہے پھر قیاس کرنا چاہئے کہ ان سب کمالات کو تمام گزشتہ کمالات کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ دریائے محیط کو بھی قطرہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہے لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔

سبحان اللہ! اس سر سے جاہل کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور دوسرا اس معاملہ سے ناواقف ہونے کے باعث اس کی توجیہ میں کہتا ہے کہ نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ **كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ** چھوٹا منہ بڑی بات۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ اگر ایک قدم اور سفر میں زیادہ کرے تو عدم محض میں جا پڑے گا کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔

اے فرزند! اس ماجرا سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا اور سیمرغ جال میں پڑ گیا ؂

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں　　　کا ینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

ترجمہ: اٹھا لے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

کیونکہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے ؂

ہنوز ایوان استغنا بلند است　　　مرا فکر رسیدن ناپسند است

ترجمہ: ابھی اونچا ہے استغنا کا ایواں　　　وہاں چڑھنے کا مت کر فکر ناداں

وہ ورائیت حجب کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حجب سب کے سب مرتفع ہو گئے ہیں بلکہ عظمت و کبریا کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو ادراک کے مانع اور وجدان کے منافی ہے کیونکہ وہ حق سبحانہ وجود میں اقرب ہے اور وجدان وادراک سے ابعد ہے۔ ہاں بعض کامل مرادمندوں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل عظمت و کبریا کے ان پردوں میں جگہ دیتے ہیں۔ **فَعُوْمِلَ مَعَهُمْ مَا عُوْمِلَ مَعَهُمْ** اور جیسا کہ چاہئے ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔

اے فرزند! یہ معاملہ انسان کی اس ہیئت وجدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مجموعہ سے ناشی ہوئی ہے۔ باوجود اس کے اس مقام میں بھی سب کا رئیس عنصر خاک ہے اور یہ جو کہا ہے کہ لَیْسَ وَرَاءَهُ اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ اس کے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں۔ وہ اس لئے کہ وجود خارجی اور وجود علمی کے تمام ہونے کے بعد عدم کا حاصل ہونا ہے جو اس کے نقیض ہے اور حق سبحانہ کی ذات اس وجود وعدم کے ماورا ہے جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں وجود کی بھی گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ وجود جس کی نقیض عدم ہو، اس بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہے اور اگر عبارت کی تنگی کے باعث اس مرتبہ وجود کا اطلاق کریں تو اس سے وہ وجود مراد ہوگا جس کی نقیض بننے کی عدم کو مجال نہیں ہے۔

اور یہ جو اس فقیر نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے۔ اس معاملہ کی حقیقت کو نہ پانے کے باعث لکھا ہے اور وہ بعض معارف جو توحید وجودی وغیرہ میں لکھے ہیں وہ بھی اسی قسم سے ہیں ان کا سر بھی یہی عدم اطلاع ہے جب معاملہ کی اصل حقیقت سے فقیر کو آگاہ کیا جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس سے نادم ہوا اور استغفار کیا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں ان تمام باتوں سے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

اس بیان سے روشن ہوا کہ کمالات نبوت مراتب صعود میں ہیں اور نیز نبوت کے عروجات میں توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے نہ جیسا کہ اکثر نے گمان کیا ہے کہ ولایت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہے اور نبوت میں توجہ خلق کی طرف اور ولایت مراتب عروج میں ہے اور نبوت مدارج نزول میں اسی وجہ سے بعض نے وہم کیا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور ہاں نبوت وولایت میں سے ہر ایک کے لئے عروج وہبوط ہے عروج میں دونوں کا منہ حق کی طرف ہے اور ہبوط میں دونوں کا منہ خلق کی طرف۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف توجہ ہے اور ولایت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف منہ نہیں ہے بلکہ اس کا باطن روبحق ہے اور اس کا ظاہر روبخلق۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروج کے مقامات کو تمام نہ کر کے نزول کیا ہے اسی واسطے فوق کی نگرانی ہر دم اس کی دامنگیر ہے اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کی مانع ہے۔ برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے مقامات عروج کو تمام کر کے ہبوط فرمایا ہے اسی واسطے وہ کلی طور پر خلق کو خالق کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہے۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةَ الشَّرِيْفَةَ وَاَمْثَالَهَا مِمَّا يَتَكَلَّمُ بِهَا اَحَدٌ يه معرفت شریفہ اور اس قسم کے اور معارف اس قسم کے ہیں کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پہلے کسی نے بیان نہیں کئے۔

جاننا چاہئے کہ عنصر خاک جس طرح مراتب عروج میں سب سے بالاتر جاتا ہے۔ اسی طرح منازل ہبوط میں وہ عنصر سب سے زیادہ نیچے آجاتا ہے اور کیونکر نیچے نہ آئے جبکہ اس کا طبعی مکان سب سے نیچے ہے اور چونکہ سب سے زیادہ نیچے ہے اسی واسطے اس کے صاحب کی دعوت اتم ہے اور اس کا افادہ اکمل ہے۔

اے فرزند! جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتداء قلب سے ہے جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتداء بھی عالم امر سے کی گئی۔ برخلاف مشائخ کرام کے باقی طریقوں کے جو شروع میں تزکیہ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں اور بعد ازاں عالم امر میں آتے ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اس میں عروج کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج ہے اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے کیونکہ ان کے اس سیر کے ضمن میں تزکیہ و تطہیر بہت اچھی طرح حاصل ہو جاتا ہے اور مسافت کوتاہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے عالم خلق کی سیر کو قصداً ضائع اور بیکار ہی نہیں جانا بلکہ مطلب کے پانے میں مضر و مانع یقین کیا ہے کیونکہ سالکانِ طریق مشکل سے مشکل ریاضتوں اور سخت سے سخت مجاہدوں اور تزکیہ کے قدم کے ساتھ عالم خلق کی صورت کے جنگلوں کو قطع کر کے جب عالم امر کی سیر شروع کرتے ہیں اور اِنجِذَابِ قَلْبِیْ اور اِلْتِذَاذِ رُوْحِیْ میں پڑتے ہیں تو بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ اکثر اسی انجذاب پر قناعت کرتے اور اسی التذاذ پر کفایت کرتے ہیں اور اس عالم کے لامکان ہونے کا گمان ان کو دامنگیر ہو جاتا ہے اور اس عالم کی بیچونی کی آمیزش ان کو بیچون حقیقی سے ہٹا رکھتی ہے۔

شاید اسی مقام پر کسی سالک نے کہا ہے کہ میں (۳۰) سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا اور دوسرے نے کہا ہے کہ استوئی کا سر اور عرش پر تنزیہ کا ظہور معارف غامضہ سے ہے۔

اور بیان سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تنزیہ بھی دائرہ امکان میں داخل ہے۔ ہاں تنزیہ نما ہے اور حقیقت میں تشبیہ ہے۔ برخلاف اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کے کہ مقام جذبہ سے شروع کرتے ہیں اور اس التذاذ کی مدد سے ترقی کرتے ہیں۔ یہ انجذاب و التذاذ ان بزرگواروں کے حق میں ایسا ہے، جیسا دوسروں کے حق میں ریاضتیں اور مجاہدے۔ پس جو کچھ دوسروں کے لئے وصول کا مانع ہے وہ ان بزرگواروں کے لئے ممد و معاون ہے۔ عالم امر کی لامکانیت کو عین مکانیت تصور کر کے حقیقی لامکانی کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس عالم کی بیچونی کو عین مکانیت تصور کر کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حقیقی لامکانی کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس عالم کی بیچونی کو عین چون جان کر بیچون حقیقی کی طرف ترقی کرتے ہیں اسی واسطے دوسروں کی طرح وجد و حال کے غرور پر مفتون نہیں ہوتے اور بچوں کی طرح اس رائکے جوز و مویز پر فریفتہ نہیں ہوتے اور ترہات صوفیہ پر خوش نہیں ہوتے اور شطحیات مشائخ پر فخر نہیں کرتے اور احدیت صرف کی طرف متوجہ ہیں اور اسم وصفت سے ذات مقدس کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

جاننا چاہئے کہ یہ عروج جو پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو تام الاستعداد ہے اور جو عالم امر کے جواہر خمسہ کے کمالات سے حصہ رکھتا ہے۔ خواہ عالم صغیر ہو خواہ کبیر اور ایسا ہی پنجگانہ اصول سے جو اسماء وجوبی کے ظلال ہیں حظ وافر رکھتا ہے اور ایسا ہی ان ظلال کے اصول سے جو اسم وصفات کا مقام ہے، بہرہ ور ہوتا ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ تام الاستعداد ہو۔ وہ اس لئے کہا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر محمدی المشرب کو کمالات اخفی کے کمالات سے بھی جو مراتب امر کا نہایت ہے۔ حصہ حاصل ہوتا ہے لیکن معاملہ اخفی کو انجام تک نہیں پہنچاتا اور اس کے اخیری نقطہ تک منتہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی ابتداء یا وسط میں رہ جاتا ہے اور جب اخفی میں کوتاہی کرے تو اس کے اندازہ کے موافق اس کے اصول میں بھی کوتاہی کرے گا اور کام کو انجام تک نہ پہنچائے گا۔ عالم امر کے باقی چارگانہ مراتب میں بھی یہی نسبت ہے کہ ہر مرتبہ کی استعداد کا کامل ہونا اس کے اخیری نقطہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے ابتداء اور وسط نقص کی خبر دیتا ہے اگرچہ نہایت سے بال کے برابر کم ہو ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست ۔۔۔ درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ: فراق یار گر تھوڑا ہی ہو لیکن نہیں تھوڑا
برابر نیم مو کے بھی بہت ہے چشم عاشق ہیں

اور یہ کوتاہی اصول اور اصول میں سرایت کر جائے گی اور مطلب تک پہنچنے سے روک دے گی اور یہ جو جہاں ہے کہ یہ بیان محمدی المشرب کے مخصوص ہے اس لئے کہا ہے کہ محمدی المشرب کے سوا کسی ایک کا کمال درجات ولایت میں سے اوّل درجہ تک ہی محدود ہوتا ہے اور درجہ اوّل سے مراد مرتبہ قلب ہے اور دوسرے کا کمال درجات ولایت میں سے دوسرے درجہ یعنی مقام روح تک محدود ہوتا ہے اور تیسرے شخص کے کمال کا عروج تیسرے درجے تک ہوتا ہے جو مقام سر ہے اور چوتھے شخص کے کمال کا عروج چوتھے درجے تک ہوتا ہے جو مقام خفی ہے۔ درجہ اوّل کی مناسبت صفات افعال کی تجلی کے ساتھ ہے اور درجہ دوم کی مناسبت صفات ثبوتیہ ذاتیہ کی تجلی سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور درجہ سوم کی مناسبت شیون واعتبارات ذاتیہ کے ساتھ اور درجہ چہارم کو صفات سلبیہ کے ساتھ جو تقدیس وتنزیہ کا مقام ہے، مناسبت ہے اور درجات ولایت میں سے ہر ایک درجہ انبیائے اولوالعزم میں سے ایک نبی کے قدم کے نیچے ہے۔

ولایت کا درجہ اوّل حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس کا رب صفت التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے اور درجہ دوم حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور حضرت نوح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں ان کا رب صفت العلم ہے جو صفات ذاتیہ میں سے اجمع ہے اور درجہ سوم حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے اور درجہ چہارم حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس کا رب صفات سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس وتنزیہ ہے نہ ثبوتیہ سے اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں اور ان کو اس مقام میں شان عظیم حاصل ہے اور درجہ پنجم خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس کا رب رب الارباب ہے جو صفات وشیونات وتقدیسات وتنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرہ کا مرکز ہے اور مرتبہ شیونات وصفات میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے کیونکہ یہ شان عظیم الشان تمام کمالات کا جامع ہے اسی مناسبت کے سبب سے آنحضرت ﷺ کی ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہوئی اور ان کا قبلہ ان کا قبلہ بنا علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

جاننا چاہئے کہ اقدام ولایت کا ایک دوسرے سے افضل ہونا درجوں کے مقدم ومؤخر ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے تاکہ صاحب اخفیٰ دوسروں سے افضل ہو بلکہ اصل سے قریب وبعید ہونے اور درجات ظلال کی منزلوں کو زیادہ اور کم طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ صاحب قلب اصل سے قریب ہونے کے اعتبار سے صاحب اخفیٰ سے جس کو یہ قرب حاصل نہیں۔ افضل ہو اور کیونکر نہ ہو جبکہ نبی کی وہ ولایت جو ولایت کے درجہ اوّل میں ہے اس ولی کی ولایت سے قطعی طور پر افضل ہے جو اخیری درجہ میں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ لطائف کا مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ سلوک کرنا یعنی قلب سے روح اور روح سے سر اور سر سے خفی اور خفی سے اخفیٰ تک پہنچنا بھی محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو ترتیب واران پنجگانہ عالم امر کو تمام کرکے باترتیب ان کے اصول میں سیر کرتا ہے۔ بعد ازاں اصول اصول میں اسی ترتیب کو مدنظر رکھ کر کام کو سرانجام کرتا ہے اور احدیت کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لئے یہ راستہ اس مذکورہ بالا ترتیب سے وصول کے لئے شاہراہ اور صراط مستقیم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے۔ برخلاف دوسری ولایتوں کے کہ ان میں گویا ہر درجہ سے نقب کھود کر مطلوب تک لے گئے ہیں یعنی مقام قلب سے نقب کھود کر صفات افعال تک جو اس کی اصل کا اصل ہے، لے گئے ہیں اور اسی طرح مقام روح سے نقب کھود کر صفات ذاتیہ تک لے گئے ہیں علیٰ ہذا القیاس اور شک نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے افعال وصفات اس کی ذات سے منفک نہیں ہیں اگر انفکاک ہے تو ظلال میں ہے پس اس مقام میں افعال وصفات کے واصلوں کو بھی ذات بیچون تعالیٰ وتقدس کی تجلیات سے حصہ حاصل ہوگا جس طرح کہ صاحب اخفی کو اس کام کے تمام کرنے کے بعد یہ دولت میسر ہوگی۔ اگرچہ علو وسفل یعنی بلندی وپستی کے اعتبار سے تفاوت باقی رہے گا اور صاحب قلب صاحب اخفی کے ساتھ برابری نہ کر سکے گا لیکن اس جگہ تو یہ غلطی نہ کرے کہ یہ تفاوت اولیاء کے درمیان متصور ہے کیونکہ مرتبہ کمال تک دونوں کے پہنچنے کے بعد ولایت قلب والا ولایت اخفی والے سے کم درجے کا ہے لیکن اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت یہ تفاوت مفقود ہے کیونکہ نبی کی ولایت جو مقام قلب سے ناشی ہے۔ ولی کی ولایت سے جو مقام اخفی سے ناشی ہوئی ہے، افضل ہے اگرچہ اس ولی نے اخفی کے کمالات کو انجام تک پہنچایا ہو اور اس صاحب ولایت کا سر اس ولایت کے نبی کے زیر قدم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ بیشک ہمارے مرسل بندوں کے لئے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ یہی فتح مند ہیں اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے۔

ہاں یہ تفاوت انبیاء کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ متصور ہے اور بلندی والا پستی والے سے افضل ہے لیکن یہ تفاوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی عالم امر کے دائرہ کمالات کے اخیر تک ہے۔ بعد ازاں یہ تفاضل اس بلندی وپستی پر منحصر نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس مقام میں اس پستی والا اس بلندی والے سے افضل ہو جیسا کہ ہم نے اس مقام میں حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اس تفاوت کو مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام میں جسم اور شان عظیم کے ساتھ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسامت اور شان حاصل نہیں ہے۔

لیکن ہم نے معلوم کیا ہے کہ اس مقام میں یہ تفاوت اس بلندی وپستی کے سوا ایک اور امر کے سبب سے ہے جس کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کی حسن توفیق اور کمال سنت اور کرم کے ساتھ اس کے بعد مفصل طور پر ابھی بیان کریں گے۔

اسی طرح یہ تفاوت حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام اور حضرت خاتم الرسل ﷺ کے سوا باقی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تمام پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ان کے کمالات میں جو کعبہ ربانی کی حقیقت کے ساتھ جو تمام حقائق بشریت اور ملکیت سے برتر ہے، تعلق رکھتے ہیں۔ مشاہدہ کیا کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جگہ وہ شان عظیم اور مرتبہ بلند حاصل ہے جو کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔

اس مقام عجیب میں جو عظمت وکبریا کے پردوں کے ظہور کا مقام ہے اس مقام کے مرکز یعنی مقام اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہیں اور باقی سب مفصل طور پر حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مسلم ہیں اور باقی جس قدر انبیاء اور کامل اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ سب اس جگہ ان کے طفیلی ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے اس اجمال کی تفصیل طلب فرمائی ہے۔ چنانچہ اپنے مسئولہ صلوات وبرکات کو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوات وبرکات کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہزار سال کے بعد وہ تفصیل آپ کو بھی میسر ہوگئی اور آپ کا سوال قبول ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَعَلٰى جَمِيعِ نَعْمَائِهٖ اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کا شکر ہے۔

اس مقام عالی کے کمالات تمام ولایتوں کے کمالات اور نبوت ورسالت کے کمالات سے برتر ہیں اور کیونکر برتر نہ ہوں جبکہ یہی حقیقت انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مسجود الیہ ہے۔

اور اس فقیر نے رسالہ مبدء ومعاد میں جو یہ لکھا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت کعبہ کے مقام تک جو اس سے برتر ہے، پہنچ کر متحد ہو جاتی ہے اور حقیقت محمدی اس جگہ حقیقت احمدی نام پاتی ہے۔ کعبہ کی وہ حقیقت اس حقیقت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے کہ یہ فقیر اس حقیقت کے عدم ظہور کے وقت ان سب کو حقیقت سمجھتا تھا اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں کہ اصل کے ظاہر نہ ہونے کے وقت ظل کو اصل سمجھتا ہے اور اس کا نام حقیقت رکھتا ہے یہی باعث ہے کہ ایک مقام چند مرتبہ ظاہر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام کے ظہورات اس مقام کے ظلال کے اعتبار سے ہیں۔ اصل میں اس مقام کی حقیقت وہی ہے جو منہ یہ اخیر میں ظاہر ہوئی ہے۔

اگر کہیں کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ مرتبہ اس کے ظہورات کا اخیری مرتبہ ہے تا کہ اس کو حقیقت سمجھا جائے تو میں کہتا ہوں کہ ظہورات سابق کی ظلیت کا علم حاصل ہونا۔ اس ظہور کی آخریت پر شاہد عدل ہے کیونکہ یہ علم ظہورات سابقہ کے وقت حاصل نہیں ہے بلکہ ظہور کو حقیقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جانتا ہے اور کسی کو ظلال خیال نہیں کرتا اگرچہ نہیں جانتا کہ ان حقائق کا اختلاف کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ فافہم۔

اے فرزند! معارف سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کمالات جو عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں ان کمالات کے لئے جو عالم خلق کے متعلق ہیں مقدمات اور زینوں کی طرح ہیں۔ پہلی کمالات ظلیت سے خالی نہیں ہیں اور مقامات ولایت سے مخصوص ہیں اور دوسرے کمالات نے ظلیت کی آمیزش سے جو اس نشاد نیویہ کے ظہورات کے مناسب ہے، خالی ہو کر مقامات نبوت سے کامل حصہ حاصل کیا ہے۔ پس طریقت و حقیقت جو ولایت سے وابستہ ہیں۔ دونوں شریعت کے لئے جو مقام نبوت سے ناشی ہے، بمنزلہ خادموں کے ہیں اور نبوت کے عروج کے لئے ولایت بمنزلہ زینہ کے ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ سیر جو بزرگان نقشبندیہ قدس سرہم نے اختیار کیا ہے اور اس کو عالم امر سے شروع کیا ہے نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے کیونکہ ادنیٰ سے (جو عالم امر ہے) اعلیٰ کی طرف (جو عالم خلق ہے) ترقی کرنی چاہئے نہ کہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف لیکن کیا کیا جائے یہ معما سب پر نہیں کھلا۔ دوسروں نے صورت پر نظر ڈال کر عالم خلق کو پست دیکھا ہے اور پستی سے شروع کر کے بلندی صوری کی طرف ترقی کی ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ اصل معاملہ دگرگوں ہے اور پستی حقیقت میں بلندی ہے اور بلندی پستی ہے۔ ہاں نقطہ آخر جو عالم خلق ہے نقطہ اوّل سے کہ اصل الاصل ہے نزدیک ہوا ہے۔ یہ قرب کسی اور نقطہ کو میسر نہیں ہوا۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگار انند

ترجمہ: کہ مستحق کرامت کے ہیں بدکار

یہ دید چراغ نبوت سے مقتبس ہے اور ارباب ولایت کو اس معریت سے بہت کم حصہ حاصل ہوتا ہے۔ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عالم امر سے سیر شروع کی ہے اور حقیقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان کامل اولیاء کے لئے جن کی سیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیر کے موافق ہوئی ہے۔ ابتداء میں شریعت کی صورت ہے اور وسط میں طریقت و حقیقت جو ولایت سے تعلق رکھتی ہیں اور عالم امر کے مناسب ہیں اور آخر میں شریعت کی حقیقت ہے جو نبوت کا ثمرہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ طریقت و حقیقت کا حاصل ہونا شریعت کی حقیقت حاصل ہونے کے لئے مقدمہ ہے۔ پس اولیائے کامل کی بدایت اور انبیائے مرسل کی بدایت حقیقت ہے اور دونوں کی نہایت سے شریعت تو جس نے یہ کہا کہ اولیاء کی بدایت انبیاء کی نہایت ہے اور اولیاء کی بدایت اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



انبیاء کی نہایت شریعت مراد رکھی ہے۔ اس کے کچھ معنی نہیں ہیں چونکہ وہ بے چارہ اصل حقیقت سے واقفیت نہ رکھتا تھا اس لئے اس نے سطحی کلام کہہ دی۔ ان معارف کو اگرچہ کسی نے نہیں کہا بلکہ اکثر نے ان کے برخلاف کہا ہے اور ادراک سے بعید معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ منصف جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی طرف نظر کرے اور شریعت کی عظمت اس پر غالب ہو امید ہے کہ ان اسرار غامضہ کو قبول کرلے گا اور اس قبول کو اپنے ایمان کی زیادت کا وسیلہ بنادے گا۔

اے فرزند! سن لے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کو عالم خلق پر منحصر رکھا ہے۔ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ اسلام کی بنا پانچ ہیں اور چونکہ قلب کو عالم خلق سے زیادہ مناسبت تھی۔ اسی لئے اس کی تصدیق کی بھی دعوت فرمائی اور قلب کے ماسوائے کی نسبت کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ اس کو مطروح فی الطریق (راستہ کے کوڑے کرکٹ) کی طرح سمجھا اور اس کو بے مطلب جانا۔ ہاں بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے رنج اور دیدار کی دولت اور حرمان کی بدبختی سب عالم خلق سے وابستہ ہیں۔ عالم امر کے ساتھ ان کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ دوسرا وہ علم جو فرض و واجب و سنت ہیں ان کا بجالانا قالب سے تعلق رکھتا ہے جو عالم خلق سے ہے اور اعمال نافلہ عالم امر کا نصیب ہیں۔ پس وہ قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے۔ اعمال کے اندازہ کے موافق ہوگا۔ پس ناچار وہ قرب جو فرائض کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے عالم خلق کا نصیب ہے اور وہ قرب جو ادائے نوافل کا ثمرہ ہے۔ عالم امر کا نصیب ہے اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ میں یہی نسبت ہے اگرچہ سنت و فرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔ پس وہ دونوں قربوں کے درمیان تفاوت اس سے قیاس کرنا چاہئے اور عالم خلق کی زیادت عالم امر پر اس تفاوت سے سمجھ لینی چاہئے۔ اکثر لوگ چونکہ اس معنی سے بے نصیب ہیں۔ فرائض کو خراب کرکے نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔

صوفیہ کرام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کرکے جمعہ و جماعت کو ترک کردیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مدنظر رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

اور علمائے بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب و ابتر کرتے ہیں مثلاً نماز عاشوراء کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی۔ جماعت اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جمعیت تمام سے ادا کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ فقہ کی روایتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں اور فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں ایسا کم ہے کہ فرض کو مستحب وقت میں ادا کریں بلکہ اصل وقت سے تجاوز کر جاتے ہیں اور جماعت کی بھی چنداں قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک یا دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں بلکہ بسااوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہو تو پھر عوام کا کیا حال بیان کیا جائے۔ اس عمل کی کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت وہوا ظاہر ہو گئی ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم  کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخت بسیاراست

ترجمہ: غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے ایجاناں
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

نیز نوافل کا ادا کرنا ظلی قرب بخشتا ہے اور فرائض کا ادا کرنا قرب اصلی جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں ہے۔ ہاں وہ نوافل جو فرائض کی تکمیل کے لئے ادا کئے جائیں وہ بھی قرب اصل کے مدومعاون ہیں اور فرض کے ملحقات میں سے ہیں۔ پس ناچار فرائض کا ادا کرنا عالم خلق کے مناسب ہے جو اصل کی طرف متوجہ ہے اور نوافل کا ادا کرنا عالم امر کے مناسب ہے جس کا منہ ظل کی طرف ہے فرائض اگرچہ سب کے سب اصلی قرب بخشتے ہیں لیکن ان میں سے افضل واکمل نماز ہے۔

حدیث اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومنوں کی معراج ہے) اور اَقْرَبُ مَایَکُوْنَ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ (بندہ کو رب کا زیادہ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے) تو نے سنا ہوگا وہ وقت خاص جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا جس کی تعبیر لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ سے کی ہے۔ فقیر کے نزدیک نماز ہی میں ہوا ہے۔ نماز ہی گناہوں کا کفارہ ہے اور نماز ہی فحش اور منکر سے روکتی ہے۔ وہ نماز ہی ہے جس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی راحت ڈھونڈتے تھے۔ جیسا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اَرِحْنِیْ یَابِلَالُ (اے بلال مجھے آرام دے) اور نماز ہی دین کا ستون ہے اور نماز ہی کفر اور اسلام کے درمیان فرق ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور عالم امر پر عالم خلق کی زیادت کی نسبت کچھ کہتے ہیں کہ عالم امر نے اسی جگہ پورا حظ لے لیا ہے اور مشاہدہ اور معاینہ حاصل کیا ہے کل بہشت میں معاملہ عالم خلق کے ساتھ پڑے گا اور بلا کیف دیدار اسی کو میسر ہوگا۔

اور نیز مشاہدہ کا متعلق وجوب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور آخرت میں واجب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الوجود کا دیدار پس جس قدر مشاہدہ اور رویت اور ظلیت اور اصلیت کے درمیان فرق ہے اسی قدر فرق عالم امر و عالم خلق میں پہچان لے۔

اور نیز جان لے کہ مشاہدہ ولایت کا ثمرہ ہے اور رویت نبوت کا ثمرہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے باعث عام تابعداروں کو بھی میسر ہوگی۔ اس بات سے ولایت و نبوت کے درمیان بھی فرق معلوم کر لے۔

تنبیہ: جس عارف کو عالم امر کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ تر ہوگا اور جس کو عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات نبوت میں بڑھ کر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ولایت میں قدم آگے رکھتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم نبوت میں زیادہ تر ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم امر کی نسبت بلند ہے جس کے باعث وہ روحانیوں سے مل گئے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم خلق کی جانب غالب ہے جس کے باعث انہوں نے مشاہدہ پر کفایت نہ کر کے رویت بصر طلب فرمائی۔

کمالاتِ نبوت میں انبیاء کے اقدام کے متفاوت ہونے کا سبب جس کے بیان کرنے کا پہلے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہی ہے نہ کہ بعض لطائف کی بلندی اور بعض کی پستی جو کمالات ولایت کے تفاوت میں معتبر ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

اے فرزند! چونکہ علوم نبوت یعنی شرائع و احکام قالب کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس لئے بعض نے گمان کیا ہے کہ نبوت مقامات قرب تک جو ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عروج کرنے کے بعد خلق کی دعوت کے لئے نزول کرنے سے مراد ہے اور نہیں سمجھے کہ نہایت عروج اور غایت قرب اسی مقام میں ہیں اور وہ قرب جو پہلے حاصل ہوا تھا وہ اس قرب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے جو بُعد کی صورت میں متصور ہوتا ہے اور وہ عروج جو اوّل میسر ہوا تھا۔ وہ اس عروج کے عکسوں میں سے ایک عکس ہے جو بظاہر نزول دکھائی دیتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ دائرہ کا مرکز دائرہ کے محیط کی نسبت سب سے زیادہ بعید نقطہ ہے حالانکہ حقیقت میں کوئی نقطہ نقطہ مرکز کے سوا محیط کے زیادہ قریب نہیں ہے کیونکہ محیط اس نقطہ اجمال کی تفصیل ہے اور یہ نسبت کسی اور نقطہ کو میسر نہیں۔ عوام ظاہر بین اس اقربیت کو نہیں پا سکتے۔ اس لئے اس نقطہ کے ابعد ہونے کا حکم کو کرتے ہیں اور اس نقطہ کے اقرب ہونے کے حکم کو جہل مرکب تصور کرتے ہیں اور اس حکم کے دینے والے کو جاہل اور احمق سمجھتے ہیں۔ وَاللّٰہُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے جو تم اس کی وصف بیان کرتے ہو۔

جاننا چاہئے کہ مطمئنہ شرح صدر حاصل ہونے کے بعد جو ولایت کبریٰ کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج فرما کر تخت صدر پر چڑھ جاتا ہے اور وہاں تمکین و سلطنت حاصل کر لیتا ہے اور ممالک قرب پر غلبہ پالیتا ہے۔ یہ تخت صدر حقیقت میں ولایت کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے۔ اس تخت پر چڑھنے والے کی نظر ابطن بطون کی طرف نفوذ کرتی ہے اور غیب الغیب میں سرایت کر جاتی ہے ہاں جو شخص بہت اونچے مکان پر چڑھ جائے اس کی نظر بھی بہت دور تک نفوذ کر جاتی ہے اور اس مطمئنہ کی تمکین کے بعد عقل بھی اپنے مقام سے نکل کر اس سے مل جاتی ہے اور عقل معاد نام پاتی ہے اور دونوں اتفاق بلکہ اتحاد سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اے فرزند! اس مطمئنہ کے لئے اب مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی اور پورے طور پر مقصود کے حاصل کرنے کے در پے ہے۔ رضائے پروردگار کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں اور حق تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کے سوا اس کا کچھ مطلب نہیں۔ سبحان اللہ! وہ امارہ جو اوّل بدترین خلائق تھا۔ اطمینان اور حضرت سبحان کی رضا حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے لطائف کا رئیس ہو گیا اور اپنے ہمسروں کا سردار بن گیا۔

مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سچ فرمایا ہے۔ خِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا (جو لوگ جاہلیت میں تم سے اچھے تھے وہ اسلام میں بھی تم سے اچھے ہیں جب انہوں نے دین سمجھ لیا۔)

اس کے بعد اگر خلاف اور سرکشی کی صورت ہے تو اس کا منشا اربع عناصر کی مختلف طبائع ہیں جو قالب کے اجزاء ہیں۔ یعنی اگر قوت غضبیہ ہے تو وہیں سے پیدا ہے اور اگر شہویہ ہے تو وہیں سے ظاہر ہے اور اگر خست و کمینہ پن ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ تمام حیوانات جن میں نفس امارہ نہیں ہے ان کو یہ اوصاف رذیلہ پورے اور کامل طور پر حاصل ہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ مراد اس جہاد اکبر سے جو حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ (ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا) جہاد با قالب ہو نہ کہ جہاد با نفس۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کیونکہ نفس اطمینان تک پہنچ چکا ہے اور راضی و مرضی ہو گیا ہے۔ پس خلاف و سرکشی کی صورت اس سے متصور نہ ہو گی اور اجزائے قالب سے خلاف و سرکشی کی صورت سے مراد ترک اولیٰ اور امور مرخصہ کے ارتکاب اور ترک عزیمت کا ارادہ ہے نہ کہ اشیاء محرمہ کے ارتکاب اور ترک فرائض و واجبات کا ارادہ کہ یہ اس کے حق میں نصیب اعداء ہو چکا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اے فرزند! عناصر اربعہ کے کمالات اگرچہ مطمئنہ کے کمالات سے برتر ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا لیکن مطمئنہ چونکہ مقامِ ولایت سے مناسبت رکھتا ہے اور عالم امر سے ملحق ہوا ہے اس لئے صاحب سکر ہے اور مقام استغراق میں ہے اور اسی سبب سے اس میں مخالفت کی مجال نہیں رہی اور عناصر کی مناسبت چونکہ مقام نبوت کے ساتھ زیادہ ہے اس لئے صحوان میں غالب ہے اور اسی سبب سے بعض منافعوں اور فائدوں کے لئے جو ان سے متعلق ہیں، مخالفت کی صورت ان میں باقی ہے۔ فافہم۔

جاننا چاہئے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ حاصل ہوا ہے۔ یہ کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ ہیں اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی اس دولت نے کچھ کچھ اثر کیا ہوا ہے اس کے بعد یہ کمالات پوشیدہ ہو گئے ہیں اور ولایت ظلی کے کمالات جلوہ گر ہوئے ہیں لیکن امید ہے کہ ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہو اور غلبہ اور شیوع پیدا کرے اور کمالات اصلیہ ظاہر ہوں اور ظلیہ پوشیدہ ہو جائیں اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر و باطن میں اسی نسبت علیہ کو رواج دیں گے۔

اے فرزند! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل تابعدار تابعداری کے سبب جب کمالات نبوت کو تمام کر لیتا ہے تو پھر وہ اگر اہل مناصب سے ہے تو منصب امامت سے اس کو سرفراز کرتے ہیں اور جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو تمام کر لیتا ہے اور اہل منصب سے ہوتا ہے تو اس کو منصب خلافت سے مشرف کرتے ہیں اور کمالات ظلی کے مقامات نے منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا نیچے کے یہ دونوں مقام ان اوپر کے دونوں مقاموں کا ظل ہیں۔

شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک غوثیت کا علیحدہ مرتبہ نہیں ہے لیکن جو فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار نہیں ہے بلکہ قطب اس سے بعض امور میں مدد لیتا ہے اور ابدال کے مراتب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ** یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

**تذییل:** وہ علوم و معارف جو نبوت اور اس نبوت کی ولایت کے مقام کے مناسب ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شرائع ہیں اور چونکہ اقدام نبوت میں تفاوت ہے اس لئے انبیا علیہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


الصلوٰۃ والسلام کی شرائع میں بھی اس تفاوت سے موافق اختلاف پیدا ہوا ہے اور وہ معارف جو مقام اولیاء کے مناسب ہیں۔ مشائخ کے شطحیات اور وہ علوم ہیں جو توحید واتحاد کی خبر دیتے ہیں اور احاطہ وسریان اور قرب ومعیت کا پتہ بتاتے ہیں اور مرآتیت وظلیت کو ظاہر کرتے ہیں اور مشہود ومشاہدہ ثابت کرتے ہیں۔ غرض انبیاء کے معارف کتاب وسنت ہیں اور اولیاء کے معارف فصوص اور فتوحات مکیہ۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ: مری بہار کو کرے قیاس باغ سے تو

اولیاء کی ولایت حق کے قرب کی طرف سراغ لے جاتی ہے اور انبیاء کی ولایت حق تعالیٰ کی اقربیت کا نشان بتلاتی ہے۔ اولیاء کی ولایت شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور انبیاء کی ولایت اس نسبت کو ثابت کرتی ہے جس کی کیفیت مجہول ہے۔ اولیاء کی ولایت اقربیت کو نہیں جانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں پہچانتی کہ کیسی ہے اور انبیاء کی ولایت باوجود اقربیت کے قرب کو عین بُعد جانتی ہے اور شہود کو نفس غیب سمجھتی ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

ترجمہ: شرح اس کی گر لکھوں بے حد ہے

اے فرزند! کمالات نبوت اور ولایت پر اس کی برتری اور ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ وولایت کبریٰ وولایت علیا کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے مناسب علوم اور ہر ایک کے متعلق محل کا بیان طویل اس لئے کیا ہے اور بار بار لمبے چوڑے فقرے اس واسطے بیان کیے گئے ہیں تاکہ کمال غرابت کے سبب لوگ ان کو فہم سے بعید نہ سمجھیں اور کسی کو ان کے انکار کی مجال نہ رہے۔ یہ علوم کشفی اور ضروری ہیں نہ کہ استدلالی اور نظری اور ان میں سے بعض مقدمات کا ذکر عوام کے فہموں کی تنبیہہ اور تقریب کے لئے ہے بلکہ خواص کے ادراک کے لئے تبیین وتشریح ہے۔ یہ سب شروع سے اخیر تک اس طریقہ کا بیان ہے جس طریقہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز کیا ہے۔ اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس کی ابتداء میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے۔ اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی، معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ یعنی بخارا وسمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب وبطحا کی خاک سے ہے، بویا اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی۔ ان علوم ومعارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی۔ اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اس طریقہ علیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے سیر مرادی سے اس راہ کو طے کیا ہو اور قوت انجذ اب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی مرضوں کو دور کرتی ہے۔ ان کمالات کا صاحب اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا خلیفہ ہے۔ اقطاب وابدال اس مقامات کے ظلال میں خوش ہیں اور اوتاد و نجباء اس کے کمالات کے سمندر سے ایک قطرہ پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ اس کی ہدایت وارشاد کا نور اس کے ارادہ وخواہش کے بغیر آفتاب کے نور کی طرح سب پر چمکتا ہے پس کس طرح نہ چمکے جب کہ وہ خود چاہے اگر چہ یہ خواہش اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی امر کی خواہش طلب کرتا ہے لیکن وہ خواہش اس میں پیدا نہیں ہوتی اور یہ بھی لازم نہیں کہ وہ لوگ جو اس کے نور سے ہدایت پائیں اور اس کے وسیلہ سے راہ راست پر آ جائیں۔ اس بات کو جان لیں بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے رشد وہدایت کے اصل کو بھی کما حقہ نہیں جانتے۔ حالانکہ شیخ مقتدا کے کمالات سے متحقق ہوتے ہیں۔ جن کو سب جہان کو ہدایت کرتے ہیں کیونکہ علم سب کو نہیں دیتے اور سیر مقامات کی تفصیل کی معرفت سب کو نہیں بخشتے ہاں وہ شیخ جس کے وجود شریف پر طریق وصول میں سے کسی خاص طریقہ کی بنا کا مدار ہے۔ بے شک صاحب علم اور سیر کی تفصیل سے آگاہ ہوتا ہے اور دوسروں کو اسی کے علم پر کفایت کر کے اس کے ذریعے سے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچاتے ہیں اور فنا و بقا سے مشرف کرتے ہیں۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ: ع بہر نفع عام کرتا ہے خدا بندے کو خاص

ہمارے اس طریق میں افادہ اور استفادہ وانعکاسی اور انصباغی ہے مرید محبت کے رابطہ سے جو وہ اپنے شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے دم بدم اس کا رنگ پکڑتا جاتا ہے اور انعکاس کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے۔ اس صورت میں افادہ اور استفادہ میں علم کیا درکار ہے؟

خربوزہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے اس کے لئے کیا ضرورت ہے کہ اسکو اپنے پک جانے کا علم ہو یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو ہاں اختیاری سلوک وتسلیک کے لئے جو دوسرے سلسلوں میں مربوط ہے۔ علم کا اور ہمارے طریق میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جو اصحاب کرام علیہم السلام کا طریق ہے۔ سلوک و تسلیک کا علم کچھ درکار نہیں ہے اگر چہ شیخ مقتدا جو اس طریقہ کے بانی کی طرح ہے۔ کمال علم اور وفور معرفت سے متحقق ہے۔ پس ناچار اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے اور جوان اور بچے اور میانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہونگے۔ جو صاحب دولت کی محبت کے رابطے یا توجہ سے اپنے بلند مقصودوں تک پہنچتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ منتہی اگر چہ صاحب علم نہیں ہوتا لیکن خوارق کے ظہور سے اس کو چارہ نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ظہور میں اس کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اس کو اس ظہور کا علم بھی نہیں ہوتا۔ لوگ اس سے خوارق ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں لیکن اس کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ منتہی صاحب علم نہیں ہوتا۔ اس عدم علم سے مراد احوال کا تفصیلی علم نہ ہونا ہے نہ کہ مطلق طور پر علم کا نہ ہونا۔ اس حیثیت سے کہ اپنے احوال کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ جیسا کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا اور اس کی ہدایت کا یہ نور اس کے مریدوں میں بالواسطہ یا بے واسطہ اس اس وقت تک جاری وساری رہتا ہے۔ جب تک کہ اس کا طریق مخصوص تغیرات اور تبدیلات کی آلودگی سے آلودہ نہ ہو جائے اور مخترعات اور مبتدعات کے ملنے سے خراب نہ ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ ان تبدیلات کو اس طریقہ کی تکمیلات خیال کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اس کی تتمیم و تکمیل ہر بے سرانجام کا کام نہیں ہے اور الحاق و اختراع ہر بے سروسامان کے لائق نہیں۔

ہزار نکتۂ باریکتر ز مو ایں جاست    نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ترجمہ: بال سے باریک یہاں لاکھوں ہیں راز
سر منڈانے سے نہیں بنتے قلندر

سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے نور کو بدعتوں کے اندھیروں نے پوشیدہ کر دیا ہے اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی رونق کو امور محدثہ کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات کو امور مستحسنہ جانتے ہیں اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم ڈھونڈتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں اوران امور کے بجالانے میں ترغیبیں دیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انکو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل اور اور نعمت تمام ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ کی رضا مندی اس سے حاصل ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیناً آج نے میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

پس ان محدثات سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیت کریمہ کے مفہوم سے انکار کرنا ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسید     کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ   ۔ غمِ دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے دلبر
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

علمائے مجتہدین نے احکام دین کو ظاہر کیا ہے اور از سر نو کسی ایسے امر کو ظاہر نہیں کیا جو دین میں سے نہیں ہے۔ پس احکام اجتہادیہ امور محدثہ میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ اصول دین میں سے ہیں کیونکہ اصل چہارم یہی قیاس ہے۔

اے فرزند! وہ معرفت جو رسالۂ مبدء و معاد میں اسی افادہ اور استفادہ کے بارہ میں جو قطب ارشاد سے تعلق رکھتا ہے لکھی گئی ہے چونکہ اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی اور بہت مفید تھی۔ اس لئے وہ معرفت اس مکتوب میں بھی لکھی گئی ہے۔ اسی جگہ سے اعتبار حاصل کریں۔ قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے بہت عزیز الوجود اور نایاب ہے اور بہت سے قرنوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے اور عالم تاریک اس کے نور ظہور سے نورانی ہوتا ہے اور اس کی ہدایت وارشاد کا نور محیط عرش سے لے کر مرکز فرش تک تمام اور تمام جہان کو شامل ہوتا ہے اور جس کسی کو رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہونا ہوتا ہے اسی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے وسیلہ کے بغیر کوئی شخص اس دولت کو نہیں پا سکتا۔ مثلاً اس کی ہدایت کے نور نے دریائے محیط کی طرح تمام جہان کو گھیرا ہوا ہے اور وہ دریا گویا منجمد ہے اور ہرگز حرکت نہیں کرتا اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا یہ کہ وہ بزرگ طالب کے حال کی طرف متوجہ ہے۔ تو توجہ کے وقت گویا طالب کے دل میں ایک روزن کھل جاتا ہے اور اس راہ سے توجہ واخلاص کے موافق اس دریا سے سیراب ہوتا ہے ایسے ہی وہ شخص جو ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز کی طرف بالکل متوجہ نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں۔ انکار سے نہیں بلکہ اس پہنچا نتا نہیں ہے۔ اس کو بھی یہ افادہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت افادہ بہتر اور بڑھ کر ہے۔ لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے۔ اگرچہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔ یہی انکار و آزار اس کے فیض کا مانع ہو جاتا ہے بغیر اس امر کے کہ وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو یا اس کے ضرر کا قصد کرے۔ کیونکہ ہدایت کی حقیقت اس سے مفقود ہے وہ صرف رشد کی صورت ہے اور صورت بے معنی کچھ فائدہ نہیں دیتی اور وہ لوگ جو اس عزیز کے ساتھ محبت و اخلاص رکھتے ہیں۔ اگرچہ توجہ مذکورہ اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں۔ لیکن فقط محبت ہی کے باعث رشد و ہدایت کا نور ان کو پہنچ جاتا ہے۔ وَلٰکِنْ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةِ اٰخِرُ الْمَکْتُوبِ اور یہی معرفت مکتوب کا اخیر ہے۔

بس کنم خود زیرکاں راہ ایں بس است بانگ دو کردم اگر ور دہ کس است

ترجمہ: اس قدر کہنا ہے کافی واسطے داناؤں کے
کر دیا اعلان میں نے کوئی تو شاید سنے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَوَّلاً وَّ اٰخِراً وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ دَائِماً وَّ سَرْمَدًا اَوَّلُ وَ اٰخِرُ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور حضرت رسول اللہ اور آپ کی آل پاک پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔

## مکتوب (۲۶۱)

نماز کے فضائل اور معارف بلند اور حقائق ارجمند کے ضمن میں نماز کے مخصوصہ کمالات کے بیان میں سیادت مآب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے عزیز بھائی کو کہ خدا اس کو ہدایت دے معلوم ہو کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور جزو ہے جس نے جامعیت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے اور تمام مقربہ اعمال سے برتر ہو گئی ہے اور وہ دولت رویت جو سرور عالمیان ﷺ کو معراج کی رات بہشت میں میسر ہوئی تھی۔ دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہان کے مناسب آپ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی۔ اس واسطے حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ نماز مومنوں کی معراج ہے۔

نیز فرمایا اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے۔ اگرچہ روایت میسر نہیں کیونکہ یہ جہان اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا۔ نماز ہی غمزدوں کی غمگسار ہے اور نماز ہی بیماروں کیلئے راحت بخش ہے۔ اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ (راحت دے مجھے اے بلال) اسی ماجرا کی رمز ہے اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ وہ ذوق و مواجید اور علوم و معارف اور مقامات وانوار اور تلونیات و تمکینات اور تجلیات متکیفہ اور غیر متکیفہ اور ظہورات متلونہ اور غیر متلونہ وغیرہ جو کچھ ان میں سے نماز کے سوا میسر ہوں اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظاہر ہوں۔ ان کا منشا ظلال و امثال بلکہ وہم و خیال ہیں۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے' نماز کے ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے' حصہ حاصل کر لیتا ہے اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پالیتا ہے۔ کیونکہ عالم دنیا کے کمالات ظلی پر منحصر ہے اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ پس معراج سے چارہ نہ ہوگا اور وہ مومنوں کے حق میں نماز ہے۔ یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی روایت کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئے اور اس سعادت سے فیض یاب ہوئے۔

اَللّٰھُمَّ اجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَ اجْزِہٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَ اجْزِ الْاَنْبِیَاءَ کُلَّھُمْ جَزَاءً خَیْرًا فَاِنَّھُمْ دُعَاۃُ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَھُدَاتُھُمْ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ ۔ (یا اللہ تو ہماری طرف سے ان کو ایسی جزا دے جس کے وہ لائق اور ان کو ہماری طرف سے اس سے افضل جزا دے۔ جو تو نے امت کی طرف سے کسی نبی کو دی اور ہماری طرف سے تمام انبیاء کو جزاء خیر عطا کر کیونکہ وہ سب کے سب خلق کو اللہ کی طرف بلانے والے اور اس کے لقاء کی طرف ان کو ہدایت دینے والے ہیں۔)

اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت سے آگاہ نہ کیا اور اس کے مخصوصہ کمالات پر اطلاع نہ بخشی۔ انہوں نے اپنی امراض کا علاج اور امور سے کیا اور اپنی مرادوں کا حاصل ہونا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اشیاء پروابستہ جانا۔ بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے نماز کو بے فائدہ اور دور از کار سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیریت پر رکھی اور روزہ کو نماز سے افضل جانا۔

صاحب فتوحات مکیہ کہتا ہے کہ روزہ میں جو کھانے پینے کی ترک ہے' وہ صفات صمدیت سے متحقق ہونا ہے اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جاننا ہے۔

اس قسم کی باتیں اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہیں۔ یہ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہونے کا ہی باعث ہے کہ اس طائفہ میں سے جم غفیر یعنی بہت سے لوگوں نے اپنے اضطراب و بے قراری کی تسکین سماع و نغمہ و وجد و تواجد سے حاصل کی اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردہ میں مطالعہ کیا۔ اسی واسطے رقص و رقاصی کو اپنی عادت بنالیا حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا کہ مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِی الْحَرَامِ شِفَاءً اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ ہاں اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ وَ حُبُّ الشَّیءِ یُعْمِیْ وَ یُصِمُّ (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور کسی شے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔)

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہر گز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔ ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زوند

ترجمہ ع جب حقیقت کو نہ پایا راہ افسانہ لیا

اے برادر! جس قدر فرق نماز و نغمہ میں ہے اسی قدر فرق نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغمہ سے پیدا ہوئے کمالات میں ہے۔ اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ عاقل کو ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

یہ وہ کمالات ہیں جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں اور آخریت سے جو اولیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ (ان میں سے اوّل بہتر ہیں یا ان میں سے آخر) اور یہ نہ فرمایا اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ اَمْ اَوْسَطُهُمْ (ان کے اوّل بہتر ہیں یا ان کے اوسط) کیونکہ آخر کی اوّل کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی جو تردد کا محل ہے۔

اور دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اوّل ہیں یا آخر اور درمیان میں کدورت و تیرگی ہے۔

ہاں اس امت کے متاخرین میں اگرچہ نسبت بلند ہیں لیکن قلیل بلکہ اقل ہیں اور متوسطوں میں نسبت اگرچہ بلند نہیں ہے لیکن کثیر بلکہ اکثر ہے۔ وَلِکُلٍّ وَجْهَۃٌ کَمِیَّۃً وَ کَیْفِیَّۃً (ہر ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے لئے کمیت کیفیت کے لحاظ سے ایک جہت ہے) لیکن اس نسبت کے اقل ہونے نے متاخرین کو درجہ بلند میں پہنچایا اور سابقین کے سات مناسبت دے کر خوشخبری دی۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِيْباً وَ سَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ اسلام غریب شروع ہوا اور پھر ویسا ہی غریب ہو جائے گا پس غرباء کو خوشخبری ہے اور امت کے آخریت کا شروع آنحضرت ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتدا ہے کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے اور چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیلی نہیں ہے۔ اس لئے سابقین کی نسبت اسی تروتازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں از سر نو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے۔ اس معنی پر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: گر مدد روح القدس فرمائے تو پھر اور بھی
کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

اے برادر! یہ بات آج اکثر لوگوں کو ناگوار اور ان کے فہم سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن اگر انصاف کریں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں اور احوال کی صحت و سقم کا علوم شریعہ کی مطابقت اور عدم مطابقت سے ملاحظہ کریں اور شریعت و نبوت کی تعظیم و توقیر دیکھیں کہ ان میں سے کس میں زیادہ تر ہے۔ تو امید ہے کہ یہ تعجب ان کا جاتا رہے اور یہ بات ان کو فہم سے دور معلوم نہ ہو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ کمالات ولایت کو کمالات نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی۔ اس قسم کی بہت سی باتیں اس مکتوب میں جو طریقہ کے بیان میں اپنے فرزند کی طرف لکھا ہے۔ خاص طور پر لکھی گئی ہیں وہاں سے ملاحظہ فرمالیں۔

اس گفتگو سے مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور اس طریقہ کے طالبوں کو ترغیب ہو۔ نہ یہ کہ دوسروں پر اپنی فضیلت و بزرگی ثابت ہو۔ خدائے تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہو جو بزرگان دین سے اپنے آپ کو افضل جانے۔

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک ۔۔۔ سزد گر بگذرانم سر ز افلاک
من آں خاکم کہ ابر نوبہاری ۔۔۔ کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بردیداز تن صد زبانم ۔۔۔ چو سوسن شکر لطفش کے توانم

ترجمہ: مجھے جب خاک سے شہ نے اٹھایا ۔۔۔ فلک سے ہو نہ کیوں پھر اونچا پایا
وہ مٹی ہوں کہ ابر نو بہاری ۔۔۔ کرے رحمت سے مجھے پر قطرہ باری
اگر ہر بال میں میرے زباں ہو ۔۔۔ تو پھر بھی شکر نعمت کب عیاں ہو

اس کے مطالعہ کے بعد اگر تم میں نماز کے سیکھنے اور اس کے مخصوص کمالات میں سے بعض کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا اور وہ شوق تم کو بے آرام کردے۔ تو استخاروں کے بعد ان حدود کی طرف آجائیں اور عمر کا کچھ حصہ نماز کے سیکھنے میں صرف کریں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِیُ اِلٰی سَبِیْلَ الرَّشَادِ اللہ تعالیٰ سیدھے رستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَتَمَّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۲۶۲)

اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط جبی اور ہماری نسبت انعکاسی ہے اور قرب وبعد میں کچھ تفاوت نہیں رکھتی اور اس کے مناسب بیان میں مولانا محب علی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو التفات وتوجہ سے لکھا ہوا تھا اس کے پہنچنے سے خوشی حاصل ہوئی اور چونکہ فرط محبت اور کمال اختصاص سے بھرا ہوا تھا اس لئے فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ آپ نے سابقہ عہد کے پورا کرنے کیلئے لکھا ہوا تھا۔

میرے مخدوم! اوضاع شرعی میں سے جس وضع پر آپ رہیں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ رشتہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



محبت نہ ٹوٹ جائے۔ بلکہ دن بدن قوت پیدا کرے اور اس اشتیاق کی چنگاری سرد نہ ہو جائے بلکہ دم بدم زیادہ بھڑکتی جائے۔ کیونکہ ہمارا ارتباط حبی ہے اور ہماری نسبت انعکاسی اور انصباغی اور جلدی اور دیر اور طرق کے بعض خصوصیات کا علم ہونے اور نہ ہونے کے سوا قرب و بعد میں کچھ تفاوت نہیں رکھتی۔ اس معنی کی تحقیق اس مکتوب کے خاتمہ سے جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریق کے بیان میں لکھا ہے طلب فرمائیں۔ اس مکتوب کی نقل برادرم سیادت پناہ میر محمد نعمان کے یار لے گئے ہیں۔ وہاں سے منگوالیں۔ زیادہ طول کلام کیا کی جائے۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۶۳)

ان معارف کے بیان میں جو کعبہ ربانی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور نماز کے فضائل اور اس کے مناسب بیان میں جناب معارف آگاہ میاں تاج الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے قدوم مسرت لزوم یعنی تشریف آوری کی خوشخبری سن کر مشتاق دوستوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس پر اللہ کی حمد اور احسان ہے۔

انصاف بدہ اے فلک مینا فام | تازیں در کدام خوبتر کرد خرام
خورشید جہاں تاب تو از جانب مشرق | یا ماہ جہاں گرد من از جانب شام

ترجمہ: اے فلک مینا کے رنگ انصاف کر | دونوں سے کس کا ہے آنا خوب تر
تیرا سورج ہے جو مشرق سے چڑھے | یا مراجو کہ آئے شام سے

جب آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے تو جلدی تشریف لائیں۔ کیونکہ مشتاق مدت سے منتظر ہیں اور بیت اللہ کی خبریں سننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت کیا ملک کیا بشر تمام خلائق کی صورتوں کے لئے مسجود الیہ ہے اسی طرح اس کی حقیقت بھی ان صورتوں کے حقائق کے لئے مسجود الیہ ہے۔ اسی واسطے وہ حقیقت تمام حقائق سے برتر ہے اور اس کی متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلقہ کمالات سے بڑھ کر ہیں۔ گویا یہ حقیقت حقائق کونی اور حقائق الٰہی کے درمیان برزخ ہے۔ حقائق الٰہی سے مراد عظمت و کبریا کے پردے ہیں جن کے پاک دامن کو کوئی رنگ و کیفیت نہیں لگی اور کسی ظلیت نے ان کی طرف راہ نہیں پایا۔ دنیوی عروجات اور ان کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ظہورات کی نہایت حقائق کونی کے انتہا تک ہے اور حقائق الٰہی سے کامیاب ہونا آخرت پر مخصوص ہے۔ ہاں نماز میں جو مومن کی معراج ہے اور اس کی معراج میں گویا دنیا سے نکل کر آخرت میں چلا جاتا ہے۔ اس خط میں سے جو آخرت کو میسر ہوگا کچھ حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف جو حقائق الٰہی جل شانہ کے ظہورات کا مقام ہے۔ نمازی کی توجہ کرنا ہے۔ پس کعبہ دنیا میں ایک عجوبہ ہے جو صورت میں دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے اور نماز نے بھی اس کے وسیلہ سے یہ نسبت پیدا کر لی ہے اور صورت وحقیقت میں دنیا وآخرت کی جامع ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حال جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہوتی ہے۔ ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں، برتر ہے۔ کیونکہ وہ خالات اگرچہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں دائرہ ظل سے باہر نہیں ہیں اور یہ حالت اصل سے حصہ رکھتی ہے۔ پس جس قدر اصل اور ظل کے درمیان فرق ہے اسی قدر ان حالات اور اس حالت کے درمیان فرق ہے اور مشاہدہ میں آتا ہے۔ وہ حالت جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے موت کے وقت ظاہر ہوگی وہ نماز کی حالت سے برتر ہوگی کیونکہ موت احوال آخرت کے مقدمات میں سے ہے اور جو حالت آخرت کے زیادہ نزدیک ہے وہ زیادہ اتم واکمل ہے کیونکہ اس جگہ صورت کا ظہور ہے اور وہاں حقیقت کا ظہور۔ پس دونوں میں کس قدر فرق ہے اور ایسے ہی وہ حالت جو اللہ جل شانہ کے کرم وفضل سے برزخ صغریٰ یعنی قبر میں میسر ہوگی۔ اس حالت سے جو مرگ کے وقت میسر ہوگی بڑھ کر ہوگی اور برزخ کبریٰ یعنی روز قیامت کو کہ جہاں کا مشہود اتم واکمل ہے۔ برزخ صغریٰ کے ساتھ یہی نسبت ہے۔ اور اسی طرح برزخ کبریٰ۔ یہود کی نسبت جنات النعیم کا مشہود اتم واکمل ہے اور تمام مقامات سے برتر وہ مقام ہے جس کی نسبت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی فِیْھَا رَبُّنَا ضَاحِکًا اللہ تعالیٰ کی ایک جنت ہے جس میں نہ کوئی حور ہے اور نہ کوئی محل اس میں اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا۔

پس تمام ظہورات میں سے ادنیٰ ظہور دو دنیا و مافیہا ہے اور ان ظہورات میں سے اعلیٰ جنت، بلکہ دنیا بالکل ظہور کا مقام نہیں ہے۔ وہ ظلی ظہورات اور مثالی نمائش جو دنیا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ فقیر کے نزدیک سب امور دنیا میں بے شمار ہیں اور حقیقت میں وہ ظہورات خواہ تجلیات صفات ہوں خواہ تجلیات ذات، سب دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فقیر دنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو محض خالی پاتا ہے اور مطلوب کی کچھ بو اس کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس جگہ مطلوب کو ڈھونڈنا اپنے آپ کو پریشان کرنا یا مطلوب کے غیر کو مطلوب جاننا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اس میں گرفتار ہیں اور خواب وخیال میں آرام کیے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں صرف نماز ہی ہے جو اصل سے کچھ حصہ رکھتی ہے اور مطلوب کی بولاتی ہے۔ وَ دُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ اس کے سوا بے فائدہ رنج ہے۔

## مکتوب (۲۶۴)

اس بیان میں کہ اپنے معاملہ کو حیرت وجہالت میں لے جانا چاہئے اور احوال وکشوف پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے اور اس کے ضمن میں اس واقع کا ذکر اور تعبیر کی ہے جو گردونواح کے مشائخ میں سے کسی شیخ نے ظاہر کیا تھا۔ میر سید باقر سہارنپوری کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو بڑی محبت اور کمال اشتیاق سے صادر فرمایا تھا' پہنچا اور بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں اور اسماء وصفات کے ملاحظہ کے بغیر ذکر اسم ذات تعالیٰ میں مشغول رہیں۔ یہاں تک کہ معاملہ جہالت تک پہنچ جائے اور کام حیرت تک انجام پا جائے کیونکہ اسماء وصفات کا ملاحظہ اکثر اوقات احوال کے ظاہر ہونے کا باعث اور مواجید کے صادر ہونے کا سبب ہو جاتا ہے اور آپ نے سنا ہوگا کہ اصول ومواجید میں خطا کا بہت احتمال ہے اور اس مقام میں حق باطل کے ساتھ بہت ملا رہتا ہے۔

اور واضح ہو کہ انہی دنوں میں گردونواح کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے اس فقیر کی طرف پیغام بھیجا اور اپنا احوال ظاہر کیا کہ فنا ومحویت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جس طرف نظر کرتا ہوں کچھ نہیں دیکھتا ہوں اور زمین وآسمان کی طرف جب نگاہ کرتا ہوں اور عرش وکرسی کی طرف جب دیکھتا ہوں تو ان کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں اور اپنے آپ کو بھی جب ملاحظہ کرتا ہوں کچھ نہیں پاتا ہوں اور اگر کسی کے پاس جاتا ہوں تو اس کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں اور خدائے تعالیٰ بے نہایت ہے اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا ہے اور مشائخ نے اسی کو کمال سمجھا ہے۔ اگر تو بھی اسی کو کمال جانتا ہے تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پھر میں طلب حق کے لئے تیرے پاس کس لئے آؤں اور اگر کسی اور امر کو کمال جانتا ہے تو لکھ۔

فقیر نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ احوال قلب کے تلونیات میں سے ہیں اور قلب اس راہ کا پہلا زینہ ہے اور ان احوال کے صاحب نے ابھی مقام قلب سے صرف چوتھا حصہ ہی طے کیا ہے تین حصے اور قلب سے اس کو طے کرنے چاہئیں بعد ازاں دوسرے زینہ پر جو روح سے مراد ہے جہاں تک خدائے تعالیٰ چاہے عروج کرنا چاہیئے۔

اس ماجرا سے کچھ مدت کے بعد فقیر کے یاروں میں سے ایک یار نے جو طریقہ اخذ کر کے اپنے وطن کو گیا ہوا تھا۔ جب واپس آ کر احوال بیان کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا حال شیخ متفسر کے حال کے موافق ہے۔ بلکہ یہ دوست اس مقام میں اس شیخ سے قدم آگے رکھتا ہے اور جب اچھی طرح اس کے حال کا ملاحظہ کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ اس کی یہ فنا و محویت عنصر ہوا میں ہے جو ذرات میں سے ہر ذرّہ کو محیط ہے اور ہوا کے سوا کوئی امر مشہود نہیں ہے اور اسی کو خدائے بے نہایت سمجھا ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اللہ تعالیٰ اس بات سے برتر ہے۔

دوسری دفعہ اس کو بلا کر پھر اس کے احوال کی تفتیش کی تو یقین ہو گیا کہ اس کی گرفتاری کے سوا اور امر کے ساتھ نہیں ہے اور اس کو بھی اس بات پر مطلع کیا اور جب اس نے اپنے وجدان کی طرف رجوع کیا تو اس نے بھی معلوم کر لیا کہ ہوا کے سوا مجھے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس نے ان احوال سے توبہ کی اور قدم آگے بڑھایا۔

جاننا چاہیئے کہ عالم خلق یعنی عالم عناصر اربعہ اور عالم ارواح کے درمیان قلب بمنزلہ برزخ کے ہے اور دونوں عالم کا رنگ رکھتا ہے۔ گویا قلب کا نصف حصہ عالم خلق سے ہے اور اس کا دوسرا نصف حصہ عالم ارواح سے ہے اور جب اس کے عالم خلق والے نصف حصہ کو پھر نصف کریں تو معاملہ عنصر ہوا پر جا پڑے گا۔ پس قلب کا چوتھا حصہ مقام ہوا سے مراد ہے۔ جس کو قلب شامل ہے۔ پس یہ جو آخر ظاہر ہوا جواب اوّل کے موافق ہے اور اس کی حقیقت کے کشف کا بیان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں اس سے زیادہ لکھنا وقت کے مناسب نہ تھا۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا اور سلام ہو آپ پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اوران سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کولازم پکڑا۔

# مکتوب (۲۶۵)

اس بیان میں کہ عزلت اور گوشہ نشینی کے اختیار کرنے میں چاہیئے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور حقوق اور اس کے مناسب بیان میں شیخ عبدالھادی بیاکونی کی طرف لکھا ہے:-

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ میرے سعادت مند بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ مفارقت اور جدائی کے زمانہ دراز نے محبت واخلاص اور مودّت واختصاص میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ باوجود اس کے اگر آپ تشریف لے آتے تو بہت ہی مناسب ہوتا۔ **وَالْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی** اور بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

آپ نے گوشہ نشینی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ہاں بے شک گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ آپ عزلت وگوشہ نشینی اختیار کریں لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت ہاتھ سے نہ دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

**حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمسٌ، رَدُّالسَّلَامِ وَ عِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَ اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَ اِجَابَتُ الدَّعْوَةِ وَ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ** مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں، سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا، لیکن دعوت کے قبول کرنے میں چند شرائط ہیں۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کا مکان اور وہاں کا فرش حلال نہ ہو، یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں۔ یا چھت یا دیوار پر حیوانوں کی تصویریں ہوں۔ یا باجے یا سماع کی کوئی چیز موجود ہو۔ یا کسی قسم کی لہو ولعب اور کھیل کود کا شغل ہو۔ یا غیبت اور بہتان اور جھوٹ کی مجلس ہو۔ تو ان سب صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے۔ بلکہ یہ سب امور اس کی حرمت اور کراہت کا موجب ہیں اور ایسے ہی اگر دعوت کرنے والا ظالم یا فاسق یا مبتدع یا شریر یا تحلف کرنے والا یا فخر ومباہات کا طالب ہے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

اور شرعۃ الاسلام میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریا وسمع کے لئے تیار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیا گیا ہو۔اور محیط میں ہے کہ جس بساط پر لہو ولعب یا سرود کا سامان ہو۔ یا لوگ غیبت کرتے اور شراب پیتے ہوں تو وہاں بیٹھنا نہیں چاہئے جیسا کہ مطالب المومنین میں ہے۔

اگر یہ سب موانع موجود نہ ہوں تو دعوت کے قبول کرنے سے چارہ نہیں ہے لیکن اس زمانہ میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے اور یہ جان لیں کہ ع

عزت از اغیار باید نہ زیار

ترجمہ: غیر سے عزلت ہی بہتر یار سے اچھی نہیں

کیونکہ ہمرازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقہ علیہ کی سنت مؤکدہ ہے۔

حضرت خواجہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق صحبت ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت اور صحبت سے مراد موافقان طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفان طریقت کی صحبت کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا اور مریض کی عیادت سنت ہے۔ اگر اس مریض کا کوئی شخص خبر گیر ہے اور اس کی بیماری پرسی کرتا ہے۔ ورنہ اس بیمار کی بیمار پرسی واجب ہے۔ جیسا کہ حاشیہ مشکوٰۃ میں کہا اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے کیلئے کم از کم چند قدم جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے تا کہ میت کا حق ادا ہو جائے اور جمعہ و جماعت و نماز پنجگانہ اور نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریات اسلام سے ہیں ان سے چارہ نہیں اور باقی اوقات کو تبتل و انقطاع میں بسر کریں۔ لیکن چاہئے کہ اوّل نیت کو درست کریں اور گوشہ نشینی کو دنیا کی کسی غرض سے آلودہ نہ کریں اور حق تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ باطنی جمعیت کے حاصل ہونے اور لاطائل اور بے فائدہ اشغال سے منہ موڑنے کے سوا عزلت سے اور کچھ مقصود نہ ہو اور نیت کے درست کرنے میں بڑی احتیاط کریں ایسا نہ ہو کہ اس کے ضمن میں کوئی نفسانی غرض پوشیدہ ہو نیت کے درست کرنے میں التجا و تضرع اور عجز و انکساری بہت کریں تا کہ نیت کی حقیقت میسر ہو جائے اور سات استخارے ادا کر کے درست نیت کے ساتھ عزلت اختیار کریں۔ امید ہے کہ بڑے بڑے فائدے اس پر مترتب ہوں گے۔ باقی احوال کو ملاقات پر موقوف رکھا ہے۔ والسلام

## مکتوب (۲۶۶)

اہل سنت و جماعت (خدا ان کی کوشش کو مشکور فرمائے) کی رائے کے موافق بعض ان عقائد کلامیہ کے بیان میں جو آپ کو از روئے الہام و فراست کے حاصل ہوئے تھے نہ کہ از روئے تقلید و تخمین کے۔ ابتدائے احوال میں حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



والتسلیمات کو خواب میں دیکھا تھا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تو علم کے مجتہدوں میں سے ہے اور اس واقع کو اپنے خواجہ بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ اسی دن سے مسائل کلامیہ میں ہر مسئلہ میں آپ کی رائے علیحدہ اور حکم جدا ہے۔ لیکن مسائل میں مشائخ ماتریدیہ سے موافقت رکھتے ہیں اور فلسفہ کے رد کرنے اور اہل فلسفہ کی مذمت اور برائی کے بیان کرنے اور ان ملحدوں اور زندیقوں کی تردید میں جو صوفیہ کی مراد کو نہ سمجھ کر گمراہ ہو گئے ہیں اور بعض ان فقیہہ احکام کے بیان میں جو نماز سے تعلق رکھتے ہیں اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات اور اس میں سنت کی متابعت کو لازم پکڑنے کے بیان میں اور سماع وسرود کے سننے اور رقاصوں یعنی ناچنے اور گانے والوں کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں اپنے پیرزادوں یعنی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کی خدمت میں صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَ تَمِّمْ بِالْخَیْرِ

اے رب آسان کر اور مشکل نہ کر اور خیریت سے تمام کر

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے۔ فقیر نے اس طریق میں الف وب کا سبق انہی سے لیا ہے اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں اور اندراج النہایت فی البدایت کی دولت ان کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے اور سفر در وطن کی سعادت کو ان کی خدمت کے طفیل پایا ہے۔ ان کی شریف توجہ نے اس نا قابل کو دواڑھائی ماہ کے عرصہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا اور ان بزرگواروں کا حضور خاص عطا فرمایا اور وہ تجلیات اور ظہورات اور انوار اور الوان اور بے رنگیاں اور بے کیفیتیاں جو ان کی طفیل اس عرصہ میں ظاہر ہوئیں شرح وتفصیل سے باہر ہیں اور ان کی بزرگ توجہ کی برکت سے معارف توحید اور اتحاد اور قرب ومعیت احاطہ اور سریان میں شاید ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہوگا جو اس فقیر پر نہ کھلا ہو اور اس کی حقیقت سے اطلاع نہ دی ہو۔ وحدت کا کثرت میں اور کثرت کا وحدت میں مشاہدہ کرنا ان معارف کے مقامات اور مبادی میں سے ہے۔

غرض جہاں نسبت نقشبندیہ اور ان بزرگواروں کا حضور خاص ہے وہاں ان کا زبان پر لانا اور اس شہود ومشاہدہ کا نشان بتانا نادانی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ان بزرگواروں کا کارخانہ بہت بلند ہے اور ہر زراق اور رقاص (مکار اور ناچنے والے) کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا جب اس قسم کے بلند درجے والی دولت جناب کی حضور سے اس فقیر کو ملی ہو۔ تو پھر اس کے عوض اگر تمام عمر کے لئے اپنے سر کو جناب کی بلند درگاہ کے خادموں کے پامال کرتا رہے تو بھی جناب کا حق ادا نہ ہو سکے۔ یہ فقیر اپنی تقصیروں کو کیا عرض کرے اور اپنی شرمندگیوں کا کیا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو جزائے خیر دے جنہوں نے ہم کم ہمتوں کا بادمؤنت اپنے ذمے لے کر کمر ہمت کو بلند بارگاہ کی خدمت کے لئے باندھا ہے اور ہم دور پڑے ہوؤں کو اس سے فارغ کر دیا ہوا ہے۔

گر بر تن من شود زباں ہر موے  یک شکر تو از ہزار نتو انم کرد

ترجمہ: اگر ہر بال میں میرے زباں ہو  تو شکر اس کا نہ پھر بھی کچھ بیاں ہو

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشاں یعنی خواجہ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر کو فرمایا کہ بدن کی کمال کمزوری مجھ پر غالب آ گئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہوگا اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا اور آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے اور فقیر کو فرمایا کہ ان کی طرف توجہ کرو۔ فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتیٰ کہ اس توجہ کا اثر بھی اس وقت ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی والدات کے لئے بھی غائبانہ توجہ کرو۔ حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہونگے۔ آپ ہرگز تصور نہ کریں کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیت لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہوئی ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے اور اذن کا منتظر ہے۔

اب چند فقرے نصیحت کے طور پر لکھے جاتے ہیں' امید ہے کہ گوش ہوش سے سنیں گے۔

اَسۡعَدَ کُمُ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ اللہ تعالیٰ آپ کو سعادت دیوے۔ عقلمندوں پر سب سے اوّل فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (جو فرقہ ناجیہ ہیں) کے عقائد کے موافق درست کرے۔ بعض ان عقائد اعتقادیہ کا بیان کیا ہے جن میں کسی قسم کی پوشیدگی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ وتقدس خود موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں اور حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یگانہ ہے اور فی الحقیقت کسی امر میں خواہ وجودی ہو یا غیر وجودی' کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ مشارکت رسمی اور مناسبت لفظی بحث ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال اس کی ذات کی طرح بیچون اور بیچگون ہیں اور ممکنات کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صفات وافعال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ مثلاً صفت العلم حق تعالیٰ کی ایک صفت قدیم اور بسیط حقیقی ہے جس میں تکثر اور تعدد کو ہرگز دخل نہیں ہے۔ اگرچہ وہ تکثر اور تعدد تعلقات کے تعدد کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ وہاں صرف ایک ہی بسیط انکشاف ہے کہ جس کے ازل وابد کے معلومات منکشف ہوتے ہیں اور تمام اشیاء کو ان کے متضاد اور متناسبہ احوال کے ساتھ کلی اور جزئی طور پر ہر ایک مخصوصہ اوقات میں آن واحد بسیط بن جاتا ہے یعنی اسی آن میں زید کو موجود بھی جانا ہے اور معدوم بھی اور جنین بھی جانا ہے اور صبی بھی اور جوان بھی جانا ہے اور بوڑھا بھی اور زندہ بھی جانا ہے اور مردہ بھی اور کھڑا ہوا جانا ہے اور بیٹھا ہوا بھی اور تکیہ لگانے والا جانا ہے اور لیٹا ہوا بھی اور ہنستا ہوا جانا ہے اور روتا ہوا بھی لذت پانے والا جانا ہے اور رنج ودکھ پانے والا بھی اور عزیز جانا ہے اور ذلیل بھی اور برزخ میں جانا ہے اور حشرات میں بھی اور جنت میں جانا ہے اور لذت ونعمت میں بھی پس تعلق تعدد بھی اس موطن میں مفقود ہے کیونکہ تعلقات کا تعدد وقتوں کا تعدد اور زمانوں کا تکثر چاہتا ہے اور وہاں ازل سے ابد تک صرف ایک ہی آن واحد بسیط ہے جس میں کسی قسم کا تعدد نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ پر زمانہ اور تقدم وتاخر کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

پس حق تعالیٰ کے علم میں اگر ہم معلومات کے ساتھ تعلق ثابت کریں تو ایک ہی تعلق ہوگا جو تمام مخلوقات کے ساتھ متعلق ہے اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیت ہے اور صفت العلم کی طرح بیچون وبیچگونہ ہے۔

ہم اس تصور کے استبعاد (یعنی قیاس اور فہم سے دور اور بعید ہونے) کو ایک مثال بیان کر کے دور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں کلمہ کو اس کی مختلف قسموں اور متغائرہ احوال اور متغائرہ اعتباروں کے ساتھ جان لے یعنی ایک ہی وقت میں کلمہ کو اسم بھی اور فعل بھی اور حرف بھی اور ثلاثی بھی اور رباعی بھی اور معرفہ بھی اور مبنی بھی اور مستقبل بھی اور امر بھی اور نہی بھی جان لے۔ بلکہ اگر وہ شخص یوں کہہ دے کہ میں کلمہ کی تمام اقسام اور اعتبارات کو کلمہ کے آئینہ میں ایک ہی وقت میں مفصل طور پر دیکھتا ہوں۔ تو بھی جائز ہے جب ممکن کے علم بلکہ ممکن کی دید میں اضداد کا جمع ہونا متصور ہے تو پھر اس واجب الوجود وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی کے علم میں یہ بات کس طرح بعید معلوم ہوتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس جگہ اگرچہ بظاہر جمع ضدین ہے مگر حقیقت میں ان کے درمیان ضدیت مفقود ہے کیونکہ ہر چند زید کو آن واحد میں موجود اور معدوم جانا ہے کہ اس کے وجود کا وقت مثلاً ہزار سال سنہ ہجری کے بعد ہے اور اس کے عدم سابق کا وقت اس سال معین سے پہلے ہے اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے عدم لاحق کا وقت گیارہ سو سال کے بعد ہے۔ پس حقیقت میں ان دونوں کے درمیان زمانہ کے تغیر کے باعث کوئی ضدیت نہیں ہے اور باقی احوال کو بھی اس قیاس پر سمجھنا چاہئے۔ فافہم۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حق تعالیٰ کا علم اگرچہ جزئیات کے ساتھ متعلق ہو لیکن تغیر کی آمیزش اس میں داخل نہیں پاتی اور حدوث کا گمان اس صفت میں پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فلاسفہ نے زعم کیا ہے۔ کیونکہ تغیرّ اس تقدیر پر متصور ہو سکتا ہے جبکہ ایک کو دوسرے کے بعد جانا ہو اور جب سب کو آن واحد میں جان لے تو پھر تغیر و حدث کی گنجائش نہیں ہے پس کچھ حاجت نہیں ہے کہ ہم اس کے واسطے تعلقات متعددہ ثابت کریں تا کہ تغیر و حدوث ان تعلقات کی طرف راجع ہو نہ کہ صفت علم کی طرف۔ جیسا کہ بعض متکلمین نے فلاسفہ کے شبہ کو دفع کرنے کیلئے کیا ہے۔ ہاں اگر معلومات کی جانب میں تعلقات کا تعدد ثابت کریں تو ہو سکتا ہے۔

اور اسی طرح کلام بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک ایک کلام کے ساتھ گویا ہے۔ اگر امر ہے' تو وہیں سے پیدا ہے اور اگر نہی ہے' تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر اعلام ہے' تو وہ بھی وہیں سے ماخوذ ہے اور اگر استعلام ہے' تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر تَمَنِّی یَا تَرَجِّی ہے' تو وہ بھی وہیں سے مستفاد ہے۔

تمام منزلہ کتابیں اور مرسلہ صحیفے اس کلام بسیط کا ایک ورق ہیں۔ اگر توریت ہے تو وہیں سے لکھی گئی ہے اور اگر انجیل ہے تو اس نے بھی وہیں سے لفظی صورت حاصل کی ہے اور اگر زبور ہے تو وہیں سے مسطور ہے اور اگر فرقان ہے تو وہ بھی وہیں سے نازل ہوا ہے۔ ع

والله کلام حق کہ علی الحق کمیسیت وبس

ترجمہ ع والله کلام حق ہے سچ ایک ہی فقط

ہاں نزول میں مختلف آثار آئے ہیں۔

اور اسی طرح ایک ہی فعل ہے اور اسی ایک فعل کے ذریعے اولین و آخرین مصنوعات وجود میں آ رہے ہیں۔ آیت کریمہ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہمارا امر صرف ایک ہی ہے۔) میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اگر احیا اور امات ہے تو اسی فعل سے وابستہ ہے اور اگر انعام یا ایلام ہے تو اسی فعل سے متعلق ہے اور ایسے ہی اگر ایجاد ہے یا اعدام ہے تو وہ بھی اسی فعل سیپ سے پیدا ہے۔ پس حق تعالیٰ کے فعل میں بھی تعدد تعلقات ثابت نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام اولین و آخرین مخلوقات اپنے اپنے وجود کے مخصوصہ وقتوں میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ تعلق بھی حق تعالیٰ کے فعل کی طرح بیچون و بیچگو نہ ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی طرف کوئی راہ نہیں۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔)

اشعری نے چونکہ حق تعالیٰ کے فعل کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی۔ اس لئے تکوین کو حادث کہہ دیا اور حق تعالیٰ کے افعال کو بھی حادث جان لیا اور نہ جانا کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ازلی فعل کے آثار ہیں نہ کہ حق تعالیٰ کے افعال۔

اور بعض صوفیہ نے جو تجلی افعال ثابت کی ہے اور اس مقام میں ممکنات کے افعال کے آئینہ میں اس واحد جل شانہ کے فعل کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے یعنی وہ تجلی در حقیقت حق تعالیٰ کے فعل کے آثار کی تجلی ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے فعل کی تجلی کیونکہ حق تعالیٰ کے فعل کے لئے جو بیچون اور بیچگون اور قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جس کو تکوین کہتے ہیں۔ محدثات کے آئینوں میں کوئی گنجائش نہیں اور ممکنات کے مظہروں میں اس کا کوئی ظہور نہیں۔

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد　　در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد

ترجمہ: صورت کی تنگ جا میں معنی نہیں سماتے
گھر میں گدا کے سلطان ہر گز نہیں ہیں آتے

افعال وصفات کی تجلی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں ہے۔ کیونکہ افعال وصفات حق تعالیٰ تقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں تا کہ ان کی تجلی ذات کی تجلی کے سوا متصور ہو سکے اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں جن کی تجلی کو افعال وصفات کے ظلال کی تجلی کہنا چاہئے نہ کہ افعال وصفات کی تجلی لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب ومعیت رکھتا ہے اس احاطہ اور قرب اور معیت سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں اور جو کچھ کشف وشہود سے معلوم کرتے ہیں۔ اس سے بھی منزہ اور پاک ہے کیونکہ ممکن کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہئے اور جو کچھ مکشوف ومشہود ہو اس کو لا کی نفی کے نیچے لانا چاہئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عنقا شکار کس نشود دام باز چیں        کانیجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ    اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

حضرت ایشان یعنی خواجہ صاحب بزرگوار کی مثنوی کی یہ بیت اس مقام کے مناسب ہے

ہنوز ایوان استغنا بلند است        مرا فکر رسیدن ناپسند است

ترجمہ    بہت اونچا ہے استغنا کا ایواں        نہ کر کوشش وہاں چڑھنے کی ایجاں

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیاء کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے لیکن اس کے قرب اور احاطہ اور معیت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے اس کو احاطہ وقرب علمی کہنا بھی متشابہ تاویلوں سے ہے لیکن ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔

اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کچھ کہ صوفیہ کی بعض عبارات سے مفہوم ہوتا ہے۔ وہ ان کی مراد کے برخلاف ہے کیونکہ ان کی مراد اس کلام سے جس سے اتحاد کا وہم گزرتا ہے۔ یعنی اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللهُ سے یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیتی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا نہ کہ یہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے کیونکہ یہ کفر اور زندقہ ہے۔ تَعَالَى اللهُ سُبْحَانَهُ عَمَّ يَتَوَهَّمُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اللہ تعالیٰ ظالموں کے وہم وگمان سے بہت برتر وبلند ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ عبارت انا الحق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق موجود ہے اور تغیر وتبدل کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کی طرف راہ نہیں ہے۔ فَسُبْحَانَ الَّذِىْ لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَاتِهٖ وَلَا فِىْ اَفْعَالِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَكْوَانِ (پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات وصفات وافعال میں موجودات کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتا) اور صوفیہ وجودیہ نے جو تنزلات خمسہ ثابت کئے ہیں وہ مرتبہ وجوب میں تغیر وتبدل کی قسم سے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کفر وگمراہی ہے بلکہ ان تنزلات کو حق تعالیٰ کے کمال کے مراتب ظہورات میں اعتبار کیا ہے بغیر اس بات کے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال میں تغیر وتبدل راہ پائے۔

اور حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بھی غنی مطلق ہے اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے اور بعض صوفیہ کی عبارت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اسمائی وصفاتی ظہور میں ہمارا محتاج ہے۔ یہ بات اس فقیر پر بہت گراں ہے۔ بلکہ جانتا ہے کہ ان کی پیدائش سے مقصود ان کے اپنے کمالات کا حاصل ہونا ہے نہ وہ کمال جو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف عاید ہو سکے۔ آیت کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ اَیْ لِیَعْرِفُوْنَ (میں نے جن وانسان کو عبادت ومعرفت کے لئے پیدا کیا ہے) میں اسی مطلب کی تائید ہے۔

پس جن وانسان کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔ نہ کوئی ایسا امر جو حق سبحانہ کی جناب کی طرف عائد ہو سکے اور حدیث قدسی میں جو یہ واقع ہے فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (میں نے خلقت کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ پہچانا جاؤں) اس جگہ یہی مراد ان کی معرفت ہے نہ یہ کہ میں معرفت ہوں اور ان کی معرفت کے ذریعے کمال حاصل کروں۔ تعالیٰ اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے)

اور حق تعالیٰ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانوں سے منزہ اور مبرا ہے نہ جسم وہ جسمانی ہے اور نہ مکانی اور زمانی اور صفات کمال اس کے لئے ثابت ہیں جن میں سے آٹھ صفات کمال وجود ذات تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں اور وہ صفات یہ ہیں۔ حیات وعلم وقدرت وارادت وبصر وسمع وکلام وتکوین اور یہ صفات خارج میں موجود ہیں اور یہ نہیں کہ وجود ذات پر علم میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں اور خارج نفس ذات تعالیٰ وتقدس ہیں جس طرح کہ بعض صوفیہ وجودیہ نے گمان کیا ہے اور اس طرح کہا ہے۔

از روے عقل ہمہ غیر اند صفات    باذات تواز روے تحقق ہمہ عین

ترجمہ: از روے عقل وعلم کے سب صفات غیر ہیں اور زروئے تحقق کے سب ذات کے ساتھ عین ہیں۔

کیونکہ اس میں درحقیقت صفات کی نفی ہے کیونکہ صفات کی نفی کرنے والوں یعنی معتزلہ اور فلاسفہ نے بھی تغائر علمی اور اتحاد خارجی کہا ہے اور تغائر علمی سے انکار نہیں کیا ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ علم کا مفہوم عین ذات کا مفہوم ہے۔ یا عین قدرت وارادت کا مفہوم ہے بلکہ عینیت کی نفی کرنے والوں سے نہیں نکل سکتے کیونکہ تغائر اعتباری کچھ نفع نہیں دیتا۔ کَمَا عَرَفْتَ۔

اور حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور اس کے سوا کسی کے لئے قدیم اور ازلیت ثابت نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے اور جو کوئی حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے قدیم اور ازلی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ کافر ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی تکفیر اسی واسطے کی ہے کہ وہ عقول اور نفوس کے قدیم ہونے کے قائل ہوئے ہیں اور صورت اور ہیولی کے قدیم ہونے کا گمان کیا ہے اور آسمانوں کو بمع ان اشیاء کے جوان میں ہیں قدیم سمجھا ہے۔

اور ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کاملین کے ارواح کے قدیم کا قائل ہوا ہے۔ اس بات کو ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہئے۔ تا کہ اہل ملت کے اجماع کے مخالف نہ ہو۔

اور حق تعالیٰ قادر مختار ہے اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے منزہ اور مبرا ہے۔ فلاسفہ بے خرد نے کمال کو ایجاب میں جان کر حق تعالیٰ سے اختیار کی نفی کر کے ایجاب کو ثابت کیا ہے اور ان بیوقوفوں نے اس واجب الوجود کو معطل و بیکار سمجھا ہے اور سوائے ایک مصنوع کے کہ وہ بھی ایجاب سے ہے زمین وآسمان کے خالق سے صادر ہوا ہوا نہیں جانتا ہے اور حوادث کے وجود کو عقل فعال کی طرف نسبت دی ہے جس کا وجود ان کے وہم کے سوا کہیں ثابت نہیں ہے اور ان کے گمان میں ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس چاہئے تھا کہ اضطراب واضطرار کے وقت عقل فعال کی طرف التجا کرتے اور حضرت حق سبحانہ کی طرف رجوع نہ کرتے۔ کیونکہ حوادث کے وجود میں اس کا کچھ دخل نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ صرف عقل فعال ہی حوادث کے ایجاد سے تعلق رکھتی ہے بلکہ فعال کی طرف بھی ان کا رجوع نہیں کیونکہ ان کی بلیات کے دفع کرنے میں اس کا بھی کچھ اختیار نہیں ہے۔ یہ بد بخت اپنی نادانی اور بیوقوفی کے باعث فرقہ فعالہ یعنی گمراہ فرقوں کے پیش رو ہیں حالانکہ کافر بھی ان بدبختوں کے برخلاف حق تعالیٰ کی طرف التجا کرتے اور بلیات کا دفع کرنا اسی سے طلب کرتے ہیں ان بدبختوں میں یہ نسبت اور تمام فرقوں کے دو چیزیں زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ احکام منزلہ کا کفر اور انکار کرتے اور اخبار مرسلہ کے ساتھ عداوت و دشمنی رکھتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اپنے بیہودہ اور واہی مطالب اور مقاصد کے ثابت کرنے میں جس قدر ان کو خبط لاحق ہوا ہے اور کسی بے وقوف کو اس قدر لاحق نہیں ہوا۔ آسمان اور ستارے جو ہر وقت بے قرار اور سرگرداں ہیں ان کا مدار کار ان کی اپنی حرکات اور اوضاع پر رکھا ہے اور آسمانوں کے خالق اور ستاروں کے موجد اور محرک اور مدبر کی طرف سے آنکھیں بند کی ہیں اور دو راز معاملہ سمجھے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی بخیر داور بیوقوف ہیں اور ان میں سے زیادہ کمینہ اور بے وقوف اور احمق وہ شخص ہے جوان کو دانا اور عقلمند جانتا ہے۔ ان کے مُتَّسَقُ اور مُنْتَظَمُ یعنی مرتبہ علوم میں سے ایک علم ہندسہ ہے جو محض لایعنی اور بیہودہ اور لا طائل ہے۔ بھلا مثلث کے تینوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



زاویوں کا دونوں زاویہ قائمہ کے ساتھ برابر ہونا کس کام آئے گا اور شکل عروسی اور ماموئی جوان کے نزدیک بڑی مشکل اور جانکاہ ہے۔ کس غرض کے لئے ہے۔

علم طب ونجوم اور علم تہذیب اخلاق جوان کے تمام علوم میں سے بہتر علم ہے۔ گزشتہ انبیائے علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چرا کر اپنے باطل اور بیہودہ علوم کو رائج کیا ہے جیسا کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اَلْمُنقِذُ عَنِ الضَّلَالِ میں اس امر کی تشریح اور تصریح کی ہے۔

اہل ملت اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تابعدار اگر دلائل اور براہین میں غلطی کریں تو کچھ دور نہیں کیونکہ ان کے کام کا انداز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید پر ہے اور اپنے مطالب عالیہ کے ثبوت کیلئے دلائل اور براہین کو صرف تبرع کے طور پر لاتے ہیں۔ یہی تقلید ان کے لئے کافی ہے۔ برخلاف ان بدبختوں کے جو تقلید سے نکل کر صرف دلائل کے ساتھ اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی دعوت جب افلاطون کو جوان بدبختوں کا رئیس ہے پہنچی تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ نَحْنُ قَوْمٌ مُهْتَدُوْنَ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلٰى مَنْ يَّهْدِيْنَا ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہم کو ایسے شخص کی حاجت نہیں ہے جو ہم کو ہدایت دے۔

اس بیوقوف کو چاہئے تھا کہ ایسے شخص کو جو مردوں کو زندہ کرتا' اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہے جوان کی حکمت کے طور سے خارج ہے' پہلے دیکھتا اور اس کے حالات کو دریافت کرتا اور پھر جواب دیتا بن دیکھے اس کا یہ جواب دینا اس کی کمال عداوت اور کمینہ پن ہے۔

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آں ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است

ترجمہ: فلسفہ کا جب کہ اکثر ہے سفہ پس اس کا کل
بھی سفہ ہوگا کہ حکم کل ہے اکثر کا حکم

نَجَّانَا اللّٰهُ عَنْ مُتَعَقَدَاتِهِمُ السُّوْءِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برے عقائد سے بچائے۔

فرزندی محمد معصوم نے انہی دنوں میں جواہر' شرح مواقف کو تمام کیا ہے' اثنائے سبق میں ان بیوقوفوں کی بڑی بڑی قباحتیں ظاہر ہوئیں اور بہت سے فائدے ان پر مترتب ہوئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات کو لائے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی بعض عبارتیں بھی ایجاب کی طرف ناظر ہیں اور قدرت کے معنی میں فلسفہ کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں۔یعنی ترک کی صحت قادر سے تجویز نہیں کرتا اور فعل کی جانب کو لازم جانتا ہے۔عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولوں میں سے نظر آتا ہے اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں شاید خطاء کشفی کے باعث اس کو معذور رکھا ہے اور خطائے اجتہادی کی طرح ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے۔

شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا اور مضر دیکھتا ہے۔

اس طائفہ میں سے بعض لوگ شیخ کو طعن و ملامت بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطا پر جانتے ہیں اور بعض لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب جانتے ہیں اور ان علوم کی حقیقت کو دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کرتے ہیں اور شک نہیں کہ ان دونوں فریقوں نے افراط و تفریط کا رستہ اختیار کیا ہے اور توسط حال سے دور رہے ہیں۔شیخ کو جو مقبول اولیا میں سے ہے خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کیا جائے اور اس کے علوم کو جو صواب سے دور اور اہل حق کی آراء کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول کئے جائیں. فَالْحَقُّ هُوَ التَّوَسُّطُ الَّذِیْ وَفَّقَنِیَ اللهُ سُبْحَانَهٗ بِمَنِّهٖ وَ کَرَمِهٖ پس حق یہی توسط ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے بخشی ہے۔

ہاں مسئلہ وحدۃ وجود میں اسی گروہ میں سے ایک جم غفیر یعنی بہت سے لوگ شیخ کے ساتھ شریک ہیں اگرچہ شیخ اس مسئلہ میں بھی طرز خاص رکھتا ہے۔لیکن اصل بات میں سب کے سب باہم شریک ہیں۔یہ مسئلہ بھی اگرچہ بظاہر اہل حق کے مخالف ہے لیکن توجہ کے قابل اور جمع کے لائق ہے۔

اس فقیر نے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حضرت ایشاں قدس سرہ کی رباعیات کی شرح میں اس مسئلہ کو اہل حق کے معتقدات کے ساتھ جمع کیا ہے اور فریقین کی نزاع کو لفظ کی طرف راجع کیا ہے اور دونوں طرف کے شکوک اور شبہات کو اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں کوئی شک و شبہ کا محل نہیں رہا۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی النَّاظِرِ فِیْهِ جیسا کہ اس کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔

جاننا چاہئے کہ ممکنات کیا جواہر کیا اعراض اور کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا افلاک اور کیا عناصر سب کے سب اس قادر مختار کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں جو ان کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا ہے اور جس طرح یہ [illegible] میں حق تعالیٰ کی محتاج ہیں اسی طرح بقا میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بھی اس کے محتاج ہیں اور اس نے اسباب اور وسائل کے وجود کو اپنے فعل کا روپوش بنایا ہے اور حکمت کو اپنی قدرت کا پردہ بنایا ہے نہیں بلکہ اسباب کو اپنے فعل کے ثبوت کے لئے دلائل بنایا ہے اور حکمت کو قدرت کے وجود کا وسیلہ فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ دانا لوگ بے بصیرت کی آنکھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے سرمہ سے سرگیں اور روشن ہوئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اسباب و وسائل جو اپنے وجود اور اپنے بقا میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے اور اسی کے ساتھ رکھتے ہیں۔ حقیقت میں جماد محض ہیں۔ وہ کس طرح دوسرے میں جو وہ بھی انہی کی طرح جماعت محض ہے تاثیر کر سکتے ہیں اور اس میں اختر او احداث کس طرح پیدا کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کے سوا اور قادر ہے اور جو ان کو ایجاد کرتا ہے اور ہر ایک کے لائق اور مناسب کمالات ان کو عطا فرماتا ہے اور جس طرح کہ عقلمند جماد محض سے فعل کو دیکھ کر اس کے فاعل اور محرک کی طرف سراغ لے جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ فعل اس جماد کے حال کے مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کے سوا کوئی اور فاعل ہے جو اس فعل کو اس میں ایجاد کرتا ہے۔ پس جماد کا فعل عقلمندوں کے نزدیک فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ثابت نہ ہوا۔ بلکہ اس کی جمادیت کی طرف نظر کرنے کے لحاظ سے اس کا وہ فعل فاعل حقیقی کے وجود پر دلیل ہے پس یہاں بھی اسی طرح ہے۔ ہاں اس بیوقوف کے فعل میں جماد کا فعل فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ہے۔ جس نے اپنی کمال نادانی اور بیوقوفی کے باعث جماد محض کو اس فعل کے سبب صاحب قدرت سمجھا اور فاعل حقیقی کی طرف سے کافر اور منکر ہوا ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا بہت کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

یہ معرفت مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہے لیکن ہر ایک شخص کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اللہ لوگ کمال کو اسباب کے رفع کرنے میں جانتے ہیں اور اشیا کو ابتدا ہی سے اسباب کے ذریعے سے بغیر حضرت حق سبحانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اسباب کے رفع کرنے میں اس حکمت کا رفع ہوتا ہے۔ جس کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں مدنظر ہیں۔ ربنا ما خلقت هذا باطلا اے ہمارے رب تو نے اس کو باطل پیدا نہیں کیا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسباب کو مدنظر رکھتے ہیں اور باوجود اس رعایت کے اپنے امر اور کام کو حضرت حق سبحانہ کے سپرد کرتے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوب علیٰ نبینا علیہ والصلوٰۃ والسلام نے بدنظری کا لحاظ کر کے اپنے بیٹوں کو فرمایا

یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (اے میرے بیٹو ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا) اور باوجود اس رعایت کے بھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اپنے امر کو حق جل شانہ کے سپرد کر کے فرمایا مَا اَغۡنِیۡ عَنۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ عَلَیۡہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ (میں تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بے پروا نہیں کرتا حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔) اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی معرفت کو پسند فرمایا ہے اور اپنی طرف نسبت دے کر اس طرح فرمایا ہے وَاِنَّہٗ لَذُوۡ عِلۡمٍ لِّمَا عَلَّمۡنٰہُ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (اور وہ بے شک بہت ہی صاحب علم تھا اس لئے کہ ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم سکھایا تھا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بھی قرآن مجید میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسباب کے توسط کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسۡبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (اے نبی تجھے اللہ اور تابعدار مومن کافی ہیں) باقی رہی اسباب کی تاثیر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اسباب میں تاثیر بھی پیدا کر دے تاکہ مؤثر اور بعض اوقات تاثیر کو ان میں پیدا نہ کرے اور کوئی اثر ان پر مترتب نہ ہو جیسا کہ ہم روزمرہ میں اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کبھی ان اسباب پر مسببات کے وجود پر مترتب ہوتے ہیں اور کبھی کوئی اثر ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اسباب کی تاثیر مطلق انکار کرنا مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے تاثیر کو ماننا چاہئے اور اسی تاثیر کو اس سبب کے وجود کی طرح حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی ایجاد سے جاننا چاہئے فقیر کی رائے اس مسئلہ میں یہی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اسباب کا توسط اور وسیلہ توکل کے منافی نہیں ہے جیسا کہ اکثر ناقصوں نے گمان کیا ہے بلکہ اسباب کے توسط میں کمال توکل ہے۔

حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسباب کو مدنظر رکھ کر اپنے امر کو حق سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کرنے کو توکل فرمایا ہے۔ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ عَلَیۡہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ (میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں)۔

اور حق تعالیٰ خیر و شر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنے والا ہے لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ہے۔ ارادہ اور رضا کے درمیان یہ ایک بڑا دقیق فرق ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اہل سنت و جماعت کو ہدایت فرمائی ہے۔ باقی تمام فرقے اس فرق کی طرف ہدایت نہ پانے کے باعث گمراہ ہو گئے۔

معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں اور کفر و معاصی کی ایجاد کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور شیخ محی الدین اور ان کے تابعداروں کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایمان اور اعمال صالحہ اسم الہادی کے پسندیدہ ہیں اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم المضل کے پسندیدہ ہیں۔

یہ بات بھی اہل حق کے مخالف ہے اور ایجاب کی طرف میلان رکھتی ہے جو رضا کا منشا ہے۔ جس طرح کہیں کہ اشراق واضائت آفتاب کے پسندیدہ ہے اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کو قدرت وارادہ دیا ہے کہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتے ہیں۔ افعال کا پیدا کرنا حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور ان افعال کا کسب بندوں کی طرف منسوب ہے۔ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے۔ چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد واختیار سے صادر ہوتا ہے۔ اس لئے مدح وذم اور ثواب وعذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ بندے کا اختیار ضعیف ہے تو بجا ہے اور اگر اس لحاظ سے کہا ہے کہ فعل مامور کے ادا کرنے میں کافی نہیں ہے تو صحیح نہیں ہے۔ فَإِنَّ سُبْحَانَهُ لَا يُكَلِّفُ بِمَا لَيْسَ فِي وُسْعِهِ بَلْ يُرِيْدُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ الْعُسْرَ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے فعل کے لئے تکلیف نہیں دیتا جو بندے کی طاقت سے باہر ہے۔ بلکہ وہ تو آسانی ہی چاہتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔

غرض یہ کہ فعل موقت یعنی چند روزہ فعل پر ہمیشہ کی جزا کا مقرر کرنا حق تعالیٰ عزیز وعلیم کی تقدیر کے حوالہ ہے جس نے کفر موقت کے لئے ہمیشہ کا عذاب برابر برابر جزا فرمائی اور دائمی لذت ونعمت کو ایمان موقت پر وابستہ کیا۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ.

حق تعالیٰ کی توفیق سے اس قدر تو ہم بھی جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی نسبت (جو ظاہری اور باطنی نعمتوں کا دینے والا اور زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور جس کی پاک بارگاہ کے لئے ہر قسم کی بزرگی اور کمال ثابت ہے) کفر اختیار کرنے کے لئے جزا بھی ایسی ہونی چاہئے جو تمام سخت عذابوں سے بڑھ کر ہو اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنا ہے اور ایسے ہی اس منعم بزرگ پر غیب کے ساتھ ایمان لانے اور نفس وشیطان کی مزاحمت کے باوجود اس کو است گو جاننے کیلئے جزاء بھی ویسی ہونی چاہئے جو سب جزاؤں سے بہتر اور اعلیٰ درجہ کی ہو اور وہ ناز ونعمت ولذت میں ہمیشہ رہتا ہے۔

بعض مشائخ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں داخل ہونا درحقیقت حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور ایمان کے ساتھ اس کو وابستہ کرنا اس لئے ہے کہ جو کچھ اعمال کی جزا ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فقیر کے نزدیک بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے لیکن ایمان حق تعالیٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے اور دوزخ میں داخل ہونا کفر پر منحصر ہے اور کفر نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ جو تجھے نیکی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے۔

جاننا چاہئے کہ بہشت میں داخل ہونے کو ایمان کے ساتھ وابستہ کرنے میں درحقیقت ایمان کی تعظیم ہے بلکہ مومن بہ کی تعظیم ہے جس پر اتنا بڑا عظیم الشان اجر مرتب ہوا ہے اور ایسے ہی دوزخ میں داخل ہونے کو کفر کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ کفر کی حقارت اور اس ذات بزرگ کی کہ جس کی نسبت یہ کفر وقوع میں آیا ہے، فضیلت ہے۔ جس پر ایسا ہمیشہ کا عذاب مترتب ہوا ہے برخلاف اس بات کے جو بعض مشائخ نے کہی ہے، جو اس دقیقہ سے خالی ہے اور نیز ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل ہونے کے لئے جو اس کا عدیل ہے کوئی مثال اس طرح پر جاری نہیں ہے۔ کیونکہ دوزخ میں داخل ہونا درحقیقت کفر پر موقوف ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ هٰذَا۔

اور آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالیٰ کو بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و بے مثال جنت میں دیکھیں گے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے اہل سنت و جماعت کے سوا تمام اہل ملت غیر اہل ملت فرقے منکر اور بے جہت اور بے کیف دیدار کو جائز نہیں سمجھتے، حتیٰ کہ شیخ محی الدین ابن عربی بھی دیدار آخرت کو تجلی صوری کی حالت میں بیان کرتا ہے اور تجلی صوری کے سوا تجویز نہیں کرتا۔

ایک دن حضرت ایشاں قدس سرہ اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ اگر معتزلہ دیدار کو تنزیہ کے مرتبہ میں مقید نہ کرتے اور تشبیہ کے بھی قائل ہوتے اور دیدار کو اس تجلی میں بھی جانتے تو ہرگز دیدار کا انکار نہ کرتے اور محال نہ سمجھتے یعنی ان کا انکار بے جہتی اور بے کیفی سے ہے جو مرتبہ تنزیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ برخلاف اس تجلی کے اس میں جہت و کیف ملحوظ ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ دیدار آخرت کو تجلی صوری کی طرح بیان کرنا درحقیقت دیدار سے انکار کرنا ہے کیونکہ وہ تجلی صوری اگرچہ دنیا کی صوری تجلیات سے جدا ہے حق تعالیٰ کا دیدار نہیں ہے۔

یَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ   وَ اِدْرَاکٍ وَ ضَرْبٍ مِنْ مِثَالٍ

ترجمہ: مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال

بے کیف و بے جہت بے شبہ و بے مثال

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معبوث ہونا اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہے۔ اگر ان بزرگواروں کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہوتا تو ہم گمراہوں کو اس واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی ذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وصفات کی معرفت کی طرف کون ہدایت فرماتا اور ہمارے مولیٰ جل شانہ کی مرضیات اور نا مرضیات میں کون تمیز کرتا۔ ہماری ناقص عقلیں ان بزرگواروں کے نور دعوت کی تائید کے بغیر معزول و بیکار ہیں اور ہمارے ناتمام اور ادھورے فہم ان کی تقلید کے بغیر اس معاملہ میں مخزول وخوار ہیں۔ ہاں عقل بھی اگرچہ حجت ہے لیکن حجت ہونے میں ناتمام ہے اور مرتبہ بلوغ تک نہیں پہنچی ہے۔ حجت بالغہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے جس پر آخرت کا دائمی عذاب وثواب وابستہ ہے۔

**سوال:** جب آخرت کا دائمی عذاب بعثت پر موقوف ہے تو پھر بعثت کو رحمت عالمیان کہنا کس وجہ سے ہے؟

**جواب:** بعثت عین رحمت ہے جو واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات کی معرفت کا سبب ہے جو دنیا وآخرت کی سعادت کو متضمن ہے اور بعثت کی بدولت معلوم ہو گیا ہے کہ یہ چیز حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے مناسب ہے اور یہ چیز نامناسب۔ کیونکہ ہماری اندھی اور لنگڑی عقل جو حدوث اور امکان کے داغ سے داغدار ہے کیا جانتی ہے کہ اس حضرت وجوب کے لئے جس کے واسطے قدم لازم ہے۔ اس کے اسماء وصفات وافعال میں سے کون سے مناسب ہیں اور کون سے نا مناسب تاکہ ان کا اطلاق کیا جائے اور ان سے اجتناب کیا جائے بلکہ بسا اوقات اپنے نقص کی وجہ سے کمال کو نقصان جانتے ہیں اور کمال کو نقصان سمجھتے ہیں۔ یہ تمیز فقیر کے نزدیک تمام ظاہری وباطنی نعمتوں سے بڑھ کر ہے وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو امور نامناسب کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کرے اور ناشائستہ اشیا کو حق سبحانہ کی طرف نسبت دیوے بعثت ہی کی بدولت حق باطل سے جدا ہوا ہے اور بعثت ہی کی وجہ سے عبادت کے مستحق اور غیر مستحق میں تمیز ہوئی ہے۔ وہ بعثت ہی ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف دعوت کرتے ہیں اور بندوں کو مولیٰ جل شانہ کے قرب اور وصل کی سعادت تک پہنچاتے ہیں اور بعثت کے ذریعے حق تعالیٰ کی مرضیات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ گزر چکا اور بعثت ہی کی طفیل حق تعالیٰ کے ملک میں تصرف کے جواز اور عدم جواز میں تمیز ہوتی ہے۔ بعثت کے اس قسم کے فائدے بکثرت ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بعثت سراسر رحمت ہے اور جو شخص اپنے نفس امارہ کی خواہش کے تابع ہو جائے شیطان لعین کے حکم سے بعثت کا انکار کردے اور بعثت کے موافق عمل نہ کرے تو بعثت کا کیا گناہ ہے اور بعثت کیوں رحمت نہیں۔

**سوال:** عقل فی ذاتہ اگرچہ جل شانہٗ کے احکام میں ناقص وناتمام ہے لیکن یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تصفیہ اور تزکیہ کے حاصل ہونے کے بعد عقل کو مرتبہ وجوب تعالیٰ وتقدس کے ساتھ بے تکیف مناسبت اور اتصال پیدا ہو جائے۔ جس مناسبت اور اتصال کے سبب احکام کو وہاں سے اخذ کرے اور اس کو اس بعثت کی جو فرشتہ کے واسطے ہے کوئی حاجت نہ رہے۔

جواب: عقل اگر چہ یہ مناسبت اور اتصال پیدا کر لے لیکن یہ تعلق جو اس کا اس مادی صورت کے ساتھ ہے بالکل دور نہیں ہوتا اور اس کو پورا پورا تجرد حاصل نہیں ہوتا۔ پس وہم ہمیشہ اس کا دامن گیر رہتا ہے اور متخیلہ ہرگز اس کا خیال نہیں چھوڑتی اور قوت غضبی اور شہوی ہمیشہ اس کی دوست رہتی ہیں اور حرص وشر کی رذیل صفتیں اس کی ہمنشیں ہوتی ہیں اور سہو ونسیان جو نوع انسان کا لازمہ ہے اس سے دور نہیں ہوتے اور خطا اور غلطی جو اس جہان کا خاصہ ہے اس سے جدا نہیں ہوتے۔ پس عقل اعتماد کے لائق نہیں ہے اور اس کے ماخوذہ احکام وہم کے غلبہ اور خیال کے تصرف سے نہیں بچ سکتے اور زیان کی آمیزش اور خطا کے گمان سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ برخلاف فرشتہ کے کہ وہ ان اوصاف سے پاک اور ان رذائل سے مبرا ہے پس وہ بالضرور اعتماد کے لائق ہوگا اور اس کے ماخوذہ احکام وہم وخیال کی آمیزش اور نسیان وخطا کے گمان سے محفوظ ہوں گے اور بعض اوقات ان علوم میں جو تلقی روحانی سے اخذ کیے ہوتے ہیں، محسوس ہوتا ہے کہ قوٰے وحواس کے ساتھ ان کی تبلیغ کی اثناء میں بعض مقدمات مسلمہ غیر صادقہ جو وہم وخیال وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوئے ہوتے ہیں۔ ان علوم میں اس طرح مل جاتے ہیں کہ اس وقت ہرگز تمیز نہیں کر سکتے اور ثانی الحال میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس تمیز کا علم حاصل ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا۔ پس وہ علوم ان مقدمات کے مل جانے کے باعث کذب کی ہیئت پیدا کر لیتے ہیں اور پھر اعتماد کے قابل نہیں رہتے یا دوسرا اس کا یہ جواب ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ تصفیہ اور تزکیہ کا حاصل ہونا ان اعمال صالحہ کے بجالانے پر موقوف ہے جو حق تعالیٰ کو پسند ہیں اور یہ امر بعثت موقوف ہے جیسا کہ گزر چکا۔

پس ثابت ہوا کہ بعثت کے بغیر تصفیہ اور تزکیہ کی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ صفائی جو کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ قلب کی صفائی اور صفا نفس سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور بعض امور غیبی کا کشف جو صفائی کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتا ہے اور استدراج ہے جس سے مقصود ان لوگوں کی خرابی اور خسارہ ہے۔

نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنْ ھٰذِہِ الْبَلِیَّۃِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَعَلٰی اٰلِہٖ اللہ تعالیٰ سید المرلین ﷺ کے طفیل ہم کو اس بلا سے بچائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اوراس تحقیق سے واضح ہوا کہ تکلیف شرعی جو بعثت کی راہ سے ثابت ہوئی ہے وہ بھی رحمت ہے نہ کہ جس طرح تکلیف شرعی کے منکروں یعنی ملحدوں اور زندیقوں نے گمان کیا ہے اور تکلیف کو کلفت سے تصور کر کے غیر معقول اور ناپسند جانا ہے اور جو کہتے ہیں کہ یہ کونسی مہربانی ہے کہ بندوں کو سخت مشکل امور کی تکلیف دیں اور کہیں کہ اگر تم اس تکلیف کے بموجب عمل کرو گے تو بہشت میں جاؤ گے اور اگر اس کے برخلاف کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے ان کو ایسے امور کی کیوں تکلیف دیتے ہیں ان کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے کہ کھائیں پئیں اور سور ہیں اور اپنے حال میں رہیں یہ بد بخت اور بیوقوف نہیں جانتے کہ منعم کا شکر از روئے عقل کے واجب ہے اور یہ تکلیفات شرعیہ اس شکر کے بجالانے کا بیان ہے۔ پس تکلیف عقل کی رو سے واجب ہے اور نیز جہان کا انتظام اس تکلیف پر منحصر ہے۔ اگر ہر ایک کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو ان سے سوائے شرارت اور فساد کے کچھ ظاہر نہ ہوتا۔ ہر بوالہوس دوسرے کے جان و مال میں دست درازی کرتا اور خبث و فساد سے پیش آتا اور خود بھی ضائع ہوتا اور دوسرے کو بھی ضائع کرتا عَیَاذاً بِاللہِ سُبْحَانَہٗ اگر شرعی موانع اور زواجر نہ ہوتے تو معلوم نہیں کس قدر شرارت اور فساد ظاہر ہوتا۔ وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یَا اُولِی الْاَلْبَابِ اے داناؤں قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے۔

کند زنگئے مست در کعبہ قے　　　اگر چوب حاکم نباشد زپے

ترجمہ: اگر چوبِ حاکم سے زنگی نہ ڈرتا　　　تو مستی سے کعبہ میں قے جا کے کرتا

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود مختار مالک ہے اور بندے اس کے مملوک اور غلام ہیں۔ پس جو حکم و تصرف جو وہ ان میں فرماتا ہے عین خیر و صلاح ہے اور ظلم و فساد کی آمیزش سے منزہ اور مبرہ ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ جو وہ کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

کر از ہرہ آنکہ از بیم تو　　　کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

ترجمہ: نہیں طاقت کہ کوئی تیرے ڈر سے　　　زباں اپنی بجز تسلیم کھولے

اگر سب کو دوزخ میں بھیج دے اور ان کو ہمیشہ کا عذاب فرمائے کوئی اعتراض کی جگہ نہیں اور غیر کے ملک میں یہ تصرف نہیں ہے جو ستم کی صورت پیدا کرے۔ برخلاف ہمارے املاک کے جو درحقیقت اسی کے املاک ہیں ان املاک میں ہمارے تمام تصرفات عین ستم ہیں کیونکہ صاحب شرع نے بعض مصلحتوں کے باعث ان املاک کو ہماری طرف منسوب کیا ہے اور درحقیقت اسی کے املاک ہیں۔ پس ہمارا تصرف ان املاک میں اسی قدر جائز ہے جس قدر کہ اس مالک مختار نے اس تصرف کو تجویز فرمایا ہے اور ہمارے لئے مباح کیا ہے اور جو کچھ ان بزرگواروں یعنی انبیاء علیہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الصلوٰۃ والسلام نے حق جل وعلا کے جتلانے سے خبر دی ہے اور جن احکام کا بیان فرمایا ہے سب سچ اور واقع ہے اخطاء کی تقریر کو ان کے حق میں جائز نہیں رکھا اور کہا ہے کہ ان کو خطا پر جلدی آگاہ کر دیتے ہیں اور صواب و بہتری سے اس کا تدارک فرماتے ہیں۔ فَلاَ اِعْتِدَادَ بِذٰلِکَ الْخَطَاءِ پس یہ خطا کسی گنتی میں نہیں ہے۔

اور قبر کا عذاب کافروں کو اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے حق ہے۔ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔

اور قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر ونکیر کا سوال بھی حق ہے۔ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس کا عذاب ایک وجہ سے عذاب دینوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے عذاب آخرت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو درحقیقت آخرت کے عذابوں سے ہے۔ آیت کریمہ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا (آگ ان پر صبح وشام پیش کی جاتی ہے) عذاب قبر میں نازل ہوئی ہے اور اسی طرح قبر کا آرام بھی دو جہت رکھتا ہے۔ وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے جس کی لغزشوں اور قصوروں کو کمال کرم اور مہربانی سے بخش دیں اور ہرگز اس کا مواخذہ نہ کریں اور اگر مواخذہ کے مقام میں آئے بھی تو کمال مہربانی سے دنیا کے رنجوں اور مصیبتوں کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیں اور جو کچھ بقیہ رہ جائے تو قبر کی تنگی اور ان تکلیفوں کو جو اس مقام میں مقرر کی ہوئی ہیں اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیں تاکہ پاک وپاکیزہ محشر میں مبعوث ہو اور جس شخص کے لئے ایسا نہ کریں اور اس کا مواخذہ آخرت پر موقوف رکھیں اس کے حق میں بھی عدل ہے لیکن گنہگاروں اور شرمساروں کے حال پر افسوس ہے ہاں جو کوئی اہل اسلام سے ہے۔ اس کا انجام رحمت سے ہے اور عذاب ابدی سے محفوظ ہے یہ بھی بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اے ہمارے رب سید المرسلین ﷺ کے طفیل ہمارے لئے نور کو کامل کر اور ہمارے گناہوں کو بخش تو ہر شے پر قادر ہے۔

روز قیامت حق ہے اور اس دن آسمان وزمین اور ستارے اور پہاڑ اور سمندر اور حیوان اور نباتات اور معادن سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے اور ستارے پراگندہ ہو کر گر جائیں گے اور زمین و پہاڑ اڑ جائیں گے۔ یہ اعدام اور فنا نفحہ اولیٰ سے تعلق رکھتا ہے اور نفحہ ثانیہ میں قبروں سے اٹھیں گے اور محشر میں جائیں گے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اہل فلسفہ آسمانوں اور زمینوں کے نیست و نابود ہونے کو نہیں مانتے اور ان کا فانی اور فاسد ہونا جائز نہیں سمجھتے اور ان کو ازلی ابدی کہتے ہیں اور باوجود اس امر کے ان میں سے متاخرین لوگ اپنی بیوقوفی کے باعث اپنے آپ کو اہل اسلام کے گروہ سے جانتے ہیں اور بعض اسلامی احکام کے بجالانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض اہل اسلام ان کی ان باتوں پر یقین کر لیتے ہیں اور بے تحاشا ان کو مسلمان جانتے ہیں اور اس سے زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ان لوگوں میں بعض کے اسلام کو کامل جانتے ہیں اور اگر کوئی ان کو طعن و تشنیع کرے تو بہت برا مناتے ہیں حالانکہ یہ لوگ نصوص قطعی کے منکر ہیں اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے اجماع کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ☆ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (جس وقت آفتاب (کے نور کی چادر) کو لپیٹ لیا جائے اور جس وقت تارے جھڑ پڑیں) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ☆ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور جب آسمان پھٹ جائے اور سن لے حکم اپنے پروردگار کا اور اسی لائق ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا اِذْ شَقَّتْ (اور آسمان پھٹ کر اس میں دروازے ہو جائیں گے۔)

اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں اور نہیں جانتے کہ صرف کلمہ شہادت کا منہ سے بول لینا اسلام میں کافی نہیں ہے بلکہ ان تمام چیزوں کی تصدیق ضروری ہے جن کا بجالانا اور ان پر عملدرآمد کرنا دین کی ضروریات سے سمجھا گیا ہے اور کفر و کافری سے تبرّا یعنی بیزار ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اسلام ثابت ہو جائے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ (کچھ بھی نہیں ہے۔)

اور حساب اور میزان اور صراط حق ہے کہ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی نسبت خبر دی ہے اور نبوت کے حال سے بعض جاہلوں کے نزدیک ایسے امور کا بعید از عقل ہونا اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نبوت کی حقیقت عقل کی حقیقت سے برتر ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صادقہ اخبار کو نظر عقل کے ساتھ موافق کرنا درحقیقت طور نبوت سے انکار کرنا ہے کیونکہ یہاں تو معاملہ تقلید پر ہے۔ نہیں جانتے کہ طور نبوت طور عقل کے مخالف ہے بلکہ عقل انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کے ایسے عالی مطالب کی طرف ہدایت نہیں پا سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور وہاں تک نہ پہنچنا اور شے۔ کیونکہ مخالفت مطلب تک پہنچنے کے بعد متصور ہوتی ہے۔

بہشت و دوزخ موجود ہیں قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک دوزخ میں بھیج دیں گے اور ثواب و عذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جیسا کہ قطعی اور مؤکدہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

صاحب فصوص کہتا ہے کہ سب کا انجام رحمت سے ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے) اور کفار کے لیے دوزخ کا عذاب تین حصہ تک ثابت کرتا ہے اور بعد ازاں کہتا ہے کہ آگ ان کے حق میں برد اور سلام یعنی ٹھنڈی اور سلامت ہو جائے گی۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگئی تھی اور حق تعالیٰ کے وعید میں خلاف جائز سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی اہل دل صوفی کفار کے ہمیشہ کے عذاب کی طرف نہیں گیا ہے۔ اس مسئلہ میں بھی صواب سے دور جا پڑا ہے اور اس نے نہیں جانا ہے، کو مومنوں اور کافروں کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا ہی میں مخصوص ہے اور آخرت میں کافروں کو رحمت کی بو بھی نہ پہنچے گی جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہ ہوگا) اور رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ کے بعد فرماتا ہے۔ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

شیخ نے آیت کے اوّل حصہ کو پڑھا ہے اور آخر حصہ پر عمل نہیں کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے) اور آیت کریمہ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ خلف وعدہ کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتی۔ ہوسکتا ہے کہ اس جگہ وعدہ خلافی کے نہ ہونے کا اقتصار وانحصار اس سبب سے ہو کہ وعدہ سے اس جگہ مراد رسولوں کی نصرت اور فتح اور کفار پر ان کا غلبہ ہے اور یہ بات وعدہ وعید پر متضمن ہے۔ یعنی رسول کے لئے وعدہ ہے اور کفار کیلئے وعید۔ پس گویا اس آیت میں خلف وعدہ کی بھی اور خلف وعید کی بھی نفی ہے۔ فَالْاٰیَةُ مُسْتَشْهِدَةٌ عَلَیْهِ لَا لَهٗ اور نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے اور یہ بات حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے یعنی حق تعالیٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ دوں گا اور پھر باوجود اس بات کے کسی مصلحت کیلئے اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں گا۔ اس امر کا تجوی کرنا نہایت ہی برا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ (تیرا بڑی عزت والا رب اس بات سے برتر و پاک ہے جس کے ساتھ اس کو موصوف کرتے ہیں اور مرسلین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پر سلام ہو) اور کفار کے لئے دائمی عذاب کے نہ ہونے پر اہل دل کا اجماع صرف شیخ کا اپنا کشف ہے اور کشف میں خطا کی مجال بہت ہے اور چونکہ یہ کشف مسلمانوں کے اجماع کے مخالف ہے اس لئے اس کا کچھ اعتبار اور شمار نہیں ہے۔

فرشتے اللہ جل شانہٗ کے بندے ہیں جو گناہوں سے معصوم اور خطا ونسیان سے محفوظ ہیں۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ (جو امر ان کو اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ہوتا ہے) اور کھانے پینے اور زن ومرد ہونے سے پاک اور منزہ ہیں اور قرآن مجید میں ان کیلئے مذکر ضمیروں کا استعمال اس اعتبار سے ہے کہ مردوں کا گروہ عورتوں کے گروہ سے بزرگ اور شریف مانا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بھی اپنی ذات کے واسطے مذکر ضمیروں کا استعمال فرمایا ہے اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان میں سے بعض کو رسالت کیلئے برگزیدہ کیا ہے جس طرح کہ بعض انسان کو بھی اس دولت سے مشرف کیا ہے۔ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلاً وَّ مِنَ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں سے بعض کو رسول بنالیتا ہے) تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ خاص خاص انسان فرشتوں سے افضل ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الحرمین اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص ملک خاص انسان سے افضل ہیں اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت سے افضل ہے لیکن نبوت اور رسالت کے درمیان نبی کے لئے ایک ایسا درجہ جہاں تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے اور وہ درجہ عنصر خاک کی راہ سے ظاہر ہوا ہے جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کمالات ولایت کمالات نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ (۱) ہے جو راہ ولایت سے حاصل ہو۔ پس افضلیت مطلق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور فضل جزئی ملائکہ کرام کے لئے ہے۔ پس بہتر وہی ہے جو جمہور علماء شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے کہا ہے۔

اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہوگیا ہے کہ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچتا بلکہ اس ولی کا سر ہمیشہ اس نبی کے قدم کے نیچے ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جس میں صوفیہ وعلماء کا باہم اختلاف ہے جب اچھی طرح اور ملاحظہ کیا جاتا ہے تو حق بجانب علماء معلوم ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



علماء کی نظر نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اوراس کے علوم میں نفوذ کیا ہے اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اس کے معارف تک ہی محدود ہے۔ پس وہ علم جو نبوت کی پیش گاہ سے حاصل کیا جائے وہ بالضرور اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے کئی درجے بہتر اور حق ہوگا۔

بعض معارف کی تحقیق اس مکتوب میں جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریقہ کے بیان میں لکھا ہے، درج ہو چکی ہے اگر کچھ وقت اور پوشیدگی رہ جائے تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

ایمان ان تمام دینی امور کے ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق پر ہم تک پہنچے ہیں تصدیق قلبی سے مراد ہے اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن کہا ہے کہ سقوط کا احتمال رکھتا ہے اور کفر اور کافری اور کفر کے خصائص اور لوازم مثلاً زنا، ربا مذہبی اور اس قسم کی اور رسوم سے جو اس میں پائی جاتی ہیں تبرّی کرنا اور بیزار ہونا اس تصدیق کی علامت میں سے ہے اور اگر عیاذاً باللہ کوئی اس تصدیق کا بھی دعویٰ کرے اور کفر سے بیزاری اور تبری بھی ظاہر نہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو ارتداد کے نشان سے داغدار ہے اور حقیقت میں اس کا حکم منافق کا سا حکم ہے۔ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَاۤءِ (نہ ادھر کا نہ ادھر[1]) آیت کریمہ یَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اے نبی کفار اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر) اسی مضمون کی تائید کرتی ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ اس جگہ یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع

تولّی بے تبرّی نیست ممکن ترجمہ: نہیں ہوتی محبت بن تبرّی

شیعہ نے جو یہ قاعدہ اہل بیت کی محبت اور دوستی میں جاری کیا ہوا ہے اور خلفائے ثلاثہ کے تبرّے کو اس محبت کی شرط قرار دیا ہے نامناسب ہے کیونکہ دوستوں کی محبت کے لئے شرط ہے کہ ان کے دشمنوں سے تبرّی کیا جائے نہ کہ مطلق طور پر دشمنوں کے سوا غیروں سے بھی اور کوئی منصف عاقل اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب اہل بیت کے دشمن ہوں جبکہ ان بزرگواروں نے نبی ﷺ کی محبت میں اپنے مالوں اور جانوں کو صرف کر دیا اور جاہ و ریاست کو برباد کر دیا ہے اور کس طرح اہل بیت کی دشمنی کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جبکہ نص قطعی کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے قرابت والوں کی محبت ثابت ہے اور دعوت کی اجرت ان کی محبت مقرر کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حُسۡنًا کہ یارسول اللہ کہہ دو کہ میں تم سے اہل قرابت کی دوستی کے سوااور کچھ اجر نہیں مانگتا اور جو شخص ایک نیکی کمائے گا ہم اس کی نیکیوں میں اور نیکیاں زیادہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ بزرگی پائی اور شجرۂ انبیاء بن گئے سب حق تعالیٰ کے دشمنوں سے تبرّی کرنے کے باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدۡ کَانَتۡ لَکُمۡ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِہِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡکُمۡ وَ مِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کَفَرۡنَا بِکُمۡ وَ بَدَا بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃُ وَ الۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَحۡدَہٗۤ تمہارے لئے ابراہیم اوراس کے اصحاب میں نہایت اعلیٰ درجہ کی بہتر پیروی تھی جب کہ انہوں نے قوم کے لوگوں کو کہا کہ ہم تم سے اوران سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو بیزار ہیں اور ہم تم سے انکار کرتے ہیں اور جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت اور دشمنی ظاہر ہو چکی ہے۔

اور حق جل وعلیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے فقیر کی نظر میں اس تبرّی کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ تبرّی کا ہونا ضروری ہے کیونکہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو کفر اور کافری کے ساتھ عداوت ہے اور اللہ تعالیٰ آفاقی مثل لات وعزّی اوران کے عبادت کرنے والے بالذات حق سلطانہٗ کے دشمن ہیں اور دوزخ کا دائمی عذاب اس برے فعل کی جزا ہے اور اللہ انفسی یعنی ہوائے نفسانی اور تمام برے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے کیونکہ غضب وعداوت ان کی نسبت ذاتی نہیں ہے۔ اگر غضب ہے تو صفات کی طرف منسوب ہے اور اگر عقاب وعتاب ہے تو افعال کی طرف راجع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوزخ کا دائمی عذاب ان برے فعلوں کی جزا نہیں بنا بلکہ ان کی معرفت کو اپنی مشیت اور ارادہ پر منحصر کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جب کفر اور کافروں کے ساتھ ذاتی عداوت ثابت ہو چکی تو ناچار رحمت ورافت جو صفات جمال میں سے ہے آخرت میں کافروں کو نہ پہنچے گی اور رحمت کی صف عداوت ذاتی کو دور نہ کرے گی وہ چیز جو ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اس چیز کی نسبت جو صفت سے تعلق رکھتی ہے زیادہ اقویٰ اور ارفع ہے۔ پس مقتضائے صفت مقتضائے ذات کو تبدیل نہیں کر سکتا اور یہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ سَبَقَتۡ رَحۡمَتِیۡ عَلٰی غَضَبِیۡ (میری رحمت غضب پر بڑھی ہوئی ہے) اس غضب سے مراد غضب صفاتی سمجھنا چاہئے جو گنہگاروں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضب ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



**سوال:** اگر کہیں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت نصیب ہے۔ جیسا کہ تو نے اوپر تحقیق کی ہے تو پھر دنیا میں رحمت کی صفت نے ذاتی عداوت کو کیسے دور کر دیا؟

**جواب:** میں کہتا ہوں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت کا حاصل ہونا ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور درحقیقت ان کے حق میں استدراج اور مکر ہے۔

آیت کریمہ **اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ نُسَارِعُ لَھُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ** پ۱۸ ع۱ کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال واولاد سے ان کی امداد کئے چلے جارہے ہیں (اس کے یہ معنی ہیں کہ) ان کو فائدہ پہنچانے میں ہم جلدی کر رہے ہیں۔ (نہیں) بلکہ یہ (لوگ اصل مطلب) کو سمجھتے نہیں۔

اور آیت کریم **سَنَسۡتَدۡرِجُھُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝ وَ اُمۡلِیۡ لَھُمۡ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ** "پ۹ ع۱۴ ہم انہیں اس طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ (جہنم کی طرف گھسیٹ کر) لے جائیں گے اور ہم ان کو (دنیا میں) مہلت دیتے ہیں اور ہمارا داؤ بے شک (پکا) داؤ ہے۔ انہی معنوں پر شاہد ہیں۔ **فَلْیَفْھَمْ**۔

**فائدہ جلیلہ:** دوزخ کا دائمی عذاب کفر کی جزا ہے۔ پھر اگر پوچھیں کہ ایک شخص باوجود ایمان کے کفر کی رسمیں بجالاتا اور کفر کی رسموں کی تعظیم کرتا ہے اور علماء اس کفر کا حکم لگاتے اور اس کو مرتد سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں پس چاہئے کہ علماء کے فتویٰ کے بموجب وہ شخص آخرت کے عذاب ابدی میں گرفتار ہو۔ حالانکہ اخبار صحیحہ میں آچکا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ ایمان بھی ہوگا اس کو دوزخ سے باہر نکال لیں گے اور دائمی عذاب میں نہ رہنے دیں گے۔ تیرے نزدیک اس مسئلہ کی کیا تحقیق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ شخص کافر محض ہے تو دائمی عذاب اس کے نصیب ہے۔ **نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْهُ** اور کفر کی رسموں کے بجالانے کے باوجود ذرہ ایمان بھی رکھتا ہے تو دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوگا لیکن اس ذرہ بھر ایمان کی برکت سے امید ہے کہ دائمی عذاب سے اخلاص ہو جائے گا اور دائمی گرفتاری سے نجات پا جائے گا۔

فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پرسی کے لئے گیا جس کا معاملہ نزع کی حالت تک پہنچا ہوا تھا۔ جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ اس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں۔ ان یہ ظلمتوں کو دور کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہ ظلمیں اس کے دل پر سے دور ہو جائیں لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا بہت سی توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ظلمتیں صفات کفر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے پیدا ہوئی ہیں جو اس میں پوشیدہ تھیں اور وہ کدورتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دور نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ ان ظلمات سے اس کا پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے جو کفر کی جزا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ذرہ بھر ایمان بھی رکھتا ہے۔ جس کی برکت سے آخر کار اس کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ جب اس میں اس حال کا مشاہدہ کیا تو دل میں گزرا کہ آیا اس شخص پر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہ۔ توجہ کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز ادا کرنی چاہئے۔

پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کافروں کی رسمیں بجالاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان پر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے اور کفار کے ساتھ نہ ملانا چاہئے جیسا کہ آج تک یہ عمل برابر ہوتا چلا آیا ہے اور امیدوار ہونا چاہئے کہ آخر کار ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات پا جائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اہل کفر کے لئے عفو اور مغفرت نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا) اور اگر کافر محض ہے تو عذاب ابدی اس کے کفر کی جزا ہے اور اگر ذرہ بھر ایمان رکھتا ہے تو اس کی جزا دوزخ کا عذاب مؤقت ہے اور اس کے تمام کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں چاہے تو ان کو بخش دے چاہے تو ان کو عذاب دے۔

فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب موقت ہو خواہ دائمی، کفر اور صفات کفر کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ اس کی تحقیق آگے آئے گی اور وہ اہل کبائر کہ جن کے گناہ توبہ یا شفاعت یا صرف عفو و احسان کے ساتھ مغفرت میں نہیں آتے یا جن کبیرہ گناہوں کا کفارہ دنیا کے رنج اور تکلیفوں اور موت کے سکرات اور سختیوں کے ساتھ نہیں ہوا۔ امید ہے کہ ان کے عذاب میں بعض کو عذاب قبر کے ساتھ کفایت کریں گے اور بعض کو قبر کی تکلیفوں کے علاوہ قیامت کی سختیوں اور ہول کے ساتھ کفایت کریں گے اور ان کے گناہوں میں سے کوئی ایسا گناہ باقی نہ چھوڑیں گے جس کے لئے عذاب دوزخ کی ضرورت پڑے۔ آیت کریمہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ پ ۷ ع ۱۵ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کو ظلم سے نہ ملایا ان کیلئے امن ہے) اسی مضمون کی مؤید ہے کیونکہ ظلم سے مراد شرک ہے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا اور تمام امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اگر کہیں کہ کفر کے سوا بعض اور برائیوں کی جزا بھی دوزخ کا عذاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا) اور اخبار میں بھی آیا ہے کہ جو شخص ایک نماز فریضہ کو عمداً قضا کرے گا اس کو حقبہ دوزخ میں عذاب دیں گے۔ پس دوزخ کا عذاب صرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کفار کے ساتھ مخصوص نہ رہا۔

میں کہتا ہوں کہ قتل کا عذاب اس شخص کے لئے جو قتل کو حلال جانے' کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے' جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اور کفر کے سوا اور برائیاں جن کے لئے دوزخ کا عذاب آیا ہے۔ وہ بھی صفات کفر کی آمیزش سے خالی نہ ہوں گی۔ جیسا کہ اس برائی کو خفیف سمجھنا اور اس کے بجالانے کے وقت لاپرواہی کرنا اور شریعت کے امر و نہی کو خوار سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

اور خبر میں آیا ہے کو شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی) اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ "مَّرْحُوْمَۃٌ" لَا عَذَابَ لَھَا فِی الْاٰخِرَۃِ (میری امت' امت مرحومہ ہے' اس کو عذاب آخرت نہ ہوگا) اور آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُوْلٰئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ اسی مضمون کی مؤید ہیں۔ جیسا کہ مذکور ہوا اور مشرکوں کے اطفال اور شاہقان جبل اور پیغمبروں کے زمانۂ فترت کے مشرکوں کا حال اس مکتوب میں جو فرزندی محمد سعید کے نام لکھا ہے۔ مفصل ذکر ہو چکا ہے وہاں سے معلوم کر لیں۔

اور ایمان کے کم و زیادہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یَزِیْدُ وَ یَنْقُصُ کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایمان قلبی تصدیق اور یقین سے مراد ہے جس میں زیادت اور نقصان کی گنجائش نہیں اور وہ جو زیادت اور نقصان کو قبول کرے دائرہ ظن میں داخل ہے نہ یقین میں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اعمال صالحہ کا بجالانا اس یقین کو روشن کر دیتا ہے اور بڑے اعمال کا بجالانا اس یقین کو مکدر و سیاہ کر دیتا ہے۔ پس زیادت اور نقصان اعمال کے اعتبار سے اور اعمال صالحہ کا بجالانا اس یقین کے روشن ہونے میں ثابت ہوئی نہ کہ نفس یقین میں بعض نے اس یقین کو جب کہ منجلی اور روشن معلوم کیا تو اس یقین کی نسبت جو انجلا اور روشنی نہیں رکھتا زیادہ نہیں کہہ دیا۔ گویا بعض نے غیر منجلی یقین کو یقین نہ جانا اور انہی بعض نے منجلی کو یقین جان کر ناقص کہہ دیا اور بعض دوسروں نے جو زیادہ تیز نظر رکھتے تھے' جب دیکھا کہ یہ زیادت اور نقصان صفات یقین کی طرف راجع ہے نہ کہ نفس یقین کی طرف تو اس سبب سے یقین کو غیر زائد و ناقص کہہ دیا جس طرح کہ دو آئینے جو باہم برابر ہوں۔ لیکن انجلا اور نورانیت میں تفاوت رکھتے ہوں تو ایک شخص اس آئینہ کو جو زیادہ روشن ہے اور نمائندگی زیادہ رکھتا ہے' کہہ دے کہ یہ آئینہ بہ نسبت اس آئینہ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جس میں ویسی روشنی اور انجلا نہیں ہے' زیادہ ہے اور دوسرا شخص کہہ دے کہ یہ دونوں آئینے برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کی زیادت اور نقصان نہیں ہے۔ فرق صرف انجلا اور نمائندگی میں ہے جو ان دونوں آئینوں کی صفات ہیں۔ پس دوسرے شخص کی نظر صائب ہے اور حقیقت شے تک نافذ ہے اور شخص اوّل کی نظر کوتاہ ہے اور صفت سے بڑھ کر ذات تک نہیں پہنچتی ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ٥ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ پ ۲۸ ع ۲-۱اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو بلند کرتا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ لوگ صاحب درجات بلند ہیں۔

اس تحقیق سے کہ جس کے اظہار کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو توفیق بخشی مخالفوں کے وہ سب اعتراض جو انہوں نے ایمان کے کم وبیش نہ ہونے پر کئے ہیں' زائل ہو گئے اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی طرح نہ ہوا کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان جو کامل طور پر منجلی اور نورانی ہے۔ عام مومنوں کے ایمان سے جو مومنوں کے درجوں کے اختلاف کے بموجب بہت سی ظلمتیں اور کدورتیں رکھتا ہے اور اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان جو وزن میں اس امت کے ایمان سے زیادہ ہے۔ انجلا اور نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہئے اور زیادت کو صفات کاملہ کی طرف راجع کرنا چاہئے کیا نہیں دیکھتے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں اور حقیقت اور ذات میں سب باہم متحد ہیں۔ تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا صفات کاملہ کے اعتبار سے ہے اور جس میں یہ صفات کاملہ نہیں ہیں' گویا وہ اس نوع سے خارج ہے اور اس نوع کے فضائل اور خواص سے محروم ہے لیکن باوجود اس تفاوت کے نفس انسانیت میں زیادت اور نقصان کا کوئی دخل نہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانیت زیادت ونقصان کے قابل ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ۔

اور نیز کہتے ہیں کہ تصدیق ایمانی سے مراد بعض کے نزدیک تصدیق منطقی ہے۔ جو ظن اور یقین کو شامل ہے۔ اس تقدیر پر نفس ایمان میں زیادت اور نقصان کی گنجائش ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس جگہ تصدیق سے مراد دلی یقین اور ادغان ہے نہ کہ معنی عام جو ظن کو بھی شامل ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ" حَقًّا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ" اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی درحقیقت ان میں نزاع لفظی ہے لیکن مذہب اوّل باعتبار ایمان حال کے ہے اور مذہب ثانی باعتبار ایمان انجام اور عاقبت ہے لیکن صورت استثناء سے کنارہ کرنا بہتر اور مناسب ہے۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمُنْصِفِ جیسا کہ منصف آدمی پر مخفی نہیں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے باعث ان کی یہ بات عادت مستمرہ ہوگئی اور کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اور کرامت اس بات سے خالی ہے۔ بلکہ اس نبی کی متابعت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ فَلَا اِشْتِبَاهَ بَيْنَ الْمُعْجِزَةِ وَالْكَرَامَةِ كَمَا زَعَمَ الْمُنْكِرُوْنَ پس معجزہ اور کرامت کے درمیان کوئی اشتباہ نہ رہا جیسا کہ منکروں نے گمان کیا ہے۔

اور فضیلت کی ترتیب خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کی ترتیب کے موافق ہے لیکن شیخین کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے آئمہ کی ایک جماعت نے جن میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہے اس بات کو نقل کیا ہے:۔

قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ اَبُوْ الْحَسَنِ الْاَشْعَرِيُّ اِنَّ تَفْضِيْلَ اَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ ثُمَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَلٰى بَقِيَّةِ الْاُمَّةِ قَطْعِيٌّ شیخ امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے۔

قَالَ الذَّهَبِيُّ قَدْ تَوَاتَرَ عَنْ عَلِيٍّ فِيْ خِلَافَتِهٖ وَ كُرْسِيِّ مَمْلِكَتِهٖ وَ بَيْنَ الْجَمِّ الْغَفِيْرِ مِنْ شِيْعَتِهٖ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَفْضَلُ الْاُمَّةِ قَالَ وَرَوَاهُ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ نَيِّفٌ وَ ثَمَانُوْنَ نَفْسًا وَعَدَّ جَمَاعَةً ثُمَّهٗ قَالَ فَقَبَّحَ اللّٰهُ الرَّافِضَةَ مَا اَجْهَلَهُمْ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی خلافت و مملکت کے زمانہ میں اور آپ کے تابعداروں میں سے ایک جم غفیر کے درمیان یہ بات بطریق تواتر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تمام امت میں سے افضل ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ آدمیوں نے روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک جماعت کا نام بھی لیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کا برا کرے اور یہ کیسے جاہل ہیں۔

وَرَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ ابْنُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ ثُمَّ اَنْتَ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور بخاری نے ان سے روایت کی ہے فرمایا کہ نبی ﷺ کے بعد سب لوگوں میں سے بہتر حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر ایک اور شخص۔ پس اس کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر تو۔ پس فرمایا کہ میں تو ایک مسلمان شخص ہوں۔

وَ صَحَّحَ الذَّهَبِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ قَالَ اَلَا وَ اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رِجَالًا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



يُفَضِّلُونَنِيْ عَلَيْهِمَا وَ مَنْ وَجَدْتَهُ فَضَّلَنِي عَلَيْهِمَا فَهُوَا مُفترٍ عليهِ ما عَلَى الْمُفْتَرِي امام ذہبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح کہا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لوگ مجھے ان دونوں پر فضیلت دیتے ہیں اور جس کو میں پاؤں گا مجھے ان پر فضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے اور اس کی سزا بھی وہی ہوگی جو مفتری کی سزا ہوتی ہے۔

وَ اَخْرَجَ الدَّارَ قُطْنِيَّ عَنْهُ لَا اَجِداً اَحَدًا فَضَّلَنِيْ عَلَى اَبِيْ بَكْرٍ ﷺ وَ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُهُ جَلْدَ الْمُفْتَرِيْ اور دار قطنی نے آپ سے روایت کی ہے کہ جس کو میں دیکھوں کہ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جو مفتری کی سزا ہے۔

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور ان کے سوا اور بہت سے صحابہ سے متواتر آئی ہیں جن میں کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے حتیٰ کہ عبدالرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے کہتا ہے کہ اُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنِ بِتَفْضِيْلِ عَلِيٍّ ﷺ اِيَّاهُمَا عَلٰى نَفْسِهٖ وَاِلَّا لَمَا فَضَّلْتُهُمَا كَفٰى بِيْ وِزْرًا اَنْ اُحِبَّهٗ ثُمَّ اُخَالِفَهٗ میں شیخین کو اس لئے فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود اپنے اوپر ان کو فضیلت دی ہے ورنہ میں ان کو کبھی فضیلت نہ دیتا۔ مجھے یہی گناہ کافی ہے کہ میں اس کو دوست رکھوں اور پھر اس کی مخالفت کروں۔ كُلُّ ذٰلِكَ مُسْتَفَادٌ مِنَ الصَّوَاعِقِ یہ سب کچھ صواعق سے لیا گیا ہے۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر۔ پس اکثر اہل سنت اس بات پر ہیں کہ شیخین کے بعد افضل حضرت عثمان ہیں۔ حضرت علی اور آئمہ اربعہ مجتہدین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی مذہب ہے اور وہ توقف جو حضرت عثمان کی فضیلت میں امام مالک سے نقل کیا ہے۔ اس کے بارہ میں قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک نے توقف سے حضرت عثمان کی تفصیل کی طرف رجوع کیا ہے اور قرطبی نے کہا ہے کہ هُوَ الْاَصَحُّ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى یہی درست ہے اور ایسے ہی وہ توقف جو بعض نے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت سے سمجھا ہے کہ مِنْ عَلَامَاتِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَفْضِيْلُ الشَّيْخَيْنِ وَمَحَبَّةُ الْخَتَنَيْنِ شیخین کی تفضیل اور ختنین کی محبت اہل سنت وجماعت کی علامات میں سے ہے۔

اس فقیر کے نزدیک اس عبارت کے اختیار کرنے کا محل اور ہے چونکہ حضرت ختنین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں فتنہ وفساد لوگوں میں بہت ظاہر ہوگیا تھا اور اس سبب سے لوگوں کے دلوں میں بہت کدورت آگئی تھی۔ اس لئے امام رحمتہ اللہ علیہ نے اس بات کو مدنظر رکھ کر ان کے حق میں محبت کا لفظ اختیار کیا ہے اور ان کی دوستی کو سنت کی علامات سے فرمایا ہے۔ بغیر اس امر کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کہ کسی قسم کا توقف ملحوظ ہو اور ہو بھی کیونکر جب کہ حنفیہ کتابیں اس مضمون سے بھری ہیں کہ ان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔

الغرض شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور حضرت عثمان کی افضلیت اس سے کم تر ہے لیکن احوط یہی ہے کہ حضرت عثمان کی افضلیت کے منکر بلکہ شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ کریں اور مبتدع اور ضال جانیں کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے اور اس اجماع کے قطعی ہونے میں بہت قیل وقال ہے ایسا منکر یزید بدبخت کا ساتھی اور بھائی ہے کہ اسی احتیاط کے باعث علماء نے اس کے لعن کرنے میں توقف کیا ہے۔ وہ ایذا جو پیغمبر ﷺ کو خلفائے راشدین کی جہت سے پہنچی ہے۔ وہ بعینہٖ اسی ایذا کی طرح ہے جو امامین کی جہت سے پہنچی ہے۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ عَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَ مَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَ مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَیُوْشَکُ اَنْ یُّوْخِذَہٗ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو میرے بعد نشانہ نہ بناؤ جس نے ان کو دوست رکھا اس نے گویا میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے گویا میرے ہی بغض کے باعث ان سے بغض رکھا اور جس نے ان ایذا دی اس نے گویا مجھے ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ اور رسول کو ایذا دی وہ اس کا مواخذہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اور جو کچھ مولانا سعد الدین نے شرح عقائد نسفی میں اس افضلیت کے حق میں انصاف سمجھا ہے وہ انصاف سے دور ہے اور وہ تردید جو اس نے کی ہے وہ سراسر لا حاصل ہے کیونکہ علماء کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اس جگہ افضلیت سے وہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بکثرت ثواب کے اعتبار سے ہے نہ کہ وہ افضلیت جو فضائل اور مناقب کے بکثرت ظاہر ہونے کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ ایسی افضلیت عقل مندوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتی۔ کیونکہ سلف صحابہ وتابعین نے جس قدر فضائل ومناقب حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت نقل کئے ہیں وہ اور کسی صحابی کی نسبت منقول نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مَا جَاءَ لِاَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ مِنَ الْفَضَائِلِ مَا جَاءَ لِعَلِیٍّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جو فضائل حضرت علی کے بارہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں آئے ہیں وہ کسی اور صحابی کی نسبت نہیں آئے) اور باوجود اس امر کے امام مذکور نے خلفائے ثلاثہ کی افضلیت کا حکم کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ افضلیت کی وجہ ان فضائل ومناقب کے سوا کچھ اور ہے اور اس افضلیت پر اطلاع پانا دولت وحی کی ان مشاہدہ کرنے والوں کو میسر ہے جنہوں نے صریح طور پر قرآن سے معلوم کی ہے اور وہ صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ہیں۔ پس جو کچھ شارح عقائد نسفی نے کہا ہے کہ اگر مراد افضلیت سے کثرت ثواب ہے' تو پھر توقف کی جہت ساقط ہے کیونکہ توقف کی تبھی گنجائش ہوتی ہے جبکہ اس افضلیت کو صاحب شریعت کی طرف سے صریح طور پر یا دلالت کے طور پر معلوم نہ کیا ہو اور جب معلوم ہو چکی ہو تو پھر کیوں توقف کریں اور جو شخص سب کو برابر جانے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا فضول سمجھے۔ وہ بوالفضول اور احمق ہے وہ کیسا عجب بوالفضول ہے جو اہل حق کے اجماع کو فضول جانتا ہے۔ شاید فضل کا لفظ اس کو اس فضولی کی طرف لے گیا ہے اور یہ جو صاحب فتوحات مکیہ نے کہا ہے کہ ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے فضیلت اور مساوات پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ خلافت امر دیگر ہے اور افضلیت کی بحث دیگر ہے۔ اور اگر مان بھی لیں تو یہ بات اور اس قسم کی اور باتیں اس کے شطحیات کی قسم سے ہیں' جو تمسک کے لائق نہیں ہیں۔ اس کے اکثر کشفیہ معارف جو اہل سنت کے علوم سے جدا واقع ہوئے ہیں' صواب اور بہتری سے دور ہیں۔ ایسی باتوں کی وہی شخص متابعت کرتا ہے جس کا دل بیمار ہے یا مقلد صرف ہے۔

اور جو کچھ صحابہ کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں ان کو نیک توجیہ پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا وتعصب سے دور سمجھنا چاہئے۔

تفتازانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں افراط کرنے کے باوجود فرمایا ہے۔ وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالِفَاتِ وَالْمُحَارِبَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِي خِلَافَةٍ بَلْ عَنْ خَطَاءٍ فِي الْاِجْتِهَادِ اور لڑائی جھگڑے ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں وہ خلافت کے بارہ میں نزاع کے باعث نہ تھے۔ بلکہ اجتہاد میں خطا کے سبب تھے۔

اور اس کے حاشیہ خیالی میں ہے فَاِنَّ مُعَاوِيَةَ وَاَحْزَابَهُ بَغُوا عَنْ طَاعَتِهٖ مَعَ اعْتِرَافِهِمْ بِاَنَّهُ اَفْضَلُ اَهْلِ زَمَانِهٖ اَلَا حَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ بِشُبْهَةٍ هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (کے معاویہ اور اس کے لشکر نے اس کی اطاعت سے سرکشی کی' باوجود یہ کہ وہ مانتے تھے کہ وہ تمام اہل زمانہ سے افضل ہے۔ اور نیز وہ اس سے امامت کا زیادہ مستحق ہے از روئے شبہ۔ کے اور وہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص کا ترک کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے) اور حاشیہ قرہ کمال قری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا وَلَيْسُوْا كَفَرَةً وَّلَا فَسَقَةً لِمَا لَهُمْ مِنَ التَّاوِيْلِ (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی حالانکہ نہ ہی وہ کافر ہیں اور نہ ہی فاسق کیونکہ ان کے لئے تاویل ہے) اور شک نہیں کہ خطائے اجتہادی ملامت سے دور ہے اور طعن و تشنیع سے مرفوع ہے۔

حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات کی صحبت کے حقوق کو مدنظر رکھ کر تمام اصحاب کرام کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے اور پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی دوستی کے باعث ان کو دوست رکھنا چاہئے۔ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ (جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت سے ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا) یعنی وہ محبت جو میرے اصحاب کے متعلق ہے وہ وہی محبت ہے۔ جو مجھ سے متعلق ہے اور ایسے ہی وہ بغض جو ان سے متعلق ہے وہ وہی بغض ہے جو مجھ سے متعلق ہے۔ ہم کو حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کچھ آشنائی نہیں ہے بلکہ مناسب ہے کہ ہم ان سے بیزار رہیں لیکن چونکہ سب کے سب حضرت پیغمبر صلوٰت اللہ وسلامہ کے اصحاب کرام ہیں جن کی محبت کے لئے ہم مامور اور ان کے بغض و ایذا سے ممنوع ہیں۔ اس لئے ہم حضرت پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کی دوستی کے باعث سب کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے بغض و ایذا سے دور بھاگتے ہیں کیونکہ ان کا بغض و ایذا آنحضرت ﷺ کے بغض و ایذا تک پہنچا دیتا ہے لیکن محق کو مُحق اور مُخطی کو مُخطی کہتے ہیں۔ یعنی حضرت امیر رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔

اس بحث کی تحقیق اس مکتوب میں جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا ہے مفصل ذکر ہو چکی ہے اگر کوئی بات مخفی رہ گئی ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہ کا سیکھنا ضروری ہے اور فرض و واجب و حلال و حرام و سنت و مندوب و مشتبہ و مکروہ کے جاننے سے چارہ نہیں ہے اور ایسا ہی اس علم کے موافق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں اور اعمال صالحہ کے بجالانے میں بڑی کوشش مدنظر رکھیں۔ نماز جو دین کا ستون ہے اس کے تھوڑے فضائل اور ارکان بیان کیے جاتے ہیں، غور سے سنیں۔

اول وضو کے کامل اور پورے طور پر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ہر عضو کو تین بار تمام و کمال طور پر دھونا چاہئے تا کہ وضو بروجہ سنت ادا ہو اور سر کا مسح بالاستیعاب (یعنی سارے سر کا مسح) کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چاہئے اور کانوں اور گردن کے مسح میں احتیاط کرنی چاہئے اور بائیں ہاتھ کی خنصر یعنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے نیچے کی طرف خلال کرنا لکھا ہے اس کی رعایت رکھیں اور مستحب کے بجالانے کو تھوڑا نہ جانیں۔ مستحب اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور دوست ہے اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ فعل معلوم ہو جائے اور اس کے مطابق عمل میسر ہو جائے تو بھی غنیمت ہے اس کا بعینہ یہی حکم ہے کہ کوئی خزف ریزوں یعنی ٹھیکروں سے قیمتی موتی خرید لے یا بیہودہ اور بے فائدہ جماد یعنی پتھر سے روح کو حاصل کرلے۔

کمال طہارت اور کامل وضو کے بعد نماز کا قصد کرنا چاہئے جو مومن کی معراج ہے اور کوشش کرنی چاہئے کہ فرض نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہونے پائے بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ ترک نہ کرنی چاہئے اور نماز کو مستحب وقت میں ادا کرنا چاہئے اور قرأت میں قدر مسنون کو مدنظر رکھنا چاہئے اور رکوع و سجود میں طمانیت ضروری ہے کیونکہ بقول مختار یا فرض ہے یا واجب اور قومہ میں اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہئے کہ تمام بدن کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آجائیں اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد طمانینت درکار ہے' کیونکہ فرض ہے یا واجب یا سنت علیٰ اختلاف الاقوال ایسا ہی جلسہ میں جو دو سجدوں کے درمیان ہے۔ درست بیٹھنے کے بعد اطمینان ضروری ہے جیسا کہ قومہ میں اور رکوع و سجود کی کمتر تسبیحیں تین بار ہیں اور زیادہ سے زیادہ سات بار یا گیارہ بار ہیں' علیٰ اختلاف اقوال اور امام کی تسبیح مقتدیوں کے حال کے مواقف ہے۔ شرم کی بات ہے کہ انسان اکیلا ہونے کی حالت میں باوجود طاقت کے اقل تسبیحات پر کفایت کرے اور اگر زیادہ نہ ہو سکے تو پانچ یا سات بار تو کہے اور سجدہ کرنے کے وقت اوّل وہ اعضاء زمین پر رکھے جو زمین کے نزدیک ہیں۔ پس اوّل دونوں زانوں زمین پر رکھے پھر دو ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور زانوں اور ہاتھ رکھنے کے وقت دائیں طرف شروع کرنا چاہئے اور سر کے اٹھانے کے وقت اوّل ان اعضاء کو اٹھانا چاہئے جو آسمان سے نزدیک ہیں۔ پس پہلے پیشانی اٹھانی چاہئے الخ اور قیام کے وقت اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ پر اور رکوع کے وقت اپنے پاؤں پر اور سجدہ کے وقت اپنے پاؤں پر اور سجدہ کے وقت نوک بینی پر اور جلوس کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر یا دونوں بغلوں کی طرف رکھنا چاہئے جب نظر کو پراگندہ ہونے سے روک رکھیں اور مذکورہ بالا جگہوں پر لگائے رکھیں' تو سمجھ لینا چاہئے کہ نماز جمعیت کے ساتھ میسر ہوگئی اور خشوع والی نماز حاصل ہوگئی' جس طرح کہ نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور ایسا ہی رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا رکھنا اور سجود کے وقت انگلیوں کا ملانا سنت ہے۔ اس کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے انگلیوں کا کھلا رکھنا یا ملانا بے تقریب اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بے فائدہ نہیں ہے۔

صاحب شرع نے اس میں کئی قسم کے فائدہ ملاحظہ کر کے اس پر عمل کیا ہے۔ ہمارے لئے صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے برابر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ سب احکام مفصل اور واضح طور پر کتب فقہیہ میں مذکور ہیں۔ یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ علم فقہ کے مطابق عمل بجالانے پر ترغیب ہو۔

وَفَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَلَی الْاَعْمَالُ الصَّالِحَۃِ الْمُوَافِقَۃِ لِلْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّۃِ بَعْدَ اَنْ وَفَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِتَصْحِیْحِ الْعَقَائِدِ الدِّیْنِیَّۃِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلَیْہِمْ وَعَلٰی اٰلِ کُلٍّ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا اللہ تعالیٰ حضرت سید المرسلین ﷺ کے طفیل ہم کو اور آپ کو دینی عقائد کے درست ہونے کے بعد شرعی علوم کے موافق اعمال صالحہ کے بجالانے کی بھی توفیق دے۔

اگر نماز کے فضائل اور اس کے مخصوصہ کمالات کے معلوم کرنے کا شوق ہو تو تین مکتوبوں کو جو ایک دوسرے کے قریب و متصل ہیں مطالعہ کریں۔ پہلا مکتوب فرزندی محمد صادق کے نام پر اور دوسرا میر محمد نعمان کے نام پر اور تیسرا مشیخت مآب میاں شیخ تاج کے نام لکھا ہے۔

ان اعتقادی اور عملی دو پروں کے حاصل ہونے کے بعد اگر اللہ جل سلطانہٗ کی توفیق رہنمائی کرے تو صوفیہ کے طریقہ علیہ کا سلوک کرے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ اس اعتقاد اور عمل سے بڑھ کر کوئی چیز حاصل ہو اور کوئی نئی بات ہاتھ آئے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ معتقدات کی نسبت ایسا یقین اور اطمینان حاصل کریں جو ہرگز کسی مشکک سے زائل نہ ہو اور کسی شبہ کے وارد ہونے سے باطل نہ ہو کیونکہ استدلال کے جو پاؤں ہوتے ہیں اور مستدل سے بے تمکین ہوتا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) اور اعمال کی نسبت آسانی اور سہولت حاصل کریں اور سرکشی کو جو نفس امارہ سے پیدا ہوتی ہے دور کریں اور طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور الوان و انوار کا معائنہ کریں۔ یہ بات خود لہو و لعب میں داخل ہے۔ کیا حسی صورتیں اور شکلیں کم ہیں کہ ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں کے ساتھ غیبی صورتوں اور انوار کی تمنا کریں۔ یہ صورتیں اور وہ صورتیں اور یہ انوار اور وہ انوار سب حق جل وعلیٰ کی مخلوق اور اس کے وجود پر دلالت کرنے والے نشانات ہیں۔

اور طرق صوفیہ میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے سماع و رقص کو جائز نہیں سمجھا اور ان احوال کا جان پر مترتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے اور وہ فائدے اور ثمرے جو اس پر مترتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کی۔

ایک دن میں حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ کی ملازمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال نے جو حضرات خواجہ قدس سرہ کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں اسم اللہ کو بلند کہا' حضور کو بہت ناخوش معلوم ہوا اور یہاں تک کہ جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

اور میں نے حضرت ایشاں سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر قدس سرہ کی خانقاہ میں لے گئے تھے تا کہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کریں گے۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع رقص اور وجد کا کیا ذکر ہے وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں کیونکہ استدراج والوں کو بھی احوال و اذواق حاصل ہوتے ہیں اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف و توحید اور مکاشفہ و معائنہ ان کو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس امر میں حکماء یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔ احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ ان کا موافق ہونا اور محرمہ اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے۔

جاننا چاہئے کہ سماع و رقص درحقیقت لہو ولعب میں داخل ہیں۔ آیت کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (اور لوگوں میں (کوئی) ایسا بھی (نالائق) ہے جو واہیات (خرافات) قصے کہانیاں مول لے لیتا ہے) سرود کے منع ہونے کے شان میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ مجاہد رضی اللہ عنہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد ہے اور کبار تابعین میں سے ہیں کہتا ہے کہ لَهْوَا الْحَدِيْثِ سے مراد سرود ہے۔

فِی الْمَدَارِکِ لَهْوَ الْحَدِيْثِ السَّمَرُ وَالْغِنَاءُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﷺ وَ ابْنُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مَسْعُوْدٍ ﷺ يَحْلِفَانِ اَنَّهُ الْغِنَاءِ تفسیر مدارک میں ہے کہ لھو الحدیث سے مراد سمر یعنی بے ہودہ قصے کہانیاں اور سرود ہے اور حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم کھاتے تھے کہ بے شک وہ غنا اور سرود ہے۔

حضرت مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (زور میں حاضر نہیں ہوتے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیْ لَا يَحْضُرُوْنَ الْغِنَاءِ (یعنی سرود و سماع میں حاضر نہیں ہوتے)۔

اور امام الہدیٰ ابو منصور ماتریدی سے حکایت کی گئی ہے کہ مَنْ قَالَ لِمُقْرِئِ زَمَانِنَا اَحْسَنْتَ عِنْدَ قِرَاءَ تِهٖ يَكْفُرُ وَ بَانَتْ مِنْهُ اِمْرَءَ تُهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰی كُلَّ حَسَنَاتِهٖ جس نے ہمارے زمانہ کے کسی قاری کو قرات کے وقت کہا کہ تو نے بہت اچھا پڑھا' کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت اس سے جدا ہو جاتی ہے اور اس کی تمام نیکیاں دور ہو جاتی ہیں۔

اور ابو نصیر الدبوسی سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ مَنْ سَمِعَ الْغِنَآءِ مِنَ الْمُغْنِيْ وَغَيْرِهٖ اَوْيَرٰی فِعلاً مِنَ الْحَرَامِ فَيُحْسِنُ ذٰلِكَ بِاعْتِقَادٍ اَوْ بِغَيْرِ اِعْتِقَادٍ يَصِيْرُ مُرْتَدًّا فِي الْحَالِ بِنَاءً عَلٰی اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ وَمَنْ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ فَلَا يَكُوْنُ مُؤْمِناً عِنْدَ كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰی طَاعَتَهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰی كُلَّ حَسَنَاتِهٖ جس نے کسی گانے والے یا کسی اور سے سرود سنا یا فعل حرام کو دیکھا اور اس کو اچھا جانا از روئے اعتقاد کے یا بغیر اعتقاد کے تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا اور جس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا' وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا اور نہ اللہ تعالیٰ اس کی اطاعت قبول کرتا ہے اور اس کی سب نیکیوں کو دور کر دیتا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مِنْ ذٰلِكَ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے۔

آیات و احادیث اور آیات فقہیہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی زمانہ میں سرورد کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے اور نہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی کی ملتقط میں مذکور ہے اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے۔ صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور انکا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں یہاں تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ ابو بکر شبلی اور ابی حسن نوری کا عمل۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس زمانہ کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین وملت بنالیا ہے اور اسی کو اطاعت وعبادت سمجھ لیا ہے۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا دِیْنَھُمْ لَھْوًا وَّ لَعِبًا (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو ولعب کو اپنا دین بنالیا ہے) اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے تو پھر خیال کرنا چاہئے کہ سماع ورقص کی مجلس کی تعظیم کرنا بلکہ اس کو اطاعت وعبادت سمجھنا کیسا برا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہ ہوئے اور ہم تابعداروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑا دیا۔

سننے میں آتا ہے کہ مخدوم زادے سرود کی رغبت کرتے ہیں اور سرود وقصیدہ خوانی کی مجلس جمعہ کی راتوں میں منعقد کرتے ہیں اور اکثر یار اس امر میں موافقت کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مرید تو اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر اس امر کے مرتکب ہوتے ہیں اور شرعی حرمت کو اپنے پیروں کے عمل سے دفع کرتے ہیں اگرچہ فی الحقیقت اس امر میں حق پر نہیں ہیں۔ بھلا اس سلسلہ کے یار اس ارتکاب میں کون سا عذر پیش کریں گے۔ ایک طرف حرمت شرعی اور دوسری طرف اپنے پیروں کی مخالفت نہ اہل شریعت اس فعل سے راضی ہیں اور نہ ہی اہل طریقت اور اگر حرمت شرعی بھی نہ ہوتی تو پھر بھی طریقت میں صرف کسی نئے امر کا پیدا کرنا برا تھا۔ پھر ایسے امر کیونکر برے نہ ہوں جب کہ حرمت شرعی بھی اس کے ساتھ جمع ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ جناب مرزا جی اس امر سے راضی نہ ہوں گے لیکن آپ کے آداب کو مدنظر رکھ کر صریح طور پر منع نہ کرتے ہوں گے اور یاروں کو اس اجتماع سے نہ روکتے ہوں گے اس فقیر نے چونکہ اپنے آنے میں کچھ توقف دیکھا ہے اس لئے چند فقرے جمع کر کے لکھ کر بھیج دیئے ہیں اس سبق کو مرزا جی کی خدمت وملازمت میں لے جائیں اور اول سے آخر تک ان کے سامنے پڑھیں۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۶۷)

اس بیان میں کہ وہ اسرار ودقائق کہ جن کے ساتھ حضرت ایشاں یعنی حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ متمیز ہوئے ہیں۔ ان میں سے تھوڑا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتے بلکہ رمز واشارہ کے ساتھ بھی ان کی نسبت گفتگو نہیں کی جا سکتی اور وہ اسرار چراغ نبوت سے مقتبس ہیں اور ملائکہ علیین بھی اس دولت میں شریک ہیں اور اس کے مناسب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو ازروئے کرم کے اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ خَیْرًا (اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے)۔

حق جل سلطانہٗ کے انعامات کیا کیا لکھے اور ان کا کیا شکر ادا کرے۔ وہ علوم ومعارف جن کا فیضان ہوتا ہے خداوند جل سلطانہٗ کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں اور ہر اہل ونااہل یعنی کس وناکس کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں لیکن وہ خاص اسرار ودقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے ان کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لاسکتا بلکہ وہ رمز واشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کرسکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات اور سلوک وجذبہ کا نسخہ ہے۔ ان اسرار ودقائق کی کوئی رمز بیان نہیں کرتا اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز محرمان اسرار سے ہے اور خطا وغلط سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معانی کی دقت اور باریکی زبان پکڑ لیتی ہے اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کردیتی ہے۔ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ (میرا سینہ بند ہوجاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی) نقد وقت ہے اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا بلکہ وہ ایسے ہیں کہ بیان میں لائے ہی نہیں جاتے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست　　ہم قصۂ غریب وحدیث عجیب ہست

ترجمہ: نہیں بے فائدہ حافظ کی فریاد　　ہے حالت اس کی ناگفتہ بہ ہی سچ مچ

یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے ہیں، انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کے چراغ نبوت سے مقتبس ہے اور ملائکہ ملائے اعلیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کے تابعداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں میرا شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں ایک تو وہ علم ہے جس کو میں تمہارے سامنے منتشر اور بیان کرتا ہوں اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اس کو تمہارے پاس ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دو۔

اور یہ دوسرا علم علم اسرار ہے کہ جس علم تک کسی کا فہم نہیں پہنچتا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بڑے فضل والا ہے۔

دوسرا امید ہے کہ وہ مکتوب جو حضرات خواجہ زادگان کی خدمت میں لکھا ہے کہ آپ کی نظر شریف سے گزرا ہوگا۔

میرے مکرم مخدوم! کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں۔ فقیر کے نزدیک اس بدعت سے کم نہیں ہے جو دین میں پیدا کریں۔ طریقت کی برکتیں اس وقت تک فائز ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو اور جب کوئی نیا امر طریقت میں پیدا ہو جائے تو اسی وقت اس طریق کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ پس طریقت کی محافظت کرنا اور طریقت کی مخالفت سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ جہاں کہیں اپنی طریقت کی مخالفت کسی سے دیکھیں زجر و مبالغہ سے اس کو منع فرمائیں اور طریقت کی ترویج و تقویت میں کوشش کریں۔ والسلام مع والاکرام۔

## مکتوب (۲۶۸)

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت کا علم کون سا ہے اور ان علماء سے جو حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل میں واقع ہوئے ہیں کون سے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت سے باقی رہا ہے وہ علم توحید و وجود کے ان اسرار سے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے امت نے تکلم کیا ہے اور احاطہ و سریان و قرب و معیت کے مناسب بیان میں خان خانان کی طرف صادر ہوا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

ان حدود کے فقرا کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں۔ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ سَلَامَتَكُمْ وَ عَافِيَتَكُمْ وَ ثَبَاتَكُمْ وَاسْتِقَامَتَكُمْ اور آپ کی تندرستی اور عافیت اور ثابت قدمی اور استقامت اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

چونکہ علم وراثت کی بحث درمیان آ گئی ہے اس لئے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں۔

اخبار میں آیا ہے کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



علم جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی رہا ہے' دوقسم کا ہے۔ایک علم احکام' دوسرا علم اسرار اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو۔ نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہوا اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔ وہ غرماء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسا ہی آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا ہے۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآ بَنِیْ اِسْرَائِیْل میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

ان علماء سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غرباء کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے کیونکہ وارث کو قرب وجنبیت کے لحاظ سے مورث کی ابتدا کر سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ اگر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ علم اسرار علم توحید وجودی سے مراد ہے اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ کرنا اور حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قرب ومعیت سے کنایہ ہے جس طرح پر کہ ارباب احوال کے نزدیک مکشوف ومشہود ہے۔ حَاشَا وَ کَلَّاثُمَّ حَاشَا وَ کَلَّا کہ اس قسم کے علوم ومعارف علم اسرار سے ہوں اور مرتبۂ نبوت کے لائق ہوں کیونکہ ان معارف کی بناء پر سکر وقت اور غلبہ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا علم کیا علم احکام اور کیا علم اسرار سب صحو در صحو ہے کہ سکر کا ایک شمہ بھی اس کے ساتھ نہیں ملا ہے۔ بلکہ یہ معارف اس مقام ولایت کے مناسب ہیں جو سکر میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ پس یہ علوم اسرار ولایت کے ہیں نہ کہ انبیاء کی نبوت کے اسرار سے۔ اگرچہ نبی سے ولایت بھی ثابت ہے لیکن اس کے احکام مغلوب ہیں اور احکام نبوت کے مقابلہ میں مضمحل اور ناچیز ہیں۔

بلے ہر جا شود مہر آشکارا | سہا را جز نہاں بودن چہ مارا
ترجمہ: بھلا جس جا پہ ہو سورج چمکتا | سہا ہرگز نہیں واں پھر دمکتا

فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے اور تحقیق کی ہے کہ کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں اور کمالات ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرۂ ناچیز کا حکم لیکن کیا کریں جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ الولایت افضل من النبوت ' ولایت نبوت سے افضل ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور ایک جماعت نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔
ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھ کر غائب پر حکم کیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جن لوگوں نے خواص کے صحو کو عوام کے صحو کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خواص کے سکر کو بھی عوام کے سکر کی طرح سمجھتے اور اس حکم پر جرأت نہ کرتے کیونکہ علماء کے نزدیک یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ صحو و سکر مجازی ہے تو یہ حکم ثابت ہے اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا اور سکر کو صحو پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے جیسا کہ کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے اور جہل کو علم سے بہتر جانے کیونکہ کفر و جہل مقام ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت مرتبہ نبوت کے مناسب ہے۔ منصور کہتا ہے۔

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللهِ وَالْكُفْرِ وَاجِب" لَدَىَّ عِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْح"

ترجمہ: نہ ہوا کافر میں دین حق سے مجھ کو کفر واجب ہے
اگرچہ سب مسلمانوں کے ہاں یہ کفر بدتر ہے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کفر سے استعاذہ اور پناہ مانگتے تھے۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (کہ ہر ایک اپنی وضع و طرز پر عمل کرتا ہے) جس طرح عالم مجاز میں اسلام کفر سے بہتر ہے۔ اسی طرح حقیقت میں بھی اسلام کو کفر سے بہتر جاننا چاہئے۔ فَاِنَّ الْمَجَازَ قَنْطَرَةُ الْحَقِيْقَةِ مجاز حقیت کا پل ہے۔

اگر کہیں کہ مقام ولایت میں جس طرح کہ مرتبہ جمع میں کفر و سکر و جہل ثابت ہے۔ اسی طرح مرتبہ فرق بعد الجمع میں اسلام و صحو و معرفت بھی متحقق و ثابت ہے تو کفر و سکر و جہل کو مقام ولایت کے مناسب کہنا کس معنیٰ کے باعث ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحو وغیرہ کو مرتبہ فرق ثابت کرنا جمع کی نسبت سے ہے جو سراسر سکر و استتار ہے۔ ورنہ اس مرتبہ کا صحو بھی سکر کے ساتھ اور اس اسلام کفر کے ساتھ اور اس کی معرفت جہل کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اگر فقیر کتاب میں گنجائش جانتا تو مرتبہ فرق کے احوال و معارف کو مفصل طور پر ذکر کرتا اور اس مرتبہ میں سکر وغیرہ کے ملنے کو بیان کرتا۔ دانا لوگ شاید اس معنے کو دانائی سے بھی معلوم کرلیں گے۔ اَلْعَجَبُ كُلَّ الْعَجَبِ

اس قدر تو سمجھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات نے جو اس قدر بڑائی اور بزرگی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حاصل کی ہے تو وہ نبوت کی راہ سے حاصل کی ہے۔ نہ ولایت کی راہ سے۔ ولایت نبوت کے لئے خادم کی طرح ہے۔ اگر ولایت کو نبوت پر کچھ زیادتی ہوتی تو ملائکہ ملائے اعلیٰ جن کی ولایت تمام ولایات سے اکمل ہے۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل ہوتے اور اس طائفہ میں سے ایک گروہ نے جب ولایت کو نبوت سے افضل جان کر ملائے اعلیٰ کی ولایت کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت سے اکمل دیکھا تو ناچار ملائکہ علیین کو انبیاء علیہم الصلوت والتسلیمات سے کر دیا اور تمام اہلسنّت سے جدا جا پڑے۔ کُلُّ ذٰلِکَ لِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی حَقِیْقَةِ النُّبُوَّة ' یہ سب کچھ حقیقت نبوت پر اطلاع نہ پانے کے باعث ہے اور چونکہ بعد زمانہ کے باعث لوگوں کی نظر میں کمالات نبوت کے مقابلہ میں کمالات نبوت حقیر دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے اس بارہ میں سخن کو مفصل بیان کیا اور معاملہ کی تھوڑی سی حقیقت ظاہر کر دی۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ یا اللہ ہمارے گناہوں اور ہمارے کام ہماری زیادتی کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہم کو مدد دے۔

اخوی رشدی شیخ داؤد چونکہ ان حدود کی طرف جانے والے تھے اس لئے وہی اس تکلیف کے باعث ہوئے ہیں۔ والسلام

## مکتوب (۲۶۹)

دینی دشمنوں کی اہانت کرنے اور ان بیوقوفوں اور بدبختوں کے جھوٹے خداؤں کی توہین اور تخریب پر ترغیب دینے اور اس عظیم القدر امر کیلئے اپنی تمنا ظاہر کرنے اور اس کے مناسب بیان میں مرتضیٰ خان کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

ہر شخص کے دل میں کسی نہ کسی امر کی تمنا ضرور ہوا کرتی ہے لیکن اس فقیر کی تمنا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اور اسکے پیغمبر ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے اور ان بدبختوں کی اہانت کی جائے اور ان کے جھوٹے خداؤں کو ذلیل وخوار کیا جائے۔ یہ فقیر یقیناً جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عمل سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب اور کوئی عمل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار آپ کو اس عمل پسندیدہ کے لئے ترغیب دیتا ہے اور اس کام کا بجالانا نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ چونکہ آپ بذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خود وہاں تشریف لے گئے ہیں اور اس گندے مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تحقیر واہانت کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ اس لئے اول اس نعمت کا شکرادا کرنا چاہئے کیونکہ بہت لوگ اس مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تعظیم وتوقیر کیلئے وہاں جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو اس بلا میں مبتلا نہ کیا۔ اس نعمت عظمیٰ کے شکرادا کرنے کے بعد ان بدبختوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کی تحقیر اور توہین میں بہت کوشش کرنی چاہئے اور ظاہر و باطن میں جس قدر ہو سکے ان لوگوں کی بربادی میں کوشش کرنی چاہئے اور اس تراشیدہ و ناتراشیدہ بت کی ہر طرح اہانت کرنی چاہئے۔ امید ہے کہ بعض سستیاں جو آپ سے وقوع میں آئی ہیں' اس عمل سے ان کی تلافی اور کفارہ ہو جائے گا۔ بدن کی کمزوری اور سردی کی شدت مانع ہیں۔ ورنہ فقیر خود حاضر خدمت ہو کر اس امر کی ترغیب دیتا اور اس تقریب سے اس پتھر پر تف ڈالتا اور اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جانتا۔ اس سے زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۷۰)

اس بیان میں کہ بعض صحبتیں گوشہ نشینی پر ترجیح رکھتی ہیں' شیخ نور محمد کی طرف صادر کیا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

شیخ نور محمد آپ نے دور افتادوں کو اس طرح فراموش کیا ہے کہ سلام و پیام سے بھی یاد نہیں کرتے۔ آپ کی دلی خواہش گوشہ نشینی کی تھی' سو آپ کو میسر ہو گئی لیکن بعض ایسی صحبتیں ہیں جو گوشہ نشینی اور تنہائی پر فضیلت رکھتی ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر قیاس کرنا چاہئے کہ چونکہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر کے حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت میں حاضر نہ ہو سکا۔ اس لئے صحبت کے کمالات اس کے نصیب نہ ہوئے اور تابعین میں سے ہو گیا اور پہلے درجہ کی فضیلت اور خیریت سے نکل کر دوسرے درجہ میں جا پڑا۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر روز صبح نئی طرز پر ہے۔ مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ "جس کے دونوں دن برابر ہیں وہ زیاں کار ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پر چلے اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۷۱)

ایک واقع کے استفسار کے حل میں شیخ حسن برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

میرے معزز بھائی شیخ حسن (کہ خدائے تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کو اپنے کمال تک پہنچائے) مکتوب مرغوب پہنچا۔ وہ واقع جو آپ پر ظاہر ہوا تھا اور آپ نے لکھا تھا اس کا حال واضح ہوا۔ آپ امیدوار ہیں اور جو کچھ آپ کو امر کیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جانے کے ساتھ کوشش کریں اور احکام شرعیہ کے بجالانے سے سر مو تجاوز نہ کریں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ و پیراستہ رکھیں۔

؎ کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ کام اصل یہی ہے باقی ہے ہیچ

اگر آپ کے والدین پسند کریں اور اخوند و استاد بھی راضی ہوں تو ہندوستان کی سیر کو غنیمت جانیں۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۷۲)

ایمان بالغیب اور ایمان شہودی' اور توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ فنا کے حاصل ہونے میں جو درکار ہے وہ توحید شہودی ہے۔ توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اقسام کے بیان میں اور اس بیان میں کہ ایمان غیب کو ایمان شہادت پر فضیلت ہے اور اس بیان میں کہ اول اول جس شخص نے توحید وجودی کو ظاہر کیا ہے۔ فتوحات مکیہ کا صاحب ہے اور گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں لیکن توحید شہودی پر محمول ہیں اور اس کے مناسب بیان میں میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ کے بعد سیادت پناہ برادر اور معزز محب اللہ کو واضح ہو کہ اس واجب الوجود کی ذات پاک اور اس کی تمام صفات کے ساتھ غیب سے ایمان لانا' انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ان کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اوران اولیا کا جو کلی طور پر مرجوع ہیں اوران کی نسبت اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی نسبت ہے۔ اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہے اور علماء اور عامہ مومنین کا نصیب ہے اور ایمان شہودی عامہ صوفیہ کا نصیب ہے۔ خواہ وہ ارباب عزلت یعنی گوشہ نشین ہوں۔ خواہ وہ ارباب عشرت یعنی لوگوں میں رہنے والے ہوں کیونکہ ارباب عشرت اگرچہ مرجوع ہیں لیکن انہوں نے پورے طور پر رجوع نہیں کیا ہے۔ ان کا باطن اسی فوق کی طرف نگراں ہے۔ یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ ہیں اور باطن میں حق جل شانہٗ کے ساتھ۔ اسی واسطے ایمان شہودی ہر وقت ان کے نصیب ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ کلی طور پر مرجوع اور ظاہر و باطن میں خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہیں۔ اس لئے ایمان بالغیب ان کے نصیب ہے اور اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے کہ باوجود رجوع کے فوق کا نگراں رہنا نقصان اور انجام تک نہ پہنچنے کی علامت ہے اور کلی طور پر رجوع کرنا نہایت النہایت تک پہنچنے کی علامت ہے۔ صوفیہ نے کمال کو جمع بین التوجہین یعنی دونوں توجہوں کے جمع ہونے میں جانا ہے اور تشبیہ اور تنزیہ کے جامع کو کاملین میں سے سمجھا ہے۔

آں ایشا نندو من چنینم یا رب

ترجمہ: میں ایسا ہوں وہ ایسے ہیں خدایا

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جب مقام دعوت سے فارغ ہو جاتے ہیں اور عالم بقاء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور رجوع کی مصلحت تمام ہو جاتی ہے تو بڑے شوق کے ساتھ الرفیق الاعلی کی ندا لگا کر کلی طور پر حق جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مراتب قرب میں بے خبر رہ جاتے ہیں۔

هَنِيئاً لِاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

فقیر کے نزدیک کمال یہ ہے کہ عروج کے وقت کثرت بالکل نظر سے دور ہو جائے۔ حتیٰ کہ اسماء و صفات بھی ملحوظ نہ ہوں اور احدیت مجردہ کے سوا اور کچھ مشہود نہ ہو۔ ثُمَّ عُوْمِلَ مَعَهٗ مَا عُوْمِلَ مَعَهٗ (پھر اس کے ساتھ معاملہ کیا گیا جو کیا گیا) اور رجوع کے وقت سب کی سب کثرت پر پڑے اور عامہ مومنین کی طرح خلق کے سوا اور کوئی امر مشہود نہ ہو اور اطاعت کے ادا کرنے اور خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے سوا اس کا کوئی کام نہ ہو اور جب دعوت کے امر کو پورا کرے اور عالم فانی کو دواع کرے تو پورے طور پر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو کر اپنا رخت غیب سے شہادت کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لے جائے اور معاملہ گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) کوئی ناقص پورے طور پر رجوع کرنے کو نقص خیال نہ کرے اور توجہ باطن کو جو حق سبحانہ' کی طرف ہوتی ہے توجہ بخلق سے جو ان کی دعوت و تکمیل کیلئے ہوتی ہے بہتر نہ جانے کیونکہ صاحب رجوع اپنے اختیار کے ساتھ مقام رجوع میں نہیں آیا بلکہ اس نے حق تعالیٰ کی مراد کے موافق اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول کیا ہے اور وصل سے ہجر کے ساتھ قرار پکڑا ہے۔ پس صاحب رجوع حق تعالیٰ کی مراد پر قائم اور اپنی مراد سے فانی ہے اور صاحب توجہ وصول و شہود کے ساتھ محفوظ اور قرب و معیت کے ساتھ خوش ہے۔

ہجرے کہ بود مراد محبوب — از وصل ہزار بار خوشتر

ترجمہ: بیت: جدائی جس میں دلبر کی رضا ہے — وہ بہتر وصل سے صدہا گنا ہے

لِاَنِّیۡ فِی الۡوِصَالِ عُبَیۡدُ نَفۡسِیۡ — وَفِی الۡھِجۡرِ مَوۡلٰی لِلۡمَوَالِیۡ

وَ شُغۡلِیۡ بِالۡحَبِیۡبِ بِکُلِّ حَالٍ — اَحَبُّ اِلَیَّ مِنۡ شُغۡلِیۡ بِحَالِیۡ

ترجمہ: کہ وقت وصل نوکر نفس کا ہوں — جدائی میں غلام دلربا ہوں

خیال یار ہر دم دل جلائے — مجھے یکبار ہستی سے بھلائے

رجوع کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں۔ صاحب توجہ کو صاحب رجوع کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے اور وہ توجہ ولایت کے آثار سے۔ شَتَّانَ مَا بَیۡنَھُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچتا۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تشبیہ اور تنزیہ کے جمع کرنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ ایمان بہ تنزیہ سب مومنوں کو حاصل ہے۔ عارف وہ ہے جو ایمان بہ تشبیہ کو بھی اس کے ساتھ جمع کرے اور خلق کو خالق کا ظہور دیکھے اور کثرت کو وحدت کا لباس جانے اور صانع کو صنع میں مطالعہ کرے۔

غرض صرف تنزیہ کی طرف توجہ کا رہنا ان کے نزدیک نقص ہے اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کا مشاہدہ کرنا ان کے نزدیک سراسر عیب ہے۔ یہ لوگ احدیت صرف کی طرف متوجہ ہونے والوں کو ناقص خیال کرتے ہیں اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کے ملاحظہ کرنے کو تحدید و تقیید سمجھتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تنزیہ صرف کی طرف ہے اور تمام آسمانی کتابیں ایمان تنزیہی کے ساتھ ناطق ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آفاقی وانفسی جھوٹے خداؤں کی نفی کرتے ہیں اور ان کے باطل ہونے کی دعوت فرماتے ہیں اور اس واجب الوجود کی وحدت کی طرف جو بیچون وبیچگون ہے رہنمائی کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے نہیں سنا کہ کسی پیغمبر علیہ السلام نے ایمان تشبیہی کی طرف دعوت کی ہو اور خلق کو خالق کا ظہور کہا ہو۔ تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام واجب الوجود کی توحید کے کلمہ میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا تمام ارباب کی نفی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ یارسول اللہ اہل کتاب کو کہہ دو کہ آؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یعنی ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی کو اس کے ساتھ شریک بنائیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ پ۳ ع۱۵

یہ لوگ بے نہایت اسباب ثابت کرتے ہیں اور سب کو رب الارباب کے ظہورات خیال کرتے ہیں اور کتاب وسنت کو جو اپنے مطالب کے لئے بطریق شہادت پیش کرتے ہیں۔

(کتاب) هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ یعنی اول وآخر وظاہر وباطن وہی ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی نہیں مارا تو نے جب کہ مارا، مگر اللہ تعالیٰ نے مارا۔ پ۹ ع۱۶

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پ۲۶ ع۹

(سنت) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْءٌ یا اللہ تو ہی اول ہے اور تیرے اول کوئی شے نہیں ہے اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے اور تو ہی ظاہر ہے، تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے اور تو ہی باطن ہے، تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے۔

اس میں کچھ شہادت نہیں ہے کیونکہ ان عبارتوں میں کامل طور پر وجود ماسوائے کمال کی نفی کا حصر ہے نہ کہ اصل وجود کی نفی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الکتاب (نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ) اور فرمایا لا ایمان لمن لا امانۃ لہ (جس کو امانت نہیں اس کا ایمان نہیں)۔

کتاب وسنت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ یہ توجیہ نصوص کی تاویل نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ کمال بلاغت پر نصوص کو حمل کیا گیا ہے اور عرف میں جب کسی شخص کے امر رسالت کو ضروری اور مہتم بالشان ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اس سے مقصود حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے جو حقیقت سے ابلغ ہے اور جب فاعل سے جو کامل قدرت والے مالک کا غلام اور بندہ ہے۔ اس کے قدرو اندازہ سے بڑھ کر کوئی فعل صادر ہو اور اس فعل میں اس مالک قادر کی التفات وتوجہ مدنظر ہو تو اس وقت مالک کو لائق ہے کہ یہ کہہ دے کہ اس فعل کو میں نے ہی کیا ہے۔ یہ بات بھی نہ ہی اتحاد فعل پر اور نہ ہی اتحاد ذات پر دلالت کرتی ہے۔ حاشا وکلا کہ بندۂ غلام کا فعل عین مالک مقتدر کا فعل ہو یا اس کی ذات کا عین بن جائے۔

ان لوگوں نے شاید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاق کو نہیں سمجھا ہے کیونکہ ان کی دعوت کا مدار اثنینیت یعنی دوئی اور غیر کے وجود اور غیریّت پر ہے۔ ان کی عبارتوں کو توحید واتحاد پر حمل کرنا بے ہودہ تکلف ہے اگر حقیقت میں ایک ہی موجود ہوتا اور اس کے سوا سب اس کے ظہورات ہوتے اور اس کے ماسوائے کی عبادت اسی کی عبادت ہوتی' جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے تو پھر انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام مبالغہ اور تاکید کے ساتھ ان کی پرستش سے کیوں منع کرتے اور ان کی پرستش پر دائمی عذاب کیوں مترتب کرتے اور ان کے پجاریوں کو خدا کا دشمن کیوں کہتے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کی غلطی پر اطلاع نہ بخشیں عینیت کی دید جو جہالت سے ان میں پیدا ہوگئی ہے' دور نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی عبادت کو حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت جانتے ہیں۔

ان لوگوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں نے عام لوگوں کے قصور فہم کے باعث توحید وجودی کے اسرار کو پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی دعوت کی بناء غیر وغیریّت پر رکھی ہے اور وحدت کو چھپا کر کثرت پر دلالت کی ہے۔

یہ بات شیعہ کے تقیہ کی طرح سننے کے قابل نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کہ واقعی اور نفس الامر ہے اس کی تبلیغ کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔ جب نفس الامر میں ایک ہی موجود ہو اور اس کا غیر کچھ موجود نہ ہو تو مناسب نہیں کہ اس کو چھپا کر نفس الامر کے خلاف ظاہر کریں۔ خاص کر وہ احکام جو واجب الوجود کی ذات وصفات وافعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اظہار اور اعلان کے زیادہ حق دار ہیں۔ کوتاہ نظر خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں کیا نہیں دیکھتے قرآن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی آیات متشابہات یا احادیث متشابہات جن کے سمجھنے سے عوام کیا خواص بھی عاجز ہیں۔ ان کے اظہار کرنے سے منع نہیں ہوئے اور نہ ہی عوام کی غلطی اور کوتاہ فہمی ان کے اظہار کی مانع ہوئی۔ یہ لوگ اس شخص کو جو دو وجود کا قائل ہے اور ماسوا کی عبادت سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے' مشرک کہتے ہیں اور اس شخص کو جو ایک وجود کا قائل ہے موحد کہتے ہیں اگرچہ ہزار بت کی عبادت کرے اس خیال سے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں اور ان کی عبادت حق تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انصاف کرنا چاہئے کہ ان دونوں گروہوں میں سے مشرک کون ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وحدت وجود کی طرف دعوت نہیں کی ہے اور نہ ہی دو وجود کہنے والے کو مشرک کہا ہے بلکہ ان کی دعوت وحدت معبود کی طرف ہے اور انہوں نے ماسوائے کی عبادت کو شرک کہا ہے۔

اگر صوفیہ وجودیہ ماسوا کو غیریت کے طریق پر نہ بھی جانیں تو بھی مشرک کو دفع نہیں کر سکتے کیونکہ ماسوا' ماسوا ہی جانیں یا نہ جانیں۔ ان میں سے بعض متاخرین عالم کو حق تعالیٰ کا عین نہیں جانتے اور عینیت سے کنارہ کرتے ہیں اور عینیت کے قائلوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شیخ محی الدین اور اس کے تابعداروں کے ساتھ انکار سے پیش آتے اور ان کو برائی سے یاد کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ لوگ عالم کو حق تعالیٰ کا غیر بھی نہیں جانتے بلکہ نہ ہی حق تعالیٰ کا عین اور نہ ہی حق تعالیٰ کا غیر جانتے ہیں۔ یہ بات بھی ثواب سے دور ہے۔ اَلْاِثْنَانِ مُتَغَائِرَانِ (دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں) قضیہ مقررہ ہے۔ اثنینیت یعنی دوئی کا منکر درجہ عقل کا مخالف ہے۔ ہاں متکلمین نے صفات واجبی جل سلطانہٗ کے بارہ میں لاھوا ولا غیر ہوا کہا ہے اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد رکھ کر اس امر کو مدنظر رکھا ہے کہ دو متغائر چیزوں کا باہم انفکاک یعنی الگ ہونا جائز ہے کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات وقدیمہ کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز متصور ہو سکتا ہے۔ پس لَا هُوَ وَلَا غَيْرَ هُوَ صفات قدیمہ میں صادق ہے برخلاف عالم کے کہ یہ نسبت اس میں مفقود ہے۔ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْءٌ (اللہ ہی تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی) پس عالم کی غیریت کی نفی کرنا لغت میں بھی اور اصطلاح میں بھی صدق سے دور ہے۔ ان لوگوں نے اپنی نارسائی کے باعث عالم کو صوفات قدیمہ کی طرح سمجھ کر اس کے مخصوص حکم کو اس جگہ اطلاع کیا ہے۔ یہ لوگ جب عینیت عالم کی نفی کے قائل ہوئے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ غیریت عالم کے قائل ہوں اور توحید وجودی میں عین کہنے سے چارہ نہیں ہے کہ عالم اپنے صانع کے ساتھ متحد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے۔ حاشا وکلا ان معنوں کے اعتبار سے نہ ہے کہ عالم معدوم ہے اور حق تعالیٰ کا وجود واجب جیسا کہ اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے۔

سوال: صوفیہ وجودیہ دو وجود کے کہنے والے کو جو مشرک کہتے ہیں وہ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ دو بن ہیں اور دو بیں طریقت کا مشرک ہے؟

جواب: دو بینی (ا) جو طریقت کا شرک ہے' توحید شہودی سے دفع ہو جاتا ہے توحید وجودی اس مقام میں کچھ درکار نہیں ہے کیونکہ سالک کا مشہود وملحوظ ایک ذات مقدس کے سوا اور کوئی امر نہیں ہے تاکہ فنا متحقق ہو اور طریقت کا شرک دور ہو جائے دن میں جو آفتاب کو تنہا دیکھتے ہیں اور ستاروں کو نہیں دیکھتے' دو بینی' کا دفعیہ حاصل ہے۔ اگرچہ ہزاروں ستارے دن میں موجود ہوں مقصود یہ ہے کہ ایک آفتاب مشہود ہو۔ خواہ ستارے معدوم ہوں یا موجود۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ کمال اس صورت میں ہے کہ اشیاء موجود ہوں اور سالک کمال فنا کے باعث جو اپنے مطلوب حقیقی سے رکھتا ہے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے اور کوئی چیز اس کے دیدہ بصیرت میں نہ آئے اور اگر اشیاء موجود نہ ہوں فنا کس سے متحقق ہوگی اور فانی کس سے ہوگا اور کس کو فراموش کرے گا۔

اول جس شخص نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے وہ شیخ محی الدین ابن عربی ہے اس سے گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید وجودی کی خبر دیتی ہیں لیکن توحید شہودی پر حمل کرنے کے قابل ہیں کیونکہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کے غیر کو جب نہیں دیکھتے تو بعض کہتے ہیں کہ لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ سِوَى اللهِ (میرے جبہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں) اور بعض سُبْحَانِيْ مَا اَعْظَمُ شَانِيْ کی ندا پکار اٹھتے ہیں اور بعض لَيْسَ فِي الدَّارِ غَيْرُهٗ دَيَّارٌ (گھر میں اس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں) کا آوازہ لگاتے ہیں۔ یہ سب پھول ایک ہی یک بینی' کی شاخ سے کھلے ہیں ان عبارتوں میں کوئی بھی وحدت وجود پر دلالت نہیں کرتی اور جس شخص نے اس مسئلہ کو بابوں اور تفصیلوں میں لکھا ہے اور صرف ونحو کی طرح اس کو جمع کیا ہے وہ شیخ محی الدین ہی ہے اور اسی مسئلہ کے بعض پوشیدہ معارف کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے کہا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم ومعارف کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے اور خاتم الولایت محمدی ﷺ اپنے آپ کو جانتا ہے شارحین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ بادشاہ اپنے خزانچی سے اگر کوئی چیز لے تو اس میں کیا نقصان ہے۔

غرض فنا وبقا اور ولایت کبریٰ کے کمالات حاصل کرنے کیلئے توحید وجودی کچھ درکار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نہیں ہے۔ توحید شہودی حاصل ہونی چاہیے تاکہ فنا متحقق ہو جائے اور ماسوائے کا نسیان حاصل ہو جائے۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی سالک ابتداء سے انتہا تک سیر کر جائے اور توحید وجودی کے علوم و معارف سے کوئی بھی اس پر ظاہر نہ ہو۔ بلکہ نزدیک ہے کہ ان علوم سے انکار کر دے۔

فقیر کے دوران وہ راستہ جوان معارف کے ظہور کے بغیر سلوک کے ساتھ میسر ہو جائے وہ اس راستہ سے زیادہ قریب ہے جو اس ظہور کو متضمن ہے اور نیز اس راہ کے سالکوں میں سے اکثر مطلوب تک پہنچتے ہیں اور اکثر راہ میں رہ جاتے ہیں اور دریا سے قطرہ کے ساتھ سیراب ہو جاتے ہیں اور اتحاد کے وہم میں پڑ کر ظل میں گرفتار رہتے ہیں اور وصل سے محروم رہتے ہیں۔ یہ امر تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ وَاللهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ۔

اور نیز فقیر کو اگرچہ راہ ثانی سے سلوک میسر ہوا ہے اور توحید وجودی کے علوم و معارف کے ظہورات سے کافی حصہ حاصل ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور سیر محبوبی کے ساتھ راستہ کے جنگلوں اور میدانوں کو فضل و عنایت کی امداد سے طے کروایا اور کمال کرم کے ساتھ ظلال سے گزار کر اصل تک پہنچایا اور جب معاملہ مسترشدوں یعنی مریدوں تک پہنچا، تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ ایک اور راہ ہے جو وصول کے زیادہ قریب اور حصول میں زیادہ آسان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

تنبیہ: سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگرچہ موجودات متعددہ ہوں اور حق تعالیٰ کا ماسوائے بھی موجود ہو تو پھر بھی ہوسکتا ہے کہ فنا و بقاء متحقق ہو جائے نہ یہ کہ ماسوائے معدوم و ناچیز ہو جائے۔ یہ بات باوجود ظہور کے اکثر خواص پر پوشیدہ رہی ہے، پھر عوام کا کیا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے توحید شہودی کو عین وجودی خیال کر کے وحدت وجود کی معرفت کو راستہ کی شرط جانا ہے اور وہ وجود کہنے والے کو ضَالَ وَ مُضِلّ (گمراہ و گمراہ کرنے والا) سمجھا ہے اور کثرت کے آئینوں میں وحدت کے مشاہدہ کو انجام کار تصور کیا ہے ان میں سے بعض نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کمالات نبوت حاصل ہونے کے بعد شہود وحدت در کثرت کے مقام میں رہے ہیں اور آیت کریم اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ سے اس مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ تحقیق ہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نے تجھ کو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوثر کی واؤ کے درمیان آنے سے جو حروف کثر کے درمیان ہے۔ یہ اشارات سمجھے ہیں۔ حاشا وکلا اس قسم کے معارف مقام نبوت کے لائق نہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خدائے بیچون جل شانہ کی طرف دعوت کرتے ہیں اور جو چیز چون کے آئینوں میں گنجائش نہیں رکھتی ہے وہ بیچونی سے بے نصیب ہے اور چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ان کو انصاف دے۔ شاید یہ لوگ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات کے ترازو پر تولنا چاہتے ہیں اور ان کے کمالات کو اپنے کمالات کی طرح جانتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات ۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہان است      زمین و آسمان او ہمان است

ترجمہ: وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے      زمین و آسماں اس کا وہاں ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے کمینہ اور عاجز اس قسم کی معرفت سے جو اول اول حاصل ہوئی تھی، ندامت و استغفار کرتا ہے اور اس شہود کو نصاریٰ کے حلول کی طرح اس پاک جناب سے نفی کرتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا ہے اور سنا گیا اور جانا گیا۔ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہئے۔ پس کثرت میں وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے، اس پاک بارگاہ سے منتفی اور دور ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی اس کلام نے مجھ کو اس شہود سے نکال دیا ہے اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گئی ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِّيْ خَيْرَ الْجَزَاءِ (اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے خیر دے) میں صرف ایک ہی بابت سے حضرت خواجہ قدس سرہ کا مرید اور حلقہ بگوش ہوں اور واقعی اولیاء میں سے شاید ہی کسی نے اس طرح کی عبارت بیان کی ہو اور تمام مشاہدات ومعائنات کی اس طرح پر نفی کی ہو۔

اس مقام میں آپ کے اس سخن کی حقیقت کو جہاں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی معرفت بہاؤالدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتداء بایزید علیہ الرحمۃ کی انتہا نہ ہو، ڈھونڈنی چاہئے کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے اور سُبْحَانِيْ مَا اَعْظَمَ شَانِيْ کے تنگ کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ برخلاف ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے کہ جنہوں نے ایک ہی کلمہ لا سے اس کے تمام مشاہدات کی نفی فرمادی اور سب کو حق تعالیٰ کا غیر ثابت کر دیا۔ حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے نزدیک تشبیہ ہے اور اس کا بیچون ان کے نزدیک چون اور کمال نقص ہے ناچار اس کی انتہاء جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھا۔ خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی انتہا ہوگی کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے اور نہایت نہایت تنزیہ کے ساتھ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر حال میں بایزید رحمتہ اللہ علیہ کو اس نقص پر اطلاع بخشی گئی کہ موت کے وقت اس طرح کہتا تھا۔ مَاذَکَرْتُکَ اِلَّا عَنْ غَفْلَةٍ وَمَا خَدَمْتُکَ اِلَّا عَنْ فَتْرَةٍ میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے اور میں نے تیری خدمت نہیں کی مگر سستی سے۔

اس نے اپنے پہلے حضور کو غفلت جانا کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا حضور نہ تھا بلکہ ظلال میں سے ایک ظل کا حضور اور اس کے ظہورات میں سے ایک ظہور تھا۔ پس ناچار حق تعالیٰ سے غافل رہا اور حق تعالیٰ وراء الوراء۔ ظلال وظہورات سب کے سب مبادی اور مقدمات اور معارج اور معدات ہیں اور یہ جو حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں۔ واقع کے موافق ہے کیونکہ ابتداء ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف پر ہے او اسم وصفت سے ذات کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

اس طائفہ علیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت اپنے شیخ مقتداء سے جو اس کمال کے ساتھ مشرف ہوتا ہے۔ بطریق انعکاس حاصل ہو جاتی ہے خواہ وہ اس کو جانیں یا نہ جانیں پس ناچار کاملوں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج ہوگی۔

حاصل کلام یہ کہ احدیت کی توجہ ان میں غالب آ جائے اور ظاہر کو بھی باطن کے ہم رنگ کر دے تو سالک مشاہدات سفلی سے جو ممکنات کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں، آزاد ہو جاتا ہے اور عارف تشبیہ سے خلاصی پا جاتا ہے اور اگر یہ توجہ غالب نہ ہو سکے اور صرف باطن پر ہی لگی رہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر کثرت میں وحدت کے مشاہدہ کی لذت پاتا ہے اور توحید واتحاد سے محفوظ ہوتا ہے لیکن یہ شہود ان کے حق میں ظاہر پر ہی محدود رہتا ہے باطن میں کچھ سرایت نہیں کرتا۔ ان کا باطن احدیت صرف کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ان کا ظاہر کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ معلوم نہ اور شہود ظاہر کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہو۔ جیسا کہ ابتداء میں ان سطور کے لکھنے والے کا حال تھا کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ سے جو احدیت صرف کی طرف تھی، بالکل آگاہی نہ رکھتا تھا اور کلی طور پر اپنے آپ کو کثرت وحدت کی طرف متوجہ پاتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت حق سبحانہ نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باطن کی توجہ پر اطلاع بخشی اور باطن کو ظاہر پر نصرت دی اور معاملہ کو یہاں تک پہنچایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

وہ معارف توحیدی اور مشاہدات سفلی جو اس خاندان بزرگ کے بعض خلفاء سے سرزد ہوئے ہیں۔ وہ بھی اسی قسم سے ہیں۔ نہ یہ کہ یہ لوگ ظاہر و باطن میں اسی شہود کی طرف متوجہ اور اسی معرفت میں گرفتار رہے ہیں۔ برخلاف دوسرے بزرگوں کے جو ظاہر و باطن میں اور اس شہود کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جان کر اسی کو کمال سمجھتے ہیں ان لوگوں کا باطن بھی اگرچہ تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان رکھتا ہے لیکن گرفتاری اور ہے اور ایمان کچھ اور اور حال اور ہے اور علم کچھ اور چیز وہ لوگ جو تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے اور مشاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے معتقد نہیں ہیں۔ وہ ملحدوں میں سے ہیں جو اس بحث سے خارج ہیں۔

فقیر کے نزدیک ممکنات کے آئینوں میں حق تعالیٰ کا وہ شہود جس کو صوفیہ کی ایک جماعت کمال جانتی ہے اور تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان جمع خیال کرتی ہے۔ درحقیقت حق تعالیٰ کا شہود نہیں ہے۔ اس میں ان کا مشہود ان کا خیالی اور من گھڑت امر ہے کیونکہ جو کچھ ممکن میں دیکھتے ہیں وہ واجب نہیں اور جو کچھ حادث میں پاتے ہیں، وہ قدیم نہیں ہے اور جو کچھ تشبیہ میں ظاہر ہوتا ہے وہ تنزیہ نہیں ہے۔ ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہات یعنی بے ہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے اور حق تعالیٰ کے غیر کو حق تعالیٰ نہ جاننا چاہئے مانا کہ یہ لوگ خطا کار مجتہد کی طرح معذور ہیں اور خطا کار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے۔ کاش کہ مجتہد مخطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ یا اس واجتہاد اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ برخلاف کشف اور الہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہے اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہئے اور دین کے اصول کو ان کی آراء کے موافق ڈھونڈنا چاہئے اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہ کرنی چاہئے اور حسن ظن کے ساتھ ان کے طعن سے لب باندھنی چاہئے اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات سے جاننا چاہئے اور ظاہر کی طرف مصروف و پھرا ہوا خیال کرنا چاہئے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں بعض صوفیہ عام لوگوں کو اپنے کشفیہ اور الہامیہ امور مثلاً وحدت وجود کے ساتھ ایمان لانے پر دلالت کرتے ہیں اور ان کی تقلید کی ترغیب دیتے ہیں اور ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے عدم ایمان پر دھمکاتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ ان امور کے عدم انکار پر دلالت کرتے اور ان کے منکر پر تہدید اور دھمکی فرماتے کیونکہ ایمان اور چیز ہے اور عدم انکار اور چیز ان امور کے ساتھ ایمان لانا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ ہاں ان امور کے انکار سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار ان اموروں کے انکار تک پہنچا دے اور حق تعالیٰ کے اولیاء کے ساتھ بغض و عداوت پیدا ہو جائے۔ علمائے اہل حق کے موافق کام کرنا چاہئے اور صوفیہ کی کشفیہ باتوں سے حسن ظن کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے اور لَا وَنَعَمْ پر جرات نہ کرنی چاہئے هٰذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْاِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيطِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ یہی وہ حق ہے جو افراط و تفریط کے درمیان واقع ہے اور اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ ان لوگوں میں سے بہت سے مدعی اسی شہود و مشاہدہ پر بھی قناعت نہیں کرتے بلکہ اس شہود کو تنزل خیال کر کے اس اثناء میں رویت بصری کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم واجب الوجود جل سلطانہ کی ذات کو دیکھتے ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ وہ دولت جو ہمارے پیغمبر ﷺ کو شب معراج میں حاصل ہوئی تھی، ہم کو ہر روز میسر ہے اور وہ نور جوان کے دیکھنے میں آتا ہے اس کو صبح کی سفیدی سے تشبیہ دیتے ہو اور اس نور کو مرتبہ بے کیفی خیال کرتے ہیں اور مراتب عروج کی نہایت اس نور کے ظہور تک تصور کرتے ہیں۔ تَعَالٰى سُبْحَانَهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں، بہت بڑا ہے۔

اور نیز حضرت حق جل شانہ کے ساتھ مکالمہ و کلام ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے۔ کبھی دشمنوں کے حق میں حضرت حق سبحانہ کی طرف سے کئی قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں اور کبھی اپنے دوستوں کو بشارت دیتے ہیں اور ان میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں کہ رات کی تہائی یا چوتھائی حصہ تک میں حق تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتا رہا اور ہر طرح کی باتیں پوچھتا رہا اور جواب لیتا رہا۔ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا ان لوگوں نے اپنے آپ میں تکبر کیا اور بڑی سرکشی کی۔ ان لوگوں کی باتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس نور مرئی کو عین حق تعالیٰ سمجھتے ہیں اور اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات تصور کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ اس کے ظہورات میں سے کوئی ظہور یا اس کے ظلال میں سے کوئی ظل جانتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات کہنا محض افتراء اور صرف الحاد اور خالص زندقہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی حلم و تحمل ہے کہ اس قسم کے مفتریوں کے لئے طرح طرح کے عذابوں میں جلدی نہیں کرتا اور ان کی بیخ کنی نہیں فرماتا۔ سُبْحَانَكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عِلْمِکَ وَعَلٰی عَفْوِکَ بَعْدَ قُدْرَتِکَ یا اللہ تو پاک ہے کہ ہماری برائیوں کو جان کر حلم فرماتا ہے اور قدرت کے باوجود معاف کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث ہلاک ہوگئی اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد لَنْ تَرَانِیْ کا زخم کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العلمین کے محبوب اور تمام اولین و آخرین موجودات میں سے بہترین ہیں۔ باوجود اس کے کہ معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے اور عرش و کرسی سے گزر کر مکان و زمان سے بھی اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشاروں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَارَایٰ رَبَّہٗ سُبْحَانَہٗ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ یعنی صحیح یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔ یہ بے سروسامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت محمد رسول ﷺ کے ایک دیدار میں بھی علماء کی قیل وقال ہے۔ فَضَحَھُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ (اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔)

اور نیز ان لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو جس کو یہ لوگ سنتے ہیں۔ حق سبحانہ سے وہی نسبت ہے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ جانتے ہیں۔ یہ عین الحاد ہے حاشا وکلا کہ حضرت حق سبحانہ سے تکلم کے طریقہ پر کوئی ایسی کلام صادر ہو جس میں ترتیب اور تقدیم وتاخیر ہو، جو حدوث کی علامات میں سے ہیں شاید مشائخ کبار کی باتوں نے ان کو غلطی میں ڈال دیا ہے کیونکہ مشائخ نے بھی حضرت حق جل سلطانہ کے ساتھ کلام و مکالمہ کیا ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ مشائخ کبار اس کلام کو حضرت حق سبحانہ کے ساتھ ایسی نسبت نہیں دیتے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ دیکھیں۔ بلکہ وہی نسبت ثابت کرتے ہیں جو مخلوق کو اپنے خلاق کے ساتھ ہے اور اس میں کوئی محظور (۱) اور قباحت نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرہ مبارکہ سے حق تعالیٰ کے کلام کو سنا تو اس کلام کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ وہ نسبت جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے اور ایسے ہی وہ کلام جو آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی۔ اس کلام کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اپنے خالق سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ کلام بھی حق تعالیٰ کی کلام ہے اور اس کا منکر کافر و زندیق ہے گویا حق تعالیٰ کی کلام، کلام لفظی اور کلام نفسی کے درمیان مشترک ہے۔ جس کو حق تعالیٰ کسی امر کے ذریعے ایجاد فرماتا ہے۔ پس کلام لفظی بھی حق تعالیٰ کی کلام ہوگی۔ ناچار اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ هٰذَا التَّحْقِيْقَ يَنْفَعُكَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمَوَاضِعِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ پس سمجھ کیونکہ یہ تحقیق بہت جگہ تجھے نفع دے گی اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہئے کہ وہ وجود جو ممکنات میں ہم ثابت کرتے ہیں۔ تمام صفات کی طرح ایک ضعیف وجود ہے ممکن کے علم کا واجب کے علم کے مقابلہ میں کیا مقدار ہے اور قدرت قدیمہ کے مقابلہ میں قدرت حادثہ کیا اعتبار رکھتی ہے ایسے ہی ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں لاشے محض ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ دیکھنے والا ان دونوں وجودوں کے تفاوت کے باعث شک میں پڑ جائے کہ آیا وجود کا اطلاق ان دونوں فردوں پر حقیقت کے طور پر ہے یا کہ وجود کا اطلاق ایک فرد پر بطریق حقیقت ہے اور دوسرے فرد پر بطریق مجاز۔ کیا نہیں جانتے کہ صوفیہ میں سے بعض لوگوں نے شق ثانی پر یقین کیا ہے اور ممکن کے وجود پر وجود کا اطلاق کرنا تجوز کے طور پر سمجھا ہے اور ممکنات کے وجود کو ثابت نہیں کرتے۔ مگر عوام یا اخص خواص۔ اخص سے مراد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں میں سے وہ لوگ ہیں جو ان کی ولایت اصلیہ سے مشرف ہوئے ہیں اور دائرہ ظلال کو پورے طور پر طے کر چکے ہیں۔ عوام ظاہر بین ہیں جو واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے اقسام سے جانتے ہیں اور دونوں کو موجود تصور کرتے ہیں۔ اخص خواص تیز نظر والے ہیں جو ہر دو وجود کو مطلق وجود کے افراد سے جانتے ہیں اور افراد وجود کے مراتب کے تفاوت کو وجود کی صفات اور اعتبارات کی طرف راجع کرتے ہیں نہ کہ وجود کی حقیقت اور ذات کی طرف تاکہ ایک حقیقت ہو اور دوسرا مجاز اور گروہ متوسطین جو عوام کے رتبہ سے قدم بڑھ کر رکھتے ہیں اور اخص خواص کے کمالات سے کوتاہ دست ہیں، مشکل ہے کہ ممکنات کے وجود کے قائل ہوں اور ممکن کے وجود پر بطریق حقیقت وجود کا اطلاق کریں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ممکن کو اس علاقہ سے موجود کہتے ہیں کہ وجود کے ساتھ اس کی نسبت ہے نہ یہ کہ وجود اس کے ساتھ قائم ہے تاکہ حقیقت کے طور پر موجود ہو۔ اس گروہ میں سے بعض لوگ ممکن کے وجود سے ساکت و خاموش ہیں اور نفی و اثبات کے ساتھ اس کی تصریح نہیں کرتے اور بعض ممکن سے وجود کی نفی کرتے ہیں اور واجب تعالیٰ کے سوا اور کسی کو موجود نہیں جانتے۔ ان میں سے ایک گروہ ممکن کے وجود کو جیسا کہ وجود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کا عین نہیں جانتے وجود کا غیر بھی نہیں جانتے اور ان میں سے ایک گروہ نے اس طرح تصریح کی ہے کہ جس وجود کے ساتھ واجب تعالیٰ موجود ہے اس وجود کے ساتھ ممکن بھی موجود ہے۔ اس عبارت سے بھی ممکن کے وجود کی بھی نفی کرتے ہیں۔ غرض ممکن کا وجود ثابت کرنے کے لئے بڑی تیز نظر ہونی چاہئے تا کہ واجب تعالیٰ کے نور کی روشنی میں اس کو دیکھ سکیں۔ تیز نظر والے لوگ دن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود ستاروں کو دیکھتے ہیں اور جس کی نظر تیز نہیں ہوتی، وہ ستاروں کو نہیں دیکھ سکتا۔ پس ممکنات کا وجود دن میں ستاروں کے وجود کی طرح ہے کہ جو تیز نظر والا ہے، وہ دیکھ سکتا ہے اور جو کمزور نظر والا ہے اس دید سے بے نصیب ہے۔

اگر کوئی پوچھے کہ عوام باوجود ضعف بصر اور کوری بصیرت کے کس طرح ممکنات کے وجود کو دیکھ سکتے ہیں حالانکہ وجود واجب تعالیٰ کے انوار کی چمک اس کے دیکھنے سے مانع ہے تو میں کہتا ہوں کہ عوام لوگ ارباب علم میں سے ہیں نہ کہ ارباب دید میں سے ہماری گفتگو ارباب دید کی نسبت ہے نہ کہ ارباب علم کی نسبت۔ کیونکہ ارباب علم اس بحث سے خارج ہیں۔ گویا واجب تعالیٰ کے انوار کا ظہور ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع نہ ہوگا۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ انوار کا ظہور وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع ہے نہ کہ وجود ممکنات کے علم سے مانع ہے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اشیاء کا علم سماع وتقلید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور نظر واستدلال سے بھی متصور ہو سکتا ہے جیسا کہ روز روشن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود، ستاروں کے وجود کا علم ضعیف نظر والوں کو بھی حاصل ہے۔ اسی طرح عوام کو وجود ممکنات کا علم حاصل ہے۔ نہ کہ وجود ممکنات کا شہود کیونکہ شہد صفات بصیرت سے ہے اور ان کی بصیرت کی آنکھ کور ہے۔ مشہود ملک ہو یا ملکوت جبروت ہو یا لاہوت۔

اے عزیز! عوام جس طرح اس بحث میں خواص کے ساتھ شریک ہیں اور کئی باتوں میں بھی ان کے درمیان شرکت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور خلقت اور اہل وعیال کے ساتھ رہنے سہنے میں عوام کی طرح گزارہ کرتے تھے۔ اپنے اہل وعیال کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن معاشرت کے اخبار مشہور ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن سید البشر ﷺ امامین رضی اللہ عنہما کے بوسے لے رہے تھے اور کمال انبساط اور خوشی کے ساتھ ان سے سلوک کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے گیارہ لڑکے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ کی رحمت ہے جو وہ اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

چونکہ اخص خواص بعض اوصاف میں عوام کے ساتھ شریک ہیں۔ خواہ وہ شرکت باعتبار صورت کے ہو۔ اس لئے عوام اپنی نارسائی کے باعث ان کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں اور ان کو اپنی ہی طرح خیال کرتے ہیں اور وہ شخص جو اوصاف وشمائل میں ان سے جدا ہو۔ اس کو بہتر اور بزرگ جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کے ان اوصاف واخلاق کو جو ان کے اوصاف واخلاق سے جدا ہیں۔ ان اخلاق واوصاف سے جو ان کے اوصاف واخلاق کی مانند ہیں۔ بہتر جانتے ہیں اگرچہ وہ اخلاق انبیاء میں موجود ہوں۔

مخدوم فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت حکایت منقول ہے کہ جب ان کا کوئی لڑکا مر جاتا اور اس کے مرنے کی خبر ان کو پہنچتی، ان کی طبیعت میں کچھ تغیر وتبدل نہ آتا اور اس طرح فرمادیتے کہ سگ بچہ مر گیا ہے جاؤ اس کو باہر پھینک دو۔

اور جب حضرت سید البشر ﷺ کا ابراہیم بیٹا فوت ہو گیا۔ حضرت پیغمبر ﷺ اس کے مرنے پر رو پڑے اور نہایت غمناک ہو کر فرمایا اِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے بہت غمزدہ ہیں) یعنی بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ اپنے غم کا بیان فرمایا۔ پس حضرت گنج شکر علیہ الرحمۃ بہتر ہے یا حضرت سید البشر ﷺ۔ عوام کَالْاَنْعَام کے نزدیک معاملہ اول بہتر ہے اور اس کو بے تعلق جانتے ہیں اور دوسرے کو عین تعلق اور گرفتاری سمجھتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَهٗ عَنْ اِعْتِقَادِهِمُ السُّوْءِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برے عقیدے سے بچائے چونکہ یہ ابتلاء وآزمائش کا مقام ہے۔ عوام کو مشتبہ کرنا اور شبہ میں ڈالنا عین حکمت ومصلحت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهٗ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا یا اللہ حضرت سید البشر ﷺ کے طفیل ہم کو حق امر دکھا اور حق کی تابعداری ہمارے نصیب کر اور باطل کو باطل کر کے دکھا اور اس سے ہم کو بچا۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان اور ان کے اصحاب کا ایمان اور ان اولیاء کا جو اصحاب سے ملحق ہیں، دعوت کی طرف رجوع کرنے کے باعث غیب کے ساتھ بدل جاتا ہے جس طرح کوئی شخص دن میں آفتاب دیکھے اور آفتاب کے وجود کے ساتھ ایمان شہودی حاصل کر لے اور جب رات ہو جائے تو اس کا ایمان شہودی ایمان غیب کے ساتھ بدل جائے اور علماء کا ایمان اگرچہ غیب کے ساتھ ہے لیکن ان کے غیب نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی متابعت کے باعث حدس کا حکم پیدا کرلیا ہے اور نظریت سے نکل چکا ہے۔

علماء سے مراد اس جگہ علماء آخرت ہیں نہ علمائے دنیا۔ کیونکہ علمائے دنیا عام مومنین میں داخل ہیں اور ایمان بالغیب جو عام مومنین کی طرف منسوب ہے اس کی اقسام میں سے بہترین قسم وہ ایمان ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید پر وابستہ ہے اور قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ الرَّسُوْلُ سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال: علماء نے فرمایا ہے کہ ایمان استدلالی ایمان تقلیدی سے بہتر ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علماء نے استدلال کو ایمان کی شرائط میں سے مقرر کیا ہے اور ایمان تقلیدی کو معتبر نہیں جانتے اور تو نے ایمان تقلیدی کو بہتر کہا ہے؟

جواب: وہ ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہی ایمان استدلالی ہے کیونکہ صاحب تقلید دلیل کے ساتھ جانتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغ رسالت میں صادق ہیں کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے بیشک سچا ہوتا ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے، سب کے سب صادق اور راست ہیں۔ تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے دادا گی تقلید کرے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کے تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

باقی رہا وہ استدلال جو ارباب نظر (منطقی) اپنے مقدمات کے ساتھ حاصل کرتے ہیں اور صغریٰ و کبریٰ کی ترتیب سے ایمان نتیجہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ استدلال ایک ایسا امر ہے جو امکان کے نزدیک اور وقوع سے دور ہے اور مقام استدلال میں واجب تعالیٰ کے اثبات کے لئے ارباب نظر میں سے مولانا جلال الدین دوانی جیسا معلوم نہیں کہ اور بھی کوئی گزرا ہو کیونکہ وہ محقق بھی ہے اور متأخر بھی اس نے اس امر عالی کے ثابت کرنے میں بہت کوشش کی ہے۔ باوجود اس امر کے اس کے استدلالی مقدمات میں سے کوئی ایسا مقدمہ نہیں ہے جس میں اس کے رسالوں کے محشی منع یا نقص کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں اور اچھے اچھے اعتراض نہ کئے ہوں۔ اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال ہی سے حاصل کرے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے۔

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ اے ہمارے رب ہم اس چیز کے ساتھ ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی ہے اور اپنے رسول کی تابعداری کی پس ہم کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



شاہدین کے ساتھ لکھے۔

# مکتوب (۲۷۳)

اس بیان میں کہ سالک کو چاہئے کہ اپنے شیخ کے طریق کو لازم پکڑے اور دوسرے مشائخ کے طریق کی طرف التفات وتوجہ نہ کرے اور اگر اس کے برخلاف واقعات ظاہر ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرے کیونکہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے۔ اس کے مکروفریب سے غافل نہ ہونا چاہئے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ جو از روئے کرم کے اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا، پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْراً اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ کو لکھا جا چکا تھا کہ سماع کے منع ہونے کا مبالغہ مولود کے منع ہونے کو بھی شامل ہے جو نعتیہ قصیدوں اور غیر نعتیہ شعروں کے پڑھنے سے مراد ہے لیکن برادر عزیز میر محمد خان اور بعض اس جگہ کے یار جنہوں نے واقعہ میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود خوانی سے بہت خوش ہیں ان پر مولود نہ سننا اور ترک کرنا بہت مشکل ہے۔

میرے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا اور منامات اور خوابوں کا کچھ بھروسہ ہوتا تو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی اور طرق میں سے کسی ایک طریق کا لازم پکڑنا عبث معلوم ہوتا کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا اور اپنی خوابوں کے مطابق زندگی بسر کر لیتا۔ خواہ وہ واقعات ومنامات پیر کے طریقہ کے موافق ہوتے یا نہ ہوتے اور خواہ پیر کے پسند ہوتے یا نہ ہوتے۔ اس تقدیر پر سلسلہ پیری ومریدی درہم برہم ہو جاتا اور ہر بوالہوس اپنی وضع پر مستقل وبرقرار ہو جاتا۔ حالانکہ مرید صادق ہزار ہا واقعات کو اپنے پیر کی کے باوجود نیم جو کے ساتھ نہیں خریدتا اور طالب رشید حضور پیر کی بدولت منامات کو اضغاث احلام یعنی جھوٹی خوابیں جانتا ہے اور کچھ التفات ان کی طرف نہیں کرتا۔ شیطان لعین بڑا بھاری دشمن ہے جب منتہی اس کے مکر سے امن میں نہیں ہیں اور اس کے مکر سے ترساں ولرزاں ہیں تو پھر متوسطوں اور مبتدیوں کا کیا ذکر ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حاصل کلام یہ کہ منتہی محفوظ ہیں اور شیطان کے غلبہ سے بچے ہوئے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے۔ پس ان کے واقعات اعتماد کے لائق نہیں ہیں اور نہ ہی دشمن کے مکر سے محفوظ ہیں۔

**سوال:** وہ واقعہ جس میں حضرت پیغمبر ﷺ کو دیکھیں وہ صادق ہے اور شیطان کے مکر وفریب سے محفوظ ہے۔ لِاَنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِصُوْرَتِهٖ كَمَا وَرَدَ (کیونکہ شیطان حضور ﷺ کی صورت سے متمثل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔) پس یہ واقعات جن کا ہم ذکر رہے ہیں صادق اور شیطان کے مکر وفریب سے محفوظ ہیں؟

**جواب:** صاحب فتوحات مکیہ فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس صورت خاصہ کے ساتھ جو مدینہ منورہ میں مدفون ہے، متمثل نہیں ہوسکتا۔ اس خاص صورت کے سوا اور جس صورت میں کہ حضور ﷺ کو دیکھیں، متمثل ہوسکتا ہے اور ان تمام صورتوں میں متمثل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تشخیص خصوصاً مناموں میں بہت مشکل ہے۔ پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو اور اگر شیطان کے متمثل نہ ہونے کو آنحضرت ﷺ کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تمثل کو تجویز نہ کریں جیسا کہ بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں تو یہ بات آنحضرت ﷺ کی بلندی شان کے مناسب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے احکام کا اخذ کرنا اور مرضی کا معلوم کرنا مشکل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دشمن لعین درمیان آ گیا ہو اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو اور دیکھنے والے کو شک وشبہ میں ڈال دیا ہو اور اپنی عبارت واشارت کو اس صورت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عبارت واشارات کر دکھایا ہو۔

چنانچہ مروی ہے کہ ایک دن حضرت سید البشر ﷺ مجلس لگائے ہوئے تھے اور قریش کے سردار اور کفار کے رئیس بھی اس مجلس میں حاضر تھے اور بہت سے اصحاب کرام بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت سید البشر ﷺ نے سورہ نجم پڑھنی شروع کی جب ان کے باطل خداؤں کا ذکر آیا تو آنحضرت ﷺ کے کلام کے ساتھ (شیطان نے اپنا کلام) اس طرح ملا دیا کہ حاضرین نے ان کو آنحضرت ﷺ ہی کا کلام سمجھا اور اس میں کچھ تمیز نہ کرسکے تو کافروں نے جو وہاں موجود تھے، شور مچایا اور کہنے لگے کہ محمد ﷺ نے ہمارے ساتھ صلح کرلی ہے اور ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے۔ حاضرین اہل اسلام بھی اس کلام سے متحیر ہوگئے اور آنحضرت ﷺ کو شیطان لعین کے کلام سے اطلاع نہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ کیا واقع ہے۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اثنائے کلام میں اس قسم کے فقرے حضور ﷺ کی زبان سے نکلے ہیں۔ آنحضرت ﷺ بہت متفکر اور غمناک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہوئے۔ اسی اثناء میں جبرائیل امین علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور وحی لائے کہ وہ کلام القائے شیطانی تھا اور کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گزرا ہے جس کے کلام میں شیطان نے القاء نہ کیا ہو۔ پس ازاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کیا ہے اور کلام کو محکم کیا ہے۔

پس جب آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ کی مجلس میں شیطان لعین نے اپنے کلام باطل کو آنحضرت ﷺ کے کلام میں القا کر دیا اور کسی نے تمیز نہ کی تو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں جو حواس کے معطل و بیکار ہونے کا محل اور شک وشبہ کا مقام ہے باوجود دیکھنے والے کی تنہائی کے کہاں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ شیطان کے تصرف اور مکروفریب سے محفوظ اور مامون ہے یا میں کہتا ہوں کہ نعتیہ قصیدوں کے پڑھنے اور سننے والوں کے ذہن میں متمکن ہو چکا تھا کہ آنحضرت ﷺ اس عمل سے راضی ہیں جیسا کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والوں سے راضی ہوتے ہیں اور یہ معنی ان کی قوت متخیلہ میں منتقش ہو گئے ہوں تو ہوسکتا ہے کہ واقعہ میں اسی اپنی متخیلہ صورت کو دیکھا ہو۔ بغیر اس بات کے کہ وہ واقع حقیقی ہو یا تمثل شیطانی اور نیز واقعات اور رویائے صادقہ کبھی ظاہر پر محمول ہوتے ہیں اور ان کی حقیقت وہی ہے جو دیکھنے والے نے دیکھی ہے۔ مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد اس سے عمرو رکھا ہے۔ اس مناسبت کے لحاظ سے جو زید وعمرو کے درمیان ہے۔

پس کس طرح معلوم ہوسکے کہ یاروں کے یہ واقعات ظاہر پر محمول ہیں اور ظاہر سے مصروف اور پھرے ہوئے نہیں ہیں۔ کیوں نہیں ہوسکتا کہ ان واقعات سے مراد ان کی تعبیریں ہوں اور وہ واقعات دوسرے امور سے کنایہ ہوں۔ بغیر اس بات کے کہ شیطانی تمثل کی گنجائش ہو۔ غرض واقعات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اشیاء خارج میں بہت موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہئے کہ اشیاء کو بیداری میں دیکھیں جو اعتبار کے لائق ہے اور اس میں تعبیر کی بھی گنجائش نہیں جو کچھ خواب وخیال میں دیکھا جائے خواب وخیال ہی ہے۔ وہاں کے یار مدت سے اپنی ہی وضع وطرز پر زندگی بسر کررہے ہیں۔ اختیار کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے لیکن میر محمد نعمان کا کیا چارہ ہے کہ منع کے بعد ایک لمحہ بھی توقف کرے اور اگر بالفرض توقف کرے تو اس کو کون بخشے گا۔

اس منع کرنے میں فقیر کا مبالغہ اپنی طریقت کے مخالفت کے باعث ہے۔ طریقت کی مخالفت خواہ سماع ورقص سے ہو خواہ مولود اور شعر خوانی سے۔ ہر طریق کے لئے ایک مطلب خاص تک وصول ہوتا ہے اور اس طریق میں خاص مطلب تک وصول کا حاصل ہونا ان امور کے ترک کرنے کے سبب سے ہے جس شخص کو یہ طلب ہو کہ اس طریق کے مطالب خاص تک پہنچ جائے اس کو چاہئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کہ اس طریق کی مخالفت سے بچے اور دوسرے طریقوں کے مطالب کو منظور نظر نہ رکھے۔

حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ "میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کرتا ہوں۔" یعنی یہ کام ہمارے خاص طریق کے منافی ہے اس لئے نہیں کرتا اور چونکہ اس کام کو دوسرے مشائخ کرتے ہیں اس لئے انکار بھی نہیں کرتا۔ لِکُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ہر ایک کے واسطے ایک نہ ایک جہت ہے جس کی طرف وہ اپنا منہ کرنے والا ہے۔

فیروز آباد جو ہم فقراء کا ماوی اور ہم پیروں اور معتقدوں کا جائے پناہ ہے جب اس میں کوئی ایسا امر حادث ہو جائے جو اس طریقہ علیہ کے مخالف ہو تو پھر ہم فقراء کیونکر مضطرب و بیقرار نہ ہوں۔ حضرت مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کے طریق کو محفوظ رکھنے کے زیادہ مستحق اور حقدار ہیں۔

نیز آپ نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کے مشرب قوی العذب کی نسبت لکھا تھا ہاں اول اول بعض امور میں مذہب ملامتیہ کی رعایت کر کے مساہلہ اور سستی کیا کرتے تھے اور ملامت کو ترجیح دے کر بعض اشیاء میں ترک عزیمت کیا کرتے تھے لیکن آخر میں ان امور سے پرہیز کیا اور پھر ملامت و ملامتیہ کو کبھی یاد نہ کیا، آپ نظر انصاف سے کام لیں اگر بالفرض حضرت ایشاں قدس سرہ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس و اجتماع ان کی موجودگی میں منعقد ہوتا تو آیا حضرت قدس سرہ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ فقیر کا یقین ہے کہ حضرت قدس سرہ ہرگز اس امر کو پسند نہ کرتے بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو جتلا دینا ہے۔ آپ قبول کریں یا نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نہ ہی آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے اگر مخدوم زادے اور وہاں کے یار اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے مایوسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب (۲۷۴)

بلند ہمتی کی ترغیب اور شہودات سفلی کی طرف جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے تینوں خط جو آپ نے ارسال کئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تھے، پہنچے اور احوال وکرامات کے واقعات جو ان میں درج تھے، سب واضح ہوئے۔ وہ حال جو (شہود وحدت در کثرت) کے حال کے بعد لکھا ہے اور اس عبارت میں ادا کیا ہے کہ دیگر انتہا یہ ہے کہ اول حال کی طرح شہود اور گم ہونا کم کرتا ہے یعنی میں بندہ ہوں اور مخلوق ہوں اور مصطفیٰ ﷺ کی امت ہوں۔ یہ حال اصل ہے اور وہ مذکورہ احوال سے بڑھ کر ہے لیکن انتہا اور چیز ہے اور نہایت اس سے کئی منزلیں دور ہے۔

هنوز ایوان استغنا بلند است　　مرا فکر رسیدن ناپسند است

ترجمہ: بہت اونچا ہے استغنا کا ایواں　　نہ کر کوشش وہاں چڑھنے کی ایجاں

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے تکرار سے جو فقیر نے اس سے پہلے مکتوب میں آپ کی طرف لکھا تھا۔ یہی مقصود تھا کہ اس شہود کی نفی ہو جائے جو کثرت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس کلمہ کی برکت سے یہ شہود آپ سے زائل ہو گیا۔ آپ ہمت کو بلند رکھیں اور اس راہ کی جوز و مویز پر کفایت نہ کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْهِمَمِ (اللہ تعالیٰ بلند ہمت کو دوست رکھتا ہے) اور توحید کے تنگ کوچہ سے نکل کر شاہراہ پر آ جائیں اگر آپ پہلے احوال کا تذکرہ نہ کریں اور کثرت آمیز شہود کی لذتوں کو یاد نہ کریں اور عمر بھر کی استقامت کے ساتھ اس راہ میں تگاپو فرمادیں تو کس قدر بڑی نعمت ہے کیونکہ بہت سے پوستیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فعل کی برائی پر اطلاع پا کر پوست پینا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً پھر مدت کے بعد جب کبھی پوست پینے کا حال اور اس کی لذت یاد آئی پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

میرے مخدوم! وہ شہود جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتا ہے لذت بخش ہے اور شہود تنزیہی جو جہالت و نادانی کی طرف میلان رکھتا ہے، اس التذاذ یعنی لذت بخشی سے بعید ہے شیخ مقتداء کی مدد کے بغیر اس راہ پر چلنا مشکل ہے۔

برادر عزیز مولانا احمد برکی جس کو عام لوگ علماء ظاہر سے جانتے ہیں اور وہ بھی اپنے احوال اور اپنے یاروں کے احوال کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو جہل و نادانی کا مقام ہے اور اس کا ایمان علماء کی طرح ایمان بالغیب ہے۔ اس کے باطن نے بلند فطرتی کے باعث کثرت آمیز شہود کی طرف التفات نہیں کی اور بظاہر ترہات صوفیہ کے ساتھ فریفتہ اور مغرور نہیں ہوا۔ اس کا وجود مبارک ان اطراف میں غنیمت ہے۔ یہ حالت جس کی آپ نے خبر دی ہے۔ مولانا مذکور مدت سے اس حالت کے ساتھ متحقق ہے لیکن اس کا علم کوئی نہیں جانتا۔ فقیر کے نزدیک اس جگہ کا مدار مولانا کے وجود پر ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اطراف کے صاحبانِ کشف پر کس طرح مخفی رہا ہے۔ حالانکہ فقیر کے نزدیک مولانا کا وجود آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ فقط دعا و فاتحہ کی التماس ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۷۵)

ایک استفسار کے جواب میں جو اپنی قبولیت کے بارے میں کیا تھا اور اپنے یاروں میں سے ایک یار کے احوال میں علوم شرعیہ کی تعلیم اور احکام فقہیہ کے پھیلانے پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں ملا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کے دونوں مبارک نواز نامے جو شیخ حسن وغیرہ کے ہمراہ ارسال کئے تھے، پہنچے اور بہت خوشی حاصل ہوئی۔ ایک خط میں خواجہ اویس رحمتہ اللہ علیہ کا احوال لکھا تھا اور دوسرے خط میں اپنے قبولیت کی نسبت استفسار فرمایا تھا۔ اسی اثناء میں آپ کے حال پر توجہ کی۔ دیکھا کہ اس گرد و نواح کے لوگ آپ کی طرف دوڑتے آتے ہیں اور آپ کی طرف التجا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اس زمین کا مدار بنایا گیا ہے اور ان حدود و اطراف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ (اس امر پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے) اس معاملہ کے ظہور کو واقعات سے نہ خیال کریں کیونکہ واقعات میں شک و شبہ کا گمان ہوتا ہے بلکہ مشاہدات اور محسوسات سے جانیں۔

اس دولت کے حاصل کرنے کے لئے آپ کے واسطے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ آپ اس محبت و اخلاص کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دوستوں کے واسطے محض اپنی عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ ایسے مقامات میں جہاں کہ کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں۔ علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ کو پھیلائیں۔ فَعَلَیْکُمْ بِتَعْلِیْمِ الْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّۃِ وَنَشْرِ الْاَحْکَامِ الْفِقْهِیَّۃِ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّهُمَا مِلَاکُ الْاَمْرِ وَمَنَاطُ الْاِرْتِقَاءِ وَمَدَارُ النَّجَاۃِ آپ کو لازم ہے کہ علوم دینی کی تعلیم دیں اور جہاں تک ہو سکے۔ احکام فقہیہ کو پھیلائیں کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود ہیں اور انہی پر ترقی اور نجات کا مدار ہے۔

اپنی کمر ہمت کو مضبوط باندھ کر علماء کے گروہ میں داخل رہیں اور امر معروف اور نہی منکر کر کے خلق کو حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا یہ قرآن وعظ و نصیحت ہے جو شخص چاہے اللہ کی طرف راستہ حاصل کر لے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ذکر قلبی بھی کہ جس کے ساتھ آپ مجاز ہیں۔ احکام شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں اور اپنے یاروں کے احوال سے اطلاع نہ پانے پر آزردہ نہ ہوں اور اس امر کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ جانیں۔ یاروں کے احوال آپ کے کمالات کی آئینہ داری میں کافی ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے احوال ہیں جو بطریق انعکاس یاروں میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ شیخ حسن آپ کے ارکان دولت میں سے ہے اور آپ کے معاملہ کا ممد و معاون ہے اور اگر بالفرض آپ کو ماوراء النہر یا ہندوستان کی یہ سیر کی خواہش پیدا ہو جائے تو وہاں آپ کا قائم مقام شیخ حسن ہے۔ اس کے حق میں اپنی التفات و توجہ کو بخوبی مدنظر رکھیں اور بہت کوشش فرمائیں تاکہ ضروری علوم دینی کی تحصیل سے جلدی فارغ ہو جائے۔ ہندوستان کی یہ سیر آپ کے حق میں بھی غنیمت ہے اور اس کے حق میں بھی۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَاِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مِلَّةِ الْاِسْلَامِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ملت اسلام پر استقامت عطا فرمائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس یار کے لئے چھ مہینے ہوئے ہیں کہ ترقی واقع ہوئی ہے جو کچھ اس کو غیبت اور بے شعوری کی حالت اور ارواح طیبات سے حاصل ہوتا تھا۔ اب وہ حالت بیداری میں دیکھتا ہے۔

میرے مخدوم! یہ دید ترقی پر کچھ دلالت نہیں کرتی، خواہ شعور میں دیکھیں یا بے شعوری میں۔ کیونکہ قدم اول اس راہ میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے غیر کو کچھ نہ دیکھیں اور اندیشہ میں ماسوائے اللہ تعالیٰ کا خیال نہ رہے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیاء کو حق تعالیٰ کا غیر نہ دیکھے اور ماسوائے کے عنوان پر نہ جانے کیونکہ یہ بات بجائے خود کثرت بینی ہے بلکہ حق تعالیٰ کے غیر کو ہرگز نہ دیکھے اور نہ جانے۔ اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس راہ کی منازل میں سے یہ پہلی منزل ہے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔

وہ مکتوب جو ان دنوں میں لکھے گئے ہیں۔ بہت عزیز الوجود ہیں اور بہت عجیب و غریب فوائد ان میں درج ہیں۔ ان کی نقل شیخ حسن لے گئے ہیں۔ ان کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے اپنی والدہ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا کی التماس کی تھی، وہ التماس آپ کی قبول ہوگئی ہے۔ ان اطراف کے باقی احوال کو شیخ حسن مفصل طور پر بیان کردیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

فقیر اور فقیر زادے سلامت خاتمہ کے لئے دعا کی التماس کرتے ہیں۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۷۶)

قرآن مجید کی آیات محکمات اور متشابہات کے بیان اور علمائے راسخین اور ان کے کمالات اور اس کے بیان میں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِمْ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ جَعَلَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّاکُمْ مِنَ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی تمام آل و اصحاب پر جو طیب و طاہر و پاک وصاف ہیں۔ صلوٰۃ وسلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو راسخین فی العلم میں سے بنائے۔

اے برادر! حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کو دو قسم پر فرمایا ہے۔ ایک محکمات دوسری متشابہات۔

قسم اول علم شرائع اور احکام کا منشاء اور مبدء ہے اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم کا مخزن ہے اور وجہ (چہرہ) اور قدم اور ساق (پنڈلی) اور اصابع (انگلیاں) اور انامل (پورے) جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔ سب متشابہات میں سے ہیں اور ایسے حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے ہیں۔ سب متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ یہ خیال نہ کریں کہ تاویل مراد قدرت سے ہے جس کی تعبیر ید سے کی ہے یا مراد ذات سے ہے جس کو وجہ سے تعبیر کیا ہے بلکہ ان کی تاویل ان پوشیدہ اسرار سے ہے جو اخص خواص پر ظاہر کئے گئے ہیں۔

یہ فقیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نسبت کیا لکھے کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک حرف عاشق ومعشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک بحر مواج ہے اور محبّ ومحبوب کے دقیق اور باریک امور کی ایک پوشیدہ رمز ہے اور محکمات اگرچہ کتاب کی امہات یعنی اصل ہیں لیکن ان کے نتائج اور ثمرات جو متشابہات میں کتاب کے اصل مقاصد میں سے ہیں۔ امہات نتائج کے حاصل ہونے کے لئے وسائل سے زیادہ نہیں۔ پس کتاب کا لب یعنی مغز متشابہات ہیں اور محکمات اس کا قشر یعنی پوست وہ متشابہات ہی ہیں جو رمز واشارہ کے ساتھ اصل بیان ظاہر کرتی ہیں اور اس مرتبہ کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حقیقت معاملہ کا نشان بتلاتی ہیں، برخلاف محکمات کے متشابہات گویا حقائق ہیں اور محکمات متشابہات کی نسبت ان حقائق کی صورتیں ہیں عالم راسخ وہ شخص ہے جو لب یعنی مغز کو قشر یعنی پوست کے ساتھ جمع کر سکے اور حقیقت کو صورت کے ساتھ ملا سکے۔

علمائے قشریہ قشر کے ساتھ خوش ہیں اور صرف محکمات پر ہی کفایت کئے ہوئے ہیں اور علمائے راسخین محکمات کے علم کو حاصل کر کے متشابہات کی تاویل سے بھی حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں اور صورت و حقیقت کو جو محکم و متشابہ ہیں، جمع کر لیتے ہیں لیکن وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے۔ ایسا شخص جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں ہے اور گمراہ ہے اور اس کو اپنی بھی خبر نہیں وہ نہیں جانتا کہ یہ جہان صورت اور حقیقت سے مرکب ہے اور جب تک یہ جہان قائم ہے۔ کوئی حقیقت صورت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ اَیِ الْمَوْتُ کَمَا قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ (اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین یعنی موت آ جائے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے) اللہ تعالیٰ نے عبادت کو موت کے زمانہ تک منتہی کیا جو اس جہان کا منتہا ہے لِاَنَّ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَ قِیَامَتُہٗ (جو شخص مر گیا اس کی قیامت آ گئی) اور جہان آخرت میں حقائق کا ظہور ہے وہاں حقائق سے صورتوں کا الگ ہونا حاصل ہے۔ پس ہر جہان کا حکم علیحدہ ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ سوائے اس جاہل یا زندیق کے جس کا مقصود شرائع کا باطل کرنا ہے، غلط ملط نہیں کرتا کیونکہ شریعت کا جو حکم مبتدی پر ہے وہی حکم منتہی پر ہے عام مومنین اور اخص خواص عارف اس امر میں مساوی اور برابر ہیں اکثر کچے متصوفہ اور بے سروسامان ملحد اس امر کے درپے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت سے نکال لیں اور احکام شرعیہ کو عوام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں (1) کہ شریعت کے احکام بجالانے سے مقصود یہ ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شرعی تکلیفات ساقط ہو جاتی ہیں اور اس آیت کو بطریق شہادت پیش کرتے ہیں۔ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے) اور یقین کے معنی اللہ کرتے ہیں جیسا کہ سہل تستری علیہ الرحمۃ نے کہا ہے یعنی عبادت کی انتہا خدا کی معرفت حاصل ہونے تک ہی ہے۔ بظاہر جس شخص نے یقین کے معنی اللہ سبحانہ کے کئے ہیں اس سے اس کی مراد یہ ہوگی کہ عبادت کی تکلیف کی انتہاء حق تعالیٰ کے معرفت حاصل ہو جانے تک ہے نہ کہ نفس عبادت کی انتہاء کیونکہ یہ امر الحاد و زندقہ تک پہنچانے والا ہے اور یہ لوگ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خیال کرتے ہیں کہ عارفوں کی عبادت ریائی ہے یعنی عارف اس واسطے عبادت کرتے ہیں کہ ان کے مقتدی اور پس رَوْاُن کی اقتداء کریں۔ نہ یہ کہ عارف عبادت کے محتاج ہیں اور اس قول کی تائید میں مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک پیر منافق اور مرائی یعنی ریا کار نہ ہو۔ مرید اس سے نفع نہیں حاصل کر سکتے ۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَا اَجْهَلَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے یہ لوگ کیسے جاہل ہیں) عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی مبتدیوں کو حاصل نہیں ہے کیونکہ ان کے عروج عبادات پر ہی وابستہ ہیں اور ان کی ترقیاں شرائع اور احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں۔ عبادات کے ثمرے اور فائدے جس کی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے، عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں۔ پس یہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو شریعت کی زیادہ حاجت ہے۔

جاننا چاہئے کہ شریعت صورت اور حقیقت کے مجموعہ سے مراد ہے۔ صورت ظاہر شریعت ہے اور حقیقت باطن شریعت پس قشر ولب یعنی پوست و مغز، دونوں شریعت کے اجزاء ہیں اور محکم ومتشابہ دونوں اس کے افراد۔

علمائے ظاہر نے اس کے قشر پر کفایت کی ہے اور علمائے راسخین نے اس کے قشر کو لب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے اور مجموعہ صورت وحقیقت سے حظ وافر حاصل کیا ہے۔ پس شریعت کو اس شخص کی طرف جو صورت وحقیقت سے مرکب ہے، تصور کرنا چاہئے۔ ایک جماعت نے اس کی صورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اس کی حقیقت سے انکار کیا اور ہدایہ و بزدوی کے سوا اپنا پیر مقتدی کسی کو جانا۔ یہ لوگ علمائے قشر ہیں اور دوسری جماعت کے لوگ اس کی حقیقت میں گرفتار ہو گئے لیکن اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا بلکہ شریعت کو صورت پر محدود رکھا اور قشر خیال کیا اور اس کے سوا لب کو تصور کیا اور باوجود اس کے احکام شریعت کے بجالانے سے سرمُو نہ ہٹے اور صورت کو ہاتھ سے نہ دیا اور احکام شریعت میں سے کسی ایک حکم کے ترک کرنے والے کو بطال اور ضال یعنی جھوٹا اور گمراہ سمجھا۔ یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے اولیاء ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اس کے ماسوئی سے قطع تعلق کیا ہے ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جو شریعت کو صورت اور حقیقت سے مرکب جانتے ہیں اور قشر ولب کے مجموعہ کا یقین کرتے ہیں ان کے نزدیک شریعت صورت کا حاصل ہونا اس کی حقیقت کے حاصل ہونے کے بغیر اعتبار سے ساقط ہے اور اس کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت کے ثبات کے بغیر ناتمام وناقص ہے بلکہ صورت کے حاصل ہونے کو جو حقیقت کے ثبوت کے بغیر ہو۔ اس کو بھی اسلام ہی سے جانتے ہیں اور نجات بخش تصور کرتے ہیں جیسا علمائے ظاہر اور عام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مومنین کا حال ہے اور صورت کے بغیر حقیقت کا حاصل ہونا محال تصور کرتے ہیں اور اس کے قائل کو زندیق اور گمراہ کہتے ہیں۔

غرض تمام ظاہری باطنی کمالات ان بزرگواروں کے نزدیک کمالات شرعیہ میں منحصر ہیں اور علوم و معارف الٰہیہ ان عقائد کلامیہ پر وابستہ ہیں جو اہلسنّت و جماعت کے لئے ثابت ہو چکے ہیں۔ ہزار ہا شہود اور مشاہدات کو حق تعالیٰ کی بیچونی اور بیچگونگی کے ایک مسئلہ کے (جو مسائل کلامیہ میں سے ہے) برابر نہیں جانتے اور ان احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات کو جو احکام شرعیہ کے کسی حکم کے برخلاف ظاہر ہوں۔ ہم جَو کے برابر نہیں خریدتے اور ایسے ظہور کو استدراج خیال کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی ان کی ہدایت پر چل۔

یہ لوگ علمائے راسخین ہیں جن کو حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مدنظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ برخلاف فرقہ ثانیہ کے کہ اگرچہ وہ بھی حقیقت کی طرف متوجہ اور اس کے ساتھ گرفتار ہیں اور حتی المقدور شریعت کے بجالانے میں سرِمُو تجاوز نہیں کرتے لیکن چونکہ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے ماسوا جانا ہے اور شریعت کو اس حقیقت کا پوست تصور کیا ہے۔ اس لئے اس حقیقت کے ظلال میں سے کسی ظل میں رہ گئے ہیں اور اس حقیقت کے اصل معاملہ تک پہنچنے کی راہ نہیں پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ولایت ظلی ہے اور ان کا قرب صفاتی۔ برخلاف علمائے راسخین کی ولایت کے کہ اصلی ہے اور انہوں نے اصل تک پہنچنے کا راستہ پالیا ہے اور ظلال کے تمام حجابوں اور پردوں سے گزر گئے ہیں۔ پس ان کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور ان اولیاء کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کا ظل ہے۔

ابتداء میں فقیر یہ سمجھتا تھا کہ علمائے راسخین کو متشابہات کے ساتھ ایمان لانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے اور ان تاویلوں کو جو علمائے صوفیہ نے بیان کی ہیں، متشابہات کی شان کے لائق نہ سمجھتا تھا اور ان تاویلوں کو ان اسرار سے جو چھپانے کے قابل ہوں، تصور نہ کرتا تھا جیسا کہ عین القضاۃ نے بعض متشابہات کی تاویل میں کہا ہے۔

مثلاً الف، لام، میم سے اَلَمْ مراد لی ہے جس کے معنی درد کے ہیں جو عشق و محبت کو لازم ہے وغیرہ وغیرہ۔

آخرکار جب حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مشابہات کی تاویلات کا تھوڑا سا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حال اس فقیر پر ظاہر کیا اور اس مسکین کی استعداد کی زمین میں اس دریائے محیط سے ایک چھوٹی سی نہر چلا دی تو معلوم ہوا کہ علمائے راسخین کو بھی متشابہات کی تاویلات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

واقعات مذکورہ کی تعبیر جو آپ نے طلب فرمائی تھی۔ اس کو حضور اور ملاقات پر منحصر رکھا گیا ہے۔ اسی واسطے ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ کیا کیا جائے۔ قلم اور ہی معارف کی طرف جاری ہو گیا اور یہی معاملہ پیش آ گیا۔ امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُم وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاِخْوَانِهٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۷۷)

علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے بیان میں ملا عبدالحیٔ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اور یہ علوم ان علوم سابقہ میں سے ہیں جو آپ نے توسط حال میں تحریر کئے تھے۔ اس معرفت میں نہایت شہود، شہود انفسی ہے اور وہ معارف جو اخیر میں لکھے ہیں ان میں انفسی کو شہود آفاقی کی طرح لا حاصل سمجھ کر انفسی و آفاقی شہود کے ماسوا اور شہود کو ثابت کیا ہے بلکہ نفس شہود کو وصول کا دروازہ جان کر اس کے علاوہ اور علوم و معارف لکھے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی کتابوں اور رسالوں سے یہ بات ظاہر ہے۔

بداں رشدک اللہ تعالیٰ! خدا تجھے ہدایت دے۔ جان لے کہ حق تعالیٰ وسبحانہ کی ذات میں علم الیقین ان آیات ونشانات کے شہود سے مراد ہے، جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور ان آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں لیکن ذاتی شہود اور حضور سیر انفسی کے سوائے متصور نہیں اور وہ سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے۔

ذرہ گر بس نیک در بس بد و دو | گر چہ عمرے تگ زند در خود بود

ترجمہ: ذرہ دوڑے خواہ کم خواہ تیز تر | ہے اسی جا گرچہ دوڑے عمر بھر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور جو کچھ اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے سب حق تعالیٰ کی ذات پر دلائل وآثار کے مشاہدہ کی قسم سے ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی ذات مشاہدہ۔

قطب المحققین سید العارفین ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سیر دو قسم پر ہے۔ایک سیر مستطیل دوسری سیر مستدیر۔

سیر مستطیل، بُعد در بُعد ہے اور سیر مستدیر، قُرب در قُرب۔

سیر مستطیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرہ کے باہر طلب کریں اور سیر مستدیر یہ ہے کہ اپنے دل کے گرد پھریں اور اپنا مقصود اپنے ہی سے طلب کریں۔

پس وہ تجلیات جو حسی یا مثالی صورتوں میں اور انوار کے پردہ میں ہوں۔خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو۔وہ نور خواہ رنگین ہو یا بے رنگ اور متناہی ہو یا غیر متناہی اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو۔سب علم الیقین میں داخل ہیں۔

حضرت مخدومی مولوی عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی لمعات میں اس طرح فرماتے ہیں۔

اے دوست ترا بہر مکاں جُستم      ہر دم خبرت زاین واں جُستم

ترجمہ: ڈھونڈتا پھرتا تھا میں اے دوست تجھ کو جا بجا
اور این وآں سے تھا تیری خبر میں پوچھتا

اس مضمون میں بھی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے جو علم الیقین کے لئے مفید ہے اور یہ شہود چونکہ مقصود منہ کی خبر نہیں دیتا اور سوائے امارت واستدلال کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشتا۔اس لئے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔پس یہ شہود علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا اور نہ ہی عین الیقین کے لئے کچھ مفید ہو سکتا ہے اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے فانی ہو سکتا ہے۔

عین الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے۔بعد اس کے کہ علم الیقین سے معلوم کر چکیں اور شہود سالک کے فنا کو مستلزم ہے اور اس شہود کے غلبہ میں اس کا تعین بالکل گم ہو جاتا ہے اور اس کے دیدہ شہود میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور اس شہود میں فانی ومستہلک یعنی مستغرق ہو جاتا ہے۔یہ شہود اس طائفہ علیہ قدس سرہم کے نزدیک ادراک سے تعبیر کیا گیا ہے اور معرفت بھی اس کو کہتے ہیں۔اس ادراک میں خواص وعوام شریک ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کو خالق کا شہود، حق تعالیٰ کے شہود سے مانع نہیں ہوتا بلکہ ان کے دیدہ شہود میں حق جل شانہ کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا اور عوام کو یہ شہود مانع ہے۔یہی باعث ہے کہ اس شہود سے غافل اور اس ادراک سے بے خبر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رہتے ہیں اور یہ عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے۔ جیسا کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے۔ اس شہود کی تحقیق کے وقت سراسر حیرت و نادانی ہے۔ علم کی اس میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علم الیقین، عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت جس نے اللہ تعالیٰ کو جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے، پہچان لیا۔ یہ ہے کہ اس کے سر پر واقف ہو جاتا ہے لیکن اس کا اس کو علم نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص اس معرفت میں کامل ہے جس کے سوا اور کوئی معرفت نہیں ہے۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا عارف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے۔

حق الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے بعد اس کے کہ تعین دور ہو جائے اور متعین فانی اور نابود ہو جائے لیکن یہ شہود حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کی طرف ہے کیونکہ لَا یَحْمِلُ الْعَطَا یَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں) اور یہ شہود بقاباللہ میں جو بِیْ یَسْمَعُ اور بِیْ یَبْصُرُ کا مقام ہے، حاصل ہوتا ہے اور کبھی سالک کو فنائے مطلق کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جو ذات وصفات کی فنا ہے حق تعالیٰ محض اپنی عنایت سے اپنے نزدیک سے ایک وجود عطا کرتا ہے اور سکر حال اور بے خودی سے صحو اور افاقت یعنی ہوشیاری میں لے آتا ہے اور اس وجود کو وجود موہوب حقانی یعنی خدا کا دیا ہوا وجود کہتے ہیں۔ اس مقام میں علم وعین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔ عین میں علم کا شہود اور علم میں عین کا مشاہدہ ہوتا ہے جس کو عارف اس مقام میں عین حق پاتا ہے۔ نہ یہ کہ تعین کونی کے ساتھ کیونکہ اس کے دیدہ شہود میں اس کا کوئی اثر نہیں رہتا اور ان تجلیات صوریہ سے کہ جن میں اپنے تعینات اور صورتوں کو حق تعالیٰ معلوم کرتے ہیں، مراد وہ تعینات کونیہ ہیں جن کی طرف فنا نے راہ نہیں پایا۔ فَاَیْنَ اَحَدُهُمَا عَنِ الْاٰخَرِ (ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے) مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگر چہ ظاہر عبارت سے عوام کے نزدیک تجلی صوری (کہ جس میں اپنے آپ کو حق پاتے ہیں) اور حق الیقین کے درمیان (جہاں کہ اپنے سر کو حق پاتے ہیں) کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا لیکن تجلی صوری میں انا صورت پر پڑتا ہے اور حق الیقین میں حقیقت پر اور نیز تجلی صوری میں حق کو اپنے آپ سے دیکھتے ہیں اور اس مقام میں حق کو حق سے دیکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ حق کو اپنے آپ سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حق الیقین ہی کا مرتبہ ہے جہاں کہ شہود کی حقیقت متحقق ہے اور بعض مشائخ زمان نے جب اس فرق پر اطلاع نہ پائی اور تعین کونی کے سوا اس تعین کو نہ جانا تو انہوں نے ان بزرگواروں پر جنہوں نے حق الیقین کی اس طرح پر تفسیر وتشریح کی ہے جیسا کہ مقرر و ثابت ہو چکی ہے، زبان طعن دراز کی۔ بدیں خیال کہ یہ تعین تجلی صوری میں جو سلوک کا اول قدم ہے، حاصل ہو جاتا ہے اور اس تعین کی انہوں نے حق الیقین کے ساتھ جو سلوک میں نہایت قدم ہے۔ تفسیر وتشریح کی ہے۔ یہ ان کا خیال کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے جبکہ یہ امر ثابت ہے کہ وہ حق الیقین جوان کو نہایت میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہم کو تجلی صوری میں حاصل ہو جاتا ہے جو ہمارا اول قدم ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

## مکتوب (۲۷۸)

اس بیان میں کہ عقائد کے درست کرنے اور شریعت کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق سے سلامت رکھے جس کو نسیان ماسوا کہتے ہیں اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف اور موتی یعنی مردوں کی امداد واعانت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں ملا عبدالکریم سنامی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادر عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ وہ نصیحتیں جو آگے یاروں کو کی گئی ہیں اور اب بھی کرنے کے لائق ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اول اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کی کلامیہ کتابوں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔ پھر احکام فقہیہ یعنی فرض وواجب وسنت ومندوب وحلال وحرام ومکروہ ومشتبہ علمی اور عملی طور پر بجالائیں۔ اس کے بعد لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامت رکھیں اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ دل میں ماسوائے حق کا گزر نہ رہے۔ یعنی اگر بالفرض ہزار سال تک زندگی وفا کرے تو بھی حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ دل میں نہ گزرے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیاء دل میں گزریں اور ان کو غیر حق نہ جانیں کیونکہ یہ بات ابتداء میں توحید کے مراقبہ کرنے والوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے بلکہ اس معنی سے کہ اشیاء ہرگز دل میں نہ آنے پائیں اور اشیاء کا دل پر گزر نہ ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ دل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ماسوائے حق کو اس طرح بھول جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اشیاء اسے یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئیں اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور باقی جتنے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں۔

ہیچکس را تا نگردد او فنا　　نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ: جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا　　رہ نہیں ملتی اسے سوئے خدا

اور اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے اپنی سیر کی ابتداء عالم امر سے کی ہے اور قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی خدا کی طرف راستہ لے گئے ہیں۔ انہوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے لیکن سنت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے۔ فَطُوْبٰی لِمَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ وَاقْتَدٰی بِهُدٰهُمْ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان کے ساتھ وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔

مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند　　کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں　　مے برد وسوسہ خلوت وفکر چلّہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ راطعن وقصور　　حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند　　روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی　　کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو
دل سالک سے جذبہ انکی صحبت اور الفت کا　　مٹا دیتا ہے یکدم فکر خلوت اور چلّے کو
اگر کوتہ نظر کوئی لگائے طعن ان کو　　نہ لاؤں میں کبھی اپنی زباں پر اس گلے کو
جہاں کے شیر سب باندھے ہوئے ہیں سلسلے میں　　نہیں حیلے سے روبہ توڑ سکتی سلسلے کو

دوسرا یہ کہ قاضی محمد شریف کا محبت سے بھرا ہوا نوازش نامہ پہنچا۔ چونکہ فقراء کی محبت سے پُر تھا، کمال خوشی کا باعث ہوا۔ فقیر کی دعا و سلام اس کو پہنچا دیں۔

تیسرا واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ اس نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہو جانے کے نسبت لکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ فقیر کی طرف سے دعا پہنچا کر ماتم پرسی بجالائیں اور کہیں کہ دعا و فاتحہ وصدقہ استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں۔ فَاِنَّ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلْمَيِّتُ كَالْغَرِيْقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ وَلَدٍ اَوْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ مردہ غریق کی طرح ہوتا ہے جو دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کو بیٹے یا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

چوتھا واضح ہو کہ شیخ احمد ان بزرگواروں کا طریقہ اخذ کر کے بہت متاثر ہوا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو استقامت عطا فرمائے۔ مشارٌ الیہ چونکہ از سرنو اسلام لایا ہے یعنی نو مسلم ہے اس واسطے اس کو عقائد کلامیہ جو فارسی کتابوں میں مذکور ہیں، سکھائیں اور احکام فقہیہ کی بھی تعلیم دیں تاکہ فرض وواجب وسنت مندوب وحلال وحرام ومکروہ ومشتبہ کو پہچان لے اور اس کے موافق اپنی زندگی بسر کرے اور کتاب گلستان و بوستان کا پڑھنا پڑھانا بیکاری میں داخل ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۷۹)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اس کی اس نعمت کے شکر ادا کرنے کے بیان میں کہ اس نے آپ کو طریقہ علیہ نقشبندیہ پر دلالت ورہنمائی کی تھی اور اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا اظہار کیا ہے جو اس کے وسیلہ سے حاصل ہوئی تھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مبارک صحیفہ جو از روئے کرم والتفات کے اس فقیر کے نام لکھا تھا جناب مولانا مہدی علی نے پہنچایا۔ بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت سَبَبُ تَرتیبِ خِلَافَتِهِمْ مُدَّةُ اَعْمَارِهِمْ (ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے) شیخ موصوف کی کون سی تصنیف شدہ کتاب میں واقع ہے۔

میرے مخدوم! مدت ہوئی ہے کہ فقیر نے اس عبارت کو فتوحات مکیہ میں دیکھا تھا لیکن اب وہ مقام ہر چند تلاش کیا، پر نہ ملا۔ اگر دوسری بار نظر سے گزرا تو عرض کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرا یہ کہ فقیر آپ کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دیدوداد اسی احسان پر وابستہ ہے۔ آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں اور آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے توسل کی یمن و برکت سے وہ کچھ بخشا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ خاص خاص عطیے اس قدر عطا فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عطیوں کا علم بھی حاصل نہیں ہوا۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجید اور علوم و معارف اور تجلیات وظہورات سب کو عروج کے زینے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔

قرب و وصول کا لفظ میدان عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا ہے ورنہ وہاں نہ قرب ہے نہ وصول نہ عبارت ہے نہ اشارت نہ شہود ہے نہ حلول نہ اتحاد ہے نہ کیف نہ امین نہ زمان نہ مکان نہ احاطہ نہ سریان نہ علم نہ معرفت نہ جہل نہ حیرت ۔

چہ گویم باتو از مرغے نشانہ — کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیش مردم — زمرغ من بود آن نام ہم گم

ترجمہ: کہوں کیا مرغ کا اپنے نشانہ — کہ ہے عنقا سے جو ہم آشیانہ
مگر عنقا تو ہے لوگوں کو معلوم — مرے اس مرغ کا ہے نام معدوم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا ظہور عالم اسباب میں آپ کی اسی نعمت پر ہوا ہے۔ آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔ اس واسطے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تا کہ آپ کی نعمت کا تھوڑا شکر ادا ہو جائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ سلام ہو آپ پر اور ان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۸۰)

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت سعادت کا سرمایہ ہے اور جس کسی کو اس نعمت سے مشرف فرمائیں اور استقامت دیں، اس کو سب کچھ دے دیتے ہیں۔ حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا مہدی علی کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ فقراء کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے۔ آپ کو کامل طور پر حاصل ہے اور مفارقت کی دراز مدت نے اس میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ﷺ کی متابعت دوسرا شیخ مقتداء کی محبت واخلاص۔ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دے دیں سب نعمت ہی نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں۔آخر ایک دن دے دیں گے اور اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل پڑ جائے اور احوال واذواق بھی بدستور اپنے حال پر رہیں تو ان کو استدراج جاننا چاہئے اور اپنی خرابی اور بربادی خیال کرنی چاہئے۔استقامت کا طریق یہی ہے۔وَاللہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے) والسلام۔

## مکتوب (۲۸۱)

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی نعمت کے شکر میں اور اس بیان میں کہ اس طریق میں تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف راستہ کھول دیتے ہیں اور جو شخص اس طریق میں اپنے واقعات اور منامات یعنی خوابوں پر بھروسہ کرلے اور نئے نئے امور پیدا کرے اور آداب طریقت کی رعایت نہ کرے۔وہ زیاں کار اور ناامید رہتا ہے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہم فقرا کو اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آرائے کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد طریقہ علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا اور اس خاندان بزرگ کے نسبت یافتہ مریدوں سے بنایا۔

فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم لگانا دوسرے طریقوں میں سات قدم لگانے سے بہتر ہے۔وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔دوسرے طریقوں کی انتہاء صرف کمالات ولایت کی انتہا تک ہے۔وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے جس طرح اصحاب کرام وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے حظ وافر حاصل کرلیتے ہیں اس طریق کے منتہی بھی تعبیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پالیتے ہیں۔وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں۔ وہ بھی امیدوار ہیں۔ المرء مع من احب ( آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے ) دور افتادوں اور مہجوروں کے لئے بڑی بھاری بشارت ہے۔ اس طریق میں مایوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے۔ وہ اپنے واقعات ومنامات کی راہ پر چلتا ہے۔ یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جارہا ہے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

ترجمہ: تو کعبہ میں نہیں جائے گا ہرگز کہ ترکستان کو جاتی ہے یہ راہ

یہ اچھا نہیں ہے کہ اس طریق کے یاروں کی جمعیت اور طالبوں کی سرگرمی کے باوجود آپ کو اس جگہ سے بیجا کروں۔ اس سے اول بھی اگر ان حدود کی سیر کے لیے اشارہ ہوا تھا تو شرائط پر مشروط تھا اور اب بھی انہی شرائط پر مشروط ہے۔ ہاں مکرر استخاروں اور انشراح قلب کے بعد اور کسی اور شخص کو اپنے قائم مقام بٹھا کر تاکہ وضع سابق میں کوئی فتور نہ پڑ جائے۔ بے شبہ و بے تردد اگر اس طرف آجائیں، تو ہو سکتا ہے۔ ان شرائط کے سوا وہاں کے معاملہ کو درہم برہم نہ کریں اور طالبوں کی جمعیت میں فتور نہ ڈالیں۔ اس سے زیادہ مبالغہ کیا کیا جائے۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۸۲)

حضرت الیاس و حضرت خضر علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات اور ان کے کچھ احوال کے بیان میں میاں بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

یار مدت سے حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے چونکہ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ دی گئی تھی اس لئے جواب میں توقف کیا کرتا تھا۔ آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس خضر علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہوکر وہ کام جو جسموں میں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات وسکنات اور جسدی طاعات وعبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔اس اثناء میں پوچھا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔فرمایا کہ ہم شرائع کے ساتھ مکلّف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے کام ہمارا سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی اطاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے۔صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور عبادت کی صورت کو مد نظر رکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے' اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا' تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی جو انہوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

اس وقت دل میں گزرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہو وہاں ہمارا کیا دخل ہے۔گویا انہوں نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال لیا اور حضرت الیاس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔والسلام۔

## مکتوب (۲۸۳)

شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت کے بیان میں کہ وہ دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔صوفی قربان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل سنت وجماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے اور اکثر علمائے اہل سنت وجماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت سے منع فرمایا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


قَالَ حُجَّةُ الْاِسْلَامِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام مَارَاٰى رَبَّهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ (حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا) اور تو نے اپنے رسالوں میں شب معراج کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے دنیا میں واقع نہیں ہونے کا اقرار کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات چونکہ دائرہ مکان وزمان اور تنگی امکان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس لئے ازل وابد کو آن واحد میں معلوم کر لیا اور بدایت ونہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے بہشت میں دیکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو جو فقرائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پانچ سو سال کے بعد بہشت میں جائیں گے دیکھا کہ اس مدت کے گزرنے سے پہلے ہی آ گئے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس توقف کی وجہ پوچھی پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی۔ وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے۔ جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے اور اس کو رویت دنیوی کہنا تجویز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے۔

## مکتوب (۲۸۴)

اس بیان میں کہ احوال ومواجید عالم امر کے نصیب ہیں اور احوال ومواجید کا علم عالم خلق کا حصہ ہے۔ یہ معرفت معارف سابقہ سے ہے اور حقیقت معاملہ وہی ہے جو حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ کے مکتوبات میں طریقت کے بیان میں لکھی گئی ہے۔ ملا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

جاننا چاہئے کہ انسان مرکب ہے عالم خلق سے جو اس کا ظاہر ہے اور عالم امر سے جو اس کا باطن ہے۔ وہ احوال ومواجید اور مشاہدات وتجلیات جو ابتدا اور توسط میں ظاہر ہوتے ہیں۔ عالم امر کا نصیب ہیں جو انسان کا باطن ہے اور ایسے ہی حیرت وجہالت اور عجز ویاس جو انتہا میں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بھی عالم امر ہی کا حصہ ہے اور لِلْاَرْضِ مِنْ كَاْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ" (سخیوں کے کاسہ سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے) کے موافق یہی حالات واردہ کے قوی ہونے کے وقت اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ماجرا سے حصہ پالیتا ہے۔ اگرچہ ثبات واستقامت نہیں رکھتا لیکن اس عالم سے کچھ تعلق پیدا کرتا ہے اور اصل معاملہ جو ظاہر سے تعلق رکھتا ہے ان احوال کا علم ہے کیونکہ باطن کو احوال حاصل ہوتے ہیں اور ان احوال کا علم نہیں ہوتا۔ اگر ظاہر نہ ہوتا تو دانش وتمیز کا راستہ نہ کھلتا۔ مثالیہ صورتوں اور مقامات کے عروج کا ظہور ظاہر ہے' ادراک کے لئے ہے۔ پس حال باطن کے لئے ہے اور ان احوال کا علم ظاہر کے لئے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ اولیاء جو صاحب علم ہیں اور جو علم سے بے نصیب ہیں' احوال کے نفس حصول میں کچھ فرق نہیں رکھتے۔ اگر کچھ فرق ہے تو ان احوال کے علم یا عدم علم کے باعث ہے۔

مثلاً ایک شخص پر بھوک کی حالت غالب ہے اور وہ بھوک کے باعث بے قرار و بے آرام ہے اور اس کے علاوہ وہ شخص جانتا ہے کہ اس حالت کو بھوک کہتے ہیں اور ایک اور شخص ہے جس پر یہی حالت طاری ہے' لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس یہ دونوں شخص نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف علم اور عدم علم میں ہے۔

جاننا چاہئے کہ وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے' دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو احوال کے نفس حصول کا علم نہیں رکھتے اور ان کی تلونیات سے ہرگز واقفیت نہیں ہیں۔ دوسرا وہ لوگ ہیں جو احوال کے تلونیات کی خبر رکھتے ہیں لیکن احوال کی تشخیص نہیں کرسکتے۔ یہ لوگ اگرچہ احوال کی تشخیص نہیں کرسکتے لیکن ارباب علم میں داخل ہیں اور مشیخت یعنی شیخی اور پیشوائی کے لائق ہیں اور احوال کی تشخیص کرنا ہر شیخ کا کام نہیں ہے بلکہ یہ دولت بے شمار زمانوں کے بعد ظہور میں آتی ہے اور ایک کو اس دولت سے سرفراز فرماتے ہیں اور دوسروں کو اس کے علم کے حوالہ کرکے اس کے طفیلی بنادیتے ہیں۔ اولوالعزم پیغمبر صلوٰۃ اللہ والتسلیمات علیہم اجمعین بڑی مدت کے بعد معبوث ہوا کرتے تھے اور ان میں سے ہر ایک پیغمبر اپنے اپنے احکام متمیزہ کے ساتھ مخصوص ہوتا تھا اور دوسرے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی تبعیت کے ساتھ مامور ہوتے تھے اور دعوت میں انہی کے احکام پر کفایت کیا کرتے تھے۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ ع　　خاص کر لیتا ہے بندہ تا بھلا ہو عام کا　والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲۸۵)

سماع ورقص ووجد کے احکام اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔ میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

بِدَان اَرْشَدَ اللّٰہُ تَعَالٰی طَرِیْقَ السَّدَادِ وَ اَلْھَمَکَ صِرَاطَ الرَّشَادِ اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے اور ہدایت کے راستہ پر چلائے۔

جان لے کہ سماع ووجد ان لوگوں کیلئے فائدہ مند ہے جن کے احوال متغیر اور اوقات متبدل ہوتے رہتے ہیں۔ یعنی کبھی حاضر ہیں اور کبھی غائب اور کبھی واجد (پانے والے ہیں) اور کبھی فاقد (گم کرنے والے) یہ لوگ ارباب قلوب ہیں، جو تجلیات صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل اور متحول ہوتے رہتے ہیں۔ احوال کا تلون ان کا نقد وقت ہے اور امید کا پراگندہ ہونا ان کے مقام کا حاصل ہے اور دوام حال ان کے حق میں محال ہیں اور استمرار وقت ان کی شان میں مشکل ہے۔ کبھی قبض میں ہیں اور کبھی بسط میں یہ لوگ ابناء الوقت یعنی وقت کے بیٹے اور وقت کے مغلوب ہیں۔ کبھی عروج کرتے ہیں اور کبھی ہبوط کرتے ہیں۔ یعنی نیچے اتر آتے ہیں لیکن تجلیات ذاتیہ والے لوگ جو پورے طور پر قلب سے نکل گئے ہیں اور مقلب قلب یعنی دل کے پھیرنے والے یعنی خدا تک پہنچ گئے ہیں اور کلی طور پر آزاد ہو گئے ہیں۔ ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی ہے نہیں بلکہ وہاں نہ وقت ہے نہ حال، یہ لوگ ابوالوقت اور صاحب تمکین ہیں اور یہی لوگ ایسے واصل ہیں جن کے لئے ہرگز نہ رجوع ہے نہ فقد ہے، نہ وجد ہے، ہاں منتہیوں میں سے ایک قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو سماع باوجود یکہ ان کا حال دائمی ہے فائدہ دیتا ہے۔ ان کا بیان اس بحث کے اخیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مفصل طور پر لکھا جائے گا۔

اگر سوال کریں کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا ہے۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ" میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت دائمی نہیں ہوتا۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو صحیح مان لینے پر بعض مشائخ نے اس وقت سے وقت مستمرہ مراد رکھا ہے یعنی لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ مُسْتَمِرٌ" پس اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

اس کا دوسرا جواب کہتا ہوں کہ وقت مستمرہ میں بھی کبھی کیفیت خاصہ حاصل ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وقت سے وقت نادرہ اور یہ کیفیت نادرہ مراد ہو۔ اس صورت میں بھی یہ اشکال دور ہو جاتا ہے اگر یہ سوال کریں کہ ہوسکتا ہے کہ نغمہ کے سننے کو اس کیفیت نادرہ کے حاصل ہونے میں دخل ہو۔ پس منتہی بھی اس کیفیت کے حاصل ہونے کے لئے سماع کا محتاج ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کیفیت غالباً ادائے نماز کے وقت متحقق ہوتی ہے اور اگر کبھی نماز کے علاوہ بھی حاصل ہو جائے تو نماز ہی کے نتائج اور ثمرات میں ہے اور ممکن ہے کہ حدیث قُرَّةُ عَيْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی کیفیت نادرہ کی طرف اشارہ ہو اور نیز خبر میں ہے کہ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ (بندہ کو اپنے رب سے زیادہ قرب نماز میں ہوتا ہے) اور اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سجدہ کر اور قرب حاصل کر) اور کچھ شک نہیں ہے کہ جس وقت میں اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہے اس وقت میں غیر کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔ پس اس حدیث اور آیت سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز میں ہے اور وقت کے استمرار اور وصل کے دوام پر دلیل مشائخ کا اتفاق ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مَا رَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ الطَّرِيْقِ وَمَنْ وَصَلَ لَا رَجَعَ (نہیں پھرا جو کہ پھرا مگر طریق سے اور جو واصل ہو گیا وہ نہیں پھرا) اور یادداشت جو خداوند جل شانہٗ کے ساتھ دوام حضور سے مراد ہے۔ حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریق میں امر مقرر ہے۔ غرض دوام وقت سے انکار کرنا نارسائی کی علامت ہے اور بعض مشائخ ابن عطا وغیرہ کی جو اس بات کے قائل ہیں کہ واصل کی صفات بشریت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے اور اس سے وقت کا دائمی نہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ ان کا خلاف رجوع جواز میں ہے نہ کو وقوع میں کیونکہ رجوع بے شک واقع نہیں ہے۔ کَمَا لَا يَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِهٖ جیسا کہ اس کے جاننے والوں پر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

پس مشائخ کا اجماع واصل کے عدم رجوع پر ثابت ہو گیا اور بعض کا خلاف رجوع کے جواز کی طرف راجع ہوا۔

منتہیوں میں سے ایک گروہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کمال وصول کے درجات میں سے کسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



درجہ تک پہنچنے کے بعد جمال لایزال کے مشاہدہ سے ان کو قومی برودت حاصل ہو جاتی ہے اور نسبت تامہ خلق کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے جو ان کو منازل وصول تک عروج کرنے سے ہٹا رکھتی ہے کیونکہ منازل وصول ابھی آگے ہوتے ہیں اور قرب کے مدارج نہایت تک طے نہیں ہوئے ہوتے لیکن باوجود اس برودت کے عروج کی خواہش اور کمال قرب کی آرزو رکھتے ہیں یہ اس صورت میں ان کیلئے سماع فائدہ منداور حرارت بخش ہوتا ہے ہر گھڑی سماع کی مدد سے ان کو منازل قرب کی طرف عروج میسر ہوتا ہے اور تسکین کے بعد ان منازل سے نیچے آ جاتے ہیں لیکن عروج کے ان مقامات سے کوئی نہ کوئی رنگ اپنے ہمراہ لے آتے ہیں اور اس رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ یہ وجد، فقد کے بعد نہیں ہے کیونکہ فقدان کے حق میں مفقود ہے بلکہ دوام وصل کے باوجود یہ وجد منازل وصول کی طرف ترقی کرنے کے لئے ہے۔ منتہیوں اور واصلوں کا سماع و وجد اسی قسم سے ہے لیکن فنا و بقا کے بعد ان کو اگرچہ جذبہ عطا فرما دیتے ہیں لیکن چونکہ برودت قویہ رکھتے ہیں اور جذبہ تنہا منازل عروج تک ترقی حاصل کرنے کے لئے ان کو کافی نہیں ہوتا۔ اس لئے سماع کے محتاج ہوتے ہیں اور مشائخ میں سے ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جن کے نفوس درجہ ولایت تک پہنچنے کے بعد مقام بندگی میں اتر آتے ہیں اور ان کے ارواح نفوس کی مزاحمت کے بغیر جناب قدس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ہر گھڑی نفس مطمئنہ کے مقام سے جو مقام بندگی میں متمکن و راسخ ہو چکا ہے ان کے روح کو مدد پہنچتی رہتی ہے، اور ان کے روح کو اس امداد کے باعث مطلوب کے ساتھ خاص نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان بزرگواروں کا آرام عبادت کے ساتھ ہے اور ان کی تسکین بندگی اور اطاعت کے حقوق ادا کرنے میں ہوتی ہے۔ عروج کی خواہش ان کے نہایت میں کم ہوتی ہے اور صعود کا شوق ان کے باطن میں قلیل ہوتا ہے۔ ابھی تک ملت کی متابعت ان کے وقت کی پیشانی سے ظاہر ہے اور ان کی بصیرت کی آنکھ سنت کی اتباع کے سرمہ سے سرگیں ہے۔ اسی واسطے یہ لوگ تیز نظر والے ہیں۔ یہ لوگ دور سے اس چیز کو دیکھ لیتے ہیں جس کے دیکھنے سے نزدیک کے لوگ عاجز ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ عروج کمتر رکھتے ہیں لیکن نورانی ہیں جو اصلی نور سے منور ہیں اور اسی مقام میں شان عظیم اور قدر جلیل رکھتے ہیں۔ ان کو سماع و وجد کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ عبادات ان کے لئے سماع کا کام دے جاتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت بخشتی ہے۔ ان ایک کو اہل سماع و وجد کے اکثر مقلد لوگ جو ان بزرگواروں کی شان عظیم سے واقف نہیں ہیں۔ وہ اپنے آپ کو عشاق خیال کرتے ہیں اور ان کو زاہد سمجھتے ہیں گویا یہ لوگ عشق و محبت کو رقص و وجد ہی میں منحصر جانتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور منتہیوں میں سے ایک گروہ کے لوگ ہیں جن کو سیر الی اللہ کے قطع کرنے اور بقا باللہ کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جذب قوی عنایت فرماتے ہیں اور جذب وانجذاب کی رسی سے کشاں کشاں لے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں برودت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تسلی و آرام ان کے لئے ناجائز ہوتا ہے۔ یہ لوگ عروج میں امور غریبہ کے محتاج نہیں ہوتے۔ سماع ورقص ان کی خلوت کی تنگ جگہ میں دخل نہیں پاتے اور وجد وتواجد کا ان کے ساتھ کچھ کام نہیں ہوتا اسی انجذابی عروج کے ساتھ نہایت النہایت مرتبہ تک جہاں تک کہ وصول ممکن ہے پہنچ جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اس مقام سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے حصہ پا لیتے ہیں۔ اس قسم کا وصول گروہ وافراد کے ساتھ مخصوص ہے۔ اقطاب کو بھی اس مقام سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اگر محض فضل ایزدی جل شانہٗ سے نہایت النہایت کے اس قسم کے واصل کو عالم کی طرف واپس لائیں اور مستعدوں کی تربیت اس کے حوالہ کریں تو اس کا نفس مقام بندگی میں اتر آتا ہے اور اس کی روح نفس کی مزاحمت کے بغیر جناب مقدس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ایسا شخص کمالات فردیہ کا جامع اور تکمیلات قطبیہ کا حاوی ہوتا ہے اور قطب سے ہماری مراد اس جگہ قطب ارشاد ہے نہ قطب اوتاد اور مقامات ظلّی کے علوم اور مدارج اصلی کے معارف اس کو حاصل ہوتے ہیں بلکہ جس مقام میں وہ ہوتا ہے وہاں نہ ظل ہے نہ اصل۔ وہ ظل واصل سے گزرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا کامل مکمل بہت ہی عزیز الوجود اور نایاب ہے۔ اگر بے شمار زمانوں کے بعد بھی ظہور میں آجائے تو بھی غنیمت ہے۔ ایسے شخص کے وجود سے جہان منور ہوتا ہے اور اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ ناپسندیدہ اور ردی اخلاق کو دور کرتی ہے۔ ایسا شخص مدارج عروج کو تمام کر کے مقام بندگی میں اتر آتا ہے اور عبادت کے ساتھ انس و آرام پاتا ہے۔ مقام عبدیت کے ساتھ کہ جس سے بڑھ کر مقام ولایت میں اور کوئی بلند مقام نہیں ہے۔ اس طائفہ میں سے ایک شخص کو منتخب کر کے مشرف فرماتے ہیں اور منصب محبوبیت کی قابلیت بھی اسی کو مسلّم ہوتی ہے۔ ایسا شخص مرتبۂ ولایت کے کمالات کا جامع اور درجہ دعوت کے تمام مقامات کا حاوی اور ولایت خاصہ اور نبوت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ غرض اس کی شان میں یہ مصرع صادق آتا ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ترجمہ: جو کچھ معشوق سب رکھتے ہیں تو تنہا ہی رکھتا ہے

مبتدی کے لئے وجد وسماع مضر ہے اور اس کے عروج کے منافی ہے خواہ شرائط کے موافق ہی واقع ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سماع کی شرائط کا تھوڑا سا حال انشاء اللہ اس رسالہ کے اخیر میں لکھا جائے گا۔ اس کا وجد معلول ہے اور اس کا حال وبال۔ اس کی حرکت طبعی ہے اور اس کی تحرک ہوائے نفسانی پر ہے اور مبتدی سے میری مراد وہ شخص ہے جو ارباب قلوب یعنی صاحبان دل میں سے ہے اور ارباب قلوب وہ لوگ ہیں جو مبتدیوں اور منتہیوں کے درمیان متوسط ہوتے ہیں اور منتہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ اور واصل کامل ہو اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں' جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں اور وصول کے بھی بہت سے مراتب ہیں جن کا ابدالآباد یعنی ہمیشہ تک قطع کرنا ممکن ہے۔

غرض سماع متوسطوں اور ایک قسم کے منتہیوں کے لئے بھی نافع اور مفید ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ لیکن جاننا چاہئے کہ ارباب قلوب کو بھی سماع کی حاجت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے جو جذب کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے اور سخت ریاضتوں اور کٹھن مجاہدوں کے ساتھ مسافت کو قطع کرنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں سماع و وجد' ان لوگوں کا مددگار بن جاتا ہے اور اگر ارباب قلوب مجذوبوں میں سے ہوں تو ان کی سیر کی مسافت جذبہ کی مدد سے قطع ہو جاتی ہے۔ ان کو بھی سماع کی حاجت نہیں ہوتی۔

اور نیز جاننا چاہئے کہ غیر مجذوب ارباب قلوب کیلئے سماع مطلق طور پر فائدہ مند نہیں ہے بلکہ اس سے نفع کا حاصل ہونا چند شرائط پر منحصر ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقِتَادِ ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔

سماع کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو اپنے کمال کا اعتقاد نہ ہو اور اگر اپنی کمالیت کا معتقد ہے تو محبوس ہے۔ ہاں سماع اس کو بھی ایک قسم کا عروج بخشتا ہے لیکن تسکین کے بعد اس مقام سے نیچے اتر آتا ہے۔ باقی تمام شرائط مستقیم الاحوال بزرگواروں کی کتابوں مثل عوارف المعارف وغیرہ میں مفصل طور پر درج ہیں جن میں سے اکثر اس وقت کے لوگوں میں مفقود ہیں بلکہ اس قسم کا سماع و رقص جو آج کل لوگوں میں شائع ہے اور اس قسم کی مجلس واجتماع جو اس زمانہ میں متعارف اور مشہود ہے کچھ شک نہیں کہ مضر محض اور منافی صرف ہے عروج وہاں کچھ معنے نہیں رکھتا اور صعود اس صورت میں متصور نہیں ہے اور سماع سے مدد واعانت کا اصل ہونا وہاں مفقود ہے اور مضرت ومنافات موجود۔

تنبیہ: سماع و رقص اگرچہ بعض منتہیوں کے لئے بھی درکار ہے لیکن چونکہ یہ لوگ ابھی بہت سے مراتب عروج آگے رکھتے ہیں اس لئے اوساط میں سے ہیں اور جب تک عروج کے مراتب کو جہاں تک کہ ان کا حاصل ہونا ممکن ہے۔ پورے طور پر طے نہ کرلیں انتہا کی حقیقت ان سے مفقود ہے اور اس کو نہایت کہنا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے اور اس سیر کی نہایت اس اسم تک ہے جس کا مظہر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سالک ہے۔ اس کے بعد اس اسم اور اس کے متعلقات میں سیر ہوتی ہے اور جب اس اسم اور اس کے متعلقات سے جو صاحبان اسم پر منکشف ہوتے ہیں' گزر کر مسمیٰ حقیقی تک پہنچ جائے اور وہاں فنا وبقا حاصل کر لے تو اس وقت اس کو منتہی حقیقی کہتے ہیں اور در حقیقت سیر الی اللہ کی حقیقت اس صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ نہایت اول کو بھی جو اسم تک ہی ہے۔ سیر الی اللہ کی نہایت اعتبار کیا ہے اور اس فنا وبقا کے اعتبار سے جو اس مرتبہ میں حاصل ہوتا ہے۔ ولایت کا اسم اس پر اطلاع کیا ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ سیر فی اللہ کی نہایت نہیں ہے۔ یہ سیر بقا کے وقت میں ہے اور عروج کی منازل طے کرنے کے بعد اس سیر کی بے نہایتی کے معنیٰ ہیں کہ اگر سیر اس اسم میں مفصل طور پر واقع ہو جائے تو اس اسم کے مندرجات شیونات میں لگا رہتا ہے اور ہرگز اس کی نہایت تک نہیں پہنچتا کیونکہ ہر ایک اسم بے نہایت مندرجہ شیونات پر مشتمل ہے لیکن اگر عروج کے وقت اس کو اس اسم سے گزارنا چاہیں تو ہو سکتا ہے کہ ایک ہی قدم سے اس کو طے کر لے اور نہایت النہایت تک پہنچ جائے اور اگر اسی جگہ مستہلک اور فانی رہیں تو زہے شرافت اور اگر خلق کی تربیت کے واسطے اس کو واپس لے آئیں تو زہے فضیلت۔ تو گمان نہ کرے کہ اسم تک پہنچنا آسان کام ہے۔ دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں اور ان میں کس کو اس اعلیٰ نعمت سے سرفراز کریں اور جس امر کو تو تنزیہ وتقدیس خیال کرتا ہے وہ عین تشبیہ اور تنقیص ہے بلکہ بہت سے مراتب جن کو تو تنزیہ خیال کرتا ہے مقام روح سے بھی بہت نیچے ہیں اور وہ تنزیہ بھی جس کو تو عرش کے اوپر خیال کرتا ہے دائرہ تشبیہ میں داخل ہے اور وہ مکشوف منزہ عالم ارواح سے ہے کیونکہ عرش تمام جہات کا گھیرنے والا اور تمام ابعاد یعنی بعدوں کا منتہا ہے اور عالم روح' عالم جہات وابعاد کے ماسوائے ہے کیونکہ روح لا مکانی ہے مکان میں نہیں سما سکتا اور عرش کے ماسوائے روح کا ثابت کرنا تجھے اس وہم میں نہ ڈال دے کہ روح تجھ سے دور ہے اور تیرے اور روح کے درمیان دور دراز مسافت ہے۔ روح کو باوجود لا مکانی ہونے کے تمام مکانوں کے ساتھ برابر نسبت ہے۔ عرش کے ماسوائے کہنا اور معنے رکھتا ہے جب تک تو وہاں نہ پہنچے' ان معنی کو نہیں پا سکتا۔

صوفیاء کا ایک گروہ جو تنزیہ روحی تک پہنچے ہیں اور عرش کے اوپر اس کو معلوم کیا ہے۔ انہوں نے اس تنزیہ کو' تنزیہ الٰہی جل شانہٗ تصور کیا ہے اور اس مقام کے علوم ومعارف کو علوم غامضہ یعنی پوشیدہ علوم کہا ہے اور استوا کے سر کو اس مقام میں حل کیا ہے اور حق یہ ہے کہ وہ نور روح کا نور ہے۔

فقیر کو بھی اس مقام کے حاصل ہونے کے وقت اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی عنایت نے اس بھنور سے نکال دیا تو معلوم ہوا کہ وہ نور روح کا نور تھا نہ نور الٰہی جل شانہٗ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم بھی ہدایت نہ پاتے) چونکہ روح الا مکانی ہے اور بیچگونگی کی صورت میں مخلوق ہے اس لئے اشتباہ کا محل ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے)۔

ان میں سے ایک گروہ اس ذوق العرش روح کے نور کو ہمراہ لے کر نیچے آجاتے ہیں اور اس کے ساتھ بقا حاصل کرتے ہیں اور اپنے آپ کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جانتے ہیں اور اگر اس نور کو اپنے آپ سے جدا پاتے ہیں تو فرق بعد الجمع کا مقام تصور کرتے ہیں۔ اس قسم کے مغالطے صوفیوں کو بہت پڑ جاتے ہیں۔ وَهُوَ سُبْحَانَهُ الْعَاصِمُ عَنْ مَظَانِ الْاَغْلَاطِ وَمُحَالِ الْاِخْتِبَاطِ (اللہ تعالیٰ ہی لغزش کے مقام اور خبط کی جگہ سے بچانے والا ہے۔)

جاننا چاہئے کہ روح اگرچہ عالم بیچون کے ساتھ نسبت رکھتی ہے لیکن درحقیقت دائرہ چون میں داخل ہے۔ گویا عالم چون اور بارگاہ حقیقی کے درمیان برزخ ہے اور دونوں طرف کا رنگ رکھتا ہے اور ہر دو اعتبار اس میں صحیح ہیں۔ برخلاف بیچون حقیقی کے کہ چون کو ہرگز اس کی طرف راہ نہیں ہے۔ پس جب تک روح کے تمام مقامات سے عروج نہ کریں اس اسم تک نہیں پہنچتے۔ پس اول آسمان سے لے کر عرش تک کے تمام طبقات سے گزرنا پڑتا ہے اور لوازم امکان سے پورے طور پر نکلنا پڑتا ہے۔ بعد ازاں عالم ارواح کے تمام لا مکانی مراتب کو بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ پھر اس اسم تک پہنچتے ہیں۔

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است　　　　حاصل خواہ بجز پندار نیست

ترجمہ: خیال کرتا ہے خواجہ کہ مرد واصل ہوں
سوائے خیال کے خواجہ کو کچھ نہیں حاصل

حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اس عالم خلق کے آگے امر ہے اور عالم امر کے آگے اسماء وشیونات کے ظلی اور اصلی اور اجمالی اور تفصیلی مراتب ہیں۔ ان ظلی اور اصلی اور اجمالی اور تفصیلی مراتب کے بعد مطلوب حقیقی کو ڈھونڈنا چاہئے۔ دیکھیں اس جستجو سے کس کو نوازش فرماتے ہیں اور کس صاحب دولت کو اس سعادت سے مشرف کرتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے) ہمت کو بلند رکھنا چاہئے اور جو کچھ راہ میں آئے اس پر قناعت نہ کرنی چاہئے اور اس کو وراء الوراء میں ڈھونڈنا چاہئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَ دُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ حُيُوْفُ

ترجمہ: ہائے پہنچوں کس طرح میں یار تک

راہ میں ہیں پرخطر کوہ اور غار

تنبیہ: دائمی وصل اور استمراری وقت اس شخص کیلئے مسلّم ہے جو فنائے مطلق سے متحقق ہونے کے بعد بقا باللہ سے مشرف ہوا ہو اور اس کا علم حصولی علم حضوری سے تبدیل ہو گیا ہو۔ اس بحث کو ذرا زیادہ تشریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ وہ علم جو عالم کو اپنی ذات کی ماسوائے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے حاصل ہونے کا طریق عالم کے ذہن میں معلوم کی صورت کا حاصل ہونا ہے اور جس علم میں صورت کے حصول کی طرف محتاج نہ ہوں وہ اپنی ذات کا علم ہے اور یہی علم حضوری ہے کیونکہ ذات بنفسہٖ عالم میں حاضر ہے اور علم حصولی میں جب تک معلوم کی صورت ذہن میں حاصل رہتی ہے۔ تب تک معلوم کی طرف توجہ رہتی ہے اور جب وہ صورت ذہن سے زائل ہو جاتی ہے وہ ذہنی توجہ بھی زائل ہو جاتی ہے۔ پس علم حصولی میں توجہ کا دائمی ہونا محال عادی یعنی ازروئے عادت کے محال ہے۔ برخلاف علم حضوری کے کہ اس میں معلوم سے غافل ہونا غیر متصور ہے کیونکہ اس علم کے ثابت ہونے کا منشاء عالم کی ذات کا حضور ہے اور چونکہ یہ حضور دائمی ہے۔ اس لئے ذات کا علم بھی دائمی ہوگا۔ پس اپنی ذات سے توجہ کا زائل ہونا ممکن نہیں ہے اور بقا باللہ میں علم حضوری ہے جس کا زوال متصور نہیں ہے۔ تو گمان نہ کرے کہ بقا باللہ کے یہ معنی ہیں کہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا عین معلوم کرے۔ جس طرح کہ اس گروہ میں سے بعض نے اس کی تعبیر حق الیقین سے کی ہے۔ ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ بقا باللہ جو فنائے مطلق کے بعد حاصل ہوتا ہے اس قسم کے علوم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور یہ حق الیقین کہ جس کو بعض نے کہا ہے اس بقا کے مناسب ہے جو جذبہ میں حاصل ہوتا ہے اور وہ بقاء جو اصلی مقصود ہے وہ اور ہے۔ ع

ذوق ایں نشناسی بخدا تا نچشی

ترجمہ: مزہ تجھ کو نہ آئے گا نہ جب تک ان کو کھائے گا

پس استمرار توجہ اور دوام حضور بقا باللہ کی صورت میں ثابت ہوا۔ بقا باللہ کے ساتھ متحقق ہونے سے پہلے دوام حضور ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ بہت لوگوں کو اس مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی علی الخصوص طریقہ علیہ نقشبندیہ میں اسی معنی کا وہم دامن گیر ہو جاتا ہے۔ وَالْحَقُّ مَا حَقَّقْتُ وَالصَّوَابُ مَا اُلْهِمْتُ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَ اِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ (لیکن حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



یہی ہے جو میں نے ثابت کیا اور بہتر وہی ہے جو مجھے الہام ہوا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا وَالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ دَائِمًا وَ سَرْمَدًا اول وآخر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو۔

# مکتوب (۲۸۶)

اہل سنت وجماعت کی آرائے صائبہ کے موافق صحیح اعتقاد کے بیان میں جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہے اور ان لوگوں کے رد میں جنہوں نے کتاب وسنت سے اہل وسنت وجماعت کے معتقدات کے برخلاف سمجھا ہے۔ یا کشف کے ساتھ اہل حق کا خلاف معلوم کیا ہے۔ مولانا امان اللہ فقیہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

بداں اَرْشَدَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَلْھَمَکَ سَوَآءَ الصِّرَاطِ. اللہ تعالیٰ تجھے سیدھا راستہ کی ہدایت دے۔

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ طریق سلوک کی جملہ ضروریات میں سے ایک اعتقاد صحیح ہے جس کو علمائے اہل سنت وجماعت نے کتاب وسنت اور آثار سلف سے استنباط فرمایا ہے اور کتاب وسنت کو ان کے معانی پر محمول رکھنا بھی ضروری ہے۔ جن معانی کو تمام علمائے اہل حق یعنی اہل سنت وجماعت نے اس کتاب وسنت سے سمجھا ہے اور اگر بالفرض کشف والہام کے ساتھ ان معانی مفہومہ کے برخلاف کوئی امر ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہئے اور اس سے پناہ مانگنی چاہئے۔ مثلاً وہ آیات واحادیث جن کے ظاہر سے توحید سمجھی جاتی ہے اور ایسے ہی احاطہ اور سریان اور قرب اور معیت ذاتیہ معلوم ہوتے ہیں جب علمائے حق نے ان آیات واحادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے ہیں تو اگر اثنائے راہ میں سالک پر یہ معانی منکشف ہو جائیں اور سوائے ایک کے اور کو موجود نہ پائے اور اس کو محیط بالذات جانے اور از روئے ذات کے قریب جانے۔ اگرچہ اس وقت وہ غلبہ حال اور سکر وقت کے باعث معذور ہے لیکن اس کو چاہئے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرتا رہے تا کہ اس کو اس بھنور سے نکال کر وہ امور جو علمائے اہل حق کی آرائے صائبہ کے مطابق ہیں، اس پر منکشف کرے اور ان کے معتقدات حقہ کے برخلاف سر مو ظاہر نہ کرے۔

غرض علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ کو اپنے کشف کا مصداق اور اپنے الہام کی کسوٹی بنانا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چاہئے کیونکہ وہ معانی جو ان کے مفہومہ معانی کے برخلاف ہیں محل کے اعتبار سے ساقط ہیں کیونکہ ہر مبتدع یعنی بدعتی اور ضال یعنی گمراہ کتاب وسنت ہی کو اپنے معتقدات کا مقتدا جانتا ہے اور اپنے ناقص فہم کے موافق اسی سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (اکثر کو ہدایت دیتا ہے اور اکثر کو گمراہ کرتا ہے) اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ معتبر ہیں اور ان کے برخلاف معتبر نہیں ہے وہ اس سبب سے کہ انہوں نے ان معانی کو آثار صحابہ وسلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چشمہ سے اخذ کیا ہے اور ان کے نجوم ہدایت کے انوار سے اقتباس فرمایا ہے۔ اسی واسطے نجات ابدی انہیں پر مخصوص ہے اور فلاح سرمدی انہی کے نصیب ہے۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں خبردار یہی اللہ تعالیٰ کا گروہ خلاصی پانے والا ہے) اور اگر بعض علماء اعتقاد حقہ کے باوجود فرعیات میں سستی کریں اور تقصیرات کے مرتکب ہوں تو عملیات میں مطلق علماء کا انکار کرنا اور سب کو مطعون کرنا محض بے انصافی اور صرف مکابرہ یعنی ہٹ دھرمی ہے بلکہ اس میں دین کی اکثر ضروریات کا انکار ہے کیونکہ ان ضروریات کے ناقل اور ان کے کھوٹے کھرے کو پہچاننے والے یہی لوگ ہیں۔

لَوْلَا نُوْرُ هِدَايَتِهِمْ لِمَا اهْتَدَيْنَا وَلَوْلَا تَمِيْزُ هُمُ الصَّوَابَ عَنِ الْخَطَاءِ لَغَوَيْنَا وَهُمُ الَّذِيْنَ بَذَلُوْا جُهْدَهُمْ فِيْ اِعْلَاءِ كَلِمَةِ الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ وَاسْلَكُوْا اطَرِيْقَ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ فَمَنْ تَابَعَهُمْ اَفْلَحَ وَ نَجَا وَمَنْ خَالَفَهُمْ ضَلَّ وَ اَضَلَّ. اگر ان لوگوں کا نور ہدایت ہم کو نہ پہنچتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور اگر یہ لوگ صواب کو خطا سے الگ نہ کر دیتے تو ہم گمراہ رہتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ساری کوشش کو دین قویم کے کلمہ کو بلند کرنے میں لگا دیا اور اکثر لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا جس نے ان کی متابعت کی وہ بچ گیا اور نجات پا گیا اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

جاننا چاہئے کہ صوفیہ کے معتقدات آخر کار یعنی منازل سلوک کے طے کرنے اور ولایت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے بعد علمائے اہل حق کے یہی معتقدات ہیں۔ علماء ان کو نقل واستدلال سے حاصل کرتے ہیں اور صوفیہ کشف والہام سے۔ اگرچہ بعض صوفیہ کو اثنائے راہ میں سکر وقت اور غلبہ حال کے باعث ان معتقدات کے مخالف امور ظاہر ہوتے ہیں لیکن اگر ان کو ان مقامات سے گزار کر نہایت کار تک پہنچائیں تو وہ امور گرد کی طرح اڑ جاتی ہیں اور اگر اس مخالفت پر رہیں تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بھی امید ہے کہ اس مخالفت پر ان کو مواخذہ نہ کریں گے۔ ان کا حکم مجتہد مخطی کا حکم ہے یعنی مجتہد نے استنباط میں خطا کی اور صوفیہ نے کشف میں۔

صوفیہ کی جملہ مخالفات میں سے ایک وحدت وجود اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتیہ کا حکم ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا اور ایسا ہی صفات سبعہ یا ثمانیہ کے وجود سے ان کا انکار ہے جو ذات باری تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں کیونکہ علمائے اہل سنت و جماعت صفات کو حق تعالیٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود جانتے ہیں۔ ان کا انکار اس طرح پیدا ہوتا ہے۔ س وقت ان صفات کے آئینہ میں ان کو حق تعالیٰ کی ذات مشہود ہوتی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ دیکھنے والے کی نظر سے آئینہ پوشیدہ رہتا ہے۔ پس اس اختفاء کے باعث خارج میں ان کے عدم وجود کا حکم کر دیتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ اگر خارج میں موجود ہوتیں تو مشہود ہوتیں۔ فَحَيْثُ لَا شُهُوْدَ لَا وُجُوْدَ (چونکہ شہود نہیں اس لئے موجود بھی نہیں) اور علماء پر اس سبب سے کہ انہوں نے صفات کے وجود کا حکم کیا ہے طعن کرتے ہیں بلکہ کفر اور ثنویہ یعنی دو بینی کا حکم کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ سبحانہ عن الجرءۃ فی الطعن (اللہ تعالیٰ ہم کو طعن کی جرأت سے بچائے) اور ان کو اس مقام سے ترقی ہو جاتی اور ان کا شہود اس پردہ سے نکل آتا اور مراتیت کا حکم زائل ہو جاتا اور صفات کو جدا دیکھتے تو انکار کا حکم نہ کرتے اور ان کی نوبت علمائے بزرگوار کے طعن تک نہ پہنچتی۔

اور ان کے جملہ مخالفات میں سے دوسری یہ ہے کہ یہ لوگ بعض ایسے امور کا حکم کرتے ہیں جو واجب تعالیٰ کے ایجاب کو مستلزم ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ ایجاب کے لفظ کا اطلاق نہیں کرتے اور ارادہ کو ثابت کرتے ہیں لیکن درحقیقت ارادہ کی نفی کرتے ہیں۔ اس حکم میں یہ تمام لوگ اہل ملت کے مخالف ہیں۔ ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات کا حکم کرتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ قدرت کے ساتھ قادر ہے ان معنی میں کہ اِنْ شَاءَ فَعَلَ وَ اِنْ لَمْ يَشَاءْ لَمْ يَفْعَلْ (اگر چاہے گا کرے اور اگر نہ چاہے گا نہ کرے گا) لیکن شرطیہ اولیٰ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور شرطیہ ثانیہ کو ممتنع الصدق۔ یہ قول بھی ایجاب تک پہنچ جاتا ہے بلکہ قدرت کا ان معنی کے لحاظ سے بھی انکار ہے جو اہل ملت کے نزدیک ثابت و مقرر ہیں کیونکہ ان کے نزدیک قدرت کے معنی صحت فعل اور ترک کے ہیں اور ان کے قول سے فعل کا وجوب اور ترک کا امتناع لازم آتا ہے۔ فَاَيْنَ هٰذَا مِنْ ذٰلِكَ اس میں اور اس میں بہت فرق ہے۔

اس مسئلہ میں ان کا فرمانا ... حکم کا ... ہے اور صدق اولیٰ کے وجوب اور صدق ثانیہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے امتناع کے باوجودارادہ کا ثابت کرنا اور اس اثبات کے ساتھ اپنے آپ کو حکماء سے جدا کرنا نافع نہیں ہے کیونکہ ارادہ کے معنی دو تساوی چیزوں میں سے ایک کو خاص کرنے کے ہیں۔ پس جہاں تساوی و مساوات نہیں ہے وہاں ارادہ بھی نہیں اور اس جگہ وجوب اور امتناع کے درمیان تساوی و مساوات معدوم ہے۔ فافہم۔

اور ان امور میں سے دوسرا یہ ہے کہ مسئلہ قضا و قدر کی تخصیص میں ان کا بیان اس طرح پر ہے جس کا ظاہر ایجاب ہے اور اس بحث میں ان کی جملہ عبارات میں سے ایک یہ عبارت ہے کہ اَلْحَاكِمُ مَحْكُومٌ وَالْمَحْكُومُ حَاكِمٌ (حکام محکوم ہے اور محکوم حاکم ہے) ایجاب سے قطع نظر کر کے حق تعالیٰ کو کسی کا محکوم بنانا اور کسی کو اس پر حاکم مقرر کرنا بہت ہی برا ہے۔ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا (یہ لوگ بہت ہی برے اور جھوٹ بات بولتے ہیں) اور ابھی اس قسم کی بہت سی مخالفتیں ہیں کَقَوْلِهِمْ اِمْكَانَ رُؤْيَتِ الْحَقِّ سُبْحَانَهٗ لَيْسَتْ اِلَّا بِالتَّجَلِّى الصُّوْرِىِّ (حق سبحانہٗ کی رویت تجلی صوری کے سوا نا ممکن ہے) یہ قول بھی حق تعالیٰ کی رویت کو مستلزم ہے وہ رویت جو انہوں نے تجلی صوری میں تجویز کی ہے، درحقیقت حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہے۔ وہ شبح و مثال کی رویت ہے۔

يَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَيْرِ كَيْفٍ ‎ ‎ وَاِدْرَاكٍ وَّ ضَرْبٍ مِنْ مِثَالٍ

ترجمہ: مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال
بے کیف و بے شباہت و بے درک و بے مثال

كَقَوْلِهِمْ بِتَقَدُّمِ اَرْوَاحِ الْكُمَّلِ لِاَزَلِيَتِهَا یعنی یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کاملین کی ارواح ازل ہی سے قدیم ہیں۔

ان کا یہ قول بھی اہل اسلام کے مخالف ہے کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک تمام عالم بمع اپنے اجزاء کے محدث ہے اور ارواح بھی جملہ عالم میں سے ہیں کیونکہ تمام ماسوائے اللہ کا نام عالم ہے۔ فافہم

پس سالک کو چاہئے کہ حقیقت حال تک پہنچنے سے پہلے اپنے کشف والہام کے برخلاف علمائے اہل حق کی تقلید کو لازم جانے اور علماء کو حق پر اور اپنے آپ کو خطا پر خیال کرے کیونکہ علماء کی سند انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے جن کی تائید وحی قطعی سے کی گئی ہے اور خطا و غلط سے معصوم ہیں اور کشف والہام وحی کے ساتھ ثابت ہوئے احکام کے مخالف ہونے کی صورت میں سراسر خطا اور غلط ہیں۔ پس اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم کرنا درحقیقت احکام قطعیہ منزلہ پر مقدم کرنا ہے اور یہ عین گمراہی اور محض خسارہ ہے اور نیز جس طرح کتاب و سنت کے موافق اعتقاد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کا درست کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ان کے موافق جیسا کہ علمائے مجتہدین نے کتاب وسنت سے استنباط فرمایا ہے اور احکام حلال وحرام وفرض وواجب ومستحب ومکروہ ومشتبہ ان سے نکالے ہیں' ان کا علم وعمل بھی ضروری ہے۔ مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے برخلاف کتاب وسنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے اور عمل کرنے میں اس مجتہد کے مذہب سے جس کا وہ تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے اجتناب کر کے عزیمت پر عمل کرے اور جہاں ہو سکے مجتہدین کے اقوال جمع کرنے میں کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔

مثلاً امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ وضو میں نیت کو فرض کہتے ہیں۔ نیت کے بغیر وضو نہ کریں اور ایسے ہی ترتیب اور اعضا کے دھونے اور تواتر کو بھی لازم جانتے ہیں۔ ترتیب وتواتر کی بھی رعایت کرنی چاہئے۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اعضا کے دھونے میں دلک یعنی ملنے کو فرض کہتے ہیں۔ اعضا کو ملنا بھی چاہئے۔

ایسا ہی لمس نساء اور مس ذکر کو وضو کا ناقص یعنی توڑنے والا کہتے ہیں۔ لمس نساء اور مس ذکر کے واقع ہونے کی صورت میں از سر نو وضو کر لے۔ علی ہذا القیاس۔

ان دو اعتقادی وعملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد قرب ایزدی جل شانہ' کے مدارج عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور منازل ظلمانی اور سالک نورانی کے قطع کرنے کا طالب ہونا چاہئے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ ان منازل کا قطع کرنا اور ان مدارج پر عروج کرنا شیخ کامل مکمل راہ داں' راہ بیں' رہنما کی توجہ وتصرف پر وابستہ ہے جس کی نظر امراض قلبی کو شفا بخشنے والی ہے اور اس کی توجہ ناپسندیدہ ردی اخلاق کو دور کرنے والی ہے۔ پس طالب کو چاہئے کہ اول شیخ کی طلب کرے۔ اگر محض فضل خداوندی سے اس کو شیخ کا پتہ بتلادیں تو شیخ کی معرفت کو نعمت عظمیٰ تصور کر کے اپنے آپ کو اس کا ملازم بنائے اور ہمہ تن اس کے تصرف کے تابع ہو جائے۔

شیخ الاسلام ہروی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہ پہچانا اور اپنے اختیار کو کلی طور پر شیخ کے اختیار میں گم کر دے اور اپنے آپ کو تمام مرادوں سے خالی کر کے کمر ہمت کو اس کی خدمت میں باندھے اور جو کچھ شیخ اس کو فرمائے اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جان کر اس کے بجا لانے میں جان سے کوشش کرے۔ شیخ مقتدا اگر ذکر کو اس کی استعداد کے مناسب دیکھے گا تو اس کا امر کرے گا اور اگر توجہ ومراقبہ کے مناسب دیکھے گا تو اس کی طرف اشارہ کرے گا اور اگر صرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صحبت ہی میں رہنا اس کیلئے کافی دیکھے گا تو اس کا امر کرے گا۔

غرض شیخ کی صحبت کے حاصل ہونے کے باوجود ذکر اور شرائط راہ میں سے کسی شرط کی حاجت نہیں ہے جو کچھ طالب کے حال کے مناسب دیکھے گا' فرمادے گا اور اگر راستہ کی بعض شرائط میں تقصیر واقع ہوگی تو شیخ کی صحبت اس کا تدارک کر دے گی اور اس کی توجہ اس کی کمی کو پورا کر دے گا اور اگر ایسے شیخ مقتدا کے شرف صحبت سے مشرف نہ ہو تو پھر اگر مرادوں میں سے ہے تو اس کو اپنی طرف جذب کرلیں گے اور محض عنایت بیغایت سے اس کا کام کر دیں گے اور جو شرط و ادب کہ اس کیلئے درکار ہوگا اس کو جتلا دیں گے اور منازل سلوک کے قطع کرنے میں بعض بزرگواروں کی روحانیات کو اس کے راستہ کا وسیلہ بنائیں گے کیونکہ عادت اسی طرح جاری ہے کہ راہ سلوک کے طے کرنے میں مشائخ کی روحانیات کا وسیلہ درکار ہے اور اگر مریدوں میں سے ہے تو اس کا کام شیخ مقتدا کے وسیلہ کے بغیر مشکل ہے۔ جب شیخ مقتدا نہ ملے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا و زاری کرتا رہے تاکہ اس کو شیخ مقتدا تک پہنچا دیں اور نیز چاہئے کہ شرائط راہ کی رعایت کو لازم جانے۔ شرائط مشائخ کی کتابوں میں مفصل طور پر بیان ہو چکی ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ کر کے ان کو مدنظر رکھیں۔

شرائط راہ میں سے اعلیٰ اور اعظم شرط نفس کی مخالفت ہے اور وہ مقام ورع و تقویٰ کی رعایت پر موقوف ہے جو محارم یعنی حرام سے ہٹ جانے سے مراد ہے اور محرمات و حرام سے نہیں بچ سکتے جب تک فضول مباحات سے پرہیز نہ کریں کیونکہ مباحات کے ارتکاب میں نفس کی باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہات تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے اور حرام میں گر پڑنے کا احتمام قوی ہے۔ مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ (جو شخص چراگاہ کے گرد پھرا وہ بے شک اس میں جا پڑے گا) پس محرمات سے بچنا فضول مباحات سے بچنے پر موقوف ہوا۔ پس ورع میں فضول مباحات سے بچنا بھی ضروری ہوا اور ترقی و عروج ورع پر وابستہ ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ اعمال کے دو جزو ہیں ایک امتثال اوامر یعنی امر کا بجالانا دوسرا انتہاء از مناہی یعنی منہیات سے بچنا۔ امتثال امر میں قدسی یعنی فرشتے بھی شامل ہیں۔ اگر امتثال امر میں ترقی واقع ہوتی تو قدسیوں کو بھی واقع ہوتی اور مناہی سے بچ رہنا قدسیوں میں نہیں ہے کیونکہ وہ بالذات معصوم ہیں اور مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تاکہ اس سے نہی کی جائے۔ پس معلوم ہوا کہ ترقی اسی جزو پر وابستہ ہے اور یہ اجتناب سراسر نفس کی مخالفت ہے کیونکہ شریعت ہوائے نفسانی اور رسوم ظلمانی کے دفع کرنے اور مٹانے کے لئے وارد ہوئی ہے چونکہ نفس کی طبعی خواہش کا محرم کا ارتکاب یا فضول امر کا ارتکاب ہے جو محرم کے ارتکاب تک پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے محرم و فضول کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اجتناب میں نفس کی عین مخالفت ہے۔

اگر سوال کریں کہ امتثال اوامر میں بھی نفس کی مخالفت ہے کیونکہ نفس نہیں چاہتا کہ عبادات میں مشغول ہو پس امتثال بھی ترقی کا مستلزم ہوگا اور چونکہ ملائکہ میں امتثال کی مخالفت مفقود ہے۔ اس لئے ان کی ترقی کا سبب نہیں ہے۔ پس قیاس مع الفارق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبادات میں نفس کا راضی نہ ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ اپنی فراغت و آرام کا خواہاں ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو کسی چیز سے مقید کرے اور یہ فراغت اور عدم تقلید بھی محرم میں داخل ہے یا فضول میں۔ پس امتثال اوامر میں نفس امارہ کی مخالفت اس محرم یا فضول سے اجتناب کے باعث ہے نہ صرف ادائے اوامر کے باعث جو کہ ملائکہ کو بھی حاصل ہے۔ پس قیاس صحیح ہے۔ پس جس طریق میں نفس کی مخالفت زیادہ تر ہے وہی سب طریقوں سے اقرب اور زیادہ تر نزدیک ہے اور کچھ شک نہیں کہ تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ میں نفس کی مخالفت کو زیادہ تر مدنظر رکھتے ہیں کیونکہ ان بزرگواروں نے عمل عزیمت پر اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب فرمایا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ عزیمت میں محرم وفضول کے اجتناب کے دونوں جزو مدنظر ہوتے ہیں۔ برخلاف رخصت کے کہ فقط محرم کا اجتناب ہے اگر کوئی یہ کہے کہ ہوسکتا ہے کہ باقی طریقوں نے بھی عزیمت کو اختیار کیا ہوتو میں کہتا ہوں کہ اکثر طریقوں میں سماع ورقص ہے۔ بڑے تامل کے بعد کام رخصت تک پہنچ جاتا ہے۔ عزیمت کی اس میں کیا مجال ہے ایسا ہی ذکر جہر ہے جس میں رخت سے زیادہ متصور نہیں۔

اور نیز دوسرے سلسلوں کے مشائخ نے اپنے اپنے طریقوں میں بعض حقانی نیتوں کے باعث امور محدثہ یعنی نئے نئے امور پیدا کئے ہیں جن میں نہایت صحت وتحقیق کے بعد رخصت ہی کا حکم ہے۔ برخلاف اس سلسلہ علیہ کے بزرگواروں کے جو سر مو سنت کی مخالفت پسند نہیں کرتے اور ابداع واحداث یعنی کسی نئے امر کا پیدا کرنا روا نہیں رکھتے۔ پس اس طریق میں نفس کی مخالفت پورے طور پر ہے اس لئے یہی طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ پس طالب کے لئے اس طریق کا اختیار کرنا نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے کیونکہ یہ راہ نہایت اقرب ہے اور مطلب کمال رفعت میں ہے لیکن ان کے متاخرین خلفاء کی ایک جماعت نے ان بزرگواروں کے اوضاع واطوار کو ترک کر کے اس طریق میں بعض نئے نئے امور پیدا کئے ہیں اور سماع ورقص وذکر جہر کو اختیار کیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس خاندان بزرگ کے بزرگواروں کی نیتوں کی اصل حقیقت تک نہیں پہنچے۔ یہ لوگ اپنے زعم میں خیال کرتے ہیں کہ ان محدثات اور مبدعات یعنی نئے اموراور بدعتوں سے اس طریقہ کی تکمیل اور تتمیم کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس کی بربادی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اورخرابی میں کوشش کررہے ہیں۔ وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ اللہ تعالیٰ حق بات کو پسند کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

# مکتوب (۲۸۷)

جذبہ اور سلوک اور ان معارف کے بیان میں جو ان دونوں مقاموں کے مناسب ہیں۔ اپنے برادر حقیقی حقائق آگاہ میاں غلام محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَخَتَمَهُمْ بِاَفْضَلِهِمْ وَاَكْمَلِهِمْ مُحَمَّدِ ناالَّذِىْ جَاءَ بِالصِّدْقِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى مَنْ تَابَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں اور ان کو ختم کیا ان کے افضل اور اکمل یعنی حضرت محمد ﷺ سے جو صدق کے ساتھ آئے۔ ان پر اور ان کے تمام تابعداروں پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات و برکات ہوں۔ آمین۔

دیکھنے میں آتا ہے کہ طالب اپنی کم ہمتی اور پست فطرتی اور شیخ کامل مکمل کی صحبت نہ پانے کے باعث دراز راستہ اور بلند مطلب کو چھوٹے راستہ اور ادنیٰ مطلب پر لے آئے ہیں اور جو کچھ ان کو راستہ میں حقیر و نقیر یعنی ہیچ پوچ حاصل ہوا ہے اسی پر کفایت کر کے اسی کو اصلی مقصد خیال کئے بیٹھے ہیں اور اس کے حاصل ہونے سے اپنے آپ کو کامل اور منتہی سمجھے بیٹھے ہیں اور وہ احوال جو راہ کے منتہیوں اور درگاہ کے واصلوں نے اپنے کام کے انجام اور اپنے روزگار کے نہایت کی نسبت بیان فرمائے ہیں۔ یہ پست فطرت لوگ اپنی قوت متخیلہ کے غلبہ کے باعث ان احوال کاملہ کو اپنے احوال ناقصہ کے مطابق کرتے ہیں۔ ان کا بعینہ یہی قصہ ہے۔ ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد

ترجمہ: خواب میں موش بن گیا شتر

انہوں نے بحر عمیق سے قطرہ بلکہ قطرہ کی صورت پر اور دریائے عمان سے بوند بلکہ بوند کی صورت پر قناعت کی ہے اور چون کو بیچون تصور کر کے بیچون سے آرام حاصل کیا ہے اور مانند کو بیمانند خیال کر کے بیمانند کو چھوڑ کر مانند کے ساتھ گرفتار ہوئے ہیں۔ ان سالکوں کے احوال سے جنہوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نے ابھی سلوک کو تمام نہیں کیا اوران پیاسوں کے حالات سے جنہوں نے سراب کے ساتھ آرام حاصل کیا ہوا ہے۔ان لوگوں کے احوال جو تقلید کے ساتھ بیچون پر ایمان لائے ہیں اور بیمانند کے گرفتار ہیں۔کئی درجے بہتر ہے۔محق اور مبطل (یعنی سچے اور جھوٹے) اور مصیب اور مخطی (یعنی باصواب اور خطا کار) کے درمیان بہت فرق ہے۔ان طالبوں کو جو ابھی مطلب تک نہیں پہنچے اور حادث کو قدیم جانتے ہیں اور چون کو بیچون سمجھتے ہیں اگر غیر صحیح کشف پر معذور نہ رکھیں اور اس غلط اور خطا پر مواخذہ نہ کریں تو ان کا حال نہایت ہی افسوس کے قابل ہے۔رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر۔

مثلاً ایک شخص کعبہ کا طالب ہوا اور شوق سے اس کی طرف پہنچنے کے لئے متوجہ ہوا۔اتفاقاً اثنائے راہ میں خانہ کعبہ جیسا ایک اور خانہ اس کے سامنے آیا صورت کی مشابہت کے باعث اس شخص نے خیال کیا کہ کعبہ ہے اور وہیں معتکف ہو کر بیٹھ گیا اور دوسرے شخص نے کعبہ کے خواص کو کعبہ کے واصلوں سے معلوم کر کے کعبہ کی تصدیق کی اس شخص نے اگر چہ طلب سے کعبہ کی راہ میں قدم نہیں رکھا لیکن اس نے غیر کعبہ کو کعبہ نہیں جانا ہے۔یہ شخص اپنی تصدیق میں محق یعنی سچا ہے اور اس کا حال طالب خطا کار مذکور سے بہتر ہے لیکن اس طالب کا حال جو ہر چند مقصد تک نہیں پہنچا ہے لیکن اس نے غیر مطلب کو مطلب نہیں سمجھا ہے۔اس مقلد محق کے حال سے جس نے ابھی راہ مطلب میں قدم نہیں رکھا بہتر ہے کیونکہ اس نے مطلوب کے تصدیق کی حقیقت کے باوجود مطلوب کے راہ کی مسافت کو مجمل طور پر قطع کیا ہے۔پس زیادت و برتری اس کے لئے متحقق و ثابت ہوگی اور ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اپنے اس خیالی کمال کو وہمی وصال سے شیخی اور خلق کی اقتداء کی مسند پر بیٹھے ہیں اور اپنی منفعت کے باعث کمالات کے بہت سے مستعدوں کی استعداد کو ضائع کر دیا ہے اور اپنی صحبت کی سردی کی شومی سے طالبوں کی طلب کی حرارت کو دور کر دیا ہے۔ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا ضَاعُوْا فَاَضَاعُوْا (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور آپ بھی ضائع ہوئے اور دوسروں کو بھی ضائع) کیا کمالات کا اس قسم کا تخیل اور وصال کا توہم سالکانِ مجذوب نارسیدہ کی نسبت مجذوبان سلوک ناکردہ میں زیادہ تر ہے کیونکہ مبتدی اور منتہی جذب کی صورت میں ایک دوسرے کے مشابہ اور عشق و محبت میں بظاہر ایک دوسرے کے مساوی ہیں اگر چہ حقیقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے احوال جدا ہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ابتداء میں جو کچھ ہے معلول ہے اور غرض پر محمول ہے اور انتہا میں چونکہ حق کے ساتھ ہے سب کچھ حق کے لئے ہے۔ اس سخن کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب مذکور ہوگی۔ یہ صوری مشابہت اور ظاہری مناسبت اس تخیل کا باعث ہو جاتی ہے اور چونکہ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں جذب سلوک پر مقدم ہے۔ اس لئے اس طریق کے مجذوبوں کو جو سلوک کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے اس قسم کا تخیل اور اس طرح کا وہم بہت پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک اور جماعت کے لوگ جن کو مقام جذبہ میں تقلب حاصل ہوتا ہے اور ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ منازل سلوک قطع ہو گئیں اور سیر الی اللہ کے راستے طے ہو چکے ہیں اور ان تقلبات سے اپنے آپ کو مجذوب سالک جانتے ہیں اس لئے خاطر فاتر میں آیا کہ چند فقرے لکھے جائیں جن میں جذبہ اور سلوک کی حقیقت اور ان ہر دو مقام کے درمیان فرق ظاہر ہو اور ہر ایک کے خواص کو بیان کیا جائے جن کے سبب ایک دوسرے سے متمیز ہو سکے اور جذب مبتدی اور جذب منتہی کے درمیان فرق اور مقام تکمیل وارشاد اور اس مقام کے مناسب علوم کی حقیقت معلوم ہو لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ تاکہ حق حق ثابت ہو اور باطل باطل ثابت ہو۔ اگرچہ مجرم لوگ اس کو ناپسند کریں۔

فَشَرَعْتُ فِيْهِ بِحُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ سُبْحَانَهٗ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ يَهْدِى السَّبِيْلَ وَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اب میں حق تعالیٰ کی توفیق سے اس بیان کو شروع کرتا ہوں اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے اور وہی اچھا مولیٰ اور بہتر وکیل ہے۔

یہ مکتوب دو مقصدوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقصد اول میں ان معارف کا بیان ہے جو مقام جذبہ کے متعلق ہیں اور مقصد ثانی میں ان معارف کا بیان ہے جو مقام سلوک سے تعلق رکھتے ہیں اور خاتمہ میں بعض ان علوم و معارف متفردہ کا بیان ہے۔ جن کا جاننا طالبوں کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

## مقصد اوّل

جاننا چاہئے کہ وہ مجذوب جنہوں نے ابھی سلوک کو تمام نہیں کیا۔ اگرچہ قوی جذب رکھتے ہوں اور خواہ کسی راہ سے منجذب ہوں۔ ارباب قلوب کے گروہ میں داخل ہیں۔ سلوک اور تزکیہ نفس کے بغیر مقام قلب سے نہیں گزر سکتے تاکہ مقلب قلب یعنی دل کے پھیرنے والے تک پہنچ جائیں۔ ان کا انجذاب قلبی ہے اور ان کی محبت عرضی ہے نہ ذاتی اور ظلی ہے نہ اصلی۔ کیونکہ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مقام میں نفس روح کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظلمت نور کے ساتھ خلط ملط ہوتی ہے۔ منازل سلوک کے قطع کرنے اور سیر الی اللہ کے راستوں کو طے کرنے اور سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق ہونے بلکہ مقام فرق بعد الجمع (جو سیر عن اللہ باللہ سے تعلق رکھتا ہے) کے حاصل ہونے کے بعد جب تک روح نفس سے خلاص و آزاد نہ ہو جائے تب تک مقام قلب کی تنگی سے کلی طور پر نہیں نکل سکتے اور مقلب قلب سے نہیں مل سکتے اور مطلوب کے ساتھ انجذ اب روحی پیدا نہیں کر سکتے ۔

ہر گدائے مرد میداں کے شود ۔۔۔ پشہ آخر سلیماں کے شود

ترجمہ: گدا ہوتا نہیں ہے مرد میداں ۔۔۔ نہیں مچھر ہے بن سکتا سلیماں

اس بیان سے جذب منتہی اور جذب مبتدی کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔ ان صاحبان قلوب مجذوبوں کا شہود پردۂ کثرت میں ہے۔ خواہ وہ ان معنی کو معلوم کریں یا نہ کریں اور اس کثرت میں ان کو عالم ارواح کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا جو لطائف اور احاطہ اور سریان میں اپنے موجد کے مشابہ صورت رکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور اس مناسبت کے باعث شہود روح کو شہود حق جانتے ہیں اور احاطہ اور سریان اور قرب و معیت بھی اسی قیاس پر ہیں کیونکہ سالک کی نظر مقام فوق تک ہی رہتی ہے اور اس سے آگے مقام فوق، فوق تک عبور نہیں کر سکتے اور ان کے مقام کا فوق روح کا مقام ہے۔ اس لئے ان کی نظر مقدم روح سے بلند تر نہیں جاتی اور روح کے سوا اور کوئی امر مشہود نہیں ہوتا۔ فوق روح تک نظر کا جانا مقام روح تک پہنچنے پر موقوف ہے اور محبت و انجذ اب بھی شہود حق کی طرح ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ محبت و انجذ اب کا پیدا ہونا فنا کے حاصل ہونے پر موقوف ہے جو سیر الی اللہ کی نہایت سے مراد ہے ۔

ہیچکس راتا نگردد اوفنا ۔۔۔ نیست رہ در بار گاہ کبریا

ترجمہ: جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا ۔۔۔ رہ نہیں ملتا اسے سوئے خدا ۔

اس مقام میں شہود کا اطلاق میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے ورنہ ان بزرگوں کا کارخانہ شہود کے وراء الورا ہے جس طرح ان کا مقصد بیچون و بیچگون ہے۔ ان کا اتصال بھی حق تعالیٰ کے ساتھ بیچون و بیچگون ہے۔ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ بادشاہ کے عطیات کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں ۔

اتصال بے تکیف بے قیاس ۔۔۔ ہست رب الناس را با جان ناس

ترجمہ: ہے خدا کا اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

محققین ارباب سلوک کے نزدیک جو نہایت کار تک پہنچ چکے ہیں۔ حق تعالیٰ کا احاطہ اور سریان اور قرب اور معیت علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے موافق علمی ہے۔ قرب ذاتی وغیرہ کے ساتھ حکم کرنا ان کے نزدیک بے حاصلی اور دوری کی علامت ہے۔ نزدیک کے لوگ قرب کا حکم نہیں کرتے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو کوئی کہتا ہے کہ میں نزدیک ہوں وہ دور ہے اور جو کوئی دور ہے وہ نزدیک ہے۔ تصوف یہی ہے اور وہ علم جو توحید وجودی کے متعلق ہے اس کا سبب قلبی محبت وانجذاب ہے۔ وہ ارباب قلوب جن کو ابھی جذب حاصل نہیں ہوا اور سلوک کے طریق پر منازل کو قطع کرتے ہیں۔ یہ علم ان کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا اور ایسے ہی وہ مجذوب جو سلوک کے ساتھ قلب سے پورے طور پر مقلب قلب کی طرف متوجہ ہیں۔ ان علوم سے بیزار اور توبہ کرتے ہیں۔ بعض مجذوب ایسے ہوتے ہیں جو ہر چند راہ سلوک پر آجاتے ہیں اور سلوک سے منازل کو طے کرتے ہیں لیکن ان کی نظر مقام مالوف سے قطع نہیں ہوتی اور فوق کی طرف توجہ پیدا نہیں کرتی۔ اس قسم کے علوم ان کا دامن نہیں چھوڑتے اور اس بھنور سے نہیں نکل سکتے۔ اسی واسطے مدارج قرب پر عروج کرنے اور مراتب قدس پر صعود کرنے میں لنگڑے رہتے ہیں۔ ربنا اخرجنا من هذه الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا واجعلْ لَنا مِنْ لدنک ولِيًا واجعلْ لَنا مِنْ لَدُنک نصيرا (اے ہمارے رب ہم کو اس گاؤں سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور تو خود ہمارا کارساز اور مددگار بن) ان علوم سے بیزار ہونا نہایت مطالب تک پہنچنے کی علامت ہے کیونکہ جوں جوں تنزیہ کے ساتھ زیادہ بزیادہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ توں توں عالم کی اپنے صانع کے ساتھ بے مناسبتی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اس وقت عالم کو صانع کا عین جاننا یا صانع کو عالم کا محیط بالذات سمجھنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔)

**معرفت:** حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔

اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ وہ انجذاب ومحبت جو منتہیوں کو نہایت میں میسر ہوتی ہے۔ اس طریق میں وہ انجذاب ومحبت ابتداء میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مندرج ہے کیونکہ منتہی کا جذب روحی ہوتا ہے اور مبتدی کا جذب قلبی اور چونکہ قلب روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے اس لئے جذب قلبی کے ضمن میں جذب روحی بھی میسر ہو جاتا ہے اور اس اندراج کو اس طریق کے ساتھ خاص کرنا اگرچہ یہ مطلب تمام جذبات میں حاصل ہے۔ اس سبب سے ہے کہ اس خاندان کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بزرگواروں نے اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ایک خاص طریقہ وضع کیا ہے اور اس مطلب تک پہنچنے کے لئے ایک خاص مسلک تعین کیا ہے اور دوسروں کو یہ مطلب اتفاق کے طور پر حاصل ہوتا ہے۔ ان کے ہاں کوئی خاص ضابطہ اور قاعدہ مقرر نہیں ہے اور نیز ان بزرگواروں کے لئے مقام جذبہ میں شان خاص ہوتی ہے جو اوروں کے لئے نہیں ہوتی اگر ہوتی بھی ہے تو شاذ و نادر ہوتی ہے اسی واسطے ان میں سے بعض کو اس مقام میں بغیر اس بات کے کہ منازل سلوک کو قطع کریں۔ ارباب سلوک کے فنا و بقاء کی مانند فنا و بقاء حاصل ہو جاتا ہے اور مقام تکمیل کی سیر بھی جو مقام سیر عن اللہ باللہ کے مشابہ ہے۔ میسر ہو جاتی ہے جس کے ساتھ یہ لوگ مستعدوں کی تربیت کرتے ہیں۔ اس مبحث کی تحقیق انشاء اللہ عنقریب لکھی جائے گی۔ یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے۔

جاننا چاہئے کہ روح کو بدن کے تعلق سے پہلے ایک قسم کی توجہ اپنے مقصود کی طرف حاصل ہوتی ہے جب اس کا تعلق بدن کے ساتھ ہوا تو وہ توجہ زائل ہو گئی۔

اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے اس سابقہ توجہ کے ظہور کے لئے اس خاص طریقہ کو وضع کیا ہے لیکن چونکہ روح بدن کے ساتھ متعلق ہے اس واسطے توجہ قلبی حاصل ہوتی ہے جو توجہ روح و نفس کی جامع ہے اور کچھ شک نہیں کہ توجہ روحی توجہ قلبی میں مندرج ہے لیکن توجہ روحی جو منتہیوں کے لئے ہے۔ روح کے فنا اور وجود حقانی کے ساتھ اس کے بقاء کے بعد ہے جس کو بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں اور توجہ روحی جو توجہ قلبی کے ضمن میں ہے بلکہ روح کی وہ توجہ بھی جو بدنی تعلق سے پہلے تھی۔ وہ توجہ ہے جو باوجود ہستی روح کے ہے جس کی طرف فنا نے راستہ نہیں پایا اور روح کی اس توجہ میں باوجود ہستی روح کے ہے اور اس توجہ میں جو روح کے فنا ہونے کے باوجود ہے بہت فرق ہے۔ پس اس توجہ روحی مندرج کو نہایت کہنا اس اعتبار سے ہے کہ روح کی توجہ ہے کیونکہ نہایت میں صرف یہی رہتی ہے۔ پس بدایت کے اندراج سے یہ مراد ہے کہ نہایت کی صورت بدایت میں مندرج ہے نہ کہ نہایت کی حقیقت کیونکہ اس کا بدایت میں مندرج ہونا محال ہے اور ممکن ہے کہ صورت کے لفظ کو اسی واسطے نہ لائے ہوں تاکہ اس طریق کی طلب میں رغبت و شوق پیدا ہو وَالْحَقِیْقَۃُ مَاحَقَّقْتُ بِعَوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی (حقیقت یہی ہے جو اللہ کی مدد سے میں نے تحقیق کی) اور وہ سابقین (سب سے آگے بڑھنے والے) جن کا انجذاب بے تعمل و بے کسب ہے (یعنی ان کو کسی عمل یا کسب کی حاجت نہیں محض اللہ کی عنایت ان کو کھینچ لائی ہے) بلکہ توجہ و حضور کے ساتھ آئے ہیں۔ ان کا انجذاب بھی قلبی ہے اور روح کی اس سابقہ توجہ کا اثر ہے جو بدنی تعلق کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باعث اس سابقہ توجہ کو فراموش کر چکے ہیں۔ گویا کسب اس توجہ سابقہ کی آ گاہی کے لئے اور اس گمشدہ دولت کے یاد دلانے کے لئے ہے لیکن توجہ سابقہ کے بھولنے والے سابقان مذکورہ سے لطیف الاستعداد ہیں کیونکہ متوجہ الیہ کی طرف سے توجہ سابق کا کلی طور پر فانی اور گم ہونے کی خبر دیتا ہے اور توجہ کا عدم نسیان ایسا نہیں ہے۔ غرض سابقین میں وہ توجہ کلی طور پر شمول و سریان پیدا کر لیتی ہے اور ان کے بدن بھی ان کی روح کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔ کَمَا هُوَ شَانُ الْمَحْبُوْبِیْنَ الْمُرَادِیْنَ (جیسا کہ محبوبین مرادین کا حال ہے) لیکن محبوبین کے اس شمول اور سابقین کے شمول میں وہی فرق ہوتا ہے جو کسی شے کی حقیقت اور صورت میں ہوتا ہے۔ کَمَا هُوَ الظَّاهِرُ عَلٰی اَرْبَابِهٖ (جیسا کہ اس کے واقفان پر ظاہر ہے) ہاں محبان واصل اور مریدان کامل کے لئے بھی اس قسم کا شمول ثابت ہو جاتا ہے لیکن یہ شمول برق کی طرح ہوتا ہے۔ دائمی نہیں ہوتا شمول دائمی محبوبوں کا خاصا ہے۔

**معرفت:** مجذوبان ارباب قلوب جب مقام قلب میں تمکین و رسوخ پیدا کر لیتے ہیں اور وہ معرفت وصحو جو اس مقام کے مناسب ہے ان کو حاصل ہو جاتا ہے تو اس وقت طالبوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور ان کی صحبت میں طلبوں کو قلبی انجذاب و محبت حاصل ہو جاتی ہے لیکن ان سے کمال تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ یہ خود حد کمال تک نہیں پہنچے ہیں۔ اس واسطے دوسروں کے لئے کمال حاصل کرنے کا واسطہ نہیں بن سکتے۔ یہ بات مشہور ہے کہ ناقص سے کوئی کامل نہیں بنتا۔ البتہ ان کا افادہ جتنا ہی ہو ارباب سلوک کے افادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ارباب سلوک نہایت سلوک تک پہنچ جائیں اور منتہیوں کا جذب پیدا کر لیں لیکن مقام قلب میں ان کو سیر عن اللہ باللہ کے طریق پر نہیں لاتے۔ کیونکہ وہ منتہی جس نے ابھی عالم کی طرف رجوع نہیں کیا۔ تکمیل و افادہ کا مرتبہ نہیں رکھتا کیونکہ عالم کے ساتھ اس کو کوئی توجہ اور مناسبت نہیں ہوتی تاکہ غیر کا افادہ کر سکے۔ شیخ مقتدا کو جو برزخ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ مقام برزخیت میں جس کو مقام قلب کہتے ہیں۔ اترا ہوا ہوتا ہے اور روح و نفس ہر دو جہت سے حظ وافر حاصل کیا ہوتا ہے۔ روح کی جہت سے اپنے فوق واعلیٰ سے استفادہ یعنی فائدہ حاصل کرتا ہے اور نفس کی جہت سے اپنے سے ادنیٰ و ماتحت کو فائدہ دیتا ہے کیونکہ اس کے لئے حق تعالیٰ کی توجہ اور خلق کی توجہ دونوں جمع ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتیں۔ پس افادہ استفادہ اس کو ایک ہی وقت میں حاصل ہوتے ہیں۔ بعض مشائخ اس برزخیت سے برزخیت بین الخلق والحق (خلق اور حق کے درمیان برزخیت) مراد رکھتے ہیں اور شیخ برزخ کو تشبیہ و تنزیہ کا جامع کہتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پوشیدہ نہ رہے کہ اس قسم کی برزخیت جو سکر پر مبنی ہے۔ مقام شیخی (جو سراسر صحو پر مبنی ہے) کے لائق نہیں ہے کیونکہ اس مقام میں ان کا نفس روحانی انوار کے غلبوں میں پھنسا ہوتا ہے اور یہی امر سکر کا باعث ہو جاتا ہے اور مقام برزخیت میں قلب ونفس وروح ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ پس ناچار سکر کی گنجائش نہ ہوگی بلکہ وہاں تو صحو ہی صحو ہے جو مقام دعوت کے مناسب ہے اور شیخ کامل کو جو مقام قلب میں لے آتے ہیں تو برزخیت کے باعث عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتا ہے اور مستعدوں کے لئے کمالات حاصل کرنے کا واسطہ بن جاتا ہے اور مجذوب متمکن بھی چونکہ مقام قلب میں ہے وہ بھی عالم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور توجہ کو اس سے دریغ نہیں کرتا اور انجذاب ومحبت سے اگرچہ قلبی ہو، بہت سا حصہ اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے افادہ کا راستہ اس پر کھل جاتا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ مجذوب متمکن کے افادہ کی کمیت یعنی مقدار منتہی مرجوع کے افادہ کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے اور منتہی کے افادہ کی کیفیت مجذوب کے افادہ سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ منتہی مرجوع اگرچہ عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتا ہے لیکن حقیقت میں جدا ہے اور رنگ اصلی کے ساتھ رنگا ہوا اور اس کے ساتھ باقی ہے اور یہ مجذوب حقیقت میں عالم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور من جملہ افراد عالم کے ہوتا ہے اور اس بقاء کے ساتھ باقی رہتا ہے جس سے عالم باقی ہے پس طالب حقیقی مناسبت کے باعث منتہی مرجوع کی نسبت مجذوب زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں لیکن کمالات ولایت کے مراتب کا افادہ منتہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس لحاظ سے منتہی کا افادہ کیفیت میں راجح اور غالب ہوگا اور نیز منتہی کے لئے درحقیقت ہمت وتوجہ نہیں ہوتی اور مجذوب صاحب ہمت وتوجہ ہوتا ہے۔ ہمت وتوجہ کے ساتھ طالب کا کام نکال لے جاتا ہے۔ اگرچہ حد کمال تک نہیں پہنچاتا اور نیز نہایت توجہ جو طالبوں کو مجذوبوں سے حاصل ہوتی ہے۔ روح کی وہی سابقہ توجہ ہے جو انہوں نے فراموش کی تھی۔ ان کی صحبت میں ان کو یاد آ جاتی ہے اور بطریق اندراج توجہ قلبی میں حاصل کر لیتے ہیں۔ برخلاف اس توجہ کے جو منتہیوں کی صحبت میں حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ توجہ حادث ہے جو پہلے حاصل نہ تھی اور روح کے فانی ہونے بلکہ وجود حقانی کے ساتھ اس کے باقی ہونے پر موقوف تھی۔ پس توجہ سہل الحصول یعنی حاصل ہونے میں آسان ہوگی اور توجہ ثانی متعسر الوجود یعنی مشکل سے حاصل ہونے والی ہوگی اور جو چیز زیادہ آسان ہوتی ہے۔ زیادہ حاصل ہوتی ہے اور جو چیز مشکل ہوتی ہے۔ کمتر حاصل ہوتی ہے۔ اسی سبب سے بزرگوں نے کہا ہے کہ جہت جذبہ کے حاصل کرنے میں شیخ مقتدا کا واسطہ نہیں ہے کیونکہ یہ نسبت اس کو اول ہی حاصل تھی۔ صرف نسیان کے باعث تنبیہ وتعلیم کا محتاج ہوا ہے۔ اسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



واسطے اس شیخ کو شیخ تعلیم اور شیخ تربیت کہتے ہیں اور جہت سلوک میں منازل سلوک کے قطع کرنے کے لئے شیخ مقتدا درکار ہے اور اس کی تربیت ضروری ہے۔

شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس قسم کے مجذوب متمکن کو عام کے افادہ کیلئے اجازت دے اور مقام تکمیل اور شیخی میں بٹھائے۔ کیونکہ بعض طالب ایسے ہوتے ہیں جن کی استعداد بلند ہوتی ہے اور کمال وتکمیل کی قابلیت ان میں کامل طور پر ہوتی ہے۔ ایسے طالب اگر ایسے مجذوب کی صحبت میں آ جائیں تو احتمال ہے کہ ان کی وہ استعداد ضائع ہو جائے اور ان کی وہ قابلیت برطرف ہو جائے۔ مثلاً وہ زمین جس میں گندم بونے کی عمدہ قابلیت ہو اگر اس میں گندم کا اچھا بیج بویا جاوے تو استعداد کے موافق اچھا پھل لاتی ہے اور اگر زمین میں گندم کا ردی بیج یا چنوں کا بیج ڈالا جائے تو ظاہر ہے کہ پھل تو کجا اس کی قابلیت بھی مسلوب وضائع ہو جائے گی۔

اور اگر بالفرض شیخ مقتدا اس کی بہتری اجازت میں دیکھے اور افادہ کے معنی اس میں معلوم کرے تو چاہئے کہ اس کے افادہ کو بعض قیود اور شرائط کے ساتھ مقید کرے۔ مثلاً اس کے افادہ کے طریق پر طالب کی مناسبت کا ظاہر ہونا اور اس کی صحبت میں اس کی استعداد کا ضائع نہ ہونا اور اس ریاست میں اس کے نفس کا سرکش نہ ہونا کیونکہ تزکیہ نفس نہ ہونے کے باعث اس سے ہوائے نفسانی کی اقتدا زائل نہیں ہوئی اور جب معلوم کرے کہ طالب اس سے اس کے نہایت افادہ تک پہنچ گیا ہے اور طالب کی استعداد میں ابھی ترقی کی قابلیت ہے تو اس کو چاہئے کہ یہ بات اس پر ظاہر کر دے اور اس کو رخصت دے دے تاکہ وہ اپنے کام کو دوسرے شیخ سے کامل وتمام کرے اور اپنے آپ کو منتہی نہ سمجھ لے اور اس حیلہ سے لوگوں کی رہزنی نہ کرے اور اس قسم کی شرائط جو اس کے حال کے مناسب جانے اس کے سامنے ذکر کر دے اور ان کی وصیت کر کے رخصت واجازت دے دے لیکن منتہی مرجوع افادہ وتکمیل ہیں ان قیود وشرائط کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اس کو جامعیت کے باعث تمام طریقوں اور استعدادوں کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنی استعداد ومناسبت کے موافق اس سے فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ اگرچہ مشائخ اور مقتداؤں کی صحبت میں مناسبت کے قوی یا ضعیف ہونے کے باعث سرعت وبطوء یعنی دیری اور جلدی میں تفاوت ہے لیکن اصل افادہ میں متساوی الاقدام یعنی رتبہ میں برابر ہیں۔ شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ طالب کے افادہ کے وقت حق سبحانہ کی بارگاہ میں التجا کرتا رہے اور اس کے حبل متین یعنی مضبوط رسی سے پنجہ مارے کہ مبادا۔ اس اشتہار کے ضمن میں مکر واستدراج پوشیدہ ہو اور یہ التجا اس امر میں کیا بلکہ تمام امور میں ہر وقت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو عطا فرمائی ہوتی ہے اور کسی فعل میں کسی وقت اس سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جدا نہیں ہوتی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

# مقصد دوم

## اس بیان میں جو سلوک سے تعلق رکھتا ہے

جاننا چاہئے کہ طالب جب طریق سلوک میں فوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اگر اس اسم تک جو اس کا رب ہے پہنچے اور اس میں فانی اور مستہلک ہو جائے۔ تو فنا کا اطلاق اس پر درست آتا ہے۔ بعد ازاں اس اسم کے ساتھ بقا حاصل کرنا اس پر مسلّم اور اس فنا و بقا کے حاصل ہونے سے ولایت کے مرتبہ اولیٰ کے ساتھ مشرف آ جاتا ہے۔ اس سخن کو تفصیل اور بسط کے ساتھ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تمہید: وہ فیض جو حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچتا ہے' دو قسم کا ہے ایک قسم وہ ہے جو ایجاد (موجود کرنا) اور ابقا (باقی رکھنا) اور تخلیق (پیدا کرنا) اور ترزیق (رزق دینا) اور احیا (زندہ کرنا) اور امات (مارنا) وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

دوسری وہ قسم ہے جو ایمان و معرفت اور مراتب ولایت و نبوت کے تمام کمالات سے متعلق ہے۔ پہلی قسم کا فیض صفات کے ذریعے آتا ہے بعض کو شیونات کے واسطہ سے اور صفات اور شیونات کے درمیان بہت دقیق فرق ہے۔ لَا یَظْہَرُ اِلَّا عَلٰی اٰحَادٍ مِّنَ الْاَوْلِیَآءِ الْمُحَمَّدِیِّ الْمَشْرَبِ وَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّہٗ تَکَلَّمَ بِہٖ اَحَدٌ (محمد المشرب اولیا کے سوا اور کسی پر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی اور نے اس کی نسبت کلام کی ہے۔)

غرض صفات حق تعالیٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں اور شیونات حق تعالیٰ کی ذات میں مجرد اعتبار ہیں۔ اس بیان کو ہم اس مثال سے روشن کرتے ہیں۔ مثلاً پانی بالطبع اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ یہ طبعی فعل اس میں حیات و علم وقدرت وارادات کا اعتبار پیدا کرتا ہے کیونکہ صاحبان علم اپنے ثقل کے باعث مقتضائے علم اوپر سے نیچے کو آتے ہیں اور فوق کی طرف توجہ نہیں کرتے اور علم حیات کے تابع ہیں اور ارادات علم کے تابع ہے اور قدرت بھی ثابت ہے کیونکہ احد الْمَقْدُوْرِیْنَ کی تخصیص ہے۔

یہ اعتبارات پانی کی ذات میں ثابت کئے جاتے ہیں' بمنزلہ شیونات کے ہیں۔ اگر ان اعتبارات کے باوجود پانی کی ذات میں صفات زائدہ ثابت کئے جائیں تو وجود زائدہ کے ساتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صفات موجودہ کی طرح ہوں گے۔ پانی کو پہلے اعتبارات کے لحاظ سے حی وقادر ومرید نہیں کہہ سکتے ان اسموں کے ثابت کرنے کے لئے صفات زائدہ کا ثابت کرنا ضروری ہے۔

پس جو کچھ بعض مشائخ کی عبارت میں پانی کیلئے مذکورہ بالا اسموں کے ثابت کرنے کیلئے واقع ہوا ہے۔ وہ شیون وصفات کے درمیان فرق کے نہ ہونے پر مبنی ہے۔ ایسے ہی صفات کی وجود کی نفی کا حکم بھی اس فرق کے نہ ہونے پر محمول ہے۔

دوسرا فرق شیون وصفات کے درمیان یہ ہے کہ مقام شیون ذی شان کا موجہ یعنی جائے توجہ ہے اور مقام صفات ایسا نہیں ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان اولیاء کو جو آپ کے قدم پر ہیں۔ فیض ثانی شیونات کے واسطہ سے پہنچتا ہے اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان لوگوں کو جو ان کے قدموں پر ہیں۔ یہ فیض بلکہ اول بھی صفات کے واسطہ سے پہنچتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ وہ اسم جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اور فیض دوم کے پہنچنے کا واسطہ ہے۔ شان العلم کا ظل ہے اور یہ شان تمام اجمالی شیون کا جامع ہے اور وہ ظل شان علم کے لئے بلکہ تمام اجمالی وتفصیلی شیون کے لئے اس اعتبار سے کہ شان علم ان سب کو شامل ہے۔ ذات حق تعالیٰ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ قابلیت اگرچہ حق تعالیٰ کی ذات اور شان العلم کے درمیان برزخ ہے لیکن چونکہ اس کی ایک جہت بے رنگ ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات کی جہت ہے۔ اس لئے برزخ میں بھی اس کا رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ پس وہ برزخ دوسری جہت کے رنگ سے شان العلم سے رنگا ہوا ہے اس لئے شان کے ظل کا اثر کہا گیا ہے اور نیز ظل شے مرتبہ دوم میں اس شے کے ظہور سے مراد ہے اگرچہ شبہ ومثال کے طور پر ہو چونکہ برزخ کا حاصل ہونا طرفین کے حاصل ہونے کے بعد ہے۔ اس لئے یہ برزخ مکاشفہ کے وقت اس شان کے تحت منکشف ہوتا ہے۔ پس اس ظہور کے اعتبار سے آخر تک ظلیت کا اطلاق مناسب ہو۔ اولیاء اللہ میں سے ایک گروہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہیں۔ وہ اسماء جو فیض ثانی کے پہنچنے میں ان کے رب ہیں۔ اس قابلیت کے ظلال کے جامع ہیں اور اس ظل مجمل کے لئے تفصیلوں کی طرح ہیں اور تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارباب جو ان کے فیض اول وثانی کے پہنچنے کا واسطہ ہیں۔ ذات حق تعالیٰ کی وہ قابلیتیں ہیں جو وجود زائدہ کی صفات سے متصف ہیں اور وہ لوگ جو ان کے قدموں پر ہیں ان کے ارباب وصفات ہیں جو ان کے واسطے فیض اول وثانی کے پہنچنے کا ذریعہ ہیں اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے فیض اول کے پہنچنے کا واسطہ ذات حق تعالیٰ کی وہ قابلیت ہے جو تمام صفات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے متصف ہے گویا وہ قابلیتیں جو تمام انبیائے علیہم والصلوٰۃ والسلام کے فیوض کا واسطہ ہیں۔ اس قابلیت جامع کے ظلال ہیں اور اس جام مجمل کے لئے تفصیلوں کی طرح ہیں اور وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہیں ان کے لئے فیض اول کے پہنچنے کے واسطے بھی جدا ہیں۔ یعنی صفات ہیں۔ پس محمدیوں کے لئے فیض اول کے پہنچنے کے ذریعے فیض ثانی کے پہنچنے ذریعوں سے جدا ہیں بر خلاف دوسروں کے کہ ان کے لئے دونوں فیوض کے پہنچنے کا ذریعہ ایک ہی ہے۔

بعض مشائخ قدس سرہم نے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کو قابلیت اتصاف میں منحصر کیا ہے۔ اس کا سبب شیون وصفات کے درمیان فرق کا نہ ہونا بلکہ مقام شیون کے علم کا نہ ہونا ہے۔ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے) پس ثابت ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب مقام شیون میں بھی اور خانہ صفات میں بھی رب الارباب ہے اور دونوں فیوض کے پہنچنے کا واسطہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب کمالات کے فیض کا پہنچنا حق تعالیٰ کی ذات سے امر زائد کے وسیلہ کے بغیر ہے۔ کیونکہ شیون عین ذات حق تعالیٰ ہیں ان میں زیادتی کا اعتبار کرنا عقل کے منتزعات سے ہے اسی واسطے تجلی ذاتی آنحضرت علیہ والصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہوئی اور حضور علیہ السلام کے کامل تابعدار چونکہ حضور علیہ السلام کی راہ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی اس مقام سے کچھ حصہ حاصل ہے اور دوسرے کیلئے چونکہ صفات کے وسائل درمیان ہیں اور صفات وجود زائدہ کے ساتھ موجود ہیں اس لئے بڑا مضبوط حجاب درمیان آ گیا اور تجلی صفاتی ان کے نصیب ہوئی۔

جاننا چاہئے کہ قابلیت اتصاف اگرچہ اعتبار ہے لیکن وجود زائد نہیں رکھتی کیونکہ صفات وجود زائدہ رکھتی ہیں نہ کہ ان کی قابلیتیں لیکن چونکہ قابلیتیں ذات وصفات بلکہ شیون وصفات کے درمیان برزخوں کی طرح ہیں اور برزخ اپنی طرفین کا رنگ حاصل کر لیتا ہے اس لئے قابلیتوں نے بھی صفات کا رنگ پکڑ کر حاکیت پیدا کر لی ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ: فراق دوست گو کم ہو مگر وہ کم نہیں ہرگز
اگر ہو نیم مو پھر بھی بہت ہے چشم عاشق میں۔

اس بیان سے ظاہر ہوا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات کا بے پردہ ظہور تجلی شہودی کے منافی نہیں ہے لیکن تجلی وجودی کے منافی ہے اسی واسطے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کمالات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ولایت کے شہودی فیض کے پہنچنے کی جانب میں کوئی حائل درمیان نہ آیا۔ جو قابلیت اتصاف ہے جیسا کہ گزر چکا۔ یہ نہ کہا جائے کہ جب شیون اور ان کی قابلیتیں عقل کے اعتبارات سے ہیں تو وجود ذہنی ثابت ہوا اور اس سے حجاب علمی آتا ہے۔ غرض صفات کے حجاب خارجی ہیں اور شیون کے حجاب علمی کیونکہ میں کہتا ہوں کہ موجود ذہنی دو موجود خارجی کے درمیان پردہ نہیں ہو سکتا اور موجود خارجی کے درمیان موجود خارجی پردہ ہو سکتا ہے اور اگر اس کو تسلیم بھی کرلیں تو بعض معارف کے حاصل ہونے سے حجاب علمی کا درمیان سے اٹھ جانا ممکن ہے۔ برخلاف خارجی کے کہ اس کا زائل ہونا ممکن نہیں۔

جب یہ مقدمات معلوم ہو چکے تو پھر جاننا چاہئے کہ اگر محمدی مشرب ہے تو اس کی سیر کی انتہا جو سیر الی اللہ سے موسوم ہے' اس شان کے ظل تک ہے جو اس کا اسم ہے اور اس اسم میں فنا ہونے کے بعد فنا فی اللہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اگر اس اسم کے ساتھ باقی ہو جائے تو بقا باللہ بھی اس کو حاصل ہو جاتا ہے اور اس فنا و بقا سے ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے پہلے مرتبہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اگر محمدی مشرب نہیں ہے تو صرف صفت کی قابلیت یا نفس صفت تک جو اس کا رب ہے پہنچتا ہے اور اگر اس اسم میں فانی ہو جائے تو فانی فی اللہ کا اطلاق اس پر نہ کرنا چاہئے اور ایسے ہی اس اسم کے ساتھ باقی ہونے پر باقی باللہ کا اطلاق بھی نہ کرنا چاہئے۔ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسم اللہ اس مرتبہ سے مراد ہے جو تمام شیون وصفات کا جامع ہے اور چونکہ شیون کی جہت میں زیادتی کا اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے ذات کے عین ایک دوسرے کے عین ہیں۔ پس ایک اعتبار میں فانی ہونا گویا تمام اعتبارات میں بلکہ ذات حق تعالیٰ میں فانی ہونا ہے۔ ایسے ایک اعتبار کے ساتھ باقی ہونا تمام اعتبارات کے ساتھ باقی ہونا ہے۔ پس اس صورت میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہنا درست ہے۔ برخلاف صفات کی جانب کے جو ذات حق تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ان کی مغائرت تحقیقی ہے۔ پس ایک میں فانی ہونا تمام میں فانی ہونے کو مستلزم نہیں ہے اور یہی حال بقا میں ہے۔ پس اس فانی کو فانی فی اللہ اور باقی کو باقی باللہ نہ کہنا چاہئے بلکہ مطلق فانی و باقی کہنا چاہئے۔ یا کسی صفت کے ساتھ مقید کرنا چاہئے۔ یعنی فانی در صفت علم' یا باقی بہ صفت علم۔ پس محمدیوں کی فنا اتم ہے اور ران کی بقا اکمل ہے اور نیز محمدی کا عروج چونکہ شیون کی جانب ہے اور شیون کی عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ عالم صفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا ظل۔ پس سالک کا ایک شان میں فانی ہونا اس کے مطلق فنا کو مستلزم ہوگا۔ اس طرح پر کہ سالک کا وجود اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس کا کچھ اثر باقی نہ رہے گا اور ایسے ہی اس شان کے ساتھ کامل طور پر باقی ہو جانے پر باقی ہو جاتا ہے برخلاف فانی درصفت کے جو پورے طور پر اپنے آپ سے نہیں نکلتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا کیونکہ سالک کا وجود اسی صفت کا اثر اور ظل ہے۔ پس اصل کا ظہور ظل کے وجود کو کلی طور پر محو نہیں کرتا اور بقا فنا کے اندازہ کے موافق ہوتی ہے۔ پس محمدی المشرب صفات بشریت کی طرف رجوع کرنے سے بے غم اور اس کے خوف سے محفوظ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کلی طور پر اپنے آپ سے نکل کر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ باقی ہوتا ہے۔ اس مقام میں عود کرنا ممنوع ہوتا ہے۔ برخلاف فنائے صفاتی کی صورت میں کہ اس میں وجود سالک کے اثر باقی رہنے کے باعث عود کرنا ممکن ہے اور ممکن ہے کہ وہ اختلاف جو مشائخ کے درمیان اصل کی طرف رجوع کرنے کے جواز یا عدم جواز میں ہے اسی سبب سے ہو لیکن حق یہ ہے کہ اگر محمدی ہے تو عود سے محفوظ ہے۔ ورنہ معاملہ خطرناک ہے اور ایسے ہی وہ اختلاف ہے جو فنا ہونے کے بعد وجود سالک کے اثر کے زائل ہونے میں ہے‘ بعض اثر وعین کے زوال کے قائل ہیں اور بعض اثر کے زوال کو بھی جائز نہیں جانتے۔ اس باب میں بھی حق یہی ہے کہ اگر محمدی ہے تو عین واثر دونوں کو گم کر دیتا ہے اور اس کے غیر کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصل صفت جو اس کا اثر ہے باقی ہے۔ پس اس کے ظل کا بالکل زائل ہونا ممکن نہیں یہاں ایک دقیقہ بیان کرنے کے قابل ہے۔

جاننا چاہئے کہ عین واثر کے زوال سے زوال شہودی مراد ہے نہ وجودی کیونکہ وجودی زوال کا قائل ہونا الحاد وزندقہ کو مستلزم ہے اور اس گروہ میں سے بعض نے زوال وجودی تصور کیا ہے اور اثر ممکن کے زوال سے انکار کیا ہے اس کو الحاد وزندقہ جانا ہے۔ وَالْحَقُّ مَا حَقَّقْتُ بِاِعْلَامِهٖ سُبْحَانَهٗ حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ثابت کیا ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ زوال وجودی کے قائل ہونے کے باوجود زوال عین کے بھی قائل ہوئے ہیں کیونکہ عین وجود کے زوال کا حکم کرنا اثر کے زوال کے حکم کی طرح الحاد وزندقہ کو مستلزم ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زوال وجودی عین واثر میں محال ہے اور شہودی دونوں میں ممکن بلکہ واقع ہے لیکن محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ محمدی جو قلب سے نکل کر مقلب قلب تک پہنچ جاتے ہیں۔ احوال کے بدلنے سے محفوظ ہیں اور ماسوائے اللہ کی غلامی سے بالکل آزاد ہیں اور دوسروں کو چونکہ وجود آثار دامن گیر ہیں اور تقلب احوال ان کا نقد وقت ہے۔ اس لئے مقام قلب سے خلاص نہیں ہوتے کیونکہ وجود آثار اور تقلب احوال قلب کی حقیقت جامع کی شاخوں میں سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہیں۔ پس دوسروں کا شہود ہمیشہ در پردہ ہوگا کیونکہ وجود سالک کا جس قدر بقیہ ثابت ہے اسی قدر مطلوب کا پردہ ہے جب اثر باقی ہے وہی اثر پردہ ہے۔

معرفت۔ اگر سالک غیر متعارف سلوک کے راستہ سے اس اسم کے مراتب کے فوق سے جو اس کا رب ہے۔ کسی مرتبہ میں پہنچ جائے اور بغیر اس بات کے کہ اس اسم میں پہنچے۔ اس مرتبہ میں فانی و مستہلک ہو جائے تو اس صورت میں فنا فی اللہ کہنا درست ہے اور اس مرتبہ کے ساتھ بقا کا حاصل ہونا بھی اسی طرح ہے۔ پس فنا فی اللہ کو اس اسم کے ساتھ مخصوص کرنا اس اعتبار سے ہے کہ مراتب فنا فی اللہ میں سے وہ پہلا مرتبہ ہے۔

**معرفت:** سلوک کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض کا سلوک جذبہ پر مقدم ہے۔ بعض کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور بعض کو منازل سلوک کے قطع کرنے کے اثناء میں جذبہ حاصل ہو جاتا ہے اور بعض کو منازل سلوک کا طے کرنا میسر ہو جاتا ہے لیکن حد جذبہ تک نہیں پہنچتے۔ جذبہ کا مقدم ہونا محبوبوں کے لئے ہے اور باقی اقسام اسی طرح محبوں کے سلوک سے تعلق رکھتی ہیں جو مقامات عشرہ مشہود کو ترتیب و تفصیل کے ساتھ طے کرنے سے مراد ہے اور محبوبوں کے سلوک میں مقامات عشرہ کا خلاصہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ترتیب و تفصیل کے ساتھ ان کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ وحدت وجود اور احاطہ و سریان و معیت ذاتیہ کا علم جذبہ مقدم یا متوسط پر وابستہ ہے۔ منتہیوں کے سلوک خالص اور جذبہ کو اس قسم کے علوم سے کچھ مناسبت نہیں ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور منتہیوں کے حق الیقین کو بھی توحید وجودی کے مناسبہ علوم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اور جہاں کہیں مقام مجذوبوں کے حق الیقین کو توحید وجودی والوں کے مقام کے مناسب بیان کیا ہے۔ وہ مبتدی یا متوسط مجذوبوں کا حق الیقین ہے۔

**معرفت:** بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب طالب کا کام جذبہ تک پہنچ جائے۔ بعد ازاں اس کا رہبر وہی جذبہ ہے یعنی اس کو کسی اور رہبر کی حاجت نہیں ہے وہی جذبہ کافی ہے اگر اس جذبہ سے سیر فی اللہ کا جذبہ مراد ہے تو بے شک کافی ہے لیکن رہبر اس ارادہ کے منافی ہے کیونکہ سیر فی اللہ کے بعد کوئی مسافت نہیں جس کے قطع کرنے میں رہبر کے محتاج ہوں اور ایسے ہی جذبہ مقدم بھی مراد نہیں ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے۔ پس ناچار جذبہ متوسط مراد ہوگا اور مطلوب تک پہنچنے میں یہ جذبہ کافی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بہت سے متوسط اس جذبہ کے حاصل ہونے کے وقت فوق کی طرف عروج کرنے سے رہ جاتے ہیں اور اسی جذبہ کو جذبہ نہایت سمجھ لیتے ہیں۔ اگر یہ جذبہ کافی ہوتا، تو راہ میں نہ چھوڑتا۔ ہاں جذبہ مقام جو محبوبوں سے تعلق رکھتا ہے، اگر کافی ہو سکے تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہوسکتا ہے محبوبوں کو محض عنایت سے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور راستہ کے درمیان نہیں چھوڑتے لیکن یہ کفایت تمام جذبات مقدم کے حق میں ممنوع ہے۔ وہ جذبہ جس کا انجام کار سلوک تک پہنچے کافی ہے اور اگر سلوک تک نہ آئے تو مجذوب ابتر ہے وہ محبوبوں میں سے نہیں ہے۔

# خاتمہ

مشائخ قدس سرہم میں سے ایک گروہ نے کہا کہ تجلی ذاتی شعور کو زائل کرنے والی اور جسم کو بے کار کرنے والی ہے اور بعض نے اپنے حال کی نسبت اس طرح بیان کیا ہے کہ اس تجلی ذاتی کے ظہور کے وقت مدت تک بے حس وحرکت پڑے رہے اور لوگوں نے مردہ خیال کیا اور بعض نے تجلی ذاتی میں کلام کرنے سے منع کیا ہے۔ اس سخن کی حقیقت یہ ہے کہ تجلی ذاتی اسماء میں سے ایک اسم کے پردہ میں ہے اور پردہ کا باقی رہنا صاحب تجلی کے وجود کے بقیہ اثر کے باعث ہے اور بے شعوری اس بقیہ کے سبب ہے۔ اگر تمام کا تمام فانی ہو جاتا اور بقا باللہ سے مشرف ہوتا تو وہ تجلی ہرگز اس کو بے شعور نہ کرتی۔

يُحْرِقُ النَّارُ مَنْ يَمَسُّ بِهٖ　　　مَنْ هُوَا لنَّارُ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

ترجمہ: جلاتی آگ ہے اس کو جو اس کو ہاتھ لگاتا ہے
جو خود ہی آگ ہو شعلہ اسے کیوں کر جلاتا ہے

میں کہتا ہوں کہ وہ تجلی جو پردہ میں ہے تجلی ذاتی نہیں ہے۔ وہ تجلی صفات میں داخل ہے کیونکہ تجلی ذاتی جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ تجلی بے پردہ ہے اور پردہ کی علامت بے شعوری ہے اور بے شعوری دوری کا نشان ہے اور بے پردگی کی دلیل شعور ہے اور شعور کمال حضور کا نشان ہے۔

ایک بزرگ اس تجلی والے کے حال سے جو اصالت اور استقلال کے ساتھ ہے اس طرح خبر دیتا ہے اور کہتا ہے

موسیٰ زہوش رفت بہ یک پرتو صفات　　　تو عین ذات مے نگری در تبسمی

ترجمہ: بے ہوش گرے کلیم ایک پرتو صفت سے
تو عین ذات دیکھی حالت نہ تیری بدلی

یہی تجلی ذاتی جو بے پردہ ہے' محبوبوں کے لئے دائمی ہے اور محبوں کے لئے برقی کیونکہ محبوبوں کے بدن کی روحوں کا سا رنگ حاصل کر لیتے ہیں اور وہ نسبت ان میں کلی طور پر اثر کر جاتی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے اور محبوبوں میں یہ سرایت شاذ و نادر طور پر ہوتی ہے اور یہ جو حدیث نبوی میں لی مع اللہ وقت واقع ہوا ہے اس وقت سے مراد یہ تجلی برقی نہیں ہے کیونکہ یہ تجلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں جو مرادوں اور محبوبوں کے بادشاہ میں دائمی ہے بلکہ اس تجلی دائمی کی ایک قسم کی خصوصیت ہے جو قلت کے طور پر واقع ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِہٖ (جیسا کہ اس کے صاحبان پر ظاہر ہے)

**معرفت:** حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی ایک مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں ہے) کے بیان میں مشائخ قدس سرہم کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ نے وقت سے وقت مستمرہ مراد لیا اور ایک گروہ وقت کے شاذ و نادر ہونے کے قائل ہوئے ہیں اور حق یہ ہے کہ وقت کے استمرار ہونے کے باوجود وقت نادر بھی متحقق ہے جیسا کہ ابھی اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔

اس فقیر کے نزدیک اس وقت نادر کا متحقق ہونا نماز ادا کرنے کے وقت میں ہے اور بے شک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ (سب سے زیادہ قرب جو بندوں کو اپنے رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سجدہ کر اور قرب حاصل کر) پس جس وقت میں اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ تر ہوگا۔ غیر کی گنجائش اس وقت میں ہرگز نہ ہوگی۔

اور یہ جو بعض مشائخ قدس سرہم نے فرمایا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت حال اور وقت استمرار کی نسبت ایسی خبر دی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ حَالِیْ فِی الصَّلٰوۃِ کَحَالِیْ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ (میرا حال نماز میں وہی ہوتا ہے جو نماز سے اول ہوتا ہے)۔

احادیث اور نص مذکورہ مساوات اور استمراری کی نفی کرتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ استمرار وقت کو متحقق ہے لیکن گفتگو اس امر میں ہے کہ باوجود استمرار کے حالت نادرہ بھی واقع ہے یا نہیں وہ لوگ جن کو قوت کے نادر ہونے پر اطلاع نہیں ملی وہ اس کی نفی کے قائل ہیں اور جن لوگوں کو اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا ہے اور واقعی وہ لوگ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل نماز میں جمعیت دی گئی ہے اور قرآن کی دولت سے حصہ ان کو عطا کیا گیا ہے۔ بہت ہی تھوڑے ہیں رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِکَمَالِ کَرَمِہٖ نَصِیْبًا مِّنْ ھٰذَا الْمُقَامِ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ (اللہ تعالیٰ حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے کمال کرم سے ہم کو بھی اس مقام سے حصہ عطا فرمائے۔)

**معرفت:** ارباب صفات کے منتہی علوم و معارف میں مجذوبوں کے نزدیک ہیں اور شہود میں بھی دونوں یک رنگ ہیں کیونکہ دونوں ارباب قلوب میں سے ہیں۔ غرض ارباب صفات تفصیلوں سے مطلع ہوتے ہیں، برخلاف مجذوبوں کے اور نیز ارباب صفات کو فوق کی طرف سلوک و عروج کرنے کے باعث عروج ناکردہ مجذوبوں کی نسبت قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے لیکن اصل محبت ان کے دامن گیر ہوتی ہے۔ اگرچہ حجاب درمیان ہوتے ہیں۔ اگر اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے) کے موافق مجذوبوں میں بھی اصل قرب و معیت کا اعتبار کیا جائے، تو کیا تعجب ہے۔ پس مجذوب محبت میں ان منتہیوں کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں کیونکہ حب ذاتی اگرچہ حجاب درمیان ہیں مجذوبوں میں بھی متحقق و ثابت ہے۔

**معرفت:** اس گروہ میں سے بعض کی عبارت میں واقع ہے کہ اقطاب کے لئے تجلی صفات ہے اور افراد کے لئے تجلی ذات۔ اس سخن میں تامل کی مجال ہے کیونکہ قطب محمدی مشرب ہے اور محمدیوں کو تجلی ذات ہے۔ ہاں اس تجلی میں بھی بہت تفاوت ہے۔ وہ قرب جو افراد کے لئے اقطاب کے لئے نہیں ہے لیکن ہر دو کو تجلی ذات سے حصہ حاصل ہے۔ ہاں اگر قطب سے مراد قطب ابدال ہو جو حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قدم پر ہے نہ کہ حضرت محمد ﷺ کے قدم پر تو پھر یہ بات درست ہے۔

**معرفت:** اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔) اللہ تعالیٰ بیچون و بیچگون ہے۔ آدم علیہ السلام کی روح کو جو اس کا خلاصہ ہے۔ بیچونی اور بیچگونگی کی صورت پر پیدا کیا۔ پس جس طرح حق سبحانہ لامکانی ہے۔ روح بھی لامکانی ہے اور روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالیٰ کو عالم کے ساتھ ہے۔ نہ داخل ہے نہ خارج نہ متصل ہے نہ منفصل اور قیومیت سے زیادہ اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی اور بدن کے ذرات میں سے ہر ذرہ کا قیوم روح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ عالم کا قیوم ہے۔ بدن کے لئے حق تعالیٰ کی قیومیت روح کی قیومیت کے سبب سے ہے جو فیض وارد ہوتا ہے، اس فیض کے وارد ہونے کا محل پہلے روح ہے اور پھر روح کے ذریعے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے اور چونکہ روح بیچونی اور بیچگونگی کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے حقیقی بیچون و بیچگون کی اس میں گنجائش ہوگی۔ لَا يَسَعُنِىْ اَرْضِىْ وَلَا سَمَائِىْ وَلٰكِنْ يَسَعُنِىْ قَلْبُ عَبْدِ مُؤْمِنٍ (میں اپنی زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا، لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں) کیونکہ آسمان و زمین باوجود وسعت و فراخی کے چونکہ دائرہ امکان میں داخل ہیں اور چونی اور چگونگی کے نشان سے داغدار ہیں اس لئے لامکانی کی جو چندی اور چونی سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مقدس و پاک ہے۔ گنجائش نہیں رکھتے کیونکہ لامکانی مکان میں گنجائش نہیں رکھتا اور بیچون چون میں آرام نہیں لیتا۔ پس ناچار مومن آدمی کے دل میں جو لامکانی ہے اور چندی اور چونی سے مبرا ہے گنجائش ثابت ہوگئی۔

مومن آدمی کے دل کی تخصیص اس لئے ہے کہ غیر مومن آدمی کا دل لامکانی کی بلندی سے نیچے اترا ہوا ہوتا ہے اور چندی و چونی میں گرفتار ہوکر اسی کا حکم کئے ہوتا ہے۔ پس نزول و گرفتاری کے باعث چونکہ دائرہ امکان میں داخل ہوگیا ہے اور چونی کا حکم حاصل کرلیا ہے اس لئے اس نے اس قابلیت کو ضائع کردیا ہے۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلّ (یہ لوگ چار پاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ تر گمراہ ہیں۔)

اور مشائخ میں سے جس کسی نے اپنے دل کی وسعت کی نسبت خبر دی ہے۔ اس کی مراد قلب کی لامکانیت ہے کیونکہ مکان خواہ کتنا ہی وسیع ہو پھر بھی تنگ ہی ہے۔

عرش اپنی فراخی وعظمت کے باوجود چونکہ مکانی ہے اس لئے لامکانی کے مقابلہ جو روح ہے۔ دانہ رائی کا حکم رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی کم معلوم ہوتا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب یہ قلب انوار قدس کی تجلی کا محل ہے اور قدیم کے ساتھ بقا حاصل ہوکر چکا ہے تو عرش مافیہا کو اگر اس میں ڈال دیں تو محو و متلاشی ہوجائیں اور ان میں سے کچھ باقی نہ رہے جیسا کہ سید الطائفہ نے اس مقام کے بارے میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الْمُحْدَثَ اِذَقُورِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَهٗ اَثَرٌ کہ جب حادث قدیم کے ساتھ مل جائے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

یہ ایسا یکتا لباس ہے جو خاص روح کے قد پر سیا ہوا ہے۔ ملائکہ کو بھی یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے کیونکہ وہ بھی دائرہ امکان میں داخل ہیں اور چون کے داغ سے موسوم ہیں اسی واسطے انسان خلیفہ رحمٰن جل شانہ بن گیا۔ ہاں شے کی صورت اس شے کا خلیفہ ہوتی ہے اور جب تک شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو، شے کی خلافت کے لائق نہیں ہوتا۔ اپنی اصلی امانت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ لَایَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاهُ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ واقعی یہ ظالم اور جاہل ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس حیثیت سے ہے کہ اس کے وجود اور توابع وجود کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں رہتا اور زیادہ نادان و جاہل اس لئے ہے کہ اس کا اتنا ادراک نہیں ہوتا کہ مقصود کو پا سکے اور نہ ہی اس قدر علم ہوتا ہے کہ مطلوب کو معلوم کر سکے بلکہ اس مقام میں ادراک سے عاجز ہونا ادراک ہے اور جہالت کا اقرار کرنا معرفت ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ عارف ہے وہ سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے۔

تنبیہ: اگر کسی عبارت میں ایسا لفظ واقع ہو جائے جس سے حق تعالیٰ کی شان میں ظرف یا مظروف ہونے کا وہم گزرتا ہو تو اس کو میدان عبارت کی تنگی پر محمول کرنا چاہئے اور کلام کی مراد کو اہلسنّت و جماعت کی آرا کے موافق سمجھنا چاہئے۔

**معرفت:** عالم کیا صغیر اور کیا کبیر حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے مظہر ہیں اور اس کے ذاتیہ شیونات وکمالات کے آئینے ہیں۔ حق تعالیٰ ایک مخفی خزانہ اور پوشیدہ رہبر تھا۔ جب اس نے چاہا کہ پوشیدگی سے ظہور میں آئے اور اجمال سے تفصیل میں لائے عالم کو پیدا کیا تا کہ اپنے اصل پر دلالت کرے اور اپنی حقیقت پر علامت ہو۔ پس عالم کو اپنے صانع بیچون کے ساتھ کچھ نسبت نہیں مگر یہ کہ عالم اس کی مخلوق ہے اور حق تعالیٰ کے پوشیدہ کمالات پر دلیل ہے۔ اس حکم کے سوا اور جتنے حکم ہیں یعنی اتحاد و عینیت واحاطہ ومعیت وغیرہ سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں۔ مستقیم الاحوال بزرگواروں جنہوں نے صحو کے پیالہ سے پانی پیا ہے، ان علوم سے بیزار ہوتے اور توبہ کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کو اثنائے راہ میں یہ علوم حاصل ہوتے ہیں لیکن آخر کار گزر جاتے ہیں اور علوم شریعت کے موافق ان پر علوم ازلی وارد فرماتے ہیں۔

اس مبحث کی تحقیق کے لئے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی عالم فاضل بہت سے فن جانتا ہے۔ اس نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے اور اپنے خفیہ فنون کو لوگوں کے سامنے جلوہ دے تو اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا تا کہ ان حروف اور اصوات کے پردہ میں ان کمالات اور فنون کو ظاہر کرے۔ پس اس صورت میں یہ حروف واصوات اس کے پوشیدہ معانی پر دلالت کرنے والے ہوں گے بلکہ ان حروف واصوات کو اس موجد عالم کے ساتھ سوائے اس کے اور کوئی نسبت نہیں ہے کہ یہ عالم ان کا موجد ہے اور یہ اس کے کمالات خفیہ پر دلالت کرنے والے ہیں۔ ان حروف واصوات کو اس عالم موجد عین یا ان معانی کا عین کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح احاطہ ومعیت کا حکم کرنا اس حادثہ میں غیر واقع اور نامناسب ہے۔ معانی اسی پوشیدہ صرافت پر ہی ہیں چونکہ معانی اور صاحب معانی اور حروف واصوات کے درمیان والیت ومدلولیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی مناسبت ثابت ہے اس لئے بعض زائدہ غیر واقع معانی خیال میں آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ عالم اور اس کے وہ معانی مخزونہ ان زائد نسبتوں سے منزہ مبرا ہیں اور یہ حروف واصوات نرے وہم وخیال ہیں۔ پس عالم جو ماسوائے اللہ سے مراد ہے وجود ظلی اور کون تبعی کے ساتھ خارج میں موجود ہے نہ یہ کہ عالم صرف وہم وخیال ہے۔ یہ سوفسطائی کا مذہب ہے جو عالم کو وہم وخیال جانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم میں حقیقت کو ثابت کرنا عالم کو وہم وخیال جانتا ہے اور حقیقت موجود ہے نہ عالم کیونکہ عالم حقیقت کے سوا معروض ہے۔

تنبیہ: عالم کے مظہر اور آئینہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسماء وصفات کی صورتوں کا مظہر اور آئینہ ہے نہ کہ بعینہ اسم وصفات کا کیونکہ اسم اپنے مسمیٰ کی طرح کسی آئینہ کے احاطہ میں نہیں آسکتا اور صفت اپنے موصوف کی طرح کسی مظہر سے مقید نہیں ہوسکتی

درتنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد　　　درکلبہ گدایاں سلطاں چہ کاردارد

ترجمہ: صورت کی تنگ جا میں معنی نہیں سماتے
گھر میں گدا کے سلطان ہرگز نہیں ہیں آتے

معرفت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے باعث تجلی ذات سے جو اصلی طور پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے۔ کچھ حصہ حاصل ہے اور باقی تمام انبیائے علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے تجلیات صفات ہیں اور تجلی ذات، تجلی صفات سے اشرف ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تجلیات صفات میں قرب کے وہ مراتب حاصل ہیں جو اس امت کے کامل تابعداروں کو حاصل نہیں ہے اگرچہ تبعیت کے طور پر تجلی ذات سے متحقق ہیں۔ مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کی محبت سے مدارج عروج کو طے کر کے آفتاب تک پہنچ جائے اور آفتاب اور اس کے درمیان حائل کے سوا کوئی دقیقہ نہ رہے اور ایک اور شخص ہے جو آفتاب کی ذاتی محبت کے باوجود ان مراتب تک عروج کرنے میں عاجز ہے۔ اگرچہ آفتاب اور اس کے درمیان کوئی حائل درمیان نہیں ہے تو کچھ شک نہیں کہ پہلا شخص آفتاب کے زیادہ نزدیک ہے اور اس کے کمالات دقیقہ کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پس جس میں قرب ومعرفت زیادہ تر ہے، وہی فاضل تر ہے۔

پس اس امت کے (جو خیر الامم ہے) اولیاء میں سے کوئی ولی اپنے پیغمبر کے افضل ہونے کے باوجود انبیاء میں کسی نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچتا۔ اگرچہ اس کو اپنے پیغمبر کی متابعت کے باعث

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس مقام سے جس کے ساتھ اس کو افضلیت حاصل ہے، کچھ حصہ حاصل ہو کیونکہ کلی فضیلت انبیاء کے لئے ہے اور اولیاء ان کے طفیلی ہیں۔ وَلٰکِنْ هٰذَا اٰخِرُ الْکَلَامِ ہم اسی مضمون پر اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نِعْمَآئِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ اَنْبِیَائِهٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے اور انبیاء میں سے افضل نبی اور تمام انبیاء اور مرسلین اور ملائکہ مقربین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین پر صلوٰۃ وسلام ہو۔ آمین۔

# مکتوب (۲۸۸)

اس بیان میں کہ عاشورہ اور شب برات میں نماز نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا نہ کرنا چاہئے اور اس کے مناسب بیان میں سید امین مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِمُتَابَعَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَجَنَّبَنَا عَنْ اِرْتِکَابِ الْمُبْتَدَعَاتِ فِی الدِّیْنِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ قَمَعَ بُنْیَانَ الضَّلَالَةِ وَرَفَعَ اَعْلَامَ الْهِدَایَةِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الْاَبْرَارِ وَصَحْبِهٖ الْاَخْیَارِ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو سید المرسلین کی متابعت سے مشرف فرمایا اور دین کی بدعتوں سے بچایا اور آنحضرت ﷺ پر جنہوں نے گمراہی کی بنیاد کو اکھیڑا اور ہدایت کے جھنڈوں کو بلند کیا اور ان کی آل ابرار اور اصحاب اخیار پر صلوٰۃ وسلام۔

جاننا چاہئے کہ اکثر خاص و عام لوگ اس زمانہ میں نوافل کے ادا کرنے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں اور مکتوبات یعنی فرضی نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور ان میں سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کم کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل و خوار۔ فرائض کو اوقات مستحبہ میں بمشکل ادا کرتے ہیں اور جماعت مسنونہ کی تکثیر بلکہ نفس جماعت میں کوئی تقید نہیں رکھتے۔ نفس فرائض کو غفلت و سستی سے ادا کرنا غنیمت سمجھتے ہیں اور روز عاشورا اور شب برات اور ماہ رجب کی ستائیسویں رات اور ماہ رجب کے اول جمعہ کی رات کو جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہے بڑا اہتمام کرتے ہیں اور نوافل کو بڑی جمعیت کے ساتھ جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اس کو نیک و مستحسن خیال کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ شیطان کے تسویلات یعنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مکروفریب ہیں جو سیئات کو حسنات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ نوافل کو جماعت سے ادا کرنا اور فرض کی جماعت کو ترک کرنا شیطان کا مکروفریب ہے۔

جاننا چاہئے کہ نوافل کو جمعیت تمام کے ساتھ ادا کرنا، ان مکروہہ اور مذمومہ بدعتوں میں سے ہے جن کے حق میں حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا هٰذَا فَهُوَ رَدٌّ (جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی وہ رد ہے۔)

جاننا چاہئے کہ نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا فقہ کی بعض روایات میں مطلق طور پر مکروہ ہے اور بعض روایات میں کراہت تداعی اور تجمیع (یعنی بلانے اور جمعیت) پر مشروط ہے۔ پس اگر بغیر تداعی کے ایک دو آدمی مسجد کے گوشہ میں نفل کو جماعت سے ادا کریں تو بغیر کراہت کے روا ہے اور تین آدمیوں میں مشائخ کا اختلاف ہے اور بعض روایات میں چار آدمیوں کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور بعض روایات میں اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ تراویح اور کسوف کی نماز کے سوا نوافل کو جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے۔

اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ شیخ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رمضان کے سوا نوافل کو جماعت سے ادا کرنا جبکہ تداعی کے طریق پر ہو مکروہ ہے لیکن جب ایک یا دو اقتداء کریں تو مکروہ نہیں اور تین میں اختلاف ہے اور چار میں بلاخلاف کراہیت ہے۔

اور خلاصہ میں ہے کہ نفلوں کی جماعت جب تداعی کے طریق پر ہو تو مکروہ ہے لیکن جب اذان و اقامت کے بغیر گوشہ مسجد میں ادا کئے جائیں تو مکروہ نہیں۔

اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہے کہ جب امام کے سوا تین آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے اور چار میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

اور فتاویٰ شافعیہ میں ہے کہ ماہ رمضان کے سوا نوافل کو جماعت سے ادا نہ کریں اور نوافل کو تداعی کے طور پر یعنی اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے لیکن اگر ایک یا دو اقتداء کرلیں جو تداعی کے طور پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر تین اقتداء کریں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر چار اقتداء کریں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں اور فقہ کی کتابیں ان سے بھری ہوئی ہیں اور اگر کوئی ایسی روایت پیدا ہو جائے جو عدد کے ذکر سے ساکت ہو اور اس سے مطلق طور پر نفل کو جماعت سے ادا کرنا جائز ہوتا ہو تو اس کو مقید پر محمول کرنا چاہئے جو دوسری روایات میں واقع ہے اور مطلق سے مقید مراد لینا چاہئے اور جواز کو دو یا تین پر منحصر کرنا چاہئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیونکہ علمائے حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو مقید پر حمل نہیں کرتے لیکن روایات کو مقید پر حمل کرنا جائز بلکہ لازم جانتے ہیں اور اگر بفرض محال حمل نہ کریں اور اطلاق پر ہی رہنے دیں تو یہ مطلق اس مقید کا معارض ہوگا۔ اگرچہ قوت میں برابر ہوں اور مساوات ممنوع ہے کیونکہ کراہت کی روایتیں باوجود کثرت کے مختار اور مفتی بہا ہیں۔ برخلاف اباحت کی روایتوں کے اور اگر مساوات کو مان بھی لیں تو ہم کہتے ہیں کہ کراہت واباحت کے دلائل متعارض ہونے کی صورت میں کراہت کی جانب کو ترجیح ہے کیونکہ احتیاط کی رعایت اسی میں ہے جیسا کہ اصول فقہ کے جاننے والوں کے نزدیک مقرر ہے۔

پس وہ نماز جو روز عاشورا اور شب برات اور لیلۃ الرغائب میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے زیادہ آدمی مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں اور اس نماز اور اجتماع اور جماعت کو مستحسن خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ فقہاء کے اتفاق سے امر مکروہ کے مرتکب ہیں اور مکروہ کو مستحسن جاننا بڑا بھاری گناہ ہے کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک پہنچا دیتا ہے اور مکروہ کو احسن سمجھنا ایک درجہ اس سے کم ہے۔ اس فعل کی برائی کو اچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہئے اور کراہیت کے دفع کرنے میں ان کے پاس سند عدم تداعی ہے ہاں عدم تداعی بعض روایات میں کراہت کو دفع کرتی ہے لیکن ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ گوشہ مسجد میں ہو۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقِتَادِ اس کے علاوہ بے فائدہ رنج ہے۔

تداعی سے مراد ہے نماز نفل کے ادا کرنے کے لئے ایک دوسرے کو خبر دینا اور یہ معنی اس جماعت میں متحقق ہیں کیونکہ قبیلہ قبیلہ عاشورا کے ایک دوسرے کو خبر کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں جانا چاہئے اور نماز کو جمعیت سے ادا کرنا چاہئے اور اس فعل کو معتبرہ جانتے ہیں اس قسم کا اعلام اذان واقامت سے بھی ابلغ ہے۔ پس تداعی بھی ثابت ہوگئی۔ اگر تداعی کو اذان واقامت پر ہی مخصوص رکھیں جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہے اور اس سے اذان واقامت کی حقیقت مراد لیں تو پھر بھی جواب وہی ہے جو اوپر گزر چکا کہ ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے یا دوسری شرط کے ساتھ جو اوپر مذکور ہو چکی۔

جاننا چاہئے کہ ادائے نوافل کی بنیاد اخفا و تستر یعنی پوشیدگی پر ہے تاکہ سمعہ وریا کا گمان نہ گزرے اور جماعت اس کے منافی ہے اور فرائض کے ادا کرنے میں اظہار و اعلان مطلوب ہے کیونکہ ریا وسمعہ کی آمیزش سے پاک ہے۔ پس ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا مناسب ہے یا ہم یہ کہتے ہیں کہ کثرت اجتماع فتنہ پیدا ہونے کا محل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جمعہ کے ادا کرنے کے لئے سلطان یا اس کے نائب کا حاضر ہونا شرط ہے تاکہ فتنہ کے پیدا ہونے سے امن رہے اور ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مکروہہ جماعت میں بھی فتنہ پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے۔پس یہ اجتماع بھی مشروع نہ ہوگا بلکہ منکر ہوگا۔

حدیث نبوی میں ہے اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ" لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا فتنہ سویا ہوتا ہے جو اس کو جگاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

پس اسلام کے والیوں اور قاضیوں اور محتسبوں کو لازم ہے کہ اس اجتماع سے منع کریں اور اس بارے میں بہت ہی زجر وتنبیہ کریں تاکہ یہ بدعت جس سے فتنہ برپا ہو، جڑ سے اکھڑ جائے وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ (اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

# مکتوب (۲۸۹)

قضا وقدر کے اسرار اور اس کے مناسب بیان میں مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے قضا وقدر کے اسرار کو اپنے خاص بندوں پر ظاہر کیا اور عوام سے اس لئے چھپا رکھا کہ وہ راہ راست سے گمراہ نہ ہو جائیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک نہ جائیں اور آنحضرت ﷺ پر کہ جن کے ساتھ حجت بالغہ کامل ہوئی اور نافرمانبرداروں کے باطل عذر قطع ہوئے اور ان کی نیکوکار آل اور پرہیزگار اصحاب پر جو قدر کے ساتھ ایمان لائے اور قضا سے راضی ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو۔

اس کے بعد واضح ہو کہ مسئلہ قضا وقدر میں اکثر لوگ حیران اور گمراہ ہو رہے ہیں اور اس مسئلہ کے اکثر دیکھنے والوں پر اس قسم کے باطل وہم وخیال غالب ہیں کہ جو کچھ بندہ سے اپنے اختیار سے صادر ہوتا ہے، اس میں جبر کے قائل ہیں اور بعض بندے کے فعل کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہی نہیں کرتے اور بعض نے طریق اعتدال اختیار کیا ہے جس کو صراط مستقیم یا راہ راست کہا جا سکتا ہے اور اس صراط مستقیم کی توفیق حق تعالیٰ نے فرقہ ناجیہ کو عطا فرمائی ہے جن کو اہل سنت وجماعت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعن اسلافہم واخلافہم) کہتے ہیں جنہوں نے افراط وتفریط کو چھوڑ کر ان کے درمیان وسط اور میانہ روی کو اختیار کیا ہے۔

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جعفر بن محمد صادق رضی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی امر اپنے بندوں کے سپرد کیا ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے برتر ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد کرے۔

پھر عرض کیا کہ کیا ان کو جبر کرتا ہے؟ فرمایا کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ پہلے کسی بات پر مجبور کرے اور پھر اس پر عذاب دے۔

پھر عرض کیا کہ یہ بات کس طرح ہے؟ امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بین بین ہے یعنی نہ جبر کرتا ہے اور نہ سپرد کرتا ہے اور نہ اکراہ اور تسلیط ہے (یعنی نہ جبراً اور غلبہ سے کسی کام پر لگاتا ہے۔)

اسی واسطے اہلسنّت و جماعت کے لوگ فرماتے ہیں کہ بندوں کے اختیاری فعل خلق و ایجاد کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں اور کسب و اکتساب کی کوشش و سعی کے تعلق کے باعث بندوں کی طرف منسوب ہیں۔ بندوں کی حرکت کو حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار سے خلق کہتے ہیں اور بندے کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کی اعتبار سے اس کا نام کسب رکھتے ہیں۔ برخلاف اشعری کے کہ وہ اس طرف گیا ہے کہ بندوں کا اپنے افعال میں ہرگز کچھ اختیار نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بطریق جَـرِیِ الْعَـادَۃُ (یعنی عادت اللہ اسی طرح جاری ہے) بندوں کے اختیار کے بعد افعال کو ایجاد کیا ہے کیونکہ وہ قدرت حادثہ کے لئے کوئی تاثیر نہیں جانتا۔ یہ مذہب بھی جبر کی طرف راجع ہے۔ اسی واسطے اس کو جبر التوسط کہتے ہیں۔

استاد ابواسحاق اسفرائی اصل فعل میں قدرت حادثہ کی تاثیر کا اور دونوں قدرتوں کے مجموعہ سے فعل کے حاصل ہونے کا قائل ہے اور اس نے اثر واحد پر دو مختلف جہتوں کے لحاظ سے دو موثروں کا جمع ہونا جائز قرار دیا ہے۔

قاضی ابوبکر باقلانی وصف فعل میں قدرت حادثہ کی تاثیر کا قائل ہے۔ اس طرح پر کہ اس فعل کو طاعت و معصیت کے ساتھ موصوف کیا جائے۔

اس خاکسار بندۂ ضعیف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل فعل دونوں میں قدرت حادثہ کی تاثیر ہے کیونکہ اصل کی تاثیر کے بغیر وصف کی تاثیر کے کچھ معنی نہیں ہیں اور وصف اس کا اثر ہے جو اسی پر متفرع ہے یعنی اسی سے نکلا ہوا ہے لیکن وہ اصل فعل کی تاثیر کی محتاج ہے کیونکہ وصف کا وجود اصل کے وجود پر زائد ہے اور تاثیر کے قائل ہونے میں کوئی معذور نہیں ہے۔

اگرچہ یہ بات اشعری پر ناگوار ہے کیونکہ قدرت میں تاثیر کا ہونا بھی صواب اور بہتری کے زیادہ قریب ہے اور اشعری کا مذہب درحقیقت دائرہ جبر میں داخل ہے کیونکہ اس کے نزدیک ہرگز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اختیار نہیں ہے اور نہ ہی قدرت حادثہ کی کوئی تاثیر ہے۔ سوائے اس کے فعل اختیاری جبریہ کے نزدیک فاعل کی طرف حقیقی طور پر منسوب نہیں کیا جاتا بلکہ مجازی طور پر اور اشعری کے نزدیک حقیقی طور پر فاعل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے لئے حقیقی طور پر اختیار ثابت نہیں کیونکہ فعل حقیقی طور پر بندہ کی قدرت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ خواہ قدرت مجمل طور پر موثر ہو جیسا کہ اشعری کے سوا اہلسنّت و جماعت کا مذہب ہے یا مدار محض ہو جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے اور اسی فرق سے اہل حق کا مذہب اہل باطل کے مذہب سے جدا ہو جاتا ہے۔ فعل کے فاعل کی طرف سے حقیقی طور پر نفی کرنی اور مجازی طور پر اس کے لئے ثابت کرنا جیسا کہ جبریہ کا مذہب ہے، محض کفر ہے اور ضرورت کا انکار ہے۔

اور صاحب تمہید نے کہا ہے کہ جبریہ میں سے جو اس بات کا قائل ہے کہ بندہ سے فعل کا صادر ہونا ظاہری اور مجازی طور پر ہے لیکن حقیقت میں اس کے لئے کوئی استطاعت و طاقت نہیں جیسا کہ درخت جو ہوا کے ہلانے سے ہلتا ہے۔ اسی طرح بندہ بھی درخت کی طرح مجبور ہے، یہ بات کفر ہے اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہو وہ کافر ہے۔

اور نیز مذہب جبریہ میں اس بات کے قائل ہیں کہ افعال خواہ شر ہوں خواہ خیر حقیقی طور پر بندوں کے نہیں ہیں۔ بندے جو کچھ کرتے ہیں، ان کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ جب بندہ کی قدرت کو افعال میں کچھ تاثیر نہیں اور نہ ہی حقیقت میں اس کا کچھ اختیار ہے تو پھر اشعری کے نزدیک افعال کو بندوں کی طرف حقیقی طور پر منسوب کرنے کے کیا معنی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت کی اگرچہ افعال میں تاثیر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود افعال کا مدار بنایا ہے اس طرح پر کہ اللہ بطریق جری العادتْ بندوں کو افعال کی طرف اختیار اور قدرت دینے کے بعد افعال کو پیدا کر دیتا ہے۔ گویا قدرت افعال کے وجود کے لئے علت عادیہ ہے۔ پس اس لحاظ سے عادت کے طور پر افعال کے صادر ہونے میں قدرت کا دخل ہے کیونکہ قدرت کے سوا اور عادت پائی نہیں جاتی۔ اگرچہ افعال میں اس کی کوئی تاثیر نہیں۔ پس علت عادیہ کے اعتبار سے بندوں کے افعال ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مذہب اشعری کی تصحیح میں نہایت کلام یہی ہے لیکن ابھی اس کلام میں محل تامل ہے۔

جاننا چاہئے کہ اہلسنّت و جماعت قدر کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ قدرت کا خیر و شر و حلو و مرّ، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے کیونکہ قدر کے معنی احداث اور ایجاد کے ہیں اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی مُحدِثْ اور مُوجِدْ نہیں ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو) اور معتزلہ اور قدریہ نے قضا و قدر کا انکار کیا ہے اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ بندوں کے افعال صرف بندوں کی قدرت ہی سے حاصل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ شر کو قضا کرے اور پھر اس پر عذاب دے تو یہ اس کا جور ہے۔ ان کی یہ بات جہالت پر مبنی ہے کیونکہ قضا بندہ سے قدرت اور اختیار کو سلب نہیں کرتی بلکہ اس طرح قضا فرمائی ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے اس کو کرے یا چھوڑ دے۔

حاصل کلام یہ کہ قضا اختیار کو واجب کرتی ہے اور اختیار کا ثابت ہونا اس کے منافی نہیں اور نیز حق تعالیٰ کے افعال میں نقص لازم آتا ہے کیونکہ قضا کی طرف نظر کرنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے افعال یا واجب ہیں یا ممتنع۔ اس لئے کہ اگر قضا کا تعلق وجود کے ساتھ ہو تو واجب ہوتا ہے اور اگر عدم کے ساتھ ہو تو ممتنع ہوتا ہے پس اگر اختیار کے ساتھ فعل کا واجب ہونا اس کے منافی ہو تو حق تعالیٰ مختار نہ ہوگا اور یہ کفر ہے اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس بات کا قائل ہونا کہ بندے کو باوجود کمال ضعف کے افعال کے ایجاد میں مستقل طور پر قدرت حاصل ہے۔ نہایت بیوقوفی اور کمال نادانی ہے۔ اسی واسطے **مشائخ ماوراء النهر شكر الله تعالىٰ سعيهم** نے اس مسئلہ میں ان کی تضلیل اور تکفیر میں بہت مبالغہ کیا ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ مجوس ان سے کئی درجے بہتر ہیں کہ انہوں نے ایک شریک کے سوا اور کو ثابت نہیں کیا اور معتزلہ نے اس قدر شریک ثابت کئے ہیں جو شمار سے باہر ہیں اور جبریہ نے یہ خیال کیا ہے کہ بندہ کا اپنا ہرگز فعل نہیں ہے اور اس کی حرکات جمادات کی حرکات کی مانند ہیں جن کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے۔ نہ قصداً نہ اختیاراً۔ نیز انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ بندوں کو خیر پر ثواب ملے گا اور شر پر عذاب نہ ہوگا اور کافر و عاصی معذور ہیں ان سے کچھ نہ پوچھا جائے گا کیونکہ افعال سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور بندہ ان میں مجبور ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔ یہ مرجیہ ملعون وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ معصیت ضرر نہیں دیتی اور عاصی کو عذاب نہ دیا جائے گا۔

نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لُعِنَتِ الْمُرْجِيَةُ عَلٰى لِسَانِ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا مرجیہ کو ستر نبی کی زبان پر لعنت کی گئی ہے اور ان کا مذہب باطل ہے اس لئے کہ حرکت بطش اور حرکت ارتعاش میں فرق ظاہر ہے اور سب کو معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ حرکت اول اس کے اختیار سے ہے اور دوسری نہیں اور نصوص قطعیہ اس مذہب کی نفی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (یہ اس کی جزاء ہے جو عمل کرتے تھے) اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


فرماتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ جو چاہے مومن بن جائے جو چاہے کافر بن جائے۔

جاننا چاہیئے کہ اکثر لوگ اپنی کم ہمتی اور بدنیتی کے باعث عذر خواہی طلب کرتے ہیں اور اپنی جانوں سے سوال کو دفع کرتے ہیں اور کبھی مذہب اشعری کی طرف اور کبھی مذہب جبری کی طرف میلان کرتے ہیں۔ کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ بندہ کا درحقیقت کوئی اختیار نہیں ہے اور اس کی طرف فعل کی نسبت مجازی ہے اور کبھی ضعف اختیار کے قائل ہوتے ہیں جو اجبار کو مستلزم ہے۔

اس کے علاوہ اس مقام میں بعض صوفیہ کے کلام کو سنتے ہیں کہ فاعل ایک ہی ہے اس کے سوا اور کوئی فاعل نہیں ہے اور بندہ کی قدرت کو افعال میں کوئی تاثیر نہیں اور اس کی حرکات جمادات کی حرکات کی طرح ہیں بلکہ بندہ کا وجود ذات وصفت میں جنگل کے سراب کی طرح ہے جس کو پیاسا پانی سمجھ کر جب اس کے نزدیک آتا ہے تو اس کو کچھ نہیں پاتا۔ اس قسم کی باتیں ان کو اقوال وافعال میں مداہنت اور سستی پر زیادہ دلیر کرتی ہیں۔ پس ہم اس مقام کی تحقیق میں کہتے ہیں اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اگر اختیار حقیقی طور پر بندہ کیلئے ثابت نہ ہوتا جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے تو اللہ تعالیٰ ظلم کو بندوں کی طرف منسوب نہ کرتا کیونکہ اشعری کے نزدیک نہ ہی بندوں کا اختیار ہے اور نہ ہی ان کی قدرت کی تاثیر ہے بلکہ قدرت اس کے نزدیک محض مدار ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں کئی جگہ ظلم کو بندوں کی طرف منسوب کیا ہے اور تاثیر کے سوا محض مدار ہونا ظلم کو واجب نہیں کرتا۔ ہاں حق تعالیٰ کا بندوں کو رنج وعذاب دینا بغیر اس امر کے کہ ان کے لئے اختیار ثابت ہو۔ ہرگز ظلم نہیں ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ خود مختار بادشاہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے لیکن ظلم کی نسبت ان کے اختیار کے ثبوت کو مستلزم ہے اور اس نسبت میں مجاز کا احتمال خلاف متبادر ہے جس کو بلاضرورت اختیار نہیں کیا جاتا لیکن ضعف اختیار کا قائل ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ اگر ضعف سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اختیار کی نسبت بندہ کا اختیار ضعیف ہے تو یہ بات مسلم ہے اور اس میں کسی نوع کو نزاع نہیں ہے اور اگر ضعف کے یہ معنی ہیں کہ افعال کے صادر ہونے میں بندہ کا استقلال نہیں تو یہ بھی مسلم ہے لیکن اگر ضعف سے یہ مراد ہو کہ افعال میں بندے کے اختیار کو ہرگز دخل نہیں تو ممنوع ہے اور وہی پہلا مسئلہ ہے اور منع کی سند مفصل گزر چکی ہے اس بات کو جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کی طاقت اور استطاعت کے موافق تکلیف دی ہے اور ان کے ضعف خلقت کے موافق تکالیف میں تخفیف کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (اللہ تعالیٰ تم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) اور کیونکر تخفیف نہ کرے جبکہ اللہ تعالیٰ حکیم اور رؤف اور رحیم ہے۔ اس کی حکمت اور رافت اور رحمت کے لائق نہیں کہ بندے کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایسے ایسے بھاری پتھر اٹھانے کی تکلیف نہیں دی جن کے اٹھانے کی ان میں طاقت نہیں بلکہ ایسی چیزوں سے مکلف کیا ہے جو بندے پر نہایت ہی آسان ہیں مثلاً نماز جو قیام و رکوع و سجود اور قرات میسرہ پر مشتمل ہے۔ یہ سب کے سب نہایت ہی آسان ہیں اور ایسے ہی روزوں کا حال ہے کہ نہایت سہولت میں ہیں اور ایسے ہی زکوٰۃ ہے کہ چالیسواں حصہ مقرر ہے اور آدھا یا کل مقرر نہیں کیا تاکہ بندوں کو گراں معلوم نہ ہو۔ یہ اس کی کمال رافت و مہربانی ہے اور مامور کیلئے خلیفہ بنایا اگر اصل دشوار ہو یعنی وضو کیلئے تیمم کو خلیفہ بنایا اور ایسے ہی حکم کیا ہے کہ جو قیام پر طاقت نہ رکھتا ہو وہ بیٹھ کر پڑھے اور جو بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ لیٹ کر ادا کرے۔ ایسے ہی جو رکوع و سجود کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ اشارے سے ادا کرے۔ وغیرہ وغیرہ جو احکام شرعیہ میں اعتبار و انصاف کی نظر سے دیکھنے والے پر مخفی نہیں ہیں۔ ان تمام شرعیہ تکلیفات کی حد نہایت آسانی اور سہولت میں ہے اور ان تکلیفات کے صفحوں میں اللہ تعالیٰ کی کمال رافت کا مطالعہ ہوتا ہے۔ ان تکلیفات کی تخفیف کا مصداق عام لوگوں کی خواہش اور تمنا ہے جو ان مامورہ تکلیفات کے زیادہ ہونے میں کرتے ہیں۔ یعنی بعض کہتے ہیں کہ فرضی روزے زیادہ ہوتے اور بعض کہتے ہیں کہ فرضی نمازیں زیادہ ہوتیں، علی ہذا القیاس اور اس قسم کی تمنا کمال تخفیف ہی کے باعث ہے اور بعض لوگوں کو ادائے احکام میں آسانی کا معلوم نہ ہونا۔ اس سبب سے ہے کہ ان پر نفسانی ظلمتیں اور طبعی کدورتیں غالب ہیں جو نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں اور نفس امارہ اللہ تعالیٰ کی دشمنی میں قائم ہے۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (مشرکوں پر وہ بات بہت ہی بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ (خاشعین کے سوا نماز سب پر بھاری ہے) جس طرح ظاہری مرض احکام کو بمشکل ادا کرنے کا موجب ہے۔ اسی طرح باطنی مرض بھی اس دشواری کا باعث ہے اور شرع شریف نفس امارہ کی رسوم کو مٹانے اور اس کی خواہشات کو دور کرنے کے لیے وارد ہوئی ہے۔ گویا ہوائے نفس اور شریعت کی متابعت دو طرفیں ہیں جو ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ پس اس دشواری کا وجود ہوائے نفس کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور جس قدر ہوائے نفس زیادہ ہوگی اسی قدر یہ دشواری زیادہ ہوگی۔ پس جب خواہش نفس بالکل دور ہو جائے گی۔ یہ دشواری بھی بالکل دور ہو جائے گی لیکن بعض صوفیہ کی کلام جو اختیار کی نفی یا اس کے ضعف میں ابھی مذکور ہو چکی ہے تو جاننا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


چاہیے کہ اگر ان کی کلام احکام شریعہ کے مطابق نہیں ہے تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی حجت کے لائق ہے کیونکہ حجت اور تقلید کے لائق علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال ہیں۔ پس صوفیہ کا جو کلام علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال کے موافق ہے، وہ قبول ہے اور جو ان کے اقوال کے مخالف ہے وہ مردود اور نامقبول ہے۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مستقیم الاحوال صوفیہ احوال و اعمال اور علوم و معارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے اور جانتے ہیں کہ شریعت کا بقیہ خلاف حال کی خرابی اور نادرستی سے پیدا ہے۔ اگر حال درست و صادق ہوتا تو شریعت حقہ کے مخالف نہ ہوتا۔ غرض خلاف شریعت زندقہ کی دلیل اور الحاد کی علامت ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر صوفیہ غلبہ حال یا سکر وقت میں اپنے کشف سے کوئی ایسا کام کرے جو شریعت کے مخالف ہو تو وہ معذور ہے اور اس کا کشف غیر صحیح ہے اور اس کی تقلید نا جائز اور نادرست ہے۔ اس کی کلام کو ظاہر کی طرف سے اور معنی کی طرف حمل کرنا اور پھیرنا چاہیے کیونکہ اہل سکر کی کلام ظاہر کی طرف سے محمول و مصروف کی جاتی ہے۔ هٰذَا مَاتَيَسَّرَلِيْ فِيْ هٰذَا الْمُقَامِ بِعَوْنِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَحُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ (یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور اس کی حسن توفیق سے مجھ سے ہو سکا۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

# مکتوب (۲۹۰)

ملا ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

جاننا چاہیے کہ وہ طریقہ جو اقرب اور اسبق اور اوفق اور اسلم اور احکم اور اصدق اور اول اور اعلیٰ اور اجل اور ارفع اور اکمل ہے، وہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَرْوَاحَ اَهْلِهَا وَاَسْرَارَ مَوَالِيْهَا اس طریق کی سب بزرگی اور ان بزرگواروں کی یہ بلند شان سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے لازم پکڑنے اور نامرضیہ بدعت سے بچنے کے باعث ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح کام کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے اور ان کے حضور اور آگاہی نے دوام پیدا کر کے درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد دوسروں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی تمام آ گاہیوں سے برتری حاصل کی ہے۔

اے بھائی خدا تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ تجھے جاننا چاہئے کہ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی تو حق تعالیٰ کی ہدایت نے ہادی راہ ہو کر ولایت پناہ حقیقت آگاہ ایسے طریق کی طرف ہدایت دینے والے جس کی ہدایت میں نہایت مندرج ہے اور ایسا راستہ بتانے والے جو درجات ولایت تک پہنچانے والا ہے۔ دین پسندیدہ کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام خواجہ محمد باقی قدس سرہ کی خدمت میں جو حضرت مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کے خاندان بزرگ کے بڑے خلفاء میں سے تھے، پہنچایا۔ انہوں نے اس درویش کو ذکر اسم ذات تعلیم فرمایا اور مقررہ طریق سے ایسی توجہ فرمائی کہ مجھ میں کمال لذت پیدا ہوئی اور کمال شوق سے گریہ شروع ہوا۔ ایک روز کے بعد بے خودی کیفیت جوان بزرگواروں کے نزدیک معتبر ہے اور غنیمت سے موسومہ ہے، طاری ہوئی اور اس بے خودی کی حالت میں، میں نے ایک دریائے محیط کو دیکھا جس میں عالم کی صورتیں اور شکلیں سایہ کی طرح معلوم ہوئیں۔ یہ بے خودی رفتہ رفتہ غالب ہوتی گئی اور اس قدر بڑھ گئی کہ کبھی ایک پہر روز تک رہتی اور کبھی دو پہر تک اور بعض اوقات تمام رات طاری رہتی جب اس قصہ کو حضرت ایشاں قدس سرہ کی حضور میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی فنا حاصل ہوگئی اور ذکر کہنے سے منع فرمایا اور اس آگاہی کی نگہداشت کا امر فرمایا۔ دو روز کے بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہوگئی۔ پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے کام میں مشغول رہ۔ بعد ازاں فنائے فنا حاصل ہوئی پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو تمام عالم کو ایک دیکھتا ہے اور متصل واحد پاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ فنائے فنا میں معتبر یہ ہے کہ اس اتصال کی دید کے باوجود بے شعوری حاصل ہو۔ اسی رات کو اس قسم کی فنا حاصل ہوگئی اس کو بھی عرض کیا اور وہ حالت جو فنا کے بعد حاصل ہوئی، وہ بھی عرض کی اور کہا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہ کی نسبت حضوری پاتا ہوں اور ان اوصاف کو جو میری طرف منسوب تھے۔ حق سبحانہ کی طرف منسوب پاتا ہوں۔ بعد ازاں وہ نور جو تمام اشیاء کو محیط ہے، ظاہر ہوا اور میں نے اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ جانا۔ اس نور کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق جل سلطانہ پردۂ نور میں مشہود ہے اور نیز فرمایا کہ یہ انبساط اور پھیلاؤ جو اس نور میں دکھائی دیتا ہے، علم میں ہے حق تعالیٰ کی ذات کا اشیاء متعددہ کے ساتھ جو بلندی و پستی میں واقع ہیں۔ تعلق ہونے کے باعث منبسط اور پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، اس کی بھی نفی کرنی چاہئے۔ بعد ازاں وہ پھیلا ہوا۔ سیاہ نور کم کم اور تنگ ہونے لگا یہاں تک کہ ایک نقطہ بن گیا۔ فرمایا کہ اس نقطہ کی بھی نفی کرنی چاہئے تا کہ حیرت آ جائے میں نے ایسا ہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیا اور وہ نقطہ موہوم بھی درمیان سے دور ہو گیا اور حیرت تک جا پہنچا کہ جس ........ خود بخود ہے جب میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ یہی حضور نقشبندیہ کا تصور ہے اور نسبت نقشبندیہ اسی حضور سے مراد ہے اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں اور بدایت میں نہایت کا مندرج ہونا اس مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس طریق میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ویسا ہی ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں طالب اذکار واوراد اپنے پیروں سے اخذ کرتے ہیں تاکہ ان پر عمل کر کے مقصود تک پہنچیں۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا ترجمہ: میری بہار کا کر لے قیاس بستاں سے

یہ عزیز الوجود نسبت ذکر سیکھنے سے دو ماہ اور چند روز بعد حاصل ہو گئی تھی۔ اس نسبت کے ثابت ہونے کے بعد ایک اور فنا جس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں، حاصل ہوئی اور دل کی اس قدر وسعت پیدا ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکز زمین تک تمام عالم کا اس کے مقابلہ میں رائی کے دانہ جتنا بھی قدر نہ تھا۔ بعد ازاں اپنے آپ کو اور ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ذرہ کو حق تعالیٰ دیکھنے لگا۔ اس کے بعد ہر ذرہ عالم کو الگ الگ اپنا عین اور اپنے آپ کو ان سب کا عین معلوم کرنے لگا حتیٰ کہ تمام عالم کو ایک ذرہ میں گم پایا۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو اس قدر منبسط اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اس سے کئی گنا اور عالم اس میں سما سکیں بلکہ اپنے آپ کو اور ہر ذرہ کو ایسا پھیلا ہوا نور معلوم کیا جو ہر ذرہ میں ساری ہے اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں مضمحل اور متلاشی ہیں۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو تمام عالم کا مقوم (جس کے ساتھ کسی چیز کا قیام ہو) معلوم کیا جب میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ توحید میں مرتبہ حق الیقین یہی ہے اور جمع الجمع اسی مقام سے مراد ہے۔ بعد ازاں عالم کی صورتوں اور شکلوں کو کہ جن کو اول حق معلوم کرتا تھا اس وقت موہوم معلوم کیا اور ہر ذرہ کو کہ جنہیں بے تفاوت و بے تمیز حق پاتا تھا، ان کو بھی موہوم پایا اور نہایت حیرت حاصل ہوئی۔

اس اثناء میں فصوص کی وہ عبارت جو اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمتہ سے سنی تھی، یاد آئی۔ ان شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَیِ الْعَالَمُ حَقٌّ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ خَلْقٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ حَقٌّ مِنْ وَّجْهٍ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَیْرَتِ لِعَدَمِ التَّمْیِیْزِ بَیْنَهُمَا (اگر تو چاہے تو کہہ دے کہ عالم حق ہے یا تو اگر کہہ دے کہ عالم خلق ہے یا اگر تو کہہ دے کہ ایک وجہ سے حق ہے اور اگر تو ان دونوں میں تمیز نہ ہونے کے باعث حیرت کہہ دے تو بجا ہے) اس عبارت سے اس اضطراب کی کچھ تسکین ہوگئی۔

بعد ازاں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تیرا حضور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صاف نہیں ہوا۔ جا اپنے کام میں مشغول ہوتا کہ موہوم کی موجودگی کی تمیز ظاہر ہو۔

میں نے فصوص کی عبارت کو جس سے عدم تمیز ظاہر ہوتی تھی، پڑھا تو فرمایا کہ شیخ نے کامل حال کو بیان نہیں کیا۔ عدم تمیز بھی بعض کی نسبت ثابت ہے۔ حسب الامر اپنے کام میں مشغول ہوا۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضور کی محض توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم میں تمیز ظاہر کر دی اور میں نے موجود حقیقی کو موہوم متخیل سے ممتاز پایا اور ان صفات وافعال وآثار کو جو موہوم سے دکھائی دیتے تھے۔ میں نے حق سبحانہ سے دیکھا اور ان صفات وافعال کو بھی محض موہوم معلوم کیا اور خارج میں ایک ذات کے سوا کچھ موجود نہ دیکھا جب اس حالت کو خدمت اشرف میں عرض کیا تو فرمایا کہ مرتبہ فرق بعد الجمع یہی ہے اور سعی وکوشش کی نہایت یہیں تک ہے اس کے آگے جو کچھ کسی کے نہاد واستعداد میں رکھا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کو مشائخ طریقت نے مقام تکمیل کہا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس درویش کو جب اول مرتبہ میں سکر سے صحو میں لائے اور فنا سے بقاء کے ساتھ مشرف فرمایا تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ میں نظر کی تو حق تعالیٰ کے سوا نہ پایا اور ہر ذرہ کو اس کے شہود کا آئینہ معلوم کیا۔ اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے جب ہوشیاری میں لائے تو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ کے ساتھ حق تعالیٰ کو پایا۔ نہ ہر ذرہ میں اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو اس مرتبہ میں حق سبحانہ کو نہ عالم کے متصل نہ اس کے منفصل اور نہ عالم میں داخل اور نہ اس سے خارج معلوم کیا اور معیت اور احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح کہ اول پاتا تھا، بالکل منتفی ہوگئی۔ باوجود اس کے اسی کیفیت پر مشہود ہوا بلکہ اس طرح پر کہ گویا محسوس ہے اور عالم بھی اس وقت مشہود تھا لیکن حق تعالیٰ کے ساتھ یہ نسبت مذکورہ کچھ نہ رکھتا۔ پھر حیرت میں لے گئے جب صحو میں لائے تو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو عالم کے ساتھ اس نسبت مذکورہ کے سوا ایک نسبت ہے اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے حق تعالیٰ مجہول الکیفیت نسبت سے مشہود ہوا۔ پھر حیرت میں لے گئے اور جب اس مرتبہ میں افاقہ حاصل ہوا اور ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود ہوا کہ عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نہ معلوم الکیفیت نہ مجہول الکیفیت اور اس وقت عالم اسی خصوصیت سے مشہود تھا۔ اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا جس کے باعث ہر دو شہود کے حاصل ہونے کے باوجود خلق اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی۔ اس وقت مجھے جتلایا گیا کہ اس کی صفت کا مشہود ذات حق کی تنزیہ نہیں ہے۔ حق تعالیٰ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے برتر ہے بلکہ اس کے تکوین کے تعلق کی صورت مثالی ہے کیونکہ حق تعالیٰ تعلقات کونی کے وراء الوراء ہے۔خواہ وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت ۔ ھیہات ھیہات ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُیُوْفٌ

ترجمہ: ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پرخطر دشت و جبال

اے عزیز! اگر قلم کو احوال کی تفصیل اور معارف کے بیان کرنے میں جاری کروں تو سخن دراز ہو جائے۔خاص کر توحید وجودی اور ظلیت اشیاء کے عالم کے معارف اگر بیان کئے جائیں تو جن لوگوں نے اپنی عمر میں توحید وجودی میں گزاری ہیں۔معلوم کرلیں کہ ابھی اس دریائے بے نہایت سے قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ لوگ اس درویش کو توحید وجودی والوں سے نہیں جانتے اور توحید کے منکرین علماء سے سمجھتے ہیں یہ لوگ اپنی کوتاہ نظری سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ توحیدی معارف پر اصرار کرنا ہی کمال ہے اور اس مقام سے ترقی کرنا سراسر نقصان ہے ؎

بے خبر دے چند زخود بے خبر عیب پسند ند برغم ہنر

ترجمہ: وہ بے خبر کہ جن کو نہیں اپنی کچھ خبر کرتے پسند عیب کو ہیں چھوڑ کر ہنر

یہ لوگ اس امر میں گزشتہ مشائخ کے اقوال کے جو توحید وجودی میں واقع ہیں۔بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو انصاف دے۔انہوں نے کہاں سے معلوم کیا ہے کہ ان مشائخ کو ان مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی اور اسی مقام میں محبوس رہے ہیں،معارف توحیدی کے نفس حصول میں تو کوئی کلام نہیں کیونکہ وہ تو بیشک واقع ہے بلکہ گفتگو اس مقام سے ترقی کے بارے میں ہے اگر صاحب ترقی کو توحید کا منکر کہیں اور اس پر اصطلاح باندھیں تو کیا مناقشہ ہے۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ قلیل کثیر پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بحر غدیر کی خبر دیتا ہے۔اس لئے قلیل پر موقوف رکھا اور قطرہ پر کفایت کی۔

اے برادر جب حضرت خواجہ نے مجھ کو کامل مکمل جان کر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت کو میرے حوالہ کیا تو مجھ کو اس وقت اپنی کمال وتکمیل میں تردد تھا۔آپ نے فرمایا کہ تردد کی کوئی جگہ نہیں کیونکہ مشائخ عظام نے اس مقام کو مقام کمال اور تکمیل فرمایا ہے۔اگر اس مقام میں تردد کریں تو ان مشائخ کی کمالیت میں تردد لازم آتا ہے۔حسب الامر طریقت کی تعلیم کو شروع کیا ہے اور طالبوں کے حق میں توجہ کو مد نظر رکھا اور طالبوں میں اس کا بڑا اثر محسوس ہوا حتیٰ کہ سالکوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔کچھ مدت تک اس کام کو بڑی سرگرمی اور مستعدی سے کرتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رہا۔ آخر کار اپنے نقص کا علم پیدا ہوا اور ظاہر ہوا کہ تجلی ذاتی برقی جس کو مشائخ بزرگوار نے نہایت کہا ہے اس راہ میں کوئی پیدا نہیں ہوئی اور نیز معلوم نہیں ہوا کہ سیر الی اللہ کیا ہے۔ ان کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس وقت اپنے نقص کا علم روشن ہو گیا۔ وہ طالب جو میرے پاس جمع تھے، سب کو جمع کر کے اپنا نقص بیان کیا اور سب کو وداع کر دیا لیکن طالب اس بات کو تواضع سے جان کر اپنے عقیدہ سے نہ پھرے۔ کچھ مدت بعد حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے طفیل احوال منتظرہ کو حاصل فرمایا۔

جاننا چاہئے کہ حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کا ماحصل یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق اپنا اعتقاد درست کریں۔ سنت سنیہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں۔ بدعت اور ہوائے نفسانی سے پرہیز کریں جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کریں اور رخصت سے احتراز کریں۔ اس کے بعد اول جہت جذبہ میں استہلاک واضمحلال یعنی فنا واستغراق حاصل کریں۔ اس استہلاک کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ بقاء جو اس جہت میں اس استہلاک کے متحقق ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس کو وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وہ وجود و بقاء جو عدم پر مترتب ہے جس کو استہلاک واضمحلال کہتے ہیں اس استہلاک یا عدم سے یہ مراد نہیں کہ جس سے بیخبر یا غائب ہو جائیں بلکہ باوجود اس استہلاک کے بعض جس سے بیخبر اور غائب ہو جاتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے اور اس بقاء والے کیلئے ممکن ہے کہ صفات بشریت کی طرف رجوع کرے اور اخلاق نفسانیہ کی طرف لوٹ آئے۔ برخلاف اس بقاء کے جو فنا پر مرتب ہے کہ اس سے عود کرنا جائز نہیں اور ممکن ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ نے انہی معنوں کے لحاظ سے فرمایا ہو کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن وجود فناء، وجود بشریت کی طرف ہرگز عود نہیں کرتا کیونکہ مقام اول میں ابھی کچھ راستہ باقی ہے اور راستہ سے رجوع کرنا ممکن ہے اور دوسرا واصل منتہی ہے اور واصل کیلئے رجوع نہیں ہوتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مَا رَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ الطَّرِيْقِ وَمَنْ وَصَلَ اِلَيْهِ لَا رَجَعَ (کوئی شخص نہیں مڑا مگر راستہ سے اور جو واصل ہوتا ہے، وہ نہیں مڑتا)

جاننا چاہئے کہ وجود عدم والا اگرچہ راہ ہی میں ہے لیکن بدایت میں نہایت درج ہونے کے موافق نہایت کار سے آگاہ ہے جو کچھ منتہی کو آخر میں میسر ہوتا ہے اس کو اس جہت میں اس کا خلاصہ ومجمل طور پر حاصل ہے۔ اس نسبت نے چونکہ منتہی میں شمول اور عموم سیر پیدا کیا ہوا ہے اس لئے وہ نسبت اس کی روحانیت اور جسمانیت میں حاصل ہوئی ہے اور وجود عدم میں خلاصہ قلب پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہی موقوف ہے۔ وَلَوْ فِي الْجُمْلَةِ وَإِنْ كَانَ عَلَى سَبِيلِ الْإِجْمَالِ (اگر چہ فی الجملہ ہو اور اجمال کے طور پر ہو) اسی واسطے منتہی صاحب تفصیل ہے اور صفات جسمانیہ کی طرف اس کا رجوع کرنا ممتنع ہے کیونکہ اس نسبت نے اس کے تمام مراتب جسمانیہ میں سرایت کر کے اس کو ان صفات سے نکال دیا ہے اور فانی کر دیا ہے اور یہ فنا موہبت محض یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے اور موہبت محض سے رجوع کرنا حق تعالیٰ کی پاک درگاہ کے لائق نہیں۔ برخلاف وجود عدم والے کے کہ یہ سرایت اس کے حق میں مفقود ہے۔ چونکہ یہ مراتب قلب کے تابع ہیں اس لئے وہ نسبت تبعیت کے طور پر ان میں بھی فی الجملہ ساری ہے اور صورت سے ہٹا کر مغلوب کر دیا ہوا ہے لیکن فنا اور زوال تک نہیں پہنچایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے رجوع کرنا ممکن ہے کیونکہ مغلوب کبھی بعض عوارض کے پیش آنے اور بعض موانع کے لاحق ہونے سے مغلوب ہو جاتا ہے اور واصل عود نہیں کرتا جیسا کہ گزر چکا۔

جاننا چاہئے کہ اس سلسلہ علیہ کے بعض مشائخ قدس سرہم نے مذکورہ بالا استہلاک واضمحلال اور اس بقاء پر جو اس پر مرتب ہے فنا و بقاء کا اطلاق کیا ہے اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی بھی اس مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور اس باقی کو واصل کہا ہے اور یادداشت بھی جو حق تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ دوام آگاہی سے مراد ہے، اسی مقام میں متحقق جانتے ہیں۔ یہ سب کچھ بدایت میں نہایت درج ہونے کے اعتبار سے ہے ورنہ فنا و بقاء منتہی واصل کے سوا کسی کو نہیں ہوتی اور تجلی ذاتی بھی اس سے مخصوص ہے اور دوام حضور بھی واصل منتہی کے لئے ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے ہرگز رجوع نہیں ہوتا لیکن پہلا اطلاق بھی مذکورہ بالا اعتبار سے صحیح ہے اور وجہ وجیہ پر مبنی ہے اور واصل کی فنا و بقاء اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی اور یادداشت جو کتاب فقرات حضرات خواجہ احرار قدس سرہ میں واقع ہیں۔ اسی قسم سے ہیں۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ وہ کتاب اور مکتوبات و رسائل جو بعض مخلصوں کی طرف لکھے ہیں۔ مکتوب الیہ کی درایت و معرفت پر مبنی ہیں اور كَلِّمُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ (لوگوں کے ساتھ ان کی عقل کے موافق کلام کرو) ان میں مدنظر ہے اور رسالہ سلسلۃ الاحرار جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے طریق پر واقع ہے اور رباعیات مشرح جو حضرت خواجہ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و مولا محمد باقی قدس سرہ نے لکھی ہیں، اسی قسم سے ہیں اور اس بقاء کا بلکہ ہر ایک اس بقاء کا جو جذبہ میں پیدا ہو۔ اس کا رخ توحید وجودی میں ہے اسی واسطے بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے حق الیقین کو اس طور پر بیان کیا ہے کہ جس کا انجام توحید وجودی کی طرف ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور بعض لوگوں کو اسی بیان نے اشتباہ میں ڈال دیا کہ حق الیقین ان کے نزدیک تجلی صوری مراد ہے اور طعن و تشنیع تک نوبت پہنچادی اور حق یہ ہے کہ ان کا یہ حق الیقین جہت جذبہ میں پیدا ہوا ہے اور یہ معرفت اس مقام کے لائق ہے اور تجلی صوری چیز دیگر ہے **کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِہٖ** ( جیسا کہ اس کے صاحبان پر واضح ہے ) اور کثرت کے آئینہ میں وحدت کا اس طرح پر مشاہدہ کرنا کہ آئینہ بالکل پوشیدہ ہو جائے اور وحدت کے سوا اور کچھ مشہود نہ ہو۔ اس مقام کو یادداشت کے مناسب جان کر اس مرتبہ پر یادداشت کا اطلاق کیا ہے اور اس کو تجلی ذاتی اور شہود ذاتی بھی کہتے ہیں اور اس مقام کو مقام احسان فرماتے ہیں اور اس گم ہونے کو وصل سے تعبیر کرتے ہیں۔ ع

تو در وگم شو وصال این است وبس

ترجمہ: وصال نام ہے اس کا کہ ہو تو گم اس میں

یا اصطلاح حضرت خواجہ ناصر الدین خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ سے مخصوص ہے۔ اس سلسلہ کے مشائخ متقدمین سے کسی نے بھی اس اصطلاح کی نسبت کلام نہیں کی۔ ع

ہر چہ خوباں کنند خوب آید

ترجمہ: خوب صورت جو کریں وہ خوب ہے

ان کے کلمات قدسی سمات سے ہے کہ زبان دل کا آئینہ ہے اور دل روح کا اور روح حقیقت انسانی کا اور حقیقت انسانی حق تعالیٰ کا آئینہ ہے۔ حقائق غیبیہ غیب ذات سے مسافت بعیدہ کو قطع کر کے زبان پر آتے ہیں اور وہاں صورت لفظی قبول کر کے مستعدوں کے کانوں میں پہنچتے ہیں۔

اور نیز حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ بعض بزرگواروں نے جن کی میں نے ملازمت کی، دو چیزیں مجھے کرامت کیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ لکھوں، جدید لکھوں نہ قدیم۔ دوسرا یہ کہ جو کچھ کہوں مقبول ہوگا نہ مردود۔ ان کی بزرگی اور ان کے معارف کی بلندی ان کلمات قدسیہ سے سمجھی جاتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ آپ ان باتوں کے درمیان نہیں ہیں اور آئینہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ **وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَمَاعِنْدَہٗ مِنْ عُلُوِّ دَرَجَتِہٖ وَمَنْزِلَۃِ کَمَالِہٖ** (ان کی حقیقت حال اور درجہ کی بلندی اور کمال مرتبہ کو حق تعالیٰ ہی جانتا ہے ) اپنے حال کے موافق ان مثنویات کو پڑھا کرتے تھے۔ مثنوی:

ہر کسے از ظن خود شد یار من — از درونِ من نجست اسرارِ من

سر من از نالہ من دور نیست — لیک چشم و گوش را ایں نور نیست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: یار میرا ہر کوئی ظن سے بنا — پر نہ میرے راز کا واقف ہوا
سر میرا کچھ نہیں نالہ سے دور — پر نہیں کان آنکھ میں ہرگز یہ نور

ان کے علوم و معارف کا تھوڑا سا بیان اس مکتوب کے اخیر میں یہ حقیر اپنے فہم قاصر کے موافق لکھے گا۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَاللّٰہِ.

اگر حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی کمال عنایت کے ساتھ ان میں سے بعض کو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد سلوک کی دولت سے مشرف فرمائے تو جذبہ کی مدد سے دور دراز مسافت کو جس کا اندازہ پنجاہ ہزار سال کا راستہ مقرر ہے اور آیت کریمہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں ایسے دن میں جس کا اندازہ پنجاہ ہزار سال ہے) میں اسی اندازہ کی طرف اشارہ ہے۔ تھوڑی سی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔

سلوک کی انتہا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے، جس کو فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں بعد ازاں پھر مقام جذبہ ہے جس کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی سیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیر الی اللہ اس اسم تک سیر کرنے سے مراد ہے جس کا مظہر سالک ہے اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک اسم بے نہایت اسماء کا جامع ہے جس کا بیان ابھی انشاء اللہ کیا جائے گا اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے فوق میں ہے کیونکہ سالک کا عین ثابتہ اسی اسم کا ظل اور اسی کی صورت علمیہ ہے۔ وہ لوگ جو محض فضل ایزدی جل شانہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اسی اسم سے بھی عروج فرماتے ہیں اور جہاں تک خدا کا منظور ہو، بے نہایت ترقیاں کرتے ہیں۔

مِنْ بَعْدِ ھٰذَا مَا یَدِقُّ صِفَاتُہٗ — وَکِتْمَہٗ اَحْظٰی لَدَیْہِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ: بعد ازاں وہ چیز ہے جس کا نہیں ملتا پتا
اس کا پوشیدہ ہی رکھنا اور چھپانا ہے بھلا

اگرچہ تمام صاحبان سلوک کے واصل جہت ثانی میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے ساتھ متحقق ہیں لیکن وہ مسافت جو صاحبان سلوک ریاضتوں اور مجاہدوں سے قطع کرتے ہیں اور بڑی دراز مدت میں اس کی منتہا تک پہنچتے ہیں۔ اس بزرگ خانوادہ کے بزرگ دار دولت شہود کی لذت اور مقصود کے پالینے کے ذوق سے اس مسافت کو تھوڑی سی مدت میں قطع فرماتے ہیں اور کعبہ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر اس قدر بے نہایت ترقیاں کرتے ہیں کہ ارباب سلوک کے منتہی اس ترقی و قرب سے بے نصیب ہیں کیونکہ سلوک پر جذبہ کا مقدم ہونا ایک قسم کی محبوبیت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معنی چاہتا ہے جب تک مراد نہ ہوں، جذب نہیں کرتے اور جب جذب کرتے ہیں تو بہت ہی نزدیک ہوجاتے ہیں اور قرب زیادہ تر حاصل کرتے ہیں اور بن بلائے جانے میں بہت فرق ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ مثنوی۔

عشق معشوقاں نہان است وستیر ۔۔۔ عشق عاشق بادو صد طبل ونفیر
لیک عشق عاشقاں تن زہ کند ۔۔۔ عشق معشوقاں خوش وفربہ کند

ترجمہ: عشق معشوقاں ہے پردہ میں چھپا ۔۔۔ عاشقوں کا عشق دے ڈنکا بجا
عاشقوں کا عشق تن لاغر کرے ۔۔۔ عشق معشوقاں بدن خوشتر کرے

اگر کہیں کہ دوسرے سلسلوں کی مراد بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے۔ پس دوسرے طریقوں پر اس طریق کی زیادتی کیا ہے اور اس کو اقرب طریق کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے طریق اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے موضوع نہیں ہیں بلکہ ان میں سے بعض کو یہ دولت اتفاقیہ حاصل ہوتی ہے اور یہ طریق اس دولت کے حاصل ہونے کے لئے موضوع ہے اور یادداشت جو اس سلسلہ علیہ کے بزرگواروں کی عبارتوں میں واقع ہے۔ جذبہ وسلوک کی دونوں جہتوں کے متحقق ہونے کے بعد متصور ہوتا ہے اور اس کو نہایت اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ مراتب شہود وآ گاہی کا نہایت ہے ورنہ نہایت مطلق وراء الوراء ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شہود یا صورت کے آئینہ میں ہے یا معنی میں یا صورت ومعنی کے ماوراء ہے۔ اس شہود بے پردہ کو برقی کہتے ہیں یعنی یہ شہود برق کی طرف حاصل ہوتا ہے۔ پھر پردہ میں ہوجاتا ہے۔ یہی شہود اگر فضل ایزدی سے دائمی ہوجائے اور پورے طور پر پردوں کی تنگی سے نکل جائے تو اس کی تعبیر یادداشت سے کرتے ہیں جس کو حضور بے غیبت کہتے ہیں کیونکہ جس وقت مشہود پردۂ احدیت میں متحقق ہوا تو جب تک دائمی طور پر بے پردگی پیدا نہ کرے۔ اس پر یادداشت کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی واصل کو رجوع نہیں ہوتا کیونکہ اس کی آ گاہی دائمی ہے لیکن اس نسبت کا سریان اس کے کلیہ میں برق کی طرح ہے۔ برخلاف ان محبوبوں کے جن کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ ان کے حق میں یہ سریان دائمی ہے اور ان کی کلیۃ نے سرّ کا حکم حاصل کرلیا ہے اور سرّ کا کام کرتا ہے جیسا کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ یعنی ان کے جسم ان کی روحوں کی طرح نرم ہوجاتے ہیں حتیٰ کہ ان کا ظاہر باطن کی طرح اور باطن ظاہر کی طرح ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آ گاہی میں غیبت کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



گنجائش نہیں۔ پس یہ نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے اور ان حضرات کی کتابوں اور رسالوں میں وہ عبارت انہی معنوں میں شائع ہے کیونکہ نسبت آگاہی سے مراد ہے اور مراتب آگاہی کی نہایت یہ ہے کہ بے پردہ میسر ہو اور دائمی ہو اور اس طریق کے مشائخ جو اس نسبت کو اپنے ساتھ مخصوص کرتے ہیں تو اس اعتبار سے ہے کہ یہ طریق اس دولت کے حاصل ہونے کے لیے موضوع ہے جیسا کہ گزر چکا۔ ورنہ دوسرے سلسلوں کے بزرگواروں کو بھی اگر میسر ہو جائے تو جائز ہے بلکہ واقع ہے۔

اکابر اہل اللہ کے سرکردہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ ان بزرگواروں کی نسبت ایک رمز بیان فرماتے ہیں اور اپنے استاد سے اس کی تحقیق کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آیا یہ حدیث دائمی ہوتی ہے۔ استاد جواب میں فرماتے ہیں کہ نہیں ہوتی شیخ پھر اس مسئلہ کا تکرار کرتے ہیں اور وہی جواب پاتے ہیں اور تیسری بار پھر اسی سوال کا تکرار کرتے ہیں اور استاد جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر ہوتی ہے تو شاذ و نادر ہوتی ہے۔ شیخ رقص کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ بھی ان نادر امور سے ہے۔

اور یہ جو میں نے بیان کیا تھا کہ نہایت مطلق وراء الوراء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس آگاہی کے ثابت ہونے کے بعد اگر عروج واقع ہو تو حیرت کے بھنور میں جا پڑتے ہیں اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ یہی حیرت ہے جس کو حیرت کبریٰ سے موسوم کرتے ہیں جو بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ان لوگوں کی کتابوں میں واقع ہے۔ ایک بزرگ اس مقام میں فرماتے ہیں۔ ؎

حسن تو مرا کرد چناں زیر و زبر | کز خال و خط و زلف تو ام نیست خبر

ترجمہ: تیرے حسن نے کیا مجھ کو ایسا زیر و زبر | کہ تیرے زلف و خط و خال کی رہی نہ خبر

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں ؎

عشق بالائے کفر و دیں دیدم | برتر از شک واز یقیں دیدم
کفر و دین و یقین و شک ہر چار | ہمہ باعقل ہم نشیں دیدم
چوں گذشتم زعقل صد عالم | چوں بگویم کہ کفر و دیں دیدم
ہر چہ مستند سد راہ تو اند | سد اسکندری ہمیں دیدم

ترجمہ: عشق ہے دین و کفر کے اوپر | ہے یقین اور شک سے برتر
کفر و شک و یقین و دیں دیکھا | عقل کا سب کو ہم نشیں دیکھا
جب کہ دنیا کی عقل سے گزرا | تب ہوا مجھ کو کفر و دیں کا پتا
ہے جو سب کچھ ہے سد راہ تیرا | سد اسکندری یہی دیکھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایک اور بزرگ فرماتے ہیں ۔

لاو هوز اں سرائے روز بہی — باز گشتند وجیب وکیسہ تہی

ترجمہ: لاو هو دولوں درگہ حق سے — جیب وکیسہ کو خالی لے کے پھرے

اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے۔ دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف کرتے ہیں اور کفر حقیقی کے بعد جو مقام حیرت ہے، ایمان حقیقی سے کس کی نوازش فرماتے ہیں۔ محققین کے مطلوبہ کی نہایت اسی ایمان میں ہے اور حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت اور کمال متابعت کا مقام کہ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے تابعدار بصیرت پر ہیں) میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اسی مقام میں ہے اور دین ودنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی ایمان کو طلب کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِيْمَانًا صَادِقًا وَّيَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ (یا اللہ تو مجھے وہ ایمان صادق اور یقین عطا کر جس کے بعد کفر نہیں) اور کفر حقیقی سے جو مقام حیرت ہے، پناہ مانگتے تھے۔ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكُفْرِ (میں فقر اور کفر سے پناہ مانگتا ہوں) یہ مراتب حق الیقین کا نہایت ہے اس مقام میں علم وعین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہیں ۔

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا — وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَايَتَجَرَّمُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو درد وکلفت۔

اے برادر خدا تجھے ہدایت دے۔ جان لے کہ ان عزیزوں کا جذبہ دو قسم پر ہے۔

پہلا وہ جذبہ ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچا ہے اور اسی اعتبار سے ان کا طریقہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہے اور یہ جذبہ ایک خاص قسم توجہ کے ساتھ جو تمام موجودات کی قیوم ہے اور اس میں استہلاک واضمحلال یعنی فنا واستغراق کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

دوسری قسم جذبہ کی وہ ہے جس کے ظہور کا مبدء اس طریق میں حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ ہیں اور یہ جذبہ معیت ذاتیہ کی راہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ جذبہ حضرت خواجہ قدس سرہ سے ان کے پہلے خلیفہ خواجہ علاء الدین قدس سرہ کو پہنچا اور چونکہ یہ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک خاص طریقہ وضع کیا۔ وہ طریقہ ان کے خاندان کے خلفاء میں طریقہ علائیہ کے نام سے مشہور ہے اور ان کی عبارت میں اس طرح واقع ہے کہ سب طریقوں سے اقرب طریقہ علیہ علائیہ ہے۔ اس جذبہ کی اصل اگرچہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے ہے لیکن اس کے حاصل ہونے کے لئے طریق کا وضع کرنا خواجہ علاء الدین قدس سرہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ طریقہ بہت کثیر البرکت ہے۔ اس طریق پر تھوڑا سا چلنا دوسرے طریقوں پر بہت چلنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اب تک خانوادہ علائیہ واحراریہ کے مشائخ کے خانما. اس دولت عظمیٰ سے بہرہ مند ہیں اور اسی راہ سے طالبوں کی تربیت فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو یہ دولت عظمیٰ حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ سے جو حضرت خواجہ علاء الدین قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں، پہنچی ہے۔

اول قسم کا جذبہ جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے لئے جدا طریقہ موضوع ہے اور وہ طریق وقوف عددی ہے اور وہ سلوک بھی جو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ دو قسم پر ہے بلکہ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ قسم ہے جس کے طریق سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مقصود تک پہنچتے ہیں اور حضرت رسالت خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بھی اسی جذبہ اور اسی طریق سے مطلب تک پہنچے ہیں اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کے باعث جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ رکھتے تھے اور ان میں فانی تھے۔ باقی تمام اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے اسی خاص طریق کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں اور جذبہ سلوک کی یہی نسبت اسی خصوصیت کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی ہے اور چونکہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کرام سے تھیں اس لئے ان دونوں اعتباروں کے لحاظ سے حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ (مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوبار جنا) اور چونکہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بزرگ آباؤ اجداد کی طرف سے جدا نسبت حاصل تھی۔ اس لئے ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے ہیں اور اس جذبہ کو ان کے سلوک کے ساتھ جمع کیا اور اس سلوک سے مقصود تک پہنچے۔

ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے قطع ہوتا ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ ان کے سلوک کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے خانہ جذبہ سے نقب کھود کر مطلوب تک پہنچا دیں۔

سلوک اول میں معارف کی تحصیل ہے اور سلوک ثانی میں غلبہ محبت۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر علم کا دروازہ بن گئے اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلت یعنی دوستی کی قابلیت حاصل کی۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا اَحَدًا خَلِیْلًا لَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تَخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلاً (اگر ہم کوئی اپنا خلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابو بکر ﷺ کو بناتا۔)

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جذبہ (کہ جس کی بنیاد محبت پر ہے) جذبہ اور سلوک آفاقی (کہ جس کا منشا علوم و معارف ہیں) کے جامع ہونے کے اعتبار سے محبت و معرفت سے بہت سا حصہ حاصل کیا۔

بعد ازاں حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس نسبت مرکبہ کو امانت کے طور پر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے حوالہ کیا۔ گویا یہ بار امانت ان کی پشت پر رہا ہے تاکہ بتدریج امانت والوں کو پہنچائیں ورنہ ان کی توجہ کا رخ دوسری طرف ہے اور اس امانت کے تحمل سے زیادہ کوئی مناسبت اس نسبت کے ساتھ نہیں رکھتے اور اس تحمیل میں بھی کئی حکمتیں ہیں۔ اگرچہ اس نسبت کے اٹھانے والے کم نصیب ہیں لیکن اس نسبت کو ان بزرگواروں کے انوار سے وافر حصہ حاصل ہے۔ مثلاً ایک قسم کا سکر جو اس نسبت میں ملا ہوا ہے سلطان العارفین کے انوار کا اثر ہے۔ وہ سکر مبتدیوں کو جس سے غائبہ اور بیہوش کر دیتا ہے۔ بعد ازاں آہستہ آہستہ چھپتا جاتا ہے اور اس نسبت کے غلبہ صحو کے باعث مراتب صحو میں مل جل جاتا ہے۔ گویا ظاہر میں صحو ہے اور باطن میں سکر یہ بیت ان کے حال کے مناسب ہے۔

از دروں شو آشناؤ از بروں بیگانہ شو — اینچنیں زیبا روش کم میبو داندرز جہاں

ترجمہ: اندر سے ہو تو آشنا باہر سے ہو بیگانہ تو
ایسی نرالی طرز کا ملتا نہیں ہے خوب رو

علیٰ ہذا القیاس ہر بزرگ سے نور حاصل کر کے وہ نسبت اپنے اہل تک پہنچ گئی اور وہ عارف ربانی خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ ہیں جو حضرات خواجگان قدس سرہم کے سلسلہ کے سرحلقہ ہیں۔ ان کے زمانہ میں یہ نسبت پھر از سرنو تازہ ہو کر ظاہر ہوئی۔ ان کے بعد اس سلسلہ میں سلوک آفاقی کی جہت پھر مخفی ہوگئی اور جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد دوسری راہ سے سلوک کیا اور عروج پیدا کیا اور اس زمانہ تک کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ عالم ظہور میں آئے۔ وہ نسبت پھر جذبہ اور سلوک آفاقی کے ساتھ ظاہر ہوئی اور ان ہر دو جہت کے ساتھ کمال معرفت و محبت کی جامع ہوگئی اور اس جذبہ کی ایک خاص قسم کے علاوہ ایک اور جذبہ بھی جو معیت کی راہ سے پیدا ہوتا ہے ان کو عطا فرمایا جیسا کہ اوپر گزر چکا اور ان کمالات میں سے بہت سا حصہ ان کے قائم مقام حضرت خواجہ علاء الحق والدین قدس سرہ کو حاصل ہوا اور جذبہ اور سلوک آفاقی کی دونوں دولتوں سے مشرف ہوئے اور قطب ارشاد کے مقام تک پہنچ گئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایسے ہی حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے ان کے کمالات سے کامل حصہ حاصل کیا اور حضرت خواجہ قدس سرہ اپنی زندگی کے اخیر ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ جس کو مجھے دیکھنے کی خواہش ہو، وہ محمد کو دیکھ لے۔

اور نیز ان کے حق میں منقول ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ بہاؤالدین کے وجود سے مقصود محمد کا ظہور ہے اور حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کو باوجود ان کمالات کے مولانا خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہ کی فردیت کی نسبت بھی حاصل تھی جو اخیر زندگی میں ان کو عطا فرمائی تھی اور اسی نسبت کا غلبہ ان کو شیخی اور طلباء کی تکمیل سے مانع ہوا ورنہ کمال و تکمیل میں ان کو بڑا اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر وہ شیخی کرے تو تمام جوان اس سے منور ہو جائے اور مولانا عارف قدس سرہ نے اس نسبت فردیت کو اپنے والد بزرگوار مولانا بہاؤالدین قدس سرہ سے حاصل کیا تھا۔

جاننا چاہئے کہ نسبت فردیت کی توجہ پورے طور پر حق تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے اور شیخی اور تکمیل اور دعوت کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ نسبت قطب ارشاد کی نسبت کے ساتھ جو خلق کی دعوت و تکمیل کا مقام ہے، جمع ہو جائے تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر فردیت کی نسبت غالب ہے تو ارشاد و تکمیل اس صورت میں زبون ہے ورنہ ان نسبتوں والا حد اعتدال میں ہے۔ اس کا ظاہر سب کا سب خلق کے ساتھ ہے اور اس کا باطن حق تعالیٰ کے ساتھ۔ دعوت خلق کے مقام میں میں اعلیٰ درجہ انہی دونوں نسبتوں والے کو حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ قطب ارشاد کی نسبت تنہا بھی دعوت میں کافی ہوتی ہے مگر ان بزرگواروں کو اس مقام میں مرتبہ دیگر حاصل ہوتا ہے۔ ان کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور ان کی صحبت برے اور ناپسند اخلاق کو دور کرتی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ اس دولت اور اس مرتبہ سے مشرف ہوئے تھے۔ قطبیت کی نسبت ان کو شیخ سری سقطی قدس سرہ سے حاصل ہوئی تھی اور فردیت کی نسبت شیخ محمد قصاب قدس سرہ سے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے خلفاء کے بعد اس خاندان بزرگ کے چراغ روشن حضرت خواجہ احرار قدس سرہ تھے جو خواجگان قدس سرہم کے جذبہ کو تمام کر کے سیر آفاقی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسم تک سیر کو پہنچا کر بغیر اس بات کے کہ اسم میں آ کر اس میں استہلاک اور فنا پیدا کریں۔ پھر خانہ جذبہ میں آ گئے اور خاص استہلاک و اضمحلال یعنی استغراق و فنا اسی جہت میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پیدا کی اور بقاء بھی اسی جہت میں حاصل کی۔ غرض اس جہت میں شان عظیم رکھتے تھے اور وہ علوم ومعارف جو فنا و بقاء سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کو اسی مقام میں حاصل ہو گئے تھے اگر چہ جہتوں کے متغائر ہونے کے باعث علوم میں تفاوت پیدا ہو گیا۔ ان تفاوتوں میں سے ایک توحید وجودی کا اثبات اور عدم اثبات ہے اور ایسے ہی ان امور کا ثابت کرنا ہے جو توحید وجودی کے مناسب ہیں۔ مثلاً احاطہ وسریان اور معیت ذاتیہ اور کثرت میں وحدت کا اس طرح پر مشاہدہ کرنا کہ کثرت بالکل مخفی ہو جائے اور سالک کی زبان پر کلمہ اَنَا ہرگز نہ آنے پائے وغیرہ وغیرہ برخلاف ان علوم کے جو اس بقاء پر مترتب ہوتے ہیں جو فنائے مطلق کے بعد ہے کیونکہ وہ اس طرح نہیں بلکہ ان کے علوم شریعت حقہ کے علوم کے موافق ہیں اور اس قسم کے حیلے بہانے اور تکلفات اور سوال وجواب کے محتاج نہیں ہیں۔

غرض وہ بقاء جو جذبہ کی جہت میں ہے، خواہ کسی قسم کا جذبہ ہو، سکر سے نہیں نکالتا اور صحو میں نہیں لاتا۔ اسی واسطے باوجود بقاء کے اَنَــــا باقی پر رجوع نہیں کرتا اور اس کی طرف اشارہ نہیں کرتا کیونکہ جذبہ میں غلبہ محبت ہوتا ہے اور غلبہ محبت کو سکر لازم ہے اور سکر کسی طرح اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے علوم بھی سکر آمیز ہوتے ہیں۔ مثلاً وحدت وجود کا قائل ہونا جو سکر اور غلبہ محبت پر مبنی ہے۔ اس طرح پر کہ محب کی نظر میں سوائے محبوب کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی جس لئے وہ ماسوائے محبوب کے سب کی نفی کا حکم دیتا ہے اور اگر صحو میں آتا تو محبوب کا شہود اس کے ماسوائے کے شہود سے مانع نہ ہوتا اور وحدت وجود کا حکم نہ کرتا اور وہ بقا جو فنائے مطلق کے بعد ہے اور سلوک کی نہایت ہے، اس کا منشا اور مبدء صحو ومعرفت ہے۔ سکر کو اس مقام میں کچھ دخل نہیں جو کچھ فنا کی حالت میں سالک سے گم ہوا ہوتا ہے۔ سب رجوع کر آتا ہے لیکن اصل کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے اور فنا کے بعد بقاء کے یہی معنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے علوم میں سکر کی مجال نہیں ہوتی۔ ان کے علوم انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم کے مطابق ہوتے ہیں۔

نیز میں نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے اپنی والدہ کے باپ دادوں یعنی ننھیال کی طرف سے بھی جو بہت ہی عجیب وغریب احوال اور قوی جذبہ رکھتے تھے۔ ایک نسبت حاصل کی تھی اور اثنا عشر یعنی دوازدہ اقطاب کے مقام سے جن کے ساتھ دین کی تائید وابستہ ہے اور محبت میں شان عظیم رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہ کو وافر حصہ حاصل تھا اور اسی سبب سے حضرت خواجہ قدس سرہ شریعت کی تائید اور دین کی مدد کیا کرتے تھے۔ ان کے احوال کی گرامی کا کچھ حال اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس کے بعد ارشاد پناہی معارف آگاہی مؤید الدین الرضی شیخنا و مولانا محمد باقی سلمہ اللہ تعالیٰ کے نور ظہور کی برکت سے ان بزرگواروں کا طریق اعلیٰ بالخصوص ممالک ہندوستان میں جہاں کے رہنے والے ان کمالات سے بے بہرہ تھے، از سر نو زندہ ہوا اور ان عزیزوں کے آداب شائع ہوئے۔

اس حقیر نے چاہا کہ اس مکتوب میں ان کے بھی تھوڑے سے کمالات درج کئے جائیں چونکہ اس بارے میں ان کی رضامندی مفہوم نہ ہوئی۔ اس لئے اس بارے میں جرات نہ کی۔

# مکتوب (۲۹۱)

توحید وجودی اور توحید شہودی کے مراتب اور ان کے متعلقہ معارف کے بیان میں مولانا عبدالحئی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

خدا تجھے ہدایت دے، تجھے جاننا چاہئے کہ بعض کے لئے توحید وجودی کا باعث یہ ہوتا ہے کہ وہ توحید کے مراقبوں کی کثرت سے مشق کرتے ہیں اور کلمہ طیبہ لاَ اِلٰـــهَ اِلاَّ اللّٰهُ کے معنی کو لاَ مَـــوْجُــوْدَ اِلاَّ اللّٰهُ سمجھتے ہیں۔ اس قسم کی توحید محل وتامل و تخیل کے بعد سلطان خیال کے غلبہ کے باعث ظاہر ہوتی ہے کیونکہ معنی توحید کے بکثرت مشق سے اس معرفت کا نقش قوت متخیلہ میں بندھ جاتا ہے چونکہ یہ توحید صاحب توحید کی اپنی بنائی ہوئی ہوتی ہے اس لئے معلول ہے اور اس توحید والا ارباب احوال میں سے نہیں ہے کیونکہ ارباب احوال وہ لوگ ہوتے ہیں جو ارباب قلوب میں ہیں اور اس توحید والے کو ابھی مقام قلب کی کچھ خبر نہیں ہے بلکہ صرف علم ہی علم ہے بلکہ علم کے کئی درجے ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ بعض کے لئے توحید وجودی کا منشاء قلبی انجذاب و محبت ہوتی ہے کہ اول ان اذکار و مراقبات میں جو معنی توحید کے تخیل سے خالی ہوتے ہیں، اشتغال کرتے ہیں اور پھر اپنی کوشش یا صرف سابقہ عنایت سے مقام قلب تک پہنچ جاتے ہیں اور جذب پیدا کرتے ہیں۔ اس مقام میں اگر ان پر توحید وجودی کا جمال ظاہر ہو جائے تو اس کا سبب محبوب کی محبت کا غلبہ ہوگا جس نے محبوب کے ماسوا کو ان کی نظر سے مخفی اور پوشیدہ کر دیا ہے اور چونکہ محبوب کے ماسوا کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی پاتے ہیں اس لئے محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے۔ اس قسم کی توحید احوال سے ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور تنگیں بتہ موسے ہوئے ہیں۔ اگر اس قسم کے ارباب قلوب کو اسی مقام سے عالم کی طرف لے آئیں تو آپ محبوب کو ذرات عالم میں سے ہر ذرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں اور موجودات کو اپنے محبوب کے حسن و جمال کے آئینے اور مظہر سمجھتے ہیں اور اگر محض فضل خداوندی جل شانہ سے مقام قلب سے نکل کر مقلب القلوب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوئی تھی۔ زائل ہونے لگتی ہے اور جوں جوں معارج عروج میں صعود و ترقی کرتے جاتے ہیں تو اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ زیادہ نامناسب پاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض اس معرفت والوں کے طعن و انکار تک پہنچ جاتے ہیں۔ مثل رکن الدین ابوالمکارم شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کے اور بعض کا اس معرفت کے زائل ہونے کے بعد اس معرفت کی نفی و اثبات سے کچھ کام نہیں ہوتا۔

اس قسم کا طالب اس معرفت والوں کے انکار سے کنارہ کرتا ہے اور ان کے طعن سے اپنے آپ کو روکتا ہے۔ انکار و طعن کی مجال تب ہوتی ہے جبکہ اس حال والوں کا اس حال کے ظہور میں اپنا قصد و اختیار ہو۔ جب ان کے ارادہ کے بغیر ان سے یہ معنی ظاہر ہو رہے ہیں تو یہ اس حال میں مغلوب ہیں اس لئے معذور ہیں اور بیچارے معذور پر طعن کی کیا مجال لیکن اس قدر جانتا ہے کہ اس معرفت سے اوپر اور معرفت ہے اور اس حال کے ماسوا اور حالت ہے۔ اس مقام کے محبوس اس معرفت سے رکے ہوئے ہیں اور بیشمار مقامات سے محروم ہیں۔ اس بے سروسامان حقیر کو بغیر اس بات کے کہ معنی توحید میں مشق کرے۔ مراقبات و اذکار کے ضمن میں اپنی کوشش کے بغیر محض فضل ایزدی سے ہدایت و افاضت پناہ حقائق و معارف آگاہ مؤید الدین الرضی شیخنا مولانا محمد باقی قدس سرہ کی خدمت میں ذکر کی تعلیم اور ان کی توجہ و التفات کے بعد مقام قلب میں اس معرفت کا اظہار و کشف پر حصول دیا تھا اور اس مقام کے بہت سے معارف و لطائف ظاہر ہوئے تھے اور اس معرفت کے دقائق منکشف کر دیا تھا۔ کچھ مدت تک اس حقیر کو اس مقام میں رکھا۔ آخر کار حق سبحانہ و تعالیٰ نے مقام قلب سے نکالا اور اس ضمن میں وہ معرفت رفتہ رفتہ زائل ہو کر سب کی سب معدوم ہو گئی۔

اپنے احوال کے اظہار سے مقصود یہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہ کشف و ذوق کے ذریعہ سے ہے نہ کہ از روئے تقلید کے اور وہ معرفت توحیدی جو بعض اولیاء اللہ سے [illegible] حال میں ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ مقام قلب ہی میں [illegible] ہوئے ہوں گے۔ اس لحاظ سے [illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس حقیر نے بھی اس وقت معارف توحیدی میں بہت سے رسالے لکھے ہیں اور چونکہ بعض یاروں نے ان تحریروں کو اس طرح پراگندہ کر دیا تھا کہ ان کا جمع کرنا دشوار تھا اس لئے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ نقص اس وقت لازم آتا ہے جبکہ اس مقام سے اوپر نہ لے جائیں۔

ارباب توحید میں سے ایک گروہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مشہود میں استہلاک واضمحلال یعنی فنا واستغراق کامل طور پر پیدا کر لیتے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اپنے مشہود میں مضمحل ومعدوم رہیں اور ان کے وجود کے لوازم سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ یہ لوگ انا کے رجوع کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں اور نہایت کار ان کے نزدیک فنا ونیستی ہے۔ مشاہدہ کو بھی گرفتاری جانتے ہیں ان میں سے بعض اس طرح فرماتے ہیں کہ اَشْتَهِیْ عَدَماً لَا اَعُوْدُ اَبَداً میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز جس کا وجود نہ ہو۔ یہی لوگ محبت کے مقتول ہیں اور حدیث قدسی مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ (جس کو میں قتل کروں میں ہی اس کا خوں بہا ہوں) انہی کی شان میں ثابت ہے۔ ہمیشہ وجود کے زیر بار رہتے ہیں اور ایک لحہ آرام نہیں پاتے کیونکہ آرام غفلت میں ہوتا ہے۔ دوام استغراق کے ہوتے ہوئے غفلت کی گنجائش نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام ہروی (1) فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ کو ایک ساعت کے لئے حق تعالیٰ سے غافل کر دے۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور وجود بشریت کے لئے غفلت درکار ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے ان میں سے ہر ایک کے ظاہر کو ان کی استعداد کے موافق ان امور میں جو غفلت کو مستلزم ہیں، مشغول کیا ہے تا کہ وہ بار وجود ان سے کچھ تخفیف پائے۔ بعض کو سماع ورقص کی الفت دی ہے اور ایک گروہ کو کتابوں کی تصنیف اور علوم ومعرفت کی تحریر میں لگا دیا ہے اور کسی گروہ کو بعض امور مباح میں مشغول کر دیا ہے۔ عبداللہ اصطخری سگ بانوں کے ہمراہ جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ کسی شخص نے ایک عزیز سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے فرمایا کہ اس لئے تا کہ نفس بار وجود سے خلاص ہو جائے۔ بعض کو توحید وجودی کے علوم اور وحدت میں کثرت کے مشاہدہ سے آرام دیا تا کہ اس بار سے ایک ساعت کے لئے آرام پالیں اور وہ توحید جو مشائخ نقشبندیہ کو بزرگواروں سے ظاہر ہوئی ہے، اسی قسم سے ہے۔ ان بزرگواروں کی نسبت تنزیہ صرف کی طرف لے جاتی ہے اور عالم اور شہود در عالم کے ساتھ کچھ کام نہیں رکھتے اور معارف جو ارشاد پناہی حقائق ومعارف دستگاہی ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہ نے لکھے ہیں۔ توحید کی اخیر قسم سے ہیں۔ ان کی کتاب فقرات جو بعض علوم توحیدی پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے علوم کا منشاء اور ان معارف کا مقصود عالم کے ساتھ ان کا انس والفت ہے او

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رہمارے خواجہ قدس سرہ کے معارف جو بعض رسالوں میں کتاب فقرات کے لکھے گئے ہیں۔ اسی قسم سے ہیں۔ ان علوم توحیدی کا منشا نہ جذبہ ہے نہ غلبہ محبت اور ان کے مشہود کو عالم کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔ ان کو جو کچھ عالم میں دکھاتے ہیں۔ ان کے مشہود حقیقی کا شبہ ومثال ہے۔ مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کا گرفتار ہے اور کمال محبت سے اپنے آپ کو اس نے آفتاب میں گم کیا ہے اور اپنا نام ونشان کچھ نہیں چھوڑا۔ ایسے گم ہوئے کہ اگر چاہیں کہ پھر اپنے ہوش میں لائیں اور ماسوائے آفتاب کے ساتھ اس کی انس والفت پیدا کریں تو ایک ساعت تک انوار آفتاب کی چمک سے اس کو باہر نکالتے ہیں تاکہ ایک دم کے لئے آرام لے لیں۔ پھر اس آفتاب کو اس عالم کے مظہروں میں دکھاتے ہیں اور اس علاقہ سے اس کا انس والتفات اس عالم کے ساتھ پیدا کرتے ہیں اور کبھی اس کو جتلاتے ہیں کہ عالم عین آفتاب کے سوا کچھ موجود نہیں اور کبھی ذرات عالم کے آئینہ میں آفتاب کا جمال دکھاتے ہیں۔ اس جگہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ جب عالم نفس الامر میں آفتاب کا عین نہیں ہے تو پھر اس کو آفتاب جتلانا خلاف واقع ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ آفتاب وعالم ایک دوسرے کے ساتھ بعض امور میں اشتراک رکھتے ہیں اور بعض امور میں ایک دوسرے سے امتیاز۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی کمال قدرت سے وہ امور جو امتیاز کا باعث ہیں۔ بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث ان کی نظروں میں پوشیدہ کر دیتا ہے اور صرف اجزائے مشترکہ ان کو مشہود کراتا ہے۔ اس لئے ایک دوسرے کے اتحاد کا حکم کرتے ہیں۔ پس آفتاب کو بھی اس علاقہ سے عالم پاتے ہیں۔ ایسے ہی حق سبحانہ وتعالیٰ کو عالم کے ساتھ اگرچہ درحقیقت کوئی مناسبت نہیں لیکن مشابہت اسمی اس اتحاد کو صحیح ودرست کر دیتی ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ موجود ہے۔ اگرچہ فی الحقیقت ان دو موجودوں کے درمیان کچھ مناسبت نہیں ایسے حق حق تعالیٰ سمیع وعلیم وبصیر وحی وقادر ومرید ہے اور عالم کے بعض افراد بھی ان صفات سے متصف ہیں۔ اگرچہ ایک دوسرے کے صفات ایک دوسرے سے جدا ہیں لیکن چونکہ وجود امکانی کی خصوصیت اور صفات محدثات کے نقصوں کو ان کی نظروں میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس لئے اگر اتحاد کا حکم کریں تو گنجائش ہے۔

توحید کی یہ اخیر قسم توحید کی تمام اقسام سے اعلیٰ ہے بلکہ درحقیقت اس معرفت والے لوگ اس وارد کے مغلوب نہیں ہیں بلکہ اس وارد کو ان پر کسی مصلحت کے لئے لائے ہیں اور چاہا ہے کہ اس معرفت کے وسیلہ سے ان کو سکر سے صحو میں لائیں اور تسلی دیں جیسا کہ بعض کو سماع ورقص سے اور بعض کو امور مباحہ کے استعمال سے تسلی دی ہے۔

جاننا چاہئے کہ ان گروہوں میں سے تمام لوگ بعض ایسے امور ہیں جو ان کے مشہود کے مغائر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں۔اشتغال کرتے ہیں اور تسلی پاتے ہیں۔ برخلاف ان بزرگواروں کے کہ اپنے مشہود کے مغائر کی طرف التفات نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے مطیع ہوتے ہیں۔ اسی لئے عالم کو ان کے مشہود کا عین دکھاتے ہیں اور اس کے گرفتار اور مطیع ہو جاتے ہیں۔ پس ناچار عالم کو عین مشہود دکھاتی ہیں یا عالم کے آئینہ میں اس کو جلوہ دیتے ہیں تا کہ کوئی ساعت اس بار سے تخفیف پائیں۔

توحید کی اس اخیر قسم کا منشاء اس حقیر کو کشف و ذوق کے طریق پر معلوم نہ تھا۔ ان دو پہلی وجہوں ہی کو جانتا تھا البتہ اس قسم کے ساتھ ظن رکھتا تھا۔ اسی واسطے اپنے رسالوں اور مکتوبوں میں انہی دو وجہوں کو بلکہ وجہ دوم کو لکھا ہے اور توحید وجودی کو اسی میں منحصر کیا ہے لیکن جب ارشاد پناہی قبلہ گاہی کے رحلت فرما جانے کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے بلدہ محروسہ دہلی میں جانے کا اتفاق ہوا اور عید کے روز ان کی زیارت شریف کے لئے گیا تو مزار مبارک کی طرف توجہ کرنے کے اثناء میں ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری پوری توجہ ظاہر ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ کو جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے مخصوص تھی۔ مرحمت فرمایا جب اس نسبت کو اپنے آپ کو معلوم کیا تو ان علوم و معارف کی حقیقت کو بطریق ذوق پالیا اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشاء انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں بلکہ اس معرفت سے مقصود اس غایت کی تحقیق ہے۔ مدت تک اس معنی کے اظہار کو مناسب نہ دیکھا لیکن چونکہ بعض رسائل میں وہی سابقہ وجہیں مذکور ہوئی تھیں جن سے بعض بے سمجھ لوگوں کو وہم ہوا کہ اس بیان سے ان دو (۲) بزرگواروں کی شان میں نقص لازم آتا ہے کہ ارباب توحید کا طریق ہے اور اس وسیلہ سے انہوں نے فتنہ پردازی کی زبان درازی کی۔ حتیٰ کہ یہ وہم بعض قلیل الارادت طالبوں میں ان کے احوال کے فتور کا باعث ہوا۔ اس لئے توحید کی اس قسم کا اظہار کرنا بہتر دیکھا اور اس واقعہ کا ذکر بھی بطریق شہادت تحریر کرنا مناسب جانا۔

ہمارے خواجہ قدس سرہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش نے نقل کیا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جانتے ہیں کہ ہم ارباب توحید کی کتابوں سے نسبت حاصل کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک ساعت اپنے آپ کو غافل کریں۔ یہ کلام سابقہ کلام کی تائید کرتی ہے۔

فضیلت پناہی شیخ عبدالحق نے جو ہمارے خواجہ قدس سرہ کے مخلصوں میں سے ہے۔ نقل کیا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ ایام رحلت سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو عین الیقین سے معلوم ہوا ہے کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے۔ شاہ راہ اور ہے۔

اگرچہ اس سے پہلے بھی ہم جانتے تھے لیکن اس قسم کا یقین اب ظہور میں آیا ہے اس بات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ آخر کار میں ان کا مشرب توحید کے ساتھ کچھ مناسبت نہ رکھتا تھا۔ ہاں اگر ابتداء میں اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہے تو کچھ ڈر نہیں۔ بلکہ بہت سے مشائخ کے لئے ابتداء میں اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہے لیکن آخر کار اس سے نکل گئے ہیں اور نیز جذبہ نقشبندیہ کے مقام تک پہنچنے کے بعد حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہ اور حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کا طریق ایک دوسرے سے جدا ہے۔

بعد ازاں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کی توجہ کا غلبہ اپنی والدہ کے آباؤ اجداد کی باطنی نسبت سے ہے جو پشت بہ پشت بزرگ ہوتے چلے آئے ہیں اور یہ فنا و نیستی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ انہی بزرگواروں کی نسبت کے لوازم سے ہے۔ اس حقیر نے اس وقت کے لوگوں کی مصلحت کو مدنظر رکھ کر طالبوں کی تربیت کے لیے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے طریق کو اختیار کیا ہے اور اس طریق کے علوم و معارف کا (جو ظاہر شریعت کے علوم سے زیادہ تر مناسبت رکھتے ہیں) ایسے فاسد زمانہ میں جبکہ ارکان شریعت کے ادا کرنے میں لوگ سست ہو گئے ہیں) ظاہر کرنا مناسب دیکھ کا افادہ طلبہ کے لئے اسی طریق کو معین کیا۔ اگر حق سبحانہ وتعالیٰ اس حقیر کے ذریعے طریقہ احراریہ کو رواج و رونق دینا چاہتا تو جہان کو اس کے انوار سے منور کرتا کیونکہ ان دو بزرگواروں کے انوار کو کمال طور پر عطا فرمایا ہے اور دونوں بزرگواروں کی تکمیل کا طریقہ ظاہر کر دیا ہے۔ اِنَ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

پادشا ہیست کز عنایت خویش ہر دو عالم بہ یک گدا بخشد

ترجمہ: وہ بادشاہ ہے ایسا کہ مہربانی سے گدا غریب کو دونوں جہاں حوالہ کرے

اگر پادشاہ بردر پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ: اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

اس حقیر نے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرکے) موافق بعض پوشیدہ اسرار کو ظاہر کر دیا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ طالبان حق کو اس سے بہرہ مند کرے۔ اگرچہ جانتا ہے کہ منکروں کو انکار کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا لیکن مقصود طالبوں کا افادہ ہے۔ منکر صحبت سے خارج ہیں اور منظر نظر سے باہر ہیں۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِي بِهٖ كَثِيرًا (اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے) داناؤں پر مخفی نہیں ہے کہ کسی مصلحت کے لئے ایک طریق کے اختیار کرنے سے دوسرے طریق پر اس کی فضیلت لازم نہیں آتی اور نہ ہی دوسرے کا نقص ظاہر ہوتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دروازه شہر را تواں بست نتواں دہاں مخالفاں بست

ترجمہ: کرسکیں بند شہر کے در کو پر زباں منکروں کی بند نہ ہو

# مکتوب (۲۹۲)

مریدوں کے آداب ضروری اور ایک شبہ کے دفع کرنے کے بیان میں شیخ حمید کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبُوِيَّةِ وَهَدٰنَا بِالْاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو آداب نبوی کے ساتھ مؤدب بنایا اور اخلاق مصطفوی ﷺ کے ساتھ ہم کو ہدایت دی۔

جاننا چاہیے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو ان کے لئے مبارکباد دی ہے۔ محبت وانجذاب کی راہ سے ان کو کھینچ کھینچ کر لے آئیں گے اور مطلب اعلیٰ تک پہنچادیں گے اور جو ادب ان کے لئے درکار ہوگا بوسیلہ یا بیوسیلہ ان کو سکھادیں گے اور اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے گی، تو ان کو جلدی سے اس سے آگاہ کردیں گے اور ان پر ان کا مواخذہ نہ کریں گے اور اگر پیر ظاہر کی ان کو حاجت ہوگی تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔ غرض حق تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگواروں کے شامل حال ہوتی ہے۔ بہ سبب یا بے سبب ان کا کام بنادیتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَجْتَبِىْ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، برگزیدہ کرلیتا ہے) اور اگر مرید ہیں تو کامل مکمل پیر کے وسیلہ کے بغیر ان کا کام دشوار ہے۔ پیر ایسا ہونا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو اور فنا و بقاء کی سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء باللہ کو انجام تک پہنچایا ہو اور اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور مرادوں کی تربیت سے تربیت یافتہ ہے تو اس کا وجود سرخ گندھک (کیمیا) کی طرح ہے۔ اس کی کلام دوا اور اس کی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے زندہ ہوتے ہیں اور مرجھائی ہوئی جانیں اس کے لطیف التفات سے تازہ ہوتی ہیں اور اگر اس قسم کا صاحب دولت نہ ملے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ وہ بھی ناقصوں کی تربیت کرسکتا ہے اور فنا و بقاء کی دولت تک پہنچا سکتا ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں لیک اونچا ہے زمین سے اے جواں

اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل مکمل پیر مل جائے تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالہ کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضامندی میں اور اپنی بدبختی اس کی نارضامندی میں جانے۔ غرض اپنی خواہش کو اس کی رضا کے تابع بنا دے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے۔ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش اس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ صحبت کے آداب اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بعض ضروری آداب و شرائط لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سننے چاہئیں۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے حتیٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں نماز فرض و سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

کسی بادشاہ کی نقل کرتے ہیں کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر جا پڑی اور اس کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا۔ اس حال میں جب بادشاہ نے اس کو دیکھا کہ میرے سوا غیر کی طرف متوجہ ہے تو جھڑک کر فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے حضور میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے تو سوچنا چاہیے کہ جب دنیا کمینی کے وسائل کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت نہایت ہی کامل طور پر ضروری ہوگی اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سایہ پر پڑتا ہو اور اس کے مصلےٰ پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اس کے حضور میں پانی نہ پیئے۔ کھانا نہ کھائے اور کسی سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو اور پیر کی غیبت یعنی عدم موجودگی میں جہاں کہ وہ رہتا ہے۔ اس طرف پاؤں دراز نہ کرے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تھوک بھی اس طرف نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو۔ اس کو صواب و بہتر جانے۔ اگر چہ بظاہر بہتر معلوم نہ ہو کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے، الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کام کرتا ہے اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر چہ بعض صورتوں میں اس کا الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے اور ملامت و اعتراض اس پر جائز نہیں اور نیز جب اس کو اپنے پیر سے محبت ہے تو جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے محبّ کی نظروں میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے۔ پھر اعتراض کی کیا مجال ہے اور کھانے پینے پہننے اور طاعت کے چھوٹے بڑے کاموں میں پیر ہی کی اقتداء کرنی چاہئے اور نماز کو بھی اسی طرز پر ادا کرنا چاہئے اور فقہ بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھنی چاہئے ۔

آں را کہ درسرائے نگاریست فارغ است　از باغ　و بوستان　و تماشائے　لالہ　زار

ترجمہ: وہ شخص جس کے گھر میں گلزار خود یگانہ ہو　غیروں کے باغ دیکھے حاجت نہیں ہے اس کو

اور اس کے حرکات و سکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔ اگر چہ وہ اعتراض رائی کے دانہ جتنا ہو کیونکہ اعتراض سے ماسوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سے بد بخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ کا عیب بین ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے اگر چہ وہ طلب خطرات اور وساوس کے طریق پر ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔ ۔

معجزات از بہر قہر دشمن است　بوئے جنسیت پے دل بردن است
موجب ایماں نباشد معجزات　بوئے جنسیت کند جذب صفات

ترجمہ: قہر دشمن کے لئے ہیں معجزے　بوئے جنسیت دلوں کو کھینچ لے
موجب ایماں نہیں ہیں معجزے　بوئے جنسیت صفت کو کھینچ لے

اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو، بے توقف عرض کردے۔ اگر حل نہ ہو۔ اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب نہ کرے اور جو واقع ظاہر ہو، پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو، وہ بھی عرض کردے اور صواب وخطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا صواب کے ساتھ ملا جلا ہے اور بے ضرورت و بے اذن اس سے جدا نہ ہو کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے برخلاف ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور بلند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ بے ادبی میں داخل ہے اور جو فیض وفتوح اس کو پہنچے، اس کو بھی اپنے پیر کے ذریعے سمجھے اور اگر واقع میں دیکھے کہ فیض اور مشائخ سے پہنچا ہے۔ اس کو بھی اپنے پیر ہی سے جانے اور جان لے کہ جب پیر تمام کمالات وفیوض کا جامع ہے۔ پیر کا خاص فیض پیر کی خاص استعداد کے مناسب اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے یہ صورت افاضہ ظاہر ہوتی ہے۔ مرید کو پہنچا ہے اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جس کے مناسب وہ فیض رکھتا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ محبت کے غلبہ کے باعث مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض اس سے جانا ہے۔ یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ لغزش سے نگاہ رکھے اور سید البشر ﷺ کے طفیل پیر کے اعتقاد اور محبت پر ثابت قدم رکھے۔ غرض اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا اور اگر مرید بعض آداب کے بجالانے میں اپنے آپ کو قصور وار جانے اور اس کو کماحقہ ادا نہ کر سکے اور کوشش کرنے کے بعد بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے، تو معاف ہے لیکن اس کو اپنے قصور کا اقرار کرنا ضروری ہے اور اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگواروں کی برکات سے محروم رہتا ہے ۔

ہر کہ را روئے بہ بہبود نداشت | دیدن روئے نبی سود نداشت

ترجمہ: ہدایت نہ تھی جس کی قسمت میں یارو | لقائے پیمبر تھا بے سود اس کو

ہاں وہ مرید جو پیر کی برکت سے فنا وبقاء کے مرتبہ تک پہنچ جائے اور الہام وفراست کا راستہ اس پر کھل جائے اور پیر اس کو مسلم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دے دے۔ اس مرید کو لائق ہے کہ بعض الہامی امور میں پیر کے برخلاف اپنے الہام کے موافق عمل کرے۔ اگرچہ اس کا خلاف پیر کے نزدیک ثابت ہو کیونکہ وہ مرید اس وقت تقلید سے نکل چکا ہے۔ اب تقلید اس کے حق میں خطا ہے۔ کیا نہیں جانتے کہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بعض امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ خلاف کیا ہے اور بعض اوقات حق بجانب اصحاب ظاہر ہوا ہے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِ الْعِلْمِ (جیسا کہ صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔)

پس معلوم ہوا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کو پیر کے برخلاف کرنا جائز ہے اور بے ادبی سے دور ہے بلکہ یہی ادب ہے ورنہ پیغمبر ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کمال ادب کے ساتھ مودب ہوئے ہیں اور تقلید کے سوا اور کوئی امر نہیں کیا ہے۔ ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے لئے مرتبہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے لئے بہتری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اپنی رائے کی متابعت میں ہے۔ نہ کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مشہور ہے کہ نَازَعْتُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِیْ مَسْئَلَةِ خَلْقِ الْقُرْاٰنِ سِتَّةَ اَشْهُرٍ (میں نے ابوحنیفہ کے ساتھ قرآن کے مخلوق ہونے کے مسئلہ میں چھ مہینے تک جھگڑا کیا) تو نے سنا ہوگا کہ ہر صفت بہت سے فکروں کے ملنے سے کامل ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی فکر پر رہتی تو کچھ زیادتی حاصل نہ کرتی۔ وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھی۔ آج وہ مختلف راویوں اور بہت سی نظروں اور فکروں کے ملنے سے کئی گناہ زیادہ ہوگیا ہے کیونکہ بنیاد اسی نے رکھی ہے۔ اس لئے فضیلت اسی کے لئے ہے کیونکہ فضیلت متقدمین کے لئے ہے۔

حدیث نبوی میں ہے۔ مَثَلُ اُمَّتِیْ كَمَثَلِ الْمَطَرِ لَايُدْرٰى اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم کہ اس کا اول اچھا ہے یا اخیر۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# تذییل

## بعض مریدوں کے شبہ رفع کرنے کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) احیاء وا ماتت مقام شیخی کے لوازم سے ہے۔ اس احیاء و اماتت سے مراد روحانی احیاء و اماتت ہے نہ جسمانی اور اس حیات و موت سے مراد فنا و بقاء ہے جو مقام ولایت و کمال تک پہنچاتے ہیں اور شیخ مقتدا اللہ تعالیٰ کے اذن سے ان دو امر کا متکفل ہے۔ پس شیخ کے لئے یہ احیاء و اماتت ضروری ہے اور یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ کے معنی یُبْقِیْ وَیُفْنِیْ یعنی باقی رکھنا اور فنا کرنا ہیں۔ جسمانی احیاء و اماتت کو مرتبہ شیخی سے کچھ واسطہ نہیں۔ شیخ مقتدا کہربا کا حکم رکھتا ہے اور جس کسی کو اس سے مناسبت ہوتی ہے۔ خس و خاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اپنا حصہ اس سے لے لیتا ہے۔ خوارق و کرامات مریدوں کے جذب کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ مرید روحانی اور باطنی مناسبت سے کھچے چلے آتے ہیں اور جو شخص ان بزرگواروں سے نسبت نہیں رکھتا۔ وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ اگرچہ ہزار ہا معجزے اور خوارق و کرامات دیکھے۔ ابوجہل و ابولہب کا حال اس بات کا شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کفار کے حق میں فرماتا ہے۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤى اِذَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جاؤُوکَ یُجَادِلُونَکَ یَقُولُ الَّذِینَ کَفَرُوا اِنْ ھٰذَا اِلَّا اَسَاطِیرُ الْاَوَّلِینَ خواہ یہ لوگ کتنے ہی آیات ومعجزات دیکھیں ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو جھگڑتے ہیں اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ والسلام۔

# مکتوب (۲۹۳)

چند سوالوں کے جواب میں شیخ محمد خیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ سوال اول پوچھا گیا تھا کہ حدیث نبوی ﷺ میں لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ آیا ہے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ سوال دوم پوچھا گیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔ قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ (میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے) اور ایک اور شیخ نے بھی یہی کہا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ سوال سوم پوچھا گیا تھا کہ ان اولیاء سے جن کی گردنوں پر قدم رکھا تھا، مراد اسی وقت کے اولیاء ہیں یا مطلق اور عام طور پر مراد ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

صحیفہ شریفہ جو آپ نے ارسال کیا تھا۔ اس کے آنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ حق تعالیٰ کے دوست دور افتادوں کو یاد کریں۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ" (میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہے) اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا ہے اور حضرت میراں محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرا پاؤں تمام اولیاء کی گردن پر ہے اور ایک شیخ نے بھی یہی کہا ہے۔ کبھی کبھی ان دونوں لفظوں پر بڑا غوغا مچ جاتا ہے۔ مہربانی کر کے فرمائیں کہ ان دونوں کلاموں کے کیا معنی ہیں اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ غور کے ساتھ سب کو واضح کر کے جو اس غریب کے فہم کے موافق ہو۔ لکھ کر ارسال فرمائیں۔

میرے مخدوم! اس فقیر نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو باوجود استمرار وقت کے ایک خاص اور نادر وقت بھی حاصل تھا اور وہ وقت ادائے نماز کا وقت تھا۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومنوں کی معراج ہے) آپ نے سنا ہوگا اور اَرِحْنِیْ یَابِلَالُ (اے بلال مجھے غم سے آزاد کر) اس مطلب کے ثبوت کے لئے عادل گواہ ہے اور ابوذر غفاری بھی وراثت اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوا ہوگا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے کامل حصہ تابعداروں کو آنحضرت ﷺ کے تمام کمالات سے وراثت کے طور پر کامل حاصل ہوتا ہے۔

اور یہ جو حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ اَوْ جَمِیْعِ اَوْلِیَاءِ (میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔)

عوارف المعارف والا جو شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے محرموں اور مصاحبوں سے ہے) کا مرید اور تربیت یافتہ ہے اس کلمہ کو ان کلمات سے بیان کرتا ہے جو عجب پر مشتمل ہے جو ابتدائے احوال میں بقیہ سکر کے باعث مشائخ سے سرزد ہوتے ہیں اور نفحات میں شیخ حماد دباس سے جو حضرت شیخ کے مشائخ میں سے ہیں، منقول ہے کہ انہوں نے بطریق فراست فرمایا تھا کہ اس عجمی کا ایک ایسا قدم ہے کہ اس کے وقت میں تمام اولیاء کی گردنوں پر ہوگا اور اس بات کے کہنے پر مامور ہوگا کہ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ اور جس وقت یہ بات کہے گا تمام اولیاء اپنی گردنیں جھکا دیں گے۔ بہر صورت شیخ اس کلام میں سچے ہیں۔ خواہ یہ کلام ان سے بقیدِ سکر کے باعث سرزد ہوا ہو خواہ اس کلام کے اظہار پر مامور ہوئے ہوں کیونکہ ان کا قدم اس وقت کے تمام اولیاء کی گردنوں پر ہوا ہے اور اس وقت کے تمام اولیاء ان کے قدم کے نیچے ہوئے ہیں لیکن جاننا چاہئے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیاء کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اولیائے متقدین اور متاخرین اس حکم سے خارج ہیں جیسا کہ شیخ حماد کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا قدم اس کے وقت میں تمام اولیاء کے گردنوں پر ہوگا۔

اور نیز ایک غوث نے جو بغداد میں ہوا ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر اور ابن سقا اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ بطریق فراست شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کہا تھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو بغداد میں منبر پر چڑھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت کے تمام اولیاء نے تیرے اجلال واکرام کے باعث اپنی گردنوں کو پست کیا ہوا ہے۔

اس بزرگ کے کلام سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیاء کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔ اس وقت بھی اگر خدائے تعالیٰ کسی کو چشم بصیرت عطا فرمائے تو دیکھ سکتا ہے۔ جیسا کہ اس غوث نے دیکھا تھا کہ اس وقت کے اولیاء کی گردنیں اس کے قدم کے نیچے ہیں اور یہ حکم اس وقت کے اولیاء کے علاوہ اور وقت کے اولیاء تک نہیں پہنچا۔ اولیائے متقدمین کے حق میں یہ حکم کیسے جائز ہوسکتا ہے جن میں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں جو یقیناً حضرت شیخ علیہ الرحمۃ سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



افضل ہیں اور اولیائے متاخرین میں بھی کیسے جائز ہو سکتا ہے جن میں حضرت مہدی علیہ السلام شامل ہیں جن کے آنے کی نسبت آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے اور امت کو ان کے وجود کی خوشخبری دی ہے اور ان کے حق میں خلیفۃ اللہ فرمایا ہے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اولوالعزم نبی ہیں ان کے اصحاب سابقین میں سے ہیں اور اس شریعت کی متابعت کے باعث حضرت خاتم الرسل کے اصحاب سے ملحق ہیں۔ متاخرین کی اس بزرگی کے باعث ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو۔ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ (نہیں معلوم ان کے اول بہتر ہیں یا آخیر کے)

غرض حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ ولایت میں شان عظیم اور درجہ بلند رکھتے ہیں۔ ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کو سیر کی راہ سے آخر نقطہ تک پہنچا دیا ہے اور اس دائرہ کے سر حلقہ ہوئے ہیں۔

اس بیان سے کوئی یہ وہم نہ کر لے کہ جب حضرت شیخ دائرہ ولایت محمدیہ کے سر حلقہ ہیں تو چاہئے کہ سب اولیاء سے افضل ہوں کیونکہ ولایت محمدی تمام انبیاء کی ولایت سے برتر ہے کیونکہ میں کہتا ہوں کہ اس ولایت محمدی کے سر حلقہ ہیں جو راہ سیر سے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ نہ کہ مطلق اس ولایت کے سر حلقہ ہیں جس سے افضلیت لازم آئے یا دوسرا اس کا جواب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مطلق ولایت محمدیہ کا سر حلقہ ہونا افضلیت کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اور بھی کمالات نبوت محمدیہ میں تبعیت اور وراثت کے طریق پر قدم آگے رکھتا ہو اور ان کمالات کی راہ سے افضلیت اس کے لئے ثابت ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکثر مرید شیخ کے حق میں بہت غلو کرتے ہیں اور محبت کی جانب افراط سے کام لیتے ہیں جیسا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے محبّ ان کی محبت میں افراط کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شیخ کو تمام اگلے پچھلے اولیاء سے افضل جانتے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا معلوم نہیں کہ کسی اور کو حضرت شیخ سے افضل جانتے ہوں۔ یہ کلام افراط محبت سے ہے۔

اگر کہیں کہ جس قدر خوارق و کرامات شیخ سے ظاہر ہوئے ہیں اور کسی ولی سے ظاہر نہیں ہوئے اس لحاظ سے فضیلت انہی کے لئے ہے تو میں کہتا ہوں کہ خوارق و کرامات کا بکثرت ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص جس سے کوئی بھی خرق عادت ظاہر نہ ہوئی ہو، اس شخص سے کہ جس سے خوارق و کرامات بکثرت ظاہر ہوئے ہوں، افضل ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



شیخ الشیوخ نے عوارف میں خوارق وکرامات کے ذکر کے بعد فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی بخششیں اور مہربانیاں ہیں جو بعض لوگوں کو عطا فرماتا ہے اور ان کے ساتھ ان کی عزت بڑھاتا ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو رتبہ اور فضیلت میں ان سے بڑھ کر ہوتے ہیں لیکن ان کرامات میں سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ یہ کرامات یقین کی تقویت کا باعث ہیں اور جس کو صرف یقین عطا کیا گیا ہو۔ اس کو ذکر قلبی اور ذکر ذات کے سوا ان کرامات کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کو افضلیت کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے بکثرت فضائل ومناقب کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کو افضل ہونے کی دلیل بنائیں کیونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر فضائل ومناقب ظہور میں نہیں آئے ہیں جس قدر کہ حضرت کرم اللہ وجہہ سے۔

اے برادر! غور سے سن کہ خرق عادات دو قسم پر ہیں۔

**نوع اوّل:** وہ علوم ومعارف الٰہی جل شانہ ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور وہ عقل کے ماسوائے اور متعارف معتاد کے برخلاف ہیں جن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو ممتاز کرتا ہے۔

**نوع دوم:** مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

نوع اول اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے میں شامل ہے کیونکہ استدراج والوں کو بھی نوع ثانی حاصل ہے۔

نوع اول حق تعالیٰ کے نزدیک شرافت واعتبار رکھتی ہے کیونکہ اس کو اپنے دوستوں ہی سے مخصوص کیا ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا اور نوع دوم عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں بہت معزز ومحترم ہے۔ یہی باتیں اگر استدراج والوں سے ظاہر ہوں تو عجب نہیں کہ نادانی کے باعث اس کی پرستش کرنے لگ جائیں اور رطب ویابس پر کہ ان کو تکلیف دے اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں بلکہ محجوب نوع اول کو خوارق وکرامات سے نہیں جانتے ان کے نزدیک خوارق نوع دوم میں منحصر ہیں اور کرامات ان محجوبوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور پوشیدہ چیزوں کی خبر دینے پر مخصوص ہیں۔ یہ لوگ عجب بیوقوف ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کون سی شرافت وکرامت حاصل ہے بلکہ یہ علم تو اس بات کے لائق ہے کہ جہالت سے بدل جائے تاکہ مخلوقات اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ان کے احوال بھول جائیں۔ وہ حق تعالیٰ کی معرفت ہی ہے جو شرافت، کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے ۔

پری نہفتہ رو و دیو در کرشمہ و ناز ۔۔۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ترجمہ: چھپائے رخ کو پری اور دیو ناز کرے ۔۔۔ الٹ معاملہ سن کر بجا نہ ہوش ہے

شیخ السلام ہروی اور امام الانصاری نے سائرین اور سالکین کی منازل اور ان کے بیان میں جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ ہمارے مذکورہ بیان کے قریب قریب ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تجربہ سے مجھے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ تمیز کر لیتے ہیں کہ کون سا شخص حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق ہے اور کون سا نہیں اور اہل استعداد کو پہچان لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشتغال رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف واصل ہوتے ہیں یہ تو اہل معرفت کی فراست ہے لیکن اہل ریاضت کی فراست بھوک اور خلوت اور تصفیہ باطن سے ہوتی ہے۔ بغیر اس امر کے کہ جناب حق تعالیٰ تک واصل ہوں۔ یہ لوگ مخلوقات کی صورتوں کا کشف کرتے اور پوشیدہ امور کی خبر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے محجوب ہوتے ہیں اور چونکہ اہل معرفت حق تعالیٰ کے ان علوم و معارف میں مشغول رہتے ہیں جو ان پر وارد ہوتے رہتے ہیں اس لئے یہ لوگ جو خبر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے دیتے ہیں اور چونکہ اہل علم اکثر حق تعالیٰ سے الگ اور دنیا میں ہمہ تن مشغول ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے دل ان لوگوں کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں جو مخلوق کی صورتوں کو ظاہر کریں اور مخلوقات کے غائبانہ احوال کی خبریں دیں۔ یہ لوگ ان کو بڑا بزرگ جانتے ہیں اور اعتقاد کرتے ہیں کہ خاص اہل اللہ یہی لوگ ہیں اور اہل حقیقت کے کشف سے اعراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے کے باعث ان پر تہمتیں لگاتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل حق اور ولی ہوتے تو ہم کو ہمارے اور مخلوقات کے احوال کی نسبت خبریں بتلاتے اور جب مخلوقات کے احوال کے کشف پر قدرت نہیں رکھتے تو اس سے بڑھ کر اعلیٰ امور کے کشف پر کیسے طاقت رکھتے ہیں اور اس قیاس فاسد سے ان کی تکذیب کرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ خود اخبار صحیحہ سے اندھے ہوتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اہل حق کو اللہ تعالیٰ نے خلق کے ملاحظہ سے محفوظ رکھا ہے اور ان کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے اور ماسوائے اللہ سے ان کو ہٹا رکھا ہے اور اگر یہ بھی ان لوگوں میں سے ہوتے ہیں جو خلق کے احوال کے درپے ہوتے ہیں تو بارگاہ حق کے لائق نہ ہوتے اور ہم نے اکثر اہل حق کو دیکھا ہے کہ جب وہ کشف صور کی طرف ادنیٰ توجہ کرتے تھے تو اس فراست کے ساتھ جس کو اہل معرفت ثابت کرتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں اور یہ وہ فراست ہے جو حق تعالیٰ اور اس کے قرب سے تعلق رکھتی ہے، جھٹ معلوم کرلیا کرتے تھے جن کے ادراک پر ان کے غیر طاقت نہ رکھتے تھے لیکن وہ اہل صفا جو اس بحث سے خارج اور خلق کے ساتھ متعلق ہیں۔ وہ حق تعالیٰ اور اس کے قرب کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتے اس میں مسلمان اور نصاریٰ اور یہود باقی گروہ میں شامل ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریف نہیں ہیں۔ یہ اپنے اہل کے ساتھ ہی خصوصیت رکھتے ہیں۔

# مکتوب (۲۹۴)

ان معارف کے بیان میں جو واجب الوجود کی صفات ثمانیہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی اور تمام مخلوقات کی مبادی تعینات کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ جزئیات اپنی کلی کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں اور کلی کی جزئیات کا انتقال دوسری کلی میں جائز نہیں اور اس بیان میں کہ انبیاء اور اولیاء کی تجلی شہود میں کیا فرق ہے اور اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے باوجود ان کے کامل تابعداروں کو وصل عریانی حاصل ہوتا ہے اور لفظ محو واضمحلال کی تحقیق میں جو مشائخ رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت میں واقع ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ مجد دالدین خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے جو ظاہری علوم اور باطنی معارف و اسرار کے جامع ہیں۔

واجب الوجود کی صفات ثمانیہ حقیقیہ جن میں سے اول صفت الحیٰوۃ ہے اور اخیر کی صفت تکوین ہے۔ تین قسم ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق عالم کے ساتھ غالب ہے اور اس کی اضافت و نسبت مخلوق کی طرف زیادہ تر ہے جیسا کہ تکوین یہی باعث ہے کہ اہل سنت و جماعت میں سے ایک جماعت نے اس کے وجود کا انکار کیا اور کہا ہے کہ تکوین صفات اضافیہ میں سے ہے اور حق یہی ہے کہ وہ صفات حقیقیہ سے ہے۔ صرف اضافت اس پر غالب ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو اضافت و نسبت رکھتی ہے مگر پہلی قسم سے کمتر۔ جیسا کہ علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر اور کلام اور تیسری قسم تینوں قسموں سے اعلیٰ ہے۔ جس کا کسی وجہ سے عالم کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور اس میں اضافت و نسبت کی بو تک نہیں جیسا کہ حیوٰۃ۔ یہ صفت تمام صفات کی ام اور ان سب کی اصل اور سب سے اسبق ہے۔ اس صفت کے زیادہ قریب صفت العلم ہے جو حضرت خاتم الرسل ﷺ کے تعین کا مبدء ہے اور دوسری صفات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں اور چونکہ ہر صفت تعلقات متعددہ کے اعتبار سے بہت ہی جزئیات رکھتی ہے۔ جیسا کہ تکوین کہ اس سے تعلقات متعددہ کے اعتبار سے تخلیق (پیدا کرنا) وترزیق (رزق دینا) واحیاء واماتت (زندہ کرنا اور مارنا) جزئیات پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے یہ جزئیات بھی اپنے کلیات کی طرح مخلوقات کے تعینات کی مبادی ہیں اور جس شخص کا مبدءِ تعین وہ کلی ہے۔ دوسرے تعینات کہ جن کے مبادی اس کلی کے جزئیات ہیں۔ اس شخص کے تابع ہوں گے اور اس کے قدم کے نیچے زندگی بسر کریں گے۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ فلاں حضرت محمد ﷺ کے زیر قدم ہے اور فلاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم اور فلاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے اور جب ان جزئیات کو بطریق سلوک ترقی واقع ہو تو اپنی کلیات سے ملحق ہو جاتی ہیں اور ان کا شہود کلیات کا شہودی ہو جاتا ہے۔ فرق صرف اصالت وتبعیت کا رہ جاتا ہے اور امتیاز صرف توسط اور عدم توسط سے ہو سکتا ہے کیونکہ تابع جو کچھ پاتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اصل کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تابع اپنے قصور سے اصل کو متوسط نہیں جانتا لیکن فی الحقیقت اصل تابع اور اس کے شہود کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ نہ ایسا جو شہود کا مانع ہو بلکہ عینک صاف کی طرح شہود کا باعث ہوتا ہے اور جائز نہیں کہ ایک کلی کی جزئیات ترقی کر کے اور اپنی کلی سے خروج کر کے دوسری کلی کے ماتحت آ جائیں اور ان کا شہود اس دوسری کلی کا شہود ہو۔ مثلاً وہ لوگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہیں، انتقال کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے داخل نہیں ہو سکتے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے زیر قدم آ جائیں بلکہ ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے قدم کے نیچے ہیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب رب الارباب ہے اور ان تمام کلیات کا اصل ہے۔ پس وہ جزئیات کے لئے اصل الاصل ہوگا اور یہ ترقی گویا اصل الاصل کی طرف ہوگی نہ کہ اصل کی طرف جو ان کے اصل کے مبائن اور برخلاف ہے اس قدر جزئیات اور کلیات کے درمیان رہے گا کہ جزئی کے دو حائل ہیں۔ ایک اس کا اپنا اصل جو اس کی کلّی ہے اور دوسرا حائل اصل الاصل اور اس کی کلّی کے لئے حجاب اصل الاصل ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہود بے پردہ تعینات ہے اور دوسروں کا شہود پردۂ تعینات میں ہے یا پردہ تعین محمدی میں۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ تجلّی ذات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے اور دوسروں کی تجلّی پردہ صفات میں ہے یا پردہ رب الارباب میں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے جو سوائے صفت الحیات کے تمام اسماوصفات سے برتر ہے۔ اگر کہیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شہود مبدءِ تعین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ میں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء جو بالا صالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر قدم ہیں۔ ان کا شہود بھی انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شہود کی طرح پردہ رب الارباب میں ہوگا۔ پھر تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولیائے امت کے درمیان کیا فرق رہا۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس شہود کے سوا جو پردہ حقیقت محمدی میں ہے ایک اور شہود بھی ہے کو ان کے مبادی تعینات کی راہ سے پیدا ہوتا ہے اور بالا صالت اپنی مخصوصہ عینکوں کو بصیرت کی آنکھ پر رکھ کر غیب الغیب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ان ہر دو شہود سے یہ مراد نہیں کہ دونوں ایک ہی وقت میں ثابت ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر اصل الاصل تک ترقی پہنچ جائے تو اس کا شہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جو نزول کے بعد اس دولت سے مشرف ہوں گے حقیقت محمدی کے پردہ میں ہیں اور یہ ترقی بہت مشکل ہے اور محال کے نزدیک ہے۔ اس ترقی کے لئے خدائے تعالیٰ کا بڑا فضل درکار ہے اور عالم اسباب میں محمدی مشرب پیر کی شفقت ہونی چاہئے اور اگر اپنے اصل سے ترقی نہ کرے اور اپنی حقیقت سے حقیقت الحقائق تک نہ پہنچے اس کا شہود اپنی مخصوصہ حقیقت کے مرتبہ میں ہے۔

جان اور آگاہ ہو کہ جس طرح حقیقت الحقائق سے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی طرف رہا ہے جو منازل کثیرہ کے طے کرنے کے بعد وہاں تک وصول میسر ہوتا ہے۔ اس طرح تمام حقائق کلیات سے بھی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی طرف راہ ہے جس میں بہت سے مرحلے طے کرنے کے بعد وصول حاصل ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حقیقت الحقائق کی راہ میں وصل عریان ہے اور باقی طریقوں میں اگرچہ وصل ذات میسر ہوتا ہے لیکن اس سیر کے لئے اصول عالیہ کے منتہا میں حقیقت الحقائق جو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ درمیان میں حائل ہے۔ اگرچہ حصن حصین اور مانع متین نہیں ہوتی لیکن اس قدر حاجزیت اور حاملیت بھی بہت ہے جو تجلی ذات کے اطلاق کی مانع ہوتی ہے ورنہ باقی انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی بالا صالت حق تعالیٰ کی ذات سے حصہ حاصل ہے اور ان کی امت کے کاملوں کو انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حصہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال: جب صفت الحیات صفت العلم سے برتر ہے تو حقیقت الحقائق کی راہ میں بھی صفت الحیات کا تعین حائل ہوگا پھر وصل عریانی کس طرح ہوگا اور اس کو تجلی ذات کیوں کہتے ہیں؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جواب: وہ تعین لاتعین کی مانند ہے اور محو متلاشی ہو جاتا ہے اور حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں کچھ اعتبار نہیں رہتا۔ اگرچہ دوسری صفات کیلئے بھی مرتبہ ذات میں کچھ اعتبار نہیں لیکن مرتبہ ذات میں وہ اس طرح نہیں پہنچتیں کہ متلاشی ہو جائیں۔ برخلاف صفت الحیات کے کہ وہاں پہنچ کر متلاشی ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے حقیقت محمدی کا تعین اور دوسرے خلائق دائمی ہیں اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ان کا زائل ہونا محال ہے ہاں کسی شے تک پہنچنا اور اس شے میں مضمحل ہونا امر دیگر ہے اور بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں جو لفظ محو واضمحلال واقع ہوتا ہے۔ اس سے مراد محو واضمحلال نظری ہے نہ محو ذاتی یعنی سالک کا تعین اس کی نظر سے مرتفع ہو جاتا ہے۔ نہ کہ نفس الامر میں محو ہو جاتا ہے کہ یہ الحاد زندقہ ہے اس راستہ کے بعض ناقص ان الفاظ موہمہ سے محو اضمحلال عینی جان کر زندقہ تک پہنچ گئے ہیں اور عاقبت کے ثواب وعذاب سے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے خیال کیا ہے کہ جس طرح وحدت سے کثرت میں آئے ہیں اسی طرح دوسری مرتبہ کثرت سے وحدت میں جائیں گے اور یہ کثرت اس وحدت میں مضمحل ہو جائے گی۔ اور ان زندیقوں میں سے بعض نے اس محو ہونے کو قیامت کبریٰ خیال کیا ہے اور حشر ونشر وحساب وصراط ومیزان سے انکار کیا ہے۔ ضَلُّوا فَاَضَلُّوا كَثِيْرًا من الناس (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا)

ان لوگوں میں سے میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ اپنے مطلب میں مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ کے اس شعر کو بطور شہادت پیش کرتا تھا۔

جامی معاد ومبدء ما وحدت است وبس

ما درمیان کثرت موہوم والسلام

ترجمہ: معاد ومبدء ہمارا جامیا وحدت برائے نام ہیں ہم درمیان کثرت

نہیں جانتا کہ مولانا کی مراد اس بیت سے وحدت کی طرف عود ورجوع کرنا نظر وشہود کے اعتبار سے ہے کیونکہ ایک ذات کے سوا کچھ ان کا مشہود نہیں رہتا اور تمام کثرتیں ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ رجوع عینی اور وجودی مراد نہیں ہے۔

یہ لوگ شاید اندھے ہیں کہ دیکھتے نہیں کہ کسی کامل سے عجز ونقص واحتیاج زائل نہیں ہوتی پھر وحدت کی طرف رجوع وجودی کے کیا معنی ہیں اور اگر وحدت کی طرف رجوع کرنا موت کے بعد خیال کیا ہے تو کافر زندیق ہیں کہ عذاب آخرت سے انکار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باطل سمجھتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


**سوال:** تو نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ فنائے اتمٰی ولایت محمدی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اس کے کیا معنی ہیں؟

**جواب:** گزشتہ تحقیق سے معلوم ہو چکا ہے کہ وصل عریان ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لئے حجاب اگرچہ مرتفع ہو جاتے ہیں لیکن پیرا ابن شعر کی مانند حیلولہ سے جو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط کی راہ سے حاصل ہوتا ہے چارہ نہیں ہوتا' جیسا کہ گزر چکا۔ پس اتمٰی سے جو مراتب انسانی کی نہایت ہے اس حیلولہ کے انداز ہ کے موافق بلندی میں بقیہ رہ جاتا ہے پس اس بقیہ کے لحاظ سے فنائے مطلق کا اطلاق جائز نہیں ہوتا۔ اس بقیہ کے بقا کو محمدی ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں معلوم کر سکتا۔ ہزاروں محمدی مشرب میں سے اگر کسی کو اس قسم کی تیز نظر حاصل ہو جائے تو پھر غنیمت ہے۔ مشائخ طبقات میں سے اکثر نے روح و سر تک ہی گفتگو کی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے خفی کا سر بیان کیا ہو تو پھر اتمٰی کی نسبت کس طرح بیان کر سکے اور جس شخص نے دریائے اتمٰی میں غوطہ لگایا ہو اور اس کے ذرات میں سے ہر ذرہ تک پہنچا ہو اور اس پر اطلاع پائی ہو۔ وہ کبریت احمر ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا دیتا ہے۔

**سوال:** تو اس امر کا معتقد ہے کہ جو کمالات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے کامل تابعداروں کو تبعیت کے طور پر ان کمالات سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پس لازم آتا ہے کہ ان کو وصل عریانی سے بھی حاصل ہوگا۔ حالانکہ وہی حائل درمیان ہے؟

**جواب:** وصل عریانی میں نبی کا حیلولہ ضرر نہیں رکھتا کیونکہ وہ وصل تبعیت کے طور پر ہے نہ اصالت کے طور پر پس حیلولہ تبعیت کا موکد ہوگا نہ کہ اس کے منافی کیونکہ تبعیت کے معنی متوسط کا حاصل ہونا ہے نہ کہ متوسط کا رفع ہونا کہ وہ مقام اصالت کے مناسب ہے۔ پس حیلولہ بھی ہوگا اور وصل عریانی بھی تبعیت کے طور پر میسر ہوگا۔ فافہم۔

**سوال:** کیا سبب ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے حق میں وصل عریانی اور تجلی ذاتی کا اطلاق کرتے ہیں اور دوسرے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں یہ اطلاق تجویز نہیں کرتے حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حیلولہ دونوں کے حق میں حاصل ہے؟

**جواب:** کامل تابعداروں کے حق میں اس اطلاق کا تجویز کرنا تبعیت کے اعتبار سے ہے کہ نبی کا توسط اس اطلاق کے منافی نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا اور دوسرے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اگر یہ اطلاق تجویز کیا جائے تو اصالت کے اعتبار سے ہوگا کیونکہ یہ بزرگوار اصالت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طور پر منازل کو قطع کر کے ذات حق تعالیٰ تک پہنچتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اصالت کی صورت میں متوسط کا حاصل ہونا اس اطلاق کے منافی ہوگا۔ پس فرق واضح ہو گیا۔

جاننا چاہئے کہ گزشتہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اس امت کے کامل تابعداروں کے درمیان وتبعیت کا فرق انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کا موجب ہے کیونکہ اصل مقصودی ہے اور تابع طفیلی۔ اگر تابعداروں پر وصل عریانی اور تجلی ذات کا اطلاق صحیح ہے اور متبوعوں میں یہ اطلاق جائز نہیں۔ لیکن طفیلی کی کیا طاقت ہے کہ مقصودی کے ساتھ برابری کرے اور کس طرح برابری کر سکے جبکہ اصل میں وہ دولت اتم واکمل طور پر ہے اور تابع میں اسم ورسم کے طور پر لیکن اس قدر مناسبت نسبت کو درست کرتی ہے اور تابع کو متبوع کی طرح بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کی مانند فرمایا ہے۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ اس امت کے اولیاء کو تجلی ذات کا حاصل ہونا۔ ان انبیاء پر جن کو تجلی ذات حاصل نہیں، فضیلت کا باعث نہیں ہے۔ اس بات کو غور سے سوچنا چاہئے کیونکہ یہ مقام لغزش ہے اور انصاف کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کے طفیل اپنے علوم کے ساتھ اس ضعیف بندے کو ممتاز فرمایا ہے۔

**سوال:** یہ امر ثابت ومقرر ہے کہ پیدائش سے مقصود حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ دوسرے نفس وجود اور حصول کمالات میں ان کے طفیلی ہیں اور انہی کی تبعیت سے بلند درجوں تک پہنچتے ہیں۔ اسی واسطے قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام وغیرہ سب آنحضرت ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور تو نے اوپر کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وصول کی دولت بطریق اصالت حاصل ہے نہ بطریق تبعیت۔ اس کی کیا وجہ ہے اور جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنی حقیقت کی جہت سے حضرت ذات تعالیٰ کی طرف راستے ہیں اور اس وصول میں تبعیت نہیں۔ برخلاف امتوں کے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت سے ان کے حقائق کی راہ سے اپنی اپنی استعداد کے مناسب مطلب تک پہنچ جاتے ہیں اور اصالت ان کے حق میں مفقود ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دوسروں کا وصل اگرچہ اصالت کے طور پر ہو وصل عریانی نہیں ہے کیونکہ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت مطلوب کا پیرہن شعر ہوئی ہے۔ پس اول جو فیض کہ آتا ہے اس حقیقت کے ساتھ اتصال پاتا ہے۔ بعد ازاں اس کے وسیلہ سے دوسروں کو پہنچتا ہے اور تبعیت کے معنی بھی توسط کا حاصل ہونا ہے۔ پس وہ اصالت اس تبعیت کے مخالف نہیں اور اچھی طرح معلوم کرنا چاہئے کہ وہ تبعیت جو امتوں کے حق میں کہی گئی ہے وہ اس تبعیت کے ماسوا ہے جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اصالت کے منافی ہے جیسا کہ کئی بار ذکر ہو چکا ہے۔ پس دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔

**سوال:** اگر کہیں کہ کاملوں کو مراتب عروج میں مرتبہ صفت الحیات سے بھی حصہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حاصل ہوتا ہے اور اگر کہیں کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اس صفت کے نہایت کو حضرت ذات تعالیٰ میں اضمحلال و تلاش ہے اور محو و تلاش سے کاملوں کا کیا نصیب ہوگا حالانکہ تو نے بیان کیا ہے کہ تعینات حقائق کے لئے اضمحلال عینی نہیں ہے اور اگر ہے تو نظری ہے کیونکہ اضمحلال عینی الحاد و زندقہ تک پہنچا دیتا ہے؟

**جواب:** اضمحلال عینی کی کیا ضرورت ہے۔ اضمحلال نظری کافی ہے اگرچہ اس اضمحلال میں بہت سے مراتب متفاوت ہیں۔ فَافْهَمْ. وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَال (پس سمجھ لے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔)

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا

سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۲۹۵)

نظر بر قدم و ہوش در دم و سفر در وطن و خلوت در انجمن کے بیان میں جو طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار مشائخہا میں اصول مقررہ ہیں۔ حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

جاننا چاہئے کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ میں سے ایک نظر بر قدم ہے نظر بر قدم سے مراد یہ نہیں کہ نظر قدم سے تجاوز نہ کرے اور قدم سے زیادہ بلندی کی خواہش نہ کرے کیونکہ یہ بات خلاف واقع ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ردیف بنائے کیونکہ بلندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے۔ اس کے بعد قدم صعود کرتا ہے اور جب قدم مرتبہ نظر میں پہنچتا ہے نظر اس سے اوپر کے زینہ پر آ جاتی ہے اور قدم بھی اس کی تبعیت میں اس زینہ پر چڑھ آتا ہے۔ بعد ازاں نظر پھر اس مقام سے ترقی کرتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور اگر مراد یہ ہے کہ نظر اس مقام تک ترقی کرے جہاں قدم کی گنجائش نہ ہو۔ یہ بات بھی غیر واقع ہے کیونکہ قدم کے تمام ہونے کے بعد اگر نظر تنہا نہ ہو تو بہت سے مراتب فوت ہو جاتے ہیں۔

اس کا بیان یہ ہے کہ قدم کی نہایت سالک کی استعداد کے مراتب کی نہایت تک ہے بلکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس نبی کی استعداد کی نہایت تک ہے جس کے قدم پر وہ سالک ہے لیکن قدم اول بالا صالت ہے اور دوسرا قدم اس نبی کی تبعیت سے اور اس استعداد کے مراتب سے اوپر اس کا قدم نہیں لیکن نظر ہے اور یہ نظر جب تیزی حاصل کر لے تو اس کا منتہا اس نبی کی نظر کے مراتب کی نہایت ہے جس کے قدم پر وہ سالک ہے کیونکہ نبی کے کامل تابعداروں کو اس کے تمام کمالات سے حصہ حاصل ہوتا ہے لیکن مراتب استعداد کی نہایت تک جو سالک کی اصالت اور تبعیت سے ہے۔ قدم ونظر موافقت رکھتے ہیں۔ بعد ازاں قدم کوتاہی کرتا ہے اور نظر تنہا صعود کرتی ہے اور اس نبی کے مراتب نظر کی نہایت تک ترقیاں کرتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نظر بھی ان کے قدم پر صعود کرتی ہے اور ان بزرگواروں کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی نظر کے مقام سے حصہ حاصل ہے جیسا کہ ان کے قدم کے مقام سے نصیب حاصل ہے اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے اوپر مقام رویت ہے جس کا وعدہ دوسروں کو آخرت پر دیا گیا ہے جو کچھ دوسروں کے لئے ادھار ہے آنحضرت ﷺ کے لئے نقد ہے اور آنحضرت ﷺ کے کامل تابعداروں کو اس مقام سے بھی حصہ حاصل ہے اگرچہ روایت نہیں ہے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب وحدیث عجیب ہست

ترجمہ: نہیں بے فائدہ حافظ کی فریاد بہت عمدہ ہے اس کا ماجرا سب

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر نظر برقدم سے مراد یہ ہو کہ قدم نظر سے تخلف نہ کرے۔ اس طرح پر کہ کسی وقت مقام نظر تک نہ پہنچے تو نیک ہے کیونکہ یہ معنی ترقی کے مانع ہیں۔ ایسے ہی اگر نظر وقدم سے مراد ظاہری نظر وقدم لئے جائیں تو بھی گنجائش ہے کیونکہ راستہ میں چلنے کے وقت نظر پراگندہ ہو جاتی ہے اور ہر طرح کے محسوسات کی طرف لگ جاتی ہے۔ اگر نظر کو قدم پر لگایا جائے تو جمیت کے اقرب ہے اور یہ مراد دوسرے کلمہ کے معنی کے مناسب ہے جو اس کا قرین ہے اور وہ کلمہ ہوش دردم ہے۔ غرض اول اس تفرقہ کے دفع کرنے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ دوسرا انفس کے تفرقہ کو دفع کرتا ہے اور کلمہ تیسرا جو ان دوکلموں کے قرین ہے سفر در وطن ہے اور وہ انفس میں سیر کرنے سے مراد ہے جو اندراج النہایت فی البدایت کے حاصل ہونے کا باعث ہے جو اس طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگرچہ سیر انفسی تمام طریقوں میں ہے لیکن سیر آفاقی کے وصول کے بعد ہے اور اس طریق میں اسی سیر سے شروع کرتے ہیں اور سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں مندرج ہے اگر اس اعتبار سے بھی کہہ دیں کہ اس طریقہ علیہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہایت بدایت میں مندرج ہے تو ہو سکتا ہے اور چوتھا کلمہ جو ان تینوں کلموں کے ساتھ ہے۔ خلوت درانجمن ہے جب سفر در وطن میسر ہو جائے تو انجمن میں بھی خلوت خانہ وطن میں سفر کرتا ہے اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حجرہ کے دروازوں اور روزنوں کو بند کر لیں۔ پس چاہئے کہ انجمن میں متکلم و مخاطب کا تفرقہ نہ ہو اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ سب تکلفات اور حیلے بہانے ابتداء اور وسط ہی میں ہیں اور انتہا میں ان میں سے کچھ بھی درکار نہیں۔ عین تفرقہ میں جمعیت کے ساتھ اور نفس غفلت میں حاضر رہتے ہیں۔ اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ جمعیت میں تفرقہ و عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر مساوی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کی باطن کی جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کر دے تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس کے ساتھ جوڑ۔

جاننا چاہئے کہ بعض اوقات ظاہری تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہوتا ہے لیکن تفرقہ باطن کسی وقت بھی اچھا نہیں کیونکہ وہ خاص حق تعالیٰ کے لئے ہے۔ پس عبادت کے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے مسلم ہوں گے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر کا نصف حصہ اور ظاہر کا دوسرا حصہ خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا۔ چونکہ اس حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اس لئے ظاہر کا دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ تمام امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس اسی کی عبادت کر۔

## مکتوب (۲۹۶)

حق تعالیٰ کی صفات بسیط ہونے اور اشیاء کے متعددہ تعلق کی نفی کرنے کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ والسلام ہو۔

خدا تجھے سعادت مند کرے تجھے جاننا چاہئے کہ اس واجب الوجود کی صفات اس کی ذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی طرح بیچگون وبیچون ہیں اور بسائط حقیقیہ سے ہیں۔ مثلاً علم ایک بسیط انکشاف ہے جس کے ساتھ تمام ازل وابد کی معلومات منکشف ہوتی ہیں اور ایک ہی قدرت کاملہ بسیط ہے جس کے وسیلہ سے تمام اولین وآخرین کے مقدورات ظاہر ہوتے ہیں اور ایک کلام بسیط ہے جس کے ساتھ ازل سے ابد تک گویا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام حقیقیہ کا یہی حال ہے اور وہ تعدد بھی جو معلومات اور مقدورات کے ساتھ تعلق حاصل کرنے کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں مفقود ہے۔ تمام اشیاء حق تعالیٰ کی معلم ومقدور ہیں لیکن صفت علم وقدرت کو اشیاء کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ یہ معرفت نظر وعقل کے احاطہ سے باہر ہے ارباب معقول یعنی اہل فلسفہ ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ وہ اس بات کو محال جانتے ہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کی معلوم ہوں اور حق تعالیٰ کے علم کا ان سے تعلق نہ ہو اور ایسے ہی اشیاء حق تعالیٰ کی مقدور ہوں اور قدرت ان سے متعلق نہ ہو۔ یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اس مرتبہ میں ازل وابد آنِ واحد ہیں بلکہ آن بھی گنجائش نہیں رکھتا اور اقرب سے اور اوفق سے زیادہ کچھ ظاہر نہیں کرتا اور ازل وابد کے موجودات اسی آن واحد میں منکشف ہیں۔ مثلاً اسی آن واحد میں زید کو معدوم اور موجود بھی جنین بھی صبی بھی جوان بھی بوڑھا بھی زندہ بھی مردہ بھی برزخ میں بھی عرصات میں بھی جنات میں بھی برابر جانتا ہے اور معلوم ہے کہ اس آن واحد کو ان موجودات کے ساتھ کچھ تعلق نہیں کیونکہ اگر تعلق پیدا کرے تو آنیت سے نکل جائے گا اور زمانہ نام پائے گا اور ماضی ومستقبل بن جائے گا۔ پس یہ موجودات اسی آن واحد میں ثابت بھی ہیں اور غیر ثابت بھی پس اگر انکشاف سے ثابت کیا جائے کہ بسیط حقیقی کو معلومات میں سے کسی معلوم کے ساتھ تعلق نہیں اور تمام معلومات اسی انکشاف سے معلوم ہوتے ہیں تو کیا عجب ہے کیونکہ جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے کیونکہ وہ اتحاد وزمان اور اتحاد جہت کے ساتھ مخصوص ہے اور اس جگہ زمان کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر زمانہ کے احکام جاری نہیں ہوسکتے اور اتحاد جہت بھی مفقود ہے کیونکہ اجمال وتفصیل کا فرق ہے جس طرح کلمہ کے مرتبہ میں کوئی شخص کہہ دے کہ اسم وفعل وحرف ایک دوسرے کی قسم ہیں۔ سب کو اس مرتبہ میں آن واحد میں متحد دیکھتا ہوں اور منصرف کو عین غیر منصرف پاتا ہوں اور مبنی کو عین معرب جانتا ہوں اور کہہ دے کہ باوجود اس جامعیت کے کلمہ کو ان اقسام میں سے کسی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں اور ان سب سے مستغنی ہے تو کوئی دانا اس شخص کی بات کا انکار نہ کرے گا اور اس کو دور از عقل وقیاس نہ جانے گا تو پھر اس امر میں جس کا ہم بیان کر رہے ہیں۔ یعنی وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (مثل اعلیٰ اللہ ہی کے لئے ہے) میں کیوں تعجب کرتے ہیں اور کیوں توقف کرتے ہیں اور کیوں اس کو از عقل کیوں سمجھتے ہیں اگر یہ کہیں کہ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قسم کی بات کسی نے نہیں کہی تو پھر کیا ہوا جبکہ دوسروں کی کلام کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی مرتبہ وجوب کے نامناسب ہے۔ ع

خربوزہ بخور ترا بفالیز چہ کار

ترجمہ: تو کھا خربوزہ کچھ مطلب نہ رکھ فالیز سے

وہ مثال جو مخلوقات میں کہہ سکتے ہیں۔ اس معرفت کی توضیح کے لئے ہے جو انہوں نے کہی ہے کہ علت کا علم معلول کے علم کو مستلزم ہے اور اس صورت میں مدرکہ بالاصالۃ علت کی طرف متوجہ ہے اور علت کے ساتھ متعلق ہے اور معلوم کا علم علت کے علم کی تبعیت سے ہے بغیر اس بات کے کہ تعلق ثانی پیدا کرے لیکن معقولی یعنی فلسفے والے اس صورت میں بھی مرتبہ ثانی میں علم کے تعلق کے بغیر معلول کی معلومیت تجویز نہیں کرتے۔ اگرچہ وہ تعلق بالاصالت نہ ہو اس مثال سے زیادہ واضح مثال معلوم نہیں کہ مل سکے اور ہمارا مقصود توضیح ہے نہ اثبات وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کی حقیقت کو زیادہ جانتا ہے۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ اور صلوٰۃ وسلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔ اس پر اور اس کی آل پر درود اور تسلیمات اور مبارک تحیات ہوں۔

# مکتوب (۲۹۷)

حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان کی تحقیق اور مثالوں کے ساتھ اس کی توضیح اور مراتب وجوبی اور امکانی کے حفظ کی رعایت میں مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کے احاطہ اشیاء کے ساتھ ایسا ہے جیسا مجمل کا احاطہ مفصل کے ساتھ اور اشیاء میں اس کا سریان ایسا ہے جیسا کہ کلمہ اپنی تمام اقسام میں ساری ہے یعنی اسم وفعل وحرف میں اور ان کی قسموں کی قسموں یعنی ماضی ومضارع وامر ونہی اور مصدر اور اسم فاعل اور مفعول اور مستثنیٰ متصل اور مستثنیٰ منقطع اور حال اور تمیز اور ثلاثی اور رباعی اور خماسی اور حروف جارہ اور ناصبہ اور وہ حروف جو افعال کے ساتھ مختصہ ہیں اور وہ حروف مختصہ جو ان پر داخل ہونے والے ہیں۔ وغیرہ، غیرہ جو غیر متناہی تقسیموں میں منقسم ہیں ان سب میں کلمہ جاری وساری ہے۔ یہ سب اقسام کلمہ کے غیر نہیں بلکہ یہ سب اعتبارات سے ہے جو کلمہ کے تحت میں مندرج ہیں اور کلمہ سے تفصیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور تمیز پانے اور ایک دوسرے سے متمیز ہونے کے باعث اعتبار کلی کے سوا اور کوئی شے ان سب کو کلمہ پر زیادہ نہیں جانتے اور خارج میں کلمہ کے سوا اور کچھ موجود نہیں اسی واسطے یہ حمل درست ہے جس کے ساتھ وہ مخصوص ہے اور خاص احکام ہیں جو دوسرے میں پائے نہیں جاتے۔ مثلاً مستقل طور پر اپنے معنوں پر دلالت کریں اور اس میں زمانہ کا تعلق بھی ہو تو اس کو فعل کہتے ہیں اور جو بالاستقلال اپنے معنی پر دلالت کرنے اور اس میں زمانہ کا تعلق نہ ہو تو وہ اسم ہے اور جو اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت نہ کر سکے اس کو حرف کہتے ہیں۔ اسی طرح جن میں گزشتہ زمانہ پایا جائے اس کو فعل ماضی کہتے ہیں اور جس میں زمانہ حال و استقبال پایا جائے اس کو مضارع کہتے ہیں اور جس میں نو مشہور علتوں میں سے دو علتیں پائی جائیں اس کو غیر منصرف کہتے ہیں ورنہ منصرف۔ ایسے ہی حروف کا حال ہے کہ جو جر کا عمل کرتے ہیں۔ ان کو جارہ کہتے ہیں اور جن کا عمل نصب ہے ان کو ناصبہ کہتے ہیں۔

پس ایک مرتبہ کے اسم کا دوسری مرتبہ کے اسم پر اطلاق کرنا اور ایک کے احکام کو دوسرے پر جاری کرنا ایسا ہے جیسے فعل ماضی کو مضارع پر اور منصرف کو غیر منصرف پر اور جارہ کو ناصبہ پر اطلاق کریں حالانکہ سب کو اپنے اپنے مرتبہ میں کلمہ کہتے ہیں۔ پس ایک احکام کو دوسرے پر جاری کرنا محض گمراہی اور راہ راست سے خارج ہونا ہے۔

پس ہم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ منزل وجود تعالیٰ کے مراتب میں سے ہر مرتبہ کے لئے خاص خاص نام اور خاص خاص احکام ہیں جو اس کے سوا کسی اور مرتبہ میں پائے نہیں جاتے۔ پس وجوب ذاتی اور استغنا ذاتی مرتبہ جمع اور الوہیت کے ساتھ مختص ہیں اور امکان ذاتی اور افتقار ذاتی مرتبہ کون (۱) و فساد کے ساتھ مخصوص ہیں۔

مرتبہ اول، ربوبیت اور خالقیت کا مرتبہ ہے اور مرتبہ دوم عبودیت اور مخلوقیت کا مرتبہ ہے۔ پس اگر ایک کے ناموں کو دوسرے پر اطلاق کریں یا ایک مرتبہ کے مختصہ احکام کو دوسرے مرتبہ پر جاری کریں تو یہ زندقہ صرف اور کفر محض ہے۔

پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض ملحد اور زندیق کس طرح مراتب کو ملا دیتے ہیں اور ایک مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ پر جاری کرتے ہیں اور ممکن کو واجب کی صفات سے اور واجب کو ممکن کی صفات سے موصوف کرتے ہیں، ملاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ممکن جو ایک ہی مرتبہ ہے اس کے صفات ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں اور ان کے احکام مختلف ہیں اور جانتے ہیں کہ مرتبہ کونیہ میں باہم متحد ہونے کے باوجود بھی ان کا باہمی تمایز اور ان کے احکام کا اختلاف ہرگز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



زائل نہیں ہوتا کیونکہ وہ بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ مثلاً حرارت اور احتراق یعنی گرمی اور جلانا آگ کی صفات میں سے ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں سے کوئی بھی صفت پانی میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی ان صفات سے موصوف کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی برودت یعنی سردی پانی کے ساتھ مختص ہے جو آگ میں ہرگز نہیں اور اسی طرح ان کے ازواج اور امہات یعنی اقسام کی اجناس میں فرق کرتے ہیں اور ان کے احکام جدا جدا ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ چلا۔

# مکتوب (۲۹۸)

نہایت کار تک پہنچنے کے بیان میں اشارت خفیہ اور عبارت لطیفہ کے طور پر۔ میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے اور اس معما کے بھید سے مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سوا یاروں میں سے کوئی یار مطلع نہیں ہوا۔

خدا تجھے ہدایت دے۔ تجھے واضح ہو کر مدتوں تک جبکہ سیر ظلال میں رکھتا تھا۔ ظل کے وصول میں عین کا حصول پاتا تھا۔ اب جو اصل تک پہنچنا میسر ہوا ہے۔ سوائے ظل کے کچھ حاصل نہیں رکھتا۔ جیسا کہ آئینہ جو اس شخص کے ہاتھ میں ہو جو اس آئینہ کی طرف پہنچنے والا ہے اور اس آئینہ کو اس شخص سے سوائے ظل کے اور کچھ حاصل نہیں۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ کَلَامَنَا اِشَارَةٌ (پس سمجھ لے کیونکہ ہماری کلام اشارہ ہوتی ہے) بیان کے مناسب وہ عبارت جو رمز و اشارہ کے طریق پر لکھ گئی ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کر اس مکتوب میں بھی درج کردی ہے۔ اس کو سمجھ لیں وہ عبارت یہ ہے۔

ذکر چناں ماخوذ از پیر راہ داں مداومت براں بازگشت بفضل حضرت رحمان وصل عریان باقی ہمہ حسبان!

یعنی (1) اول پیر راہ داں سے ذکر سیکھیں اور پھر اس پر مداومت کریں تاکہ بازگشت حاصل ہو۔ اس کے آگے اللہ تعالیٰ کا فضل درکار ہے تاکہ وصل عریانی نصیب ہو۔ اصل مقصود یہی ہے باقی سب وہم وگمان ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ مِنَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلصَّلٰوتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۲۹۹)

مصیبت کی ماتم پرسی اور قضا کے ساتھ صبر و رضا پر دلالت کرنے اور مرگ طاعون کی فضیلت میں اور اس بیان میں کہ طاعون کی زمین سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ جیسا کہ یوم زحف یعنی کفار کے ساتھ جنگ سے بھاگنا گناہ ہے۔ شیخ فرید را بھولی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ آپ نے مصیبتوں کا حال لکھا ہوا تھا۔ واضح ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ صبر و تحمل کرنا چاہئے اور قضا پر راضی ہونا چاہئے ۔

من از تو روے نہ پیچم گرم بیازاری — کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل و خواری

ترجمہ: تو خواہ کتنا ستائے پھر و نہ تجھ سے کبھی
کہ تیری سختی و خواری ہے لگتی مجھ کو بھلی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے۔ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے باعث پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت کچھ معاف کرتا ہے۔

اور فرماتا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ بر و بحر میں لوگوں کے اعمال کے باعث فساد مچ گیا۔

اس ملک میں ہمارے اعمال کی شومی سے اول چوہے ہلاک ہوئے جو ہم سے زیادہ اختلاط رکھتے تھے اور پھر عورتیں جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقا کا مدار ہے، مردوں کی نسبت زیادہ مر گئیں اور جو کوئی اس وباء میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا۔ اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا۔ اس کو موت شہادت کی مبارکبادی اور خوشخبری ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بذل الماعون فی فضل الطاعون میں تحقیق سے لکھا ہے کہ جو شخص طاعون سے مر جائے۔ اس سے کوئی سوال نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایسا ہے جیسے لڑائی میں قتل ہوا اور جو شخص طاعون میں طلب اجر کی نیت سے صبر کرتا ہے اور جانتا ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مجھے وہی کچھ پہنچے گا جو میرے اللہ تعالیٰ نے لکھا اور مقدر کیا ہے تو وہ شخص اگر طاعون کے سوا کسی اور بیماری سے بھی مر جائے تو اس صورت میں بھی اس کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ وہ مرابط یعنی جہاد کے مستعد اور تیار شدہ کی مانند ہے۔

اسی طرح شیخ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور فی حال الموتی والقبور میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بڑی اعلیٰ حجت ہے اور جو شخص نہ بھاگا اور نہ مرا وہ غازیوں اور مجاہدوں اور صابروں اور بلاکشوں میں سے ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے اجل مقرر ہے، جو ہرگز آگے پیچھے نہیں ہوسکتی اور اکثر بھاگنے والے جو سلامت رہے ہیں اسی واسطے رہے ہیں کہ ابھی ان کی اجل نہ آئی تھی۔ نہ کہ یہ بھاگ کر مرگ سے بچ گئے اور اکثر صابر لوگ جو ہلاک ہو گئے وہ بھی اپنی اجل ہی سے ہلاک ہوئے ہیں۔ پس نہ ہی بھاگنا بچا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھہرنا ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ طاعون سے بھاگنا یوم زحف یعنی جنگ کفار کے بھاگنے کی طرح ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکر و استدراج ہے کہ بھاگنے والے سلامت رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِیْ بِهٖ كَثِيْرًا (اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے)

آپ کے صبر و تحمل اور مسلمانوں کے ساتھ آپ کی امداد و اعانت کی نسبت سنا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام پر جزائے خیر دے۔ بچوں کی تربیت اور ان کی تکلیف برداشت کرنے سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ بہت سے اجر کی امید اسی پر مترتب ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام۔

## مکتوب (۳۰۰)

پوشیدہ اسرار اور غریبہ معارف کو رمز و اشارہ کی زبان کے ساتھ بیان کرنے اور مقام قاب قوسین وادنیٰ کی نسبت اشارہ کرنے کے بیان میں جامع علوم عقلی و نقلی مخدوم زادہ مجد الدین محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

جب انسان کامل مراتب اسماء و صفات کی تفصیلی سیر کو طے کر کے جامعیت تامہ پیدا کر لیتا ہے اور اسماء و صفات الٰہی کے کمالات کا آئینہ بن جاتا ہے اور اس کا عدم ذاتی جو ان کمالات کا آئینہ ہے۔ پورے طور پر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور ان کمالات کے سوا اس میں اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی تو اس وقت فنائے تام کے حاصل ہونے کے بعد جو اس کے عدم کے نفی ہونے پر وابستہ تھی۔ ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


خاص بقاء کے ساتھ جوان کے کمالات پر منحصر ہے، مشرف ہوتا ہے اور ولایت کا اسم اس پر صادق آتا ہے۔ اس کے بعد اگر حق تعالیٰ کی عنایت ازلی شامل حال ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ پھر یہ کمالات جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی۔ حضرت ذات کے آئینہ میں منعکس ہو جائیں اور وہاں ظہور پیدا کریں۔ اس وقت قاب قوسین کا سر ظہور میں آتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس مقام میں آئینہ میں کسی شے کے ظہور سے مراد یہ ہے کہ اس شے کو اس آئینہ کے ساتھ نسبت مجہولہ حاصل ہو جائے۔ نہ یہ کہ وہاں آئینے کی حقیقت ہے اور وہ شے اس میں حاصل ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (مثال اعلیٰ اللہ ہی کے لئے ہے) اور جب وہ کمالات جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی۔ حقیقت واصالت کے طور پر آنجناب پاک کے آئینہ میں منعکس ہو جاتے ہیں اور وہاں ظہور پیدا کرتے ہیں اور وہاں اس کو نسبت مجہول الکیفیت حاصل ہو جاتی ہے تو اس وقت انا جو عارف کے ساتھ تعلق رکھتا تھا وہاں اطلاق پاتا ہے اور اپنے آپ کو وہ کمالات ظاہرہ دیکھتا ہے۔ مقام قاب قوسین میں انا کی نہایت عروج یہی تک ہے۔

اے فرزند! سن لے کہ صورت کا آئینہ جس میں حسن و جمال منعکس ہوتا ہے۔ اگر بالفرض وہ آئینہ علم کی صورت پیدا کر لے تو بالضرور اس حسن و جمال کے ظہور سے متلذذ ہوگا اور حظ وافر حاصل کر لے گا اور حقیقت کے آئینہ میں اگرچہ لذت والم جو صفات امکان سے ہے۔ مفقود ہے لیکن وہ امر جو اس مرتبہ علیہ کے لائق ہے اور نقص وحدوث کے نشان سے پاک ہے، کائن وثابت ہے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصہ عجیب و حدیث غریب ہست

ترجمہ: نہیں بے فائدہ حافظ کی فریاد عجب ہے ماجرا اس کا سراسر

یہ کمالات ظاہرہ جنہوں نے اس مرتبہ میں نسبت مجہول الکیفیت حاصل کی ہے۔ ان کی نسبت بعینہ ایسی ہے جیسے انسان کے عالم خلق کو عالم امر کے ساتھ نسبت ہے۔ اس مقام میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کا سر حاصل ہوتا ہے اور جب ان کمالات ظاہرہ نے جو حضرت ذات تعالیٰ کے اجمال کی تفصیل ہیں۔ حضرت اجمال کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت پیدا کر کے اور بلا کیف اتصال حاصل کر کے حضرت اجمال کی آئینہ داری کی تو حضرت اجمال میں مجرد اعتبار اور محض توہم سے تفصیل بھی پیدا ہوگئی جو عارف کے انا کے عروج کا باعث ہوئی۔ یہ کمال مقام اَوْ اَدْنٰی پر وابستہ ہے ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

ترجمہ: قلم جب اس جگہ پہنچا قلم سر ہو گیا اس کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یہ ہے نہایت النہایت اور غایت الغایت کا بیان جس کا سمجھنا خواص کے ادراک سے کوسوں دور ہے۔ پھر عوام کا کیا ذکر۔ بلکہ اخص خواص سے بھی بہت کم لوگ اس دولت اور معرفت سے سرفراز ہوئے ہیں ۔

اگر پادشاہ بردر پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ: اگر بڑھیا کے در پے آئے سلطاں تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

یہ نہایت ظہورات وتجلیات کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد کسی قسم کی تجلی اور ظہور متصور نہیں ۔

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا یَدِقُّ صِفَاتُهٗ وَمَا کَتْمُهٗ اَحْظٰی لَدَیْهِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ: بعد ازاں وہ چیز ہے جس کا نہیں لگتا پتا
جس کا مخفی اور در پردہ ہی رہنا ہے بھلا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی کُلِّ مَلٰئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ وَالْبَرَکَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا وَاَوْلٰهَا وَاَعْلٰهَا وَاَدْوَمُهَا وَاَبْقَاهَا وَاَعَمُّهَا وَاَشْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفی ﷺ کے متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۳۰۱)

قرب نبوت اور قرب ولایت اور ان راہوں کے بیان میں جو قرب نبوت تک پہنچانے والے ہیں۔ مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے فرزند مولانا امان اللہ کو واضح ہو کہ نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں ظلیت کی آمیزش نہ ہو اور اس کا عروج حق تعالیٰ کی طرف میلان رکھتا ہے اور اس کا نزول خلق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالت انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور یہ منصب انہی بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ منصب نبوت حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کی تابع ہوں گے۔

حاصل کلام یہ کہ تابعداروں اور خادموں کو اپنے مالکوں اور صاحبوں کی دولت اور پس خوردہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سے حصہ ہوتا ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے قرب سے ان کے کامل تابعداروں کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے اور اس مقام کے علوم ومعارف اور کمالات بھی بطریق وراثت کامل تابعداروں کو نصیب ہوتے ہیں ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ ع خاص کر لیتا ہے ایک کو تا کہ بھلا ہو عام کا

پس خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کے بعد اس کے کامل تابعداروں کو بطریق تبعیت ووراثت کے کمالات نبوت کا حاصل ہونا اس کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ کچھ شک نہ کر۔

اے فرزند! خدا تعالیٰ تجھے سعادت بخشے۔ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ راستے جو کمالات نبوت کی طرف پہنچانے والے ہیں۔ دو ہیں ایک وہ راستہ ہے جو مقام ولایت کے مفصل کمالات کے طے کرنے پر موقوف ہے اور ان تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ کے حاصل ہونے پر وابستہ ہے جو قرب ولایت کے مناسب ہیں ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حاصل ہونے کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جاتا ہے۔ اس مقام وصول میں ظلیت کی طرف التفات نہیں ہوتی۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ ولایت کے ان کمالات کے حاصل ہونے کے ذریعے کمالات نبوت تک پہنچنا میسر ہو جاتا ہے اور یہ دوسرا راستہ شاہ راہ ہے اور کمالات نبوت تک پہنچنے کے لئے زیادہ قریب راستہ ہے۔

انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کے اصحاب میں سے بہت کم بطریق تبعیت ووراثت اس راستہ سے کمالات نبوت تک پہنچے ہیں۔ پہلا راستہ بہت دور دراز ہے اور اس کا حاصل ہونا دشوار اور اس کا وصول ناممکن ہے۔

بعض ان اولیاء نے جو مقام ولایت میں شرف نزول سے مشرف ہوئے ہیں۔ ان کمالات کو جو مقام نزول سے تعلق رکھتے ہیں۔ کمالات نبوت خیال کیا ہے اور خلق کی طرف متوجہ ہونے کو جو مقام دعوت کے مناسب ہے۔ مقام نبوت کی خصوصیتوں میں سے سمجھا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ نزول عروج کی طرح ولایت ہی سے ہے اور وہ عروج ونزول جو مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے، وہ اور ہے جو مقام ولایت سے برتر ہے اور وہ توجہ بخلق جو نبوت کے مناسب ہے اس توجہ بخلق کے ماسوا ہے اور یہ دعوت اس دعوت سے جدا ہے جس کو انہوں نے کمالات نبوت سے سمجھا ہے۔

یہ لوگ کیا کریں۔ انہوں نے دائرہ ولایت سے باہر قدم رکھا ہی نہیں اور کمالات نبوت کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ انہوں نے ولایت کے نصف حصہ کو جو اس کے عروج کے جانب ہے تمام ولایت خیال کیا ہے اور دوسرے نصف حصے کو جو اس کے نزول کی جانب ہے مقام نبوت تصور کیا ہے۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است　　زمین و آسمان او ہمان است

ترجمہ: وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے　　وہی اس کا زمین و آسماں ہے

اور ممکن ہے کہ کوئی شخص راہ اول سے وصول پیدا کرلے اور ولایت و نبوت کے مفصلہ کمالات کو جمع کرلے اور ان دونوں مقاموں کے کمالات کے درمیان کما حقہ تمیز حاصل کرلے اور ہر ایک کے نزول و عروج کو جدا کردیا اور اس بات کا حکم کرے کہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے بہتر ہے۔

جاننا چاہئے کہ راہ دوم کے وصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے مفصلہ کمالات حاصل نہیں ہوئے لیکن ولایت کا زبدہ و خلاصہ بخوبی میسر ہوا تو اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ اہل ولایت کو کمالات ولایت کی پوست ہاتھ آئی ہے اور اس وصول نے اس کے مغز کو حاصل کیا ہے۔ ہاں بعض ان علوم سکریہ اور ظہورات ظلیہ سے جو ارباب ولایت کو حاصل ہیں۔ وہ واصل بے نصیب ہے لیکن یہ امر بھی زیادتی یا برتری کا باعث نہیں ہے کیونکہ اس واصل کو ان علوم و ظہورات سے ننگ و عار آتی ہے بلکہ مناسب ہے کہ وہ ان کو اپنے حق میں گناہ اور ادب جانے۔ ہاں اصل کا واصل اس کے ظلال سے بھاگتا اور پناہ مانگتا ہے۔ ظل کی گرفتاری تب تک ہی ہے جب تک اصل سے واصل نہ ہوں۔ ظل سراسرلا حاصل ہے اور ظل کی طرف توجہ کرنا بے ادبی ہے۔

اے فرزند! کمالات نبوت کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کی محض بخشش اور اس کے فضل و کرم پر وابستہ ہے۔ کسب و تعمل کو اس دولت کے حاصل ہونے میں کچھ دخل نہیں۔

بھلا وہ کسب و عمل کون سا ہے جس کے کرنے سے یہ دولت عظمیٰ پیدا ہو اور وہ کون سے ریاضت و مجاہدے ہیں، جن سے یہ نعمت اعلیٰ حاصل ہو۔ برخلاف کمالات و ولایت کے کہ جن کے مقدمات کسب ہے اور ان کا حاصل ہونا، ریاضت و مجاہدہ پر منحصر ہے۔ اگرچہ ہوسکتا ہے کہ بعض کو کسب و عمل کی تکلیف کے بغیر بھی اس دولت کی طرف رہنمائی کریں اور فنا و بقا بھی کہ جس سے مراد ولایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے اور مقدمات کے کسب کے بعد محض فضل و کرم سے جس کو چاہتے ہیں فنا و بقا کی دولت سے مشرف کرتے ہیں۔

آنحضرت علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ ملائکۃ المقربین وعلیٰ اہل طاعۃ اجمعین الصلوٰات والتسلیمات کی ریاضتیں اور مجاہدے بعثت سے اول یا پیچھے اس دولت کے حاصل کرنے کے لئے نہ تھے۔ بلکہ ان سے اور کئی قسم کے فائدے اور نفع منظور تھے۔ مثلاً نیکیوں کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی اور بشریت کی لغزشوں کا کفارہ اور درجات کا بلند ہونا اور فرشتہ مرسل کی صحبت کا مدنظر رکھنا جو کھانے پینے سے پاک ہے اور خوارق کا بکثرت ظاہر ہونا جو مقام نبوت کے مناسب ہے وغیرہ وغیرہ۔

جاننا چاہئے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اس موہبت وبخشش کا حاصل ہونا بے توسط و بے وسیلہ ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے حق میں جو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں، انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد اور لوگ بہت کم اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگرچہ جائز ہے کہ تبعیت اور وراثت کے طور پر دوسروں کو بھی اس دولت سے سرفراز فرمائیں۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: فیض روح القدس کا گر دے مدد تو اور بھی کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا پرتو ظاہر کیا ہے اور تبع تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا سایہ ڈالا ہے۔ بعد ازاں یہ دولت پوشیدہ ہوگئی ہے حتیٰ کہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے الف ثانی (دو ہزار سال) تک نوبت آ گئی اور اس وقت پھر وہ دولت تبعیت و وراثت کے طور پر ظاہر ہوگئی اور آخر کو اول کے مشابہ کر دیا ہے۔

اگر پادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ: اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشان

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۳۰۲)

ولایت سہ گانہ یعنی ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء اور ولایت ملاء اعلیٰ کے فرق اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اور بعض ان خاص معارف کے بیان میں جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے مناسب بیان میں ظاہری علوم اور باطنی اسرار و معارف کے جامع مخدوم زادہ مجد الدین محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فرمایا ہے۔

خدا تجھے ہدایت دے۔ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ولایت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں ظلیت کی آمیزش وملاوٹ ہو اور حجابوں اور پردوں کے حائل ہونے کے بغیر حاصل نہ ہو۔ اگر اولیاء کی ولایت ہے تو وہ ضرور ظلیت کے داغ سے داغدار ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اگرچہ ظلیت سے نکل چکی ہے لیکن اسم وصفات کے حجاب کے حائل ہونے کے بغیر متحقق نہیں اور ملاء اعلیٰ کی ولایت اگرچہ اسماء وصفات کے حجابوں سے بلند و برتر ہے لیکن شیون واعتبارات ذاتیہ کے حجابوں سے چارہ نہیں۔ وہ نبوت ورسالت ہی ہے جس میں ظلیت کی کوئی آمیزش نہیں ہے اور صفات واعتبارات کے حجاب سب راستہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ پس ناچار نبوت ولایت سے افضل ہوگی اور قرب نبوت ذاتی اور اصلی ہوگا اور جن لوگوں کو ان دونوں کی حقیقت پر اطلاع نہیں ہے۔ انہوں نے اس کے برعکس اور برخلاف حکم کیا ہے۔ پس وصول مرتبہ نبوت میں ہے اور حصول مقام ولایت میں کیونکہ حصول ظلیت کے سوا ناممکن ہے برخلاف وصول کے اور نیز کمال حصول میں دوئی دور ہو جاتی ہے اور کمال وصول میں دوئی باقی رہتی ہے۔ پس دوئی کا دور ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے اور دوئی کا باقی رہنا مقام نبوت کے مناسب اور چونکہ دوئی کا دور ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے اس لئے سکر ہر وقت مقام ولایت کو لازم ہوگا اور مرتبہ نبوت میں چونکہ دوئی باقی رہتی ہے اس لئے صحو اس مرتبہ کے ساتھ خاص ہے اور نیز تجلیات کا حاصل ہونا خواہ صور واشکال کے لباس میں ہو۔ خواہ پردہ انوار والوان میں۔ سب مقامات ولایت اور اس کے مقدمات اور مبادی کے طے کرنے میں ظاہر ہوتے ہیں۔ برخلاف مرتبہ نبوت کے کہ اس مقام میں اصل کے ساتھ وصول ہے اور ان تجلیات وظہورات سے جو اس اصل کے ظلال ہیں۔ استغنا ولا پرواہی ہوتی ہے اور ایسے ہی اس مرتبہ کے مبادی ومقدمات کے طے کرنے میں بھی ان تجلیات کی حاجت نہیں ہوتی مگر جبکہ ولایت کے باعث ہے نہ کہ نبوت کی راہ وصول کی مسافت طے کرنے کے سبب سے۔ غرض تجلیات وظہورات ظلال کی خبر دیتے ہیں اور وہ چیز جو ظلال وتجلیات کی گرفتاری سے آزاد ہے، وہ نبوت ہے۔ مازاغ البصر کا سرمہ اس جگہ طلب کرنا چاہئے۔

اے فرزند! عشق کا ولولہ اور محبت کا طنطنہ اور شوق انگیز نعرے اور دردآمیز آواز اور وجد ورقص سب مقامات ظلال اور ظہورات وتجلیات ظلیہ کے وقت ہوتے ہیں۔ اصل سے واصل ہونے کے بعد ان امور کا حاصل ہونا متصور نہیں۔ اس مقام میں محبت کے معنی ارادہ طاعت کے ہیں۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے نہ کہ اس سے اور کوئی زائد معنی جو ذوق وشوق کا منشا ہیں جیسا کہ بعض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صوفیہ نے گمان کیا ہے۔

اے فرزند! غور سے سن چونکہ مقام ولایت میں دوئی کا دور ہونا مطلوب ہے اس واسطے اولیاء ارادہ کے زوال اور دور کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔

شیخ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اُرِیْدُ اَنْ لَّا اُرِیْدَ (میرا ارادہ یہ ہے کہ کوئی ارادہ نہ رہے) اور مرتبہ نبوت میں چونکہ دوئی کا اٹھ جانا درکار نہیں۔ اس واسطے نفس ارادہ کا زوال مطلوب نہیں اور کس طرح مطلوب ہو جبکہ ارادہ فی حد ذاتہ ایک کامل صفت ہے۔ اگر کوئی نقص کوئی نامناسب اور ناپسندیدہ امر نہ ہو بلکہ اس کی تمام مرادیں حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور ایسے ہی مقام ولایت میں تمام صفات بشریت کی نفی میں کوشش کرتے ہیں اور مرتبہ نبوت میں ان صفات کے برے متعلقات کی نفی کرتے ہیں نہ کہ ان صفات کی اصل کی نفی، جو فی حد ذاتہ کامل ہیں۔ مثلاً صفت علم جو فی حد ذاتہ ایک کامل صفت ہے۔ اگر اس میں کوئی نقص آ گیا ہے تو اس کے برے متعلق کے باعث ہے۔ پس اس صفت کے برے متعلق کی نفی ضروری ہے نہ کہ اس صفت کے اصل کی نفی، علیٰ ہذا القیاس۔

پس وہ شخص جو ولایت کی راہ سے مقام نبوت میں آیا ہے۔ اس کے لئے اثنائے راہ میں اصل صفات کی نفی سے چارہ نہیں اور وہ شخص جو ولایت کی راہ کے بغیر مرتبہ نبوت میں پہنچا ہے اس کے لئے اصل صفت کی نفی ضروری نہیں۔ اس کو صرف ان صفات کے برے متعلقات کی نفی کرنی پڑتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس ولایت سے جو مذکور ہوئی ہے مراد ظلی ولایت ہے جس کو ولایت صغریٰ اور ولایت اولیاء سے تعبیر کرتے ہیں لیکن انبیاء کی ولایت جو ظل سے گزر گئی ہے۔ وہ اور ہے وہاں صفات بشریت کے برے متعلقات کی نفی ہے نہ کہ ان صفات کے اصل کی نفی اور جب صفات کے برے متعلقات کی نفی حاصل ہوگئی تو گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد جو عروج واقع ہوگا۔ وہ کمالات نبوت کے متعلق ہوگا۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ نبوت کے لئے اصل ولایت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ولایت اس کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے لیکن کمالات نبوت تک پہنچنے میں ظلی ولایت کا حاصل ہونا درکار نہیں۔ بعض کے لئے اس کا اتفاق پڑ جاتا ہے اور بعض کے لئے ہرگز اس میں عبور واقع نہیں ہوتا۔ فافہم۔

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اصل صفات کا دور کرنا ان صفات کے برے متعلقات کے دور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کرنے کی نسبت بہت مشکل ہے۔ پس کمالات نبوت کا حاصل ہونا کمالات ولایت حاصل ہونے کی نسبت زیادہ آسان اور اقرب ہوگا اور ہر امر میں جو اپنے اصل کے ساتھ وصول رکھتا ہے۔ اسی آسانی اور قرب کی نسبت ہے برخلاف ان امور کے جو اپنی اصل سے جدا ہیں۔ کیا نہیں دیکھتا کہ اصل کیمیا نہایت آسان عمل سے میسر ہے اور نہایت ہی اقرب طریق سے حاصل ہے اور وہ جو اصل سے جدا ہے وہ محنت میں ہے اور تمام عمر اس کے حاصل کرنے میں فانی کر دیتا ہے۔ پھر بھی حرمان و مایوسی اس کو حاصل ہوتی ہے اور وہ چیز جو اس بڑی کوشش کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس اصل کے مشابہ اور مانند ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ عارضی شکل و شباہت اس سے دور ہو جاتی ہے اور اپنے اصل کی طرف رجوع کر جاتی ہے اور مکر و دغا تک پہنچ جاتی ہے۔ برخلاف اصل کے واصل کے جو باوجود عمل کی آسانی اور راہ کی نزدیکی کے مکر و دغا سے محفوظ ہے۔ اس راہ کے بعض سالک جو سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں کے ساتھ ظلال میں سے کسی ظل تک پہنچ جاتے ہیں۔ گمان کرتے ہیں کہ مطلب تک پہنچنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں پر منحصر ہے اور نہیں جانتے کہ اس راہ کے سوا ایک اور راہ ہے جو زیادہ قریب ہے اور نہایت النہایت تک پہنچانے والا ہے۔ وہ اجتباء (برگزیدہ اور پسندیدہ کرنے) کا راستہ ہے جو محض فضل کرم پر وابستہ ہے اور وہ راستہ جو انہوں نے اختیار کیا ہے۔ وہ انابت (توبہ و رجوع) کا راستہ ہے جو مجاہدوں پر موقوف ہے اور اس راہ کے واصل اقل قلیل یعنی بہت کم ہیں اور راہ اجتبا کے واصل جم غفیر یعنی بے شمار ہیں۔

تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اجتباء کے راستہ پر چلے ہیں اور ان کے اصحاب بھی تبعیت و وراثت کے طور پر اجتباء کی راہ سے واصل ہوئے ہیں۔ ارباب اجتباء کی ریاضتیں نعمت وصول کا شکر ادا کرنے کے لئے ہیں۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے جواب میں جس نے آپ سے عرض کیا کہ جب آپ کے اول و آخر گناہ بخشے ہوئے ہیں تو پھر آپ کیوں اتنی تکلیف اور ریاضت برداشت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا (کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں) اور انابت والوں کے مجاہدے وصول کے لئے ہیں اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

راہ اجتباء راہ بردن یعنی دوسرے کو لے جانے والا راستہ ہے اور راہ انابت راہ رفتن یعنی خود چل کر طے کرنے والا راستہ ہے۔ بردن سے رفتن تک بڑا فرق ہے۔ جلدی جلدی لے جاتے ہیں اور جلدی ہی پہنچا دیتے ہیں اور دیر دیر سے چلتے ہیں اور راہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم فضلی یعنی فضل والے ہیں۔ بیشک سچ ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جب تک فضل نہ ہو، دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں کس طرح مندرج ہو۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اس فقیر نے ان عریضوں میں جو اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی خدمت اقدس میں لکھے ہیں۔ لکھا ہے کہ تمام مرادیں مرتفع ہوگئی ہیں لیکن نفس ارادہ ابھی قائم ہے کچھ مدت کے بعد وہ بھی مرادات کی طرح دور ہو گیا جب حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت سے مشرف فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس ارادہ کے بعض متعلق کا رفع ہوا ہے نہ کہ نفس ارادہ کا کیونکہ لازم نہیں ہے کہ اصل کے رفع ہونے کے بعد بعض متعلق کا رفع ہونا پورے اور کامل طور پر حاصل ہو بلکہ بسا اوقات محض فضل سے اس قدر میسر ہو جاتا ہے کہ تعمل وتکلف سے اس کا سواں حصہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

اے فرزند! مقام ولایت میں دنیا وآخرت سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح سمجھنا پڑتا ہے اور آخرت کے درد کو دنیا کی طرح نامناسب جاننا پڑتا ہے۔

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اِنْ اَرَدْتَ السَّلَامَۃَ سَلِّمْ عَلَی الدُّنْیَا وَاِنْ اَرَدْتَ الْکَرَامَۃَ کَبِّرْ عَلَی الْاٰخِرَۃِ اگر تو بچاؤ چاہتا ہے تو دنیا کو سلام کہہ دے اور اگر تو کرامت چاہتا ہے تو آخرت پر تکبیر کہہ دے۔

اور اسی گروہ میں سے کوئی اور بزرگ اس آیت کے موافق فرماتا ہے۔ مِنْکُمْ مَنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ بعض تم میں سے دنیا چاہتے ہیں اور بعض تم میں سے آخرت۔ گویا فریقین سے شکایت ہے۔

غرض فنا جو ماسوائے حق کے نسیان سے مراد ہے دنیا وآخرت کو شامل ہے اور فنا وبقا دونوں ولایت کے اجزاء ہیں۔ پس ولایت میں آخرت کا نسیان ضرور ہے اور کمالات نبوت کے مرتبہ میں آخرت کی گرفتاری بہتر اور محمود ہے اور دار آخرت کا درد پسندیدہ اور مقبول ہے بلکہ اس مقام میں آخرت کا درد اور آخرت کی گرفتاری ہے۔

آیت کریمہ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں) اور آیت کریمہ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ (اپنے رب سے ڈرتے اور اس کے عذاب سے خوف کرتے ہیں) اور آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ وَھُمْ مِّنَ السَّاعَۃِ مُشْفِقُوْنَ (اپنے اللہ تعالیٰ سے غیب کے ساتھ ڈرتے ہیں اور قیامت کے ڈر سے کانپتے ہیں)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس مقام والوں کے لئے نقد وقت ہے۔ ان کا نالہ و گریہ احوال آخرت کے یاد کرنے سے ہے اور ان کا الم و اندوہ احوال قیامت کے ڈر سے ہے۔ ہمیشہ قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے اور زاری کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا درد ان کے نزدیک درد آخرت ہے اور ان کا شوق و محبت آخرت کا شوق و محبت ہے کیونکہ اگر لقا ہے تو اس کا وعدہ بھی آخرت پر ہے اور اگر رضا ہے تو اس کا کمال بھی آخرت پر موقوف ہے۔ دنیا حق تعالیٰ کی مبغوضہ اور آخرت حق تعالیٰ کی مرضیہ اور پسندیدہ ہے مبغوضہ کو مرضیہ کے ساتھ کسی امر میں برابر نہیں کر سکتے کیونکہ مبغوضہ کی طرف سے منہ پھیر لینا چاہئے مرضیہ کی طرف شوق سے بڑھنا چاہئے۔ مرضیہ کی طرف سے منہ پھیرنا مبغوضہ اور حق تعالیٰ کی مرضی موعود کے برخلاف ہے۔ آیت کریمہ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ (اور اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے) ان معنوں پر شاہد ہے۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ آخرت کی ترغیب فرماتا ہے۔ پس آخرت کی طرف سے منہ پھیرنا درحقیقت حق تعالیٰ کے ساتھ معاوضہ یعنی لڑائی کرنا اور اس کی مرضی کے رفع کرنے میں کوشش کرنا ہے۔

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس بزرگی کے کہ ولایت میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ ترک آخرت کو کرامت کہا مکر نہ جانا کہ اصحاب کرام سب کے سب درد آخرت میں مبتلا تھے اور آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

ایک دن حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہوئے۔ ایک کوچہ میں سے گزر رہے تھے کہ کسی قاری نے اس آیت کو پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ '' مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ (بیشک تیرے رب کا عذاب آنے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں) اس کو سنتے ہی آپ کے ہوش جاتے رہے اور اونٹ سے بےخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اٹھا کر ان کو گھر لے گئے اور مدت تک اسی درد سے بیمار رہے اور لوگ ان کی بیمار پرسی کو آتے رہے۔ ہاں احوال کے درمیان مقام فنا میں دنیا و آخرت کا نسیان میسر ہو جاتا ہے اور آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح سمجھتے ہیں لیکن جب بقاء سے مشرف ہو جائیں اور کام کو انجام تک پہنچا ئیں اور کمالات نبوت اپنا پرتو ڈالیں تو پھر سب درد آخرت اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگنا لاحق حال ہوتا ہے۔ بہشت اور اس کے درختوں اور نہروں اور حور و غلمان کو دنیا کی اشیاء کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں جیسا کہ غضب و رضا ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اشجار و انہار وغیرہ جو بہشت میں ہیں۔ سب اعمال صالحہ کے نتائج اور ثمرات ہیں۔

حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہشت میں کوئی درخت نہیں ہے اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں خود درخت لگاؤ۔ یاروں نے عرض کیا کہ ہم کس طرح درخت لگائیں فرمایا کہ تسبیح اور تحمید اور تہلیل کے ساتھ یعنی سبحان اللہ کہو تا کہ بہشت میں ایک درخت تمہارے لئے لگ جائے پس بہشت کا درخت تسبیح کا نتیجہ ہے اور جس طرح اس کلمہ میں حروف واصوات کے لباس میں کمال تنزیہ مندرج ہے اسی طرح ان کمالات کو بہشت میں درخت کے لباس میں پوشیدہ فرمایا ہے۔ علیٰ ہذاالقیاس جو کچھ بہشت میں ہے۔ عمل صالح کا نتیجہ ہے اور جو کمالات وخوبی کہ نہایت تقید میں ہے اور قول وعمل صالح کے لباس میں مندرج ہے۔ بہشت میں وہی کمالات لذتوں اور نعمتوں کے پردہ میں ظہور کریں گے۔ پس وہ لذت ونعمت ضرور حق تعالیٰ کی پسندیدہ اور مقبول اور بقا ووصول کے لئے وسیلہ ہوگی۔

رابعہ رضی اللہ عنہا بیچاری اگر اس سر سے آگاہ ہوتی۔ ہرگز بہشت کے جلانے کا فکر نہ کرتی اور اس کی گرفتاری کو حق تعالیٰ کی گرفتاری کے ماسوا نہ جانتی۔ برخلاف دنیاوی لذتوں اور نعمتوں کے جن کا منشا خبث وشرارت ہے اور ان کا انجام آخرت میں مایوسی اور نا امیدی ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنۡہُ یہ لذت ونعمت اگر مباح شرعی ہے تو محاسبہ درپیش ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مرحمت نے دستگیری نہ کی تو پھر افسوس صد افسوس اور اگر مباح شرعی نہیں تو وعید کا مستحق ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡلَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخَاسِرِيۡنَ یا اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو ہم پر مہربانی اور بخشش نہ کرے تو ہم خسارہ والوں میں سے ہوں گے۔

پس یہ لذت اس لذت کے ساتھ کیا نسبت رکھتی ہے۔ یہ لذت زہر قاتل ہے اور وہ لذت تریاق نافع۔ پس آخرت کا درد یا عام مومنوں کو نصیب ہے یا اخص الخواص کے نصیب خواص اس درد سے پرہیز کرتے ہیں اور کرامت وبزرگی اس کے خلاف میں سمجھتے ہیں۔ ع

آں ایشیا نندد من چنیم یا رب

ترجمہ ع یہ ایسے ہیں میں ایسا ہوں خدایا۔ والسلام والاکرام۔

## مکتوب (۳۰۳)

کلمات اذان کے معانی کے بیان میں حاجی یوسف کشمیری مؤذن کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد جاننا چاہئے کہ اذان نماز کے کلمات سات ہیں۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ یعنی اس کو کسی عابد کی عبادت کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ انہی مہتم بالشان معنی کے لئے کہ کلمہ چار بار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دہرایا گیا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنی کبریائی اور مستغنی از عبادت ہونے کے باوجود عبادت کا مستحق بھی وہی حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی طرف سے طریق عبادت کے پہنچانے والے ہیں اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے لائق بھی وہی عبادت ہے جو آنحضرت ﷺ کی تبلیغ کی جہت سے حاصل ہوئی ہے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ یہ دو کلمے وہ ہیں جن کے ذریعے نمازی کو فرض نماز کے ادا کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے جس کا ادا کرنا فلاح ونجات کا باعث ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ یعنی کسی کی عبادت اس کی پاک جناب کے لائق نہیں ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی وہی حق تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے اگرچہ کسی سے ان کی جناب پاک کے لائق عبادت ہو نہیں سکتی۔ شان نماز کی بزرگی ان کلمات کی بزرگی سے جو نماز کے اظہار کے لئے موضوع ہیں، سمجھنی چاہئے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ترجمہ ع بہار جیسی ہو ویسا ہی سال ہوتا ہے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الْمُفْلِحِيْنَ بِحُرْمَةِ سيدالمرسلين عليه وعليهم الصلوٰة والتسليمات یا اللہ تو سید المرسلین ﷺ کے طفیل ہم کو خلاصی پانے والے نمازیوں میں سے بنا۔

## مکتوب (۳۰۴)

ان اعمال صالحہ کے بیان میں کہ اکثر آیات قرآنی میں بہشت میں داخل ہونا ان پر موقوف رکھا ہے اور شکر کے ادا کرنے کے بیان میں اور نماز کے بعض اسرار اور معانی کے بیان میں مولانا عبدالحی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

خدا تجھے سعادت مند کرے حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ مدت سے فقیر کو اس بات کا تردد تھا کہ ان اعمال صالحہ سے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اکثر آیات قرآنی میں ان پر بہشت میں داخل ہونا موقوف رکھا ہے۔ آیا تمام اعمال صالحہ مراد ہیں یا بعض اگر تمام اعمال صالح مراد ہیں تو یہ امر بہت مشکل ہے کیونکہ تمام اعمال صالحہ کے بجالانے کی توفیق شاید ہی کسی کو حاصل ہوئی ہو اور اگر بعض مراد ہیں تو مجہول اور نامعلوم ہیں ان کا تعین کسی کو معلوم نہیں۔ آخر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے دل میں آیا کہ اعمال صالحہ سے مراد شاید اسلام کے پانچ ارکان ہیں جس پر اسلامی کی بنیاد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے۔ اگر اسلام کے یہ اصول پنجگانہ کامل طور پر ادا ہو جائیں تو امید ہے کہ نجات و فلاح حاصل ہو جائے گی کیونکہ یہ ہی حد ذاتہ اعمال صالحہ ہیں اور تمام برائیوں اور منکرات سے روکنے والے ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرْ (نماز تمام بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے) اس مطلب پر شاہد ہے اور جب اسلام کے ان پنجگانہ ارکان کا بجالانا میسر ہو گیا تو امید ہے کہ شکر بھی ادا ہو گیا اور جب شکر ادا ہو گیا تو گویا عذاب سے نجات مل گئی۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (اگر تم اس کا شکر ادا کرو اور ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔)

پس ان پنجگانہ ارکان کے بجالانے میں جان سے کوشش کرنی چاہیئے۔ خاص کر نماز کے قائم کرنے میں جو دین کا ستون ہے۔ حتی المقدور اس کے آداب میں سے کسی ادب کے ترک کرنے پر راضی نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر نماز کو کامل طور پر ادا کر لیا تو گویا اسلام کا اصل عظیم حاصل ہو گیا اور خلاصی کے واسطے حبل متین یعنی مضبوط رسی مل گئی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقْ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ نماز میں تکبیر اولیٰ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ عابدوں کی عبادت اور نمازیوں کی نماز سے مستغنی اور برتر ہے اور وہ تکبیریں جو ارکان کے بعد ہیں وہ اس امر کی رموز و اشارات ہیں کہ یہ رکن جو ادا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عبادت کے لائق نہیں ہے کوع کی تسبیح میں چونکہ تکبیر کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے آخر رکوع میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا برخلاف دونوں سجدوں کے کہ باوجود ان کی تسبیحوں کے اول و آخر تکبیر کہنے کا امر کیا ہے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ سجود میں نہایت فروتنی اور پستی اور نہایت ذلت و انکسار ہے۔ حق عبادت ادا ہو جاتا ہے اور اسی وہم کے دور کرنے کے لئے سجود کی تسبیح میں لفظ اعلیٰ کو اختیار کیا اور تکبیر کا تکرار بھی مسنون ہوا اور چونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس لئے آخر نماز میں ان کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا جن کے ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں مشرف ہوئے تھے۔ پس نمازی کو چاہیئے کو نماز کو اپنا معراج بنائے اور نہایت قرب نماز میں حاصل کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَقْرَبُ مَایَکُوْنَ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِیْ الصَّلٰوۃِ سب سے زیادہ قرب جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے، وہ نماز میں ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اور نماز کے ادا کرتے وقت حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کر کے حق تعالیٰ کا رعب و ہیبت اس پر چھا جاتا ہے اس لئے اس کی تسلی کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



۱۰ اسلئے نماز کو دو سلاموں پر ختم کرنے کا امر فرمایا۔

اور یہ جو حدیث نبوی میں ہر فرض کے بعد سو دفعہ تسبیح اور تحمید اور تکبیر و تہلیل کا حکم ہے۔ فقیر کے علم میں اس کا بھید یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو قصور و کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ اس کی تلافی تسبیح و تکبیر کے ساتھ کی جائے اور اپنی عبادت کے ناتمام اور نالائق ہونے کا اقرار کیا جائے اور جب حق تعالیٰ کی توفیق سے عبادت کا ادا کرنا میسر ہو جائے تو اس نعمت کی حمد و شکر بجالانا چاہئے اور حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو عبادت کا مستحق نہ بنانا چاہیے۔

جب نماز اس طرح شرائط و آداب کے ساتھ ادا ہو جائے اور بعد ازاں نہ بدل سے ان کلمات طیبہ کے ساتھ تقصیر و کوتاہی کی تلافی کی جائے اور توفیق عبادت کی نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو مستحق عبادت نہ بنایا جائے تو امید ہے کہ وہ نماز حق تعالیٰ کے نزدیک قبول کے لائق ہوگی اور وہ نمازی عذاب سے نجات پا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الْمُفْلِحِيْنَ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین ﷺ کے طفیل خلاصی پانے والے نمازیوں میں سے بنا۔

## مکتوب (۳۰۵)

نماز کے اسرار اور مبتدی اور عامی اور منتہی کی نماز کے درمیان فرق اور اس کے مناسب بیان میں میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

خدا تجھے ہدایت دے! تجھے واضح ہو کہ نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض اور واجبات اور سنت و مستحب جن کی تفصیل کتب فقہ میں بیان ہو چکی ہے، سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام و کامل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی انہی چار امور میں مندرج ہے اور دل کا خشوع اور خضوع اور حضور بھی انہی پر وابستہ ہے۔

بعض لوگ ان امور کی صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کرتے ہیں۔ اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔

بعض لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن اعمال ادبیہ جوارح میں کم مشغول ہوتے ہیں اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ لوگ نماز کے کمال کو غیر نماز سے ڈھونڈتے ہیں کیونکہ حضور قلب کو نماز کے احکام سے نہیں جانتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحَضُوْرِ الْقَلْبِ نماز حضور قلب کے سوا کامل نہیں ہوتی۔

ممکن ہے کہ اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان امور اربعہ کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے تا کہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو اور اس حضور کے سوا اور کوئی حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا۔

**سوال:** جب نماز کا تمام اور کامل ہونا ان امور اربعہ کے بجالانے پر موقوف ہے اور ان کے سوا اور کوئی امر نماز کے کامل کرنے میں ملحوظ نہیں ہے تو پھر مبتدی اور منتہی اور عامی کی نماز میں جبکہ ان امور کو ملحوظ رکھ کر ادا کی جائے، کیا فرق ہے؟

**جواب:** فرق عامل کی جہت سے ہے نہ کہ عمل کی جہت سے۔ ایک ہی عمل کا اجر عامل کے تفاوت کے باعث متفاوت ہوتا ہے۔ مثلاً وہ عمل جو کسی مقبول اور محبوب عامل سے وقوع میں آئے۔ اس کا اجر اس کے اجر سے کئی گنا زیادہ ہوگا جو اس عامل کے سوا کسی غیر کے اسی عمل پر مترتب ہو کیونکہ جس قدر عامل کا قدر عظیم ہوگا، اسی قدر اس کے عمل کا بھی اجر زیادہ تر ہوگا۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ عارف کا ریائی عمل مرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے اور پھر کس طرح بہتر نہ ہو جبکہ عارف کا عمل سراسر اخلاص سے بھرا ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ سَھْوَ مُحَمَّدٍ کہ کاش میں حضرت محمد ﷺ کا سہو ہی ہو جاتا، گویا ان کی آرزو یہی تھی کہ ہمہ تن آنحضرت ﷺ کا سہو ہو جائیں۔ پس اپنے تمام احوال و اعمال کو آنحضرت ﷺ کے عمل سہو سے کم جانتے ہیں اور آرزو کرتے اور چاہتے ہیں کہ اپنی تمام نیکیاں آنحضرت ﷺ کے سہو ہی کے برابر ہو جائیں اور آنحضرت ﷺ کا سہواً عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چارگانہ فرض نماز کی دو رکعتوں پر بھول کر سلام پھیر دیا جیسا کہ مروی ہے۔

پس منتہی کی نماز پر دنیاوی نتائج اور ثمرات کے باوجود آخرت کا بڑا بھاری اجر بھی مترتب ہے۔ برخلاف نماز مبتدی اور عامی کے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نماز کی چند خصوصیتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان سے قیاس کر لیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز میں قرآن کے پڑھنے اور تسبیحات وتکبیرات کے کہنے کے وقت اپنی زبان شجرہ موسوی کی طرح معلوم کرتا ہے اور اپنے قویٰ اور اعضاء کو آلات اور وسائل جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز کے ادا کرتے وقت باطن وحقیقت ظاہر وصورت سے پورے طور پر تعلق توڑ کر عالم غیب کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں اور غیب کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت حاصل کر لیتے ہیں۔ ان نماز سے فارغ ہو کر پھر اصل سوال کے جواب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ امور اربعہ مذکورہ کا پورے طور پر بجالانے کی توفیق کم حاصل ہوتی ہیں اگرچہ ممکن اور جائز ہے۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ (نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

## مکتوب (۳۰۶)

حقائق آگاہ معارف دستگاہ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ والغفران اور مخدوم زادہ خرد مرحوم ومغفور محمد فرخ ومحمد عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہم کے بعض مناقب وکمالات کے ذکر میں اور اس مکتوب کے خاتمہ میں ارباب ولایت کی فنا کا بیان ہے اور اس بیان میں کہ قرب نبوت میں یہ فنا کچھ درکار نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں، مولانا محمد صالح کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اخی محمد صالح نے اہل سرہند کے واقعات کو سن لیا ہوگا۔ میرے فرزند اعظم رضی اللہ عنہ نے بمعہ اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ ومحمد عیسیٰ رضی اللہ عنہما کے آخرت کا سفر اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس نے اول باقی ماندہ کو صبر کی قوت عطا فرمائی اور پھر مصیبت وبلا کو نازل فرمایا کسی نے کیا اچھا کہا ہے ۔

| | |
|---|---|
| من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری | کہ خوش بود عزیزاں تحمل وخواری |
| ترجمہ: ستائے لاکھ تو مجھ کو پھروں گا میں نہ کبھی | پیارے یاروں کی سختی بہت ہے لگتی بھلی |

میرا فرزند مرحوم حق تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے ایک رحمت تھا۔ چوبیس برس کی عمر میں اس نے وہ کچھ پایا کہ شاید ہی کسی کے نصیب ہو۔ پایہ مولویت اور علوم نقلیہ اور عقلیہ کی تدریس کو حد کمال تک پہنچایا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف وغیرہ کے پڑھانے میں اعلیٰ ملکہ رکھتے ہیں اور معرفت وعرفان کی حکایات اور شہود وکشوف کے قصے بیان سے باہر ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آٹھ برس کی عمر میں اس قدر مغلوب الحال ہو گیا تھا کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ ان کے حال کی تسکین کیلئے بازاری طعام سے جو مشکوک ومشتبہ ہوتا ہے۔ معالجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو محبت مجھے محمد صادق کے ساتھ ہے اور کسی کے ساتھ نہیں اور ایسے ہی جو محبت اس کو ہمارے ساتھ ہے کسی کے ساتھ نہیں۔ اس کلام سے اس کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہئے۔ ولایت موسوی کو نقطہ آخرت تک پہنچایا اور اس ولایت علیہ کے عجائب وغرائب بیان کیا کرتا تھا اور ہمیشہ خاضع اور خاشع اور ملتجی اور متضرع اور متذلل اور منکسر رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہر ایک ولی نے اللہ تعالیٰ سے ایک نہ ایک چیز طلب کی ہے۔ میں نے التجا اور تضرع طلب کی ہے۔

محمد فرخ کی نسبت کیا لکھا جائے۔ گیارہ سال کی عمر میں طالب علم اور کافیہ خواں ہو گیا تھا اور بڑی سمجھ سے سبق پڑھا کرتا تھا اور ہمیشہ آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور کانپتا رہتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ بچپن ہی میں دنیائے کمینی کو چھوڑ جائے تا کہ عذاب آخرت سے خلاصی ہو جائے۔ مرض موتمیں جو یار اس کے بیمار پرسی کو آتے تھے۔ بہت عجائب وغرائب اس سے مشاہدہ کرتے تھے اور محمد عیسیٰ سے آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے اس قدر خوارق وکرامات دیکھے کہ بیان سے باہر ہیں۔ غرض قیمتی موتی تھے جو امانت کے طور پر ہمارے سپرد کئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ بلا جبر واکراہ امانت والوں کی امانت ادا کردی گئی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَا بَعْدَھُمْ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ (یا اللہ تو ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ کیجیو اور ان کے بعد فتنہ میں نہ ڈالیو بحرمتہ سید المرسلین ﷺ۔

از ہر چہ میر ود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ: تمام باتوں سے بہتر ہیں یار کی باتیں

جاننا چاہئے کہ فنا جو ماسوائے حق کے نسیان سے مراد ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ماسوائے حق کی محبت وگرفتاری دور ہو جائے گی کیونکہ جب اشیاء کی ذاتیں اور صفتیں اور افعال دید ودانش سے زائل ہو جائیں گے۔ ان کی محبت وگرفتاری بھی زائل ہو جائے گی۔ طریق ولایت میں ماسوی اللہ کا نسیان ضروری ہے تا کہ ماسوائے حق کی گرفتاری دور ہو جائے لیکن قرب نبوت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مدارج میں اشیاء کی گرفتاری اور محبت کے دور کرنے کے لئے اشیاء کا نسیان درکار نہیں کیونکہ قرب نبوت میں اصل کی گرفتاری جوفی حد ذاتہٖ حسن جمیل ہے۔ اشیاء کی گرفتاری کا جوفی نفسہٖ قبیح اور غیر مستحسن ہیں۔ نام ونشان نہیں رہنے دیتی۔ خود اشیاء فراموش ہوں یا نہ ہوں کیونکہ اشیاء کے علم میں اشیاء کی گرفتاری کے باعث جو حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف روگردانی کا موجب ہے ذم کی وصف حاصل کر لی ہے جب اشیاء کی گرفتاری زائل ہوگئی۔ اشیاء کا علم مذموم نہ ہوگا اور کس طرح مذموم ہو جبکہ اشیاء سب کے سب حق تعالیٰ کی معلوم ہیں اور ان سب کا علم صفات کاملہ میں سے ہے۔ اگر کہیں کہ جب ماسوی اللہ کا علم زائل نہیں ہوتا تو پھر حق تعالیٰ کا علم اور ماسوائے حق کا علم ایک وقت میں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ پس ماسوی اللہ کا نسیان ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ علم جس کا اشیاء کے ساتھ تعلق ہے۔ علم حصولی کی قسم سے ہے اور وہ علم کہ جس کا تعلق حق تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ ہے، علم حضوری کے مشابہ ہے۔

پس ہر دو علم ایک وقت میں جمع ہو جائیں گے اور کوئی محذور ومحال لازم نہیں آئے گا۔ محال اس وقت لازم آتا ہے جبکہ دونوں علم حصولی ہوں اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علم حصولی کی قسم سے ہے اور علم حضور کے مشابہ ہے وہ اس واسطے کہا ہے کہ وہاں نہ تو حصول کی حقیقت ہے اور نہ ہی حضور کی گنجائش ہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا علم جو اشیاء کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ حصولی نہیں ہے کیونکہ حوادث کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں حلول وحصول نہیں ہے اور اس عارف کا علم اس علم کا ایک پرتو ہے اور اس علم کو بھی کہ جس کا تعلق حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ حضوری نہیں کہہ سکتے کیونکہ حق تعالیٰ مدرکہ سے اس کے اپنے نفس سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ علم حضوری کو اس علم کے ساتھ وہی نسبت ہے جو علم حصولی کو علم حضوری کے ساتھ ہے۔ یہ معرفت عقل وفکر کے طور سے باہر ہے۔

مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ جس نے مزہ ہی نہیں چکھا، وہ کیا جانے۔

پس ثابت ہوا کہ اشیاء کا علم حق تعالیٰ کے علم کے منافی نہیں ہے۔ پس اشیاء کا نسیان کچھ ضروری نہیں۔ برخلاف طریق ولایت کے کہ وہاں اشیاء کی گرفتاری کا زائل ہونا اشیاء کے نسیان کے سوا متصور نہیں کیونکہ ولایت میں ظلال کے ساتھ گرفتاری ہوتی ہے اور ظلال کی گرفتاری میں اس قدر قوت نہیں کہ اشیاء کے علم کے باوجود اشیاء کی گرفتاری کو زائل کر سکے۔ پس اول نسیان کا ہونا ضروری ہے تاکہ گرفتاری زائل ہو جائے۔ یہ وہ معرفت ہے جو اس درویش ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی اور نے اس کی نسبت کوئی کلام نہیں کی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق امر لے کر آئے ہیں۔)

# مکتوب (۳۰۷)

کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ اور اس کے مناسب بیان میں مولانا عبدالواحد لاہوری کی طرف صادر کیا ہے۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ عابد عبادت کے ادا کرتے وقت جو حسن و جمال اپنی عبادت میں معلوم کرتا ہے وہ سب حق تعالیٰ کی توفیق کی طرف راجع ہے اور اس کے حسن تربیت اور احسان سے ہے اور جو قصور و ناتمامی اپنی عبادت میں پاتا ہے۔ وہ سب اس کے اپنے نفس کی طرف عائد ہے اور اس کی پیدائشی شرارت سے پیدا ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف کسی قسم کا قصور و نقص راجع نہیں ہے وہاں سب خیر و کمال ہی ہے۔ اسی طرح جو کچھ عالم میں واقع ہوتا ہے۔ اس کا حسن و کمال حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف راجع ہے اور اس کا شر و نقص دائرہ ممکنات کی طرف عائد ہوتا ہے جو عدم میں کہ ہر شر و نقص کا منشاء ہے، قدم راسخ رکھتا ہے۔ کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ بہت اچھی طرح سے ان دو امروں کو بیان کرتا ہے اور ان امور سے جو حق تعالیٰ کی پاک جناب کے لائق نہیں ہیں یعنی شرور و نقائص سے حق تعالیٰ کی کمال تنزیہہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے اور حق تعالیٰ کے صفات و افعال جمیلہ اور اس کے انعامات و احسانات جزیلہ پر شکر کو حمد کی عبارت میں جو ہر شکر کی اصل ہے۔ ادا کرتا ہے۔

اسی سبب سے حدیث نبوی (صلی اللہ وآلہ وسلم) میں آیا ہے کہ جو کوئی اس کلمہ طیبہ کو دن میں یا رات میں سو بار کہے کوئی عمل دن کا یا رات کا اس کے برابر نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کے برابر اسی کلمہ طیبہ کو کہے اور کس طرح برابر ہو سکے جبکہ ہر ایک عمل و عبادت جو حق تعالیٰ کے شکروں میں سے کسی شکر کا ادا کرنا ہے۔ اس کلمہ طیبہ کے ایک ہی جزو سے ادا ہو جاتا ہے اور اس کا دوسرا جزو جو حق تعالیٰ کی تنزیہی و تقدیس کا بیان ہے۔ علیحدہ ہے۔

پس آپ کو چاہئے کہ ہر دن میں اس کلمہ طیبہ کو سو دفعہ کہا کریں۔ وَاللہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

**سوال:** حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے۔ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ اور یہ بھی آیا ہے سُبْحَانَ اللہِ مِلاءَ الْمِیْزَان اور یہ بھی آیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَضْعَافَ مَا حَمِدَہٗ جَمِیْعُ خَلْقِہٖ اور کہنے والے نے ایک دفعہ سے زیادہ نہیں کہا اور ایک فرد کے سوا عدد وقوع میں نہیں آیا۔ پھر اس کو عَدَدَ خَلْقِہٖ کس اعتبار سے کہیں اور رِضَا نَفْسِہٖ کس معنی سے کہیں اور زِنَۃَ عَرْشِہٖ کس طرح ہوگا اور مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ کس طرح درست ہوگا اور میزان کو کیسے پر کرے گا اور اَضْعَافَ مَاحَمِدَہٗ جَمِیْعُ خَلْقِہٖ کس معنی سے کہا جائے گا۔

**جواب** : میں کہتا ہوں کہ انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع ہے جو کچھ عالم خلق اور عالم امر میں ہے۔ انسان میں شے زائد کے ساتھ موجود ہے اور وہ اس کی ہیئت وحدانی ہے جو خلق وامر کی ترکیب سے پیدا ہوئی ہے اور یہ ہیئت وحدانی انسان کے سوا کسی اور میسر نہیں ہوئی اور یہ ہیئت ایک غریب اعجوبہ اور عجیب نمونہ ہے۔ پس وہ حمد جو انسان سے وقوع میں آئے گی۔ تمام خلائق کے حمد سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ اسی قیاس پر دوسرے سوالات کا جواب سمجھ لو۔

پس تمام خلق سے مراد انسان کے ماسوا کو سمجھنا چاہئے اور اگر انسان کو بھی اس میں داخل کر لیں تو میں کہتا ہوں کہ انسان کامل جس طرح تمام افراد عالم کو اپنے اجزاء معلوم کرتا ہے۔ انسان کو بھی اسی طرح اپنے اجزاء معلوم کرتا ہے اور اپنے آپ کو سب کا کل جانتا ہے۔ اس صورت میں اپنی حمد کو تمام جہان کی حمد سے کئی گنا زیادہ معلوم کرتا ہے اور نیز تمام افراد انسانی کی حمد سے بھی اپنی حمد کو کئی گنا زیادہ پائے گا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلٰوۃِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفی ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۳۰۸)

حدیث نبوی ﷺ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ عِنْدَالرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ (دو کلمے ہیں جو زبان پر خفیف ہیں اور میزان میں بھاری ہیں اور اللہ کے نزدیک محبوب ہیں وہ ''سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ'' ہیں) کے معنی کے بیان میں مولانا فیض اللہ پانی پتی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خدا تجھے ہدایت دے۔ جاننا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھارے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے اور محبوب ہیں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

زبان پر ان کے ہلکا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حروف کم ہیں اور میزان میں بھارے ہونے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کلمہ کا پہلا جزو ظاہر کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ان تمام باتوں سے جو اس کی پاک بارگاہ کے لائق نہیں ہے، منزّہ ہے اور اس کی جناب کبریا نقص کے صفات اور حدوث و زوال کے تمام نشانات سے برتر اور پاک ہے اور اسی کلمہ کا دوسرا جزو ثابت کرتا ہے کہ تمام صفات کمال اور شیوانات جمال حق تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ خواہ وہ صفات وشیونات فضائل سے ہوں یا فواضل سے اور دونوں جزوؤں میں اضافت استغراق کیلئے ہے تاکہ تمام تقدیسات و تنزیہات اور تمام صفات کمال و جمال حق تعالیٰ ہی کیلئے ثابت ہونے کا افادہ دے اور دوسرے کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ عظمت و کبریا حق تعالیٰ ہی کیلئے ثابت کرنے کے باوجود تمام تنزیہات و تقدیسات اسی کی طرف راجع ہیں اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نقائص حق تعالیٰ سے اس کی عظمت و کبریا ہی کے باعث مسلوب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کلمے میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں۔

اور نیز تسبیح توبہ کی کنجی بلکہ توبہ کا زبدہ اور خلاصہ ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے بعض مکتوبوں میں تحقیق کیا ہے۔ گویا تسبیح گناہوں کے محو ہونے اور برائیوں کے معاف ہونے کا وسیلہ ہے تو اس صورت میں بھی یہ کلمے میزان میں بھارے اور نیکیوں والے پلے کو جھکانے والے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارے ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ عفو کو دوست رکھتا ہے اور نیز جب تسبیح اور حمد کرنے والا حق تعالیٰ کی پاک جناب کو ان تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں۔ منزّہ اور مبرّا ظاہر کرتا ہے اور تمام صفات کمال اور جمال کو اسی کیلئے ثابت کرتا ہے تو امید ہے کہ وہ کریم و وہاب جل شانہ بھی تسبیح پڑھنے والے کو تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں پاک کرے گا اور حمد کرنے والے میں صفات کمال ظاہر کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہوں گے کیونکہ ان کے تکرار کے سبب سے گناہ دور ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوں گے کیونکہ ان کے ذریعے اخلاق حمیدہ حاصل ہوتے ہیں۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۳۰۹)

رات اور دن کے محاسبہ کے بیان میں جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (پیشتر اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اپنا حساب کرلو) مولانا حاجی محمد فرکیتی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اکثر مشائخ قدس سرہم نے محاسبہ کا طریق اختیار کیا ہے۔ یعنی رات کو سونے سے پہلے اپنے افعال واقوال کے دفتر کو ملاحظہ کرتے ہیں اور مفصل طور پر ہر ایک کی حقیقت میں غور کرتے ہیں اور توبہ واستغفار اور التجا وتضرع کے ساتھ اپنے گناہوں اور قصوروں کا تدارک کرتے ہیں اور اپنے اعمال وافعال صالحہ کو حق تعالیٰ کی توفیق کی طرف رجوع کر کے حق تعالیٰ کی حمد وشکر بجالاتے ہیں۔

فتوحات مکی والا بزرگ قدس سرہ محاسبہ کرنے والوں میں سے ہوا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں اپنے محاسبہ میں دوسرے مشائخ سے بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی نیتوں اور خطرات کا بھی محاسبہ کرلیا۔

فقیر کے نزدیک سونے سے پہلے سو بار تسبیح وتحمید وتکبیر کا کہنا جس طرح کہ حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ محاسبہ کا حکم رکھتا ہے اور محاسبہ کا کام کردیتا ہے۔ گویا کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو توبہ کی کنجی ہے۔ اپنی برائیوں اور تقصیروں سے عذر خواہی کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کو ان باتوں سے جن کے باعث ان برائیوں کا مرتکب ہوا ہے۔ منزہ اور مبرا ظاہر کرتا ہے کیونکہ برائیوں کے مرتکب کو اگر حضرت امر ونہی یعنی حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عظمت وکبریا ملحوظ اور مدنظر ہوتی تو حق تعالیٰ کے امر کے برخلاف کرنے میں ہرگز دلیری نہ کرتا اور جب اس نے برے کام پر دلیری کی تو معلوم ہوا کہ مرتکب کے نزدیک حق تعالیٰ کے امر ونہی کا کچھ اعتبار اور شمار نہ تھا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ۔ پس اس کلمہ تنزیہہ کے تکرار سے اس تقصیر کی تلافی کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ استغفار میں گناہ کے ڈھانپنے کی طلب پائی جاتی ہے اور کلمہ تنزیہ کے تکرار میں گناہوں کی بیخ کنی کی طلب ہے۔ فَاَیْنَ ھٰذَا مِنْ ذٰلِکَ (یہ اس کے برابر کس طرح ہوسکتا ہے) سبحان اللہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اس کے الفاظ نہایت ہی کم ہیں لیکن اس کے معانی اور منافع بکثرت ہیں اور کلمہ تمجید کے تکرار سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی پاک بارگاہ اس بات سے بہت ہی بلند ہے کہ یہ عذر خواہی اور یہ شکر اس کے لائق ہو کیونکہ اس کی عذر خواہی اور استغفار بہت سی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عذر خواہی اور استغفار کی محتاج ہے اور اس کی حمد اس کے اپنے نفس کی طرف راجع ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَام" عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پاک ہے رب تیرا جو بڑی عزت والا ہے۔ لوگوں کی توصیف سے اور سلام ہے او پر مرسلین کے اور حمد ہے اللہ رب العالمین کیلئے۔)

محاسبہ کرنے والے شکر اور استغفار پر کفایت کرتے ہیں لیکن ان کلمات قدسیہ میں استغفار کا کام بھی ہو جاتا ہے اور شکر بھی ادا ہو جاتا ہے اور نیز استغفار اور شکر کے نقص کا اظہار بھی میسر ہو جاتا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (یا اللہ تو ہم سے قبول کر تو سننے اور جاننے والا ہے) وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الطَّاهِرِیْنَ وَبَارِکْ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

# مکتوب (۳۱۰)

انسان کی جامعیت اور بعض ان پوشیدہ اسرار کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مولانا محمد ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ جو انسان میں کمالات ہیں سب مرتبہ وجوب تعالت وتقدست سے مستفاد ہیں۔ اگر علم ہے تو وہ بھی اس مرتبہ کے علم سے مستفاد ہے اور اگر قدرت ہے تو اسی مرتبہ کی قدرت سے ماخوذ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر مرتبہ کا کمال اس مرتبہ کے اندازہ کے موافق ہے۔ انسان کے علم کو واجب تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو مردہ کو جو لاشے محض ہے اس زندہ کے ساتھ نسبت ہے جس نے حیات ابدی سے زندگی پائی ہو۔ اسی طرح انسان کی قدرت کو واجب تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو عنکبوت کو کہ اپنے گھر کو بناتا رہتا ہے۔ اس شخص کے ساتھ نسبت ہے جس کی ایک ہی پھونک سے زمین وآسمان و پہاڑ اور دریا پارہ پارہ ہو کر گرد کی طرح اڑ جائیں۔ دوسرے کمالات کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ یہ فرق بھی میدان عبارت کی تنگی کے باعث بیان کیا گیا ہے ورنہ۔ ع

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

پس انسان کے کمالات مرتبہ وجوب کے کمالات کی صورت میں ہیں اور ان کمالات نے اس مرتبہ کے کمالات سے مشارکت اسمی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اسی سبب سے ہے اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے معنی اس بیان سے ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ جو کچھ نفس میں ہے خواہ صورت ہی ہو وہی ہے جس کی حقیقت مرتبہ وجوب میں حاصل ہے۔ اس بیان سے انسان کی خلافت کے راز کو معلوم کرنا چاہئے کیونکہ شے کی صورت شے کا خلیفہ ہوتی ہے۔ اس مقام پر زندیقوں اور مجوسیوں نے گمان کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے اور بیوقوفی سے انسان کے قویٰ اور اعضاء کو حق تعالیٰ کے لئے ثابت کیا ہے۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں) یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں صورت وغیرہ کا اطلاق کرنا تشبیہ و تمثیل کی قسم سے ہے نہ کہ تحقیق و تثبیت کے طور پر کیونکہ اس صورت کی حقیقت ترکیب اور تبعض اور تجزی یعنی جز و جز ہونا چاہتی ہے جو وجوب کے منافی اور قدم کے مانع ہے۔ قرآن کی آیات متشابہات بھی ظاہر سے مصروف اور تاویل پر محمول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اس تاویل کو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک متشابہ بھی تاویل پر محمول اور ظاہر سے مصروف ہیں اور علمائے راسخین کو بھی اس تاویل کا علم عطا فرماتا ہے جس طرح کہ علم غیب پر جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اپنے خاص رسولوں کو اطلاع بخشتا ہے۔ اس تاویل کو تو اس طرح خیال نہ کرے جس طرح کہ ید کی تاویل قدرت سے اور وجہ کی تاویل ذات سے کرتے ہیں۔ حاشا و کلا بلکہ وہ تاویل ان اسرار میں سے ہے جن کا علم اخص خواص کو عطا فرماتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ فتوحات مکی والے اور اس کے تابعداروں نے کہا ہے کہ جس طرح واجب تعالیٰ کی صفات عین ذات ہیں۔ اسی طرح یہ صفات بھی ایک دوسرے کی عین ہیں۔ مثلاً علم جس طرح کہ عین ذات ہے۔ اسی طرح عین قدرت اور عین ارادت اور عین سمع اور عین بصر بھی ہے۔ باقی صفات کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔ یہ بات بھی فقیر کے نزدیک صواب سے دور ہے کیونکہ اس بات سے صفات زائدہ کے وجود کی نفی لازم آتی ہے جو اہلسنّت و جماعت کے مذہب کے برخلاف ہے کیونکہ صفات ثمانیہ یا سبعہ ان بزرگواروں کی رائے کے موافق خارج میں موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ واجب تعالیٰ کی ذات و صفات کی عینیت کا وہم ان کو اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ انہوں نے اس مقام کے تغایر و تباین کو اس مقام کے تغایر و تباین کی طرح خیال کیا ہے اور جب اس تغایر و تباین کو اس تغایر و تباین کی طرح ہماری ذات و صفات میں نہ پایا اور اس مقام کے تمائز کو اس مقام کے تمائز کے مانند نہ دیکھا تو اس لئے تغایر و تمائز کی نفی کر دی اور ایک دوسرے کی عینیت کے قائل ہو گئے اور یہ نہ جانا کہ اس مقام کا تغایر و تمائز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



واجب تعالیٰ کی ذات وصفات کی طرح بیچون وبیچگون ہے اور اس تمائز کو اس تمائز کے ساتھ صورت واسم کے سوا اور کوئی نسبت نہیں۔ پس تبائن وتمائز اس مقام میں ثابت ہے لیکن اس کے ادراک سے عاجز ہیں۔ یہ نہیں کہ جس چیز کا ہم ادراک نہ کر سکیں اس کی نفی کر دیں اور اہل حق کے مخالف ہو جائیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

## مکتوب (۳۱۱)

اسرار غامضہ اور حقائق نادرہ کو رمز واشارہ کے طور پر بیان کرنے میں مظہر فیض الٰہی ومنبع اسرار نامتناہی مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے۔

یہ اسرار حروف مقطعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو قرآن کی آیات متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل سے علماء راسخین کو اطلاع دی ہے۔ اَللّٰهُمَّ میں بیت

| | |
|---|---|
| بائے دو چشمی است مربے ما | ہمچو الف رب حبیب خدا |
| لام مربی خلیل اللہ است | میم ز تدبیر کلیم اللہ است |

ترجمہ:

| | |
|---|---|
| بائے دو چشمی کو سمجھ رب ہمارا | جیسے ہے الف رب حبیب خدا |
| لام ہے رب خلیل اللہ کا | میم ہے رب کلیم اللہ کا |

حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاروبار کا مبدء الف کی حقیقت ہے اور اس حقیر کے معاملہ کا مبدء بھی تبعیت ووراثت کے طور پر بھی الف کی حقیقت ہے لیکن حضرت کلیم اللہ کی بازگشت میم کی حقیقت کی طرف ہے اور اس حقیر کی بازگشت ہائے دو چشمی ہے۔ اب میرا مرجع ومقام بھی ہائے کی حقیقت ہے۔ یہ حقیقت وہی ہے جس کو غیب ہویت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ حقیقت رحمت کا خزانہ ہے جو دنیا میں فراخ کیا ہوا ہے اور ننانوے حصے رحمت کے جو آخرت کے لئے ذخیرہ کئے ہوئے ہیں۔ ان سب کا مستقر اور مستودع یہی حقیقت ہے۔ گویا اس کا ایک چشمہ دنیا کی رحمت کا خزانہ ہے اور اس کا دوسرا چشمہ آخرت کی رحمت کا گنجینہ ہے۔ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کی صفت کی اس حقیقت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس مقام میں جمال حرف کا ظہور ہے جس میں جلال کی ذرہ ملاوٹ نہیں۔ دوستوں کو دنیا میں جو محنت واندوہ دیتے ہیں۔ یہ جمالی تربیت ہے جو جلال کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے اور دشمنوں کو دنیا میں جو نعمت وسرور دیتے ہیں۔ یہ جلال کا ظہور ہے جو جمال کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا مکر ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا اکثر کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو اسی سے ہدایت دیتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کاروبار کا مبدء وہ حقیقت ہے جو الف کی حقیقت سے برتر ہے اور ایسے ہی حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء وہی حقیقت فوقانی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت خاتم الرسل کی حقیقت اس حقیقت کا اجمال ہے اور حضرت خلیل کے مبدء لی حقیقت کی تفصیل اور حضرت خاتم الرسل کی بازگشت الف کی حقیقت ہے اور حضرت خلیل کی بازگشت لام کی حقیقت ہے چونکہ اجمال کی وحدت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس واسطے الف کی طرف مراجعت میسر ہوئی جو وحدت کے قریب ہے اور تفصیل کو چونکہ کثرت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس واسطے لام کی طرف بازگشت حاصل ہوئی جو کثرت کے نزدیک ہے۔

پس حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مبدء تعین میں شریک ہیں اور معاد ومرجع میں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام وہ صلوٰۃ وبرکت جو حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ وبرکت کی مانند ومماثل ہے۔ سوال کرتے ہیں اور وہ اہیہ میں کہ جن کا رتبہ صفات کے رتبہ سے برتر ہے۔ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اسم مبارک اللہ ہے اور اس حقیر کا رب اسم مبارک رحمٰن ہے چونکہ اس حقیر کو بلحاظ مبدء کے حضرت کلیم کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس لئے بہت سی برکتیں اس حضرت سے اس حقیر کو پہنچی ہیں۔ اگرچہ اس فقیر کی ولایت موسوی ولایت نہیں ہے لیکن اس ولایت کی برکات سے بھری ہوئی ہے اور اس راہ سے بہت سی ترقیات کی ہیں اور وہ استفادہ جو اس حقیر نے ولائت سے کیا ہے اس ولائت کے جمال کی راہ سے ہے اور میرے فرزند اعظم علیہ الرحمتہ کا استفادہ اس ولایت کے جلال کی راہ سے ہے۔ فقیر کی ولایت جو ولایت موسوی سے مستفاد ہے۔ اس مومن آدمی کی ولایت کے مشابہ ہے جو آل فرعون سے تھا اور میرے فرزند اعظم علیہ الرحمتہ کی ولایت فرعون کے ساحروں کی ولایت کے مانند ہے جو ایمان لائے تھے۔

# مکتوب (۳۱۲)

چند سوالوں کے جواب اور اشارہ سبابہ کی تحقیق اور جو کچھ اس بارے میں علماء حنفیہ کے نزدیک مختار ہے۔ اس کے بیان میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ کا صحیفہ شریفہ جو ملا محمود کے ساتھ ارسال کیا تھا، پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے پوچھا تھا کہ علماء کہتے ہیں کہ روضہ متبرکہ مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی زمین مکہ معظّمہ سے بزرگ تر ہے حالانکہ کعبہ معظّمہ کی صورت وحقیقت، صورت وحقیقت محمدیہ کے لئے مسجود ہے۔ پھر روضہ متبرکہ کی زمین کس طرح بزرگ تر ہوگی۔

میرے مخدوم! جو کچھ فقیر کے نزدیک اس بارے میں ثابت ہوا ہے۔ یہ ہے کہ تمام جگہوں سے بہتر جگہ کعبہ معظّمہ ہے۔ بعدازاں روضہ مقدسہ مدینہ بعدازاں حضرت مکہ حَرَسَهَا اللّٰهُ عَنِ الْآفَاتِ کے حرم کی زمین جن علماء نے روضہ متبرکہ کو مکہ معظّمہ سے بہتر کہا ہے ان کی مراد مکہ معظّمہ سے کعبہ مقدسہ کے سوا دوسری زمین ہوگی۔

نیز آپ نے اشارہ سبابہ کے جواز کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس بارے میں مولانا اعلم اللہ مرحوم کا رسالہ لکھا ہوا ارسال کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق عمل میں لائیں۔

میرے مخدوم! اشارہ سبابہ کے جواز کے بارے میں احادیث نبوی ﷺ بہت وارد ہیں اور فقہ حنفی کی بعض روایات بھی اس بارے میں آئی ہیں جیسا کہ مولانا نیا رسالہ میں لکھی ہیں اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کے جواز کی روایتیں اصول کی روایتوں اور ظاہر مذہب کے برخلاف ہیں۔

اور یہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اشارہ کیا کرتے تھے۔ اس واسطے ہم بھی اشارہ کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں جس طرح کہ نبی ﷺ رکھا کرتے تھے۔ پھر اس نے کہا ہے کہ یہ میرا اور ابوحنیفہ کا قول ہے۔ امام محمد شیبانی کا یہ قول روایات نوادر سے ہے نہ روایات اصول سے۔ جیسا کہ فتاویٰ غرائب میں ہے اور محیط میں اس طرح آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کریں یا نہ کریں۔ اصل میں امام محمد نے اس مسئلہ کو ذکر ہی نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اس میں بعض نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کریں اور بعض نے کہا کہ اشارہ کریں اور امام محمد نے روایت اصول کے سوا اور روایت میں ایک حدیث نبی ﷺ روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ اشارہ کرتے تھے۔ پھر امام محمد نے کہا ہے کہ یہ میرا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مستحب ہے۔ پھر کہا ہے کہ فقہاء نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اور سراجیہ میں اس طرح ہے کہ نماز میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے وقت سبابہ کا اشارہ مکروہ ہے اور یہی مختار ہے اور کبیری سے بھی اسی طرح روایت ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور جامع اور الرموز میں ہے کہ نہ اشارہ کرے اور نہ عقد کرے اور یہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ مضمرات اور ولواجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے اور ہمارے اصحاب سے روایت ہے کہ تاتارخانیہ سے خزمنۃ الروایات میں مذکور ہے کہ جب تشہد میں لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پر پہنچے، دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کرے لیکن امام محمد نے اصل میں اس کو ذکر نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہ اشارہ کرے اور اسی طرح کبیر میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے اور غاثیہ سے روایت ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے۔ یہی مختار ہے۔

جب روایات معتبرہ میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہو اور اس کی کراہت پر فتویٰ دیا ہو اور اشارہ وعقد سے منع کرتے ہوں اور اس کو اصحاب کا ظاہر اصول کہتے ہوں تو پھر ہم مقلدوں کو مناسب نہیں کہ احادیث کے موافق عمل کر کے اشارہ کرنے میں جرات کریں اور اس قدر علمائے مجتہدین کے فتویٰ کے ہوتے امر محرم اور مکروہ اور منہی کے مرتکب ہوں حنیفہ میں سے اس امر کا مرتکب دو حال سے خالی نہیں ہے یا جانتا ہے کہ علماء مجتہدین کو معروضہ احادیث کا علم نہ تھا جن سے اشارہ کا جواز ثابت ہوتا ہے یا یہ کہ ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے لیکن ان بزرگواروں کے حق میں ان احادیث کے موافق عمل پسند نہیں کرتا اور خیال کرتا ہے کہ انہوں نے احادیث کے برخلاف اپنی آراء کے موافق حرمت وکراہت کا حکم کیا ہے یہ دونوں شک فاسد ہیں۔ ان کو سوائے بیوقوف یا دشمن متعصب کے اور کوئی پسند نہیں کرتا اور یہ جو ترغیب الصلوٰۃ میں کہا ہے کہ تشہد میں انگشت شہادت کا اٹھانا علماء متقدم کی سنت ہے لیکن علماء متاخرین نے منع کیا ہے۔ اس واسطے کے جب رافضیوں نے اس میں مبالغہ کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سنی سے رافضی کی تہمت کا دور کرنا روایات معتبرہ کے مخالف ہے کیونکہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم مقدم ہے۔ پس عدم اشارہ علماء ما تقدم کی سنت ہے اور ترک کی وجہ تہمت کی نفی کا باعث نہیں ہے۔ ان اکابرین کے ساتھ ہمارا یہاں تک حسن ظن ہے کہ جب تک اس بارے میں حرمت یا کراہت کی دلیل ان پر ظاہر نہیں ہوئی۔ تب تک انہوں نے حرمت وکراہت کا حکم نہیں کیا جب سنت واستحباب کے ذکر کے بعد کہتے ہیں کہ یہ فقہاء نے ذکر کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگواروں کے نزدیک اس کی سنیت اور استحباب صحت کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نہیں پہنچا ہے بلکہ اس کے برخلاف ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ہم کو اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ امر ان بزرگواروں کے حق میں حرج وقدح کا موجب نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم اس دلیل کے برخلاف علم رکھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حل وحرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے۔اس بارے میں مجتہد کا ظن معتبر ہے۔مجتہدین کے دلائل عنکبوت یعنی مکڑی کی تار سے زیادہ سست کہنا بڑی جرات ودلیری کا کام ہے اور اپنے علم کو ان بزرگواروں کے علم پر ترجیح دینا حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل کرنا اور روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنا اور شاذ و نادر کہنا ہے۔ یہ بزرگوار عہد کے قریب ہونے اور علم وورع اور تقویٰ کے زیادہ حاصل ہونے کے باعث احادیث کو ہم دور افتادوں کی نسبت بہتر جانتے تھے اور ان کی صحت وسقم اور نسخ اور عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے اور ان احادیث کے موافق عمل کے ترک کرنے میں کوئی نہ کوئی وجہ موجہ ضرور رکھتے ہوں گے اس قدر تو ہم کوتاہ فہم بھی سمجھتے ہیں کہ احادیث کی روایتیں اشارہ عقد کی کیفیت میں بہت اختلاف رکھتیں ہیں اور نفس اشارہ میں بھی بکثرت اختلاف ظاہر ہے۔بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ عقد کے بغیر اشارہ کا حکم فرمایا ہے اور جو عقد کے ساتھ اشارہ کے قائل ہیں۔ان کے نزدیک بعض روایات میں (۵۳) کا عقد تھا اور بعض دوسری روایات میں (۲۳) کا عقد ہے اور بعض نے خنصر اور بنصر کے قبضہ کرنے اور ابہام کو وسطی کے ساتھ حلقہ کرنے سے اشارہ سبابہ کو روایت کیا ہے اور بعض روایت میں صرف ابہام کو وسطی پر رکھ کر اشارہ کا حکم فرمایا ہے اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اور کھنے کو کھنے پر اور بازو کو بازو پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایت میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو قبض کر کے اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سبابہ کے ہلائے بغیر اشارہ کا حکم ہے اور بعض دوسری روایات میں واقع ہے کہ تشہد کے پڑھتے وقت بلاتعین اشارہ کرتے تھے اور بعض روایت میں کلمہ شہادت کے پڑھتے وقت اشارہ کا حکم ہے اور روایات میں اشارہ کرتے تھے اور بعض روایت میں کلمہ شہادت کے پڑھتے وقت اشارہ کا حکم ہے اور روایات میں اشارہ کو دعا کے وقت سے مقید کیا ہے کہ اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

جب علماء حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کا اضطراب اور اختلاف دیکھا تو فعل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



زائد کو قیاس کے برخلاف نماز میں ثابت نہ کیا کیونکہ نماز کی بنا سکون و وقار پر ہے اور نیز جہاں تک ہو سکے انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ رکھنا سنت ہے جیسا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ فَلْيُوَجِّهْ مِنْ اَعْضَائِهِ الْقِبْلَةَ مَااسْتَطَاعَ (جہاں تک ہو سکے اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے) اگر کہیں کہ کثرت اختلاف اس وقت مضطرب کرتا ہے جبکہ روایات کے درمیان موافقت ناممکن ہو اور اس مسئلہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ موافقت ممکن ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کو مختلف اوقات میں کیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ بہت سی روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے جو منطقیوں کے نزدیک ادوات کلیہ میں سے ہے اس صورت میں توفیق و موافقت ناممکن ہے۔

اور یہ جو امام اعظم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے برخلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو اور حدیث پر عمل کرو۔ اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کو نہیں پہنچی ہے اور اس حدیث کا علم نہ ہونے کے باعث اس کے برخلاف حکم کیا ہے لیکن اشارہ سبابہ کی حدیثیں اس قسم کی نہیں ہیں۔ یہ حدیثیں مشہور و معروف ہیں اور یہ امر ناممکن ہے کہ امام علیہ الرحمۃ کو ان احادیث کا علم نہ ہو اور اگر کہیں کہ علماء حنفیہ نے بھی اشارہ کے جواز پر فتوے دیئے ہیں اور فتاویٰ متعارضہ کے موافق جس طرح عمل کیا جائے، جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر جواز و عدم جواز اور حل و حرمت میں تعارض واقع ہو تو عدم جواز اور حرمت کی جانب کو ترجیح ہوگی۔

نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کے بارے میں کہ رفع اور عدم رفع کی حدیثیں متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کی بنا سکون و خشوع پر ہے جو اجماع کے نزدیک مطلوب و مرغوب ہے اور شیخ ابن ہمام پر تعجب آتا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ بہت مشائخ سے عدم اشارہ مروی ہے اور یہ خلاف روایت ہے۔ افسوس ہے کہ اس نے کس طرح جہالت اور عدم علم کو علماء مجتہدین کی طرف منسوب کیا ہے۔ قیاس پر جو شرع کا اصل چہارم ہے۔ عمل کرنے والے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک یہی ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے اور اسی شیخ نے راویوں کے بکثرت اختلاف اور اضطراب کے باعث قلتین کی حدیث کو ضعیف بیان کیا ہے۔ فرزند ارشد محمد سعید اس بارے میں رسالہ لکھ رہا ہے جب تمام ہو جائے گا۔ روانہ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ طالبان طریقہ ہر طرف جمع ہیں اور کسی جگہ دلیری نہیں کی اور نہ ہی کسی کو کہا ہے کہ سر حلقہ ہو جس جانب اشارہ ہو اور جس کو مناسب جانیں فرمائیں تا کہ جماعت کا سر حلقہ بنایا جائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میرے مخدوم! یہ امر آپ کی صلاح پر موقوف ہے۔ استخارہ اور توجہ کے بعد عملدرآمد فرمائیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَدَیْکُمْ۔

## مکتوب (۳۱۳)

مفصلہ ذیل سوالوں کے حل و جواب میں خواجہ محمد ہاشم کی طرف لکھا ہے۔

**سوال اوّل:** اصحاب کرام کے کمالات فنا و بقا اور سلوک وجذبہ پر موقوف ہیں یا نہیں؟

**سوال دوم:** طریقہ علیہ نقشبندیہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں اور یہ ان کو مضر جانتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے سخت ریاضتیں برداشت کی ہیں؟

**سوال سوم:** یہ طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہے۔

**سوال چہارم:** آپ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ طالب کو ولایت موسوی سے تصرف کے ساتھ ولایت محمدی میں نہیں لے جاسکتے اور دوسرے مکتوب میں لکھا ہے کہ تم کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے آئے۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کی وجہ کیا ہے۔

**سوال پنجم:** پیراہن پیش چاک پہننا چاہئے یا پیراہن حلقہ گریبان؟

**سوال ششم:** نفی اثبات کے ذکر کے وقت جو دل سے کہا جاتا ہے لَا کو اوپر کی طرف اور اِلٰہ کو دائیں طرف کیوں لے جاتے ہیں اور مکتوب کے آخر میں آداب پیر کو بیان فرمایا ہے؟

اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ مکتوبات کے دفتر کو اسی مکتوب پر ختم کریں اور عدد تین سو تیرہ کی رعایت کریں کہ پیغمبران مرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد کے موافق ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ اس مکتوب کے خاتمہ میں وہ عرضداشتیں جو حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ والغفران نے لکھی ہیں۔ لکھ دیں تاکہ پڑھنے والے دعا و فاتحہ کے ساتھ ان کو یاد کریں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اخی محمد ہاشم کی خدمت میں فقیر عرض کرتا ہے کہ وہ سوال جن کا حل میر سید محب اللہ کے مکتوب میں طلب فرمایا تھا۔ ان کا جواب لکھ کر بھیجا گیا ہے۔

سوال اول کا حاصل یہ ہے کہ قرب الٰہی جل شانہ، فنافی اللہ اور بقاباللہ اور جذبہ اور سلوک کے تمام مقامات کے طے کرنے پر موقوف ہے اور اصحاب کرام جو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی صحبت سے تمام اولیاء امت سے افضل ہو گئے۔ کیا یہ سیر و سلوک اور فنا و بقاء جو ان کو ایک ہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صحبت میں حاصل ہوا۔ وہ دوسرے تمام سیر و سلوک سے افضل تھا یا کیا اسلام لانے کے ساتھ ہی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ وتصرف سے اصحاب کرام کو فنا و بقا حاصل ہو جاتا تھا اور نیز ان کو سلوک و جذبہ کا علم حالاً و مقاماً حاصل تھا یا نہیں اور اگر حاصل تھا تو کس نام سے بیان کرتے تھے اور اگر سلوک وتصرف کا طریق نہ تھا تو ان کو بدعت حسنہ کیوں نہ کہیں۔

جاننا چاہئے کہ اس مشکل کا حل ہونا صحبت اور خدمت پر موقوف ہے۔ وہ بات جو اتنی مدت تک کسی نے نہیں کہی۔ وہ ایک دفعہ لکھنے میں کس طرح آپ کی سمجھ میں آجائے گی لیکن چونکہ آپ نے سوال کیا ہے۔ اس واسطے جواب کا لکھنا ضروری ہے۔ پس اجمال کے طور پر اس کا حل کیا جاتا ہے۔ غور سے سنیں۔ وہ قرب جو فنا و بقا اور سلوک و جذبہ پر موقوف ہے۔ وہ قرب ولایت ہے جس کے ساتھ اولیائے امت مشرف ہوئے ہیں اور وہ قرب جو حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے اصحاب کرام کو میسر ہوا تھا۔ وہ قرب نبوت تھا جو تبعیت اور وراثت کے طور پر آپ کو حاصل ہوا تھا۔ اس قرب میں نہ فنا ہے نہ بقا نہ جذبہ ہے نہ سلوک اور یہ قرب کئی درجے قرب ولایت سے اعلیٰ و افضل ہے کیونکہ یہ قرب قرب اصالت ہے اور وہ قرب قرب ظلیت ۔ شَتَّانَ مَابَیْنَھُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) لیکن ہر شخص کا فہم اس معرفت کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ خواص لوگ اس معرفت کے سمجھنے میں عوام کے ساتھ شریک ہوں ۔

گر بو علی نواء قلندر نواختے      صوفی بدلے ہر آنکہ بعالم قلندر است

ترجمہ: گر بو علی بجاتا قلندر کی بانسری      بن جاتے صوفی سارے قلندر جہان کے

ہاں اگر قرب ولایت کی راہ سے کمالات نبوت کی بلندی پر عروج واقع ہو تو پھر فنا و بقا و جذبہ و سلوک ضروری ہیں کیونکہ یہ سب اس قرب کے مبادی اور معدات اسباب ہیں اور اگر اس راستہ پر نہ چلیں اور قرب نبوت کی شاہراہ کو اختیار کریں تو پھر فنا و بقا و جذبہ و سلوک کی کچھ حاجت نہیں۔ تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم قرب نبوت کی شاہراہ پر چلے ہیں جس میں جذبہ و سلوک فنا و بقا درکار نہیں۔ اس معرفت کا بیان اس مکتوب سے جو مولانا امان اللہ کی طرف لکھا گیا ہے، معلوم کرلیں۔

اس فقیر نے ہر جگہ اپنے مکتوبات اور رسائل میں لکھا ہے کہ میرا معاملہ سلوک و جذبہ کے ماسوا اور تجلیات و ظہورات کے ماوراء ہے۔ اس سے مراد یہی قرب ہے۔ میں اپنے خواجہ قدس سرہ کی خدمت و ملازمت میں حاضر تھا کہ یہ دولت مجھ پر ظاہر ہوئی تھی اور میں نے اس عبارت میں آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مجھ پر ایسا امر ظاہر ہوا ہے کہ سیر انفسی کو اس امر کے ساتھ وہ نسبت ہے جو سیر آفاقی کو سیر انفسی کے ساتھ ہے اور میں نے اپنے آپ میں اس سے زیادہ طاقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وقدرت نہ پائی کہ اس عبارت کے سوا کسی اور عبارت میں اس دولت کی تعبیر کرسکوں۔ چند سال کے بعد جب یہ معاملہ عجیبہ صاف طور پر ظاہر اور واضح ہوا تو مجملہ عبارات میں تحریر کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے اللہ کے رسول سچے ہیں۔

پس فنا و بقا اور جذبہ اور سلوک کی عبارت محدث اور مشائخ کی مخترعات سے ہوگی۔ مولوی جامی علیہ الرحمۃ نفحات میں لکھتے ہیں کہ اول جس شخص نے فنا و بقا کا دم مارا ہے حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ ہیں۔

دوسرے سوال کا حاصل یہ ہے کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں سنت کی متابعت کو لازم جانتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے عجیب وغریب ریاضتیں اور سخت بھوک پیاس کی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور اس طریقہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں بلکہ صورتوں کی کشف کے باعث ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سنت کی متابعت میں ضرر کا احتمال کیسے متصور ہوسکتا ہے۔

اے محبت کے نشان والے۔ کس نے کہا ہے کہ اس طریق میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں اور کہاں سے سنا ہے کہ ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں۔ اس طریق میں نسبت کی دائی حفاظت کرنا اور سنت کی متابعت کو لازم پکڑنا اور اپنے احوال کے چھپانے میں کوشش کرنا اور توسط حال اور درمیانی چال کا اختیار کرنا اور کھانے پینے اور پہننے میں حد اعتدال کو مدنظر رکھنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں سے جانتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ عوام کالانعام ان امور کو ریاضت ومجاہدہ نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک ریاضت ومجاہدہ صرف بھوکا رہنا ہی ہے اور ان کی نظر میں بہت بھوکا رہنا بڑا بھاری امر ہے کیونکہ ان چار پاؤں کے نزدیک کھانا نہایت ضروری اور اعلیٰ مقصد ہے جن کا ترک کرنا ان کے نزدیک سخت ریاضت اور دشوار مجاہدہ ہے اور نسبت کی دوام محافظت اور سنت کی متابعت کا التزام وغیرہ وغیرہ عوام کی نظر میں کچھ قدر و اعتبار نہیں رکھتا تاکہ ان کے ترک کو منکرات سے جانیں اور ان امور کے حاصل کرنے کو ریاضتوں سے پہچانیں۔ پس اس طریق کے بزرگواروں پر لازم ہے کہ اپنے احوال کو چھپانے میں کوشش کریں اور ایسی ریاضت کو ترک کر دیں جو عوام کی نظروں میں عظیم القدر اور خلق کی قبولیت اور شہرت کا باعث ہو کیونکہ شہرت میں آفت اور شرارت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بِحَسْبِ الْمَرْءِ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْهِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی (آدمی کے لئے یہی ثمر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگشت نما ہو مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔)

فقیر کے نزدیک ماکولات یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں حد اعتدال کو مدنظر رکھنے کی نسبت دور دراز بھوک پیاس کا برداشت کرنا آسان ہے لیکن حد اعتدال کو مدنظر رکھنے کی ریاضت کثرت بھوک ریاضت سے زیادہ مفید ہے۔

حضرت والد بزرگوار قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ ماکولات میں اعتدال اور حد اوسط کو نگاہ رکھنا مطلب تک پہنچنے کے لئے کافی ہے۔ اس رعایت کے ہوتے زیادہ ذکر وفکر کی حاجت نہیں۔ واقعی کھانے پینے اور پہننے بلکہ تمام امور میں توسط حال اور میانہ روی بہت ہی زیبا اور عمدہ ہے

نہ چنداں بخود کز وہانت برآید
نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید
نہ کھا اتنا کہ نکلے منہ سے باہر
نہ کم اتنا کہ تن سے جان نکلے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس آدمیوں کی قوت عطا فرمائی تھی جس کے سبب سخت بھوک برداشت کر لیا کرتے تھے اور اصحاب کرام بھی حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا سکتے تھے اور ان کے اعمال وافعال میں کسی قسم کا فتور اور خلل نہ آتا تھا اور بھوک کی حالت میں دشمنوں کی لڑائی پر اس قدر طاقت رکھتے تھے کہ سیر شکموں کو اس کا دسواں حصہ بھی نصیب نہ تھی۔ یہی باعث تھا کہ بیس صابر آدمی دوسو کافروں پر غالب آجاتے تھے اور سو آدمی ہزار پر غلبہ پاجاتا تھا اور صحابہ کے سوا اور لوگ بھوک برداشت کرنے والوں کا تو یہ حال ہے کہ آداب وسنن کے بجالانے سے عاجز ہیں بلکہ بسا اوقات فرائض کو بھی بمشکل ادا کر سکتے ہیں۔ بغیر طاقت کے اس امر میں صحابہ کی تقلید کرنا گویا فرائض وسنن کے ادا کرنے میں آپ کو عاجز کرنا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کر کے وصال کے روزے اختیار کیے اور ضعف وناتوانی سے بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آنحضرت ﷺ نے اعتراض کے طور پر فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میری مانند ہو۔ میں رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں اور وہی مجھے کھلاتا ہے۔ پس انہوں نے طاقت کے بغیر تقلید کرنا بہتر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور پسند نہ جانا۔

اور نیز اصحاب کرام حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے کثرت جوع کی پوشیدہ تکلیفوں سے محفوظ اور مامون تھے اور دوسروں کو یہ حفظ و امن میسر نہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ زیادہ بھوک البتہ صفائی بخشتی ہے۔ بعض کے دل کو اور بعض کے نفس کو صفائی بخشتی ہے۔ قلب کی صفائی سے ہدایت بڑھتی ہے اور نور زیادہ ہوتا ہے اور نفس کی صفائی سے گمراہی زیادہ ہوتی اور سیاہی بڑھتی ہے۔ یونان کے فلاسفر اور برہمنوں اور جوگیوں کو بھوک کی ریاضت نے صفائی بخش کر گمراہی اور خسارہ میں ڈال دیا۔ افلاطون بے وقوف نے اپنے نفس کی صفائی پر بھروسہ کیا اور اپنی خیالی کشفی صورتوں کو اپنا مقتداء بنا کر مغرور ہو رہا اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے ایمان نہ لایا اور یوں کہا کہ **نَحْنُ قَوْمٌ مَّهْدِيُّوْنَ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلٰى مَنْ يَّهْدِيْنَا** (ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہمیں کسی ہدایت دینے والے کی حاجت نہیں) اگر اس میں یہ ظلمت بڑھانے والی صفائی نہ ہوتی تو اس کی خیالی کشفی صورتیں ان کو راہ راست سے نہ روکتیں اور مطلب کے پانے سے اس کو مانع نہ ہوتیں۔ اس نے اسی صفائی کے گمان پر اپنے آپ کو نورانی خیال کیا اور اس نے نہ جانا کہ یہ صفائی اس کے نفس امارہ کے باریک چمڑے سے آگے نہیں گزری اور اس کا نفس امارہ اپنی پہلی خبث و نجاست پر ہے۔ اس کی مثال بعینہ اسی طرح ہے جس طرح نجاست مغلظہ کو رقیق غلاف کی شکل میں ظاہر کر دکھائیں۔ قلب جوفی حد ذاتہ پاکیزہ اور نورانی ہے۔ نفس ظلمانی کی ہم نشینی سے جو زنگار اس پر آ جائے تھوڑے سے تصفیہ کے ساتھ اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے اور نورانی ہو جاتا ہے۔ برخلاف نفس کے جوفی حد ذاتہ خبیث ہے اور ظلمت اس کی ذاتی صفت ہے جب تک قلب کی سیاست اور سنت کی متابعت اور شریعت کی اتباع بلکہ محض فضل خداوندی سے پاک و صاف نہ ہو جائے اور اس کا خبث ذاتی دور نہ ہو جائے۔ تب تک اس سے نجات اور بہتری متصور نہیں۔ افلاطون نے اپنی کمال جہالت سے اپنی صفائی کو جو اس کے نفس امارہ سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قلب کی صفائی کی طرح خیال کیا اور اپنے آپ کو بھی ان کی طرح مہذب اور مطہر خیال کر کے ان کی متابعت کی دولت سے محروم رہا اور ہمیشہ کے خسارہ میں پڑا رہا۔ **اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ هٰذَا الْبَلَاءِ** اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلا سے بچائے۔

جب اس قسم کے خطرے بھوک میں پائے جاتے تھے۔ اس واسطے اس طریق کے بزرگوں نے بھوک کی ریاضت کو ترک کیا اور کھانے پینے میں اعتدال کی ریاضت اور میانہ روی کے مجاہدہ کی طرف رہنمائی کی اور بھوک کے نفع کو اس کے بڑے ضرر کے احتمال پر ترک کر دیا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دوسروں نے بھوک کے منافع کا ملاحظہ کر کے اس کے ضرر کی طرف نہ دیکھا اور بھوک کی طرف ترغیب دی اور عقلمندوں کے نزدیک یہ بات ثابت اور مقرر ہے کہ ضرر کے احتمال پر بہت سے منافع کو چھوڑ سکتے ہیں اور اسی کلام کے قریب قریب ہے جو علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی امر سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو سنت کے بجالانے کی نسبت بدعت کا ترک کر دینا بہتر ہے یعنی بدعت میں ضرر کا احتمال ہے اور سنت میں نفع کی امید۔ پس ضرر کے احتمال کو نفع کی امید پر ترجیح دے کر بدعت کو ترک کر دینا چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ سنت کے بجالانے میں دوسری طرف سے ضرر پیدا ہو۔ اس سخن کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سنت گویا اسی زمانہ پر موقوف ہے۔ بعض نے چونکہ وقت و خفا کے باعث اس کے معرفت ہونے کو معلوم نہ کیا۔ اس لئے اس کی تقلید میں دلیری اور جلدی کی اور بعض نے اس کو معرفت جان کر اس کی تقلید اختیار نہ کی۔ واللہ سُبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس طریق کی نسبت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے۔ اگر مدعی کہے کہ اکثر طریق امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ تک پہنچتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہے۔ پھر دوسرے سلسلے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف کیوں منسوب نہ ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نسبت رکھتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے بھی اور حضرت امام میں ان دونوں اعلیٰ نسبتوں کے جمع ہونے کے باوجود ایک نسبت کے کمالات جدا اور ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔ بعض نے صدیقی مناسبت کے باعث حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت صدیقیہ حاصل کی اور حضرت صدیق ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگئی اور بعض نے امیری مناسبت کے نسبت امیریہ اخذ کی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو گئے۔

یہ فقیر ایک دفعہ پرگنہ بنارس میں گیا ہوا تھا جہاں کہ دریائے گنگا اور جمنا باہم ملتے ہیں وہاں دونوں پانیوں کے ملنے کے باوجود محسوس ہوتا ہے کہ گنگا کا پانی الگ ہے اور جمنا کا پانی جدا دونوں کے درمیان برزخ ہے جو دونوں پانیوں کو آپس میں ملنے نہیں دیتا اور جو لوگ دریائے گنگا کے پانی کی طرف ہیں وہ اس جمع ہوئے پانی سے گنگا کا پانی پیتے ہیں اور جو لوگ دریائے جمنا کے پانی کی طرف ہیں وہ دریائے جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور اگر کہیں کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے رسالہ قدسیہ میں تحقیق کی ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جس طرح حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے تربیت پائی ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پائی ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے پھر ان میں کیا فرق ہے تو میں کہتا ہوں کہ نسبت کے متحد ہونے کے باوجود محل ومقام کے تعدد کی خصوصیتیں اپنے حال پر ہیں۔ ایک ہی پانی مختلف مکانوں کے باعث الگ الگ خصوصیتیں پیدا کر لیتا ہے۔ پس جائز ہے کہ ہر ایک کی خصوصیت کی طرف نظر کر کے ہر ایک طریقہ اس کی طرف منسوب ہو۔

سوال چہارم کا حاصل یہ ہے کہ ملا محمد صدیق کے مکتوب میں لکھا ہے کہ ایک شخص ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے اس کو کوئی صاحب تصرف ولایت محمدی کی استعداد میں نہیں لا سکتا اور درویش زادہ کلاں قدس سرہ کے مکتوبات میں لکھا ہے کہ تم کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے آیا۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کس طرح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو ملا محمد صدیق کے مکتوب میں واقع ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے جاسکیں۔ اس وقت اس امر کے واقع ہونے کا علم نہ تھا۔ اس کے بعد اس امر کا علم اور تغیر وتبدل کی قدرت عطا فرمادی اور پھر لکھا ہے کہ تم کو اس ولایت سے ولایت محمدی میں لے گئے۔ زمانہ متحد نہیں ہے تا کہ تناقض متصور ہو۔

سوال پنجم کا حاصل یہ ہے کہ اس جگہ کے صوفی پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں اور اس کو سنت جانتے ہیں اور بعض کتب معتبرہ فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک مردوں کو نہ پہننا چاہئے کہ عورتوں کا لباس ہے۔

امام احمد علیہ الرحمتہ اور ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس مرد پر جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مرد کا لباس پہنے لعنت ہے اور مطالب المومنین میں ہے کہ عورت مرد کی مشابہت نہ کرے اور مرد عورت کی مشابہت نہ کرے کیونکہ دونوں پر لعنت ہوتی ہے۔

بلکہ مفہوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک اہل علم اور اہل دین کا شعار نہیں ہے۔ اسی واسطے اہل ذمہ کے لئے یہ لباس تجویز کیا گیا ہے۔ جامع الرموز اور محیط میں منقول ہے کہ وہ لباس جو اہل علم اور اہل دین کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رداء اور عمامہ اہل ذمہ نہ پہنیں بلکہ موٹے کپڑے کی قمیض پہنیں جس کے سینے پر عورتوں کی طرح چاک ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور نیز بعض علماء کے قول کے موافق پیش چاک قمیض نہیں ہے بلکہ درع ہے۔ ان کے نزدیک قمیض وہ ہے جس کے دونوں کندھوں پر چاک ہوں۔ جامع الرموز اور ہدایہ میں جہاں عورت کے کفن کا بیان ہے۔ لکھا ہے کہ قمیض کے بدلے درع ہے اور ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ درع کا چاک سینے میں ہوتا ہے اور قمیض کا چاک دونوں کندھوں کی طرف اور بعض ترادف کے قائل ہیں یعنی دونوں کا ایک ہی معنی سمجھے ہیں۔

فقیر کے نزدیک بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مردوں کو عورتوں کا سا لباس پہننا منع ہے تو جہاں عورتیں پیراہن پیش چاک پہنتی ہیں۔ وہاں مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کی مشابہت کو ترک کر کے پیراہن حلقہ گریبان پہنیں اور جس جگہ عورتیں پیراہن حلقہ گریبان پہنتی ہیں وہاں مرد پیراہن پیش اختیار کریں اور عرب میں عورتیں پیراہن حلقہ گریبان پہنتی ہیں اس لئے مرد پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں اور ماوراء النہر اور ہند میں عورتوں کا لباس پیراہن پیش چاک ہے اس لئے مرد پیراہن حلقہ گریبان اختیار کریں۔

میاں شیخ عبدالحق دہلوی بیان کرتا تھا کہ میں حضرت مکہ میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ شیخ نظام نارنولی کا ایک مرید پیراہن حلقہ گریبان پہنے ہوئے طواف کر رہا ہے اور عرب کے لوگ اس کی پیراہن دیکھ کر تعجب کرتے اور کہتے ہیں کہ عورتوں کا پیرہن پہنا ہوا ہے۔ پس عرف و عادت کے اعتبار سے عرب کے طریق پر عمل کرنا بہتر ہوگا اور ہند و ماوراء النہر کے عمل کے موافق بھی بہتر ہوگا۔

لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے۔

اگر پیراہن پیش چاک کا سنت ہونا ثابت ہوتا تو علماء حنفیہ یہ لباس اہل ذمہ کے لئے تجویز نہ کرتے اور اہل علم اور اہل دین کے ساتھ ہی مخصوص رکھتے۔ چونکہ عورتیں اس لباس میں پیش قدم ہیں۔ اس جگہ مردوں کا لباس عورتوں کے لباس کے تابع ہو گیا ہے۔

سوال ششم کا حاصل یہ ہے کہ جب ابتداء ہی سے اس طریق کے طالبوں کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے تو چاہئے کہ توجہ نفی اثبات کے ساتھ جمع نہ ہو کیونکہ نفی کے وقت غیر کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ غیر کی طرف توجہ کرنا توجہ احدیت کی تقویت اور تربیت کیلئے ہے اور غیر کی نفی سے، مقصود اغیار کی مزاحمت کے اس توجہ کا دائمی طور پر حاصل ہونا ہے پس غیر کی نفی کی توجہ احدیت کی توجہ کے منافی نہ ہوگی کیونکہ احدیت کی توجہ کے منافی غیر کی توجہ ہے نہ کہ غیر کے نفی کی توجہ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سوال ہفتم کا حاصل یہ ہے۔ اس کا طریقہ میں مبتدی جو ذکر کام وزبان سے کہتا ہے۔ اسی ذکر کو دل سے بھی کہتا ہے تو پھر دل نفی اثبات کا پورا ذکر کرتا ہے یا نہیں۔ اگر پورا ذکر کرتا ہے تو پھر لا کو اوپر کی طرف اور الّٰہ کو دائیں طرف کیوں پھیرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قلب اگر تمام ذکر کہے تو کیا نقصان ہے اور لا کو اوپر کی طرف اور الٰہ کو دائیں طرف پھیرتے ہیں اور اِلَّا اللّٰہُ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اس طریق میں نفی اثبات کو تخیل میں ادا کرتے ہیں اور کام وزبان سے کچھ تعلق نہیں رکھتے تاکہ جو کچھ کہتے ہیں دل اس کو بخوبی قبول کرلے۔

آپ کے یہ دو اخیر کے سوال فخر رازی کی تشکیکات کی قسم سے ہیں۔ اگر آپ ان سوالوں کی طرف بخوبی توجہ کرتے تو جلدی آپ کا شک رفع ہو جاتا۔

باقی مقصود یہ ہے کہ وہاں کے بعض یاروں نے کئی دفعہ لکھا ہے کہ میر محمد نعمان ان دنوں میں طالبوں کے احوال پر کچھ غور و پرداخت نہیں کرتے اور عمارت کے بنانے میں لگے ہوئے ہیں اور فتوحات کا روپیہ عمارت پر خرچ کر رہے ہیں جس سے فقراء بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ یاروں نے ان حالات کو اس طرح لکھا تھا کہ ان سے اعتراض اور روگردانی کی آمیزش مفہوم ہوتی تھی اور انکار کی بو آتی تھی۔ آپ بخوبی سمجھ لیں کہ اس گروہ یعنی اہل اللہ کا انکار زہر قاتل ہے اور بزرگوں کے افعال واقوال پر اعتراض کرنا زہر افعی ہے جو ہمیشہ کی موت اور دائمی ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ خاص کر جبکہ یہ اعتراض وانکار پیر کی طرف عائد ہو اور پیر کی ایذاء کا سبب ہو۔ اس گروہ کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے اور ان پر اعتراض کرنے والا ہمیشہ ناامید اور زیاں کار رہتا ہے جب تک پیر کے تمام حرکات وسکنات مرید کی نظر میں زیبا اور مجرب نہ ہوں۔ تب تک پیر کے کمالات سے اس کو کچھ حصہ نہیں ملتا اور اگر کچھ کمال حاصل بھی کرلے تو یہ استدراج ہے جس کا انجام خرابی ورسوائی ہے۔ مرید اپنے پیر کی کمال محبت اور اخلاص کے باوجود اگر اپنے آپ میں بال بھر میں اعتراض کی گنجائش دیکھے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اس میں خرابی ہے اور وہ پیر کے کمالات سے بے نصیب ہے اگر بالغرض پیر کے کسی فعل میں شبہ پیدا ہو جائے اور کسی طرح دفع نہ ہو سکے تو اس کو اس طرح دریافت کرے کہ اعتراض کی آمیزش سے پاک اور انکار کے گمان سے صاف ہو کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر پیر سے کسی وقت خلاف شریعت امر صادر ہو جائے تو مرید کو چاہئے کہ اس امر میں پیر کی تقلید نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے حسن ظن کے ساتھ اس کو نیک وجہ پر محمول کرے اور اس امر کی صحت ودرستی کی وجہ تلاش کرتا رہے اگر صحت کی وجہ نہ ملے تو چاہئے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس ابتلاء کے دفع کرنے میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء وتضرع کرے اور گریہ وزاری سے پیر کی سلامتی طلب کرے اور اگر مرید کو پیر کے حق میں کسی امر مباح کے ارتکاب کے باعث کوئی شبہ پیدا ہو تو اس شبہ کا کچھ اعتبار نہ کرے جب مالک الوجود جل شانہ نے امر مباح کے اختیار کرنے سے منع نہیں کیا۔ اور کوئی اعتراض نہیں فرمایا تو پھر دوسرے کا کیا حق ہے کہ اپنے پاس سے اعتراض کرے۔ بسا اوقات کئی جگہ اولیٰ کے بجالانے سے اس کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ كَمَا يُحِبُّ اَنْ يُؤْتٰى بِالْعَزِيْمَةِ يُحِبُّ اَنْ يُؤْتٰى بِالرُّخْصَةِ کہ اللہ تعالیٰ جس طرح عزیمت کا بجالانا دوست رکھتا ہے۔ اسی طرح رخصت پر عمل کرنا بھی پسند کرتا ہے۔

حضرت میر کو بے شمار فیض حاصل ہیں۔ اگر فیض کے دنوں میں مریدوں کے احوال پر غور نہ بھی کریں اور بعض امور مباحہ سے اپنی تسلی کریں تو کوئی اعتراض کی جگہ نہیں ہے ایسے حال میں عبداللہ اصطخری اپنی تسلی کے لئے سگبانوں کے ہمراہ جنگل میں شکار کے واسطے چلے جایا کرتے تھے اور بعض مشائخ ایسے حال میں سماع ونغمہ سے اپنی تسلی کیا کرتے تھے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

☆☆☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# عرضداشت اوّل

## جو مغفرت پناہ مخدوم زادہ کلاں قدس سرہ نے لکھی تھی

حضور کا کمترین غلام محمد صادق عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے احوال واوضاع حضور کی عالی توجہ کی برکت سے ظاہری باطنی جمعیت کے ساتھ گزر رہے ہیں۔ مدت گزری ہے کہ حضور کے خادموں کی طرف سے دل منتظر اور پریشان تھا۔ آج عریضہ لکھنے کے دن میاں بدرالدین آیا اور اس نے حضور کی کامل خیر و عافیت کا حال سنایا۔ بے حد و بے اندازہ فرحت وخوشی حاصل ہوئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی حَمْدًا کَثِیْرًا عَلٰی ذٰلِکَ اس پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار حمد ہے۔

قبلہ گاہا۔ حافظ بہاؤ الدین نے تیرہویں رات کو قرآن مجید ختم کیا اور چودھویں رات کو حافظ موسیٰ نے شروع کیا ہے۔ پانچ پانچ سیپارہ ہر رات کو پڑھتا ہے۔ انیسویں رات کو ختم کرلے گا۔ عشرہ اخیر میں، میں قرآن مجید ختم کرنے کے لیے حافظ بہاؤ الدین ہی مقرر ہوا ہے۔

حضرت سلامت ایک رات نماز تراویح میں حافظ قرآن پڑھ رہا تھا کہ ایک نہایت وسیع اور نورانی مقام ظاہر ہوا۔ گویا کہ حقیقت قرآنی کا مقام تھا اور ایسا معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کا اجمال ہیں۔ گویا دریائے اعظم کو کوزہ میں بند کیا ہے اور یہ مقام حقیقت محمدی کی تفصیل ہے۔ اکثر انبیاء اور کامل اولیاء نے اپنے اپنے قدر کے موافق اس مقام سے کچھ کچھ حاصل کیا ہے لیکن اس مقام کا کامل اور تمام حصہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ اس حقیر کو بھی اس مقام سے تھوڑا سا حصہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ حضور کی توجہ عالی سے کامل حصہ نصیب کرے۔ ابھی تک یہ مقام اچھی طرح واضح نہیں ہوا۔ باقی احوال جمعیت سے گزر رہے ہیں اور اس ماہ معظم میں بڑی برکت مفہوم ہوتی ہے۔ اخی محمد سعید کے اوضاع واحوال بہت اچھے ہیں اور اس کے اوقات جمعیت و ذکر سے گزر رہے ہیں۔ شہر کے یار بھی بڑے ذوق سے حاضر ہوتے ہیں۔

فقیر نے ابھی تک چار سیپارہ سے کچھ اوپر حفظ کیا ہے۔ عید کے دن تک امید ہے کہ پانچ سیپارہ تک یاد ہو جائیں گے۔ وَالْعُبُوْدِیَّۃِ۔ آداب بندگی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# عرضداشت دوم

کمترین بندگان محمد صادق عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے احوال واوضاع شکر کے لائق ہیں اور اس ذات کعبہ مرادات کی خیریت معہ خادموں اور مخلصوں کے مطلوب اور مسئول ہے۔

حضور کا سرفراز نامہ اور بزرگ صحیفہ جو اسمٰعیل کے ہمراہ ارسال فرمایا تھا۔ صادر ہوا۔ اس کے مطالعہ سے نہایت ہی خوشی ہوئی۔ حق تعالیٰ اپنے نبی امی ﷺ اور ان کی آل بزرگوار رضی اللہ عنہم کے طفیل اس قبلہ عالمیان کی مہربانی کا سایہ تمام اہل اسلام کے سر پر باقی وقائم ودائم رکھے۔

قبلہ گاہا۔ فقیر اپنے خراب احوال کیا لکھے۔ اپنے ماضی وحال کے صادر ہوئے اعمال اور ضائع ہوئے احوال پر بڑی حسرت وندامت آرہی ہے۔ آرزو تو یہی رہتی ہے کہ کوئی لحظہ اور کوئی ساعت حق تعالیٰ کی رضا کے برخلاف نہ گزرے لیکن ایسا ہو نہیں سکتا۔ ہاں اگر حضور کے خادموں کی توجہ مدد ودستگیری فرمائے تو بڑی بات نہیں۔ ع

از کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: ع کریموں پر نہیں یہ کام دشوار

الحمدللہ کہ اب تک حضور کی توجہ شریف کی برکت سے جس طرح کہ حضور نے فرمایا تھا۔ استقامت حاصل ہے اور ابھی تک اس میں کوئی فتور نہیں آیا بلکہ دن بدن ترقی وزیادتی کا امیدوار ہے۔ فجر وظہر وعصر کے بعد حلقہ بیٹھتا ہے اور حافظ بہاؤالدین کاموں سے فرصت پا کر قرآن مجید پڑھتا ہے۔ یہ فقیر بعض اوقات قبض میں ہے۔ بعض اوقات بسط میں اور قبض وبسط اور توجہ وذوق اور آرام وغیرہ بدن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے آگے تجاوز نہیں کرتے اور لطائف کا حال یہ ہے کہ نہ متوجہ ہیں نہ غافل۔ اگر متوجہ ہیں تو ان کی توجہ علم حضوری کی مانند بلکہ اس کا عین ہے اور توجہ اور ذوق وغیرہ کو ظلال میں داخل جانتا ہے اور ظل سے متجاوز معلوم نہیں کرتا۔ لطائف اول اول بدن کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور نظر بصیرت میں بدن کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضور موفور السرور کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا۔ اب بدن سے ممتاز اور الگ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مقام بقا کا مقام ہے۔ بقا کے بعد پھر ایک قسم کی فنا لطائف پر طاری ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ اس فنا کے بغیر جو بقا کے بعد ہے۔ کام کا تمام ہونا میسر نہیں ہوتا۔

اب چند روز سے پھر قبض کی حالت میں ہے اور باطنی معاملہ کمی میں ہے، دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے لیکن ابھی تک عالم کی طرف توجہ نہیں ہوئی چونکہ احوال کا عرض کرنا ضروری تھا اس لئے ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



چند کلمات کے لکھنے پر جرات کی۔

قبلہ گاہا۔فقیر ہررات حضرت کوخواب میں دیکھتا ہے۔اِلاَّ مَاشَاءَ اللّٰہُ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے کہ تعلقات رسمیہ میں داخل ہے۔وَالْعُبُوْدِیَّۃ۔آداب بندگی۔

## عرضداشت سوم

کمترین بندگان محمد صادق عرض کرتا ہے کہ یہ حقیر مدت سے مقبوض اور مغموم تھا۔آخرکار حضور کی محض پاک توجہ سے حق تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور بسط عظیم لاحق ہوئی۔اس بسط میں ایسا معلوم ہوا کہ جس طرح آگے یادوتوجہ اس شخص کی طرف سے ہوئی تھی۔اب جو کچھ ہے۔حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اپنے آپ میں قبول کی قابلیت کے سوا اور کچھ نہیں پاتا۔اس آئینہ کی طرح کہ جس پر سورج طلوع کرے اور اس طلوع کے باعث بدن ولطائف سے تمام ظلمت وکدورت دور ہو جائے اور اس میں کماحقہ نورو برکت حاصل ہو جائے۔پس اس بسط سے میرا سینہ کشادہ اور میرا قلب وسیع ہو گیا اور بدن نورانی اور روشن بن گیا اور لطائف بہ نسبت سابقہ روح وسر سے زیادہ لطیف ہو گئے اور میں نے معلوم کیا کہ تجلی اکمل لطائف میں سے قلب پر ہے جب میں نے قلب کی طرف دیکھا تو اس میں ایک اور قلب ظاہر ہوا جس پر تجلی واقع ہوئی ہے جب میں نے اس قلب کے قلب کی طرف دیکھا تو اس پر ایک اور قلب دکھائی دیا۔اسی طرح بے نہایت قلب ظاہر ہوئے اور کوئی قلب بسیط ایسا ظاہر نہ ہوا جس میں اور قلب ظاہر نہ ہوا ہو۔میرے گمان میں اب تک قلب بسیط کی انتہا نہیں آئی اور معلوم ہوا کہ اس حالت کی نسبت پہلے حالات بے جا تکلفات تھے اور اس مقام کا صرف نام ہی نام دل پر گزرتا تھا جس کو بے ادبی کے باعث نہ لکھا گیا تھا۔قبلہ گاہا۔یہ سب کچھ حضور کی پاک توجہ کا کمتر اثر ہے بیت۔

گر برتن من زباں شود ہر موئے ۔۔۔ یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: اگر ہر بال میں میری زباں ہو ۔۔۔ نہ پھر بھی کچھ شکر مجھ سے عیاں ہو

حضرت سلامت حضور کے خادموں کی خدمت میں حاضر ہونے کی آرزو بیان سے باہر ہے۔ہرگھڑی یہی تصور ہے کہ وہ کون سا نیک اور خوش وقت ہوگا کہ یہ اعلیٰ مطلب اور بلند مقصد حاصل ہوگا۔اس آرزو کے سوا اور کوئی خواہش نہیں رہی۔حق تعالیٰ اپنے پاک نبی ﷺ کے طفیل بہت اچھے طریق سے یہ دولت عظمیٰ نصیب کرے۔

وَالْعُبُوْدِیَّۃ آداب بندگی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّآخِراً۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

# مکتوباتِ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
کے مکتوباتِ شریعت اور معارفِ طریقت
... مجددانہ مکاتیب

جلد دوم

تصنیف

مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اسرارِ شریعت
اور معارفِ طریقت سے بھرپور گرانقدر مجددانہ مکاتیب

# مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

## جلد دوم

مترجم:

حضرت مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور
زبیدہ سنٹر ۴۰ مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006
شبیر برادرز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

# مکتوبات امام ربانی

## جلد دوئم


| | |
|---|---|
| ناشر | ملک شبیر حسین |
| سن اشاعت | اگست 2007ء / رجب المرجب 1428ھ |
| کمپوزنگ | ورڈز میکر |
| سرورق | فیضی گرافکس دربار مارکیٹ لاہور |
| قیمت | روپے |

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# فہرست (دفتر دوم)

| | | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | **حمد** | |
| مکتوب 1 | مسئلہ وحدت وجود میں شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کے بیان میں جو حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مختار ہے شیخ عبدالعزیز جونپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۹ |
| مکتوب 2 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا مرتبہ وجود اور وجوب کے اعتبار سے برتر ہے۔ میر شمس الدین خلخالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۷ |
| مکتوب 3 | اس بیان میں کہ انفس وآفاق کا معاملہ ظلال میں داخل ہے اور ولایت صغریٰ وکبریٰ اور کمالات نبوت اور تجلی افعال کی حقیقت کی تحقیق میں جس کو بعض صوفیاء نے بیان کیا ہے کہ وہ تجلی حق تعالیٰ کے فعل کا ظل ہے۔ فعل وذات وصفات عین نہیں۔ حقائق ومعارف کو جاننے والے فیض الٰہی کے مظہر مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۸ |
| مکتوب 4 | اس بیان میں کہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین جو بعض صوفیوں نے مقرر کئے ہوئے ہیں درحقیقت علم الیقین کے تین حصوں میں سے دو حصے ہیں اور علم الیقین کا ایک حصہ ابھی آگے ہے پھر عین الیقین اور حق الیقین کا کیا ذکر ہے اور اس بیان میں کہ ان علوم کا صاحب اس ہزار کا مجدد ہے میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۳ |
| مکتوب 5 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات دو اعتبار رکھتی ہیں اعتبار اول فی نفسہا ان کا حصول ہے اور دوسرا اعتبار ذات کے ساتھ ان کا قیام ہے اور یہ دونوں اعتبار خارج میں ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔ میر شمس الدین علی خلخالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۵ |
| مکتوب 6 | بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں جن سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ وملت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا کیوں امر ہوا۔ جامع علوم عقلی ونقلی مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۷ |
| مکتوب 7 | مراتب پنجگانہ محبوبیت اور محبیت اور محبت اور حب اور رضا اور ان سے ایک اور مرتبے کے بیان میں اور اس بیان میں کہ ان مراتب میں سے ہر ایک پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہے۔ فقیر حقیر عبدالحئی کی طرف جو ان مکتوبات شریف کا جامع ہے، صادر فرمایا ہے۔ | ۳۹ |
| مکتوب 8 | اخص خواص اور عوام اور متوسطوں کے ایمان بالغیب کے درمیان فرق کے بیان میں۔ خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۱ |
| مکتوب 9 | کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فضائل اور مقام تنزیہ کی تحقیق اور اس بیان میں کہ ایمان نصیب اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ معاملہ اقربیت تک پہنچ جائے کیونکہ یہ معاملہ وہم وخیال کے ضبط سے باہر ہے۔ ملا عارف ختنی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۲ |
| مکتوب 10 | اس بیان میں کہ جو ظہور ہوتا ہے ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہوتا۔ برخلاف اس ظہور کے جو عرش پر واقع ہوا اور جب قلب اپنی نہایت کمال تک پہنچ جاتا ہے تو انوار عرش سے نور اقتباس | |

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | کر لیتا ہے۔ حقائق آگاہ برادر حقیقی میاں محمد مودود کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۴ |
| مکتوب 11 | فوق عرشی کے ظہور کی بعض خصوصیتوں اور آیہ کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنوں اور انسان کے بعض خاص کمالوں اور جزو ارضی کی فضیلتوں کے بیان میں حقائق و معارف آگاہ مظہر فیض الٰہی مجدد الدین خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۶ |
| مکتوب 12 | اس بیان میں کہ فرشتے اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے لیکن اس دولت کو انسان میں جزو کی طرح بنایا ہے اور اس کے ساتھ اس کو لقاء بخشا ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ معارف آگاہ برادر حقیقی میاں غلام محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۲ |
| مکتوب 13 | اس بیان میں کہ علمائے ظاہر کے نصیب کیا ہے اور صوفیاء عالیہ کے حصہ میں کیا آیا ہے اور علماء راسخین جو انبیاء کے وارث ہیں ان کے نصیب میں کیا ہے مرزا شمس الدین کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔ | ۵۴ |
| مکتوب 14 | اس استفسار کے جواب میں کہ صاحب منصب البتہ صاحب علم ہے یا نہیں اور اس استفسار میں کہ فنافی اللہ اور بقا باللہ اب تک حاصل نہیں ہوئی اور اپنی حالت پر اطلاع نہ ہونے کے بیان میں مولانا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵ |
| مکتوب 15 | قصبہ سامانہ کے خطیب کی مذمت و نکوہش میں جس نے عید قربان کے خطبہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کو ترک کر دیا تھا اور بیان نہ کیا تھا۔ شہر سامانہ کے بزرگ سادات اور قاضیوں اور رئیسوں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۶ |
| مکتوب 16 | چند استفساروں کے جواب اور برزخ صغریٰ کے عجیب و غریب احوال اور مرگ طاعون کی فضیلت کے بیان میں۔ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۹ |
| مکتوب 17 | اس بیان میں کہ اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر جراحت و زخم ہیں مگر حقیقت میں ترقیوں کا موجب ہیں اور مرہم ہیں اور مرگ طاعون کی فضیلت میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۱ |
| مکتوب 18 | اس بیان میں کہ علماء راسخین اور علماء ظواہر اور صوفیاء میں سے ہر ایک کا نصیب کیا گیا ہے۔ شیخ جمال ناگوری کی طرف اس کے التماس کے جواب میں صادر فرمایا ہے۔ | ۶۲ |
| مکتوب 19 | سنت سنیہ کی تابعداری کرنے اور بدعت نا مرضیہ سے بچنے اور اس کے مناسب بیان میں۔ میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۴ |
| مکتوب 20 | نماز کی فضیلت اور اس امر پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ ارکان و شرائط اور تعدیل ارکان کو اچھی طرح بجا لانا چاہیے۔ مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۴ |
| مکتوب 21 | اس بیان میں کہ مراد اس قلب سے جو حدیث قدسی لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ الخ میں واقع ہے مضغہ ہے نہ کہ وہ حقیقت جامعہ جس کی وسعت کی نسبت بعض مشائخ نے خبر دی ہے لیکن وہ مضغہ جس نے سلوک و جذبہ اور تصفیہ و تزکیہ اور قلب کی تمکین اور نفس کے اطمینان کے بعد اجزاء عشرہ کی ترکیب سے صورت حاصل کی ہے اور ہیئت وجدانی پیدا کی ہے اس حقیقت جامعہ پر کئی وجوہ سے زیادتی رکھتا ہے اور اس بیان میں کہ یہ سب کمالات جو مضغہ کیلئے ثابت کئے گئے ہیں مقام قَابَ قَوْسَیْنِ میں ہیں اور اَوْ اَدْنٰی کا معاملہ آگے ہے۔ خواجہ محمد صدیق کی طرف جو ہدایہ سے ملقب ہے، صادر فرمایا ہے۔ | ۶۵ |
| مکتوب 22 | حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے طفیل اکثر شہروں پر سرہند کے فضیلت و شرافت پانے اور اپنی | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | سکونت والی زمین میں ایسے نور کے پانے میں جس کو صفت کی گرنہیں گئی اور وہ زمین کچھ مدت کے بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا روضہ مقدسہ بن گئی۔ مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۲ |
| مکتوب 23 | اس بیان میں کہ سب سے بہتر کام سنت سنیہ کی اتباع اور بدعت نامرضیہ سے اجتناب ہے اور اس بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت دوسرے طریقوں پر صاحب شریعت علیہ السلام کی اتباع اور عزیمت پر عمل کرنے کے باعث ہے اور اس طریقہ عالیہ کی تعریف اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد عیسیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۳ |
| مکتوب 24 | خط کے جواب میں حاجی محمد دکنی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۸ |
| مکتوب 25 | اس بیان میں کہ جو عمل شریعت کے موافق کیا جائے ذکر میں داخل ہے اگرچہ خرید و فروخت ہو خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۷۹ |
| مکتوب 26 | ایک خط کے جواب میں جس سے طرفداری کی بو آتی تھی اور اس بیان میں کہ ذکر کی تلقین بچوں کو الف و با سکھانے کی طرح ہے۔ عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف ارسال فرمایا ہے۔ | ۷۹ |
| مکتوب 27 | شیخ عبدالعزیز جونپوری کے ان تشکیکات و سوالات کے جواب میں جو مکتوب اول میں جو اس کے نام پر ہے۔ کئے گئے تھے۔ مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف ارسال فرمایا ہے۔ | ۸۱ |
| مکتوب 28 | چند استفساروں کے جواب میں مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۸۳ |
| مکتوب 29 | اس بیان میں کہ اس جہان کے بہتر اسباب حزن و اندوہ ہیں اور اس دسترخوان کی خوشگوار نعمت الم و مصیبت ہے۔ فضیلت پناہ شیخ عبدالحق دہلوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۸۴ |
| مکتوب 30 | ایک خط اور دو سوالوں کے جواب میں جن میں سے ایک نسبت رابطہ کی ورزش کی نسبت اور دوسرا فتور مشغولی کے بارے میں کیا گیا تھا۔ خواجہ محمد اشرف اور حاجی محمد فرکتی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۸۵ |
| مکتوب 31 | وعظ و نصیحت کے بیان میں خواجہ محمد شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۸۷ |
| مکتوب 32 | ایک عریضہ کے جواب میں جس میں باطنی جمعیت کی شکایت لکھی تھی۔ مرزا قلیج خاں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۸۷ |
| مکتوب 33 | اس بیان میں کہ محبوب محب کی نظر میں ہر حال میں محبوب ہے۔ خواہ انعام فرمائے خواہ درد پہنچائے بلکہ اقل و بعض کے نزدیک رنج کا پہنچانا انعام کی نسبت زیادہ محبت بخشتا ہے اور شکر پر حمد کی زیادتی کے بیان میں مولانا محمد صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۸۸ |
| مکتوب 34 | ایک عریضہ کے جواب میں جو تواردِ احوال کی نسبت لکھا ہوا تھا۔ نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۹۰ |
| مکتوب 35 | بعض ان استفساروں کے جواب میں جو توحید و عین الیقین کے بارے میں کئے گئے تھے۔ پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۹۰ |
| مکتوب 36 | امامت کی بحث اور مذہب اہلسنت و جماعت کی حقیقت اور مخالفوں کے مذہب کی حقیقت اور اس کے بیان میں کہ اہلسنت و جماعت افراط و تفریط کے درمیان جن کو رافضیوں اور خارجیوں نے اختیار کیا ہے توسط اور اعتدال پر ہیں اور اہلبیت کی تعریف میں خواجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۹۲ |
| مکتوب 37 | کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فضائل اور اس کے مناسب بیان میں۔ فقیر حقیر عبدالحئی کی طرف جو ان مکتوبات شریفہ کا جامع ہے، صادر فرمایا ہے۔ | ۱۱۴ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 38 | کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فضائل اور اس کے مناسب بیان میں۔ فقیر حقیر عبدالحیٔ کی طرف جو ان مکتوبات شریفہ کا جامع ہے، صادر فرمایا ہے۔ | ۱۱۷ |
| مکتوب 39 | اصحاب یمین اور اصحاب شمال اور سابقین کے بیان میں سید عبدالباقی سارنگپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۱۸ |
| مکتوب 40 | اس بیان میں کہ حجابوں کا رفع ہونا باعتبار شہود کے ہے نہ باعتبار وجود کے مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۱۹ |
| مکتوب 41 | اس بیان میں کہ مراتب نہایت النہایت سے آگے ایک اور مرتبہ آتا ہے جس کا ہر ایک ذرہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ شیخ فرید تھانیسری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۳۰ |
| مکتوب 42 | اس بیان میں کہ صوفیاء نے سیر کو آفاق وانفس ہی میں منحصر رکھا ہے اور تخلیہ اور تجلیہ اسی سیر میں ثابت کیا ہے اور حضرت ایشاں یعنی حضرت مجدد قدس اس حصر سے منع فرماتے ہیں اور نہایت النہایت کو آفاق وانفس سے باہر ثابت کرتے ہیں۔ خواجہ جمال الدین ولد مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۲۱ |
| مکتوب 43 | اس عبارت کے معنی میں جو بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ اس بارگاہ میں یافت کا صرف ذوق ہی ہے۔ نہ کہ یافت اور اندراج النہایت فی البدایت کی تحقیق میں جو اس طریقہ عالیہ کا خاصہ ہے اور دوسرے طریقوں پر اس طریقہ کی افضیت کے بیان میں۔ مولانا محمد افضل کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۳۴ |
| مکتوب 44 | ایک استفسار کے جواب میں جو وحدت وجود کی نسبت کیا گیا تھا اور علوم شرعیہ کے ساتھ اس کے مطابق کرنے کے بیان میں اور نیز پوچھا گیا تھا کہ اِذَا احَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا الخ کے کیا معنی ہیں اور اس کے مناسب بیان میں محمد صادق ولد حاجی محمد مومن کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۳۹ |
| مکتوب 45 | اس بیان میں کہ عالم سب کا سب حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کا مظہر ہے۔ برخلاف ذات کے کہ ممکن اس دولت سے بے نصیب ہے اور اس کو اپنے حق میں قیام بذات خود حاصل نہیں ہے سب کا سب عرض ہے اس میں جوہر ہونے کی بو بھی نہیں اور اس کے مناسب بیان میں۔ حقائق آگاہ معارف دستگاہ خواجہ حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۴۵ |
| مکتوب 46 | کلمہ طیبہ کے فضائل میں جو طریقہ وحقیقت وشریعت پر مشتمل ہے اور اس بیان میں کہ کمالات نبوت کے مقابلہ میں کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں اور اس بیان میں کہ صاحب ولایت کو شریعت کے ساتھ مکلف ہے اور باطن اس معاملہ کا گرفتار ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ مولانا حمید الدین بنگالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۵۰ |
| مکتوب 47 | نصیحت وتنبیہ میں محمد قاسم بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ | ۵۶ |
| مکتوب 48 | ماتم پرسی اور مقام رضا کی ترغیب دینے کے بیان میں خواجہ محمد طالب بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۷ |
| مکتوب 49 | اس بیان میں کہ ماسوا کا نسیان اس طریق کا پہلا قدم ہے۔ کوشش کریں تا کہ اس میں کوتاہی نہ ہو۔ خواجہ محمد گدا کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۵۸ |
| مکتوب 50 | اس بیان میں کہ شریعت کی ایک صورت ہے ایک حقیقت اور اس بیان میں کہ ابتداء سے انتہا تک شریعت کا ہونا ضروری ہے اور قلب کی تمکین اور نفس کے اطمینان اور اجزاء قالب کے اعتدال میں جو مرتبہ نبوت میں ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ مرزا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۵۹ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 51 | حق تعالیٰ کا بعض کاملین کے ساتھ بالمشافہ اور روبرو کلام کرنے کے بیان میں۔ خواجہ محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۶۵ |
| مکتوب 52 | اس گروہ بلند کی محبت کی ترغیب میں خواجہ مہدی علی کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۶۵ |
| مکتوب 53 | اس استفسار کے جواب میں کہ اگر عبادت کروں تو نفس کو استغنا حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کوئی لغزش اور خلاف شرع کام مجھ سے صادر ہو تو شکستگی اور ندامت پیدا ہوتی ہے۔ گردونواح کے مشائخ کی طرف لکھا ہے۔ | ۱۶۶ |
| مکتوب 54 | اس بیان میں کہ آنحضرت ﷺ کی متابعت کے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں اور وہ سات درجے ہیں اور ہر ایک درجہ کی تفصیل میں سید شاہ محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۶۸ |
| مکتوب 55 | اس بیان میں کہ قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں اور اس بیان میں کہ اس کا مل اصل شریعت ہے اور صوفیاء عالیہ کی تعریف اور اس امر میں کہ احکام الہامیہ ہر وقت ثابت ہیں اور اس کے مناسب بیان میں۔ مخدوم زادوں یعنی خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم سلمہما اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۷۳ |
| مکتوب 56 | اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکیوں کا حکم پیدا کر لیتی ہیں۔ مولانا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۸۱ |
| مکتوب 57 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کا ذکر حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے سے اولیٰ و افضل ہے لیکن وہ ذکر جو قبولیت کا مرتبہ رکھتا ہو۔ وہ ذکر جو شیخ طالب نے مقتدا سے اخذ کیا ہو اور اس کے مناسب بیان میں ملا غازی نائب کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۸۴ |
| مکتوب 58 | ایک استفسار کے جواب میں جو عالم مثال کی بابت کیا گیا تھا اور ان دو گروہوں کے رد میں جن میں سے ایک گروہ تناسخ کا قائل ہے اور دوسرا نقل روح کا قائل ہے اور کون و بروز اور اس کے مناسب بیان میں۔ خواجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۹۰ |
| **تذییل** | بعض ان علوم کے بیان میں جو عالم مثال سے تعلق رکھتے ہیں۔ | ۱۹۰ |
| مکتوب 59 | اس بیان میں کہ معقول ومشہود وموہوم ومکشوف سب ماسوا میں داخل ہیں۔ پیرزادہ خواجہ عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۹۱ |
| مکتوب 60 | اس بیان میں کہ فضولیات سے عنان پھیر کر ضروریات دین میں مشغول ہونا چاہیے۔ محمد تقی کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔ | ۱۹۳ |
| مکتوب 61 | مولانا احمد برکی مرحوم کی ماتم پرسی میں یاروں کو نصیحت پکڑنے اور مولانا حسن کو ان کا سر حلقہ بنانے کے بیان میں بعض یاروں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۹۵ |
| مکتوب 62 | اس بیان میں کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اور تمدن اور گزارہ میں اپنے بنی نوع کا محتاج ہے اور اسی احتیاج میں انسان کی خوبی ہے خان خاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۹۷ |
| مکتوب 63 | ایک استفسار کے جواب میں جس میں پوچھا گیا تھا کہ اپنے پیر کے زندہ اور موجود ہونے کے باوجود اگر کوئی طالب دوسرے شخص کے پاس جا کر حق تعالیٰ کی طلب کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ نور محمد انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۱۹۹ |
| مکتوب 64 | اس بیان میں کہ احوال کے تغیر وتبدل اور دنیا کمینی کی امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے تنگ دل نہ ہونا چاہیے۔ محمد مومن ولد علی جان مرحوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۰۰ |
| مکتوب 65 | بیہودہ کاموں سے بچنے کے بارے میں مولانا محمد ہاشم خادم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۰۰ |
| مکتوب 66 | توبہ وانابت وورع وتقویٰ کے بیان میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۰۱ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 67 | اہل سنت و جماعت کے عقائد اور اسلام کے پانچ ارکان اور اس امر پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ کلمہ حق یعنی کلمہ اسلام کو بادشاہ وقت کے کانوں تک پہنچا دیں۔ خان خاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۰۴ |
| مکتوب 68 | نورانی ستون اور دم دار ستارہ کے بیان میں جو مشرق کی جانب سے طلوع ہوئے تھے اور قیامت کی علامتوں کے بیان میں۔ خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۱۸ |
| مکتوب 69 | نماز میں تعدیل ارکان اور طمانیت اور صفوں کی برابری اور اس بیان میں کہ کفار کے جہاد پر جانے کیلئے نیت کو درست کرنا چاہئے اور نماز تہجد کا حکم کرنے اور لقمہ میں احتیاط کرنے کے بیان میں۔ محمد مراد بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۲۱ |
| مکتوب 70 | کعبہ معظمہ کے اسرار و حقائق کے بیان میں کہ جس طرح انسان میں عرش کا نمونہ ہے کعبہ کا نمونہ بھی ہے۔ مولانا عبدالواحد لاہوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۲۵ |
| مکتوب 71 | کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے اسرار میں علوم عقلی و نقلی کے جامع مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۲۶ |
| مکتوب 72 | اس بیان میں کہ بیت اللہ کا معاملہ تمام تجلیات اور ظہورات اور ظہور عرشی سے برتر ہے اور کعبہ کی حقیقت کے ساتھ ملنے اور صورت کعبہ کی طرف شوق زیارت کے بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۲۷ |
| مکتوب 73 | انسان کامل کے ظاہر و باطن کے بیان میں۔ مخدوم زادہ مجدالدین محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۲۹ |
| مکتوب 74 | آیت کریمہ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کی تاویل اور آیہ کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ کے بیان اور انسان کامل کی خلافت کے بیان میں کہ اس کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور وہ ظالم لنفسہ ہے اور مقصد کو ندیم اور خلیل سے تعبیر کیا ہے اور سابق بالخیرات کو محب و محبوب کے ساتھ جن کا سر حلقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ خواجہ ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۳۱ |
| مکتوب 75 | اس بیان میں کہ مصیبتیں اور تکلیفیں دوستوں کے لئے کفارہ ہیں اور عاجزی اور زاری سے عفو و عافیت طلب کرنی چاہئے۔ مرزا مظفر کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۳۵ |
| مکتوب 76 | عرش کی حقیقت کے بیان میں جو عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اور زمین و آسمان کی قسم سے نہیں ہے اور کرسی اور اس کی وسعت کے بیان میں۔ مولانا فرخ حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۳۵ |
| مکتوب 77 | ایک عریضہ کے جواب میں جس میں کلام صوفیاء پر اعتراض کئے ہوئے تھے اور آخر مکتوب میں لکھا تھا کہ احکام شرعیہ میں ہر ایک حکم ایک دریچہ ہے جو شہر مقصود تک پہنچانے والا ہے اور دوسرے استفساروں کے جواب میں مولانا حسن برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۳۸ |
| مکتوب 78 | اس طائفہ عالیہ کی محبت و اخلاص کے بیان میں کہ یہ محبت و اخلاص فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا زینہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ داراب خان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۱ |
| مکتوب 79 | ایک رسالہ کے جواب میں جو کفر حقیقی سے منہ پھیرنے اور اسلام حقیقی کی طرف آنے کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۲ |
| مکتوب 80 | اس بیان میں کہ آپ سے پوچھا گیا تھا کہ "تمہیدات عین القضات" میں لکھا ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور جس کو تم محمد جانتے ہو ہمارے نزدیک خدا ہے۔ شیخ حامد بہاری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۳ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 81 | پند و نصیحت اور دنیا کی بیہودہ زیب و زینت سے بچنے کے بیان میں۔ محمد مراد تو ربیگی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۴ |
| مکتوب 82 | دنیا کمینی سے بچنے اور شریعت غرا پر ترغیب دینے کے بیان میں خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۵ |
| مکتوب 83 | اس طائفہ عالیہ کی محبت میں جو تمام سعادتوں کا سرمایہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ میر محمود کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۶ |
| مکتوب 84 | بعض نصیحتوں کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۷ |
| مکتوب 85 | شیخ عبدالحیٔ کے بعض کمالات کے بیان میں شیخ نور محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۸ |
| مکتوب 86 | خط کے جواب میں شیخ طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۸ |
| مکتوب 87 | نصیحتوں کے بارے میں فتح خان افغان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۴۹ |
| مکتوب 88 | قضا پر راضی ہونے کے بیان میں۔ ملا بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۵۰ |
| مکتوب 89 | نصیحت کے بیان میں سیادت پناہ میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۵۰ |
| مکتوب 90 | سفارش میں مرزا عرب خان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۵۱ |
| مکتوب 91 | ایک استفسار کے جواب میں جس میں قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے اسرار دریافت کئے گئے تھے۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۵۱ |
| مکتوب 92 | اس بیان میں کہ ولایت قرب الٰہی سے مراد ہے اور خوارق و کرامات ولایت کی شرط نہیں اور اس بیان میں کہ بادشاہوں کیلئے سجدہ تحیت کا کیا حکم ہے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۵۳ |
| **تذییل** | | ۲۵۷ |
| مکتوب 93 | اس بیان میں کہ عالم خلق اور عالم امر کے لطیفوں میں سے ہر ایک لطیفہ ظاہر بھی رکھتا ہے اور باطن بھی اور یہ باطن عارف کے اسم قیوم سے ملا ہوا ہے اور اس بیان میں کہ عارف نزول کے وقت کلی طور ظاہر و باطن کے ساتھ دعوت و عبادت کی طرف متوجہ ہے۔ خواجہ ہاشم بدخشی کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۵۸ |
| مکتوب 94 | فن اور فنا و بقا کی حقیقت اور عارف کی حقیقت و صورت سے عدم کے جدا ہونے اور مجاورت کی نسبت بہم پہنچانے کے بیان میں۔ مولانا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۶۰ |
| مکتوب 95 | کفر حقیقی کے سوال کے جواب میں مقصود علی تبریزی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۶۳ |
| مکتوب 96 | اس مضمون کے حل میں کہ پیغمبر ﷺ نے مرض موت میں کاغذ طلب کیا تا کہ کچھ لکھیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مع چند اصحاب کے اس سے منع کیا۔ خواجہ ابوالحسن بدخشی کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۶۵ |
| مکتوب 97 | ایک سوال کے جواب میں جس میں اسی دفتر کے چھٹے مکتوب کا حل طلب کیا گیا تھا۔ خواجہ ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۷۴ |
| مکتوب 98 | قرب و معیت الٰہی کے بیان میں جامع علوم و اسرار مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۷۶ |
| مکتوب 99 | مختلف سوالوں کے جواب میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۲۸۱ |


•••-----•••-----•••

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# فہرست (دفتر سوم)

## حمد و صلوٰۃ


| مکتوب | | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| مکتوب 1 | سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف اس کے اس سوال کے جواب میں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے اقرب ہونے کے بارے میں کیا تھا، صادر فرمایا ہے۔ | ۳۰۱ |
| مکتوب 2 | نصیحتوں اور خلق سے قطع تعلق کرنے اور حق تعالیٰ کی جناب کیساتھ وسیلہ پکڑنے کا بیان۔ | ۳۰۳ |
| مکتوب 3 | کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی کے بیان میں سیادت مآب میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۰۴ |
| مکتوب 4 | آیہ کریمہ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی تاویل میں۔ سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۰۹ |
| مکتوب 5 | حضرت ایشاں مدظلہ العالی کے بعض خاص خاص احوال و ذوق کے بیان میں۔ سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۰ |
| مکتوب 6 | اس بیان میں کہ محبوب کا رنج اس کے انعام سے اور اس کا جلال اس کے جمال سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ معارف آگاہ شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۱ |
| مکتوب 7 | خلق کی ایذاء برداشت کرنے کے بیان میں۔ سیادت پناہ میر محب اللہ مانکپوری کی حرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۱ |
| مکتوب 8 | غیب کے اصلی ہونے اور شہود کے ظلی ہونے کے بیان میں حقائق آگاہ مولانا محمد صدیق کی طرف تحریر فرمایا ہے۔ | ۳۱۲ |
| مکتوب 9 | آیت کریمہ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ الخ کے بیان میں۔ سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۳ |
| مکتوب 10 | آیت کریمہ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کی تفسیر میں سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۴ |
| مکتوب 11 | انسان کی جامعیت کے بیان میں جو عالم امر اور عالم خلق کے دس اجزاء سے مرکب ہے اور عرش مجید پر قلب انسان کی ترجیح کے بیان میں۔ سیادت پناہ میر شمس الدین علی خلخالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳ ۴ |
| مکتوب 12 | تضرع و نیاز اور ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت اور نماز میں طول قنوت یعنی قیام کے فائدوں میں سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۵ |
| مکتوب 13 | صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پیر طریقت کی متابعت کی تحریص و ترغیب میں سیادت پناہ میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۷ |
| مکتوب 14 | ایک سوال کے جواب میں جو واجب تعالیٰ کے وجود کی نسبت کیا گیا تھا۔ میر شمس الدین علی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۸ |
| مکتوب 15 | اس بیان میں کہ محبوب کے رنج والم کی لذت محب کی نظر میں محبوب کے انعام سے زیادہ زیبا ہوتی ہے۔ سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۱۹ |
| مکتوب 16 | سالک کے اپنے احوال پر اطلاع نہ پانے کے بیان میں اور اس کے وابستہ شدوں اور مریدوں | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | کے آئینوں میں مشاہدہ کرنے کے بیان میں مولانا احمد ذہبی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۲۰ |
| مکتوب 17 | دینی عقائد اور شرعی عبادات کی ترغیب میں اہل ارادت میں سے ایک صالحہ عورت کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۲۲ |
| **اعتقادیات** | | ۳۲۴ |
| مکتوب 18 | ماسوا سے بے تعلق ہونے اور طالبان حق کی صحبت پر ترغیب دینے کے بیان میں سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۳۸ |
| مکتوب 19 | حق تعالیٰ کی قضا پر صبر و رضا کے بیان میں سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۳۹ |
| مکتوب 20 | ہمت کی بلندی اور تمام نعمتوں کے وصول کو اپنے پیر کی طرف راجع کرنے کے بیان میں۔ مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۴۰ |
| مکتوب 21 | بعض ان سوالوں کے جواب میں جو ضمیروں کے ساتھ حق تعالیٰ کے مشار الیہ ہونے اور زاہدوں کی فضیلت اور حق تعالیٰ کے اپنی ذات کے علم کی کیفیت میں کیے گئے تھے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۴۱ |
| مکتوب 22 | اس بیان میں کہ مشرکوں کی نجاست سے مراد ان کا باطنی خبث اور ان کی بد اعتقادی ہے نہ کہ ان کا نجس العین ہونا۔ ملا مقصود علی تبریزی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۴۲ |
| مکتوب 23 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ذریعے اپنی ذات و صفات اور بندوں کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اعمال کی نسبت خبر دی ہے جن میں عقل کا کچھ دخل نہیں۔ خواجہ ابراہیم قبادیانی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۴۵ |
| مکتوب 24 | آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے اصحاب کرام کی بزرگی اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ ان کی مہربانی کے بیان میں ملا محمد مراد کشمی کی طرف جو میر محمد نعمان کے خادموں میں سے ہیں، صادر فرمایا ہے۔ | ۳۵۱ |
| مکتوب 25 | ان نتائج اور ترقی مراتب کے بیان میں جو ذکر اور تلاوت قرآن اور نماز سے حاصل ہوتی ہے۔ ملا طاہر کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۵۷ |
| مکتوب 26 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ جس طرح اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ اسی طرح اپنی ذات کے ساتھ عالم اور صفات ثمانیہ اور صفات زائدہ کے ساتھ موصوف ہے۔ سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۵۸ |
| مکتوب 27 | اس بیان میں کہ بندہ کو چاہئے کہ اپنی تمام مرادوں سے نکل کر حق تعالیٰ کی مرادوں کے موافق ہو جائے اور ذاتی اور عارضی بیماری کے بیان میں۔ ملا علی کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۶۳ |
| مکتوب 28 | اس بیان میں کہ مردوں کے ارواح کو صدقہ کرنے کی کیفیت کیا ہے۔ ملا صالح ترک کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۶۵ |
| مکتوب 29 | قرآن مجید کے بعض کلمات قدسی آیات کے سمجھنے میں۔ سیادت پناہ میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۶۷ |
| مکتوب 30 | مراتب اصول اور مراتب عبادت پر عروج کے بیان میں۔ سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۶۸ |
| مکتوب 31 | عالم ارواح اور عالم مثال اور عالم اجساد کی تحقیق میں۔ ملا بدر الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۶۹ |
| مکتوب 32 | اس بیان میں کہ وہ خطرات جن کو وصل کے اسباب کہتے ہیں تجلی صوری کے اندازہ کے موافق ہیں اور کثرت وہمیہ کی حقیقت کی تحقیق اور اس کے مناسب بیان میں۔ مقصود علی کی | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



| مکتوب | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|
| | طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۷۲ |
| مکتوب 33 | شیخ شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہ کے اس کلام کی تحقیق میں جوانہوں نے کہی ہے کہ جب تک کافر نہ ہو اور بھائی کا سر نہ کاٹے اور اپنی ماں کے ساتھ جفت نہ ہو تب تک مسلمان نہیں ہوتا۔ ملا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۷۵ |
| مکتوب 34 | نصیحت کے بارے میں میر محمد امین کی والدہ کی طرف لکھا ہے وہ نصیحتیں جو ضروری ہیں۔ | ۳۷۹ |
| مکتوب 35 | ماتم پرسی اور نصیحت اور جوانی کو غنیمت سمجھنے کے بارے میں مرزا منوچہر کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۸۱ |
| مکتوب 36 | عذاب قبر کے منکروں کے شبہات کو دور کرنے میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۸۱ |
| مکتوب 37 | اس بیان میں کہ جمیل مطلق کی طرف سے جو کچھ آئے وہ بھی جمیل ہی ہے۔ مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۸۳ |
| مکتوب 38 | ایک سوال کے جواب میں جو حدیث سَتفترِقُ اُمَّتِیْ الخ کے معنی کے بارے میں کیا گیا تھا اور ارباب فقر کے درجہ کے بیان میں ملا ابراہیم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۸۴ |
| مکتوب 39 | اس بیان میں کہ صوفیاء کے علم الیقین اور معقول والوں کے علم الیقین میں کیا فرق ہے۔ مولانا محمد صادق کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۸۵ |
| مکتوب 40 | خواجہ حسام الدین کی طرف اس کے خط کے جواب میں جس میں اس نے مع توابع کے سفر حج کے لئے مشورہ طلب کیا تھا۔ | ۳۸۶ |
| مکتوب 41 | عورتوں کی ان ضروری نصیحتوں کے بیان میں جو آیہ کریمہ یَا یُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَ کَ الْمُؤْمِنَاتُ کی تاویل میں مندرج ہیں۔ ایک صالحہ عورت کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۸۷ |
| مکتوب 42 | خواجہ محمد ہاشم کشمی کی طرف اس کی بشارت کے بیان میں صادر فرمایا ہے۔ | ۳۹۵ |
| مکتوب 43 | اس گفتگو کے بیان میں جو سلطان وقت مدظلہ کی مجلس میں ہوئی تھی۔ بزرگ مخدوم زادوں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۹۵ |
| مکتوب 44 | دیدار آخرت کے منکروں کے شبہوں کو دور کرنے کے بیان میں میر عبدالرحمٰن ولد میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۳۹۶ |
| مکتوب 45 | مومن کی شان کی بلندی اور اس کی ایذا سے منع کرنے کے بیان میں مولانا سلطان سرہندی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۰۱ |
| مکتوب 46 | عروج اور نزول کے بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید مدظلہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۰۲ |
| مکتوب 47 | دعاء کے اسرار اور علماء و صلحاء کی تعریف میں سلطان وقت مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۰۳ |
| مکتوب 48 | حق تعالیٰ کی اقربیت کے بھید اور اس بیان میں کہ کنہ ذات کا انکشاف علم حضوری سے ہے مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۰۵ |
| مکتوب 49 | اس بیان میں کہ وہ علم حضوری جو عارف کو اپنے آپ سے ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پکڑتا ہے۔ جناب حضرت میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۰۸ |
| مکتوب 50 | علماء راسخین اور علماء ظاہر کے اس استدلال کے فرق میں جو اثر سے موثر پر کرتے ہیں قاضی نصر اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۰۹ |
| مکتوب 51 | تصدیق قلبی اور یقین قلبی کے درمیان فرق کے بیان میں ملا شیر محمد لاہوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۱۰ |
| مکتوب 52 | قلب و نفس کے فنا اور علم حصولی اور حضوری کے زوال میں فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۱۱ |
| مکتوب 53 | وجودی اور شہودی طور پر عین اور اثر کے زائل ہونے کے بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۱۲ |
| مکتوب 54 | شرع روشن کی تابعداری کرنے اور دین کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں خان جہاں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۱۶ |
| مکتوب 55 | فقر سے غنا کی طرف رجوع کرنے کی برائی میں مرزا خان افغان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۱۸ |
| مکتوب 56 | گزشتہ محبت پر افسوس کرنے اور نئے اسرار کی طرف اشارہ کرنے میں جناب پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ اور خواجہ جمال الدین حسین ولد خواجہ حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۱۸ |
| مکتوب 57 | عالم کے حادث ہونے اور عقل فعال کے رد کرنے میں مولانا حمید احمدی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۲۰ |
| مکتوب 58 | اس بیان میں کہ ممکنات کا خلق اور نمود اور وجود مرتبہ وہم میں ہے جس نے اتقان اور استحکام حاصل کر لیا ہے۔ خواجہ صلاح الدین احراری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۲۲ |
| مکتوب 59 | روزمرہ کے حوادث کو حق تعالیٰ کے ارادہ کی طرف راجع کرنے اور ان سے لذت پانے کے بیان میں۔ خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۲۵ |
| مکتوب 60 | ذات انسان کی عدمیت اور اس بیان میں کہ انسان کی ذات اس کا نفس ناطقہ ہے اور نفس وقلب کے فنا اور علم حصولی کے زوال کے بیان میں پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۲۵ |
| مکتوب 61 | اس بیان میں کہ کبھی عارف کیلئے کسی مظہر کا دیکھنا عروج کا زینہ بن جاتا ہے۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید مدظلہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۲۸ |
| مکتوب 62 | انسان کے عدم ذاتی ہونے کے باعث اس کی فنا وجودی کی نفی میں مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۲۹ |
| مکتوب 63 | حق تعالیٰ کے قرب و معیت و احاطہ کے سر کے کشف میں اور اس سر عظیم کو کتاب کریم کے مجمل و مشکل کی طرف رجوع کرنے میں میر منصور کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۳۰ |
| مکتوب 64 | اس فنائے اتم کے بیان میں جو عین واثر کے زوال پر وابستہ ہے اور واجب تعالیٰ کے وجود کی تحقیق اور ممکن سے عدم کے زوال اور اس کے ثبوت کی بقا اور عروجات کے بیان میں علوم و اسرار کے جامع بزرگ مخدوم زادوں خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم سلمہما اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۳۲ |
| مکتوب 65 | اس بیان میں کہ بقاء ذات کے بعد عارف کیلئے صفات میں سے ہر ایک صفت اور لطائف میں سے ہر ایک لطیفہ ذات کی کلیت میں ظہور کرتا ہے مولانا ظفر احمد رومی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۳۶ |
| مکتوب 66 | اس سوال کے جواب میں کہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ کے کیا معنی ہیں۔ محمد مقیم قصوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۳۷ |
| مکتوب 67 | کائنات کی حقیقت اور حضرت ایشاں قدس سرہ اور صاحب فتوحات کے مکشوف کے درمیان فرق کے بیان میں میر منصور کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۳۹ |
| مکتوب 68 | اس مرتبہ وہم کی تحقیق میں کہ جس میں عالم وجود ونمود رکھتا ہے فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۴۱ |
| مکتوب 69 | شریعت کے التزام اور ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب میں قاضی موسیٰ شوخین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۴۳ |
| مکتوب 70 | ارباب جمعیت کی صحبت کی تحریص اور ترغیب میں مولانا اسحاق ولد قاضی موسیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے | ۴۴۴ |
| مکتوب 71 | حقائق وموہوم یعنی عالم اور موجود حقیقی یعنی صانع عالم کے درمیان تمیز کرنے کے بیان میں جناب پیرزادہ خواجہ محمد عبیداللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۴۴ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 72 | اس بیان میں اشکر کی تلوینات ارباب جمعیت کیلئے تمکین ہے اور اس استفسار کے جواب میں جو مولو خوانی کے بارے میں کیا گیا تھا۔ خواجہ حسام الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۴۷ |
| مکتوب 73 | صفت حیات کے اسرار میں جو علم سے برتر ہے اور اس بیان میں کہ علم جس طرح صفات زائدہ سے ہے اسی طرح شیون غیر زائدہ سے بھی ہے۔ اسی طرح دوسری صفات کا حال ہے مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۴۸ |
| مکتوب 74 | صاحب فصوص کے اس کلام کی شرح جو تجلی ذات کے بارے میں فرمائی ہے اور اس بارے میں حضرت ایشاں قدس سرہ کی خاص تحقیق ورائے کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی طرف لکھا ہے۔ | ۴۵۱ |
| مکتوب 75 | تجلی افعال و تجلی ذات کے بیان میں فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۵۴ |
| مکتوب 76 | شان العلم اور اس سے اوپر کے اس مرتبہ مقدسہ کی بلندی میں جس کو نور محض سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۵۸ |
| مکتوب 77 | حقیقت کعبہ ربانی کے اسرار اور عجز و معرفت کے دقائق اور صلوٰۃ کلمہ طیبہ کی نفی و اثبات کی حقیقت کے بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۶۱ |
| مکتوب 78 | اشتیاق و اشفاق کے اظہار اور اشکر کے ثمرات کے بیان میں عالی مرتبہ مخدوم زادوں خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۶۵ |
| مکتوب 79 | عارف کی ذات موہوب حقانی کے بیچونی اسرار اور تجلی ذات اور آخرت کی رویت کے ثبوت میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۶۶ |
| مکتوب 80 | عارف کی ذات موہوب کی طرف اشیاء کے منسوب ہونے کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ سبحانہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۷۳ |
| مکتوب 81 | ایک معاملہ کے حل اور واقعہ کی تعبیر میں خواجہ جمال الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۷۶ |
| مکتوب 82 | مہاجرت یعنی جدائی کے رنج و الم کے اظہار میں بمع بعض بشارتوں کے مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم مدظلہما کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۷۸ |
| مکتوب 83 | اشکر کی برکات میں کہ جہاں بے اختیار رہنا پڑتا ہے بزرگ مخدوم زادوں کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۷۹ |
| مکتوب 84 | اس طریقہ عالیہ کے آداب میں حافظ عبد الغفور کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۷۹ |
| مکتوب 85 | حفظ اوقات کی نصیحت میں حضرت مخدوم زادہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۰ |
| مکتوب 86 | خوارق کے بکثرت اور بقلت ظاہر ہونے کے بیان میں درویش حبیب خادم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۱ |
| مکتوب 87 | حضرت ایشاں کے مرادی و مریدی کے اسرار میں مولانا محمد صالح کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۳ |
| مکتوب 88 | خلیل کی خلت کے اسرار اور تعین وجودی کے اثبات میں مخدوم زادہ عالی مرتبہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۸۴ |
| مکتوب 89 | شیخ روز بہان بقلی قدس سرہ کے کلام کی شرح اور توحید وجودی کے بعض دقائق کے بیان میں قاضی اسماعیل فرید آبادی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۹۲ |
| مکتوب 90 | اس سوال کے جواب میں جو عارفوں کے مشاہدہ کی حقیقت کے بارے میں کیا گیا تھا۔ فقیر ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۴۹۷ |
| مکتوب 91 | ان سوالوں کے جواب میں جو معرفت و ایمان حقیقی کے درمیانی فرق کی نسبت کئے گئے تھے۔ مولانا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۰۰ |
| مکتوب 92 | اس سوال کے جواب میں کہ صوفیاء حق تعالیٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور اس سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۰۳ |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| مکتوب 93 | تعین اول وجودی کی تحقیق اور حبیب وخلیل وکلیم علیہم الصلوۃ والسلام کے مبادی تعینات کے درمیان فرق کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۰۵ |
| مکتوب 94 | کمال وجمال ذاتی اور اس سے فوق کے مرتبہ مقدسہ کے دقائق میں اور اس بیان میں کہ ان دونوں مرتبوں میں سے حضرت حبیب وخلیل وکلیم علیہم الصلوۃ والسلام کے تعینات کا حصہ کیا ہے اور حضرت ایشاں قدس سرہ کے تعین کا بہرہ کونسا ہے۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۰۶ |
| مکتوب 95 | ان اسرار کے بیان میں جو حضرت ایشاں مدظلہ العالی کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مولانا محمد صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۱۲ |
| مکتوب 96 | ان اسرار کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک اسموں سے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ فقیہ ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۱۵ |
| مکتوب 97 | عالم کے موہوم ہونے کے سر میں صوفی قربان جدید کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۱۷ |
| مکتوب 98 | حسن صوری یعنی ظاہری حسن سے بکثرت لذت پانے کے شر و برائی کے بیان میں۔ حاجی عبداللطیف خوارزمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۱۸ |
| مکتوب 99 | ان ظاہری و باطنی نعمتوں کے شکریہ کے اظہار میں جو ماوراء النہر کے بزرگوں کی برکات سے پہنچی ہیں۔ سیادت مآب ارشاد پناہ میر مومن بلخی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۱۹ |
| مکتوب 100 | اس سر کے کشف میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کی گرفتاری کی وجہ کیا تھی اور بعض اسرار غریبہ اور علوم عجیبہ کے بیان میں شیخ نور الحق کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۲۰ |
| مکتوب 101 | فلاسفہ کے مذاق کے موافق آیات قرآنی کی تاویل وتفسیر کرنے سے منع کرنے کے بیان میں شیخ عبداللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۰ |
| مکتوب 102 | مجاہدہ اور گوشہ نشینی اور طالبان حق کی تربیت کی ترغیب میں جناب میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۱ |
| مکتوب 103 | قصور احوال پر تربیت کرنے اور تکمیل واکمال کے حاصل ہونے پر ترغیب دینے کے بیان میں شیخ حمید احمدی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۲ |
| مکتوب 104 | بعض مراتب تک پہنچنے کی خوشخبری میں حضرت ذوالبرکات حضرت خواجہ محمد سعید وحضرت خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۳ |
| مکتوب 105 | سنت کے زندہ کرنے اور بدعت سے ڈرانے کے بیان میں شیخ حسن برکی کی طرف اس کے اس خط کے جواب میں جو اس نے اپنے احوال کے بیان میں لکھا تھا، صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۴ |
| مکتوب 106 | اس واقعہ کے بیان میں کہ جس میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا تھا اور ان سے بہت اعلیٰ بشارتیں پائی تھیں۔ حضرات مخدوم زادگان سلمہما اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۶ |
| مکتوب 107 | نسبت رابطہ میں فتور آنے اور طاعات میں لذت نہ پانے کے سبب میں خواجہ محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۷ |
| مکتوب 108 | ان معاملات کے بیان میں جو اصل الاصل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور یہ معرفت معنی سے منقول ہیں ملا طاہر خادم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۸ |
| مکتوب 109 | اس بیان میں کہ عالم کا ایجاد مرتبہ وہم میں ہے لیکن ایجاد کے استقرار تعلق کے باعث نفس امری ہوگیا ہے اور یہ مرتبہ علم وخارج کے مرتبہ کے ماسوا ہے اور اس بیان میں کہ وحدت بھی | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/




| | | |
|---|---|---|
| | نفس امری ہے اور کثرت بھی اور اس بات کی تحقیق میں کہ باوجود ثبات واستقرار کے سالک کو فنا کیونکر ہے۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۴۸ |
| مکتوب 110 | اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ کسی معلوم کی صورت اس میں حاصل نہیں ہوتی۔ اس وقت ہر ایک ذرہ اس کیلئے مطلوب کی طرف شاہراہ ہوتا ہے اور اس بیان میں کہ اس عارف کی حب حق تعالیٰ کی حب تک پہنچا دیتی ہے اور اس کا بغض حق تعالیٰ کے بغض کا باعث ہوتا ہے اسی طرح اس کی تعظیم واہانت کا حال ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی آل واصحاب کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہی نسبت ہے۔ یہ معارف معنی سے نقل کئے گئے ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵۱ |
| مکتوب 111 | قاب قوسین اور او ادنیٰ کے بعض اسرار غریبہ کے بیان میں اور اس سر میں کہ عارف کامل اپنے کاتب شمال یعنی بائیں طرف کے عملنامہ لکھنے والے فرشتہ کو نہیں پاتا۔ یہ معارف بھی معنی سے منقول ہیں۔ شیخ نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵۲ |
| مکتوب 112 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات حقیقیہ نہ ذات کا عین ہیں نہ ذات کا غیر۔ شریعت پناہ قاضی اسلم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵۴ |
| مکتوب 113 | اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات حیات اور علم اور تمام کمالات کے ساتھ متصف ہیں اور صفات کے اس قیام کے معنی کی تحقیق میں جو ذات جل شانہ کیساتھ رکھتی ہیں، ملا سلطان سرہندی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵۵ |
| مکتوب 114 | صفات واجبی کی تحقیق اور اپنے کمالات کے ساتھ حق تعالیٰ کے علم کے تعلق کی کیفیت میں اور اس بیان میں کہ معنی کو عین کے قیام سے چارہ نہیں لیکن اس کیلئے محل کا ثابت کرنا ضروری نہیں اور تعین وجودی اور انبیاء متبوعین اور انبیاء تابعین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ کرام کے مبادی تعینات اور اولیاء وعوام مومنین وکفار اور عالم آخرت کی موجودات کے مبادی تعینات کے بیان میں صادر فرمایا ہے۔ | ۵۵۶ |
| مکتوب 115 | بعض استفساروں کے جواب میں عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۶۴ |
| مکتوب 116 | خلق اللہ کی خدمتگاری کی ترغیب میں خواجہ ابوالمکارم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۶۵ |
| مکتوب 117 | آیت کریمہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی الخ کے معنی اور دوسرے اعتراضوں کے بیان میں مولانا شیخ غلام محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۶۵ |
| مکتوب 118 | مولانا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۶۹ |
| مکتوب 119 | مولانا مودود محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۷۵ |
| مکتوب 120 | عزلت یعنی گوشہ نشینی کے اختیار کرنے کے بیان میں میر منصور کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۷۶ |
| مکتوب 121 | ایک مکتوب کی عبارت کے حل میں جو اسرار پر مشتمل ہے۔ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے | ۵۷۷ |
| مکتوب 122 | مولانا حسن دہلوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۵۸۷ |
| مکتوب 123 | اس بیان میں کہ وہ راہ جو جناب قدس جل شانہ کی طرف پہنچانے والے ہیں، دو ہیں۔ نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۰۴ |
| مکتوب 124 | شیخ محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ | ۶۰۷ |


## رسالہ مبدأ ومعاد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# ترجمہ مکتوبات

## امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

## دفتر دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد کثیر اور طیب اور مبارک سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ جیسے کہ ہمارا رب پسند کرتا اور چاہتا ہے اور اس کے حبیب پاک حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل و اصحاب اور اہل بیت اور کامل وارثوں اور تمام ہدایت کی راہ پر چلنے والوں اور تمام انبیاء اور مرسلین اور ملائکہ مقربین پر کامل اور تمام صلوٰۃ وسلام ہو جیسے کہ ان کی بلند شان کے لائق اور مناسب ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ امام بزرگ، علماء راسخین کے پیشوا، مرسلین کی خلعتوں سے شرف یافتہ، ولایت اصلیہ کے صاحب، اسرار الٰہی کے مخزن، متشابہات قرآنیہ کے دقیقوں کو جاننے والے، خدا تعالیٰ کی آیات میں سے آیت عجیبۃ الف ثانی کے مجدد، ہمارے شیخ و امام حضرت شیخ احمد فاروقی (کہ خدا تعالیٰ ان کو تمام اہل جہان کے سر پر سلامت رکھے) کے یہ مکتوبات ایسے علوم غریبہ اور معارف عجیبہ اور اسرار لطیفہ اور دقائق شریفہ پر مشتمل ہیں جن کو آج تک کسی عارف نے بیان نہیں کیا اور نہ ہی کسی ولی نے ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ علوم اور معارف انوار نبوت کے مشکوٰۃ سے مقتبس ہیں۔

جب دفتر اوّل کے مکتوبات تین سو تیرہ تک پہنچے تو حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دفتر کو اسی عدد پر ختم کریں کہ پیغمبران مرسل صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا وعلیہم اور اصحاب اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد کے موافق ہیں۔ اس لیے دفتر اوّل تیمناً وتبرکاً اسی عدد پر ختم کیا گیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بعدازاں اور مکتوبات جو صادر ہوتے رہے۔ان کے جمع کرنے کے لئے معارف کو جاننے والے،حقائق کو پہچاننے والے،فیض الٰہی کے مظہر،اسرار لامتناہی کے منبع،ظاہری باطنی علوم کے جامع حضرت مخدوم زادہ مجد الدین خواجہ محمد معصوم (کہ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت اور باقی رکھے اوران کو اعلیٰ کمال تک پہنچائے) نے فرمایا۔ان کے حکم شریف کے موافق اس درگاہ بلند کے خاکروبوں میں سے کمترین اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے عاجز بندہ عبدالحیٔ بن خواجہ چاکر حصاری (کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشے اور اس کے عیبوں کو ڈھانپے اور اس کا خاتمہ نیک کرے) ان مکتوب کے جمع کرنے کے درپے ہوا۔

هُوَ اللهُ الْمُوَفِّقُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ

(اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۱)

مسئلہ وحدت وجود میں شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے مذہب کے بیان میں جو حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مختار ہے۔ شیخ عبدالعزیز جونپوری کی طرف صادر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے امکان کو وجوب کا آئینہ اور عدم کو وجود کا مظہر بنایا وجوب اور وجود اگرچہ حق تعالیٰ کے کمال کی دو صفتیں ہیں لیکن حق تعالیٰ تمام اسماء وصفات اور تمام شیون واعتبارات اور ظہور وبطون اور بروز وکمون اور تمام تجلیات وظہورات اور تمام مشاہدات ومکاشفات اور تمام محسوس ومعقول اور تمام موہوم ومتخیل سے وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے

چہ گویم باتواز مرغے نشانہ　　　کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامی پیش مردم　　　زمرغ من بود آں نام ہم گم

ترجمہ: کیوں کیا مرغ کا تجھ سے نشانہ　　　جو عنقا سے رہے ہم آشیانہ
مگر ہے نام عنقا سب کو معلوم　　　مرے ہے مرغ کا بھی نام معدوم

کسی حمد کرنے والے کا حمد اس کی ذات بلند کی پاک بارگاہ تک نہیں پہنچتا بلکہ اس کی عزت وجلال کے پردوں سے ورے ہی ورے رہ جاتا ہے۔ اس ذات پاک نے اپنی تعریف آپ ہی کہی ہے اور اپنا حمد آپ ہی بیان کیا ہے۔ وہ ذات پاک آپ ہی حامد اور آپ ہی محمود ہے۔ تمام مخلوقات حمد مقصود کے ادا کرنے سے عاجز ہیں کیونکر نہ ہوں۔ جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ بھی اس کی حمد سے عاجز ہیں۔ جو قیامت کے دن لواء حمد کے اٹھانے والے ہیں۔ جس کے نیچے حضرت آدم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں گے۔ وہ رسول ظہور میں تمام مخلوقات میں سے افضل واکمل اور مرتبہ میں سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ حسن وجمال وکمال کے جامع ہیں۔ ان کا قدر سب سے زیادہ بلند اور ان کی شان وشرف سب سے عظیم، ان کا دین سب سے مضبوط اور اور ان کی ملت سب سے زیادہ راست اور درست ہے۔ حسب میں سب سے زیادہ کریم اور نسب میں سب سے زیادہ شریف اور خاندان میں سب سے معزز اور بزرگ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کا پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو خلقت کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کو ظاہر فرماتا۔ وہ نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے (یعنی پیدا نہ ہوئے تھے) قیامت کے دن وہ تمام نبیوں کے امام اور خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ انہوں نے اپنے حق میں یوں فرمایا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے کہ قیامت کے دن ہم ہی پیچھے چلنے والے ہوں گے اور ہم ہی آگے جانے والے ہیں۔ میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا (بلکہ اظہار حقیقت ہے) اور میں ہی اللہ تعالیٰ کا حبیب اور خاتم النبیین ہوں لیکن مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ جب قیامت کے دن لوگ قبروں سے نکلیں گے۔ سب سے اوّل میں ہی نکلوں گا اور جب وہ گروہ در گروہ جائیں گے تو ان کا ہانکنے والا میں ہی ہوں گا اور جب وہ خاموش کیے جائیں گے تو ان کی طرف سے خطیب اور کلام کرنے والا میں ہی ہوں گا اور جب وہ بند کیے جائیں گے تو ان کی شفاعت میں ہی کروں گا اور جب وہ رحمت و کرامت سے ناامید ہوں گے تو میں ہی ان کو خوشخبری دوں گا۔ اس دن تمام کنجیاں میرے ہی ہاتھ میں ہوں گی۔ ان پر اور ان کے تمام بھائی نبیوں اور مرسلوں اور ملائکہ مقربین اور تمام اہل اطاعت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام و تحیۃ و برکت نازل ہو جو ان کی شان بلند کے لائق ہے جس قدر کہ ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو اس فقیر کے نام لکھا ہوا تھا، میرے عزیز بھائی شیخ محمد طاہر نے پہنچایا اور بہت خوش کیا۔ چونکہ آپ کا صحیفہ کشف و شہود والوں کے حقائق و معارف سے بھرا ہوا تھا، دوبالا خوشی حاصل ہوئی۔ جَزَاکُمُ اللہُ سُبْحَانَہٗ. فقیر بھی آپ کے صحیفہ کی موافقت کر کے اس بلند گروہ کے ذوق و مذاق کی چند باتیں ان چند کلموں میں تحریر کر کے آپ کو تکلیف دیتا ہے۔

میرے مخدوم آپ کو معلوم ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبداء اور عدم ہر نقص و شرارت کا منشاء ہے۔ وجود واجب جل شانہ کے لیے ثابت ہے اور عدم ممکن کے نصیب ہے تا کہ تمام خیر و کمال حق تعالیٰ کی طرف عائد ہو اور تمام شر و نقص ممکن کی طرف راجع ہو۔ ممکن کے لیے وجود ثابت کرنا اور تمام خیر و کمال کو اس کی طرف راجع کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے مُلک و مِلک میں اس کو شریک بنانا ہے۔ اسی طرح ممکن کو واجب تعالیٰ کا عین کہنا اور ممکن کے صفات و افعال کو حق تعالیٰ کے صفات و افعال کا عین بنانا بڑی بے ادبی اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات میں الحاد و شرک ہے۔ بیچارہ کمینہ خاکروب جو ذاتی نقص و خبث سے لتھڑا ہوا ہے، کیا مجال رکھتا ہے کہ اپنے آپ کو اس عظیم الشان بادشاہ کا عین تصور کرے جو تمام خیرات و کمال کا مبداء ہے یا اپنی بری یا ذمیمہ صفات و افعال کو اس کی عمدہ اور جمیلہ صفات و افعال کا عین خیال کرے۔

علماء ظاہر نے ممکن کے لیے وجود ثابت کیا ہے اور واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو وجود کے افراد مطلق سے سمجھا ہے یعنی قاعدہ تشکیک کے موافق واجب تعالیٰ کے وجود کو اولیٰ واقدم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کہا ہے۔ حالانکہ یہ بات ممکن کو واجب تعالیٰ کے ساتھ ان کمالات وفضائل میں جو وجود سے پیدا ہوتے ہیں، شریک بنانے کا باعث ہے۔ تَعَالَى اللهُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت برتر اور بزرگ ہے) حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِیْ (بڑائی میری چادر اور عظمت میرا ازار ہے)

اگر علماء ظاہر اس دقیقہ سے واقف ہوتے تو ہرگز ممکن کے لیے وجود ثابت نہ کرتے اور خیر و کمال جو اس بارگاہ کے ساتھ مخصوص ہے، وجود کے اختصاص کے اعتبار سے ممکن کے لیے ثابت نہ کرتے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر مواخذہ نہ کیجیو۔)

اکثر صوفیاء اور خاص کر ان میں سے اکثر متاخرین نے ممکن کو واجب تعالیٰ کا عین جانا ہے اور اس کے صفات و افعال کو حق تعالیٰ کے صفات و افعال کا عین خیال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

همسایه و همنشین و همراه همه اوست
در دلق گدا و اطلس شه همه اوست
در انجمن فرق و نهانخانه جمع
بالله همه اوست ثم بالله اوست

ترجمہ: ہمسایہ و ہمنشین و ہمرہ ہے وہی
گدا و سلطان و فقیر و شہ ہے وہی
انجمن میں فرق و نہانخانہ میں جمع
بخدا سب وہی باللہ ہے وہی

یہ بزرگوار اگرچہ وجود کے شریک کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور دوئی سے بھاگتے ہیں لیکن غیر وجود کو وجود جانتے اور نقائص کو کمالات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذاتی نقص و شرارت کسی چیز میں نہیں ہے۔ اگر ہے تو نسبی اور اضافی ہے۔ مثلاً زہر قاتل انسان کی نسبت شرارت رکھتا ہے کیونکہ ان کی زندگی کو دور کرتا ہے لیکن اس حیوان کی نسبت جو اس زہر میں مخلوق ہے، آب حیات اور تریاق نافع ہے۔ اس امر میں ان کا مقتداء ان کا اپنا کشف وشہود ہے۔ جس قدر کہ ان کو معلوم ہوا ہے۔ انہوں نے ظاہر کر دیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ (یا اللہ تو ہم کو اشیاء کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں، دکھا)

اس بارے میں جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے، مفصل بیان کرنا ہے۔ پہلے شیخ محی الدین ابن عربی کا جو متاخرین صوفیاء کا امام و مقتدا ہے۔ اس مسئلہ میں جو مذہب ہے، وہ بیان کرتا ہے۔ بعد ازاں جو کچھ کشف میں آیا ہے، تحریر کرتا ہے تاکہ دونوں مذہبوں کے درمیان پورے طور پر فرق ظاہر ہو جائے اور وقت کے باعث ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے نہ رہیں۔

شیخ محی الدین اور اس کے تابعین فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے اسماء وصفات حق تعالیٰ کی عین ذات ہیں نیز ایک دوسرے کے عین ہیں۔ مثلاً علم و قدرت جس طرح حق تعالیٰ کی ذات کے عین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہیں، اسی طرح ایک دوسرے کے بھی عین ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس مقام میں تعدد وتکثر کا کوئی نام ونشان نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کا تمائز وتباین ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ان اسماء وصفات اور شیون واعتبارات نے حضرت علم میں اجمالی اور تفصیلی طور پر تمائز وتباین پیدا کیا ہے۔ اگر تمیز اجمالی ہے تو اس کو تعین اوّل سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر تفصیلی ہے تو اس کو تعین ثانی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

تعین اول کو وحدت کہتے ہیں اور اسی کو حقیقت محمدی جانتے ہیں اور تعین ثانی کو واحدیت کہتے ہیں اور اس کو تمام ممکنات کے حقائق سمجھتے ہیں اور ان حقائق ممکنات کو اعیان ثابتہ جانتے ہیں۔ یہ دو تعین علمی جن کو وحدت اور واحدیت کہتے ہیں ،مرتبہ وجوب میں ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان اعیان نے وجود خارجی کی بو نہیں پائی اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ یہ کثرت جو دکھائی دیتی ہے، ان اعیان ثابتہ کا عکس ہے جو ظاہر وجود کے آئینہ میں جس کے سوا خارج میں کچھ موجود نہیں، منعکس ہوا ہے اور وجود تخیلی پیدا کیا ہے جس طرح کہ آئینہ میں کسی شخص کی صورت منعکس ہو کر آئینہ میں وجود تخیلی پیدا کر لے۔ اس عکس کا وجود خیال کے سوا کچھ ثابت نہیں اور نہ ہی آئینے میں کسی شے نے حلول کیا ہے اور نہ ہی اس آئینے پر کوئی چیز منقش ہوئی ہے۔ اگر کچھ منقش ہے تو تخیل میں ہے جو صرف آئینہ میں وہمی طور پر ظاہر ہے۔ یہ متخیل اور متوہم عکس چونکہ صنعت خداوندی ہونے کے باعث بڑا استحکام اور اثبات رکھتا ہے، اس لیے وہم وتخیل کے اٹھنے سے اٹھ نہیں سکتا اور ثواب وعذاب ابدی اس پر مترتب ہے۔ یہ کثرت جو خارج میں نمودار ہے، تین قسموں میں منقسم ہے۔

قسم اوّل تعین روحی ہے اور قسم دوم تعین مثالی اور قسم سوم تعین جسدی ہے جو عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے۔

ان تینوں تعینوں کو تعینات خارجیہ کہتے ہیں اور مرتبہ امکان میں ثابت کرتے ہیں۔ تنزلات خمسہ بھی انہی تعینات پنجگانہ سے مراد ہے۔ ان تنزلات خمسہ کو حضرات خمس بھی کہتے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات کے سوا جو عین ذات ہیں، ان کے نزدیک خارج کا علم ثابت نہیں ہوا اور انہوں نے صورت علمیہ کو اس صورت کا عین سمجھا ہے، نہ اس کا شبہ ومثال اور ایسے ہی اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ کو جو ظاہر وجود کے آئینہ میں نمودار ہوئی ہے۔ ان اعیان کا عین تصور کیا ہے۔ نہ اس کی شبہ وماند۔ اس لیے اتحاد کا حکم کیا ہے اور ہمہ اوست کہا ہے۔

یہ ہے شیخ محی الدین کے مذہب کا بیان مسئلہ وحدت وجود میں اجمالی طور پر اور یہی وہ علوم ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جن کو شیخ خاتم الولایت کے ساتھ مخصوص جانتا ہے اور کہتا ہے کہ خاتم النبوۃ ان علوم کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے اور جن کی توجیہ میں فصوص کے شارحین بڑے تکلفات کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ شیخ سے پہلے اس گروہ میں سے کسی نے ان علوم واسرار کے ساتھ زبان نہیں کھولی اور اس حدیث کو کسی نے اس طرح بیان نہیں کیا۔ اگرچہ توحید واتحاد کی باتیں سکر کے غلبوں میں ان سے ظاہر ہوئی ہیں اور انا الحق اور سبحانی کہا ہے لیکن اتحاد کی وجہ اور توحید کا موجب کسی نے معلوم نہیں کیا۔

پس شیخ ہی اس گروہ میں سے متقدمین کی برہان اور متاخرین کی حجت ہے لیکن ابھی اس مسئلہ میں بہت سے دقائق پوشیدہ رہ گئے ہیں اور اس بارہ میں کئی قسم کے پوشیدہ اسرار ظاہر نہیں ہوئے جن کے ظاہر کرنے اور لکھنے کی توفیق اس فقیر کو حاصل ہوئی ہے۔ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالیٰ حق ثابت فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے)

میرے مخدوم واجب الوجود جل شانہ کے صفات ثمانیہ جو اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے نزدیک خارج میں موجود ہیں، حق تعالیٰ کی ذات سے خارج میں متمیز ہیں اور وہ تمیز بھی ذات و صفات کی طرح بیچون و بیچگون ہے۔ اسی طرح صفات بھی تمیز بیچونی کے ساتھ ایک دوسرے سے متمیز ہیں بلکہ تمیز بیچونی حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں بھی ثابت ہے۔ لِاَنَّہٗ الْوَاسِعُ بِالْوُسْعِ الْمَجْھُوْلِ الْکَیْفِیَّۃِ (کیونکہ وہ ایسی وسعت کے ساتھ واسع یعنی اشیاء کو گھیرنے والا ہے جس کی کیفیت معلوم نہیں) وہ تمیز جو ہمارے فہم اور ادراک میں آسکے۔ اس جناب پاک سے مسلوب ہے کیونکہ تبعض اور تجزی (بعض بعض اور جزو جزو ہونا) اس جگہ متصور نہیں اور تحلیل و ترکیب کا اس بارگاہ میں دخل نہیں اور حال و محل ہونے کی وہاں گنجائش نہیں۔ غرض یہ کہ جو ممکن کے صفات و اعراض ہیں، سب اس جناب پاک سے مسلوب ہیں۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ فِی الذَّاتِ وَلَا فِی الصِّفَاتِ وَلَا فِی الْاَفْعَالِ (ذات وصفات وافعال میں کوئی اس کی مانند نہیں) اس بیچونی تمیز اور بے کیفی وسعت کے باوجود حق تعالیٰ کے اسماء وصفات نے خانہ علم میں بھی تفصیل و تمیز پیدا کی ہے اور منعکس ہوئے ہیں اور ہر صفت واسم متمیزہ کے لیے مرتبہ علم میں ایک مقابل اور نقیض ہے۔ مثلاً مرتبہ علم میں صفت علم کا مقابل اور نقیض عدم علم ہے جس کو جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور صفت قدرت کے مقابل عجز ہے جس کو عدم قدرت کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ان عدمات متقابلہ نے حق تعالیٰ کے حکم میں تفصیل و تمیز پیدا کی ہے اور اپنے متقابلہ اسماء وصفات کے آئینے اور ان کے عکس کے مظہر بن گئی ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فقیر کے نزدیک وہ عدمات بمعہ اسماء وصفات کے عکسوں کے حقائق ممکنات ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ عدمات ان ماہیات کے اصول و مواد کی طرح ہیں اور وہ عکوس ان مواد میں حلول کی ہوئی صورتوں کی طرح۔ پس شیخ محی الدین کے نزدیک ممکنات کے حقائق وہ اسماء وصفات کی نقیضیں ہیں بمعہ اسماء وصفات کے عکسوں کے جو خانہ علم میں ان عدمات کے آئینوں میں ظاہر ہوئی ہیں اور ایک دوسرے سے باہم مل گئی ہیں۔ قادر مختار جل شانہ نے جب چاہا کہ ان ماہیات ممتزجہ میں سے کسی ماہیت کو وجود ظلی کے ساتھ جو حضرت وجود کا پرتو ہے، متصف کر کے موجود خارجی بنائے تو اس ماہیت ممتزجہ پر حضرت وجود کا پرتو ڈال کر اس کو آثار خارجیہ کا مبدأ بنایا۔ پس ممکن کا وجود علم و خارج میں اس کی باقی صفات کی طرح حضرت وجود اور اس کی کمالات تابع کا پرتو ہے۔ مثلاً ممکن کا علم واجب الوجود کے علم کا پرتو اور ظل ہے جو اپنے مقابل میں منعکس ہوا ہے اور ممکن کی قدرت بھی ایک ظل ہے جو عجز میں جو اس کے مقابل ہے، منعکس ہوئی ہے۔ اسی طرح ممکن کا وجود حضرت وجود کا ظل ہے جو عدم کے آئینہ میں جو اس کے مقابل ہے منعکس ہوا ہے۔

نیا وردم از خانہ چیزے نخست　　　تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

ترجمہ: نہیں لایا میں کوئی چیز گھر سے　　　مرا جو کچھ کہ ہے بخشا ہے تو نے

لیکن فقیر کے نزدیک شے کا ظل شے کا عین نہیں بلکہ اس کا شبہ و مثال ہے اور ایک کا دوسرے پر حمل کرنا ممتنع اور محال ہے۔ پس فقیر کے نزدیک ممکن واجب کا عین نہ ہوگا اور ممکن کا واجب پر حمل کرنا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ ممکن کی حقیقت عدم ہے اور وہ عکس جو اسماء وصفات سے اس عدم میں منعکس ہوا ہے وہ ان اسماء وصفات کا شبہ و مثال ہے نہ کہ ان کا عین۔ پس ہمہ اوست کہنا درست نہیں ہوگا بلکہ ہمہ از اوست کہنا درست ہوگا کیونکہ ممکن کا ذاتی وجود عدم ہے جو شرارت و نقص و خبث کا مبدء ہے اور جو کمالات از قسم وجود اور اس کی توابع وغیرہ کے ممکن میں پائی جاتی ہیں۔ سب اس بارگاہ جل شانہ سے حاصل کی ہوئی ہیں اور حق تعالیٰ کے کمالات ذاتیہ کا پرتو ہیں۔ پس حق تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا نور ہے اور اس کے ماسواء ظلمت ہی ظلمت ہے کیونکر نہ ہو جبکہ عدم تمام ظلموں سے برتر اور بڑھ کر ہے۔

اس مبحث کی تحقیق کما حقہ اس مکتوب میں جو فرزند اعظم مرحوم کے نام وجود کی حقیقت اور ماہیات ممکنات کی تحقیق میں لکھا ہے، تحریر ہو چکی ہیں۔ وہاں سے طلب فرمالیں۔

پس شیخ محی الدین کے نزدیک عالم سب کا سب ان اسماء وصفات سے مراد ہے جنہوں نے خانہ علم میں تمیز پیدا کر کے ظاہر وجود کے آئینہ میں نمود و نمائش حاصل کی ہے اور فقیر کے نزدیک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


عالم ان عدمات سے مراد ہے جن میں حق تعالیٰ کے اسماء وصفات خانہ علم میں منعکس ہوئی ہیں اور وہ عدمات بمعہ ان عکسوں کے حق تعالیٰ کے ایجاد سے وجود ظلی کے ساتھ خارج میں موجود ہوئی ہیں۔ پس عالم میں خبث ذاتی اور شرارت جبلی ظاہر اور پیدا ہے اور سب خیر وکمال حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف راجع ہے۔ آیت کریمہ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللهِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ (جو تجھے بھلائی پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے اپنے نفس سے ہے) اس معرفت کی تائید کرتی ہے۔ اَللهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ.

پس اس تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ عالم وجود ظلی کے ساتھ خارج میں موجود ہے جس طرح کہ حق تعالیٰ وجود اصلی کے ساتھ بذات خود خارج میں موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عالم کا یہ خارج بھی وجود وصفات کی طرح حق تعالیٰ کے وجود کے خارج کا ظل ہے۔ پس عالم کو حق تعالیٰ کا عین نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی ایک کو دوسرے پر حمل کر سکتے ہیں۔ شخص کے ظل کو شخص کا عین نہیں کہہ سکتے۔ لِوُجُوْدِ التَّغَايُرِ بَيْنَهُمَا فِي الْخَارِجِ لِاَنَّ الْاِثْنَيْنِ مُتَغَايِرَانِ (کیونکہ خارج میں دونوں ایک دوسرے کے متغائر ہیں۔ اس لیے کہ دو چیزیں ایک دوسرے کی متغائر ہوتی ہیں) اور اگر کوئی آدمی شخص کے ظل کو شخص کا عین کہے تو تسامح اور تجوز کے طریق پر ہوگا جو اس بحث سے خارج ہے۔

اگر کہیں کہ شیخ محی الدین اور اس کے تابعین بھی عالم کو حق تعالیٰ کا ظل جانتے ہیں۔ پھر فرق کیا ہوا تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اس ظلی وجود کو صرف وہم ہی میں خیال کرتے ہیں اور وجود خارجی کی بوتک بھی اس کے حق میں تجویز نہیں کرتے۔ غرض کثرت موہومہ کو وحدت وجود کے ظل سے تعبیر کرتے ہیں اور خارج میں واحد تعالیٰ ہی کو موجود جانتے ہیں۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) پس ظل کے اصل پر حمل کرنے اور نہ کرنے کا باعث ظل کے لیے وجود خارجی کا ثابت کرنا اور نہ کرنا ہے۔ یہ لوگ چونکہ ظل کے لیے وجود خارجی ثابت نہیں کرتے، اس لیے اصل پر محمول کرتے ہیں اور یہ فقیر چونکہ ظل کو خارج میں موجود جانتا ہے، اس لیے اصل پر حمل کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ظل سے وجود اصلی کے نفی کرنے میں فقیر اور یہ لوگ شریک ہیں اور وجود ظلی کے ثابت کرنے میں بھی متفق ہیں لیکن یہ فقیر وجود ظلی خارج میں ثابت کرتا ہے اور یہ لوگ وجود ظلی کو وہم وتخیل ہی میں سمجھتے ہیں اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے اور صفات ثمانیہ جن کا وجود اہل سنت وجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آراء کے موافق خارج میں ثابت ہوا ہے، ان کو بھی علم کے سوا ثابت نہیں کرتے۔ علماء ظاہر اور انہوں نے اعتدال اور میانہ روی کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دوطرفوں یعنی افراط وتفریط کو اختیار فرمایا ہے اور متوسط اس فقیر کونصیب ہوا ہے جس کی توفیق اس فقیر کو دی گئی ہے۔ اگر یہ لوگ بھی اس خارج کا ظل معلوم کرتے تو عالم کے وجود خارجی کا انکار نہ کرتے اور وہم وتخیل پر کفایت نہ فرماتے اور واجب الوجود کی صفات کے وجود خارجی کا انکار نہ کرتے اور اگر علماء ظاہر بھی اس سر سے واقف ہوتے تو ہرگز ممکن کے لیے وجود اصلی ثابت نہ کرتے اور وجود ظلی پر کفایت کرتے اور یہ جو فقیر نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ ممکن پر وجود کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر موجود ہے نہ کہ مجاز کے طور پر اس تحقیق کے منافی نہیں کیونکہ ممکن خارج میں وجود ظلی کے ساتھ حقیقت کے طور پر موجود ہے نہ کہ توہم وتخیل کے طور پر جیسے کہ انہوں نے خیال کیا ہے۔

**سوال**: صاحب فتوحات مکیہ نے اعیان ثابتہ کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کہا ہے۔ پس عدم اس کے طور پر بھی حقائق ممکنات میں داخل ہوا۔ پھر اس تحقیق اور اس قول کے درمیان کیا فرق ہوا۔

**جواب**: برزخ اس اعتبار سے کہا ہے کہ صور علمیہ کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت وہ ہے جو ثبوت علمی کے باعث وجود سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری جہت وہ ہے جو عدم خارجی کے سبب عدم سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اس کے نزدیک اعیان ثابتہ کو وجود خارجی کی بو تک نہیں پہنچی اور وہ عدم جو اس تحقیق میں درج ہوا ہے اور ہی حقیقت رکھتا ہے۔ ایسے ہی بعض بزرگوں کی عبارتوں میں ممکن پر عدم کا اطلاق ہوا ہے۔ اس سے مراد معدوم خارجی ہے نہ وہ عدم جس کی تحقیق اوپر ہو چکی ہے۔ حق تعالیٰ ان اسماء وصفات سے جنہوں نے علم میں تفصیل وتمیز پائی ہے اور عدمات کے آئینوں میں منعکس ہو کر ممکنات کے حقائق ہو گئے ہیں۔ وراء الوراء ہے۔

پس عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کی مناسبت نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ تمام اہل جہان سے غنی ہے) حق تعالیٰ کو عالم کا عین کہنا اور اس کے ساتھ متحد جاننا بلکہ نسبت دینا بھی اس فقیر پر بہت گراں اور دشوار ہے۔

آں ایشا نندو من چنینم یارب

ترجمہ: وہ ایسے ہیں، میں ایسا ہوں خدایا

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (تیرا رب اس توصیف سے جو یہ لوگ کرتے ہیں، پاک اور بزرگ ہے اور مرسلین پر سلام ہو اور اللہ رب العالمین کی حمد ہے) والسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وعلی مَنْ لَّدَیْکُمْ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۲)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا مرتبہ وجودا ور وجوب کے اعتبار سے برتر ہے، میر شمس الدین خلخالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

آپ کا مبارک خط جو محبت واخلاص سے صادر فرمایا ہے، پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ دینی بھائیوں کا زیادہ ہونا آخرت میں امیدواری کا سبب ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ اِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ وَثَبِّتْنَا وَاِیَّاھُمْ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلَیْھِمْ مِّنَ الصَّلَوٰاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا (یا اللہ تو ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر اور ہم کو اور ان کو حضرت سید المرسلین ﷺ کی متابعت پر ثابت قدم رکھ)

اے محبت کے نشان والے واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی صفات سبعہ یا ثمانیہ مختلف قول کے موافق جو صفات حقیقیہ ہیں، خارج میں موجود ہیں اور اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے سوا باقی تمام مخالف فرقوں میں سے کوئی فرقہ بھی حق تعالیٰ کی صفات کے وجود کا قائل نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ اہل حق میں سے متاخرین صوفیہ نے بھی وجود صفات کا انکار کیا ہے اور صفات کی زیادتی کو علم کی طرف راجع کرتے اور کہتے ہیں۔

بیت: ازروئے تعقل ہمہ غیر اند صفات — تو از روئے تحقق ہمہ عین ذات

ترجمہ بیت: غیر ہیں ازروئے تعقل کے صفات — لیک تحقیق میں ہیں سب عین ذات

حق یہ ہے کہ اہل حق کی بات برحق ہے۔ مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس اور کشف وفراست کے نور سے موید ہے۔ حاصل کلام یہ کہ وہ اشکال جو مخالف صفات کے وجود میں رکھتے ہیں قوی ہے کیونکہ صفات اگر موجود ہوں تو دو امر سے خالی نہیں۔ ممکن ہوں گی یا واجب۔ امکان حدوث کو مستلزم ہے کیونکہ ان کے نزدیک جو ممکن ہے حادث ہے اور واجب کے متعدد ہونے کا قائل ہونا توحید کے منافی ہے اور نیز امکان کی صورت میں حق تعالیٰ کی ذات سے صفات کا الگ ہونا لازم آتا ہے اور یہ بات حق تعالیٰ کے لیے جہل وعجز کے جواز کا موجب ہے۔

اس اشکال کا حل جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے، یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ۔ خواہ وہ وجود عین ہو یا زائد اور حق تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ۔ کیونکہ اس مقام میں وجود کی گنجائش نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


شیخ علاؤ الدولہ نے اسی مقام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُوْدِ عَالَمُ الْمَلِکِ الْوَدُوْدِ (عالم وجود کے اوپر مالک ودود کا عالم ہے)

پس امکان و وجوب کی نسبت بھی اس مقام میں متصور نہیں کیونکہ امکان و وجوب ماہیت اور وجود کی درمیانی نسبت کا نام ہے لیکن وہاں نہ وجود ہے نہ امکان اور نہ وجوب۔ یہ معرفت نظر وفکر کے طور سے ماوراء ہے۔ دائرہ عقل میں محبوس لوگ اس معرفت کو کیا پا سکتے ہیں اور انکار کے سوا ان کے حصہ میں کیا آ سکتا ہے۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی (مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے)

عرض دیگر یہ ہے کہ سیادت پناہ میر محب اللہ کچھ مدت سے یہاں تھے اب ان حدود کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ ان کی صحبت و خدمت کو غنیمت جانیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَيْكُمْ۔

# مکتوب (۳)

اس بیان میں کہ انفس و آفاق کا معاملہ ظلال میں داخل ہے اور ولایت صغریٰ و کبریٰ اور کمالات نبوت اور تجلی افعال کی حقیقت کی تحقیق میں جس کو بعض صوفیہ نے بیان کیا ہے کہ وہ تجلی حق تعالیٰ کے فعل کا ظل ہے نہ کہ عین فعل۔ تو پھر صفات و ذات کا کیا حال ہوگا۔ حقائق و معارف کو جاننے والے فیض الٰہی کے مظہر مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:

نَحْمَدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

جو کچھ انفس و آفاق کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے، اس پر ظلیت کا داغ لگا ہوتا ہے۔ اس واسطے نفی کے لائق ہے تاکہ اصل ثابت ہو جائے۔ جب انفس و آفاق سے معاملہ گزر جاتا ہے تو ظلیت کی قید سے چھوٹ جاتے ہیں اور فعل و صفات کی تجلی کا آغاز ہو جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے پہلے سیر انفسی و آفاقی میں جو تجلی ظاہر ہوئی تھی، اگرچہ اس کو تجلی ذات جانتے ہیں لیکن فعل و صفت کے ظلال سے تعلق رکھتی تھی نہ کہ نفس فعل و صفت کے ساتھ تو پھر ذات کا کیا ذکر ہے کیونکہ دائرہ ظلیت انفس کے نہایت منتہی ہو جاتا ہے۔ پس جو کچھ انفس و آفاق میں ظہور کرتا ہے، سب اس دائرہ میں داخل ہے۔ فعل و صفت بھی اگرچہ حقیقت میں حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ظلال ہیں لیکن دائرہ اصل میں داخل ہیں۔ اس دائرہ کی ولایت اصلی ہے برخلاف پہلے مرتبہ کی ولایت کے جو انفس و آفاق سے تعلق رکھتی تھی۔ جس کو ولایت ظلی کہتے ہیں۔ دائرہ ظل کے منتہیور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کو تجلی برقی جو مرتبہ اصل سے پیدا ہوتی ہے، میسر ہوتی ہے جو ایک ساعت کے لیے ان کو آفاق و انفس کی قید سے رہا کر دیتی ہے اور وہ لوگ جو دائرہ آفاق و انفس سے گزر جاتے ہیں اور ظل سے اصل کے ساتھ جا ملتے ہیں۔ یہ تجلی برقی ان کے حق میں دائمی ہوتی ہے کیونکہ ان بزرگواروں کا مسکن وماویٰ دائرہ اصل ہے جہاں سے تجلی برقی ظاہر ہوتی ہے بلکہ ان بزرگواروں کا معاملہ تجلیات وظہورات سے بڑھ کر ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک تجلی وظہور خواہ وہ کسی مرتبہ سے تعلق رکھے، ظلیت کی آمیزش سے خالی نہیں ہوتی۔ لیکن ان بزرگواروں کو اصل الاصل کی گرفتاری نے ظل سے فارغ اور زیغ بصر سے آزاد کر دیا ہوتا ہے۔

ولایت ظلی جس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں، اس کا نہایت کمال تجلی برقی کے ظاہر ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ تجلی برق ولایت کبریٰ میں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے، پہلا قدم ہے اور ولایت صغریٰ اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت ہے۔ اس بیان سے اولیاء کی ولایت کا اور انبیاء کی ولایت کا فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ اولیا کی ولایت کی انتہاء انبیاء کی ولایت کی ابتداء ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے کمالات کا ذکر کیا جائے جبکہ اس ولایت کی انتہاء نبوت کی ابتداء ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت سے تبعیت و وراثت کے طور پر حصہ پایا ہے جس کے سبب انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدائیت میں درج کرتے ہیں۔

یہ فقیر اس قدر جانتا ہے کہ نقشبندیہ نسبت وحضور جب کمال تک پہنچ جاتے ہیں تو ولایت کبریٰ سے جا ملتے ہیں اور اس ولایت کے کمالات سے حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ جن کے کمال کی نہایت تجلی برقی تک ہی ہے۔

جاننا چاہئے کہ وہ سیر جو آفاقی وانفسی سیر کے بعد میسر ہوتا ہے، وہ حق تعالیٰ کی اقربیت میں سیر ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا فعل بھی ہم سے ہماری نسبت زیادہ نزدیک ہے اور حق تعالیٰ کی صفت بھی اس کے اپنے فعل کی اور ہماری نسبت ہم سے زیادہ نزدیک ہے اور حق تعالیٰ کی ذات بھی اس کے فعل وصفت کی اور ہماری نسبت ہم سے زیادہ نزدیک ہے۔ ان مراتب کا سیر حق تعالیٰ کی اقربیت کا سیر ہے۔ اس مقام میں تجلی فعل اور تجلی صفت اور تجلی ذات متحقق وثابت ہو جاتی ہیں اور وہم کی سلطنت اور خیال کے دائرہ سے اس مقام میں نجات حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ سلطان وہم و خیال کا غلبہ دائرہ انفس و آفاق کے باہر میسر نہیں۔ وہم کی نہایت ظل کی نہایت تک ہی ہوتی ہے جہاں ظل نہ ہو وہاں وہم بھی نہیں ہوتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پس معلوم ہوا کہ ولایت ظلی میں موت کے بعد جب کہ وہم معدوم ہو جائے، وہم سے خلاصی حاصل ہوتی ہے لیکن ولایت اصلی میں جو ولایت کبریٰ ہے، اسی جہان میں وہم وخیال کی قید سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے اور وہم کے باوجود وہم کی قید سے آزاد ہوتے ہیں۔ پہلے گروہ کو جو کچھ آخرت میں جا کر حاصل ہوگا، وہ دوسرے گروہ کو اسی جگہ میسر ہوتا ہے۔ ولایت ظلی میں حصول مطالب اس جہان میں وہم وخیال کا تراشیدہ اور بنایا ہوا ہوتا ہے اور ولایت اصلی میں مطلوب وہم کی تراش وخراش سے منزہ ومبرا ہوتا ہے۔

شاید حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ وہم وخیال کے احاطہ اور قید سے تنگ آ کر موت کی آرزو کرتے ہیں تا کہ وہم وخیال سے اپنے مطلوب کو پائیں اوائل موت میں ''عَافَاکَ اللہُ'' سے منع کر کے فرماتے ہیں۔

من شوم عریاں زتن اواز خیال تاخرام در نہایات الوصال

ترجمہ: دور ہوں مجھ سے یہ سب وہم وخیال تا کہ پاؤں یار کا اعلیٰ وصال

یہ جو میں نے کہا ہے کہ انفس وآفاق میں افعال وصفات کے ظلال کے تجلیات ہیں نہ کہ نفس افعال وصفات کے تجلیات، اس کا بیان یہ ہے کہ تکوین صفات حقیقیہ سے ہے۔ جیسے کہ علماء ماتریدیہ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کا مذہب ہے نہ کہ صفات اضافیہ سے جیسے کہ اشعر کا یہ گمان ہے۔ اس صفت میں چونکہ اضافت کا رنگ غالب ہے، اس واسطے اشعریہ نے دوسری صفات کی طرف نظر کر کے اس کو بھی صفات اضافیہ سے گمان کیا ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ وہ صفت صفات حقیقیہ سے ہے جس کے ساتھ اضافت کا رنگ مل گیا ہے۔ یہ صفت تکوین تمام صفات سے پیچھے ہے اور تمام صفات عالیہ کا رنگ رکھتی ہے۔ مثلاً علم وحیوۃ سے بھی حصہ رکھتی ہے اور قدرت وارادت سے بھی اور اس صفت تکوین کے کئی جزئیات ہیں جو حقیقت میں اس کے ظلال ہیں۔ جیسے کہ تخلیق (پیدا کرنا اور ترزیق (رزق دینا) اور احیاوا ماتت (زندہ اور مردہ کرنا) اور انعام وایلام وغیرہ وغیرہ۔

یہ جزئیات افعال میں داخل ہیں جو درحقیقت اس صفت کے ظلال ہیں اور صفات حقیقیہ کے دائرہ سے خارج ہیں اور اس فعل کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت فائل کی طرف ہے اور دوسری مفعول کی طرف اور یہ دونوں جہتیں نظر کشفی میں ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔ پہلی جہت عالیہ ہے اور دوسری جہت سافل یعنی نیچی نیز جہت اوّل اصل کی طرح نظر آتی ہے اور جہت دوم اس اصل کے ظل کی طرح دکھائی دیتی ہے اور نیز جہت اوّل میں وجوب کا رنگ ملا ہوا ہوتا ہے اور جہت دوم میں امکان کا رنگ یہ دوسری جہت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا باقی تمام اولیائے کرام اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مخلوقات کے تعینات کی مبادی ہے۔ حق تعالیٰ کا یہ فعل چونکہ دونوں جہتوں کے اعتبار سے وجوب کا اور ممکن کا رنگ رکھتا ہے، اس لیے ممکن ہے کیونکہ جو واجب اور ممکن سے مرکب ہے، وہ ممکن ہے نیز یہ فعل چونکہ اوپر کی جہت کے اعتبار سے قدم کی طرف توجہ رکھتا ہے اور نیچی جہت کے اعتبار سے حدوث میں قدم رکھتا ہے۔ اس لیے حادث ہے کیونکہ قدیم و حادث سے مرکب حادث ہوتا ہے۔

جن لوگوں نے حق تعالیٰ کے فعل کو قدیم کہا ہے انہوں نے جہت اوّل کی طرف نظر کر کے کہا ہے اور جنہوں نے حق تعالیٰ کے فعل کو حادث کہا ہے، ان کی منظور نظر دوسری جہت ہے۔ اوّل گروہ کی نظر بلند ہے اور دوسرے گروہ کی نظر پست لیکن یہ دونوں گروہ حق کو چھوڑ کر افراط و تفریط کی طرف جا پڑے ہیں اور حق متوسط وہی ہے جس کے ساتھ یہ فقیر ممتاز ہوا ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) صفات حقیقیہ کی اسی قسم کی تحقیق بعض اور مکتوبوں میں بھی لکھی جا چکی ہے اور وہاں سے طلب فرمالیں۔

جاننا چاہئے کہ فعل کی جہت دوم سے مراد خلق خاص ہے جس کا تعلق زید کے ساتھ ہے اور یہ خلق زید گویا خلق مطلق کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے۔ یہ خلق خاص بھی جو زید سے تعلق رکھتی ہے، بہت سی جزئیات رکھتی ہے جیسے کہ زید کی ذات کا خلق اور زید کی صفات کا خلق اور زید کے افعال کا خلق اور خلق زید کی یہ جزئیات اس خلق زید کے لیے جو کلی کی طرح ہے، ظلال کی مانند ہیں اور زید کے فعل کے خلق کا بھی ایک ظل اور مظہر ہے اور وہ زید کا کسب ہے جس کا تعلق فعل سے ہوا ہے۔ اس کسب کو زید اپنے باپ کے گھر سے نہیں لایا بلکہ اس کا کسب حق تعالیٰ کی خلق کا پرتو ہے۔ پس ان معارف سے معلوم ہوا ہے کہ حق تعالیٰ کا فعل تکوین کا ظل ہے اور فعل کی جہت ثانی جہت اوّل کا ظل ہے جیسے کہ تحقیق پا چکا ہے اور جہت دوم کا بھی ظل ہے جو خلق زید ہے اور خلق زید کا بھی ظل ہے جو فعل زید کی خلق ہے اور اس ظل کا بھی ظل ہے۔ جو زید کا کسب ہے۔

جب یہ علوم معلوم ہو چکے تو پھر جاننا چاہئے کہ سالکوں کی نظر میں سلوک کے وقت جب زید کے کسب کی نسبت زید سے منتفی ہو جاتی ہے اور اس کی وہ اضافت جو زید کی طرف ہے، دور ہو جاتی ہے تو اس فعل کا فاعل حق تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں بلکہ مخلوقات کے بے شمار اور مختلف افعال کو ایک ہی فاعل کا فعل سمجھتے ہیں اور اس معنی کے ظہور کو تجلی افعال خیال کرتے ہیں۔ ذرا انصاف کرنا چاہئے کہ یہ تجلی حق تعالیٰ کے فعل کی تجلی ہے یا اس فعل کے ظلال میں سے ایک ظل کی تجلی ہے جس نے کئی مراتب میں تنزل کر کے ظلیت کا نام پایا ہے۔ دوسرے تجلیات کو بھی تجلی فعل پر قیاس کرنا چاہئے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ظلال میں کسی ظل پر کفایت کر کے اس کو اصل الاصل خیال کر رہے ہیں اور جوز ومویز پر تسلی کیے بیٹھے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ وجوب وجود چونکہ نسبت واضافت ہے، اس لیے مرتبہ فعل میں پایا جاتا ہے اور جب یہ نسبت عالم کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی بلکہ صانع عالم کے ساتھ مخصوص ہے تو فعل کی جہت اوّل سے جواوپر ذکر ہو چکی ہے، مناسب ہوگی۔ اگر کہیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات کے مرتبہ میں وجوب ثابت نہیں ہے اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات وصفات کو واجب کہا جاتا ہے۔ پس وجوب بھی حضرت ذات وصفات سے مسلوب ہوگا جیسے امکان وامتناع اس حضرت جل شانہ سے مسلوب ہیں۔ پس وجوب وامکان وامتناع کے سوا چوتھی قسم پیدا ہوگئی۔ حالانکہ انحصار عقلی انہیں تین چیزوں میں ثابت ہو چکا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ انحصار اس کے وجود کی نسبت صرف ماہیت کے لیے ہے کیونکہ اس مقام میں ماہیت کو وجود کی طرف کوئی نسبت نہیں اور نہ ہی کوئی انحصار ہے۔ جیسے کے حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات بذات خود موجود ہے۔ نہ کہ کسی وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عین ہو یا زائد اور حق تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں۔

سوائے اس کے کہ ان میں وجود کا دخل ہو۔ پس حق تعالیٰ کی ذات وصفات ان تینوں منحصرہ چیزوں سے برتر اور بلند ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ جب وجود اور اعتبارات سے حق تعالیٰ کی ذات کا تصور اور اس کی صفات میں غور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی کنہ کی طرف کوئی راہ نہیں تو اس کی ذات کے لیے وجود تصوری ظلی میں وجوب کا عارض ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کی غنا کے مناسب اور لائق ہے اور اس کی صفات کے لیے وجود ذہنی میں امکان عارض ہوتا ہے جو ان کے لیے مناسب ہے۔ اس لیے کہ ذات کی طرف محتاج ہیں۔ پس حق تعالیٰ کی ذات وصفات فی نفسہا مرتبہ وجوب وامکان بلکہ مرتبہ وجود سے بھی برتر اور بلند ہیں اور وجود تصوری ظلی کے اعتبار سے وجوب ذات کے لیے مناسب ہے اور امکان صفات کے مناسب۔ پس صفات وجود خارجی کے لحاظ سے نہ واجب ہیں نہ ممکن۔ بلکہ واجب وامکان سے برتر ہیں اور وجود ذہنی کے اعتبار سے ممکن ہے اور اس امکان سے حدوث لازم نہیں آتا کیونکہ امکان ان کی ذات یعنی اصلوں کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کے ظلی وجودوں کے لیے ہے۔ یہی معرفت کے مناسب ہے۔ یہ مقولہ جو معقول والوں نے کہا ہے کہ کلیت اور جزئیت دونوں وجود ذہنی کی خصوصیت کے اعتبار سے ماہیت کو عارض ہوتی ہیں لیکن وجود خارجی کی حالت میں ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دونوں کے ساتھ ماہیت موصوف نہیں ہو سکتی۔ مثلاً زید جو خارج میں موجود ہے تعقل سے پہلے جزئی نہیں جیسے کہ کلی بھی نہ تھا بلکہ وجود ذہنی ظلی کے بعد جزئیت اس کو عارض ہوگئی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ تمام نسبتیں اور اضافتیں اور احکام و اعتبارات جو حق تعالیٰ پر محمول کیے جاتے ہیں۔ مثلاً الوہیت اور ربوبیت اور اولیت اور ازلیت وغیرہ سب صفات ثمانیہ موجودہ کے ماسوا ہیں جو حق تعالیٰ پر تصور اور تعقل کے اعتبار سے صادق آتی ہیں ورنہ حق تعالیٰ کی ذات اصل میں کسی صفت سے متصف اور کسی اسم سے موسوم اور کسی حکم کے محکوم نہیں ہے۔ صاحب شرع نے جو حق تعالیٰ کی ذات پر اسماء و احکام کا اطلاق کیا ہے تو وہ باعتبار تناسب اور تشابہ کے ہے تاکہ مخلوقات کی سمجھ میں آسکے اور ان کے ساتھ ان کی عقول کے موافق گفتگو ہو سکے۔ مثلاً زید کے لیے جو خارج میں موجود ہے۔ اس کے وجود ذہنی کے ملاحظہ کے بغیر تشبیہ اور تنظیر کے طور پر کہا جائے کہ وہ جزئی ہے تو اس کے کلی ہونے کے احکام کی نسبت جزئی ہونے کے احکام زید کے لیے بہت ہی مناسب اور مشابہ ہوں گے۔ اسی طرح اس ذات بے نیاز اور بلند پر امکان اور امتناع کے حکم کی نسبت وجوب اور وجود کا حکم بہتر اور مناسب ہے ورنہ اس کی جناب پاک تک نہ وجوب پہنچ سکتا ہے نہ وجود جیسے کہ اس کی پاک بارگاہ کے لیے امکان اور امتناع لائق نہیں۔ اس شریف اور پاکیزہ معرفت کو غور سے سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ معرفت دین کی بنیاد اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے علم کا خلاصہ ہے۔ یہ معرفت کہ جس کے لیے حق تعالیٰ نے اس حقیر بندہ کو برگزیدہ اور مختار کیا ہے، آج تک کسی ولی اور بزرگ نے بیان نہیں کی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔)

# مکتوب (۴)

اس بیان میں کہ علم الیقین اور حق الیقین جو بعض صوفیوں نے مقرر کیے ہوئے ہیں، درحقیقت علم الیقین کے تین حصوں میں سے دو حصے ہیں اور علم الیقین کا ایک حصہ ابھی آگے ہے۔ پھر عین الیقین اور حق الیقین کا کیا ذکر ہے اور اس بیان میں کہ ان علوم کا صاحب اس ہزار کا مجدد ہے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

مدت گزری ہے کہ آپ نے اپنی خیریت کے احوال سے اطلاع نہیں بخشی۔ آپ کی صحت و استقامت اللہ تعالیٰ سے مطلوب ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ کو واضح ہو کہ علم الیقین ان آیات کے شہود سے مراد ہے جو تعین علمی کا فائدہ دیتی ہیں۔ یہ شہود در حقیقت اثر سے موثر کی طرف استدلال کا نام ہے۔ پس جو کچھ تجلیات وظہورات آفاق و انفس کے آئینوں میں دیکھے جاتے ہیں، سب اثر سے موثر کی طرف دلالت پانے کی قسم سے ہیں۔ اگرچہ ان تجلیات کو تجلیات ذاتیہ اور ان ظہورات کو بے کیف کہیں کیونکہ آئینے میں کسی شے کا ظہور اس شے کے آثار میں سے ایک اثر ہے نہ کہ اس شے کے عین کا حصول۔

پس سیر آفاق اور انفسی بتمامہ دائرہ علم الیقین سے قدم باہر نہیں لے جاتا اور اثر سے موثر کی طرف استدلال کے سوا کچھ اس کے نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (ہم ان کو آفاق دنیا میں اور ان کے اپنے نفسوں میں نشان دکھائیں گے تاکہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے)

دوسروں نے سیر آفاق کو علم الیقین سے جانا ہے اور عین الیقین اور حق الیقین کو سیر انفسی میں ثابت کیا ہے اور انفس کے سوا اور کوئی سیر بیان نہیں کیا۔

آں ایشا نند و من چنینم یارب

ترجمہ: وہ ایسے ہیں میں ایسا ہوں یارب۔

آپ جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ سے بندہ کی نسبت زیادہ نزدیک ہے۔ پس بندہ سے حق تعالیٰ تک اقربیت کی جانب میں ایک اور سیر درمیان ہے جس کے قطع کرنے پر وصول الی اللہ منحصر ہے۔ یہ تیسرا سیر بھی حقیقت میں علم الیقین ہی کو ثابت کرتا ہے۔ اگرچہ دائرہ ظلیت سے باہر ہے لیکن ظلیت کی آمیزش سے پاک وصاف نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے اسماء وصفات در حقیقت حضرت ذات تعالیٰ کے ظلال ہیں اور جس میں ظلیت کی ملاوٹ ہو۔ وہ آثار و آیات میں داخل ہے۔ پس انہوں نے علم الیقین کے تین سیروں میں سے ایک سیر کو علم الیقین کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور علم الیقین کے دوسرے سیر کو عین الیقین حاصل کرنے والا سمجھا ہے اور تیسرے سیر کو بیان ہی نہیں کیا تاکہ علم الیقین کا دائرہ تمام ہو جاتا۔ ابھی عین الیقین اور حق الیقین آگے ہیں۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ترجمہ: میری بہار تو کرلے قیاس بستان سے

یہ فقیر عین الیقین اور حق الیقین کی نسبت کیا بیان کرے اور اگر کچھ بیان کرے تو کوئی کیا سمجھے گا اور کیا معلوم کرے گا۔ یہ معارف احاطہ ولایت سے خارج ہیں۔ ارباب ولایت علماء ظاہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت علیٰ صاحبہا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی مشکوٰۃ سے مقتبس ہیں جو الف ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے طور پر تازہ ہوئے ہیں اور تر و تازہ ہو کر ظاہر ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا صاحب اس الف کا مجدد ہے۔ چنانچہ اس کے ان علوم و معارف میں جو ذات و صفات اور افعال اور احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات کے متعلق ہیں، نظر و غور کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ تمام علوم و معارف علماء کے علوم ہیں اور اولیاء کے معارف وراء الوراء ہیں بلکہ یہ علوم ان علوم کے مقابلہ میں پوست کی طرح ہیں اور یہ معارف اس پوست کی مغز کی مانند۔ وَاللہُ سُبْحَانَہُ الْھَادِیْ (اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے)

جاننا چاہئے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار کا مجدد اور جس قدر سو اور ہزار کے درمیان فرق ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس مدت میں امتوں کو پہنچنا ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے پہنچتا ہے، خواہ اس وقت کے اقطاب و اوتاد ہوں اور خواہ ابدال و نجباء۔

خاص کند بندہ مصلحت عام را

ترجمہ: خاص کر لیتا ہے اک کو تا بھلا ہو عام کا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَتِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْمُقَرَّبِیْنَ وَعِبَادِ اللہِ الصَّالِحِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔

سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۵)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات دو اعتبار رکھتی ہیں۔ اعتبار اول فی نفسہا ان کا حصول ہے اور دوسرا اعتبار ذات کے ساتھ ان کا قیام ہے اور یہ دونوں اعتبار خارج میں ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔ میر شمس الدین علی خلخالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

میرے مخدوم حق تعالیٰ کی صفات جو موجود ہیں اور ذات تعالیٰ کے ساتھ قیام رکھتی ہیں، دو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اعتبار رکھتی ہیں۔ اعتبار اوّل یہ ہے کہ فِیْ حَدِ ذَاتِهَا ثابت ہیں اور اعتبار دوم یہ ہے کہ واجب تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قیام رکھتی ہیں۔ اعتبار اوّل کے لحاظ سے عالم کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں اور تعینات کے مبادی ہیں اور اعتبار دوم کے رو سے عالم سے مستغنی ہیں اور عالم اور اہل عالم کے ساتھ کسی قسم کی توجہ نہیں رکھتیں۔ نیز نظر کشفی میں اعتبار اوّل پر حق تعالیٰ کی ذات سے الگ معلوم ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کا حجاب ہیں اور اعتبار دوم سے حجاب مرفوع ہے جس طرح کہ سفیدی جو کپڑے کے ساتھ قائم ہے، کپڑے کا حجاب نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ سفیدی حصول نفسی اور حصول قیامی کے دونوں اعتباروں سے ذات جامہ کی حجاب نہیں۔ اگرچہ محسوس وہی سفیدی ہے لیکن حجابیت مرفوع ہے۔ برخلاف واجب تعالیٰ کی صفات کے کہ اعتبار اوّل سے حاجب ہیں اور اعتبار دوم سے غیر حاجب۔ ان دونوں اعتباروں کے درمیان فرق کو تو تھوڑا خیال نہ کرے۔

اس فقیر نے باوجود جذب قوی اور تیز رفتاری کے ان دونوں کی درمیانی مسافت کو تقریباً پندرہ سال میں قطع کیا ہے۔

علماء متقدمین کو ان دونوں اعتباروں کا درمیانی فرق معلوم نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا ہے کہ عرض کا فی نفسہ حصول وہی ہے جو اس کا قیامی حصول ہے لیکن علماء متاخرین میں سے بعض نے ان دونوں اعتباروں کا فرق معلوم کیا ہے اور تحقیق کیا ہے کہ عرض کا حصول نفسی اور ہے اور حصول قیامی اور لِاَنَّ الْعَرَضَ يُقَالُ فِيْ حَقِّهٖ اَنَّهٗ وُجِدَ فَقَامَ فِي الْوُجُوْدِ غَيْرِ الْقِيَامِ (کیونکہ عرض وہ ہے جس کے حق میں کہا جاتا ہے کہ وہ پایا گیا پھر قیام کے سوا وجود میں قائم ہوا)

متاخرین کی یہ تحقیق جو انہوں نے عرض کے بارہ میں کی ہے، اس مستمند کے عروج کے لیے اور اس حاجت مند کی معرفت کے لیے زینہ کا کام دے گی بلکہ اس سیر و سلوک میں بہت سی کلامی اور فلسفی تحقیقات نے فقیر کی مدد کی اور حق تعالیٰ کے معرفت کا واسطہ بن گئیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۶)

بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں جن سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کو ملت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا کیوں امر ہوا، جامع علوم عقلی ونقلی مخدوم زادہ مجد الدین محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

میں سمجھتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی ﷺ ولایت ابراہیمی علیہ السلام کے رنگ میں رنگی جائے اور اس ولایت کا حسن ملاحت اس ولایت کے جمال صباحت کے ساتھ مل جائے۔ حدیث میں آیا ہے اَخِیْ یُوْسُفُ اَصْبَحُ وَاَنَا اَمْلَحُ (میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور میں ملیح ہوں) اور اس انصباح اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلند تک پہنچ جائے۔

ملت ابراہیمی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کے امر سے یقیناً اسی دولت عظمیٰ کا حاصل ہونا مقصود ہوگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صلوات وبرکات جیسے صلوات وبرکات کا طلب کرنا اسی غرض کے لیے ہوگا۔ صباحت وملاحت دونوں حق تعالیٰ کے اس حسن ذاتی کا پتہ دیتی ہیں جس میں صفات کی ملاوٹ نہیں لیکن صفات وافعال وآثار کا حسن سب حسن صباحت سے مستفاد ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ حسن ملاحت حضرت اجمال سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ گویا ملاحت دائرہ حسن کا مرکز ہے اور صباحت اس مرکز کا دائرہ ہے۔

حضرت ذات تعالیٰ میں جس طرح بساطت ہے، وسعت بھی ہے لیکن وہ بساطت ووسعت نہیں جو ہمارے فہم میں آسکے اور نہ وہ اجمال وتفصیل جو ہمارے ادراک میں آئے۔ لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں لیکن وہ آنکھوں کو پا سکتا ہے اور وہ باریک بین اور باخبر ہے)

بساطت ووسعت جو حق تعالیٰ کی ذات میں ثابت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے جدا ہیں نہ کہ ایک دوسرے کا عین ہیں۔ جیسے کہ بعض نے گمان کیا ہے لیکن وہ تمیز جو اس مرتبہ میں ان کے درمیان ثابت ہے، ہمارے ادراک کے احاطہ اور ہمارے فہم کے دائرہ سے باہر ہے۔ پس صباحت وملاحت بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں اور ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں اور وہ کمالات جو ان کے متعلق ہیں، وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی پیدائش سے جو مقصود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سمجھتا تھا، وہ حاصل ہو گیا ہے اور ہزار سال کی دعا قبول ہوگئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَةً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَ مُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ اَعْمَلُ اَلْحَمْدَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَعَلٰی اِخْوَانِهِ الْکِرَامِ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمَلٰئِکَةِ الْعِظَامِ (اللہ تعالیٰ کی ہر حال میں کمال حمد ہے جس نے مجھ کو دو دریاؤں کا ملانے والا اور دو گروہوں کے درمیان اصلاح کرنے والا بنایا اور حضرت خیر الانام اور ان کے بھائیوں یعنی انبیاء اور ملائکہ عظام پر صلوٰۃ وسلام ہو)

چونکہ صباحت نے بھی ملاحت کا رنگ اختیار کر لیا ہے، اس لیے خلت ابراہیمی کے مقام نے بھی وسعت پیدا کی ہے اور محیط نے مرکز کا حکم حاصل کر لیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ مقام محبت مرتبہ ملاحت سے مناسبت رکھتا ہے اور مقام خلت مرتبہ صباحت کے مناسب ہے۔ مقام محبت میں محبوبیت صرف حضرت خاتم الرسل ﷺ کے نصیب ہے اور محبیت خالص حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام یاری اور ندیمی کی نسبت رکھتے ہیں۔ محبت ومحبوب اور ہوتا ہے اور یار وندیم اور ہر ایک کی نسبت الگ الگ ہے۔

یہ فقیر چونکہ ولایت محمدیہ ﷺ اور ولادت موسویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تربیت یافتہ ہے، اس لیے وطن وسکونت مقام ملاحت میں رکھتا ہے لیکن ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے غلبہ کے باعث محبوبیت کی نسبت غالب ہے اور محبیت کی نسبت مغلوب ومستور۔

اے فرزند باوجود اس معاملہ کے جو میری پیدائش سے مقصود تھا، ایک اور کارخانہ عظیم میرے حوالہ فرمایا ہے۔ مجھے پیری ومریدی کے واسطے نہیں لائے اور نہ میری پیدائش سے خلق کی تکمیل و ارشاد مقصود ہے بلکہ معاملہ دیگر اور کارخانہ دیگر مطلوب ہے اس ضمن میں جس کو مناسبت ہوگی وہ فیض پالے گا ورنہ نہیں۔ معاملہ تکمیل وارشاد اس کارخانہ کے مقابلہ میں راستہ میں پھینکی ہوئی چیز کی طرح ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کو ان کو باطنی معاملات کے ساتھ یہی نسبت تھی۔ اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن نبوت کے کمالات اور خصوصیتوں سے تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو حصہ حاصل ہے۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۷)

مراتب پنجگانہ محبوبیت اور محسبیت اور محبت اور حب اور رضا اور ان سے ایک اور برتر مرتبہ کے بیان میں اور اس بیان میں کہ ان مراتب میں سے ہر ایک پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہے۔ فقیر حقیر عبدالحیٰ کی طرف جو ان مکتوبات شریف کا جامع ہے، صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَنْعَمَ عَلَيْنَا وَهَدَانَا اِلَى الْاِسْلَامِ وَجَعَلَنَا مِنْ اُمَّةِ حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ (اللہ تعالیٰ کا حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کا حمد ہے جس نے ہم پر انعام کیا اور اسلام کی ہدایت دی اور ہم کو اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے بنایا)

خدا تجھے ہدایت دے۔ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ محبت ذاتیہ میں کہ حق تعالیٰ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے۔ تین اعتبار ہیں۔ محبوبیت اور محسبیت اور محبت۔ محبوبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

خلاصہ یہ کہ محبوبیت کی جانب میں دو کمال ہیں۔ فعلی اور انفعالی، فعلی اصل ہے اور انفعالی اس کی تابع۔ لیکن انفعال فعل کی علت غائی ہے۔ اگرچہ وجود میں متاخر ہے لیکن تصور میں متقدم ہے اور کمالات محسبیت کا ظہور حضرت کلیم اللہ علیہ والصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور اعتبار سوم میں جو نفس محبت ہے۔ اوّل دفعہ ابوالبشر حضرت آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسری دفعہ حضرت ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور تیسری بار حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مشہود ہوئے۔ وَالْاَمْرُ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ (حقیقت امر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے)

جس طرح حق تعالیٰ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے، اسی طرح اپنے اسماء، وصفات وافعال کے کمالات کو بھی دوست رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ کے اپنے اسماء وصفات کی اس محبت کا ظہور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کامل طور پر ہے اور اسماء وصفات وافعال کے محبوبیت کا ظہور ان کی محسبیت کے ظہور کی طرح دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں متحقق ہے۔ چونکہ اسماء وصفات و افعال کے ظلال بھی ہیں، اس لیے ان ظلال کے محبوبیت کا ظہور ان کے اصول کے واسطہ سے مراد اور محبوب اولیاء کا نصیب ہے جس طرح کہ ان ظلال کے محسبیت کا ظہور اولیائے مریدین اور محبین کا حصہ ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


محبت ذاتیہ کے مقام کے اوپر حب کا مقام ہے جو ان تینوں اعتباروں کا جامع اور ان کا اجمال ہے اور مقام رضا مقام محبت وحب کے اوپر ہے کیونکہ محبت میں نسبتیں اجمالی اور تفصیلی طور پر پائی جاتی ہیں اور مقام رضا میں نسبتیں حذف ہوتی ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات کے مناسب ہیں۔

مقام رضا کے اوپر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کا قدم نہیں۔ شاید جو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ" لَایَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ" مُقَرَّبٌ" وَلَا نَبِیٌّ" مُرْسَلٌ" (اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں) اسی مقام کی نسبت خبر دی ہے۔

اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ

یَامُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوٰئکَ خَلَقْتُ لِاَجلِکَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ" عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوٰئکَ تَرَکْتُ لِاَجْلِکَ (اے محمد ﷺ میں اور تو اور تیرے سوا جو کچھ ہیں، سب تیرے لیے پیدا کیا ہے۔ پھر حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ یا اللہ تو ہے اور میں نہیں اور میں نے تیرے سوا سب کچھ تیرے لیے ترک کر دیا) شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔

آج محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو کیا پاسکیں اور ان کی عظمت و بزرگی اس جہان میں کیا پہچان سکیں کیونکہ سچ جھوٹ کے ساتھ اور حق باطل کے ساتھ اس جہان میں ملا ہوا ہے۔ قیامت کے دن ان کی بزرگی معلوم ہوگی جب کہ پیغمبروں کے امام ہوں گے اور ان کی شفاعت کریں گے اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اس موطن خاص میں جو مقام رضا کے اوپر ہے، اگر ان کے پس خوردہ کھانے والے خادموں میں سے کسی خادم کو وراثت وتبعیت کے طور پر جگہ دیدیں اور ان کے طفیل اس بارگاہ کا محرم بنا دیں تو کوئی بڑی بات نہیں۔

برکریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: سخیوں پر نہیں یہ کام دشوار

اس بات سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر غیر کی زیادتی اور برتری لازم نہیں آتی۔ خادم اپنے مخدوم کے ساتھ کب برابر ہوتا ہے اور تابع کو اپنے متبوع کے ہمسروں کے ساتھ کیا نسبت۔ اصل مقصود بالذات ہوتا ہے اور تابع طفیلی تابع کا معاملہ صرف ایک جزئی فضیلت تک ہی ہوتا ہے جس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ ہر ایک، جولاہا اور حجام اپنی صنعت کے اعتبار سے ہر ذی فنون عالم پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


فضیلت رکھتا ہے اور اعتبار سے ساقط ہے۔

ہمارا کلام اشارات اور رموز اور بشارات اور ایسے خزانے ہوتے ہیں کہ جب تک حسن ظن کے ساتھ ان کی تصدیق نہ کریں، کسی کو ان کا حصہ نہیں ملتا اور نہ ہی ان سے کوئی ثمرہ اور نفع پا سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے)

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۸)

اخص خواص اور عوام اور متوسطوں کے ایمان بالغیب کے درمیان فرق کے بیان میں خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ: کلام یار بہتر ہے کلاموں سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَئَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ " (جب میرے بندے تجھ سے میری نسبت سوال کریں تو میں قریب ہوں) اور جگہ فرماتا ہے۔ مَایَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَمَا کَانُوْا (جہاں تین آدمی مشورہ کریں وہاں چوتھا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور پانچ ہوں تو چھٹا خدا ہوتا ہے اور خواہ ان سے زیادہ ہوں یا کم۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے)

حق تعالیٰ کی قرب و معیت اس کی ذات کی طرح بیچون و بیچگون ہے کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں اور اس قرب و معیت سے جو ہمارے عقل و فہم یا کشف و شہود میں آ سکے حق تعالیٰ منزہ و مبرا ہے کیونکہ یہ بات مذہب مجسمہ میں قدم رکھتی ہے۔

ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہمارے قریب اور ساتھ ہے لیکن قرب و معیت کے معنی ہم نہیں جانتے کہ کیا ہیں۔ اس جہان میں کاملوں کا اعلیٰ نصیب حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے غیب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے ساتھ ایمان لانا ہے۔ بیت:

دور بینان بارگاہ الست پیش — ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

ترجمہ: بارگاہ الست کے محرم — ہست سے آگے لے گئے نہ قدم

ایمان بالغیب جو اخص خواص کے نصیب ہے، عوام کے ایمان بالغیب کی طرح نہیں ہے۔ عوام نے سماع اور استدلال کے ساتھ ایمان غیب حاصل کیا ہے اور اخص خواص نے جمال وجلال کے ظلال اور تجلیات وظہورات کے پردوں کے پیچھے غیب الغیب کا مطالعہ کرکے ایمان غیب حاصل کیا ہے اور متوسطہ ظلال کو اصل خیال کرکے اور تجلیات کو عین متجلی جان کر ایمان شہودی کے ساتھ خوش ہیں۔ ان کے حق میں ایمان بالغیب نصیب اعدا ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (ہر ایک گروہ اپنے اپنے طریق پر خوش ہے)

دیگر آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ مولانا عبدالغفور اور مولانا حاجی محمد خاص یاروں میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ جس طرح کا احسان وسلوک کریں گے، فقیر کی احسان مندی کا موجب ہوگا۔

برکریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام — والسلام۔

# مکتوب (۹)

کلمہ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے فضائل اور مقام تنزیہ کی تحقیق اور اس بیان میں کہ ایمان بغیب اس وقت متحقق ہوتا ہے جب کہ معاملہ اقربیت تک پہنچ جائے کیونکہ یہ معاملہ وہم خیال کے ضبط سے باہر ہے۔ ملا عارف ختنی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

مولانا محمد عارف ختنی کو چاہئے کہ پہلے باطل خداؤں کی نفی کرکے معبود برحق جل شانہ کا اثبات کرے اور جو کچھ چونی اور چندی کے داغ سے موسوم ہو، اس کو لا کے نیچے داخل کرکے خدائے بیچون کے ساتھ ایمان لائے۔ سب سے بڑھ کر عبادت کلمہ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی نفی و اثبات میں ہے۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تمام ذکروں سے افضل ذکر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ اگر میرے سوا سات آسمانوں اور سات زمینوں کو ایک پلہ میں اور کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کو دوسرے پلہ میں رکھا جائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تو کلمہ والا پلہ بھاری ہوگا۔ کیوں افضل و راجح نہ ہو جبکہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوائے حق یعنی آسمانوں، زمینوں اور عرش و کرسی و لوح و قلم و عالم و آدم کی نفی کرتا ہے اور اس کا دوسرا کلمہ معبود برحق کا اثبات کرتا ہے۔ جو زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ حق تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ انفس و آفاق میں ہے سب چونی اور چندی کے داغ سے لتھڑا ہوا ہے۔ پس جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں جلوہ گر ہو، بطریق اولیٰ چند و چون ہوگا جو نفی کے لائق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ ہمارے علم و وہم میں آسکے اور جو ہمارا مشہود و محسوس ہو، سب چونی اور چگونی سے متصف اور حدوث و امکان کے عیب سے عیب ناک ہے کیونکہ ہمارا معلوم و محسوس ہمارا اپنا تراشا اور بنایا ہوا ہے۔ وہ تنزیہ جس کا تعلق ہمارے علم سے ہے، عین تشبیہ ہے اور وہ کمال جو ہمارے فہم میں آسکے عین نقص ہے۔ پس جو کچھ ہم پر متجلی اور مکشوف اور مشہود ہو، وہ سب حق تعالیٰ کا غیر ہے۔ حق تعالیٰ اس سے وراء الوراء ہے۔ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ أتعبدون ماتنحتون واللہ خلقکم وما تعملون (کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو تم اپنے ہاتھ سے بناتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا ہے۔)

ہمارا اپنا تراشا ہوا اور بنایا ہوا خواہ ہاتھ کے ذریعے ہو، خواہ عقل و وہم کے ساتھ، سب حق تعالیٰ کا مخلوق ہے جو عبادت کے لائق نہیں۔ عبادت کے لائق وہی خدائے بیچون و بیچگون ہے جس کے دامن ادراک سے ہماری ادراک سے ہماری عقل و وہم کا ہاتھ کوتاہ ہے اور ہماری کشف وشہود کی آنکھ اس کی عظمت و جلال کے مشاہدے سے خیرہ اور تباہ ہے۔ ایسے خدائے بیچون و بیچگون کے ساتھ غیب کے طریق کے سوا تمام ایمان میسر نہیں ہوتا کیونکہ ایمان شہودی حق تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں ہے بلکہ اپنی تراشیدہ اور بنائی ہوئی چیز کے ساتھ ہے کہ وہ بھی حق تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ گویا ایمان شہود غیر کے ایمان کو حق تعالیٰ کے ایمان کے ساتھ شریک کرنا ہے بلکہ صرف ایمان بغیر ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ عَنۡ ذٰلِکَ (اس سے اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے۔)

ایمان بالغیب اس وقت میسر ہوتا ہے جبکہ تیز رفتار وہم کی جولانی نہ رہے اور وہاں کی کوئی چیز قوت متخیلہ میں منتقش نہ ہو اور یہ بات حق تعالیٰ کی اقربیت میں ثابت ہوتی ہے جو وہم و خیال کے احاطہ سے باہر ہے کیونکہ جس قدر زیادہ دور ہوں، اسی قدر وہم کا جولان زیادہ ہوتا ہے اور اسی قدر زیادہ خیال کا غلبہ پڑتا ہے۔ یہ دولت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور ایمان بالغیب بھی انہیں بزرگواروں کا نصیب ہے اور جس کسی کو کہ چاہتے ہیں ان کی تبعیت و وراثت کے سبب اس دولت سے مشرف کرتے ہیں اور وہ ایمان غیب جو عوام کو حاصل ہے، وہم کے احاطہ سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


باہر نہیں کیونکہ وراء الوراء عوام کے نزدیک بعد اور دوری کی جانب میں ہے جو وہم کا جولا نگاہ ہے اوران بزرگواروں کے نزدیک وراء الوراء قرب کی جانب میں ہے جہاں وہم کی مجال نہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے اور حیات دنیا کے ساتھ زندہ ہیں، ایمان غیب سے چارہ نہیں کیونکہ ایمان شہود اس جگہ معلول ہے۔ جب عالم آخرت پر تو ڈالے گا اور وہم و خیال کی صورت کو توڑ دے گا تو پھر ایمان شہودی مقبول ہوگا اور تراشنے اور بنانے کی علت سے پاک و مبرا ہوگا۔

میرے خیال میں جب حضرت محمد رسول اللہ دنیا میں دولت رویت سے مشرف ہوئے تو ان کے حق میں اگر ایمان شہودی ثابت کریں تو زیبا اور محمود ہے اور اپنی طرف سے بنانے اور تراشنے سے صاف آزاد ہے کیونکہ جس چیز کا اوروں کے لیے قیامت کا وعدہ ہے، ان کو اسی جگہ میسر ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ۔

جاننا چاہئے کہ کلمہ نفی کو حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ والصلوٰۃ والسلام نے پورا کیا تھا اور شرک کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ نہ چھوڑا جس کو بند نہ کیا جائے۔ اسی واسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امام اور پیشوا بن گئے کیونکہ اس جہان میں نہایت کمال اس نفی کے کامل کرنے پر وابستہ ہے اور کلمہ طیبہ کے اثبات کے کمالات کا ظہور عالم آخرت پر موقوف ہے۔

حاصل کلام یہ کہ جب حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جہان میں رویت کی دولت سے مشرف ہوئے تو انہوں نے کلمہ اثبات کے کمالات سے بھی کامل حصہ پالیا۔ اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ کلمہ اثبات اس جہان کے اندازے کے موافق ان کی بعثت سے کامل و تمام ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ تجلی ذات ان کے حق میں اسی جہان میں ثابت کرتے ہیں اور دوسروں کے حق میں آخرت پر موعود جانتے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی وَالۡتَزَمَ مُتَابَعَةَ الۡمُصۡطَفٰی عَلَیۡهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفۡضَلُهَا وَمِنَ التَّسۡلِیۡمَاتِ اَکۡمَلُهَا (سلام اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔)

# مکتوب (۱۰)

اس بیان میں کہ جو ظہور ہوتا ہے، ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہوتا۔ برخلاف اس ظہور کے جو عرش پر واقع ہو اور جب قلب اپنی نہایت کمال تک پہنچ جاتا ہے تو انوار عرش سے نور اقتباس کر لیتا ہے۔ حقائق آگاہ برادر حقیقی میاں محمد مودود کی طرف صادر کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش میں ہے، سب عارف کے دل کے گوشہ میں رکھ دیں تو عارف کو قلب کی فراخی کے باعث کچھ محسوس نہ ہو۔

شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تائید کرتے ہیں اور دلیل کے ساتھ ثابت کرتے اور کہتے ہیں کہ جب حادث قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کا اپنا اثر کچھ باقی نہیں رہتا یعنی عرش و مافیہا حادث ہے اور عارف کا قلب جو انوار قدم کے ظہور کا محل ہے، جب اس حادث کو اس قلب کے ساتھ ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو مضمحل اور متلاشی یعنی فانی و ناچیز ہو جاتا ہے۔ پھر کس طرح محسوس ہو سکے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب صوفیہ کے رئیس یعنی سلطان العارفین اور سید الطائفہ اس طرح کہیں اور عرش مجید کا قلب عارف کے مقابلہ میں کچھ اعتبار نہ کریں اور عرش کو انوار قدم کے ظہورات سے خالی جان کر حادث کہہ دیں اور قلب کو انوار قدم کے ظہورات کے باعث قدیم بیان کریں تو پھر اوروں کا کیا ذکر ہے۔

اس فقیر کے نزدیک جو جذبات الٰہی سے تربیت یافتہ ہے، یہ ہے کہ عارف کا قلب جب اپنی خاص استعداد کے موافق نہایت النہایت تک پہنچ جاتا ہے اور وہ کمال حاصل کر لیتا ہے جس سے بڑھ کر اور کمال متصور نہیں تو اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے کہ انوار عرشی کے ظہور کے بے نہایت لمعات میں سے ایک لمعہ اس پر فائض ہو۔ اس لمعہ کو ان لمعات کے ساتھ وہ نسبت ہوتی ہے جو قطرے کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کم ہوتی ہے۔ عرش وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ عظیم فرماتا ہے اور جس پر استواء کا سر ثابت کرتا ہے۔ قلب عارف کو جامعیت کے باعث تشبیہ اور تمثیل کے طور پر عرش اللہ کہتے ہیں یعنی جس طرح عرش مجید عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور خلق و امر کی دونوں طرفوں کا جامع ہے۔ اسی طرح قلب بھی عالم صغیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور اس عالم کے خلق و امر کی دونوں طرفوں کا جامع ہے۔ پس قلب کو بھی تشبیہ کے طور پر عرش کہہ سکتے ہیں۔

جاننا چاہئے اور غور سے سننا چاہئے کہ انوار قدم کے ظہور کی قابلیت جو ظلیت کی ملاوٹ سے منزہ اور مبرا ہے، وہ عرش مجید کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ قابلیت عرش مجید کے سوا نہ عالم خلق رکھتا ہے اور نہ عالم امر نہ عالم کبیر نہ عالم صغیر۔

عارف کامل کا قلب بھی جامعیت اور برزخیت کے تعلق کے باعث ان انوار سے نور اقتباس کر لیتا ہے اور دریا سے ایک چلو بھر لیتا ہے۔ عرش اور کامل معرفت والے عارف کے دل کے سوا اور جس قدر ظہور ہیں، سب پر ظلیت کا داغ ہے اور کسی میں اصل کی بو نہیں۔ بایزید رحمۃ اللہ علیہ اگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سکر کے باعث اس طرح کہہ دیں تو مناسب ہے لیکن جنید علیہ الرحمۃ سے جو صحو کا مدعی ہے، اس قسم کی کلام کا صادر ہونا نہایت ہی ناخوش اور نامناسب ہے لیکن کیا کریں۔ وہ حقیقت معاملہ سے واقف ہی نہیں ہوئے اور دریائے ظلیت کے بھنور سے کنارہ تک نہیں پہنچے۔ یہ بات اگرچہ اکثر خلق کی نظر میں آج بعید اور عجیب دکھائی دیتی ہے لیکن آج کے آگے کل نزدیک ہے۔ جلدی نہ کریں۔ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ (اللہ تعالیٰ کا امر آ گیا ہے۔ جلدی نہ کرو) سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (اللہ تعالیٰ شرک کی باتوں سے پاک ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلَی الْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ الصَّالِحِیْنَ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اَجْمَعِیْنَ (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔)

# مکتوب (۱۱)

فوق عرش کے ظہور کی بعض خصوصیتوں اور آیت کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ الارض کے تاویلی معنوں اور انسان کے بعض خاص کمالوں اور جزو ارضی کی فضیلتوں کے بیان میں حقائق و معارف آگاہ مظہر فیض الٰہی مجدالدین خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ (ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور اس کے نبی اور اس کی آل بزرگ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔)

عالم کبیر باوجود وسعت اور تفصیل کے چونکہ ہیئت وحدانی نہیں رکھتا۔ اس لیے بسیط حقیقی (جو تمام نسبتوں اور اعتباروں سے مجرد اور شیون و صفات کی تفصیلوں سے معرا ہے) کے ظہور کی قابلیت نہیں رکھتا۔ عالم کبیر کے اجزاء میں سے اشرف جزو حضرت رحمٰن کا عرش ہے جو حضرت ذات جامع صفات جل شانہ کے انوار کے ظہور کا مقام ہے۔ عرش مجید کے سوا باقی جو کچھ کہ عالم کبیر میں سے ہے۔ سب کے ظہورات ظلیت کی آمیزش سے خالی نہیں۔ اسی واسطے رب العالمین نے استواء کے سر کو عالم کبیر کے اجزاء میں سے عرش مجید کے ساتھ جو اس کی اجزاء میں سے افضل و اشرف ہے، مخصوص کیا ہے کیونکہ ظلال میں سے کسی ظل کا ظہور در حقیقت حق تعالیٰ کا ظہور نہیں تاکہ استوا کی عبارت میں ادا کیا جائے۔ نیز وہ ظہور جو وہاں ہے، دائمی ہے اور کوئی پردہ درمیان حائل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہیں۔ اگرچہ زمین و آسمان کا نور اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن وہ نور ظلال کے پردوں سے ملا ہوا ہے اور ظلیت کے واسطہ کے بغیر ان میں ظہور نہیں فرمایا۔ یہ سب ظہورات ظہور عرشی کے انوار سے مقتبس ہیں جنہوں نے ظلال میں سے کسی ظل کے پردہ میں پوشیدہ ہو کر ظہور فرمایا ہے جس طرح کہ دریائے محیط سے برتنوں کے ذریعے پانی ہر جگہ لے جائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں یا ایک بڑے مشعل سے چھوٹے چھوٹے چراغوں کو جلا کر اطراف و اکناف کو ان چراغوں سے روشن کر لیں۔

آیت کریمہ: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چراغ دان ہو اور اس کے اندر چراغ ہو اور چراغ ایک شیشے میں ہو۔ وہ شیشہ گویا ایک چمکدار ستارہ ہے جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو۔ نہ شرقی ہو نہ غربی اور اس کا تیل آگ کے بغیر ہی روشنی دیتا ہو اور بہت روشن ہو) میں انہی معارف کی طرف اشارہ ہے۔

کیونکہ آیت کریمہ میں تمثیل کو اسی واسطے اختیار کیا ہے تاکہ ان میں اس نور کے ظہور کو بلا واسطہ نہ سمجھ لیں اور ظل کو اصل سے مشتبہ نہ کریں اور نور ظل کو نور اصل سے مقتبس اور روشن شدہ خیال کریں۔ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔) آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر محمول ہے لیکن ہم اس کی تاویل کرتے ہیں جو ہم پر کشف ہوئی ہے جس کو ہم اللہ تعالیٰ کی مدد اور حسن توفیق سے بیان کرتے اور کہتے ہیں۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ حجاب نہیں ہے۔ صفات کا ذات کے لیے حجاب ہونا ظہورات ظلیہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ ظہورات ظلیہ مرتبہ علم میں ہیں اور ظہور اصل مقام عین میں۔ علم میں صفات ذات کا حجاب ہیں نہ عین میں۔ مثلاً زید کو جب تو مرتبہ علم میں تعقل و تصور کرے تو اس کا ظہور علم میں صفات کے ساتھ ہوگا یعنی دراز قد ہے یا پست قد۔ عالم ہے یا جاہل۔ چھوٹا ہے یا بڑا۔ شاعر ہے یا کاتب۔ یہ سب صفات جن کا تو نے تصور کیا، اس کی ذات کا حجاب ہوں گے اور یہ سب تقیدات کلیہ اس کے تشخص کے لیے مفید نہ ہوں گے لیکن جب زید علم سے عین میں آ جائے گا اور باوجود صفات کے مشہود ہو جائے گا اور معاملہ ظلیت سے اصالت تک پہنچ جائے گا کیونکہ زید کی علمی صورت زید موجود خارجی کے لیے جو اس کا اصل ہے، ظل کی طرح ہے تو یہاں صفات اس کی ذات کا حجاب نہ ہوں گے۔ صفات کا جامع شخص محسوس ہوگا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسی طرح مراتب ظلال اور تصورات مثال میں حق تعالیٰ کے صفات اس کی ذات سے جدا دکھائی دیتے ہیں لیکن جب اصل تک وصول میسر ہو جائے تو صفات کو ذات سے الگ نہ پائیں گے اور ذات [illegible] صفات کے شہود سے الگ نہ ہوگا۔ تجلی صفات کو جو تجلی ذات سے جدا کرتے ہیں اور تجلی افعال والے جانتے ہیں، سب مقامات ظلال میں ہے۔ اصل تک وصول کے بعد ایک ہی تجلی ہے جو تجلیات ثلثہ کو شامل ہے۔ مثلاً زید کو جب دیکھتے ہیں تو اس کی ذات کا شہود اس کی صفات کے شہود سے جدا نہیں۔ اسی وقت میں کہ جب زید کو دیکھتے ہیں۔ معلوم کرتے ہیں کہ عالم و فاضل ہے۔ علم و فضل جس طرح اس کی رویت کا حجاب نہیں۔ اسی طرح اس سے جدا بھی نہیں۔ ہاں اگر زید کو تصور کریں اور ظلی صورتوں میں اس کا ادراک کریں تو اس صورت میں صفات اس کی ذات سے الگ ہوں گی اور ذات کا حجاب بن جائیں گی جیسے کہ گزر چکا۔

کیا نہیں جانتے کہ آخرت میں مرئی وہ ذات ہے جو جامع صفات ہے۔ نہ وہ ذات جو اسماء و صفات سے معرا ہے کیونکہ وہ مجرد اعتبار ہی اعتبار ہے۔ اس لیے کہ ذات ہرگز صفات سے مجرد نہیں اور صفات ذات سے ہرگز الگ نہیں ہیں۔ الگ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ عارف پر جب حق تعالیٰ کی ذات کی گرفتاری غالب آ جاتی ہے تو اس کی نظر سے اسماء و صفات کا ملاحظہ ساقط ہو جاتا ہے اور ذات احدیت کے سوا اس کے مشاہدہ میں کچھ نہیں آتا۔ پس ذات کا صفات سے الگ ہونا عارف کی نظر کے اعتبار سے ہے۔ (آسمانوں اور زمین کا نور) نور وہ ہے جس سے چیزیں روشن ہوتی ہیں۔ آسمان اور زمین حق تعالیٰ کے ساتھ روشن ہوئے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ ہی نے ان کو عدم کے اندھیرے سے نکالا ہے اور وجود اور اس کے توابع کے ظلال کے ساتھ متصف کر کے منور کیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو جو اس نور سے روشن ہوئے ہیں، مشکوٰۃ کی طرح تصور کرنا چاہئے اور اس نور کو چراغ کی مانند جاننا چاہئے جو اس مشکوٰۃ میں رکھا ہوا ہے۔ مشکوٰۃ پر کاف تمثیل کا آنا مصباح پر مشکوٰۃ کے شامل ہونے کے لیے ہے اور زجاجہ سے اسماء و صفات کا پردہ ملاحظہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ نور اسماء و صفات کے ساتھ ملا ہوا ہے اور شیون و اعتبارات سے معرا نہیں اور حق تعالیٰ کی صفات کا زجاجہ حسن وجوب اور جمال قدم میں ستارہ روشن کی طرح ہے اور وہ مصباح جو اس مشکوٰۃ میں رکھا ہے، زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے جو عرش کے اس ظہور جامع سے مراد ہے جس ظہور کی رمزوں میں سے استوار ایک رمز ہے کیونکہ دوسرے ظہورات جو آسمانوں اور زمینوں سے تعلق رکھتے ہیں، اس ظہور جامع کے اجزاء کی طرح ہیں۔ وہ ظہور جامع چونکہ لامکانی اور بے جہت ہے، اس واسطے اس کو لَا شَرْقِيَّةٍ لَا غَرْبِيَّةٍ کہہ سکتے ہیں۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نَـار" میں اس مبارک درخت کی تعریف اور اس درخت کے تیل کی صفائی اور روشنی کا بیان ہے جس کے ساتھ اس کو تمثیل دی گئی ہے۔ نُـوْرٌ" عَـلٰـی نُوْرٍ یعنی اس پردہ زجاجہ نے اپنی صفائی اور چمک دمک کے باعث اس نور کو زیادہ کر دیا ہے اور اس کے حسن و جمال کو بڑھا دیا ہے کیونکہ کمالات صفات کمالات ذات کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں اور صفات کا حسن ذات کے حسن کے ساتھ مل گیا ہے۔ باوجود نور کی زیادتی اور کمال ظہور کے یَھْـدِی اللّٰہُ لِنُـوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے) ہاں سچ ہے۔ مَـنْ لَّـمْ یَـجْعَلِ اللّٰہُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (جس کو اللہ تعالیٰ نے نور نہیں دیا، اس کے لیے کوئی نور نہیں)

یہ ظہور جامع جو عرش سے منسوب ہے، تمام مشاہدات و معائنات و مکاشفات کا منتہیٰ اور تمام تجلیات وظہورات کا انتہاء ہے، خواہ تجلی ذاتی ہو اور خواہ تجلی صفاتی۔ اس کے بعد معاملہ جہل کے ساتھ آ پڑتا ہے۔ چنانچہ اس کا تھوڑا سا حال بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ ظہور جامع اگرچہ صفات کے ساتھ ملا ہوا ہے لیکن صفات اس مقام میں ذات کے نہ کہ خارج اور نفس الامر کے اعتبار سے جیسے کہ اس کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی نیز یہ ظہور جامع مثال کی تصویروں کا منتہیٰ ہے بعد ازاں جو کمال ظاہر ہوتا ہے۔ مثال کے آئینہ میں اس کی تصویر نہیں پا سکتے کیونکہ مثال میں اس امر کی تصویر دکھاتے ہیں جو خارج کے ساتھ مناسبت و مشابہت رکھتا ہو اگرچہ وہ مشابہت اسم میں ہو لیکن وہ امر جو خارج میں کسی چیز کے ساتھ کسی طرح مشابہت نہیں رکھتا، اس کی تصویر مثال میں محال ہے۔ اس سے اوپر کے کمالات سب اسی قسم کے ہیں کہ وہ کسی چیز کے ساتھ کسی طرح بھی مشابہ نہیں تاکہ مثال میں ان کی تصویر ظاہر کی جائے۔

یہی وجہ ہے کہ اس مقام میں ہر وقت جہل دامن گیر ہے اور ادراک کا نہ ہونا ادراک کا نشان ہے۔ اگرچہ اس جہان میں اس مقام سے سوائے جہل باعلم کے اور کوئی امر حاصل نہیں ہوا لیکن امید ہے کہ آخرت میں ایسی قوت بخشیں گے اور ایسا دل دیں گے جو نور کی چمک میں متلاشی اور ناچیز نہ ہو گا اور معاملہ کی اصلیت سے آگاہ ہو گا۔ بیت

| | |
|---|---|
| تو مرا دل دہ و دلیری بہ بیں | روبہ خویش خوان و شیری بیں |
| ترجمہ: دل مجھے دے کے پھر دلیری دیکھ | اپنی روبہ بنا کے شیری دیکھ |

آگاہ ہو کہ فوق العرش کا ظہور تجھے وہم میں نہ ڈالے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا مقام وقرار عرش کے اوپر ہے اور جہت و مکان اس کے لیے ثابت ہے۔ تَعَـالَـی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ وَعَمَّا لَا یَلِیْقُ بِجَنَابِ قُدْسِہٖ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ کی پاک جناب ایسی باتوں سے جو اس کے لائق نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں، برتر اور بلند ہے)

آئینہ میں زید کی صورت کے ظاہر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید آئینے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ ایسا وہم شاید کسی بے وقوف کو ہی ہوگا۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اعلیٰ مثال اللہ ہی کے لیے ہے۔)

مومن آخرت میں حق تعالیٰ کو بہشت میں دیکھیں گے۔ حالانکہ بہشت اور غیر بہشت سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر اور اسی کی مخلوق ہیں اور وہ تجلی جو کوہ طور پر واقع ہوئی تھی، حالیت ومحلیت کی آمیزش سے پاک تھی۔

حاصل کلام یہ کہ بعض جگہیں ظہور کی قابلیت رکھتی ہیں اور بعض میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے اور گھوڑوں کی نعت میں یہ قابلیت نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں لوہے سے بنے ہیں۔ پس فرق مظہر میں ہے نہ ظاہر میں۔ ظاہر یعنی ظہور کرنے والے کی نسبت سب مظہر برابر ہیں۔ قابل بھی اور نا قابل بھی اور ایسے ہی وہ الفاظ جن سے کلیت یا جزئیت اور حالیت ومحلیت کا وہم پایا جاتا ہے۔ وہ ظاہر سے مصروف اور تاویل کے لائق ہیں۔ ایسے الفاظ حق تعالیٰ کی بارگاہ کے مناسب نہیں۔ عبارت کی تنگی کے باعث اس قسم کے الفاظ کو اختیار کیا جاتا ہے۔

## بیت

ایں قاعدہ یاددار کانجا کہ خداست ۔۔۔ نہ جزو نہ کل نہ ظرف نہ مظروف است

ترجمہ: یاد رکھو جس جادہ خداوندز میں ہے ۔۔۔ ظرف ومظروف وکل وجزو نہیں ہے

چونکہ قلب عالم صغیر کا عرش ہے اور عالم کبیر کے عرش کے مشابہ ہے۔ جہان کی تجلی میں ظلیت کی آمیزش نہیں۔ اس لیے اس ظلیت کی آمیزش سے خالی تجلی کا ایک لحہ اس قلب کا حصہ ہے۔ اگرچہ آسمانوں اور زمین کو بھی اسی تجلی کی چمک پہنچی ہے لیکن ظلال میں سے کسی ظل کے پردہ میں ہے۔ سوائے قلب کے جو عرش کی طرح ظلیت کی ملاوٹ سے پاک ہے۔ اگرچہ ظہور چھوٹا بڑا ہونے کے اعتبار سے متفاوت ہے

بقدر آئینہ حسن تو مے نماید او

ترجمہ: بقدر آئینہ پاتا ہے تیرا حسن ظہور

پس ظلیت کی آمیزش سے خالی تجلی عرش مجید کے بعد کاملین کے قلب کا حصہ ہے۔ دوسروں کے لیے ظلیت دامن گیر ہے۔

جاننا چاہئے کہ ظہور عرشی اگرچہ ظلیت کی آمیزش سے پاک ہے لیکن وہاں صفات ذات کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ساتھ ملی ہوئی ہیں اور شیون و اعتبارات ذات میں ثابت ہیں۔ اگر چہ صفات و شیون اس مرتبہ بھی ذات کا حجاب نہیں ہیں لیکن دید و دانش میں مشارکت اور محبت و گرفتاری میں برابر مشترک ہیں۔ احدیت مجردہ کی محبت کے گرفتار کسی امر کی شرکت پر راضی نہیں ہیں۔ اَلاَ لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (دین خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے) کے موافق دین خالص کو چاہتے ہیں۔ صفات کا شریک نہ کرنا انسان کے قلب کی ہیئت وحدانی اور انسان کے جزء ارضی کے نصیب ہے۔ ان سب سے بڑھ کر ایک اور انسان کی ہیئت وحدانی ہے جس نے اس کی جزء ارضی کا رنگ اور اسی کا حکم اختیار کر لیا ہے۔ غرض اس معاملہ میں عمدہ اور بہتر جزء ارضی ہے۔ دوسرے امور زائدہ تحسین و خوبی کی طرح ہیں۔

انسان میں جو چیزیں ایسی ہیں جو عرش میں نہیں ہیں اور نہ ہی عالم کبیر کو ان کا کچھ حصہ ملا ہے۔ انسان میں ایک جزء ارضی ہے جو عرش میں نہیں اور دوسری ہیئت وحدانی ہے جو عالم کبیر میں نہیں اور وہ شعور جو ہیئت وحدانی سے تعلق رکھتا ہے۔ ''نور'' علی نور'' ہے جو عالم اصغر کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس انسان ایک عجوبہ ہے جس نے خلافت کی لیاقت پیدا کر لی ہے اور بار امانت کو اٹھا لیا ہے۔

انسان کی عجیب و غریب خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ حضرت احدیت مجردہ کے آئینہ بننے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے اور صفات و شیون کے ملنے کے بغیر ذات احد کا مظہر بن جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت ذات تعالیٰ ہر وقت صفات و شیونات کی جامع ہے اور صفات و شیونات کسی وقت بھی ذات تعالیٰ سے الگ نہیں ہیں۔

اس کا بیان یہ ہے کہ جب انسان کامل ذات احدیت کے ماسوا کی گرفتاری سے آزاد ہو کر ذات احد سے گرفتاری حاصل کر لیتا ہے اور صفات و شیونات سے کچھ بھی اس کے ملحوظ اور منظور اور مقصود و مطلوب نہیں ہوتا تو اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے موافق اس کو حضرت احدیت مجردہ کے ساتھ ایک قسم کا مجہول الکیفیت اتصال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ گرفتاری جو ذات احد کے ساتھ اس کو حاصل ہوتی ہے، ذات بیچون کے ساتھ قریب چون کی نسبت اس میں ثابت کر دیتی ہے۔ اس وقت انسان کامل ذات احد کا اس قسم کا آئینہ بن جاتا ہے کہ اس میں صفات و شیون کچھ مشہود اور مرئی نہیں ہوتیں بلکہ احدیت مجردہ اس میں ظاہر اور جلوہ گر ہوتی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمُ وہ ذات جو صفات سے ہرگز جدا نہ تھی، اس انسان کامل کے آئینہ میں مجرد اور تنہا طور پر ظاہر اور متجلی ہو گئی اور حسن ذاتی فاتی سے الگ ہو گیا۔ اس قسم کا آئینہ اور مظہر بننا انسان کامل کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوا اور حضرت ذات صفات و شیون کی آمیزش کے بغیر انسان کے سوا اور کسی چیز میں جلوہ گر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہیں ہوئی۔ عالم کبیر میں عرش مجید حضرت ذات متجمع الصفات کا مظہر ہے اور عالم صغیر میں انسان کامل ذات احد کا مظہر ہے۔ جو اعتبارات سے مجرد ہے۔ اس قسم کا آئینہ اور مظہر بننا انسان کی نہایت عجوبہ باتوں میں سے ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَهُ الْمُعْطِیْ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَاهُ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعَهُ (اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے جس کو وہ جو کچھ عطا کرے، اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک لے اس کو کوئی دے نہیں سکتا۔) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ الْعُلٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔)

## مکتوب (۱۲)

اس بیان میں کہ فرشتے اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے لیکن اس طرح دولت کو انسان میں جز کی طرح بنایا ہے اور اس کے ساتھ اس کو بقا بخشی ہے اور اس کے مناسب بیان میں معارف آگاہ برادر حقیقی میاں غلام محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

ملائکہ کرام اصل کا مشاہدہ کرتے اور اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ گرفتاری رکھتے ہیں۔ ظلیت کی آمیزش ان کے حق میں مفقود ہے۔ انسان بیچارہ اس جہان میں دائرہ ظلیت سے بمشکل قدم باہر نکال سکتا ہے اور انفسی اور آفاقی آئینوں کے وسیلوں کے بغیر شہود دائمی بمشکل حاصل کرسکتا ہے۔ اصل تک پہنچنے کے بعد اصل کے انوار کی شعاعوں کا پرتو اس کے قلب کے آئینہ میں جلوہ گر کر کے پھر اس کو عالم کی طرف لوٹا دیتے ہیں اور ناقصوں کی تربیت اس کے حوالہ کرتے ہیں۔ اس رجوع میں اس کی اپنی بھی تربیت ہے اور دوسروں کی بھی کیونکہ اصلی انوار کا وہ پرتو جو اس کی جز کی طرح بنایا گیا ہے، رجوع کی مدت میں دوسرے اجزاء کو بھی اپنے رنگ پر لے آتا اور اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے جس طرح کہ دوسروں کو نقص سے کمال تک لے آتا ہے اور غیب کی شہادت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جب اس کی دعوت اور رجوع کی مدت تمام ہو جاتی ہے اور کتاب وقت مقررہ تک پہنچ جاتی ہے تو اس کو اپنے اصل کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور رفیق اعلیٰ کی ندا اس سے نکلتی ہے اور مختلف تعلقات سے آزاد ہو کر غیب سے شہادت کی طرف اسباب لے جاتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور گوش سے آغوش تک معاملہ آ جاتا ہے۔ اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (موت ایک پل ہے جو یار کو یار سے ملاتا ہے) اس وقت صادق آتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ فرشتہ اگرچہ اصل کا مشاہد ہے اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے لیکن اس دولت کو انسان میں جز کی طرح بنایا ہوا ہے اور اس کے ساتھ اس کو بقا بخشی ہے اور اس کے ساتھ متحقق ہوا ہے۔ برخلاف فرشتہ کے کہ اس دولت کو اس میں جزء کی طرح نہیں بنایا۔ باہر ہی میں نظارہ کرتا ہے اور بقاء وتحقق اس کے ساتھ حاصل نہیں کرتا۔ یہ انصباغ وتلون جو انسان کو اصلی رنگ سے میسر ہوا ہے، فرشتہ نہیں رکھتا اور وہ خصوصیت جو خاکیوں کو حاصل ہوئی ہے، قدسیوں کو حاصل نہیں کیونکہ اندر سے باہر تک بہت فرق ہے۔ اگرچہ اندرونی دولت جزو کی طرح ہوتی ہے اور بیرون دولت کل کی طرح لیکن اندر اندر ہے اور باہر باہر۔ کَلَامُنَا اِشَارَۃٌ وَ بَشَارَۃٌ (ہماری کلام اشارہ اور بشارت ہوتی ہے۔) اسی واسطے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہو گئے اور ان کے ہوتے ہوئے خلافت کے مستحق بن گئے۔ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) بیت

| | |
|---|---|
| زمیں زادہ بر آسماں تاختہ | زمین وزماں راپس انداختہ |
| ترجمہ: زمیں زادہ گیا چڑھ آسماں پر | زمین و آسمان سے گزر کر |

یہ دولت انسان کو جزء ارضی کے باعث میسر ہوئی ہے اور قلب کو جو عرش اللہ کہتے ہیں۔ عنصر خاک ہی کی بدولت ہے جو کل کا جامع اور دائرہ امکان کا مرکز ہے۔ ہاں زمین کو اس کی پستی اور عاجزی کے باعث یہ سب رفعت وبلندی حاصل ہوئی ہے اور اس فروتنی نے اس کو بلند کر دیا ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ تَعَالٰی رَفَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی (جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے) جب انسان رجوع اور دعوت کی مدت کے تمام ہونے اور اصلی رنگ میں رنگے جانے کے بعد اصل کی طرف رجوع کرتا ہے اور جناب پاک کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس وقت جو خصوصیت اور انبساط جو اس کو میسر ہوتا ہے، یقین نہیں کہ دوسروں کو بھی حاصل ہوا اور وہ قرب و مرتبہ جو اس کو حاصل ہوتا ہے، کسی اور کو حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وہ اصل میں ثانی ہو کر اس کے ساتھ بقاء پیدا کر لیتا ہے اور اصل کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ کسی اور کی کیا مجال ہے کہ اس کے ساتھ برابری کرے کیونکہ دوسروں کا انصباغ یعنی اصل کے رنگ میں رنگا جانا اگرچہ تجرد وتنزہ کے اعتبار سے اتم واکمل ہوتا ہے لیکن چونکہ خارج سے آیا ہے، اس لیے عارضی کا حکم رکھتا ہے اور انسان کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



انصباغ چونکہ درونی ہے۔ اس لیے ذاتی حکم رکھتا ہے۔ شَتَّانَ مَابَیْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے۔)

یہ کمال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کہ جن کو خاص بشر کہتے ہیں، مخصوص ہے اور جس کسی کو چاہیں اپنی وراثت اور تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں۔

یہ دولت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو ان کی صحبت کی برکت سے زیادہ تر حاصل تھی۔ اصحاب کرام کے سوا اور لوگ جن کو اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں بہت کم بلکہ اس سے بھی کمتر ہیں۔

بیت: اگر پادشہ بردر پیر زن بیاید تو اے خواجہ سیلت مکن

ترجمہ: اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطان تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشان

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِحُرْمَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَکْمَلُهَا وَاَتَمُّهَا (یا اللہ تو حضرت سید المرسلین ﷺ کے طفیل ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہم کو بخش تو سب چیزوں پر قادر ہے)

## مکتوب (۱۳)

اس بیان میں کہ علماء ظاہر کے نصیب کیا ہے اور صوفیا علیہ کے حصہ میں کیا آیا ہے اور علماء راسخین جو انبیاء کے وارث ہیں، ان کے نصیب میں کیا ہے، مرزا شمس الدین کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے:

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مبارک خط جواز روئے کرم صادر فرمایا تھا۔ برادر عزیز شیخ محمد طاہر نے پہنچایا اور خوش وقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ملاقات کے حاصل ہونے تک ایسے مکتوبات کے ساتھ جو نصیحتوں سے پر ہوں، یاد فرماتے رہیں۔

میرے مخدوم مکرم اَلنَّصِیْحَةُ هِیَ الدِّیْنُ وَمُتَابَعَةُ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُهَا (یعنی سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور متابعت اختیار کریں)

سید المرسلین کے دین اور متابعت سے علماء ظاہر کا نصیب عقائد درست کرنے بعد شرائع و احکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیا علیہ کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں، احوال و مواجید اور علوم و معارف ہیں اور علماء راسخین کا نصیب جو انبیاء کے وارث ہیں، بمعہ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


چیز کے جو عالم رکھتے ہیں اور بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ ممتاز ہیں، وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت متشابہات قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے اور تاویل کے طور پر درج ہو چکے ہیں۔

یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت و تبعیت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔

اسی واسطے عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنبِیَآءِ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں) کی شرافت کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔ پس آپ کو بھی لازم ہے کہ علم و عمل و حال و وجد کی رو سے حضرت سید المرسلین اور حبیب رب العالمین علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین واہل طاعۃ اجمعین کی متابعت بجالائیں تاکہ اس وراثت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو جو نہایت اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۱۴)

اس استفسار کے جواب میں کہ صاحب منصب البتہ صاحب علم ہے یا نہیں اور اس استفسار میں کہ فنافی اللہ اور بقاباللہ اب تک حاصل نہیں ہوئی اور اپنی حالت پر اطلاع نہ ہونے کے بیان میں مولانا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

آپ کے دو مبارک خط پے در پے پہنچے۔ آپ نے مصائب کی ماتم پرسی کی بابت لکھا ہوا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ یاروں اور دوستوں کو فرمائیں کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر خواجہ محمد صادق مرحوم اور ان کی ہمشیرہ ام کلثوم مرحومہ کی روح کو بخشیں یعنی ستر ہزار بار پڑھ کر ایک کی روح کو بخشیں اور ستر ہزار بار دوسرے کی روح کو۔ دوستوں سے دعاء فاتحہ مسئول و مطلوب ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ مکتوبات میں درج ہو چکا ہے کہ صاحب منصب صاحب علم ہے۔ میرے مخدوم قطب الاقطاب صاحب علم ہے اور شہروں کے اقطاب اس کے اجزاء اور ہاتھ پاؤں کی طرح ہیں۔ بعض کو اپنے مدار ہونے کا علم ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا۔

آپ نے لکھا تھا کہ فنافی اللہ اور بقاء باللہ ابھی تک حاصل نہیں ہوا۔ میرے مکرم کیا کیا جائے آپ صحبت میں کم رہے ہیں۔ آپ اس قدر بھی نہیں ٹھہرے کہ آپ کو آپ کے بعض حاصل شدہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



احوال سے اطلاع دی جاتی۔ اب ہندوستان سے آپ کی فنا و بقاء کا مشاہدہ کرتا ہوں اور یہ دونوں کمال جو آپ نے فرمائے ہیں، آپ میں محسوس کرتا ہوں اور آپ ان سے انکار کرتے ہیں۔ دور دراز فاصلہ درمیان ہے جب تک ظاہری ملاقات حاصل نہ ہو، پوشیدہ احوال پر اطلاع پانا مشکل ہے۔

مشائخ رحمتہ اللہ علیہ نے فنا و بقاء کے بارے میں مختلف باتیں کہی ہیں جو سب کی سب رمز و اشارہ کے طور پر ہیں۔ کوئی شخص اپنی نسبت کیا معلوم کر سکتا ہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سب کو احوال کا علم نہیں بخشتے۔ بعض کو احوال کا علم عطا فرما کر پیشوا بنا دیتے ہیں اور بعض کو اس کے حوالہ کر کے کمال و تکمیل کے مرتبہ تک پہنچاتے ہیں۔

خاص کند بندۂ مصلحت عام را      ترجمہ: خاص کر لیتا ہے ایک کو تا بھلا ہو عام کا

کیا اچھا ہوتا اگر ہم شیخ حسن کو چند روز اور اپنے پاس رکھ کر بعض ظاہر شدہ احوال پر اطلاع دے کر آپ کی طرف بھیجتے۔ آپ کا آنا مشکل ہے اور اگر آپ کے قابل اور رشید دوستوں میں سے کوئی آ جاتا اور چند روز ہمارے پاس رہتا اور ہماری بات کو سمجھتا تو کیا اچھا ہوتا تاکہ ضروری باتیں اس پر ظاہر کی جاتیں۔ اصل مقصود یہی ہے کہ احوال حاصل ہو جائیں اور احوال پر اطلاع پانا امر دیگر ہے۔ وَالْبَاقِیُ عِنْدَ التَّلَاقِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ الْبَاقِیْ وَالسَّلَامُ سب سے زیادہ ضروری نصیحت یہ ہے کہ علوم کے درس میں کسی طرح کوتاہی نہ کریں۔ اگر آپ کا سارا وقت درس ہی میں لگ جائے تو اچھا ہے۔ ذکر و فکر کی ہوس نہ کریں۔ رات کے ساعات ذکر و فکر کے لیے فراخ ہیں۔

شیخ حسن کو بھی سبق پڑھاتے رہیں اور اس کو بیکار نہ رہنے دیں۔ ان حدود میں چونکہ علم بہت کم ہے، اس لیے ضروری علوم شرعیہ کو تازہ اور زندہ کریں۔ زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ خواجہ اویس کے واقعات کے اوراق پہنچے اکثر جگہ سے دیکھے گئے۔ مبشرات ہیں، حق تعالیٰ کی بارگاہ سے امیدوار ہیں تاکہ قوۃ اور پوشیدگی سے فعل و ظہور میں آ جائیں۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۵)

قصبہ سامانہ کے خطیب کی مذمت و نکوہش میں جس نے عید قربان کے خطبہ میں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کو ترک کر دیا تھا اور بیان نہ کیا تھا۔ شہر سامانہ کے بزرگ سادات اور قاضیوں اور رئیسوں کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

شہر سامانہ کے سادات عظام اور قاضیوں اور بزرگ رئیسوں کے معزز خادموں کو تکلیف دینے کا باعث یہ ہے کہ سنا گیا ہے کہ اس جگہ کے خطیب نے عید قربان کے خطبہ میں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کو ترک کیا ہے اور ان کے مبارک ناموں کو نہیں لیا اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ جب لوگوں نے اس سے تعرض کیا تو بجائے اس کے کہ اپنی سہو نسیان کا عذر کرتا، سرکشی سے پیش آیا اور یوں کہہ اٹھا کہ اگر خلفاء راشدین کے ناموکا ذکر نہیں ہوا تو کیا ہوا اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس مقام کے رئیسوں اور معزز لوگوں نے اس بارہ میں بہت سستی کی ہے اور اس بے انصاف خطیب کے ساتھ سختی اور درشتی سے پیش نہیں آئے۔

وائے نہ یکبار کہ صد بار وائے      ترجمہ: ایک افسوس نہیں صد بار افسوس

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر اگر چہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں لیکن اہلسنت کا شعار تو ضرور ہے۔ عمداً اور ہیکڑپن کے سوائے اس شخص کے کہ جس کا دل مریض اور باطن پلید ہو اور کوئی شخص اس کو ترک نہیں کرتا۔ ہم نے مانا کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا مگر مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جس نے کسی قوم کی مشابہت کی، وہ انہیں میں سے ہے) کا کیا جواب دے گا اور اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ (تہمت کی جگہوں سے بچو) کے موافق تہمت کے ظن سے کس طرح خلاصی پائے گا۔ اگر شیخین کی تقدیم و تفضیل میں متوقف ہے تو طریق اہل سنت کے مخالف ہے اور اگر حضرت ختنین کی محبت میں متردد ہے تو بھی اہل حق سے خارج ہے۔ عجب نہیں کہ وہ بے حقیقت جو کشمیریہ کی طرف منسوب ہے۔ اس خبث کو کشمیر کے بدعتیوں یعنی رافضیوں سے لے کر آیا ہو۔ اس کو سمجھانا چاہئے کہ حضرات شیخین کی افضلیت صحابہ اور تابعین کی اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس کو بزرگ اماموں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔

جن میں سے ایک امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ شیخ امام ابوالحسن اشعری نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت باقی امت پر قطعی اور یقینی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی خلافت اور مملکت کے زمانہ میں ان کے تابعداروں کے جم غفیر کے تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امت سے افضل ہیں۔

پھر امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی (۸۰) آدمیوں سے زیادہ نے روایت کیا ہے اور ایک جماعت کو گن کر بتلایا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ خدارا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


فضیوں کا برا کرے۔ یہ کیسے جاہل ہیں اور امام بخاری نے اپنی کتاب میں جو کتاب اللہ کے بعد تمام کتابوں سے صحیح ہے، حضرت علی سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کہ ایک اور شخص تو ان کے بیٹے محمد بن حنیفہ نے عرض کیا کہ پھر آپ۔ تو حضرت علی نے فرمایا کہ میں تو ایک مسلمان آدمی ہوں۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں حضرت علی اور اکابر صحابہ اور تابعین سے مشہور ہیں جن سے سوائے جاہل یا متعصب کے اور کوئی انکار نہیں کرتا۔

اس بے انصاف کو کہنا چاہئے کہ ہم کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب کے ساتھ محبت رکھنے کا امر ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنے و ایذا دینے کی ممانعت ہے۔ حضرت ختنین آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بزرگ صحابہ اور قریبیوں میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ محبت و مودت اور بھی زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (کہ یا رسول اللہ ﷺ کہہ تم سے میں قریبیوں کی محبت کے سوا اور کوئی اجر نہیں مانگتا) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ (میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے بعد میرے اصحاب کو نشانہ کو بناؤ۔ جس نے ان کو دوست رکھا، اس نے میری دوستی کے سبب ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا جس نے ان کو ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی، وہ ضرور اس کا مواخذہ کرے گا) اس قسم کا بدبودار پھول ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک معلوم نہیں کہ ہندوستان میں کھلا ہو عجب نہیں کہ اس معاملہ سے تمام شہر متہم ہو جائے بلکہ تمام ہندوستان سے اعتماد دور ہو جائے۔ سلطان وقت کہ خدا اس کو اسلام کے دشمنوں پر مدد اور غلبہ دے۔ اہل سنت اور حنفی المذہب ہے۔ اس کے زمانہ میں اس قسم کی بدعت کا ظاہر کرنا بڑی جرأت اور دلیری کا کام ہے بلکہ درحقیقت بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کرنا اور اولی الامر کی اطاعت سے نکلنا ہے۔ پھر بڑی تعجب کی بات ہے کہ اس مقام کے بزرگ اور رئیس لوگ اس واقعہ میں خاموش رہیں اور سستی اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کی مذمت میں فرماتا ہے۔ لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ان کے علماء اور خدا پرست لوگ ان کو ان کی بری باتوں و رشوت و سود کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے۔ واقعی بہت بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اور فرماتا ہے کہ کَانُوْا لَایَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ایک دوسرے کو برے فعل کے کرنے سے منع نہ کرتے تھے۔ واقعی بہت برا کرتے تھے۔ اس قسم کے واقعات میں تغافل و سستی کرنا گویا بدعتیوں کو دلیر کرنا اور دین میں رخنہ ڈالنا ہے۔ یہ سستی اور غفلت ہی کا نتیجہ ہے کہ مہدو (۱) یہ جماعت کے لوگ کھلم کھلا اہل حق کو اپنے باطل طریق کی طرف دعوت کرتے اور موقع پا کر بھیڑیئے کی طرح ریوڑ سے ایک دو کو لے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف دی جائے اس وحشت انگیز خبر کو سن کر مجھ میں ایک شورش سی پیدا ہو گئی اور میری فاروقی رگ بھڑک اٹھی۔ اس لیے چند کلمے لکھے گئے، امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ وَالْبَرَکَاتُ (سلام ہو آپ پر اور ان بزرگواروں پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا)

# مکتوب (۱۶)

چند استفساروں کے جواب اور برزخ صغریٰ کے عجیب و غریب احوال اور مرگ طاعون کی فضیلت کے بیان میں شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

آپ کا مبارک نامہ پہنچا جس میں لکھا تھا کہ اس طرف دو قومی حادثے واقع ہوئے ہیں۔ اوّل طاعون کا حادثہ، دوسرے قحط کا حادثہ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَنِ الْبَلِیَّاتِ (اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو بلیات سے بچائے۔)

آپ نے لکھا تھا کہ ان فتنوں کے باوجود رات دن عبادت و مراقبہ میں گزر جاتا ہے اور باطن معمور ہے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے۔

اب ان سوالوں کا جواب لکھا جاتا ہے جو آپ نے دریافت کیے تھے۔ سنتوں میں اکثر اوقات چار قل کی قرأت کی جاتی ہے اور مردوں کے لیے کفن مسنون تین کپڑے ہیں۔ دستار زائد ہے۔ ہم قدر مسنون پر کفایت کرتے ہیں اور جواب نامہ بھی نہیں لکھتے کیونکہ نجات اور پلیدی کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ساتھ اس کے آلودہ ہو جانے کا احتمال ہے اور سند صحیح سے بھی ثابت نہیں ہوا۔ علماء ماوراء النہر کا عمل اسی پر ہے اور اگر کفن میں قمیص کے بجائے پیراہن تر کی کو استعمال کر لیں تو مضائقہ نہیں۔ شہداء کے کفن ان کے اپنے کپڑے ہیں۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے وصیت کی تھی۔

كَفِّنُوْنِیْ فِیْ ثَوْبِیْ هٰذَیْنِ (مجھے میرے ان دو کپڑوں میں کفنا دینا)

برزخ صغریٰ چونکہ ایک جہت سے دنیاوی وطنوں میں سے ہے، اس لیے ترقی کی گنجائش رکھتا ہے۔ اس مقام کے احوال مختلف اشخاص کے حالات پر نظر کرنے کے باعث باہم بہت فرق رکھتے ہیں۔ اَلْاَنْبِیَآءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقَبْرِ (انبیاء قبر میں نماز پڑھتے ہیں) آپ نے سنا ہو گا کہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر گزرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو وہاں پایا۔

اس مقام کے معاملات نہایت عجیب و غریب ہیں۔ آج کل چونکہ فرزند اعظم مرحوم کی تقریب پر اس مقام کی طرف بہت نظر کی جاتی ہے۔ اس لیے نہایت ہی عجیب و غریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر ان کا تھوڑا سا حال بھی بیان کیا جائے تو بڑے فتنے پیدا ہو جائیں۔ اگرچہ جنت کا چھت عرش مجید ہے لیکن قبر بھی جنت کے باغوں میں سے اک باغیچہ ہے۔ عقل کوتاہ اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ اور ہی آنکھ ہے جو اس قسم کی عجوبہ باتوں کو دیکھتی ہے۔

مجرد ایمان اگرچہ چناں وچنیں کے بعد نجات دینے والا ہے مگر کلمہ طیبہ کا بلند ہونا عمل صالح پر موقوف ہے اور موت وباء سے بھاگنا یوم زحف یعنی کفار کے مقابلے سے بھاگنے کی طرح گناہ کبیرہ ہے جو کوئی وبا والی زمین میں صبر کے ساتھ رہے اور مر جائے شہداء سے ملے اور قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے اور جو کوئی صبر کرتا ہے اور نہیں مرتا وہ غازیوں سے ہے۔

اِنْ قَالَ لِیْ مُتْ مُتُّ سَمْعاً وَّطَاعَةً
وَقُلْتُ لِدَاعِی الْمَوْتِ اَهْلاً وَّ مَرْحَبَا

ترجمہ: گر وہ کہے کہ مر جا مر جاؤں میں خوشی سے
پیک اجل کو کہہ دوں آ جا میں تیرے صدقے

چند روز سے بلغم و کھانسی نے تنگ کیا ہوا ہے اور بدن کمزور ہو رہا ہے۔ اس لیے جواب مختصر طور پر دیئے گئے۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۱۷)

اس بیان میں کہ اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر جراحت وزخم ہیں مگر حقیقت میں ترقیوں کا موجب ہیں اور مرہم ہیں اور مرگ طاعون کی فضیلت میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو مصائب کی ماتم پرسی کے بارہ میں شیخ مصطفیٰ کے ہاتھ ارسال کیا تھا، اس کے مضمون سے مشرف ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہ مصیبتیں بظاہر جراحت نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں ترقیات اور مرہم ہیں۔ وہ (۱) ثمرات ونتائج جن کے ملنے کی امید وتوقع آخرت میں ہے، ان نتائج وثمرات کا سواں (۱۰۰) حصہ ہیں جو حق تعالیٰ کی عنایت سے اس جہان میں ان مصیبتوں پر مترتب ہوئی ہیں۔ فرزندوں کا وجود عین رحمت ہے۔ زندگی میں بھی ان سے فائدے اور نفع ہیں اور مرنے پر بھی ثمرات ونتائج مترتب ہیں۔

امام اجل محی السنۃ (۲) حلیۃ الابرار میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تین دن طاعون واقع ہوئی۔ اس طاعون میں حضرت انس کے تراسی (۸۳) بیٹے جو سب کے سب ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم تھے اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے حق میں برکت کی دعا فرمائی تھی، سب فوت ہو گئے اور چالیس (۴۰) بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوت ہو گئے۔ جب حضرت خیر الانام علیہ السلام کے اصحاب کرام کے ساتھ ایسا معاملہ فرمائیں گے تو پھر ہم گنہگار کس حساب میں ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ طاعون پہلی امتوں کے حق میں عذاب تھا اور اس امت کے لیے شہادت ہے۔ واقعی وہ لوگ جو اس وباء میں مرتے ہیں۔ عجب حضور وتوجہ سے مرتے ہیں۔ ہوس آتی ہے کہ کوئی شخص ان دنوں میں اس بلا والے لوگوں کے ساتھ ملحق ہو جائے اور دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کر جائے۔ یہ بلا اس امت میں بظاہر غضب ہے اور باطن میں رحمت۔

میاں شیخ طاہر بیان کرتے تھے کہ لاہور میں طاعون کے دنوں میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا تھا کہ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ جو کوان دنوں میں نہ مرے گا حسرت اٹھائے گا۔ ہاں جب ان گزشتہ لوگوں کے حالات پر نظر کی جاتی ہے تو احوال غریبہ اور معاملات عجیبہ مشاہدہ میں آتے ہیں۔ شائد شہداء فی سبیل اللہ ان خصوصیتوں سے ممتاز ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


میرے مخدوم فرزند عزیز قدس سرہ کی مفارقت بڑی بھاری مصیبت ہے۔ معلوم نہیں کہ کسی کو اس قسم کی مصیبت پہنچی ہو لیکن وہ صبر و شکر جو حق تعالیٰ نے اس مصیبت میں اس ضعیف القلب کو کرامت فرمایا ہے۔ بڑی اعلیٰ نعمت اور اعظم انعام ہے۔ یہ فقیر حق تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ اس مصیبت کی جزاء آخرت پر موقوف رکھے اور دنیا میں اس کی جزا کچھ بھی ظاہر نہ ہو۔ حالانکہ جانتا ہے کہ یہ سوال بھی سینہ کی تنگی کے باعث ہے ورنہ حق تعالیٰ بڑی وسیع رحمت والا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى (دنیا و آخرت اللہ ہی کے لیے ہے۔)

دوستوں سے التجا ہے کہ دعا کے ساتھ امداد و اعانت فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ سلامتی کے ساتھ کرے اور لغزشوں کو جو انسان کے لیے لازم ہیں، معاف فرمائے اور ان تقصیروں سے جو بشریت کے باعث صادر ہوتی ہیں، درگزر کرے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (یا اللہ ہمارے گناہوں کو اور جو کچھ ہم سے کاموں میں اسراف ہوا ہے بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہماری مدد کر۔) وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی۔)

# مکتوب (۱۸)

اس بیان میں کہ علماء راسخین اور علماء ظواہر اور صوفیہ میں سے ہر ایک کا نصیب کیا کیا ہے۔ شیخ جمال ناگوری کی طرف اس کی التماس کے جواب میں صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کا حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ (علماء انبیاء کے وارث ہیں) علماء عظام کی تعریف میں کافی ہے۔ علم وراثت علم شریعت ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے باقی رہا ہے۔ علم شریعت کی ایک صورت ہے ایک حقیقت۔ صورت وہ ہے جو علماء ظاہر کے نصیب ہے جو کتاب و سنت کے محکمات سے تعلق رکھتی ہے اور حقیقت یہ ہے جو علماء راسخین کے نصیب ہے جو کتاب و سنت کی متشابہات سے متعلق ہے۔ محکمات اگرچہ کتاب کے امہات یعنی اصول ہیں لیکن ان کے نتائج و ثمرات متشابہات ہیں جو کتاب کا اصلی مقصد ہیں اور نتائج و ثمرات کے حاصل ہونے کے لیے امہات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وسیلہ ہیں۔ گویا کتاب کا مغز متشابہات ہیں اور اس کا پوست محکمات۔ وہ متشابہات ہی ہیں جو رمز و اشارہ کے ساتھ اصل کو ظاہر کرتی ہیں اور معاملہ کی حقیقت کا پتہ بتاتی ہیں۔ علماء راسخین نے پوست کو مغز کے ساتھ جمع کیا ہے اور شریعت کی صورت و حقیقت کے مجموعہ کو پالیا ہے۔ ان بزرگواروں نے شریعت کو ایک شخص تصور کیا ہے جس کا پوست صورت شریعت اور اس کا مغز حقیقت شریعت ہو۔ شرائع واحکام کے علم کو شریعت کی صورت اور حقائق واسرار کے علم کو شریعت کی حقیقت سمجھا ہے۔

بعض لوگوں نے شریعت کی صورت میں گرفتار ہو کر اس کی حقیقت سے انکار کیا ہے اور صرف ہدایہ اور بزدوی کو اپنا پیرو مقتدا سمجھا ہے۔

بعض لوگ اگرچہ حقیقت کے گرفتار ہوئے لیکن چونکہ انہوں نے اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا بلکہ شریعت کو صورت پر موقوف رکھا اور اس کو صرف پوست ہی خیال کیا اور مغز کو اس کے سوا کچھ اور تصور کیا۔ اس لیے اس حقیقت کی حقیقت سے سب واقف نہ ہوئے اور متشابہات کا کچھ حصہ حاصل نہ کیا۔ پس علماء راسخین ہی درحقیقت وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ان کے محبین اور تابعداروں میں سے بنائے۔

دیگر یہ عرض ہے کہ شیخ نور محمد نے آپ کی طرف سے ظاہر کیا کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم کو دوسرے سلسلوں کے مشائخ سے اجازت ہے۔ نقشبندیہ کی طرف سے بھی اجازت چاہتے ہیں۔

میرے مخدوم مکرم طریقہ علیا نقشبندیہ میں پیری و مریدی طریقہ کے سیکھنے اور سکھانے پر موقوف ہے۔ نہ کہ کلاہ و شجرہ پر جیسے کہ دوسرے سلسلوں میں متعارف اور مشہور ہے۔ ان بزرگواروں کا طریق صحبت ہی صحبت ہے اور ان کی تربیت انعکاسی ہے۔ اسی واسطے ان کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت مندرج ہے اور سب راستوں سے زیادہ قریب راستہ یہی ہے۔ ان کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند — کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ: عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی — کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

امید ہے کہ معذور و معاف فرمائیں گے۔ ع

وَالْعُذْرُ عِنْدَہ کِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلٌ

ترجمہ: بزرگ لوگوں کے ہاں عذر ہے مقبول۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۱۹)

سنت سنیہ کی تابعداری کرنے اور بدعت نامرضیہ سے بچنے اور اس کے مناسب بیان میں میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر عزیز میر محب اللہ کی خدمت میں یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے فقراء کے احوال واوضاع حمد کے لائق ہیں اور آپ کی سلامتی اور استقامت اللہ تعالیٰ سے مطلوب ومسئول ہے۔ سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور متابعت اختیار کریں۔ سنت سنیہ کو بجا لائیں اور بدعت نامرضیہ سے پرہیز کریں۔ اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کی مانند روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی بیماری کی دوا اور بیمار کی شفاء ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں یا سنت کی رافع ہوگی یا رفع سنت سے ساکت ہوگی۔ ساکت ہونے کی صورت میں بالضرور سنت پر زائد ہوگی جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو، سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیر اور حسن نہیں۔ ہائے افسوس انہوں نے دین کامل اور اسلام پسندیدہ میں جب کہ نعمت تمام ہو چکی۔ بدعت محدثہ کے حسن ہونے کا کس طرح حکم دیا۔ یہ نہیں جانتے کہ اکمال و اتمام اور رضا کے حاصل ہونے کے بعد دین میں کوئی نیا کام پیدا کرنا حسن سے کوسوں دور ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ (حق کے بعد گمراہی ہی ہے) اگر یہ لوگ جانتے کہ دین میں محدث امر کو حسن کہنا دین کے کامل نہ ہونے کو مستلزم ہے اور نعمت کے ناتمام رہنے پر دلالت کرتا ہے تو ہرگز اس قسم کے حکم پر دلیری نہ کرتے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ فرمانا) وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ.

## مکتوب (۲۰)

نماز کی فضیلت اور اس امر پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ ارکان وشرائط اور تعدیل ارکان کو اچھی طرح بجا لانا چاہئے، مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف سے صادر فرمایا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

آپ کا مکتوب شریف جو جونپور کی اطراف سے آپ نے لکھا تھا، پہنچا۔ آپ کی کمزوری اور ضعف کا حال پڑھ کر بڑی بے آرامی ہوئی۔ آپ کی صحت وتندرستی کا بڑا انتظار ہے۔ کسی آنے والے کے ہمراہ صحت کی خبر اور کیفیت احوال لکھ کر ارسال فرمائیں۔ اے محبت کے نشان والے چونکہ یہ دار یعنی دنیا دار عمل ہے اور دار جزا دار آخرت ہے۔ اس لیے اعمال صالح کے بجالانے میں بڑی کوشش کرنی چاہئے۔ سب اعمال سے بہترین اور سب عبادات سے فاضل ترین نماز کا قائم کرنا ہے۔ جو دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔

پس اس کے ادا کرنے میں بڑی کوشش بجالانی چاہئے اور احتیاط کرنی چاہئے کہ اس کے ارکان شرائط وسنن وآداب کما حقہ ادا ہوں۔ تعدیل اور طمانیت کے بارہ میں بار بار مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اس کی اچھی طرح محافظت کریں۔ اکثر لوگ نماز کو ضائع کر دیتے ہیں اور طمانیت اور تعدیل ارکان کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے حق میں بہت سی وعید آئی ہیں۔ جب نماز درست ہو جائے۔ نجات کی بڑی بھاری امید ہے کیونکہ نماز کے قائم ہونے سے دین قائم ہو جاتا ہے اور مراتب کی بلندی کی معراج پوری ہو جاتی ہے۔

بر شکر غلطیدا ے صفرائیاں — از برائے کورے سودائیاں

ترجمہ: پل پڑو شکر پہ تم صفرائیو — کور سودائی ہیں سارے مت ڈرو

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی (سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔)

## مکتوب (۲۱)

اس بیان میں کہ مراد اس قلب سے جو حدیث قدسی لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ الخ میں واقع ہے مضغہ ہے۔ نہ کہ وہ حقیقت جامعہ جس کی وسعت کی نسبت بعض مشائخ نے خبر دی ہے وہ مضغہ جس نے سلوک وجذبہ اور تصفیہ وتزکیہ اور قلب کی تمکین اور نفس کے اطمینان کے بعد اجزاء عشرہ کی ترکیب سے صورت حاصل کی ہے اور ہیئت وحدانی پیدا کی ہے۔ اس حقیقت جامعہ پر کئی وجوہ سے زیادتی رکھتا ہے اور اس بیان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


میں کہ یہ سب کمالات جو مضغہ کے لیے ثابت کیے گئے ہیں۔ مقام قاب قوسین میں ہیں اور او ادنٰی کا معاملہ آگے ہے۔ خواجہ محمد صدیق کی طرف جو ہدایہ سے ملقب ہے، صادر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
(اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

آپ نے دریافت کیا تھا کہ آپ نے اپنے مکتوبات و رسائل میں لکھا ہے کہ ظہور قلبی ظہور عرشی کا ایک لمعہ اور کلی فضیلت ظہور عرشی کے لیے ہے اور حدیث شریف میں یوں آیا ہے۔ لَايَسَعُنِىْ اَرْضِىْ وَلَا سَمَائِىْ وَلٰكِنْ يَسَعُنِىْ قَلْبُ عَبْدِالْمُؤْمِنْ میں نہ اپنی زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمانوں میں لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں۔ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ ظہور قلبی زیادہ کامل ہے اور فضیلت اسی کے لیے ہے۔ اے میری محبت کے نشان والے۔ اس سوال کا حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے۔

جاننا چاہیے کہ ارباب ولایت لفظ قلب بولتے ہیں اور اس سے انسان کی وہ جامعہ حقیقت مراد لیتے ہیں جو عالم امر سے ہے اور نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں اس سے وہ مضغہ مراد ہے جس کی درستی پر تمام بدن کی درستی وابستہ ہے اور جس کے بگڑنے پر تمام جسم کا بگاڑ موقوف ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں وارد ہے۔ اِنَّ فِیْ جَسَدِ الْاِنْسَانِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ
(انسان کے جسم میں ایک مضغہ ہے کہ جس وقت وہ درست ہو جائے تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار اور وہ قلب ہے)

قلب کی وسعت اطلاق اوّل کو لازم ہے جس کے باعث بایزید و جنید قدس سرہما نے قلب کی اور اس قدر وسعت بیان کی ہے کہ عرش مافیہ کو قلب کی عظمت کے مقابلہ میں بہت ہی حقیر خیال کیا ہے اور قلب کی تنگی دوسری اطلاق کو لازم ہے۔ اس مقام میں قلب کی تنگی اس طرح پر ہے کہ جز لاتجزی کو جو تمام اشیاء سے حقیر و صغیر ہے۔ اس میں کچھ گنجائش نہیں۔ بعض اوقات کہ تنگی قلب کو جزء لاتجزی کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے۔ وہ جز و حقیر نظر میں آسمانوں اور زمین کے طبقات کی مانند دکھائی دیتی ہے۔ یہ معاملہ نظر عقلی سے برتر ہے۔ (فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ کچھ شک نہ کر)

جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو پھر جاننا چاہیے کہ وہ ظہور جو حقیقت جامعہ سے وابستہ ہے۔ بے شک عرش کے ظہور نامہ کے مقابلہ میں ایک لمعہ ہے اور کلی فضیلت اس مقام میں عرش ہی کو ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور شیخ بایزید اور شیخ جنید رحمہما اللہ تعالیٰ نے جو قلب کو سب سے وسیع فرمایا ہے اور عرش و مافیہ کو اس کے پہلو میں بہت ہی حقیر خیال کیا ہے۔ یہ بات شے کو اس کے اپنے نمونہ کی مانند جاننے کی قسم ہے۔ انہوں نے عرش و مافیہ کے نمونہ کو جامعیت قلب کے پہلو میں حقیر دیکھ کر اس کا حکم عرش و مافیہ کے حقائق پر کیا ہے۔ اس اشتباہ کا باعث فقیر نے اپنی کتابوں میں اور رسالوں میں کئی جگہ لکھا ہے اور جو وہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ وہ انبیاء علیہ السلام کی زبان کے موافق ہے اور مراد اس قلب سے مضغہ ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ظہور اتم اسی جگہ ہے اور ذات مجردہ کی احدیت کے مراتب اسی کے لیے مسلم ہیں۔ عرش کو اگرچہ ظہور تمام سے جو ظہور اصلی ہے، کامل حصہ ہے لیکن اس مقام میں صفات کی آمیزش ہے اور صفات چونکہ حقیقت میں حضرت ذات کے ظلال ہیں۔ اس لیے وہ ظہور ظلال کی آویزش سے پاک وصاف نہیں ہے۔ یہی باعث ہے کہ عرش کو اس ظہور انسانی سے جو اصل محض کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کئی طرح امیدیں ہیں۔ اس معاملہ کا مرکز وہی مضغہ ہے۔

**سوال**: حدیث قدسی سے اس قلب کی وسعت مفہوم ہوتی ہے اور تو اس کو تنگ کہتا ہے۔

**جواب** : تنگ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ اس میں ماسوا کی گنجائش نہیں اور وسیع اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ اس پر انوار قدم کا ظہور ہوتا ہے۔ پس کوئی منافات و تناقض نہیں۔ اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس قلب کی تعبیر اس عبارت سے کی ہے۔ **الضیق الاوسع والبسیط الابسط والاقل الاکثر**

سوال:۔ فضیلت کے لائق حقیقت جامعہ ہے جو عالم امر سے ہے نہ کہ مضغہ جو عالم خلق سے ہے۔ اس عناصر کے مرکز نے یہ فضیلت کہاں سے پائی ہے۔

جواب:۔ عالم خلق کو عالم امر پر وہ فضیلت ہے جس عوام کیا خواص بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس مضمون کو فقیر نے اس مکتوب میں جو فرزند اعظم مرحوم کے نام طریق کے بیان میں لکھا ہے۔ بخوبی واضح کیا ہے۔ اگر کچھ تردد رہ جائے تو وہاں سے اطمینان کر لیں۔

اب ہم اس مضغہ کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ ذرا غور سے سنیں۔ عوام کا وہ مضغہ ہے جو اربعہ عناصر کی ترکیب سے حاصل ہے اور خواص اور اخص خواص مضغہ اس قسم کا ہے جس نے سلوک و جذبہ اور تصفیہ و تزکیہ اور قلب کے تمکین اور نفس کے اطمینان کے بعد بلکہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم سے اجزاء عشرہ کی ترکیب سے صورتحال کی ہے یعنی چار جزو عناصر کے ہیں اور ایک جزو نفس مطمئنہ کا اور پانچ جزو عالم امر کے۔ دونوں طرفوں کے اجزاء حالانکہ ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے کے مخالف ہیں لیکن حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ان کی ضدیت اور مخالفت دور ہو گئی اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


باہم جمع ہو گئے ہیں اور ہیئت وحدانی پیدا کر کے اس عجوبہ کو حاصل کیا ہے۔ جزو اعظم اس معاملہ میں عنصر خاک ہے۔ اس ہیئت وحدانی نے بھی جزو ارضی کا رنگ اختیار کر کے خاک کے ساتھ قرار پکڑا ہے۔

**بیت**

خاک شو خاک تابر وند گل      کہ بجز خاک نیست مظہر گل

ترجمہ: خاک ہو خاک تا اگیں سب پھول      خاک مظہر ہے کل کامت بھول

اے برادر ارباب ولایت کا ہاتھ ان علوم و معارف کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ انوار نبوت علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مشکوٰۃ سے مقتبس ہیں۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ط (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔)

وہ قلب جس کے اطمینان کے لیے حضرت خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کیا تھا۔ یہی مضغہ ہے کیونکہ ان کی حقیقت جامعہ تمکین تک پہنچ چکی تھی اور نفس مطمئنہ ہو چکا تھا اور یہ تمکین و اطمینان مرتبہ ولایت میں متصور ہے جو نبوت کا زینہ ہے۔ شان نبوت کے مناسب مضغہ کی بیقراری اور اضطراب ہے نہ حقیقت جامعہ کی بیقراری و بے آرامی کہ یہ عوام کو بھی نصیب ہے اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قلب کی ثابتی طلب فرمائی ہے اور کہا ہے اَللّٰھُمَّ یَا مُقَلِّبَ الۡقُلُوۡبِ ثَبِّتۡ قَلۡبِیۡ عَلٰی طَاعَتِکَ (اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنی طاعت پر ثابت رکھ) اس سے مقصود مضغہ کا ثابت ہے اور بعض احادیث میں جو امتوں کے احوال پر نظر کرنے کے باعث دل کی بیقراری کے بارہ میں وارد ہوئی ہے۔ اگر قلب کے وہ معنی مراد لیے جائیں جو حقیقت جامعہ اور مضغہ دونوں کو شامل ہوں تو بھی ہو سکتا ہے۔

سوال:- یہ مضغہ جب "یَسۡعُنِیۡ قَلۡبُ عَبۡدٍ مُؤۡمِنٍ" کے شرف سے مشرف ہو چکا اور حضرت ذات تعالیٰ کا آئینہ بننے کے لائق ہو چکا ہو تو پھر اس میں اضطراب و بے قراری کیوں ہو اور اطمینان کا محتاج کیوں ہو۔

جواب:- ظہور جس قدر اتم و اکمل ہوتا جاتا ہے اور شیون و صفات کی آمیزش سے صاف ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر جہل و حیرت پیدا کرتا جاتا ہے اور بیگانگی اور نایافت زیادہ تر حاصل ہوتی جاتی ہے۔ بسا اوقات اس ظہور اور اس گنجائش کے باوجود کمال جہل و حیرت سے صانع کے وجود پر دلیل طلب کرتا ہے اور عوام کی طرح استدلال و تقلید کے بغیر اس کو وجود صانع کا یقین حاصل نہیں ہوتا۔ اس صورت میں اضطراب و بے قراری اس کے حال کے مناسب ہے اور اطمینان کا طلب کرنا اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لئے ضروری ہے۔

اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ عارف صاحب یقین کو رجوع کے بعد استدلال کی حاجت ہوتی ہے۔ اس مقام میں معلوم ہوا ہے کہ عین وصول اور حصول میں دلیل کی احتیاج ہے۔ یہ مقام مرتبہ نبوت کے کمالات کے موافق ہے اور وہ مقام مرتبہ ولایت کے حال کے مناسب۔ جب اس قلب کا صاحب دعوت کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے دل کا قلق واضطراب اور تغیر وتبدیل زیادہ ہو جاتا ہے۔ جب عین وصل میں جہل وحیرت کے باعث دلیل کا محتاج ہے تو جدائی کے زمانہ میں بطریق اولیٰ استدلال کا محتاج ہوگا تا کہ استدلال کے ذریعے کچھ اطمینان حاصل کرے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ دولت جس کو چند روز کے لیے اپنے دوست سے پوشیدہ رکھا ہے اور داغ فرقت میں مبتلا کیا ہے، اس کے واسطے مناسب ہے کہ ہمیشہ قلب واضطراب اور دائمی غم و اندوہ میں رہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلُ الْحُزْنِ دَائِمُ الْفِکْرِ (رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمناک اور متفکر رہتے تھے) اب وہ وجوہ جو قلب کے ان دونوں اطلاقوں کے درمیان فرق ظاہر کرتے ہیں، بیان کیے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سننے چاہئیں۔

**وجہ اول:** حقیقت جامعہ جو عالم امر سے ہے، تصفیہ اور تزکیہ کے بعد اس کو تمکین تام و دائمی طور پر میسر ہے۔ برخلاف مضغہ کے کہ اس کا اطمینان حواس کے ادراک پر وابستہ ہے۔ جب تک کسی شے کو حواس کے ساتھ ادراک نہ کر لے، اس کا قلق نہیں جاتا۔ اسی واسطے حضرت خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین نے اپنے قلب کے اطمینان کے لیے سوال کیا اور کہا۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (یا اللہ تو مجھے دکھا کہ کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے)

**وجہ دوم:** حقیقت جامعہ ذکر کے ساتھ متاثر ہو جاتی ہے اور جب کمال ذکر تک پہنچ جاتی ہے تو ذکر سے متحد اور اس کی ہم جنس ہو جاتی ہے۔ اس مقام کو صاحب عوارف قدس سرہ نے مقصد اسنیٰ کہا ہے اور ذکر ذات کے ساتھ قلب کے اس ہم رنگ ہونے کو اس سے تعبیر کیا ہے۔ برخلاف مضغہ کے کہ ذکر کو اس کی طرف راہ نہیں۔ پھر اس کا متاثر ہونا کجا اور ہم جنس ہونا کجا۔ مضغہ میں مذکور کا ظہور اصالت کے طور پر ہے نہ کہ ظلیت کے طور پر اور ذکر کا عروج مذکور کی دہلیز تک ہی ہے۔

**وجہ سوم:** حقیقت جامعہ جب نہایت النہایت تک پہنچ جاتی ہے اور مراتیت سے حظ وافر حاصل کر لیتی ہے تو اس وقت اگر مطلوب کو نمایاں کرنا چاہئے تو اس میں مطلوب کا ظل ظاہر ہوگا نہ کہ اس کا عین۔ جیسے کہ آئینہ میں شخص کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے نہ کہ شخص کا عین۔ برخلاف مضغہ کے کہ آئینہ سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



برعکس اس میں مطلوب کا عین ظاہر ہے۔ نہ کہ اس کا ظل۔ اسی واسطے فرمایا یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ یہ معاملہ نظر وفکر کے طور سے وراء الورا ہے۔ اس بیان سے کہیں حلول وتمکین نہ سمجھ لینا کہ یہ کفر زندقہ ہے۔ اگرچہ عقل معاش باور نہیں کرتی کہ ایک شے کا عین دوسری شے میں ظاہر ہو اور حلول وتمکین نہ ہو۔ یہ عقل کا قصور ہے اور حاضر پر غائب کا قیاس ہے۔ فَلَا تَکُنْ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (پس کچھ شک نہ کر)

**وجہ چہارم:** حقیقت جامعہ عالم امر سے ہے اور مضغہ عالم خلق سے بلکہ عالم خلق اور عالم امر دونوں اسی کے اجزاء ہیں۔ خلق اس کا بڑا جزو ہے اور امر اس کا چھوٹا جزو۔ ان دونوں اجزاء کے ملنے سے ایک ایسی ہیئت وحدانی موجود ہوگئی ہے جو عجوبہ روزگار بن گئی ہے۔ یہ عجوبہ اگرچہ عالم امر وعالم خلق سے ہے لیکن ہیئت ترکیبی کے باعث ان میں سے کسی کے ساتھ مناسب ومشابہت نہیں رکھتا مگر اس کو عالم خلق ہی گنتے ہیں کیونکہ اس معاملہ میں سب سے مدد اور بہتر جزو ارضی ہے اور خاک کی پستی اس کی بلندی کا باعث ہے۔

**وجہ پنجم:** حقیقت جامعہ کی وسعت اس اعتبار سے ہے کہ اس میں اشیاء کی صورتوں کا ظہور ہے اور وہ مضغہ کی وسعت جو اس کی تنگی کے بعد مکشوف ہوتی ہے، اس اعتبار سے ہے کہ نامحدود اور نامتناہی مطلوب کی اس میں گنجائش ہے اور وہ تنگی اس کی دہلیز تک کی ہے جو ماسوا کو وہاں داخل ہونے نہیں دیتی۔ حتیٰ کہ ذکر کو بھی مذکور کے خیموں کے گرد نہیں آنے دیتی اور ظلیت کی آمیزش کو اس حریم مقدس کے گرد پھٹکنے نہیں دیتی۔

**وجہ ششم:** حقیقت جامعہ کی فراخی چونکہ چون کی آمیزش رکھتی ہے۔ اس لیے اس میں بے چون کی گنجائش نہیں اور مضغہ کی فراخی نے چونکہ بے چونی سے حصہ پایا ہے، اس لیے اس میں چون کی گنجائش نہیں۔ عجب معاملہ ہے اسی قلب پر دعوت کے لیے رجوع کرنے کے بعد ظلمت وغین طاری ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حضرت سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ (یعنی میرے قلب پر بھی پردہ ڈالا جاتا ہے) اس سے زیادہ کس قدر فرق بیان کیا جائے۔ مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک)

اے برادر تو اس مضغہ کو ایک بے اعتبار گوشت کا ٹکڑا نہ خیال کر لے بلکہ یہ وہ جوہر نفیس ہے جس میں عالم خلق کے خزائن واسرار پوشیدہ ہیں اور عالم امر کے دفینے اور خفیہ دقائق مدفون ہیں۔ معاملات خاصہ کی زیادتی جو اس ہیئت وحدانی سے وابستہ ہے۔ یہ ہے کہ اول اس کے اجزاء عشرہ کو تصفیہ وتزکیہ اور جذبہ وسلوک اور فنا وبقا کے ساتھ پاک وصاف کیا ہے اور ماسوا کے تعلقات کی آلودگی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے آزاد کیا ہے۔ مثلاً قلب کو تقلب یعنی تغیر سے گزار کر تمکین تک اور نفس کو امارگی سے اطمینان تک لے آئے اور جزو آتشی سے سرکشی اور نافرمانی کو دور کیا اور خاک کو پستی اور پست فطرتی سے بلند کیا۔ علیٰ ہذا القیاس اس کے تمام اجزاء کو افراط وتفریط سے ہٹا کر حد اعتدال وتوسط پر لائے ہیں۔ بعد ازاں محض فضل وکرم کے ساتھ ان اجزاء کو مرکب کر کے شخص معین بنایا ہے اور اس کا نام انسان کامل رکھا ہے اور اس کے قلب کو جو اس کا خلاصہ اور اس کے وجود کا مرکز ہے۔ مضغہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ یہ ہے مضغہ کی حقیقت جو عبارت کے انداز کے موافق بیان کی گئی ہے۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ (حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔)

اگر کوئی ناقص کہے کہ ہر ایک انسان ان اجزاء عشرہ سے مرکب ہے اور انہی کی ترکیب سے ہیئت وحدانی رکھتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہاں انہی اجزاء سے مرکب ہے لیکن وہ اجزاء پاک و صاف نہیں ہوئے اور جذبہ وسلوک کے ساتھ ماسوا کے تعلقات کی آلائش سے آزاد نہیں ہوئے۔ برخلاف انسان کامل کے اجزاء کے جو فنا و بقا سے پاک و صاف ہو گئے ہوتے ہیں، جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے۔

چونکہ ہر ایک انسان میں یہ اجزاء ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہیں اور ہر جزو کے احکام و احوال الگ ہیں، اس لیے ہیئت وحدانی ان کے نصیب نہیں اور اگر کچھ ہیئت پیدا کی ہے تو وہ اعتباری ہے، حقیقی نہیں۔ برخلاف انسان کامل کے اجزاء کے جو تمائز اور تباین سے نکل کر ایک دوسرے سے مل جل گئے ہیں اور ان کے مختلف احکام واحوال زائل ہو کر ایک ہی حکم میں پائے گئے ہیں۔ پس ناچار اس میں ہیئت وحدانی حقیقی ہو گی نہ کہ اعتباری جس طرح معجون کو مختلف ادویہ سے درست کرتے ہیں اور سب اجزاء کو باریک پیس کر ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ہیئت وحدانی ثابت کرتے ہیں اور اس کے مختلف احکام کو ایک ہی حکم میں لے آتے ہیں۔ فَافْھَمْ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ۔

اے برادر، یہ سب کمالات جو مضغہ کے لیے ثابت ہیں، مقام قاب قوسین میں ہیں۔ جہاں ظاہر میں مظہر کے رنگ کا وہم پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہر اس جگہ اصل ہے۔ اس کا ظل یا صورت نہیں لیکن شخص ظاہر آئینہ کے رنگ سے پاک ومبرا نہیں۔ پس قوسین ثابت ہوں گے۔ اس مقام سے اعلیٰ مقام اَوْ اَدْنٰی ہے جہاں ظاہر نے مظہر کا رنگ اختیار نہیں کیا اور کوئی امر زائد خیال میں نہیں آتا۔ پس قوسین اس جگہ مفقود ہوں گے۔ یہاں سوائے یک رنگی کے جو مقام او ادنیٰ کے مناسب ہے۔ کچھ متصور نہیں۔ اس مقام کا معاملہ علیحدہ ہے۔ اگر تمام ورق کو الٹائیں تو پھر قوسین سے ادنیٰ تک رخت اٹھا کر لے جا سکتے ہیں۔ کَلَامُنَا اِشَارَاتٌ وَرُمُوْزٌ وَبِشَارَاتٌ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَ کُنُوْزٌ (ہماری کلام اشارات ورموز وبشارات وکنوز ہوتی ہے) وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْہِمُ (اللہ تعالیٰ ہی الہام کرنے والا ہے) وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَبَارَکَ۔

# مکتوب (۲۲)

حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے طفیل اکثر شہروں پر سرہند کی فضیلت وشرافت پانے اور اپنی سکونت والی زمین میں ایسے نور کے پانے میں جس کو صفت کی گرد نہیں لگی اور وہ زمین کچھ مدت کے بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا روضہ مقدسہ بن گئی۔ مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب ﷺ کے صدقہ سے شہر سرہند گو یا میری جائے پیدائش ہے کہ میرے لیے ایک تاریک گہرے کنوئیں کو پر کر کے صفہ بلند بنایا ہے اور اکثر شہروں اور قصبوں پر اس کو بلندی بخشی ہے۔ اس زمین میں اس قسم کا نور امانت کے طور پر رکھا گیا ہے جو بے صفتی اور بے کیفی کے نور سے مقتبس ہے اور وہ نور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ کی پاک زمین سے ظاہر اور روشن ہے۔

فرزند اعظم مرحوم کے ارتحال سے چند ماہ اوّل اس نور کو اس درویش پر ظاہر کیا گیا تھا اور فقیر کی تنگ زمین میں اس کا نشان دیا تھا۔ وہ نور اس قسم کا ظاہر ہوا تھا کہ صفت وشان کی گرد اس کو نہ لگی تھی اور کیفیات سے منزہ ومبرا تھا۔ اس وقت یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس زمین میں مدفون ہوں اور وہ میری قبر پر چمکتا رہے۔ اس بات کو میں نے فرزند اعظم کے آگے ظاہر کیا اور اس نور اور اس خواہش سے مطلع کیا۔ اتفاقاً فرزند مرحوم اس دولت میں سبقت لے گیا اور خاک کے پردہ میں اس نور کے دریا میں مستغرق ہو گیا۔ بیت

هَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْکِیْنِ مَا یَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی دولت — مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اس شہر بزرگ کے لیے یہ بڑی عظیم شرافت کا موجب ہے کہ میرے فرزند اعظم جیسا شخص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جواللہ تعالیٰ کے بزرگ اولیاء میں سے ہے، اس جگہ آسودہ ہے۔ کچھ مدت کے بعد معلوم ہوا کہ وہ نور امانت اس فقیر کے قلبی انوار کا لمعہ ہے جس کو وہاں سے اقتباس کر کے اس زمین میں روشن کیا ہوا ہے۔ جس طرح کہ مشعل سے چراغ روشن کر لیں۔ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ (کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا) سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (تیرا رب اس وصف سے جو لوگ کرتے ہیں پاک و برتر ہے اور مرسلین پر سلام ہو اور اللہ رب العلمین کے لیے حمد ہے)

# مکتوب (۲۳)

اس بیان میں کہ سب سے بہتر کام سنت سنیہ کی اتباع اور بدعت ناسرضیہ سے اجتناب ہے اور اس بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت دوسرے طریقوں پر صاحب شریعت علیہ السلام کی اتباع اور عزیمت پر عمل کرنے کے باعث ہے اور اس طریقہ علیا کی تعریف اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد عیسیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے (کہ خدا تعالیٰ اس کو سلامت و باقی رکھے اور اعلیٰ مقصد تک پہنچائے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ اور تمام دوستوں کو کی جاتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ سنت سنیہ کی تابعداری کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں۔ اسلام دن بدن غربت پیدا کرتا جاتا ہے اور مسلمان غریب ہوتے جاتے ہیں اور جوں جوں مرتے جائیں گے، زیادہ تر غریب ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ وَتَقُوْمُ الْقِیَامَۃُ عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی۔ سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مستعملہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے اب وہ وقت ہے کہ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہزار سال گزر چکے ہیں اور قیامت کی علامتوں نے پرتو ڈالا ہے۔ سنت عہد نبوت کے بعد کے باعث پوشیدہ ہوگئی ہے اور بدعت جھوٹ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے ظاہر ہونے کے باعث جلوہ گر ہوگئی ہے۔ اب ایک ایسے بہادر جوان مرد کی ضرورت ہے جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کے گرانے کا باعث ہے۔ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ الْبِدْعَةِ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ (جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے گرانے میں مدد دی) آپ نے سنا ہوگا پورے ارادہ اور کامل ہمت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ سنتوں میں سے کوئی سنت جاری ہو جائے اور بدعتوں میں سے کوئی بدعت دور ہو جائے۔ خصوصاً ان دنوں میں کہ اسلام ضعیف ہو رہا ہے۔ اسلام کی رسمیں جبھی قائم رہ سکتی ہیں جب کہ سنت کو جاری کیا جائے اور بدعت کو دور کیا جائے۔ گزشتہ لوگوں نے شاید بدعت میں کچھ حسن دیکھا ہوگا جو بدعت کے بعض افراد کو مستحسن اور پسندیدہ سمجھا ہے لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافق نہیں ہے اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں جانتا بلکہ سوائے ظلمت و کدورت کے اس میں کچھ محسوس نہیں کرتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ’’ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔‘‘

اسلام کے اس ضعف و غربت کے زمانہ میں کہ سلامتی سنت کے بجالانے پر موقوف ہے اور خرابی بدعت کے حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ہر بدعت کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہے جو بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنت کو چمکنے والے ستارہ کی طرح دیکھتا ہے۔ جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت فرما رہا ہے۔ حق تعالیٰ علماء وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسن کہنے کی جرات نہ کریں اور کسی بدعت پر عمل کرنے کا فتویٰ نہ دیں خواہ وہ بدعت ان کی نظروں میں صبح کی سفیدی کی طرح روشن ہو کیونکہ سنت کے ماسوا میں شیطان کے مکر کو بڑا دخل ہے۔

گزشتہ زمانہ میں چونکہ اسلام قوی تھا، اس لیے بدعت کے ظلمات کو اٹھا سکتا تھا اور ہو سکتا ہے کہ بعض بدعتوں کے ظلمات نور اسلام کی چمک میں نورانی معلوم ہوتے ہوں گے اور حسن کا حکم پا لیتے ہوں گے۔ اگرچہ درحقیقت ان میں کسی قسم کا حسن اور نورانیت نہ تھی مگر اس وقت کہ اسلام ضعیف ہے، بدعتوں کے ظلمات کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس وقت متقدمین و متاخرین کا فتویٰ جاری نہ کرنا چاہئے کیونکہ ہر وقت کے احکام جدا ہیں۔ اس وقت تمام جہان بدعتوں کے بکثرت ظاہر ہونے کے باعث دریائے ظلمات کی طرح نظر آ رہا ہے اور سنت کا نور بسبب غربت اور ندرت کے اس دریائے ظلمانی میں کرم شب افروز یعنی جگنو کی طرح محسوس ہو رہا ہے اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کرتا جاتا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا جاتا ہے۔ سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس نور کے زیادہ ہونے کا باعث ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اب اختیار ہے کہ کوئی خواہ بدعتوں کی ظلمت کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور اللہ تعالیٰ کا گروہ زیادہ کرے یا شیطان کا گروہ۔ اَلاَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَلاَ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۔خبردار اللہ تعالیٰ کا گروہ خلاصی یافتہ ہے اور شیطان کا گروہ خسارہ پانے والا ہے۔

صوفیاوقت بھی اگر کچھ انصاف کریں اور اسلام کے ضعف اور جھوٹ کی کثرت کا ملاحظہ کریں تو چاہئے کہ سنت کے ماسوا میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں اور اپنے شیوخ کا بہانہ کر کے امور مخترعہ پر عمل نہ کریں۔اتباع سنت بے شک نجات دینے والی اور خیرات و برکات بخشنے والی ہے اور غیر سنت کی تقلید میں خطر درخطر ہیں۔وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلاَّ الْبَلاغُ قاصد پر حکم پہنچا دینا ہے۔

ہمارے پیروں کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے تابعداروں کو امور مبتدعہ کے بجالانے کی ہدایت نہ کی اور اپنی تقلید سے ہلاک کرنے والے اندھیروں میں نہ ڈالا اور سنت کی متابعت کے سوا اور کوئی راستہ نہ بتایا اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع اور عزیمت پر عمل کرنے کے سوا کچھ ہدایت نہ فرمائی۔اس واسطے ان بزرگواروں کا کارخانہ بلند ہو گیا اور ان کے وصول کا ایوان سب سے اعلیٰ بن گیا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سماع و رقص پر پشت پا ماری ہے اور وجد و تواجد کو انگشت شہادت سے دو پارہ کر دیا ہے۔دوسروں کا مکشوف و مشہود ان بزرگواروں کے نزدیک ماسوا میں داخل ہے اور اوروں کا متخیل و معلوم نفی کے قابل ہے۔

ان بزرگواروں کا معاملہ دید و دانش اور معلوم و متخیل اور تجلیات اور ظہورات اور مکاشفات اور معاینات سے وراء الوراء ہے۔

دوسروں کا اہتمام اثبات میں ہے اور ان بزرگواروں کی ہمت ماسوا کی نفی میں۔

دوسرے لوگ کلمہ نفی اثبات کا تکرار اس واسطے کرتے ہیں کہ دائرہ اثبات وسعت پیدا کرے اور تمام عالم جو غیریت کے طریق پر ظاہر و پیدا ہے،کلمہ توحید کے تکرار سے حقیقت کے طور پر منکشف ہو جائے اور سب کو حق دیکھیں اور حق معلوم کریں۔

برخلاف ان بزرگواروں کے کہ ان کا مقصود کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار سے دائرہ نفی کی وسعت ہے تاکہ جو کچھ مکشوف و مشہود اور معلوم و متخیل ہوا ہے،سب لا کے تحت میں داخل ہو جائے اور اثبات کی جانب میں کچھ بھی ملحوظ و منظور نہ ہو۔اگر فرضاً اثبات کی جانب میں کوئی امر ظاہر ہو بھی جائے تو اس کو بھی نفی کی طرف راجع کرتے ہیں اور مقام اثبات متبدیوں کے حال کے مناسب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے اور ذکر اللہ جو محض اثبات کا کلمہ ہے۔ اس کے بعد مناسب ہے تاکہ مثبت مکشوف اس کلمہ اثبات کے تکرار سے استقرار استمرار پیدا کر لے۔ برخلاف ان بزرگواروں کے طریق کے جو اس کے برعکس ہے یعنی اول اثبات ہے، پھر اس اثبات کی نفی۔ پس اس طریق میں ذکر اسم اللہ ابتداء میں مناسب ہے اور ذکر نفی اثبات اس کے بعد۔

اگر کوئی ناقص سوال کرے اور کہے کہ اس صورت میں اس طریق کے بزرگواروں کو مقام اثبات سے کچھ حصہ نہ ہوگا اور نفی کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہ ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسروں کا اثبات ابتدائی حال میں ان بزرگواروں کو حاصل ہوتا ہے لیکن بلند ہمتی کے باعث اس کی طرف التفات نہیں کرتے بلکہ نفی کے لائق سمجھ کر اس کی بھی نفی کر دیتے ہیں اور مطلوب کو اس کے ماوراء میں جانتے ہیں۔ پس دوسروں کا اثبات بھی ان کو میسر ہے اور اس اثبات کی نفی بھی جو مقام کبریا کے مناسب ہے، انہی کو مسلم ہے۔ ہر ایک ناقص و بے سرانجام ان کے کام کا پتہ نہیں لگا سکتا اور ہر ایک بوالہوس ان کے معاملہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ ان بزرگواروں کے عدم حصول کا تھوڑا سا بیان جو اس مقام میں نفس حصول ہے، کہا گیا ہے۔ اگر ان کے بزرگان بزرگ کے حصول کا بیان کیا جائے تو خواص عوام سے مل جائیں اور منتہی مبتدیوں کی طرح الف و با کا سبق اختیار کریں۔

بیت

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

ترجمہ: نہیں بے فائدہ حافظ کی فریاد بہت دلچسپ اس کا ماجرا ہے

حق تعالیٰ کی ذات کا وہ مراقبہ جو دوسروں نے اختیار کیا ہوا ہے، ان کے نزدیک اعتبار سے ساقط اور بے اصل ہے۔ یہ مراقبہ حق تعالیٰ کے ظلال میں کسی ظل کا ہے اور کچھ نہیں۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ بہت برتر ہے اس بات سے جو لوگ کہتے ہیں) حق تعالیٰ کی ذات بلکہ اس کے اسماء و صفات بھی ہمارے فکر و مراقبہ کے احاطہ سے باہر ہیں۔

اس مقام سے وائے جہل اور حیرت کے کچھ نصیب نہیں۔ نہ وہ جہل و حیرت کہ جس کو لوگ جہل و حیرت جانتے ہیں کیونکہ یہ مذموم ہے بلکہ اس مقام کی جہل و حیرت عین معرفت و اطمینان ہے نہ وہ معرفت و اطمینان جو لوگوں کی سمجھ میں آ سکے کیونکہ یہ چون کی قسم سے ہے اور بیچونی سے بے نصیب ہے۔ اس مقام میں جو کچھ ہم ثابت کریں، بیچون ہوگا۔ خواہ اس کی تعبیر جہل سے کریں خواہ معرفت سے۔ مَنْ لَّمْ يَذُقْهُ لَمْ يَدْرِ جس نے مزہ چکھا ہی نہیں وہ کیا جانے۔

نیز ان بزرگواروں کی توجہ احدیت کی طرف ہے اور اسم و صفت سے سوائے ذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے کچھ نہیں چاہتے اور دوسروں کی طرح ذات سے صفات کی طرح نہیں اترتے اور بلندی سے پستی کی طرف نہیں آتے۔ عجب معاملہ ہے۔ اس گروہ میں سے بعض لوگ اسم اللہ کا ذکر اختیار کرتے ہیں اور اس پر کفایت نہ کر کے صفات کی طرف اتر آتے ہیں اور سمیع و علیم و بصیر کا ملاحظہ کرتے ہیں اور پھر عروج کے طور پر علیم و بصیر و سمیع سے اسم اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ صرف اسم اللہ پر کیوں کفایت نہیں کرتے اور احدیت ذات کو توجہ کا قبلہ کیوں نہیں بناتے۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے) نص قاطع ہے اور آیت کریمہ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ (کہہ دو اللہ پھر ان کو چھوڑ دے) اس مضمون کی تائید کرتی ہے۔

غرض اس طریقہ علیا کے بزرگواروں کی نظر ہمت بہت بلند ہے۔ ہر زراق اور رقاص یعنی مکار اور ناچنے والے سے نسبت نہیں رکھتے۔ اسی واسطے دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے اور اس طریقہ کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کا حکم رکھتا ہے۔ ابتداء ہی سے ان کا سفر وطن میں مقرر ہوا ہے اور خلوت در انجمن حاصل ہو چکی ہے اور دوام حضور ان کا نقد وقت ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی صحبت علیہ پر موقوف ہے اور ناقصوں کی تکمیل ان کی شریف توجہ پر منحصر ہے۔ ان کی نظر امراض قلبی کو شفا بخشتی ہے اور ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔ ان کی ایک توجہ سو چلوں کا کام کر جاتی ہے اور ان کی ایک التفات کئی سالوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے برابر ہے۔ بیت

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند　　که برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ: عجب ہی قافلہ سالار ہیں نقشبندی　　کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

اے سعادت کے نشان والے۔ اس بیان سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ یہ اوصاف طریقہ علیہ نقشبندیہ کے تمام اساتذوں اور شاگردوں کو حاصل ہوتے ہیں، ہرگز نہیں بلکہ یہ شمائل و خصائل اس طریقہ علیہ کے ان بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہیں جنہوں نے کام کو نہایت النہایت تک پہنچایا ہے اور وہ مبتدی رشید جنہوں نے ان بزرگوں کے ساتھ نسبت ارادت درست کی ہے اور آداب کو مدنظر رکھا ہے، ان کے حق میں اندراج نہایت در بدایت ثابت ہے۔ برخلاف اس طریق کے اسی مبتدی کے جو اس طریق کے شیخ ناقص کا مرید ہو، اندراج نہایت در بدایت کے حق میں متصور نہیں کیونکہ جب اس کا شیخ نہایت تک نہیں پہنچا تو مبتدی کے حق میں نہایت کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔

از کوزہ بروں ہماں تراود کہ در وست

ترجمہ: نکلتا ہے وہی برتن سے جو کچھ اس میں ہوتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اے نجابت و شرافت کے نشان والے۔ ان بزرگوں کا طریق بعینہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریق ہے اور یہ اندراج نہایت در بدایت اس اندراج نہایت در بدایت کا اثر ہے جو حضرت خیر البشر علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت میں میسر ہو جاتا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ میسر ہو جاتا تھا جو دوسروں کو انتہا میں بھی جا کر بمشکل حاصل ہو سکے اور یہ فیوض و برکات وہی فیوض و برکات ہیں جو قرن اوّل میں ظاہر ہوتے تھے۔ اگرچہ ظاہر میں آخر اوّل سے وسط کی نسبت دور ہے لیکن حقیقت میں آخر وسط کی نسبت اوّل کے زیادہ نزدیک ہے اور اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ متوسطین اس کو یاد رکھیں یا نہ رکھیں بلکہ متاخرین میں سے آخر کو بھی معلوم نہیں کہ اس معاملہ کی حقیقت کو پا سکیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَعْلٰى. (سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔)

# مکتوب (۲۴)

حاجی محمد فرکتی کی طرف سے اس کے اس خط کے جواب میں جس میں اس نے یہ آرزو ظاہر کی تھی کہ مجھے تمام ذرات میں جمال لایزال کا مشاہدہ میسر ہو جائے۔ صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

آپ کا مراسلہ شریف جو کمال محبت و اخلاص سے ارسال فرمایا تھا، بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ رابطہ کی نسبت ہمیشہ آپ کو صاحب رابطہ کے ساتھ رکھتی ہے اور انعکاسی فیوض کا وسیلہ ہوتی ہے۔ اس بڑی نعمت کا شکر بجا لانا چاہیے۔ قبض و بسط دونوں اس راہ میں اڑنے کے لیے بازو ہیں۔ قبض سے دلگیر اور بسط سے خوش دل نہ ہونا چاہیے۔ آپ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ تمام ذرات میں جمال لایزال کا مشاہدہ میسر ہو جائے۔

اے میرے محبت کے طور والے بندہ کو آرزو سے کیا کام۔ اس کی آرزو اس کے فہم قاصر کے اندازہ کے موافق ہوگی۔ جمال لایزال کو ذرات کے آئینوں میں مشاہدہ کرنا قصور نظر سے ہے۔ ذرات کی کیا مجال ہے کہ اس جمال کا آئینہ بن سکیں۔ جو کچھ ذرات کے آئینوں میں مشہود ہوتا ہے، اس جمال کے بے نہایت ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اس کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


انفس و آفاق کے باہر طلب کرنا چاہئے۔ وہ نسبت جواب آپ کو حاصل ہے، آپ کی آرزو سے بڑھ کر ہے۔ ہرگز ہرگز لوگوں کی تقلید سے پستی کی خواہش نہ کریں اور بلندی سے پستی کی طرف اترنے کی تمنا نہ کریں۔ ان بزرگواروں کا کارخانہ بلند ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ معالی الھمم (اللہ تعالیٰ بلند ہمت والوں کو دوست رکھتا ہے) دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ظاہری باطنی جمعیت عطا فرمائے۔ والسلام

## مکتوب (۲۵)

اس بیان میں کہ جو عمل شریعت غرا کے موافق کیا جائے، ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہو خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ علٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

وہ مبارک خط جو میرے فرزند عزیز نے مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہاتھ ارسال کیا تھا، پہنچا اور نذرانہ کے مبلغات بھی پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا خیر دے۔ تمہاری صحت کی خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی۔

اے فرزند، فرصت اور صحت اور فراغت کو غنیمت جاننا چاہئے اور تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ جو عمل شریعت غراء کے موافق کیا جائے، ذکر ہی میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہو۔ پس تمام حرکات و سکون میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی چاہئے تاکہ سب کچھ ذکر ہو جائے کیونکہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ غفلت دور ہو جائے۔ جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کو مدنظر رکھا جائے تو اس صورت میں بھی امر و ناہی کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور دوام ذکر الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ دوام ذکر حضرت خواجگان کی یادداشت سے جدا ہے۔ وہ یادداشت صرف باطن تک ہی ہے اور اس دوام ذکر کا اثر ظاہر میں بھی ہے۔ اگرچہ دشوار ہے۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ بِمُتَابَعَةِ صَاحِبِ الشَّرِیْعَةِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی توفیق بخشے۔

## مکتوب (۲۶)

ایک خط کے جواب میں جس سے طرف داری کی بو آتی تھی اور اس بیان میں کہ ذکر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کی تلقین بچوں کو الف و با سکھانے کی طرح ہے، عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف ارسال کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

آپ کا مبارک خط جو کشمیر کے قاصد کے ہاتھ ارسال کیا تھا، پہنچا اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اس طرف کے حضرات کی خیریت کا حال پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ نے لکھا تھا کہ مخدوم زادہ کلاں اور جمال الدین حسین میاں اللہ داد کی تلقین سے شرم کے مارے وہاں نہیں پہنچ سکے۔

میرے مخدوم اس قسم کی باتوں سے ابھی طرفداری کی بو آتی ہے اور اس طرز وضع سے بیگانگی اور مخالفت مفہوم ہوتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط ۔

مخدوم زادہ کلاں کو چاہئے تھا کہ اپنے والد بزرگوار کی وصیت کی شرم کرتے یا اس توجہ اور افادہ کی شرم کرتے جو حضرت ایشاں قدس سرہ کے حضور میں ان کے امر کے بموجب ہر دو مخدوم زادہ کی نسبت واقع ہوئی تھی اور میاں شیخ الہ داد باوجود دعوے پیر پرستی کے اتنی جرات نہ کرتے اور وصیت اور سبقت افادہ کی ملاحظہ کرتے۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے حق وصواب ہوگا لیکن وہ مکتوب جو مخدوم زادہ کلاں نے اپنے برادر عزیز کے ہاتھ ارسال کیا تھا۔ کمال تواضع اور بڑی طلب وشوق سے بھرا ہوا تھا اور اس میں اس قسم کی عبارتیں درج تھیں جن کا لکھنا بغیر جنون کے متصور نہیں۔ شاید یہ خط ارسال کر چکنے کے بعد طبیعت بدل گئی ہوگی۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (یا اللہ تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجو اور اپنی جناب سے ہم پر رحمت نازل فرما تو سب کچھ بہت زیادہ بخشنے والا ہے)

فقیر جانتا ہے کہ حضرت ایشاں قدس سرہ کی وصیت بے حکمت نہ ہوگی۔ امید ہے کہ اس کا انجام اچھا ہوگا لیکن افسوس ہے کہ وہ طلب جو ان کے مکتوب سے کچھ کچھ مفہوم ہوتی تھی، برباد ہو جائے گی اور اس کی جگہ ضد آ جائے گی۔ دوستوں اور خیر خواہوں کو یہ بات بہت ناگوار اور گراں معلوم ہوتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس کا اہتمام اور انتظام کریں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میرے مکرم۔ اگر کام صرف تلقین ہی سے تمام ہو جاتا تو مبارک ہو۔ فقیر کے نزدیک ذکر کا تلقین کرنا بچوں کو الف با کے پڑھانے کی طرح ہے۔ اگر اسی تعلیم سے مولویت کا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے تو مضائقہ نہیں۔ آپ کی مہربانی اور توجہ سے امید ہے کہ آپ طرفداری کو چھوڑ کر سب یاروں کے ساتھ یکساں محبت و آشنائی کریں گے۔ زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۷)

شیخ عبدالعزیز جونپوری کے ان تشکیکات وسوالات کے جواب میں جو مکتوب اوّل میں جو اس کے نام پر ہے، کیے گئے ہیں۔ مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف ارسال فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو آپ نے بڑی مدت کے بعد ارسال کیا تھا، پہنچا۔ بڑی خوشی ہوئی حضرت حق سبحانہ تعالیٰ آپ کو ظاہری باطنی جمعیت کے ساتھ آراستہ پیراستہ رکھے۔ فقیر نے اس مدت میں تین مکتوب آپ کی طرف بھیجے ہیں جن میں سے صرف ایک مکتوب آپ کو ملا ہے۔ دور دراز فاصلہ کے باعث امید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔

مشیخت مآب شیخ عبدالعزیز کا مکتوب بھی آپ کے مکتوب کے ساتھ پہنچا اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا تھا، واضح ہوا۔

**سوال**: وہاں درج تھا کہ اگر ممکنات کے حقائق جو صور علمیہ ہیں، عدمات ہوں جو صفات کے اضداد ہیں تو لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات میں عدمات حاصل ہیں۔ حالانکہ حق تعالیٰ ان باتوں سے منزہ و برتر ہے۔

**جواب** : عجب شبہ واعتراض ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ تمام شریف اور کثیف اشیاء کو جانتا ہے مگر حق تعالیٰ کی ذات میں ان میں سے کسی کا حصول نہیں اور ان میں سے کسی کے ساتھ متصف نہیں تو اس صورت میں حصول کہاں سے پیدا ہو جائے گا۔

**سوال دوم**: وہاں درج تھا کہ ممکنات کے حقائق وجودی اور ثبوتی ہونے چاہئیں نہ کہ عدمی کیونکہ حقائق سے مراد ممکنات کے ارواح ونفوس ہیں۔

**جواب**: ہاں وجود وثبوت علمی رکھتے ہیں جو حقائق میں درکار ہیں۔ یہ اعتراض پہلے شیخ محی الدین پر کرنا چاہئے تھا جس نے کہا ہے کہ اَلْاَعْیَانُ مَاشَمَّتْ رَائِحَةَ الْوُجُوْدِ (اعیان نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی) عجب معاملہ ہے کہ یہاں حقائق سے ارواح ونفوس مراد لیے ہیں اور اعیان ثابتہ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معلومات اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔

**سوال سوم**: اس میں درج تھا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء علیہم الرضوان اور تمام افراد انسان جو ممکنات سے ہیں، اگر ان سب کے حقائق عدمات ہوں تو اس گروہ بلند سے شرف و کرامت مسلوب و معدوم ہوگی۔

**جواب**: کیوں مسلوب و معدوم ہوگی۔ جب کہ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے ان عدمات کو اپنے حسن تربیت کے ساتھ اپنے اسماء وصفات کے عکسوں کا آئینہ بنا کر نبوت و ولایت کے شرف سے مشرف کیا ہے اور اپنے کمالات کے ظلال سے آراستہ کر کے معزز و مکرم فرمایا ہے جس طرح کہ انسان کو ماء مہین یعنی ناپاک پانی سے پیدا کر کے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ انسان کی شرف و کرامت کو نظر میں لے آئے ہیں اور حق تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کو ہاتھ سے دے کر کہتے ہیں کہ ہمہ اوست اشیاء رذیلہ وخسیسہ کو حق تعالیٰ کا عین کہنے سے کنارہ نہیں کرتے اور انسان کے لیے حقائق عدمیہ کے تجویز کرنے سے ڈرتے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو انصاف دے۔

**سوال چہارم**: لکھا تھا کہ سخن اجماعی یعنہ ہمہ اوست کو سخن ابداع یعنی ہمہ از وست سے رفع نہیں کر سکتے۔

**جواب**: سخن مبدع یعنی نئی بات ہم مقولہ ہمہ اوست کو جانتے ہیں۔ مقولہ ہمہ از وست پر تمام علماء کا اتفاق و اجماع ہے۔ اب تک جو ملامت و شناعت جو صاب فصوص پر ہوتی چلی آئی ہے، صرف اسی ایک مقولہ ہمہ اوست کے باعث ہے اور فقیر نے جس قدر معارف لکھے ہیں، ان کا حاصل ہمہ از وست ہے جو شرع و عقل کے نزدیک مقبول ہے بھلا کیونکر مقبول نہ ہو جب کہ کشف و الہام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہو۔

شیخ مشار الیہ نے اعتراضات کو ذکر کر کے شفقت کے مقام میں آکر لکھا ہے کہ اگر ممکنات کے حقائق سے مراد ارواح انسانی ہوں تو جمہور کے موافق ہے۔ معلوم نہیں جمہور سے کونسا گروہ مراد ہے اور نہ آج تک سنا گیا ہے کہ حقائق ممکنات کو کسی نے ارواح انسانی کہا ہو۔ افسوس صد افسوس۔ شیخ نے کیا خیال کیا ہے کہ ہر ایک شخص صرف قیاس وتخمینہ سے بات کہتا ہے اور اس کے تفکر و تخیل میں جو کچھ آئے بکواس کر دیتا ہے، ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔

وہ معارف جو کشف والہام کے بغیر کہے اور لکھے جائیں یا شہود و مشاہدہ کے بغیر تحریر و تقریر میں آئیں، سراسر بہتان و افترا ہیں۔ خاص کر جبکہ قوم کے مخالف ہوں۔ معلوم نہیں شیخ مشار الیہ کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کیا اعتقاد ہے اور ان معارف کو کیا سمجھتے ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ یا اللہ تو ہمارے گناہوں کو اور امور میں ہمارے اسراف کو معاف فرما اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہمیں مدد دے۔

# مکتوب (۲۸)

چند استفساروں کے جواب میں مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ چونکہ اس میں پسندیدہ احوال لکھے تھے، اس لیے بڑی خوشی کا موجب ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ ورائیت میں معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ صفات کو حق تعالیٰ پر بڑی تکلف سے حمل کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو وراء الوراء جانتا ہے۔ آپ کوشش کریں تاکہ یہ حمل کرنا تکلف سے بھی میسر نہ ہو اور صرف حیرت تک معاملہ پہنچ جائے۔

آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ رشحات میں باباء آبریز کی نسبت منقول ہے کہ اس نے کہا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے روز اوّل میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹی گوندھی تھی تو میں اس مٹی پر پانی گراتا تھا، اس کی تاویل کیا ہے۔

آپ کو جاننا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظلیہ خدمات میں جس طرح ملائکہ کرام کو دخل دیا ہوا تھا، شاید اس کی روح کو بھی دخل دیا ہو اور اس کی عنصری پیدائش اور اس کے کمال کے بعد اس امر سے اس کو اطلاع دی گئی ہو۔ جائز ہے کہ حق تعالیٰ ارواح مجردہ کو وہ طاقت و قدرت دے کہ ان سے اجسام کے سے افعال صادر ہوں اور اسی قسم کی ہیں وہ باتیں بھی جو بعض کبراء نے اپنے افعال شاقہ سے خبر دی ہے جو ان سے ان کے وجود عنصری سے کئی قرن پہلے صادر ہوئے تھے۔ وہ افعال ان کے ارواح مجردہ سے صادر ہوئے اور وجود عنصری کے بعد ان کو ان افعال پر اطلاع دی گئی۔ بعض لوگ اس قسم کے افعال صادر ہونے سے تناسخ کے وہم میں پڑ جاتے ہیں۔ حاشا وکلا کہ کسی دوسرے بدن کا اس سے تعلق ہوا ہو۔ روح مجرد ہے جو حق تعالیٰ کی طاقت بخشنے سے بدن کا کام کرتا ہے اور ارباب زی یعنی کجرووں کو خلاف میں ڈالتا ہے۔ اس مقام میں سخن کی بہت مجال ہے اور بہت سی عجیب و غریب تحقیقات فائض ہوئے ہیں۔ اگر توفیق شامل حال ہوئی تو کسی جگہ انشاء اللہ لکھی جائیں گی۔ اب وقت نے مساعدت اور یاوری نہیں کی۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ رشحات میں لکھا ہے کہ جب خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ مولانا نظام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


الدین خاموش سے رنجیدہ خاطر اور ناراض ہوئے تو چاہا کہ ان سے نسبت کو سلب کرلیں۔ مولانا نے اس وقت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت سے التجا کی اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خواجہ قدس سرہ کو خطاب ہوا کہ نظام الدین ہمارا ہے، اس پر کسی کا تصرف نہیں ہوگا اور دوسری جگہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ بڑھاپے میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے مولانا سے نسبت کو سلب کرلیا۔ مولانا کہا کرتے تھے کہ خواجہ نے ہم کو بوڑھا جانا، اس لیے جو کچھ میرے پاس تھا، سب لے گئے اور آخرکار مفلس بنادیا۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام جس شخص کو اپنا کہیں اور فرمائیں کہ اس پر کسی کو تصرف کی مجال نہیں۔ اس پر حضرت خواجہ احرار قدس سرہ تصرف کر جائیں۔

جاننا چاہیے کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ اس نقل کو پسند نہ کرتے تھے اور مولانا کی نسبت کے سلب ہونے میں توقف فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مولانا سعد الدین کاشغری (جو مولانا نظام الدین کے مرید ہیں) کے مریدوں میں سے مولانا عبدالرحمٰن اور دوسرے ان کے بے شمار مریدوں میں سے کسی نے اس نقل کو بیان نہیں کیا اور نہ اس کے رد و قبول کا ذکر کیا ہے۔ معلوم نہیں مولانا فخر الدین علی نے کہاں سے لکھا ہے۔ اگر یہ خبر سچی ہوتی تو تواتر کے ساتھ نقل ہوتی چلی آتی کیونکہ تواتر کے طور پر اس کی نقل ہونے کے بہت سے اسباب تھے اور جب تواتر کے ساتھ منقول نہیں اور خبر واحد کے ساتھ قرار پاچکی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کے صدق میں تردد ہے۔ رشحات کی اور اس قسم کی بہت سی نقلیں صدق سے دور ہیں اور اس سلسلہ عالیہ کے لوگ ان نقلوں میں تردد رکھتے ہیں۔ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ (اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے) اور حضرت خواجہ قدس سرہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مفلس کرنا سلب ایمان پر دلالت کرتا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَهٗ (اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اور یہ بات بہت مشکل ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ یا اللہ ہدایت دے کر تو ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے ہم پر رحمت نازل فرما۔ بے شک تو بہت بخشنے والا ہے۔

## مکتوب (۲۹)

اس بیان میں کہ اس جہان کے بہتر اسباب حزن و اندوہ ہیں اور اس دسترخوان کی خوشگوار نعمت الم و مصیبت ہے۔ فضیلت پناہ شیخ عبدالحق دہلوی کی طرف صادر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

میرے مخدوم مکرم مصائب میں اگر چہ بڑی تکالیف وایذا برداشت کرنا پڑتی ہے لیکن ان پر بڑی کرامت اور مہربانی کی امید ہے۔ اس جہان کا بہترا اسباب حزن واندوہ ہے اور اس دسترخوان کی خوشگوار نعمت الم ومصیبت ہے۔ ان شکر پاروں پر داروئے تلخ کا رقیق غلاف چڑھایا ہوا ہے اور اس حیلہ سے ابتلاء وآزمائش کا راستہ کھولا ہے۔ سعادت مند لوگ ان کی شیرینی پر نظر کر کے تلخی کو شکر کی طرح چبا جاتے ہیں اور کڑواہٹ کو صفراء کے برعکس شیریں معلوم کرتے ہیں۔ کیوں شیریں معلوم نہ کریں جب کہ محبوب کے افعال سب شیریں ہوتے ہیں۔ علتی اور بیمار شائد ان کو کڑوا معلوم کرے تو کرے جو ماسوا میں گرفتار ہے مگر دولت مند محبوب کے ایلام ورنج میں اس قدر حلاوت ولذت پاتے ہیں جو اس کے انعام میں ہرگز متصور نہیں۔ اگر چہ دونوں محبوب کی طرف سے ہیں لیکن ایلام میں محب کے نفس کا دخل نہیں ہوتا اور انعام میں اپنے نفس کی مراد پر قیام ہوتا ہے۔

هَنِيْئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی دولت ۔۔۔ مبارک عاشقوں کو درد وکلفت

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ (یا اللہ تو ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ رکھ اور ان کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال) اس غربت اسلام کے زمانہ میں آپ کا وجود شریف اہل اسلام کے لیے غنیمت ہے۔ سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَبْقَاكُمْ (اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت وباقی رکھے) والسلام۔

# مکتوب (۳۰)

ایک خط اور دو سوالوں کے جواب میں جن میں سے ایک نسبت رابطہ کی ورزش کی نسبت اور دوسرا فتور مشغولی کے بارہ میں کیا گیا تھا، خواجہ محمد اشرف اور حاجی محمد فرکتی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

صحیفہ شریف جو دونوں معزز بھائیوں نے ارسال کیا تھا، پہنچا اور کیفیات احوال جو اس میں درج تھیں، واضح ہوئیں۔

خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ نسبت رابطہ کی ورزش یہاں تک غالب ہوگئی ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہے اور اگر بالفرض اس کو دور کرنا بھی چاہوں تو نہیں ہوسکتا۔

اے محبت کے نشان والے، طالب اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے اور شیخ مقتدا کی تھوڑی صحبت سے اس کے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہیں رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجود لہ، محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ جانیں اور تمام اوقات اسی کی طرف متوجہ رہیں۔ نہ ان بد بخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور توجہ کے قبلہ کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں اور اپنے معاملہ کو درہم برہم کر لیتے ہیں۔

دیگر یہ کہ آپ نے اپنے فرزندوں کی والدہ کے فوت ہونے کی خبر لکھی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر فاتحہ کیا اور پڑھنے کے وقت قبولیت کا اثر مفہوم ہوا۔

مولانا حاجی محمد نے ظاہر کیا تھا کہ تقریباً دو ماہ گزرے ہوں گے کہ مشغولی میں فتور پڑا ہوا ہے اور وہ ذوق وحلاوت جو پہلے حاصل تھی، اب نہیں رہی۔

اے میرے دوست، اگر دو چیزوں میں فتور نہیں آیا تو کچھ غم نہیں۔ ان میں سے ایک صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ دوسرے اپنے شیخ کی محبت واخلاص ان دو چیزوں کے ہوتے۔ اگر ہزار ہا ظلمات طاری ہو جائیں تو کچھ غم نہیں۔ آخر اس کو ضائع نہ چھوڑیں گے اور اگر نعوذ باللہ ان چیزوں میں سے ایک میں نقصان پیدا ہو جائے تو پھر خرابی ہی خرابی ہے۔ اگرچہ حضور وجمعیت سے رہیں کیونکہ یہ استدراج ہے جس کا انجام خراب ہے۔ بڑی عاجزی اور زاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں کہ ان دو امروں پر ثبات واستقامت عطا فرمائے کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود اور نجات کا مدار ہیں۔

آپ کو اور تمام دوستوں کو اور خاص کر ہمارے پرانے دوست مولانا عبدالغفور سمرقندی کو سلام پہنچے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۳۱)

وعظ ونصیحت کے بیان میں خواجہ محمد شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

میرے فرزند عزیز فرصت کو غنیمت جانیں اور خیال رکھیں کہ عمر بیہودہ امور میں صرف نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں بسر ہو۔ نماز پنجگانہ کو جمعیت و جماعت اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔ نماز تہجد کو ترک نہ کریں اور صبح کے استغفار کو رائیگاں نہ چھوڑیں اور خواب خرگوش سے محظوظ نہ ہوں اور دنیا کی فانی لذتوں پر فریفتہ وحریص نہ ہوں۔ موت کو یاد رکھیں اور آخرت کے احوال کو مدنظر رکھیں۔ غرض دنیا کی طرف سے منہ پھیر لیں اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ بقدر ضرورت دنیا کے کاموں میں مشغول ہوں اور باقی اوقات کو امور آخرت کے اشتغال میں بسر کریں۔ حاصل کلام یہ کہ دل کو ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزاد کریں اور ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ پیراستہ رکھیں۔

ع کار این است وغیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

باقی احوال بخیریت ہیں۔ والسلام

# مکتوب (۳۲)

ایک عریضہ کے جواب میں جس میں باطنی جمعیت کی شکایت لکھی تھی، مرزا قلیچ خان کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد گزارش ہے کہ صحیفہ شریفہ جو آپ نے ماتم پرسی کے بارہ میں لکھا تھا۔ پہنچا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی قضا پر راضی ہیں۔ آپ بھی راضی ہو کر دعا و فاتحہ کے ساتھ مدد واعانت فرمائیں۔

دیگر یہ کہ آپ کی خلاصی کی خبر سن کر بڑی مسرت وخوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا حمد اور احسان ہے کہ دو غموں میں سے ایک کی طرف سے تسلی وتسکین ہوئی۔

آپ نے باطنی جمعیت کی نسبت شکایت لکھی تھی۔ ہاں ظاہر کی پراگندگی باطنی تفرقہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بڑی تاثیر رکھتی ہے۔ جب باطن میں کدورت معلوم کریں تو توبہ واستغفار سے اس کا تدارک کریں اور جب کوئی خوفناک صورت ظاہر ہو تو کلمہ تمجید لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ سے اس کو دفع کریں۔ مُعَوَّذَتَیْنِ کا تکرار بھی اس وقت غنیمت ہے۔ باقی احوال حمد کے لائق ہیں۔ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ دَائِمًا وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ (ہمیشہ اور ہر حال پر اللہ تعالیٰ کا حمد ہے اور اس کا احسان ہے اور دوزخیوں کے حال پر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں) فقیر ضعیف وکمزوری کے باعث مفصل حال نہیں لکھ سکا۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر استقامت عطا فرمائے۔ والسلام۔

## مکتوب (۳۳)

اس بیان میں کہ محبوب محبّ کی نظر میں ہر حال میں محبوب ہے، خواہ انعام فرمائے خواہ درد پہنچائے بلکہ اقل وبعض کے نزدیک رنج کا پہنچانا انعام کی نسبت زیادہ محبت بخشتا ہے اور شکر پر حمد کی زیادتی کے بیان میں مولانا محمد صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

برادر عزیز مولانا محمد صالح کو واضح ہو کہ محبوب محبّ کی نظر میں ہر حال میں بلکہ نفس الامر میں ہر وقت و ہر حال میں محبوب ہے، خواہ رنج پہنچائے اور خواہ انعام فرمائے۔ اکثر لوگوں کے نزدیک جو دولت محبت سے مشرف ہوئے ہیں، ایلام کی نسبت انعام میں محبوب کی زیادہ محبت ہے یا دونوں حالتوں میں محبت برابر و یکساں ہے اور اقل وبعض کے نزدیک اس کے برعکس ہے اور ایلام انعام کی نسبت زیادہ محبت بخش ہیں۔ اس دولت عظمیٰ کا مقدمہ محبوب پر حسن ظن ہے حتیٰ کہ اگر محبوب محبّ کے حلقوم پر خنجر چلا دے اور اس کے اعضاء کو ایک دوسرے سے الگ کر دے تو محبّ اس کو اپنی عین صلاح جانے اور اپنی بہتری تصور کرے۔ جب اس کے حسن ظن کے حاصل ہونے سے محبوب کے فعل کی کراہت محبّ کی نظر سے دور ہو جائے تو محبت ذاتی کی دولت سے جو حبیب رب العالمین ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور تمام نسبتوں اور اعتباروں سے معرا ہے۔ مشرف ہو جاتا ہے اور محبوب کے ایلام میں اس کے انعام کی نسبت زیادہ لذت وخوشی پاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ مقام مقام رضا سے برتر و بلند ہے کیونکہ رضا میں محبوب کے فعل ایلام کی کراہت کا دفع کرنا مقصود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوتا ہے اور یہاں اس فعل سے لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ محبوب کی جانب سے جس قدر جفا زیادہ ہوتی جاتی ہے، اسی قدر محبّ کی جانب سے فرح وسرور زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ شَتَّانَ مَا بَیْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے۔) چونکہ محبوب محبّ کی نظر میں بلکہ نفس الامر میں ہر وقت و ہر حال میں محبوب ہے، اس لیے محبوب ہر وقت و ہر حال میں بلکہ نفس الامر میں محمود اور ممدوح بھی ہوگا اور محبّ اس کے ایلام و انعام کے وقت اس کی ثناء و مدح کرے گا۔ اس وقت اس محب کو واجب ہے کہ صادق و مصدق ہو کر کہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اور اس وقت یہ محبّ حقیقی طور پر رنج و خوشی میں اللہ تعالیٰ کا حمد کرنے والا ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شکر پر حمد کی زیادتی اسی سبب سے ہے کہ شکر میں منعم کا انعام ملحوظ ہوتا ہے جو صفت بلکہ فعل کی طرف راجع ہے اور حمد میں محمود کا حسن و جمال ملحوظ ہوتا ہے۔ خواہ ذاتی ہو یا فعلی اور خواہ انعام ہو یا ایلام کیونکہ حق تعالیٰ کا ایلام اس کے انعام کی طرح حسن ہے۔

پس حمد ثناء میں زیادہ بلیغ اور حسن و جمال کے مرتبوں کا زیادہ جامع اور رنج و خوشی کی دونوں حالتوں میں دیر تک باقی رہنے والا ہے۔ برخلاف شکر کے کہ بسبب اپنے قصور کے سریع الزوال ہے اور انعام و احسان کے دور ہونے سے دور ہو جاتا ہے۔

**سوال** : تو نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ مقام رضا مقام محبت و مقام حب کے اوپر ہے اور یہاں تو لکھتا ہے کہ یہ مقام محبت مقام رضا سے برتر ہے۔ ان دونوں باتوں کے درمیان موافقت کس طرح ہے؟

**جواب** : یہ مقام محبت اس مقام محبت و حب کے ماسوا ہے کیونکہ وہ مقام اجمالی اور تفصیلی طور پر نسبتوں اور اعتباروں پر مشتمل ہے۔ اگرچہ محبت کو محبت ذاتیہ کہتے ہیں اور اس حب کو حب ذاتی تصور کرتے ہیں کیونکہ وہاں شیون و اعتبارات کے ملاحظہ سے نظر قطع نہیں ہوتی۔ برخلاف اس مقام کے جو تمام نسبتوں اور اعتباروں سے معرا ہے۔ جیسے کہ گزر چکا اور یہ جو بعض مکتوبات میں درج ہو چکا ہے کہ مقام رضا سے اوپر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کسی کو رسائی نہیں۔ شائد اسی مقام سے مراد ہے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ظاہری کراہت باطنی رضا کے منافی نہیں اور ظاہری کراہت حقیقی حلاوت کے برخلاف نہیں کیونکہ عارف کامل کے ظاہر و صورت کو صفات بشریت پر مقرر کیا ہے تا کہ اس کے کمالات کا پردہ ہوں اور آزمائش و امتحان کا محل بنے اور حق باطل کے ساتھ ملا رہے۔ عارف کامل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے اس ظاہر وصورت کو اس کے باطن وحقیقت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کپڑے کو پہننے والے شخص کے ساتھ نسبت ہے اور معلوم ہے کہ کپڑے کو شخص کے ساتھ کیا نسبت ہے۔ یہی حال عارف کی صورت کا اس کی حقیقت کے مقابلہ میں ہے۔ عارف کی اس صورت کو نادان اور بے بصر لوگ اپنی طرح خیال کرتے ہیں اور اپنی بے حقیقت صورتوں کی مانند سمجھتے ہیں۔ اس لیے ان کا انکار کردیتے ہیں اور ان کے کمالات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۳۴)

ایک عریضہ کے جواب میں جو توارد احوال کی نسبت لکھا ہوا تھا۔ نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ توارد احوال کا مضمون واضح ہوا۔

جاننا چاہئے کہ جس طرح حق تعالیٰ عالم میں داخل نہیں ہے۔ اس سے خارج بھی نہیں اور جس طرح عالم سے منفصل نہیں ہے۔ اس کے ساتھ متصل بھی نہیں۔ حق تعالیٰ ہے مگر یہ دخول و خروج واتصال وانفعال کی سب صفتیں اس سے مسلوب ہیں۔ حق تعالیٰ کو ان چاروں صفات سے خالی ڈھونڈھنا چاہئے اور ان صفات سے باہر اس کو تلاش کرنا چاہئے۔ اگر ان صفات میں سے کسی صفت کا رنگ مل جائے تو ظلال ومثال کی گرفتاری حاصل ہے بلکہ حق تعالیٰ کو بیچونی اور بیچگونگی کی صفت سے جس میں ظلیت کی گرد نہیں۔ طلب کرنا چاہئے اور اس مرتبہ کے ساتھ بیچونی اتصال پیدا کرنا چاہئے۔ یہ دولت صحبت کا نتیجہ ہے۔ کہنے اور لکھنے میں نہیں آسکتی اور اگر لکھی جائے تو کون اس کو سمجھے گا اور کون اس کو پائے گا۔ آپ اپنے کام میں سرگرم رہیں اور ملاقات کے وقت تک کیفیات احوال کو لکھتے رہیں۔ والسلام

## مکتوب (۳۵)

بعض ان استفساروں کے جواب میں جو توحید وعین الیقین کے بارہ میں کیے گئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تھے، پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کا صحیفہ شریفہ پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی ہوئی۔ نسبت حضور کے شمول اور غلبہ کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ نیک ومبارک ہے۔ یہ دولت جو آپ کو تین مہینوں میں میسر ہوئی ہے۔ دوسرے سلسلوں میں اگر دس سالوں میں بھی میسر ہو جائے تو بڑی نعمت گنتے ہیں اور امر عظیم تصور کرتے ہیں۔ اس قسم کے احوال کی تعریف وتحسین کرنے سے عجب وتکبر کے پیدا ہونے کا گمان نہیں ہے۔ اس لیے اس نعمت کا اظہار کیا گیا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا) نص قاطع ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیش گاہ توحید کا ظہور شروع ہو گیا ہے۔ یہ دولت بھی مبارک ہو۔ ادب کے ساتھ اس واردہ کو قبول کریں لیکن اس حال کے غلبہ میں آداب شرعی کو بخوبی مدنظر رکھیں اور بندگی کے حقوق کو کما حقہ بجالائیں۔

جاننا چاہئے کہ یہ شعبدہ صدق وصحت کی تقدیر پر محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث ہے کہ محب جو کچھ دیکھتا اور جانتا ہے، محبوب کے سوا نہ کچھ دیکھتا ہے۔ نہ جانتا ہے اور جو لذت وذوق حاصل کرتا ہے، اس کو محبوب کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس صورت میں کثرت وحدت کے طور پر محب کا مشہود ہوتی ہے۔ پس فنا اس مقام میں متحقق نہیں ہوتا۔ کیونکہ فنا میں واحد کے مشاہدہ کے غلبہ کے باعث کثرت کا مشاہدہ بالکل رفع ہوتا ہے۔ کثرت ممکنات کے اس عدم شہود کو بھی فنا کہتے ہیں مگر فنا کی کی حقیقت اس وقت متحقق ہوتی ہے جب کہ اسماء وصفات وشیون واعتبارات کی کثرت بھی سب کی سب نظر سے مخفی ہو جائے اور ذات مجردہ کی احدیت کے سوا کچھ ملحوظ ومنظور نہ ہو۔ سیر الی اللہ کے تمام ہونے کی حقیقت اس جگہ جلوہ گر ہوتی ہے اور ظلال کی گرفتاری سے پوری پوری خلاصی اس مقام میں حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت معاملہ اصل اصول سے پڑتا ہے اور دال سے مدلول تک پہنچ جاتا ہے اور علم سے عین تک اور گوش سے آغوش تک عروج حاصل ہوتا اور وصل عریانی متحقق ہوتا ہے۔ اس کے آگے وہ مقام ہے جس کو کسی رمز واشارہ سے بیان نہیں کر سکتے بلکہ سراسر مبہم اور سر مکتوم ہے۔ اس مقام کی نسبت لب نہیں ہلا سکتے۔

حضرت مخدوم زادہ ہم سے اس عین الیقین کا بیان طلب کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ عین الیقین علم میں سما سکے، مشکل کام ہے۔ فقیر کیا کرے اور کیا کہے اور کس طرح آپ کو سمجھائے۔ امید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے کہ مخدوم زادہ مہربانی سے معذور فرمائیں گے اور طلب علم سے طلب حال کی طرف میلان کریں گے۔ دونوں سوال جو مخدوم زادہ نے کیے ہیں، بلند فطرتی کی خبر دیتے ہیں۔

ایک سوال تو خاص طرز پر عین الیقین کے بارہ میں تھا جو گزر چکا۔

دوسرا سوال متشابہات قرآنی کی تاویل کے بیان میں تھا جن کا علم علماء راسخین کے نصیب ہے۔ دوسرے سوال کا جواب پہلے سوال کے جواب سے بھی زیادہ دقیق اور پوشیدہ اور چھپانے کے لائق اور ظہور و اظہار کے منافی ہے۔ تاویل متشابہات کا علم ان معاملات سے مراد ہے جو پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ امتوں میں سے بہت ہی کم کسی کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس علم کا حصہ بخشتے ہیں اور اس جہان میں ان کے جمال کا برقعہ ان پر کھولتے ہیں مگر امید ہے کہ عالم آخرت میں امتوں سے بکثرت لوگ تبعیت کے طور پر اس دولت سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس جہان میں بھی ان اقل اور بعض کے سوا اوروں کو بھی اس دولت سے مشرف فرمائیں لیکن معاملہ کی حقیقت کا علم نہ دیں اور تاویل کو منکشف نہ کریں۔ غرض جائز ہے کہ متشابہات کی تاویل بعض کو حاصل ہو لیکن نہ جانے کہ کیا حاصل ہے کیونکہ متشابہات معاملات سے مراد ہیں تو روا ہے کہ معاملہ حاصل ہو اور اس کا علم میسر نہ ہو۔ یہ بات میں نے اپنے متبعین اور متعلقین میں سے ایک فرد میں مشاہدہ کی ہے۔ پھر دوسروں کا کیا حال ہے۔ آپ کے سوال نے اس معاملہ سے امیدوار کر دیا ہے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" یا اللہ ہمارے نور کو پورا کر اور ہم کو بخش تو سب چیزوں پر قادر ہے۔

# مکتوب (۳۶)

امامت کی بحث اور مذہب اہل سنت و جماعت اور مخالفوں کے مذہب کی حقیقت اور اس بیان میں کہ اہل سنت و جماعت افراط و تفریط کے درمیان جن کو رافضیوں اور خارجیوں نے اختیار کیا ہے۔ توسط اور اعتدال پر ہیں اور اہل بیت کی تعریف میں خواجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ درویشوں کی محبت اور ان کے ساتھ الفت و ارتباط رکھنا اور اس طائفہ علیا کی باتوں کو سننا اور ان کے اوضاع و اطوار کی خواہش رکھنا حق تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت اور بڑی دولت ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔ پس ان کا محب ان کے ساتھ ہے اور قرب کی بلند بارگاہ میں ان کا طفیلی ہے۔

توفیق آثار سعادت اطوار فرزندی خواجہ شرف الدین حسین نے بیان کیا ہے کہ باوجود مختلف تعلقات کے یہ تمام اوصاف حمیدہ آپ میں جمع ہیں اور باوجود بیہودہ گرفتاریوں کے یہ معانی پسندیدہ آپ میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے۔ آپ کی بہتری بہت سی خلقت کی بہتری کا موجب ہے اور آپ کی فلاح و بہبود پر بہت مخلوق کی فلاح و بہبود موقوف ہے۔

مشار الیہ نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ اس فقیر کی باتوں سے آشنا ہے اور فقیر کے علوم کے سننے کی رغبت رکھتے ہیں۔ اگر چند کلمے آپ کی خدمت میں لکھے جائیں تو بہتر ہوگا۔ ان کے التماس کو قبول کر کے چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔

چونکہ اس زمانہ میں امامت کی بحث بہت ہو رہی ہے اور ہر ایک اس بارہ میں اپنے ظن و تخمین کے بموجب گفتگو کرتا ہے۔ اس لیے اس بحث کے متعلق چند سطریں لکھی جاتی ہیں اور اہل سنت و جماعت اور مخالفوں کے مذہب کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

اے شرافت و نجابت کے نشان والے، شیخین کی فضیلت اور ختنین کی محبت اہل سنت و جماعت کی علامتوں میں سے ہے یعنی شیخین کی فضیلت جب ختنین کی محبت کے ساتھ جمع ہو جائے تو یہ امر اہل سنت و جماعت کے خاصوں میں سے ہے۔ شیخین کی فضیلت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس کو اکابر آئمہ نے کہ ان میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ نقل کیا ہے اور شیخ ابوالحسن اشعری فرماتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنی خلافت اور مملکت کے زمانہ میں جم غفیر یعنی بڑی کثیر جماعت کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت میں سب سے بہتر ہیں۔ جیسے کہ امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر ایک اور آدمی۔ پس ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر آپ۔ فرمایا کہ میں تو ایک مسلمان آدمی ہوں۔

غرض شیخین کی فضیلت ثقہ اور معتبر راویوں کی کثرت کے باعث شہرت اور تواتر کی حد تک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پہنچ چکی ہے۔اس کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے یا تعصب۔

عبدالرزاق نے جو اکابر شیعہ میں سے ہے، جب انکار کی مجال نہ دیکھی تو بے اختیار شیخین کی فضیلت کا قائل ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب حضرت علی شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں تو میں بھی حضرت علی کے فرمانے کے بموجب شیخین کو حضرت علی پر فضیلت دیتا ہوں۔ اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا۔ یہ بڑا گناہ ہے کہ میں حضرت علی کی محبت کا دعویٰ کروں اور پھر ان کی مخالفت کروں۔ چونکہ حضرت ختنین کی خلافت کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان بہت فتنہ اور فساد برپا ہو گیا تھا اور لوگوں کے دلوں میں کدورت پیدا ہو گئی تھی اور مسلمانوں کے دلوں میں عداوت و کینہ غالب آ گیا تھا، اس لیے ختنین کی محبت کو بھی اہل سنت و جماعت کے شرائط میں سے شمار کیا گیا تا کہ کوئی جاہل اس سبب سے حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب پر بدظنی نہ کرے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کے ساتھ بغض و عداوت حاصل نہ کرے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی محبت اہل سنت و جماعت کی شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا، اہلسنّت سے خارج ہے۔ اس کا نام خارجی ہے اور جس شخص نے حضرت امیر کی محبت میں افراط کی طرف کو اختیار کیا ہے اور جس قدر کہ محبت مناسب ہے۔ اس سے زیادہ اس سے وقوع میں آتی ہے اور محبت میں غلو کرتا ہے اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو سب و طعن کرتا ہے اور صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریق کے برخلاف چلتا ہے، وہ رافضی ہے۔

پس حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں افراط و تفریط کے درمیان جن کو رافضیوں اور خارجیوں نے اختیار کیا ہے، اہل سنت و جماعت متوسط ہیں اور شک نہیں کہ حق وسط میں ہے اور افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اے علی تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے جس کو یہودیوں نے یہاں تک دشمن سمجھا کہ اس کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے اسے قدر دوست رکھا کہ اس کو اس مرتبہ تک لے گئے جس کے وہ لائق نہیں تھا یعنی ابن اللہ کہا۔

پس حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دو شخص میرے حق میں ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط کرے گا اور جو کچھ مجھ میں نہیں، میرے لیے ثابت کرے گا اور دوسرا وہ شخص جو میرے ساتھ دشمنی کرے گا اور عداوت سے مجھ پر بہتان لگائے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پس خارجیوں کا حال یہودیوں کے حال کے موافق ہے اور رافضیوں کا حال نصاریٰ کے حال کے موافق کہ دونوں حق وسط سے برطرف جا پڑے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہلسنّت و جماعت کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوں سے نہیں جانتا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو رافضیوں کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رفض نہیں ہے بلکہ خلفاء ثلاثہ سے تبریٰ اور بیزاری رفض ہے اور اصحاب کرام سے بیزار ہونا مذموم اور ملامت کے لائق ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ بیت

لَوْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَیْنِ اِنِّیْ رَافِضٌ

ترجمہ: اگر محبت آل محمدی ہے رفض
تو جن وانس گواہ ہیں کہ رافضی ہوں میں

یعنی آل محمد کی محبت رفض نہیں ہے۔ جیسے کہ جاہل لوگ گمان کرتے ہیں۔ اگر اس محبت کو رفض کہتے تو پھر رفض مذموم نہیں کیونکہ رفض کی مذمت دوسروں کے تبریٰ کے باعث ہوتی ہے۔ نہ کہ ان کی محبت کے باعث۔

پس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کے محبت اہل سنت و جماعت ہیں اور حقیقت میں اہل بیت کا گروہ بھی یہی لوگ ہیں۔ نہ کہ شیعہ جو اہل بیت رسول اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو گروہ اہل بیت کا خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یعنی شیعہ اہل بیت کی محبت پر کفایت کریں اور دوسروں سے تبرائے نہ کریں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب کی عزت وتوقیر بجالائیں اور ان کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کریں تو اہل سنت و جماعت میں داخل ہوں گے اور خارجیوں اور رافضیوں سے باہر ہو جائیں گے کیونکہ اہل بیت کی محبت اور تمام اصحاب کرام کی تعظیم وتوقیر تسنین یعنی اہلسنّت و جماعت بنتا ہے۔

غرض خروج و رفض کی بناء پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے بغض پر ہے اور تسنین کی بنیاد آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی محبت پر ہے۔ عاقل منصف ہرگز اصحاب کے بغض کو ان کی محبت پر اختیار نہیں کرے گا بلکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی کے باعث سب کو دوست رکھے گا۔

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ جس نے ان کو دوست رکھا، اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور جس نے ان سے بغض کیا، اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا اہلسنت کے حق میں کس طرح گمان کیا جاتا ہے جب کہ یہ محبت ان بزرگواروں کے نزدیک ایمان کی جزو ہے اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ ہے۔ اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری باطنی عالم تھے، اکثر اوقات اہل بیت کی محبت پر ترغیب فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو خاتمہ کی سلامتی میں بڑا دخل ہے۔ اس کی بڑی رعایت کرنی چاہیئے۔ ان کی مرض موت میں فقیر حاضر تھا۔ جب ان کا معاملہ آخر تک پہنچا اور اس جہان کا شعور کم ہوگیا تو اس وقت فقیر نے ان کی بات کو انہیں یاد دلایا اور محبت کی نسبت پوچھا تو اس بیخودی میں آپ نے فرمایا کہ میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اہل بیت کی محبت اہلسنّت و جماعت کا سرمایہ ہے۔ مخالف لوگ اس معنی سے غافل اور ان کی محبت متوسط سے جاہل ہیں۔ مخالفوں نے اپنی افراط کی جانب اختیار کیا ہے اور افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم دیا ہے اور خوارج کا مذہب سمجھا ہے۔ نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان حد وسط ہے جو حق کا مرکز اور صدق کا متوطن ہے جو اہلسنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کو نصیب ہوا ہے۔

تعجب ہے کہ خوارج کو اہلسنّت ہی نے قتل کیا ہے اور اہل بیت کے دشمنوں کو جڑ سے اکھیڑا ہے۔ اس وقت رافضیوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اگر تھا بھی تو عدم کا حکم رکھتا تھا۔ شاید اپنے گمان فاسد ہیں کہ اہل بیت کے محبوں کو رافضی تصور کرتے ہیں اور اہلسنّت کو روافض کہتے ہیں۔

عجب معاملہ ہے۔ کبھی اہلسنّت کو خارجیوں سے گنتے ہیں۔ اس لیے کہ افراط محبت نہیں رکھتے۔ کبھی نفس محبت کو ان سے محسوس کر کے ان کو رافضی جانتے ہیں۔ اسی واسطے یہ لوگ اپنی جہالت کے باعث اہلسنّت کے اولیاء عظام کو جو اہل بیت کی محبت کا دم مارتے ہیں اور آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حب کا اظہار کرتے ہیں۔ رافضی خیال کرتے ہیں اور اہلسنّت و جماعت کے بہت سے علماء کو جو اس محبت کی افراط سے منع کرتے ہیں اور حضرات خلفاء ثلاثہ کی تعظیم وتوقیر میں کوشش کرتے ہیں، خارجی جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی ان نامناسب جراتوں پر ہزار ہا افسوس ہے۔

**اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنْ اِفْرَاطِ تِلْکَ الْمَحَبَّۃِ وَتَفْرِیْطِھَا** (اللہ تعالیٰ اس محبت کی افراط و تفریط سے ہم کو بچائے) یہ افراط محبت ہی کا باعث ہے کہ اصحاب ثلاثہ وغیرہ کے تبرائے کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی محبت کی شرط جانتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



انصاف کرنا چاہئے کہ یہ کونسی محبت ہے کہ جس کا حاصل ہونا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کی بیزاری اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے سب وطعن پر موقوف ہو۔ اہلسنت کا گناہ یہی ہے کہ اہل بیت کی محبت کے ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اور باوجود لڑائی جھگڑوں کے جوان کے درمیان واقع ہوئی، ان میں سے کسی کو برائی سے یاد نہیں کرتے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی تعظیم اور اس عزت و تکریم کے باعث جو نبی ﷺ اپنے اصحاب کی کیا کرتے تھے، سب کو ہوا وتعصب سے دور جانتے ہیں اور اس کے علاوہ اہل حق کو حق پر اور اہل باطل کو باطل پر کہتے ہیں لیکن اس کے بطلان کو ہوا و ہوس سے دور سمجھتے ہیں اور رائے واجتہاد کے حوالہ کرتے ہیں۔

رافضی اس وقت اہل سنت سے خوش ہوں گے جب کہ اہل سنت بھی ان کی طرح دوسرے اصحاب کرام سے تبرائے کریں اور ان دین کے بزرگواروں کے حق میں بدظن ہو جائیں۔ جس طرح خارجیوں کی خوشنودی اہل بیت کی عداوت اور آل نبی کے بغض پر وابستہ ہے۔

**رَبَّـنَـا لَا تُـزِغْ قُـلُـوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْـوَهَّـابُ** (یا اللہ تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے ہم پر رحمت نازل فرما۔ تو بڑا ہی بخشنے والا ہے۔)

اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے بزرگواروں کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب ایک دوسرے کی لڑائی جھگڑوں کے وقت تین گروہ تھے۔ ایک گروہ نے دلیل واجتہاد کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی جانب کی حقیقت کو معلوم کر لیا تھا اور دوسرے گروہ نے بھی دلیل و اجتہاد کے ساتھ دوسری طرف حقیقت کو دریافت کر لیا تھا اور تیسرا گروہ متوقف رہا اور کسی طرف کو دلیل کے ساتھ ترجیح نہ دی۔ پس پہلے گروہ نے اپنے اجتہاد کے موافق حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی مدد کی اور دوسرے گروہ نے اپنے اجتہاد کے باعث جانب مخالف کی امداد کی اور تیسرا گروہ توقف میں رہا۔ اس نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا خطا سمجھا۔ پس تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور جو کچھ ان پر واجب لازم تھا، بجالائے۔ پھر ملامت کی کیا گنجائش ہے اور طعن کی کیا مناسبت ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ **تِلْكَ دِمَاءٌ "طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيْنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا** یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں۔ اس عبارت سے مفہوم ہوتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے کہ ایک کوحق پر اور دوسرے کو خطا پر بھی نہ کہنا چاہئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے۔

اسی طرح حدیث نبوی میں آیا ہے۔ اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِىْ فَاَمْسِكُوْا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو اور ان کی لڑائی جھگڑوں کا تذکرہ آ جائے تو تم اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو اور ایک کو دوسرے پر اختیار نہ کرو۔

لیکن جمہور اہلسنّت اس دلیل سے جو ان پر ظاہر ہوئی ہوگی، اس بات پر ہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا خطاء اجتہادی کی طرح طعن و ملامت سے دور اور تشنیع و تحقیر سے مبرا و پاک ہے۔

حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے بھائی ہمارے باغی ہو گئے۔ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر وفسق سے روکتی ہے۔ اہل سنت و رافضی دونوں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطاء پر سمجھتے ہیں اور دونوں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی حقیت کے قائل ہیں لیکن اہلسنّت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے محاربین کے حق میں لفظ خطا سے جو تاویل سے پیدا ہے، زیادہ اور کچھ اطلاق پسند نہیں کرتے اور زبان کو ان کے طعن و تشنیع سے نگاہ رکھتے ہیں اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق صحبت کی محافظت کرتے ہیں۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِىْ اَصْحَابِىْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا یعنی میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تاکید کے واسطے اس کلمہ کو دو بار فرمایا ہے اور میرے اصحاب کو اپنی ملامت کے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

اور نیز فرماتا ہے۔ اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے، ہدایت پاؤ گے اور بھی بہت حدیثیں تمام اصحاب کی تعظیم و توقیر کے بارے میں آئی ہیں۔ پس سب کو معزز و مکرم جاننا چاہئے اور ان کی لغزشوں کو نیک وجہ پر معمول کرنا چاہئے۔ اس مسئلہ میں اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔ رافضی اس بارہ میں غلو کرتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے محاربوں کی تکفیر کرتے ہیں اور ہر طرح کے طعن اور ہر قسم کی گالیوں سے اپنی زبان کو آلودہ کرتے ہیں۔ اگر ان کا مقصود حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی جانب کی حقیقت اور ان کے محاربوں کا خطاء کا اظہار ہے تو جو کچھ اہلسنّت نے اختیار کیا ہے۔ کافی اور حد اعتدال پر ہے اور دین کے بزرگواروں پر طعن لگانا جو رافضیوں نے اختیار کیا ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو گالی نکالنا اپنا دین و ایمان تصور کیا ہے۔ دیانت و دینداری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے دور ہے۔ یہ عجب دین ہے جس کا جز و اعظم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کو گالی نکالنا ہے۔ تمام بدعتی گروہوں میں سے جو بدعتیں اختیار کر کے اہلسنت سے جدا ہو گئے ہیں۔ رافضیوں اور خارجیوں کے فرقے اصل معاملہ اور حق سے دور جا پڑے ہیں۔ بھلا یہ لوگ جو دین کے بزرگواروں کے سب وطعن کو اپنے دین کا جز و اعظم تصور کرتے ہیں۔ حق ان کے نصیب کیا ہوگا۔ رافضیوں کے بارہ فرقے ہیں۔ سب کے سب اصحاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر کہتے ہیں اور خلفاء راشدین کو گالیاں نکالنا عبادت جانتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اوپر لفظ رفض کے اطلاق کرنے سے کنارہ کرتے ہیں اور اپنے سوا اور لوگوں کو رافضی جانتے ہیں کیونکہ احادیث میں رافضیوں کے حق میں بہت وعید آئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ رفض کے معنی سے بھی اجتناب کرتے اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہ سے تبرے اختیار نہ کرتے۔

ہندوستان کے ہندو بھی اپنے آپ کو ہندو کہلواتے ہیں اور لفظ کفر کے اطلاق سے کنارہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کافر نہیں جانتے بلکہ دار حرب کے رہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ دونوں کافر ہیں اور کفر کی حقیقت سے متحقق ہیں۔ ان لوگوں نے شاید پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کو اپنی طرح تصور کیا ہے اور ان کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دشمن خیال کیا ہے۔ ان لوگوں نے تقیہ کے باعث جو خود کیا کرتے ہیں، اہل بیت کے بزرگواروں کو منافق اور مکار خیال کیا ہے اور حکم کیا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ تقیہ کے طور پر خلفاء ثلاثہ کے ساتھ تیس سال تک منافقانہ صحبت رکھتے رہے اور ناحق ان کی تعظیم و تکریم کرتے رہے۔

عجب معاملہ ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی محبت رسول اللہ کی محبت کے باعث ہے تو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کو بھی دشمن جانیں اور اہل بیت کے دشمنوں کی نسبت ان کو زیادہ سب ولعن کریں۔ ابوجہل جو رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے، جس نے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں رسول اللہ کو پہنچائی ہیں۔ کبھی نہیں سنا کہ اس گروہ میں سے کسی نے اس کو سب طعن کیا ہو یا اس کو برا کہا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب، مردوں سے پیارے ہیں۔ اپنے خیال فاسدین میں اہل بیت کا دشمن تصور کر کے ان کے سب وطعن میں زبان دراز کرتے ہیں اور نامناسب امور کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ کونسی دیانت اور دینداری ہے۔ خدا تعالیٰ نہ کرے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے دشمنی کریں اور نبی ﷺ کی آل کے ساتھ بغض و عداوت رکھیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ اہل بیت کے دشمنوں کو سب کرتے اور اصحاب کرام کے نام مقرر نہ کرتے اور بزرگان دین پر بدظن نہ ہوتے تا کہ ان کی مخالفت جو اہلسنت کے ساتھ ہے، دور ہو جاتی کیونکہ اہلسنّت کی خوبی ہے کہ شخص معین کو جو طرح طرح کے کفر میں مبتلا ہو، اسلام و توبہ کے احتمال پر جہنمی نہیں کہتے اور لعن کا اطلاق اس پر پسند نہیں کرتے۔ عام طور پر کافروں پر لعنت کرتے ہیں لیکن کافر معین پر بھی لعنت پسند نہیں کرتے جب تک اس کے خاتمہ کی برائی قطعی دلیل سے معلوم نہ ہو لیکن رافضی بے تحاشا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لعنت اور اکابر صحابہ کو سب و طعن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

اس بحث میں دو مقام ہیں جن میں اہلسنّت اور مخالفوں کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ مقام اوّل یہ کہ اہلسنّت خلفاء اربعہ کی خلافت کی حقیت کے قائل ہیں اور چاروں کو برحق خلیفے جانتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح جن میں مغیبات یعنی امور غائبانہ کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ آیا ہے کہ اَلْخَلَافَةُ مِنْ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً خلافت میرے بعد تیس برس تک ہے اور یہ مدت حضرت امیر کرم اللہ وجہ کی خلافت پر تمام ہو جاتی ہے۔ (حضرت حسن کی خلافت بھی اس میں شامل ہے۔) پس اس حدیث کے مصداق چاروں خلیفے ہیں اور خلافت اور خلافت کی ترتیب برحق ہے اور مخالف لوگ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی حقیت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی خلافت کو تعصب اور تغلب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سوا امام برحق کسی کو نہیں جانتے اور اس بیعت کو جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر واقع ہوئی تھی، تقیہ پر حمل کرتے ہیں اور اصحاب کرام کے درمیان منافقانہ صحبت خیال کرتے ہیں اور مدارات میں ایک دوسرے کو مکار تصور کرتے ہیں کیونکہ ان کے زعم میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے موافق لوگ ان کے مخالفوں کے ساتھ تقیہ کے طور پر منافقانہ صحبت رکھتے تھے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہوتا تھا، اس کے برخلاف اپنی زبان پر ظاہر کرتے تھے اور مخالف بھی چونکہ ان کے زعم میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوستوں کے دشمن تھے، اس لیے ان کے ساتھ منافقانہ محبت کرتے تھے اور دشمنی کو دوستی کے لباس میں ظاہر کرتے تھے۔ پس ان کے خیال میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب منافق اور مکار تھے اور جو ان کے باطن میں ہوتا تھا، اس کے برخلاف ظاہر کرتے تھے۔ پس چاہئے کہ ان کے نزدیک اس امت میں سے بدترین اصحاب کرام ہوں اور تمام صحبتوں میں سے بدتر صحبت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت ہو جہاں سے یہ اخلاق ذمیمہ پیدا ہوئے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور تمام قرنوں میں سے برا اصحاب کرام کا قرن ہو جو نفاق و عداوت و بغض و کینہ سے پر تھا۔ حالانکہ حق تعالیٰ اپنی کلام مجید میں ان کو رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ فرماتا ہے۔ اَعَاذَنَا اللهُ سُبْحَانَهُ عَنْ مُعْتَقَدَاتِهِمُ السُّوْءِ (اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برے عقائد سے بچائے) یہ لوگ جب اس امت کے سابقین کو اس قسم کے اخلاق ذمیمہ سے موصوف کرتے ہیں تو لواحقین میں کیا خیریت پائیں گے۔ ان لوگوں نے شائد ان آیات قرآنی اور ان احادیث نبوی کو جو حضرت خیرالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت اور اصحاب کرام کی فضیلت اور اس امت کی خیریت کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں، نہیں دیکھا یا دیکھا ہے مگر ان کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے۔ قرآن و احادیث اصحاب کرام کی تبلیغ سے ہم تک پہنچا ہے۔ جب اصحاب مطعون ہوں گے تو وہ دین جو ان کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ نیز مطعون ہوگا۔ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ.

ان لوگوں کا مقصود دین کا ابطال اور شریعت غرا کا انکار ہے۔ ظاہر میں اہل بیت رسول کی محبت کا اظہار کرتے ہیں مگر حقیقت میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کا انکار کرتے ہیں۔ کاش کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوستوں کو مسلم رکھتے اور تقیہ کے ساتھ جو اہل مکر اور نفاق کی صفت ہے، متصف نہ کرتے۔ وہ لوگ جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے دوست ہوں یا دشمن، جب تیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ نفاق و مکر و فریب کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے ہوں تو ان میں کیا خیریت ہوگی اور وہ کس طرح اعتماد کے لائق ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو طعن کرتے ہیں، نہیں جانتے کہ اس طعن میں نصف احکام شریعہ پر طعن آتا ہے کیونکہ علماء مجتہدین نے فرمایا ہے کہ احکام والی تین ہزار حدیث وارد ہوئی ہے یعنی تین ہزار احکام شرعیہ ان احادیث سے ثابت ہوئے ہیں جن میں سے ایک ہزار پانچ سو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوئی ہیں۔ پس اس کا طعن نصف احکام شریعہ کا طعن ہے اور امام بخاری کہتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے راوی آٹھ سو صحابہ کرام اور تابعین سے زیادہ ہیں جن میں سے ایک ابن عباس ہے اور ابن عمر بھی اسی سے روایت کرتا ہے اور جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک بھی اسی کے راویوں میں سے ہیں اور وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طعن سے حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ جھوٹی حدیث ہے جیسے کہ علماء نے اس کی تحقیق کی ہے اور وہ حدیث کہ جس میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فہم کے لیے دعا کی ہے۔ علماء میں مشہور و معروف ہے۔

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ حَضَرْتُ مَجْلِسًا لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



يَبْسُطُ مِنْكُمْ رِدَاءَهُ حَتّٰى اُفِيْضَ فِيْهِ مَقَالَتِيْ فَيَضُمُّهَا اِلَيْهِ ثُمَّ لَا يَنْسَاهَا فَبَسَطْتُ بُرْدَةً كَانَتْ عَلَيَّ فَاَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ فَضَمَمْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ بَعْدَ ذَالِكَ شَيْئًا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی چادر بچھائے تا کہ میں اس میں اپنی کلام گراؤں اور پھر وہ اس کو اپنے بدن سے لگائے تو اس کو کوئی چیز نہ بھولے گی۔ پس میں نے اپنی چادر کو بچھا دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی کلام اس میں گرائی اور میں نے چادر کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ اس کے بعد مجھے کچھ نہ بھولا۔

پس صرف اپنے ظن ہی سے دین کے ایک بزرگ شخص کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا دشمن جاننا اور اس کے حق میں سب وطعن ولعن جائز رکھنا انصاف سے دور ہے۔ یہ سب افراط محبت کی باتیں ہیں جن سے ایمان کے دور ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

اگر بالفرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو حضرت امیر کے ان اقوال میں کیا کہیں گے جو بطریق تواتر شیخین کی افضلیت میں منقول ہیں اور ایسے ہی حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ان کلمات قدسیہ کا کیا جواب دیں گے جو ان کی خلافت ومملکت کے وقت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے میں صادر ہوئے ہیں کیونکہ تقیہ اسی قدر ہے کہ اپنی خلافت کی حقیقت کو چھپا لے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا باطل ہونا ظاہر نہ کرے لیکن خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا اظہار کرنا اور شیخین کی افضلیت کا بیان کرنا اس تقیہ کے سوا ایک علیحدہ امر ہے جو صدق وثواب کے سوا کوئی تاویل نہیں رکھتا اور تقیہ کے ساتھ اس کا دور کرنا ناممکن ہے۔

نیز وہ صحیح حدیثیں حد شہرت کو پہنچ چکی ہیں بلکہ مُتَوَاتِرُ الْمَعْنٰی ہو گئی ہیں جو حضرات خلفاء ثلاثہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان میں اکثر کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان حدیثوں کا جواب کیا کہیں گے کیونکہ تقیہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں جائز نہیں۔ اس لیے تبلیغ پیغمبروں پر لازم ہے۔

نیز وہ آیات قرآنی جو اس بارہ میں نازل ہوئی ہیں، ان میں بھی تقیہ متصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو انصاف دے۔

دانا لوگ جانتے ہیں کہ تقیہ جبانت یعنی بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ اسد اللہ کے ساتھ اس کو نسبت دینا نامناسب ہے۔ بشریت کی رو سے ایک ساعت یا دو ساعت یا ایک یا دو دن کے لیے اگر تقیہ جائز سمجھا جائے تو ہو سکتا ہے۔ اسد اللہ میں تیس سال تک اس بزرگی کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صفت کا ثابت کرنا اور تقیہ پر مصر سمجھنا بہت برا ہے اور جب صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ ہے تو پھر بھلا دشمنوں اور منافقوں کی صفات میں سے کسی صفت پر اصرار کرنا کیسا ہوگا۔ کاش کہ یہ لوگ اس امر کی برائی سمجھتے۔ شیخین رضی اللہ عنہما کی تقدیم و تعظیم سے اس لیے بھاگتے ہیں کہ اس میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی اہانت ہے اور تقیہ اختیار کرلیا ہے۔ اگر تقیہ کی برائی جو ارباب نفاق کی صفت ہے، سمجھتے تو ہرگز تقیہ کو جائز قرار نہ دیتے اور دو بلاؤں میں سے آسان کو اختیار کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ شیخین کی تقدیم و تعظیم میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی کچھ اہانت نہیں۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقیقت بھی بجائے خود ہے اور ان کی ولایت کا درجہ اور ہدایت و ارشاد کا رتبہ بھی اپنے حال پر ہے اور تقیہ کے ثابت کرنے میں نقص و توہین لازم ہے کیونکہ یہ صفت ارباب نفاق کے خاصوں اور مکاروں اور فریبیوں کے لوازم سے ہے۔

مقام دوم: یہ کہ اہلسنّت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرتے ہیں اور ہوا و تعصب سے دور جانتے ہیں کیونکہ ان کے نفوس حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت میں پاک ہو چکے تھے اور ان کے روشن سینے عداوت و کینہ سے صاف ہو گئے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ جب ہر ایک صاحب رائے اور صاحب اجتہاد تھا اور ہر مجتہد کو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا واجب ہے۔ اس لیے بعض امور میں راؤں کے اختلاف کے باعث ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت و منازعت واقع ہوئی اور ہر ایک کے لیے اپنی رائے کی تقلید بہتر تھی۔ پس ان کی مخالفت موافقت کی طرح حق کے لیے تھی، نہ کہ نفس امارہ کی ہوا و ہوس کے لیے۔

اہلسنّت کے مخالف لوگ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنے والوں کو کافر کہتے ہیں اور طرح طرح کے طعن و تشنیع ان کے حق میں جائز سمجھتے ہیں۔ جب اصحاب کرام بعض امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخالفت کرلیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی رائے کے برخلاف حکم کیا کرتے تھے اور ان کا یہ اختلاف مذموم اور قابل ملامت نہ ہوتا تھا اور باوجود نزول وحی کے ممنوع نہ سمجھا جاتا تھا تو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بعض امور اجتہادیہ میں مخالفت کرنا کیوں کفر ہو اور ان کے مخالف کیوں اسلام سے خارج اور مطعون ہوں۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے مسلمان ایک جم غفیر ہیں جو سب کے سب اصحاب کبار ہیں۔ جن میں سے بعض کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کو کافر اور برا کہنا آسان نہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (چھوٹا منہ بڑی بات) قریباً نصف دین اور شریعت کو انہی نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تبلیغ کیا ہے۔ اگر ان پر طعن آیا تو نصف دین سے اعتماد دور ہو جاتا ہے۔ یہ بزرگوار کس طرح قابل طعن ہو سکتے ہیں جب کہ ان میں سے کسی کی روایت کو کسی امیر اور وزیر نے رد نہیں کیا۔ صحیح بخاری جو کتاب اللہ کے بعد تمام کتابوں سے صحیح ہے اور شیعہ بھی اس کو مانتے ہیں۔

(فقیر نے احمد تبتی کی نسبت جو اکابر شیعہ میں سے تھا، سنا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ کتاب بخاری کتاب اللہ کے بعد اصح کتاب ہے) اس میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے دوستوں کی بھی روایتیں ہیں اور مخالفوں کی بھی اور موافقت و مخالفت کے باعث کسی کو راجح و مرجوح نہیں جانا۔ جس طرح حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی روایت میں کسی قسم کا طعن ہوتا تو ہرگز اس کی روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتا۔ اسی طرح سلف میں جو حدیث کے نقاد اور صراف گزرے ہیں، کسی نے اس وجہ سے حدیث کی روایت میں فرق نہیں کیا اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کو طعن کا باعث نہیں بنایا۔

جاننا چاہئے کہ یہ بات ضروری نہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ تمام امور خلافیہ میں حق پر ہوں اور ان کے مخالف خطا پر۔ اگرچہ محاربہ میں حق بجانب امیر تھا کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ صدر اوّل کے احکام خلافیہ میں علماء و تابعین اور ائمہ مجتہدین نے حضرت امیر کے غیر کا مذہب اختیار کیا ہے اور ان کے مذہب پر حکم نہیں کیا۔ اگر حضرت امیر کی جانب ہی حق مقرر ہوتا تو ان کے برخلاف حکم نہ کرتے۔ قاضی شریح نے جو تابعین میں سے ہے اور صاحب اجتہاد ہوا ہے، حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے مذہب پر حکم نہیں کیا اور حضرت امام حسن علیہ الرضوان کی شہادت کو نسبت بنوت یعنی فرزندی نسبت کے باعث منظور نہیں کیا اور مجتہدین نے قاضی شریح کے قول پر عمل کیا اور باپ کے واسطے بیٹے کی شہادت جائز نہیں سمجھتے۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے برخلاف اقوال جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مخالف ہیں، اختیار کیے گئے ہیں جو منصف تابعدار پر مخفی نہیں ہیں۔ ان کی تفصیل دراز ہے پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اور ان کے مخالف طعن و ملامت کے لائق نہیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حبیب رب العالمین کی محبوبہ تھیں اور لب گور تک حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبولہ و منظورہ ہیں اور مرض موت کے ایام بھی انہی کے حجرے میں بسر کیے اور انہی کی گود میں جان دی اور انہی کے پاک حجرے میں مدفون ہوئے۔ اس شرف و

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


فضیلت کے علاوہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا مجتہدہ بھی تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدھا دین ان کے حوالہ کیا تھا اور اصحاب کرام مشکلات میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور ان سے مشکلات کا حل طلب کیا کرتے تھے۔ اس قسم کی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کے باعث طعن کرنا اور ناشائستہ حرکات کو ان کی طرف منسوب کرنا بہت نامناسب اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے سے دور ہے۔ حضرت امیر اگر پیغمبر علیہ السلام کے داماد اور چچا کے بیٹے ہیں تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ اور محبوبہ مقبولہ ہیں۔

اس سے چند سال پہلے فقیر کا طریق تھا کہ اگر طعام پکاتا تھا تو اہل عباء کی ارواح پاک کو بخش دیا کرتا تھا اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ عنہ وحضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت امامین رضی اللہ عنہما کو ملا لیتا تھا۔ ایک رات فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے سلام عرض کی۔ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور فقیر کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر فقیر کو فرمایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں۔ جس کسی نے مجھے طعام بھیجنا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بھیج دیا کرے۔ اس وقت فقیر نے معلوم کیا کہ حضور علیہ السلام کی توجہ شریف نہ فرمانے کا باعث یہ ہے کہ فقیر اس طعام میں حضرت صدیقہ کو شریک نہ کرتا تھا۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلکہ تمام ازواج مطہرات کو جو سب اہل بیت ہیں، شریک کر لیا کرتا تھا اور تمام اہل بیت کو اپنا وسیلہ بناتا تھا۔

پس وہ آزار وایذا جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سبب سے پہنچتی ہے۔ وہ اس آزار وایذا سے زیادہ ہے جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ منصف عقلمندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے لیکن یہ بات اس صورت میں ہے جب کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی محبت اور تعظیم پیغمبر علیہ السلام کی محبت و تعظیم اور قرابت کے باعث ہو اور اگر کوئی حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی محبت کو مستقل طور پر اختیار کرے اور حضرت پیغمبر علیہ السلام کی محبت کو اس میں دخل نہ دے تو ایسا شخص محبت سے خارج ہے اور گفتگو کے لائق نہیں۔ اس کی غرض دین کا باطل کرنا اور شریعت کا گرانا ہے۔ ایسا شخص چاہتا ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ کے بغیر کوئی اور راستہ اختیار کرے اور حضرت محمد ﷺ کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آجائے، یہ سراسر کفر اور زندقہ ہے۔ حضرت علی اس سے بیزار اور اس کے کردار سے آزار میں ہیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب (اصہار و سسر) اور ختنین (دامادوں) کی دوستی بعینہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی ہے اور ان کی عزت وتکریم پیغمبر ﷺ کی تعظیم وتکریم کے باعث ہے۔

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ (جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا) ایسے ہی جو شخص ان کا دشمن ہے، وہ پیغمبر ﷺ کی دشمنی کے باعث ان کو دشمن جانتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ فَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ (جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا) یعنی وہ محبت جو میرے اصحاب سے متعلق ہے، وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح ان کا بغض بھی بعینہ میرا بغض ہے۔

حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اصحاب کبار اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان پر طعن و تشنیع کرنا نامناسب ہے اور ان کی لعن وطر ولعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما وہ صحابہ ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کو چھ شخصوں کے مشورہ پر چھوڑا اور ان میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کو داخل کیا اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل واضح نہ پائی تو طلحہ وزبیر نے اپنے اختیار سے خلافت کا حصہ چھوڑ دیا اور ہر ایک نے تَرَکْتُ حَظِّیْ (میں نے اپنا حصہ ترک کیا) کہہ دیا اور یہ وہی طلحہ ہے جس نے اپنے باپ کو اس بے ادبی کے باعث جو آنحضرت ﷺ کی نسبت اس سے صادر ہوئی تھی، قتل کر کے اس کے سر کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آیا تھا۔ قرآن مجید میں اس فعل پر اس کی تعریف وثناء بیان کی گئی ہے اور یہ وہی زبیر ہے جس کے قاتل کے لیے مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے دوزخ کی وعید فرمائی ہے اور یوں فرمایا ہے۔ قَاتِلُ زُبَیْرٍ فِی النَّارِ کہ زبیر کا قاتل دوزخ میں ہے۔ حضرت زبیر پر لعن وطعن کرنے والے قاتل سے کم نہیں ہیں۔ پس اکابر دین اور بزرگواران اسلام کی طعن ومذمت سے ڈرنا چاہئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کے بول بالا کرنے اور حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امداد میں سرتوڑ کوششیں کی ہیں اور رات دن ظاہر وباطن میں دین کی تائید میں مال وجان کی پروا نہیں کی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے خویش واقارب اور مال واولاد، گھربار، وطن، کھیتی باڑی، باغ ودرخت ونہروں کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کی جان کو اپنی جانوں پر اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنے اموال واولاد اور اپنی جانوں کی محبت پر اختیار کیا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرف صحبت حاصل کیا اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں برکات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نبوت سے مالا مال ہوئے۔ وحی کا مشاہدہ کیا اور فرشتہ کے حضور سے مشرف ہوئے اور خوارق و معجزات کو دیکھا۔ حتیٰ کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عین ہو گیا اور ان کو اس قسم کا یقین نصیب ہوا جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا حتیٰ کہ دوسروں کا احد جتنا سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے ایک آدھ مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بایں الفاظ تعریف کرتا ہے۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے)

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (توریت اور انجیل میں ان کی مثال اس بیج کی طرح ہے جس کی بے شمار شاخیں نکل کر مضبوط ہو جائیں اور اس کے تنے خوب موٹے تگڑے مضبوط ہو جائیں جن کو دیکھ کر زراعت کرنے والے خوش ہوں اور کفار غیظ و غضب میں آئیں) ان پر غصہ اور غضب کرنے والوں کو کفار فرمایا ہے۔ پس جس طرح کفر سے ڈرتے ہیں، اس طرح ان کے غیظ و غضب سے بھی ڈرنا چاہئے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ۔

وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس قسم کی نسبت درست کی ہو اور رسول اللہ ﷺ کے منظور اور مقبول ہوں تو اگر بعض امور میں ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت اور لڑائی جھگڑا کریں اور اپنی اپنی رائے و اجتہاد کے موافق عمل کریں تو طعن و اعتراض کی مجال نہیں بلکہ اس وقت اختلاف اور اپنی رائے کے سوا غیر کی تقلید نہ کرنا ہی حق و صواب ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے لیے درجہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے لیے بہتری اپنی رائے کی تقلید میں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کسی اصحابی کے قول کو خواہ صدیق رضی اللہ عنہ خواہ امیر رضی اللہ عنہ اپنی رائے پر مقدم نہیں کرتے اور اپنی رائے کے موافق اگرچہ قول صحابی کے مخالف ہو، عمل کرنا بہت جانتے ہیں۔

جب امت کے مجتہد اصحاب کی آرا کی مخالفت کر سکتے ہیں تو اگر اصحاب ایک دوسرے کی مخالفت کریں تو کیوں مطعون ہوں۔ حالانکہ اصحاب کرام نے امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ خلاف کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی رائے کے برخلاف حکم کیا ہے اور باوجود نزول وحی کے ان کے خلاف پر مذمت نہیں آئی اور ان کے اختلاف پر منع وارد نہیں ہوا جیسے کہ گزر چکا۔ اگر یہ اختلاف حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسند اور نامقبول ہوتا تو البتہ منع ہوتا اور اختلاف کرنے والوں پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وعید نازل ہوتی۔

کیا نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے میں بلند آواز کیا کرتے تھے۔ان کے اس آوازے کو کس طرح منع کیا گیا اور اس پر کیسی وعید مترتب ہوئی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (اے ایمان والو، اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو اور ان کو بلند آواز سے اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو ورنہ تمہارے اعمال نیست و نابود ہو جائیں گے اور تم کو معلوم نہ ہوگا۔)

بدر کے قیدیوں کے بارے میں اختلاف عظیم پڑ گیا تھا۔حضرت فاروق اور سعد بن معاذ نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا اور دوسروں نے ان کو چھوڑ دینے اور فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک بھی یہی رائے مقبول تھی کہ ان کو چھوڑ دیا جائے اور فدیہ لے لیا جائے۔اس قسم کے اختلاف کے مقام اور بھی بہت سے ہیں اور وہ اختلاف بھی اس قسم کا تھا جو کاغذ کے لانے میں کیا گیا تھا۔آنحضرت ﷺ نے مرض موت میں کاغذ طلب فرمایا تھا تا کہ ان کے لیے کچھ لکھیں۔بعض نے کہا کہ کاغذ لانا چاہئے اور بعض نے کاغذ لانے سے منع کیا۔حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جو کاغذ نہ لانے میں راضی نہ تھے۔حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔اس سبب سے طعن لگانے والوں نے حضرت فاروق پر عیب لگایا ہے اور طعن و تشنیع کے ساتھ زبان دراز کی ہے۔حالانکہ درحقیقت کوئی محل طعن نہیں کیونکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے معلوم کر لیا تھا کہ وحی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور آسمانی احکام تمام ہو چکے ہیں اور احکام کے ثبوت میں رائے و اجتہاد کے سوا کسی امر کی گنجائش نہیں رہی۔اب آنحضرت ﷺ جو کچھ لکھیں گے، امور اجتہادیہ میں سے ہوگا جس میں دوسرے بھی شریک ہیں۔بحکم فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ داناؤں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

پس بہتری اسی بات میں دیکھی کہ اس قسم کے سخت درد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف نہ دینی چاہئے اور دوسروں کی رائے و اجتہاد پر کفایت کرنی چاہئے۔حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ یعنی قرآن مجید جو قیاس و اجتہاد کا ماخذ ہے۔احکام کے نکالنے والوں کے لیے کافی ہے۔احکام وہاں سے نکال لیں گے۔کتاب اللہ کے ذکر کی خصوصیت اسی واسطے ہو سکتی ہے جب کہ قرآن سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


معلوم کیا ہو کہ یہ احکام جن کے لکھنے کے در پے ہیں۔ان کا ماخذ کتاب میں ہے نہ کہ سنت میں تا کہ سنت کا ذکر کیا جاتا۔

پس حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا منع کرنا شفقت و مہربانی کا باعث تھا تا کہ آنحضرت ﷺ شدت درد میں کسی امر کی تکلیف نہ اٹھائیں جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کا کاغذ لانے کے لیے فرمانا بھی استحسان کے لئے تھا نہ کہ وجوب کے لیے تا کہ دوسرے لوگ استنباط کے رنج سے آسودہ ہو جائیں اور اگر امر اِیْتُـــوْنِــیْ وجوب کے لیے ہوتا تو اس کی تبلیغ میں مبالغہ فرماتے اور صرف اختلاف ہی سے اس سے روگردانی نہ کرتے۔

**سوال**: حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت کہا تھا۔اَھَجَرًا اِسْتَفْھِمُوْہُ اس سے کیا مراد ہے۔

**جواب** : حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے شائد اس وقت سمجھا ہو کہ یہ کلام آپ سے درد کے باعث بلاقصد و اختیار نکل گیا ہے جیسے کہ لفظ اُکْتُـــبُ سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا اور نیز آپ نے فرمایا لَـنْ تَـضِلُّوْا بَعْدِیْ (تم میرے بعد گمراہ نہ ہو گے)

جب دین کامل ہو چکا تھا اور نعمت پوری ہو گئی تھی اور رضاء مولیٰ حاصل ہو چکی تھی تو پھر گمراہی کے کیا معنی اور ایک ساعت میں کیا لکھیں گے جو گمراہی کو دور کرے گا۔کیا جو کچھ تیئس سال کے عرصہ میں لکھا گیا، کافی نہیں اور وہ گمراہی کو دور نہیں کر سکتا اور جو ایک ساعت میں باوجود شدت درد کے لکھیں گے، وہ گمراہی کو دور کرے گا۔اسی سبب سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے جان لیا ہو گا کہ یہ کلام آپ سے بشریت کے لحاظ سے بلاقصد نکل گئی ہے۔اس بات کی تحقیق کرو اور ازسرنو دریافت کرو۔اسی اثناء میں مختلف باتیں شروع ہو گئیں۔حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ اور مخالفت نہ کرو کیونکہ پیغمبر ﷺ کے حضور میں نزاع و جھگڑا اچھا نہیں۔پھر اس امر کی نسبت کوئی کلام نہ کی اور نہ دوات و کاغذ کو یاد کیا۔

جاننا چاہئے کہ وہ اختلاف جو اصحاب کرام امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔اگر اس میں نعوذ باللہ ہوا و تعصب کی بو ہوتی تو یہ اختلاف سب کو مرتدوں میں داخل کر دیتا اور اسلام سے باہر نکال دیتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بے ادبی اور بدمعاملگی کرنا کفر ہے۔اَعَـاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ (اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے) بلکہ یہ اختلاف امر فَاعْتَبِرُوْا کے بجالانے کے باعث ہوا ہے کیونکہ وہ شخص جو اجتہاد کا درجہ حاصل کر چکا ہو۔احکام اجتہادیہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس کے لیے دوسروں کی رائے واجتہاد کی تقلید کرنا خطاء اور منہی عنہ ہے۔ ہاں احکام منزلہ میں کہ جن میں اجتہاد کو دخل نہیں ہے، تقلید کے سوا کچھ گنجائش نہیں۔ ان پر ایمان لانا اور ان کی فرمانبرداری کرنا واجب ہے۔

حاصل کلام یہ کہ قرن اوّل کے اصحاب تکلفات سے بری اور عبارتوں کی آرائش سے مستغنی تھے۔ ان کی کوشش ہمہ تن باطن کے درست کرنے میں ہوتی تھی اور ظاہر کی طرف سے نظر ہٹا رکھی تھی۔ اس زمانہ میں حقیقت و معنی کے طور آداب بجالاتے تھے۔ نہ فقط صورت ولفظ کے اعتبار پر۔ رسول اللہ ﷺ کے امر کا بجالانا ان کا کام اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے بچنا ان کا معاملہ تھا۔ ان لوگوں نے اپنے ماں باپ اور اولاد و ازدواج کو رسول اللہ ﷺ پر فدا کر دیا تھا اور کمال اعتقاد و اخلاص کے باعث آنحضرت ﷺ کی لعاب مبارک کو زمین پر نہ گرنے دیتے تھے بلکہ آب حیات کی طرح اس کو پی جاتے تھے اور فصد کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون مبارک کو کمال اخلاص سے پی جانا مشہور و معروف ہے۔ اگر اس قسم کی عبادت جو اس زمانہ کے لوگوں کے نزدیک کہ کذب و مکر سے پر ہے، بے ادبی کا موجب ہو۔ ان بزرگواروں سے آنحضرت ﷺ کی نسبت صادر ہوئی ہو تو اس پر نیک ظن کرنا چاہیے اور عبارت کے مطلب کو دیکھنا چاہیے اور الفاظ خواہ کسی قسم کے ہوں ان سے قطع نظر کرنی چاہیے۔ سلامتی کا طریق یہی ہے۔

**سوال**: جب احکام اجتہادیہ میں خطا کا احتمال ہے تو ان تمام احکام شرعیہ میں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں۔ کس طرح وثوق و اعتبار کیا جائے۔

**جواب**: احکام اجتہادیہ ثانی الحال میں احکام منزلہ آسمانی کی طرح ہو گئے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خطا پر برقرار رکھنا جائز نہیں۔ پس احکام اجتہادیہ میں مجتہدوں کے اجتہاد اور ان کی آراء کے اختلاف کے ثابت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہو جاتا ہے جو صواب کو خطا سے اور حق کو باطل سے جدا کر دیتا ہے۔ پس احکام اجتہادیہ بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نزول وحی کے بعد کہ صواب و خطا میں تمیز ہو چکی تھی۔ قطعی الثبوت ہو گئے تھے اور ان میں خطا کا احتمال نہ رہ گیا تھا۔ پس تمام احکام جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ثابت ہو چکے تھے، قطعی ہیں اور خطا کے احتمال سے محفوظ ہیں کیونکہ ابتداء و انتہا میں وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان احکام کے اجتہاد اور استنباط سے مقصود یہ تھا کہ مجتہدین اور مستنبطین کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہو جو صواب کو خطا سے جدا کر دے اور درجات و کرامت کی امتیاز حاصل ہو اور مُخطِی (خطا کرنے والا) اور مُصِیب (صواب کو پہنچنے والا) اور اپنے اپنے درجوں کے موافق ثواب پائیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پس احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کے درجے بھی بلند ہو گئے اور نزول وحی کے بعد ان کی قطعیت بھی ثابت ہو گئی۔

ہاں زمانہ نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد احکام اجتہادیہ ظنی ہیں جو مفید عمل ہیں۔ نہ کہ مثبت اعتقاد کہ ان کا منکر کافر ہو مگر جب ان احکام پر مجتہدوں کا اجماع منعقد ہو جائے تو اس صورت میں وہ احکام مثبت اعتقاد بھی ہوں گے۔

ہم اس مکتوب کو ایک عمدہ خاتمہ پر ختم کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے فضائل درج ہیں۔ ابن عبداللہ المعروف بابن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِیًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اٰذٰی عَلِیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ (جس نے علی کو دوست رکھا، اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی)

اور ترمذیؒ اور حاکم نے بیان کیا ہے اور بریدہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ بریدہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ اَرْبَعَۃٍ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ یُحِبُّھُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَمِّھِمْ لَنَا قَالَ عَلِیٌّ مِنْھُمْ یَقُوْلُ ذٰلِکَ ثَلٰثًا وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَ سَلْمَانُ (اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں کے ساتھ محبت کرنے کا امر کیا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ان کے نام کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے علی ہے، اس بات کو تین بار کہا۔ دوسرے ابوذر تیسرے مقداد اور چوتھے سلمان ہیں) اور طبرانی اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اَلنَّظْرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ علی کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔

اور شیخین نے براء سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھوں پر ہیں اور آپ فرما رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ (یا اللہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔)

اور بخاری نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے اور کبھی آپ لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی اس کی طرف اور فرماتے۔ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ یقیناً اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کر دے گا)

اور ترمذی نے اسامہ بن زید سے روایت کیا ہے کہ اسامہ بن زید نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ کی ران پر ہیں اور فرما رہے ہیں۔ هٰذَانِ اِبْنَایَ وَابْنَا بِنْتِیْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا (یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں یا اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ تو ان کو دوست رکھ اور جو لوگ ان سے محبت رکھیں ان کو بھی دوست رکھ۔)

اور ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں سے کون کون آپ کو زیادہ عزیز ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اور مسور بن مخرمہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْفَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّیْ فَمَنْ اَبْغَضَهَا اَبْغَضَنِیْ وَفِیْ رِوَایَةٍ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَهَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاهَا (فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور ایک روایت میں ہے کہ جو چیز اس کو متردد کرے، وہ مجھے بھی متردد کرتی ہے اور جس چیز سے اس کو ایذا پہنچے مجھے بھی پہنچتی ہے۔)

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا فَاطِمَةُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْکَ وَاَنْتَ اَعَزُّ عَلَیَّ مِنْهَا (فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور تو میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ لوگ حضرت عائشہ کے دن اپنے تحائف و ہدایہ لے آتے تھے اور اس سبب سے رسول اللہ ﷺ کی رضامندی طلب کرتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ازواج دو گروہ تھیں۔ ایک وہ گروہ تھا جس میں حضرت عائشہ و حفصہ و سودہ و صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تو ام سلمہ والے گروہ نے ام سلمہ کو کہا کہ تو رسول اللہ ﷺ کو کہہ دے کہ وہ لوگوں کو کہہ دیں کہ جہاں میں ہوا کروں، وہیں تحائف لایا کریں۔ پس ام سلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کہہ دی تو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے ام سلمہ اس بارے میں مجھے ایذا نہ دے کیونکہ عائشہ کے کپڑے کے سوا اور کسی عورت کے کپڑے میں میرے پاس وحی نہیں آئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ام سلمہ نے اس بات کو سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اس بات سے توبہ کرتی ہوں۔
پھر ام سلمہ کے گروہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ یہی بات رسول اللہ ﷺ کو کہیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے میری بیٹی۔ کیا تو اس چیز کو دوست نہیں رکھتی جس کو میں دوست رکھتا ہوں۔ عرض کیا کہ کیوں نہیں، پھر فرمایا کہ اس کو یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوست رکھ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی عورتوں میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی جتنی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کی۔ حالانکہ میں نے اس کو دیکھا نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ ان کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیج دیا کرتے تھے اور جب کبھی میں کہتی کہ کیا خدیجہ جیسی عورت دنیا میں نہیں ہوئی؟ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ وہ تھی جیسی کہ تھی اور اسی سے میری اولاد تھی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
اَلْعَبَّاسُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ (عباس میرا ہے اور میں عباس کا ہوں)

اور دیلمی نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ اٰذَانِیْ فِیْ عِتْرَتِیْ (اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضب فرماتا ہے جس نے میری اولاد کے حق میں ایذا دی۔)

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِیْ مِنْ بَعْدِیْ (تم میں سے اچھا وہ شخص ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے ساتھ بھلائی کرے)

اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
مَنْ صَنَعَ لِاَهْلِ بَیْتِیْ بِرًّا کَافَأْتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلَیْهَا جس نے میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کیا، میں اس کو قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا۔

اور ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِاَهْلِ بَیْتِیْ وَلِاَصْحَابِیْ تم میں سے پل صراط پر وہ شخص زیادہ ثابت قدم ہوگا جس کی میرے اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ برقول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من ودست وداماں آل رسول

ترجمہ: خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ ایمان پر ہو میرا خاتمہ
دعا کو میری رد کر یا قبول — مجھے بس ہے داماں آل رسول

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى سَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَجْمَعِيْنَ. اٰمِيْنَ.

## مکتوب (۳۷)

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فضائل اوراس کے مناسب بیان میں فقیر حقیر عبدالحی کی طرف جوان مکتوبات شریف کا جامع ہے، صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حق تعالیٰ کے غضب کو دور کرنے کے لیے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ فائدہ مند اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جب یہ کلمہ طیبہ دوزخ کے غضب کو تسکین کر دیتا ہے تو اور غضب جو اس سے کم درجہ کے ہیں، ان کی بطریق اولیٰ تسکین کر دیتا ہے۔ کیوں تسکین نہ کرے جب کہ بندے نے اس کلمہ طیبہ کے تکرار سے ماسوی کی نفی کر کے سب کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے اور اپنی توجہ کا قبلہ معبود برحق کو بنایا ہے۔ غضب کا باعث مختلف تعلقات اور توجہات ہی تھیں جن میں بندہ مبتلا ہو رہا تھا جب وہ نہ رہیں تو غضب بھی نہ رہا۔ اس باز کو عالم مجاز میں بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

جب مالک اپنے غلام پر ناراض اور غضبناک ہو تو بندہ اپنے حسن فطرت سے جو اس کو حاصل ہے، اپنی توجہ کو اپنے مالک کے ماسوا سے پھیر کر اپنے آپ کو پورے طور پر مالک کی طرف متوجہ کر لے تو اس وقت مالک کو اپنے غلام پر ضرور شفقت ورحمت آ جائے گی اور غضب وآزار دور ہو جائے گا۔

فقیر اس کلمہ طیبہ کو رحمت کے ان ننانوے حصوں کے خزانہ کی کنجی سمجھتا ہے جو آخرت کے لیے ذخیرہ فرمائے ہیں اور جانتا ہے کہ کفر کی ظلمتوں اور شرک کی کدورتوں کو دفع کرنے کے لیے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ شفیع اور کوئی کلمہ نہیں ہے جس شخص نے اس کلمہ طیبہ کی تصدیق کی ہو اور ذرّہ بھر ایمان حاصل کر لیا ہو اور پھر کفر وشرک کی رسموں میں بھی مبتلا ہو تو امید ہے کہ اس کلمہ کی شفاعت سے اس کا عذاب دور ہو جائے گا اور دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پا جائے گا۔ جس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


طرح کہ اس امت کے تمام کبیرہ گناہوں کے عذاب دور کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نافع اور فائدہ مند ہے۔

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ اس امت کے کبیرہ گناہ تو اس لیے کہا ہے کہ سابقہ امتوں میں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بہت کم ہے بلکہ کفر وشرک کی رسمیں بھی بہت کم پائی جاتی ہیں۔ شفاعت کی زیادہ محتاج یہی امت ہے۔ گزشتہ امتوں میں بعض لوگ کفر پر اڑے رہتے تھے اور بعض اخلاص کے ساتھ ایمان لاتے تھے اور امر بجا لاتے تھے۔ اگر کلمہ طیبہ ان کا شفیع نہ ہوتا اور حضرت خاتم الرسل ﷺ جیسا شفیع ان کی شفاعت نہ کرتا تو یہ امت پر گناہ ہلاک ہو جاتی۔ اُمَّةٌ مُــذْنِبَةٌ وَرَبٌّ غَـفُـوْرٌ'' (امت گنہگار ہے اور رب بخشنے والا ہے) حق تعالیٰ کی عفو و بخشش جس قدر کہ اس امت کے حق میں کام آئے گی، معلوم نہیں کہ گزشتہ امتوں کے حق میں اس قدر کام آئے۔ گویا رحمت کے ننانوے حصوں کو اسی پر گناہ امت کے لیے ذخیرہ کیا ہوا ہے

کہ مستحق کرامت گناہ گار اند

ترجمہ: کہ ہیں گناہ گار لائق بخشش

چونکہ حق تعالیٰ عفو و مغفرت کو دوست رکھتا ہے اور عفو و معرفت کے لیے اس پر تقصیر امت کے برابر اور کوئی محل نہیں، اس لیے یہ امت خیر الامم ہوگئی اور کلمہ طیبہ جو ان کی شفاعت کرنے والا ہے، افضل الذکر بن گیا اور ان کی شفاعت کرنے والے پیغمبر ﷺ نے سید الانبیاء کا خطاب پایا اُولٰئِکَ یُبَـدِّلُ اللّٰهُ سَیِّئَـاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ ہاں ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین ایسا ہی ہونا چاہیے۔

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں یہ کام دشوار

وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا (اللہ تعالیٰ پر یہ بات بہت آسان ہے) رَبَّـنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُـوْبَـنَـا وَاِسْـرَافَـنَـا فِـیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ (یا اللہ ہمارے گناہوں اور کاموں میں زیادتی کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہمیں مدد دے)

اب اس کلمہ کے فضائل سنو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَنْ قَـالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جنت میں داخل ہوا۔ کوتاہ نظر لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک بار کلمہ لا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الہ الا اللہ کہنے سے جنت میں داخل ہونا کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ یہ لوگ اس کلمہ طیبہ کے برکات سے واقف نہیں ہیں۔ اس فقیر کو محسوس ہوا ہے کہ اگر تمام جہان کو اس کلمہ طیبہ کے ایک بار کہنے سے بخش دیں تو بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی مشہود ہوتا ہے کہ اگر اس کلمہ پاک کے برکات کو تمام جہان میں تقسیم کریں تو ہمیشہ کیلئے سب کو کفایت کرے اور سب کو سیراب کردے۔ خاص کر جب کہ اس کلمہ طیبہ کے ساتھ کلمہ مقدسہ محمد رسول اللہ ﷺ جمع ہو جائے اور تبلیغ توحید کے ساتھ منتظم ہو جائے اور رسالت ولایت کے ساتھ مل جائے، ان دو کلموں کا مجموعہ نبوت و ولایت کے کمالات کا جامع اور ان دونوں سعادتوں کے راستوں پر ہدایت کرنے والا ہے جو ولایت کو ظلال کے ظلمات سے پاک کرتا ہے اور نبوت کو درجہ بلند تک پہنچاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ لاَ تَحْرِمْنَا مِنْ بَرَکَاتِ ھٰذِہِ الْکَلِمَةِ الطَّیِّبَةِ وَثَبِّتْنَا عَلَیْھَا وَاَمِتْنَا عَلٰی تَصْدِیْقِھَا وَاحْشُرْنَا مَعَ الْمُصَدِّقِیْنَ لَھَا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِحُرْمَتِھَا وَحُرْمَةِ مُبَلِّغِیْھَا عَلَیْھِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّحِیَّاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالْبَرَکَاتُ (یا اللہ تو ہم کو اس کلمہ طیبہ کی برکات سے محروم نہ رکھ اور ہم کو اس پر ثابت قدم رکھ اور اس کی تصدیق پر مار اور ہم کو اس کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ اٹھا اور اس کلمہ اور اس کے پہچاننے والوں کے طفیل ہم کو جنت میں داخل کر۔)

جب نظر و قدم واپس رہ جاتے ہیں اور ہمت کے پر و بال گر جاتے ہیں اور غیب محض کے ساتھ معاملہ پڑتا ہے تو اس مقام میں کلمہ طیبہ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے پاؤں کے سوا نہیں چل سکتے اور اس کلمہ مقدسہ کی مدد کے سوا اس مسافت کو قطع نہیں کر سکتے۔ اس مقام کا چلنے والا کلمہ طیبہ کے ایک بار کہنے سے اس کلمہ مقدسہ کی حقیقت کو مدد و اعانت سے اس مسافت سے ایک قدم راستہ قطع کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دور اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اس مسافت کا ہر ایک جز و اور قدم عالم امکان کے تمام دائرہ سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس بیان سے اس ذکر کی فضیلت کو معلوم کرنا چاہئے کہ تمام دنیا کا اس کے مقابلہ میں کچھ مقدار و احساس نہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہی نسبت ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔ اس کلمہ طیبہ کی عظمت کہنے والے کے درجات کے اعتبار سے ہے جس قدر کہنے والا کا درجہ زیادہ ہوگا۔ اسی قدر یہ عظمت زیادہ ظاہر ہوگی۔

یُزِیْدُکَ وَجْھُہٗ حُسْنًا ۔۔۔ اِذَا مَا زِدْتَہٗ نَظَرًا

چہرے پہ اس کے جوں جوں تیری نظر پڑے گی
تیری نظر میں اس کی خوبی بہت بڑھے گی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


دنیا میں اس آرزو کے برابر اور کوئی آرزو نہیں کہ گوشہ میں بیٹھ کر اس کلمہ کے تکرار سے محظوظ ومتلذذ ہوں مگر کیا کیا جائے سب خواہشیں میسر نہیں ہوسکتیں اور خلقت کی غفلت اور خلط ملط سے چارہ نہیں۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (یارب ہمارے نور کو کامل اور ہمارے گناہوں کو بخش تو سب چیز پر قادر ہے) سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پاک ہے رب تیرا جو بڑی عزت والا ہے۔ اس وصف سے جو لوگ کرتے ہیں۔ بہتر برتر اور مرسلین پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جو تمام جہان کا پالنے والا ہے۔

# مکتوب (۳۸)

اس بیان میں کہ اہل اللہ کو باطن میں دنیا کے ساتھ رائی کے دانہ جتنا تعلق بھی نہیں ہوتا۔ اگرچہ بظاہر دنیا اور دنیا کے اسباب میں مشغول ہوتے ہیں۔ حاجی محمد یوسف کشمیری کی طرف سے صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

خدا کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جس کے باطن میں دنیا کی محبت رائی کے دانہ جتنی بھی ہو یا اس کے باطن کو دنیا کے ساتھ اس قدر تعلق ہو یا دنیا کی اتنی مقدار اس کے باطن میں گزرتی ہو۔ باقی رہا ظاہر، اس کا ظاہر جو باطن سے کئی منزلیں دور پڑا ہے اور آخرت سے دنیا میں آیا ہے اور اس کے لوگوں کے ساتھ اختلاط پیدا کیا ہے تاکہ وہ مناسبت حاصل ہو جو افادہ اور استفادہ میں مشروط ہے۔ اگر دنیا کی کلام کرے اور دنیاوی اسباب میں مشغول رہے تو گنجائش رکھتا ہے اور کچھ مذموم نہیں بلکہ محمود ہوتا ہے تاکہ بندوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور استفادہ وافادہ کا طریق بند نہ ہو جائے۔ پس اس شخص کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہوتا ہے اور جو نما گندم فروش کو حکم رکھتا ہے۔ ظاہر بین لوگ اس کو اپنی طرح گندم نما جو فروش تصور کرتے ہیں اور اس کے ظاہر کو اس کے باطن سے بہتر جانتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ بظاہر بے تعلق دکھائی دیتا ہے مگر باطن میں گرفتار ہے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ (یا اللہ تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر۔ تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔)

# مکتوب (۳۹)

اصحاب یمین اور اصحاب شمال اور سابقین کے بیان میں سید عبدالباقی سارنگ پوری کی طرف صادر فرمایا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

خدا تجھے ہدایت دے۔ تجھے واضح ہو کہ اصحاب شمال ظلمانی حجابوں والے لوگ ہیں اور اصحاب یمین نورانی حجابوں والے۔ سابقین وہ لوگ ہیں جو ان حجابوں اور ان حجابوں سے نکل گئے ہیں اور ایک قدم شمال پر اور ایک قدم یمین پر رکھ کر سبقت کا گیند اصل کے میدان میں لے گئے ہیں اور ظلال امکانی اور ظلال وجوبی سے اوپر گزر گئے ہیں اور اسم وصفت اور شان واعتبار سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے۔

اصحاب شمال ارباب کفر و شقاوت ہیں اور اصحاب یمین اہل اسلام اور ارباب ولایت ہیں اور سابقین بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات ہیں یا وہ لوگ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔ یہ دولت تبعیت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بزرگوار اصحاب میں زیادہ تر پائی جاتی ہے اور اصحاب کے سوا دوسرے لوگوں میں بھی شاذ و نادر طور پر متحقق و ثابت ہے۔ حقیقت میں یہ شخص بھی زمرہ اصحاب میں سے ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات سے ملنے والا ہے۔ اس شخص کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ (نہیں معلوم ان میں سے اوّل اچھا ہے یا آخر کا) اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ (میرا زمانہ سب زمانوں سے بہتر زمانہ ہے) لیکن اس کو باعتبار قرون کے فرمایا ہے اور اس کو باعتبار اشخاص کے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ۔

لیکن اہل سنت کا اجماع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد شیخین کی فضیلت پر ہے۔ کوئی ایسا شخص نہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے گیا ہو۔ اس امت کے سابقوں کے سابق اور اس ملت کے پہلوں کے پہلے وہی ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ انہی کے ذریعے افضلیت واسبقیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور انہی کے واسطہ سے دوسروں سے بڑھ گئے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ خود کو خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اور خطبہ میں خَلِیْفَةُ خَلِیْفَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی رسول اللہ کے خلیفے کا خلیفہ پڑھا کرتے تھے۔ اس معاملہ کے شہسوار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت فاروق اس کے ردیف ہیں۔ کیا ہی عمدہ ردیف ہے جو شہسوار کے ساتھ ہمراہی اختیار کرے اور خاص خاص اوصاف میں اس کے ساتھ شریک ہو۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ سابقین یمین اور شمال کے احکام سے خارج ہیں اور ظلمانی اور نورانی معاملات سے برتر ہیں۔ ان کی کتاب یمین وشمال کی کتاب کے سوا ہے اور ان کا محاسبہ اصحاب یمین اور اصحاب شمال کے محاسبہ سے وراء الوراء ہے۔ ان کا کاروبار علیحدہ ہے اور ان کے ناز وادا الگ ہیں۔ اصحاب یمین اصحاب شمال کی طرح ان کے کمالات کو کیا پا سکتے ہیں اور ارباب ولایت عام مومنوں کی طرح ان کے اسرار سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن کے حروف مقطعات ان کے اسرار کی رمزیں ہیں اور فرقانی تشابہات ان کے درجات کے خزانے ہیں۔ اصل کے وصول نے ان کو ظل سے فارغ کر دیا ہے اور ارباب ظلال کو ان کی خاص حریم سے دور کر دیا ہے۔ یہی لوگ مقرب ہیں اور روح و ریحان انہی کے نصیب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فزع اکبر یعنی قیامت سے غمناک نہیں ہوتے اور دوسروں کی طرح قیامت کے ڈر سے بے قرار نہیں ہوتے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّیْھِمْ فَاِنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ بِصَدْقَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلَیْھِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَاتُ وَالْبَرَکَاتُ یا اللہ تو سید المرسلین ﷺ کے طفیل ہم کو ان لوگوں کے محبوں میں سے بنا کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔

## مکتوب (۴۰)

اس بیان میں کہ حجابوں کا رفع ہونا باعتبار شہود کے ہے نہ باعتبار وجود کے مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

حق تعالیٰ کی ذات سے اسماء وصفات وشیون واعتبارات کے پردوں کا دور ہونا دو قسم پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے۔ ایک وہ خرق ہے جو باعتبار شہود کے ہے اور دوسرے وہ خرق ہے جو باعتبار وجود کے ہے۔ خرق وجودی ممتناع اور محال ہے اور خرق شہودی ممکن بلکہ واقع ہے۔ گو اقل قلیل اور خصص خواص کے نصیب ہو اور یہ جو حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَظُلْمَةٍ لَوْ كُشِفَتْ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ستر ہزار ظلمت ونور کے پردے ہیں۔ اگر وہ دور ہوں تو اس کی ذات کے تجلیات ہر ایک چیز کو جو اس کی خلق میں سے اس تک پہنچے جلا دیں۔

اس کشف وخرق سے مراد خرق وجودی ہے جو ممتنع اور محال ہے اور وہ جو اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں حق تعالیٰ کی ذات سے تمام حجابوں کے خرق کی نسبت لکھا ہے۔ مراد اس خرق سے خرق شہودی ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس قسم کی بینائی عطا کرے کہ حجابوں اور پردوں کے باہر سے پوشیدہ اشیاء کو دیکھ لے تو جس طرح یہاں حجابوں اور پردوں کا دور ہونا باعتبار شہود کے ہے، اسی طرح وہاں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ جو فقیر نے جواز خرق کی نسبت لکھا ہے، خرق کے عدم جواز کے منافی نہیں۔ وہ خرق اور ہے یہ خرق اور۔ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (پس کچھ شک نہ کر)

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ الْعُلٰى سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۴۱)

اس بیان میں کہ مراتب نہایت النہایت کے آگے ایک اور مرتبہ آتا ہے جس کا ہر ایک ذرّہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ شیخ فرید تھانیسری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل عروج کے وقت نہایت النہایت کے مرتبوں کے آگے ایک اور مرتبہ آتا ہے۔ جس مقام کا ہر ایک ذرّہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ پس اگر اس مقام کا ایک ذرّہ سلوک کر کے قطع کیا جائے تو گویا تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ مسافت طے ہو جائے گی۔ خاص کر جب کہ اس مرتبہ سے لمبی مسافت طے ن جے ئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پس معلوم ہوا کہ مراتب وجوب فما فوقہا کے مقابلہ میں دائرہ امکان کی کچھ مقدار نہیں۔ کاش کہ ان میں قطرہ اور دریا ہی کی نسبت ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اپنے پاؤں کی قوت سے دوست کے کوچہ میں نہیں پہنچ سکتے اور اپنی آنکھوں سے اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَاالْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

## مکتوب (۴۲)

اس بیان میں کہ صوفیہ نے سیر کو آفاق وانفس ہی میں منحصر رکھا ہے اور تخلیہ اور تجلیہ اسی سیر میں ثابت کیا ہے اور حضرت ایشان یعنی حضرت مجدد قدس سرہ اس حصر سے منع فرماتے ہیں اور نہایت النہایت کو آفاق وانفس سے باہر ثابت کرتے ہیں۔ خواجہ جمال الدین ولد مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ۔

فرزند عزیز خدا تجھے سعادت بخشے۔ گوش ہوش سے سنو کہ جب سالک نیت کو درست اور خالص کر کے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے اور سخت ریاضتیں اور مجاہدے اختیار کرتا ہے اور تزکیہ پا کر اس کے اوصاف رذیلہ اخلاق حسنہ سے بدل جاتے ہیں اور توبہ وانابت اس کو میسر ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے اور صبر وتوکل ورضا حاصل ہو جاتے ہیں اور اپنی حاصل شدہ معانی کو درجہ بدرجہ اور ترتیب وار عالم مثال میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو بشریت کی کدورتوں اور کمینہ صفتوں سے پاک وصاف دیکھتا ہے تو اس وقت اس کا سیر آفاقی تمام ہو جاتا ہے۔

اس مقام میں اس گروہ میں سے بعض نے احتیاط اختیار کی ہے اور انسان کے ساتوں لطیفوں میں سے ہر ایک لطیفہ کیلئے عالم مثال میں اس کے مناسب انوار میں سے ایک نور مقرر کیا ہے اور اس نور مثالی میں سے نور کے ظاہر ہونے کو اس لطیفہ کی صفائی کی علامت مقرر کی ہے اور اس سیر کو لطیفہ قلب سے شروع کر کے بتدریج وترتیب لطیفہ اخفیٰ تک جو تمام لطائف کا منتہا ہے، پہنچایا ہے۔

مثلاً صفائی قلب کی علامت قلب کے نور کا ظہور مقرر کی ہے اور عالم مثال میں وہ نور نور سرخ کی صورت میں ہے اور صفائی روح کی علامت اس کے نور کا ظہور ہے جو نور زرد کی صورت میں مقرر ہے۔ اسی طرح دوسرے لطائف کا حال ہے۔ پس سیر آفاقی کا حال یہ ہے کہ سالک اپنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اوصاف کی تبدیلی اور اخلاق کے تغیر کو عالم مثال کے آئینے میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی کدورتوں اور ظلمتوں کا دور ہونا اس جہان میں محسوس کرتا ہے تا کہ اس کو اپنی صفائی کا یقین اور اپنے تزکیہ کا علم ہو جائے۔ جب سالک اس سیر میں دمبدم اپنے احوال واطوار کو عالم مثال میں جو من جملہ آفاق کے ہے، مشاہدہ کرتا ہے اور اس عالم میں ایک حالت سے دوسری حالت میں اپنی تبدیلی کو دیکھتا ہے تو گویا اس کا یہ سیر آفاق ہی میں ہے۔ اگر چہ درحقیقت یہ سیر سالک کے اپنے نفس کا سیر ہے اور اس کے اپنے اوصاف واخلاق میں حرکت کیفی ہے لیکن چونکہ دور بینی کے باعث اس کے مدنظر آفاق ہے نہ کہ انفس۔ اس لیے یہ سیر بھی آفاق کی طرف منسوب ہے۔ اس سیر کے تمام ہونے کو جو آفاق کی طرف منسوب ہے۔ سیر الی اللہ کا تمام ہونا مقرر کیا ہے اور فنا کو اس سیر پر موقوف رکھا ہے اور اس سیر کو سلوک سے تعبیر کیا ہے۔

اس کے بعد جو سیر واقع ہوتا ہے، اس کو سیر انفسی کہتے ہیں اور سیر فی اللہ بھی بولتے ہیں اور بقا باللہ اس مقام میں ثابت کرتے ہیں اور اس مقام میں سلوک کے بعد جذبہ کا حاصل ہونا جانتے ہیں۔ چونکہ سالک کے لطائف سیر اوّل میں تزکیہ پا چکتے ہیں اور بشریت کی کدورتوں سے صاف ہو جاتے ہیں، اس لیے یہ قابلیت پیدا کر لیتے ہیں کہ اسم جامع (جو اس کا رب ہے) کے ظلال و عکوس ان لطائف کے آئینوں میں ظاہر ہوں اور یہ لطائف اس اسم جامع کی جزئیات کے تجلیات و ظہورات کے مظہر اور مورد ہوں۔

اس سیر کو سیر انفسی اس لیے کہتے ہیں کہ انفس اسماء کے ظلال وعکوس کے آئینے ہیں۔ نہ یہ کہ سالک کا سیر نفس میں ہے۔ جیسے کہ سیر آفاقی میں گزرا کہ باعتبار آئینہ ہونے کے اس کو سیر آفاقی کہا ہے۔ نہ یہ کہ سیر آفاق میں ہے۔ اس سیر میں درحقیقت انفس کے آئینوں میں اسماء کے ظلال کا سیر ہے۔ اسی واسطے اس سیر کو سیر معشوق فی العاشق کہتے ہیں۔

آئینہ صورت از سفر دوراست　　　　کان پذیرائے صورت از نوراست

ترجمہ: سفر سے صورت کا آئینہ ہے دور　　　　قبول کرتا ہے صورت کو وہ بباعث نور

اس سیر کو سیر فی اللہ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ صوفیاء نے کہا ہے کہ سالک اس سیر میں اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق و متصف ہو جاتا ہے اور ایک خلق سے دوسری خلق میں انتقال کرتا ہے کیونکہ مظہر کو ظاہر کے بعض اوصاف سے حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر چہ اجمالی طور پر ہو۔ گویا حق تعالیٰ کے اسماء میں سیر متحقق ہو گیا۔ اس مقام کی نہایت تحقیق اور اس کلام کی تصحیح یہی ہے جو بیان ہو چکی۔ دیکھیں صاحب مقام کا کیا حال ہوگا اور کلام کے متکلم کی کیا مراد ہوگی۔ ہر ایک شخص سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس کی سمجھ کے مطابق کلام کرتا ہے۔ کہنے والا اپنی کلام سے خواہ کچھ معنی مراد رکھے۔ سننے والا اسی کلام سے کچھ اور معنی بھی سمجھ لیتا ہے۔

یہ لوگ سیر انفسی کو بے تکلف سیر فی اللہ اور بے تحاشا اس کو بقا باللہ کہتے ہیں اور مقام وصال و اتصال خیال کرتے ہیں۔ یہ اطلاق اس فقیر پر بہت گراں گزرتے ہیں۔ اسی واسطے اس کی توجیہ اور تصحیح میں حیلہ و تکلف کیا جاتا ہے۔ جس کا کچھ حصہ ان کی کلام سے ماخوذ ہے اور کچھ افاضہ اور الہام کی راہ سے حاصل ہے۔ سیر آفاقی میں رذائل یعنی بری صفتوں سے تخلیہ حاصل ہو چکا ہوتا ہے اور سیر انفسی میں اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو جاتے ہیں کیونکہ تخلیہ یعنی بری صفات سے خالی ہونا مقام فنا کے مناسب ہے اور تحلیہ یعنی نیک صفات سے آراستہ ہونا مقام بقا کے لائق۔ ان کے نزدیک اس سیر نفسی کی نہایت نہیں اور عمر ابدی کے ساتھ بھی اس کے منقطع نہ ہونے کا حکم کیا ہے اور کہا ہے کہ محبوب کے اوصاف اور خصلتوں کی کوئی نہایت نہیں۔

پس ہمیشہ کے لیے سالک متخلق کے آئینہ میں اس کی صفات میں سے کسی صفت کی تجلی ہوگی اور اس کے کمالات میں سے کسی کمال کا ظہور ہوگا۔ پھر انقطاع کہاں ہوگا اور نہایت کس طرح جائز ہوگی اور انہوں نے کہا ہے

ذرّہ گر بس نیک ور بس بدبود　　گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

ترجمہ: ذرّہ گر ہو نیک یا ہو بد عیاں　　عمر بھر دوڑے تو پھر بھی ہے یہاں

اور اس فنا و بقاء پر جو سیر آفاق اور انفسی سے حاصل ہوا ہے، ولایت اطلاق کرتے ہیں اور نہایت کمال اسی جگہ تک جانتے ہیں۔ اس کے بعد اگر سیر میسر ہو تو وہ سیر ان کے نزدیک رجوعی ہے جس کو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسی طرح سیر چہارم کو بھی جس کو سیر فی الاشیاء باللہ کہتے ہیں۔ نزول کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ان دو سیروں کو تکمیل وارشاد کے لیے مقرر کیا ہے جس طرح کہ پہلے دو سیروں کو نفس ولایت و کمال کے حاصل ہونے کے لیے مقرر کیا ہے اور بعض نے یوں کہا ہے کہ وہ ستر ہزار پردے جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ لَسَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ (اللہ تعالیٰ کے لیے نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں) سب کے سب سیر آفاقی میں دور ہو جاتے ہیں کیونکہ ساتوں لطائف میں سے ہر ایک لطیفہ دس دس ہزار پردوں کو دور کر دیتا ہے اور جب یہ سیر تمام ہو جاتا ہے۔ پردے بھی سب کے سب دور ہو جاتے ہیں اور سالک سیر فی اللہ سے متحقق ہو جاتا ہے اور مقام وصل میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ ہے ارباب ولایت کے سیر و سلوک کا حاصل اور ان کے کمال و تکمیل کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نسخہ جامعہ۔

اس بارہ میں جو کچھ اس فقیر پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کیا گیا ہے اور جس راستے پر اس فقیر کو چلایا ہے۔ اس نعمت کے ظاہر اور عطیہ کے شکر ادا کرنے کی خاطر اس کو لکھتا اور بیان کرتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ.

اے عزیز خدا تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ تجھے جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ جو بے چون و چگون ہے، جس طرح آفاق سے وراء الوراء ہے، اسی طرح انفس سے بھی وراء الوراء ہے۔

پس سیر آفاقی کو سیر الی اللہ اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہنا فضول ہے بلکہ سیر آفاقی اور سیر انفسی دونوں سیر الی اللہ میں داخل ہے اور سیر فی اللہ وہ سیر ہے جو آفاق و انفس سے کئی منزلیں دور اور ان سے وراء الوراء ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ انہوں نے سیر فی اللہ کو سیر انفسی مقرر کیا ہے اور اس کو بے نہایت کہا ہے اور عمر ابدی سے بھی اس کا طے ہونا جائز نہیں سمجھا۔ جیسے کہ گزر چکا ہے۔ جب انفس بھی آفاق کی طرح دائرہ امکان میں داخل ہوتا ہے تو اس صورت میں دائرہ امکان کا قطع کرنا ناممکن ہوگا۔ پس اس سے دائمی مایوسی اور خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ نہ کبھی فنا متحقق ہوگی نہ بقا متصور ہوگا۔ پھر وصال و اتصال کیسے ہوگا اور قرب و کمال کیا حاصل ہوگا۔

سبحان اللہ جب بزرگ لوگ پانی کو چھوڑ کر سراب پر کفایت کریں اور الی اللہ کو فی اللہ خیال کریں اور امکان کو وجوب تصور کریں اور چون کو بیچون تعبیر کریں تو پھر چھوٹوں اور پست فطرتوں کا کیا گلہ اور کیا شکایت ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہوگیا۔ انہوں نے انفس کو کس اعتبار سے حق تعالیٰ کہا ہے کہ اس کے سیر کو باوجود حد و نہایت کے بے نہایت کہا ہے۔ سالک آئینہ میں حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا وہ ظہور جو انہوں نے سیر انفسی میں مقرر کیا ہے۔ وہ اسماء و صفات کے ظلال میں سے کسی ظل کا ظہور ہے۔ نہ عین اسماء و صفات کا ظہور۔ اس مضمون کی تحقیق اس مکتوب کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھی جائے گی۔

میں کیا کروں اور باوجود علم و تمیز کے حق تعالیٰ کی پاک جناب میں یہ بے ادبی کس طرح جائز رکھوں اور حق تعالیٰ کے ملک میں غیر کو کیسے شریک کروں۔ اگرچہ ان بزرگواروں کے حقوق مجھ پر لازم ہیں کیونکہ انہوں نے مجھے طرح طرح کی تربیت سے پرورش کیا ہے لیکن حق تعالیٰ کے حقوق ان تمام کے حقوق سے بڑھ کر ہیں اور اس کی تربیت دوسروں کی تربیت سے برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حسن تربیت کے سبب میں نے اس بھنور سے نجات پائی ہے اور اس کے ملک مقدس میں غیر کو شریک نہیں کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔) حق تعالیٰ بیچون و بے چگون ہے اور جو چیز چونی اور چندی کے داغ سے لتھڑی ہوئی ہے، سب اس کے بارگاہ سے مسلوب اور دور ہے۔ پس آفاق کے آئینوں میں اور انفس کی جلوہ گاہوں میں حق تعالیٰ کی کچھ گنجائش نہیں اور جو کچھ ان میں ظاہر ہوتا ہے، وہ بھی چند و چون کا مظہر ہے۔ پس انفس و آفاق سے آگے گزرنا چاہئے اور حق تعالیٰ کو انفس و آفاق سے ماوراء ڈھونڈنا چاہئے۔ جس طرح دائرہ امکان یعنی انفس و آفاق میں حق تعالیٰ کی ذات کی گنجائش نہیں۔ اس کے اسماء وصفات کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ جو کچھ وہاں ظاہر ہے، اسماء وصفات کے ظلال وعکوس اور ان کی شبہ ومثال ہیں بلکہ اسماء وصفات کی ظلیت اور مثالیت بھی آفاق و انفس سے باہر ہے۔ اس جگہ تعبیہ اور نقش قدرت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ ظہور کس کا اور تجلی کہاں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے اسماء وصفات بھی اس کی ذات کی طرح بیچون و بے چگون اور بے شبہ و بے نمونہ ہیں جب تک انفس و آفاق سے باہر نہ نکلیں۔ حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کی ظلیت کے معنی سمجھ میں نہیں آتے تو پھر اسماء وصفات تک وصول کیسے حاصل ہوگا۔

عجب معاملہ ہے کہ اگر میں اپنے یقینی مکشوفات ومعلومات کو بیان کروں تو مشائخ کے مذاق اور ان کے مکشوفات کے موافق ومطابق نہ ہوں گے تو پھر مجھ پر کون اعتبار کرے گا اور کون قبول کرے گا اور اگر کچھ نہ کہوں پوشیدہ ہی رہنے دوں تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا اور حق تعالیٰ کے حق میں ان امور کا اطلاق جائز سمجھا جائے گا جو اس کی بارگاہ کے لائق نہیں۔ اس لیے جو کچھ حق تعالیٰ کی پاک جناب کے نامناسب ہے، اس کو سلب اور دفع کرتا ہوں اور دوسروں کے خلاف سے نہیں ڈرتا ہوں۔ ان کی مخالفت کا خوف تب ہوسکتا ہے جب کہ میرے معاملہ میں تذبذب اور میرے مکشوف میں شبہ ہو۔ جب اصل حقیقت کو صبح کی سفیدی کی طرح ظاہر کردیں اور اصل معاملہ کو چودھویں رات کے چاند کی طرح واضح کردیں اور تمام ظلال وشبہ ومثال سے گزار کر بالاتر لے جائیں تو پھر شبہ کہاں ہوگا اور تردد وتذبذب کس کو پیدا ہوگا۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ احوال کے درست ہونے کی علامت اپنے کمال پر یقین کا حاصل ہونا ہے۔ نیز تذبذب واشتباہ کیسے متصور ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت بے غایت سے ان بزرگواروں کے مقرر احوال کی تفصیل پر اطلاع ہو چکی ہے اور معارف توحید واتحاد واحاطہ وسریان مکشوف ہوگئے ہیں اور ان کے مکشوف ومشہود کی حقیقت حاصل ہو چکی ہے اور ان کے علوم ومعارف کے دقائق واضح ہوگئے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


فقیر مدتوں تک اس مقام میں ٹھہرا رہا اور ان کے قلیل و کثیر پر خوب غور کیا۔ آخر کار فضل خداوندی جل شانہ سے ظاہر ہوا کہ یہ سب ظلال کے شعبدے اور شبہ و مثال کی گرفتاری ہے۔ مطلوب ان سب سے وراء الوراء اور مقصود ان سے سواء السواء ہے۔ ناچار ان سب سے منہ پھیر کر بیچون کی بارگاہ پاک کی طرف متوجہ ہوا اور جو کچھ چند و چون کے داغ سے موسوم تھا۔ اس سے بیزار ہوا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (سب طرف سے ہٹ کر میں نے اپنے آپ کو اس ذات پاک کی طرف متوجہ کیا جس نے تمام آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں) اگر معاملہ ایسا نہ ہوتا تو مشائخ کے برخلاف ہرگز نہ کہتا اور ظمن و تخمین سے ان کی مخالفت نہ کرتا۔ نیز اگر یہ خلاف حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق نہ ہوتا اور اس کی تقدیس و تنزیہ کی نسبت گفتگو نہ ہوتی تو پھر بھی ان بزرگوں کے مکشوف کے برخلاف وقوع میں نہ آتا اور ان کے علوم کی مخالفت میں کلام نہ کرتا کیونکہ میں انہی کی دولتوں کے خرمنوں کا کمینہ خوشہ چین ہوں اور انہی کی نعمتوں کے دستر خوان سے پس خوردہ کھانے والا فقیر ہوں۔ بار بار یہی ظاہر کرتا ہوں کہ انہی لوگوں نے مجھے طرح طرح کی تربیت سے پرورش کیا ہے اور طرح طرح کے کرم و احسان سے مجھے فائدہ پہنچایا ہے۔

لیکن کیا کروں حقوق خداوندی ان کے حقوق سے برتر ہیں۔ جب حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی بحث درمیان میں آ گئی اور معلوم ہوا کہ بعض امور کا اطلاق حق تعالیٰ کی پاک جناب کے لائق نہیں تو اس مقام پر خاموش رہنا اور دوسروں کے خلاف سے ڈرنا دین و دیانت سے دور ہے، بندگی اور اطاعت کا مقام اس کی تاب نہیں لاسکتا۔ علماء کا خلاف مشائخ کے ساتھ مسئلہ توحید وغیرہ امور خلافیہ میں نظر و استدلال کی وجہ سے ہے اور فقیر کا خلاف ان کے ساتھ ان امور میں کشف و شہود کی وجہ سے ہے۔ علماء ان امور کی قباحت کے قائل ہیں اور فقیر بشرط عبور ان امور کے حسن کا۔ مسئلہ وحدت وجود میں شیخ علاؤ الدولہ کا خلاف علماء کے طور پر مفہوم ہوتا ہے اور اس کی نظر امور کی قباحت پر ہے۔ اگرچہ اس کا خلاف کشف کی راہ سے بھی ہے کیونکہ صاحب کشف ان کو قبیح نہیں جانتا۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ احوال غریبہ اور معارف عجیبہ پر مشتمل ہے۔ ہاں اس مقام میں ٹھہرا رہنا اچھا نہیں اور انہی احوال و معارف پر کفایت کرنا مناسب نہیں۔

**سوال:** اس صورت میں مشائخ باطل ہوں گے اور حق ان کے مکشوف و مشہود کے برخلاف ہوگا۔

**جواب** : باطل وہ ہوتا ہے جس میں صدق کی بو نہ ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، ان احوال و معارف کا باعث حق تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے یعنی حق تعالیٰ کی محبت یہاں تک غالب آ جاتی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کہ ان کی نظر بصیرت میں ماسوا کا نام ونشان نہیں چھوڑتی اور غیر وغیریت کا اسم ورسم محو ولا شے کر دیتی ہے۔ اس وقت سکر وغلبہ حال کے باعث ماسوا کو معدوم جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں دیکھتے۔

یہاں باطل کیا ہے اور بطلان کہاں ہے۔ اس مقام میں حق کا غلبہ اور باطل کا بطلان ہے۔

بزرگواروں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو قربان کر دیا ہے اور اپنا اور اپنے غیر کا نام ونشان نہیں چھوڑا۔ باطل تو ان کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ یہاں سب حق ہی حق ہے اور حق ہی کے لیے ہے۔ علمائے ظاہر بین ان کی حقیقت کو کیا پاسکیں اور ظاہری مخالفت کے سوا اور کیا سمجھیں اور ان کے کمالات کو کیسے حاصل کرسکیں۔

گفتگو اس امر میں ہے کہ ان احوال ومعارف کے سوا اور بھی اس قسم کے کمالات ہیں۔ جن کے ساتھ یہ احوال ومعارف وہ نسبت رکھتے ہیں جو قطرے کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

ترجمہ: عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں لیک اونچا ہے زمیں سے اے جواں

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جوانہوں نے خرق حجب یعنی پردوں کے دور ہونے کی نسبت کہا ہے کہ سیر آفاقی میں سب ظلمانی اور نورانی پردے دور ہوجاتے ہیں۔ جیسے کہ گزر چکا۔

فقیر کے نزدیک اس کلام میں خدشہ ہے بلکہ اس کے برخلاف ثابت ہے اور مشہود ہوا ہے کہ ظلمانی پردوں کا دور ہونا امکان کے تمام مراتب طے کرنے یعنی سیر آفاقی اور سیر انفسی کے تمام ہونے پر وابستہ ہے اور نورانی پردوں کا دور ہونا حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے سیر پر موقوف ہے۔ حتیٰ کہ نظر میں نہ اسم ہے نہ صفت اور نہ شان اور نہ اعتبار۔ اس وقت تمام نورانی پردے دور ہوجاتے ہیں اور وصل عریانی حاصل ہوتا ہے۔ یہ وصل بہت ہی کم کسی کو حاصل ہوتا ہے اور ایسے وصل والا نہایت ہی عزیز الوجود ہے۔

پس سیر آفاقی میں معلوم نہیں کہ نصف ظلمانی پردے بھی دور ہوتے ہوں۔ پھر نورانی پردوں کے دور ہونے کا کیا حال ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ظلمانی پردوں میں مختلف اور متفاوت مرتبے ہیں جو اشتباہ کا سبب ہو جاتے ہیں کیونکہ نفسانی پردے ظلمت میں قلبی پردوں کے اوپر ہیں۔ جس طرح کہ تھوڑی سی ظلمت والی چیز بہت سی ظلمت والی چیز کی نسبت اپنے آپ کو زیادہ نورانی ظاہر کرے اور ظلمانی نورانی متخیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہو ورنہ درحقیقت ظلمانی ظلمانی ہے اور نورانی نورانی۔ تیز نظر والا شخص ایک کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملاتا اور اشتباہ کا باعث معلوم کر کے ظلمت پر نور کا حکم نہیں کرتا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وہ طریق کے جس کے سلوک سے اس فقیر کو مشرف فرمایا ہے۔ ایسا طریق ہے جو جذبہ و سلوک کا جامع ہے۔ وہاں تخلیہ اور تجلیہ باہم جمع ہیں اور تصفیہ و تزکیہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں سیر انفسی سیر آفاقی کو شامل ہیں۔ عین تصفیہ میں تزکیہ ہے اور عین تجلیہ میں تخلیہ۔ جذبہ سے سلوک حاصل ہوتا ہے اور انفس کو آفاق شامل ہے لیکن تقدم ذاتی تجلیہ اور جذبہ کے لیے ہے اور تزکیہ پر تصفیہ کو ذاتی سبقت ہے اور مدنظر و ملحوظ انفس ہے نہ کہ آفاق۔

یہی وجہ ہے کہ یہ راستہ سب راستوں سے اقرب اور وصل کے نزدیک تر ہے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ طریقہ البتہ موصل ہے۔ یہاں عدم وصول کا احتمال مفقود ہے۔ حق تعالیٰ سے استقامت اور فرصت طلب کرنی چاہئے اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ یہ طریق البتہ موصل ہے، اس لیے ہے کہ اس راہ کا پہلا قدم جذبہ ہے جو وصول کی دہلیز ہے اور توقعات کی جگہیں یا سلوک کی منزلیں ہیں یا وہ مقامات جذبات جو سلوک پر شامل نہ ہوں اور اس طرق میں یہ دونوں مانع مرتفع ہیں کیونکہ یہ سلوک طفیلی ہے جو جذبہ کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے۔ یہاں نہ سلوک خاص ہے اور نہ جذبہ ناقص تا کہ سدراہ ہوں۔

یہ وہ طریق ہے جو انبیاء علیہم السلام کی شاہراہ ہے۔ یہ بزرگوار اس راہ سے اپنے اپنے درجوں کے موافق وصول کی منزلوں تک پہنچے ہیں اور آفاق وانفس کو ایک قدم سے قطع کر کے دوسرا قدم آفاق وانفس کے آگے رکھا ہے اور اپنا معاملہ سلوک و جذبہ سے آگے لے گئے ہیں کیونکہ سلوک کی نہایت سیر آفاقی کی نہایت تک ہے اور جذبہ کی نہایت سیر انفسی کی نہایت تک۔ جب سیر آفاقی وانفسی ختم ہوا سلوک و جذبہ کا معاملہ بھی تمام ہوا۔ بعد ازاں نہ سلوک ہے نہ جذبہ۔ یہ بات ہر مجذوب سالک اور سالک مجذوب کی سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ ان کے نزدیک آفاق وانفس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔ اگر بالفرض ابدی اور دائمی عمر پائیں اور اس کو سیر انفسی میں لگائیں تو بھی اس کو تمام نہ کر سکیں۔ ایک بزرگ فرماتا ہے۔ بیت

ذرّہ گر بس نیک و ربس بد بود ... گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

ترجمہ: ذرّہ گر ہو نیک یا ہو گر برا ... عمر بھر دوڑے رہے اس جا پڑا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایک اور بزرگ فرماتا ہے کہ تجلی ذاتی متجلی لہ کی صورت کے سوانہیں ہوتی کیونکہ متجلی لہ نے حق کے آئینہ میں اپنی صورت کے سوانہیں دیکھا اور حق کونہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اس کو دیکھ سکے۔

جاننا چاہئے کہ میرے پیروں اور خدا کی طرف مجھے رہنمائی کرنے والوں نے جن کے وسیلہ سے میں نے اس راہ کی آنکھ کھولی ہے اور جن کے ذریعے یہ گفتگو کر رہا ہوں، میں نے طریقت میں الف با کا سبق انہی سے لیا ہے اور مولویت کا ملکہ انہی کی توجہ شریف سے حاصل کیا ہے۔ اگر مجھے علم ہے تو انہی کے طفیل ہے اور اگر معرفت ہے تو انہی کی توجہ کا اثر ہے۔ اندراج النہایت فی البدایت کا طریق میں نے انہی سے سیکھا ہے اور قیومیت کی طرف انجذاب کی نسبت انہی سے اخذ کی ہے اور ان کی ایک نظر سے وہ کچھ دیکھا ہے جو لوگ چلّوں میں بھی نہیں دیکھتے اور ان کے ایک کلام سے وہ کچھ پایا ہے جو دوسرے سالوں میں نہیں پا سکتے۔ بیت

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظرش شمس دین ۔۔۔ طعنہ زند بردہ و تخرہ کند بر چلہ

ترجمہ: ایک نظر میں شمس تبریزی نے وہ کچھ پالیا ۔۔۔ جو چلّوں میں اور لوگوں کو نہیں حاصل ہوا

کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ بیت

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند ۔۔۔ کہ برندازرہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ: عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی ۔۔۔ کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

اپنی بلند فطرتی اور عالی ہمتی سے طریقت کی ابتدا اسیر انفسی سے مقرر کی ہے اور سیر آفاقی کو اس کے ضمن میں قطع کر لیتے ہیں۔ ان کی عبارت میں سفر در وطن سے مراد یہی ہے۔ ان بزرگواروں کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور وصول کے نزدیک تر ہے اور دوسروں کے سیر کی نہایت ان کے سیر کی ابتداء ہے۔ اسی واسطے انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔

غرض ان بزرگواروں کا طریق مشائخ کے تمام طریقوں سے بہت بلند ہے اور ان کی حضور و آگاہی ان میں سے اکثر کی حضور و آگاہی سے برتر ہے۔ اسی واسطے انہوں نے فرمایا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے برتر ہے اور نسبت سے ان کی مراد حضور و آگاہی ہے لیکن چونکہ انفس و آفاق اور جذبہ و سلوک کے آگے اولیاء کی ولایت کا گزر نہیں، اس لیے ان بزرگواروں نے بھی آفاق و انفس کے سوا کوئی خبر نہیں دی اور جذبہ اور سلوک کے سوا کوئی کلام نہیں کی اور کمالات ولایت کے اندازہ کے موافق فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں، اپنے آپ میں دیکھتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں اوران کی حیرت ان کے اپنے وجود میں ہے۔وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اورتمہاری جانوں میں نشان ہیں۔کیاتم نہیں دیکھتے۔

اللہ تعالیٰ کا حمد اوراحسان ہے کہ ان بزرگواروں نے اگرچہ انفس کے سوا کوئی اور خبر نہیں دی لیکن انفس میں گرفتاری بھی نہیں چاہتے ہیں کہ انفس کو بھی آفاق کی طرح لا کے نیچے لائیں اور غیریت کے باعث اس کی نفی کریں۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا اور سنا اور جانا گیا سب کچھ غیر ہے۔کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہئے۔

نقشبند ندو لے بند بہر نقش نیند  ہر دم از بوالعجبی نقش دگر پیش آرند

ترجمہ: نقشبند ہیں پر ہر نقش کے پابند نہیں ہیں  نقش نیا دیکھتے ہیں ایک پہ فرسندہ نہیں ہیں

نقشبندانے والے از نقش پاک  نقش راہم کردہ پاک از لوح خاک

ترجمہ: نقشبندی ہیں مگر نقشوں سے پاک  ان کے نقشوں پر نہیں ہے ذرّہ خاک

یہاں ایک سر ہے جو جاننے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ غیریت کی نفی اور ہے اور غیریت کا انتفا اور شَتَّانَ مَا بَیْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جذبہ و سلوک و آفاق و انفس کے باہر ولایت کا قدمگاہ نہیں ہے۔وہ اس لیے ہے کہ ولایت کے ان چاروں ارکان کے آگے کمالات نبوت کے مبادی اور مقدمات ہیں جس کے بلند درخت تک ولایت کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب میں سے اکثر لوگ اور باقی تمام امتوں میں سے کمتر لوگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور جذبہ وسلوک کی اس جامع راہ سے بعد کی منازل کو قطع کر کے جذبہ وسلوک کے آگے قدم رکھا ہے اور دائرہ ظلال سے باہر نکل کر انفس کو آفاق کی طرح پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔اس مقام میں وہ تجلے ذاتی برقی جو دوسروں کے لیے برق خاطف کی طرح ہوتی ہے،ان کے لیے دائمی ہے بلکہ ان بزرگواروں کا معاملہ تجلی سے خواہ برقی ہو یا غیر برقی اعلیٰ و برتر ہے کیونکہ تجلی کچھ نہ کچھ ظلیت چاہتی ہے اور ظلیت کا ایک نقطہ ان بزرگواروں کو کوہ عظیم نظر آتا ہے۔ان بزرگواروں کے کام کی ابتداء جذب ومحبت الٰہی جل شانہ پر ہے۔جب اللہ تعالیٰ کی عنایت بیغایت سے یہ محبت دمبدم غالب آتی جاتی ہے اور قوت وغلبہ پکڑتی جاتی ہے تو آہستہ آہستہ ماسوا کی محبت زائل ہوتی جاتی ہے اور اغیار کی گرفتاری کا تعلق بتدریج دور ہوتا جاتا ہے اور جب کسی صاحب دولت پر حق تعالیٰ کی محبت غالب آجاتی ہے اور ماسوا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کی محبت بالکل زائل ہو کر اس کی بجائے حق تعالیٰ کی محبت و گرفتاری آ جاتی ہے تو اس کے برے اوصاف اور ردی اخلاق سب دور ہو جاتے ہیں اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو کر مقامات عشرہ کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور جو کچھ سیر آفاقی سے تعلق رکھتا ہے، سلوک اور ریاضتوں اور مجاہدوں کی تکلیف کے بغیر اس کو میسر ہو جاتا ہے کیونکہ محبت محبوب کی اطاعت چاہتی ہے۔ جب محبت کامل ہو جائے تو اطاعت بھی کامل طور پر حاصل ہو جاتی ہے اور جب محبوب کی اطاعت قوت بشری کے انداز کے موافق پورے طور پر حاصل ہو جائے تو مقامات عشرہ حاصل ہو جاتے ہیں اور اسی سیر محبوب سے جس طرح سیر آفاقی تمام ہو جاتا ہے۔ سیر انفس بھی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی)

اور جب محبوب آفاق و انفس سے باہر ہے، محبّ بھی معیت کے حکم سے آفاق و انفس سے گزر جائے گا یعنی سیر انفسی کو بھی پیچھے چھوڑ کر معیت کی دولت حاصل کر لے گا۔ یہ بزرگوار محبت کی دولت کے باعث نہ آفاق سے تعلق رکھتے ہیں نہ انفس کے ساتھ بلکہ انفس و آفاق ان کے کام کے تابع ہیں اور جذبہ و سلوک ان کے معاملہ کا طفیلی ہے۔ ان بزرگواروں کا سرمایہ محبت ہے جس کو محبوب کی اطاعت لازم ہے اور محبوب کی اطاعت شریعت کی تابعداری پر موقوف ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین ہے۔

پس کمال محبت کی علامت شریعت کی کمال اطاعت ہے اور شریعت کی کمال اطاعت علم و عمل واخلاص پر منحصر ہے۔ وہ اخلاص جو تمام اقوال و اعمال اور تمام حرکات و سکنات میں متصور ہو سکے، وہ مخلَص (بفتح لام) کا حصہ ہے۔ مخلِص (بکسر لام) اس معما کو کیا پا سکتے ہیں۔ وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْمٍ (مخلص خطرہ عظیم پر ہیں) آپ نے سنا ہی ہوگا۔

اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سلوک و جذبہ کے سیر سے مقصود یہ ہے کہ انفس ان اخلاق ردیہ اور اوصاف رذیلہ سے جن کا رئیس انفس کی گرفتاری اور انفس کی مرادوں اور خواہش کا حاصل ہونا ہے۔ پاک صاف ہو جائے۔ پس سیر انفسی بڑا ضروری ہے کیونکہ اس کے سوا صفات رذیلہ سے صفات حمیدہ تک جانے کا اور کوئی راستہ نہیں اور سیر آفاقی مقصود سے خارج ہے کوئی غرض معتدبہ اس کے متعلق نہیں کیونکہ آفاق کی گرفتاری انفس کی گرفتاری کے باعث ہے کیونکہ جس چیز کو کوئی شخص دوست رکھتا ہے، اپنی دوستی کے باعث دوست رکھتا ہے۔ اگر مال و فرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے نفع اور فائدے کے لیے دوست رکھتا ہے۔ جب سیر انفسی میں حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ کی محبت کے غلبہ کے باعث اپنی دوستی زائل ہو جاتی ہے تو اس کے ضمن میں مال و اولاد کی محبت بھی دور ہو جاتی ہے۔

پس اسیر انفسی ضروری ہے اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں اس کے طفیل میسر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سیر انفس پر موقوف ہے اور آفاقی اس کے طفیل اسی کے ضمن میں طے ہو جاتا ہے۔ ہاں سیر آفاقی بھی نیک ہے۔ بشرطیکہ اس کے قطع کرنے کی فرصت دیں اور توقفات کے خلل کے بغیر انجام تک پہنچا دیں اور اگر اس کے قطع کرنے کی فرصت نہ دیں اور توقفات میں ہی مبتلا رکھیں تو پھر سیر آفاقی مالا یعنی میں داخل ہے اور مطلب حاصل ہونے سے مانع گنا جاتا ہے۔ سیر انفسی جس قدر قطع کیا جائے غنیمت ہے کیونکہ برائی سے نیکی کی طرف جانا جس قدر ہو سکے بہتر ہے۔ اس سیر کو انجام تک پہنچانا اور دائرہ نفس سے باہر نکلنا بڑی نعمت ہے۔ اسکے ہوتے کچھ ضروری نہیں کہ انفس کی تلونیات کو آفاق کے آئینہ میں مشاہدہ کریں اور اپنے تغیرات کو آفاق میں معائنہ کریں یعنی اپنی صفاء قلب کو مثال کے آئینہ میں معلوم کریں اور اس صفا کو نور سرخ کی صورت میں دیکھیں۔ کیوں اپنی وجدان پر عمل نہ کریں اور اس صفاء کو اپنی فراست کے حوالہ کیوں نہ کریں۔

مثل مشہور ہے کہ دوازدہ سالہ یعنی بارہ سال کے آدمی کو طبیب کی کیا حاجت ہے۔ اپنے وجدان صحیح سے اپنے احوال کے تلونیات معلوم کرلے گا اور فراست کے ساتھ اپنی صحت و بیماری کا پتہ لگا لے گا۔

ہاں سیر آفاقی میں بہت سے علوم و معارف اور تجلیات اور ظہورات ہیں جو سب کے سب ظلال کی طرف راجع اور شبہ و مثال کے متعلق ہیں۔ جب سیر انفسی ظلال سے تعلق رکھتا ہو جیسے کہ اپنے مکتوبات و رسالوں میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے تو پھر آفاقی ظل کے ظل کے ساتھ متعلق ہونا چاہئے کیونکہ آفاق انفس کے ظل کی طرح ہے اور اس کے ظہور کا آئینہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ انفس کے احوال جو آفاق کے آئینہ میں مشاہدہ کرتے ہیں اور صفا و تجلیہ وہاں سے معلوم کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خواب یا واقعہ یا عالم مثال میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے یا قطب وقت مشاہدہ کرے۔ حقیقت میں وہ نہ بادشاہ ہے نہ قطب۔ بادشاہ تب ہے جب خارج میں اس مرتبہ سے مشرف ہو۔ ہاں اتنا ہو جاتا ہے کہ اس خواب اور واقعہ سے بادشاہ ہونے کی استعداد اور قطب بننے کی قابلیت معلوم ہو جاتی ہے۔ بڑی کوشش اور محنت کرنی پڑتی ہے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آئے اور گوش سے آغوش تک پہنچے اور جس کا ہم ذکر کر رہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہیں اس میں بھی تزکیہ اور تجلیہ سیر انفسی پر وابستہ ہے جو کچھ سیر آفاقی میں دیکھا ہے وہ تزکیہ اور تجلیہ کی استعداد اور قابلیت ہے۔

پس جب تک خارج میں سیر انفسی کے ساتھ اپنے آپ کو پاک وصاف نہ دیکھیں اور وجدان سے اپنے آپ کو مصفا معلوم نہ کریں تب تک حقیقت میں فنا سے بے نصیب اور مقامات کے حاصل ہونے سے بے بہرہ ہیں اور اطوار سبعہ سے سوائے پوست کے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اس اعتبار سے سیر انفسی سیر الی اللہ میں داخل ہے اور سیر الی اللہ کا تمام ہونا جو مقام فنا ہے۔ سیر انفسی پر وابستہ ہے اور سیر فی اللہ سیر انفسی سے کئی منزلیں آگے ہے۔ **بیت**

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُیُوْقٗ

ترجمہ: ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پرخطر غار اور کوہ

اے سعادت کے نشان والے۔ جب سیر انفسی میں وہ تعلق علمی وجبی جو سالک کی ذات کی طرف منسوب ہو جاتا ہے، زائل ہو جاتا ہے اور وہ گرفتاری جو اپنے آپ کے ساتھ رکھتا ہے، دور ہو جاتی ہے تو دوسروں کی گرفتاری اس کی ذات کی گرفتاری کے ضمن میں زائل ہو جاتی ہے کیونکہ دوسروں کی گرفتاری اپنی گرفتاری کے باعث ہے جیسا کہ اس کے تحقیق اوپر گزر چکی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ سیر آفاقی سیر انفسی میں قطع ہو جاتا ہے اور سالک اسی ایک سیر سے اپنی گرفتاری اور دوسروں کی گرفتاری سے بھی نجات پا جاتا ہے۔ پس اس تحقیق کے اندازہ کے موافق سیر انفسی اور آفاقی کا مطلب بے تکلف حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ سیر در انفس بھی ہے اور سیر در آفاق بھی۔ کیونکہ نفس کا قطع تعلقات بتدریج سیر در انفس ہے اور آفاق کا قطع تعلقات جو سیر انفسی کے ضمن میں ہو جاتا ہے سیر در آفاق ہے۔ برخلاف دوسروں کے سیر آفاقی اور سیر انفسی کے جو تکلف کے محتاج ہیں جیسے کہ گزر چکا۔

ہاں جس جگہ حقیقت ہے وہاں تکلف نہیں۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ ذرا غور سے سنو کہ سالک کہ آئینہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ظہور جو سیر انفسی میں انہوں نے کہا ہے اور اس کو تجلیہ بعد تخلیہ سمجھا ہیں۔ درحقیقت وہ ظہور اسماء وصفات کا ظہور ہے جس سے تجلیہ اور تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ سبقت اسی طرف سے ہے جو مبدا بننے کے مناسب ہے۔ پہلے طالب کے آئینہ میں مطلوب کے ظلال میں سے کسی ظل کا ظہور ہوتا ہے تاکہ طالب کی ظلمتوں اور کدورتوں کو دور کرے اور اس کو تصفیہ اور تزکیہ حاصل ہو۔ ظلمتوں کے دور ہونے اور تصفیہ وتزکیہ کے حاصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہونے کے بعد جو سیر انفسی کے تمام ہونے پر وابستہ ہے۔ تخلیہ حاصل ہوتا ہے اور تجلیہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ظہور کے لائق ہوتا ہے۔ پس سیر انفسی میں وہ تخلیہ حاصل ہوتا ہے جو تزکیہ اور تصفیہ پر وابستہ ہے اور وہ تخلیہ جو سیر آفاقی میں متوہم ہوا تھا وہ تخلیہ کی صورت تھی نہ کہ تخلیہ کی حقیقت تاکہ سیر انفسی میں تجلیہ کا حصول اور اسماء و صفات کا ظہور متصور ہوتا ہے جیسے کہ صوفیہ نے کہا ہے۔

اس بیان سے لازم آتا ہے کہ ظل کا پیوستن (جوڑنا و ملنا) گسستن (توڑنے) پر مقدم ہے یعنی جب تک مطلوب کے ظلال میں سے کوئی ظل سالک کے آئینہ میں منعکس نہ ہو۔ مطلوب کے غیر سے گسستن (توڑنا) متصور نہیں ہوسکتا لیکن اصل کا پیوستن گسستن کے حاصل ہونے کے بعد ہے۔

پس مشائخ میں سے جنہوں نے پیوستن کو مقدم رکھا ہے، اس سے مراد ظل کا پیوستن ہے اور جنہوں نے گسستن کو پیوستن پر مقدم کیا ہے۔ اس سے مراد اصل کا پیوستن سمجھنا چاہئے تاکہ فریقین کا نزاع لفظ کی طرف راجع ہو۔

شیخ ابوسعید خراز قدس سرہ اس مقام میں متوقف ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ''تا نرہی نیابی تا نیابی نرہی ندانم کدام پیش بود'' (یعنی جب تو آزاد نہ ہوگا نہ پائے گا اور جب تک تو نہ پائے گا، آزاد نہ ہوگا۔ میں نہیں جانتا پہلے کون ہے۔)

پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ظل کا پانا آزاد ہونے سے پہلے ہے اور اصل کا پانا آزاد ہونے کے بعد۔ پس کوئی اشتباہ نہ رہا۔ جیسے کہ صبح کے وقت آفتاب سے پہلے آفتاب کی شعاعوں کے ظلال کا ظہور ہوتا ہے تاکہ جہان کو اندھیرے سے خالی کر کے صاف کر دے اور اندھیروں کے دور ہونے اور صفائی کے حاصل ہونے کے بعد نفس آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ پس آفتاب کے ظل کا ظہور ظلمات کے زوال سے پہلے ہے اور نفس آفتاب کا طلوع ظلمات کے زائل ہونے کے بعد۔ ہاں بادشاہوں کا طلوع کرنا تخلیہ اور تصفیہ کے حاصل ہونے کے بعد اچھا ہے۔ اگرچہ تخلیہ اور تصفیہ ان کے طلوع کے مقدمہ کے بغیر متصور نہیں۔ پس حق ظاہر ہوگیا اور نزاع دور ہوگیا اور اشتباہ زائل ہوگیا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْھِمُ اللہ تعالیٰ ہی بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

## مکتوب (۴۳)

اس عبارت کے معنی میں جو بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس بارگاہ میں یافت کا صرف ذوق ہی ہے نہ کہ یافت اور اندراج النہایت فی البدایت کی تحقیق میں جو اس طریقہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



علیا کا خاصہ ہے اور دوسرے طریقوں پر اس طریقہ کی افضلیت کے بیان میں مولانا محمد افضل کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

اس طریقہ علیہ کے مشائخ کی عبارات میں آیا ہے کہ اس بارگاہ جل شانہ میں یافت کا ذوق ہے نہ یافت۔ یہ بات اندراج النہایت فی البدایت کے مناسب ہے جو ان بزرگواروں کے جذبہ خاص کا مقام ہے۔ اس مقام میں یافت کی حقیقت نہیں کیونکہ وہ انتہاء کے ساتھ مخصوص ہے لیکن چونکہ نہایت کی چاشنی بدایت میں درج کی ہوئی ہے اس لیے یافت کا ذوق اس مقام میں بھی میسر ہے اور جب معاملہ جذبہ سے آگے بڑھ جائے اور ابتداء سے توسط تک پہنچ جائے۔ یافت کا ذوق بھی یافت کی طرح معدوم ہو جاتا ہے۔ نہ یافت رہتی ہے نہ یافت کا ذوق اور جب کام نہایت تک پہنچ جاتا ہے یافت میسر ہو جاتی ہے اور یافت کا ذوق مفقود ہو جاتا ہے اور جب یافت کا ذوق منتہی میں مفقود ہے تو لذت وحلاوت بھی اس کے حق میں کمتر ہوگی۔ منتہی ذوق وحلاوت کو پہلے قدم میں ہی چھوڑ جاتا ہے اور آخر میں بے لذتی اور بے مزگی کے گوشہ میں گمنام پڑا رہتا ہے۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْحُزْنِ دَائِمَ الْفِكْرِ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمناک اور متفکر رہا کرتے تھے۔

**سوال**: جب منتہی کو مطلوب کی یافت میسر ہوگئی تو پھر یافت کا ذوق کیوں مفقود ہوگا اور جب مبتدی یافت سے بے نصیب ہے تو یافت کا ذوق کہاں سے پائے گا؟

**جواب**: یافت کی دولت منتہی کے باطن کا حصہ ہے جو اپنے ظاہری تعلق کے منقطع ہونے کے بعد اس دولت سے مشرف ہوا ہے۔ جب اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے ساتھ تعلق نہیں رہا۔ اس لیے باطنی نسبت اس کے ظاہر میں اثر نہیں کرتی اور باطنی یافت سے ظاہر ذوق ولذت نہیں لے سکتا۔ پس منتہی کے باطن کو مطلوب کی یافت حاصل ہوتی ہے اور اس کے ظاہر کو اس یافت کا ذوق نہیں ہوتا۔ باقی رہا باطن کا ذوق جس کا حصہ یافت ہے جب باطن نے بیچونی کا حصہ پالیا ہے اس کا وہ ذوق بھی عالم بیچونی سے ہوگا اور ظاہر کے ادراک میں جو سراسر چون ہے نہ آئے گا بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر باطن سے ذوق کی نفی کر دیتا ہے۔ باطن کو بھی اپنی طرح بے حلاوت جانتا ہے کیونکہ چون کا ذوق اور ہے اور بیچون کا ذوق اور جب منتہی کا ظاہر اس کے ذوق کی خبر نہیں رکھتا تو پھر عوام ظاہر بین منتہی کے باطن کی کیا خبر پائیں گے اور سوائے انکار کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ان کے حصہ میں کیا آئے گا۔ وہ ذوق جوان کے فہم میں آتا ہے، ظاہر کا ذوق ہے جو عالم چون سے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سماع اور رقص اور نعرہ اور اضطراب وغیرہ جو ظاہری احوال واذواق ہیں ان کے نزدیک بڑے نایاب اور عظیم القدر ہیں بلکہ اکثر اوقات اذواق ومواجید کو انہی امور میں منحصر جانتے ہیں اور ولایت کے کمالات انہی امور کو سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ ظاہری احوال باطنی احوال کے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہیں جو چون کو بیچون کے ساتھ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ منتہی کا باطن یافت بھی رکھتا ہے اور یافت کا ذوق بھی لیکن چونکہ وہ ذوق عالم بے چونی سے حصہ رکھتا ہے، اس لیے ظاہر کے ادراک میں نہیں آسکتا بلکہ ظاہر اس ذوق کی نفی کا حکم کرتا ہے۔ اگرچہ ظاہر باطن کی یافت پر اطلاع رکھتا ہے لیکن اس یافت کے ذوق کو نہیں پا سکتا۔ پس کہہ سکتے ہیں کہ منتہی کو ظاہر میں ذوق میسر ہے لیکن یافت کا ذوق مفقود ہے۔

اور اس طریقہ عالیہ کے مبتدی رشید میں جو باوجود یافت کے مفقود ہونے کے یافت کا ذوق ثابت کرتے ہیں، وہ اس سبب سے ہے کہ یہ بزرگوار ابتداء میں انتہاء کی چاشنی درج کر دیتے ہیں اور انعکاس کے طور پر نہایت کا پرتو مبتدی رشید کے باطن میں ڈالتے ہیں۔ چونکہ مبتدی کا ظاہر اس کے باطن سے ملا ہوا ہوتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں قوی تعلق ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے نہایت کا وہ پرتو اور ولایت کی وہ چاشنی مبتدی کے باطن سے اس کے ظاہر میں بھی آجاتی ہے اور اس کا ظاہر باطن کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، اور یافت کا ذوق بے اختیار اس کے ظاہر میں پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مبتدی میں یافت کی حقیقت مفقود ہے اور یافت کا ذوق حاصل ہے۔ اس بیان سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کی بلندی اور ان کی نسبت علیا کی رفعت معلوم ہوتی ہے اور مریدوں اور طالبوں کے حق میں ان بزرگواروں کا کمال اہتمام اور حسن تربیت مفہوم ہوتا ہے۔ پہلے ہی قدم میں جو کچھ خود رکھتے ہیں مرید رشید اور طالب صادق کے حوصلہ کے موافق عطا فرماتے ہیں اور جبی تعلق اور ارتباط کے باعث توجہ اور انعکاس سے اس کی تربیت کرتے ہیں۔

دوسرے سلسلوں کے بعض مشائخ ان بزرگواروں کی کلام اندراج النہایت فی البدایت میں شبہ کرتے ہیں اور اس کلام کی حقیقت میں متردد ہیں۔ وہ پسند نہیں کرتے کہ اس طریق کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کے برابر ہو۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ انہوں نے اس طریق کے مبتدی کا دوسرے طریقوں کے منتہی کے ساتھ برابر ہونا کہاں سے سمجھ لیا ہے۔ ان بزرگواروں سے اندراج نہایت دربدایت سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


زیادہ کچھ سرزد نہیں ہوا اور یہ عبارت مساوات پر دلالت نہیں کرتی۔ اس عبارت سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اس طریق میں شیخ منتہی اپنی توجہ اور تصرف سے اپنی نہایت کی دولت کی چاشنی انعکاس کے طور پر مبتدی رشید کو عطا فرماتا ہے اور ہدایت میں اپنی نہایت کا نمک ملا دیتا ہے۔ اس میں کون سی مساوات ہے اور کون سا اس میں شبہ ہے اور اس کی حقیقت میں کیا تردد ہے۔ یہ اندراج بڑی دولت ہے۔ اس طریق کا مبتدی اگرچہ منتہی کا حکم نہیں رکھتا لیکن نہایت کی دولت سے بے نصیب نہیں رہتا۔ بالفرض اگر اس مبتدی کو طریق وصول کو قطع کرنے اور اس کے منازل کو طے کرنے کی فرصت نہ بھی دیں تو پھر نہایت کی دولت سے بے نصیب نہ رہے گا اور وہ ذرہ نمک اس کے کلیت کو ملیح و نمکین بنا دے گا۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے جو نہایت سے بہت دور ہیں اور منزلوں کا قطع کرنا اور مسافتوں کا طے کرنا ان کے حق میں مشکل کا سامنا ہے۔ اگر ان کو اس قطع کی فرصت نہ ملی اور مسافت کو طے کرنے کا موقع نہ ملا تو پھر ان کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ جب اس طریق کے مبتدی اور دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے درمیان فرق واضح ہو چکا اور اس مبتدی کی زیادتی دوسرے مبتدی پر ثابت ہو چکی تو پھر جاننا چاہئے کہ اس طریق کے منتہی اور دوسرے طریقوں کے منتہیوں کے درمیان اس قدر فرق ہے اور اس منتہی کی زیادتی دوسرے طریقوں کے منتہیوں پر اسی قدر ثابت ہے بلکہ اس طریقہ علیا کی نہایت دوسرے مشائخ کے تمام طریقوں کی نہایات سے وراء الوراء ہے۔

خواہ میری اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔ ہاں اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو شاید اعتبار کر لیں۔ وہ نہایت جس کی بدایت میں نہایت ملی ہوئی ہو دوسروں کی نہایتوں سے ممتاز ہوگی بلکہ ان نہایتوں کی نہایت ہوگی۔

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا است

ترجمہ: سال اچھا بہار اچھی

دوسروں سلسلوں کے بعض متعصب لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہماری نہایت وصول بحق تعالیٰ ہے اور اس کو تم اپنی بدایت کہتے ہو۔ پس حق کے آگے کہاں جاؤ گے اور حق کے آگے تمہاری نہایت کیا ہوگی۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم حق سے حق کی طرف جاتے ہیں اور ظلیت کی آمیزش سے نکل کر اصل الاصل کی طرف دوڑتے ہیں اور تجلیات سے منہ پھیر کر متجلی کو ڈھونڈتے ہیں اور ظہورات کو واپس چھوڑ کر ظاہر کو باطنوں میں طلب کرتے ہیں اور چونکہ ابطنیت میں مراتب مختلف ہیں، اس لیے ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ابطنیت سے دوسری ابطنیت میں جاتے ہیں اور دوسری سے تیسری میں قدم رکھتے ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

حق تعالیٰ اگرچہ بسیط حقیقی ہے لیکن واسع بھی ہے۔ نہ یہ وسعت جس کا طول وعرض ہوتا ہے کہ یہ امکان وحدوث کے نشانات وعلامات میں سے ہے بلکہ حق تعالیٰ کی وسعت بھی اس کی ذات کی طرح بیچون و بے چگون ہے اور وہ سیر بھی جو اس وسعت میں واقع ہوتا ہے۔ بیچون وبچگون ہے ور سیر کرنے والا بھی باوجود چندی اور چونی کے بیچونی اور بے چگونی کی قوت سے ان بیچونی منزلوں کو قطع کرتا ہے اور چون سے بیچون کی طرف جاتا ہے۔ بیچارے بے سروسامان اس معاملہ کی حقیقت کو کیا پائیں اور عالم چون کے رفتار بیچون کی خبر کیا جانیں۔ اپنی نارسائی کو اعتراض سمجھتے ہیں ور اپنی نادانی پر فخر کرتے ہیں۔

بیّرو ے چند ز خود بے خبر عیب پسند ند برغم ہنر

ترجمہ: وہ بے وقوف جن کو نہیں اپنی بھی خبر پسند عیب کو کرتے ہیں برخلاف ہنر

اس قدر نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نہایت بلکہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم صلوٰۃ والتسلیمات کی نہایت بھی حق ہے اور ان کی نہایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نہایت کے ساتھ متحد نہیں بلکہ آپس میں ایک کو دوسرے کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔

پس ہوسکتا ہے کہ بعض کو وہ نہایت میسر ہو جو ان کی نہایت سے برتر ہو اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نہایت سے نیچے اس بیان سے ثابت ہوا کہ سب کی نہایت حق تعالیٰ ہے اور صوفیاء کے گروہوں کے درمیان ان کے مرتبوں کے اختلاف کے بموجب تفاوت ثابت ہے یا ہم یہ کہتے ہیں کہ سب اپنی اپنی نہایت کو وصول بحق جانتے ہیں لیکن اکثر ایسے ہیں جو حق تعالیٰ کے ظلال اور ظہورات کو حق تعالیٰ جانتے ہیں۔ حالانکہ ظلال اور ظہورات کے مرتبوں میں بہت فرق ہے۔ پس تمام ارباب نہایت کی نہایت نفس الامر میں وصول بحق نہ ہوئی بلکہ ہر ایک کی نہایت اس کے اپنے خیال میں حق سبحانہ ہے۔ پس اگر ایک گروہ کی ابتداء حق تعالیٰ کے ظلال وظہورات ہوں جو حقانیت کے خیال سے دوسرے گروہ کی نہایت ہے اور اس پہلے گروہ کی نہایت وہ وصول بحق ہو جو ظلال و ظہورات سے ماوراء ہے تو پھر یہ بات کیوں بعید معلوم ہوتی ہے اور اس میں کون سا انکار اور شبہ کا مقام ہے۔ بیت

قاصرے گر کند ایں طائفہ راطعن وقصور حاشاء اللہ کہ برآرم بر زبان ایں گلہ را

ہمہ شیران جہان بستہ ایں سلسلہ اند روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر    توبہ توبہ گر زبان پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں جکڑے ہوئے اس سلسلہ میں سب کے سب    لومڑی حیلہ سے توڑے کس طرح یہ سلسلہ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ یارب ہمارے گناہوں اور ہمارے کاموں میں زیادتی کو معاف کر اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہمیں مدد دے۔

## مکتوب (۴۴)

ایک استفسار کے جواب میں جو وحدت کی نسبت کیا گیا تھا اور علوم شریعہ کے ساتھ اس کے مطابق کرنے کے بیان میں اور نیز پوچھا گیا تھا کہ اِذَا اَحَبَّ اللهُ سُبْحَانَهٗ عَبْدًا الخ کے کیا معنی ہیں اور اس کے مناسب بیان میں محمد صادق ولد حاجی محمد مومن کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

آپ نے پوچھا تھا کہ صوفیاء وحدت وجود کے قائل ہیں اور علماء اس کو کفر و زندقہ جانتے ہیں اور دونوں گروہ فرقہ ناجیہ سے ہیں، اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔

اے محبت کے نشان والے اس بحث کی تحقیق فقیر نے اپنے مکتوب اور رسالوں میں مفصل لکھی ہے اور فریقین کے نزاع کو لفظ کی طرف راجع کیا ہے لیکن چونکہ آپ نے پوچھا ہے، اس لیے سوال کا جواب دینا ضروری ہے۔ ناچار چند کلمات لکھے جاتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ صوفیاء علیا میں سے جو لوگ وحدت وجود کے قائل ہیں اور اشیاء کو عین حق جانتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم کرتے ہیں، ان کی یہ مراد نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور تنزیہ تنزل کر کے تشبیہ بن گئی ہے اور واجب ممکن ہو گیا ہے اور بیچون چون میں آ گیا ہے کہ یہ سب کفر و الحاد اور گمراہی و زندقہ ہے۔ وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت نہ تنزل نہ تشبیہ۔

فَهُوَ سُبْحَانَهٗ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ سُبْحَانَهٗ مِنْ لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا فِيْ صِفَاتِهٖ وَلَا فِيْ اَسْمَائِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَكْوَانِ. اللہ تعالیٰ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ پاک ہے وہ مالک جو موجودات کے حدوث سے ذات و صفات و اسماء میں متغیر نہیں ہوتا۔

حق تعالیٰ اپنی اسی صرافت اطلاق پر ہے۔ وجوب کی بلندی سے امکان کی پستی کی طرف نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


آیا بلکہ ہمہ اوست کے معنے یہ ہیں کہ اشیاء نہیں ہیں اور حق تعالیٰ موجود ہے۔ منصور نے جو انا الحق کہا، اس کی مراد یہ نہیں کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں کہ یہ کفر ہے اور اس کے قتل کا موجب ہے بلکہ اس کے قول کے یہ معنی ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق تعالیٰ موجود ہے۔

حاصل کلام یہ کہ صوفیاء اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کے آئینے خیال کرتے ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ ان میں کسی قسم کا تنزل اور تغیر و تبدل ہو جس طرح کسی شخص کا سایہ دراز ہو جائے تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ متحد ہے اور عینیت کی نسبت رکھتا ہے یا وہ شخص تنزل کر کے ظل کی صورت میں ظاہر ہوا ہے بلکہ وہ شخص اپنی صرافت و اصالت پر ہے اور تنزل و تغیر کی آمیزش کے بغیر ظل اس سے وجود میں آیا ہے۔ ہاں بعض اوقات ان لوگوں کی نظر میں جن کو اس شخص سے محبت ہوتی ہے، کمال محبت کے باعث سایہ کا وجود مخفی ہو جاتا ہے اور شخص کے بغیر ان کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اس وقت اگر یہ کہہ دیں کہ ظل عین شخص ہے یعنی ظل معدوم ہے اور موجود وہی شخص ہے تو ہو سکتا ہے اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اشیاء صوفیاء کے نزدیک حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں نہ حق تعالیٰ کا عین پس اشیاء حق تعالیٰ سے ہوں گے۔

پس ان کی کلام ہمہ اوست کے معنے ہمہ از وست ہوں گے جو علماء کرام کے نزدیک مختار ہیں اور درحقیقت علماء کرام اور صوفیہ عظام کے درمیان کوئی نزاع ثابت نہ ہوگی اور دونوں قولوں کا مآل ایک ہی ہوگا۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ صوفیاء اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات کہتے ہیں اور علماء اس لفظ سے بھی کنارہ کرتے ہیں تاکہ حلول و اتحاد کا وہم نہ پایا جائے۔

**سوال**: صوفیاء اشیاء کو باوجود ظہورات کے معدوم خارجی جانتے ہیں اور خارج میں حق تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں دیکھتے اور علماء اشیاء کو موجودات خارجیہ کہتے ہیں۔ پس معنی میں فریقین کا نزاع ثابت ہو گیا۔

**جواب**: صوفیاء اگرچہ عالم کو معدوم خارجی جانتے ہیں لیکن خارج میں اس کا وجود وہمی ثابت کرتے ہیں اور نمود و ظہور خارجی کہتے ہیں اور کثرت وہیمہ خارجیہ سے انکار نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ وجود وہمی جو خارج میں نمایاں ہے۔ ان وجودات وہیمہ کی قسم سے نہیں ہے۔ جو وہم کے اٹھ جانے سے اٹھ جاتے ہیں اور کچھ ثبات و استقرار نہیں رکھتے بلکہ یہ وہمی وجود اور خیالی نمائش چونکہ حق تعالیٰ کی صنعت اور اس کی قدرت کاملہ کا نقش ہے، اس لیے زوال و خلل سے محفوظ ہے اور اس جہان اور اس جہان کا معاملہ انہی وجودوں پر وابستہ ہے۔

سوفسطائی جو عالم کو وہم و خیالات جانتا ہے، اس کے نزدیک وہم و خیال کے اٹھ جانے سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اشیاء بھی اٹھ جاتی ہیں اور کہتا ہے کہ اشیاء کا وجود ہمارے اعتقاد کے تابع ہے۔ بذات خود کچھ ثبوت وحقیقت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم آسمان کو زمین اعتقاد کریں تو زمین ہے اور زمین ہمارے اعتقاد میں آسمان۔ اگر ہم شیریں کو تلخ جانیں تو تلخ ہے اور تلخ ہمارے اعتقاد میں شیریں ہے۔

غرض یہ بے وقوف۔ صانع مختار جل شانہ کی ایجاد کا انکار کرتے ہیں اور اشیاء کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اوراوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔)

پس صوفیاء اشیاء کے لیے خارج میں وجود وہمی جو ثبات واستقرار رکھتا ہے اور وہم کے اٹھ جانے سے اٹھ نہیں جاتا۔ ثابت کرتے ہیں اور اس جہان اور اس جہان کا معاملہ جو دائمی اور ابدی ہے۔ اسی وجود پر موقوف جانتے ہیں اور علماء اشیاء کو خارج میں موجود جانتے ہیں اور خارجی ابدی کے احکام کو اشیاء پر مترتب جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ وجود اشیاء کو حق تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں ضعیف ونحیف تصور کرتے ہیں اور ممکن کے وجود کو حق تعالیٰ کے وجود کی نسبت فانی ونیست جانتے ہیں۔

پس فریقین کے نزدیک اشیاء کا وجود خارج میں ثابت ہو گیا جس پر اس جہان اور اس جہان کے احکام وابستہ ہیں اور وہم وخیال کے دور ہونے سے دور نہیں ہوسکتا۔ پس نزاع فیما بین رفع ہو گیا اور خلاف جاتا رہا۔ خلاصہ یہ کہ صوفیاء اس وجود کو وہمی کہتے ہیں۔ اس لیے عروج کے وقت اشیاء کا وجود ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے وجود کے سوا ان کی نظر میں کچھ نہیں رہتا اور علماء اس وجود پر وہم کا لفظ بولنے سے کنارہ کرتے ہیں اور وجود وہمی نہیں کہتے تاکہ کوئی کوتاہ نظر اس کے رفع ہونے کا حکم نہ کرے اور اس کے ابدی ثواب وعذاب سے انکار نہ کرے۔

**سوال:** صوفیا جو اشیاء کے لیے وجود وہمی ثابت کرتے ہیں، ان کا مقصود یہ ہے کہ یہ وجود باوجود ثبات واستقرار کے دراصل کچھ نہیں صرف وہم میں وجود رکھتا ہے اور نمود وظہور کے سوا اس کو کچھ نصیب نہیں اور علماء اشیاء کو باوجود نفس الامری کے خارج میں موجود جانتے ہیں، پس نزاع باقی رہا۔

**جواب:** وجود وہمی اور نمود خیالی جب وہم وخیال کے اٹھنے سے اٹھ نہیں سکتا تو نفس الامری ہے کیونکہ اگر ہم تمام وہمیوں کے وہم کا زائل ہونا فرض کریں تو یہ وجود ثابت رہے گا اور ان کے زائل ہونے سے زائل نہ ہوگا۔ واقع اور نفس الامری کے یہی معنی ہیں۔ اس قدر ہے کہ یہ نفس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


الامری جو وجود ممکن میں ثابت کی جاتی ہے۔ اس نفس امری کے مقابلہ میں جو واجب تعالیٰ کے وجود میں ثابت ہے، لا شے کا حکم رکھتی ہے اور نزدیک ہے کہ اس کو موہومات اور متخیلات میں شمار کیا جائے جس طرح کلی مشکک کے افراد جو ایک دوسرے کے ساتھ بڑا تفاوت رکھتے ہیں یا جس طرح ممکن کا وجود جو واجب تعالیٰ کے وجود کی نسبت لا شے کا حکم رکھتا ہے نزدیک ہے کہ اس کو عدمات میں شمار کیا جائے۔ پس حقیقت میں کوئی نزاع نہ رہا۔

**سوال**: تمام اشیاء کا وجود جب نفس الامری ہے تو لازم آتا ہے کہ نفس امر میں موجودات متعدد ہوں اور نفس الامر میں ایک موجود نہ ہو اور یہ امر وحدت وجود کے منافی ہے جو صوفیاء وجودیہ کے نزدیک مقرر ہے۔

**جواب**: وہ تو نفس امری ہیں وحدت وجودی بھی نفس امری ہے اور تعدد وجود بھی نفس امری جب جہت و اعتبار مختلف ہیں تو اجتماع نقیضین کا وہم مرفوع ہے۔

یہ بحث اس مثال سے روشن ہوتی ہے مثلاً زید کی صورت جو آئینہ میں دکھا دیتی ہے، نفس الامر آئینہ میں کوئی صورت موجود نہیں ہے کیونکہ وہ صورت نہ آئینہ کیموٹائی میں ہے نہ آئینہ کے منہ میں بلکہ اس صورت کا وجود آئینہ میں وہم کے اعتبار سے ہے اور خیالی دکھاوٹ کے سوا آئینہ میں کچھ حاصل نہیں اور یہ وہمی وجود اور خیالی نمود بھی جو صورت کے لیے آئینہ میں پیدا ہوئی ہے، نفس امری ہے۔ پس اگر کوئی کہہ دے کہ میں نے زید کی صورت آئینہ میں دیکھی ہے۔ عقل وعرف میں اس کو اس کلام میں سچا جانتے ہیں اور حق پر سمجھتے ہیں اور جب قسموں کی بنا عرف پر ہے۔ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ واللہ میں نے زید کی صورت کو آئینہ میں دیکھا ہے تو حانث نہ ہوگا۔ پس اس صورت میں آئینہ میں زید کی اس صورت کا عدم حصول بھی نفس امری ہے لیکن پہلا نفس امر مطلق نفس امر ہے اور پچھلا نفس امر وہم وخیال کے ذریعے ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ وہم وخیال کا اعتبار جو نفس امری کے منافی ہے، اس جگہ یہی اعتبار نفس امر کے حاصل ہونے کا باعث ہے۔ اِذْلَوْ لَاہُ لَمَا حَصَلَ ثَمَّہ نَفْسُ الْاَمْرِ اگر وہ نہ ہوتا تو نفس الامر حاصل نہ ہوتا۔

دوسری مثال نقطہ جوالہ ہے جس نے وہم وخیال کے اعتبار سے دائرہ کی صورت میں خارج میں ثبوت پیدا کیا ہے۔ یہاں بھی خارج میں دائرہ کا عدم حصول نفس امری ہے اور وہم وخیال کے اعتبار سے خارج میں اس دائرہ کا حصول بھی نفس امری ہے لیکن دائرہ کا عدم حصول مطلق نفس امری ہے اور اس دائرہ کا حصول وہم وخیال کے ملاحظہ سے نفس امری ہے۔ پس اوّل مطلق ہے دوسرا مقید۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پس مذکورہ بالا صورت میں وحدت وجود مطلقاً نفس امری ہے اور تعدد وجود باعتبار وہم و خیال کے نفس امری ہے۔ پس اطلاق وتقید کے ملاحظہ سے ان دونوں نفس امر کے درمیان تناقض نہ رہا اور اجتماع نقیضین ثابت نہ ہوا۔

**سوال** : جب تمام وہمیوں کے وہم کا زوال فرض کیا جائے تو وجود وہمی اور نمود خیالی کس طرح ثابت ہوگا۔

**جواب** : یہ وجود صرف وہم کے اختراع سے حاصل نہیں ہوا جو وہم کے زوال سے زائل ہو جائے بلکہ حق تعالیٰ کی صنعت سے مرتبہ وہم میں حاصل ہوا ہے اور ثبات وقرار حاصل کیا ہے۔ اس لیے وہم کے زوال سے خلل پذیر نہیں ہوتا اور وجود وہمی اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس کو مرتبہ حس و وہم میں خلق فرمایا ہے اور چونکہ اسی کی خلق ہے خواہ کسی مرتبہ میں ہو زوال و خلل سے محفوظ ہے اور چونکہ حق تعالیٰ نے اس کو خلق فرمایا ہے، اس لیے نفس امری ہو گیا ہے۔ اگرچہ وہ مرتبہ کہ جس میں پیدا کیا ہو، نفس امری نہیں ہوتا اور مجرد اعتبار ہوتا ہے لیکن مخلوق اس مرتبہ میں نفس امری ہے۔

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو مرتبہ حس و وہم میں پیدا کیا ہے یعنی اشیاء کو اس مرتبہ میں ایجاد فرمایا ہے کہ اس مرتبہ کے لیے حس و وہم کے سوا کوئی حصول وثبوت نہیں۔ جس طرح کہ شعبدہ باز غیر واقع چیزوں کو واقع ظاہر کرے اور ایک چیز کی دس چیزیں دکھائے، ان دس چیزوں کا حصول وثبوت وہم وحس کے سوا نہیں اور نفس امر میں ایک چیز کے سوا موجود نہیں۔ ان دس چیزوں کو جو اس نے ظاہر کی ہیں، اگر حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ثبات واستقرار بخشیں اور سرعت زوال اور خلل سے محفوظ ہو جائیں تو نفس امری ہو جائیں گے۔

پس وہ دس چیزیں نفس امر میں ہیں بھی اور نہیں بھی لیکن دو اعتبار سے۔ اگر مرتبہ حس و وہم سے قطع نظر کی جائے تو نہیں ہیں اور حس و وہم کے ملاحظہ سے ہیں۔

قصہ مشہور ہے کہ ہندوستان کے کسی شہر میں شعبدہ بازوں نے بادشاہ کے حضور میں شعبدہ بازی شروع کی اور طلسم وشعبدہ سے آموں کے درختوں کا باغ ظاہر کیا حتیٰ کہ وہ درخت اسی اثناء میں بڑے بڑے درخت ہو گئے اور ان کو پھل لگ گیا اور اہل مجلس نے ان پھلوں کو کھایا بھی۔ اس وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ شعبدہ بازوں کو قتل کر دیں کیونکہ اس نے سنا ہوا تھا کہ شعبدوں کے ظاہر ہونے کے بعد اگر شعبدہ بازوں کو قتل کر دیں تو وہ شعبدہ حق تعالیٰ کی قدرت سے اپنے حال پر رہتا ہے۔ اتفاقاً جب ان شعبدہ بازوں کو قتل کر دیا گیا تو وہ آم کے درخت حق تعالیٰ کی قدرت سے اسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طرح موجود ہے۔

میں نے سنا ہے کہ وہ درخت اب تک بھی موجود ہیں اور لوگ ان کے میووں کو کھاتے ہیں۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ اللہ تعالیٰ پر یہ بات مشکل نہیں۔

پس صورت متنازع فیہ میں حق تعالیٰ نے کہ جس کے سوا خارج اور نفس الامر میں کوئی موجود نہیں۔ اپنی قدرت کاملہ سے اپنے اسماء وصفات کے کمالات کو ممکنات کی صورتوں کے پردہ میں مرتبہ حس و وہم میں ظاہر کیا اور ان کمالات کو وجود وہمی اور ثبوت خیالی کے ساتھ اشیاء کے مظہروں میں جلوہ گر کیا یعنی اشیاء کو ان کمالات کے مطابق مرتبہ حس و وہم میں ایجاد فرمایا ہے اور انہوں نے نمود وہمی اور ثبوت خیالی حاصل کیا۔ پس اشیاء کا وجود نمود کے اعتبار سے خیالی ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس نمود کو ثبات واستقرار کرامت فرمایا ہے اور اشیاء کی صنعت میں استحکام کو مدنظر رکھا ہے اور ابدی معاملہ انہی پر وابستہ کیا ہے۔ ناچار اشیاء کا وجود وہمی اور ثبوت خیالی بھی نفس الامر ہو گیا ہے اور خلل سے محفوظ ہے۔

پس کہہ سکتے ہیں کہ اشیاء خارج میں باعتبار نفس الامر کے وجود رکھتی بھی ہیں اور نہیں بھی رکھتیں لیکن دو اعتبار سے جیسے کہ اوپر گزر چکا۔

اس فقیر کے والد بزرگوار اقدس سرہ جو علماء محققین میں سے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ قاضی جلال الدین آگری نے جو بڑے بزرگ عالموں میں سے تھے، مجھ سے پوچھا کہ نفس الامر وحدت ہے یا کثرت اگر وحدت ہے تو شریعت جس کی بنیاد مختلف اور جدا جدا احکام پر ہے، باطل ہو جاتی ہے اور اگر نفس الامر کثرت ہے تو صوفیاء کا قول جو وحدت وجود کے قائل ہیں، باطل ہوتا ہے۔

والد بزرگوار قدس سرہ نے جواب میں فرمایا کہ دونوں نفس امری ہیں اور مفصل طور پر بیان کر دیا۔ فقیر کو یاد نہیں رہا کہ اس وقت والد بزرگوار قدس سرہ نے کیا کچھ بیان فرمایا تھا۔ اس وقت جو کچھ فقیر کے دل میں ڈالا گیا ہے، لکھا گیا ہے وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ حقیقت امر کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

پس صوفیاء جو وحدت وجود کے قائل ہیں، حق پر ہیں اور علماء بھی کثرت وجود کا حکم کرتے ہیں۔ حق پر ہیں۔ صوفیاء کے احوال کے مناسب وحدت ہے اور علماء کے حال کے مناسب کثرت ہے کیونکہ شرائع کی بنا کثرت پر ہے اور احکام کا جدا جدا ہونا کثرت پر موقوف ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت اور آخرت کا ثواب وعذاب اسی کثرت سے تعلق رکھتا ہے اور جب حق تعالیٰ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (میں چاہتا ہوں کہ پہچانا جاؤں) کے موافق کثرت کو چاہتا اور ظہور کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


دوست رکھتا ہے تو اس مرتبہ کا باقی رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس مرتبہ کی ترتیب حق تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ ہے۔ سلطان ذیشان کے لیے نوکروں چاکروں کا ہونا ضروری ہے اور اس کی عظمت و کبریا کے لیے ذلت اور احتیاط اور انکار درکار ہے۔ وحدت وجود کا معاملہ اگرچہ حقیقت کی طرح ہے اور کثرت کا معاملہ اس کے مقابلہ میں مجاز کی طرح اسی واسطے اس عالم کو عالم حقیقت کہتے ہیں اور اس عالم کو عالم مجاز لیکن چونکہ ظہورات حق تعالیٰ کی محبوب اور پسندیدہ ہیں اور دائمی اور ابدی بقا اشیاء کو عطا فرمائی ہے اور قدرت کو حکمت کے لباس میں ظاہر کیا ہے اور اسباب کو اپنے فعل کا روپوش بنایا ہے، اس لیے وہ حقیقت گویا متروک ہے اور یہ مجاز متعارف و مشہور ہے۔ نقطہ جوالہ اگرچہ حقیقت کی طرح ہے اور وہ دائرہ جو اس نقطہ سے پیدا ہوا ہے۔ مجاز کی مانند ہے لیکن اس کی حقیقت متروک ہے اور جو متعارف ہے، وہ مجازی ہے۔

نیز آپ نے اس قول کے معنی پوچھے تھے کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا لَا یَضُرُّہٗ ذَنْبٌ' جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔

جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو کوئی گناہ اس سے صادر نہیں ہوتا کیونکہ اولیاء اللہ گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ ہیں۔ اگرچہ ان سے گناہ کا صادر ہونا جائز ہے۔ برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو گناہوں سے معصوم ہیں۔ ان کے حق میں گناہ صادر ہونے کا جواز بھی مسلوب ہے اور جب اولیاء اللہ سے گناہ صادر نہ ہوں تو یقین ہے کہ گناہ کا ضرر بھی نہ ہوگا۔ پس گناہ کے صادر ہونے کی صورت میں لَا یَضُرُّہٗ ذَنْبٌ'' درست ہے۔ جیسے کہ صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گناہ سے مراد وہ گناہ ہوں جو درجہ ولایت تک پہنچنے سے پہلے صادر ہوئے ہیں۔ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَہٗ (کیونکہ اسلام پہلی باتوں کو قطع کر دیتا ہے) وَحَقِیْقَۃُ الْاَمْرِ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَانَا (یا اللہ تو بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر)

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ (سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب (۴۵)

اس بیان میں کہ عالم سب کا سب حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا مظہر ہے۔ برخلاف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ذات کے کہ ممکن اس دولت سے بے نصیب ہے اور اس کو اپنے حق میں قیام بذات خود حاصل نہیں اور سب کا سب عرض ہے۔ اس میں جو ہر ہونے کی بو بھی نہیں اور اس کے مناسب بیان میں حقائق آگاہ معارف دستگاہ خواجہ حسام الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔) میرے مخدوم ومکرم۔

از ہرچہ میرود سخن دوست خوش تراست

ترجمہ: تمام باتوں سے بہتر ہیں یار کی باتیں

عجیب وغریب معرفتیں بیان کی جاتی ہیں۔ غور سے سنیں اور اخص خواص کے مراقبہ کا طریق بتایا جاتا ہے۔ بڑی توجہ فرمائیں۔

جاننا چاہئے کہ عالم سب کا سب حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کا مظہر ہے۔ اگر ممکن میں حیات ہے تو اسی واجب تعالیٰ کی حیات کا آئینہ ہے اور اگر علم ہے تو اسی کے علم کا آئینہ ہے اور اگر قدرت ہے تو اسی کی قدرت کا آئینہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن اس کی ذات کا عالم میں نہ کوئی آئینہ ہے نہ کوئی مظہر۔ بلکہ حق تعالیٰ کی ذات کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں اور کسی چیز میں شراکت نہیں۔ اگر چہ وہ مناسبت اسم میں ہو یا مشارکت صورت میں ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ سب جہان سے غنی ہے) برخلاف اسماء وصفات کے کہ عالم کے ساتھ اسمی مناسب رکھتے ہیں اور صوری مشارکت ان کے درمیان ثابت ہے یعنی جس طرح واجب تعالیٰ میں علم ہے۔ ممکن میں بھی اس علم کی صورت ثابت ہے اور جس طرح وہاں قدرت ہے یہاں بھی اسی قدرت کی صورت ہے برخلاف ذات کے کہ ممکن اس دولت سے بے نصیب ہے اور اس کو اپنے حق میں قیام بذات خود حاصل نہیں بلکہ ممکن چونکہ حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کی صورتوں پر مخلوق ہے۔ اس لیے سب کا سب عرض ہے اور اس میں جوہریت کی بو نہیں۔ اس کا قیام حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے اور معقول والوں نے جو ممکن جوہر وعرضی میں تقسیم کیا ہے۔ ظاہر ہے ظاہر بینی کے سبب ہے اور بعض ممکن کا بعض کے ساتھ قیام جو ثابت ہے وہ عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونے کی قسم سے ہے۔ نہ عرض کا جوہر کے ساتھ قائم ہونے کی قسم سے بلکہ درحقیقت وہ دونوں عرض حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قیام رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی جوہریت ثابت نہیں۔ تمام ممکنات کا قیوم حق تعالیٰ ہی ہے۔

پس ممکن کی حقیقت میں کوئی ذات نہیں جس کے ساتھ اس کی صفات قائم ہوں بلکہ ذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس کے ساتھ حق تعالیٰ کی صفات اور تمام ممکنات قائم ہیں اور وہ اشارہ جو ہر ایک اپنی ذات کی طرف لفظ انا سے کرتا ہے۔ وہ درحقیقت اسی ایک ذات کی طرف راجع ہے جس کے ساتھ سب کا قیام ہے۔ اشارہ کرنے والا جانے یا نہ جانے اگرچہ حق تعالیٰ کی ذات کسی اشارہ کے ساتھ مشار الیہ نہیں ہے اور کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔ کوتاہ نظر ان پوشیدہ معارف کو توحید وجودی کے معارف کے ساتھ نہ ملائیں اور ایک دوسرے کا دست و گریبان نہ جانیں کیونکہ توحید وجودی والے ایک ذات کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کو بھی اعتبارات علمی خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقائق ممکنات کو وجود کی بو بھی نہیں پہنچی۔ اَلْاَعْیَانُ مَاشَمَّتْ رَائِحَةَ الْوُجُوْدِ (اعیان نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی) ان کا کلام ہے۔

یہ فقیر حق تعالیٰ کی صفات کو بھی وجود زائد کے ساتھ موجود جانتا ہے۔ جیسے کہ علماء اہل حق نے فرمایا ہے اور ممکنات کے لیے بھی جو حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کے مظہر ہیں۔ وجود ثابت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ممکنات کو اعراض ہی سے جانتا ہے جو خود بخود قیام نہیں رکھتے اور جو ہریت کو جو خود بخود قیام رکھتا ہے۔ ممکنات میں ثابت نہیں کرتا اور سب کا قیام حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جانتا ہے۔

**سوال**: اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکن کی ذات واجب تعالیٰ کی عین ذات ہے اور ممکن واجب کے ساتھ متحد ہے اور یہ محال ہے کیونکہ اس سے قلب حقائق یعنی حقیقتوں کا تغیر لازم آتا ہے۔

**جواب**: ممکن کی ذات یعنی اس کی ماہیت و حقیقت انہی اعراض متعددہ مخصوصہ میں سے ہے جو حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا مظہر ہیں۔ ان اعراض کو حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کوئی عینیت نہیں اور کسی قسم کا اتحاد نہیں ہے تاکہ قلب حقائق لازم آئے۔ صرف اس قدر تعلق ہے کہ ان اعراض کا قیام حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے اور تمام اشیاء کا قیوم وہی حق تعالیٰ ہے۔

**سوال**: جب ہر ایک کا اشارہ جو اپنی ذات کی طرف لفظ انا سے ہوتا ہے، حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے تو لازم آتا ہے کہ ممکن کی ذات یعنی اس کی ماہیت و حقیقت حق تعالیٰ کی عین ذات ہو کیونکہ ہر ایک کا اشارہ لفظ انا کے ساتھ اپنی ماہیت و حقیقت کی طرف ہے۔ اس سے قلب حقیقت لازم آتا ہے اور یہ بات بعینہ توحید وجودی والوں کی ہے۔

**جواب**: ہاں ہر ایک کا اشارہ لفظ انا کے ساتھ اگرچہ اپنی حقیقت کی طرف ہے لیکن جب اس کی حقیقت اعراض مجتمع سے ہے۔ اس اشارہ کی قابلیت نہیں رکھتے کیونکہ اعراض اصلی اور مستقل طور پر حسی اشارہ کے قابل نہیں۔ جب اس کی حقیقت نے اس اشارہ کو قبول نہ کیا تو ضرور وہ اشارہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس حقیقت کے مقوم (جس کے ساتھ اس کا قیام ہے) کی طرف راجع ہوگا۔ پس ممکن کی ماہیت وہی اعراض مجتمعہ ہے اور اس کا انا کا اشارہ اس کی حقیقت کی قابلیت کے نہ ہونے کے باعث اس کے مقوم کی طرف راجع ہے جو حق تعالیٰ کی ذات سے مراد ہے۔ پس حقیقت کا تغیر لازم نہ آیا اور ممکن واجب نہ ہوا اور یہ بات توحید وجودی والوں کی بات سے جدا رہی۔

عجب معاملہ ہے کہ ممکن کا انا واجب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور ممکن اپنے حال میں ممکن ہی رہے اور سبحانی اور انا الحق نہ پکارے۔ ہاں اس قسم کی بات کر سکتا ہی نہیں کیونکہ صاحب تمیز ہے۔

**سوال**: واجب تعالیٰ کی ذات سے ممکن کا قیام واجب تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حوادث کے قیام کو مستلزم ہے اور یہ ممتنع اور محال ہے۔

**جواب**: حوادث کا قیام اس صورت میں ممتنع ہے۔ جب کہ حق تعالیٰ کی ذات میں حوادث کا حلول سمجھا جائے جو محال ہے لیکن اس جگہ قیام کے معنی حلول نہیں بلکہ اس کے معنی ثبوت اور تقرر کے ہیں یعنی ممکن کا ثبوت اور تقرر واجب تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔

**سوال**: جب ممکن سب کا سب عرض ہے تو عرض کے لیے محل کی ضرورت ہے تاکہ اس کے ساتھ قائم ہو۔ وہ محل کون ہے۔ واجب کی ذات نہیں۔ اسی طرح ممتنع اس کا محل نہیں ہو سکتا۔

**جواب**: عرض وہ ہے جس کو بذات خود قیام نہ ہو بلکہ غیر کے ساتھ قائم ہو۔ چونکہ معقول والوں نے عرض کے قیام میں حلول کے معنی سمجھے ہیں۔ اس لیے عرض کے لیے محل ثابت کیا ہے اور محل کے بغیر اس کا ثابت رہنا محال سمجھا ہے لیکن جب قیام کے معنی اور لیے جائیں جیسے کہ اوپر گزر چکا تو پھر محل کی کچھ ضرورت نہیں۔

ہمارے مشاہدہ میں آچکا ہے کہ تمام اشیاء کا قیام واجب تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے اور کوئی حلول و محل درمیان نہیں۔ معقولی اس کا اعتبار کریں یا نہ کریں۔ ان کی تشکیک ہماری بداہت کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور ہمارا یقین ان کے شک سے دور نہیں ہوتا۔

اس بحث کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ ارباب طلسم اور اصحاب سیمیا ایسی ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جو اجسام غریبہ اور اعراض عجیبہ کی قسم سے ہوتی ہیں۔ اس صورت میں سب لوگ جانتے ہیں کہ ان اجسام کا اعراض کی طرح خود بخود قیام نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا قیام صاحب طلسم کی ذات کے ساتھ ہے اور ان کا کوئی محل ثابت نہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس قیام میں حالیت و محلیت کی آمیزش نہیں بلکہ ان سب کا ثبوت و تقرر صاحب طلسم کی ذات کے ساتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے۔ بغیر اس کے کہ حلول کا وہم پایا جائے۔

مذکورہ بالا صورت میں بھی یہی تصور ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اشیاء کو مرتبہ حس و وہم میں خلق فرمایا ہے اور ان کی صنعت میں اتقان و احکام کو مدنظر رکھا ہے اور دائمی رنج و راحت و ثواب و عذاب کا معاملہ انہی پر وابستہ کیا ہے۔ پس ان اشیاء کا خود بخود قیام نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ بغیر اس کے کہ حلول اور حال و محل کا وہم و خیال پایا جائے۔

دوسری مثال پہاڑ یا آسمان کی صورت جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو ان صورتوں کو اجسام خیال کرے گا اور جوہر سمجھ کو قائم بذات خود جانے لگا اور اگر بالفرض کوئی شخص ان صورتوں کو اعراض جانے اور قائم بغیر تصور کرے اور عرض ہونے کے باعث ان کے لئے محل تلاش کرے اور محل کے بغیر ان کا ثبوت محال جانے۔ وہ شخص بھی بے وقوف ہے جو لوگوں کی تقلید پر بداہت کا انکار کرتا ہے کیونکہ جو شخص تمیز رکھتا ہے، بداہت سے معلوم کر لیتا ہے کہ ان صورتوں کے لیے ہرگز محل ثابت نہیں ہیں بلکہ ان کو محلوں کی کچھ احتیاج نہیں۔ اسی طرح ارباب کشف و شہود کے نزدیک تمام ممکنات ان صورتوں کی طرح ہیں اور تماثیل سے زیادہ کچھ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے ان صورتوں اور تماثیل کو اپنی کامل صنعت سے اس طرح کی مضبوطی اور استحکام بخشا ہے کہ خلل اور زوال سے محفوظ ہیں اور آخرت کا دائمی معاملہ ان پر منحصر کیا ہے۔ جیسے کہ کئی دفعہ گزر چکا ہے۔ متکلمین میں سے نظام جو علماء معتزلہ سے ہے۔ رَمْیَۃٌ مِنْ غَیْرِ رَامٍ (تیر مارنا بغیر تیر انداز کے) کے موافق یعنی اٹکل پچو سے عالم کو اعراض کا مجموعہ جانتا ہے اور جواہر سے خالی سمجھتا ہے۔ ہاں اِنَّ الْکَذُوْبَ قَدْ یَصْدُقُ جھوٹا آدمی کبھی سچ بھی بول جاتا ہے۔ چونکہ کوتاہ نظری سے ان اعراض کا قیام واجب الوجود کی ذات کے ساتھ نہیں جانتا۔ اس لیے داناؤں کے طعن و تشنیع کا محل ہوا ہے کیونکہ عرض کو غیر کے قیام سے چارہ نہیں اور وہ جوہر کے وجود کا قائل نہیں تا کہ قیام کو اس کی طرف منسوب کرے اور صوفیاء میں سے صاحب فتوحات مکیہ عالم کو اعراض مجتمعہ عین واحد میں جانتا ہے اور عین واحد سے مراد ذات احدیت رکھتا ہے لیکن دو زمانوں میں ان اعراض کے باقی نہ رہنے کا حکم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم ہر آن میں معدوم ہو جاتا ہے اور اس جیسا اور موجود ہوتا ہے۔

اس فقیر کے نزدیک یہ معاملہ شہودی ہے نہ وجودی۔ جیسے کہ شرح رباعیات کے حاشیوں میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔ سالک احوال کے درمیان پیشتر اس کے کہ ماسوا اس کی نظر سے بالکل دور ہو جائے۔ ایک آن میں ایسا دیکھتا ہے کہ عالم معدوم ہو گیا ہے اور دوسری آن میں پاتا ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


عالم موجود ہے اور تیسری آن میں پھر معدوم سمجھتا ہے اور چوتھی آن میں موجود سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ فنائے مطلق کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور ہمیشہ ماسوا کو معدوم پاتا ہے۔ اس وقت اس کی شہود میں عالم ہمیشہ کے لیے معدوم ہے۔ اسی طرح بقاء کے حاصل ہونے اور عالم کی طرف رجوع کرنے کے درمیان عالم کبھی نظر میں آجاتا ہے اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی تجدد امثال کی حالت کا وہم گزرتا ہے۔ اسی عارف کے لیے جب بقاء اور عالم کی طرف رجوع کرنے کا معاملہ انجام تک پہنچ جاتا ہے اور تکمیل وارشاد کے مقام میں قرار پکڑتا ہے تو پھر عالم اس کی نظر میں آتا ہے اور اس وقت عالم کو دائمی طور پر موجود پاتا ہے۔

پس یہ معاملہ سالک[۱] کے شہود کی طرف راجع ہے۔ نہ کہ عالم کے وجود کی طرف کیونکہ عالم کا وجود ہمیشہ ایک وضع پر ہے۔ اگر تذبذب ہے تو شہود میں ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ (اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔) اور وہ زمانوں میں اعراض کے باقی نہ رہنے کا حکم جو بعض متکلمین نے کہا ہے۔ ممنوع اور مدخول فیہ ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں اور وہ دلیلیں جو اعراض کے باقی نہ رہنے پر لائے ہیں، ناتمام ہیں۔ یہ پوشیدہ معارف گویا وہاں کے اکثر یاروں کے لیے ایک سبق ہے۔ جس جس دوست کو ان کے دیکھنے کا شوق ہو، مہربانی فرما کر ان کی نقل کر کے بھیج دیں۔ چونکہ فقیر پر سستی غالب تھی، اس واسطے ہر ایک یار کی طرف الگ الگ مکتوب نہیں لکھا گیا۔ صرف اسی پر کفایت کی گئی ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ.

## مکتوب (۴۶)

کلمہ طیبہ کے فضائل میں جو طریقت وحقیقت وشریعت پر مشتمل ہے اور اس بیان میں کہ کمالات نبوت کے مقابلہ میں کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں اور اس بیان میں کہ صاحب ولایت کو شریعت کے بغیر چارہ نہیں۔ ظاہر ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلّف ہے اور باطن اس معاملہ کا گرفتار ہے اور اس کے مناسب بیان میں مولانا حمید الدین بنگالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ کلمہ طیبہ طریقت وحقیقت وشریعت کا جامع ہے۔ جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے، طریقت میں ہے اور جب نفی سے پورے طور پر فارغ ہو جاتا ہے اور تمام ماسوا اس کی نظر سے منتفی ہو جاتا ہے تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے۔ جب نفی کے بعد مقام اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذبہ کی طرف رغبت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کرتا ہے تو مرتبہ حقیقت کے ساتھ متحقق اور بقاء کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ اس نفی و اثبات اور اس طریقت وحقیقت اور اس فنا و بقاء اور اس سلوک و جذبہ سے اس پر ولایت کا اسم صادق آتا ہے اور نفس امارہ پن کو چھوڑ کر مطمئنہ ہو جاتا ہے اور پاک وصاف بن جاتا ہے۔ پس ولایت کے کمالات اس کلمہ طیبہ کی جز واوّل کے ساتھ جو نفی و اثبات ہے، وابستہ ہیں۔

باقی رہا اس کلمہ مقدسہ کا دوسرا جزو جو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ یہ دوسرا جزو شریعت کا کامل اور تمام کرنے والا ہے جو کچھ ابتداء اور وسط میں شریعت سے حاصل ہوا تھا۔ وہ شریعت کی صورت تھی اور اس کا اسم و رسم تھا۔ شریعت کی اصل حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے جو مرتبہ ولایت کے حاصل ہونے کے بعد ہوتا ہے اور کمالات نبوت جو کامل تابعداروں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔ طریقت وحقیقت جس سے ولایت حاصل ہوتی ہے۔ شریعت کی حقیقت اور کمالات نبوت کے حاصل ہونے کے لیے گویا شرائط ہیں۔ ولایت کو طہارت یعنی وضو کی طرح سمجھنا چاہیے اور شریعت کو نماز کی طرح۔ طریقت میں حقیقی نجاستیں دور ہوتی ہیں اور حقیقت میں حکمی نجاستیں رفع ہوتی ہیں تاکہ کامل طہارت کے بعد احکام شرعیہ کے بجالانے کے لائق ہو جائیں اور اس کے نماز ادا کرنے کی قابلیت حاصل ہو جائے جو مراتب قرب کی نہایت اور دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔

مجھے اس کلمہ کا دوسرا جزو دریائے ناپید کنار کی طرح معلوم ہوا۔ جس کے مقابلہ میں پہلا جزو قطرہ کی طرف دکھائی دیتا تھا۔ ہاں کمالات نبوت کے مقابلہ میں کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں۔ آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ کی کیا مقدار ہے۔ سبحان اللہ۔ بعض لوگ کج بینی سے ولایت کو نبوت سے افضل جانتے ہیں اور شریعت کو جو لب لباب ہے، پوست سمجھتے ہیں۔ بیچارے کیا کریں۔ ان کی نظر شریعت کی صورت تک ہی محدود ہے اور مغز سے پوست کے سوا ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں آیا۔ نبوت کو خلق کی طرف توجہ ہونے کے باعث قاصر جانتے ہیں اور اس توجہ کو عوام کی توجہ کی طرح ناقص سمجھ کر ولایت کو جو حق تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتی ہے، اس توجہ پر ترجیح دیتے ہیں اور ولایت کو نبوت سے افضل جانتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے ہیں کہ کمالات نبوت میں بھی عروج کے وقت حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے جس طرح کہ مرتبہ ولایت میں بلکہ مرتبہ ولایت میں ان عروجی کمالات کی صورت ہے جو مقام نبوت میں حاصل ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔ نبوت میں نزول کے وقت ولایت کی طرح خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ البتہ اس قدر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فرق ہے کہ ولایت میں بظاہر خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور باطن میں حق کی طرف اور نبوت کے نزول میں ظاہر و باطن خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کلی طور پر ان کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرتے ہیں۔ یہ نزول ولایت کے نزول سے اتم واکمل ہے۔ جیسے کہ کتابوں اور رسالوں میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔ خلق کی طرف ان کی یہ توجہ عوام کی توجہ کی طرح نہیں ہے۔ جیسے کہ انہوں نے گمان کیا ہے بلکہ عوام کی توجہ خلق کی طرف ان کی اس گرفتاری کے باعث ہوتی ہے جو ماسوا کے ساتھ رکھتے ہیں اور اخص خواص کی توجہ خلق کی طرف ماسوا کی گرفتاری کے باعث نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگوار ماسوا کی گرفتاری کو پہلے ہی قدم میں چھوڑ جاتے ہیں اور اس کی جگہ خلق کے خالق کی گرفتاری اختیار کر لیتے ہیں بلکہ ان بزرگوں کی توجہ بہ خلق ہدایت وارشاد کے لئے ہے تاکہ خلق کی خالق کی طرف رہنمائی کریں اور مولیٰ کی رضا جوئی کی طرف ان کی دلالت کریں اور شک نہیں کہ اس قسم کی توجہ بخلق جس کا مقصود خلق کو ماسوا کی غلامی سے آزاد کرنا ہو۔ اس توجہ بحق سے کئی درجے فضیلت والی ہے جو اپنے نفس کے لیے ہے۔

مثلاً ایک شخص ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اسی اثناء میں ایک نابینا آ گیا۔ جس کے آگے کنواں ہے کہ اگر ایک قدم اور اٹھائے تو کنویں میں جا پڑے تو اس صورت میں ذکر کرنا بہتر ہے یا نابینا کو کنویں سے بچانا۔ شک نہیں کہ اس صورت میں نابینا کو کنویں سے بچانا ذکر کرنے سے بہتر ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس سے اور اس کے ذکر سے غنی ہے اور نابینا ایک محتاج بندہ ہے جس کے ضرر کا دفع کرنا ضروری ہے۔ خاص کر جبکہ اس کو خلاص کرنے پر مامور ہو۔ اس وقت اس کی یہ تخلیص بھی ذکر ہے کیونکہ امر کی بجا آوری ہے۔ ذکر میں ایک ہی حق کا ادا کرنا ہے جو مولا کا حق ہے اور تخلیص میں جو امر کے ساتھ واقع ہو، دو حق ادا ہوتے ہیں۔ بندہ کا حق بھی اور مولیٰ کا حق بھی بلکہ نزدیک ہے کہ اس وقت ذکر کرنا گناہ میں داخل ہو کیونکہ تمام وقت ذکر کرنا ناپسندیدہ نہیں۔ بعض اوقات ذکر نہ کرنا بھی مستحسن اور پسندیدہ ہے۔

ایام منہی عنہا اور اوقات مکروہ میں روزہ نہ رکھنا اور نماز کا ادا نہ کرنا۔ روزہ رکھنے اور نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

جاننا چاہئے کہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ غفلت دور ہو جائے خواہ کسی طرح ہو۔ نہ یہ کہ نفی اثبات یا اسم ذات کے تکرار پر ہی منحصر ہے۔ جیسے کے گمان کیا جاتا ہے۔ پس اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا ذکر ہی میں داخل ہے۔ حدود شرعی کو مدنظر رکھ کر خرید و فروخت کرنا بھی ذکر ہے۔ اسی طرح اس رعایت کے ہوتے ہوئے نکاح و طلاق کا بھی ذکر ہے۔ رعایت شرعی کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ساتھ ان امور میں مشغول ہونے کے وقت آمر وناہی یعنی حق تعالیٰ ان امور کے کرنے والے کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ پھر غفلت کی کہاں گنجائش ہوتی ہے لیکن وہ ذکر جو مذکور کی اسم و صفت کے ساتھ واقع ہو، وہ سریع التاثیر ہوتا ہے۔ اور مذکور کی زیادہ محبت بخشنے والا اور مذکور تک جلدی پہنچانے والا ہوتا ہے۔ برخلاف اس ذکر کے جو اوامر کے بجالانے اور نواہی سے ہٹ جانے پر واقع ہو۔ جو ان صفات سے بے نصیب ہے۔ اگرچہ یہ صفات بعض افراد میں جن کا ذکر اوامر کے بجالانے اور شرعی منہیات سے ہٹ جانے پر ہے، شاذ و نادر طور پر پائے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولا زین الدین تائبادی قدس سرہ علم کی راہ سے خدا تک پہنچے ہیں اور نیز وہ ذکر جو اسم وصفت سے واقع ہو اس ذکر کا وسیلہ ہے جو شرعی حدود کو مدنظر رکھنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ تمام امور میں شرعی احکام کا مدنظر رکھنا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل محبت کے بغیر میسر نہیں ہوتا اور یہ کامل محبت حق تعالیٰ کے اسم وصفت کے ذکر پر موقوف ہے۔ پس پہلے ذکر چاہئے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرف ہوں لیکن عنات کا معاملہ جدا ہے۔ وہاں نہ کوئی شرط ہے نہ کوئی وسیلہ۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان تینوں معاملوں یعنی طریقت و حقیقت و شریعت کے آگے ایک اور معاملہ ہے جس کے آگے ان معاملوں کا کچھ اعتبار و شمار نہیں۔ جو کچھ مرتبہ حقیقت میں حاصل ہوا تھا اور اثبات سے تعلق رکھتا تھا، وہ اس معاملہ کی صورت تھی اور یہ معاملہ اس صورت کی حقیقت ہے جس طرح کہ شریعت کی صورت جو ابتداء میں عوام کے مرتبہ میں حاصل ہوئی تھی اور حقیقت و طریقت کے حاصل ہونے کے بعد اس صورت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے تو پھر خیال کرنا چاہئے کہ وہ معاملہ کہ جس کی صورت حقیقت ہو اور اس کا ہو، گفتگو میں کس طرح آ سکتا ہے اور اگر بالفرض بیان کیا جائے تو کوئی اس کی حقیقت کو کیا معلوم کرے گا۔ یہ معاملہ اولوالعزم پیغمبروں کی وراثت ہے جو اقل قلیل کے نصیب ہوتا ہے۔ جب اس معاملہ میں اصول قلیل ہوں تو فروع ضرور ہی اقل و کمتر ہوں گے۔

**سوال**: ان معاملہ سے لازم آتا ہے کہ عارف بعض مراتب میں شریعت سے قدم باہر نکال لیتا ہے اور شریعت کے سوا عروج کرتا ہے۔

**جواب**: شریعت ظاہری اعمال کا نام ہے اور یہ معاملہ اس جہان میں باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلف ہے اور باطن اس معاملہ میں گرفتار ہے۔ چونکہ یہ جہان دار عمل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے۔ باطن کو ظاہری اعمال سے بڑی مدد ملتی ہے اور باطن کی ترقیات شریعت کے بجالانے پر جو ظاہر سے تعلق رکھتی ہے، منحصر اور موقوف ہیں۔ پس اس جہان میں ہر وقت ظاہر و باطن کے لیے شریعت کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہر کا کام شریعت پر عمل کرنا ہے اور اس کے نتائج وثمرات باطن کے نصیب ہیں۔

پس شریعت تمام کمالات کی ماں اور تمام مقامات کا اصل ہے۔ شریعت کے نتائج وثمرات صرف اسی دنیاوی جہان پر موقوف نہیں ہیں بلکہ آخرت کے کمالات اور دائمی ناز ونعمت بھی شریعت کے نتائج وثمرات میں سے ہیں۔ گویا شریعت شجرہ طیبہ ہے جس کے پھلوں اور میووں سے لوگ اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی فائدہ اٹھارہے ہیں اور بہت سے فائدے اس سے حاصل کر رہے ہیں۔

**سوال**: اس بیان سے لازم آتا ہے کہ کمالات نبوت میں بھی باطن حق کی طرف اور ظاہر خلق کی طرف ہوتا ہے اور آپ نے اپنے رسالوں اور مکتوبات میں لکھا ہے اور اوپر بھی گزر چکا ہے کہ مقام نبوت میں جو دعوت کا مقام ہے، کلی طور پر خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اس میں تطبیق کی وجہ کیا ہے۔

**جواب**: وہ معاملہ عروج سے تعلق رکھتا ہے اور مقام دعوت ہبوط ونزول سے وابستہ ہے۔ پس عروج کے وقت باطن حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور ظاہر خلق کی طرف تاکہ شریعت غرا کے موافق ان کے حقوق ادا ہوں اور ہبوط ونزول کے وقت کلی طور پر خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تاکہ خلق کو پورے طور پر خالق کی طرف دعوت کریں۔ اس میں کوئی منافات نہیں۔ اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ توجہ بخلق عین توجہ بحق ہے۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ (جس طرف منہ پھیرو اسی طرف اللہ کی ذات ہے) اس کے یہ معنی نہیں کہ ممکن عین واجب ہے یا واجب کا آئینہ ہے۔ ممکن حقیر کی کیا طاقت ہے کہ واجب کا عین یا اس کا آئینہ بننے کے قابل ہو سکے بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ واجب تعالیٰ ممکن کا آئینہ ہے اور اشیاء واجب کے آئینہ میں اس طرح معلوم ہوتی ہے جس طرح اشیاء کی صورتیں صورت کے آئینہ میں جس طرح ان صورتوں کے لیے صورت کے آئینہ میں حلول وسریان نہیں۔ اسی طرح ان اشیاء کا واجب کے آئینہ میں کوئی حلول وسریان نہیں۔ کس طرح حلول متصور ہو سکے جب کہ آئینہ کے مرتبہ میں صورتوں کا وجود ہی نہیں۔ صورتوں کا وجود صرف مرتبہ وہم وخیال میں ہے۔

پس جس جگہ آئینہ ہے وہاں صورتیں نہیں اور جہاں صورت ہے وہاں آئینہ کو ہزار عار ہے کیونکہ خیالی نمود کے سوا صورتوں کا کچھ ثبوت نہیں اور وہمی صورت کے تحقق کے سوا ان کا کوئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وجود نہیں۔ اگر مکان رکھتے ہیں مرتبہ وہم میں رکھتے ہیں اور اگر زمان رکھتے ہیں مرتبہ تخیل میں رکھتے ہیں لیکن چونکہ اشیاء کی نمود اور ہستی حق تعالیٰ کی صنعت سے ہے، اس لیے خلل اور سراعت زوال سے محفوظ ہے اور معاملہ ابدی اور آخرت کا ثواب وعذاب ان پر موقوف ہے۔

جاننا چاہئے کہ صورت کے آئینہ میں اوّل صورتیں ملحوظ ہوتی ہیں۔ پھر آئینہ کے شہود کے لیے دوسری التفات درکار ہے اور حق تعالیٰ کے آئینہ میں اوّل وہی آئینہ محوظ ہے۔ پھر اشیاء کے شہود کے لیے دوسری التفات درکار ہیں اور نیز صورت کے آئینہ میں صورتیں بھی آئینہ کے احکام و آثار کے آئینے ہیں یعنی اگر آئینہ لمبا ہے تو صورتیں بھی لمبی ظاہر ہوتی ہیں اور آئینہ کی لمبائی کا مظہر ہوتی ہیں۔ اسی طرح اگر آئینہ چھوٹا ہے تو چھوٹا پن صورتوں کے آئینوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ برخلاف واجب تعالیٰ کی ذات کے آئینہ کے کہ اشیاء اس کے احکام و آثار کے آئینے نہیں ہوسکتیں کیونکہ اس مرتبہ علیہ میں کوئی حکم واثر نہیں بلکہ تمام نسبتیں وہاں مسلوب ہیں۔ پھر اشیاء کس چیز کا آئینہ ہوں اور کیا چیز دکھائیں۔

ہاں مراتب تنزل میں جو اسماء وصفات کے ثبوت کا مقام ہے، اگر اشیاء واجب کے احکام کی صورتوں کے آئینے ہوں تو ہوسکتا ہے۔ سمع وبصر وعلم و قدرت جو اشیاء کے آئینوں میں ظاہر ہیں۔ مرتبہ وجوب کے سمع بصر وعلم قدرت کی صورتیں ہیں جو ان اشیاء کا آئینہ ہے۔ یہ سب آئینہ کے احکام ہیں جو اشیاء ظاہری کے آئینوں میں ظاہر ہوئے ہیں اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ واجب کے آئینہ میں اوّل وہی آئینہ ملحوظ ہے۔ پھر آئینہ میں ان اشیاء کے شہود کے لیے جو صورتوں کی طرح ہیں، دوسری التفات درکار ہے۔ یہ رجوع کے ابتداء حال میں ہے جب کہ وہ صورتیں نظر میں آتی ہیں جو پہلے پورے طور پر نظر سے دور ہوچکی تھیں۔ جب رجوع کا معاملہ تمام ہو جاتا ہے اور اشیاء میں دور دراز سیر واقع ہوتا ہے اور دائرہ امکان میں استقرار حاصل ہو جاتا ہے تو اس وقت شہود غیب سے بدل جاتا ہے اور ایمان شہودی ایمان غیبی ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب دعوت کا معاملہ تمام ہو جاتا ہے اور الرحیل یعنی کوچ کا آوازہ اس کو سنا دیتے ہیں، اس وقت یہ غیب بھی دور ہو جاتا ہے اور سوائے شہود کے کچھ نہیں رہتا لیکن یہ شہود اس شہود سے جو رجوع سے اوّل حاصل ہوتا ہے، اتم واکمل ہوتا ہے کیونکہ وہ شہود جو آخرت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اس شہود کی نسبت جو دنیا سے تعلق رکھتا ہے، زیادہ کامل ہے۔

هَنِيْئاً لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا ۔ وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی نعمت ۔ مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جاننا چاہیے کہ تحقیق سابق سے واضح ہوا ہے کہ شے کی صورت جو آئینہ میں دکھائی دیتی ہے اس کا ثبوت صرف خیال ہی میں ہے۔ آئینہ اس صورت کے حاصل ہونے سے اپنے محض وصرف تجرد پر ہے۔ ہاں کہہ سکتے ہیں کہ آئینہ اس صورت کے قریب ہے یا اس کو محیط ہے یا اس کے ساتھ ہے۔ یہ قرب واحاطہ معیت اس قسم کا نہیں جیسے جسم کو جسم کے ساتھ یا جوہر کو عرض کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ یہ قرب واحاطہ اس قسم کا ہے جس کے تصور وادراک سے عقل وفہم عاجز وکوتاہ ہیں۔ پس اس صورت میں قرب ومعیت واحاطہ ثابت ہے لیکن کیفیت معلوم نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اعلیٰ مثال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

اسی طرح وہ قرب واحاطہ ومعیت جو حق تعالیٰ کے عالم کے ساتھ ہے۔ وہ مَعْلُوْمُ الْاَنِيَّةُ جبکہ مَجْهُوْلُ الْكَيْفِيَّتُ ہے ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ عالم کے قریب اور محیط اور اس کے ساتھ ہے لیکن اس کے قرب واحاطہ ومعیت کی حقیقت نہیں جانتے کہ کیا ہے کیونکہ یہ صفات اشیاء کی صفات سے جدا ہیں اور امکان وحدوث کے نشانات سے علیحدہ ہیں۔ صرف ان کی تشبیہ وتمثیل عالم مجاز میں جو حقیقت کا پل ہے، ظاہر کی گئی ہے اور آئینہ وصورت کے طور پر ان کا اظہار کیا گیا ہے تاکہ باریک بین اور دانا لوگ حق تعالیٰ کی عنایت سے مجاز سے حقیقت کا پتہ لگائیں اور صورت سے معنی کی طرف آئیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

## مکتوب (۴۷)

نصیحت وتنبیہ میں محمد قاسم بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ اس بھائی کے کلمہ کلام سے طلب کی حرارت مفہوم ہوتی ہے اور جمعیت کی بو آرہی ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ دولت قرب صحبت ہی کا نتیجہ ہے مگر بیہودہ تعلقات نے آپ کو ایک ہفتہ تک بھی صحبت میں رہنے نہ دیا۔ آپ کی صحبت کے سارے دن شاید ہی دس ہوں تو ہوں۔ آپ کو خدا تعالیٰ سے شرم کرنی چاہیے کہ ہزار دنوں میں سے ایک دن بھی خدا تعالیٰ کے لیے نہیں نکال سکتے اور مختلف تعلقات سے ایک دن کے لیے بھی الگ نہیں ہو سکتے۔ آپ پر حجت درست ہو چکی ہے اور آپ نے اپنے وجدان سے معلوم کر لیا ہے کہ اس صحبت میں ایک ساعت رہنا مجاہدوں کے کئی چلوں سے بہتر ہے۔ پھر آپ اس صحبت سے بھاگتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حیلہ و بہانہ سے ٹال دیتے ہیں۔آپ کی استعداد کا جوہر قیمتی ہے لیکن کیا فائدہ جب کہ قوت سے فعل میں نہیں آیا۔آپ کی استعداد بلند ہے لیکن ہمت پست ہے۔بچوں کی طرح قیمتی جوہروں کو چھوڑ کر نکمے ٹھیکروں پر خوش ہو رہے ہو۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت　　که با که باختہ عشق در شب دیجور

ترجمہ: بوقت صبح ہوگا تجھ کو معلوم　　کٹی کس کی محبت میں تری رات

اب بھی کچھ نہیں گیا۔آپ اپنے اصل کا فکر کریں۔اس غرض کے لیے سب سے بہت جمعیت والے لوگوں کی صحبت ہے۔اگر یہ دولت میسر نہ ہو سکے تو ہر وقت ذکر الٰہی میں جو کسی صاحب دولت سے اخذ کیا ہے، مشغول رہیں اور جو کچھ ذکر کے منافی ہے، اس سے بچیں شرعی حل و حرمت میں بڑی احتیاط رکھیں۔اس میں ہرگز سستی نہ کریں۔پنج وقتی نماز کو جماعت سے ادا کریں اور تعدیل ارکان میں بڑی کوشش کریں اور اس امر کی بڑی حفاظت کریں کہ نماز مستحب اوقات میں ادا ہو جائے۔رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش تو سب شے پر قادر ہے۔

# مکتوب (۴۸)

ماتم پرسی میں اور مقام رضا کی ترغیب دینے کے بیان میں خواجہ محمد طالب بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

خواجہ محمد طالب آپ ہمیشہ مطلوب کے طالب رہے۔آپ نے قرۃ العین محمد صدیق کے فوت ہونے کی خبر لکھی تھی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

میرے برادر عزیز حق تعالیٰ مومنوں کے نزدیک ان کے مالوں، جانوں اور تمام اشیاء سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔زندہ کرنا اور مارنا اسی کا فعل ہے۔اس میں کسی اور کا دخل نہیں۔اس لیے اس کا فعل بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہوگا۔محب اپنے محبوب کے فعل سے لذت پاتے اور اس پر خوش ہوتے ہیں۔ان کو صبر کی ترغیب دینی مکروہ اور نامناسب ہے۔مقام رضا اگرچہ رغبت وسرور کی خبر دیتا ہے لیکن التذاذ کا مرتبہ امر دیگر ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عشق آں شعلہ است کوچوں برفروخت | ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند | درنگرزاں پس کہ بعد از لاچہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت | شادباش اے عشق شرکت سوز و رفت

ترجمہ: عشق وہ شعلہ ہے جب روشن ہوا | ماسوا معشوق کے سب جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق کیا | دیکھ اس کے بعد پھر کیا رہ گیا
رہ گیا اللہ باقی سب گیا | مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی سلام اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

## مکتوب (۴۹)

اس بیان میں کہ ماسوا کانسیان اس طریق کا پہلا قدم ہے۔کوشش کریں تا کہ اس میں کوتاہی نہ ہو۔خواجہ محمد گدا کی طرف صادر فرمایا ہے۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے نبی اور ان کی آل بزرگ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

سب سے بہتر نصیحت جو اخی خواجہ محمد گدا کو کی جاتی ہے، یہ ہے کہ عقائد کلامیہ کے درست کرنے اور فقہیہ احکام کے بجالانے کے بعد ہمیشہ ذکر الٰہی جل شانہ میں مشغول رہیں جس طرح کہ آپ نے سیکھا ہے۔ یہ ذکر اس قدر غالب آ جائے کہ باطن میں مذکور کے سوا کچھ نہ چھوڑے اور مذکور کے سوا تمام چیزوں کا علمی اور حبی تعلق دور ہو جائے۔ اس وقت دل کو ماسوی کا نسیان حاصل ہو جاتا ہے اور غیر کی دید و دانش سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اگر تکلف و بناوٹ سے بھی اس کو اشیاء یاد دلائیں تو اس کو یاد نہیں آتیں اور ان کو پہچان نہیں سکتا۔ ہمیشہ مطلوب میں فانی اور مستغرق رہتا ہے۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ اس راستہ میں ایک قدم طے ہوتا ہے۔ کوشش کریں کہ اس ایک قدم میں بھی کوتاہی واقع نہ ہو اور غیر کی دید و دانش ہی میں گرفتار نہ رہیں۔ شعر

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند | کس بمیدان در نمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ: گوئے توفیق وسعادت درمیاں میں ہے پڑا | کوئی میدان میں نہیں آتا کہاں ہیں اب سوار

آپ کے تعلقات بظاہر کم نظر آتے ہیں مگر آپ شوق سے تعلق والوں کے ساتھ تعلق پالیتے ہیں۔ اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظَرَ (ضرر کا راضی نظر کا مستحق نہیں) مسئلہ مقررہ ہے۔

والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۵۰)

اس بیان میں کہ شریعت کی ایک صورت ہے۔ ایک حقیقت اور اس بیان میں کہ ابتداء سے انتہاء تک شریعت کا ہونا ضروری ہے اور قلب کی تمکین اور نفس کے اطمینان اور اجزاء قالب کے اعتدال میں جو مرتبہ نبوت میں ہے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت، صورت شریعت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ان تمام چیزوں پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہیں، ایمان لانے کے بعد نفس امارہ کی منازعت اور سرکشی اور طغیان کے باوجود جو اس کی طبیعت میں رکھا گیا ہے، احکام شرعیہ کا بجالانا ہے۔ اس مقام میں اگر ایمان ہے تو ایمان کی صورت ہے اور اگر نماز، روزہ ہے تو نماز روزہ کی صورت ہے۔ تمام احکام شریعہ اسی قیاس پر ہیں کیونکہ نفس جو وجود انسان میں سے عمدہ اور انا کے قول سے ہر ایک کا مشار الیہ ہے، اپنے فکر وانکار پر اڑا ہوا ہے۔ ایمان اور اعمال صالحہ کی حقیقت کس طرح متصور ہو سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ صرف صورت کو قبول فرما کر جنت کی خوشخبری دی ہے جو اس کی رضا کا مقام ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ نفس ایمان میں تصدیق قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نفس کے مان لینے کی تکلیف نہیں فرمائی۔

ہاں جنت کی بھی صورت اور حقیقت ہے۔ اصحاب صورت جنت کی صورت سے محظوظ ہوں گے اور صاحبان حقیقت جنت کی حقیقت سے۔ اصحاب صورت اور ارباب حقیقت جنت کے ایک ہی میوہ کو کھائیں گے مگر صورت والوں کو اور لذت آئے گی اور حقیقت والوں کو اور۔

آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نبی ﷺ کے ساتھ ایک جنت میں ہوں گے اور ایک ہی میوہ کو کھائیں گی لیکن ہر ایک کا مزہ ولذت جدا جدا ہوگا۔ اگر علیحدہ نہ ہو تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام بنی آدم پر امہات المومنین کی فضیلت لازم آتی ہے۔

اور نیز لازم آتا ہے کہ جو شخص دوسرے شخص سے افضل ہو، اس کی عورت بھی اس دوسرے شخص سے افضل ہو کیونکہ عورت مرد کے ساتھ ملی جلی ہے۔ شریعت کی یہ صورت بشرط استقامت آخرت کی فلاح ونجات اور جنت میں داخل ہونے کا موجب ہے۔ جب شریعت کی صورت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



درست ہوتی ہو... حاصل ہوئی۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ... ہے۔

اس وقت سالک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ طریقت میں قدم رکھے اور ولایت خاصہ کی طرف توجہ کرے اور نفس کو امارہ پن سے اطمینان کے درجے تک لے جائے لیکن یاد رہے کہ اس ولایت تک پہنچنے کی منزلوں کا طے کرنا بھی شریعت کے اعمال پر وابستہ ہے۔ ذکر الٰہی جل شانہ جو اس راہ میں سب سے بہتر وعدہ ہے، شرعی امور میں سے ہے اور منہیات سے بچنا بھی اس راہ کی ضروریات میں سے ہے اور فرائض کا ادا کرنا مقربات سے ہے اور راہ بین رہنما پیر کا طلب کرنا بھی تا کہ وسیلہ ہو سکے شرعی امور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو) غرض شریعت سے چارہ نہیں۔ خواہ شریعت کی صورت ہو خواہ شریعت کی حقیقت کیونکہ ولایت و نبوت کے تمام کمالات کی جز احکام شرعی ہیں۔ کمالات ولایت صورت شریعت کا نتیجہ ہیں اور کمالات نبوت حقیقت شریعت کا ثمرہ جیسے کہ آگے بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ولایت کا مقصد طریقت ہے جہاں ماسوا کی نفی مطلوب ہے اور غیر و غریت کا رفع مقصود ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ماسوا بالکل نظر سے دور ہو جاتا ہے اور دید میں اغیار کا نام و نشان نہیں رہتا تو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور مقام طریقت ختم ہو جاتا ہے اور سیر الی اللہ تمام ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مقام اثبات میں سیر شروع ہو جاتا ہے جس کو سیر فی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی مقام بقاء ہے جو حقیقت کا موطن ہے جو ولایت سے اعلیٰ مقصد ہے۔ اس طریقت و حقیقت پر جو فنا و بقاء ہے، ولایت کا اسم صادق آتا ہے اور امارہ مطمئنہ ہو جاتا ہے اور کفر و انکار سے ہٹ جاتا ہے اور اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے اور مولیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کی پیدائشی کراہت دور ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کہتے ہیں کہ نفس مقام اطمینان میں بھی آکر اپنی سرکشی سے باز نہیں آتا۔

ہر چند کہ نفس مطمئنہ گردد ... ہرگز زصفات خود نگردد

ترجمہ: نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جائے ... پر اپنی صفات سے نہ باز آئے

جہاد اکبر جو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے ہیں۔

اس سے مراد نفس کا جہاد ہے مگر جو کچھ فقیر کے کشف میں آیا ہے اور اپنے وجدان سے معلوم ہوتا ہے، اس علم متعارف مشہور کے برخلاف ہے۔ اطمینان کے حاصل ہونے کے بعد یہ فقیر نفس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں کسی قسم کی سرکشی اور نافرمانی معلوم نہیں کرتا بلکہ اس کو تابعداری کے مقام میں برابر دیکھتا ہے اور قلب متمکن کی طرح جس سے ماسوا کا نسیان ہو چکا ہے، معلوم کرتا ہے کیونکہ نفس اس وقت غیر و غیریت کی دید و دانش سے گزرا ہوتا ہے اور جب جاہ وریاست اور لذت والم سے آزاد ہوا ہوتا ہے پھر مخالف وسرکشی کہاں۔ ہاں اطمینان کے حاصل ہونے کے بعد مخالف وسرکشی کی مجال نہیں۔ فقیر نے ہر چند اس بارہ میں غور کی نظر سے دیکھا اور اس معمہ کے حل میں اور دور تک فکر کیا لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان لوگوں کی مقررہ بات کے برخلاف ہی نظر آیا یعنی نفس مطمئنہ میں کسی قسم کی سرکشی اور مخالفت نہ پائی اور فانی اور ناچیز ہونے کے سوا اس میں کچھ نہ دیکھا۔ جب نفس اپنے آپ کو مولا جل شانہ پر فدا کر دے پھر مخالفت کہاں ہو سکتی ہے اور جب نفس اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گیا تو طغیان وسرکشی جو رضا کے منافی ہے، کس طرح ہو سکتی ہے۔ حق تعالیٰ کی مرضی ہرگز نامرضی نہیں ہو سکتی اور جہاد اکبر سے مراد فقیر کے نزدیک وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ ہو سکتا ہے کہ قالب کا جہاد ہو جو مختلف طبیعتوں سے مرکب ہے اور اس کی ہر ایک طبیعت ایک امر کو چاہتی ہے اور دوسرے سے بھاگتی ہے۔ اگر قوت شہوی ہے تو وہ بھی قالب سے پیدا ہے اور اگر غضبی ہے تو وہ بھی وہیں سے ظاہر ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ تمام حیوانات جن میں نفس ناطقہ نہیں ہے۔ ان میں یہ تمام صفات رذیلہ موجود ہیں اور شہوت وغضب وشرہ وحرص سے متصف ہیں۔ یہ جہاد ہمیشہ تک قائم ہے۔ نفس کا اطمینان اس جہاد کو کم نہیں کر سکتا اور قلب کی تمکین اس لڑائی کو رفع نہیں کر سکتی۔ اس جہاد کے باقی رکھنے میں بہت سے فائدے ہیں جو قالب کے پاک و صاف کرنے میں کام آتے ہیں حتیٰ کہ اس جہان کے کمالات اور آخرت کا معاملہ اصل میں اسی پر وابستہ ہے کیونکہ اس جان کے کمالات میں قالب تابع ہے اور قلب متبوع۔ وہاں کام برعکس ہے۔ قلب تابع ہے اور قالب متبوع۔ جب یہ جہان درہم برہم ہو جائے گا اور وہ جہان پرتو ڈالے گا یہ جہاد وقتال بھی ختم ہو جائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفس مقام اطمینان میں آ جاتا ہے اور حکم الٰہی کے تابع ہو جاتا ہے تو اسلام حقیقی میسر ہو جاتا ہے اور ایمان کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ بعد ازاں جو کچھ عمل میں آئے گا شریعت کی حقیت ہو گی۔ اگر نماز ادا کرے گا تو نماز کی حقیقت ہو گی اور اگر روزہ یا حج ہے تو روزہ وحج کی حقیقت ہو گی۔ دوسرے احکام شرعیہ کا بجالانا بھی اسی قیاس پر ہو گا۔ پس طریقت و حقیقت دونوں شریعت کی صورت اور اس کی حقیقت کے درمیان متوسط ہیں۔ جب تک ولایت خاصہ سے مشرف نہ ہوں۔ اسلام مجازی سے اسلام حقیقی تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب سالک محض فضل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خداوندی سے شریعت کی حقیقت کے ساتھ آراستہ ہو جاتا ہے اور اس کو اسلام حقیقی میسر ہو جاتا ہے تو اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ کمالات نبوت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر کامل حصہ پائے جس طرح شریعت کی صورت کمالات ولایت کے لیے شجرہ طیبہ یعنی پاک درخت کی طرح ہے۔ گویا کمالات ولایت صورت شریعت کے ثمرات ہیں۔ اسی طرح شریعت کی حقیقت بھی کمالات نبوت کے لیے شجرہ طیبہ کی طرح ہے اور کمالات نبوت گویا حقیقت شریعت کے ثمرات ہیں۔ جب ولایت کے کمالات صورت کا ثمرہ ہیں اور کمالات نبوت حقیقت کا ثمرہ تو اس لحاظ سے کمالات نبوت حقائق کی طرح ہوں گے اور کمالات ولایت ان کی صورتوں کی طرح۔

جاننا چاہئے کہ جس طرح صورت شریعت اور حقیقت شریعت کے درمیان فرق نفس کی جہت سے پیدا ہوا تھا یعنی صورت شریعت میں نفس امارہ نافرمان اور اپنے انکار پر تھا اور حقیقت شریعت میں نفس مطمئنہ اور مسلمان ہو گیا ہے اسی طرح کمالات ولایت میں جو صورتوں کی طرح ہیں اور کمالات نبوت میں جو حقیقتوں کی مانند ہیں۔ قالب کی جہت سے فرق ہے۔ مقام ولایت میں قالب کے اجزاء اپنی سرکشی اور نافرمانی سے باز نہیں آتے۔ مثلاً اس کا جزو ناری نفس کے اطمینان کے باوجود اپنی بہتری اور تکبر کا دعویٰ نہیں چھوڑتا اور جزو خاکی اپنی خست اور کمینہ پن سے پشیمان نہیں ہوتا۔ دوسرے اجزاء کا بھی یہی حال ہوتا ہے مگر کمالات نبوت کے مقام پر قالب کے اجزاء بھی اعتدال پر آ جاتے ہیں اور افراط و تفریط سے ہٹ جاتے ہیں۔

ممکن ہے کہ اسی سبب سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ یعنی میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے جس طرح شیطان آفاق میں ہے۔ نفس میں بھی ہے اور وہ جزو ناری ہے جو خیریت و بہتری کا مدعی اور تکبر و رفعت کا خواہاں ہے جو تمام صفات رذیلہ میں سے بدتر صفات ہیں اور اس کے اسلام لانے سے مراد یہ ہے کہ یہ صفات رذیلہ اس سے دور ہو جائیں۔ پس کمالات نبوت میں قلب کی تمکین بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور قالب کے اجزاء کا اعتدال بھی اور ولایت میں صرف قلب کی تمکین ہے یا کچھ کچھ نفس کا اطمینان اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ کچھ کچھ نفس کا اطمینان۔ اس لیے کہا ہے کہ نفس کو کامل اور بے تکلف اطمینان اجزاء قالب کے اعتدال کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب ولایت اجزاء قالب کے معتدل نہ ہونے کے باعث مطمئنہ کا صفات بشریت کی طرف رجوع کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا مگر وہ اطمینان جو نفس کو اجزاء قالب کے اعتدال کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ صفات رذیلہ کی طرف رجوع کرنے سے پاک و مبرا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پس نفس کے رذائل کی طرف رجوع کرنے یا نہ کرنے کا اختلاف نظروں اور مقامات کے اختلافات پر مبنی ہے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے مقام کی نسبت خبر دی ہے اور جو کچھ کسی حاصل ہوا ہے، اسی کی نسبت گفتگو کی ہے۔

**سوال**: جب قالب کے اجزاء بھی حد اعتدال پر آ جائیں اور سرکشی اور نافرمانی سے ہٹ جائیں پھر ان کے ساتھ جہاد کی کیا ضرورت ہے؟ نفس مطمئنہ کے جہاد کی کیا صورت ہے۔ نفس مطمئنہ کے جہاد کی طرح ان کا جہاد بھی مرتفع ہے۔

**جواب**: مطمئنہ اور ان اجزاء کے درمیان فرق ہے کیونکہ مطمئنہ فانی اور نا چیز ہے اور عالم امر سے ملا ہوا ہے۔ جو کمال فنا اور سکر سے متصف ہے اور یہ اجزاء احکام شرعیہ کے بجا لانے کے باعث جن کی بنیاد صحو پر ہے، فنا و سکر کے ساتھ مناسبت نہیں کرتے اور جو فانی اور مستہلک ہو اس میں مخالفت کی گنجائش نہیں رہتی اور وہ جو صحو رکھتا ہے۔ اگر بعض مصلحتوں اور منافع کے واسطے بعض امور میں مخالفت کی صورت ظاہر کرے تو ہو سکتا ہے امید ہے کہ یہ مخالفت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترک مستحب سے اوپر نہ جائے گی اور مکروہ تنزیہی کے ارتکاب سے نیچے نہ آئے گی۔ پس قالب کے مرتبہ میں اس کے اجزاء کے اعتدال کے باوجود جہاد متصور ہوگا اور مطمئنہ میں جہاد ناجائز ہوگا۔

اس بحث کی تحقیق مکتوبات کی جلد اوّل میں اس مکتوب میں جو طریق کے بیان میں اپنے فرزند اعظم مرحوم کے نام لکھا ہے، مفصل طور پر درج ہو چکی ہے۔ اگر کوئی امر پوشیدہ رہ گیا ہو تو وہاں سے معلوم کر لیں۔

مگر محض فضل خداوندی جل شانہ سے کمالات نبوت بھی جو حقیقت شریعت کے نتائج و ثمرات ہیں، انجام تک پہنچ جائیں تو آگے ترقیات وہاں اعمال پر موقوف نہیں۔ اس مقام کا معاملہ حق تعالیٰ کے محض فضل و احسان پر موقوف ہے وہاں اعتقاد کا کچھ اثر نہیں علم و عمل کی کچھ حقیقت نہیں۔ فضل در فضل و کرم در کرم ہے۔ یہ مقام پہلے تمام مقامات کی نسبت بہت بلند اور وسیع ہے اور اس قسم کی نورانیت رکھتا ہے جس کا پہلے مقامات میں کچھ اثر نہ تھا۔ یہ مقام اصلی طور پر اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے یا کچھ کچھ ان لوگوں کے ساتھ جن کو وراثت و تبعیت کے طور پر اس مقام سے مشرف فرمائیں۔

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

اس مقام میں کوئی یہ غلطی نہ کھا جائے اور یہ نہ کہے کہ اس مقام میں شریعت کی صورت و

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حقیقت سے استغنا حاصل ہو جاتی ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی کچھ حاجت نہیں رہتی کیونکہ میں کہتا ہوں کہ شریعت ہی اس کام کا اصل اور اس معاملہ کی بنیاد ہے۔ درخت جس قدر بلند او سرفراز ہوتا جائے اور دیوار جس قدر بلند ہوتی جائے اور اس پر بلند مکان بنتے جائیں اصل و بنیا سے مستغنی نہیں ہوتے اور ذاتی احتیاج ان سے زائل نہیں ہوتی۔ مثلاً خانہ بلند خواہ کس قدر او نچا ہو جائے اور پستی سے بہت دور تک بلند ہو جائے نیچے کے گھر کے سوا اس کا چارہ نہیں اور نیچے کے گھ سے اس کی احتیاج دور نہیں ہوتی۔ اگر بالفرض نچلے گھر میں کسی قسم کا خلل پڑ جائے تو اوپر کے خان میں بھی وہ خلل اثر کر جائے گا اور نچلے گھر کا زوال اوپر کے گھر کو زائل کر دے گا۔

پس شریعت ہر وقت و ہر حال میں درکار ہے اور ہر شخص اس کے احکام بجالانے کا محتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معاملہ اس مقام سے بھی بلند ہو جائے اور تفضل سے محبت ک نوبت آجائے تو اس سے آگے ایک اور نہایت بلند مقام آتا ہے جو اصلی طور پر خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور وراثت وتبعیت کے طور پر دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس بلند محل میں جو نہایت بلندی کے باعث اچھی طرح نظر نہیں آسکتا یہ فقیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وراثت کے طور پر ناف تک داخل شدہ معلوم کرتا ہے اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی اسی دولت سے سرفراز ہیں اور امہات المومنین میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی ازدواج کے علاقہ کے باعث آنحضرت ﷺ کے پاس دیکھتا ہے۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ پوری حقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَداً (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فر اور ہمارے کام سے بہتری ہمارے نصیب کر) برادرم عزیز معارف آگاہ شیخ عبدالحیٔ جو مدتوں او سالوں تک فقیر کی صحبت میں رہے ہیں، اب چونکہ اپنے وطن کی طرف جانے والے تھے اور و مقام بھی انہی کی جناب سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے چند سطریں لکھی گئی ہیں اور مشار الیہ کے احوال پر اطلاع دی گئی ہے۔ اہل اللہ کا وجود جہاں کہیں ہو، غنیمت ہے اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے موجب بشارت ہے۔ فَطُوْبٰی مِنْ عَرَفَھُمْ (مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کو پہچان لیں۔ اسی جگہ برادرم عزیز شیخ نور محمد بھی اقامت رکھتے ہیں اور فقر و نامرادی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس جگہ پر رشک آتا ہے جہاں اس قسم کے دو اہل اللہ جمع ہیں اور قران السعدین یعنی دو نیک ستاروں کا اجتماع متحقق وثابت ہے۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۵۱)

حق تعالیٰ کا بعض کاملین کے ساتھ بالمشافہ و روبرو کلام کرنے کے بیان میں خواجہ محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

برادرم محمد صدیق کو واضح ہو کہ حق تعالیٰ کی کلام بندے کے ساتھ کبھی روبرو بلاواسطہ ہوتی ہے۔ اس قسم کی کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے بعض افراد کے لیے ثابت ہے اور کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے لیے بھی ہوتی ہے جو وراثت و تبعیت کے طور پر ان کے کمالات سے مشرف ہوتے ہیں۔ جب اس قسم کی کلام ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بکثرت ہو تو ایسے شخص کو محدث کہتے ہیں۔ جیسے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ کلام الہام اور القاء روحانی اور قلبی اور اس کلام سے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتی ہے، الگ ہے۔ اس قسم کی کلام کے ساتھ انسان کامل مخاطب ہوتا ہے جو عالم امر و عالم خلق اور روح و نفس اور عقل و خیال کا جامع ہو۔ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

روبرو کلام کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کلام کرنے والا سننے والے کو دکھائی دیتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سننے والے کی آنکھیں کمزور و ضعیف ہوں جو متکلم کے انوار کی چمک برداشت نہ کر سکتی ہوں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں جو رویت کی بابت آپ سے پوچھا گیا تھا، فرمایا کہ نور انی اراہ۔ وہ نور ہے، میں اس کو کیسے دیکھ سکوں نہ کہ وجودی، فافہم۔ یہ معرفت شریفہ اس قسم کی ہے کہ آج تک کسی نے بیان نہیں کی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

# مکتوب (۵۲)

اس گروہ بلند کی محبت کی ترغیب میں خواجہ مہدی علی کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


آپ کا صحیفہ شریفہ جو کمال محبت و اخلاص سے صادر فرمایا تھا، مع ہدیوں اور تحفوں کے پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس گروہ کی محبت پر استقامت عطا فرمائے اور قیامت کو انہی کے ساتھ اٹھائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔ اور ان کا انیس و حبیب محروم نہیں ہوتا۔ هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ اِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللّٰهُ (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آ جاتا ہے) یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کو پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ ان کی نظر دوا ہے اور ان کی کلام شفا اور ان کی صحبت سراپا نور وضیاء ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا محروم و ناامید ہوا اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا بزرگ ہو گیا۔

کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے پالیا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا یعنی ان کا پہچاننا اور تیرا پانا ایک دوسرے سے الگ نہیں۔

تقدم: اتی ایک اعتبار سے شناخت کو ہے اور ایک اعتبار سے یافت کو اور کہنے والے کے نزدیک مختار اس طرف کی تقدیم ہے کیونکہ وہ مبدء ہے اور اسی کی طرف سے ہدایت بہتر اور مناسب ہے۔ والسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَدَيْكُمْ۔

## مکتوب (۵۳)

اس استفسار کے جواب میں کہ اگر عبادت کروں تو نفس کو استغنا حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کوئی لغزش اور خلاف شرع کار مجھ سے صادر ہو تو شکستگی اور ندامت پیدا ہوتی ہے۔ گردونواح کے مشائخ کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

آپ نے پوچھا تھا کہ اگر میں اپنے آپ کو ریاضت و عبادت میں مشغول کرتا ہوں تو نفس میں استغنا پیدا ہوتی ہے اور جانتا ہے کہ میرے جیسا کوئی نیک نہیں اور اگر کوئی خلاف شرع امر صادر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو عاجز محتاج خیال کرتا ہے، اس کا علاج کیا ہے۔

اے توفیق کے نشان والے شق ثانی میں احتیاج و فروتنی کا پیدا ہونا جو ندامت کی خبر دیتا ہے۔ نعمت عظیم ہے اور اگر خلاف شرع کر چکنے کے بعد ندامت بھی جو توبہ کی شاخ ہے، پیدا نہ ہو اور گناہ کر لینے سے متلذذ و محظوظ ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کیونکہ گناہ کی لذت حاصل کرنا گناہ پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اصرار کرنا ہے اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر کی دہلیز ہے۔ اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے تاکہ زیادہ زیادہ ندامت پیدا ہو اور خلاف شریعت کرنے سے ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر کرو گے تو زیادہ دوں گا۔)

شغل اوّل کا حاصل اعمال صالحہ کے بجالانے سے عجب و تکبر کا حاصل ہونا ہے۔ یہ ایسا زہر قاتل اور مرض مہلک ہے جو عمل صالحہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ جیسے کہ آگ ایندھن کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے، عجب و تکبر کا باعث یہ ہے کہ اعمال صالحہ عامل کی نظر میں زیبا و پسندیدہ دکھائی دیتے ہیں۔ فَالْمُعَالَجَةُ بِالْاَضْدَادِ (علاج ضد کے ساتھ ہوتا ہے) یعنی اپنی نیکیوں کو مہتم یعنی تہمت زدہ معلوم کرے اور نیکیوں کی پوشیدہ قباحتوں کو نظر میں لائے تاکہ اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو قاصر و کوتاہ جانے بلکہ لعنت اور رد ہونے کے لائق خیال کرے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ وَكَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّلْمَاءُ وَالْجُوْعُ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے ان کو کچھ حاصل نہیں۔

یہ خیال نہ کریں کہ آپ کی نیکیوں میں کوئی برائی نہیں۔ اگر آپ تھوڑی سی توجہ سے بھی کام لیں گے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی تمام نیکیاں برائیاں ہی برائیاں ہیں اور ان میں کسی قسم کی حسن و خوبی نہیں۔ پھر عجب و استغنا کہاں بلکہ اپنے اعمال کو قاصر دیکھنا اس قدر غالب آئے گا کہ آپ نیکیوں کو بجالانے سے شرمندہ اور نادم ہوں گے نہ کہ متکبر و مغرور۔ جب اعمال میں دید قصور پیدا ہو جائے اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور قبولیت کے لائق ہو جاتے ہیں، کوشش کریں کہ یہ دید پیدا ہو جائے تاکہ عجب و تکبر دور ہو جائے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبِّيْ شَيْئًا (ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مشکل نہیں) بعض لوگ جن کو یہ دید قصور کامل طور پر حاصل ہو جاتی ہے، ایسا خیال کرتے ہیں کہ دائیں ہاتھ یعنی نیکیوں کا لکھنے والا معطل اور بیکار ہے اور کوئی نیکی نہیں جو اس کے لکھنے کے لائق ہو اور بائیں ہاتھ یعنی برائیوں کا لکھنے والا ہمیشہ اپنے کام میں ہے کیونکہ جو کچھ اس سے سرزد ہوتا ہے اس کی نظر میں برا ہی دکھائی دیتا ہے۔ جب عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہوتا ہے جو ہوتا ہے۔

قلم ایں جا رسید و سر بشکست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ترجمہ: یہاں آ کر قلم کا کٹ گیا سر

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

# مکتوب (۵۴)

اس بیان میں کہ آنحضرت ﷺ کی متابعت کے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں۔ اور وہ سات درجے ہیں اور ہر ایک درجہ کی تفصیل میں سید شاہ محمد کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

آنحضرت ﷺ کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے، کئی درجے اور مرتبے رکھتی ہے۔

پہلا درجہ عوام اہل اسلام کے لیے ہے یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینان نفس سے پہلے جو درجہ ولایت سے وابستہ ہے، احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنت سنیہ کی متابعت ہے اور علماء ظاہر اور عابد زاہد جن کا معاملہ ابھی تک اطمینان نفس تک نہیں پہنچا۔ سب متابعت کے اس درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی صورت کے حاصل ہونے میں برابر ہیں۔ چونکہ اس مقام میں نفس ابھی کفر و انکار ہی پر اڑا ہوا ہوتا ہے، اس لیے یہ درجہ متابعت کی صورت پر مخصوص ہے۔ متابعت کی یہ صورت متابعت کی حقیقت کی طرح آخرت کی نجات اور خلاصی کا موجب ہے اور دوزخ کے عذاب سے بچانے والی اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال کرم سے نفس کے انکار کا اعتبار نہ کر کے تصدیق قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کو اس تصدیق پر وابستہ کیا ہے۔ بیت

ے توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول   اے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را

ترجمہ بیت:

بنایا قطرہ باراں کو جس نے ہے گوہر   عجب نہیں میرا رونا کرے قبول نظر

متابعت کا دوسرا درجہ۔ آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتی ہے۔ مثلاً تہذیب اخلاق اور بری صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا رفع کرنا وغیرہ جو مقام طریقت کے متعلق ہیں۔ اتباع کا یہ درجہ ارباب سلوک کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو طریقہ صوفیہ کو شیخ مقتدا سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔

متابعت کا تیسرا درجہ۔ آنحضرت ﷺ کے ان احوال و اذواق و مواجید کی اتباع ہے۔ جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مقام ولایت خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں۔ جب مرتبہ ولایت ختم ہو جاتا ہے اور طغیان و سرکشی سے ہٹ جاتا ہے تو اس وقت جو کچھ متابعت کرتا ہے۔ متابعت کی حقیقت ہوتی ہے۔ اگر نماز ادا کرتا ہے تو متابعت کی حقیقت بجالاتا ہے اور اگر روزہ ہے یا زکوۃ اس کا بھی یہی حال ہے۔ غرض تمام احکام شریعت کے بجالانے میں متابعت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔

**سوال** :- نماز وروزوں کی حقیقت کے کیا معنی ہیں۔ نماز وروزہ افعال مخصوصہ ہیں۔ اگر یہ افعال فرمان کے بموجب ادا ہو جائیں تو حقیقت پائی جائے گی۔ پھر صورت وحقیقت کے کیا معنی؟

**جواب** :- مبتدی چونکہ نفس امارہ رکھتا ہے جو ذاتی طور پر آسمانی احکام کا منکر ہے۔ اس لیے احکام شرعی کا بجالانا اس کے حق میں باعتبار صورت کے ہے اور منتہی کا نفس چونکہ مطمئنہ ہو جاتا ہے اور رضا و رغبت سے احکام شرعی کو قبول کر لیتا ہے، اس سے احکام شرعی کا صادر ہونا باعتبار حقیقت کے ہے۔

مثلاً منافق و مسلم دونوں نماز کو ادا کرتے ہیں۔ منافق چونکہ باطن کا انکار رکھتا ہے، اس لیے نماز کی صورت بجالاتا ہے اور مسلمان باطنی اتباع کے باعث نماز کی حقیقت سے آراستہ ہے۔ پس صورت وحقیقت باعتبار اقرار اور انکار باطن کے ہے۔

مذکورہ بالا درجہ یعنی کمالات ولایت خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد (جو اتباع کا تیسرا مرتبہ ہے) نفس کے مطمئن ہونے اور اعمال صالحہ کی حقیقت کے بجالانے کا درجہ۔ متابعت کا چوتھا درجہ ہے۔ پہلے درجہ میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ چوتھا درجہ علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیم کے ساتھ مخصوص ہے جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ کو بھی قلب کی تمکین کے بعد تھوڑا سا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے لیکن کمال اطمینان نفس کو کمالات نبوت کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے۔ جن کمالات سے علماء راسخین کو وراثت کے طور پر حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پس علماء راسخین نفس کے کمال اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے جو اتباع کی حقیقت ہے، متحقق ہوتے ہیں اور دوسروں کو چونکہ یہ کمالات حاصل نہیں ہوتے، اس لیے کبھی شریعت کی صورت سے اور کبھی اس کی حقیقت سے متحقق ہوتے ہیں۔ علماء راسخین کا میں ایک نشان بتاتا ہوں تاکہ کوئی ظاہر دان رسوخ کا دعویٰ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کو مطمئنہ خیال نہ کرے۔

عالم راسخ وہ شخص ہے جس کو کتاب وسنت کی متشابہات کی تاویلات سے بہت سا حصہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حاصل ہو اور حروف مقطعات کے اسرار کو جو قرآنی سورتوں کے اوّل ہیں، بخوبی جانتا ہو۔ متشابہات کی تاویل پوشیدہ اسرار میں سے ہے تو خیال نہ کرے کہ یہ تاویل بھی اسی طرح ہے جس طرح ید کی تاویل قدرت سے اور وجہ کی تاویل ذات سے کرتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق علم ظاہر سے ہے۔ اسرار کے ساتھ اس کا کچھ واسطہ نہیں۔ ان اسرار کے مالک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ان رموز واشارات سے انہی بزرگوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے یا وہ لوگ جن کو وراثت وتبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔

متابعت کا یہ درجہ جو نفس کے اطمینان اور صاحب شریعت کی متابعت حقیقت تک پہنچنے پر موقوف ہے۔ کبھی فنا اور سلوک وجذبہ کے وسیلہ کے بغیر حاصل ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احوال ومواجید اور تجلیات وظہورات میں سے کچھ بھی درمیان نہیں آتا اور یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے لیکن دوسرے راستہ کی نسبت ولایت کے راستہ سے اس دولت تک پہنچنا آسان اور اقرب ہے اور وہ دوسرا راستہ اس فقیر کے خیال میں سنت سنیہ کی متابعت اور بدعت کے اسم ورسم سے اجتناب کرنا ہے۔ جب تک بدعت حسنہ سے بدعت سنیہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت کی بو روح کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ آج یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہان دریائے بدعت میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیرے میں پھنسا ہوا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے اور سنت کے زندہ کرنے کا دعویٰ کرے۔

ار[illegible] کے اکثر علماء بدعتوں کو ر[illegible]ج دیتے اور سنتوں کو محو کرتے ہیں۔ شائع اور پھیلی ہوئی بد[illegible]نو تعامل جان کر جواز بلکہ [illegible]سان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کی بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گمراہی شائع ہو جائے اور باطل متعارف ومشہور ہو جائے تو تعامل ہو جاتا ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ تعامل استحسان کی دلیل نہیں جو تعامل معتبر ہے وہ وہ ہے جو صدر اوّل سے آیا ہے یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا ہے جیسے کہ فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے۔

شیخ الاسلام شہید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم بلخ کے مشائخ کے استحسان پر فتویٰ نہیں دیتے بلکہ ہم اپنے متقدمین اصحاب کے استحسان کے موافق فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا بلکہ وہ تعامل جواز پر دلالت کرتا ہے جو صدر اوّل سے استمرار کے طور پر ہوتا چلا آیا ہے تاکہ نبی ﷺ کی تقریر پر دلیل ہو اور لوگوں کا فعل حجت نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب تمام شہروں میں بہت لوگوں سے بطریق اجماع ثابت ہو تو اس وقت جائز ہوگا کیونکہ اجماع حجت ہے۔ کیا نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جانتے کہ اگر وہ شراب کی بیع اور سود پر تعامل کریں تو اس کے حلال ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ تمام مخلوقات کے تعامل اور تمام شہروں اور قصبوں کے عمل کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے۔

باقی رہا تعامل صدر اوّل کا جو درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی تقریر ہے اور سنت سنیہ کی طرف راجع ہے۔ اس میں بدعت کہاں اور بدعت حسنہ کجا۔ اصحاب کرام کے لیے تمام کمالات کے حاصل ہونے میں حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت کافی تھی اور علماء سلف میں سے جو لوگ اس رسوخ کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں، بغیر اس بات کے کہ طریقہ صوفیا کو اختیار کریں اور سلوک وجذبہ سے مسافت کو قطع کریں۔ وہ لوگ سنت سنیہ کی متابعت اور بدعت نامرضیہ سے پورے طور پر بچنے کی بدولت اس رسوخ فی العلم کی دولت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتنَا عَلٰی مُتَابَعَةِ السُّنَّةِ وَجَنِّبنَا عَنْ اِرْتِکَابِ الْبِدْعَةِ بِحُرْمَةِ صَاحِبِ السُّنَّةِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (یا اللہ تو صاحب السنت ﷺ کے طفیل ہم کو سنت کی متابعت پر ثابت رکھ اور بدعت کے بجالانے سے بچا۔)

متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا دخل نہیں بلکہ ان کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلہ میں پہلے درجوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔

متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا، اس چھٹے درجے میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضل و احسان سے برتر ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجہ کے سوا متابعت کے یہ پانچ درجے مقامات عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا حاصل ہونا صعود پر وابستہ ہے۔

متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے۔ تمکین قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان و سرکشی سے باز آ گئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے۔ اس مقام میں تابع اپنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


متبوع کے ساتھ اس قسم کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ تبعیت کا نام ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور تابع ومتبوع کی تمیز دور ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تابع متبوع کی طرح جو کچھ لیتا ہے، اصل سے لیتا ہے۔ گویا دونوں ایک چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی طرح ہم آغوش و ہمکنار اور ایک بستر پر ہیں اور شیر وشکر کی طرح ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ تابع کون ہے اور متبوع کون اور تبعیت کس کے لیے ہے۔ نسبت کے اتحاد میں تغائر کی نسبت کچھ گنجائش نہیں۔

عجب معاملہ ہے اس مقام میں جہاں تک غور کی نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تبعیت کی نسبت کچھ نظر نہیں آتی اور تابعیت ومتبوعیت کی امتیاز ہرگز مشہود نہیں ہوتی۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ اپنے آپ کو اپنے نبی ﷺ کا طفیلی اور وارث جانتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تابع اور ہوتا ہے اور طفیلی و وارث اور اگرچہ تبعیت کی قطار میں سب برابر ہیں لیکن تابع میں بظاہر متبوع کا پردہ درکار ہے اور طفیلی و وارث میں کوئی پردہ درکار نہیں۔ تابع پس خوردہ کھانے والا ہے اور طفیلی ضمنی ہمنشین غرض جو دولت آئی ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے آئی ہے اور یہ امتوں کی سعادت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس دولت سے حصہ پاتے ہیں اور ان کا پس خوردہ تناول کرتے ہیں۔ بیت

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم ایں بس کہ رسد زدور بانگ جرسم

## ترجمہ بیت

جس قافلہ میں یار ہے جا سکتا نہیں میں بس دور سے آواز جرس سنتا ہوں یہیں میں

کامل تابعدار وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں۔ درجوں کے اختلاف کے بموجب مجمل طور پر تابع ہے۔ علماء ظاہر پہلے درجہ پر ہی خوش ہیں۔ کاش یہ لوگ درجہ اوّل کو ہی سرانجام کر لیں۔ انہوں نے متابعت کو صورت شریعت پر موقوف رکھا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور امر خیال نہیں کرتے اور طریقہ صوفیاء کو جو درجات متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر علماء ہدایہ اور بزدودی کے سوا کسی اور امر کو اپنا پیر ومقتدا نہیں جانتے۔ **بیت**

چوآں کرمے کہ درسنگے نہان است زمین و آسمان اوہمان است

## ترجمہ بیت

وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے وہیں اس کا زمین و آسمان ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حقّقنا الله سبحانه وايّاكم بحقيقة المتابعة المرضيه المصطفويّة على صاحبها الصلوة والسلام والبركة والتحيّة وعلى جميع اخوته من الانبياء الكرام والملئكة العظام وجميع اتباعهم الى يوم التناد (اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت محمد مصطفی ﷺ کی پسندیدہ متابعت کی حقیقت سے ثابت کرے۔ رسول اللہ ﷺ پر اور ان کے بھائی تمام پیغمبروں اور فرشتوں اور تمام تابعداروں پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوۃ والسلام و برکت و تحفے نازل ہوں۔

# مکتوب (۵۵)

اس بیان میں کہ قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور اس بیان میں کہ اس کام کی اصل شریعت ہے اور صوفیاء علماء کی تعریف اور اس امر میں کہ احکام الہامیہ ہر وقت ثابت ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادوں یعنی خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم سلمہا اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ بلکہ تمام گزشتہ شریعتوں کا جامع ہے۔ اس شریعت کے بعض احکام شریف اس قسم کے ہیں جو نص کی عبارت اور اشارت اور دلالت اور اقتضا سے مفہوم ہوتے ہیں۔ اس قسم کے احکام کے فہم میں تمام خاص و عام اہل لغت برابر ہیں۔ دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو اجتہاد اور استنباط سے مفہوم ہوتے ہیں۔ یہ فہم ائمہ مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہے جن میں سے اول آنحضرت ﷺ کی امت کے تمام مجتہد ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جو وحی کا زمانہ تھا، احکام اجتہادیہ خطاب و صواب کے درمیان متردد نہ تھے بلکہ وحی قطعی کے ساتھ حق باطل سے اور صواب خطا سے الگ اور متمیز ہو جاتا تھا کیونکہ پیغمبر کو خطا پر ثابت و برقرار رکھنا جائز نہیں۔ برخلاف ان احکام کے جو زمانہ وحی کے ختم ہو جانے کے بعد مجتہدوں کے استنباط کے طریق پر حاصل ہوئے ہیں اور جو صواب و خطا میں متردد ہیں، اسی واسطے وہ احکام اجتہادیہ جو وحی کے زمانہ میں مقرر ہوئے ہیں۔ یقین کا فائدہ دیتے ہیں جن سے عمل و اعتقاد کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور زمانہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وحی کے بعد کے احکام ظن کا موجب ہیں جو مفید عمل ہیں لیکن اعتقاد کا موجب نہیں۔

قرآن مجید کے تیسری قسم کے احکام اس قسم کے ہیں جن کے سمجھنے سے انسان کی طاقت عاجز ہے۔ جب تک احکام کے نازل کرنے والے جل شانہ کی طرف سے اطلاع نہ ملے، ان احکام کو سمجھ نہیں سکتے۔ اس اعلان واطلاع کا حاصل ہونا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ پیغمبر کے سوا کسی اور کو یہ اطلاع نہیں دیتے۔ یہ احکام اگرچہ کتاب ہی سے ماخوذ ہیں لیکن چونکہ ان احکام کا مظہر پیغمبر ہے۔ اس لیے یہ احکام سنت کی طرف منسوب ہوئے ہیں کیونکہ ان کا مظہر سنت ہے۔ جس طرح احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ قیاس ان احکام کا مظہر ہے۔ پس سنت و قیاس دونوں احکام کے مظہر ہیں۔ اگرچہ ان دونوں مظہروں کے درمیان بہت فرق ہے۔ ایک آراء کی طرف منسوب ہے جس میں خطا کی مجال ہے اور دوسرا حق تعالیٰ کے اعلام سے موید ہے جس میں خطا کی گنجائش نہیں۔ قسم اخیر اپنی اصل کے ساتھ بہت مشابہت رکھتی ہے۔ گویا احکام کو ثابت کرنے والی ہے۔ اگرچہ تمام احکام کو ثابت کرنے والی فقط وہی کتاب عزیز ہے۔

جاننا چاہئے کہ احکام اجتہادیہ میں پیغمبر کے غیر کو پیغمبر کے ساتھ خلاف کی مجال ہے۔ بشرطیکہ وہ غیر شخص مرتبہ اجتہاد تک پہنچ چکا ہو لیکن ان احکام میں جو نص کی عبارت و دلالت و اشارت سے ثابت ہیں اور ایسے ہی ان احکام میں جن کا مظہر سنت ہے۔ کسی کو مخالفت کی مجال نہیں بلکہ تمام امت پر ان احکام کی اتباع لازم ہے۔ پس امت کے مجتہدوں کو لازم نہیں کہ احکام اجتہادیہ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے کی متابعت کریں بلکہ اس مقام میں ان کی اپنی رائے کی متابعت بہتر اور صواب ہے۔

یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔ وہ پیغمبر جو اولوالعزم پیغمبروں کی متابعت کرتے تھے، ان پر انہی احکام کا اتباع واجب ہوتا ہے جو ان کتابوں اور صحیفوں میں نص کی عبارت و اشارت و دلالت سے ثابت تھے۔ نہ ان احکام میں جو ان کے اجتہاد اور سنتوں سے ظاہر ہوئے تھے کیونکہ احکام اجتہادیہ میں جب امت کے مجتہد کو متابعت لازم نہیں جیسے کہ گزر چکا تو پیغمبر متابعت کرنے والے کو کس طرح متابعت لازم ہوگی اور وہ احکام جن کا مظہر سنت ہے جس طرح پیغمبر اولوالعزم کو یہ احکام اعلام کے ساتھ حاصل ہیں۔ اسی طرح غیر اولوالعزم پیغمبر کو وہ احکام اللہ تعالیٰ کے اعلان سے حاصل ہیں۔ پھر ان میں متابعت کی کیا گنجائش ہے کیونکہ ہر وقت و ہر گروہ کے مناسب جدا جدا احکام ہیں۔ کبھی حل مناسب ہوتی ہے۔ کبھی حرمت اولوالعزم پیغمبر کو ایک امر کے حلال ہونے کا حکم ہوا تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور غیر اولوالعزم پیغمبر کو اسی امر کے حرام ہونے کا اعلام۔ یہ حل وحرمت دونوں صحیفہ منزلہ سے ماخوذ ہیں۔ جس طرح کہ دو مجتہد ایک ماخذ سے دو مختلف حکم اخذ کر لیتے ہیں۔ ایک حل سمجھ لیتا ہے۔ دوسرا اسی سے حرمت نکال لیتا ہے۔

**سوال** : یہ اختلاف اس اجتہاد میں گنجائش رکھتا ہے جس کا مدار رائے پر ہے جو صواب کا بھی اور خطا کا بھی احتمال رکھتا ہے لیکن یہ معنی حق تعالیٰ کے اعلام میں گنجائش نہیں رکھتے کیونکہ وہاں صواب و خطا میں تردد جائز نہیں بلکہ حق تعالیٰ کے نزدیک یقیناً ایک ہی حکم ہے یعنی اگر حل ہے اس میں حرمت کی گنجائش نہیں اور اگر حرمت ہے اس میں حل کی مجال نہیں۔

**جواب** : ہوسکتا ہے کہ ایک قوم کی نسبت حل ہو اور دوسری قوم کی نسبت حرمت۔ پس اللہ تعالیٰ کا حکم ایک واقعہ میں قوم کے متعدد ہونے کا اعتبار سے متعدد ہوگا اور اس میں کچھ ڈر نہیں۔ ہاں حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں یہ بات درست نہیں کیونکہ اس شریعت میں تمام لوگ ایک ہی حکم کے محکوم ہیں۔ یہاں ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو حکم نہیں ہیں۔

**سوال** : جب کسی اولوالعزم پیغمبر نے ایک امر کے حل ہونے کا حکم کیا ہو اور دوسرے اس کے تابعدار پیغمبر نے اس امر کی حرمت کا حکم دیا ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ دوسرا حکم پہلے حکم کا ناسخ ہو اور یہ جائز نہیں کیونکہ نسخ اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے سوا اور کوئی ناسخ نہیں ہوسکتا۔

**جواب** : نسخ اس وقت لازم آتا ہے جب کہ دوسرا حکم تمام مخلوقات کے لیے عام ہوتا کہ پہلے حکم کو جو ایک گروہ کی نسبت واقع ہوا تھا، رفع کرے لیکن دوسرا حکم عام نہیں ہے بلکہ ایک گروہ کی نسبت حرمت کا حکم کیا ہے۔ اس لئے پہلے حکم کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ایک واقعہ میں ایک مجتہد حل کا حکم کرتا ہے اور دوسرا مجتہد اسی واقعہ میں حرمت کا حکم اور اس میں کوئی نسخ نہیں اگرچہ حکم مجتہد اور حکم پیغمبر کے درمیان بڑا فرق ہے کہ ایک میں رائے ہے اور دوسرے میں اعلام۔ رائے میں حکم کا تعدد گنجائش رکھتا ہے اور اعلام میں اس کی کچھ گنجائش نہیں لیکن قوم کا تعدد اس کا علاج کر دیتا ہے۔ جیسے کہ گزر چکا۔

پس گزشتہ شریعتوں میں وہ احکام جو اولوالعزم پیغمبروں کی کتابوں اور صحیفوں سے لغت کے اعتبار سے مفہوم ہوتے تھے۔ ان کے تابعدار پیغمبروں کو بھی ان میں مخالفت کی مجال نہ تھی کیونکہ وہ احکام تمام مخلوقات کے حق میں وارد ہوتے تھے۔ کوئی پیغمبر جو کسی قوم کو دعوت کر دیتا تھا، ان احکام کے خلاف تبلیغ نہ کرتا تھا۔ اگر حل تھی تو سب کے لیے حل تھی اور اگر حرمت تھی تو سب کے لیے تاوقتیکہ دوسرا اولوالعزم پیغمبر آتا اور اس حکم کو رفع فرماتا۔ اس وقت نسخ متصور ہوتا تھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پس نسخ انہی احکام کے اعتبار سے ہے جو لغت کے موافق صحیفہ منزلہ سے ماخوذ ہیں لیکن وہ احکام جو اجتہاد اور اعلام سے ثابت ہوئے ہیں اور سنت و اجتہاد کی طرف منسوب ہیں، ان میں نسخ متصور نہیں کیونکہ یہ احکام بعض کے لیے ہیں، بعض کے لیے نہیں۔ پس ایک پیغمبر کا اجتہاد اور سنت دوسرے پیغمبر کے اجتہاد و سنت کو رفع نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ایک قوم کے لیے ہے اور وہ دوسری قوم کے لیے اور اگر یہ اختلاف تمام لوگوں کی نسبت ہو یا فقط ایک ہی گروہ کی نسبت ہو تو پھر البتہ نسخ ہے جس طرح اس شریعت میں کہ سب لوگوں کے لیے یکساں حکم ہے۔ حکم ثانی حکم اوّل کا ناسخ ہے۔

پس ہمارے پیغمبر ﷺ کی پچھلی سنت پہلی سنت کی ناسخ ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو نزول کے بعد اس شریعت کی متابعت کریں گے۔ آنحضرت ﷺ کی سنت کی اتباع بھی کریں گے کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں عجب نہیں کہ علماء ظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجتہدات سے ان کے ماخذ کے کمال دقیق اور پوشیدہ ہونے کے باعث انکار کر جائیں اور ان کو کتاب وسنت کے مخالف جانیں۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ کی مثال حضرت امام اعظم کوفی رحمتہ اللہ علیہ کی سی مثال ہے۔ جنہوں نے ورع وتقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط میں وہ درجہ بلند حاصل کیا ہے جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے اور ان کے مجتہدات کو دقت معانی کے باعث کتاب وسنت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو رائے رائے خیال کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی حقیقت و روایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم وفراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کہ جس نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے۔ فرمایا ہے کہ اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ (فقہا سب ابوحنیفہ کے عیال ہیں) ان کم ہمتوں کی جرأت پر افسوس ہے کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمے لگاتے ہیں۔ **بیت**

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور حاشا للہ کہ برز آرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند روبہ ازحیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

**ترجمہ بیت**

گر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر توبہ توبہ گر زبان پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں باندھے ہوئے اس سلسلہ میں سب کے سب لومڑی حیلہ سے توڑے کس طرح یہ سلسلہ

اور یہ جو خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ ممکن ہے کہ اسی مناسبت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باعث جو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہے، لکھا ہو یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہو گا نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ حضرت روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء امت کی تقلید کریں۔ بلا تکلف وتعصب کہا جاتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اور ظاہر میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام کے سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے تابعدار ہیں۔ یہ مذہب باوجود بہت سے تابعداروں کے اصول وفروغ میں تمام مذہبوں سے الگ ہے اور استنباط میں اس کا طریق علیحدہ ہے اور یہ معنی اس کی حقیقت یعنی حق ہونے کا پتا بتاتے ہیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں۔ حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے اور اپنے طور پر مقدم سمجھتے ہیں اور ایسے ہی صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں، دوسروں کا ایسا حال نہیں۔ پھر بھی مخالف ان کو صاحب رائے کہتے ہیں اور بہت بے ادبی کے لفظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کو بیزار نہ کریں اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ دیں۔ **یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ** (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں)

وہ لوگ جو دین کے اندران بزرگواروں کو صاحب رائے جانتے ہیں، اگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار صرف اپنی رائے پر ہی حکم کرتے تھے اور کتاب وسنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اسلام کا ایک سواد اعظم گمراہ اور بدعتی بلکہ گروہ اسلام سے باہر ہے۔ اس قسم کا اعتقاد وہ بے وقوف جاہل کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا وہ زندیق جس کا مقصود یہ ہے کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے۔ ان چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو یاد کر لیا ہے اور شریعت کے احکام کو انہی پر موقوف رکھا ہے اور اپنے معلوم کے ماسوا سب کی نفی کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا، اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ **بیت**

چوآں کرمے کہ در سنگے نہان است زمین و آسمان او ہمان است

**ترجمہ بیت**

وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے وہی اس کا زمین و آسمان ہے

ان کے بیہودہ تعصبوں اور فاسد نظروں پر ہزار ہا افسوس ہے۔ فقہ کے بانی حضرت ابوحنیفہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور فقہ کے تین حصے آپ کو مسلم ہیں اور باقی چوتھے حصہ میں سب شریک ہیں۔ فقہ میں صاحب خانہ آپ ہی ہیں اور دوسرے سب آپ کے عیال ہیں۔ باوجود اس مذہب کے التزام کے مجھے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت ذاتی ہے اور میں اس کو بزرگ جانتا ہوں۔ اسی واسطے بعض اعمال نافلہ میں اس مذہب کی تقلید کرتا ہوں لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود کمال علم وتقوٰی کے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ وَالْاَمْرُ اِلَى اللّٰہِ سُبْحَانَهٗ (پوری حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اوپر گزر چکا ہے کہ احکام اجتہادیہ اگرچہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صادر ہو۔ نسخ کو مستلزم نہیں برخلاف کتاب وسنت کے احکام کے اختلاف کے جو نسخ کا موجب ہے۔ جیسے کہ اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ احکام شرعیہ کے ثابت کرنے میں معتبر کتاب وسنت ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماع امت بھی حقیقت میں احکام کے مثبت ہیں۔ ان چار شرعی دلیلوں کے سوا اور کوئی ایسی دلیل نہیں جو احکام شرعیہ کو ثابت کر سکے۔ الہام حل وحرمت کو ثابت نہیں کرتا اور باطن والوں کا کشف فرض وسنت کو ثابت نہیں کرتا ولایت خاصہ والے لوگ اور عام مومنین مجتہدوں کی تقلید میں برابر ہیں۔ ان کے کشف والہام ان کو زیادتی نہیں بخشتے اور تقلید سے باہر نہیں نکالتے۔

حضرت ذوالنون علیہ الرحمۃ اور حضرت بسطامی علیہ الرحمۃ اور حضرت جنید علیہ الرحمۃ وشبلی علیہ الرحمۃ زید وبکر وعمرو خالد کے ساتھ جو عوام مومنوں میں سے ہیں، احکام اجتہادیہ میں مجتہدوں کی تقلید کرنے کے مساوی وبرابر ہیں۔ ہاں ان بزرگواروں کی زیادتی اور امور میں ہے۔ کشف و مشاہدات کے صاحب اور تجلیات وظہورات کے مالک یہی لوگ ہیں جنہوں نے محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ کے باعث ماسویٰ اللہ سے تعلق دور کرلیا ہے اور غیر وغیریت کی دید ودانش سے آزاد ہو گئے ہیں۔ اگر ان کو کچھ حاصل ہے تو وہی حق تعالیٰ حاصل ہے اور اگر واصل ہیں تو اسی حق تعالیٰ کے ساتھ واصل ہیں۔ عالم میں رہ کر بے عالم ہیں اور باخود ہو کر بے خود ہیں۔ اگر جیتے ہیں تو اسی کے لیے اور اگر مرتے ہیں تو اسی کے لیے ان کے مبتدی محبت کے غلبہ کے باعث عالم کے ہر ایک ذرّہ کے آئینہ میں محبوب ومطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ہر ذرّہ کو اس کے تمام اسمائی وصفاتی کمالات کا جامع معلوم کرتے ہیں۔ ان کے منتہیوں کا کیا حال بیان کیا جائے جو بے نشان ہیں۔ ان کا پہلا قدم ماسوی کا نسیان ہے۔ ان کے دوسرے قدم کی نسبت کیا کہا جائے کہ انفس وآفاق سے باہر ہے۔ ان کا الہام سچا اور ان کا کلام راست ہے۔ ان کے اکابر علوم واسرار کو بلاواسطہ اصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سے اخذ کرتے ہیں جس طرح مجتہد اپنی رائے و اجتہاد کا تابع ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی معارف و توحید میں اپنی فراست و الہام کے تابع ہیں۔

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے لکھا ہے کہ علم لدنی کے فیضان میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت درمیانی واسطہ ہے۔ بظاہر یہ بات ابتداء و توسط کے حال کے مناسب ہوگی کیونکہ منتہی کا معاملہ اور ہے۔ جیسے کہ کشف صریح اس پر شاہد ہے اور اسی تحقیق کی تائید کرتی ہے۔ وہ کلام جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک دن منبر پر چڑھ کر علوم و معارف بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گزرنے کا اتفاق ہوا تو آپ نے فرمایا۔ ''اے اسرائیلی آ اور محمد ﷺ کا کلام سن۔'' شیخ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام محمدیوں میں سے نہیں ہیں۔ گزشتہ ملتوں میں سے ہیں۔ جب یہ حال ہے تو محمدیوں کا واسطہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ علوم و معارف احکام شرعیہ کے ماسوا ہیں جن کے ساتھ اہل اللہ مخصوص ہیں۔ اگرچہ یہ معارف انہی احکام کے ثمرات و نتائج ہیں۔ درخت لگانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کا پھل حاصل ہو تو جب تک درخت قائم رہے تب تک پھل کی امید رہتی ہے۔ جب درخت کی جڑ میں خلل آ جاتا ہے، ثمرات بھی دور ہو جاتے ہیں۔ وہ بہت ہی بے عقل ہے جو درخت کو کاٹ ڈالے اور پھل کی امید رکھے۔ درخت کی جس قدر اچھی تربیت کریں اسی قدر زیادہ پھل دیتا ہے۔ پھل اگرچہ مقصود ہے لیکن درخت کی فرع اور شاخ ہے۔

شریعت کو لازم پکڑنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے کو اسی پر قیاس کرنا چاہئے جو شخص شریعت کا التزام رکھتا ہے، وہ صاحب معرفت ہے۔ جس قدر یہ التزام زیادہ ہوگا، اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی جو شخص شریعت میں ست ہے معرفت میں بے نصیب ہے اور جو کچھ وہ اپنے خیال فاسد میں رکھتا ہے۔ اگرچہ ہیچ ہے، استدراج کی قسم سے ہے جس میں جوگی اور برہمن اس کے ساتھ شریک ہیں۔ كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيعَةُ فَهُوَ زَنْدِقَةٌ وَالْحَادٌ'' جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ اور الحاد ہے۔

پس ہو سکتا ہے کہ خواص اہل اللہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے معارف میں بعض ایسے اسرار و دقائق کو سمجھ لیں جن سے ظاہر شریعت ساکت ہے اور حرکات و سکنات میں حق تعالیٰ کا اذن یا عدم اذن معلوم کر لیں اور مرضی یعنی پسندیدہ اور غیر مرضی یعنی ناپسندیدہ کو جان لیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض نفلوں کا ادا کرنا ناپسند معلوم کرتے ہیں اور ان کے ترک کرنے کا اذن پا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیتے ہیں۔ کبھی نیند کو بیداری سے بہتر سمجھتے ہیں۔

احکام شرعیہ اپنے اپنے وقتوں پر موقت اور موقوف ہیں اور احکام الہامیہ ہر وقت ثابت ہیں۔ جب ان بزرگواروں کے حرکات وسکنات اذن پر موقوف ہیں تو بیشک دوسروں کے نفل بھی ان کے لیے فرض ہوں گے۔ مثلاً ایک فعل شریعت کے حکم سے ایک شخص کی نسبت نفل ہو اور وہی فعل دوسرے شخص کے لیے الہامی حکم سے فرض ہے۔ دوسرے لوگ کبھی نوافل کو ادا کرتے ہیں۔ کبھی امور مباحہ کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن یہ بزرگوار جب کام کو اللہ تعالیٰ کے اذن وامر سے کرتے ہیں، سب کچھ فرائض ادا کرتے ہیں۔ دوسرے کے مستحب ومباح ان کے فرائض ہیں۔

اس مضمون سے ان بزرگواروں کی شان بلند کو معلوم کرنا چاہیئے۔ علماء ظاہر دین کے علوم وامور میں غیبی خبروں کو پیغمبر کی خبروں کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور دوسروں کو ان اخبار میں شریک نہیں جانتے۔ یہ بات وراثت کے منافی ہے اور اس میں بہت سے ایسے علوم ومعارف صحیحہ کی نفی ہے جو دین متین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں احکام شریعہ ادلہ اربعہ یعنی چار دلیلوں پر موقوف ہیں جن میں الہام کی گنجائش نہیں لیکن احکام شرعیہ کے ماسوا بہت سے امور دینی ایسے ہیں جن میں پانچواں اصل الہام ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ کتاب وسنت کے بعد تیسرا اصل الہام ہے۔ یہ اصل جہان کے فنا ہونے تک قائم ہے۔ پس دوسروں کو ان بزرگواروں سے کیا نسبت ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ عبادت کرتے ہیں لیکن وہ عبادت ناپسند ہوتی ہے اور یہ بزرگوار بعض اوقات عبادت کو ترک کر دیتے ہیں اور وہ ترک پسند ہوتا ہے۔ اس صورت میں ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے لیکن عام لوگ اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں یعنی اس عبادت کرنے والے کو عابد جانتے ہیں اور ترک کرنے والے کو مکار سمجھتے ہیں۔

**سوال** : جب دین کتاب وسنت سے کامل ہو گیا پھر کمال کے بعد الہام کی کیا حاجت ہے اور وہ کونسی کمی ہے جو الہام سے پوری ہوتی ہے۔

**جواب** : الہام دین کے پوشیدہ کمالات کا ظاہر کرنے والا ہے۔ نہ کہ دین میں زیادہ کمالات کا ثابت کرنے والا۔ جس طرح اجتہاد احکام کا مظہر ہے۔ اسی طرح الہام ان دقائق واسرار کا مظہر ہے جو اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اگرچہ اجتہاد اور الہام میں واضح فرق ہے کہ وہ رائے کی طرف منسوب ہے اور یہ رائے کے پیدا کرنے والے جل شانہ کی طرف۔

پس الہام میں ایک قسم کی اصالت پیدا ہو گئی جو اجتہاد میں نہیں۔ الہام نبی علیہ السلام کے اس اعلام کی مانند ہے جو سنت کا ماخذ ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا۔ اگرچہ الہام ظنی ہے اور وہ اعلام قطعی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں میں ہماری بہتری اور بھلائی نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۵۶)

اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکیوں کا حکم پیدا کر لیتی ہیں۔ مولانا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ (یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔) اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس حبیب پاک ﷺ کے طفیل سے عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کی نیکیاں ہو جاتی ہیں اور دوسروں کی بری صفتیں اس کی اچھی صفتیں بن جاتی ہیں۔ مثلاً ریا و سمعہ جو برائیوں اور بری صفتوں میں سے ہیں، اس کے حق میں حسن و خوبی پیدا کر لیتے ہیں اور حمد و شکر کا حکم حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ اس درویش نے تمام قسم کی عظمت و کبریائی کو اپنے سے مسلوب کر کے حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کیا ہے اور تمام قسم کے حسن و جمال اور خیر و کمال کو اپنے آپ سے دور کر کے حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اپنے آپ کو شر و نقص کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اپنے آپ میں سوائے ذلت و محتاجی اور عجز و انکسار کے کچھ نہیں دیکھتا اور اگر بالفرض عظمت و کبریائی کا کوئی حصہ بظاہر اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کو زینہ معلوم کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اوپر کی طرف جاتا ہے اور اس جناب پاک تک جو عظمت و کبریائی کے لائق ہے، پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے حسن و جمال اور خیر و کمال کا حال یہ ہے کہ زینہ ہونے سے زیادہ اس کے نصیب نہیں۔ امانتیں امانت والوں کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ پس ریا و سمعہ کی صورت میں اس کا مقصود شہرت و فخر و بلندی و عظمت نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ کی اس نعمت کا اظہار اور اس احسان کا اعلام ہے جو اس کی نسبت واقع ہوا ہے۔ پس اس کا ریا و سمعہ حق تعالیٰ کا عین حمد و شکر ہے جو برائی سے نکل کر نیکی کی صورت میں آ گیا ہے۔ اس کی دوسری صفات کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور ورحیم ہے۔)

## مکتوب (۵۷)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کا ذکر حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے سے اولیٰ وافضل ہے لیکن وہ ذکر جو قبولیت کا مرتبہ رکھتا ہو یا وہ ذکر جو شیخ طالب نے مقتدا سے اخذ کیا ہو اور اس کے مناسب بیان میں ملا غازی نائب کی طرف صادر فرمایا ہے۔

کچھ مدت تک میں حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ میں مشغول رہا اور قسم قسم کے درود وصلوٰۃ بھیجتا رہا اور بہت سے دنیاوی فائدے اور نتیجے پاتا رہا اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اسرار ودقائق کا مجھ پر فیضان ہوتا رہا۔ کچھ مدت تک اسی طرح کرتا رہا۔ اتفاقاً اس التزام میں فرق آ گیا اور اس اشتغال کی توفیق نہ رہی۔ صرف صلوٰۃ موقتہ پر کفایت کی۔ اس وقت بھی یہی اچھا معلوم ہوتا تھا کہ صلوٰۃ کی بجائے تسبیح وتہلیل وتقدیس میں مشغول رہوں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا صلوٰۃ ودرود بھیجنے سے بہتر ہے۔ درود بھیجنے والے کے لیے بھی اور جس کی طرف درود بھیجا جاتا ہے اس کے لیے بھی دو وجہ سے۔

وجہ اول: یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِي عَنْ مَسْئَلَتِي اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِي السَّائِلِيْنَ جس کو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے روک رکھا تو میں اس کو تمام سائلین سے بڑھ کر دیتا ہوں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ذکر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہے تو اس کا ثواب جس قدر ذاکر کو پہنچتا ہے اسی قدر ثواب آنحضرت ﷺ کو بھی پہنچتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَنْ سَنَّ سُنَّةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا جس شخص نے کسی نیک سنت کو جاری کیا، اس کو اس کا اپنا اجر بھی ملے گا اور اس شخص کا بھی جو اس پر عمل کرے گا۔

اسی طرح جو نیک عمل امتوں سے وجود میں آتا ہے، اس عمل کا اجر جس طرح عامل کو پہنچتا ہے، اسی طرح پیغمبر کو بھی جو اس عمل کا واضع ہے، پہنچتا ہے۔ بغیر اس کے کہ عامل کے اجر کو کچھ کم کریں۔ اس بات کی ضرورت نہیں کہ عمل کرنے والا پیغمبر علیہ السلام کی نیت پر عمل کرے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ عامل کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ ہاں اگر عالم سے پیغمبر علیہ السلام کیفیت بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ظاہر ہو جائے تو عامل کے لیے زیادہ اجر کا باعث ہے اور یہ زیادتی بھی پیغمبر کی طرف عائد ہوگی۔ **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ** یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

کچھ شک نہیں کہ ذکر سے اصلی مقصود حق تعالیٰ کی یاد ہے اور اس پر اجر کا طلب کرنا اس کا طفیلی اور تابع ہے اور درود میں اصلی مقصد طلب حاجت ہے۔ **شَتَّانَ مَا بَیْنَھُمَا** (ان دونوں میں بہت فرق ہے) پس وہ فیض جو ذکر قلبی کی راہ سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچتے ہیں۔ ان برکات سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ جو درود کی راہ سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ہر ذکر یہ مرتبہ نہیں رکھتا۔ وہ ذکر جو قبولیت کے لائق ہے، وہی اس زیادتی کے ساتھ مخصوص ہے لیکن جو ذکر ایسا نہیں درود کو اس پر زیادتی اور فضیلت ہے اور درود سے زیادہ برکتیں حاصل ہونے کی امید ہے۔ ہاں وہ ذکر جو طالب کسی شیخ کامل مکمل سے اخذ کرتا ہے اور طریقت کے آداب و شرائط کو مدنظر رکھ کر اس پر مداومت کرتا ہے، درود پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ یہ ذکر اس ذکر کا وسیلہ ہے جب تک یہ ذکر نہ ہو، اس ذکر تک نہیں پہنچ سکتے۔

یہی باعث ہے کہ مشائخ طریقت قدس سرہم مبتدی کے لیے سوائے ذکر کرنے کے اور کچھ جائز نہیں سمجھتے اور اس کے حق میں صرف فرضوں اور سنتوں پر کفایت کرتے ہیں اور امور نافلہ سے منع کرتے ہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ امت میں سے کوئی شخص خواہ وہ کمالات میں کتنا ہی بلند درجہ حاصل کر لے۔ اپنے پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ برابری نہیں کر سکتا کیونکہ یہ سب کمالات اس کو اس پیغمبر کی شریعت کی متابعت کے باعث حاصل ہوئے ہیں۔ پس اس پیغمبر کو یہ سب کمالات بھی اور دوسرے تابعداروں کے کمالات بھی اور اپنے مخصوصہ کمالات بھی ثابت و حاصل ہوں گے۔ اسی طرح وہ شخص کامل اپنے پیغمبر کے سوا کسی دوسرے پیغمبر کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ کسی نے اس پیغمبر کی متابعت نہ کی ہو اور اس کی دعوت کو کسی نے قبول نہ کیا ہو کیونکہ ہر ایک پیغمبر اصلی اور مستقل طور پر صاحب دعوت و شریعت کی تبلیغ پر مامور ہے۔ امتوں کا انکار اس کی دعوت و تبلیغ میں قصور پیدا نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ کوئی کمال دعوت و تبلیغ کے مرتبہ تک نہیں پہنچتا۔ **فَاِنَّ اَحَبَّ عِبَادِ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ حَبَّبَ اللّٰہُ اِلٰی عِبَادِہٖ وَحَبَّبَ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ وَھُوَ الدَّاعِیْ وَالْمُبَلِّغُ** (کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے نزدیک اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارا اور محبوب بنائے اور وہ شخص دعوت و تبلیغ کرنے والا ہے۔)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


آپ نے سنا ہوگا کہ خبر میں آیا ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور اس سیاہی والا پلہ اس خون والے پلے پر راجح اور غالب آ جائے گا۔ باقی امت کے لوگوں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی جو کچھ رکھتے ہیں۔ طفیلی اور ضمنی ہے۔ اصل اصل سے ہے اور فرع اصل سے مستنبط ہے۔ اس بیان سے اس امت کے داعیان اور مبلغین کی فضیلت معلوم کرنی چاہئے اگرچہ دعوت وتبلیغ میں بہت سے درجات ہیں اور داعیان و مبلغین اپنے اپنے درجات میں متفاوت ہیں۔ علماء تبلیغ ظاہری کے ساتھ مخصوص ہیں اور صوفیاء باطن کے ساتھ اہتمام کرتے ہیں اور جو کوئی عالم صوفی ہے، وہ کبریت احمر یعنی اکسیر ہے اور ظاہری و باطنی دعوت وتبلیغ کے لائق ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نائب ووارث ہے اور بعض لوگ اس امت کے محدثین کو جو احادیث نبوی ﷺ کی تبلیغ کرتے ہیں، تمام امت سے افضل جانتے ہیں۔ اگر مطلق اور عام طور پر افضل جانتے ہیں تو محل خدشہ ہے اور اگر ظاہری مبلغین کی نسبت کہا ہے تو ہو سکتا ہے کیونکہ مطلق فضیلت اس جامع مبلغ کے لیے ہے جو ظاہری باطنی تبلیغ کرتا ہے یعنی ظاہر میں بھی دعوت کرتا ہے اور باطن میں بھی۔ لِاَنَّ فِی الْاِقْتِصَارِ قُصُوْرًا یُنَا فِیْ اِطْلَاقَ الْفَضْلِ فَافْهَمْ فَلَا تَکُنْ مِنَ الْقَاصِرِیْنَ (کیونکہ اقتصار میں قصور ہے جو فضل کے اطلاق کرنے کے منافی ہے۔ پس سمجھ اور کوتاہ نظروں میں سے نہ ہو) ہاں ظاہر یقیناً عمدہ اور نجات کا مدار اور بڑی برکت والا اور عام نفع والا ہے لیکن اس کا کمال باطن پر موقوف ہے۔ ظاہر بغیر باطن کے ناتمام ہے اور باطن بغیر ظاہر کے نافرجام اور وہ شخص جو باطن کو ظاہر کے ساتھ جمع کرے، کبریت احمر یعنی سرخ گندھک (کیمیا واکسیر) ہے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (یا اللہ تو ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش۔ تو تمام چیزوں پر قادر ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

## مکتوب (۵۸)

ایک استفسار کے جواب میں جو عالم مثال کی بابت کیا گیا تھا اور ان دو گروہوں کے رد میں جن میں سے ایک گروہ تناسخ کا قائل ہے اور دوسرا نقل روح کا قائل ہے اور کمون و بروز اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


آپ کا صحیفہ شریفہ جواز روئے حسن خلق اور بلندی فطرت کے ارسال فرمایا تھا، پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ خدا تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ مِائَۃَ اَلْفَ اٰدَمَ (کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کیا ہے) اور عالم مثال کے بعض مشاہدات کے بارہ میں ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ کعبہ معظمہ کے طواف کے وقت ایسا ظاہر ہوا کہ میرے ہمراہ اس قسم کے لوگوں کی جماعت طواف کر رہی ہے جن کو میں نہیں پہچانتا۔ اثناء طواف میں انہوں نے دو عربی بیت پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے۔ بیت

لَقَدْ طُفْنَا كَمَا طُفْتُمْ سِنِيْنَا بِهٰذَا الْبَيْتِ طُرًّا اَجْمَعِيْنَا

ترجمہ: طواف ہم نے بھی اس گھر کا ہے کیا ویسا بہت سے سالوں تلک تم نے ہے کیا جیسا

میں نے جب یہ بیت سنا، دل میں گزرا کہ یہ سب عالم مثال کے بدن ہیں۔ یہ بات میرے دل میں گزرنے نہ پائی تھی کہ ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی اور کہا کہ میں تیرے اجداد میں سے ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تجھے فوت ہوئے کتنے سال ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزرا ہے۔ میں نے تعجب سے کہا کہ حضرت ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے لے کر آج تک سات ہزار سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ اس نے فرمایا کہ تو کس آدم کا ذکر کرتا ہے۔ کیا تو اس آدم کا ذکر کرتا ہے جو اس سات ہزار سال کے دورہ کے اوّل میں پیدا ہوا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس وقت وہ حدیث جو اوپر لکھی جا چکی ہے دل میں گزری جو اس قول کی تائید کرتی ہے۔

میرے مخدوم مکرم اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ سب آدم جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے پہلے گزرے ہیں، ان کا وجود عالم مثال میں ہوا ہے نہ عالم شہادت میں۔ حضرت آدم علیہ السلام یہی ہیں جو عالم شہادت میں موجود ہوئے ہیں اور زمین میں خلافت پا کر مسجود ملائک ہوئے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ جامعیت کی صفت پر مخلوق ہوئے ہیں۔ اپنی حقیقت میں بہت سے لطائف اور اوصاف رکھتے ہیں۔ ان کے وجود سے بے شمار قرن پہلے ہر وقت ان کی صفات میں سے کوئی صفت یا ان کے لطائف میں سے کوئی لطیفہ حق تعالیٰ کی ایجاد سے عالم مثال میں موجود ہوا ہے اور آدم کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور اسی کے نام کا مسمّیٰ ہوا ہے اور منتظر آدم کے کاروبار اس سے وقوع میں آئے ہیں حتیٰ کہ توالد و تناسل بھی جو اس عالم مثال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے مناسب ہے، ظاہر ہوا ہے اور اس عالم کے مناسب ظاہری، باطنی کمالات بھی حاصل ہوئے ہیں اور ثواب و عذاب کا مستحق ہو کر بلکہ اس کے محق میں قیامت قائم ہو کر بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں گئے ہیں۔

بعد ازاں پھر کسی وقت اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے کوئی صفت یا لطیفہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس عالم میں ظاہر ہوا اور وہ کاروبار جو ظہور اوّل سے وجود میں آئے تھے، ظہور ثانی سے بھی وہی کاروبار ظاہر ہوئے۔ جب یہ دورہ بھی تمام ہو گیا۔ صفات و لطائف کا تیسرا ظہور حاصل ہوا۔ جب اس ظہور نے بھی اپنا دورہ ختم کیا، چوتھا ظہور ثابت ہوا۔ اِلٰی مَا شَاءَ اللّٰہُ جب ان کے مثالیہ ظہورات کے دورے جو ان کے لطائف وصفات کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، تمام ہو گئے۔ آخر کار وہ نسخہ جامعہ عالم شہادت میں حق تعالیٰ کی ایجاد سے وجود میں آیا اور فضل خداوندی سے معزز و مکرم ہوا۔ اگر لاکھ آدم بھی ہوں، سب اسی آدم کے اجزاء اور اسی کے ہاتھ پاؤں اور اسی کے وجود کے مبادی و مقدمات ہیں۔

شیخ بزرگوار کا جد جس کو فوت ہوئے چالیس ہزار سال گزرے ہیں، عالم مثال میں شیخ کے اس جد کے لطائف میں سے ایک لطیفہ تھا جو عالم شہادت میں وجود رکھتا تھا اور یہ بیت اللہ کا طواف جو اس نے کیا ہے، عالم مثال میں طواف کیا ہے کیونکہ کعبہ معظمہ کی بھی عالم مثال میں صورت و شبیہ ہے جو اس عالم والوں کا قبلہ ہے۔

اس فقیر نے اس بارہ میں بہت دور تک نظر دوڑائی ہے اور بڑا غور کیا ہے لیکن عالم شہادت میں دوسرا آدم کوئی نظر نہیں آیا اور عالم مثال کے شعبدوں کے سوا کچھ نہ پایا اور یہ جو بدن مثالی نے کہا ہے کہ میں تیرا جد ہوں اور مجھے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زیادہ گزرے ہیں۔

اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ پہلے آدم اس آدم کے صفات و لطائف کے ظہورات تھے نہ یہ کہ علیحدہ خلقت رکھتے تھے اور اس آدم کے برخلاف اور الگ تھے کیونکہ مخالفت اور مبائن کو اس آدم سے کیا نسبت اور کیونکر جد ہو سکتے حالانکہ اس آدم کی پیدائش کو ابھی سات ہزار سال تمام نہیں ہوئے۔ پھر چالیس ہزار سال کی کہاں گنجائش ہے۔ وہ لوگ جن کے دل بیمار ہیں، ان حکایات سے تناسخ سمجھتے ہیں اور عجب نہیں کہ قدم عالم کے قائل ہو جائیں اور قیامت کبریٰ کا انکار کر دیں۔ بعض ملحد لوگ جو باطل کے ساتھ یعنی جھوٹ موٹ شیخی کی مسند پر بیٹھے ہیں۔ تناسخ کے جواز کا حکم دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ نفس جب تک حد کمال تک نہ پہنچے بدنوں کے تقلب یعنی بدلنے سے اس کو چارہ نہیں اور کہتے ہیں کہ جب نفس حد کمال تک پہنچ جائے بدنوں کی تبدیلی بلکہ بدنوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے متعلق سے فارغ ہو جاتا ہے اور اس کی پیدائش سے مقصود یہی اس کا کمال ہے جو میسر ہو گیا۔ یہ بات صریح کفر ہے اور ان تمام باتوں کا انکار ہے جو دین میں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں کیونکہ آخر کار جب تمام نفوس حد کمال کو پہنچ جائیں، پھر دوزخ کس کے لیے ہوگی اور عذاب کس کو ہوگا۔ اس میں دوزخ اور آخرت کے عذاب اور جسموں کے ساتھ اٹھنے کا انکار ہے کیونکہ ان کے خیال میں نفس کو اب جسم کی جو اس کے کمال کا آلہ ہے، کوئی حاجت نہیں رہی تاکہ جسم کے ساتھ اٹھایا جائے۔ ان لوگوں کا اعتقاد بعینہ فلاسفہ کے اعتقاد کے مطابق ہے جو حشر اجساد سے انکار کرتے ہیں اور عذاب وثواب روحانی جانتے ہیں بلکہ ان کا اعتقاد فلاسفہ کے اعتقاد سے بھی بدتر ہے کیونکہ تن کو رد کرتے ہیں اور روحانی عذاب وثواب ثابت کرتے ہیں اور یہ لوگ تناسخ کو بھی ثابت کرتے ہیں اور عذاب آخرت سے بھی انکار کرتے ہیں۔ عذاب ان کے نزدیک دنیا ہی کا عذاب ہے جو نفوس کی تہذیب کے لیے ثابت کرتے ہیں۔

**سوال:** حضرت امیر کرم اللہ وجہہ اور بعض اور اولیاء اللہ سے بھی منقول ہے کہ ان کے وجود خاکی سے بہت زمانہ پہلے ان سے عجیب وغریب اعمال وافعال عالم شہادت میں واقع ہوئے ہیں، تناسخ کے جواز کے بغیر یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے۔

**جواب:** وہ اعمال وافعال ان بزرگواروں کے ارواح سے صادر ہوئے ہیں جو حق تعالیٰ کے ارادہ سے خود اجساد کے ساتھ متجسد ہو کر عجیب وغریب افعال کے مرتکب ہوئے ہیں۔ کوئی اور جسد نہیں جس کے ساتھ ان کا تعلق ہو۔ تناسخ کے یہ معنی ہیں کہ روح کا اس جسد کے تعلق سے پہلے کسی اور جسد کے ساتھ جو اس جسد کے مخالف اور مغائر ہے، تعلق ہوا ہو اور جب خود ہی جسد کے ساتھ متجسد ہو جائے پھر تناسخ کہاں ہوگا۔

جن جو مختلف شکلیں بن جاتے ہیں اور مختلف جسدوں میں متجسد ہو جاتے ہیں، اس وقت ان سے اعمال عجیبہ جو ان شکلوں اور جسدوں کے مناسب ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ ان میں کوئی تناسخ اور حلول نہیں۔ جب جنوں کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قسم کی طاقت حاصل ہے کہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر عجیب وغریب کام کریں تو اگر کاملین کی ارواح کو یہ طاقت بخش دیں تو کونسی تعجب کی بات ہے اور دوسرے بدن کو ان کی کیا حاجت ہے۔ اسی قسم کی ہیں وہ بعض حکایتیں جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسد ہو کر اور مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک عزیز (۱) کا حال ہے جو ہندوستان میں وطن رکھتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں نکلا۔ بعض لوگ عظیم البرکت مکہ معظمہ سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ہمارے اور اس عزیز کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں۔ بعض نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا ہے اور بعض بغداد میں دیکھ کر آئے ہیں۔ یہ سب اس عزیز کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں اور اس عزیز کو ان شکلوں کی نسبت اطلاع نہیں ہوتی۔ اسی واسطے لوگوں کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ سب مجھ پر تہمت ہے۔ میں اپنے گھر سے باہر نہیں گیا نہ میں نے حرم کعبہ دیکھا ہے اور میں روم، بغداد کو نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا کہ تم کون ہو۔ اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور مردہ بزرگوں سے خوف وہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان کی بلا کو دفع کیا ہے اور ان بزرگوں کو اس بلیہ کے دفع کرنے کی اطلاع کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔

از ما و شما بہانہ ساختہ اند

ترجمہ: ہمارا اور تمہارا ہے بہانہ

یہ بھی ان بزرگوں کے لطائف کی شکلیں ہیں۔ یہ شکلیں کبھی عالم شہادت میں ہوتی ہیں۔ کبھی عالم مثال میں جس طرح ایک ہی رات میں ہزار آدمی رسول اللہ ﷺ کو خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں اور استفادہ کرتے ہیں۔ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی صفات ولطائف کی مثالی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

کمون و بروز جو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ تناسخ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا کیونکہ تناسخ میں نفس کا دوسرے بدن کے ساتھ اس غرض کے لیے تعلق ہوتا ہے تا کہ اس کے لیے حیات وزندگی ثابت ہو اور اس کو حس وحرکت حاصل ہو اور بروز میں نفس کا دوسرے بدن کے ساتھ تعلق اس غرض کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس بدن کو کمالات حاصل ہوں اور اپنے درجات تک واصل ہو جائے جس طرح کہ جن انسان کے ساتھ تعلق پیدا کر لے اور اس کے وجود میں بروز کرے۔ یہ تعلق بھی انسان کی زندگی کے واسطے نہیں ہے کیونکہ آدمی اس تعلق سے پہلے حس وحرکت والا ہے۔ وہ چیز جو اس تعلق سے اس میں پیدا ہو گئی ہے، وہ اس جن کے صفات وحرکات وسکنات کا ظہور ہے لیکن مشائخ مستقیمۃ الاحوال کمون و بروز کا ہرگز بیان نہیں کرتے اور ناقصوں کو بلاؤ فتنہ میں نہیں ڈالتے۔

فقیر کے نزدیک کمون و بروز کی کچھ ضرورت نہیں۔ کامل اگر کسی ناقص کی تربیت کرنا چاہے تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بغیر اس بات کے کہ اس میں بروز کرے۔ اللہ تعالیٰ کے اقتدار سے اپنی صفات کاملہ کو مرید ناقص میں منعکس کر دیتا ہے اور توجہ والتفات کے ساتھ اس انعکاس کو ثابت و برقرار رکھتا ہے تاکہ مرید ناقص نقص سے کمال تک آ جائے اور صفات رذیلہ کو چھوڑ کر صفات حمیدہ کو اختیار کرے اور کچھ کمون و بروز درمیان نہ ہو۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

بعض لوگ نقل ارواح کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ روح کو کمال کے بعد اس قسم کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ اپنے بدن کو چھوڑ کر دوسرے بدن میں داخل ہو سکتا ہے۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک بزرگ میں یہ کمال اور قدرت تھی کہ اس کے پڑوس میں ایک جوان مر گیا۔ اس بزرگ نے اپنے بدن کو جو بڑھاپے تک پہنچ چکا تھا، چھوڑ دیا اور اس جوان کے بدن میں داخل ہو گیا حتیٰ کہ بدن اوّل مردہ ہو گیا اور دوسرا بدن زندہ۔ اس بات سے تناسخ لازم آتا ہے کیونکہ بدن ثانی کا تعلق اس بدن کی حیات کے لیے ہے۔ ہاں اس قدر فرق ہے کہ تناسخ کے قائل لوگ نفس کے نقص کا حکم کرتے ہیں اور تناسخ کو نفس کی تکمیل کے لیے ثابت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو نقل روح کے قائل ہیں، روح کو کامل خیال کرتے ہیں اور کمال روح کے بعد نقل کو ثابت کرتے ہیں۔

فقیر کے نزدیک نقل روح کا قول تناسخ کے قول سے بھی گیا گزرا ہے کیونکہ تناسخ کا نفس کی تکمیل کے لیے اعتبار کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ اعتبار باطل ہے اور نقل روح کمال کے حاصل ہونے کے بعد خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ کچھ کمال نہیں۔ جب بدنوں کا تبدل کمالات کے حاصل ہونے کے لیے مقرر کیا ہو تو پھر کمال حاصل ہونے کے بعد دوسرے بدن میں نقل کرنا کس لیے ہے۔ اہل کمال تماشائی نہیں ہیں۔ ان کا مقصود کمال کے حاصل ہونے کے بعد بدنوں سے الگ ہونا ہے نہ کہ بدنوں کے ساتھ تعلق اختیار کرنا کیونکہ بدنوں کے تعلق سے جو کچھ مقصود تھا، وہ حاصل ہو چکا ہے۔

نیز نقل روح میں بدن اوّل کا مارنا اور دوسرے بدن کا زندہ کرنا ہے۔ پس بدن اوّل کو احکام برزخ کے حاصل ہونے سے چارہ نہیں اور قبر کے عذاب وثواب سے خلاصی نہیں اور دوسرے بدن کے لیے جب دوسری حیات ثابت کرتے ہیں۔ اس کے لیے گویا دنیا میں حشر ثابت ہو گیا یا شاید نقل روح کا قائل قبر کے عذاب وثواب کا قائل نہیں اور حشر ونشر کا معتقد نہیں۔ افسوس صد افسوس اس قسم کے مکار اور جھوٹے لوگ شیخی کی مسند پر بیٹھے ہیں اور اہل اسلام کے مقتدا بنے ہوئے ہیں۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اوروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اَلْوَهَّابُ (یا اللہ تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما تو سب کچھ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ.

# تذبیل

بعض ان علوم ومعارف کے بیان میں جو عالم مثال سے تعلق رکھتے ہیں

واضح ہو کہ عالم مثال تمام عالموں سے زیادہ فراخ ہے جو کچھ تمام عالموں میں ہے، اس کی صورت عالم مثال میں ہے۔ معقولات ومعانی سب وہاں صورت رکھتے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کے لیے مثل نہیں لیکن مثال ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

اس فقیر نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ تنزیہ محض کے مرتبہ میں جس طرح مثل نہیں۔ مثال بھی نہیں۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثال نہ بیان کرو) عالم صغیر میں عالم مثال کا نمونہ خیال ہے کیونکہ تمام اشیاء کی صورت خیال میں متصور ہے۔ خیال ہی سالک کے احوال ومقامات کی کیفیات کو مختلف صورتوں میں سالک کے سامنے ظاہر کرتا ہے اور صاحب علم بنا دیتا ہے اور اگر خیال نہ ہو یا جس جگہ خیال پہنچ نہ سکتا ہو وہاں جہل لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرتبہ ظلال کے اوپر جہل وحیرت ہے کیونکہ خیالی کی دوڑ مراتب ظلال تک ہی ہے جہاں ظل نہیں خیال کی بھی وہاں گنجائش نہیں۔ جب صورت تنزیہی عالم مثال میں نہیں آسکتی جیسے کہ گزر چکا ہے تو خیال میں جو مثال کا پرتو ہے، صورت تنزیہی کس طرح متصور ہو سکتی ہے۔ فَلَا جَرَمَ لَا يَكُوْنُ ثَمَّةَ اِلَّا الْجَهْلُ وَالْحَيْرَةُ (پس وہاں جہل وحیرت کے سوا کچھ نہ ہوگا) اور جہاں علم نہیں وہاں گفتگو بھی نہیں۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی۔) اس کا نشان ہے اور جہاں علم ہے وہاں گفتگو بھی ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ طَالَ لِسَانُهٗ (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان دراز ہوگی) اس کا بیان ہے۔ پس زبان کی درازی ظلال ہوتی ہے اور زبان کی گنگی مراتب ظلال سے اوپر ہوتی ہے۔ خواہ فعل ہو یا صفت۔ اسم ہو یا مسمّٰی۔

پس جو کچھ خیالات کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ چونکہ وہ ظلال سے ہے، اس لئے وہ معلول اور جعلی طور سے بنایا ہوا ہے لیکن چونکہ مطلوب کے علامات وآثار سے ہے، اس لیے علم الیقین کا فائدہ دیتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ عین الیقین اور حق الیقین ظلال وخیال سے وراء الوراء ہیں۔ خیال کی لخت یعنی تراش سے تب نجات ملتی ہے جب کہ سیر انفسی کو بھی سیر آفاقی کی طرح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پیچھے چھوڑ دیں اور آفاق و انفس سے آگے جولان کریں۔ یہ بات اکثر اولیاء اللہ کو مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جب تک زندہ رہتے ہیں، خیال ان کا دامن گیر رہتا ہے اور بزرگواران اولیاء میں سے بہت کم لوگوں کو یہ دولت اس جہان میں بھی میسر ہو جاتی ہے اور باوجود دنیاوی حیات کے خیال کے تصرف سے نکل جاتے ہیں اور مطلوب کو خیال کی تراش اور ایجاد کے بغیر پا لیتے ہیں۔ اس وقت تجلی ذاتی برقی ان بزرگواروں کے حق میں دائمی ہو جاتی ہے اور وصل عریانی پر تو ڈالتا ہے۔ شعر

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی نعمت

مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

**سوال**: بعض لوگ واقعات و منامات میں اور مثال و خیال میں دیکھتے ہیں کہ ہم بادشاہ بن گئے ہیں اور اپنے نوکروں چاکروں کو دیکھتے ہیں اور نیز یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہم قطب بن گئے ہیں اور تمام جہان ہماری طرف متوجہ ہے اور بیداری اور افاقہ کے وقت میں جو عالم شہادت ہے، ان کمالات کا کچھ ظہور نہیں ہوتا۔ یہ رویت سچی ہے یا جھوٹی؟

**جواب**: یہ روایت کچھ نہ کچھ صدق رکھتی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ بادشاہ اور قطب بننے کے معنی اور استعداد ان لوگوں میں پائی جاتی ہے لیکن ضعیف ہے اس لائق نہیں کہ عالم شہادت میں ظہور پائے۔ بعد ازاں یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ اگر یہ معنی اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بادشاہ اور قطب وقت بن جائیں۔ اگر اس معنی نے اس قدر قوت نہ پائی کہ عالم شہادت میں ظاہر ہوں تو وہی مثالی ظہور جو تمام ظہورات میں سے کمزور اور ضعیف ہے، کفایت کرتا ہے اور قوت کے بموجب ظہور پاتا ہے۔

اسی قسم کے ہیں وہ واقعات جو اس راہ کے طالب دیکھتے ہیں اور اپنے آپ کو مقامات عالیہ میں پاتے ہیں اور اپنے آپ کو ارباب ولایت کے مرتبوں سے سرفراز ہوا پاتے ہیں۔ اگر یہ معنی عالم شہادت میں ظہور پیدا کریں تو بڑی اعلیٰ دولت ہے اور اگر ظہور مثالی پر ہی کفایت کریں تو لاحاصل ہے اور جائے مصیبت ہے۔ ہر جلاہا اور حجام خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھتا ہے لیکن کچھ حاصل نہیں اور سوائے خسارہ کے ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں آتا۔ پس واقعات پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ عالم شہادت میں جو کچھ حاصل ہو جائے، اس کو اپنا سمجھنا چاہیے۔ بیت

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ: بیاں سورج کا کرتا ہوں کہ ہوں میں بس غلام اس کا
نہیں بندہ میں شب کا تا کروں خوابوں کا کچھ چرچا

یہی وجہ ہے کہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم واقعات کا اعتبار نہیں کرتے اور طالبوں کے واقعات کی تعبیر کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ معتبر وہی ہے جو افاقہ اور بیداری میں حاصل ہو۔ اسی واسطے دوام شہود کا اعتبار کرتے ہیں اور دائمی حضور کو اعلیٰ دولت سمجھتے ہیں۔ وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو اوران بزرگواروں کے نزدیک معتبر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نسان ماسوا ان کے حق میں دائمی ہے اور کسی وقت بھی ان کے دل پر غیر کا گزر نہیں ہوتا۔ ہاں جس شخص کی بدایت میں نہایت مندرج ہو۔ اس سے ان کمالات کا ظہور بعید اور عجیب نہیں ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ یارب ہمارے گناہوں اور ہمارے کاموں میں ہماری زیادتی کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہمیں مدد دے۔ والسلام

## مکتوب (۵۹)

اس بیان میں کہ معقول ومشہود وموہوم ومکشوف سب ماسوا میں داخل ہیں۔ پیرزادہ خواجہ عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

صحیفہ شریف جو اس قرۃ العین (آنکھوں کی ٹھنڈک) نے لکھا تھا، پہنچا۔ اس میں لکھا تھا کہ حق تعالیٰ کے کرم سے وہ شعبدے برطرف ہو گئے ہیں اور اس مقولہ سے کچھ نہیں رہا۔ ارادہ اس بات پر لگا ہوا ہے کہ اثبات سے کوئی چیز ہاتھ نہ آئے۔ معقول وموہوم سب لا کے نیچے داخل ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ بات تکلف سے حاصل ہے۔ امید ہے کہ بے تکلف بھی نصیب ہوگی۔

اے نجابت وشرافت کے نشان والے معقول اور موہوم بلکہ مشہود ومکشوف خواہ آفاقی ہو خواہ انفسی سب دائرہ ماسوا میں داخل ہیں اور محض کھیل کود اور شعبدہ بازی کی گرفتاری ہے۔ اس گرفتاری کا زوال اگر تکلف کے ساتھ ہے تو طریقہ میں داخل ہے اور علم الیقین کی قسم سے ہے اور اگر یہ دولت بے تکلف میسر ہو جائے اور نفی بے تکلف ماسوای کے انتفاء تک پہنچ جائے تو طریقت کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تنگی سے آزاد ہو جائے گا اور علم کے کوچہ سے نکل جائے گا اور فنا کے ساتھ مشرف ہو جائے گا۔ یہ بات کہنے میں آسان ہے مگر حاصل کرنے اور وہاں تک پہنچنے میں دشوار ہے۔ اِلَّا مَنْ یَسَّرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مگر جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان کرے۔

وہ کاروبار جو حقیقت سے تعلق رکھتا ہے آگے ہے اور نفی بلکہ انتفاء سے گزر کر آگے مقام اثبات ہے اور علم کے آگے عین ہے۔

جاننا چاہئے کہ حقیقت کے مقابلہ میں طریقت کسی گنتی میں نہیں اور نفی کا اثبات کے مقابلہ میں کچھ اعتبار نہیں کیونکہ نفی کا متعلق ممکنات ہیں اور اثبات کا متعلق واجب تعالیٰ۔ نفی اثبات کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے قطرہ دریا کے مقابلہ میں۔ اس نفی و اثبات کے حاصل ہونے سے ولایت خاصہ تک پہنچ جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد یا عروج ہے یا نزول۔ اگرچہ اس عروج کے لیے بھی خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد یا عروج ہے یا نزول۔ اگرچہ اس عروج کے لیے بھی نزول لازم ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ' یا اللہ تو ہمارے نور کو تمام کر اور ہم کو بخش تو ہر شے پر قادر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ. سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۶۰)

اس بیان میں کہ فضولیات سے عنان پھیر کر ضروریات دین میں مشغول ہونا چاہئے۔ محمد تقی کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

آپ کے صحیفہ شریف کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقیقت میں دو صدر اوّل یعنی خیر القرون کے معتبر اجماع سے ثابت ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے بارہ میں جو ان کی خلافت کی ترتیب پر مترتب ہے اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی لڑائی جھگڑوں میں خاموشی اختیار کرنے کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


باب میں جو جو دلائل آپ نے لکھے ہیں، ان کو پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ بحث امامت میں یہی اعتقاد کافی ہے اور اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کے موافق ہے۔

اے شفقت کے نشان والے مخدوم، امامت کی بحث دین کے فروغ میں سے ہے۔ نہ شریعت کے اصول سے۔ ضروریات دینی اور ہیں جو اعتقاد وعمل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جن کا متکفل علم کلام اور علم فقہ ہے۔ ضروریات کو چھوڑ کر فضولیات میں مشغول ہونا اپنی عمر کو بیہودہ باتوں میں صرف کرنا ہے اور اعراض کی علامت میں آیا ہے کہ عَلَامَةُ اِعْرَاضِہٖ تَعَالٰی مِنَ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُہٗ بِمَا لَا یَعْنِیْہِ بندہ کا بیہودہ باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کے منہ پھیرنے کی علامت ہے۔

اگر امامت کی بحث دین کی ضروریات اور شریعت کے اصول سے ہوتی جیسے کہ شیعہ نے گمان کیا ہے تو چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں استخلاف کا تعین فرما کر خلیفہ کی تشخیص فرماتا اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کسی ایک کی خلافت کا امر فرماتے اور تنصیص اور تصریح کے طور پر ایک کو خلیفہ کرتے جب کتاب و سنت میں اس امر کا اہتمام مفہوم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ امامت کی بحث دین کے فضول سے ہے نہ کہ دین کے اصول سے۔ وہ شخص فضول ہی ہوگا جو اس قسم کی فضول باتوں میں مشغول ہوگا۔ دین کی ضروریات اس قدر در پیش ہیں کہ فضول تک نوبت ہی نہیں پہنچتی۔

اول اس اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے۔ جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال سے تعلق رکھتا ہے اور پھر اعتقاد کرنا چاہئے کہ جو کچھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور ضرورت و تواتر کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے یعنی حشر ونشر و آخرت کا دائمی عذاب و ثواب اور سب سنی سنائی باتیں حق ہیں۔ ان میں خلاف کا احتمال نہیں۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہوگا نجات بھی نہ ہوگی۔

دوسرے احکام فقہیہ یعنی فرض دواجب وسنت ومستحب وغیرہ کا بجالانا ضروری ہے۔ شرعی حل وحرمت کو اچھی طرح مدنظر رکھنا چاہئے اور حدود شرعی میں بڑی احتیاط کرنی چاہئے تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات وفلاح حاصل ہو سکے۔ جب یہ اعتقاد وعمل درست ہو جائیں پھر طریق صوفیاء کی نوبت آتی ہے اور کمالات ولایت کے امیدوار ہو جاتے ہیں۔ امامت کی بحث ضروریات دین کے مقابلہ میں کالمطروح فی الطریق یعنی راستہ میں پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح ہے۔ چونکہ مخالفوں نے اس بارہ میں بڑا غلو ومبالغہ کیا ہوا ہے اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


والسلام کے اصحاب پر زبان طعن دراز کی ہے۔ اس لیے ان کے رد میں طول طویل مقدمات لکھے جاتے ہیں کیونکہ دین متین سے فساد کو رفع کرنا بھی دین کی ضروریات سے ہے۔ والسلام

## مکتوب (۶۱)

مولانا احمد برکی مرحوم کی ماتم پرسی میں اور یاروں کو نصیحت کرنے اور مولانا حسن کو ان کا سر حلقہ بنانے کے بیان میں بعض دوستوں کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے اور مغفرت پناہ مولانا احمد علیہ الرحمتہ کی ماتم پرسی بجالاتا ہے۔ مولانا کا وجود شریف اس وقت کے مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت اور اس کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ (یا اللہ تو اس کے اجر سے ہم کو محروم نہ کر اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال)

اس کے بعد دوستوں اور یاروں سے التجا ہے کہ گزشتہ لوگوں کی امداد و اعانت کریں اور مولانا مرحوم کے فرزندوں اور متعلقین کی خدمت اور دلجوئی محبوں اور مخلصوں پر لازم ہے۔

خاص کر اس امر میں بہت کوشش کریں کہ مولانا مرحوم کے فرزندوں کو پڑھائیں اور علوم شرعیہ سے آراستہ کریں اور مولانا مرحوم کے احسان کا بدلہ ان کے بیٹوں پر احسان کر کے ادا کریں۔ ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔)

مولانا مرحوم کے اوضاع و اطوار اور احوال و مقامات کو مدنظر رکھیں اور طریقہ ذکر اور حلقہ مشغول میں کسی قسم کا قصور واقع نہ ہو اور سب یار جمع ہو کر بیٹھیں اور ایک دوسرے میں فانی ہوں تا کہ صحبت کا اثر ظاہر نہ ہو۔

اس فقیر نے اس سے پہلے اتفاق کے طور پر لکھا تھا کہ اگر مولانا سفر اختیار کریں تو ان کو چاہئے کہ شیخ حسن کو اپنی جگہ پر مقرر کریں شاید یہی سفر مراد ہوگا۔ اب بھی جو بار بار ملاحظہ کرتا ہوں تو شیخ حسن کو اس امر پر متعین اور مقرر پاتا ہوں۔ یہ بات کسی کو ناگوار معلوم نہ ہو کیونکہ ہمارا اور تمہارا اختیار نہیں۔ بہرصورت انقیاد اور فرمانبرداری لازم ہے۔ شیخ حسن کا طریق مولانا کے طریق کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور مولانا نے آخر میں جو نسبت اس طرف سے حاصل کی تھی، شیخ حسن سے نسبت میں شریک ہے اور دوسرے یار اس مطلب سے بے بہرہ ہیں۔ اگرچہ کشف و شہود حاصل کر لیں اور توحید و اتحاد سے متحد ہو جائیں لیکن یہ دولت اور ہے اور یہ کاروبار الگ ہے۔ کشوف کو یہاں جو کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


برابر بھی نہیں لیتے اور اس توحید و اتحاد سے پناہ مانگتے ہیں۔

غرض یاروں کو لازم ہے کہ شیخ کی تقدیم میں توقف نہ کریں اور اس کو سر حلقہ بنا کر اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ برادرم خواجہ اویس یہ بات یاروں کو سمجھا کر حلقہ مشغول کی طرف رہنمائی کرے اور برادری کے حقوق بجالائے اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ چھوڑے۔ احکام شریعت کو پھیلائے اور سنت سنیہ کی متابعت کی ترغیب دے اور بدعت سے ڈرائے اور ہٹائے اور ہمیشہ التجاو تضرع وزاری کرتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ نفس امارہ دوستوں پر پیشوائی اور ریاست حاصل ہونے کے باعث ہلاکت میں ڈال دے اور خراب و ابتر کر دے۔ ہر وقت اپنے آپ کو قاصر و ناقص جان کر کمال کا طالب رہے۔ نفس و شیطان دو بڑے زبردست دشمن گھات میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ راستہ سے بہکا دیں اور محروم و نا امید کر دیں۔ **بیت**

همه اندرز من بتو این است — که تو طفلی و خانه رنگین است

ترجمہ: نصیحت میری تجھ سے ہے بس یہی — کہ رنگین ہے گھر تو ابھی طفل ہی

ہندوستان تم سے دور ہے دو سال میں ایک قافلہ آتا ہے اور خبر لاتا ہے اور لے جاتا ہے۔ احوال کو لکھتے رہا کرو۔ اگر تم نہیں پہنچ سکتے تو حال لکھنے میں غفلت نہ کرنی چاہئے۔ میاں شیخ یوسف ہمارے نزدیک ہے۔ مدت تک یہاں رہا اور اس نے بہت سے فائدے حاصل کیے اور حقیقت فنا پر اطلاع پائی۔ اب واپس آنے کا وعدہ کر کے گھر کو گیا ہے۔ مستعد اور صادق الاخلاص آدمی ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) چونکہ تم دور ہو، اس لیے نصیحت میں مبالغہ کیا جاتا ہے اور ریاست کو اپنی بلاء جان کر ڈرتے اور کانپتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس ریاست میں لذت پیدا ہو جائے اور ہلاکت ابدی اور دائمی موت تک لے جائے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ. سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یا اللہ تو ہمارے گناہوں اور فضول کارگزاریوں کو معاف کر اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر ہم کو غلبہ دے۔ تیرا رب پاک ہے۔ اس وصف سے جو لوگ کرتے ہیں۔ برتر ہے اور مرسلوں پر سلام ہو اور اللہ رب العالمین کے لیے حمد ہے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۶۲)

اس بیان میں کہ انسانی مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اور تمدن اور گزارہ میں اپنے بنی نوع کا محتاج ہے اور اسی احتیاط میں انسان کی خوبی ہے۔ خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔)

فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ظاہری باطنی ترقیاں عطا فرمائے کیونکہ آپ کی خیریت و بہتری میں عام مسلمانوں کی جمعیت اور آرام ہے اور آپ کے لیے دعا کرنا گویا تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرنا ہے۔ سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَمَّا لَا یَلِیْقُ بِجَنَابِکُمْ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا (اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں سے جو آپ کی جناب کے لائق نہیں سلامت رکھے۔ بحرمت سید المرسلین ﷺ۔

فقیر کو چونکہ معلوم ہے کہ آپ کی محبت و ارادت و اخلاص کی نسبت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگواروں کے ساتھ کامل اور پورے طور پر ہے، اس لیے تکلیف دیتا ہے۔

میرے مخدوم و مکرم اس سلسلہ عالیہ کے لوگ اس ملک میں بہت غریب ہیں اور ملک کے رہنے والوں کو بدعتوں کے پھیلنے کے باعث ان بزرگواروں کے طریقہ کے ساتھ جس میں سنت کا التزام ہے، بہت کم مناسبت ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس سلسلہ والے لوگوں میں سے بعض نے قصور نظر کے باعث اس طریقہ عالیہ میں بھی بدعتیں جاری کی ہیں اور اس عمل کو اپنے خیال میں اس طریقہ عالیہ کی تکمیل گمان کرتے ہیں۔ حاشا وکلا بلکہ یہ لوگ اس طریقہ کے خراب و برباد کرنے میں کوشش کر رہے ہیں۔ ان کو اس طریقہ کا اصل معاملہ معلوم ہی نہیں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِلٰی سَوَاءِ الصِّرَاطِ. اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

چونکہ اس ملک میں اس سلسلہ عالیہ کے لوگ عزیز الوجود اور کم یاب ہیں، اس لیے اس سلسلہ کے مریدوں اور محبوبوں پر واجب ہے کہ اس سلسلہ کے بزرگوں اور طالبوں کی امداد و اعانت کریں کیونکہ آدمی مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے اور تمدن اور بود و باش میں اپنے بنی نوع کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے نبی ﷺ تجھے اللہ اور تابعدار مومن کافی ہیں) جب حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ضروری امور کی کفایت میں مومنوں کو داخل دیا گیا تو پھر اوروں کی ضروریات میں کیا مضائقہ ہے۔ اکثر اس زمانہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے دولت مند لوگ درویشی اس بات کو جانتے ہیں کہ کوئی حاجت نہ ہو۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔ احتیاج انسان کیا تمام ممکنات کا ذاتی خاصا ہے اور اسی احتیاط میں انسان کی خوبی ہے اور ذلت و بندگی اسی احتیاج سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ اگر بالفرض انسان سے احتیاج زائد ہو جائے اور استغنیٰ پیدا ہو جائے تو سوائے طغیان وسرکشی اور عصیان وسرکشی اور عصیان و نافرمانی کے اس سے کچھ صادر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی (انسان جب اپنے آپ میں استغنا پاتا ہے تو نافرمانی کرتا ہے)

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ فقرا جو ماسویٰ کی گرفتاری سے آزاد ہیں، اپنے اسباب کی احتیاج کو مسبب الاسباب کے حوالہ کرتے ہیں اور عام پھیلی ہوئی دولت کو اس کی نعمتوں کے دسترخوانوں سے جانتے ہیں اور معطی (دینے والا) اور مانع (نہ دینے والا) درحقیقت حق تعالیٰ ہی کو تصور کرتے ہیں لیکن چونکہ حکمتوں اور مصلحتوں کے لیے اسباب کو پیدا کیا گیا ہے اور خوبی اور برائی اسباب ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس لیے یہ بزرگوار بھی شکر و شکایت کو اسباب کی طرف راجع کرتے ہیں اور نیک کو بد کو بظاہر انہی سے جانتے ہیں کیونکہ اگر اسباب کو دخل نہ دیں تو کارخانہ عظیم باطل ہو جاتا ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ یارب تو نے یہ سب کچھ باطل نہیں بنایا تو پاک ہے۔

سیادت پناہ حقائق و معارف آگاہ برادر عزیز میر محمد نعمان کا وجود شریف ان اطراف میں غنیمت ہے۔ ان کی دعا و توجہ اکسیر کا کام دیتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی دولت کا قوام و قیام انہی کے فیض اور توجہ کی برکت سے ہے۔ میں حضور و غیبت میں ان کو آپ کا مدد و معاون پاتا ہوں۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرا ہے کہ انہوں نے آپ کی خوبیاں غائبانہ اس فقیر کی طرف لکھی تھیں اور آپ کا محبت و اخلاص جو فقراء کے ساتھ ہے، وہ بھی لکھا تھا اور ظاہر کیا تھا کہ یہاں کی صوبہ داری کسی اور کے حوالہ کی ہے۔ اب توجہ اور دستگیری کا وقت ہے۔

فقیر کو اس خط کے مطالعہ کے وقت توجہ حاصل ہوئی اور آپ کو اس وقت رفیع القدر اور بلند مرتبہ معلوم کیا۔ ظاہراً اسی وقت ایک شخص جانے والا تھا۔ اس کے جواب میں یہ عبارت لکھی تھی کہ خانخاناں رفیع القدر نظر آتا ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۶۳)

ایک استفسار کے جواب میں جس میں پوچھا گیا تھا کہ اپنے پیر کے زندہ اور موجود ہونے کے باوجود اگر کوئی طالب دوسرے شخص کے پاس جا کر حق تعالیٰ کی طلب کرے تو جائز ہے یا نہیں۔ نور محمد انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد گزارش ہے کہ آپ کا خط و مراسلہ پہنچا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ اپنے پیر کے زندہ اور موجود ہونے کے باوجود اگر کوئی طالب دوسرے شیخ کے پاس جائے اور طلب حق کرے تو جائز ہے یا نہیں۔

جاننا چاہئے کہ مقصود حق تعالیٰ ہے اور پیر حق تعالیٰ کی جناب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ اگر طالب رشید اپنے آپ کو کسی اور شیخ کے پاس لے جائے اور اس کی صحبت میں اپنے دل کو جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کے اذن کے بغیر طالب اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے رشد و ہدایت طلب کرے لیکن چاہئے کہ پیر اوّل کا انکار نہ کرے اور نیکی کے ساتھ اس کو یاد رکھے۔ خاص کر اس وقت کی پیری مریدی جو محض رسم و عادت کے طور پر ہے جب اس وقت کے پیروں کو اپنی خبر نہیں اور کفر و ایمان کا پتہ نہیں تو پھر خدا تعالیٰ کی کیا خبر بتلائیں گے اور مریدوں کو کون سا راستہ دکھلائیں گے۔ بیت

آنکہ از خویشتن چونیست جنین ۔۔۔ کے خبر دارد از چناں و چنین

### ترجمہ بیت

جنین کو جب کہ خبر اپنی کچھ بھی نہیں ۔۔۔ کیا بتائے گا پھر وہ چناں و چنیں

ایسے مرید پر ہزار افسوس ہے کہ اس طرح کے پیر پر اعتقاد کر کے بیٹھ رہے اور دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے اور خدا تعالیٰ کا راستہ تلاش نہ کرے۔ یہ شیطانی خطرات ہیں جو پیر ناقص کی زندگی کے باعث طالب کو حق تعالیٰ سے ہٹا رکھتے ہیں۔ جہاں دل کی جمعیت اور ہدایت ہو بے توقف ادھر رجوع کرنا چاہئے اور شیطانی وسوسہ سے پناہ مانگنی چاہئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۶۴)

اس بیان میں کہ احوال کے تغیر و تبدل اور دنیا کمینی کی امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے دل تنگ نہ ہونا چاہئے۔ محمد مومن ولد علی جان مرحوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِجَنَابِكُمْ. (اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں سے سلامت رکھے جو آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں۔) اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ (دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور قید خانہ کے مناسب حال درد و اندوہ و مصیبت و رنج ہوتا ہے۔ احوال کے تغیر و تبدل سے دل تنگ اور امیدوں کے حاصل نہ ہونے سے دلگیر نہ ہونا چاہئے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ط (کیونکہ تنگی کے ساتھ فراخی ہے) ایک تنگی کے ساتھ دو فراخی کو ملا دیا ہے۔ شاید اس سے دنیا اور آخرت کی فراخی مراد ہو۔

با کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

باقی احوال کو سیادت مآب توفیق آثار میر سید عبدالباقی روبرو بیان کر دیں گے۔ میر صاحب موصوف آپ کی شفقتوں اور حقوق کو مدنظر رکھ کر آپ کی ملاقات گرامی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ والسلام

## مکتوب (۶۵)

بیہودہ کاموں سے بچنے کے بارہ میں مولانا محمد ہاشم خادم کی طرف صادر فرمایا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حمد و صلوٰۃ اور دعا کے بعد واضح ہو کہ آپ نے اتنی مدت سے اپنے باطنی احوال کی پختہ خبر کوئی نہیں لکھی تا کہ خوشی کا باعث ہوتی۔ دنیا و مافیہا بے فائدہ اور بیہودہ امور ہیں۔ اس لائق نہیں ہیں کہ انسان آخرت کے احوال کا تذکرہ چھوڑ کر اپنے بیہودہ کاروباروں میں مشغول رہے۔ اگرچہ آپ کی نیت نیک ہوگی۔ مگر آپ نے سنا ہی ہوگا کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ (ابرار کی نیکیاں مقربوں کے گناہ ہیں) بہرصورت اپنے احوال کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور طفیلی کو ضروری نہ جاننا چاہئے۔ اَلضَّرُوْرَةُ تُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا۔ (ضرورت بقدر ضرورت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہونی چاہئے)۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہاں کے فقراء اگرچہ رزق فراخ نہیں رکھتے لیکن سعی و کوشش کے بغیر فراغت و وسعت سے گزارہ کر رہے ہیں۔ قدر کفاف یعنی کفایت سے زیادہ رزق پہنچ رہا ہے۔ ہر روز نئی روزی آ جاتی ہے اس طرف کے باقی احوال حمد کے لائق ہیں۔ پچھلے چند مہینوں میں پھر وبا کا غلبہ ہو گیا تھا۔ جس جس کی اجل آ چکی تھی۔ مر گئے اب وبا دور ہو گئی ہے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر اور احسان ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۶۶)

توبہ و انابت و ورع و تقویٰ کے بیان میں خانخانان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

چونکہ تمام عمر معصیت اور لغزش اور تقصیر اور بیہودہ کارروائیوں میں گزر گئی ہے اس لیے مناسب ہے کہ توبہ و انابت کی نسبت کلام کی جائے اور ورع و تقویٰ کا بیان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ط اے مومنو سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔ تاکہ تم نجات پا جاؤ۔

اور فرماتا ہے۔ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْ اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا. عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ یُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری برائیوں کو دور کر کے تمہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہیں۔

اور فرماتا ہے۔ وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ۔ ظاہری اور باطنی گناہوں کو چھوڑ دو۔ گناہوں سے توبہ کرنا ہر شخص کے لیے واجب اور فرض عین ہے۔ کوئی بشر اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام توبہ سے مستغنی نہیں ہیں تو پھر اوروں کا کیا ذکر ہے۔ حضرت سید المرسلین خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اِنَّہٗ لَیُغَانُ (۱) عَلٰی قَلْبِیْ وَ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ وَ اللَّیْلَۃِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔ میرے دل پر پردہ آ جاتا ہے۔ اس لیے رات دن میں ستر بار اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پس اگر گناہ اس قسم کے ہیں کہ جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہے جیسے کہ زنا اورشراب کا پینا اور سرود اور ملاہی کا سننا اور غیر محرم کی طرف بنظر شہوت دیکھنا اوربغیر وضو کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا اور بدعت پر اعتقاد رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ تو ان کی توبہ ندامت اور استغفار اور حسرت و افسوس اور بارگاہ الٰہی میں عذر خواہی کرنے سے ہے اور اگر گناہ اس قسم کے ہیں جو بندوں کے مظالم اور حقوق سے تعلق رکھتے ہیں تو ان سے توبہ کا طریق یہ ہے کہ بندوں کے حقوق اور مظالم ادا کیے جائیں اور ان سے معافی مانگیں اور ان پر احسان کریں اور ان کے حق میں دعا کریں اور اگر مال و اسباب والا شخص مر گیا ہو تو اس کے لیے استغفار کریں اور اس کا مال اس کے وارثوں اور اولاد کو دے دیں اور اگر اس کا وارث معلوم نہ ہو تو مال و جنایت کے برابر صاحب مال اور اس شخص کی نیت کر کے جس کو ناحق ایذا دی ہو فقرا و مساکین پر صدقہ و خیرات کر دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو صادق ہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَا مِنْ عَبْدٍ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَامَ فَتَوَضَّأَ وَ صَلّٰی وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ مِنْ ذَنْبِهٖ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ (جب کسی بندہ سے گناہ سرزد ہو تو وضو کرے اور نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ کو بخش دیتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (جو شخص برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ کو غفور و رحیم پائے گا)۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔ مَنْ اَذْنَبَ ثُمَّ نَدِمَ عَلَيْهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهٗ جو شخص گناہ کر کے نادم ہوا۔ تو یہ ندامت اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔

اور حدیث میں ہے۔ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا قَالَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ثُمَّ عَادَ ثُمَّ قَالَهَا ثُمَّ عَادَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُتِبَ فِي الرَّابِعَةِ مِنَ الْكَبَائِرِ ۔ کہ جب آدمی نے کہا میں بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں پھر اس نے گناہ کیا پھر اسی طرح کہا پھر گناہ کیا تین بار چوتھی بار کبیرہ گناہ لکھا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ هَلَكَ (۱) الْمُسَوِّفُوْنَ آج کل کرنے والے ہلاک ہو گئے۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کے طور پر فرمایا کہ اے بیٹے۔ میں کل تک تاخیر نہ کر۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیونکہ موت ناگاہ آ جاتی ہے۔حضرت مجاہد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرام کے ایک پیسے کا پھیر دینا سو پیسوں کے صدقہ کرنے سے افضل ہے۔بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک رتی چاندی کا پھیر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ سو حج قبول سے افضل ہے۔ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین یا اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو نے ہم پر بخشش اور رحمت نہ کی تو ہم زیاں کار رہوں گے۔

نبی ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔عبدی ادما افترضت علیک تکن من اعبد الناس و انته عما نهیتک عنه تکن من اورع الناس واقنع بما رزقناک تکن اغنی الناس میرے بندے جو کچھ میں نے تجھ پر فرض کیا ہے ادا کر۔تو سب لوگوں میں سے زیادہ عابد ہو جائے گا اور جن باتوں سے میں نے تجھے منع کیا ہے ہٹ جا تو سب سے پرہیزگار ہو جائے گا اور جو کچھ میں نے تجھے رزق دیا ہے۔اس پر قناعت کر تو سب سے غنی بن جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کن ورعا تکن اعبد الناس تو پرہیزگار بن،تمام لوگوں سے زیادہ عابد بن جائے گا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مثقال ورع ہزار مثقال نماز روزہ سے بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کو پرہیزگار اور زاہد اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرا تقرب حاصل کرنے کے لیے جتنا ورع (پرہیزگاری) کام دیتا ہے۔ویسے کوئی اور شے نہیں۔

بعض علماء ربانی فرماتے ہیں کہ جب تک انسان ان دس چیزوں کو اپنے اوپر فرض نہ کرلے تب تک کامل ورع حاصل نہیں ہوتی۔

(1) زبان کو غیبت سے بچائے،(2) بدظنی سے بچے،(3) مسخرہ پن یعنی ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرے،(4) حرام سے آنکھ بند رکھے،(5) سچ بولے،(6) ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کا احسان جانے،تاکہ اس کا نفس مغرور نہ ہو،(7) اپنا مال راہ حق میں خرچ کرے اور راہ باطل میں خرچ کرنے سے بچے،(8) اپنے نفس کے لیے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرے،(9) نماز کی محافظت کرے،(10) سنت و جماعت پر استقامت اختیار کرے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یااللہ تو ہمارے لیے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش تو تمام باتوں پر قادر ہے۔

اے میرے مخدوم ومکرم اور اے شفقت ومکرمت کے نشان والے۔ اگر تمام گناہوں سے توبہ میسر ہو جائے اور تمام محرمات اور مشتبہات سے ورع وتقویٰ حاصل ہو جائے تو بڑی اعلیٰ دولت اور نعمت ہے۔ ورنہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا اور بعض محرمات سے بچنا بھی غنیمت ہے۔ شاید ان بعض کی برکات وانوار بعض دوسروں میں بھی اثر کر جائیں اور تمام گناہوں سے توبہ وورع کی توفیق نصیب ہو جائے۔ مَالَا یُدْرَکُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّهٗ جو چیز ساری حاصل نہ ہو اس کو بالکل ہی ترک نہ کرنا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِکَ وَثَبِّتْنَا عَلٰی دِیْنِکَ وَعَلٰی طَاعَتِکَ بِصَدَقَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمْ وَ عَلٰی اٰلِ کُلٍّ مِنَ الصَّلٰوتِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا یااللہ تو ہم کو اپنی رضامندی کی توفیق دے اور اپنے دین اور طاعت پر ثابت رکھ۔ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

# مکتوب (۶۷)

اہل سنت وجماعت کے عقائد اور اسلام کے پانچ ارکان اور اس امر پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ کلمہ حق یعنی کلمہ اسلام کو بادشاہ وقت کے کانوں تک پہنچا دیں۔ خان جہاں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جواز روئے کرم والتفات کے فقراء نامراد کے نام پر لکھا تھا، پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس شبہ واشتباہ سے بھرے ہوئے زمانہ میں سعادتمند غنی اپنے حسن خلق کے باعث باوجود بے مناسبتی کے فقراء دور از کار کے ساتھ عجز ونیاز سے پیش آتے ہیں اور اس طائفہ کے ساتھ ایمان وتصدیق رکھتے ہیں۔ یہ کس قدر اعلیٰ دولت ہے کہ مختلف تعلقات اس دولت کے مانع نہ ہوں اور پراگندہ توجہات ان کی محبت سے ہٹا نہ رکھیں۔ اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجالانا چاہیے اور امیدوار رہنا چاہیے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


محبت ہوگی ) حدیث نبوی ﷺ ہے۔

اے سعادت ونجابت کے نشان والے، آدمی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت جو سواد اعظم اور جم غفیر ہیں یعنی بڑا بھاری گروہ ہیں کے عقائد کے موافق درست کرے تاکہ آخرت کی نجات اور خلاصی متصور ہو سکے۔ خبث اعتقاد یعنی بد اعتقادی جو اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے۔ زہر قاتل ہے جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب و عتاب تک پہنچا دیتی ہے۔ عمل کی سستی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے، لیکن اعتقادی سستی میں مغفرت کی گنجائش نہیں۔ اِنَّ اللہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ (اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اور شرک کے سوا اور سب کچھ بخش دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے)۔

اہل سنت و جماعت کے معتقدات مختصر طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کے موافق اپنے اعتقاد کو درست کرلیں اور بڑی عاجزی اور زاری سے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگنی چاہئے کہ اس دولت پر استقامت عطا فرمائے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں اور اسی کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ حق تعالیٰ قدیم وازلی ہے اور تمام اشیاء حادث اور نو پدید ہیں اور جو قدیم وازلی ہے وہ باقی ابدی ہے اور جو حادث اور نو پدید ہے وہ فانی اور نیست و نابود ہے اور زائل ہونے والا ہے۔

حق تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وجوب وجود میں اور نہ عبادت کے استحقاق میں۔ وجوب وجود اس کے سوا کسی اور کے لیے مناسب نہیں اور اس کے سوا عبادت کا مستحق کوئی نہیں۔

حق تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں۔ جن میں سے حیات وعلم وقدرت و ارادت وسمع وبصر وکلام و تکوین ہیں جو قدم و ازلیت کے ساتھ متصف ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ حوادث کا تعلق صفات کے قدم میں خلل نہیں ڈالتا اور متعلق کا حدوث ان کے ازلیت کا مانع نہیں ہوتا فلاسفہ اپنی بیوقوفی کے باعث اور معتزلہ نابینائی کے سبب متعلق کے حدوث سے متعلق کے حدوث کے قائل ہیں اور صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہیں جانتے۔ جس سے تغیر لازم آتا ہے۔ جو حدوث کا نشان ہے یہ نہیں جانتے کہ صفات ازلی ہیں اور صفات کے وہ تعلقات جو اپنے حادثہ متعلقات کے ساتھ ہیں حادث ہیں۔

تمام ناقص صفتیں حق تعالیٰ کی بارگاہ سے مسلوب ہیں۔ حق تعالیٰ جواہر و اجسام و اعراض کے صفات ولوازم سے منزہ ومبرہ ہے اس کی درگاہ میں مکان وزمان و جہت کی گنجائش نہیں۔ یہ سب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسی کے مخلوق ہیں اور یہ بھی مناسب نہیں کہ حق تعالیٰ کو عرش کے اوپر جانیں اور فوق کی طرف ثابت کریں۔ کیونکہ عرش اور اس کے ماسوا سب کچھ حادث اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ مخلوق وحادث کی کیا مجال ہے کہ خالق قدیم کا مکان اور جائے قرار بن سکے۔ البتہ اس قدر ہے کہ عرش اس کی تمام مخلوقات سے اشرف ہے اور تمام ممکنات سے بڑھ کر اس میں صفا و نورانیت ہے۔ اس لیے آئینہ بننے کا حکم رکھتا ہے۔ جس سے حق تعالیٰ کی عظمت و کبریا کا ظہور ہوتا ہے۔ اس ظہور کے علاقہ کے باعث اس کو عرش الٰہی کہتے ہیں ورنہ عرش وغیرہ سب اشیاء اس کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں، لیکن عرش میں ظہور کی قابلیت ہے جو دوسروں میں نہیں۔ آئینہ جو شخص کی صورت کو ظاہر کرتا ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ شخص آئینہ میں ہے بلکہ شخص کی نسبت آئینے اور تمام اشیاء متقابلہ کے ساتھ برابر ہے۔ تفاوت قابل کی طرف سے ہے آئینہ صورت شخص کو قبول کرتا ہے اور دوسروں میں قابلیت نہیں۔

حق تعالیٰ نہ جسم ہے نہ جسمانی نہ جوہر نہ عرض نہ محدود نہ متناہی نہ طویل نہ عریض نہ دراز نہ کوتاہ نہ فراخ نہ تنگ ہے۔ بلکہ واسع ہے نہ اس وسعت کے ساتھ جو ہمارے فہم میں آ سکے اور محیط ہے نہ اس احاطہ سے جو ہمارے ادراک میں آ سکے اور قریب ہے نہ اس قرب سے جو ہماری عقل میں آ سکے اور وہ ہمارے ساتھ ہے نہ اس معیت سے جو مشہور و معروف ہے ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ واسع اور محیط اور قریب اور ہمارے ساتھ ہے، لیکن ان صفات کی کیفیت ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے اور جو کچھ ہم جانتے ہیں، جانتے ہیں کہ مذہب مجسمہ میں قدم رکھتا ہے۔

حق تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے نہ وہ کسی شے میں حلول کرتا ہے۔ تبعض و تجزی یعنی بعض بعض اور جز جز ہونا اس کی بارگاہ میں محال ہے اور ترکیب و تحلیل اس کی جناب سے دور ہے۔

حق تعالیٰ کا کوئی مثل اور برابر نہیں، نہ اس کی عورت ہے نہ کوئی بیٹا، حق تعالیٰ کی ذات و صفات بیچوں و بیچگون اور بے شبہ و بے مانند ہیں۔ اس قدر ہم جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہے اور اپنی صفات کاملہ کے ساتھ جن سے اس نے اپنی تعریف کی ہے۔ متصف ہے، لیکن جو کچھ ہمارے فہم و ادراک و عقل و تصور میں آ سکے حق تعالیٰ اس سے منزہ اور برتر ہے۔

دور بیناں بار گاہ الست | جز دریں پے نبردہ اند کہ ہست

ترجمہ: بار گاہ الست کے دانا | کچھ نہیں جانتے ہیں ہست سوا

یا: بارگاہ الست کے محرم | ہست سے آگے لے گئے نہ قدم

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یعنی صاحب شرع سے سننے پر موقوف ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


شرع میں حق تعالیٰ کی ذات پر جس اسم کا اطلاق آیا ہے۔ اس اسم کا اطلاق کرنا جائز ہے اور جس اسم کا نہیں آیا اس کا اطلاق نہیں کرنا چاہئے۔ اگرچہ اس اسم میں کمال کے معنی پائے جاتے ہوں۔ مثلاً جواد کا اطلاق کرنا چاہئے کہ اس اسم کا اطلاق شرع میں آیا ہے اور سخی نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اس اسم کا اطلاق شرع میں نہیں آیا۔

قرآن: حق تعالیٰ کا کلام ہے جس کو حرف اور آواز کا لباس دے کر ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا ہے اور بندوں کو اس کے ساتھ امر و نہی کا حکم کیا ہے جس طرح ہم اپنے نفسی کلام کو کام و زبان کے ذریعے حرف و آواز کے لباس میں لا کر ظاہر کرتے ہیں اور اپنے پوشیدہ مقصدوں اور مطلبوں کو عرصہ ظہور میں لاتے ہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے اپنے نفسی کلام کو کام و زبان کے وسیلہ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے حرف و آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں پر بھیجا ہے اور اپنے پوشیدہ امر و نواہی کو حرف و آواز کے ضمن میں لا کر ظہور کے میدان میں جلوہ گر کیا ہے۔ پس کلام کی دونوں قسمیں یعنی نفسی اور لفظی حق تعالیٰ کے کلام ہیں اور دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے جس طرح کہ ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی اور لفظی حقیقت کے طور پر ہمارے کلام ہیں نہ یہ کہ قسم اوّل حقیقت ہے اور دوسری مجاز۔ کیونکہ مجاز کی نفی جائز ہے کلام لفظی کی نفی کرنا اور اس کو کلام خدا نہ کہنا کفر ہے۔ اسی طرح دوسری کتابیں اور صحیفے جو گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمائے۔ سب حق تعالیٰ کے کلام ہیں اور جو کچھ قرآن اور ان کتابوں اور صحیفوں میں درج ہے سب حق تعالیٰ کے احکام ہیں جن کے ساتھ اپنے بندوں کو وقت کے موافق تکلیف فرمائی ہے۔

مومنوں کا حق تعالیٰ کو بہشت میں بے جہت و بے مقابلہ و بے کیفیت و بے احاطہ دیکھنا حق ہے۔ اس آخرت کی رویت اور دیدار پر ہمارا ایمان ہے اور اس کی کیفیت ہم نہیں جانتے کیونکہ حق تعالیٰ کی رویت بیچون ہے اور اس جہان میں اس کی حقیقت ارباب چون پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اس پر ایمان لانے کے سوا ان کے نصیب اور کچھ نہیں۔ فلاسفہ اور معتزلہ اور تمام بدعتی گروہوں پر افسوس ہے جو حرمان اور کوری سے دیدار آخرت کا انکار کرتے ہیں اور غائب کا قیاس حاضر پر کرتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کی دولت سے بھی مشرف نہیں ہوتے۔

حق تعالیٰ جس طرح بندوں کا خالق ہے اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ وہ افعال خیر ہوں یا شر سب اسی کی تقدیر سے ہیں، لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں۔ اگرچہ دونوں اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہیں، لیکن جاننا چاہئے کہ صرف تنہا شر کو ادب کے باعث

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنا چاہئے اور خالق شر نہ کہنا چاہئے بلکہ خالق خیر وشر کہنا مناسب ہے۔اسی طرح علماء نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کو خَالِقُ کُلِّ شَیْیءٍ کہنا چاہئے۔ خَالِقُ الْقَاذُوْرَاتِ وَالْخَنَازِیْر نہ کہنا چاہئے کہ اس میں حق تعالیٰ کی پاک جناب کی بے ادبی ہے۔معتزلہ ثنویت یعنی دوئی اور بیگانگی کے باعث بندہ کو افعال کا خالق جانتے ہیں اور فعل کے خیر وشر کو بندہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔شرع وعقل ان کی تکذیب کرتی ہے۔ہاں علماء حق نے بندہ کی قدرت کو اس کے فعل میں داخل کیا ہے اور اس کا کسب بندہ میں ثابت کیا ہے۔کیونکہ حرکت مرتعش یعنی بے اختیاری حرکت اور حرکت مختار میں فرق واضح ہے۔حرکت ارتعاش یعنی بے اختیاری حرکت میں بندہ کی قدرت اور کسب کا کچھ دخل نہیں اور حرکت اختیاری میں دخل ہے۔اسی قدر فرق مواخذہ کا باعث ہو جاتا ہے اور ثواب وعقاب کو ثابت کرتا ہے اکثر لوگ بندہ کی قدرت واختیار میں تردد رکھتے ہیں اور بندہ کو بیچارہ اور عاجز جانتے ہیں۔انہوں نے علماء کی مراد کو نہیں سمجھا۔بندہ میں قدرت واختیار کا ثابت کرنا اس معنے کے لحاظ سے نہیں ہے کہ جو بندہ جو کچھ چاہے کر لے اور جو نہ چاہے نہ کرے یہ بات بندگی سے دور ہے۔بلکہ اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ بندہ جس بات کے ساتھ مکلّف ہے اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔مثلاً نماز پنج وقتی ادا کر سکتا ہے۔چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے سکتا ہے اور بارہ مہینوں میں ایک مہینہ روزہ رکھ سکتا ہے اور اپنی عمر میں خرچ وسواری کے ہوتے ایک بار حج کر سکتا ہے۔اسی طرح باقی احکام شرعی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے بندہ کی ضعف وناطاقتی کو دیکھ کر سہولت وآسانی کو مدنظر رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا) اور فرماتا ہے۔یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) انسان ضعیف شہوات سے صبر نہیں کر سکتا اور سخت تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔تاکہ خلق کو حق تعالیٰ کی طرف بلائیں اور گمراہی سے سیدھے راستہ پر چلائیں جو شخص ان کی دعوت کو قبول کر لے اس کے لیے جنت کی خوشخبری ہے اور جو کوئی انکار کرے اس کے لیے دوزخ کے عذاب کی وعید ہے اور جو کچھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا اور بتایا ہے سب سچ اور برحق ہے اس میں کسی قسم کا خلاف نہیں۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کا دین تمام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب تمام گزشتہ کتابوں سے بہتر ہے آپ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی۔ بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرما کر آپ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ کے امتی ہو کر رہیں گے۔

جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے آخرت کے احوال کی نسبت خبر دی ہے سب حق اور سچ ہے۔ یعنی قبر کا عذاب اور اس کی تنگی۔ منکر نکیر کا سوال، جہان کا فنا ہونا، آسمانوں کا پھٹ جانا، ستاروں کا پراگندہ ہونا، زمین و پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا اور مرنے کے بعد جی اٹھنا، روح کا جسم میں واپس ڈالنا، قیامت کا زلزلہ اور خوف، عملوں کے حساب کیے ہوئے اعمال پر اعضا کی شہادت، نیک و بد اعمالنامہ کا دائیں بائیں ہاتھ میں اڑ کر آنا اور برے بھلے اعمال کے تولنے کے لیے میزان کا رکھنا اور اس کے ذریعے برائیوں، بھلائیوں کی کمی بیشی معلوم کرنا، اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوا تو نجات کی علامت ہے اور اگر ہلکا ہوا تو خسارہ کا نشان ہے۔ اس میزان کا بھاری یا ہلکا ہونا دنیا کی میزان کے بھاری ہلکا ہونے کے برخلاف ہے۔ وہاں جو پلہ اوپر کو جائے گا وہ بھاری ہوگا اور جو نسا نیچے ہوگا خفیف اور ہلکا ہوگا سب کچھ سچ اور راست ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وصالحین کی شفاعت حق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے اوّل پیغمبر گنہگار مومنوں کی شفاعت کریں گے، پھر صالحین، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی)

پل صراط حق ہے۔ اس کو دوزخ کی پشت پر رکھیں گے۔ مومن اس پل کو عبور کر کے بہشت میں جائیں گے اور کافر پھسل پھسل کر دوزخ میں گریں گے۔

بہشت جو مومنوں کے آرام کے لیے ہے اور دوزخ جو کافروں کے عذاب کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ دونوں مخلوق ہیں اور ہمیشہ باقی رہیں گے، فانی نہ ہوں گے، حساب و کتاب کے بعد جب مومن بہشت میں جائیں گے وہاں ہمیشہ کے لیے آرام سے رہیں گے اور کبھی باہر نہ نکالے جائیں گے ایسے ہی جب کافر دوزخ میں جائیں گے تو ہمیشہ تک عذاب میں رہیں گے اور ان کے عذاب میں کبھی تخفیف نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ (نہ ان کا عذاب ہلکا ہوگا، نہ ان کو مہلت ملے گی)۔

جس کے دل میں ذرّہ ایمان ہوگا۔ اس کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ یعنی گناہوں کی زیادتی کے باعث اس کو دوزخ میں ڈالیں گے اور گناہوں کے موافق عذاب دے کر دوزخ سے اس کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نکال لیں گے اور اس کے ایمان کی برکت سے کفار کی طرح اس کے منہ کو سیاہ نہ کریں گے اور طوق وزنجیر اس کو نہ ڈالیں گے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں۔حق تعالیٰ کے امر کی نافرمانی ان کے حق میں جائز نہیں جس کا ان کو حکم ہے اس کو بجالاتے ہیں۔عورت مرد ہونے سے پاک ہیں۔توالد وتناسل ان کے حق میں مفقود ہے۔یعنی ان کو حق تعالیٰ نے رسالت کے لیے برگزیدہ کیا ہے اور وحی کی تبلیغ سے مشرف فرمایا ہے۔پیغمبروں کی کتابوں اور صحیفوں کے پہنچانے والے یہی ہیں۔جو خطا وخلل سے محفوظ ہیں اور دشمن کے مکروفریب سے معصوم۔جو کچھ انہوں نے حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچانا ہے۔سب صدق وصواب ہے۔اس میں کسی قسم کا احتمال واشتباہ نہیں۔یہ بزرگوار حق تعالیٰ کی عظمت وجلال سے ڈرتے اور اس کے امر بجالانے کے سوا کچھ کام نہیں کرتے۔

ایمان تصدیق قلبی اور اقرار زبانی ہے۔ان احکام کے ساتھ جو دین سے تواتر وضرورت کے ساتھ مجمل ومفصل طور پر ہم تک پہنچے ہیں۔اعضا کے اعمال نفس ایمان سے خارج ہیں،لیکن ایمان میں کمال کو بڑھاتے اور خوبی کو پیدا کرتے ہیں۔

امام اعظم کوفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ ایمان کم وبیش نہیں ہوتا،کیونکہ تصدیق قلبی قلب کے یقین اور مان لینے سے حاصل ہوتی ہے۔جس میں کمی وزیادتی کی گنجائش نہیں۔جس چیز میں تفاوت پایا جائے۔دائرہ ظن ووہم میں داخل ہے۔ایمان میں کمی بیشی باعتبار طاعات وحسنات کے ہے۔جس قدر طاعت زیادہ ہوگی اسی قدر ایمان زیادہ کامل ہوگا۔پس عام مومنوں کا ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان جیسا نہ ہوگا،کیونکہ وہ ایمان طاعات کے باعث کمال کے بلند درجہ تک پہنچا ہوا ہوتا ہے۔جہاں تک عام مومنوں کا ایمان نہیں پہنچ سکتا۔اگرچہ یہ دونوں ایمان نفس ایمان میں مشترک ہیں،لیکن اس ایمان نے طاعات کی قوت کے باعث اور ہی حقیقت پیدا کر لی ہے گویا دوسروں کا ایمان اس ایمان کا فرد نہیں اور ان کے درمیان کوئی مماثلت اور مشارکت نہیں۔عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں،لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اعلیٰ کمالات نے ان کو درجہ بلند تک پہنچایا ہے اور ایک الگ حقیقت ثابت کر لی ہے۔گویا حقیقت مشترکہ سے عالی وبرتر ہیں۔بلکہ انسان یہی ہیں اور عوام لوگ نسناس یعنی بن مانس کا حکم رکھتے ہیں۔امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اَنَا مُؤمِنٌ حَقًّا میں تحقیق مومن ہوں اور امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اَنَا مُؤمِنٌ اِنْشَاءُ اللّٰہُ تَعَالٰی (میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ) ہر ایک کے لیے الگ الگ وجہ ہے۔ایمان حال کے اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ اَنَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مؤمنٌ" حقًّا اور باعتبار خاتمہ اور انجام کے اَنَا مُؤمِنٌ' اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی لیکن بہر صورت استثناء سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔یعنی اَنَا مُؤمِنٌ' اِنْشَاءَ اللّٰہُ نہ کہنا چاہئے۔

مومن گناہ کرنے سے اگر چہ کبیرہ ہوں۔ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور دائرہ کفر میں داخل نہیں ہوتا۔منقول ہے کہ ایک دن امام اعظم علیہ الرحمتہ علماء کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر پوچھا کہ اس مومن فاسق کے لیے کیا حکم ہے۔جو اپنے باپ کو ناحق مار ڈالے اور اس کے سر کو تن سے جدا کر کے اس کا کاسہ سر میں شراب ڈال کر پیئے اور شراب پی کر اپنی ماں کے ساتھ زنا کر لے۔آیا مومن ہے یا کافر۔ہر ایک عالم اس مسئلہ میں غلطی پر رہا اور دور تک معاملہ کو لے گیا۔

امام اعظم علیہ الرحمتہ نے اس اثنا میں فرمایا کہ وہ مومن ہے۔اس قدر گناہ کبیرہ کرنے کے باوجود سے اس کا ایمان دور نہیں ہوا۔امام اعظم کی یہ بات علماء کو بہت ناگوار گزری اور ان کے حق میں طعن و تشنیع کی زبان درازی کی۔آخر جب امام علیہ الرحمتہ کی بات برحق تھی۔سب نے مان لی۔اگر مومن عاصی کو غرغرہ یعنی وقت نزع سے پہلے توبہ کی توفیق حاصل ہو جائے تو نجات کی بڑی امید ہے، کیونکہ اس وقت تک توبہ کے قبول ہونے کا وعدہ ہے اور اگر توبہ انابت سے مشرف نہ ہوا۔تو اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے حوالہ ہے۔چاہے معاف کرے اور بہشت میں بھیج دے۔خواہ گناہ کے موافق عذاب کرے اور دوزخ میں ڈالے،لیکن آخر کار اس کے لیے نجات ہے اور اس کا انجام بہشت ہے، کیونکہ آخرت میں رحمت خداوندی سے محروم ہونا کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور جو کوئی ذرّہ بھر ایمان رکھتا ہے۔رحمت کا اُمیدوار ہے۔اگر گناہ کے باعث ابتدا میں رحمت نہ پہنچے تو انتہا میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے میسر ہو جائے گی۔رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (یا اللہ تو ہدایت دے کر ہمارے دلوں کی ٹیڑھا نہ کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما۔تو بڑا بخشنے والا ہے)

خلافت و امامت کی بحث اہل سنت و جماعت کے نزدیک اگر چہ دین کے اصول میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اعتقاد کے ساتھ کچھ تعلق رکھتی ہے،لیکن چونکہ شیعہ نے اس بارہ میں بڑی زیادتی اور افراط و تفریط کی ہے اس لیے علماء حق نے اس بحث کو علم کلام سے متعلق کیا ہے اور حقیقت حال کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ان کے بعد حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کی افضلیت صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس کو ائمہ بزرگواران کی ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔ جن میں سے ایک امام شافعی علیہ الرحمتہ ہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعری جو اہل سنت کا رئیس ہے۔ فرماتا ہے کہ شیخین کی افضلیت باقی امت پر قطعی ہے۔ سوائے جاہل یا متعصب کے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مجھ کو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دے، وہ مفتری ہے۔ میں اس کو ایسی طرح کوڑا لگاؤں گا جس طرح مفتری کو لگاتے ہیں۔ حضرت عبدالقادر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں اور ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے عروج واقع ہوا۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میرے بعد میرا خلیفہ علی ہو۔ فرشتوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ جو کچھ خدا چاہے وہی ہوگا۔ تیرے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔

نیز حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ: حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ دنیا سے باہر نہیں گئے۔ جب تک میرے ساتھ یہ عہد نہ کرلیا کہ میرے مرنے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوگا۔ بعد ازاں عمر رضی اللہ عنہ بعد ازاں عثمان رضی اللہ عنہ اور بعد ازاں تو خلیفہ ہوگا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

علماء اہل سنت و جماعت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم و اجتہاد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت دیتے ہیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتول کہتے ہیں جو انقطاع میں مبالغہ کا صیغہ ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کتاب غنیۃ الطالبین میں حضرت فاطمہ کو مقدم سمجھتے ہیں، لیکن جو کچھ فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ علم و اجتہاد میں پیش قدم ہیں اور حضرت فاطمہ زہد و انقطاع میں بڑھ کر ہیں۔ اسی واسطے حضرت فاطمہ کو بتول کہتے تھے۔ جو انقطاع میں صیغہ مبالغہ ہے اور حضرت عائشہ اصحاب کے فتاوے کا مرجع تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کرام کو جو مشکل علم میں پیش آتی تھی۔ حضرت عائشہ کی خدمت میں اس کا حل طلب کرتے تھے۔

وہ لڑائی جھگڑے جو اصحاب کرام کے درمیان واقع ہوئے ہیں، جیسے کہ جمیل اور صفین کی لڑائی جھگڑا۔ ان کو نیک محمول کرنا چاہئے اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہئے، کیونکہ ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بزرگواروں کے نفوس حضرت خیرالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ہوا و ہوس سے پاک اورحرص وکینہ سے صاف ہو چکے تھے۔ اگران میں صلح تھی تو حق کے لیےتھی اور اگرلڑائی جھگڑا تھا تو حق کے لیےتھا۔ ہرایک گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا ہےاور مخالف کورنج وتعصب کے بغیراپنے سے دفع کیا ہے۔ جواپنے اجتہاد میں مصیب ہے۔ اس کو دو درجہ بلکہ ایک قول کے موافق دس درجہ کا ثواب ہےاور جومخطی ہے۔ ایک درجہ ثواب کا اس کو بھی حاصل ہے۔ پس مخطی مصیب کی طرح ملامت سے دور ہے بلکہ درجات ثواب میں سے ایک درجہ ثواب کی امید رکھتا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ ان لڑائیوں میں حق بجانب حضرت امیر رضی اللہ عنہ تھےاور مخالفوں کا اجتہادصواب سے دور تھا۔ مگرطعن کے لائق نہیں ہیں اور ملامت کی گنجائش نہیں۔ چہ جائے کہ ان کوفسق یا کفرکی طرف منسوب کیا جائے۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی۔ یہ نہ کافر ہیں نہ فاسق، کیونکہ ان کے نزدیک تاویل ہے جو کفر وفسق سے منع کرتی ہے۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ (جو اختلاف میرے اصحاب کے درمیان ہوا ہے تم اس سے بچو) پس پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام اصحاب کو بزرگ جاننا چاہئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے اور ان میں سے کسی کے حق میں بدگمان نہ ہونا چاہئے اوران کے لڑائی جھگڑوں کو دوسروں کی صلح سے بہتر جاننا چاہئے۔ فلاح ونجات کا طریق یہی ہے۔ کیونکہ اصحاب کرام کی دوستی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی کے باعث ہے۔ کوئی بزرگ فرماتا ہے۔ مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ مَنْ لَمْ یُوَقِّرْ اَصْحَابَہٗ (اس شخص کا رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہی نہیں جس نے آپ کے اصحاب کی عزت نہ کی)

قیامت کی علامتیں جن کی نسبت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے سب حق ہیں۔ ان میں کسی قسم کا خلاف نہیں۔ یعنی آفتاب عادت کے برخلاف مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ دجال نکل آئے گا اور یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے۔ دابۃ الارض نکلے گا اور دھواں آسمان سے پیدا ہوگا اور تمام لوگوں کو گھیر لے گا اور دردناک عذاب دے گا اور لوگ بیقرار ہو کر کہیں گے اے ہمارے پروردگار۔ اس عذاب سے ہم کو دور کر، ہم ایمان لائے اور اخیر کی علامت وہ آگ ہے جو عدن سے نکلے گی۔ بعض نادان گمان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اہل ہند میں سے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہی مہدی موعود ہوا ہے پس ان کے گمان میں مہدی گزر چکا ہے اور فوت ہو گیا ہےاور اس کی قبر کا پتا دیتے ہیں کہ فرا میں ہے۔ احادیث صحیحہ جو حد شہرت بلکہ حد تواتر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تک پہنچ چکی ہیں۔ ان لوگوں کی تکذیب کرتی ہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جو علامتیں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمائی ہیں۔ ان لوگوں کے معتقد شخص کے حق میں مفقود ہیں۔ احادیث نبوی میں آیا ہے کہ مہدی موعود آئیں گے ان کے سر پر ابر ہوگا، اس امر میں ایک فرشتہ ہوگا جو پکار کر کہے گا کہ یہ شخص مہدی ہے اس کی متابعت کرو۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام زمین کے مالک چار شخص ہوئے ہیں۔ جن میں د مومن ہیں دو کافر۔ ذوالقرنین اور سلیمان مومنوں میں سے ہیں اور نمرود و بخت نصر کافروں میں سے۔ اس زمین کا پانچواں مالک میری اہل بیت سے ایک شخص ہوگا یعنی مہدی علیہ الرضوان۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا فنا نہ ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ میری اہل بیت میں سے ایک شخص کو مبعوث نہ فرمائیں گے۔ اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نا میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ زمین کو جور وظلم کے بجائے عدل وانصاف پر کردے گا۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ اصحاب کہف حضرت مہدی کے مددگار رہوں گے اور حضرت عیسیٰ ان کے زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور دجال کے قتل کرنے میں ان کے ساتھ موافقت کریں گے اور ان کی سلطنت کے زمانہ میں زمانہ کی عادت اور نجومیوں کے حساب کے برخلاف ماہ رمضان کی چودہویں تاریخ کو سورج گرہن اور اول ماہ میں چاند گرہن لگے گا۔ نظر انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ یہ علامتیں اس مردہ شخص میں موجود تھیں یا نہیں اور بھی بہت سی علامتیں ہیں جو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہیں۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مہدی منتظر کی علامات میں ایک رسال لکھا ہے۔ جس میں دوسو تک علامتیں لکھی ہیں۔

بڑی نادانی اور جہالت کی بات ہے کہ مہدی موعود کا حال واضح ہونے کے باوجود لوگ گمرا ہورہے ہیں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِلٰی سَوَاءِ الصِّرَاطِ (اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دے)۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل اکہتر فرقے ہو گئے تھے ایک کے سو سب کے سب دوزخ میں ہیں اور عنقریب میری امت کے لوگ تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک فرقہ ناجیہ ہے اور باقی سب دوزخ میں۔ پوچھا گیا کہ وہ فرقہ ناجیہ کون سا ہے۔ فرمایا کہ فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس بات پر ہیں جس میں ہوں اور میرے اصحاب۔ اور وہ ایک فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ اور اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی متابعت کو لازم پکڑا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰی مُعْتَقَدَاتِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَ اَمِتْنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ وَاحْشُرْنَا مَعَھُمْ (یااللہ تو ہم کو اہل سنت و جماعت کے اعتقاد پر ثابت قدم رکھ اور ان کے گروہ میں مار اور انہی کے ساتھ اٹھا) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (یااللہ تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی بارگاہ سے ہم پر رحمت نازل فرما۔ تو بڑا بخشنے والا ہے)۔

عقائد کے درست ہونے کے بعد شرع کے اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا جو عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ نہایت ضروری ہے۔ پنج وقتی نماز کو بلافتور تعدیل ارکان اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے، کیونکہ کفر اور اسلام کے درمیان فرق نماز ہی کا ہے۔ جب نماز بطریق مسنون ادا ہو جائے اسلام کی مضبوط رسی ہاتھ آجاتی ہے کیونکہ نماز اسلام کے پنجگانہ اصول میں سے دوسرا اصل ہے۔ پہلا اصل خدا اور رسول پر ایمان لانا ہے، اصل دوم نماز ہے، اصل سوم زکوٰۃ کا ادا کرنا، چوتھا اصل ماہ رمضان کے روزے، پانچواں اصل بیت اللہ کا حج۔ پہلا اصل ایمان سے تعلق رکھتا ہے باقی چار اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام عبادتوں کی جامع اور سب سے افضل تر نماز ہے۔ قیامت کے دن پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر نماز کا محاسبہ درست ہو گیا تو باقی محاسبے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے آسانی سے گزر جائیں گے جہاں تک ہو سکے۔ شرعی ممنوعات سے بچنا چاہئے اور حق تعالیٰ کی نامرضیات کو زہر قاتل سمجھنا چاہئے اور اپنے قصوروں کو ہر وقت نظر میں رکھنا چاہئے اور اپنی کارگزاریوں پر نادم اور شرمندہ ہونا چاہئے اور ندامت و حسرت اٹھانی چاہئے۔ بندگی کا طریق یہی ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) اور جو شخص بے تحاشا اپنے مولیٰ کی نامرضی اور نافرمانی کا مرتکب ہو اور اس فعل سے اس کو ذرا بھی ندامت و شرمندگی نہ ہو وہ شخص سخت سرکش ہے۔ عجب نہیں کہ یہ اصرار و سرکشی اس کو اسلام سے باہر نکال دے اور دشمنوں میں داخل کر دے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَ ھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یااللہ تو اپنے پاس سے ہم کو رحمت بخش اور ہمارے کاموں میں ہمیں بھلائی نصیب کر) وہ دولت جس کے ساتھ حق تعالیٰ نے آپ کو ممتاز فرمایا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں اور شاید آپ کو بھی یاد ہو یا نہ ہو۔ یہ ہے کہ بادشاہ وقت سات پشت سے مسلمان چلا آتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے ہے اور حنفی مذہب پر ہے۔ چند سال ہوئے ہیں کہ اس زمانہ میں جو قرب قیامت اور عہد نبوت کے بعد کا زمانہ ہے۔ بعض طالب علموں نے اپنی طمع کی کم بختی سے جو باطن کی پلیدی سے پیدا ہوئی ہے امیروں اور بادشاہوں کے ساتھ تقرب حاصل کیا ہے اور خوشامد کر کے دین متین میں تشکیکات اور اعتراض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کیے ہیں اور شبہے نکالے ہیں اور سادہ لوح اور بیوقوفوں کو بہکا رہے ہیں۔ جب ایسا عظیم الشان بادشاہ آپ کی باتوں کو اچھی طرح سن سکتا اور قبول کر سکتا ہے تو یہ کس قدر بھاری دولت ہے کہ آپ تصریح یا اشارہ کے طور پر کلمہ حق یعنی کلمہ اسلام کو جو اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے موافق ہو۔ اس کے گوش گزار کر دیں اور جہاں تک گنجائش ہو سکے اہل حق کی باتوں کو پیش کریں۔ بلکہ ہمیشہ امیدوار اور منتظر رہیں کہ کوئی ایسا موقع مل جائے، جس میں مذہب وملت کی نسبت گفتگو شروع ہو جائے۔ تاکہ اسلام کی حقیقت ظاہر کی جائے اور کفر و کافری کا بطلان کیا جائے۔ کفر خود ظاہر البطلان ہے۔ کوئی عقلمند اس کو پسند نہیں کرتا۔ بے تحاشا اس کے بطلان کو ظاہر کرنا چاہئے اور بلاتوقف ان کے جھوٹے خداؤں کی نفی کرنی چاہئے اور معبود برحق بلاتر دد وشبہ آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے کو ثابت کرنا چاہئے۔ کیا کبھی سنا ہے کہ ان کے سب باطل خداؤں نے ایک مچھر کو بھی پیدا کیا ہو۔ اگر مچھر ان کو ڈنگ مارے یا تکلیف دے۔ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ کافر گویا اس امر کی برائی کو ملاحظہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ معبود حق تعالیٰ کے نزدیک ہمارے شفیع ہوں گے اور ہم کو خدا کے نزدیک کر دیں گے۔ ان بے عقلوں نے کہاں سے جانا ہے کہ ان جمادات کو شفاعت کی مجال ہو گی اور حق تعالیٰ اپنے شریکوں کی شفاعت کو جو در حقیقت اس کے دشمن ہیں، اپنے دشمن بندوں کے حق میں قبول کر لے گا۔ ان کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کہ باغی بادشاہ پر حملہ کریں اور چند بے وقوف ان باغیوں کی مدد کریں اس خیال فاسد سے کہ تنگ وقت میں یہ باغی بادشاہ کے نزدیک ہماری سفارش کریں گے اور ان کے ذریعے ہم بادشاہ کا تقرب حاصل کریں گے۔ یہ عجب بے وقوف ہیں کہ باغیوں کی خدمت کریں اور باغیوں کی شفاعت سے بادشاہ سے معافی مانگیں اور اس کا قرب حاصل کریں۔ یہ لوگ سلطان برحق کی کیوں نہیں خدمت کرتے اور باغیوں کو کیوں نہیں شکست دیتے تاکہ اہل حق میں سے ہوں۔ یہ بے عقل لوگ پتھر کو لے کر اپنے ہاتھ سے تراشتے ہیں اور کئی سال اس کی پرستش کرتے ہیں اور اس سے بڑی بڑی امیدیں طلب کرتے ہیں۔ غرض کافروں کا دین ظاہر البطلان ہے اور مسلمانوں سے جو شخص راہ حق اور طریق مستقیم سے دور جا پڑا ہے۔ وہ اہل ہوا اور بدعتی ہے اور طریق مستقیم نبی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طریق ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ بدعتیوں کے گروہ جن کے اصول یہ نو گروہ ہیں۔ خوارج، شیعہ، معتزلہ، مرجیہ، مشبہ، جہمیہ، ضراریہ، نجاریہ، کلابیہ، آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت کے زمانہ میں نہ تھے۔ یہ گروہ صحابہ اور تابعین اور فقہائے سبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے انتقال فرمانے سے کئی سال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بعد پیدا ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے بعد زندہ رہے گا بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تم میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑے رکھنا اور نئے نئے امور سے اپنے آپ کو بچانا، کیونکہ ہر ایک بدعت ضلالت ہے اور جو کچھ میرے بعد پیدا ہوگا وہ رد ہے اور سنت سے دور ہے۔

پس جو مذہب آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اعتبار اور اعتماد کے لائق نہیں۔ اس دولت عظمیٰ کا شکر بجالانا چاہیے کہ کمال فضل و کرم سے ہم کو فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت میں داخل فرمایا اور بدعتی اور ہوا پرست فرقوں میں سے نہ بنایا اور ان کے اعتقاد فاسد میں ہم کو مبتلا نہ کیا اور ان لوگوں میں سے نہ بنایا جو بندہ کو مولا کی خاص صفات میں شریک بناتے ہیں اور بندے کو اپنے افعال کا خالق جانتے ہیں اور آخرت کے دیدار سے جو دنیا و آخرت کی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ انکار کرتے ہیں اور حق تعالیٰ سے صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں اور نیز ان دو گروہوں میں سے نہ بنایا جو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کبار کے ساتھ بغض رکھتے ہیں اور ان بزرگان دین پر بدظن ہیں اور ان کو ایک دوسرے کا دشمن تصور کرتے ہیں اور باطنی بغض و کینہ کے ساتھ تہمت لگاتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان بزرگوں کے حق میں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (ایک دوسرے پر مہربان ہیں) فرماتا ہے اور یہ دونوں گروہ کلام حق کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کے درمیان بغض و کینہ و عداوت ثابت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے تاکہ صراط مستقیم کو دیکھ لیں۔

اور اس گروہ میں سے بھی نہ بنایا جو حق تعالیٰ کے لیے جہت و مکان ثابت کرتے ہیں اور جسم و جسمانی خیال کرتے ہیں اور حدوث و امکان کے نشان واجب قدیم جل شانہ میں ثابت کرتے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ روح کی مانند ہے اور تمام انسان جسد یعنی جسم کی طرح۔ اگر روح درست ہے تو بدن بھی درست ہے اور اگر روح بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے۔ پس بادشاہ کی بہتری میں کوشش کرنا گویا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے اور بادشاہ کی اصلاح اس امر میں ہے کہ بلحاظ وقت جس طرح ہو سکے کلمہ اسلام کا اظہار کیا جائے، کلمہ اسلام کے بعد اہل سنت و جماعت کے معتقدات بھی کبھی کبھی بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دینے چاہئیں اور مذہب مخالف کی تردید کرنی چاہیے۔ اگر یہ دولت میسر ہو جائے تو گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آ گئی۔ آپ کو یہ دولت مفت حاصل ہے۔ اس کی قدر جاننی چاہیے۔ زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ حالانکہ جس قدر زیادہ مبالغہ کیا جائے۔ اسی قدر بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے)۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۶۸)

نورانی ستون اور دم دار ستارہ کے بیان میں جو مشرق کی جانب سے طلوع ہوئے تھے اور قیامت کی علامتوں کے بیان میں خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے، بیشک ہمارے اللہ تعالیٰ کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں)۔

صحیفہ شریفہ جو فرزند عزیز نے مولانا ابوالحسن کے ہمراہ روانہ کیا تھا پہنچا پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ تم نے ستون کی نسبت جو مشرق کی طرف سے پیدا ہوا تھا دوبارہ دریافت کیا ہے۔

سو جاننا چاہئے کہ خبر میں آیا ہے کہ جب عباسی بادشاہ جو حضرت مہدی کے ظہور کے مقدمات میں سے ہے۔ خراسان میں پہنچے گا۔ مشرق کی طرف قرن ذو سنین (دو دندانہ والا سینگ) طلوع کرے گا۔ اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ستون مذکور کے دو سر ہوں گے۔ پہلے پہل اس وقت طلوع ہوا تھا جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ہلاک ہوئی تھی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طلوع ہوا تھا۔ جب کہ ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کے ہلاک ہونے کے وقت بھی طلوع ہوا تھا اور حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کے وقت بھی ہوا تھا جب اس کو دیکھیں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں فتنوں کے شر سے پناہ مانگیں۔ یہ سفیدی جو مشرق کی طرف سے طلوع ہوئی تھی۔ اوّل ستون منور کی صورت میں تھی۔ بعد از اں ٹیڑھی ہو کر سینگ کی مانند ہو گئی۔ شاید اسی اعتبار سے فرمایا ہو کہ اس سینگ کے دونوں طرف دانتوں کی طرح باریک ہو گئے تھے۔ ان دونوں طرفوں کو دو سرا اعتبار کیا ہے۔ جیسے کہ نیزہ کے دونوں طرف باریک ہوں اور ان کو دو سرا اعتبار کریں۔

برادرم شیخ محمد طاہر بدخشی جونپور سے آیا ہے اور کہتا ہے کہ اس ستون کے اوپر کی طرف دانتوں کی طرح دو سر تھے۔ جن میں تھوڑا سا فاصلہ تھا جنگل میں اس بات کو تشخیص کیا تھا اور لوگوں نے بھی اسی طرح خبر دی ہے۔

یہ طلوع اس طلوع سے الگ ہے جو حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کے وقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پیدا ہوگا۔ کیونکہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ صدی کے بعد آئیں گے اور ابھی سو میں سے اٹھائیس سال گزرے ہیں۔

نیز حدیث میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی علامتوں میں آیا ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک ستارہ طلوع ہوگا جس کا دم نورانی ہوگا۔ یہ ستارہ جو طلوع ہوا ہے شاید وہی ہے یا اس کی مثال ہے اور اس ستارہ کو دمدار اس واسطے کہتے ہیں ۔ حکماء نے لکھا ہے کہ ثوابت ستاروں کا سیر مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ پس اس ستارہ کا رخ اپنی سیر میں مشرق کی طرف ہے اور پیٹھ مغرب کی طرف۔ پس وہ لمبی سفیدی جو اس کے پیچھے دم کے مناسب ہے اور مشرق سے مغرب کی طرف ہر روز بلند ہوتا جاتا ہے۔ یہ اس کا سیر قسری ہے جو فلک اعظم کے سیر سے وابستہ ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ (اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو بخوبی جانتا ہے)۔

غرض امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا وقت نزدیک ہے دیکھیں صدی تک جو اس کے ظہور کا وقت ہے کیا کیا مقدمات ومبادی ظہور میں آئیں گے۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کے یہ مقدمات ومبادی ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارہاصات کی طرح ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور نبوت کے ظہور سے اوّل ظاہر ہوئے تھے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کے نطفہ نے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت کا مادہ تھا۔ آمنہ کے رحم میں قرار پکڑا تمام روئے زمین کے بت سرنگوں ہو گئے اور تمام شیطان اپنے کام سے بند ہو گئے۔ فرشتوں نے ابلیس کے تخت کو اوندھا کر کے دریا میں ڈال دیا اور چالیس دن تک عذاب کیا اور آنحضرت ﷺ کی ولادت کی رات کو کسریٰ کے محل میں زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کی آگ جو ہزار سال سے روشن تھی اور کبھی نہ بجھتی تھی یکدم بجھ گئی۔

جب حضرت مہدی رضی اللہ عنہ بڑے ہو جائیں گے اور ان کے سبب اسلام اور مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہوگی اور ظاہر و باطن میں ان کی ولایت کا تصرف عظیم ہوگا اور کئی طرح کے خوارق وکرامات ان سے ظاہر ہوں گے اور عجیب وغریب نشان ان کے زمانہ میں پیدا ہوں گے تو ممکن ہے کہ ان کے وجود سے پہلے نبی ﷺ کے ارہاصات کی طرح مختلف قسم کے خرق عادات ظاہر ہوں جو ان کے ظہور کے مبادی ہوں جیسا کہ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر نہ ہوں گے جب تک کفر غالب نہ ہوگا یعنی اس وقت کفر و کافری غالب ہوگی اور اسلام و مسلمان زبون و مغلوب۔ اب وہی وقت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اہل اسلام کے غربا کو طوبیٰ فرمایا ہے اور بشارت دی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور فرمایا ہے کہ اَلْعِبَادَةُ فِی الْھَرجِ کَھِجْرَةٍ اِلَیَّ۔ یعنی فتنہ کے وقت عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ سپاہی فتنہ و فساد کے وقت اگر تھوڑی سی بھی دلیری اور بہادری دکھائی تو اس قدر اعتبار اور مقدار رکھتی ہے کہ فتنہ فرو ہونے کے وقت اس قسم کی ہزار ہا بہادری اور دلیری اتنا اعتبار و مقدار نہیں رکھتی۔ پس کام کرنے اور قبول ہونے کا وقت بھی فتنہ و فساد کا وقت ہے۔ ہمہ تن حق تعالیٰ کی مرضیات میں مشغول ہو جاؤ اور سنت سنیہ کی متابعت کے بغیر کچھ اختیار نہ کرو۔ اگر چاہتے ہو کہ مقبولوں میں اٹھائے جاؤ اصحاب کہف ایک ہی ہجرت سے جو فتنہ کے غلبہ کے وقت ان سے ظہور میں آئی۔ بلند درجہ تک پہنچ گئے۔

تم تو خود محمدی ہو (ﷺ) اور بہترین امت میں داخل ہو اپنے وقت کو کھیل کود میں ضائع نہ کرو اور بچوں کی طرح جوز و مویز پر فریفتہ نہ ہو۔ بیت

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں ... ما اگر نرسیدیم تو شاید بری

ترجمہ: تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے ... ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پا لے

نورانی ستون جو اس دمدار ستارہ کے ظہور سے پہلے طلوع ہوا تھا۔ اس میں کوئی ظلمت و کدورت مفہوم نہ ہوتی تھی اور سوائے خیر و برکت کے اس میں کچھ نظر نہ آتا تھا، لیکن ستارہ دم دار میں کدورت کی آمیزش تھی۔ لَا بَلِ النَّافِعُ وَالضَّارُّ هُوَ اللّٰهُ (نہیں بلکہ نفع دینے والا اور ضرر پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے) کسی ستارہ کے متعلق کسی شخص کی موت یا زندگی نہیں ہے جو کچھ قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے۔ تین غرضیں ستاروں سے متعلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (یعنی بری اور بحری سفر میں ستاروں کے ذریعے راستہ معلوم کر لیتے ہیں)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ۔ یعنی دنیا کے آسمان کو ہم نے ستاروں سے آراستہ کیا تیسری غرض شیطانوں کا رجیم یعنی سنگساری ان پر وابستہ ہے تاکہ باتوں کو نہ چرائیں۔ ان تین غرضوں کے سوا جو کچھ کہتے ہیں اس کا کچھ ثبوت نہیں۔ سب وہم و خیال میں داخل ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ (ظن سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہوتی) بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (بعض ظن گناہ ہوتا ہے)۔

عزیزا۔ بار بار لکھا جاتا ہے کہ اب توجہ و انابت اور تبتل و انقطاع یعنی خلق سے الگ ہونے کا وقت ہے۔ جو فتنوں کے وارد ہونے کا زمانہ ہے اور نزدیک ہے کہ فتنے ابر بہاری کی طرح برسیں اور جہان کو گھیر لیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قیامت آنے سے پہلے سیاہ رات کی طرح فتنے برپا ہوں گے۔اس وقت آدمی اگر صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر ہوگا اور اگر شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔اس وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے اچھا ہوگا۔اس وقت تم اپنی کمانوں کو توڑ ڈالو اور اپنی تلواروں کو پتھروں سے کند کردو۔اگر تم میں سے کوئی کسی کے پاس جائے تو اس کے پاس آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر کی طرح جائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے پوچھا کہ ہم کیا کریں۔فرمایا اس وقت تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اور دوسری روایت میں ہے کہ اپنے گھروں کے اندروں کو لازم پکڑو۔

تم کو معلوم ہوگا کہ انہی دنوں میں دارالحرب کے کفار نے نگر کوٹ کے گردونواح میں مسلمانوں اور ان کے شہروں پر کیا کیا ظلم و ستم کیے ہیں اور کیسی اہانت کی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔اس قسم کے بدبودار پھول زمانہ کے آخر ہونے کے باعث بہت کھلیں گے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ وَ جَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَعَلٰی اٰلِ کُلٍّ وَ عَلٰی مَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ (اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رکھے)

# مکتوب (۶۹)

نماز کے تعدیل ارکان اور طمانینت اور صفوں کی برابری اور اس بیان میں کہ کفار کے جہاد پر جانے کے لیے نیت کو درست کرنا چاہئے اور نماز تہجد کا حکم کرنے اور لقمہ میں احتیاط کرنے کے بیان میں محمد مراد بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

صحیفہ شریف جو آپ نے ارسال کیا تھا پہنچا۔یاروں کی ثابت قدمی اور استقامت کا حال پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔زَادَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ ثُبَاتًا وَّ اِسْتِقَامَۃً اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ سے زیادہ ثابت قدمی اور استقامت عطا فرمائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ خادم جس امر کے بجالانے کے لیے مامور ہے مع ان یاروں کے جو داخل طریقہ ہیں۔ہمیشہ بجالاتا ہے اور پنج وقتی نماز کو بچاس ساٹھ آدمیوں کی جماعت کے ساتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ادا کرتا ہے اس بات پر اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے۔ یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ باطن ذکر الٰہی سے معمور ہو اور ظاہر احکام شرعیہ سے آراستہ ہو چونکہ اکثر لوگ اس زمانہ میں نماز کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں اور طمانیت اور تعدیل ارکان میں کوشش نہیں کرتے۔ اس لیے اس بارہ میں بڑی تاکید اور مبالغہ سے لکھا جاتا ہے غور سے سنیں۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ چوروں میں سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز سے کس طرح چراتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے دیکھا کہ رکوع سجود پورا نہیں کر رہا۔ تو فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمد پر تیری موت نہ ہوگی یعنی تو دین محمد کے برخلاف مرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوگی جب تک رکوع کے بعد سیدھا نہ کھڑا ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پشت کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز تمام نہیں ہوتی۔

حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گزرے دیکھا کہ احکام و ارکان وقومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن تو میری امت میں نہ اٹھے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایسا وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود بخوبی ادا نہیں کرتا اس مرد کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ چالیس سال سے۔ فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصے میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ اگر تو مر گیا تو نبی ﷺ کی سنت پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب بندہ مومن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع وسجود کو بخوبی بجا لاتا ہے اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے۔ فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ وہ نماز اپنے نمازی کے لیے دعا کرتی ہے اور کہتی ہے **حَفِظَكَ اللّٰہُ سُبْحَانَهٗ كَمَا حَفِظْتَنِيْ** (اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی) اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کرتا۔ وہ نماز سیاہ رہتی ہے۔ فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے اور اس کو آسمان پر نہیں لے جاتے۔ وہ نماز اس نمازی پر بددعا کرتی ہے اور کہتی ہے۔ ضَیَّعَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَمَا ضَیَّعْتَنِیْ۔ (خدا تعالیٰ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا)۔

پس نماز کو پوری طرح ادا کرنا چاہیئے۔ تعدیل ارکان رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ اچھی طرح بجا لانا چاہیئے۔ دوسروں کو بھی فرمانا چاہیئے کہ نماز کو کامل طور پر ادا کریں اور طمانیت اور تعدیل ارکان میں کوشش کریں کیونکہ اکثر لوگ اس دولت سے محروم ہیں اور یہ عمل متروک ہو رہا ہے۔ اس عمل کا زندہ کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری کسی مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے وقت صفوں کو برابر کرنا چاہیئے۔ نمازیوں میں سے کوئی شخص آگے پیچھے کھڑا نہ ہو۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ سب ایک دوسرے کے برابر ہوں۔ رسول اللہ سب سے پہلے اوّل صفوں کو درست کر لیا کرتے تھے۔ پھر تحریمہ کہا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صفوں کو درست کرنا نماز کی اقامت ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۔ (یارب اپنے پاس سے تو ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں سے ہدایت ہمارے نصیب کر)

اے سعادت کے نشان والے۔ عمل نیت کے ساتھ درست ہوتا ہے چونکہ آپ دار الحرب کے کافروں کے ساتھ جہاد کرنے جا رہے ہیں اس لیے اوّل نیت کو درست کریں تا کہ اس پر نتیجہ مترتب ہو۔ اس جنگ و جدال سے مقصود یہ ہونا چاہیئے کہ اسلام کا بول بالا ہو اور دین کے دشمن ذلیل ہوں کیونکہ ہم اسی امر پر مامور ہیں اور جہاد سے مقصود یہی ہے۔ غازیوں کی رسد یا وظیفہ جو بیت المال سے مقرر ہے۔ جہاد کے منافی نہیں اور غازیوں کے اجر میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ بری نیتیں عمل کو باطل کر دیتی ہیں۔ نیت کو درست کر کے بیت المال سے وظیفہ کھائیں اور جہاد کریں اور غازیوں اور شہیدوں کے اجروں کے امیدوار رہیں۔ آپ کے حال پر رشک آتا ہے کہ آپ باطن میں حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہیں اور ظاہر میں نماز جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دار الحرب کے کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کی دولت سے بھی مشرف ہو گئے ہیں۔ جو شخص سلامت بچ کر آ گیا وہ غازی اور مجاہد ہے جو ہلاک ہو گیا۔ وہ شہید پاک ہے، لیکن یہ سب کچھ نیت کے درست کرنے کے بعد متصور ہے۔ اگر نیت کی حقیقت ثابت نہ ہو تو تکلف کے ساتھ اپنے آپ کو اس نیت پر لانا چاہیئے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی التجا اور زاری کرنی چاہیئے تا کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نیت کی حقیقت حاصل ہو جائے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"۔ (یااللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش تو سب شے پر قادر ہے۔)

دوسری نصیحت جو بیان کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ نماز تہجد کو لازم پکڑیں کیونکہ طریقت کی ضروریات میں سے ہے پہلے بھی آپ کو تاکید کی گئی تھی کہ اگر یہ بات آپ کو مشکل معلوم ہوتی ہے اور خلاف عادت بیدار نہیں ہو سکتے تو متعلقین میں سے کسی کو اس امر پر مقرر کر دیں تا کہ آپ کو اس وقت جَبْرًا کَرْھًا جگا دیا کریں اور آپ کو خواب غفلت میں نہ پڑا رہنے دیں جب چند روز تک اس طرح کریں گے امید ہے کہ بلا تکلف یہ دولت میسر ہو جائے گی اور نصیحت یہ ہے کہ لقمہ میں احتیاط رکھیں یہ اچھا نہیں کہ جو کچھ آیا اور جس جگہ سے آیا جھٹ کھالیا اور حلال و حرام شرعی کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ یہ انسان خود مختار نہیں ہے کہ جو کچھ چاہے کرے۔ نہیں بلکہ اس کا ایک مولا ہے جس نے اس کو امر و نہی پر مکلف فرمایا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اپنی رضامندی اور نارضامندی کو بیان کر دیا ہے وہ بہت ہی بدبخت انسان ہے جو اپنے مالک کی مرضی کے برخلاف کرے اور مالک کی اجازت کے بغیر اس کے ملک و ملک میں تصرف کرے۔

بڑی شرم کی بات ہے کہ مجازی حاکم کی رضامندی میں اس قدر کوشش کرتے ہیں کہ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے اور مولائے حقیقی کی رضا جوئی کے لیے جس نے تاکید و مبالغہ کے ساتھ برے کاموں سے منع کیا اور جھڑکا ہے، کچھ التفات نہیں کرتے۔

غور کرنا چاہئے کہ یہ اسلام ہے یا کفر ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ ابھی گزشتہ کا تدارک ہو سکتا ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ (گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، قصور کرنے والوں کے لیے بشارت ہے اور اگر کوئی شخص گناہ پر اصرار کرے اور اس پر خوش رہے تو وہ منافق ہے۔ ظاہری اسلام اس کے عذاب و عقاب کو دور نہیں کر سکے گا۔ اس سے زیادہ کیا تاکید و مبالغہ کیا جائے عاقل کو ایک اشارہ کافی ہے۔

دوسرے واضح ہو کہ دشمن کے غلبہ اور خوف کے وقت امن و امان کے لیے سورت لِاِیْلٰفِ کا پڑھنا خوب ہے۔ ہر دن اور رات کو کم از کم گیارہ گیارہ بار پڑھا کریں۔

حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ کُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَا یَضُرُّهٗ شَیْءٌ" حَتّٰی یَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهٖ (جو شخص کسی جگہ اترے اور اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ الخ پڑھے۔ وہاں سے کوچ کرنے تک اس کو کوئی چیز ضرر نہ دے گی)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔

# مکتوب (۷۰)

کعبہ معظمہ کے اسرار و حقائق کے بیان میں کہ جس طرح انسان میں عرش کا نمونہ ہے کعبہ کا نمونہ بھی ہے۔ مَوْلَانَا عَبْدُ الْوَاحِدْ لاہوری کی طرف صادر فرمایا ہے:

انسان میں جس طرح اس کا دل عرش رحمٰن کا نمونہ ہے اور اس کا ظہور قلبی ظہور عرشی کا نمونہ ہے۔ اسی طرح انسان میں بیت اللہ کا بھی نمونہ اور نشان ہے۔ جو میانہ ہے (یعنی فرشتے اور چار پایہ کے درمیان ہے (یعنی حقیقت انسانی) اور دائیں بائیں (یعنی شیون و اعتبارات و ضلال) سے بیگانہ ہے اور حسن سبقت (یعنی محبت خاص) میں یگانہ ہے۔ اس دولت عظیم یعنی ظہور بیت اللہ کے مالک اصل میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور امتوں میں سے وہ لوگ ہیں جن کو ان بزرگواروں کی تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔ صحابہ کرام کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے یہ دولت زیادہ حاصل تھی۔ اصحاب کبار کے زمانہ کے بعد کم ہوگئی۔ بیشار زمانوں کے بعد اگر کسی کو وراثت و تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔ تو غنیمت اور کبریت احمر ہے۔ ایسا شخص زمرہ اصحاب میں داخل ہے اور سابقین میں سے ہے اور اس بلند نسبت والا مرکز مطلوب کی دولت سے متمیز ہے۔ اگر چہ نفس مرکز میں بھی کئی مراتب ہیں، لیکن سبقت کی دولت سے مشرف ہے اس معما کو اس سے زیادہ کیا ظاہر کرے اور اس رمز کی تفصیل زیادہ کیا کرے۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نسبت بلند ظاہر ہوتی ہے تمام نسبتیں دور ہو جاتی ہیں اور ان کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ خواہ وہ نسبت قلبی ہو یا غیر قلبی۔ اِذَا جَـــاءَ نَھْـرُ اللّٰہِ بَـطَلَ نَھْـرُ عِیْـسٰی (جب اللہ تعالیٰ کی نہر آئے گی عیسیٰ کی نہر باطل ہو جائے گی) اس مقام کا نشان ہے۔ اس دولت والے لوگ سیدھے راستہ پر ہیں۔ جو مطلوب تک پہنچنے کے لیے بالمقابل پڑا ہے جو شخص اس راہ سے دائیں بائیں ہے۔ اس کا وصول ظلال میں سے کسی ظل تک ہے۔ اگر چہ ظلال میں بھی مختلف مراتب ہیں، لیکن سب پر ظلیت کا داغ لگا ہوا ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست  درون دیدہ اگر نیم مو است بسیار است

ترجمہ: فراق دوست تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے
نظر آتا بہت ہے، ہو اگر چہ نیم مو جتنا

جو شخص صراط مستقیم سے ایک دانہ رائی کے برابر بھی جدا ہو گیا ہے وہ جوں جوں جائے گا دور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوتا جائے گا اور مطلوب تک پہنچنے سے زیادہ بعید ہوتا جائے گا۔ شعر

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کایں راہ کہ تو میری وی بترکستان است

ترجمہ بیت: تو اس رستے نہیں جائے گا کعبے کہ ترکستان کو جاتا ہے یہ راہ

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ ۔ (اللہ تعالیٰ ہم کو سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔ (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کو اختیار کیا)

# مکتوب (۱۷)

کلمہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اسرار میں علوم عقلی و نقلی کے جامع مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ پہلا کلمہ مرتبہ وجوب کے اثبات پر مشتمل ہے۔ مرتبہ وجوب کا وہ ظہور جو صورت مثالی میں نقطہ کی صورت پر مشہور ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کے اس ظہور کی نسبت جو لمبی چوڑی صورت میں ظاہر ہوتا ہے بہت ہی قریب ہے۔ اگرچہ اس مرتبہ میں نہ نقطہ کی گنجائش ہے نہ دائرہ کی۔ نہ وہاں طول کی مجال ہے نہ عرض و عمق کی۔ اسی واسطے کشفی صورت میں کلمہ مثبت نقطہ کے رنگ میں دکھائی دیتا ہے اور کلمہ محمد رسول اللہ جو دعوت خلق کی خبر دیتا ہے جو اجسام و جواہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور وہاں طول وبسط کا قدم راسخ ہے۔ اس واسطے اس مقام کی صورت مثالی کشفی نظر میں لمبی چوڑی دکھائی دیتی ہے۔ اس مقام میں سالک بقیہ سکر کے باعث جو اس میں باقی رہتا ہے دوسرے کلمہ کو دریائے محیط کی طرح معلوم کرتا ہے اور پہلے کلمہ کو اس دریا کے مقابلہ میں نقطہ کی طرح خیال کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے بھی بقیہ سکر کے باعث حکم کیا اور لکھا ہے کہ دوسرا کلمہ ایسا دریا ہے کہ پہلا کلمہ اس کے مقابلہ میں نقطہ کی طرح ہے۔ اس مقام میں فتوحات مکیہ والے نے بھی کہا ہے کہ جمع محمد جمع الٰہی جل شانہ سے اجمع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مرتبہ وجوب کی بیچونی کی وسعت پرتو ڈالتی ہے اور اس مرتبہ مقدسہ کا بے کیفی احاطہ ظاہر ہو جاتا ہے تو جہان تمام کا تمام باوجود اس قدر طول وعرض کے جزء لایتجزی کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور وہ چیز جو سالک اوّل دریائے محیط کے مقابلے میں نقطہ کی طرح معلوم کرتا تھا اس وقت دریائے ناپیدا کنار نظر آتی ہے اور دریائے محیط کو جزء لایتجزی سے بہت چھوٹا دیکھتا ہے۔

اس مضمون سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے کیونکہ ولایت کلمہ اوّل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے مناسب ہے اور نبوت دوسرے کلمہ کے مناسب۔ اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ نبوت دونوں کلموں کا ماحصل ہے۔ نبوت کا عروج کلمہ اوّل سے اور اس کا نزول کلمہ دوم سے تعلق رکھتا ہے۔ پس دونوں کلموں کا مجموعہ مقام نبوت کا حال ہے نہ کہ صرف کلمہ دوم کا حاصل جیسے بعض نے گمان کیا ہے اور کلمہ اولی کو ولایت کے ساتھ مخصوص کیا ہے حالانکہ ایسا بھی نہیں بلکہ دونوں کلمے عروج ونزول کے اعتبار سے مقام ولایت کا بھی حاصل ہیں اور مقام نبوت کا حاصل بھی۔

حاصل کلام یہ کہ مقام ولایت مقام نبوت کا ظل ہے اور ولایت کے کمالات، کمالات نبوت کے ظلال ہیں۔ مقام سکر میں جو کچھ کہیں معذور ہیں۔ یہ فقیر بھی سکر کی باتوں میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ اسی واسطے اپنے بعض مکتوبوں میں اوّل کلمہ کو مقام ولایت کے مناسب اور کلمہ دوم کو مقام نبوت کے موافق لکھا ہے۔ سکر بھی نعمت ہے۔ بشرطیکہ اس سے پھر صحو میں لے آئیں اور کفر طریقت سے نکال کر اسلام حقیقی میں لے جائیں۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَانَا بِصَدَقَةِ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَ یَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنَا۔ (یا اللہ نبی ﷺ کے طفیل تو ہماری بھول چوک پر مواخذہ نہ کر اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے آمین کہا)۔

# مکتوب (۷۲)

اس بیان میں کہ بیت اللہ کا معاملہ تمام تجلیات اور ظہورات اور ظہور عرشی سے برتر ہے اور کعبہ کی حقیقت کے ساتھ ملنے اور صورت کعبہ کی طرف شوق زیارت کے بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

ظہور عرشی اگرچہ تمام تجلیات وظہورات سے برتر ہے، لیکن وہ معاملہ جو بیت اللہ مقدس کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمام ظہورات وتجلیات سے برتر ہے۔ وہاں ظہور وتجلی کا نام لینا ننگ وعار ہے۔ تجلیات وظہورات محیط دائرہ کا حکم رکھتے ہیں اور یہ معاملہ اس دائرہ کے مرکز کا حکم اور شک نہیں کہ محیط دائرہ باوجود وسعت کے مرکز دائرہ کا ظل ہے، کیونکہ اسی نقطہ مرکز نے اپنے ظل کو فراخ کیا ہے اور سو نقطوں کی طرح ہو کر محیط دائرہ بن گیا ہے۔ مذکورہ بالا معاملہ کو نقطہ سے تعبیر کرنا اقرب اشیاء کے ساتھ تعبیر کرنے کی قسم سے ہے ورنہ وہاں نقطہ بھی دائرہ کی طرح مفقود ہے۔ نہ وہاں ظاہر کی مجال ہے نہ مظہر کی نہ اس مقام میں اصل کی گنجائش ہے نہ ظل کی کیونکہ اصل بھی سایہ کی طرح اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دولت سرائے سے پیچھے رہ گیا ہے۔

چہ گویم باتو از مرغے نشانہ ۔۔۔ کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیش مردم ۔۔۔ زمرغ من بود آں نام ہم گم

ترجمہ: کہوں کیا مرغ کا تجھ سے نشانہ ۔۔۔ جو عنقا سے رہے ہم آشیانہ
مگر ہے نام عنقا سب کو معلوم ۔۔۔ مرے اس مرغ کا ہے نام معدوم

انبیاء بنی اسرائیل کا کعبہ جو بیت المقدس کا پتھر ہے۔اس کے ظہورات کے کمالات آخرکار اس کعبہ معظمہ کے کمالات کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ مل جاتے ہیں، کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ ملنے سے چارہ نہیں۔ راستے جب تک مرکز تک جو صراط مستقیم ہے نہ پہنچیں تب تک مطلب کی طرف نہیں جاسکتے۔ وَاشَوْقَاهُ اِلٰی لِقَاءِ الْكَعْبَةِ الْمُعَظَّمَةِ.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّ هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ سب سے اوّل گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ مکہ معظمہ میں ہے۔ جو اہل جہان کے لیے سراسر برکت و ہدایت ہے۔ اس میں روشن نشان ہیں۔ جن میں سے ایک مقام ابراہیم ہے۔ جو اس گھر میں آ گیا وہ امن میں ہو گیا اور لوگوں پر فرض ہے کہ راستہ کے اخراجات ہونے کے وقت اللہ کے لیے اس گھر کا حج کیا کریں اور جو شخص اس سے انکار کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل جہان سے غنی ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کعبہ کی حقیقت کے ساتھ الحاق یعنی ملنا میسر ہو چکا ہے اور اس کے بعد بیشمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں۔ مگر صورت کو صورت کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے۔ حج فرض اکبر ہو چکا ہے اور راستہ کا امن بھی غلبہ سلامتی کے باعث ثابت ہو چکا ہے اور اس فرض کے ادا کرنے کا شوق بھی کامل ہے، لیکن دیر پر دیر ہوتی چلی آتی ہے۔ سفر کا استخارہ بھی موافقت نہیں کرتا۔ اچھی طرح غور سے توجہ کی ہے۔ پھر بھی چلنے کا راستہ نہیں کھلتا اور کعبہ تک پہنچنا نظر نہیں آتا۔ کیا کیا جائے۔ ادائے فرض کی تاخیر میں اس قسم کے عذر فائدہ مند نہیں ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فرض حج کے ادا کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلنا چاہئے اور سر اور آنکھوں کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہئے۔ اگر پہنچ گئے تو نعمت عظمیٰ ہے۔ اگر راہ ہی میں رہ گئے تو بڑی بھاری امیدواری ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش۔ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔) وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ط

# مکتوب (۷۳)

انسان کامل کے ظاہر و باطن کے بیان میں مخدوم زادہ مجدالدین محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)۔

انسان عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے مراد ہے۔ عالم خلق کو انسان کی صورت اور ظاہر تصور کرتے ہیں اور عالم امر کو اس کا باطن اور حقیقت جانتے ہیں اور اعیان ثابتہ کو جو ممکنات کے حقائق کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے ہے کہ ممکنات ان اعیان کے ظلال ہیں اور وہ اعیان ان ظلال کے اصول ہیں۔ کیونکہ ممکنات کی حقیقت و ماہیت اعیان کے وہی ظلال ہیں کہ ممکنات جن کے ساتھ ممکنات بنے ہیں اور وجود ظلی پیدا کیا ہے۔ برخلاف اعیان کے کہ وہاں تعینات وجوبی ثابت کرتے ہیں اور ان کو مراتب امکان کے اوپر جانتے ہیں۔ کیونکہ تعین وحدت اور تعین واحدیت کو کہ اعیان ثابتہ کا مرتبہ ہے۔ تعین وجوبی کہتے ہیں اور باقی تین تعینوں یعنی تعین روحی اور تعین مثالی اور تعین جسدی کو تعین امکانی جانتے ہیں۔ پس تعین وجوبی کو جو تعین امکانی کی حقیقت کہتے ہیں، تجوز کے طور پر ہے۔ کیونکہ حقیقت امکانی عالم امکان سے ہے۔ نہ کہ مرتبہ وجوب سے شے کا اصل گویا شے کی حقیقت ہے۔

پس یہ جو کہتے ہیں کہ صوفی کائن بائن ہوتا ہے۔ یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں خالق کے ساتھ تو ظاہر سے مراد عالم خلق ہے اور باطن سے مراد عالم امر اور اس مقام کو جو دونوں توجہوں کا جامع ہے۔ بڑا اعالی کہتے ہیں اور تکمیل و ارشاد کے مقام اور دعوت کا مرتبہ خیال کرتے ہیں۔

اس فقیر کو اس مرتبہ میں معرفت خاص حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص اخص خواص میں سے ہو۔ جس کے نزدیک عالم خلق اور عالم امر دونوں صورت و ظاہر کی طرح ہوں اور اس کی حقیقت و باطن وہ اسم ہے جو اس کا مبدء تعین ہے۔ بمعہ دوسرے اسماء و شیونات کے جو اس اسم کے اصل کی طرح ہیں حتیٰ کہ اس حضرت ذات تک پہنچ جائیں جو شیون و اعتبارات سے مجرد ہے۔ یہ کامل معرفت والا عارف چونکہ تمام مراتب امکانیہ کو طے کر کے اس اسم تک پہنچ جاتا ہے جو اس کا قیوم ہے اور مراتب امکانیہ سے اس کی انانیت دور ہو کر اس اسم کے ساتھ منطبق ہو چکی ہے اور ترتیب وار عروج کے طور پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دمبدم مراتب فوق پر جو اس اسم کے اصل کی طرح ہیں اور وہاں سے احدیت مجردہ تک پہنچ چکتی ہے۔
پس اس کی انانیت کے منطبق ہونے کے یہ مراتب اس کی حقیقت ہے کہ اس کا عالم امر اس کے عالم خلق کی طرح اس حقیقت کی صورت بن گئی ہے۔ یہ صورت اس حقیقت کے لیے ایسی ہے جیسے کپڑا پہننے والے شخص کے لیے کپڑا۔ دوسروں نے چونکہ انا کا اطلاق عالم خلق اور عالم امر پر موقوف رکھا ہے۔ اس لیے ان کی صورت و حقیقت بھی عالم خلق اور عالم امر ہے اور وہ اسماء جو ان کے تعینات کے مبادی ہیں۔ ان کے قیوم ہیں۔

**سوال:** عارف خواہ کتنا ہی کمال معرفت حاصل کرے۔ پھر بھی ممکنات ہی سے ہے امکان سے نکل کر وجوب کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ پس وہ اسم جو اس کا قیوم ہے اور مرتبہ وجوب سے ہے۔ کس طرح اس کی حقیقت اور جز ہو سکتا ہے۔

**جواب:** یہ حقیقت باعتبار شہود کے ہے۔ نہ باعتبار وجود کے تاکہ محظور لازم آئے جس طرح کہ بقا باللہ کہتے ہیں۔ یہ شہود صرف تخیل ہی نہیں بلکہ بہت سے ثمرات و نتائج اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب است

ترجمہ: نہیں بے فائدہ حافظ کی فریاد عجب ہے ماجرا اس کا سراسر

پس ثابت ہوا کہ جو کچھ دوسروں کی صورت و حقیقت کا مجموعہ ہے۔ وہ اس عارف کی صورت ہے۔ اس صورت کو اس کی حقیقت کے ساتھ وہ نسبت ہوتی ہے جو کپڑے کو پہننے والے شخص کے ساتھ ہوتی ہے۔ پھر دوسرے اس کی حقیقت کو کیا پا سکیں اور اپنی صورتوں اور حقیقتوں کی مانند سمجھنے کے سوا اور کیا تصور کریں۔ اس عارف کی معرفت حق تعالیٰ کی معرفت کو مستلزم ہے۔ اِذَا رُؤُ وْا ذُکِرَ اللّٰہُ (جب لوگ ان کو دیکھتے ہیں خدا یاد آتا ہے) ان کا نشان ہے۔

الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔

اور یہ جو فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ تام المعرفت عارف رجوع کے بعد کلی طور پر عالم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا ظاہر خلق کی طرف ہے اور اس کا باطن خالق کی طرف بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ عالم خلق اور عالم امر دونوں سے کلی طور پر عالم کی طرف متوجہ ہے جیسے کہ قوم کے نزدیک متعارف اور مشہور ہے یعنی عالم خلق و عالم امر دونوں کی طرف دعوت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔

اور وہ حقیقت و باطن جو فقیر نے اوپر لکھا ہے اس سے اسم قیوم اور مافوق مراد لیا ہے اس کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حق کی طرف توجہ کرنا کچھ معنے نہیں رکھتا، کیونکہ وہ عالم وجوب سے ہے جیسے کہ گزر چکا بہرصورت رجوع کے وقت عارف کامل کی توجہ کامل طور پر خلق کی طرف ہوتی ہے اور وہ شخص کہ جس کی ایک توجہ خلق کی طرف ہے اور دوسری توجہ خالق کی طرف وہ سیر کے وسط میں ہے، لیکن یہ شخص اس سالک سے بلند تر ہے جس کی توجہ کامل طور پر حق تعالیٰ کی طرف ہے کیونکہ یہ شخص بندوں کے حقوق ادا کرنے میں ناقص ہے اور وہ شخص حتی المقدور خالق کے حق بھی اور مخلوق کے حق بھی بجالاتا ہے اور خلق کو خالق کی طرف بلاتا ہے، پس اس کی نسبت اکمل ہوگی۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا بعد اور دوری طلب کرتا ہے اور بعد و دوری اس عارف کے حق میں دوسروں کے نصیب ہو چکی ہے جو توجہ کے محتاج ہیں۔ کیا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص اپنی طرف متوجہ ہو تو پھر اس شخص کی طرف جو اپنے آپ سے بھی زیادہ نزدیک ہے اس کی توجہ کرنے کے کیا معنے۔ یہ عدم توجہ اس عارف کے مخصوصہ کمالات میں سے ہے۔ عجب نہیں کہ دور بین لوگ اس کو نقص خیال کریں اور توجہ کو عدم توجہ کی نسبت زیادہ کمال تصور کریں۔ حق تعالیٰ ان کو انصاف دے تا کہ اپنے جہل مرکب پر حکم نہ کریں اور ہنر کو عیب نہ جانیں۔

# مکتوب (۷۴)

آیت کریمہ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کی تاویل اور آیہ کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ کے بیان اور انسان کامل کی خلافت کے بیان میں کہ اس کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور وہ ظالم لِنَفْسِهٖ ہے اور مقتصد کو ندیم اور خلیل سے تعبیر کیا ہے اور سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ کو محب و محبوب کے ساتھ جن کا سر حلقہ محمد رسول ﷺ ہیں۔ خواجہ ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ (پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ کوئی ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی اعتدال پر چلنے والا اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے خیرات میں سب سے بڑھنے والا ہے)۔

اور فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی، لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا یہ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے)

ان دونوں آیتوں کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، لیکن ہم تاویل بیان کرتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہوگئی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر مواخذہ نہ کر)

جاننا چاہئے کہ اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) اللہ تعالیٰ صورت سے پاک اور برتر ہے۔ پس آدم کا اس کی صورت پر پیدا ہونا اس طرح پر ہوسکتا ہے کہ اگر مرتبہ تنزیہہ کی صورت عالم مثال میں فرض کی جائے تو بیشک یہ صورت جامع ہوگی جس پر یہ انسان جامع موجود ہوا ہے۔ دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں کہ اس مرتبہ مقدسہ کی تمثال ہو سکے اور اس کا آئینہ بن سکے یہی باعث ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوا ہے کیونکہ خلیفہ جب تک شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اس شے کی خلافت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ شے کا خلیفہ اس کا خلف اور قائم مقام ہوتا ہے۔ چونکہ انسان رحمان کا خلیفہ بن گیا اس لیے بار امانت بھی اسی کو اٹھانا پڑا۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں)۔ آسمان اور زمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے لاتے کہ حق تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوتے اور اس کے خلافت کے لائق ہو کر بار امانت کو اٹھا سکتے۔

محسوس ہوتا ہے کہ بالفرض اگر اس بار امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے حوالہ بھی کرتے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ اثر باقی نہ رہتا۔ وہ امانت اس فقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسان کامل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسان کامل کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو خلافت کے حکم سے تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں اور تمام مخلوق کو تمام ظاہری باطنی کمالات کا افاضہ اور بقاء اسی کے ذریعے پہنچاتے ہیں اگر فرشتہ ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ متوسل ہے اور اگر جن وانس ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ وسیلہ پکڑتا ہے۔ غرض حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اسی کی طرف ہوتی ہے اور سب اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ خواہ وہ اس امر کو جانیں یا نہ جانیں۔ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا یعنی اپنی جان پر یہاں تک ظلم کرتا ہے کہ اپنے وجود اور توابع وجود کا کوئی نام ونشان او[illegible] اثر بحکم باقی نہیں چھوڑتا۔ واقعی جب تک اس طرح کا حکم نہ کرے بار امانت کے لائق نہیں ہوسکتا۔ جَھُوْلًا [illegible] جاہل ہے کہ اس کو اپنے مطلوب کا علم وادراک نہیں بلکہ ادراک سے عاجز ہونا اور علم سے جاہل ہونا اس کا مقصود ہے۔ یہ عجز وجہل اس مقام میں کمال معرفت ہے کیونکہ سب سے زیادہ جاہل اس مقام میں سب سے زیادہ عارف ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ عارف ہوگا وہی بار امانت کے لائق ہوگا۔ یہ دونوں صفتیں گویا بار امانت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے اٹھا لینے کا باعث ہیں۔ یہ عارف جو اشیاء کی قیومیت کے مرتبہ سے مشرف ہوا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے۔ جس کی طرف تمام مخلوقات کے ضروری کام اور معاملات راجع ہیں۔ انعام اگرچہ بادشاہ کی طرف سے ہیں، لیکن وزیر کے ذریعے سے پہنچتے ہیں۔

اس دولت کے رئیس ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یہ مرتبہ اصلی طور پر اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو ان بزرگواروں کی وراثت و تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

وارثان کتاب میں سے پہلا گروہ جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے یہی ظالم لنفسہ ہیں جو منصب وزارت اور قیومت سے مشرف ہیں ان برگزیدہ لوگوں میں سے دوسرا گروہ جن کو مقتصد سے تعبیر فرمایا ہے وہ لوگ ہیں جو دولت خلت سے مشرف ہیں اور صاحب سرا اور اہل مشورت ہیں۔ اگرچہ بادشاہی کا معاملہ اور کاروبار وزیر کے متعلق ہے، لیکن خلیل یعنی دوست ہمنشین اور غمخوار اور انیس ہوتا ہے۔ یعنی خلیل اپنے آرام کے لیے ہے اور وزیر دوسروں کے کاروبار کے لیے شَتَّانَ مَا بَینَھُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے)

اس مقام عالی یعنی خلت کے سر حلقہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یا وہ لوگ جن کو اس مقام عالی سے مشرف فرمائیں۔ مقام خلت کے اوپر مقام محبت ہے۔ جس مقام اعلیٰ کے ساتھ تیسرے گروہ کے لوگ جو سابق بالخیرات ہیں۔ مشرف ہوئے ہیں۔ یار وندیم اور ہوتا ہے اور محبّ و محبوب اور وہ اسرار و معاملات جو محبّ و محبوب کے درمیان گزرتے ہیں۔ یار وندیم کا وہاں کچھ دخل نہیں۔ اگرچہ کمال الفت وانس کے وقت محبت کے خفیہ اور پوشیدہ اسرار کو جلیل القدر خلیل کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں اور اس کو محبّ و محبوب کے اسرار کا محرم بنا سکتے ہیں۔

محبوں کے سر حلقہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور محبوبوں کے سرگروہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یا ان بزرگواروں کی وراثت اور تبعیت سے جس کسی کو ان دو مقاموں سے مشرف فرمائیں اور وہ مقامات جو مقام محبت سے اعلیٰ ہیں۔ اس فقیر کے کسی مکتوب میں مذکور ہو چکے ہیں۔ ان میں بھی صدر نشین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ سب مقامات سابقین کے مقام میں داخل ہیں۔ جو وارثان کتاب میں سے تیسرے گروہ کو نصیب ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّ ھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں میں ہماری بھلائی نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ سلام اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

# مکتوب (۷۵)

اس بیان میں کہ مصیبتیں اور تکلیفیں دوستوں کے لیے کفارہ ہیں اور عاجزی اور زاری سے عفو و عافیت طلب کرنی چاہیے۔ مرزا مظفر کی طرف صادر فرمایا ہے:

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِجَنَابِكُمْ (اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں سے سلامت رکھے جو آپ کی جناب کے لائق نہیں)

دنیا کے درد و رنج اور مصیبتیں اور تکلیفیں دوستوں کے قصوروں کا کفارہ ہیں۔ عاجزی اور زاری اور التجاؤ انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عفو و عافیت طلب کرنی چاہیے۔ حتیٰ کہ قبولیت کا اثر مفہوم ہو جائے اور فتنہ کا فرو ہونا معلوم ہو جائے۔ اگرچہ دوست اور خیر خواہ سب اس کام میں لگے ہیں۔ مگر صاحب معاملہ اس کام کا زیادہ مستحق ہے۔ دوا کھانا اور پرہیز کرنا بیمار کا کام ہے۔ دوسرے لوگ مرض کے دور کرنے میں صرف اس کے مددگار ہیں۔

معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے جو کچھ آئے۔ کشادہ پیشانی اور فراخ دلی سے احسان کے ساتھ اس کو قبول کر لینا چاہیے بلکہ اس سے لذت حاصل کرنی چاہیے وہ رسوائی اور بے ناموسی جس میں محبوب کی مراد ہو۔ محب کے نزدیک اس ننگ و ناموس و عزت سے بہتر ہے جس میں محب کے اپنے نفس کی مراد ہو اگر یہ بات محب کو حاصل نہیں تو محبت میں ناقص بلکہ کاذب ہے۔

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں ۔۔۔ خاک برفرق قناعت بعد ازیں

ترجمہ: مجھ سے اگر چاہے طمع سلطان دیں ۔۔۔ پھر قناعت کی ہمیں حاجت نہیں

جناب شریعت مآب نے جب خدمت سے واپس آ کر سفر کے احوال اور مسافروں کے احوال کی تنگی بیان کی ان کی خیر و عافیت کا فاتحہ اور دعا کی گئی۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ یا اللہ تو ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمیں معاف کر اور بخش اور ہم پر رحم کر۔ تو ہمارا مولا ہے ہم کو کافروں پر مدد دے۔ پاک ہے تیرا رب لوگوں کے وصف سے برتر اور مرسلین پر سلام ہو اور اللہ رب العالمین کے لیے ہی حمد ہے۔

# مکتوب (۷۶)

عرش کی حقیقت کے بیان میں جو عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اور زمین و آسمان کی قسم سے نہیں ہے اور کرسی اور اس کی وسعت کے بیان میں مولانا فرخ حسین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی** اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

عرش مجید حق تعالیٰ کی عجیب و غریب مصنوعات میں سے ہے اور عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اور وہ عالم خلق جو چھ روز میں پیدا ہوا ہے یعنی زمین و آسمان و پہاڑ وغیرہ جو آیت کریمہ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ الخ میں واقع ہے۔ عرش کا وجود ان کی پیدائش سے مقدم ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ (وہ حق تعالیٰ جس نے آسمانوں اور زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا) بلکہ اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس عالم خلق سے پانی بھی پہلے پیدا ہوا ہے۔ پس عرش مجید جس طرح زمین کی قسم سے نہیں ہے۔ آسمان کی قسم سے بھی نہیں ہے کیونکہ عرش عالم امر کا بہت حصہ رکھتا ہے اور یہ نہیں رکھتے چونکہ عرش کو زمین کی نسبت آسمانوں کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس لیے آسمانوں میں گنا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت نہ وہ زمین کی قسم سے ہے نہ آسمان کی قسم سے۔ زمین و آسمان کے احکام و آثار جدا ہیں اور عرش کے جدا۔

باقی رہا معاملہ کرسی کا۔ آیت کریمہ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے مفہوم ہوتا ہے کہ کرسی بھی آسمانوں سے جدا ہے اور ان سب سے زیادہ وسیع ہے اور شک نہیں کہ کرسی عالم امر سے نہیں کیونکہ اس کو عرش کے نیچے بتاتے ہیں۔ عالم امر کا معاملہ عرش کے اوپر ہے اور جب عالم خلق سے ہو کر اس کی پیدائش آسمانوں سے جدا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پیدائش ان چھ دنوں کے سوا ہوگی اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ عالم خلق سب کا سب انہی چھ دنوں میں پیدا نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوا۔ کیونکہ پانی جو عالم خلق سے ہے ان چھ دنوں کے سوا پیدا ہوا ہے اور ان سے اوّل پیدا ہوا ہے جیسے کہ گزر چکا۔ چونکہ کرسی کا معاملہ اچھی طرح ہم پر کشف نہیں ہوا۔ اس لیے اس کی تحقیق کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت کچھ امید ہے۔ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (یا اللہ تو میرا علم زیادہ کر)۔

اس تحقیق سے دوقوی اعتراض دفع ہو گئے۔ ایک یہ کہ جب زمین و آسمان نہ تھے تو چھ دنوں کی تعیین و تشخیص کہاں سے ہوئی اور یک شنبہ کا دن دوشنبہ سے کس طرح الگ ہوا اور سہ شنبہ چار شنبہ سے اور پنج شنبہ سے جمعہ کیونکہ ممتاز ہوا۔ جب زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے عرش کی پیدائش معلوم ہو گئی تو زمانہ کا حصول متصور ہو گیا اور دونوں کا ثبوت واضح ہو گیا اور اعتراض دور ہو گیا۔ یہ ضروری نہیں کہ دنوں کا امتیاز آفتاب کے طلوع غروب پر ہی مخصوص ہو، کیونکہ بہشت میں یہ طلوع و غروب نہیں، لیکن دنوں کا امتیاز ثابت ہے۔ جیسے کہ اخبار میں وارد ہے۔

اور دوسرا اعتراض جو دفع ہوا۔ اور اس فقیر کے علم پر مخصوص ہے۔ وہ یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِالْمُؤْمِنِ (میں نہ اپنی زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں، لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل ظہور مومن آدمی کے قلب کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے سوا کسی اور کو یہ دولت حاصل نہیں، لیکن مکتوبات میں اس کے برخلاف لکھا ہے کہ ظہور اتم عرش مجید کے لیے ہے اور ظہور قلبی ظہور عرشی کا ایک لمعہ ہے۔

اور پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ عرش کے آثار و احکام زمین و آسمان کے آثار و احکام سے جدا ہیں یعنی زمین و آسمانوں میں حق تعالیٰ کی گنجائش نہیں اور عرش میں ہے۔ ہاں زمین و آسمان اس وسعت کی قابلیت نہیں رکھتے۔ یہ وسعت مومن آدمی کے دل کو حاصل ہے جو اس دولت کے لیے مستعد ہے پس وسعت قلبی کا حصہ زمین و آسمانوں کے اعتبار سے ہے نہ ان تمام مصنوعات کے اعتبار سے جو عرش کو بھی شامل ہیں، کہ حدیث قدسی کے مفہوم کے برخلاف متصور ہو۔ پس یہ دوسرا اعتراض بھی رفع ہو گیا۔

جاننا چاہئے کہ جب زمین و آسمان و مافیہا کو عرش مجید کے مقابلہ میں ظہور تام کا محل ہے۔ ڈالتا ہوں تو بے توقف نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور ان کا کوئی اثر نہیں رہتا۔ ہاں قلب انسانی جو عرش کے رنگ سے رنگا ہوا ہے باقی رہتا ہے اور محض لاشے نہیں ہو جاتا اسی طرح وہ ظہور جو فوق کی جانب میں ماوراء عرش یعنی صرف عالم امر سے تعلق رکھتا ہے۔ عرش کو اس ظہور اور اس مرتبہ سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وہی نسبت ہے جو زمین و آسمان کو عرش کے ساتھ تھی۔فوق کو اپنے ماتحت کے ساتھ اسی طرح کی نسبت ہے۔حتیٰ کہ عالم امر ختم ہو جائے اس دائرہ کے تمام ہونے کے بعد معاملہ حیرت و جہل میں پڑتا ہے اگر معرفت ہے تو مجہول الکیفیت ہے جو حادث کے عقل و فہم سے برتر ہے۔اب ہم انسان اور قلب انسان کے کچھ کمالات بیان کرتے ہیں۔ع

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

ترجمہ: عیدمے سب ہو چکے کچھ تو ہنر اس کے کہو

عرش مجید اگرچہ زیادہ وسیع اور مظہر اتم ہے،لیکن اپنی اس دولت کے حاصل ہونے کا علم نہیں رکھتا اور ان کمالات کا شعور اس کو حاصل نہیں۔ برخلاف قلب انسانی کے کہ صاحب شعور ہے اور اپنے علم و معرفت سے معمور ہے۔قلب کے لیے ایک اور بھی زیادتی ہے جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔غور سے سنیں مجموعہ انسان جس کو عالم صغیر کہتے ہیں اگرچہ عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہے،لیکن اس کو ہیئت وحدانی حقیقی حاصل ہے جس پر آثار و احکام مترتب ہیں اور عالم کبیر کو یہ ہیئت وحدانی حاصل نہیں اور اگر ہے بھی تو اعتباری ہے۔پس وہ فیوض جو اس ہیئت وحدانی کی راہ سے انسان اور قلب انسان کو پہنچتے ہیں عالم کبیر اور عرش مجید جو اس عالم کبیر کے قلب کی طرح ہے۔اس فیوض و برکات سے بے نصیب ہے۔دوسری وجہ زیادتی قلب کی یہ ہے کہ جزو خاکی جو فی الحقیقت خلاصہ مخلوقات ہے اور باوجود دوری کے اقرب ظہورات ہے۔اس جزو خاکی کے کمالات نے مجموعہ عالم صغیر میں سرایت کی ہے اور عالم کبیر میں چونکہ درحقیقت یہ مجموعہ نہیں اس لیے یہ سرایت مفقود ہے۔پس قلب انسانی عرش مجید کے برخلاف یہ کمالات بھی رکھتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ فضائل و کمالات جو قلب میں ثابت کیے جاتے ہیں جب اچھی طرح ملاحظہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فضل جزئی میں داخل ہیں اور فضل کلی ظہور عرش کے لیے معلوم ہوتا ہے۔عرش اور قلب کی مثال اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ گویا ایک وسیع آگ ہے جس نے دشت و صحرا کو منور کر دیا ہے اور اس آگ سے ایک مشعل بنالیں جس میں بعض امور کے لاحق ہونے سے اس قسم کی اور نورانیت پیدا ہو جائے جو اس آگ میں نہیں تو کچھ شک نہیں کہ یہ زیادتی صرف فعل جزئی ہی ثابت کرتی ہے۔وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا تمام امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش تو سب کچھ کرسکتا ہے۔''

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وَصَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ بَارِکْ وَسَلَّمْ۔

# مکتوب (۷۷)

ایک عریضہ کے جواب میں جس میں کلام صوفیاء پر اعتراض کیے ہوئے تھے اور آخر مکتوب میں لکھا تھا کہ احکام شرعیہ میں سے ہر ایک حکم ایک دریچہ ہے۔ جو شہر مقصود تک پہنچانے والا ہے اور دوسرے استفساروں کے جواب میں مولانا حسن برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادرم حسن (کہ خدا اس کے حال کو اچھا کرے) کا صحیفہ شریفہ آیا تشرع و استقامت کا حال پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔)

آپ نے لکھا تھا کہ وہ سلوک جو مشہور ہے اور سالکوں کا معتقد جو ہمارا مفہوم ہے یہ ہے کہ مبتدی کو ذکر کرنا چاہیے تاوقتیکہ دل گویا اور ذاکر ہو جائے۔ پھر یہاں تک کہ ذکر کو چھوڑ کر الہامات و تجلیات کا محل ہو جائے اور سالک مقام فنا تک پہنچ جائے۔ جو ولایت کا قدم اوّل ہے اور صوفیہ نے کہا ہے کہ فنا یہ ہے کہ سالک کی دید و دانش سے مسمّی بالغیر دور ہو جائے اور واجب تعالیٰ کے بغیر سالک کی دید و دانش میں کچھ نہ رہے جس کو شہود و مشاہدہ وغیرہ بھی کہتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ سالک اپنے زعم میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور مسمّی بالغیر کو نہیں دیکھتا۔ اور دو بین کو مشرک طریقت کہتے ہیں۔

اور آپ نے لکھا ہے کہ یہ معارف وغیرہ فقیر کو بیقرار کر دیتے ہیں کیونکہ اگر ان کا مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو دنیا میں بصر و بصیرت سے دیکھا جاتا ہے تو پھر اگر اس شہود اور روایت کا شعور رکھتے ہیں۔ تو یہ بھی مشرک طریقت ہیں اور اگر یہ شعور نہیں رکھتے تو پھر خبر کس کی دیتے ہیں اور کس طرح دیتے ہیں۔

اور آپ نے لکھا تھا کہ جو کچھ دیکھتے ہیں خواہ تجلی صوری ہو یا معنوی خواہ نوری وغیرہ اور اس مرئی کو حق تعالیٰ کی ذات جانتے ہیں اور مسمّی بالغیر کو اس کا ظہور جانتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک بے حاصل اور دور از کار ہے اور آیت کریمہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کے برخلاف ہے۔ آیت کریمہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



**لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ** اس مطلب پر گواہ ہے۔

پس یہ لوگ کیا دیکھتے ہیں اور کیا جانتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ ہم دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں جس کا نام انہوں نے شہود و مشاہدہ رکھا ہے اور یہ سب فکر و اندیشہ جو اہل و عیال کی تدبیر میں کرتے ہیں غیر ہے یا نہیں۔

آپ کو واضح ہو کہ یہ سب بیہودہ اعتراض اور زبان درازیاں ہیں جو آپ نے مشائخ طریقت قدس سرہم پر کی ہیں۔ ان کا باعث یہ ہے کہ آپ نے ان بزرگواروں کی مراد کو نہیں سمجھا۔ توحید شہودی جس کے معنے ہیں ایک دیکھنا اور جو ماسویٰ کے نسیان پر وابستہ ہے ان بزرگواروں کے نزدیک طریقت کی ضرورت میں سے ہے۔ جب تک یہ حاصل نہ ہو۔ اغیار کی گرفتاری سے خلاصی نہیں ہوتی اور آپ اس دولت اور دولت والوں پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ شہود روایت جو ان بزرگواروں کی عبارات میں واقع ہے۔ اس سے مراد حضور بیچونی ہے جو مرتبہ تنزیہہ کے مناسب اور عالم چون کے ادراک سے باہر ہے اور یہ دولت حضور دنیا میں باطن کے ساتھ مخصوص ہے۔ ظاہر کو ہر وقت دوبینی سے چارہ نہیں اسی واسطے کہتے ہیں کہ جس طرح عالم کبیر میں مشرک و موحد ہے اسی طرح عالم صغیر میں بھی مشرک و موحد ہے۔ کامل کا باطن ہر وقت موحد ہے اور اس کا ظاہر مشرک۔ یعنی کامل کا باطن ہر وقت خداوند تعالیٰ کی طرف لگا رہتا ہے اور اس کا ظاہر اہل و عیال کی تدبیر میں اس میں کوئی ڈر نہیں یہ اعتراض بے سمجھی کے باعث ہے۔

آپ کو اس قسم کی باتیں نہ کرنی چاہئیں اور حق تعالیٰ کی غیرت سے ڈرنا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے مدعی آپ کو اس فتنہ و فساد پر آمادہ کرتے ہیں آپ کو بزرگوں کا لحاظ کرنا چاہئے۔ اگر آپ ان مدعیوں کی بنی بنائی اور من گھڑت باتوں پر اعتراض کرتے تو بجا تھا، لیکن وہ امر جو قوم کے نزدیک مقرر اور طریقت میں ضروری ہے اس پر اعتراض کرنا نامناسب ہے۔ آپ نے فقیر کے رسالوں اور مکتوبات میں دیکھا ہے کہ توحید شہودی کی نسبت کیا کچھ لکھا ہے اور اس کو طریقت کی ضروریات سے مقرر کیا ہے۔

آپ کو چاہئے تھا کہ اس کے معنے دریافت کرتے اور ادب سے سوال کرتے۔ یہ پہلا پھول ہے جو مولانا احمد علیہ الرحمتہ کی جدائی کے بعد کھلا ہے۔ مولانا کی زندگی میں اس قسم کی باتیں آپ سے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ خیر اچھا ہوا کہ آپ نے لکھا اور آپ کو آگاہی ہوئی۔ آئندہ بھی جو کچھ ظاہر ہوتا رہے لکھتے رہا کریں اور صحت و سقم کا ملاحظہ نہ کیا کریں۔ کیونکہ اگر صحیح ہوگا تو خوشی کا باعث ہے اور اگر سقم ہوگا تو تنبیہ کا باعث ہوگا۔ بہرصورت لکھنے میں سستی نہ کیا کریں۔ سال کے بعد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ کا خط قافلہ کے ہمراہ آتا ہے۔ سال میں ایک بار تو نصیحتوں کا لکھنا ضروری ہے جب تک آپ نہ لکھیں نہ پوچھیں تب تک گفتگو کا راستہ نہیں کھلتا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ قلب ظاہر کی قسم سے ہے یا باطن سے۔ عارف کے ظاہر و باطن کا حال ایک مکتوب میں لکھا ہوا ہے۔ ملا عبدالحیٰ کو لکھوں گا کہ اس کی نقل آپ کو بھیج دے آپ وہاں سے ملاحظہ کر لیں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ طریق جو تجلیات و کیفیات کے بغیر ہے اس طریق کے منتہی و متوسط کی شناخت کا طریق کیا ہے۔

آپ کو واضح ہو کہ اگر یہ سالک جس کو اپنے احوال کا علم نہیں۔ شیخ کامل مکمل، راہ داں، راہ بیں کی خدمت میں ہے تو اس کے حال پر شیخ کا علم ہی اس کے لیے کافی ہے اس کے بتلانے سے انتہاء و توسط کو معلوم کریگا۔ نیز اگر وہ شیخ اس کے خلق کے ارشاد کے لیے ایک قسم کی اجازت دے دے تو مریدوں کے احوال اس کے کمالات کے آئینے ہوں گے۔ جن میں اپنے نقص و کمال کو دیکھ لے گا۔ انتہا کے پہچاننے کے لیے دوسرا نشان یہ ہے کہ سالک کو حق تعالیٰ کے سوا کسی سے تعلق نہیں رہتا اور اس کا سینہ تمام ماسوا کے تعلقات سے خالی و صاف ہو جاتا ہے۔ نہایت کے بہت سے مرتبے ایک دوسرے کے اوپر ہیں مگر نہایت میں پہلا قدم یہی ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ وہ معارف جو اس بے سر و سامان کو تسلی دیتے ہیں، معارف شریعہ ہیں گویا احکام شرعیہ میں سے ہر ایک حکم دریچہ ہے جو شہر مقصود تک پہنچانے والا اور اس شہر بے نشان کا پتہ بتانے والا ہے اور بیت مد نظر ہے۔

مابسفر مے رویم عزم تماشا کراست　　　مابراو مے رویم کز ہمہ عالم و راست

ترجمہ: ہم ہیں یہاں مسافر دیکھیں کیا تماشا جاتے ہیں اس طرف جو عالم سے ہے نرالا

آپ کی یہ معرفت اصلی اور بہت اعلیٰ اور بہت امید بخشنے والی ہے۔ اس معرفت کے مطالبہ نے بڑا خوش کیا۔ حتیٰ کہ مکتوب کی پہلی پراگندگی کو بھی دور کر دیا۔ حق تعالیٰ اس راہ سے آپ کو منزل مقصود تک پہنچائے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ بعض مرد اور عورتیں آ آ کر طریقہ سیکھنے کی التماس کرتے ہیں، لیکن اس کھانے پینے سے جو سود سے حاصل ہو۔ پرہیز نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم حیلہ شرعی سے اس کو درست کر لیتے ہیں ان کو طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت ہے یا نہیں۔ آپ ان کو طریقہ سکھائیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور محرمات سے بچنے کی ترغیب دیں۔ امید ہے کہ طریقہ کی برکت سے اس شبہ سے نکل آئیں گے۔

نیز آپ نے ان دو سفید نشانوں کے بارے میں پوچھا تھا جو مشرق کی طرف ایک دوسرے کے پیچھے ظاہر ہوئے تھے۔ یاروں کے استفسار کے بعد اس بارے میں بھی ایک مکتوب لکھا ہے۔ ملا عبدالحئی کو کہا جائے گا۔ اس کی نقل انشاء اللہ آپ کو بھی ارسال کر دے گا۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ کلام اللہ ختم کرنا اور نماز نفل کا پڑھنا اور تسبیح وتہلیل کرنا اور اس کا ثواب ماں باپ یا استاد یا بھائیوں کو بخشنا بہتر ہے یا کسی کو نہ بخشنا بہتر ہے۔ واضح ہو کہ بخشنا بہتر ہے کیونکہ اس میں اپنا بھی نفع ہے اور غیر کا بھی اور عجب نہیں کہ اس عمل کو دوسروں کے طفیل قبول کر لیں اور نہ بخشنے میں اپنا ہی نفع ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۷۸)

اس طائفہ عالیہ کی محبت واخلاص کے بیان میں کہ یہ محبت واخلاص فنافی اللہ اور بقاباللہ کا زینہ ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں داراب خان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

یہ ایک بڑی خوشگوار دولت ہے جو آپ کے خاندان میں محسوس ہوتی ہے۔ یعنی باوجود اسباب غنا اور استغنا کے پھر بھی آپ کو فقراء کے ساتھ نیازمندی اور اس طبقہ کی خدمت گزاری کا خیال ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس طائفہ عالیہ کے ساتھ بڑی محبت واخلاص ہے اور اس فرقہ ناجیہ کے ساتھ بڑی اعلیٰ دوستی ہے اس گروہ کے محبوں کے لیے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کی بشارت کافی ہے اور اس طائفہ کے جلیسوں کے لیے هُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ کی خوشخبری وافی ہے جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے یہ محبت یہاں تک غالب آ جائے کہ دل سے دوسروں کی محبت اور تعلقات کو دور کرے اور لوازم محبت یعنی محبوب کی اطاعت اور اس کی مراد پر قائم رہنا اور اس کے اخلاق واوصاف سے متخلق ہونا ظاہر ہو جائے تو اس وقت محبوب میں فنا حاصل ہو جاتی ہے جس کو فنافی الشیخ کہتے ہیں جو اس راہ میں پہلا زینہ ہے۔ یہی فنافی الشیخ پھر فنافی اللہ کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ جس پر بقاباللہ مترتب ہے جس سے ولایت حاصل ہوتی ہے۔ غرض اگر ابتدا میں کسی کے وسیلہ کے بغیر محبوب حقیقی کا جذب وانجذاب میسر ہو جائے تو بڑی اعلیٰ دولت ہے اسی سے فنا و بقا حاصل ہوتی ہے ورنہ شیخ کامل مکمل کا وسیلہ ضروری ہے یعنی اپنی مرادوں کو اس کی مراد کے تابع کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


دے اور اس میں فانی ہو جائے تا کہ یہ فنا، فنا فی اللہ کا وسیلہ بن جائے اور ماسوا کے تعلقات سے بالکل آزاد کر کے درجات ولایت تک پہنچا دے۔

برشکر غلطید اے صفرائیاں — از برائے کورئے سودائیاں

ترجمہ: گر پڑو شکر پہ تم صفرائیو — کور سودائی ہیں سارے پل پڑو

اس قسم کی باتیں طالبوں اور ابوالہوسوں کی ترغیب اور شوق دلانے کے لیے لکھی جاتی ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ.

باقی مطلب یہ ہے کہ اس خط کا لانے والا محمد قاسم بزرگ زادہ ہے اور فقراء کی خدمت میں رہا ہے۔ چونکہ اپنے بڑے بھائی کی خدمت میں بڑی ناز ونعمت سے پرورش یافتہ ہے۔ اس لیے زمانہ کی محنتوں سے ناآشنا ہے۔ اب آپ کی ملازمت کا شوق رکھتا ہے۔ اگر اپنی سرکار کے ملازموں میں داخل کر کے اس کے حال پر توجہ والتفات فرمائیں۔ آپ کے کرم سے بعید نہیں زیادہ لکھنا باعث تکلیف ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۷۹)

ایک رسالہ کے جواب میں جو کفر حقیقی سے منہ پھیرنے اور اسلام حقیقی کی طرف آنے کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

رسالہ جو آپ نے لکھا کہ مولانا عبدالحئی کے حوالہ کیا تھا تا کہ دکھائے اس نے اتنی مدت نہ دکھایا حتیٰ کہ جس دن مولانا بابور روانہ ہوئے اس دن رسالہ کو لا کر حاضر کیا۔ اس کا مطالعہ کر کے بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ کفر کی طرف سے منہ پھیرنے اور اسلام حقیقی کی طرف آنے کا حال اس میں درج تھا۔ جس طرح اسلام مجازی کفر مجازی سے بہتر ہے اسی طرح اسلام طریقت بھی کفر طریقت سے بہتر ہے۔ کفر طریقت میں سب سکر ہی سکر ہے اور اسلام طریقت میں صحو ہی صحو۔ جس طرح صحو مجازی سکر مجازی سے بہتر ہے۔ اسی طرح صحو طریقت بھی سکر طریقت سے بہتر ہے۔ کفر طریقت کا ثمرہ تشبیہ ہے اور اسلام طریقت کا نتیجہ تنزیہہ۔ جس قدر تشبیہ اور تنزیہہ کے درمیان فرق ہے اسی قدر طریقت کے کفر و اسلام کے درمیان فرق ہے۔ بعض لوگ تشبیہ وتنزیہہ کے جمع کرنے کو اختیار کرتے ہیں اور اس کو کمال جانتے ہیں۔ یہ تنزیہہ بھی تشبیہ کی قسم سے ہے جوان کی نظر میں تنزیہہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


دکھائی دیتی ہے ورنہ تشبیہ کی کیا مجال ہے کہ تنزیہہ حقیقی کے ساتھ جمع ہو جائے اور اس کے انوار کی شعاعوں میں نیست و نابود نہ ہو جائے۔

بلے ہر جا بود مہر آشکارا سہارا جز نہاں بودن چہ یارا

ترجمہ: بھلا جس جا پہ ہو سورج چمکتا سہا ہرگز نہیں اس جا دمکتا

حق تعالیٰ نبی ﷺ اور ان کی آل بزرگوار کے طفیل اسلام حقیقی کی حقیقت سے مشرف فرمائے۔ مولانا بابو چونکہ بالکل تیار تھے اس واسطے چند کلموں پر اختصار کیا گیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَدَیْکُمْ۔

# مکتوب (۸۰)

اس بیان میں کہ آپ سے پوچھا گیا تھا کہ تمہیدات عین القضات میں لکھا ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک محمد ﷺ ہے اور جس کو تم محمد ﷺ جانتے ہو ہمارے نزدیک خدا ہے۔ شیخ حامد نھاری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو بڑی محبت و اخلاص اور مودت و اختصاص سے لکھ کر روانہ کیا تھا پہنچا، بڑی خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو اس دولت پر استقامت عطا فرمائے کیونکہ ہر گروہ کا محبّ اس گروہ کے ساتھ ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی) حدیث نبوی ﷺ ہے۔

آپ نے تمہیدات عین القضات کی عبارت کے معنے پوچھے تھے کہ اس میں لکھا ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک محمد ﷺ ہے اور جس کو تم محمد ﷺ جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک خدا ہے۔

میرے مخدوم! اس قسم کی عبارتیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں سکر کے غلبوں میں جو مرتبہ جمع ہے اور جس کو کفر طریقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ مشائخ قدس سرہم سے بہت صادر ہوتی ہیں۔ اس وقت دوئی اور تمیز ان کی نظر سے دور ہو جاتی ہے اور ممکن کو عین واجب معلوم کرتے ہیں بلکہ ممکن کو پاتے ہی نہیں اور جب واجب کے سوا کچھ ان کا مشہود نہیں ہوتا اس صورت میں اس عبارت کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ امتیاز اور دوئی جو تمہارے نزدیک خدا تعالیٰ اور محمد ﷺ کے درمیان ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہمارے نزدیک وہ امتیاز اور مغائرت ثابت نہیں بلکہ وہ ایک جو ایک ہونے سے بھی منزہ ہے۔ دوسرے کا عین ہے جب تمام ممکنات سے مغائرت کی نسبت دور ہو جائے تو پھر محمد رسول اللہ جو حق تعالٰی کے کمالات کا مظہر اتم ہیں۔ ان کے امتیاز کی نسبت کس طرح ثابت رہے یہ دید مرتبہ جمع کے ساتھ ہی مخصوص ہے جب سالک اس مقام سے بلند چلا جاتا ہے اور سکر کی افراط سے آنکھ کھولتا ہے تو محمد ﷺ کو بندہ پاتا ہے اور اس کا رسول جانتا ہے جیسے کہ ابتدا میں جانتا تھا۔ اَلنِّهَايَةُ هِيَ الرُّجُوْعُ اِلَى الْبِدَايَةِ (نہایت ہی بدایت کی طرح رجوع کرنا ہے) آپ نے سنا ہوگا۔

واضح ہو کہ مبتدی اور منتہی دونوں صورت میں مشترک ہیں یہی اشتراک منتہی کے لیے پردہ ہے جس کے باعث لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ ورنہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جب متوسط کو منتہی کے ساتھ کچھ نسبت نہیں تو مبتدی دور از معاملہ کو اس کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش تو سب کچھ کر سکتا ہے) وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى مَنْ لَدَيْكُمْ۔

# مکتوب (۸۱)

پند نصیحت اور دنیا کی بیہودہ زیب و زینت سے بچنے کے بیان میں محمد مراد تو بیگی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ" عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالٰی کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)۔

ایسا نہ ہو کہ یاران نیک انجام بچوں کی طرح دنیائے کمینی کی بیہودہ زیب و زینت اور نکمی سج دھج جو بظاہر طراوت و حلاوت رکھتی ہے پر فریفتہ ہو جائیں اور دشمن لعین کے ورغلانے سے مباح کو چھوڑ کر مشتبہ میں اور مشتبہ سے حرام میں جا پڑیں اور اپنے مولا جل شانہ سے خجل اور شرمندہ ہوں۔ توبہ و انابت میں قدم راسخ رکھنا چاہئے اور منہیات شریعہ کو زہر قاتل جاننا چاہئے۔

ہمہ اندرز من بتو ایں است کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ: نصیحت ہے تجھ سے یہی سر بسر کہ لڑکا ہے تو اور رنگین ہے گھر

حق تعالٰی نے اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں پر مباحات کا دائرہ وسیع کیا ہے وہ شخص بہت ہی بد بخت ہے جو اپنی تنگدلی کے باعث اس وسعت کو تنگ خیال کر کے اس دائرہ وسیع کے باہر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قدم رکھے اور حدودِ شریعہ سے نکل کر مشتبہ اور محرم میں جا پڑے حدودِ شریعہ کو لازم پکڑنا چاہئے اور ان حدود سے سرمو تجاوز نہ کرنا چاہئے۔ رسم و عادت کے طور پر نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے بہت ہیں، لیکن پرہیز گار جو حدودِ شریعہ کی محافظت کریں بہت کم ہیں۔ وہ فارق یعنی فرق کرنے والی شے جو حق کو باطل سے اور جھوٹے کو سچے سے جدا کرے۔ یہی پرہیز گاری ہے۔ کیونکہ نماز و روزہ تو جھوٹا اور سچا دونوں ادا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مِلَاکُ دِیْنِکُمْ بِالْوَرْعِ (دین کا اصل پرہیز گاری ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ لَا تَعْدِلُ بِالرَّعَةِ شَیْئًا (پرہیز گاری کے برابر اور کوئی شے نہیں) یار اگرچہ پرتکلف کھانے کھاتے ہیں اور نفیس لباس پہنتے ہیں، لیکن لذت کا پانا اور نفع حاصل کرنا فقراء کے طعام و لباس میں ہے۔ ع

آنکہ آں داد بشاہاں بگدایان ایں داد

ترجمہ: جو دیا شاہوں کو اس نے ہے گداؤں کو دیا

آں و ایں میں بہت فرق ہے کیونکہ آں رضائے مولیٰ سے دور ہے اور ایں اس کی رضا کے نزدیک نیز آں کا حساب بھاری ہے اور ایں کا حساب ہلکا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَیِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں سے ہمارے نصیب ہدایت کر)۔

برخورداری سلطان مراد نے توبہ و انابت کی توفیق پائی ہے اور طریقہ اخذ کیا ہے حق تعالیٰ اس کو ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ الْاِخْوَانِ (آپ کو اور تمام دوستوں کو السلام علیکم)

# مکتوب (۸۲)

دنیائے کمینی سے بچنے اور شریعت غرا پر ترغیب دینے کے بیان میں خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَللّٰهُمَّ صَغِّرِ الدُّنْیَا بِاَعْیُنِنَا وَكَبِّرِ الْاٰخِرَةَ فِیْ قُلُوْبِنَا بِحُرْمَةِ حَبِیْبِکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یا اللہ تو اپنے حبیب ﷺ کے طفیل دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر اور آخرت کو بڑا دکھا۔

اے میرے عزیز اور باتمیز فرزند! دنیا کی بیہودہ زیب و زینت کی طرف راغب نہ ہونا اور اس فانی سج دھج پر فریفتہ نہ ہونا بلکہ کوشش کرنا کہ تمام حرکات و سکنات میں شریعت روشن کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



موافق عمل کیا جائے اور ملت نورانی کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔اوّل اپنے اعتقاد کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہئے۔ پھر احکام فقہیہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ خاص کر اداءِ فرائض میں بڑی کوشش کرنی چاہئے اور حل وحرمت میں بڑی احتیاط بجالانی چاہئے اور عبادات نافلہ کو عبادات فرائض کے مقابلہ میں راستہ میں پھینکے ہوئے کوڑے کی طرح بے اعتبار جاننا چاہئے۔ اکثر اس زمانہ کے لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خراب کرتے ہیں۔ نوافل کے ادا کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں اور فرائض کو خوار اور بے اعتبار جانتے ہیں۔

روپیہ سب کا سب وقت بے وقت مستحق اور غیر مستحق کو دیتے ہیں، لیکن ایک دھیلہ زکوٰۃ کے طور پر خرچ نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں جانتے کہ ایک دھیلہ زکوٰۃ کے طور پر مصرف شریعہ میں دینا صدہا صدقہ نافلہ سے بہتر ہے۔ کیونکہ اداءِ زکوٰۃ میں حق تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری ہے اور صدقہ نافلہ میں اکثر ہواءِ نفسانی کی تابعداری۔ اسی واسطے فرض میں ریا کی گنجائش نہیں اور نفل میں ریا کا دخل ہے۔ یہی سبب ہے کہ زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا بہتر ہے تاکہ تہمت دور ہو جائے اور صدقہ نافلہ کو چھپا کر دینا بہتر ہے۔ جو قبولیت کے سب مناسب ہے۔

غرض جب تک احکام شرعیہ کو لازم نہ پکڑیں تب تک دنیا کی مضرت سے نہیں بچ سکتے۔ اگر دنیا کا ترک حقیقی میسر نہ ہو تو ترک حکمی میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے اور وہ اقوال وافعال میں شریعت کا لازم پکڑنا ہے۔ وَاللهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔

# مکتوب (۸۳)

اس طائفہ عالیہ کی محبت میں جو سعادتوں کا سرمایہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں میر محمود کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

ان حدود کے فقرا کے اوضاع واحوال حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو سلامتی اور عافیت اور شریعت پر ثابت قدمی اور استقامت عطا فرمائے۔

اس برادر عزیز نے جو اس فقیر سے طریقہ اخذ کیا تھا۔ اگرچہ صحبت (جوان بزرگواروں کے نزدیک اصل عظیم ہے) کے کم ہونے کے باعث عمدہ ثمرات وبرکات اس پر مترتب نہیں ہوئے،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیکن اگر تھوڑا سا حسی ارتباط بھی جو طریقہ کے لوازم سے ہے۔ باقی رہا ہو۔ تو یہ بھی دولت عظیم ہے۔ لِاَنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔

پہلی برکت جو صحبت اوّل میں اس طریقہ عالیہ کے مبتدی رشید کو حاصل ہوتی ہے۔ مطلوب حقیقی کی طرف قلب کی دائمی توجہ ہے۔ یہ دوام توجہ تھوڑی مدت میں نسیان ماسوا تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر طالب بالفرض ہزار سال تک جئے۔ حق تعالیٰ کا غیر اس نسیان کے باعث جو اس کے ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے۔ کبھی اس کے دل میں گزرنے نہ پائے اور اگر تکالیف و تعمل سے بھی اس کو یاد دلائیں تو یاد نہ کرے۔ جب یہ نسبت حاصل ہو جائے تو گویا اس راہ میں پہلا قدم حاصل ہو گیا۔ دوسرے، تیسرے، چوتھے قدم کی نسبت کیا لکھا جائے۔ اَلْقَلِيْلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيْرِ وَالْقَطْرَةُ تَنْبِئُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِيْرِ (تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ دریائے ناپیدا کنار کی خبر دیتا ہے)۔

اس سے مقصود دوستوں کی ترغیب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نفع دے۔ میاں عبدالعظیم نے آپ کی محبت و اخلاص کے حالات کو زبانی بیان کیا ہے۔ جو اس گفتگو کا باعث ہوئے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ سلام ہو آپ پر اور اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۸۴)

بعض نصیحتوں کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادر عزیز میاں شیخ حمید نے عجب گوشہ نشینی اختیار کی ہے کہ سلام و پیام کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ اس سات آٹھ سال کے عرصہ میں آپ کی طرف سے ایک ہی خط آیا ہے اور وہ بھی ناتمام اور ناسرانجام۔ اس طرف سے جو خط جاتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ کو پہنچتے ہیں یا نہیں۔

برادرم شیخ عبدالحیٰ اپنے وطن کو جانے والے ہیں۔ فقیر نے ان کو کہا ہے کہ ایک بار آپ تک جائیں اور آپ کے احوال پر اطلاع پائیں۔ شیخ عبدالحیٰ پانچ سال تک خدمت میں رہے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اکثر خدمات حضور اس کے متعلق رہے ہیں اور علوم و معارف سے سیراب ہیں اور جذبہ وسلوک کے احوال سے واقف ہیں۔ مشارالیہ کو کہا ہے کہ چند روز آپ کی منزل میں ٹھہریں اور علوم و معارف جو وقت و حال کے مناسب ہوں۔ بیان کریں۔ اپنے احوال گزشتہ اور موجودہ از قسم احوال ومواجید سب مشارالیہ آپ کی خدمت میں بیان کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى سلام ہو آپ پر اور اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

## مکتوب (۸۵)

شیخ عبدالحیٔ کے بعض کمالات کے بیان میں شیخ نور محمد کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اس طرف کے فقرا کے احوال و اوضاع حمد کے لائق ہیں اور آپ کی استقامت حق تعالیٰ سے مطلوب ہے۔

برادرم شیخ میاں عبدالحیٔ آپ کا ہم شہر ہے۔ آپ کے قرب و جوار میں آیا ہے علوم و معارف غریبہ کا نسخہ ہے اور اس کی راہ کی ضروری چیزیں اس کے پاس بہت ہیں۔ اس کی ملاقات دور افتادہ یاروں کے لیے غنیمت ہے، کیونکہ نیا آیا ہے اور نئی چیزیں لایا ہے۔ فنا و بقاء کا اس کے پاس نشان ہے اور جذبہ وسلوک کا اس کے پاس بیان ہے بلکہ فنا و بقاء متعارف کے سوا اور جذبہ وسلوک مقررہ سے آگے بھی واقف ہے۔ بلکہ وہاں اس کا گزر ہے۔ مکتوبات کے بہت سے معارف غریبہ اس نے سنے ہوئے ہیں اور حتی المقدور استفسار کر کے حاصل کیے ہوئے ہیں۔ واللہ سبحانہ الموفق آپ اپنے احوال کو مفصل طور پر مشارالیہ کے پاس بیان کر دیں اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام۔

## مکتوب (۸۶)

خط کے جواب میں شیخ طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

معزز بھائی کا خط آیا۔ معارف مندرجہ کا احوال پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ کس قدر اعلیٰ دولت ہے کہ محبان مخلص سب سے ہاتھ دھو کر حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں اور ماسوا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پر پشت پا مار کر بالکل اسی کے ہو رہیں۔

اس طرف کے باقی حالات برادرم شیخ عبدالحئی مفصل بیان کرے گا۔ علوم و معارف زبانی اور خط مشار الیہ کے پاس بہت موجود ہیں۔ اس لیے ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا گیا۔ نبی ﷺ اور ان کے آل بزرگوار کے طفیل اللہ تعالیٰ تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔ والسلام۔

## مکتوب (۸۷)

نصیحتوں کے بارہ میں فتح خاں افغان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو فقرا کی کمال محبت واخلاص پر مشتمل تھا۔ پہنچا حق تعالیٰ فقرا کی محبت پر آپ کو استقامت بخشے۔

سب سے اعلیٰ نصیحت جو دوستان سعادتمند کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی متابعت کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں۔ جو شخص سنتوں میں سے کسی سنت کو جو متروک العمل ہو چکی ہو زندہ کرلے تو اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے تو پھر معلوم کرنا چاہئے کہ جب کوئی فرض یا واجب کو زندہ کرے گا تو اس کو کس قدر ثواب ملے گا۔ نماز میں ارکان کا تعدیل کرنا جو اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے بعض علماء حنفیہ کے نزدیک سنت۔ اکثر لوگوں نے اس امر کو ترک کر دیا ہوا ہے اس ایک عمل کا زندہ اور جاری کرنا سو شہید فی سبیل اللہ کے ثواب سے زیادہ ہو گا۔ باقی احکام شرعیہ یعنی حلال و حرام و مکروہ کا بھی یہی حال ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ نیم دانگ اس شخص کو واپس دے دینا جس سے خلاف شرع ظلم سے لیا ہو۔ دو سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کے نیک عمل پیغمبر کے نیک عملوں کی طرح ہوں اور اس پر نیم دانگ جتنا کسی کا حق باقی رہا ہو تو اس شخص کو بہشت میں نہ لے جائیں گے جب تک اس نیم دانگ کو ادا نہ کرے گا۔

غرض ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تاکہ غفلت کے ساتھ آلودہ نہ رہے کیونکہ باطن کی امداد کے بغیر احکام شرعی سے آراستہ ہونا مشکل ہے۔ علماء صرف فتویٰ دیتے ہیں اور اہل اللہ کام کرتے ہیں۔ باطن میں کوشش کرنا ظاہر کی کوشش کو مستلزم ہے اور جو کوئی باطن ہی کی درستی میں لگا رہے اور ظاہر کی پروا نہ کرے وہ ملحد ہے اور اس کے وہ باطنی احوال استدراج

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں۔ باطنی حالات کے درست ہونے کی علامت ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرنا ہے۔ استقامت کا طریق یہی ہے۔ واللہ سبحانہ الموفق (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے)۔

# مکتوب (۸۸)

قضا پر راضی ہونے اور مولیٰ کے فعل سے لذت پانے کے بیان میں ملا بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

بندہ مقبول وہ ہے جو اپنے مولیٰ کے فعل پر راضی ہو اور جو شخص اپنی رضا کا تابع ہے وہ اپنا بندہ ہے۔ اگر مولیٰ بندہ کی گردن پر چھری چلا دے تو بندہ کو چاہئے کہ اس وقت شاداں وخنداں ہو اور اسی میں اپنے مولیٰ کی رضامندی سمجھے۔ بلکہ اس فعل سے لذت حاصل کرے اور اگر نعوذ باللہ اس فعل سے اس کو کراہت آئے اور اس کا دل تنگ ہو تو دائرہ بندگی سے دور اور قرب مولیٰ سے مہجور ہے۔ جب طاعون حق تعالیٰ کی مراد ہے تو چاہئے کہ اس کو اپنی مراد جان کر خوش وخرم ہوں اور طاعون کے غلبہ سے بے صبر و دل تنگ نہ ہوں۔ بلکہ اس خیال سے کہ محبوب کا فعل ہے۔ اس سے متلذذ ہونا چاہئے۔ جب ہر ایک شخص کے لیے اجل مقرر ہے۔ جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں تو پھر اضطراب وبیقراری کیوں ہو۔ البتہ بلاؤں سے عافی طلب کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے غضب وناراضی سے پناہ مانگنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا وسوال سے راضی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو سنوں گا)۔

مولانا عبدالرشید نے آکر وہاں کا حال بیان کیا۔ اللہ تمام ظاہری باطنی آفات وبلیات سے محفوظ رکھے۔ والسلام۔

# مکتوب (۸۹)

نصیحت کے بیان میں سیادت پناہ میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

ثَبَّتَنَا اللہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ بِصَدَقَۃِ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْاَنَامِ عَلَیْہِ وَ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ (اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل ہم کو اور آپ کو آپ کے بزرگ باپ دادوں کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے)۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کا احسان ہے۔ کہ اس جگہ کے فقرا کے احوال و اوضاع حمد کے لائق ہیں اور آپ کی صحت و عافیت اور اثبات و استقامت حق تعالیٰ سے مطلوب ہے۔

میرے مشفق و مخدوم مکرم۔ وقت گزرتا چلا جا رہا ہے اور جوں جوں گزرتا ہے عمر کم ہوتی جاتی ہے اور موت نزدیک آتی جاتی ہے۔ اگر آپ نے آج فکر نہ کیا تو کل ندامت و حسرت اٹھانی پڑے گی۔ کوشش کرنی چاہئے کہ یہ چند روزہ زندگی شریعت غرا کے موافق بسر ہو جائے تاکہ نجات کی امید ہو۔ اب علم کا وقت ہے عیش و آرام کا وقت ابھی آگے ہے۔ جب اس عمل کا پھل ملے گا۔ عمل کے وقت آرام کرنا گویا اپنی کھیتی کو کچا کھا جانا اور اس کے پھل سے محروم رہنا ہے۔ زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔ ظاہری باطنی دولت آپ کے نصیب ہو۔

# مکتوب (۹۰)

سفارش میں مرزا عرب خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اللہ تعالیٰ آپ کو آفاقی اور انفسی دشمنوں پر فتح دے اور ظاہری و باطنی آفات و بلیات سے بچائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ وَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ خلق، اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور مخلوقات میں سب سے زیادہ پیارا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اس کے عیال کے ساتھ احسان کرے۔ حق تعالیٰ بندوں کے رزق کا متکفل ہے اور مخلوقات اس کے عیال کی طرح ہے جو شخص کسی کے عیال کے ساتھ غمخواری کرے اور اس کے بوجھ کو اٹھائے تو وہ شخص اس عیال والے شخص کے نزدیک بہت محبوب ہوگا۔ کیونکہ اس نے اس کو سبکسار کر دیا ہے اور اس کا بار مونت اپنے ذمے لے گیا ہے۔ اسی سبب سے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ حافظ حامد مرد صالح اور قرآن مجید کا قاری ہے۔ کثرت عیالداری کے باعث حیران و پریشان ہے کیونکہ ان کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ آپ کے کرم اور بخشش سے امید ہے کہ آپ اس کی مدد و اعانت فرمائیں گے۔ کریموں کو بخشش کے لیے ایک بہانہ کافی ہے۔ والسلام۔

# مکتوب (۹۱)

ایک استفسار کے جواب میں جس میں قاب قوسین او ادنیٰ کے اسرار دریافت کیے گئے تھے۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مقام قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں سرِ عظیم یہ ہے۔ کہ جب انسان کامل سیر الی اللہ کے تمام ہونے کے بعد سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے۔ تو اخلاق الٰہی سے متخلق ہو جاتا ہے اور جب مجمل طور پر اس سیر کو بھی تمام کر لیتا ہے اور اسماء وصفات کے عکسوں کے ظہور کا دائرہ جو سیر فی اللہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمام کر لیتا ہے۔ تو اس امر کے لائق ہو جاتا ہے کہ محبوب ظلیت کی آمیزش اور حالیت ومحلیت کے وہم کے بغیر اصالت کے طور پر اس میں ظہور فرمائے۔ چونکہ محبوب کی صفات ذاتیہ اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں اس لیے عاشق کی نظروں میں ذات کے ظہور کے ساتھ صفات کا ظہور بھی ہوگا اور دو قوسین یعنی قوس ذات اور قوس صفات حاصل ہو جائیں گی۔ یہ مقام اعلیٰ قاب قوسین ہے۔ جو ظہور اصلی کے متعلق ہے جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے عاشق صادق کا تعلق وگرفتاری معشوق ذات کے ساتھ یہاں تک ہو جائے کہ اسم وصفت سے گزر جائے تو اس وقت اسم وصفت بالکل اسی کی نظر سے دور ہو جاتے ہیں اور ذات کے سوا اس کو کچھ ملحوظ ومشہود نہیں ہوتا۔ اگرچہ صفات موجود ہوں، لیکن اس کو مشہود نہیں ہوتے۔ تب او ادنیٰ کا ستر ظاہر ہوتا ہے اور قوسین کا کچھ اثر نہیں رہتا۔ اس مقام اعلیٰ سے جب ہبوط واقع ہو تو قدم اوّل عالم خلق میں بلکہ عنصر خاک میں آ پڑتا ہے جو باوجود دوری اور مہجوری کے تمام موجودات کی نسبت عالم قدس سے زیادہ قریب ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ اگر عروج وصعود کا اعتبار کریں تو عالم امر کو بلکہ عالم امر کے اخفیٰ کو تمام موجودات کی نسبت عالم قدس سے زیادہ قریب معلوم کرتے ہیں اور جب نزول و ہبوط کی طرف نظر کرتے ہیں تو قرب کی دولت عالم خلق بلکہ عنصر خاک کے نصیب جانتے ہیں۔ ہاں جب عروج کی جانب میں دائرہ کے نقطہ اوّل کو ملاحظہ کریں تو جانب عروج میں اس نقطہ سے زیادہ قریب اس دائرہ کا دوسرا نقطہ ہے اور جب ہبوط کی جانب میں ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اس نقطہ اوّل سے زیادہ قریب دائرہ کا اخیر نقطہ معلوم ہوتا ہے۔ اس قدر فرق ہے کہ نقطہ ثانی عروج میں نقطہ اوّل سے معرض یعنی روگرداں ہے اور یہ نقطہ اخیر نقطہ اوّل کی طرف مقبل یعنی متوجہ ہے اور معرض اور مقبل میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ نقطہ ثانیہ نقطہ ادنیٰ کے ظہورات کی خواہش رکھتا ہے اور نقطہ اخیر ظہورات کی طرف پشت کر کے ظاہر کی ذات کا خواہاں ہے۔ پھر دونوں کس طرح آپس میں برابر ہو سکتے ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (اے رب تو ہم پر اپنے پاس سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے ہماری بھلائی نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۹۲)

اس بیان میں کہ ولایت قربِ الٰہی سے مراد ہے اور خوارق و کرامات ولایت کی شرط نہیں اور اس بیان میں کہ بادشاہوں کے لیے سجدہ تحیت کا کیا حکم ہے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادرم عزیز سیادت پناہ میر محمد نعمان خوشحال رہیں۔ آپ کو واضح ہو کہ خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں۔ جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کے مکلف نہیں ہیں اسی طرح اولیاء خوارق کے ظہور پر مکلف نہیں ہیں کیونکہ ولایت قرب الٰہی سے مراد ہے جو ماسوائے کے نسیان کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ بعض کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں، لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں بخشتے اور بعض کو یہ قرب بھی دیتے ہیں اور غائبانہ اشیاء کی اطلاع بھی بخشتے ہیں اور بعض کو قرب کچھ نہیں دیتے، لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں۔ یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استدراج ہیں۔ نفس کی صفائی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلا کر کے گمراہی میں ڈالا ہے۔ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ ٥ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ (گمان کرتے ہیں کہ ہم کچھ ہیں۔ خبردار یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے غلبہ پا کر ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار یہ شیطان کا گروہ گھاٹا اٹھانے والا ہے) ان لوگوں کا نشان حال ہے۔ پہلی اور دوسری قسم کے لوگ جو دولت قرب سے مشرف ہیں۔ اولیاء اللہ ہیں۔ نہ غائبانہ امور کا کشف ان کی ولایت کو بڑھاتا ہے نہ عدم کشف ان کی ولایت کو گھٹاتا ہے۔ ان کے درمیان درجات قرب کے اعتبار سے فرق ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عدم کشف والا بباعث زیادہ قرب کے جو اس کو حاصل ہوتا ہے کشف والے شخص سے افضل و پیش قدم ہوتا ہے۔ صاحب عوارف جو شیخ الشیوخ ہے اور تمام گروہوں میں مقبول ہے۔ اپنی کتاب عوارف میں اس امر کی تصریح کرتا ہے۔ اگر کسی کو میری بات کا یقین نہ ہو تو اس کتاب میں دیکھ لے۔ وہاں کرامات و خوارق کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ کرامات و خوارق اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض کو کشف و کرامات کیساتھ مشرف فرماتے ہیں اور یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


دولت عطا فرماتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک شخص زیادہ اعلیٰ رتبہ رکھتا ہے، لیکن خوارق وکرامات اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتے۔ کیونکہ کرامات یقین کی زیادہ تقویت کے لیے عطا فرماتے ہیں اور جب کسی کو خالص یقین حاصل ہو چکا ہو تو اس کو کرامات کی کیا حاجت ہے۔ یہ سب کرامت ذکر ذات اور اس میں قلب کے فانی ہونے کے ماسوا ہیں۔ جو اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ انتہیٰ کلام، شیخ اور اس گروہ کے امام خواجہ عبداللہ انصاری نے جو شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہے۔ اپنی کتاب منازل السائرین میں فرمایا ہے کہ فراست کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہل معرفت کی فراست، دوسری اہل جوع و ریاضت کی فراست۔ اہل معرفت کی فراست طالبوں کی استعداد اور ان اولیاء اللہ کو پہچاننے سے تعلق رکھتی ہے۔ جو حضرت جمع کے ساتھ واصل ہو چکے ہیں اور اہل ریاست واہل جوع کی فراست غائبانہ صورتوں اور احوال کے کشف پر مخصوص ہے جو مخلوقات سے تعلق رکھتے ہیں، چونکہ اکثر لوگ جو حق تعالیٰ کی بارگاہ سے جدا ہوتے ہیں اور دنیا کے ساتھ اشتغال رکھتے ہیں اور جن کے دل صورتوں کے کشف اور مخلوقات کی غائبانہ خبروں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ امر بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے اور گمان کرتے ہیں کہ یہی لوگ اہل اللہ اور حق تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور اہل حقیقت کے کشف سے انکار کرتے ہیں اور اہل حقیقت کو ان احوال میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کرتے ہیں۔ تہمت لگاتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل حق ہوتے جیسے کہ لوگوں کا گمان ہے تو یہ لوگ بھی ہمارے اور تمام مخلوق کے غیبی احوال بتلاتے۔ جب ان کو کشف احوال پر قدرت نہیں ہے تو ان امور کے کشف پر جو مخلوقات کے احوال سے اعلیٰ ہیں کس طرح قدرت رکھیں گے اور اہل معرفت کی فراست کو جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال سے تعلق رکھتی ہے۔ اپنے اس قیاس فاسد سے جھوٹا جانتے ہیں اور ان بزرگوں کے علوم و معارف صحیحہ سے محروم رہ جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ نے ان لوگوں کو خلق کے ملاحظہ سے محفوظ رکھا ہے اور ان کو اپنی جناب پاک کے ساتھ ہی مخصوص کر لیا ہے اور ان کی حمایت وغیرت کے باعث ان کو مخلوقات کی طرف سے ہٹا رکھا ہے۔ اگر یہ لوگ خلق کے احوال کے در پے ہوتے تو بارگاہ الٰہی کے حضور کی صلاحیت ان میں نہ رہتی۔ انتہیٰ کلام۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی باتیں فرمائی ہیں اور میں نے اپنے خواجہ قدس سرہ سے سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ بعض اولیا جن سے خوارق وکرامات ظاہر ہوئے ہیں۔ آخر دم میں ان کرامات کے ظہور سے نادم ہوئے ہیں اور یہ خواہش کرتے رہے ہیں کہ کاش ہم سے یہ خوارق وکرامات ظاہر نہ ہوتے۔ اگر فضیلت خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


باعث ہوتی تو اس طرح ندامت کیوں کرتے۔

سوال:۔ جب خوارق کا ظاہر ہونا ولایت میں شرط نہیں تو پھر ولی غیر ولی سے کس طرح متمیز ہوسکتا ہے اور سچا جھوٹے سے کس طرح جدا ہوسکتا ہے۔

جواب:۔ گو متمیز نہ ہو اور جھوٹا سچے کے ساتھ ملا رہے، کیونکہ حق کا باطل کے ساتھ ملا رہنا اس جہان کے لوازم میں ہے۔ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ اپنی ولایت کا علم نہیں رکھتے۔ تو پھر دوسروں کو ان کی ولایت کا علم کس طرح ہوگا۔ ہاں نبی ﷺ کے لیے خوارق کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ نبی اور غیر نبی میں تمیز ہو سکے۔ کیونکہ نبی کے لیے اپنی نبوت کا علم ہونا ضروری ہے اور ولی چونکہ اپنے نبی کی شریعت کے موافق دعوت کرتا ہے اس لیے نبی کا معجزہ اس کے لیے کافی ہے اور اگر ولی اپنے پیغمبر کی شریعت کے سوا دعوت کرتا تو اس کے لیے خوارق کا ہونا ضروری تھا، لیکن جب اس کی دعوت اپنے نبی کی شریعت پر مخصوص ہے تو پھر اس کے لیے خوارق کی حاجت نہیں۔ علماء صرف ظاہر شریعت کے موافق دعوت کرتے ہیں اور اولیاء شریعت کے ظاہر اور باطن کے موافق دعوت کرتے ہیں اور اول مریدوں اور طالبوں کی توبہ اور انابت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی ترغیب دیتے ہیں پھر ذکر الٰہی بتلاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ تمام اوقات ذکر میں مشغول رہیں تاکہ ذکر غالب آ جائے اور مذکور کے سوا دل میں کچھ نہ رہے اور مذکور کے ماسوا کا نسیان یہاں تک ہو جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اس کو یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئے۔ ظاہر ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لیے جو شریعت کے ظاہر و باطن سے تعلق رکھتی ہے خوارق کی کیا ضرورت ہے۔ پیری و مریدی اس دعوت سے مراد ہے جس کا خوارق و کرامت سے تعلق و واسطہ نہیں۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مرید رشید اور طالب مستعد ہر گھڑی سلوک طریق میں اپنے پیر سے خوارق و کرامات محسوس کرتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر دم اس سے مدد لیتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی نسبت خوارق کا ظاہر ہونا ضروری نہیں، لیکن مریدوں کی نسبت کرامات ہی کرامات اور خوارق ہی خوارق ہیں۔ مرید کس طرح پیر کے خوارق کو محسوس نہ کرے۔ جبکہ پیر نے مردہ دل کو زندہ کر دیا ہے اور مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچا دیا ہے۔ عوام کے نزدیک بدنوں کا زندہ کرنا عظیم الشان ہے اور خواص کے نزدیک قلب و روح کا زندہ کرنا اعلیٰ درجہ کی برہان ہے۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہ رسالہ قدسیہ میں فرماتے ہیں کہ جسد کا زندہ کرنا چونکہ اکثر لوگوں کے نزدیک بڑا اعتبار رکھتا تھا اس لیے اہل اللہ اس طرف سے منہ پھیر کر روح و قلب کے زندہ کرنے میں مشغول ہوئے ہیں۔ واقعی جسدی زندگی قلبی و روحانی زندگی کے مقابلہ میں راستہ میں پھینکے ہوئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کوڑے کرکٹ کی طرح ہے اوراس کی طرف نظر کرنا عبث و بے فائدہ ہے، کیونکہ جسدی زندگی چند روزہ زندگی کا باعث ہے اور روحانی و قلبی زندگی دائمی حیات کا موجب ہے۔

بلکہ ہم کہتے ہیں کہ درحقیقت اہل اللہ کا وجود کرامت ہے اور خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کا زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے آیت عظمیٰ ہے۔ یہی لوگ اہل زمین کا امن اور غنیمت روزگار ہیں۔ بِهِمْ يُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ (انہی کے طفیل لوگوں پر بارش اترتی ہے اورانہی کے طفیل ان کو رزق ملتا ہے) انہیں کی شان میں وارد ہے ان کی کلام دوام ہے اور ان کی نظر شفا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا اور ان کا دوست رحمت حق سے ناامید نہیں ہوتا۔

وہ علامت جس سے اس گروہ کا جھوٹا اور سچا جدا ہو سکے یہ ہے کہ جو شخص شریعت پر استقامت رکھتا ہو اور اس کی مجلس میں دل کو حق تعالیٰ کی طرف رغبت و توجہ پیدا ہو جائے اور ماسوا کی طرف سے دل سرد ہو جائے۔ وہ شخص سچا ہے اور درجات کے اختلاف کے بموجب اولیاء کے شمار میں ہے۔ مگر یہ بھی ان لوگوں کے لیے ہے جو اس گروہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور جن کو اس گروہ کے ساتھ مناسبت نہیں۔ وہ محروم مطلق ہیں۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نداشت ۔۔۔ دیدن روئے نبی سود نداشت

ترجمہ: نہ تھی جس کی قسمت میں کچھ بہتری ۔۔۔ تھا بے سود اس کو لقائے نبی ﷺ

مکتوب شریف میں سلطان وقت کی خدا پرستی اور احکام شریعت کے موافق عدل و انتظام کا حال لکھا ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور کمال ذوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بادشاہ وقت کو عدل و عدالت کے نور سے منور کیا ہوا ہے اسی طرح ملت محمدیہ کو بھی بادشاہ کے حسن انتظام سے نصرت و عزت بخشے۔

اے شریعت کے نشان والے۔ اَلشَّرِيْعَةُ تَحْتَ السَّيْفِ (شریعت تلوار کے نیچے ہے) کے موافق شریعت غرا کی ترقی و رواج شاہان بزرگ کے حسن انتظام پر موقوف ہے۔ جب سے یہ امر ضعیف ہو گیا ہے اسی دن سے اسلام بھی ضعیف ہو گیا ہے۔ کفار ہند بے تحاشا مسجدوں کو گرا کر وہاں اپنے معبد و مندر تعمیر کر رہے ہیں۔ چنانچہ تھانیسر میں حوض کرکھیت کے درمیان ایک مسجد اور ایک بزرگ کا مقبرہ تھا۔ اس کو گرا کر اس کی جگہ بڑا بھاری مندر بنایا ہے۔ نیز کفار اپنی رسموں کو کھلم کھلا بجا لا رہے ہیں اور مسلمان اکثر اسلامی احکام کے جاری کرنے میں عاجز ہیں۔ ایکادشی کے دن ہندو کھانا ترک کر دیتے ہیں۔ بڑی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی شہروں میں کوئی مسلمان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس دن نہ روٹی پکائے اور نہ بیچے اور ماہ مبارک رمضان میں برملا نان طعام پکاتے اور بیچتے ہیں مگر اسلام کے مغلوب ہونے کے باعث کوئی روک نہیں سکتا۔ ہائے افسوس۔ بادشاہ وقت ہم میں سے ہو اور پھر ہم فقیروں کا اس طرح خستہ اور خراب حال ہو۔ بادشاہوں کے اعزاز و اکرام ہی سے اسلام کی رونق تھی اور انہی کی بدولت علماء وصوفیاء معزز ومحترم تھے اور انہی کی تقویت سے شریعت کے احکام کو جاری کرتے تھے۔

میں نے سنا ہے کہ ایک دن صاحب قرآن امیر تیمور علیہ الرحمتہ بخارا کی گلی سے گزر رہا تھا۔ اتفاقاً اس وقت حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی خانقاہ کے درویش خانقاہ کی دریوں اور بستروں کو جھاڑ و دے رہے تھے اور گرد سے پاک کر رہے تھے۔ امیر مذکور مسلمانی کے حسن خلق سے جو اس کو حاصل تھا، اس کوچہ میں ٹھہر گیا۔ تاکہ خانقاہ کی گرد کو اپنا صندل وعبیر بنا کر درویشوں کی برکات فیوض سے مشرف ہو۔ شاید اسی تواضع اور فروتنی کے باعث جو اس کو اہل اللہ کے ساتھ حاصل تھی۔ حسن خاتمہ سے مشرف ہوا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ امیر کے مرجانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ تیمور مر گیا اور ایمان لے گیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ میں بادشاہوں کے نام جو ایک درجہ نیچے لا کر پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اسی کی وجہ یہی تواضع ہے جو شاہان بزرگ نے آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی نسبت ظاہر کی ہے اور جائز نہیں رکھتے کہ ان کے نام دین کے بزرگواروں کے نام کے ساتھ ایک درجہ میں مذکور ہوں۔

## تذییل

اے برادر! سجدہ جو پیشانی کو زمین پر رکھنے سے مراد ہے۔ اس میں نہایت ذلت وانکسار اور کمال تواضع وعاجزی ہے۔ اسی واسطے اس قسم کی تواضع حق تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک اعرابی نے آ کر معجزہ طلب کیا تاکہ ایمان لائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس درخت کو جا کر کہہ۔ تجھ کو پیغمبر بلاتا ہے درخت یہ سن کر اپنی جگہ سے ہلا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اعرابی یہ حال دیکھ کر اسلام لے آیا۔ پھر عرض کی یارسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں آپ کو سجدہ کروں۔ فرمایا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


خدا کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں ہے۔ اگر حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو کہتا کہ مردوں کو سجدہ کریں۔

بعض فقہا نے اگرچہ بادشاہوں کے لیے سجدہ تحیت یعنی سجدہ تعظیم جائز رکھا ہے، لیکن بادشاہوں کے لیے بھی مناسب ہے کہ اس امر میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کریں اور اس قسم کی ذلت وانکسار حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لیے پسند نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے تمام جہان کو ان کے تابع اور ان کا محتاج بنایا ہے۔ اس نعمت کا شکر بجالا کر اس قسم کی تواضع کو جس سے کمال عجز وانکسار ظاہر ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے ساتھ ہی مسلم رکھیں اور اس امر میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بنائیں۔ اگرچہ بعض نے اس امر کو جائز رکھا ہے۔ مگر مناسب ہے کہ ان کا حسن تواضع اس امر کو پسند نہ کرے۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (احسان کا بدلہ احسان ہی ہے) جب بادشاہ وقت اپنے ممالک کی سیر سے دارالخلافہ میں واپس آئے گا تو امید ہے کہ یہ فقیر بھی حق تعالیٰ کے ارادہ سے عنقریب دارالخلافہ میں حاضر ہوگا۔ وَالْبَاقِيْ عِنْدَ التَّلَاقِيْ.

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۹۳)

اس بیان میں کہ عالم خلق اور عالم امر کے لطیفوں میں سے ہر ایک لطیفہ ظاہر بھی رکھتا ہے اور باطن بھی اور یہ باطن عارف کے اسم قیوم سے ملا ہوا ہے اور اس بیان میں کہ عارف نزول کے وقت کلی طور پر ظاہر و باطن کے ساتھ دعوت وعبادت کی طرف متوجہ ہے۔ خواجہ ہاشم بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

عارف تام المعرفت کے عالم خلق و عالم امر دونوں اگرچہ اس اسم قیوم کی نسبت جو اس عارف کا وجہ خاص ہے اور در حقیقت عارف کا باطن اور حقیقت یہی ہے۔ ظاہر وصورت میں داخل ہیں۔ جیسے کہ اس کی تحقیق کسی مکتوب میں تحریر ہو چکی ہے، لیکن جب اس ظاہر صورت کو تیز نظر سے جو اللہ تعالیٰ نے محض فضل سے بخشی ہے ملاحظہ کرتا ہوں۔ تو یہاں بھی ظاہر و باطن اور صورت و حقیقت پیدا ہو جاتے ہیں۔ نہ یہ کہ عالم خلق کو ظاہر پاتا ہوں اور عالم امر کو باطن جیسے کہ بعض لوگوں کا گمان ہے۔ بلکہ عالم خالق اور عالم امر کے لطائف میں ہر ایک لطیفہ کی صورت بھی ہے اور حقیقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بھی یعنی جس طرح عنصر خاک ظاہر رکھتا ہے اور باطن بھی۔ اسی طرح انھیٰ صورت بھی رکھتا ہے اور حقیقت بھی اور یہ باطن جو عالم خلق اور عالم امر سے تعلق رکھتا ہے۔ دن بدن اعمال صالحہ کے ذریعے بلکہ محض حق تعالیٰ کی بخشش سے تھوڑا تھوڑا اس باطن سے جو اسم قیوم پر وابستہ ہے ملتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس باطن کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا اور سوائے ظاہر محض کے سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس اسم قیوم کیساتھ اس باطن کے ملنے سے یہ مراد نہیں کہ یہ باطن اس اسم میں حلول کر جاتا ہے۔ یا اس اسم قیوم کے ساتھ اس باطن کے ملنے سے یہ مراد نہیں کہ یہ باطن اس اسم میں حلول کر جاتا ہے۔ یا اس اسم کے ساتھ اتحاد پیدا کر لیتا ہے۔ کیونکہ یہ الحاد ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَتِهٖ وَلَا فِیْ اَسْمَائِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَكْوَانِ (پاک ہے وہ ذات پاک جو موجودات کی حدوث سے اس کی ذات و اسماء و صفات میں تغیر نہیں آتا) بلکہ اس باطن کو اس اسم کے ساتھ ایک مجہول الکیفیت نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے حلول و اتحاد کا وہم گزرتا ہے۔ درحقیقت وہاں نہ اتحاد ہے نہ حلول کیونکہ اس سے حقیقتِ امکان کا حقیقت وجوب کے ساتھ بدلنا لازم آتا ہے۔ جو محال عقلی ہے اور شریعت میں زندقہ ہے اور وہ ظاہر محض جو باقی رہ جاتا ہے۔ اگرچہ عالم شہادت سے ہے اور مشہود مرئی ہے۔ لیکن باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اگرچہ باطن شہود و ادراک کے احاطہ سے باہر نکل چکا ہے اور غیب سے ملحق ہو کر بیچونی کا رنگ حاصل کر چکا ہے، کیونکہ چون جب تک بیچون کا رنگ نہ پکڑے اور چون کے احاطہ ادراک سے باہر نہ جائے اور شہادت سے غیب کی طرف اسباب نہ لے جائے۔ بیچون حقیقی سے کچھ حصہ حاصل نہیں کرتا اور غیب الغیب سے مطلع نہیں ہوتا۔

جاننا چاہئے کہ اس ظاہر باقی ماندہ کی توجہ بالکل خلق کی طرف ہے اور طاعات و عبادات شرعیہ اسی کے متعلق ہیں اور دعوت و تکمیل کا معاملہ بھی اسی پر وابستہ ہے اور اس عارف صاحب تکمیل کا باطن بھی خواہ مراتب امکانی کیساتھ تعلق رکھے۔ خواہ مقامات وجوب کے ساتھ ظاہر کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جس چیز کی طرف ظاہر توجہ رکھتا ہے۔ باطن بھی اسی کی طرف توجہ رکھتا ہے تاکہ عبادت کی تکمیل و تربیت کامل طور پر ہو۔ کیونکہ یہ دار دار عمل ہے اور یہ مقام مقام دعوت شہود و مشاہدہ کی حقیقت آخرت میں ہے اور کشف و معائنہ کا معاملہ ابھی عاقبت میں ہے۔ اس مقام میں معبود کی عبادت معبود میں مستغرق ہونے سے بہتر ہے اور اس جگہ مطلوب کا انتظار کرنا جس کا باعث محبت ہو۔ مطلوب میں فانی ہونے سے اچھا ہے ارباب سکر اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔ عارف صاحب تکمیل کی یہ ظاہری و باطنی توجہ جو اس کو خلق کی طرف پیدا ہوئی ہوئی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


موت کے وقت تک ہے جو مقام دعوت کا منتہا ہے جب موت آ جائے گی۔ موت کے پل پر سے گزر کر محبوب کے کوچہ میں قدم رکھ لے گا اور اغیار کی مزاحمت کے بغیر وصل و اتصال کی دولت سے مشرف ہو جائے گا۔

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا　　وَ لِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی نعمت　　مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" (یا اللہ تو ہمارے نور کو پورا کر اور ہم کو بخش۔ تو سب کچھ کر سکتا ہے) وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَالْبَرَکَۃُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِ اللّٰہِ وَ عَلٰی اِخْوَانِہِ الْکِرَامِ وَ اَصْحَابِہِ الْعِظَامِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ.

## مکتوب (۹۴)

فنا و بقا کی حقیقت اور عارف کی حقیقت و صورت سے عدم کے جدا ہونے اور مجاورت کی نسبت بہم پہنچانے کے بیان میں مولانا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ اللہ رب العلمین کے لیے حمد ہے اور حضرت سید المرسلین پر صلوٰۃ و سلام۔

اس فقیر کے علم میں حقائق ممکنات جیسے کہ بعض مکتوبات میں لکھا جا چکا ہے۔ ان عدمات سے مراد ہیں۔ جو ہر شر و نقص کا موجب ہیں۔ مع حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کی علمیہ صورتوں کے عکوس کے جو ان عدمات میں ظاہر ہوئے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ وہ عدمات ہیولیٰ یعنی مادہ کی طرح ہیں اور وہ عکوس صورت کی طرح جو ہیولیٰ میں حلول کیے ہوئے ہیں۔ عدمات کی تشخیص و تمیز ان عکوس ظاہرہ کے ساتھ ہے اور ان عکوس کا قیام ان عدمات متمیزہ کے ساتھ ہے۔ یہ قیام عرض و جوہر کے قیام کی طرح نہیں ہے بلکہ جس طرح صورت کا قیام ہیولیٰ کے ساتھ اور ہیولیٰ کا قیام صورت کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ حکماء نے کہا ہے۔

جب سالک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر و مراقبہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دم بدم ماسوی سے منہ پھیرتا جاتا ہے تو حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کی علمیہ صورتوں کے عکوس ہر آن میں قوت و غلبہ پاتے جاتے ہیں اور اپنے قرین یعنی ساتھی پر جو عدمات ہیں غالب آتے جاتے ہیں۔ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (خبردار اللہ تعالیٰ کا گروہ غالب ہے) معاملہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ عدمات جو ان عکوس کے لیے اصل و مادہ کی طرح ہیں سب پوشیدہ ہونے لگتے ہیں بلکہ سب کے سب سالک کی نظر سے چھپ جاتے ہیں اور اپنے اصول کے عکوس کے بغیر اس کی نظر میں کچھ نہیں رہتا۔ بلکہ وہ عکوس بھی جو اپنے اصول کے آئینے ہیں۔ نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس مقام میں آئینوں کا مخفی ہونا ضروری ہے۔ یہ مقام مقام فنا ہے اور بہت بلند ہے۔ اگر اس سالک فانی کو بقا بخشیں اور عالم کی طرف واپس لائیں تو اپنے عدم کو باریک پوست کی طرح جو بدن کا محافظ ہے۔ معلوم کرے گا اور نزدیک ہے کہ نہایت بے مناسبتی سے جو اس کو عدم کے ساتھ پیدا ہے۔ اس کی تعبیر پیراہن شعر (بالوں کے باریک کرتہ) سے کرے اور اپنے آپ سے الگ معلوم کرے، لیکن درحقیقت اس مقام میں عدم اس سے الگ نہیں ہوا۔ بلکہ اس مقام میں انانیت کا ظن غالب ہے۔ غرض عدم اس مقام میں سالک کی مستور اور مغلوب جزو ہے اور اس اصالت سے جو اس کو حاصل تھی نیچے آ گیا ہے اور ان عکوس کے تابع بلکہ ان کے ساتھ قائم ہوا ہے جو اس کے ساتھ قیام رکھتے تھے۔ یہ فقیر کئی سال تک اس مقام میں رہا ہے اور اپنے عدم کو پیراہن شعر کی طرح اپنے سے جدا معلوم کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت بیغایت اس کے شامل حال ہوئی۔ دیکھا کہ وہ جزو مغلوب اب انحلال یافتہ ترکیب سے جدا ہو گیا ہے اور وہ تشخیص جو ان عکوس کے حاصل ہونے سے پیدا کی تھی مفقود کر دی ہے اور گویا عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہو گیا ہے۔ جس طرح کسی صورت کو سانچے پر درست کریں اور اس کو اس سانچے پر قائم رکھیں۔ جب صورت درست اور ثابت اور راسخ ہو جائے تو اس سانچے کو توڑ ڈالیں اور اس کے قیام کو سانچے سے دور کر کے اپنے آپ کے ساتھ قائم رکھیں۔ صورت مذکورہ بالا میں بھی فقیر نے معلوم کیا کہ ان عکسوں نے جو اس کے ساتھ قیام رکھتے تھے۔ اپنے ساتھ بلکہ اپنے اصول کے ساتھ قیام پیدا کیا ہے۔ اس وقت انا کا لفظ ان عکوس اور ان عکوس کے اصول کے سوا کسی پر اطلاق نہیں کرتا۔ گویا جزو عدم کو اس کے ساتھ کچھ مس نہ تھا اور معلوم کیا کہ حقیقت فنا اسی صورت کے مقام میں ہے سابقہ فنا گویا اس فنا کی صورت تھی۔ اس مقام سے جب بقا میں لائے اور عالم کی طرف واپس لائے تو اس عدم کو جو جزئیت کی نسبت رکھتا تھا اور اصالت و غلبہ اس کے لیے تھا۔ واپس لا کر اس کا مجاور اور ساتھی بنا دیا۔ اس کی صورت و حقیقت سے الگ کر کے اس کو لفظ انا کے اطلاق سے باہر کر دیا اور حکمتوں اور مصلحتوں کے لیے اس کو پھر پیراہن شعر کی طرح پہنا دیا۔ اس حالت میں اگرچہ عدم کو واپس لے آئے، لیکن ان عکوس کا قیام اس سے وابستہ نہ کیا۔ بلکہ عدم کو اس عکوس کے ساتھ قیام بخشا۔ جیسے کہ بقائے سابق میں گزر چکا۔ جب اس بقا میں یہ نسبت ہو تو اس جگہ جو بقا کی حقیقت ہے یہ نسبت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کامل طور پر ہوگی۔

حاصل کلام یہ کہ کپڑا پہننے والے کو کپڑے کی تاثیر ہوتی ہے۔ یعنی اگر کپڑا گرم ہو تو پہننے والے کو اس کی گرمی پہنچتی ہے۔ اگر سرد ہو تو اس کی سردی سے متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح کپڑے کی مانند اس عدم کا تاثر اپنے آپ میں پایا اور اس کا اثر تمام بدن میں جاری وساری دیکھا، لیکن جانتا ہے کہ یہ تاثیر و سرایت بیرونی ہے نہ درونی۔ عارضی ہے نہ ذاتی۔ خارجی ہم نشین کی طرف سے آئی ہے نہ داخل کے ہم جنس کی طرف سے اور شر ونقص بھی جو اس عدم سے پیدا ہوا ہے۔ عرضی اور خارجی ہے نہ ذاتی واصلی۔ اس مقام والا اگر چہ بشریت میں تمام لوگوں کے ساتھ مشارکت رکھتا ہے اور صفات بشریت کے صادر ہونے میں سب کے ساتھ شریک ہے، لیکن اس سے اور اس کی ابنائے جنس سے صفات بشریت کا صادر ہونا عارضی ہے جو ہم نشین ومجاور کی طرف سے ہے اور دوسروں سے صفات بشریت کا صادر ہونا ذاتی ہے۔ شَتَّانَ مَا بَیْنَھُمَا (ان میں بہت فرق ہے) عوام لوگ ظاہری مشارکت کو ملاحظہ کر کے خواص بلکہ اخص خواص کو اپنی طرح تصور کر کے مقام انکار واعتراض میں آجاتے ہیں اور محروم رہ جاتے ہیں۔ آیت کریمہ قَالُوْا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا (ان لوگوں نے کہا کہ کیا یہ انسان ہم کو ہدایت دے گا پس وہ منکر ہو گئے) اور آیت کریمہ وَ قَالُوْا مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْ کُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ (انہوں نے کہا کہ اس رسول کو کیا ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے) ان کے حال کا نشان ہے۔ یہ فقیر صفات بشریت سے جو کچھ اپنے آپ میں دیکھتا ہے۔ معلوم کرتا ہے کہ ان صفات کا حامل وہی عدم مجاور ہے جو کلیت یعنی تمام بدن میں اثر وسرایت کیے ہوئے ہے اور اپنے آپ کو تمام وکمال طور پر ان صفات سے پاک وصاف معلوم کرتا ہے اور ان کا کچھ حصہ بھی اپنے آپ میں محسوس نہیں کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ یہ صفات جو مجاورت کے سبب سے ظاہر ہوتے ہیں اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے سرخ لباس پہنا ہو اور لباس کی سرخی سے سرخ نظر آتا ہو۔ بیوقوف لوگ چونکہ تمیز نہیں کر سکتے۔ لباسی سرخی کو اس شخص کی سرخی جان کر اس پر خلاف واقع حکم لگاتے ہیں۔ مثنوی

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ است ۔۔۔ وانکہ نقدش دید خود مردانہ است

آب نیل است و بقبطی خوں نمود ۔۔۔ قوم موسیٰ زانہ خوں بود آب بود

ترجمہ مثنوی: جس نے افسانہ کہا افسانہ ہے ۔۔۔ جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے

خون تھا قبطی کے حق میں آب نیل ۔۔۔ موسویوں کو آب تھا بے قال و قیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (یا اللہ تو ہدایت دے کر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنے پاس سے رحمت نازل فرما تو بڑا بخشنے والا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

# مکتوب (۹۵)

کفر حقیقی و اسلام حقیقی کے سوال کے جواب میں مقصود علی تبریزی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ آپ کا صحیفہ شریفہ پہنچا۔ جس میں صوفیاء کی بعض باتوں کی نسبت استفسار درج تھا۔

میرے مخدوم! وقت و مکان اگرچہ گفت و نوشت کا تقاضا نہیں کرتا، لیکن سوال کا جواب دینا ضروری ہے۔ اس لیے چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔

ان تمام سوالوں کے حق میں مجمل کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے۔ طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے۔ جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت و نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے۔ طریقت میں بھی کفر سراسر نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے۔ کفر طریقت مقام جمع سے مراد ہے۔ جو استتار یعنی پوشیدہ ہونے کا محل ہے۔ اس مقام میں حق و باطل کی تمیز مفقود ہوتی ہے، کیونکہ اس مقام میں سالک کا مشہود اچھے و برے آئینوں میں وحدت محبوب کا جمال ہوتا ہے۔ پس خیر و شر و نقص و کمال کو اس وحدت کے ظلال اور مظاہر کے سوا نہیں پاتا۔ اس لیے انکار کی نظر جو تمیز سے پیدا ہوتی ہے اس کے حق میں معدوم ہے جس کے باعث سب کے ساتھ مقام صلح میں ہے اور سب کو راہ راست پر معلوم کرتا ہے اور اس آیت کے مضمون کے مطابق گیت گاتا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (کوئی جانور روئے زمین پر چلنے والا نہیں ہے۔ جس کو اس نے پیشانی سے پکڑا ہوا نہیں۔ بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ہے) کبھی مظہر کو عین ظاہر جان کر خلق کو عین حق خیال کرتا ہے اور مربوب کو عین رب جانتا ہے۔ اس قسم کے سب پھول مرتبہ ہی سے کھلتے ہیں۔ منصور اسی مقام میں کہتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

ترجمہ: ہوا کافر میں دین حق سے مجھ کو کفر بہتر ہے
اگر چہ سب مسلمانوں کے ہاں وہ کفر بدتر ہے

یہ کفر طریقت کفر شریعت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے، لیکن شریعت کا کافر مردود اور عذاب کا مستحق ہے اور کافر طریقت مقبول اور اعلیٰ درجات کے لائق ہے، کیونکہ یہ کفر و استتار محبوب حقیقی کے غلبہ محبت سے پیدا ہوا ہے۔ جس کے باعث محبوب حقیقی کے سوا سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے۔ اس لیے مقبول ہے اور وہ کفر چونکہ تمرد یعنی سرکشی اور جہل کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے مردود ہے اور اسلام طریقت مقام فرق بعد الجمع سے مراد ہے جو تمیز کا مقام ہے جہاں حق باطل سے اور خیر شر سے متمیز ہے۔ اس اسلام طریقت کو اسلام شریعت کے ساتھ بڑی مناسبت ہے۔ جب اسلام شریعت کمال تک پہنچ جاتا ہے تو اس اسلام طریقت کے ساتھ اتحاد کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ ہر دو اسلام اسلام شریعت ہیں۔ اس کے درمیان فرق ظاہر شریعت اور باطن شریعت اور صورت شریعت اور حقیقت شریعت کا ہے۔ کفر طریقت کا مرتبہ صورت شریعت کے اسلام سے بلند تر ہے۔ اگر چہ حقیقت شریعت کے اسلام کی نسبت کمتر ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ: عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں ہے بہت اونچا زمیں سے اے جواں

مشائخ قدس اسرارہم سے جنہوں نے شطحیات نکالی ہیں اور مخالف شریعت باتیں کہی ہیں سب کفر طریقت کے مقام میں رہے۔ جو سکر و بے تمیزی کا مقام ہے، لیکن وہ بزرگ جو حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتوں سے پاک وصاف ہیں اور ظاہر و باطن میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرتے ہیں اور انہی کے تابع رہتے ہیں۔ پس جو شخص کلام شطحیات کرتا ہے اور سب کے ساتھ صلح رکھتا ہے اور سب کو راہ راست پر خیال کرتا ہے اور حق و خلق کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور دوئی کے وجود کا قائل نہیں ہوتا۔ اگر ایسا شخص مقام جمع تک پہنچ چکا ہے اور کفر طریقت سے متحقق ہو چکا ہے اور ما سوی کا نسیان حاصل کر چکا ہے تو وہ مقبول ہے اور اس کی باتیں جو سکر سے پیدا ہیں، ظاہر کی طرف سے پھری ہوئی ہیں اور اگر وہ شخص اس حال کے حاصل ہونے اور درجہ کمال اول تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کی کلام کرتا ہے اور سب کو حق اور صراط مستقیم پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا۔ تو ایسا شخص زندیق و ملحد ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ شریعت باطل ہو جائے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو رحمت عالمیان ہیں ان کی دعوت رفع ہو جائے پس اس قسم کے خلاف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


شریعت کلمات سچے سے بھی صادر ہوتے ہیں اور جھوٹے سے بھی سچے کے لیے آب حیات ہیں اور جھوٹے کے لیے زہر قاتل۔ جس طرح کہ دریائے نیل کا پانی بنی اسرائیل کے حق میں آب خوشگوار تھا اور قبطی کے حق میں خون۔

اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان ارباب سکر کی باتوں کی تقلید کر کے راہ راست سے ہٹ کر گمراہی اور خسارہ میں جا پڑے ہیں اور اپنے دین کو برباد کر بیٹھے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اس قسم کی باتوں کا قبول ہونا چند شرائط پر مشروط ہے۔ جو ارباب سکر میں موجود ہیں اور ان میں مفقود۔ ان شرائط میں سے اعلیٰ شرط ماسویٰ اللہ کا نسیان ہے۔ جو اس قبولیت کی دہلیز ہے۔ سچے اور جھوٹے کے درمیان شریعت کی استقامت اور عدم استقامت سے فرق ظاہر ہو سکتا ہے یعنی جو سچا ہے وہ باوجود سکر و مستی کے اور بے تمیزی کے بال بھر بھی شریعت کے برخلاف نہیں کرتا۔ منصور باوجود قول انا الحق کے قید خانہ میں زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا اور وہ کھانا جو اس کو ظالموں کے ہاتھ سے ملتا تھا۔ اگرچہ وجہ حلال سے ہوتا ہے۔ نہ کھاتا تھا اور جو شخص جھوٹا ہے اس پر احکام شرعیہ کا بجالانا کوہ قاف کی طرح بھاری ہوتا ہے۔ کَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (مشرکوں پر وہ امر بہت بھاری ہے۔ جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے) ان کے حال کا نشان ہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بہتری ہمارے نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

## مکتوب (۹۶)

اس مضمون کے حل میں کہ پیغمبر ﷺ نے مرض موت میں کاغذ طلب کیا تاکہ کچھ لکھیں اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے مع چند اصحاب کے اس سے منع کیا خواجہ ابوالحسن بدخشی کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

سوال: حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض موت میں کاغذ طلب کیا اور فرمایا کہ اِئْتُوْنِيْ بِقِرْطَاسٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ (کاغذ لاؤ کہ میں کچھ لکھوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو) اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور چند اور اصحاب نے منع کیا اور کہا کہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ (ہمیں کتاب اللہ کافی ہے) اور کہا اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ (کیا غشی سے ایسی کلام کرتے ہیں اچھی طرح پوچھو) حالانکہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ فرمایا کرتے تھے۔ وحی سے فرمایا کرتے تھے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (وہ خواہش سے کلام نہیں کرتے بلکہ جو کچھ بولتے ہیں وحی کے مطابق بولتے ہیں) اور وحی کا رد و منع کرنا کفر ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

نیز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہجر و ہذیان کی کیفیت جائز کرنے سے تمام احکام شرعیہ کا اعتماد دور ہو جاتا ہے اور یہ کفر و الحاد و زندقہ ہے۔ اس شبہ کو یہ کا حل کیا ہے۔

**جواب:** خدا آپ کو سعادتمند کرے اور سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ آپ کو واضح ہو کہ یہ شبہ اور اس قسم کے اور شبہے جو بعض لوگ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور باقی تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم پر وارد کرتے ہیں اور اس قسم کی تشکیکات اور شبہات سے ان کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے شرف و رتبہ کو قبول کریں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے نفس حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ہوا اور ہوس سے پاک و صاف ہو چکے تھے اور ان کے سینوں سے عداوت و کینہ نکل چکا تھا تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہی وہ اسلام اور دین کے بزرگوار ہیں جنہوں نے کلمہ اسلام کے بلند کرنے اور حضرت سیدنا ﷺ کی مدد اور دین متین کی تائید کے لیے رات دن اور ظاہر و باطن میں اپنی طاقتوں اور مالوں کو خرچ کیا ہے اور اپنے خویش و قبیلہ اور اولاد و ازواج اور وطن و گھربار کھیتی کیاری باغ اور انہار وغیرہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں چھوڑ دیا تھا اور اپنی جان اور مال و اولاد کی محبت پر رسول اللہ کی محبت کو ترجیح دی تھی۔ ان بزرگواروں نے وحی و فرشتہ کا مشاہدہ کیا تھا اور معجزات و خوارق کو دیکھا تھا۔ ان کا غیب شہادت سے اور ان کا علم عین سے بدل چکا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی تعریف اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرماتا ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ...... ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ توریت و انجیل میں ان کی یہی مثال ہے) جب تمام صحابہ کرام ان کرامات اور فضائل میں شریک ہیں تو خلفاء راشدین جو تمام صحابہ سے افضل و اعلیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہیں۔ ان کی فضیلت و بزرگی کس قدر ہوگی۔ یہی وہ فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فرماتا ہے۔ یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اے نبی تجھ کو اللہ تعالیٰ اور تیری اتباع کرنے والے مومن کافی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام ہے۔ نظر انصاف کے ساتھ دیکھنے اور حضرت خیر البشر کی شرف محبت قبول کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجات کی بلند اور بزرگی معلوم کرنے کے بعد امید ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے اور تشکیکات کی پیروی کرنے والے لوگ ان شبہات کو مغالطوں اور زر سے منڈھی ہوئی خیالی باتوں کی طرح بے اعتبار اور خوار خیال کریں گے اور اگر ان شبہات میں غلطی کو تجویز نہ کریں اور ان کو وہمی اور خیالی باتوں کی طرح نہ سمجھیں تو کم از کم اتنا تو ضرور جان لیں گے کہ ان شبہات اور تشکیکات کا ماحصل ہیچ و پوچ ہے۔ بلکہ اسلامی ہدایت اور ضرورت کے برخلاف ہے اور کتاب و سنت کے مقابلہ میں مردود اور مطرود ہے۔ اس کے علاوہ اس سوال کے جواب اور اس شبہ کی غلط فہمی کے بیان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے چند مقدموں میں لکھا جاتا ہے۔ غور سے سنیں۔ اس شبہ و اشکال کا کامل طور پر حل کرنا چند مقدموں پر مبنی ہے۔ جن میں سے ہر ایک مقدمہ بجائے خود علیحدہ علیحدہ جواب بھی ہے:۔

**مقدمہ اوّل:** یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام منطوقات و معقولات یعنی اقوال و گفتار وحی کے مطابق نہ تھے۔ آیت کریمہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى نص قرآنی سے مخصوص ہے جیسے کہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے تمام اقوال و گفتار وحی کے موافق ہوتے تو حق تعالیٰ کی طرف سے بعض اقوال پر اعتراض وارد نہ ہوتا اور ان سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے تو نے ان کو کیوں اذن دیا)

**مقدمہ دوم:** یہ کہ احکام اجتہادیہ اور امور عقلیہ میں آیت کریمہ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ (اے دانا و عبرت پکڑو) اور آیت کریمہ وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ (کام میں ان سے مشورہ کر لیا کرو) کے بموجب اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ گفتگو کی گنجائش اور ردوبدل کی مجال تھی۔ کیونکہ اعتبار و مشورہ کا امر کرنا ردوبدل کے حاصل ہونے کے بغیر متصور نہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے قتل اور فدیہ کے بارے میں جب اختلاف واقع ہوا تھا تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قتل کا مشورہ دیا تھا اور وہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کومشورہ کے موافق آئی اور فدیہ لینے پر وعید نازل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ لَوْ نَزَلَ الْعَذَابُ لَمَا نَجٰی بِغَیْرِ عُمَرَ وَ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا (اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر و سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے بغیر کوئی نجات نہ پاتا) کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ان قیدیوں کے قتل کا مشورہ دیا تھا۔

**مقدمہ سوم:** یہ کہ سہو ونسیان پیغمبر پر جائز بلکہ واقع ہے۔ حدیث ذوالیدین میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چار رکعتی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا۔ ذوالیدین نے عرض اَقَصُرَتَ الصَّلٰوۃُ اَمْ نَسِیْتَ کیا آپ نے نماز کو قصر کیا ہے یا آپ بھول گئے۔ ذوالیدین کی صداقت ثابت ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اٹھ کر دو رکعت اور ادا کیں اور سجدہ سہو ادا کیا۔ جب صحت وفراغت کی حالت میں سہو ونسیان بمقتضائے بشریت جائز ہے تو مرض موت میں درد کے غلبہ کے وقت بتقاضائے بشری آنحضرت ﷺ سے بے قصد و بے اختیار کلام کا صادر ہونا کیونکر جائز نہ ہوگا اور احکام شرعیہ سے کیوں اعتماد رفع ہوگا۔ جبکہ حق تعالیٰ نے نبی ﷺ کو وحی قطعی سے سہو ونسیان پر اطلاع فرمائی ہے اور صواب کو خطا سے الگ کیا ہے۔ کیونکہ نبی کا خطا پر برقرار رہنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس سے احکام شریعت کا اعتماد رفع ہوتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نفس سہو ونسیان اعتماد کے رفع ہونے کا موجب نہیں ہے بلکہ سہو ونسیان پر برقرار رہنا احکام شرعیہ کے اعتماد کے رفع ہونے کا باعث ہے اور وہ تقریر علماء کے نزدیک مقرر و ثابت ہے کہ جائز نہیں۔

**مقدمہ چہارم:** یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بلکہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے لیے کتاب وسنت میں جنت کی خوشخبری ہے اور وہ احادیث جن میں خاص طور پر ان کے لیے جنت کی بشارت ہے ثقہ راویوں کی کثرت سے شہرت بلکہ تواتر معنی کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ جن کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے یا بغض وعناد۔ ان صحیح وحسن حدیثوں کے راوی اہل سنت ہیں۔ جنہوں نے اپنے استادوں سے جو سب کے سب اصحاب وتابعین ہیں۔ اخذ کی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اگر تمام مخالف فرقوں کے راویوں کو جمع کریں۔ تو اہل سنت کے سویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْمُتَتَبِّعِ الْمُتَفَحِّصِ الْمُنْصِفِ (جیسے کہ منصف تابعدار اور جستجو کرنے والے پر پوشیدہ نہیں) اہل سنت کی تمام کتب احادیث ان بزرگواروں کی بشارات سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر بعض مخالف فرقوں کی کتب احادیث میں بشارات کی روایت نہ بھی ہو تو کچھ غم نہیں کیونکہ بشارات کی روایت کا نہ ہونا بشارات کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ ان بزرگواروں کی بشارت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے لیے قرآن مجید کافی ہے۔ جس کی بہت سی آیات میں ان کے لیے جنت کی خوشخبری آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ مہاجرین اور انصار میں سابقین اولین اور وہ لوگ جنہوں نے احسان سے ان کی تابعداری کی۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور ان کے لیے جنات تیار کی گئی ہیں۔ جن میں نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اور فرماتا ہے لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى نہیں برابر تم میں سے وہ شخص جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی۔ یہ زیادہ درجہ والے ہیں۔ ان لوگوں سے جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی اور سب کو اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ یعنی بہشت کا وعدہ دیا ہے۔

جب ان تمام صحابہ کے لیے جنہوں نے فتح سے پہلے اور بعد انفاق و مقاتلہ کیا ہے۔ بہشت کی خوشخبری ہے۔ تو پھر ان بزرگ اصحاب کی نسبت جو انفاق و مقاتلہ و مہاجرت میں سب سے بڑھ کر ہیں کیا کہا جائے اور ان کے درجات کی بلندی کو کس طرح معلوم کیا جائے۔

تمام اہل تفسیر کہتے ہیں کہ آیت کریمہ لا یستوی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو انفاق و مقاتلہ میں سب سابقین سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ مومنین سے جب انہوں نے درخت کے نیچے تیری بیعت کی۔

امام محی السنۃ نے معالم تنزیل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے۔ ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے خوش ہوا ہے اور شک نہیں کہ اس شخص کو کافر کہنا جس کو کتاب و سنت میں بہشت کی خوشخبری مل چکی ہو، نہایت ہی برا ہے۔

**مقدمہ پنجم**: یہ ہے کہ کاغذ کے لانے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا توقف کرنا رد و انکار کے باعث نہ تھا۔ پناہ بخدا۔ ایسے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیروں اور ہمنشینوں سے جو خلق عظیم کے ساتھ متصف ہے۔ اس قسم کی بے ادبی متصور بھی کس طرح ہو سکتی ہے۔ بلکہ ادنیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


صحابی سے جو ایک یا دو بار حضرت خیر البشر ﷺ کی شرف صحبت سے مشرف ہو چکا ہو۔ اس قسم کی بے ادبی کی امید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی امت کے عام لوگوں سے جو دولت اسلام سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اس قسم کے ردو انکار کا گمان نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ان لوگوں سے جو بزرگ اور وزیر اور ندیم اور تمام مہاجرین اور انصار میں سے اعلیٰ درجہ والے ہوں، کس طرح اس امر کا خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کو انصاف دے تاکہ بزرگان دین پر اس طرح کی بدظنی نہ کریں اور بے سوچے سمجھے ہر کلمہ و کلام پر مواخذہ نہ کریں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مطلب استفہام اور استفسار یعنی اِسْتَفْهِمُوْهُ سے یہ تھا کہ اگر یہ آپ کوشش و اہتمام کے ساتھ کاغذ طلب فرمائیں تو لایا جائے۔ اگر آپ اس بارہ میں کوشش نہ فرمائیں تو ایسے نازک وقت میں آپ کو تکلیف نہ دینی چاہیے، کیونکہ اگر امر و وحی سے آپ نے کاغذ طلب فرمایا ہے تو تاکید و مبالغہ سے کاغذ طلب فرمائیں گے اور جو کچھ آپ کو حکم ہوگا لکھیں گے۔ کیونکہ وحی کی تبلیغ نبی پر واجب ہے۔ اگر یہ مطلب امر و وحی سے نہیں ہے بلکہ چاہتے ہیں کہ فکر و اجتہاد کی رو سے کچھ لکھیں تو وقت یاوری نہیں کرتا۔ کیونکہ پایہ اجتہاد آپ کے رحلت فرما جانے کے بعد بھی باقی ہے۔ آپ کی امت کے مستنبط اور مجتہد لوگ کتاب اللہ سے جو دین کا اصل اصول ہے۔ احکام اجتہادیہ کو نکال لیں گے اور جب حضور کی موجودگی میں جو وحی کے نزول کا وقت تھا۔ مستنبطوں اور مجتہدوں کے استنباط و اجتہاد کی گنجائش تھی۔ تو آپ کے رحلت فرمانے کے بعد جو وحی کے ختم ہونے کا زمانہ ہے علماء کا اجتہاد و استنباط بطریق اولیٰ مقبول ہوگا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اس بارہ میں جدو اہتمام نہ فرمایا بلکہ اس امر سے اعراض فرمایا تو معلوم ہوا کہ آپ کا فرمانا وحی کی رو سے نہ تھا اور وہ توقف جو مجرد استفسار کے لیے ہو۔ مذموم نہیں ہے۔

ملائکہ کرام نے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی وجہ دریافت کرنے کے لیے عرض کیا۔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ کیا تو ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو اس میں فساد کرے گا اور خون کرائے گا اور ہم تیری حمد کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

اور حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری کے وقت کہا اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا میرے ہاں کس طرح لڑکا ہوگا جبکہ میری عورت بانجھ ہے اور میں از حد بوڑھا ہوں۔

اور حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام نے کہا اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بَشَرٌ وَ لَمْ اَكُ بَغِيًّا میرے ہاں کس طرح لڑکا ہوگا جب کہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اور میں نافرمان یعنی بدکار بھی نہیں ہوں۔

اگر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی استفسار اور استفہام کے لیے کاغذ کے لانے میں توقف کیا ہو تو کیا مضائقہ ہے اور کیا شور وشبہ ہے۔

**مقدمہ ششم**: یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شرف صحبت کے حاصل ہونے کے باعث صحابہ کرام کے ساتھ حسن ظن ضروری ہے اور اس امر کا جاننا بھی ضروری ہے کہ تمام زمانوں سے بہتر زمانہ نبی ﷺ کا زمانہ تھا اور نبی ﷺ کے اصحاب انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام بنی آدم سے بہتر تھے تاکہ یقین ہو جائے کہ نبی ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد بہترین زمانہ میں وہ لوگ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام بنی آدم سے بہتر ہیں۔ باطل عمل پر اجماع نہ کریں گے اور کافروں اور فاسقوں کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین نہ بنائیں گے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اصحاب تمام بنی آدم سے بہتر ہیں اس لیے کہا ہے کہ یہ امت نص قرآنی کے ساتھ خیر الامم یعنی تمام امتوں میں سے بہتر ثابت ہو چکی ہے اور تمام امت میں سے بہتر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کیونکہ کوئی ولی صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

پس کچھ انصاف کرنا چاہیے کہ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کاغذ لانے سے منع کرنا کفر کا باعث ہوتا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ جو نص قرآن کے ساتھ اس بہترین امت میں سے سب سے زیادہ متقی ثابت ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تنصیص وتصریح نہ کرتے اور مہاجرین وانصار جن کی تعریف حق تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں فرمائی ہے اور ان سے راضی ہوا ہے اور ان کو جنت کا وعدہ دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے اور پیغمبر ﷺ کا جانشین نہ بناتے۔ جب آنحضرت ﷺ کی صحبت اور اصحاب کے ساتھ حسن ظن جو محبت کا مقدمہ ہے حاصل ہو جائے تو اس قسم کے شبہات کی تکلیف سے نجات مل جاتی ہے اور ان تشکیکات کا باطل ہونا صاف طور پر نظر آ جاتا ہے اور اگر نعوذ باللہ منہ نبی ﷺ کی صحت اور اصحاب کے ساتھ حسن ظن پیدا نہ ہو اور بدظنی تک نوبت آ جائے تو یہ بدظنی اس صحبت کے صاحب یعنی صحابہ کرام اور ان اصحاب کے صاحب یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچ جائے گی بلکہ اس صاحب کے صاحب جل شانہ تک چلی جائے گی۔ اس امر کی برائی کو اچھی طرح معلوم کرنا چاہیے۔ ما امن برسول من لم یوقر اصحابه (جس نے اصحاب کی عزت نہ کی اس نے گویا رسول کی تصدیق نہ کی) رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کی شان میں فرمایا ہے۔ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ابغضھم فبغضی ابغضھم (جس نے میرے اصحاب سے محبت کی اس نے گویا میری محبت کی بدولت ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے گویا میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا) اصحاب کی محبت رسول اللہ ﷺ کی محبت کا باعث اور اصحاب کا بغض رسول اللہ ﷺ کے بغض کا موجب ہے۔

جب یہ مقدمات معلوم ہو چکے تو بے تکلف اس شبہ کا اور اس قسم کے اور شبہوں کا جواب حاصل ہو گیا۔ بلکہ متعدد اور کئی قسم کے جوابات حاصل ہو گئے۔ کیونکہ ان مقدمات سے ہر ایک مقدمہ متعدد جوابوں میں سے ایک جواب ہے۔ جیسے کہ گزر چکا ہے اور یہ مقدمات سب کے سب اس شبہ کے مادہ کو توڑ دیتے ہیں اور اس تشکیک کے دفع کرنے میں نظر یعنی دلیل سے حدس یعنی فراست و باریک بینی میں لے آتے ہیں۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْفَطِیْنِ الْمُنْصِفِ (جیسے کہ دانا منصف پر پوشیدہ نہیں ہے۔) حدس کا لفظ صرف زبان پر لایا گیا ہے۔ ورنہ اس قسم کی تشکیکات بدیہی البطلان ہیں اور وہ مقدمات جو ان شبہات کے باطل کرنے میں لائے گئے ہیں۔ اس بداہت پر تنبیہات کی قسم سے ہیں۔ بلکہ اس قسم کی تشکیکات و شبہات اس فقیر کے نزدیک اس طرح ہیں۔ جس طرح کوئی پرفن شخص چند بیوقوفوں کے پاس آ کر ایک پتھر کو جو ان کا محسوس ہے ملمع اور جھوٹی دلیلوں اور مقدمات سے ان کے سامنے ثابت کر دے کہ یہ سونا ہے اور چونکہ یہ بیچارے ان وہمی مقدمات کے دفع کرنے میں عاجز ہیں اور ان کے غلط ثابت کرنے میں قاصر ہیں اس لیے شبہ میں پڑ جائیں بلکہ یقین کر لیں کہ یہ سونا ہے اور اپنی حس کو فراموش کر دیں بلکہ متہم جانیں۔ اس مقام پر دانا کی ضرورت ہے۔ جو اس کی ضرورت پر اعتماد کرے اور وہمی مقدمات کو غلط ثابت کرے۔ مذکورہ بالا صورت میں بھی خلفائے ثلثہ بلکہ تمام اصحاب کرام کی بزرگی اور بلندی درجات کتاب و سنت کی رو سے محسوس و مشاہد ہے اور ان بزرگواروں پر طعن کرنے والے جو جھوٹی اور ملمع دلیلوں کے ساتھ ان پر طعن و قدح کرتے ہیں اس پتھر کے حق میں طعن و ملامت کرنے والوں کی طرح بھٹک رہے ہیں اور گمراہ ہو رہے ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اَنْتَ الْوَهَّابُ یا اللہ تو ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے ہم پر رحمت نازل فرما۔ تو بڑا بخشنے والا ہے۔

ہائے افسوس ان لوگوں کو کس چیز نے آمادہ کیا کہ اکابر دین کو گالی نکالیں اور اسلام کے بزرگوں پر طعن لگائیں۔ حالانکہ فاسقوں اور فاجروں میں سے کسی کو گالی نکالنا اور طعن لگانا یہ درجہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نہیں رکھتا کہ شرع میں عبادت وکرامت وفضیلت اور نجات کا وسیلہ سمجھا جائے۔ تو پھر دین کے ہادیوں کو گالی نکالنا اور اسلام کے حامیوں کو طعن لگانا کیا کچھ درجہ رکھتا ہوگا۔ شرع میں کہیں نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں یعنی ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کو گالی نکالنا اور طعن لگانا عبادت وکرامت میں داخل ہے۔ بلکہ ان سے اور ان کے احوال سے اعراض کرنا اچھا ہے اور اس قسم کے بیہودہ امور میں مشغول ہونے اور وقت کے ضائع کرنے سے بہتر ہے تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْ يَعْمَلُوْنَ یہ لوگ گزر گئے۔ ان کے لیے اپنے اعمال اور تمہارے لیے اپنے عمل کام آئیں گے اور تم سے نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کیا عمل کیا کرتے تھے۔

حق تعالیٰ قرآن مجید میں اصحاب پیغمبر ﷺ کی صف میں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ فرماتا ہے پس ان بزرگواروں کے حق میں ایک دوسرے کے ساتھ عداوت وکینہ کا گمان کرنا نص قرآنی کے برخلاف ہے نیز ان بزرگواروں میں عداوت وکینہ کا ثابت کرنا فریقین میں قدح وندامت پیدا کرتا ہے اور دونوں گروہوں سے امان کو رفع کرتا ہے۔ جس سے اصحاب کے دونوں گروہوں کا مطعون ہونا لازم آتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ اور اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو لوگ تمام بنی آدم سے بہتر تھے۔ وہ گویا بدترین مردم تھے اور ان کا بہترین زمانہ بدترین زمانہ تھا اور اس قرن وزمانہ کے لوگ عداوت وکینہ سے موصوف تھے۔ کوئی مسلمان اس بات پر دلیری نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس امر کو پسند کرسکتا ہے۔ یہ کتنی بڑی گستاخی اور جرأت ہے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنی ہو اور حضرت امیر ان کے پوشیدہ دشمن رہیں۔ اس امر میں طرفین کی ندامت وملامت ہے۔ کیوں نہ ہم یوں کہیں کہ آپس میں شیر وشکر اور ایک دوسرے میں فانی تھے۔ خلافت کا معاملہ بھی ان کے نزدیک مرغوب ومطبوع نہ تھا۔ جس کو کینہ وعداوت کا موجب قرار دیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اَقِيْلُوْنِيْ (یعنی مجھ سے بیعت موڑ کر خلافت واپس لے لو) کا ظاہر ہونا مشہور ومعروف ہے اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی خریدار مل جائے تو اس خلافت کو ایک دینار کے بدلے بیچ ڈالوں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی خواہش کے لیے معاویہ کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہیں کیا بلکہ باغیوں کے ساتھ لڑائی کرنا فرض سمجھ کر ان کا مقابلہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَقَاتِلُو الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ اِلٰى اَمْرِ اللهِ تم باغی گروہ سے یہاں تک لڑو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پھر آئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے باغی ہیں۔ جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سب کے سب صاحب تاویل اور صاحب رائے واجتہاد تھے۔ اگر اس اجتہاد میں خطا کار بھی ہوں تو بھی طعن وملامت اور تفسیق وتکفیر سے دور اور پاک ہیں۔

حضرت امیر رضی اللہ عنہ ان کے حق میں فرماتے ہیں کہ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا لَیْسُوْا فَسَقَۃً وَ لَا کَفَرَۃً لِمَا لَھُمْ مِنَ التَّاوِیْلِ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی نہ فاسق ہیں نہ کافر، کیونکہ ان کے لیے تاویل ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ تِلْکَ دِمَاءٌ "اَطْھَرَ اللّٰہُ عَنْھَا اَیْدِیْنَا فَنُطَھِّرُ عَنْھَا اَلْسِنَتَنَا یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا۔ پس ہمیں اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھنا چاہئے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ" یا اللہ ہم اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان لے کر ہم سے چلے گئے بخش اور ایمانداروں کے لیے ہمارے دلوں میں کوئی غل وغش نہ چھوڑ یا اللہ تو ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْکِرَامِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ.

# مکتوب (۹۷)

ایک سوال کے جواب میں جس میں اسی دفتر کے چھٹے مکتوب کا حل طلب کیا گیا تھا۔ خواجہ ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ نے پوچھا تھا کہ اس عبارت کے کیا معنی ہیں جو چھٹے مکتوب میں واقع ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولایت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں رنگی جائے اور ولایت محمدی ﷺ کا حسن ملاحت ولایت ابراہیمی کے جمال صباحت کیساتھ مل جائے اور اس انصباغ وامتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلندی تک پہنچ جائے۔

آپ کو واضح ہو کہ دلالگی اور مشاطلگی کا منصب کسی طرح ممنوع ومحضور نہیں ہے۔ دلالہ جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اپنی دلالت کی خوبی سے دو صاحب جمال و کمال محبوب کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دے اور ایک کے حسن کو دوسرے کے حسن کے ساتھ خلط ملط کر دے تو اس کی کمال خدمتگاری ہے اور اس میں اس کی اپنی شرافت و سعادت ہے ان دونوں صاحب جمال کے شان میں کسی قسم کا نقص و قصور لازم نہیں آتا۔ اسی طرح اگر مشاطلگی کر کے ان دونوں صاحب کمال کے حسن و جمال کو بڑھا دے اور زیادہ طراوت و زینت پیدا کر دے۔ تو اسی کی شرافت و سعادت ہے ان میں کسی قسم کا نقص و قصور لازم نہیں آتا۔

ازاں طرف نپذیرد کمال تو نقصاں      وزیں طرف شرف روزگار من باشد

ترجمہ: تیرے کمال میں سے ایک ذرہ کم نہ ہوگا
لیکن میری سعادت ہو جائیگی دوبالا

غرض وہ انقاع و استفادہ جو صاحب دولتوں کو غلاموں اور خادموں کی جہت سے میسر ہوتا ہے۔ کوئی ممنوع و محذور نہیں اور نہ ہی اس میں ان کا کسی قسم کا قصور نقصان ہے۔ بلکہ صاحب دولتوں کا کمال غلاموں اور خادموں کی خدمت ہی میں ہے۔ وہ شیخ بہت ہی بے نصیب ہے جو اپنے خادموں سے فائدہ اور نفع حاصل نہ کرے۔ ہاں ہم رتبہ شخصوں سے نفع اور فائدہ طلب کرنا نقصان کا موجب ہے اور ہمسروں سے استمداد و استفادہ کرنا سراسر قصور ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (یا رسول اللہ تجھے اللہ تعالیٰ اور تابعدار مومن کافی ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام ہے۔ یہ بات بدیہی اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ اور کم درجہ والے لوگوں کی خدمت سے بزرگوں اور اعلیٰ درجہ والے لوگوں کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس ظاہر اور بدیہی امر کو معلوم نہ کر سکے تو عبارت کا کیا قصور ہے۔ بادشاہ اور امیر اپنی شان و شوکت و سلطنت میں خادموں اور نوکروں چاکروں کے محتاج ہیں اور اپنے کمال کو انہی پر موقوف جانتے ہیں اور اس امر سے کوئی قصور و نقصان ان کے مرتبہ میں نہیں آتا۔ چنانچہ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ اس امر کو جانتا ہے۔ اس اشتباہ کا باعث یہ ہے کہ اس انتفاع و تمتع کے (جو ادنیٰ کی طرف سے آتا ہے) اور اس انتفاع تمتع کے (جو اعلیٰ کی طرف حاصل ہوتا ہے۔ درمیان فرق نہیں کر سکتے اور جب ظاہر ہو چکا کہ اوّل سے کمال بڑھتا ہے اور دوسرے سے نقصان پیدا ہوتا ہے تو اوّل جائز ہوگا اور دوسرا ممتنع۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں سے ہدایت ہمارے نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

# مکتوب (۹۸)

اس قرب و معیت کے سر میں جو اللہ تعالیٰ کو عالم کے ساتھ ہے اور شرارت عدم اور شرارت اہلیت کے درمیانی فرق کے بیان میں جامع علوم و اسرار مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

تم نے سوال کیا کہ علماء نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نہ عالم میں داخل ہے۔ نہ اس سے خارج نہ عالم کے ساتھ متصل ہے نہ اس سے منفصل۔ اس بحث کی تحقیق کیا ہے:۔

**جواب**: اس دخول و خروج اتصال و انفصال کی نسبت کا حاصل ہونا دو وجود کے دیکھنے پر متصور ہے کہ ایک موجود دوسرے موجود کے مقابلہ میں اس نسبت سے خالی نہ ہو اور صورت مذکورہ بالا میں دو موجود کائن و ثابت نہیں ہیں تاکہ یہ نسبت حاصل ہو سکے۔ کیونکہ حق تعالیٰ موجود ہے اور اس کے ماسوا عالم سب موہوم و متخیل ہے۔ عالم نے اگرچہ حق تعالیٰ کے بنانے سے اس قسم کا استحکام اور مضبوطی حاصل کی ہے۔ کہ وہم و خیال کے اٹھنے سے اٹھ نہیں سکتا اور دائمی رنج و راحت کا معاملہ اسی پر وابستہ ہے، لیکن اس کا ثبوت حس و وہم کا درجہ ہے اور حس و وہم سے بڑھ کر اس کا کوئی رتبہ نہیں۔ یہ حق تعالیٰ کی ہی کمال قدرت ہے کہ جس نے موہوم و متخیل کو ثبت و استقرار دے کر موجود کا حکم عطا فرمایا ہے اور موجود کے احکام اس پر جاری کیے ہیں، لیکن موجود موجود ہے اور موہوم موہوم گو ظاہر بین موہوم و متخیل کو اس کے ثبات و استقرار پر نظر کر کے اس کو بھی موجود تصور کرتے ہیں اور دو موجود جانتے ہیں۔ اس مضمون کی تحقیق میں نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں مفصل طور پر لکھی ہے۔ اگر حاجت ہو تو وہاں رجوع کریں۔ پس موجود کی موہوم کے ساتھ اس قسم کی کوئی نسبت ثابت نہ ہو گی۔ تو اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ موجود نہ موہوم میں داخل ہے نہ اس سے خارج نہ وہ موہوم کے ساتھ متصل نہ اس سے منفصل کیونکہ جہاں موجود ہے وہاں موہوم کا نام و نشان نہیں تاکہ اس کے ساتھ اس نسبت کا تصور کیا جائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس بحث کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ نقطہ جوالہ جو سرعت سیر کے باعث دائرہ کی صورت میں متوہم ہوتا ہے۔ یہاں موجود صرف وہی نقطہ ہے اور دائرہ کی صورت سوائے وہم کے ثابت نہیں اور جہاں نقطہ موجود ہے وہاں دائرہ موہومہ کا نام ونشان تک نہیں۔ اس صورت میں نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ دائرہ میں داخل ہے یا دائرہ سے خارج ہے۔ اسی طرح اتصال وانفصال بھی ان کے درمیان متصور نہیں، کیونکہ اس مرتبہ میں کوئی دائرہ نہیں تا کہ نسبت متصور ہو سکے۔ ثَبِّتِ الْجِدَار اَوَّلاً ثُمَّ النَّقْشُ اوّل دیوار ثابت ہو تو پھر اس پر نقش ظاہر ہونگے۔

**سوال**: حق تعالیٰ نے عالم کے ساتھ اپنے قرب واحاطہ کی نسبت ثابت کی ہے۔ حالانکہ موجود کو موہوم کے ساتھ کسی طرح قرب واحاطہ کی نسبت نہیں۔ کیونکہ جہاں موجود ہے وہاں موہوم کا نام ونشان تک نہیں تا کہ محیط ومحاط تصور کیا جائے۔

**جواب**: یہ قرب واحاطہ اس قسم کا نہیں ہے جیسے کہ ایک جسم دوسرے جسم کے قریب ہوتا ہے یا ایک جسم دوسرے جسم کو محیط ہوتا ہے بلکہ اس قرب واحاطہ کی نسبت مجہول الکیفیت اور معلوم الانیت بھی ہے اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ مگر اس کی کیفیت کو نہیں جانتے کہ کیسی ہے۔ برخلاف پہلی چار نسبتوں کے جن کی پہلے نفی ہو چکی ہے کیونکہ وہ مجہول الکیفیت بھی ہیں اور غیر معلوم الانیت بھی۔ اس لیے کہ شرع میں ان نسبتوں کے ثبوت کے لیے کچھ وارد نہیں ہوا تا کہ ان کو ثابت کریں اور ان کی کیفیت کو مجہول جانیں۔ اگرچہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بے کیفی قرب واحاطہ کی نسبت کی طرح بے کیفی اتصال کی نسبت بھی تجویز کر سکتے ہیں، لیکن چونکہ لفظ اتصال کا اطلاق نہیں آیا اور قرب واحاطہ کا آیا ہے اس لیے متصل نہ کہنا چاہئے اور قریب ومحیط کہنا چاہئے اور انفصال و خروج ودخول کا اطلاق بھی اتصال کی طرح جو نہیں آیا۔ مثال مذکور میں اگر نقطہ جوالہ کے لیے دائرہ موہومہ کے ساتھ احاطہ وقرب ومعیت کی نسبت ثابت کریں تو وہ بھی مجہول الکیفیت ہوگی، کیونکہ نسبت کے لیے ہر دو منتسب (جس کے درمیان نسبت ہو) کا ہونا ضروری ہے، لیکن وہاں سوائے نقطہ جوالہ کے کچھ موجود نہیں۔ ایسے ہی اتصال وانفصال ودخول وخروج بے کیفی مثال مذکور میں متصور ہے اگرچہ منتسبین ثابت نہیں۔ کیونکہ طرفین کا وجود معلوم الکیفیت نسبت کے لیے ضروری ہے جیسے کہ متعارف ومعتاد ہے، لیکن جو مجہول الکیفیت ہے وہ احاطہ عقل سے باہر ہے۔ وہاں وجود طرفین کا حکم کرنا احکام وہمیہ سے ہوگا۔ جو اعتبار سے ساقط ہے۔ گویا غیب کا قیاس حاضر پر ہے۔

تنبیہہ: عالم کو جو موہوم ومتخیل کہا ہے اس اعتبار سے کہا ہے کہ عالم کی پیدائش مرتبہ وہم وخیال میں واقع ہے اور اس کی صنع حس وارائت کے درجہ میں حاصل ہوئی ہے جس طرح قادر اپنی کمال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قدرت سے دائرہ موہومہ کو جس کا وہم وخیال کے اختراع کے سوا کچھ ثبوت نہیں۔ مرتبہ وہم وخیال میں پیدا فرمائے اور اپنی کامل صفت سے اس کو اس مرتبہ میں اس قسم کا استحکام اور اتفاق بخشے۔ کہ اگر وہم وخیال سب کا سب دور ہو جائے۔ تو اس کے ثبوت میں کوئی خلل نہ آئے اور اس کے بقا میں کوئی قصور پیدا نہ ہو۔ یہ دائرہ مصنوعہ موہومہ اگرچہ خارج میں ثبوت نہیں رکھتا اور خارج میں صرف وہی نقطہ موجود ہے، لیکن وجود خارجی کے ساتھ انتساب واستناد رکھتا ہے کیونکہ اگر نقطہ نہ ہوتا دائرہ کہاں سے پیدا ہوتا۔ بیت

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

ترجمہ: ہے یہی بہتر کہ راز دلبراں　　دوسروں کی گفتگو میں ہو عیاں

اگر اس دائرہ کو اس نقطہ کا روپوش کہیں تو ہو سکتا ہے اور اگر اس نقطہ کے شہود کا آئینہ کہیں تو بھی گنجائش رکھتا ہے اور اگر اس نقطہ کی طرف ہادی اور دلیل کہیں تو بھی بجا ہے۔ روپوش کہنا عوام کی نظر کے اعتبار سے ہے اور اس نقطہ کے شہود ظہور کا آئینہ جاننا مقام ولایت کے مناسب اور ایمان شہودی کے ملائم ہے اور دلیل و ہادی کہنا مرتبہ کمالات نبوت کے مناسب اور ایمان بالغیب کے ملائم ہے۔ جو ایمان شہودی سے اتم واکمل ہے، کیونکہ شہود میں ظل کی گرفتاری سے چارہ نہیں۔

اور غیب میں اس گرفتاری سے آزاد ہوتے ہیں۔ غیب میں سالک اگرچہ بالفعل کچھ حاصل نہیں رکھتا، لیکن واصل ہے اور اصل کا گرفتار ہے اور شہود میں اگرچہ کچھ حاصل رکھتا ہے، لیکن غیر واصل ہے۔ کیونکہ غیر یعنی اس اصل کے ظل کے ساتھ گرفتار ہے۔

غرض حصول سراسر نقص ہے اور وصول سراسر کمال یہ بات بے سروسامان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ عجب نہیں کہ حصول کو وصول سے بہتر جانیں۔ سوفسطائی اپنی بیوقوفی کے باعث عالم کو موہوم و متخیل اس اعتبار سے کہتا ہے کہ وہم کے اختراع اور خیال کی تراش کے سوا اس کا کچھ ثبوت وتحقق نہیں۔ اگر وہم وخیال بدل جائے تو وہ ثبوت وتحقق بھی متغیر ہو جائے۔ مثلاً اگر وہم نے کسی چیز کے شیریں ہونے کا حکم کیا تو وہ شیریں ہے اور اگر وہم نے دوسرے وقت اسی شے کے تلخ ہونے کا حکم کیا تو تلخ ہے۔ یہ بد بخت لوگ حق تعالیٰ کی صنعت وخلقت سے غافل نہیں بلکہ منکر ہیں اور اس انتساب واستناد سے جو موجود خارجی کے وجود کے ساتھ رکھتا ہے۔ جاہل ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی نادانی سے ان احکام خارجیہ کو جو عالم سے وابستہ ہیں رفع کریں اور آخرت کے دائمی عذاب وثواب کو دفع کریں۔ جس کی نسبت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ نے خبر دی ہے اور اس میں کسی قسم کا خلاف نہیں ہے۔ اُولٰٓئِکَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حِزْبُ الشَّیْطَانِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔خبر دار شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے۔

**سوال**: جب عالم کے لیے ثبات واستقرار ثابت ہوا۔اگر چہ مرتبہ وہم وخیال ہی میں ہو اور دائمی رنج وراحت کا معاملہ بھی اس کے حق میں ثابت ہو گیا۔تو پھر وجود کا اطلاق اس پر کیوں تجویز نہیں کرتے اور اس کو موجود کیوں نہیں جانتے۔ حالانکہ ثبوت و وجود ایک دوسرے کے مترادف اور ہم معنی ہیں۔جیسے کہ متکلمین کے نزدیک مقرر ہے۔

**جواب**: وجود اس گروہ کے نزدیک تمام اشیاء میں سے اشرف واکرم اور اعز ہے اور اس کو ہر خیر وکمال کا مبداء جانتے ہیں۔اس قسم کے جوہر نفیس کو ماسوائے حق کے لیے جو سراسر نقص و شرارت ہے تجویز نہیں کر سکتے اور اشرف کو اخس کے حوالہ نہیں کر سکتے۔اس امر میں ان کا مقتدا ان کا اپنا کشف وفراست ہے۔ان کے ہاں مکشوف ومحسوس ہے کہ وجود حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور وہی موجود ہے اور اس کے غیر کو جو موجود کہتے ہیں تو اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ اس غیر کو نسبت وارتباط گو مجہول الکیفیت ہو اس وجود کے ساتھ ثابت ہے اور ظل کی طرح جو اپنی اصل سے قیام رکھتا ہے وہ غیر بھی اس وجود کے ساتھ قائم ہے اور وہ ثبوت بھی جو مرتبہ وہم وخیال میں پیدا ہے۔اس وجود کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور چونکہ وہ وجود خارجی ہے اور حق تعالیٰ خارج میں موجود ہے۔اس لیے اگر مرتبہ وہم کو حق تعالیٰ کی صنعت واستحکام کے بعد اس خارج کے ظلال میں ظل بھی کہیں تو ہوسکتا ہے۔اگر اس ثبوت وہمی کو ان دو ظلیت کے اعتبار سے وجود خارجی بھی جانیں تو جائز ہے۔بلکہ عالم کو بھی اگر ظلیت کے اس اعتبار سے موجود خارجی تصور کریں تو بھی بجا ہے۔

غرض ممکن جو کچھ رکھتا ہے۔سب مرتبہ حضرت وجود تعالیٰ سے رکھتا ہے۔اپنے باپ کے گھر سے کچھ نہیں ہے۔ظلیت کے ملاحظہ کے بغیر اس کو موجود خارجی کہنا دشوار ہے۔گویا خاص خاص اوصاف میں اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتا ہے۔تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اللہ تعالیٰ اس قسم کی باتوں سے برتر وبزرگ ہے۔

اس فقیر نے بعض مکتوبات اور رسالوں میں جو عالم کو موجود خارجی کہا ہے۔اس کو بھی اس بیان کی طرف راجع کرنا چاہئے اور ظلیت کے اعتبار پر حمل کرنا چاہئے اور وجود کو جو متکلمین نے ثبوت وتحقق کا مترادف کہا ہے۔لغوی معنوں کے اعتبار سے ہوگا۔ورنہ وجود کجا اور ثبوت کجا۔ ارباب کشف وشہود اور اہل نظر واستدلال میں سے جم غفیر نے وجود کو واجب الوجود کی عین حقیقت کہا ہے اور ثبوت معقولات ثانویہ میں سے ہے۔شَتَّانَ مَا بَیْنَھُمَا (ان دونوں میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بہت فرق ہے )

**فائدہ:** جس طرح وجود ہر خیر وکمال کا مبداء اور ہر حسن و جمال کا منشا ہے۔ اسی طرح عدم جو اس کے مقابل ہے۔ بیشک ہر شر ونقص کا مبداء اور ہر قبح وفساد کا منشاء ہوگا۔ اگر وبال ہے وہ بھی اس سے پیدا ہے اور اگر گمراہی ہے تو وہ بھی اس سے ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ کئی قسم کے ہنر بھی اس میں رکھے گئے ہیں اور کئی قسم کی خوبیاں اس میں پوشیدہ ہیں۔ وجود کے مقابلے میں اپنے آپ کو مطلق نیست و نابود اور لاشے محض کرنا عدم ہی کی خوبی ہے اور اپنے آپ کو وجود کا محافظ بنانا اور تمام شر ونقص کو اپنے ذمے لینا اس کے ہنر کی خوبی ہے اور وجود کا آئینہ بننا اور اس کے کمالات کا اظہار کرنا اور ان کمالات کو خانہ علم کے باہر ایک دوسرے سے ممتاز کرنا اور اجمال سے تفصیل میں لانا اس کی پسندیدہ صفتوں میں سے ہے۔ غرض وجود کی خدمتگاری اور کارگزاری اس سے قائم ہے اور اس کا حسن و جمال اس کے قبح وشر ونقص سے ظاہر ہے۔ وجود کا استغناء عدم ہی کی محتاجی کے باعث ہے اور وجود کی عزت اس کی ذلت کے سبب سے ہے۔ وجود کی عظمت و کبریا اس کے ادنیٰ اور اسفل ہونے کے باعث ہے اور وجود کی شرافت اسی کی خست سے پیدا ہے اور وجود کی خواجگی اس کی بندگی سے ہویدا ہے۔ بیت

منم استاد را استاد کردم   غلامم خواجہ را آزاد کرم

ترجمہ: کیا استاد کو میں نے ہی استاد   کیا خواجہ کو بندہ بن کے آزاد

ابلیس لعین جو ہر فساد و گمراہی کا مبداء ہے۔ عدم سے بھی زیادہ شریر ہے اور بد بخت ان ہنروں سے بھی جو عدم میں پائے جاتے ہیں۔ بے نصیب ہے۔ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ جو اس سے صادر ہوا ہے۔ اس نے تمام خیریت و بہتری کا مادہ اس سے دور کر دیا ہے اور محض شرارت پر دلالت کی ہے۔ عدم نے چونکہ اپنے نیست ولاشے ہونے سے وجود کا مقابلہ کیا اس لیے وجود کے حسن و جمال کا آئینہ بن گیا اور لعین نے چونکہ اپنی ہستی و خیریت کے باعث وجود کا معارضہ کیا۔ اس لیے مردود و مطرود ہوگیا۔ تقابل کی خوبی عدم سے سیکھنی چاہئے کہ ہستی کے مقابلہ نیستی دکھاتا ہے اور کمال کے مقابلہ نقص ظاہر کرتا ہے اور جب عزت وجلال کے مقابلہ آتا ہے تو ذلت وانکسار ظاہر کرتا ہے۔ گویا لعین مردود ومطرود نے اپنے تکبر و سرکشی کے باعث عدم کی تمام شرارتوں کو اپنے ذمے لے لیا ہے اور خیال میں آتا ہے کہ اس نے خیریت کے سوا عدم میں کچھ نہیں چھوڑا۔ ہاں جب تک خیر نہ ہو۔ خیر کا آئینہ اور مظہر نہیں بن سکتا۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ پادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے اور معلوم ہوا کہ ابلیس کارخانہ عالی میں کام کرتا رہا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جس نے کناسی و خاکروبی کر کے سب کا کوڑا کرکٹ اپنے سر پر اٹھا لیا ہے اور اوروں کو پاک و صاف کر دیا ہے، لیکن چونکہ وہ بدبخت تکبر و بڑائی سے پیش آیا اور اپنی بہتری و خیریت کو نظر میں لایا اس لیے اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا اور اجر سے محروم ہو گیا۔ درحقیقت خسر الدنیا والآخرہ اسی کے حال کا نشان ہے۔ برخلاف عدم کے جو باوجود ذاتی شرارت و نقص و نیستی کے مقام حرمان و محرومی سے نکل کر حضرت وجود کے مرآتیت یعنی آئینہ بننے سے مشرف ہوا۔ بیت

نے گفت کہ من نیم شکر خورد  شاخے کہ بلند شد تبر خورد

ترجمہ: نے نے کہا نہیں میں پایا شکر کو اس نے  کی شاخ نے بلندی کھایا تبر کو اس نے

**سوال**: ابلیس لعین میں اتنی شرارت کہاں سے پیدا ہو گئی۔ کیونکہ عدم سے ماوراء وجود ہی ہے۔ جس کی طرف شرارت نے راہ نہیں پائی۔

**جواب**: جس طرح عدم وجود کا آئینہ اور خیر و کمال کا مظہر ہے اسی طرح وجود بھی عدم کا آئینہ اور شر و نقص کا مظہر ہے۔ ابلیس علیہ اللعنت نے عدم کی جانب میں شرارت کو عدم ہی سے لیا ہے جو شر کا موطن و مقام ہے اور وجود کی جانب میں بھی اس شرارت متوہمہ کو اخذ کیا ہے۔ جو اس کے وجود کے آئینہ میں عدم کے آئینہ اور مظہر بننے کے باعث ظاہر ہوئی تھی۔ گویا دونوں طرفوں کی شرارت یعنی ذاتی و عرضی اور اصلی و ظلی شرارت کا اٹھانے والا۔

پس اس کے شرارت نما وجود کے مالی خولیا نے اس کو نیست و لاشے ہونے سے جو عدم کی نیک صفتوں میں سے ہے۔ محروم رکھا اور وجود کی جانب میں بھی وہ شرارت جو عدم کے آئینہ بننے سے متوہم ہوئی تھی وہ بھی اسی کے نصیب ہوئی اس لیے ابدی خسارہ اور دائمی گھاٹا اس کے ہاتھ آیا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (یا اللہ تو ہدایت دے کر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما تو بڑا بخشنے والا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

# مکتوب (۹۹)

مختلف سوالوں کے جواب میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)۔

آپ نے پوچھا تھا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سالک عروج کے وقت اپنے آپ کو انبیاء کے اصحاب کرام کے مقامات میں پاتا ہے جو انبیاء کے بعد بالاتفاق تمام بنی آدم سے افضل ہیں، بلکہ بسا اوقات اپنے آپ کو انبیاء کے مقامات میں پاتا ہے۔ اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔ اس امر سے بعض لوگ وہم کرتے ہیں کہ وہ سالک ان مقامات والوں کے ساتھ برابر اور شریک ہے اور اس وہم وخیال سے سالک کو رد وطعن کرتے ہیں اور اس کے حق میں ملامت وشکایت کی زبان دراز کرتے ہیں۔ اس معما کو بخوبی حل کرنا چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ادنیٰ شخص کا اعلیٰ لوگوں کے مقامات میں پہنچنا کبھی اس طرح ہوتا ہے جس طرح فقیر او رمحتاج دولتمندوں کے دروازوں اور منعموں کے خاص مکانوں میں جا نکلتے ہیں۔ تاکہ ان سے اپنی حاجت طلب کریں اور ان کی دولت ونعمت سے کچھ مانگیں۔ وہ بہت ہی بیوقوف ہے جو اس طرح کے جانے کو برابری اور شرکت خیال کرے۔ کبھی یہ وصول تماشا کے طور پر ہوتا ہے تاکہ کسی واسطہ اور وسیلہ سے امیروں اور بادشاہوں کے خاص مکانوں کی سیر کریں اور اعتبار کی نظر سے تماشا کریں تاکہ بلندی کی رغبت پیدا ہو۔ اس وصول سے برابری کا وہم کس طرح ہوسکتا ہے اور اس سیر تماشا سے شرکت کا خیال کس طرح پیدا ہوسکتا ہے اور خادموں کا اپنے مخدوموں کے اصل مکانوں میں اس غرض کے لیے جانا کہ حق خدمت بجالائیں۔ ہر ایک ادنیٰ واعلیٰ کو معلوم ہے۔ وہ بیوقوف ہی ہوگا جو اس وصول سے برابری وشرکت کا وہم کرے گا۔ فراش ومگس ران اور شمشیر برادر ہر وقت بادشاہوں کے ہمراہ رہتے ہیں اور ان کے خاص خاص مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہ خبطی اور دیوانہ ہے جو اس سے شرکت ومساوات کا وہم کرے

بلائے درد منداں از در و دیوار مے آید

ترجمہ: درو دیوار سے آتی بلا ہے دردمندوں کی

لوگ بیچارے سالک کی ملامت کے لیے بہانہ طلب کرتے ہیں اور اس کی طعن وتشنیع کے لیے کوئی نہ کوئی وجہ تلاش کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو انصاف دے ان کو چاہئے تھا کہ اس بیچارہ کے حق میں کوئی ایسی وجہ ڈھونڈتے جس سے شر وملامت اس سے دور ہوتی اور مسلمان کی عزت محفوظ رہتی۔ طعن کرنے والوں کا حال دو امر سے خالی نہیں۔ اگر ان کا یہ اعتقاد ہے کہ اس حال والا شخص ان مقامات عالیہ والے لوگوں کے ساتھ شرکت ومساوات کا معتقد ہے۔ واقعی اس کو کافر زندیق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



خیال کریں اور مسلمانوں کے گروہ سے خارج تصور کریں، کیونکہ نبوت میں شریک ہونا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ برابری کرنا کفر ہے۔ ایسے ہی شیخین کی افضلیت کا حال ہے۔ جو صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس کو بہت سے آئمہ بزرگواران نے جن میں سے ایک امام شافعی ہیں۔ نقل کیا ہے بلکہ تمام صحابہ کرام کو باقی تمام امت پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی فضیلت نہیں۔ وہ تھوڑا سا فعل جو اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی کمی کے وقت دین متین کی تائید اور حضرت سید المرسلین ﷺ کی مدد کے لیے اصحاب کرام سے صادر ہوا ہے دوسرے لوگ عمر بھر ریاضتوں اور مجاہدوں سے طاعتیں بجالائیں تو بھی اس فعل یسیر کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی کوہ احد جتنا سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ تو اصحاب کے ایک آدھ مد جو کے خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اسی واسطے افضل ہیں کہ ایمان میں تمام سابقین میں سے اسبق اور بڑھے ہوئے ہیں اور خدمات لائقہ میں اپنے مال و جان کو بکثرت خرچ کیا ہے اسی واسطے آپ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (نہیں برابر تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح سے اول خرچ کیا اور لڑائی کی یہ لوگ زیادہ درجہ والے ہیں اور ان لوگوں سے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑائی کی اور اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ دیا ہے) بعض لوگ دوسروں کے بکثرت مناقب و فضائل پر نظر کر کے حضرت صدیق کی افضلیت میں توقف کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اگر افضلیت کا سبب مناقب و فضائل کا بکثرت ہونا ہوتا۔ تو امت کے بعض لوگ جو بہت سے فضائل رکھتے ہیں اپنے نبی سے افضل ہوتے۔ جس میں یہ فضائل نہیں پس معلوم ہوا کہ افضلیت کا باعث ان فضائل اور مناقب کے سوا کچھ اور امر ہے اور وہ امر اس فقیر کے خیال میں دین کی سب سے بڑھ کر تائید کرنی اور دین رب العلمین کے احکام کی مدد میں سب سے زیادہ مال و جان کا خرچ کرنا ہے۔ چونکہ پیغمبر ﷺ تمام امت سے اسبق ہے۔ تمام مسبوقوں سے افضل ہے۔ اسی طرح جو شخص ان امور میں اسبق ہے تمام مسبوقوں سے افضل ہے سابق یعنی پہلا شخص گویا امر دین میں لاحقوں یعنی پچھلوں کا استاد و معلم ہے۔ لاحقین سابقین کے انوار سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور ان کی برکات سے فیض پاتے ہیں۔ اس امر میں چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس دولت اعلیٰ کے مالک حضرت صدیق ہیں جو دین کی تائید اور حضرت سید المرسلین ﷺ کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مدد اور فساد کے رفع کرنے کے لیے لڑائی جھگڑے کرنے اور مال و جان کے خرچ کرنے اور اپنی عزت و جاہ کی پروا نہ کرنے میں تمام سابقین میں سے اسبق اور بڑھے ہوئے ہیں۔ اس لیے دوسروں سے افضلیت انہی پر مسلم ہوگی اور چونکہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے حضرت فاروق کی مدد طلب کی ہے اور حق تعالیٰ نے عالم اسباب میں اپنے حبیب کی مدد کے لیے انہی کو کافی سمجھا ہے۔

اور فرمایا ہے۔ یَـا اَیُّهَـا الـنَّـبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے نبی ﷺ تجھے اللہ تعالیٰ اور تابعدار مومن کافی ہیں)۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ اس آیت کا سبب نزول حضرت فاروق کا سلام ہے۔ اس لیے حضرت صدیق کے بعد حضرت فاروق کی افضلیت مقرر ہے۔ اسی واسطے ان دو بزرگواروں کی افضلیت پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہو چکا ہے۔ جیسے کہ گزر چکا۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر اسلام میں سب سے افضل ہیں۔ جو کوئی مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اس کو اتنے تازیانہ لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں۔ اس بحث کی تحقیق فقیر کی کتابوں و رسالوں میں بارہا مفصل درج ہو چکی ہے۔ اس مقام میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ وہ شخص بہت ہی بیوقوف ہے جو اپنے آپ کو حضرت خیر البشر ﷺ کے اصحاب کے برابر سمجھے اور وہ شخص اخبار و آثار سے جاہل ہے جو اپنے آپ کو سابقین میں سے تصور کرے، لیکن اتنا جاننا ضروری ہے کہ یہ سبقت کی دولت جو افضلیت کا باعث ہے۔ قرن اوّل ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو حضرت خیر البشر ﷺ کی شرف صحبت سے مشرف ہے۔ دوسرے قرنوں میں یہ امر مفقود ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض قرنوں کے لاحق دوسرے قرنوں کے سابقین سے افضل ہوں۔ بلکہ ایک قرن میں بھی ہو سکتا ہے کہ قرن کا لاحق اس قرن کے سابق سے افضل ہو حق تعالیٰ طعن لگانے والوں کو بینائی عطا کرے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ صرف وہم و خیال سے کسی مومن و مسلم کو طعن و ملامت کرنا اور محض تعصب و کجروی سے اس کی تکفیر و تضلیل کا حکم کرنا کیسا برا ہے۔

اور اگر وہ شخص تکفیر و تضلیل کے قابل نہ ہوا تو پھر کیا علاج کریں گے۔ جبکہ وہ کفر و ضلال کہنے والے کی طرف راجع ہوگا اور تہمت زدہ کی طرف سے ہٹ کر تہمت لگانے والے پر جا پڑے گا۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں آ چکا ہے۔ رَبَّـنَـا اغْـفِـرْ لَـنَـا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ (یا اللہ تو ہمارے گناہوں اور کام میں ہماری زیادتیوں کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہمیں مدد دے) اب ہم اصل بات کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


آتے ہیں اور شق ثانی کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر اس حال والے کے حق میں طعنہ لگانے والوں کا یہ اعتقاد اور اعتماد نہ ہو اور اس کا معاملہ کفر تک نہ پہنچا ئیں۔ تو پھر بھی دو حال سے خالی نہیں۔یعنی اگر اس کے واقعہ کو کذب و بہتان پر حمل کرتے ہیں تو یہ بھی ایک مسلمان کی نسبت بدظنی ہے۔ جو شرع میں منع ہے اور اگر اس کو کاذب بھی نہیں جانتے اور اس کو شرکت مساوات کا معتقد بھی نہیں سمجھتے تو پھر طعن و ملامت کی وجہ کیا ہے۔ پھر اس کی تشنیع وعیب جوئی حرام ہے۔

واقعہ صادقہ کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ صاحب واقعہ کی قباحت و برائی بیان کی جائے اور اگر یہ کہیں کہ اس قسم کے شرانگیز احوال کے اظہار کرنے کی وجہ کیا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس قسم کے احوال مشائخ طریقت سے بہت ظاہر ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی عادت مستمرہ ہو چکی ہے۔ لَیْسَ هٰذَا اَوَّلَ قَارُوْرَةٍ كُسِرَتْ فِي الْاِسْلَامِ" (یہ پہلا شیشہ نہیں جو اسلام میں توڑا گیا ہے) ان سے اس قسم کے احوال کا ظاہر ہونا ارادۂ صادقہ اور حقانی نیت کے بغیر نہ ہوگا۔ کبھی ان احوال کے لکھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ شیخ طریقت کے سامنے اپنے احوال موہومہ کا اظہار ہو تاکہ وہ حال کا صحت وسقم بیان فرمائے اور اس کی تاویل و تعبیر پر اطلاع بخشے۔ کبھی ان احوال کے لکھنے سے طالبوں اور شاگردوں کی ترغیب وتحریص مطلوب ہوتی ہے۔ کبھی ان سے مقصود نہ یہ ہوتا ہے نہ وہ بلکہ مجرد سکر اور غلبہ حال اس گفتگو پر لے آتا ہے تاکہ چند باتیں کرکے نفس کو راست کر لے جس شخص کا مقصود ان احوال کے اظہار سے شہرت وقبول خلق ہو۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے اور یہ احوال اس کے لیے وبال اور استدراج ہیں جس میں اس کی سراسر خرابی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (یا اللہ تو ہدایت دے کر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما تو بڑا بخشنے والا ہے) وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" (میں اپنے نفس کو پاک بیان نہیں کرتا۔ نفس برائی کی طرف بہت امر کرنے والا ہے۔ ہاں جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ بیشک میرا رب بخشنے والا اور مہربان ہے)۔

آپ نے پوچھا تھا کہ کیا باعث ہے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء علیہم الرضوان دنیا میں اکثر بلاومصائب اور رنج وتکلیف میں مبتلا و گرفتار رہے ہیں۔ جیسے کہ کہا گیا ہے۔ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ (لوگوں میں زیادہ بلا وآزمائش میں مبتلا ہونے والے انبیاء ہیں پھر اولیاء پھر ان کے ہم مثل پھر ان کے ہم مثل) اور حق تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے۔ مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (جو مصیبت تم پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہوتی ہے) اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص زیادہ برائیاں کرے اس پر زیادہ مصیبتیں آتی ہیں تو چاہئے کہ پہلے انبیاء اور اولیاء کے سوا اور لوگ بلاو مصیبت میں گرفتار ہوں اور پھر اولیاء وانبیاء اور نیز یہ بزرگوار اصالت وتبعیت کے طور پر حق تعالیٰ کے محبوب اور اس کے خواص مقربین ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے محبوبوں اور خواص مقربوں کو بلیات و رنج کے حوالے کیوں کرتا ہے اور دشمنوں کو نازنعمت میں اور دوستوں کو رنج ومصیبت میں کیوں رکھتا ہے۔

**جواب:** اللہ تعالیٰ آپ کو سعادت مند کرے اور سیدھے راستہ کی ہدایت دے آپ کو واضح ہو کہ دنیا نعمت ولذت کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ آخرت ہی ہے۔ جو نعمت ولذت کے لیے تیار کی گئی ہے۔ چونکہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی سوکن اور ضد اور نقیض ہیں۔ اور ایک کی رضامندی میں دوسرے کی ناراضگی ہے۔ اس لیے ایک میں لذت پانا دوسرے میں رنج والم کا باعث ہوگا۔ پس انسان جس قدر دنیا میں لذت ونعمت کے ساتھ رہے گا اسی قدر زیادہ رنج والم آخرت میں اٹھائے گا۔ ایسے ہی جو شخص دنیا میں زیادہ تر رنج والم میں مبتلا ہوگا آخرت میں اسی قدر زیادہ نازونعمت میں ہوگا۔ کاش دنیا کی بقا کو آخرت کی بقا کے ساتھ وہی نسبت ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔ ہاں متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ اسی لیے دوستوں کو اپنے فضل وکرم سے اس جگہ کی چند روزہ محنت ومصیبت میں مبتلا کیا تاکہ دائمی نازونعمت میں محظوظ ومسرور فرمائے اور دشمنوں کو مکر واستدراج کے بموجب تھوڑی سی لذتوں کے ساتھ محظوظ کر دیا تاکہ آخرت میں بیشمار رنج والم میں گرفتار ہیں۔

**سوال:** کافر فقیر جو دنیا وآخرت میں محروم ہے دنیا میں اس کا دردمند ومصیبت زدہ رہنا آخرت میں لذت ونعمت پانے کا باعث نہ ہوا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

**جواب:** کافر خدا کا دشمن اور دائمی عذاب کا مستحق ہے۔ دنیا میں اس سے عذاب کا دور رکھنا اور اس کو اپنی وضع پر چھوڑ دینا اس کے حق میں عین نازونعمت ولذت ہے۔ اسی واسطے کافر کے حق میں دنیا پر جنت کا اطلاق کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دنیا میں بعض کفار سے عذاب بھی رفع کر دیتے ہیں اور لذت بھی دیتے ہیں اور لذت ونعمت بھی دیتے ہیں اور بعض سے صرف عذاب ہی ہٹا رکھتے ہیں اور لذت ونعمت کچھ نہیں دیتے۔ بلکہ فرصت ومہلت کی لذت اور عذاب کے دور ہونے پر کفایت کرتے ہیں۔ لِکُلِّ ذَالِکَ حِکَمٌ وَ مَصَالِحُ (ہر ایک کے لیے کوئی نہ کوئی حکمت وبہتری ہے)۔

**سوال:** حق تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور توانا ہے کہ دوستوں کو دنیا میں بھی لذت ونعمت بخشے اور آخرت میں بھی نازونعمت کرامت فرمائے اور ان کے حق میں ایک کا لذت پانا دوسرے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


میں دردمند ہونے کا باعث نہ ہو۔ اس کے جواب کئی ہیں۔

ایک یہ کہ دنیا میں جب تک چندروزہ محنت و بلیات کو برداشت نہ کرتے تو آخرت کی لذت و نعمت کی قدر نہ جانتے اور دائمی صحت و عافیت کی نعمت کی قدر نہ جانتے اور دائمی صحت و عافیت کی نعمت کو کماحقہ معلوم نہ کر سکتے، کیونکہ جب تک بھوک نہ ہو طعام کی لذت نہیں آتی اور جب تک مصیبت میں مبتلا نہ ہوں فراغت و آرام کی قدر معلوم نہیں ہوتی۔ گویا ان کی چندروزہ مصیبتوں سے مقصود یہ ہے کہ ان کو دائمی ناز و نعمت کامل طور پر حاصل ہو۔ یہ ان لوگوں کے حق میں سراسر جمال ہے۔ جو عوام کی آزمائش کے لیے جلال کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (اکثر کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے)۔

**جواب دوم:** بلیات و محن اگرچہ عوام کے نزدیک تکلیف کے اسباب ہیں، لیکن ان بزرگواروں کے نزدیک جو کچھ جمیل مطلق کی طرف سے آئے۔ ان کی لذت و نعمت کا سبب ہے۔ یہ لوگ بلیتوں سے ویسے ہی لذت حاصل کرتے ہیں جیسے کہ نعمتوں سے بلکہ بلایا سے زیادہ محظوظ ہوتے ہیں، کیونکہ ان میں محبوب کی خالص مراد ہے اور نعمتوں میں یہ خلوص نہیں ہے کیونکہ نفس نعمتوں کو چاہتا ہے اور بلاؤ مصیبتوں سے بھاگتا ہے۔ پس بلا ان بزرگواروں کے نزدیک عین نعمت ہے اور اس میں نعمت سے بڑھ کر لذت ہے۔ وہ حظ جو ان کو دنیا میں حاصل ہے۔ وہ بلیات و مصائب ہی کے باعث ہے۔ اگر دنیا میں یہ نمک بھی نہ ہوتا تو ان کے نزدیک جو کے برابر بھی قیمت نہ رکھتی اور اگر اس میں یہ حلاوت نہ ہوتی تو ان کو عبث و بے فائدہ دکھائی دیتی۔ بیت

غرض از عشق تو ام چاشنئے درد و غم است　　　ورنہ زیر فلک اسباب تنعم چہ کم است

ترجمہ: عشق سے تیرے غرض ہے چاشنئ درد و غم　　　ورنہ نیچے آسمان کے کونسی نعمت ہے کم

حق تعالیٰ کے دوست دنیا میں بھی متلذذ ہیں اور آخرت میں بھی محظوظ و مسرور ہیں۔ ان کی یہ دنیاوی لذت ان کی آخرت کی لذت کے مخالف نہیں وہ حظ جو آخرت کے حظ کے مخالف ہے اس سے مختلف ہے جو عوام کو حاصل ہے۔ الٰہی یہ کیا ہے۔ جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا فرمایا ہے کہ جو کچھ دوسرے کے رنج و الم کا سبب ہے وہ ان کی لذت کا باعث ہے اور جو کچھ دوسروں کے لیے زحمت ہے ان کے واسطے رحمت ہے۔ دوسروں کی قسمت ان کی نعمت ہے لوگ شادی میں خوش ہیں اور غمی میں غمناک۔ یہ لوگ شادی میں بھی اور غم میں بھی خوش و خرم ہیں کیونکہ ان کی نظر افعال جمیلہ و رذیلہ کی خصوصیتوں سے اٹھ کر ان افعال کے فاعل یعنی جمیل مطلق کے جمال پر جا لگی ہے اور فاعل کی محبت کے باعث اس کے افعال بھی ان کی نظروں میں محبوب اور لذت بخش ہو گئے ہیں۔ جو کچھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جہان میں فاعل جمیل کی مراد کے موافق صادر ہو۔ خواہ رنج وضرر کی قسم سے ہو۔ وہ ان کے محبوب کی عین مراد ہے اور ان کی لذت کا موجب ہے خداوندا یہ کیسی فضل وکرامت ہے کہ ایسی پوشیدہ دولت اور خوشگوار نعمت اغیار کی نظر بد سے چھپا کر اپنے دوستوں کو تو نے عطا فرمائی ہے اور ہمیشہ ان کو اپنی مراد پر قائم رکھ کر محظوظ ومتلذذ کیا ہے اور کراہت وتامل جو دوسروں کا نصیب ہے۔ ان بزرگواروں سے دور کر دیا ہے۔ اور ننگ ورسوائی کو جو دوسروں کا عیب ہے اس گروہ کا جمال وکمال بنایا ہے۔ یہ نامرادی ان کی عین مراد ہے اور ان کا یہ دنیاوی التذاذ وسرور دوسروں کے برعکس آخرت کے حظوظ کی ترقیوں کا باعث ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔

**جواب سوم:** یہ ہے کہ یہ دار دار ابتلاء وآزمائش ہے۔ جس میں حق باطل کے ساتھ اور جھوٹا سچے کے ساتھ ملا جلا ہے۔ اگر دوستوں کو بلا ومحنت نہ دیتے اور صرف دشمنوں کو دیتے تو دوست دشمن کی تمیز نہ ہوتی اور اختیار وآزمائش کی حکمت باطل ہوتی۔ یہ امر ایمان غیب کے منافی ہے۔ جس میں دنیا وآخرت کی سعادتیں شامل ہیں۔ آیت کریمہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (غیب پر ایمان لاتے ہیں) اور آیت کریمہ

وَ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو شخص اس کی اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ طاقتور اور غالب ہے) اسی مضمون کی رمز ہے۔ پس دشمنوں کی آنکھ میں خاک ڈال کر دوستوں کو بھی محنت وبلا میں مبتلا کیا ہے تاکہ ابتلا وآزمائش کی حکمت تمام ہو اور دوست عین بلا میں لذت پائیں اور دشمن دل کے اندھے خسارہ اور گھاٹا کھائیں یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا (اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے) انبیاء علیہم السلام کا معاملہ کفار کے ساتھ اسی طرح ہوا ہے کہ کبھی اس طرف کا غلبہ ہوا ہے اور کبھی اس طرف کا جنگ بدر میں اہل اسلام کو فتح ہوئی اور جنگ احد میں کافروں کو غلبہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُہٗ وَ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْکُمْ شُھَدَاءَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْکٰفِرِیْنَ (اگر تم کو زخم لگا ہے تو پہلے بھی لوگوں کو ایسے ہی زخم لگے ہیں اور ان دنوں کو اللہ تعالیٰ لوگوں میں بدلاتے رہتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو جدا کر لے اور تم میں سے گواہ بنا لے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو نہیں دوست رکھتا اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو خالص کرے اور کافروں کو مٹا دے)۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



**جواب چہارم:** یہ ہے کہ حق تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور طاقت رکھتا ہے کہ دوستوں کو یہاں بھی ناز ونعمت عطا فرمائے اور وہاں بھی۔ لیکن یہ بات حق تعالیٰ کی حکمت و عادت کے برخلاف ہے۔ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے کہ اپنی قدرت کو اپنی حکمت و عادت کے نیچے پوشیدہ رکھے اور اسباب وعلل کو اپنے جناب پاک کا روپوش بنائے پس دنیا وآخرت کے باہم نقیض ہونے کے باعث دوستوں کے لیے دنیا کی محنت و بلا ہونا ضروری ہے تاکہ آخرت کی نعمتیں ان کے حق میں خوشگوار ہوں یہی مضمون اصل سوال کے جواب میں پہلے گزر چکا ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور اصل سوال کا جواب دیتے اور کہتے ہیں کہ درد و بلاؤ مصیبت کا سبب اگرچہ گناہوں اور برائیوں کا کرنا ہے، لیکن درحقیقت بلا ومصیبت ان برائیوں کا کفارہ اور ان گناہوں کے ظلمات کو دور کرنے والی ہیں۔ پس کرم یہی ہے کہ دوستوں کو زیادہ زیادہ بلا ومحنت دیں تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ اور ازالہ ہو۔ دوستوں کے گناہوں اور برائیوں کو دشمنوں کے گناہوں اور برائیوں کی طرح نہ خیال کریں۔

آپ نے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ سنا ہوگا اور اگر ان سے گناہ وعصیان بھی صادر ہو تو اور لوگوں کے گناہ عصیان کی طرح نہ ہوگا بلکہ وہ سہو ونسیان کی قسم سے ہوگا اور عزم وجد سے پاک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد کیا تھا، لیکن اس نے بھلا دیا اور ہم نے اس کا کوئی عزم و قصد نہ پایا) پس درد ومصائب کا زیادہ ہونا برائیوں کے زیادہ کفارہ ہونے پر دلالت کرتا ہے نہ کہ برائیوں کے زیادہ کمانے پر۔ دوستوں کو زیادہ بلا دیتے ہیں تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ کرکے ان کو پاکیزہ لے جائیں اور آخرت کی محنت سے ان کو محفوظ رکھیں۔ منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سکرات موت کے وقت جب حضرت فاطمہ نے ان کی بیقراری و بے آرامی دیکھی تو حضرت فاطمہ زہرا بھی جن کو آنحضرت ﷺ نے اَلْفَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ (فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے) فرمایا تھا۔ کمال شفقت ومہربانی سے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ رکھتی تھیں۔ نہایت بے قرار و بے آرام ہوگئیں۔ جب آنحضرت نے ان کی اس بیقراری و بے آرامی کو دیکھا تو حضرت زہرا کی تسلی کے لیے فرمایا کہ تیرے باپ کے لیے یہی ایک محنت وتکلیف ہے اس سے آگے کوئی تکلیف و مصیبت نہیں۔ یہ کس قدر اعلیٰ دولت ہے کہ چند روزہ محنت کے عوض دائمی سخت عذاب دور ہو جائے۔ ایسا معاملہ دوستوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ اس طرح نہیں کرتے اور ان کے گناہوں کا کفارہ کما حقہ اس جگہ نہیں فرماتے بلکہ ان کی جزا آخرت پر ڈال دیتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پس ثابت ہوا کہ دوست ہی دنیاوی رنج و بلا کے زیادہ مستحق ہیں اور دوسرے لوگ اس دولت کے لائق نہیں کیونکہ ان کے گناہ کبیرہ ہیں اور التجا و تضرع و استغفار وانکسار سے بے بہرہ ہیں اور گناہوں کے کرنے پر دلیر ہیں اور ارادہ و قصد سے گناہ کرتے ہیں جو تمرد و سرکشی سے خالی نہیں اور عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ہنسی اڑائیں اور انکار کریں اور جزا گناہ کے اندازہ کے موافق ہے۔ اگر گناہ دنیاوی خفیف ہے اور گناہ کرنے والا بھی التجا وزاری کرنے والا ہے تو اس گناہ کا کفارہ دنیاوی بلا و رنج سے ہو جائے گا اور اگر گناہ غلیظ و شدید و ثقیل ہے اور گناہ کرنے والا سرکش و متکبر بھی ہے تو وہ جرم آخرت کی جزا کے لائق ہے جو گناہ کی طرح شدید اور دائمی ہے وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

آپ نے لکھا تھا کہ لوگ ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو بلا و محنت کیوں دیتا ہے اور ہمیشہ ناز و نعمت میں کیوں نہیں رکھتا اور اس گفتگو سے اس گروہ کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ کفار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اس قسم کی باتیں کہا کرتے تھے کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (یہ رسول کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کیوں نہیں اس پر فرشتہ اترتا تاکہ اس کے ساتھ ہو کر لوگوں کو ڈراتا۔ یا اس کو خزانہ دیا جاتا۔ یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس سے کھایا کرتا) ایسی باتیں وہی شخص کرتا ہے جس کو آخرت اور اس کے دائمی عذاب و ثواب کا انکار ہو اور دنیا کی چند روزہ فانی لذتیں ان کی نظر میں بڑی عزیز اور شاندار دکھائی دیتی ہیں۔ کیونکہ جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے ثواب و عذاب کو دائمی جانتا ہے۔ دنیاوی چند روزہ فانی بلا و محنت اس کو ہیچ نظر آتی ہیں۔ بلکہ اس چند روزہ محنت کو جس سے ہمیشہ کی راحت حاصل ہو، عین راحت تصور کرتا ہے اور لوگوں کی گفتگو پر نہیں جاتا۔ درد و بلا و محنت کا نازل ہونا محبت کا گواہ عادل ہے کور باطن اور بیوقوف لوگ اگر اس کو محبت کے منافی جانیں تو جانیں۔ جاہلوں اور ان کی گفتگو سے روگردانی کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا (پس اچھا صبر کر) اصل سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بلا تازیانہ محبوب ہے جس کے ذریعے محبّ اپنے محبوب کے ماسواء کی التفات سے ہٹ کر کلی طور پر محبوب کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پس درد و بلا کے لائق دوست ہی ہیں اور یہ بلا اس برائی کا کفارہ ہے کہ ان کا التفات ماسوا کی طرف ہے اور دوسرے لوگ اس دولت کے لائق نہیں ان کو زور سے محبوب کی طرف کیوں لائیں جس کو چاہتے ہیں مارلوٹ کر بھی محبوب کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


لے آتے ہیں اور اس کو محبوبیت سے سرفراز فرماتے ہیں اور جس کو محبوب کی طرف لانا نہیں چاہتے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر سعادت ابدی اس کے شامل حال ہوگئی تو توبہ وانابت کی راہ سے ہاتھ پاؤں مار کر فضل وعنایت کی امداد سے مقصد تک پہنچ جائے گا ورنہ وہ جانے اور اس کا کام اَللّٰھُمَّ لاَ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ (یا اللہ تو مجھے ایک لحظہ بھی اپنے حال پر نہ چھوڑ) پس معلوم ہوا کہ مریدوں کی نسبت مرادوں پر زیادہ بلا آتی ہے۔ اسی واسطے آنحضرت نے جو مرادوں اور محبوبوں کے رئیس ہیں۔ فرمایا ہے کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ کسی نبی کو اتنی ایذا نہیں پہنچی جتنی مجھے پہنچی ہے۔ گویا بلا دلالہ اور رہنما ہے۔ جو اپنی حسن دلالت سے ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتی ہے اور دوست کو ماسوی کے التفات سے پاک کر دیتی ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ دوست کروڑ ہا دیگر بلا کو خریدتے ہیں اور دوسرے لوگ کروڑ ہا دیگر بلا کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔

**سوال**: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درد و بلا کے وقت دوستوں سے بھی اضطراب و کراہت مفہوم ہوتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

**جواب**: یہ اضطراب و کراہت بتقاضائے بشری ضروری ہے اور اس کے باقی رکھنے میں کئی طرح کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر نفس کے ساتھ جہاد و مقابلہ نہیں ہوسکتا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سکرات موت کے وقت کس قسم کی بیقراری و بے آرامی ظاہر ہوئی تھی۔ وہ گویا نفس کے جہاد کا بقیہ تھا تاکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتمہ خدا کے دشمنوں کے جہاد پر ہو۔ شدت مجاہدہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ صفات بشریت کے تمام مادے دور ہو جائیں اور نفس کو کمال فرمانبردار بنا کر اطمینان کی حقیقت تک پہنچائیں اور پاک و پاکیزہ رکھیں۔ گویا بلا بازار محبت کی دلالہ ہے اور جو کوئی محبت نہیں رکھتا اس کو دلالہ سے کیا کام ہے اور دلالگی اس کے کس کام آئے گی اور اس کے نزدیک کیا قدر و قیمت رکھے گی درد و بلا کی دوسری وجہ یہ ہے کہ محب صادق اور مدعی کاذب کے درمیان تمیز ہو جائے اگر صادق ہے۔ تو بلا کے آنے سے متلذذ و محظوظ ہوگا اور اگر مدعی کاذب ہے تو بلا سے کراہت ورنج اس کو نصیب ہوگا۔ سوائے صادق کے اس تمیز کو کوئی نہیں معلوم کر سکتا۔ صادق ہی کراہت والم کی حقیقت کو کراہت والم کی صورت سے جدا کر سکتا ہے اور صفات بشریت کی حقیقت کو صفات بشریت کی صورت سے الگ کر سکتا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْھَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ (اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی طرف ہدایت کرنے والا ہے)۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نیز آپ نے پوچھا ہے۔ کوعدم کو لاشے محض کہتے ہیں پس اس کا وجود نہ ہوگا اور جب اس کا وجود نہ ہوا تو پھر اس وجود کیساتھ جو ذہن میں پیدا ہو۔ اس کے آثار وترقیاں کس طرح ہوں گی اور اگر ہوں گی بھی تو ذہنی ہوں گی۔ دائرہ خیال سے کس طرح نکل سکتی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عدم اگرچہ لاشے ہے، لیکن اشیاء کا یہ سب کارخانہ اسی عدم کے ساتھ قائم ہے اور اشیاء کی تفصیل وکثرت کا منشاء اسی کا آئینہ ہے۔ اسماء الٰہی کی علمیہ صورتوں نے جو عدم کے آئینہ میں منعکس ہوئی ہیں اس کو متمیز کر دیا ہے اور ثبوت علمی بخشا ہے اور اس کو محض لاشے ہونے سے نکال کر آثار واحکام کا مبدء بنا دیا ہے۔ یہ آثار واحکام خانہ علم کے باہر بھی موجود ہیں اور مرتبہ حس ووہم میں بھی ثابت ہیں۔ چونکہ انہوں نے حق تعالیٰ کی مضبوط صنعت ہونے کے باعث اس مرتبہ میں ایسا ثبات واستقرار پیدا کرلیا ہے کہ حس ووہم کے زوال سے بھی زائل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ یہ آثار واحام خارجی ہیں۔ آپ عدم کی ترقیوں سے کیوں تعجب کرتے ہیں۔ موجودات کا یہ سب کروفر زیب وزینت عدم پر مبنی ہے۔ آپ کو حق تعالیٰ کی کمال قدرت کا مشاہدہ کرنا چاہئے۔ جس نے عدم سے اس قسم کا لمبا چوڑا کارخانہ بنا دیا ہے اور وجود کے کمالات کو اس کی نقیضوں اور ضدوں سے ظاہر فرمایا ہے۔ عدم کی ترقی کا راستہ کامل طور پر واضح ہے کہ اسماء الٰہی کی علمیہ صورتیں اس کی حجر میں متمکن اور اس کے ساتھ ہم بستر اور ہم بغل ہیں۔ صورت سے حقیقت کی طرف اور ظلال سے اصل کی طرف سیدھی شاہراہ جاتی ہے کوئی اندھا ہی ہوگا جس کو نظر نہ آتا ہو گا۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (یہ بڑی نصیحت ہے۔ اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ نکال لے) ذہن وخیال کا لفظ آپ کو شبہ میں نہ ڈال دے اور آثار وترقیات کو آپ کی نظر میں مشکل نہ کر دے کیونکہ کوئی معاملہ علم وخیال سے باہر نہیں ہے۔ ہاں خیال خیال میں فرق ہے مرتبہ وہم وخیال میں خلق ہونا اور امر ہے اور وہم وخیال کا اختراع اور امر صورت اوّل نفس الامری اور حقیقی ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ موجود خارجی بھی ہے اور صورت دوم اس دولت اور اس ثبات واستقرار سے بے بہرہ ہے۔ عدم کے بعض ہنر معرفت کے بیان میں علیحدہ لکھے ہیں۔ جن کی نقل محب اللہ لے گیا ہے۔ اگر زیادہ ذوق ہو تو وہاں سے ملاحظہ کرلیں۔

نیز آپ نے فنا و بقا کی نسبت پوچھا تھا۔ اس فقیر نے ان کلمات کے معنی اپنی کتابوں اور رسالوں میں جابجا لکھے ہیں۔ ان کو دیکھنے کے بعد بھی اگر کچھ پوشیدگی رہ گئی ہو تو اس کا علاج حضور وشفاہ ہے (خدمت میں حاضر ہونا اور سامنے گفتگو کرنا) پوری پوری حقیقت لکھی نہیں جا سکتی کیونکہ اس کا اظہار صلاح وبہتری سے دور نظر آتا ہے اور اگر پوری پوری حقیقت لکھی جائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور ظاہر کی جائے تو کوئی اس کو کیا جانے گا اور کیا سمجھے گا۔ فنا و بقا شہودی ہے وجودی نہیں، کیونکہ بندہ ناچیز نہیں ہوتا اور حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اَلْعَبْدُ عَبْدٌ دَائِمًا وَالرَّبُّ رَبٌّ سَرْمَدًا (بندہ بندہ اور خدا خدا ہے) وہ زندیق ہیں جو فنا و بقا کو وجودی تصور کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ بندہ اپنے وجودی تعینات کو رفع کر کے اپنے اصل کے ساتھ جو تعینات و قیود سے منزہ ہے متحد ہو جاتا ہے اور اپنے آپ سے فانی ہو کر اپنے رب کے ساتھ بقا حاصل کر لیتا ہے جیسے قطرہ اپنے آپ سے فانی ہو کر دریا سے مل جاتا ہے اور اپنی قید کو رفع کر کے مطلق کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ مُعْتَقَدَاتِہِمُ السُّوْءِ (اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے ایسے برے عقیدے سے بچائے) فنا کی حقیقت یہ ہے کہ ماسوی اللہ بھول جائے اور حق تعالیٰ کے سوا غیر کی گرفتاری اور تعلق دور ہو جائے اور سینہ اور دل کا میدان اپنی تمام مرادوں اور خواہشوں سے پاک و صاف ہو جائے یہی مقام بندگی کے مناسب ہے اور بقا یہ ہے کہ انفسی آیات کے مشاہدہ کے بعد بندہ اپنے مولا جل شانہ کی مرادوں پر قائم رہے اور حق تعالیٰ کی مرادوں کو عین اپنی مرادیں معلوم کرے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ سیر جو انفس کے باہر ہے وہ کونسا ہے۔ کیونکہ عالم خلق اور عالم امر کے دسوں مرتبوں کا سیر اور ہیئت وحدانی کا سیر جب انفس میں داخل ہے پھر انفس کے ماوراء کونسا سیر ہے۔

**جواب:** واضح ہو کہ انفس بھی آفاق کی طرح اسماء الٰہی کے ظلال ہیں۔ جب ظل فضل خداوندی سے اپنے آپ کو فراموش کر کے اپنے اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنے اصل کی محبت پیدا کر لیتا ہے تو اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا۔ جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی) کے موافق اپنے آپ کو بعینہ وہی اصل معلوم کریگا اور اپنے انا کو اسی اپنے اصل پر ڈالے گا۔ اسی طرح چونکہ اس اصل کا اور اصل ہے۔ پس اصل سے اس اصل تک پہنچ جائے گا۔ بلکہ اپنے آپ کو اس اصل کا عین معلوم کرے گا۔ وَ هَلُمَّ جَرًّا اِلٰی اَنْ یَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ (یہاں تک کہ کتاب اپنی اجل تک پہنچ جائے) یہ سیر انفس و آفاق کے ماوراء ہے۔

واضح ہو کہ بعض لوگ سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہتے ہیں، لیکن وہ سیر جس کا ابھی بیان ہو چکا ہے۔ یہ سیر فی اللہ اور سیر انفسی کے ماوراء ہے، کیونکہ یہ سیر حصولی ہے اور وہ سیر وصولی اور حصول و وصول کے درمیان جو فرق ہے وہ متعدد مکتوبات میں لکھا جا چکا ہے۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔

نیز آپ نے حق تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال کے اقرب ہونے کی نسبت دریافت کیا تھا۔ اس کا بیان بھی حضور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس کا لکھنا اچھا نہیں ۔ اور اگر لکھا بھی جائے تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پھر بھی اس کا سمجھنا مشکل ہے اور اگر حضور میں یعنی سامنے بیان کرنے سے بھی سمجھ میں آ جائے تو غنیمت ہے۔

نیز آپ نے مرتبہ نبوت کے کمالات کی نسبت پوچھا تھا کہ فنا و بقاء تجلی اور تعین کا مبداء ہونا سب کمالات ولایات ثلثہ کے مراتب میں ہیں۔کمالات نبوت کے مراتب میں سیر کس طرح ہے۔

**جواب:** واضح ہو کہ مراتب عروج میں جب تک کہ مراتب ایک دوسرے سے متمیز ہیں اور ان میں ایک اصل سے دوسرے اصل کی طرف جانا پڑتا ہے۔یہ سب کمالات دائرہ ولایات میں داخل ہیں جب یہ تمیز برطرف ہو جاتی ہے اور یہ تفصیل کم ہو جاتی ہے اور معاملہ محض اجمال و بساطت محض سے جا پڑتا ہے تو پھر مرتبہ نبوت کے کمالات شروع ہوتے ہیں۔اس مرتبہ میں بھی اگرچہ وسعت ہے۔اِنَّ اللہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ" (اللہ تعالیٰ گھیرنے والا اور جاننے والا ہے) لیکن وہ وسعت اور ہی وسعت ہے اور وہ تمیز اور ہی تمیز ہے۔اس سے زیادہ کیا کہیں اور کیا سمجھائیں۔رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّ ھَیِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے ہدایت و بھلائی ہمارے نصیب کر)

نماز کے بعض اسرار جو آپ نے دریافت کیے تھے۔اس کا جواب کسی دوسرے وقت پر موقوف رکھا ہے۔کیونکہ اب وقت بہت تنگ ہے۔زمانہ اور اہل زمانہ سے سرقہ کر کے یعنی چوری چوری اور پوشیدہ کچھ نہ کچھ لکھا جاتا ہے۔آپ فقیر کے حال پر رحم کریں اور استفسار پر دلیر نہ ہوتے جائیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ یا اللہ ہمارے گناہوں اور ہمارے کام کی زیادتیوں کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہمیں مدد دے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَوَّلاً وَّ اٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ دَائِمًا وَّ سَرْمَدًا وَّ عَلٰٓی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَ صَحْبِہِ الْعِظَامِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اول وآخر اللہ رب العلمین کا حمد اور اس کا احسان ہے اور اس کے رسول اور ان کی آل بزرگوار اور اصحاب کرام پر قیامت تک ہمیشہ صلوٰۃ والسلام وتحیت ہو۔

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام فرخندہ فرجام کتاب مستطاب ہادی شیخ وشاب منبع فیوض و برکات یعنی مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت خواجہ خواجگان شہباز لامکان مقبول بارگاہ صمد حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ ... باتمام رسید۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اسرارِ شریعت
اور معارفِ طریقت سے بھرپور گرانقدر مجدّدانہ مکاتیب

# مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

مع رسالہ مبدا و معاد

جلد سوم

مترجم:

حضرت مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز ۔ ۴۰ اردو بازار ۔ لاہور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

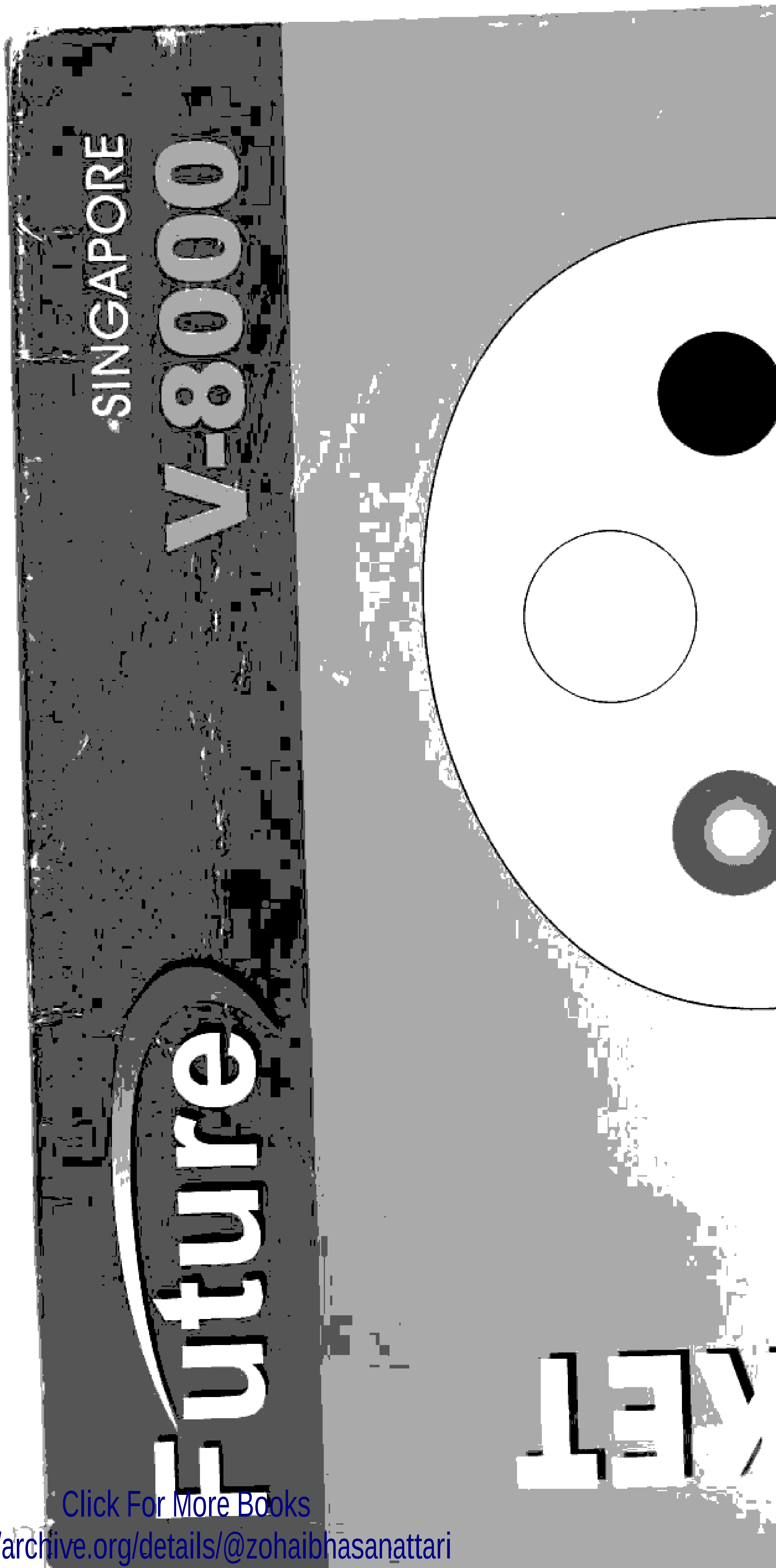


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# ترجمہ مکتوبات

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ

مسمٰی بہ

# معرفتہ الحقائق

## دفتر سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ پاکیزہ کلمات اور بلند حروف (جن کا ہر ایک نقطہ بیقرار دلوں کی پرکار کا مرکز ہے اور محبت ذاتیہ کی آگ پر بیگانوں کی بدنظری کے لیے سپند دانہ ہے اور حقائق کی دلہنوں کے رخسار کا زینت بخشنے والا خال ہے اور دقائق کے دوربینوں کی آنکھوں کی پتلی ہے) ان میں سے ہر ایک احدیت کے لہرانے والے دریا کا درۃ التاج ہے جس کو ایک غواص یعنی غوطہ زن کے پاک باطن کے زبردست ہاتھ سے کنارہ پر نکالا ہے اور ہویت کے جنگلی ہرن کی ناف کا جان بخشنے والا نافہ ہے جس کو ایک سیاح یعنی سیر کرنے والے کے بیان کی انگلیاں محفل میں لائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فقراء کو اس درِ یتیم سے مالا مال کرے اور ان کی جان کے دماغ کو اس خوشبودار نافہ سے معطر کرے۔

زہر یک نقطہ اش چوں نافۂ تر — شمیم وصل جاناں میزند سر
وے آں کز برودت درز کام است — چہ داند نافہ اش گر در مشام است
سرایم مدح آں سیاح وغواص — کنم خورشید راچوں ذرہ رقاص
مہیں فرزند فاروق است چوں اب — کنوں نطق از زبان او کند رب
سراپا نسخہ اخلاق فاروق — بزہر منفعت تریاق فاروق
چراغ نقشبند ہفت محفل — نگاہش نقشبند غیر از دل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ ابیات

ہر ایک نقطہ ہے اس کا نافہ ٔ تر — مہکتی جس سے بوئے وصل دلبر
مگر جو شخص ہو نزلہ سے بیمار — وہ کیا جانے کہ کیا ہے مشک تاتار
کہوں اب مدح آں سیاح وغواص — کروں سورج کو مثل ذرّہ رقاص
عمر کا بیٹا گویا باپ جیسا — کلام اس کی کلام رب سراپا
سراسر چشمہ ٔ اخلاق فاروق — کہ ہے ہر نقص کا تریاق فاروق
چراغ ہفت محفل ہے وہ پرنور — نگہ اس کی کرے دل سے دوئی دور

مخلوقات کی فریاد کو پہنچنے والے۔ حقائق کے دریا میں تیرنے والے۔ وصول الی اللہ کی سیڑھی۔ قبولیت کے راستہ۔ رحمت کے خزانہ حکمت کے دفینہ۔ ہر دلعزیز۔ غیب کے مشرق۔ عمل کے دریا۔ کاملوں کی حجت۔ نیکوں کی آنکھ۔ احبار یعنی علماء کی گلزار۔ طریقت کے نور۔ حقیقت کے شگوفہ۔ اہل جان کی زینت۔ علماء کے سردار۔ امیدوں کی بلند۔ رجا کی مضبوط رسی، واردات کے آئینہ۔ محبت کے زینہ۔ رموز واشارات کے مطلع۔ خزانوں اور بشارت کے چشمہ۔ ملاحت کے دریا کے ملاح۔ صباحت کے گھر کے چراغ۔ دونوں بحروں کے ملانے والے۔ دونوں گروہوں میں اصلاح کرنے والے۔ متکلمین کے استشہاد کے محل۔ متوحدین کے جائے تمسک۔ سلف کی برہان۔ خلف کے سلطان۔ اس گروہ کے وثیقہ۔ مہدی موعود کے طلیعہ یعنی آگے آنے والے اصل اور فرع کی روشنی۔ دین وشرع کی رونق۔ سید البشر کے وارث۔ گیارہویں صدی کے روشن کرنے والے۔ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔

کجا گردد ز وصفش خامہ آگاہ — چہ نم دریابد از دریا پر کاہ
ہماں بہتر کزیں پس گوش باشم — سرائمہ نغمہ وخاموش باشم

ترجمہ

قلم اس کی صفت سے کب ہو آگاہ — بھلا دریا کو پائے کیا پرکاہ
یہی بہتر ہمہ تن میں بنوں گوش — بجا نغمے کو پھر ہو جاؤں خاموش

حضرت مصطفیٰ ﷺ کے اس اسم کے ہم نام جس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی گئی تھی۔ یعنی شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد فاروقی نسب والے، حنفی مذہب والے، نقشبندی مشرب والے۔ خدائے تعالیٰ ان کو تمام جہان والوں کے سروں پر ہمیشہ زندہ رکھے اور ان کی برکات کے دریا سے قیامت تک ان کو سیراب کرے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ان سلیم القلب ناظرین کا وقت وحال کیا ہی اچھا ہے۔ جو اپنی نظر کی سیاہی کو اسی سیاہی پر جو اسرار اور حکمتوں کا سوادِ اعظم ہے۔ ڈالتے ہیں اور اعلام ربانی کے ساتھ اس سیاہی سے سراسر حضور کی مدد حاصل کرتے اور اپنے دل کے نقطے کو پرنور بناتے ہیں اور ان مستقیم الاحوال قاریوں کا انجام و مال کیا ہی عمدہ ہے۔ جن کی زبان اس دریائے عجیب میں تیرتی ہے اور الہام ربانی سے ان کی جان شکر کی شکر اور سکر کی قند سے شیریں ہوتی ہے اور ان نیک نہاد ہم جنسوں اور نیک اعتقاد سعادت مندوں پر مرحبا ہے۔ جن پر ان نکات ورموز کا جمال جو طورِ عقل کے ماوراء ہیں جب پردہ نہیں کھولتا۔ تو اپنے قصورِ فہم اور عدمِ دریافت کا اقرار کر کے صدقنا کے راستہ پر چلتے ہیں۔ اور

کسے را از ایشاں جز ایشاں ندا ند

ترجمہ: سوا ان کے نہ کوئی ان کو جانے

کہتے ہوئے سب کو تسلیم کرتے ہیں اور ہمیشہ کی سعادتوں کا ثمرہ حاصل کرتے ہیں۔ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (یہ اس شخص کے واسطے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) اور ان کج بین پڑھنے والوں اور سخن چین سننے والوں پر افسوس ہے کہ جو کچھ ان ملہمات غیبیہ میں سے ان کی فہم و طبع کے موافق آ جاتا ہے اس کو اس گفتگو کرنے والے کی کلامی مہارت اور خیال بحث کی طرف محمول کرتے ہیں اور جو کچھ اس بیان سے ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کوتاہ نظری سے عیب جوئی کی زبان دراز کرتے ہیں۔ اور اَلْمَرْءُ لَا یَزَالُ عَدُوًّا لِمَا جَاهَلَ (آدمی اس چیز کا دشمن ہے جو اس سے پوشیدہ ہے) کے موافق لڑائی کی سارنگی بجاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس طائفہ عالیہ کے لوگ ان خفیہ اسرار کے اظہار میں خود درمیان نہیں ہوتے۔ ع

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان زمطرب است

ترجمہ: ع یہ نہیں ہیں درمیاں مطرب کے ہیں آواز یہ

حق تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو اپنے پوشیدہ عیبوں اور صفا کیش پاک دلوں کے پوشیدہ بھیدوں پر واقف کرے اور عالم السر کے مخلصوں کے کینہ کی زنجیر اور کمر کی قید سے جو اپنے دل کے پاؤں اور قلب کی گردن پر ڈالے ہوئے ہیں، آزاد کرے اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ اسرار کے اظہار میں درمیان نہیں ہوتے۔ اس کی شہادت بھی اپنے اسرار کے صاحب سے سن لیں۔ ع

برحال تو ہم حال تو برہان و دلیل

ترجمہ: ع گواہ تیرے حال پر تیرا ہی اپنا حال

جب مکتوبات معدن الفتوحات کی جلد اول میں جس کا نام درالمعرفت ہے ختم ہو چکی تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مقال یعنی گفتگو کے میٹھے پانی کے بعض پیاسوں نے خدمت اقدس میں عرض کی کہ اگر حضور کا اشارہ عالیہ ہو جائے تو ان اسرار کی نہریں جو اس کے بعد گوہر بار قلم کے چشمے سے نکلی ہیں جمع کر کے جلد دوم کا دریا بنایا جائے۔ بندگان حضرت نے بڑے انکسار وخوف سے فرمایا کہ میں اس فکر و حیرت میں ہوں کہ یہ سب علوم جو بیان وتحریر میں آ چکے ہیں۔ آیا حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ بھی ہیں یا نہیں؟ یہ بات فرما کر خاموش ہو رہے اور بشارت واشارت کے منتظر رہے دوسرے روز فرمایا کہ رات کو ندا دی گئی ہے اور ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ سب علوم جو لکھے گئے ہیں بلکہ جو کچھ تیری گفتگو میں آیا یہ سب مقبول وپسندیدہ ہے اور میری تحریروں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ سب کچھ ہم نے ہی کہا ہے اور ہمارا ہی بیان ہے۔ اس وقت یہ سب علوم نظر کے سامنے تھے اور میں ہر ایک پر مجمل ومفصل طور پر نظر کرتا تھا۔ خاص کر ان علوم کو بھی جن میں مجھے تردد تھا۔ اس حکم میں داخل پایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى الْاِحْسَانِ (اس احسان پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے) پس قلم بزرگ کو اسرار قدم کے لکھنے کے لیے جاری کیا۔ جب وہ جلد ننانوے مکتوب تک پہنچی۔ جو اسماء حسنیٰ کے مطابق ہے تو اسی پر ختم کی گئی۔ اسی سال میں جس کی تاریخ نور الخلائق سے ظاہر ہے بعض ان مکتوبات کے لیے جو بعد ازاں گزارش ونگارش میں آئے۔ بزرگ نسب والے امیر اور بڑے شرافت والے سید قطب زمانہ دریگانہ

در تفرید را بحر وکانے — تن تجرید را روحے وجانے
دم او صیقل آئینہ دل — دم از آئینہ سازونورزائل

ترجمہ

در تفرید کا وہ بحر وکان ہے — تن تجرید کا وہ روح وجاں ہے
دم آئینے سے کر دے نور زائل — مگردم اس کا کردے نور کامل

ایقان وفرقان کی کان محمد نعمان بن شمس الدین یحییٰ المعروف بمیر بزرگ بدخشانی سلمہ اللہ نے جو حضرت ایشاں کے کامل اور بزرگ خلفاء میں سے ہیں اور آنحضرت کے امر عالی سے صوبہ دکن میں اس طریقہ عالیہ کو جاری کرتے اور لوگوں کو اس کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ التماس کی کہ ان پراگندہ موتیوں کو جمع کر کے جلد سوم کا خزانہ مہیا ہو جائے۔ ان کی یہ التماس قبول ہوگئی۔ جب تیس سے کچھ زیادہ مکتوب جمع ہو گئے تو حضرت سیادت پناہ اور خادمان درگاہ کے درمیان ظاہری جدائی حائل ہوگئی اور حضرت اقدس کو بھی مدت تک معارف کے لکھنے اور مکاشفہ کے بیان کرنے کا موقع نہ ملا تا آنکہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کی تائید سے چند سال کے بعد اس ضعیف کی کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جس کا نام اس جلد کے اوّل مکتوب کے آخیر میں لکھا ہے۔ آرزو برآئی۔ یعنی ۱۰۳۱ ہجری میں جو لفظ خاک نشین سے ظاہر ہے۔ اس ضعیف نے بلند دلہیز کی خاک نشینی کی سعادت پائی۔ اسی وقت حضرت ایشاں کی لسان الغیب کا دریا اور انگلیوں کا چشمہ تقریر کے موج اور تحریر کے جوش میں آیا اور اس غریب نواز نے بڑی رحمت وعنایت سے اس کمترین کو ان مسودوں کے جمع کرنے اور بیاض میں نقل کرنے سے ممتاز فرمایا اور اسی سال میں جو لفظ ثالث سے ظاہر ہے، تیسری جلد کے اتمام سے سرفراز ہوا۔ جب مکتوبات کا شمار ایک سو تیرہ تک پہنچا جو حروف باقی کی تعداد کے موافق ہیں اور تین اعتبار سے اس پر مقرر کرنا نہایت مناسب اور زیبا ہے تو اسی عدد پر ختم کی گئی۔ اس سال میں کہ کاس الراسخین اس کی تاریخ ہے۔ بعد ازاں اس مکتوب کے لیے جس میں از سرنو علوم جدیدہ اور اسرار غریبہ ظاہر ہوئے تھے۔ فرمایا کہ اس کو بھی مسکتہ الختام بنایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس کے ملانے سے قرآنی سورتوں کے عدد کی مطابقت عیاں ہوگئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَ اٰخِرًا وَ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا (اول وآخر وظاہر وباطن اللہ تعالیٰ کی حمد ہے) طالبوں کو اس پر فائدہ دسترخوان سے جان کی قوت اور ایمان کی قوت نصیب ہو۔ اِلٰی یَوْمِ التَّنَادِ بِحَقِّ الْحَقِّ اَلْهَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ (قیامت تک حق تعالیٰ کی مدد سے جو راہ راست کی طرف ہدایت دینے والا ہے)۔

# مکتوب (۱)

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف اس کے اس سوال کے جواب میں جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے اقرب ہونے کے بارہ میں کیا تھا صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ کا صحیفہ شریفہ پہنچا۔ آپ نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش کو قبول فرمائے۔ چونکہ آپ نے حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے قریب ہونے کی نسبت کئی دفعہ استفسار کیا ہے اور آپ اس مضمون کے بڑے شائق ہیں۔ اس لیے اس قدر ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہر شے اپنی ماہیت میں شے ہے اور اس شے کی ماہیت کے ثبوت کے لیے جاعل کی جعل یعنی بنانے والے کی بناوٹ درکار نہیں کیونکہ شے کا ثبوت اپنے نفس کے لیے ضروری ہے۔ اسی واسطے اہل معقول نے کہا ہے کہ نفس ماہیات میں جعل (بناوٹ) ثابت نہیں اور ماہیات مجعول یعنی بناوٹی نہیں ہیں۔ وجود کے ساتھ ماہیات کے متصف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہونے کے لیے جاعل کا جعل درکار ہے۔ رنگنے والے کا فعل کپڑے کو رنگ کے ساتھ متصف کرنے میں ہے نہ یہ کہ کپڑے کو کپڑا بنا دیتا ہے اور رنگ کو رنگ کر دیتا ہے کہ یہ محال اور تحصیل حاصل ہے۔ پس نفس شے میں جعل نہ ہوا بلکہ شے کے وجود کے ساتھ منصف ہونے میں ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شے اپنی ماہیت میں شے ہے اور یہ امر نظر کشفی کی رو سے ظل شے اور عکس شے میں مفقود ہے، کیونکہ شے کا عکس وظل اپنی ظلی وعکسی ماہیت سے ظل وعکس نہیں بلکہ اپنی اصل کی ماہیت سے ظل وعکس ہوا ہے، کیونکہ ظل ماہیت نہیں رکھتا بلکہ اسی اصل کی ماہیت ہے جس نے ظل میں اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ پس اصل ظل کے لیے نفس ظل سے زیادہ اقرب ہوگا، کیونکہ ظل اپنی اصل سے ظل ہے نہ اپنے نفس سے۔ چونکہ عالم حق تعالیٰ کے افعال کا ظلال اور عکوس ہے اس لیے افعال جو اس کے اصول ہیں عالم کی نسبت عالم سے زیادہ قریب ہوں گے۔ ایسے ہی افعال چونکہ حق تعالیٰ کی صفات کے ظلال ہیں۔ اس لیے صفات عالم اور عالم کے اصول کی نسبت جو افعال ہیں عالم سے زیادہ اقرب ہوں گے کہ اصل الاصل ہیں۔ چونکہ صفات بھی حق تعالیٰ کی ذات کے ظلال ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات تمام اصول کا اصل ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ کی ذات اور عالم افعال اور صفات کی نسبت عالم سے زیادہ اقرب ہوگی۔ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اقربیت کا بیان جو تحریر وبیان میں آیا ہے عقلمند اگر انصاف کریں گے تو امید ہے کہ ان معنوں کو قبول کر لیں گے اور اگر قبول نہ بھی کریں گے تو غم نہیں، کیونکہ بحث سے خارج ہیں چونکہ اس بیان میں معقول مقدمات بھی درج ہیں۔ اس لیے اگر سیادت پناہ میر شمس الدین علی کو بھی اس مکتوب کے مطالعہ میں شریک کر لیں تو بہت ہی مناسب ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ مکتوبات جلد سوم کو شروع کیا جائے۔ آپ ایسا ہی کریں کیونکہ اہل اللہ جس امر میں بہتری دیکھیں مبارک ہوتا ہے۔ جب یہ کام میر مشار الیہ کے حوالہ کریں تو فرمائیں کہ نسخے متعدد نقل کریں اور اس کی ایک نقل سرہند میں بھیج دیں اور مسودوں کو بحفاظت رکھیں شاید ضرورت آ پڑے۔ دوسرے یہ کہ فقیر آپ کے رہنے اور جانے میں حیران ہے چونکہ آپ کی ملاقات کا حریص ہے۔ اس لیے آپ کے جانے کے لیے کچھ نہیں کہہ سکتا اور رہنے کے لیے بھی دلالت نہیں کر سکتا کہ مبادا لوگوں کی بہت سی مصلحتیں فوت ہو جائیں۔ البتہ اس قدر ضروری ہے کہ اگر جائیں تو خواجہ محمد ہاشم کو بھیج دیں تاکہ چند روز صحبت میں رہے اور علوم ومعارف اخذ کرے کیونکہ جوان قابل نظر آتا ہے اور آپ کا تربیت یافتہ بھی ہے اور آپ کے مذاق کو بھی جانتا ہے۔ آپ استفسار اور سوال کو بھی اسی کے حوالہ کر دیں تاکہ جواب لے کر آپ کی خدمت میں لے جائے۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## مکتوب (۲)

نصیحتوں اور خلق سے قطع تعلق کرنے اور حق تعالیٰ کی جناب پاک کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کے بیان میں۔

علوم واسرار کے جامع مخدوم زادہ محمد سعید وخواجہ محمد معصوم سلمہما اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَ فِی الْیُسْرِ وَ فِی الْعُسْرِ وَالنِّعْمَةِ وَالنِّقْمَةِ وَ فِی الرَّحْمَةِ وَ فِی الْهِدَةِ وَالرَّخَاءِ وَ فِی الْعَطِیَّةِ وَالْبَلَاءِ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ اِیْذَائِهٖ وَمَا ابْتُلِیَ رَسُوْلٌ مِثْلَ اِبْتِلَائِهٖ وَلِهٰذَا صَارَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَ سَیِّدَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ (خوشی ورنج اور تنگی وفراخی اور نعمت وعذاب اور رحمت وزحمت اور دکھ سکھ اور عطا وبلا میں اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور صلوٰۃ والسلام ہو اس رسول پر جس کے برابر کسی اور رسول کو ایذا نہیں دی گئی اور نہ اس جیسا کوئی نبی بلا میں مبتلا ہوا ہے اسی واسطے تمام اہل جہان کے لیے رحمت اور اولین وآخرین کے سردار بن گئے۔ اے فرزندان عزیز! ابتلا کا وقت اگرچہ تلخ وبے مزہ ہوتا ہے، لیکن اگر فرصت دیں تو غنیمت ہے تم کو اب فرصت مل گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالا کر اپنے کام میں لگے رہو اور ایک دم بھی فراغت وآرام اپنے لیے پسند نہ کرو اور تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مشغول رہو۔ قرآن مجید کی تلاوت کرو یا لمبی قرأت کے ساتھ نماز کو ادا کرو یا کلمہ طیب لا الہ الا اللہ کا تکرار کرتے رہو۔ کلمہ لا الہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی نفی کرنی چاہئے اور اپنی تمام مرادوں اور مقصدوں کو دفع کرنا چاہئے کیونکہ اپنی مراد کو پیش نظر رکھنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے بلکہ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے اور متخیلہ میں کوئی ہوس باقی نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو۔ اپنی مراد کا طلب کرنا گویا اپنے مولا کی مراد کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ اس امر میں اپنے مولیٰ کی نفی اور اپنے مولا بننے کا اثبات ہے۔ اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کر کے اپنی الوہیت کے دعویٰ کی نفی کرو۔ تاکہ تمام ہوا وہوس سے کامل طور پر پاک ہو جاؤ اور طلب مولیٰ کے سوا تمہاری کوئی مراد نہ رہے۔ یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بلا وابتلا کے زمانہ میں بڑی آسانی سے میسر ہو جاتا ہے اور اس زمانہ کے سوا ہوا وہوس سد سکندری ہے۔ گوشہ میں بیٹھ کر اس کام میں مشغول رہو کہ اب فرصت غنیمت ہے۔ فتنہ کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجر کے عوض قبول کر لیتے ہیں اور فتنہ کے زمانہ کے سوا سخت ریاضتیں اور مجاہدے درکار ہیں۔ اطلاع دینا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ضروری ہے۔شاید ملاقات ہو یا نہ ہو۔یہی نصیحت ہے کہ کوئی مراد وہوس نہ رہے۔اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو اور اسے اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو۔ باقی احوال چونکہ یہ جہان فانی اور گزرنے والا ہے کیا لکھے جائیں۔ چھوٹوں پر شفقت رکھو اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دو اور جہاں تک ہو سکے تمام اہل حقوق کو ہماری طرف سے راضی کرو اور ایمان کی سلامتی کی دعا سے مدد و معاون رہو۔ بار بار یہی لکھا جاتا ہے کہ اس وقت کو بیہودہ امور میں ضائع نہ کرو اور ذکر الٰہی کے سوا کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ اب کتابوں کے مطالعہ اور طلباء کے تکرار کا وقت نہیں ہے۔ اب ذکر کا وقت ہے۔تمام نفسانی خواہشوں کو جو جھوٹے خدا ہیں۔ لا کے نیچے لا کر سب کی نفی کر دو اور کوئی مراد و مقصود سینے میں نہ رہنے دو۔ حتیٰ کہ میری خلاصی بھی جو کہ تمہارے لیے نہایت ضروری ہے۔ تمہاری مراد و مطلوب نہ ہو اور حق تعالیٰ کی تقدیر اور فعل اور ارادہ پر راضی رہو اور کلمہ طیبہ کے اثبات کی جانب سے غیب ہویت کے سوا جو تمام معلومات و متخیلات کے وراء الوراء ہے کچھ نہ رہے۔ حویلی و سرائے و چاہ و باغ اور کتابوں اور دوسری تمام اشیاء کا غم سہل ہے۔ ان میں سے کوئی چیز تمہارے وقت کی مانع نہ ہو اور حق تعالیٰ کی مرضیات کے سوا تمہاری کوئی مراد اور مرضی نہ رہے۔ ہم اگر مر جاتے تو یہ چیزیں بھی چلی جاتیں بہتر ہے کہ ہماری زندگی میں چلی جائیں تاکہ کوئی فکر نہ رہے۔ اولیاء نے ان امور کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے ہم حق تعالیٰ کے اختیار سے ان امور کو چھوڑ دیں اور شکر بجا لائیں۔ امید ہے کہ مخلصین (بفتح لام) میں سے ہو جائیں گے جہاں تم بیٹھے ہو اسی کو اپنا وطن خیال کرو چند روزہ زندگی جہاں گزرے یادِ حق میں گزر جائے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے اس کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ رہو اور اپنی والدہ کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو۔ باقی رہے ایک دوسرے کی ملاقات اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہو رہے گی ورنہ اس کی تقدیر پر راضی رہو اور دعا کرو کہ دارالسلام میں سب جمع ہوں اور دنیاوی ملاقات کی تلافی کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آخرت کے حوالہ کریں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے)۔

## مکتوب (۳)

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنے کے بیان میں سیادت مآب میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) لا الہ الا اللہ یعنی اس خدائے بے مانند کے سوا جو واجب الوجود ہے اور نقص و حدوث کے تمام نشانات سے منزہ و مبرا ہے اور کوئی معبودیت اور الوہیت کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


استحقاق نہیں رکھتا کیونکہ عبادت جو کمال ذلت وخضوع اور انکسار سے مراد ہے اس کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جس کے لیے تمام کمالات ثابت ہوں اور تمام نقص اس سے مسلوب ہوں اور تمام اشیاء وجود اور توابع وجود میں اس کی محتاج ہوں اور وہ کسی امر میں کسی کا محتاج نہ ہو وہی نفع دینے والا اور وہی ضرر پہنچانے والا ہے اور کوئی شخص اس کے حکم کے بغیر کسی کو نفع وضرر نہیں پہنچا سکتا۔ ایسی کامل صفتوں والا حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں اور ہونا بھی نہ چاہئے کیونکہ اگر کوئی غیر کم وبیش ان صفات کاملہ کے ساتھ متحقق ہو جائے تو وہ غیر نہ ہوگا۔ لِاَنَّ الْغَیْرَیْنِ مُتَمَایِزَانِ وَلَا تَمَایُزَ ثَمَّۃَ ( کیونکہ دو غیر ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہیں اور اس جگہ کوئی تمائیز وجدائی نہیں ) اور اگر تمائیز کے اثبات سے غیریت کو ثابت کریں تو اس کا نقص لازم آتا ہے جو الوہیت ومعبودیت کے منافی ہے کیونکہ اگر تمام کمالات اس کے لیے ثابت نہ کریں اور تمائیز پیدا ہو تو اس سے بھی نقص لازم آتا ہے ایسے ہی اگر تمام نقائص کو اس سے مسلوب نہ کریں تو بھی نقص لازم آتا ہے اور اگر اشیاء اس کی محتاج نہ ہوں تو ان کی عبادت کا مستحق کس لیے ہوگا اور اگر وہ کسی امر میں کسی شے کا محتاج ہو تو ناقص ہوگا اور اگر نافع وضار نہ ہوگا تو اشیاء کو اس کی احتیاج نہ ہوگی اور نہ ہی ان کی عبادت کا مستحق ہوگا اور اگر کوئی اس کی اجازت لیے بغیر اشیاء کو نفع وضرر پہنچا سکے گا تو وہ بیکار رہے گا اور عبادت کا مستحق نہ بنے گا۔ فَلَا یَکُوْنَ الْجَامِعُ بِھٰذِہِ الصِّفَاتِ الْکَامِلَۃِ اِلَّا وَاحِدٌ" ٥ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا یَسْتَحِقُّ لِلْعِبَادَۃِ اِلَّا ھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (پس ان صفات کا جامع سوائے واحد تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی اس واحد قہار کے سوا عبادت کا مستحق ہے)۔

**سوال**: ان صفات کا تمائیز جیسے کہ ظاہر ہو چکا اگرچہ نقص کا مستلزم ہے جو الوہیت اور معبودیت کے منافی ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ غیر اس قسم کی اور صفات رکھتا ہو جو امتیاز کا باعث ہوں اور کوئی نقص لازم نہ آئے۔ اگرچہ ہم ان صفات کو نہ جانیں کہ کیا ہیں۔

**جواب**: وہ صفات بھی دو حال سے خالی نہ ہوں گی یا صفات کاملہ میں سے ہوں گی یا صفات ناقصہ میں سے۔ بہر صورت محذور مذکور لازم ہے اگرچہ ہم ان صفات کو خاص طور پر نہ جانیں کہ کیا کیا ہیں۔ مگر اتنا تو معلوم ہے کہ دائرہ کمال ونقصان سے خارج نہیں ہیں اس صورت میں بھی نقص دامن گیر ہوگا جیسے کہ گزر چکا۔

دوسری دلیل حق تعالیٰ کے غیر کی معبودیت کے عدم استحکام پر یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اشیاء کی وجودی ضروریات اور توابع وجودی میں کافی ہے اور اشیاء کا نفع وضرر حق تعالیٰ سے وابستہ ہے تو دوسرا محض بیکار اور لاحاصل ہوگا اور اشیاء کو اس کی طرف کوئی حاجت نہ ہوگی۔ پھر عبادت کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


استحقاق اس کے لیے کہاں سے پیدا ہوگا اور اشیاء ذلت وانکسار وخضوع سے کیوں اس سے پیش آئیں گی۔ کفار بدکردار حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود بناتے ہیں۔ اس خیال فاسد سے کہ یہ بت حق تعالیٰ کے نزدیک ان کے شفیع ہوں گے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی جناب میں قرب پائیں گے۔ ان بیوقوفوں نے کہاں سے معلوم کیا ہے کہ ان کو شفاعت کا مرتبہ حاصل ہوگا اور حق تعالیٰ ان کو شفاعت کا اذن دے گا۔ صرف وہم ہی سے کسی کو عبادت میں حق تعالیٰ کا شریک بنانا نہایت ہی خواری اور رسوائی کا موجب ہے۔ عبادت آسان امر نہیں کہ ہر سنگ وجماد کے لیے کی جائے اور اپنے آپ سے عاجز اور کمتر کو عبادت کا مستحق تصور کیا جائے۔ الوہیت کے معنی کے بغیر عبادت کا استحقاق متصور نہیں جو الوہیت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہی عبادت کا مستحق ہے اور جس میں یہ صلاحیت نہیں یہ استحقاق بھی نہیں اور الوہیت کی صلاحیت وجوب وجود پر وابستہ ہے جو وجوب وجود نہیں رکھتا ہے۔ الوہیت کے لائق اور عبادت کا مستحق نہیں۔ عجب بیوقوف ہیں کہ وجوب وجود میں تو کسی کو حق تعالیٰ کا شریک نہیں جانتے، لیکن عبادت میں بہت سے شریک ثابت کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ وجوب وجود عبادت کے استحقاق کی شرط ہے جب وجوب وجود میں شریک نہیں تو عبادت کے استحقاق میں شریک نہ ہوگا۔ عبادت کے استحقاق میں شریک بنانا گویا وجوب وجود میں بھی شریک بنانا ہے۔ پس اس کلمہ طیبہ کے تکرار سے وجوب وجود کے شریک کی نفی کرنی چاہیے اور استحقاق عبادت کے شریک کی بھی بلکہ اس راہ میں زیادہ ضروری استحقاق عبادت کے شریک کی نفی ہے۔ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مخالف لوگ بھی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذہب پر نہیں ہیں۔ دلائل عقلیہ سے وجوب وجود کے شریک کی نفی کرتے ہیں اور واحد جل شانہ کے سوا کسی کو واجب الوجود نہیں جانتے، لیکن استحقاق عبادت کے معاملہ سے غافل ہیں اور استحقاق عبادت کے شریک کی نفی سے فارغ ہیں۔ غیر کی عبادت سے پرہیز کرتے نہیں اور دیر وبت خانہ کی عمارت میں سستی نہیں کرتے۔ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں جو بت خانہ کو گراتے اور غیر کی عبادت کے استحقاق کو رفع کرتے ہیں۔ مشرک ان بزرگواروں کی زبان پر وہ شخص ہے جو حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت میں گرفتار ہے۔ اگرچہ وجوب وجود کے شریک کی نفی کا قائل ہو، کیونکہ ان کا اہتمام ماسوائے حق کی عبادت کی نفی میں ہے۔ پس جب تک ان بزرگواروں کے شرائع کے ساتھ جن میں ماسوا اللہ کے استحقاق عبادت کی نفی ہے۔ متحقق نہ ہوں شرک سے نہیں بچ سکتے اور آفاقی وانفسی خداؤں کی عبادت کے شرک سے نجات نہیں ملتی کیونکہ انبیاء کی شرائع اسی مطلب کے متکفل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہیں بلکہ ان کی بعثت سے مقصود ہی اس دولت کا حاصل ہونا ہے۔ ان بزرگواروں کی شرائع کے بغیر توحید حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ (اللہ تعالیٰ شرک نہیں بخشتا) آیت کریمہ سے مراد وہی ہے جو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہو کہ شرائع کے عدم التزام کو نہیں بخشے گا۔ کیونکہ شرائع کا عدم التزام شرک کے لیے لازم ہے۔ پس اس آیت میں ملزوم کو ذکر کر کے لازم مراد لیا ہے۔ اس بیان سے یہ وہم بھی دور ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ جس طرح شرک نہیں بخشا جاتا۔ باقی تمام شرعیات کا انکار بھی نہیں بخشا جائے گا تو پھر شرک کی تخصیص کی کیا وجہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ کے معنی اَنْ یُّکْفَرَ بِهٖ (یہ کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے) کے ہوں۔ کیونکہ شرائع کا انکار اللہ تعالیٰ کا کفر و انکار ہے۔ پس نہ بخشا جائے گا اور شرک اور کفر کے درمیان خصوصی وعموم کا علاقہ ہے۔ یعنی شرک مطلق کفر میں سے خاص کفر ہے۔ پس خاص ذکر کر کے عام مراد لیا ہے۔ اس صورت میں بھی یہ وہم رفع ہو جاتا ہے کہ جس طرح شرک نہیں بخشا جائے گا باقی تمام شرعیات کا انکار بھی نہیں بخشا جائے گا۔ پھر کفر کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کے غیر کے لیے عبادت کا عدم استحقاق بدیہی ہے ورنہ کم از کم حدسی تو ضرور ہے۔ کیونکہ جو شخص عبادت کے معنی کو اچھی طرح سمجھے اور حق تعالیٰ کے غیر میں بھی اچھی طرح غور کرے وہ بے توقف غیر کے لیے عبادت کے عدم استحقاق کا حکم کر دیتا ہے۔ وہ مقدمات جو اس معنی کے بیان میں لائے جاتے ہیں سب کے سب تنبیہات کی قسم سے ہیں جو بدیہیات پر دلالت کرتے ہیں۔ ان مقدمات پر نقض ومناقصہ اور معارضہ کا وارد کرنا مناسب نہیں۔ نور ایمان ہونا چاہئے تاکہ فراست کے ساتھ ان مقدمات کو سمجھیں۔ بہت سے بدیہی امر اس قسم کے ہیں جو نادانوں اور بے سمجھوں پر پوشیدہ رہے ہیں اسی طرح ان لوگوں پر بھی جو باطنی امراض میں گرفتار ہیں جلی اور خفی بدیہیات یعنی ظاہری اور باطنی بدیہی امر پوشیدہ ہیں۔

**سوال:** مشائخ طریقت کی عبارات میں واقع ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے اس عبارت کے معنی کیا ہیں اور وہ وجہ جو صداقت رکھتی ہے کون سی ہے۔

**جواب:** شخص کا مقصود وہی ہوتا ہے جس کی طرف سے اس کی توجہ ہوتی ہے اور وہ شخص جب تک زندہ ہے اس مقصود کے حاصل کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتا اور ہر طرح کی ذلت وخواری اور انکسار جو اس کے حاصل ہونے میں پیش آتی ہے۔ برداشت کرتا ہے اور کسی طرح سستی نہیں کرتا یہی معنی عبادت میں مقصود ہے۔ جس میں کمال ذلت وانکسار پائی جاتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ شے کا مقصود اس شے کا معبود ہوتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کے غیر کے معبود ہونے کی نفی اس وقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ثابت ہوتی ہے جبکہ حق تعالیٰ کا غیر مقصود نہ رہے اور حق تعالیٰ کے سوا کوئی اس کی مراد نہ ہو۔ اس دولت کے حاصل ہونے کے لیے سالک کے حال کے مناسب کلمہ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کے ہیں۔ اس کلمہ کا اس قدر تکرار کرنا چاہئے کہ غیر کی مقصودیت کا نام و نشان تک نہ رہے اور حق تعالیٰ کے سوا اس کی کچھ مراد نہ ہو۔ تاکہ غیر کی معبودیت کی نفی میں صادق ہو اور بیشمار خداؤں کے رفع کرنے میں سچا ہو۔ بیشمار خداؤں اور غیر کی مقصودیت اور معبودیت کی اس قسم کی نفی کرنا کمال ایمان کی شرط ہے جو ولایت سے وابستہ ہے اور ہوائی خداؤں کی نفی کے متعلق ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ ہو جائے تب تک یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا اور نفس کا مطمئن ہونا کمال فناء و بقا کے بعد متصور ہے۔ ظاہر شریعت غرا میں جو آسانی اور سہولت اور بندوں کے (جو ضعیف پیدا کیے گئے ہیں) حرج و نقصان کے رفع کرنے کی خبر دیتی ہے۔ یہ ہے کہ اگر مقصود کے حاصل کرنے میں نعوذ باللہ شریعت کی متابعت کو چھوڑ دے اور اس کے حاصل کرنے میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرے تو وہ مقصود اس کا معبود اور خدا ہوگا اور اگر وہ مقصود ایسا نہ ہو اور اس کی تحصیل و حصول میں منکرات شرعیہ کا ارتکاب نہ کرے۔ وہ مقصود شرعی طور پر ممنوع نہ ہوگا گویا وہ مقصود اس کے مقاصد سے نہیں اور وہ مطلوب اس کے مطالب سے نہیں بلکہ اس کا مقصود در حقیقت حق تعالیٰ ہے اور اس کا مطلوب حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی۔ اس نے اس شے مقصود کے ساتھ میلان طبعی سے زیادہ تعلق پیدا نہیں کیا اور وہ بھی احکام شرعیہ کا مغلوب ہے اور حقیقت شریعت میں جو کمال ایمان پر دلالت کرتی ہے غیر کی مقصودیت کے مادہ کی بیخ کنی مطلوب ہے کیونکہ غیر کی مقصودیت کی تجویز میں حق تعالیٰ کی مقصودیت کا معارضہ ہے۔ اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ نفسانی ہوا و ہوس کے غلبہ کی امداد و اعانت سے غیر کی مقصودیت حق تعالیٰ کی مقصودیت کا معارضہ پیدا کر لیتی ہے بلکہ حق تعالیٰ کی مرضیات کے حاصل ہونے پر اس کے حاصل ہونے کو اختیار کر لیتا ہے اور ہمیشہ کا خسارہ پالیتا ہے۔ پس غیر کی مقصودیت کی نفی مطلق طور پر ایمان کے کامل ہونے میں ضروری تاکہ زوال و رجوع سے مامون و محفوظ ہو۔ ہاں بعض صاحب دولتوں کو ارادہ کی نفی اور اختیار کے رفع کرنے کے بعد صاحب ارادہ اور صاحب اختیار بنا دیتے ہیں اور ارادہ جزئیہ کو اس سے مسلوب کر کے کلی ارادہ اور اختیار کا صاحب بنا دیتے ہیں۔ اس معنی کی تحقیق کسی اور مکتوب میں کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہمیں بخش۔ تو ہر چیز پر قادر ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَالْبَرَکَاتِ اَتَمَّهَا وَاَکْمَلُهَا (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا)۔

# مکتوب (۴)

آیۂ کریمہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی تاویل میں سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے: اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَقُرْآنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ (بیشک یہ قرآن کریم ہے پوشیدہ کتاب میں لکھا ہوا ہے اس کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر پاک لوگ آیت کریمہ کی مراد اللہ تعالٰی جانتا ہے۔ وہ رمز جو اس مقام میں فقیر کے فہم قاصر میں ہے، آئی ہے۔ یہ ہے کہ قرآنی پوشیدہ اسرار کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ مگر وہ لوگ جو تعلقات بشریت کی آلودگی سے پاک ہو گئے ہوں۔ جب قرآنی اسرار کا مس کرنا پاک لوگوں کے نصیب ہو تو پھر اوروں کا کیا حال ہے۔ دوسری رمز یہ کہ قرآن کو نہ پڑھیں مگر وہ لوگ جن کے نفس ہوا وہوس سے پاک ہو گئے ہوں اور شرک جلی، خفی اور نفسی، آفاقی خداؤں سے صاف ہو گئے ہوں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ مبتدی سلوک کے حال کے مناسب ذکر اور ماسوائے مذکور کی نفی ہے۔ یہاں تک کہ ماسوی کچھ نہ رہے اور حق تعالٰی کے سوا اس کی کچھ مراد نہ ہو اور اگر تکلف کے ساتھ بھی اس کو اشیاء یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئیں جب ایسا حال ہو جاتا ہے تو شرک سے پاک اور نفسی اور آفاقی خداؤں سے آزاد ہو جاتا ہے اس وقت لائق ہے کہ ذکر کے بجائے قرآن کی تلاوت کرے اور تلاوت کی بدولت مدارج حاصل کرے۔ اس مذکورہ حالت کے حاصل ہونے سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت ابرار کے اعمال میں داخل ہے اور اس حالت کے حاصل ہونے کے بعد تلاوت قرآن مجید مقربین کے اعمال میں شمار ہوتی ہے۔ جیسے کہ ذکر کرنا اس نسبت کے حاصل ہونے سے پہلے مقربین کے اعمال میں گنا جاتا تھا۔ ابرار کے اعمال عبادات کی قسم سے ہیں اور مقربین کے اعمال تفکرات کی قسم سے آپ نے تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ اَوْ سَبْعِیْنَ سَنَةً (ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے) سنا ہوگا۔ تفکر کے معنی باطل سے حق کی طرف جانے کے ہیں۔ جس قدر فرق ابرار و مقربین کے درمیان ہے اسی قدر فرق عبادت و تفکر کے درمیان ہے۔ جاننا چاہے کہ مبتدی کا وہ ذکر جو مقربین کے اعمال میں شمار ہوتا ہے۔ وہ ہے جو اس نے شیخ کامل مکمل سے حاصل کیا ہو اور اس کا مقصود سلوک طریقت ہو۔ ورنہ ذکر بھی ابرار کے اعمال میں گنا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ۔ (اللہ تعالٰی ہی بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا)۔

# مکتوب (۵)

حضرت ایشاں مدظلہ کے ان بعض خاص خاص احوال و ذوق کے بیان میں جو بعض درد و الم کے ذریعے ظاہر ہوئے۔ سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) پوشیدہ نہ رہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس عنایت نے حق تعالیٰ کے جلال وغضب کی صورت میں تجلی نہ فرمائی اور قید خانہ کے قفس میں قید نہ ہوا۔ تب تک ایمان شہودی کے تنگ کوچہ سے کلی طور پر نہ نکلا اور ظلال وخیال ومثال کے کوچوں سے پورے طور پر نہ نکلا۔ ایمان بالغیب کے شاہراہ میں مطلق العنان ہو کر نہ دوڑا اور حضور سے غیب کے ساتھ اور عین سے علم کے ساتھ اور شہود سے استدلال کے ساتھ کامل طور پر نہ ملا اور ذوق کامل اور وجدان بالغ کے ساتھ دوسروں کے ہنر کو عیب اور ان کے عیب کو ہنر نہ معلوم کیا۔ بے ننگی و بے ناموسی کے خوشگوار شربت اور رسوائی اور خواری کے مزہ دار مربے نہ چکھے اور خلق کے طعن وملامت کے جمال سے حظ نہ پایا اور لوگوں کے بلاو جفاء کے حسن سے محظوظ نہ ہوا اور کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ کی طرح ہو کر کلی طور پر اپنے ارادہ واختیار کو ترک نہ کیا اور آفاقی وانفسی تعلقات کے رشتہ کو کامل طور پر نہ توڑا اور تضرع والتجا انابت واستغفار اور ذلت وانکسار کی حقیقت حاصل نہ ہوئی اور حق تعالیٰ کے استغنا کی رفیع الشان بارگاہ کو جس کے گرد عظمت وکبریا کے پردے تنے ہوئے ہیں۔ مشاہدہ نہ کیا اور اپنے آپ کو بندہ خوار درماز و ذلیل و بے اعتبار بے ہنر و بے طاقت اور کامل محتاج اور فقیر معلوم نہ کیا۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (میں اپنے نفس کو پاک نہیں کرتا۔ نفس برائی کی طرف امر کرنے والا ہے۔ مگر جس پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کی۔ بیشک میرا رب بخشنے والا اور مہربان ہے) اگر محض فضل سے حق تعالیٰ کے فیوض وارادات اور اس کے لامتناہی عطیات وانعامات پے درپے اس محنت کدہ میں اس شکستہ دل کے شامل حال نہ ہوتے تو نزدیک تھا کہ معاملہ ناامیدی تک پہنچ جاتا اور امید کا رشتہ ٹوٹ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اس فقیر کو عین بلا میں عافیت دی اور نفس جفا میں کرم فرمایا اور سختی کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حالت میں احسان کیا اور رنج وخوشی میں شکر کی توفیق دی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تابعداروں اور اولیائے کرام علیہم الرحمتہ والرضوان کے قدم بقدم چلنے والوں اور علماء وصلحا کے محبوں میں سے بنایا۔ صَلَوَاتُ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَسْلِيمَاتُهُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ اَوَّلًا وَ عَلٰى مُصَدِّقِيهِمْ ثَانِيًا (اول انبیاء پر اور پھر ان کی تصدیق کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو)۔

## مکتوب (۶)

اس بیان میں کہ محبوب کا رنج اس کے انعام سے اور اس کا جلال اس کے جمال سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ معارف آگاہی شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ کا صحیفہ شریفہ جو شیخ فتح اللہ کے ہمدست ارسال کیا ہے تھا پہنچا۔ آپ نے خلق کی جفا وملامت کے بارہ میں جو لکھا تھا۔ یہ خود اس گروہ کا جمال اور ان کے زنگار کا صیقل ہے۔ پھر قبض وکدورت کا باعث کیوں ہو۔ ابتداء حال میں جب فقیر اس قلعے میں پہنچا تو محسوس ہوتا تھا کہ خلق کی ملامت کے انوار شہروں اور گاؤں سے نورانی بادلوں کی طرح پے در پے برس رہے ہیں اور کام کو پستی سے بلندی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ سالوں تک جمالی تربیت کے ساتھ مراحل قطع کرتے رہے۔ اب جو جلالی تربیت کے ساتھ قطع مسافت کرنے لگے ہیں تو صبر بلکہ رضا کے مقام میں رہیں اور جمال وجلال کو برابر جانیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ فتنہ کے ظاہر ہونے کے وقت نہ ذوق رہا ہے نہ حال چاہئے تھا کہ ذوق وحال دگنا ہوتا۔ کیونکہ محبوب کی جفا اس کی وفا سے زیادہ لذت دیتی ہے۔ آپ کو کیا ہو رہا ہے کہ عام لوگوں کی طرح باتیں کر رہے ہیں اور محبت ذاتیہ سے دور نکل گئے ہیں۔ برخلاف گزشتہ کے آپ جلال کو جمال سے زیادہ خیال کریں اور درد والم کو انعام سے زیادہ تصور کریں۔ کیونکہ جمال اور انعام میں محبوب کی مراد کے برخلاف ہے۔ وقت وحال سے مراد اس جگہ سابقہ وقت وحال کے ماسواء ہے۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) آپ نے حرمین شریفین کی زیادت کے بارہ میں لکھا تھا۔ کیا مانع ہے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ (کافی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ اور وہی اچھا وکیل ہے)۔

## مکتوب (۷)

خلق کی ایذا برداشت کرنے کے بیان میں سیادت پناہ میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ سیادت پناہ برادرم میر محب اللہ کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صحیفہ شریفہ پہنچا۔ بڑی ہی خوشی ہوئی۔ خلق کی ایذا کی برداشت کرنے اور نزدیکی رشتہ داروں کی جفا پر صبر کرنے سے چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو امر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ (صبر کر جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے اور ان کے واسطے جلدی نہ کر) اس مقام کی سکونت میں نمک یہی ایذا و جفا ہے، لیکن آپ اس نمک سے بھاگتے ہیں۔ ہاں شکر کا پلا ہوا نمک کی تاب نہیں لا سکتا۔ آپ یاد رکھیں

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است ۔۔۔ نازکی کے راست آید نازمی باید کشید

ترجمہ: جو ہوا عاشق نزاکت اس کو پھر پھبتی نہیں
گرچہ عاشق حسن میں ہو خود جہاں کا نازنیں

آپ نے لکھا تھا کہ اگر اجازت ہو جائے تو الہ آباد میں منزل اختیار کروں۔ بیشک آپ وہاں منزل مقرر کر لیں تاکہ وہاں کی وفا کی افراط سے چھوٹ کر کوئی دم آرام سے بسر کریں، لیکن یہ رخصت کا طریق ہے اور عزیمت کا طریق یہی ہے کہ آپ ایذا پر صبر و تحمل فرمائیں۔ اس موسم میں فقیر پر ضعف غالب ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے اس لیے چند کلموں پر کفایت کی گئی۔ والسلام

## مکتوب (۸)

غیب کی اصلی ہونے اور شہود کے ظلی ہونے کے بیان میں حقائق آگاہ مولانا محمد صدیق کی طرف تحریر فرمایا ہے۔ اے محبت کے نشان والے۔ غیب شہود کے مقابل ہے۔ جو ظلیت کی آمیزش رکھتا ہے اور غیب اس آمیزش سے پاک ہے۔ اس لیے شہود سے اکمل ہوگا، لیکن جب حضرت سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں رویت سے مشرف ہوئے ہیں۔ جو ظلال کے پردوں سے وراء الوراء ہے اور ظلیت کی آمیزش سے پاک وصاف ہے تو پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں غیب رویت سے اکمل کیوں ہو۔ کیونکہ ظلیت کے رفع ہونے کے لیے غیب کی کیا ضرورت ہے۔ یہ دولت (یعنی شہود) وہ ہے جو حضرت سید الکونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو تبعیت اور وراثت کے طور پر اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔ جس طرح رویت نہیں شہود و مشاہدہ بھی نہیں اور اس مقام کی تعبیر غیب کے ساتھ کرنی بہتر ہے۔ اس مقام کی تفصیل کی نہیں جا سکتی۔ ہر ایک اپنی اپنی سمجھ و دریافت کے مطابق دریافت کر لے گا، لیکن وہ اس سے بھی وراء الوراء ہے اور سوائے اقل قلیل کے کسی کو اس مقام سے حصہ حاصل نہیں۔ والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۹)

آیت کریمہ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ کے بیان میں سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ (جو کچھ رسول تمہارے پاس لے آئے اس کو پکڑ لو اور جس سے تم کو منع کرے اس سے ہٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اوامر کے بجالانے اور منہیات سے ہٹ جانے کے بعد تقویٰ کا ذکر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ منہیات سے ہٹ رہنا زیادہ ضروری ہے، کیونکہ یہی تقویٰ کی حقیقت ہے۔ جو دین کا اصل مقصود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مِلَاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرْعُ (تمہارے دین کا اصل مقصود ورع ہے) رسول اللہ ﷺ نے دوسری جگہ فرمایا ہے لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَۃِ شَیْئًا (رعۃ یعنی ورع کے برابر کوئی شے نہیں) اور اس کے زیادہ ضروری اور مہتم بالشان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ منہیات سے ہٹ جانا وجود میں اعلیٰ اور نفع میں زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ اوامر کے بجالانے کے ضمن میں بھی پایا جاتا ہے اس لیے کہ کسی امر کا بجالانا گویا اس کی ضرر سے ہٹ جانا ہے اور یہ ظاہر ہے، لیکن انتہا یعنی منہیات سے ہٹ جانے کا عموم کی جہت کے سوا کثیر النفع ہونا اس لیے ہے کہ اس میں محض نفس کی مخالفت ہے اور اس میں نفس کی کوئی لذت نہیں۔ برخلاف امتثال اوامر کی صورت کے کہ اس میں اکثر نفس کی ذلت بھی ہوتی ہے اور جس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہو۔ کچھ شک نہیں کہ اس کا نفع بھی زیادہ ہوگا اور نجات کے لیے سب سے زیادہ اقرب راستہ ہوگا۔ کیونکہ تکلیفات شرعیہ کا اصلی مقصود نفس کا مغلوب کرنا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت وعداوت میں قائم رہتا ہے۔ حدیث قدسی میں وارد ہے عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّھَا اِنْتَصَبَتْ بِعُدَاوَتِیْ (اپنے نفس کو دشمن جان کیونکہ وہ میری عداوت پر قائم ہے) پس مشائخ کے طریقوں میں سے جس طریقہ میں احکام شرعیہ کی زیادہ رعایت ہوگی وہ تمام وصول الی اللہ طریقوں میں سے زیادہ اقرب ہوگا۔ کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے اور وہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ ہے۔ اسی واسطے ہمارے سردار اور قبلہ شیخ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک ایسا طریقہ وضع کیا ہے جو نفس کے زیادہ مخالف ہونے کے باعث تمام وصول الی اللہ طریقوں سے اقرب ہے۔ اس طریقہ میں شریعت کی زیادہ رعایت دانا منصف اور دوسرے مشائخ کی طریقوں میں غور کرنے والے آدمی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ فقیر نے اس مضمون کو اپنے مکتوبات ورسائل میں مفصل اور واضح طور پر بیان کیا ہے۔ جس کا دل چاہے وہاں سے دیکھ لے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَ ھُوَ سُبْحَانَہٗ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔ وہی مجھے کافی ہے اور وہی اچھا کارساز اور وکیل ہے) وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَ بَارَکَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

## مکتوب (۱۰)

آیت کریمہ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ" کی تفسیر میں سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ" (جس وقت میرے بندے میری نسبت تجھ سے سوال کریں تو میں قریب ہوں) حق تعالیٰ کا قرب اگرچہ بیچوں وبیچگوں ہے۔ لیکن وہم کی وہاں تک گنجائش ہے۔ وہ حق تعالیٰ کی اقربیت ہی ہے جو وہم کے احاطہ سے خارج اور خیال کے دائرہ سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرب دان بہت ہیں اور اقربیت دان کم۔ قرب کی نہایت اتحاد کے حاصل ہونے تک ہے۔ اگرچہ اتحاد بھی وہاں صرف وہم ہی وہم میں ہے، لیکن اقربیت اتحاد سے آگے ہے۔ قرب کی جانب میں اگرچہ عقل اپنے آپ سے زیادہ نزدیک کو بعید تصور کرتی ہے، لیکن یہ عقل کی کوتاہ نظری ہے جس نے دور بینی کی عادت کر لی ہے اور اپنے آپ سے زیادہ نزدیک کو پا نہیں سکتی۔ والسلام۔

## مکتوب (۱۱)

انسان کی جامعیت کے بیان میں جو عالم امر اور عالم خلق کے دس اجزا سے مرکب ہے اور عرش مجید پر قلب انسان کی ترجیح کے بیان میں سیادت پناہ میر شمس الدین خلخالی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آدمی ایک ایسا نسخہ جامع ہے جو اجزاء عشرہ یعنی اربعہ عناصر اور نفس ناطقہ اور قلب وروح وسروخفی واخفیٰ سے مرکب ہے اور دوسرے قویٰ وجوارح واعضاء جو انسان میں ہیں انہی اجزاء میں شامل ہیں۔ یہ اجزا ایک دوسرے کے متضاد اور مخالف ہیں اربعہ عناصر کا ایک دوسرے کی ضد ہونا تو ظاہر ہے۔ اسی طرح عالم خلق اور عالم امر کی ضدیت بھی معلوم ہے اور عالم امر کے پنجگانہ لطائف میں سے ہر ایک الگ الگ امر کے ساتھ مخصوص ہے اور علیحدہ علیحدہ کمال کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طرف منسوب ہے اور نفس ناطقہ خود اپنی خواہش و ہوا کا طالب ہے غرض ان میں کوئی بھی دوسرے کے ساتھ نہیں ملتا۔ حق تعالیٰ کی عنایت نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ہر ایک کی سرعت یعنی تیزی اور غلبہ کو توڑ کر جمع فرمایا ہے اور ایک کو خاص مزاج اور ہیئت وحدانی عطا فرمائی ہے۔ مزاج خاص اور ہیئت وحدانی عطا فرما کر اپنی حکمت بالغہ سے اس کو ایسی صورت بخشی ہے جو اجزا متضاد و متفرقہ کی حفاظت کر سکے۔ اس مجموعہ کو انسان کے ساتھ مسمّٰی کر کے جامعیت اور ہیئت وحدانی کے حاصل ہونے کے اعتبار سے خلافت کے شرف استعداد سے مشرف فرمایا ہے۔ یہ خلافت کی دولت انسان کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ عالم کبیر اگرچہ بڑا ہے، لیکن جامعیت سے خالی اور ہیئت وحدانی سے بے نصیب ہے یہ ماجرا تمام افراد انسانی میں ثابت ہے اور تمام خاص و عام انسان اس میں شریک ہیں۔

جاننا چاہیے کہ عالم کبیر کے اجزا میں سے زیادہ اشرف جزو عرش مجید ہے اور تجلی جو اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے تمام اجزا کی تجلیات سے برتر ہے کیونکہ وہ تجلی جامع ہے اور وہ ظہور وجوبی اسماء وصفات کا جمع کرنے والا ہے۔ نیز وہ تجلی دائمی ہے۔ پوشیدگی کی گنجائش نہیں رکھتی اور انسان کامل کا قلب جو عرش کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور اس کو عرش اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس تجلی عرشی سے نصیب وافر اور حظ کامل رکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ تجلی عرشی کلی ہے اور تجلی قلبی جزئی لیکن قلب میں ایک اور زیادتی ہے جو عرش میں نہیں اور وہ متجلی یعنی جلوہ گر ہونے والے کا شعور ہے اور نیز قلب ایک ایسا مظہر ہے جو اپنے ظاہر کے ساتھ گرفتاری رکھتا ہے۔ برخلاف عرش کے جو اس گرفتاری سے خالی ہے۔ اسی شعور اور گرفتاری کے باعث قلب کی ترقی ممکن بلکہ واقع ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے) کے موافق قلب اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وہ گرفتاری رکھتا ہے اور جس کی محبت پر فریفتہ ہے۔ اگر اسماء وصفات کا محب ہے تو اسماء وصفات کے ساتھ ہے اور اگر ذات تعالیٰ وتقدس کا محبّ ہے تو وہاں کی معیت اس کو حاصل ہے اور اسماء وصفات کی گرفتاری سے آزاد ہے۔ برخلاف عرش مجید کے کہ اسماء وصفات سے خالی تجلی اس کے حق میں غیر واقع ہے۔ والسلام

## مکتوب (۱۲)

تضرع و نیاز اور ذکر اور قرآن کی تلاوت اور نماز میں طول قنوت یعنی قیام کے فائدہ میں سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) برادرم سیادت پناہ کا صحیفہ شریفہ پہنچا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ آپ نے لکھا تھا کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور تضرع اور زاری اور دوام التجا بہتر ہے۔ یا ذکر کرنا یا یہ سب کچھ ذکر کے ساتھ ملا ہوا بہتر ہے۔ میرے عزیز ذکر کرنا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ جو کچھ جمع ہو جائے دولت ونعم ہے۔ وصول کا مدار ذکر پر موقوف ہے دوسری چیزیں ذکر کر کے ثمرات ونتائج ہیں۔ نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر نفی اثبات اور تلاوت قرآن اور طول قنوت کے ساتھ نماز ادا کرنا ان تینوں میں سے کونسا بہتر ہے۔ سو نفی اثبات کا ذکر وضو کی طرح ہے جو نماز کی شرط ہے۔ جب تک طہارت درست نہ ہو، نماز کا شروع کرنا منع ہے۔ اسی طرح جب تک نفی کا معاملہ انجام تک نہ پہنچ جائے۔ تب تک فرائض و واجبات اور سنتوں کے سوا عبادات نافلہ جس قدر کریں سب وبال میں داخل ہے۔ پہلے مرض کو دور کرنا چاہئے جو نفی اثبات کے ذکر پر وابستہ ہے بعدازاں دوسری عبادات وحسنات میں جو بدن کے لیے اچھی غذا کی طرح ہیں مشغول ہونا چاہئے۔ مرض کے دور ہونے سے پہلے جو غذا کھائیں فاسد ومفسد ہے۔ ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود

ترجمہ: جو کچھ مریض کھائے اس کی مرض بڑھائے

اس حالت کے انجام کا تعین کرنا لازم نہیں کیونکہ وہ حالت خود اپنے تمام وکمال ہونے کی خبر دیتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ تیسری جلد کسی کے نام پر مستجل کریں اس سے پہلے یعنی فقیر نے لکھا تھا کہ آپ کے نام پر مستجل کیا جائے۔ اب بھی آپ کے خط کے جواب میں وہی بات ہے۔ آپ سے بہتر کون ہے۔ ہمیشہ دل کی توجہ اور نگرانی آپ ہی کی طرف رہتی ہے۔ آگرہ میں آپ کے بیٹھنے کے لیے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اگرچہ قرب وجوار میں ہے، لیکن جب ملاقات سے خالی ہے تو بے اعتبار ہے۔ فقیر کی تقریب پر وہاں نہ رہیں۔ فقیر کو خدائے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے وطن کی طرف چلے جائیں اور وہاں کے مشتاقوں کو خوش کریں اور اگر آپ نے وہاں رہنے کے لیے کوئی وجہ دل میں تصور کی ہو تو وہ امر دیگر ہے والدہ محمد امین کو خدا توفیق دے اور عصمت وآبرو کے ساتھ رکھے۔ اس کے دور دراز واقعات جو آپ نے لکھے تھے۔ سب کا مطالعہ کیا۔ اگرچہ سب میں کچھ کچھ وحشت وکدورت کا سامنا نظر آتا ہے۔ مگر امید ہے کہ ہر ایک کا انجام بخیر ہوگا۔ آپ اس کو فرمائیں کہ اس قسم کے واقعات سے آگاہ رہے اور توبہ واستغفار کے ساتھ ان کا تدارک کرے۔ دنیاوی مال ومتاع اور فانی زیب وزینت لاشے محض ہے عقلمند اس پر مفتون اور مبتلا نہیں ہوتا۔ آخرت کے احوال کو مدنظر رکھ کر ذکر میں مشغول رہنا چاہئے۔ یہ کچھ ضروری نہیں کہ ذکر میں لذت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تمام پیدا ہو اور چیزیں دکھائی دیں۔ یہ سب کچھ لہو ولعب اور کھیل کود میں داخل ہے۔ ذکر میں جس قدر مشقت ہو۔ بہتر ہے۔ نماز پنج وقتی کو ادا کر کے اوقات کو ذکر الٰہی کے ساتھ آباد رکھے اور ذکر کی التذاذ سے بیکار نہ رہے۔ آپ کی صحبت کو غنیمت جان کر آپ کی رضا جوئی میں رہے۔ آپ کو بھی لازم ہے کہ آپ اس کے پاس اکثر جایا کریں اور بڑی نرمی اور محبت سے اس کو اپنی طرف کھینچیں اور نیکیوں کی طرف رہنمائی کریں۔ والسلام

# مکتوب (۱۳)

صاحب شریعت غرا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پیر طریقت کی متابعت کی تحریض وترغیب میں سیادت پناہ میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سیادت مآب برادرم میر محب اللہ کا مکتوب شریف پہنچا۔ یاس وناامیدی کے مقدمات وحالات جواز روئے اضطرار واضطراب کے درج تھے۔ سب واضح ہوئے۔ ناامیدی کفر ہے۔ امید وار رہنا چاہئے۔ اگر ان دو امور میں رسوخ ہو تو کچھ غم نہیں۔ ایک صاحب شریعت غرا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت دوسرے شیخ طریقت کا اعتقاد ومحبت۔ آپ اس امر سے واقف رہیں اور تضرع والتجا کرتے رہیں کہ ان دونوں دولتوں میں فتور نہ آئے۔ ان کے سوا اور جو کچھ ہو۔ آسان وسہل ہے اور اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اس سے پہلے بھی آپ کو لکھا تھا کہ جب آپ مانکپور کی سکونت سے بیزار ہیں تو الہ آباد میں وطن اختیار کر لیں۔ امید ہے کہ مبارک ہوگا مگر آپ نے اس کے برعکس سمجھ لیا۔ کیا لفظ مبارک نے بھی آپ کو دلالت نہ کی۔ اب بھی وہی بات ہے۔ آج رات کو نظر آیا۔ کہ آپ کے اسباب کو مانکپور سے الہ آباد کی طرف لے گئے ہیں۔ آپ وہیں اپنا ویرانہ اختیار کر لیں اور اپنے اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ سے آباد رکھیں اور کسی سے کچھ تعلق نہ رکھیں۔ نفی اثبات کے ذکر کو لازم پکڑیں اور اس کلمہ کے تکرار سے تمام مرادوں کو سینہ کے میدان سے نکال دیں۔ تاکہ اس کے سوا کچھ مقصود ومطلوب ومحبوب نہ ہو۔ اگر دل ذکر کرنے سے تھک جائے تو زبان کے ساتھ پوشیدہ طور پر شروع کریں، کیونکہ ذکر جہر اس طریق میں ممنوع ہے۔ باقی طریق کی وضع وروش آپ کو معلوم ہی ہے۔ جہاں تک ہو سکے تقلید کا راستہ نہ چھوڑیں۔ کیونکہ شیخ طریقت کی تقلید سے بہت فائدے اور بڑے ثمر حاصل ہوتے ہیں اور شیخ کے طریق کے خلاف میں سراسر خطرات ہیں۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۱۴)

ایک سوال کے جواب میں جو واجب تعالیٰ کے وجود کی نسبت کیا گیا تھا۔ میر شمس الدین علی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ کا صحیفہ شریفہ جو آپ نے ازروئے کرم و شفقت کے ارسال کیا تھا۔ پہنچا اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ اور متلذذ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جب حق تعالیٰ کی ذات اپنی ماہیت میں موجود ہے۔ نہ کہ وجود میں خواہ عین ہو یا زائد پس واجب الوجود (جو وجوب اور وجود کے اعتبار کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے) اور ممتنع الوجود کے درمیان تقابل کس طرح متحقق ہوگا اور واجب الوجود کا اطلاق وجوب وجود سے معرا ذات پر کس طرح ہو سکے گا اور عبادت کا استحقاق جو وجوب وجود پر وابستہ ہے کس طرح ثابت ہوگا اور واجب الوجود کا اطلاق عدیم الوجوب والوجود ذات پر کس اعتبار سے ہوگا۔

میرے مخدوم! ان سوالوں کا جواب دفتر ثانی کے مکتوبات میں سے کسی مکتوب میں جو غالباً فقیر زادوں میں سے کسی فقیر زادہ کے نام لکھا ہے۔ مفصل طور پر درج ہو چکا ہے۔ اگر آپ اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو بہت محظوظ ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ واجب جل شانہ کی ماہیت اپنی خودی سے موجود ہے۔ نہ کہ وجود کے ساتھ اور وجود کا اثبات اور وجوب کا اطلاق اس بارگاہ میں عقل کی منتزعات (اپنے پاس سے بنائی چیز) کی قسم سے ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمِثْلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) اور جس طرح وجوب وجود منتزعات کی قسم سے ہے۔ امتناع عدم بھی اس بارگاہ میں منتزعات میں سے ہے، لیکن جہاں ذات بحت ہے وہاں جس طرح وجوب وجود کی نسبت نہیں۔ امتناع عدم کی نسبت بھی نہیں جو اس کے مقابل ہے۔ جب وجوب وجود کی نسبت پیدا ہوئی تو امتناع عدم کی نسبت بھی جو اس کے مقابل ہے۔ ظاہر ہو گئی اور عبادت کے استحقاق کی نسبت بھی جو وجوب وجود پر متفرع و مشتمل ہے۔ ظہور میں آ گئی۔ کَانَ اللّٰهُ وَ لَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْئًا وَ اِنْ کَانَ مِنَ النِّسْبَةِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ فَاِذَا ظَهَرَتِ النِّسْبَةِ ظَهَرَ التَّقَابُلُ (اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی اور نہ ہی کوئی نسبت و اعتبار تھا، پس جب نسبتیں ظاہر ہو گئیں تو تقابل بھی ظاہر ہو گیا) وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَ آخِرًا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۱۵)

اس بیان میں کہ محبوب کے رنج والم کی لذت محبّ کی نظر میں محبوب کے انعام سے زیادہ زیبا ہوتی ہے۔ سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) سیادت پناہ برادرم میر محمد نعمان کو معلوم ہوگا کہ یاران خیر اندیش نے ہر چند خلاصی کے بارہ میں کوشش کی۔ مگر کارگر اور فائدہ مند نہ ہوئی۔ اَلْخَیْرُ فِیْ مَاصَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ (بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے) اس امر سے بشریت کے باعث کچھ غم و حزن لاحق ہوا اور سینہ میں تنگی ظاہر ہوئی۔ لیکن کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ سب حزن اور سینہ کی تنگی خوشی اور شرح صدر (سینہ کی فراخی) سے بدل گئی اور خاص یقین سے معلوم ہوا کہ اگر ان لوگوں کی مراد جو آزار کے درپے ہیں حق تعالیٰ کی مراد سے موافق ہے تو پھر سینہ کی تنگی اور کدورت بیفائدہ اور دعویٰ محبت کے برخلاف ہے، کیونکہ محبوب کا ایلام اس کے انعام کی طرح محبّ کے نزدیک محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ محبّ جس طرح محبوب کے انعام سے لذت پاتا ہے اسی طرح اس کے ایلام سے بھی متلذذ ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے ایلام میں زیادہ تر لذت پاتا ہے۔ کیونکہ یہ محبت کی اپنی مراد اور حظ نفس سے پاک ہے۔ جب حق تعالیٰ جو جمیل مطلق ہے اس شخص کا آزار چاہتا ہے تو حق تعالیٰ کا یہ ارادہ بھی حق تعالیٰ کی عنایت سے اس شخص کی نظر میں جمیل بلکہ لذت کا سبب ہے اور جب ان لوگوں کی مراد حق تعالیٰ کی مراد کے موافق ہے اور یہ مراد اس مراد کا دریچہ ہے تو ان لوگوں کی مراد بھی نظر میں پسندیدہ اور کذب کا موجب ہے کیونکہ اس شخص کا فعل بھی جو محبوب کے فعل کا مظہر ہے۔ محبوب کے فعل کی طرح محبوب دکھائی دیتا ہے اور وہ شخص فاعل بھی اس نظر کے علاقہ سے محبت کی نظر میں محبوب ظاہر ہوتا ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ جوں جوں اس شخص سے جفا زیادہ متصور ہوتی ہے توں توں محبّ کی نظر میں زیادہ زیبا دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ محبوب کے غضب کی صورت زیادہ تر نمائش رکھتی ہے۔ اس راہ کے دیوانوں کا کام الٹا اور برعکس ہے۔ پس اس شخص کی برائی چاہنا اور اس کے ساتھ بگڑنا محبوب کی محبت کے برخلاف ہے کیونکہ وہ شخص درمیان میں صرف محبوب کے فعل کا آئینہ ہے اور کچھ نہیں۔ وہ لوگ جو آزار کے درپے ہیں باقی خلائق کی نسبت فقیر کی نظر میں محبوب دکھائی دیتے ہیں۔ آپ یاروں کو کہہ دیں کہ سینہ کی تنگیوں کو دور کریں اور ان لوگوں کے ساتھ جو آزار کے درپے ہیں۔ دشمنی اور بگاڑ نہ کریں بلکہ انہیں چاہئے کہ ان کے فعل سے لذت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حاصل کریں۔ ہاں چونکہ ہم کو دعا کا امر ہے اور حق تعالیٰ دعا والتجا تضرع وزاری کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے بلیہ ومصیبت کے دفع ہونے کے لیے دعا اور عفو وعافیت کا سوال کریں اور یہ جو غضب کی صورت کی گئی ہے وہ اس لیے ہے کہ غضب کی حقیقت دشمنوں کے نصیب ہے۔ دوستوں کے ساتھ صورت میں غضب ہے اور حقیقت میں عین رحمت۔ غضب کی اس صورت میں محبّ کے اس قدر فائدے اور منافع رکھے ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔ نیز غضب کی صورت میں جو دوستوں کو عطا فرماتے ہیں منکر لوگوں کی خرابی ہے اور ان کی ابتلاء وآزمائش کا باعث ہے۔ شیخ محی الدین عربی قدس اللہ سرہ کی عبارات کے معنی آپ کو معلوم ہوں گے۔ کہ اس نے کہا ہے کہ عارف کے لیے ہمت نہیں۔ یعنی وہ ہمت جو بلیہ کے دفع کرنے کے لیے ہو۔ عارف سے مسلوب ہے۔ کیونکہ عارف جب بلیہ کو محبوب کی طرف سے جانتا ہے اور محبوب کی مراد تصور کرتا ہے تو اس کے دفع کرنے کے لیے کس طرح ہمت کرے اور اس کو کیوں دفع کرے۔ اگرچہ بظاہر اس بلیہ کے دفع کرنے کی دعا زبان پر لاتا ہے، لیکن وہ صرف دعا کا امر بجالانے کے لیے ہے۔ درحقیقت کچھ نہیں چاہتا اور جو کچھ آتا ہے اس سے لذت پاتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

## مکتوب (۱۶)

سالک کے اپنے احوال پر اطلاع نہ پانے کے بھید میں اور اس کو مسترشدوں اور مریدوں کے آئینوں میں مشاہدہ کرنے کے بیان میں مولانا احمد ذہبی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں اپنے آپ میں اس گروہ کے احوال ومواجید اور علوم ومعارف کچھ نہیں پاتا۔ باوجود اس بات کے دو طالبان راہ کو طریقہ بتلایا۔ وہ بہت متاثر ہوئے اور ان سے عجیب وغریب احوال ظاہر ہوئے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ واضح ہو کہ جو احوال ان دونوں شخصوں میں ظاہر ہوئے ہیں آپ کے احوال کے عکس ہیں۔ جو ان کی استعداد کے آئینوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ چونکہ وہ دونوں شخص صاحب علم تھے انہوں نے اپنے احوال کو معلوم کر لیا اور آپ کو بھی اس حال مستور کے حاصل ہونے کے علم کی طرف رہنمائی کی جس طرح کہ آئینہ شخص کے خفیہ کمالات کے حاصل ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اوراس کے پوشیدہ ہنروں کو ظاہر کر دیا ہے۔ مقصود احوال کا حاصل ہونا ہے اور ان احوال کا جاننا ایک علیحدہ دولت ہے۔ بعض کو یہ علم دیتے ہیں اور بعض کو نہیں دیتے، لیکن دونوں صاحب ولایت اور قرب میں برابر ہوتے ہیں۔ مِنَّا مَنْ عَلِمَ وَمِنَّا مَنْ جَهِلَ (ہم میں سے ہے جو جانتا ہے اور ہم میں سے ہے جو نہیں جانتا) اس گروہ کے نزدیک مقرر اور مانی ہوئی بات ہے اپنے احوال کا علم نہ ہونے سے آزردہ نہ ہوں۔ کوشش کریں کہ احوال حاصل ہوں۔ بلکہ احوال سے گزر کر احوال کے پھیرنے والے (حق تعالیٰ) کے ساتھ واصل ہوں۔ احوال کا علم اگر مریدوں کے واسطہ کے بغیر میسر نہ ہوتو اسی پر قناعت کریں کہ ان کے آئینوں میں مطالعہ کریں اور مظہروں کے ذریعے حظ حاصل کریں۔ احوال حاصل ہونے چاہئیں اور ان احوال کا علم اگر بالواسطہ میسر نہ ہوتو امید ہے کہ وسیلہ سے حاصل ہو جائے گا۔ نیز آپ نے لکھا تھا کہ دوام آگاہی سے کیا مراد ہے۔ اکثر اوقات بعض کاروبار میں اس آگاہی سے دل کی غفلت محسوس ہوتی ہے۔ آگاہی اور دوام آگاہی کی تشخیص کرنی چاہیے۔

واضح ہو کہ آگاہی حق تعالیٰ کی جناب پاک میں حضور باطن سے مراد ہے۔ جس طرح کہ علم حضوری جس کو دوام لازم ہے۔ کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کبھی کوئی شخص اپنے نفس سے غافل ہوا ہے یا اپنی نسبت اس کو غفلت ونسیان پیدا ہوا ہے۔ غفلت وذہول علم حصولی میں متصور ہے۔ جس میں مغائرت پائی جاتی ہے۔ علم حضوری میں سب حضور در حضور ہے۔ اگر چہ نادان اور بیوقوف آدمی اس حضور سے دور اور نفور ہے اور اس کے حاصل ہونے سے مغرور ہے۔ آگاہی کے لیے دوام لازم ہے اور جس میں دوام نہیں وہ مطلوب کی نگرانی ہے۔ جو اس آگاہی مذکور کے مشابہ ہے۔ اس کا دوام مشکل ہے۔ کیونکہ علم حصولی کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ جو دوام سے بے نصیب ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی نسبت علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق کرنا تشبیہ اور تنظیر کے طور پر ہے، کیونکہ وہ ذات پاک جو اپنے آپ سے زیادہ نزدیک ہے۔ علم حصولی اور علم حضوری کے احاطہ سے باہر ہے۔ ارباب معقول اگر چہ اس کو تصور نہیں کر سکتے اور اپنے سے زیادہ نزدیک کو نہیں پا سکتے، لیکن علوم لدنی والوں کے نزدیک یہ بات واضح ہے اور حق تعالیٰ کی عنایت سے آسانی کے ساتھ حاصل ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) دوسرے یہ کہ سیادت پناہ برادرم میر محمد نعمان آپ پر بہت حقوق رکھتے ہیں۔ آپ کے بے اجازت آنے سے دل آزردہ ہیں۔ آپ کو چاہیے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کہ بلاتوقف ان کی خدمات میں حاضر ہو جائیں اور ان کی آزار کی تلافی کریں۔ اگر آپ ان سے رخصت لے کر آتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ آپ کو مناسب ہے کہ ان کی مرضی کے موافق عمل کیا کریں اور رخصت سے آیا جایا کریں۔ اس سے کیا زیادہ لکھا جائے۔ والسلام

## مکتوب (۱۷)

دینی عقاید اور شرعی عبادات کی ترغیب میں اہل ارادت میں سے ایک صالحہ عورت کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَ هَدَانَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَ جَعَلَنَا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْاَنَامِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم پر انعام کیا اور ہم کو اسلام کی ہدایت دی اور حضرت سید الانام کی امت میں سے بنایا)

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ منعم علی الاطلاق ہے۔ اگر وجود ہے تو اس کا بخشا ہوا ہے اور اگر بقا ہے تو اسی کی عطا اور اگر صفات کاملہ ہیں تو اسی کی رحمت شاملہ سے حاصل ہیں۔ زندگی اور توانائی اور دیکھنے اور سننے اور کہنے کی طاقت سب اسی کی طرف سے ملی ہیں اور ہر طرح کے انعام و اکرام جو حد وشمار سے باہر ہیں سب اسی کی طرف سے پہنچے ہیں۔ وہی سختی اور تنگی کو دور کرتا ہے اور وہی دعا کو قبول اور بلاء کو دفع کرتا ہے۔ وہ ایسا رزاق ہے کہ اپنی کمال مہربانی سے گناہوں کے باعث بندوں کی روزی کو بند نہیں کرتا۔ وہ ایسا ستار ہے کہ اپنی زیادہ عفو اور درگزر سے برائیوں کے ارتکاب کے باعث بندوں کی پردہ دری نہیں کرتا۔ وہ ایسا حلیم ہے کہ ان کے عذاب و مواخذہ میں جلدی نہیں فرماتا۔ وہ ایسا کریم ہے کہ اپنی عام بخشش کو دوست و دشمن سے ہٹا نہیں رکھتا۔ ان نعمتوں میں سے اعظم اور اجل اور اعز و اکرم نعمت اسلام کی طرف دعوت کرنا اور دارالسلام کی طرف ہدایت کرنا اور حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ جس پر دائمی زندگی اور ہمیشہ کی لذت و نعمت اور لقا و رضائے مولیٰ جل شانہ موقوف ہے۔ غرض حق تعالیٰ کے انعام واکرام و احسان سورج سے زیادہ ظاہر اور چاند سے زیادہ روشن ہیں۔ دوسروں کے انعام اسی کی اقدار و تمکین اور قدرت و بخشش سے ہیں اور ان کا احسان اِسْتِعَارَةٌ مِنَ الْمُسْتَعِیْرِ وَ سَوَالٌ مِنَ الْفَقِیْرِ (ادھار اور عاریتہً کسی چیز کے رکھنے والے سے مانگنا اور فقیر سے سوال کرنا) کی قسم سے ہے۔ اس بات کو دانا اور نادان سب جانتے ہیں اور غبی وذکی (کند فہم اور تیز فہم یعنی جاہل اور عالم سب اس امر کا اقرار کرتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



گر برتن من زبان شود ہر موئے      یک شکر وے از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: اگر ہر بال میں میرے زبان ہو      نہ پھر بھی شکر کچھ مجھ سے عیاں ہو

شک نہیں کہ عقل کی بداہت منعم کے شکر کے واجب ہونے کا حکم کرتی ہے اور اس کی تعظیم وتکریم کو لازم جانتی ہے۔ پس حق تعالیٰ کا شکر جو منعم حقیقی ہے۔ عقل کی بداہت سے واجب ہوا اور اس کی تعظیم وتکریم ضروری ہوئی۔ چونکہ حق تعالیٰ کمال تقدس وتنزہ میں ہے اور بندے نہایت گندگی اور آلودگی میں ہیں۔ کمال بے مناسبتی سے کیا معلوم کر سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی تعظیم وتکریم کس کا امر ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندے بعض امور کا اطلاق اس پاک جناب پر مستحسن اور پسندیدہ جانتے ہیں، لیکن درحقیقت حق تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہوتا ہے اور جس کو تعظیم خیال کرتے ہیں وہ توہین ہوتی ہے اور جس کو تکریم تصور کرتے ہیں وہ تحقیر ہوتی ہے۔ پس جب تک حق تعالیٰ کی تعظیم وتکریم اسی کی جناب پاک سے مستفاد نہ ہو تب تک اس کے شکر کے لائق اور اس کی عبادت کے قابل نہیں ہوتی کیونکہ وہ حمد جو بندوں کی اپنی طرف سے ہے وہ سراسر ہجو ہے اور ان کی مدح نری قدح ہے۔ حق تعالیٰ کی تعظیم وتوقیر وتکریم جو اسی بارگاہ سے ہمیں پہنچی ہے اور اگر زبانی ثنا ہے تو وہ بھی ظاہر ہے۔ اعضا کے اعمال وافعال کو بھی صاحب شریعت نے مفصل طور پر بیان فرما دیا ہے۔ پس حق تعالیٰ کے شکر کا ادا کرنا شریعت کے بجالانے میں منحصر ہے خواہ وہ شکر قلبی ہو۔ بدنی اعتقادی ہو یا عملی۔ حق تعالیٰ کی وہ تعظیم وعبادت جو شریعت کے برخلاف ادا کی جائے وہ اعتماد کے لائق نہیں بلکہ بسا اوقات ایسی عبادت سے ضد حاصل ہوتی ہے اور وہمیہ نیکی درحقیقت برائی ہوتی ہے۔ پس بیان مذکور کے ملاحظہ سے عقل کے نزدیک بھی شریعت کے موافق عمل کرنا واجب ہے اور اس کے اتباع کے بغیر منعم تعالیٰ کے شکر کا ادا کرنا مشکل ہے۔ شریعت کے دو جزو ہیں۔ ایک اعتقادی دوسرا عملی۔ اعتقاد دین کا اصل ہے اور عمل اس کی فروع۔ جو شخص اعتقاد کا منکر ہو وہ اہل نجات میں سے نہیں ہے۔ اس کے حق میں عذاب آخرت سے خلاصی متصور نہیں اور جس شخص میں عمل مفقود ہو اس کے لیے نجات کی امید ہے۔ اس کا معاملہ حق تعالیٰ کی مرضی کے سپرد ہے۔ خواہ معاف کرے، خواہ گناہوں کے موافق عذاب دے، دوزخ میں ہمیشہ رہنا اعتقاد اور ضروریات دین کے منکر پر مخصوص ہے اور عمل کا نہ کرنے والا اگرچہ عذاب میں داخل کیا جائے گا، لیکن دوزخ کا دائمی عذاب اس کے حق میں مفقود ہے۔ اعتقادیات چونکہ دین کے اصول اور اسلام کی ضروریات میں سے ہیں۔ اس لیے ان کو بیان کیا جاتا ہے اور عملیات چونکہ فرع ہیں اور ان کی تفصیل بھی دراز ہے۔ اس لیے ان کی تفصیل کو کتب فقہ کے حوالہ کر کے بعض ضروری عملیات بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بیان کیے جائیں گے تا کہ طالبوں کو ترغیب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## اعتقادیات

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی ذات اقدس میں موجود ہے اور اس کی ہستی اپنی خودی سے ہے۔ حق تعالیٰ جیسا کہ تھا اب بھی ویسا ہی ہے اور ہمیشہ ویسا ہی رہے گا۔ عدم سابق اور عدم لاحق کو اس کی پاک بارگاہ کی طرف راستہ نہیں۔ کیونکہ وجوب وجود اس مقدس درگاہ کا کمینہ خادم ہے اور سلب عدم اس بارگاہ بزرگ کا کمینہ خاکروب ہے اور حق تعالیٰ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وجوب وجود میں نہ الوہیت میں اور نہ عبادت کے استحقاق میں کیونکہ شریک کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جبکہ وہ کافی اور مستقل نہ ہو اور یہ نقص کی علامت ہے۔ جو وجود الوہیت کے منافی ہے اور جب وہ کافی اور مستقل ہے تو شریک بیکار اور عبث ہوگا۔ یہ بھی نقص کی علامت ہے۔ جو وجوب الوہیت کے منافی ہے۔ پس شریک کے ثابت کرنے میں دونوں شریکوں میں سے کسی ایک کا نقص لازم آتا ہے۔ جو شرکت کے منافی ہے۔ پس شرکت کا ثابت کرنا شرکت کی نفی کو مستلزم ہے اور یہ محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کا شریک محال ہے۔

(۲) حیات، علم، قدرت، ارادت، سمع، بصر، کلام، تکوین، حق تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں۔ ان آٹھ صفتوں کو صفات حقیقیہ کہتے ہیں۔ یہ صفات قدیم ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں۔ جیسے کہ علماء اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے نزدیک مقرر ہے۔ اہل سنت و جماعت کے سوا مخالف گروہوں میں سے کوئی گروہ بھی صفات زائدہ کے وجود کا قائل نہیں۔ حتیٰ کہ اس فقہ ناجیہ میں سے صوفیہ متاخرین نے بھی صفات کو ذات کا عین کہا ہے اور مخالفوں کے ساتھ موافق ہو گئے ہیں۔ اگرچہ صفات کی نفی سے کنارہ کرتے ہیں، لیکن ان کے اصول اور ظاہر عبارت سے صفات کی نفی لازم آتی ہے۔ مخالفوں نے صفات کاملہ کی نفی کو کمال سمجھا ہے اور اپنی عقل کے پیچھے لگ کر نصوص قرآنی سے جدا جا پڑے ہیں، لیکن ان کے اصول اور ظاہر عبارات سے صفات کی نفی لازم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے اور دوسری صفات یا اعتباریہ ہیں یا سلبیہ جیسے قِدَمْ اَزَلِیَّتْ وَ وُجُوْبُ وَ اُلُوْهِیَّتْ چنانچہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جسم و جسمانی نہیں۔ عرض و جوہر نہیں۔ مکانی اور زمانی بھی نہیں، حال محل بھی نہیں، محدود و متناہی بھی نہیں، جہت سے بے جہت ہے اور نسبت سے بے نسبت ہے۔ کفایت اور مثلیت یعنی ہمسر اور ہم مثل ہونا اس کی جناب پاک سے مسلوب ہے اور ضدیت ندیت اس بارگاہ بلند سے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مفقود ہے۔ ماں و باپ و عورت و بیٹے سے پاک و مبرا ہے۔ کیونکہ یہ سب حدوث کے نشان ہیں اور اس سے نقص لازم آتا ہے اور تمام قسم کے کمالات حق تعالیٰ کی جناب کے لیے ثابت ہیں اور تمام قسم کے نقائص اس درگاہ سے مسلوب ہیں۔ غرض امکان و حدوث کی صفات جو سراسر نقص و شرارت ہیں سب اس کی جناب پاک سے مسلوب سمجھنے چاہئیں۔

(۳) حق تعالیٰ کلیات و جزئیات کا عالم ہے اور اسرار و خفیہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ حقیر بھی اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے۔ ہاں جب تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا وہی ہے تو ان اشیاء کا عالم بھی ضرور ہوگا، کیونکہ خالق کو خلق کے علم سے چارہ نہیں۔ بعض بد بخت لوگ حق تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہیں جانتے اور اس امر کو اپنی عقل ناقص میں کمال سمجھتے ہیں اور اپنی کمال بے وقوفی سے کہتے ہیں کہ واجب الوجود جل شانہ سے صرف ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے اور وہ بھی اضطرار یعنی مجبوری سے نہ کہ اختیار سے اور اس کو بھی کمال خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی جاہل ہیں جو جہل کو کمال تصور کرتے ہیں اور اضطرار کو اختیار سے بہتر جانتے ہیں اور اضطرار و اختیار میں تمیز نہیں کر سکتے اور اپنی جہالت سے دوسری اشیاء کو حق تعالیٰ کے غیر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور عقل فعال کو اپنے پاس سے بنا کر محدث ثانی کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور زمینوں اور آسمانوں کے خالق کو معطل و بیکار سمجھتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک اس گروہ سے زیادہ کمینہ اور بیوقوف گروہ کوئی جہان میں پیدا نہیں ہوا۔ سبحان اللہ بعض اہل اسلام لوگ ان پلیدوں کو ارباب معقول تصور کرتے ہیں اور ان کو حکمت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کے جھوٹے احکام کو نفس الامر کے مطابق خیال کرتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ؀ (یا اللہ تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما۔ تو بڑا بخشنے والا ہے)

(۴) حق تعالیٰ ازل سے ابد تک ایک ہی کلام سے متکلم ہے۔ اگر امر ہے۔ تو اسی ایک کلام سے ہے اور اگر نہی ہے تو بھی اسی سے ہے۔ ایسے یہ اخبار و استخبار اسی ایک کلام سے پیدا ہیں اور اگر توریت و انجیل ہے تو اسی ایک کلام کی دلیل ہے اور اگر زبور و فرقان ہے تو اسی کلام کا نشان ہے۔ اسی طرح تمام کتابیں اور صحیفے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے ہیں سب اسی کلام کی تفصیل ہیں۔ جب ازل و ابد باوجود اس قدر وسعت اور درازی کے وہاں آن واحد ہے بلکہ وہاں آن کی گنجائش ہی نہیں، کیونکہ آن کا اطلاق اس جگہ عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ تو پھر وہ کلام جو اس آن میں صادر ہوگی وہ ایک کلمہ بلکہ ایک حرف بلکہ ایک نقطہ ہوگی۔ نقطہ کا اطلاق بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عبارت کی تنگی کے باعث کیا گیا ہے۔ ورنہ وہاں نقطہ بھی گنجائش نہیں رکھتا۔حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی وسعت بیچونی اور بیچگونی کی قسم سے ہے اور اس وسعت وتنگی سے جو امکان کی صفات ہیں۔ پاک ومنزہ ہیں۔

(۵) مومن حق تعالیٰ کو بیچونی اور بیچگونی کے طور پر دیکھیں گے، کیونکہ وہ رویت جو بیچون کے متعلق ہے وہ بھی بیچون ہوگی۔ بلکہ دیکھنے والا بھی بیچونی سے حظ وافر پائے گا۔تا کہ بیچون کو دیکھ سکے۔لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاهُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں) آج اس معما کو اپنے اخص خواص اولیاء پر حل ومنکشف کیا ہے۔ یہ مسئلہ پوشیدہ بھی ان بزرگوں کے نزدیک تحقیقی ہے اور دوسروں کے نزدیک تقلیدی۔ اہل سنت وجماعت کے سوا تمام مخالف گروہ کیا مومن کیا کافر اس مسئلہ کے قائل نہیں ہیں اور سب کے سب اہل سنت وجماعت کے سوا حق تعالیٰ کے دیدار کو محال جانتے ہیں۔مخالفوں کا متشبہد یعنی دلیل حاضر پر غائب کا قیاس ہے۔جس کا فساد ظاہر ہے۔ سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے بغیر اس قسم کے پوشیدہ مسئلہ پر ایمان کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ بیت

لائق دولت نبود ہر سرے      بار مسیحا نکشد ہر خرے

ترجمہ بیت: لائق دولت نہیں ہر ایک سر      مرکب عیسیٰ نہیں ہر ایک خر

تعجب آتا ہے کہ جو لوگ دولت رویت کا ایمان نہیں رکھتے۔ وہ اس سعادت کو کس طرح حاصل کریں گے کیونکہ منکر کے نصیب مایوسی اور ناامیدی ہوتی ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بہشت میں رہیں اور پھر نہ دیکھیں کیونکہ شرع سے جو کچھ بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تمام اہل بہشت کو دیدار کی دولت حاصل ہوگی اور یہ کہیں نہیں آیا کہ بعض اہل بہشت دیکھیں گے اور بعض نہ دیکھیں گے۔ ان لوگوں کے حق میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی جواب کافی ہے جو انہوں نے فرعون کے سوال میں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرعون کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ۝ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ کِتَابٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَی۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَ سَلَکَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلاً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً۝ (کہا کہ پہلی قرنوں کا کیا حال ہے۔کہا کہ ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا وہ رب جو نہیں بھولتا جس نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا ہے اور تمہارے واسطے راستے بنائے اور آسمانوں سے پانی اتارا) جاننا چاہئے کہ بہشت اور ماسوائے بہشت سب حق تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں، کیونکہ سب اسی کی مخلوق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہیں اور ان میں سے کسی میں حق تعالیٰ کے لیے حلول و تمکین نہیں، لیکن بعض مخلوق کو حق تعالیٰ کے انوار کے ظہور کی لیاقت ہے اور بعض کو نہیں جس طرح کہ آئینہ صورتوں کے ظہور کی لیاقت رکھتا ہے اور پتھر و مٹی یہ قابلیت نہیں رکھتے۔ پس اس بارگاہ جل شانہ کی طرف سے مساوات کی نسبت کے باوجود فرق اسی طرف سے ہے۔ بیت

ایں قاعدہ یاد دار آنجا کہ خداست نہ جزو کل نہ ظرف نہ مظروف است

ترجمہ بیت: یاد رکھو جس جا وہ خداوند برین ہے ظرف و مظروف و جزو کل نہیں ہے

دنیا میں رویت واقع نہیں۔ کیونکہ یہ مقام اس دولت کے ظہور کی لیاقت نہیں رکھتا۔ جو شخص دنیا میں رویت کے واقع ہونے کا قائل ہے وہ جھوٹا اور مفتری ہے۔ اس نے حق تعالیٰ کے غیر کو حق جانا ہے۔ یہ دولت اگر اس جہان میں میسر ہوتی تو دوسروں کی نسبت حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام زیادہ حقدار تھے اور ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ تو اس کا وقوع دنیا میں نہیں ہوا ہے بلکہ بہشت میں گئے ہیں اور دیکھا ہے جو عالم آخرت میں سے ہے۔ دنیا میں نہیں دیکھا بلکہ دنیا میں دنیا سے نکل کر آخرت کے ساتھ ملحق ہو گئے ہیں اور پھر دیکھا ہے۔

(۶) حق تعالیٰ زمینوں اور آسمانوں اور پہاڑوں اور دریاؤں اور درختوں اور میووں اور کانوں اور نباتات کا پیدا کرنے والا ہے۔ آسمان کو ستاروں کے ساتھ اور زمین کو انسان کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ اگر بسیط ہے تو اسی کی ایجاد سے موجود ہوا ہے اور اگر مرکب ہے تو وہ بھی اسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ غرض اسی نے تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لا کر حادث کیا ہے۔

حق تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے قدم یعنی ہمیشگی نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی چیز قدیم ہو سکتی ہے۔ تمام اہل ملت ماسوی اللہ کے حدوث پر اجماع رکھتے ہیں اور بالاتفاق حق تعالیٰ کے غیر کو قدیم نہیں جانتے اور جو شخص ان کے قدم کا قائل ہے اس کو گمراہ اور کافر جانتے ہیں۔ امام حجۃ الاسلام نے رسالہ منقذ عن الضلال میں اس بات کی تصریح کی ہے اور ان لوگوں کے لیے جو حق تعالیٰ کے غیر کو بھی قدیم جانتے ہیں کفر کا حکم کیا ہے اور وہ لوگ جو آسمانوں اور ستاروں وغیرہ کے قدم کے قائل ہیں ان کی تکذیب قرآن مجید میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا ہے پھر عرش پر متمکن ہوا)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قرآن مجید میں اس قسم کی آیتیں بہت ہیں۔ وہ بہت ہی بیوقوف اور نادان ہے جو اپنی ناقص عقل سے قرآنی نصوص کے برخلاف کرے۔ فَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ (جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی نور نہیں بنایا۔ اس کے لیے کوئی نور نہیں)

(۷) جس طرح بندے حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں اسی طرح بندوں کے افعال بھی اس کی مخلوق ہیں کیونکہ اس کے غیر کے لیے خلق و پیدا کرنا لائق نہیں اور ممکن سے ممکن کا وجود ہونا ناممکن ہے، کیونکہ ممکن ناطاقتی اور بے علمی کے ساتھ متصف ہے جو ایجاد و خلق کے لائق نہیں اور جو کچھ بندہ اپنے اختیاری افعال میں دخل رکھتا ہے وہ اس کا کسب ہے جو بندے کی قدرت و ارادہ سے واقع ہوا ہے۔ فعل کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے۔ پس بندہ کا فعل اختیار بمعہ بندہ کے کسب کے حق تعالیٰ کی پیدائش ہے اور اگر بندہ کے فعل میں اس کے کسب و اختیار کا ہرگز دخل نہ ہو۔ تو مرتعش (رعشہ دار و بلا اختیار) کا حکم پیدا کرے گا۔ جو محسوس و مشاہدہ کے برخلاف ہے۔ ہم بداہتہ یعنی صاف طور پر جانتے ہیں کہ مرتعش (بے اختیار) کا فعل اور ہے اور مختار کا فعل اور بندہ کے فعل میں اس کے کسب کو دخل دینے کے لیے اسی قدر فرق کافی ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے اپنی خلق کو بندہ کے فعل میں بندہ کے قصد کے تابع بنایا ہے۔ بندہ کے قصد کے بعد بندہ میں فعل کا ایجاد فرماتا ہے۔ اسی لیے بندہ مدح و ملامت اور ثواب و عذاب کے لائق ہوتا ہے اور قصد و اختیار جو حق تعالیٰ نے بندہ کو دیا ہے۔ فعل و ترک کی دونوں جہتیں رکھتا ہے اور فعل و ترک کی خوبی و برائی کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر مفصل بیان فرمایا ہے۔ اب اگر بندہ ایک جہت کو اختیار کرے تو وہ ضرور ملامت کے لائق ہوگا یا مدح و تعریف کے قابل اور شک نہیں کہ حق تعالیٰ نے بندہ کو اسی قدر قدرت و اختیار دیا ہے۔ جس سے اوامر و نواہی کو بجا لا سکے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس کو قدرت کاملہ عطا کی جاتی اور پورا پورا اختیار دیا جاتا۔ جو کچھ اور جس قدر چاہیے تھا دے دیا ہوتا ہے۔ اس کا منکر بداہت و صراحت کا مخالف ہے اور اس کا دل بیمار ہے کہ شریعت کے بجالانے میں عاجز اور درماندہ ہے کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ (مشرکوں پر وہ امر جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے بہت بھاری ہے) یہ مسئلہ علم کلام کے پوشیدہ مسائل میں سے ہے۔ اس مسئلہ کا نہایت شرح و بیان یہی ہے۔ جو ان اوراق میں لکھا جاچکا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) جو کچھ اہل حق نے فرمایا ہے اس پر ایمان لانا چاہیے اور بحث و تکرار کو چھوڑ دینا چاہیے۔ **بیت**

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ۔۔۔ کہ جاہا سپر باید انداختن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ بیت: ہر ایک جا مناسب نہیں حملہ کرنا کہ اکثر جگہوں سے مناسب ہے ڈرنا

(۸) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خلق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے اور ان بزرگواروں کے ذریعے بندوں کو اپنی جناب پاک کی طرف بلایا ہے اور دارالسلام کی طرف جو اس کی رضا کا مقام ہے، دعوت فرمائی ہے۔ وہ بہت ہی بدبخت ہے جو کریم کی دعوت کو قبول نہ کرے اور اس کی دولت کے دسترخوان سے فائدہ حاصل نہ کرے۔ ان بزرگواروں نے حق تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ پہنچایا ہے سب سچ اور حق ہے۔ اس کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے۔ عقل اگرچہ حجت ہے، لیکن حجیت میں ناقص حجت کاملہ و بالغہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کی بعثت سے حاصل ہوئی ہے جس نے بندوں کے لیے عذر کا کوئی موقع نہیں چھوڑا۔ پیغمبروں میں سے اوّل حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ان میں سے اخیر و خاتم النبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایمان لانا چاہیے اور سب کو معصوم یعنی گناہ سے پاک اور راست گو جاننا چاہیے۔ ان بزرگواروں میں سے کسی ایک پر ایمان نہ لانا گویا ان تمام پر ایمان نہ لانا ہے، کیونکہ ان کا کلمہ متفق ہے اور ان کے دین کے اصول واحد ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ تو حضرت خاتم الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہما کے کامل خلفاء میں سے ہیں اور بڑے عالم اور محدث بھی ہیں اپنی کتاب فصول ستہ میں معتبر نقل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور ان کے حلال کو حلال اور ان کے حرام کو حرام جانیں گے۔

(۹) فرشتے حق تعالیٰ کے بزرگ بندے ہیں اور حق تعالیٰ کی رسالت و تبلیغ کی دولت سے مشرف ہیں اور جس چیز کا ان کو امر ہے، بجا لاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی سرکشی اور نافرمانی ان کے حق میں مفقود ہے۔ کھانے، پینے، پہننے اور زن و مرد و توالد و تناسل سے پاک ہیں۔ حق تعالیٰ کی کتابیں اور صحیفے انہی کے ذریعے نازل ہوئے ہیں اور انہی کی امانت پر محفوظ و مامون رہے ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا دین کی ضروریات میں سے ہے اور ان کو سچا جاننا اسلام کے واجبات میں سے ہے۔ جمہور اہل حق کے نزدیک خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ ان کا وصول باوجود عوائق اور موانع کے ہے اور فرشتوں کا قرب بغیر مزاحمت اور ممانعت کے ہے۔ تسبیح و تقدیس اگرچہ قدسیوں کا کام ہے، لیکن جہاد کو اس دولت کے ساتھ جمع کرنا کامل انسانوں کا کام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاھِدِیْنَ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَۃً وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی (اللہ تعالیٰ نے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر کئی درجہ فضیلت دی ہے اور ہر ایک کو حسنیٰ یعنی اعلیٰ جزا کا وعدہ دیا ہے)۔

(۱۰) مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبر و قیامت اور حشر و نشر اور دوزخ و بہشت کے احوال کی نسبت جو کچھ خبر دی ہے سب سچ ہے۔ آخرت پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ کے ایمان کی طرح اسلام کی ضروریات میں سے ہے۔ آخرت کا منکر صانع کا منکر ہے اور قطعی کافر ہے۔

قبر کا عذاب اور اس کی تنگی وغیرہ حق ہے۔ اس کا منکر اگرچہ کافر نہیں، لیکن بدعتی ضرور ہے کیونکہ احادیث مشہورہ کا منکر ہے۔ قبر چونکہ دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے اس لیے اس کا عذاب بھی ایک لحاظ سے دنیا کے عذاب کے مشابہ ہے۔ جو انقطاع پذیر یعنی ختم ہونے والا ہے اور ایک اعتبار سے عذاب آخرت کی مانند ہے جو عذاب آخرت کی جنس سے ہے۔ اس عذاب کے زیادہ تر مستحق وہ لوگ ہیں جو بول سے پرہیز نہیں کرتے اور نیز وہ لوگ جو لوگوں کی چغلی اور سخن چینی کرتے ہیں۔

(۱۱) قبر میں منکر و نکیر کا سوال حق ہے۔ قبر میں یہ بڑا بھاری فتنہ اور آزمائش ہے۔ حق تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ آمین

قیامت کا دن حق ہے اور ضرور آنیوالا ہے۔ اس دن آسمان پارہ پارہ ہو جائیں گے، ستارے گر جائیں گے، زمین و پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیست و نابود و معدوم ہو جائیں گے جیسے کہ نصوص قرآنی ظاہر کرتی ہیں اور تمام اسلامی گروہوں کا اجماع اس پر منعقد ہے اس کا منکر کافر ہے۔ اگرچہ مقدمات موہومہ سے اپنے کفر کی تشویل کرے اور نادانوں کو راستہ سے بہکائے۔ اس دن قبروں سے اٹھانا اور بوسیدہ ہڈیوں کا زندہ ہونا حق ہے اور اعمال کا حساب ہونا اور میزان کا رکھا جانا اور اعمال ناموں کا اڑ کر آنا اور نیکوں کو دائیں ہاتھ میں اور بروں کو بائیں ہاتھ میں اعمال ناموں کا ملنا سب حق ہے اور پل صراط جو پشت دوزخ پر رکھی جائے گی اور وہاں سے گزر کر بہشتی بہشت میں جائیں گے اور دوزخی اس سے پھسل کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حق ہے۔ یہ سب امور ہونے والے ہیں۔ مخبر صادق نے ان کے واقع ہونے کی نسبت خبر دی ہے ان کو بے توقف قبول کر لینا چاہئے اور وہمی باتوں سے شک و تردید نہ کرنی چاہئے اور مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ (جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو) نص قطعی ہے۔ قیامت کے دن نیکوں کی شفاعت بروں کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق ہے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ شِفَاعَتِیْ لِاَھْلِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اَلْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ یعنی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ دوزخ کا عذاب اور جنت کا عیش و آرام حق ہے۔ حساب کے بعد کافر ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں رہیں گے اور مومن ہمیشہ کے لیے جنت کے عیش و آرام میں رہیں گے۔

مومن فاسق اگرچہ اپنے گناہوں کی شامت سے کچھ مدت کے لیے دوزخ میں جائے گا۔ اور گناہوں کے موافق عذاب پائے گا، لیکن دوزخ میں ہمیشہ رہنا اس کے حق میں مفقود ہے۔ جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا۔ اس کے کام کا انجام رحمت پر اور اس کا مقام جنت میں ہوگا۔

ایمان و کفر کا مدار خاتمہ پر ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمام عمر ان دونوں صفتوں میں سے ایک کے ساتھ متصف رہتا ہے اور آخر کار اس کی ضد سے بدل جاتا ہے۔ اِنَّمَا الْعِبْرَۃُ لِلْخَوَاتِیْمِ (اعتبار خاتمہ پر ہے) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (یا اللہ تو ہدایت دے کر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما۔ تو بڑا بخشنے والا ہے)۔

(۱۲) ایمان سے مراد ہے تصدیق قلبی ان امور کے متعلق جو دین کی ضرورت اور تواتر کے طور پر ثابت ہو چکے ہیں اور زبانی اقرار بھی ان امور کے ساتھ ضروری ہے جیسے کہ صانع کے وجود اور اس کی توحید پر ایمان لانا اور ایمان لانا کہ آسمانی کتابیں اور صحیفے حق ہیں اور انبیاء کرام اور ملائکہ عظام پر ایمان لانا اور آخرت پر ایمان لانا جس میں اجسا کا حشر ہوگا۔ دوزخ و بہشت کا دائمی عذاب و آرام ہوگا۔ آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے گر جائیں گے، زمین و پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ایسے ہی ایمان لانا کہ پنج وقتی نماز اور ان میں رکعتوں کی تعداد اور مال کی زکوٰۃ اور رمضان کے روزے اور راستہ کی توفیق حاصل ہونے پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اور ایمان لانا کہ شراب کا پینا ناحق قتل کرنا، ماں باپ کی نافرمانی، چوری، زنا، یتیم کا مال کھانا، سود کا مال کھانا وغیرہ حرام ہیں۔ جو دین کی ضروریات میں سے ہیں اور تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔

(۱۳) مومن گناہ کبیرہ کے کرنے سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور کافر نہیں ہوتا۔ کبیرہ کو حلال جاننا کفر ہے اور اس کا کرنا فسق ہے۔

اپنے آپ کو مومن برحق جاننا چاہیے یعنی اپنے ایمان کے ثبوت و تحقیق کا اقرار کرنا چاہیے اور کلمہ استثناء یعنی انشاء اللہ اس کے ساتھ نہ ملانا چاہیے۔ کیونکہ اس میں بھی شک پایا جاتا ہے اور ایمان کے ثبوت کے ساتھ منافات رکھتا ہے۔ اگرچہ استثناء کو خاتمہ کی طرف راجع کرتے ہیں جو مبہم ہے،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیکن ثبوت حالی کے شبہ سے بھی خالی نہیں پس احتیاط شک وشبہ کے ترک میں ہے۔

(۱۴) حضرت خلفاء اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے کیونکہ تمام اہل حق کا اجماع ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے افضل حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ افضلیت کی وجہ جو کچھ اس فقیر نے سمجھی ہے وہ فضائل ومناقب کی کثرت نہیں ہے بلکہ ایمان میں سب سے سابق ہونا اور دین کی تائید اور مذہب کی ترقی کے لیے سب سے زیادہ مال وجان کو خرچ کرنا ہے۔ کیونکہ سابق گویا دین کے امر میں لاحق کا استاد ہے اور لاحق جو کچھ پاتا ہے سابق کی دولت سے پاتا ہے۔ یہ تینوں کامل صفتیں حضرت صدیق ہی میں منحصر ہیں اور یہ دولت اس امت میں ان کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے مرض موت میں فرمایا کہ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ فِیْ نَفْسِہٖ وَ مَا لِہٖ مِنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِیْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ وَلٰکِنْ خُلَّۃُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ سُدُّوْا عَنِّیْ کُلَّ خَوْخَۃٍ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرَ خَوْخَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ (لوگوں میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جس نے مجھ پر ابوبکر بن ابوقحافہ سے بڑھ کر مال وجان میں احسان کیا ہو۔ اگر میں کسی کو دوست بنانا چاہتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلامی دوستی افضل ہے۔ اس مسجد میں ابوبکر کے دریچہ کے سوا اور جتنے دریچے ہیں سب کو میری طرف سے بند کردو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اِنَّ اللہَ بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ فَقُلْتُمْ کَذَبْتَ وَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ صَدَقْتَ وَ اٰسَانِیْ بِنَفْسِہٖ وَ مَالِہٖ فَھَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْنَ لِیْ صَاحِبِیْ (اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے میری تصدیق کی اور اپنی جان ومال سے میری ہمدردی اور غمخواری کی۔ کیا تم میرے لیے میرا دوست نہیں چھوڑتے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابُ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ابن خطاب ہوتا) حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ جو کوئی مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں۔

حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے درمیان لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا وہوس اور حب جاہ وریاست اور طلب رفعت ومنزلت سے دور سمجھنا چاہئے، کیونکہ یہ نفس امارہ کی رذیلہ اور کمینہ خصلتیں ہیں اور ان کے نفس حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں پاک وصاف ہو چکے تھے۔ اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ ان لڑائی جھگڑوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں جو حضرت امیر کی خلافت میں واقع ہوئے تھے۔ حق حضرت امیر کی جانب تھا اور ان کے مخالف خطا پر تھے، لیکن یہ خطا خطاء اجتہادی کی طرح طعن و ملامت سے دور ہے۔ پھر فسق کی طرف منسوب کرنے کی کیا مجال ہے کیونکہ صحابہ سب کے سب عدول ہیں اور سب کی روایات مقبول ہیں۔ حضرت امیر کے موافقوں اور مخالفوں کی روایات صدق وثوق میں برابر ہیں اور لڑائی جھگڑے کے باعث کسی پر جرح نہیں ہوئی۔ پس سب کو دوست جاننا چاہیے، کیونکہ ان کی دوستی حضرت پیغمبر علیہ السلام کی دوستی کا نتیجہ ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ (جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا) اور ان کی بغض و دشمنی سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ ان کا بغض آنحضرت ﷺ کا بغض ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ (جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا اس نے گویا میرے بغض کے باعث ان کے ساتھ بغض رکھا) ان بزرگواروں کی تعظیم وتوقیر میں حضرت خیر البشر کی تعظیم وتوقیر ہے اور ان کی بیقدری میں رسول اللہ ﷺ کی بے قدری ہے غرض حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی تعظیم کے باعث سب کی تعظیم وتوقیر بجا لانی چاہیے۔ شیخ شبلی نے فرمایا ہے مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلٍ مَنْ لَمْ یُوَقِّرْ اَصْحَابَهٗ (جس نے اصحاب کی عزت نہ کی وہ رسول کے ساتھ ایمان نہیں لایا)۔

اعتقاد کے درست کرنے کے بعد اعمال کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے۔ اوّل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دینا یعنی ان تمام باتوں پر ایمان و اعتقاد رکھنا جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ سے ثابت ہوئی ہیں جیسے کہ گزر چکا۔ دوسرے، پانچوں نمازوں کا ادا کرنا جو دین کا ستون ہیں۔ تیسرے، مال کی زکوٰۃ دینا۔ چوتھے، ماہ مبارک رمضان کے روزے رکھنا۔ پانچویں، بیت اللہ کا حج کرنا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد نماز تمام عبادتوں سے بہتر عبادت ہے اور ایمان کی طرح فی حَدِّ ذَاتِہٖ حسن وخوب ہے۔ برخلاف دوسری عبادتوں کے کہ ان کا حسن و خوبی ذاتی نہیں۔ طہارت کاملہ کے بعد جیسے کہ کتب شرح میں ظاہر ہو چکا ہے۔ بڑی کوشش اور اہتمام سے نماز کو ادا کرنا چاہیے اور قرأت و رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ اور تمام ارکان میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے تا کہ کامل طور پر ادا ہوں اور رکوع وسجود وقومہ وجلسہ میں سکون و طمانیت یعنی آرام کو لازم جاننا چاہیے اور سستی اور بے پروائی سے ادا نہ کرنی چاہیے۔ نماز کو اوّل وقت میں ادا کریں اور سستی وجہالت سے تاخیر کو پسند نہ کریں بندہ مقبول وہی ہے جو مولیٰ کا امر ہوتے ہی اس کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



امر بجا لائے۔ امر کے بجالانے میں دیر کرنا بے ادبی اور سرکشی ہے۔ فقہ کی فارسی کتابیں ترغیب الصلوٰۃ و تیسیر الاحکام وغیرہ ہر وقت اپنے پاس رکھیں اور مسائل شرعیہ کو ان میں سے دیکھ کر ان پر عمل کریں۔ کتاب گلستان وغیرہ فقہ کی فارسی کتابوں کے مقابلہ میں فضول و بیکار ہیں۔ بلکہ ضروری امر کے سامنے لایعنی ہیں۔ دین میں جس امر کی حاجت اور ضرورت ہے اس کو جاننا چاہئے اور اس کے سوا اور طرف التفات نہ کرنی چاہئے۔ نماز تہجد بھی اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔ کوشش کریں کہ ترک نہ ہونے پائے۔ اگر ابتدا میں یہ امر مشکل نظر آئے اور اس وقت بیداری میسر نہ ہو سکے تو اپنے خدمتگاروں میں سے کسی کو اس امر کے لیے مقرر کریں کہ اس وقت آپ کو جگا دیا کرے اور آپ کو نیند میں نہ رہنے دے۔ چند روز کے بعد بیداری کی عادت ہو جائے گی اور اس تکلف و تعمل کی حاجت نہ رہے گی۔ جو شخص پچھلی رات کو بیدار ہونا چاہے اسے چاہئے کہ نماز خفتن کے بعد اوّل شب کو سو جائے اور بیہودہ امور میں مشغول ہو کر جاگتا نہ رہے اور سوتے وقت توبہ و استغفار والتجا تضرع کیا کریں اور گناہوں اور معاصی کو یاد کیا کریں اور اپنے عیبوں اور قصوروں کو سوچیں اور آخرت کے عذاب کا خوف کریں اور دائمی رنج والم سے ڈریں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ سے عفو و مغفرت طلب کریں۔ سو بار کلمہ استغفار دلی توجہ کے ساتھ زبان پر لائیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ دیگر یعنی عصر کے ادا کرنے کے بعد بھی کلمہ استغفار سو بار پڑھا کریں اور خواہ وضو ہو یا نہ ہو اس کلمہ استغفار کے ورد کو ترک نہ کریں۔ حدیث میں آیا ہے طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِيْفَتِهٖ اسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا (مبارک ہے وہ شخص جس کے عمل نامہ میں بہت استغفار ہو) نماز چاشت بھی اگر ادا کی جائے تو بڑی اعلیٰ دولت ہے کوشش کریں کہ کم از کم دو رکعت نماز چاشت ہمیشہ کے لیے ادا ہو سکیں۔ نماز چاشت کی اکثر رکعتیں تہجد کی طرح بارہ رکعتیں ہیں اور وقت و حال کے موافق جتنی ادا ہو سکیں غنیمت ہے۔ کوشش کریں کہ ہر فرضی نماز کے ادا کرنے کے بعد آیت الکرسی پڑھی جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی ہر فرضی نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اس کو موت کے سوا بہشت میں داخل ہونے سے کوئی چیز نہیں روکتی۔ نیز پنجگانہ نمازوں میں سے ہر نماز کے بعد تینتیس دفعہ کلمہ تنزیہ سبحان اللہ اور تینتیس بار کلمہ تحمید الحمد للہ اور تینتیس بار کلمہ تکبیر اللہ اکبر کہیں اور ایک بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْیِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ کہیں تا کہ سو کی تعداد پوری ہو جائے نیز ہر دن اور ہر رات کو سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہیں کہ اس کا بہت ثواب ہے۔ نیز صبح کے وقت ایک دفعہ پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ لِیْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مِنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ (یا اللہ آج صبح کو جو نعمت مجھے یا تیری خلقت میں سے کسی کو پہنچی ہے۔ وہ تیری ہی طرف سے ہے تو ایک ہے تیرا کوئی شریک نہیں پس تیرے ہی لیے حمد ہے اور تیرے ہی لیے شکر ہے) اور شام کے وقت اَللّٰھُمَّ اَصْبَحَ کے بجائے اَللّٰھُمَّ اَمْسٰی کہیں اور تمام کریں۔ حدیث نبوی میں آیا ہے ہے جو کوئی اس دعا کو دن میں پڑھے گا اس دن کا شکر ادا ہو جائے گا اور جو کوئی رات کو پڑھے گا اس رات کا شکر ادا ہو جائے گا اور ورد کے لیے ضروری نہیں کہ طہارت و وضو کے ساتھ پڑھیں بلکہ رات اور دن کے اس ورد کو جس وقت چاہیں بجالائیں۔

مال کی زکوٰۃ دینا بھی دین کی ضروریات میں سے ہے۔ رغبت و سنت سے زکوٰۃ کے مصارف میں پہنچانی چاہیے۔ جب منعم حقیقی جل شانہ نے فرمایا ہے کہ میرے عطیہ اور انعام کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ فقرا و مساکین کو دیں اور میں تم کو اس کے عوض بڑا اجر اور اچھی جزا دوں گا تو پھر وہ شخص بہت ہی بے انصاف اور سرکش ہوگا جو اس تھوڑے سے حصہ کے ادا کرنے میں توقف کرے اور اس کے دینے میں بخل اختیار کرے اس قسم کے توقف جو شرعی احکام کے بجالانے میں ظاہر ہوتے ہیں ان کا باعث دلی بیماری ہے یا آسمانی منزلہ احکام کے ساتھ یقین نہ کرنا صرف کلمہ شہادت کا کہنا ہی کافی نہیں۔ منافق بھی اس کلمہ کو کہتے تھے۔ دلی یقین کی علامت رضا و رغبت سے احکام شرعی کا بجالانا ہے۔ ایک جیتل جو زکوٰۃ کے ادا کرنے کی نیت پر کسی فقیر کو دیں ان لاکھ جیتل کے خرچ کرنے سے بہتر ہے جو اس نیت کے بغیر دیں، کیونکہ اس کا دینا فرض ہے اور اس کا دینا نفل۔ فرض کے مقابلہ میں نفل کسی گنتی میں نہیں ہے۔ کاش کہ ان کے درمیان وہی نسبت ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے مگر نہیں یہ شیطان لعین کے مکر و فریب ہیں کہ لوگوں کو فرائض سے ہٹا کر نوافل کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور زکوٰۃ سے روک رکھتا ہے۔ ماہ مبارک رمضان کے روزے بھی اسلام کے واجبات اور دین کی ضروریات میں سے ہیں۔ ان کے ادا کرنے میں بڑی کوشش کرنی چاہیے اور بیہودہ عذروں سے روزہ ترک نہ کرنا چاہیے۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ روزہ دوزخ کی آگ سے ڈھال ہے اور اگر بیماری یا کسی اور ضروری مانع کے باعث روزہ قضا ہو جائے تو بلاتوقف اس کی قضا ادا کرنی چاہیے اور سستی اور غفلت سے نہ چھوڑنا چاہیے۔ انسان اپنے مولیٰ کا بندہ اور غلام ہے۔ خود مختار نہیں ہے۔ اس کو اپنے مولیٰ کے اوامر و نواہی کے بموجب زندگانی بسر کرنی چاہیے تاکہ نجات کی امید ہو سکے اور اگر ایسا نہ کرے گا تو بندہ سرکش ہوگا۔ جس کی سزا طرح طرح کے عذاب ہیں اسلام کا پانچواں رکن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بیت اللہ کا حج ہے۔اس کی بہت سی شرطیں ہیں۔ جو کتب فقہ میں مفصل طور پر درج ہیں۔شرطوں کے موجود ہونے پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ حج پہلے تمام گناہوں کو گرا دیتا ہے۔غرض شرعی حل وحرمت میں بڑی احتیاط کرنی چاہیئے اور جس چیز سے صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روکا ہے اس سے اپنے آپ کو روکنا چاہیئے اور شرعی حدود کی محافظت کرنی چاہیئے۔اگر سلامتی اور نجات مطلوب ہے۔یہ خواب خرگوش کب تک ہوگی اورغفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔آخر ایک دن اس نیند سے جگا دیں گے اورغفلت کی روئی کانوں سے نکال ڈالیں گے۔اس وقت ندامت وحسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور خجالت وخسارت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔موت نزدیک ہے اور آخرت کے طرح طرح کے عذاب تیار اور آمادہ ہیں۔ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَ قِيَامَتُهٗ (جو مر گیا اس کی قیامت آ گئی) پیشتر اس کے کہ آپ کو بیدار کریں (اور اس وقت کا جاگنا کچھ فائدہ نہ دے گا) بیدار ہو جائیے اور شروع کے اوامر ونواہی کے موافق عمل کریں اور آخرت کے طرح طرح کے عذابوں سے اپنے آپ کو بچائیے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (یعنی اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) عقائد کے درست کرنے اور شریعت حقہ کے مطابق اعمال صالحہ کے بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ سے آباد رکھنا چاہیئے اور اس کی یاد سے فارغ وغافل نہ ہونا چاہیئے۔ظاہر کو اگر خلق کے ساتھ مشغول رکھیں تو چاہیئے کہ باطن حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور اس کی یاد سے لذت پانی چاہیئے۔ہمارے حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ میں مبتدی کو یہ دولت شیخ کامل مکمل کی صحبت میں پہلے ہی قدم میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حاصل ہو جاتی ہے۔امید ہے کہ آپ کو بھی اس بات کا یقین حاصل ہوا ہوگا۔بلکہ کچھ نہ کچھ حصہ ملا ہوگا۔غرض جو کچھ آپ کو حاصل ہے اس کو حفاظت سے رکھیں اور اس کا شکر ادا کریں اور زیادتی کے امیدوار رہیں۔

چونکہ حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کے طریقہ میں اندراج نہایت در بدایت (ابتدا میں انتہا درج ہے۔اس لیے اس طریق میں تھوڑا بھی بہت ہے کیونکہ ابتدا میں انتہا کی خبر مل جاتی ہے،لیکن مبتدی کے لیے ضروری ہے کہ خواہ اس کو بہت کچھ حاصل ہو اس کی نظر میں تھوڑا ہی دکھائی دے،لیکن اس کے شکر سے غافل نہ رہے۔اس کا بھی شکر ادا کرے اور زیادتی کا بھی طالب رہے۔ذکر قلبی سے اصلی مقصود یہ ہے کہ ماسوائے حق کی گرفتاری اور تعلق جو دلی بیماری ہے۔دل سے دور ہو جائے جب تک یہ گرفتاری دور نہ ہو ایمان کی حقیقت کا پتہ نہیں لگتا اور شریعت کے اوامر ونواہی کے ادا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کرنے میں سہولت وآسانی حاصل نہیں ہوتی۔ بیت

ذکر گو ذکر تا ترا جان است　　　پا کیے دل زذکر رحمان است

ترجمہ بیت ذکر کرو ذکر جب تلک جان ہے　　　دل کی پاکی یہی ذکر رحمان ہے

کھانا کھانے میں چاہئے کہ نفس کی لذت مطلوب نہ ہو۔ بلکہ عبادت کی قوت وطاقت کی نیت سے کھانا کھائیں۔ اگر ابتدا میں یہ نیت حاصل نہ ہوتو تکلف کے ساتھ اپنے آپ کو اس نیت پر لائیں اور التجا وتضرع کریں کہ یہ نیت حاصل ہو جائے۔ اسی طرح کپڑا پہننے میں بھی عبادت ونماز کے ادا کرنے کے لیے زینت وزیبائش کی نیت ہونی چاہئے۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (ہر نماز کے وقت اپنی زینت حاصل کرو) قیمتی اور عمدہ کپڑوں کے پہننے سے مقصود خلق کا نمود اور ریا نہ ہونا چاہئے کہ یہ منع ہے۔ اسی طرح کوشش کرنی چاہئے کہ تمام افعال وحرکات وسکنات میں اپنے مولا جل شانہ کی رضامندی منظور ہو اور شریعت کے موافق عمل کیا جائے۔ اس وقت ظاہر وباطن دونوں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اس کی یاد میں ہونگے۔ مثلاً خواب یعنی نیند جو سراسر غفلت ہے۔ جب اس نیت سے کی جائے کہ طاعت وعبادت کے ادا کرنے میں سستی دور ہو تو اس نیت پر سونا بھی عبادت ہے اور جب تک سوتے رہیں طاعت وعبادت ہی میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ یہ سونا بھی طاعت کے ادا کرنے کی نیت پر ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ نَوْمُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ" (علماء کا سونا بھی عبادت ہے) اگرچہ فقیر جانتا ہے کہ آج آپ کو اس بات کا حاصل ہونا مشکل ہے کیونکہ موانع کا ہجوم ہے اور رسوم وعادات غالب ہیں۔ جو ننگ وناموس کے لیے ضروری ہیں۔ یہ سب امور شریعت کے مخالف ہیں کیونکہ شریعت رسوم وعادات کے رفع کرنے اور اس ننگ وناموس کے رفع کرنے کے لیے جو نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتے ہیں۔ وارد ہوئی ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر قلبی پر ہمیشگی کریں گے اور پنج وقتی نماز کو پوری شرائط کے ساتھ ادا کریں گے اور شرعی حل وحرمت میں حتی المقدور احتیاط کریں گے تو امید ہے کہ اس امر کا جمال ظاہر ہو جائے گا اور آپ خود بخود اس طرف راغب ہو جائیں گے۔ دوسری وجہ اس قسم کی نصیحتوں کے لکھنے سے یہ ہے کہ اگر ان نصیحتوں کے موافق عمل نہ ہو سکے تو اپنے قصور ونقص کا اقرار ہی حاصل ہوگا اور یہ بھی بڑی دولت ہے۔ بیت

ہر کس کی بیافت دولتے یافت عظیم　　　وآنکس نیافت دردنایافت بس است

ترجمہ بیت　　جس نے پایا اس کو گویا مل گئی دولت عظیم

اور جس نے کچھ نہ پایا پالیا درد الیم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس شخص سے اللہ کی پناہ جو نہ پائے اور اپنے نہ پانے سے رنجیدہ نہ ہو اور کچھ نہ کرے اور اپنے نہ کرنے سے پشیمان نہ ہو۔ ایسا شخص جاہل سرکش ہی ہے۔ جس نے بندگی کی رسی سے اپنے سر کو اور غلامی کی قید سے اپنے پاؤں کو نکال لیا ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَ ھَیِّ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) اگرچہ وقت وحال اور زمان ومکان اس امر کا تقاضا نہیں کرتا تھا کہ کچھ لکھا جائے، لیکن جب آپ کا کمال رغبت وشوق دیکھا اس لیے تکلف کے ساتھ اپنے آپ کو اس امر پر لا کر چند سطریں لکھ کر کمال الدین حسین کے حوالہ کی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اس کے مطابق عمل عطا فرمائے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

## مکتوب (۱۸)

ما سوا سے بے تعلق ہونے اور طالبان حق کی صحبت پر ترغیب دینے کے بیان میں سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ دَائِمًا عَلٰی کُلِّ حَالٍ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (رنج وخوشی میں ہر حال میں اللہ رب العالمین کی حمد ہے) آپ کا صحیفہ شریفہ معہ ہدیہ کے جو سلیمان کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے آپ نے لکھا تھا کہ اس سفر سے مقصود بعض ان مقاصد کا حاصل ہونا تھا۔ جن کا حاصل ہونا مشکل تھا۔ آپ امیدوار ہیں۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ط (کیونکہ تنگی کے ساتھ آسانی ہے بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ لَنْ یَغْلِبَ عُسْرٌ یُسْرَیْنِ (دو آسانیوں پر ایک تنگی کبھی غالب نہیں آسکتی)۔ فقیر اپنے احوال پر ملال کو کیا لکھے اور کیا دوستوں کو بے مزہ کرے تاہم اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ عین بلا میں عافیت حاصل ہے۔ فَسُبْحَانَ اللّٰہِ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الضِّدَّیْنِ وَ قَرَنَ بَیْنَ الْمُتَنَافِیَیْنِ (پاک ہے وہ ذات جس نے دو ضدوں کو جمع کر دیا اور دو مخالف چیزوں کو ملا دیا) ایک دن فقیر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ یہ آیت آئی۔ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، کنبہ اور وہ مال جو تم نے جمع کیے ہیں اور تجارت جس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور مکان جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کی نسبت تم کو عزیز ہیں۔ تو پھر منتظر رہو کہ اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا) اس آیت کریمہ کے پڑھنے سے بہت گریہ اور خوف غالب آیا۔ اسی اثناء میں اپنے حال کا مطالعہ کیا۔ دیکھا کہ ان تعلقات میں سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اگر سب کے سب تلف و ناچیز ہو جائیں تو کوئی ایسا امر پسند نہ کرے گا جس کا کرنا شریعت میں برا معلوم ہو اور ان امور کو اس امر پر اختیار نہ کرے گا باقی التماس یہ ہے کہ جب یار ہمارے ساتھ خدا کے لیے صحبت رکھتے ہیں تو ہمیں بھی چاہئے کہ ان کو آزردہ نہ کریں بلکہ ناز کے ساتھ رکھیں اور ان کے ظاہری باطنی احوال کی خبر رکھیں۔ حدیث قدسی مشہور ہے یَا دَاوٗدُ اِذَا رَئَیتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَهٗ خَادِمًا (اے داؤد جب تو کوئی میرا طالب دیکھے تو اس کی خدمت کر) ان کے حال پر پہلے کی نسبت زیادہ توجہ رکھیں اور لا پروائی اور تغافل کو دور کریں اور لکھیں کہ اقربیت والا مکتوب آپ کی سمجھ میں آیا ہے یا نہیں۔ اگر سمجھ میں آ گیا ہو تو بہتر ورنہ شک و تردد کے مقامات کو تشخیص کر کے لکھیں۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت و عافیت اور ثبات و استقامت عطا کرے اور زیادہ زیادہ توفیق بخشے اور آپ کا خاتمہ نیک کرے۔ والسلام

## مکتوب (۱۹)

حق تعالیٰ کی قضا پر صبر و رضا کے بیان میں سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ فِی الْعَافِیَةِ وَالْبَلَاءِ (رنج و خوشی اور عافیت و بلا میں اللہ رب العالمین کی حمد) اس حکیم جل شانہ کا کوئی کام حکمت و بہتری سے خالی نہیں ہوتا جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس میں سراسر صلاح و بہتری ہوتی ہے۔ عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ عَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (قریب ہے کہ تم کسی شے کو برا جانو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو اور کسی شے کو تم اچھا جانو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ یہ بات اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے) پس آپ اس کی بلا پر صبر کریں۔ اس کی قضا پر راضی رہیں۔ اس کی طاعت پر ثابت قدم رہیں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ (جو مصیبت تم کو پہنچی ہے تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے باعث ہے اور بہت کو معاف کرتا ہے) پس اپنے افعال سے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ واستغفار کریں اور اس سے عفو و عافیت طلب کریں۔ فَاِنَّهٗ تَعَالٰی عَفُوٌّ یُحِبُّ الْعَفُوَ (کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا ہے اور عفو کو دوست رکھتا ہے اور جہاں تک ہو سکے بلا سے بچیں کیونکہ اس مصیبت سے جو طاقت سے بڑھ کر ہو بھاگنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور ہم عین بلا میں عافیت کے ساتھ ہیں۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَ التَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی (آپ پر اور ان تمام لوگوں پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا اسلام ہو)۔

## مکتوب (۲۰)

ہمت کی بلندی اور تمام نعمتوں کے وصول کو اپنے پیر کی طرف راجع کرنے کے بیان میں مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) برادرم شیخ امان اللہ کا مکتوب پہنچا۔ آپ نے اپنے احوال و مواجید کی نسبت جو کچھ لکھا تھا سب واضح ہوا۔ آپ سے ان امور کی زیادہ امید ہے جو کچھ عطا فرمائیں۔ منت وادب سے قبول کرنا چاہئے اور تضرع وزاری والتجا وانکسار سے ھل من مزید کہتے ہوئے زیادتی اور مقام فوق کا سوال کرنا چاہئے اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں بڑی رعایت وکوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ احوال کے صادق ہونے کی علامت شریعت کی استقامت ہے۔ اس واقعہ کی تعبیر جو آپ نے عالم مثال سے لکھا تھا معاملہ کے نزدیک ہے۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ (حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) چونکہ آپ صحبت میں بہت رہے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کی نظر بلند ہے۔ بچوں کی طرح جوز و مویز پر فریفتہ نہیں ہوتے۔ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْهِمَمِ (اللہ تعالیٰ بلند ہمتوں کو دوست رکھتا ہے) برادر حافظ مہدی علی کی نسبت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کا واقعہ جو آپ نے لکھا تھا۔ ہاں حافظ ہمارے طریق کے ساتھ بہت مناسبت رکھتا ہے، لیکن اس قدر جاننا ضروری ہے کہ دولت اگرچہ بظاہر کسی جگہ سے پہنچے۔ درحقیقت اس کو اپنے شیخ کی طرف منسوب کرنا چاہئے تا کہ توجہ کا قبلہ پراگندہ نہ ہو اور کارخانہ میں خلل نہ پڑے اور جس جگہ سے کوئی فیض پہنچے۔ اس کو اپنے پیر ہی سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جاننا چاہئے کیونکہ وہ ہر صورت میں جامع ہے اور جو تربیت ظاہر ہوتی ہے درحقیقت اسی کی طرف سے ہے۔ اس مقام پر اکثر طالبوں کے قدم پھسل جاتے ہیں اس مقام سے بخوبی واقف ہونا چاہئے تا کہ دشمن لعین موقع پا کر پراگندہ نہ کرے۔ آپ نے سنا ہی ہوگا ہر کہ یک جاست ہمہ جاست و ہر کہ ہمہ جاست ہیچ جانیست۔ یعنی جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے اور جو سب جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں۔ حافظ کو دعا پہنچائیں۔ والسلام

## مکتوب (۲۱)

بعض ان سوالوں کے جواب میں جو ضمیروں کے ساتھ حق تعالیٰ کے مشار الیہ ہونے اور زاہدوں کی فضیلت اور حق تعالیٰ کی اپنی ذات کے علم کی کیفیت میں کیے گئے تھے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ نے پوچھا تھا کہ جب ظلی اشیاء اپنی ماہیت سے اشیاء نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے اصل کی ماہیت سے قائم ہیں تو چاہئے کہ اشیاء کا مشار' الیہ لفظ هُوَ اَنْتَ وَ اَنَا سے وہی اصل ہو۔ اس وقت بعض ان صفات کا جو اس اصل کے نامناسب ہیں۔ ضمیروں پر حمل کرنا کس طرح صادق آتا ہے۔ جیسے کہ اَنَا اٰکِلٌ" وَاَنَا نَائِمٌ"۔ جاننا چاہئے کہ ظل درحقیقت اگرچہ اپنی اصل سے قائم ہے، لیکن اس ظلیت کا ثبوت خواہ مرتبہ حس وخیال ہی میں ہو۔ ہمیشہ قائم ہے اور اس کی ظلیت کے احکام کے لیے دوام و بقا ثابت ہے وَ خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ اس امر پر گواہ ہے۔ ظلیت کے اعتبار سے ان صفات کا ضمیروں پر حمل کرنا جائز ہے کیونکہ وجود کے ہر مرتبہ کا حکم جدا ہے اور جو کچھ خدا میں گم ہے خدا نہیں ہے۔ دوسرے آپ نے اس حدیث قدسی کے معنے پوچھے تھے۔ جو زاہدوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے۔ اس حدیث کے لفظی معنے ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کچھ دور نہیں کہ بعض لوگوں کو اس قسم کے فضائل اور خصائص وکرامات کے ساتھ مخصوص کرے اور ایسے ایسے درجات و مراتب عطا فرمائے کہ دوسرے لوگ رشک کریں اور ان کی گنتی میں جو آپ کا تردد تھا کوئی تردد کا مقام نہیں۔ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے بہت سارے لوگ بے حساب بہشت میں جائیں گے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں جائیں گے۔ حاضرین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ لَا یَکْتُوْنَ وَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَ عَلٰی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ (وہ لوگ ہیں جو نہ داغ دیتے ہیں اور نہ افسوں پڑھتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) اس مقام میں سر عظیم ہے جس کا ظاہر کرنا مصلحت سے دور ہے، کیونکہ اکثر لوگوں کے فہم سے بعید ہے۔ اگر ملاقات کا موقع ملا تو یاد دلانا روبرو کچھ اس کا بیان کیا جائے گا۔ اس سر کا تھوڑا سا حال دفتر دوم کے مکتوبات میں سے کسی مکتوب میں درج ہو چکا ہے۔ اگر مل سکے تو وہاں سے دیکھ لیں آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ حق تعالیٰ کا علم اپنی ذات کی کنہ کو محیط ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو حق تعالیٰ کا متناہی اور محدود ہونا لازم آئے گا۔ جاننا چاہئے کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک حصولی، دوسری حضوری، محال ہے کہ علم حصولی حق تعالیٰ کی ذات کی کنہ کے متعلق ہو کیونکہ اس سے احاطہ اور تناہی لازم آتی ہے، لیکن جائز ہے کہ حق تعالیٰ کا علم حضوری حق تعالیٰ کی ذات کی کنہ کے متعلق ہو اور کوئی تناہی لازم نہ آئے۔ والسلام

# مکتوب (۲۲)

اس بیان میں کہ مشرکوں کی نجاست سے مراد ان کا باطنی خبث اور ان کی بداعتقادی ہے نہ کہ ان کا نجس العین ہونا۔ ملا مقصود علی تبریزی کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) میرے مشفق مخدوم، نہیں معلوم، تفسیر حسینی کے بھیجنے سے آپ کا مقصود کیا تھا۔ تفسیر والا آیت کریمہ ائمہ حنفیہ کے موافق بیان کرتا ہے اور نجاست سے شرک اور خبث باطن اور بداعتقادی مراد رکھتا ہے اور یہ جو بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ یہ لوگ نجاسات سے پرہیز نہیں کرتے۔ یہ بات آج کل اکثر اہل اسلام میں بھی موجود ہے اور اس باعث سے عام اہل ایمانوں اور کافروں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ اگر نجاست سے پرہیز نہ کرنا ہی آدمی کی نجاست کا سبب ہے تو پھر معاملہ تنگ ہے۔

وَلَا حَرَجَ فِی الْاِسْلَامِ (اسلام میں کوئی تنگی نہیں) اور یہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ مشرک کتوں کی طرح نجس العین ہیں۔ اس قسم کی شاذ و نادر نقلیں دین کے بزرگواروں سے بہت آئی ہیں، لیکن یہ سب تاویل اور توجیہ پر محمول ہیں۔ یہ لوگ کس طرح نجس العین ہو سکتے ہیں جبکہ آنحضرت ﷺ نے یہودی کے گھر سے کھانا کھایا ہے اور مشرک کے برتن سے وضو کیا ہے اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا ہے اور اگر کہیں کہ ہو سکتا ہے کہ آیت کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (مشرک نجس ہیں) ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


روایتوں سے متاخر ہو اوران کی ناسخ ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ صرف توانند بود (ہو سکتا ہے) کافی نہیں اس کے متاخر ہونے کو ثابت کرنا چاہئے تاکہ نسخ کا دعویٰ صحیح ہو۔ فَاِنَّ الْمَنْعَ مِنْ وَرَاءِ الْمَنْعِ (کیونکہ خصم یعنی مناظر بے دلیل نہیں مانتا) اور اگر اس آیت کا متاخر ہونا تسلیم بھی کر لیں تو بھی حرمت کی مثبت نہیں جب کہ مراد نجاست سے خبث باطن ہے، کیونکہ منقول ہے کہ کوئی پیغمبر کسی ایسے امر کا مرتکب نہیں ہوا جس کا انجام اس کی شریعت میں یا کسی دوسرے نبی کی شریعت میں حرمت تک پہنچا ہو اور اخیر میں حرام ہو گیا ہو اگرچہ وہ امر ارتکاب کے وقت مباح ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً شراب جو پہلے مباح تھا اور پھر حرام ہوا۔ اس کو کسی پیغمبر نے نہیں پیا۔ اگر مشرکوں کا انجام کار ظاہری نجاست پر قرار پاتا اور کتوں کی طرح نجس عین ہوتے تو آنحضرت ﷺ جو محبوب رب العالمین ہیں ہرگز ان کے برتنوں کو ہاتھ نہ لگاتے چہ جائیکہ ان کا آب وطعام پیتے کھاتے۔

نیز نجس العین ہر وقت نجس عین ہے۔ پہلی اور پچھلی اباحت کی اس میں گنجائش نہیں۔ اگر مشرک نجس عین ہوتے تو چاہئے تھا کہ ابتدا ہی سے ایسے ہوتے اور آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ اوّل ہی سے ان کے اندازہ کے موافق معاملہ فرماتے۔ وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ (جب ایسا نہیں تو ویسا بھی نہیں) نیز حرج و تنگی دین میں دور ہو چکی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ان کی نجات کے حکم کرنے اور ان کو نجس عین جاننے میں مسلمانوں پر کس قدر تنگی آئے گی اور کس قدر رنج و تکلیف میں پڑیں گے۔ آئمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ممنون احسان ہونا چاہئے۔ جنہوں نے مسلمانوں کے لیے مخلصی پیدا کر دی ہے اور حرام کے ارتکاب سے بچا دیا ہے۔ نہ یہ کہ ان پر طعن لگائیں اور ان کے ہنر کو عیب خیال کریں۔ مجتہد پر اعتراض کی مجال ہی کیا ہے۔ جب کہ اس کو خطا پر بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے اور اس کی تقلید اگرچہ خطا پر ہو۔ پھر بھی نجات کا سبب ہے۔ وہ لوگ جو کفار کے کھانے پینے کی حرمت کے قائل ہیں۔ از روئے عادت کے محال ہے کہ اپنے آپ کو اس کے ارتکاب سے محفوظ رکھ سکیں۔ خاص کر ملک ہندوستان میں جہاں یہ ابتلا زیادہ تر ہے۔ اپنے آپ کو محفوظ رکھنا مشکل ہے۔ اس مسئلہ میں کہ جس میں عام لوگ مبتلا ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ سب سے آسان اور سہل امر پر فتویٰ دیں۔ اگر اپنے مذہب کے موافق نہ ہو سکے تو جس مجتہد کے قول کے مطابق زیادہ آسانی اور سہولت ہو اس پر فتویٰ دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا) ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) خلق پر تنگی کرنا اور ان کو رنج میں ڈالنا حرام اور خدا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ کو ناپسند ہے۔علماء شافعیہ بعض ان مسائل میں جن میں امام شافعی نے تنگی کی ہے مذہب حنفی پر فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں پر آسانی کرتے ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ کے مصارف میں امام شافعی کے نزدیک صدقہ کو زکوٰۃ کے تمام اقسام مصارف پر تقسیم کرنا چاہیئے۔جن میں سے ایک مؤلفۃ القلوب ہے۔ جو اس وقت مفقود ہے۔علماء شافعیہ نے مذہب حنفی کے موافق فتویٰ دیا ہے اور ان اقسام میں سے کسی ایک میں دے دینے پر کفایت کی ہے۔نیز اگر مشرک نجس عین ہوتے تو چاہیئے تھا کہ ایمان لانے سے بھی پاک نہ ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ ان کی نجاست خبث باطن اور بداعتقادی کے باعث ہے جو دور ہوسکتی ہے اور صرف باطن پر ہی وقوف ہے جو اعتقاد کا محل ہے اور اندرونی نجاست بیرونی طہارت کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی۔ چنانچہ ہر ادنیٰ اور اعلیٰ کو معلوم ہے۔ نیز کلام حسن انتظام اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ'' میں مشرکوں کے حال کی خبر دی گئی ہے۔جس کو ناسخ و منسوخ ہونے سے کچھ تعلق نہیں۔کیونکہ نسخ حکم شرعی کے انشاء میں ہے۔نہ کسی شے کی اخبار میں۔پس چاہیئے کہ مشرک ہر وقت نجس ہوں اور مراد نجاست سے خبث اعتقاد ہوتا کہ دلیلیں باہم متعارض اور مخالف نہ ہوں اور ان کا ہاتھ لگانا یا چھونا کسی وقت محذور و ممنوع نہ ہو۔جس دن اس فقیر نے اس بحث میں آیت کریمہ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ (اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے) پڑھی تھی تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ مراد اس جگہ گیہوں اور چنے اور مسور سے ہے۔اگر اس توجیہ کو اہل عرف مان لیں تو کچھ مضائقہ نہیں، لیکن انصاف درکار ہے۔اس تصدیق اور طول کلامی سے اصلی مقصود یہ ہے کہ آپ خلق خدا پر رحم کریں اور عام طور پر ان کی نجاست کا حکم نہ دیں اور مسلمانوں کو بھی کفار کے ساتھ ملنے جلنے کے باعث کہ جس سے چارہ نہیں نجس نہ جانیں اور وہمی نجاست کے باعث مسلمانوں کے کھانے پینے سے پرہیز نہ کریں اور اس طرح سب سے بیزار نہ ہوں اور اس کو احتیاط خیال نہ کریں، بلکہ احتیاط اس احتیاط کے ترک کرنے میں ہے۔زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔بیت

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم      کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غم دل اس لیے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے جاناں

کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۲۳)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اپنی ذات وصفات اور بندوں کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اعمال کی نسبت خبر دی ہے جن میں عقل کا کچھ دخل نہیں۔ خواجہ ابراہیم قبادیانی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَ هَدَانَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَ جَعَلَنَا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ جس نے ہم پر انعام کیا اور ہم کو اسلام کی ہدایت دی اور حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے بنایا) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہیں جن کی بعثت کے ذریعے حق تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات سے ہم ناقص عقلوں اور کم فہموں کو خبر دی ہے اور ہمارے کوتاہ فہم کے موافق اپنے ذاتی وصفاتی کمالات پر اطلاع بخشی ہے اور اپنی رضامندی کو اپنی ناراضگی سے جدا کیا ہے اور ہمارے دنیا اور آخرت کے نفعوں کو ہمارے ضرروں سے ممتاز فرمایا ہے۔ اگر ان کے وجود شریف کا وسیلہ نہ ہوتا تو انسانی عقلیں حق تعالیٰ کے اثبات میں عاجز رہتیں اور اس کے کمالات کے ادراک میں ناقص اور قاصر ہوتیں۔ متقدمین اہل فلسفہ جو اپنے آپ کو ارباب عقول فرض کرتے ہیں صانع جل شانہ کے منکر تھے اور اپنی کم عقلی کے باعث اشیاء کو دہر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ نمرود جو روئے زمین کا بادشاہ ہو گزرا ہے زمینوں اور آسمانوں کے خالق کے اثبات میں حضرت خلیل کے ساتھ اس کا جھگڑنا مشہور ہے اور قرآن مجید میں بھی مذکورہ ہے۔ فرعون بدبخت کہا کرتا تھا۔ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ (میں اپنے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں جانتا) نیز فرعون نے حضرت موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ (اگر تو میرے سوا اور کوئی معبود پکڑے گا تو تجھے قید کر دوں گا) نیز اس بدبخت نے ہامان کو کہا یَا هَامَانُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَعَلِّیْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا (اے ہامان ایک بڑا اونچا مکان بنوا تا کہ میں آسمانوں پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کی خبر لوں۔ میرا گمان ہے کہ وہ جھوٹا ہے) غرض عقل اس اعلیٰ دولت کے اثبات میں کوتاہ ہے اور ان بزرگواروں کی ہدایت کے بغیر اس دولت سے گمراہ ہے جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے متواتر طور پر مخلوقات کو خدا کی طرف جو زمین وآسمان کا خالق ہے دعوت فرمائی اور ان بزرگواروں کا بول بالا ہوا۔ تو ہر زمانہ کے جاہل و بیوقوف لوگ جو صانع کے ثبوت میں متردد تھے اپنی برائی پر مطلع ہو کر بے اختیار صانع کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وجود کے قائل ہو گئے اور اشیاء کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ یہ وہ نور ہے (یعنی وجود صانع کا قائل ہونا) جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار سے حاصل ہوا ہے اور یہ وہ دولت ہے جو انبیاء کے دستر خوان سے ملی ہے۔ اسی طرح تمام سمعیات یعنی سنی ہوئی باتیں جو انبیاء کی تبلیغ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ کی صفات کمال کا وجود۔ انبیاء کی بعثت، فرشتوں کی عصمت، حشر ونشر، بہشت و دوزخ اور ان کا دائمی رنج وراحت وغیرہ وغیرہ جو شریعت نے بیان کی ہیں۔ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے اور ان بزرگواروں سے سنے بغیر ان کے اثبات میں ناقص اور غیر مستقل ہے جس طرح طور عقل طور حس سے ماوراء ہے کہ جو چیز حس سے مدرک نہ ہو سکے۔ عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے۔ اسی طرح طور نبوت بھی طور عقل کے ماوراء ہے۔ جو چیز عقل سے مدرک نہ ہو سکے۔ نبوت کے ذریعے ادراک میں آ جاتی ہے۔ جو شخص طور عقل کے ماسوا اور کوئی طریقہ صانع کی معرفت کے لیے ثابت نہیں کرتا وہ درحقیقت طور نبوت کا منکر اور بداہت وصراحت کا مخالف ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وجود ضروری تھا تاکہ منعم جل شانہ کے شکر پر جو عقل کی رو سے واجب ہے۔ دلالت کریں اور نعمتوں کے دینے والے مولا جل وعلا کی تعظیم جو علم وعمل سے تعلق رکھتی ہے اسی کی طرف سے معلوم کر کے ظاہر کریں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی وہ تعظیم جو اس کی طرف سے حاصل نہ ہو وہ اس کے شکر کے لائق نہیں۔ اس لیے کہ قوت انسانی اس کے ادراک میں عاجز ہے۔ بسا اوقات اس کی بے تعظیمی کو تعظیم سمجھتا ہے اور شکر سے ہجو میں آ جاتا ہے۔ حق تعالیٰ سے اس کی تعظیم کے استفادہ کا طریق نبوت اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ پر موقوف ہے۔ اولیاء اکرام کا الہام بھی انوار نبوت سے مقتبس ہے اور انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ہی کی متابعت کے فیض و برکت کا نتیجہ ہے۔ اگر اس امر میں عقل کافی ہوتی۔ تو یونان کے فلاسفر جنہوں نے عقل کو اپنا مقتدا بنایا ہے گمراہ نہ رہتے اور حق تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچان لیتے۔ حالانکہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارہ میں تمام لوگوں سے بڑھ کر جاہل یہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے حق تعالیٰ کو بیکار و معطل جانا ہے اور ایک چیز کے سوا (اور وہ بھی ایجاب واضطرار کے ساتھ نہ اختیار کے ساتھ) کچھ بھی حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا ہے۔ عقل فعال اپنے پاس سے بنا کر حوادث کو زمین وآسمان کے خالق کی طرف سے ہٹا کر اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اثر کو مؤثر حقیقی جل شانہ سے ہٹا کر اس کو اپنا بنایا ہوا اثر جانتے ہیں، کیونکہ معلول ان کے نزدیک علت قریبہ کا اثر ہے اور معلول کے حاصل ہونے میں علت بعیدہ کی کچھ تاثیر نہیں جانتے اور اشیاء کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنے کی جہالت کو حق تعالیٰ کا کمال جانتے ہیں اور اس کے معطل رہنے کو بزرگی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حق تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے اپنی تعریف کرتا ہے اور اپنی مدح میں رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فرماتا ہے۔ ان کو چاہئے کہ اضطرار واحتیاج کے وقت بھی اپنی عقل فعال کی طرف رجوع کریں اور اپنی حاجتیں اس سے طلب کریں، کیونکہ اپنا سب کاروبار اسی کے حوالہ کرتے ہیں۔ بلکہ عقل فعال بھی ان کے خیال میں موجب ہے نہ مختار۔ اس سے بھی قضائے حاجت طلب کرنا پسندیدہ نہیں۔ اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ (کافروں کا کوئی مددگار نہیں) عقل فعال کیا ہے۔ جو اشیاء کو سرانجام دے سکے اور حوادث اس کی طرف منسوب ہو سکیں۔ اس کے نفس وجود اور ثبوت میں ہزاروں اعتراض ہیں، کیونکہ اس کا تحقق اور حصول فلسفہ کے چند ملمع مقدمات پر مبنی ہے۔ جو اسلام کے اصول حق کے مقابلہ میں ناتمام اور ادھورے ہیں وہ بہت ہی بیوقوف ہے۔ جو اشیاء کو قادر مختار جل شانہ کی طرف سے ہٹا کر ایسے موہوم امر کی طرف منسوب کرے۔ بلکہ اشیاء کے لیے ہزار ہا ننگ وعار کا موجب ہے کہ فلسفہ کے تراشیدہ اور وضع کردہ امر کی طرف منسوب ہوں۔ اشیاء کا اپنے عدم پر راضی وخوش رہنا اور ہرگز وجود کی خواہش نہ کرنا ان کے حق میں اس امر سے بہتر ہے کہ ان کے وجود کو فلسفی اور مجعول یعنی بنائے ہوئے اور موضوع امر کی طرف منسوب کریں اور قادر مختار جل شانہ کی قدرت کی طرف منسوب ہونے کی سعادت سے محروم رہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا (بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے اور جو بولتے ہیں سب جھوٹ ہی بولتے ہیں) دارالحرب کے کفار باوجود بت پرستی کے ان لوگوں سے اچھے ہیں جو تنگی کے وقت حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں اور بتوں کو حق تعالیٰ کے آگے سفارش کا وسیلہ بناتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان بیوقوفوں کو حکماء اور دانا کہتے ہیں اور ان کو حکمت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کے اکثر احکام خاص کر الہیات میں جو ان کا اعلیٰ مقصد ہے۔ سراسر جھوٹے اور کتاب وسنت کے مخالف ہیں۔ یہ لوگ جو سراسر جہل مرکب ہیں۔ ان پر حکماء کا اطلاق کس طرح کیا جائے۔ ہاں اگر تہکم واستہزاء کے طور پر کہا جائے یا نابینا پر بینا کے اطلاق کرنے کی قسم سے شمار کیا جائے تو زیبا ہے۔ ان بیوقوفوں میں سے بعض نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریق کو چھوڑ کر ان صوفیاء الٰہیہ کی تقلید پر جو ہر زمانہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تابعدار رہے۔ ریاضیات ومجاہدات کا طریق اختیار کیا اور اپنی صفائے وقت پر مغرور ہو کر اپنے خواب وخیال پر اعتماد کیا ہے اور اپنے خالی کشفوں کو مقتدا بنا کر خود بھی گمراہ ہو گئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا ہے۔ ان نادانوں نے نہ جانا کہ یہ صفائی نفس کی صفائی ہے۔ جو گمراہی کو زیادہ کرتی ہے نہ کہ قلب کی صفائی جو ہدایت کا دروازہ ہے، کیونکہ قلب کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


صفائی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر وابستہ ہے اور نفس کا تزکیہ قلب کی صفائی اور اس کی سیاحت پر موقوف ہے۔ وہ صفائی جو قلب کی سیاہی کے ہوتے ہوئے جو انوار وقدم کے ظہور کا محل ہے۔ نفس کو حاصل ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ چراغ روشن کر دیں تا کہ پوشیدہ دشمن یعنی ابلیس لعین اس کی روشنی میں بخوبی لوٹ مار کر لے۔ غرض ریاضت ومجاہدہ کا طریق نظر واستدلال کے طریق کی طرح اس وقت اعتبار واعتماد کے لائق ہوتا ہے۔ جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے ساتھ مل جائے۔ جو حق تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی تائید سے موید ہیں۔ ان بزرگوں کا کارخانہ پاک فرشتوں کے نزول کے باعث دشمن لعین کے مکر وفریب سے محفوظ ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ (میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں) ان کا نقد وقت ہے۔ دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی اور شیطان لعین کے مکر وفریب سے نہیں بچ سکے۔ جب تک کہ ان بزرگواروں کی متابعت کو لازم نہ پکڑا اور ان کے قدم بقدم نہیں چلے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز درپے مصطفیٰ

ترجمہ بیت: سمجھ لو بخوبی کہ راہ صفاء — نہیں ملتا ہرگز نبی کے سوا

سبحان اللہ افلاطون جو فلاسفہ کا رئیس ہے۔ حضرت عیسیٰ کی بعثت کی دولت کو پائے اور اپنے آپ کو نادانی کے باعث مستغنی جا کر ان پر ایمان نہ لائے اور نبوت کے برکات سے حصہ حاصل نہ کرے۔ اس کی بڑی بدبختی اور نادانی ہے۔ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ (جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی نور نہیں بنایا اس کے لیے کوئی نور نہیں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغَالِبُوْنَ (ہمارے اپنے مرسل بندوں کے ساتھ ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ یہی فتح مند رہیں گے اور بیشک ہمارا لشکر غالب رہے گا) عجب معاملہ ہے کہ فلاسفہ کی ناقص عقلیں مبدء میں بھی اور معاد میں بھی طور نبوت کی نقیض ہیں اور ان کے احکام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احکام کے مخالف ہیں۔ نہ ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہے نہ آخرت کے ساتھ۔ قدم عالم کے قائل ہیں۔ حالانکہ بڑا مضبوط اجماع ہے۔ اس بات پر کہ عالم بمع اپنے تمام اجزاء کے حادث ہے۔ ایسے ہی آسمانوں کے پھٹ جانے اور ستاروں کے اڑ جانے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے اور دریاؤں کے پھوٹنے کے جن کا قیامت کے دن وعدہ ہے قائل نہیں ہیں اور حشر اجساد کے منکر ہیں اور نصوص قرآنی کا انکار کرتے ہیں۔ ان میں سے متاخرین جو اہل اسلام میں داخل ہیں اسی طرح اپنے فلسفی اصول پر راسخ ہیں اور آسمانوں اور ستاروں وغیرہ کے قدم اور ان کے فناء اور ہلاک نہ ہونے کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


قائل ہیں۔نصوص قرآنی کی تکذیب ان کی خوراک اور دین کی ضروریات کا انکار ان کا رزق ہے۔ یہ عجب قسم کے مومن ہیں کہ خدا اور رسول پر تو ایمان لاتے ہیں،لیکن جو کچھ خدا اور رسول نے فرمایا ہے اس کو قبول نہیں کرتے۔اس سے بڑھ کر سفاہت اور بیوقوفی کیا ہوگی۔بیت

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آن ہم سفہ باشد کہ حکم کل اکثر است

ترجمہ بیت

فلسفہ کا جبکہ اکثر ہے سفہ پھر اس کا کل بھی سفہ ہوگا کہ حکم کل ہے اکثر کا حکم

ان لوگوں نے اپنی عمر کو ایک آلہ جو ان کے نزدیک خطا فکری سے محفوظ ہے۔یعنی علم منطق کی تعلیم وتعلم میں برباد کردیا اور اس بارہ میں بڑے باریک اور دقیق مسائل نکالے اور بڑی بڑی موشگافیاں کیں،لیکن جب حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے اعلیٰ مقصد تک پہنچے۔تو ان کے ہوش وحواس جاتے رہے اور ان کا وہ آلہ عاصمہ بھی کام نہ آیا اور خبط میں پھنس کر گمراہی کے جنگل میں بھٹکتے رہے۔جس طرح کوئی شخص سالوں تک لڑائی کے آلات تیار کرتا ہے مگر لڑائی کے وقت اس کے ہاتھ پاؤں بیکار ہوجائیں اور آلات کو کام میں نہ لاسکیں۔لوگ فلسفہ کے علوم کو بڑے نظم ونسق والا جانتے ہیں اور غلط وخطا سے محفوظ سمجھتے ہیں۔اگر اس بات کو مان بھی لیں تو یہ حکم ان علوم میں صادق آتا ہے۔جن میں عقل کا استقلال اور استحکام ہے جو اس بحث سے خارج اور دائرہ مالا یعنی میں داخل ہیں اور آخرت کے ساتھ جس کا معاملہ دائمی ہے کچھ تعلق نہیں رکھتے اور نہ ہی آخرت کی نجات ان پر وابستہ ہے۔گفتگو ان علوم میں ہے۔جن کے ادراک میں عقل عاجز اور قاصر ہے اور طور نبوت پر موقوف ہیں اور جن پر آخرت کی نجات منحصر ہے۔حجتہ الاسلام امام غزالی رسالہ المنقذ عن الضلال میں فرماتے ہیں کہ اہل فلسفہ نے علم طب اور علم نجوم گزشتہ پیغمبروں کی کتابوں سے چرالیے ہیں اور دواؤں کی خاصیتیں جن کے سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔انبیاء کی آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے اقتباس کی ہیں اور علم تہذیب اخلاق کو صوفیاء الہیہ کی کتابوں سے جو ہر زمانہ میں کسی نہ کسی پیغمبر کی امت رہے ہیں۔اپنی بیہودہ باتوں کے رواج دینے کے لیے چرالیا ہے۔غرض ان کے یہ تینوں علم اوروں کے علوم سے چرائے ہوئے ہیں۔علم الٰہی میں حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال اور ایمان باللہ وایمان بآخرت کے بارہ میں جو خبط انہوں نے ظاہر کیے ہیں۔وہ سب کے سب نصوص قرآنی کے مخالف ہیں۔جن کا تھوڑا سا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔باقی رہا علم ہندسہ جو خاص طور پر ان کے ساتھ مخصوص ہے۔اگر متسق اور منتظم (یعنی کامل وتمام) بھی ہوگا تو کس کام آئے گا اور آخرت کے کون سے عذاب ووبال کو دور کرے گا۔عَلَامَةُ اِعْرَاضِهٖ تَعَالٰی عَنِ الْعَبْدِ اِشْتَغَالُهٗ بِمَا لَا یَعْنِیْهِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(بندہ سے حق تعالیٰ کی روگردانی کا نشان بندہ کا بیہودہ کاموں میں مشغول ہونا ہے) جو کچھ آخرت میں کام نہ آئے وہ لایعنی اور بیہودہ ہے۔ ان کا علم منطق علم آلی یعنی غلط اور صحیح فکر میں تمیز کرنے کا آلہ ہے اور جس کو خطا سے محفوظ بتلاتے ہیں۔ جب ان کے اپنے کام نہ آیا اور مقصد اعلیٰ کے حاصل کرنے میں ان کو غلطی اور خطا سے نہ بچا سکا۔ تو پھر اوروں کے کام کس طرح آئے گا اور دوسروں کو خطا سے کس طرح بچا سکے گا۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (یا اللہ تو ہدایت دے کر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما تو بڑا بخشنے والا ہے) بعض لوگ جو علوم فلسفی سے تعلق رکھتے ہیں اور فلسفی تسویلات پر فریفتہ ہیں۔ ان لوگوں کو حکماء جان کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کے جھوٹے علوم کو سچا جان کر انبیاء کی شرائع پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِ الْاِعْتِقَادِ السُّوْءِ (اللہ تعالیٰ ہم کو اس برے اعتقاد سے بچائے) ہاں جب ان کو حکماء جانتے ہیں اور ان کے علم کو حکمت کہتے ہیں تو پھر کیونکر اس بلا میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ حکمت سے مراد کسی شے کا وہ علم ہے جو نفس الامر کے مطابق ہو، لیکن وہ علوم جو ان کے مخالف ہوں وہ نفس امر کے غیر مطابق ہوں گے۔ غرض ان کی اور ان کے علوم کی تصدیق سے انبیاء اور ان کے علوم کی تکذیب لازم آتی ہے، کیونکہ یہ دونوں علم ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور ایک کی تصدیق میں دوسرے کی تکذیب ہے۔ اب جو چاہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذہب کو لازم پکڑ لے اور حق تعالیٰ کے گروہ سے ہو جائے اور نجات پا جائے اور جو چاہے فلسفی بن جائے اور شیطان کے گروہ میں داخل ہو جائے اور ہمیشہ کے لیے زیاں کار اور نا امید بن جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا (جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کی ہے جس کے خیمے ان کو گھیر لیں گے اور اگر فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم پانی دیا جائے گا۔ جو چہروں کو جلا دے گا۔ یہ بہت ہی برا پانی اور بہت ہی بری جگہ ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ وَالْمَلَائِكَةِ الْعِظَامِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا) والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۲۴)

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کرام کی بزرگی اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ ان کی مہربانی کے بیان میں ملا محمد مراد کشمی کی طرف جو میر محمد نعمان کے خادموں میں سے ہے۔ صادر فرمایا ہے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَ مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں نہایت ہی مہربان ہیں۔ رکوع و سجود کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے فضل و رضامندی چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں۔ تورات اور انجیل میں ان کی یہی تعریف ہے۔ ان کی مثال اس کھیتی کی سی ہے جو بہت پھلے پھولے اور اس کی شاخیں مضبوط اور اس کے تنے اچھے موٹے ہو جائیں جن کو دیکھ کر کسان خوش ہوں اور کفار غصہ میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیکوکاروں کو بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ دیا ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب کی کمال مہربانی و محبت کے ساتھ جو ایک دوسرے کے ساتھ رکھتے تھے مدح فرمائی ہے کیونکہ رحیم جو رحماء کا واحد ہے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی کمال مہربانی کے ہیں۔ چونکہ صفت مشبہ استمرار پر بھی دلالت کرتی ہے۔ اس واسطے چاہئے کہ ان کی ایک دوسرے کے ساتھ محبت و مہربانی آنحضرت کے حضور میں بھی اور ان کے رحلت فرما جانے کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے دوامی اور استمراری طور پر ہو اور جو کچھ ایک دوسرے کے حق میں مہربانی کے منافی ہو ان بزرگواروں سے ہمیشہ کے لیے مسلوب ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ بغض و کینہ و حسد و عداوت کا احتمال بھی دائمی طور پر ان اکابر دین سے دور ہو جب تمام صحابہ کرام اس پسندیدہ صفت سے متصف ہوں۔ جیسے کہ کلمہ والذین سے جو عموم اور استغراق کے صیغوں میں سے ہے ظاہر ہوتا ہے۔ تو ان اصحاب بزرگ کی نسبت کیا کہا جائے۔ جن میں یہ صفت اتم و اکمل طور پر ہوگی۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ (میری امت میں سے زیادہ رحم کرنے والا میری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



امت پر ابوبکر ہے) اور حضرت فاروق کی شان میں فرمایا ہے۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا) یعنی کمالات ولوازم جو نبوت میں درکار ہیں سب حضرت عمر میں موجود ہیں، لیکن چونکہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے اس لیے منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔ نبوت کے لوازم میں سے ایک خلق پر کمال مہربانی اور شفقت کرنا ہے۔ نیز وہ رزائل یعنی کمینہ صفتیں جو شفقت ومہربانی کے منافی ہیں اور نہایت ہی برے اخلاق میں سے ہیں۔ یعنی حسد، بغض، کینہ اور عداوت ان لوگوں کے حق میں جو حضرت خیرالبشر کی شرف صحبت سے مشرف ہوئے ہیں۔ حسد اور بغض اور کینہ وعداوت کس طرح متصور ہو سکتی ہیں۔ جو تمام امتوں میں سے بہتر امت کے بہترین ہیں اور تمام مذہبوں کو منسوخ کرنے والے مذہب کے سابق ترین ہیں۔ جن کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر تھا اور ان کا صاحب تمام نبیوں اور رسولوں سے فضیلت والا تھا۔ اگر یہ لوگ ردی صفتوں سے موصوف ہوں جن سے اس امت مرحومہ کے کمینہ آدمی کو عار آتی ہے تو پھر یہ لوگ کس طرح امت میں سے بہتر ہوں گے اور یہ امت کس وجہ سے خیرالامم ہوگی اور ایمان میں سب سے اوّل اور بڑھ کر ہونا اور مال وجان کو سب سے بڑھ کر زیادہ خرچ کرنا کیوں زیادتی اور فضیلت کا باعث ہوگا اور خیرالقرون کی کیا تاثیر ہوگی اور حضرت خیرالبشر کی فضل صحبت کا کیا اثر ہوگا۔ وہ لوگ جو اس امت کے اولیاء کی صحبت میں کچھ مدت رہتے ہیں وہ ان رزیلہ صفتوں سے نجات پا جاتے ہیں۔ تو وہ لوگ جنہوں نے حضرت افضل الرسل کی صحبت میں اپنی عمریں صرف کی ہیں اور دین کی تائید اور مدد کے لیے اپنے مالوں اور جانوں کو خرچ کیا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے حق میں اس قسم کی بری خصلتوں کا وہم کیا جائے؟ سوائے اس کے حضرت خیرالبشر کی عظمت وبزرگی نظر سے گر جائے اور ان کی صحبت ایک ولی امت کی صحبت سے بھی ناقص سمجھی جائے۔ نعوذ باللہ منہا حالانکہ مقرر ہے کہ امت کا کوئی ولی اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ تو پھر اس امت کے نبی کے درجہ کو کس طرح پا سکے گا۔ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔ مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ اَصْحَابَہٗ (جس نے اصحاب کی تعظیم نہ کی، وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب دو فریق تھے۔ ایک وہ گروہ تھا جو حضرت امیر کا مخالف تھا اور دوسرے گروہ کے وہ لوگ تھے جو حضرت امیر کے موافق تھے اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے ساتھ عداوت اور بغض، کینہ رکھتے تھے اور ان میں سے بعض صحابہ، بعض مصلحتوں کے لیے اپنی صفات کو پوشیدہ رکھتے تھے اور تقیہ کرتے تھے اور وہ لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ یہ بری صفتیں ان میں ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



زمانہ تک رہی ہیں۔ بلکہ جب تک زندہ رہے ہیں ان میں یہ صفات موجود رہی ہیں اور اس وہم سے حضرت امیر کے مخالفوں کو برا کہتے ہیں اور نامناسب باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انصاف کرنا چاہئے کہ اس صورت میں دونوں فریق طعن کے لائق اور ان رزیلہ صفتوں کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں اور امت کے بہترین لوگ تمام امتوں میں سے بدترین بن جاتے ہیں اور اس زمانہ کا خیر شر سے بدل جاتا ہے۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ حضرات شیخین کو اس وہم سے برا کہیں اور دین کے ان بزرگواروں کی طرف نامناسب امور منسوب کریں۔ حالانکہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نص قرآنی کے بموجب اس امت میں سب سے بڑھ کر متقی اور اتقی ہیں، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے مفسرین کا اجماع ہے اس امر پر کہ آیت کریمہ وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے شان میں نازل ہوئی اور اتقی سے مراد حضرت صدیق ہیں۔ پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس خیر الامم کا اتقی فرماتا ہے تو پھر خیال کرنا چاہئے کہ اس کی تکفیر اور تفسیق اور تضلیل یعنی اس کو کافر اور فاسق اور گمراہ کہنا کس قدر برا ہے۔ امام فخر الدین رازی نے اسی آیت سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر استدلال کیا ہے، کیونکہ آیت کریمہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے) کے مطابق اس امت میں سب سے زیادہ بزرگ جس کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ کے نزدیک اس امت کا اتقی ہے۔ جب حضرت صدیق سابقہ نص قرآنی کے بموجب اس امت کے اتقی ہیں تو چاہئے کہ نص لاحق کے موافق اس امت کے بزرگ تر بھی وہی ہوں اور اکابر ائمہ سلف نے جن میں سے ایک امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت شیخین کی افضلیت پر صحابہ وتابعین کا اجماع ثابت کیا ہے اور حضرت امیر نے بھی حضرت شیخین کی افضلیت کا حکم کیا ہے۔ امام ذہبی نے جو بزرگ محدثین میں سے ہیں فرمایا ہے کہ اس نقل کو حضرت امیر سے اسی آدمیوں سے زیادہ نے روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے بھی جو اکابر شیعہ میں سے ہے۔ اس نقل کے بموجب حضرات شیخین کی افضلیت کا حکم دیا ہے اور اس عبارت میں بیان کیا اُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنَ لِتَفْضِيْلِ عَلِيٍّ اِيَّاهُمَا عَلٰى نَفْسِهٖ وَاِلَّا لَمَا فَضَّلْتُهُمَا كَفٰى لِيْ وِزْرًا اَنْ اُحِبَّهٗ ثُمَّ اُخَالِفَهٗ (میں شیخین کو اس لیے افضل جانتا ہوں کہ حضرت علی نے خود اپنے آپ پر ان کو فضیلت دی ہے۔ ورنہ میں کبھی ان کو فضیلت نہ دیتا مجھے اتنا ہی گناہ کافی ہے کہ میں حضرت علی سے محبت رکھوں اور ان کی مخالفت کروں) پس وہ لوگ جو کتاب وسنت واجماع اور حضرت امیر کے اعتراف اور اقرار کے موافق اس خیر الامم میں سے افضل ہوں۔ ان کی اہانت اور حقارت کرنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کون سا انصاف و دیانت ہے اور اس میں کون سی بہتری اور خیریت ہے۔ اگر کسی شخص کو گالی نکالنا خیریت اور عبادت ہوتی تو ابوجہل اور ابولہب کو گالی نکالنا جو قرآنی نصوص کی رو سے لعنت وطرد کے لائق ہیں اس امت کا ورد ہوتا اور اس میں بہت سی نیکیاں حاصل ہوتیں۔ گالی نکالنے میں کونسی خیریت ہے جو فحش وفضیحت یعنی برائی کو متضمن ہے۔ خاص کر اس شخص کے حق میں جو اس کے مستحق اور لائق نہ ہو۔ کسی شے کا نامناسب جگہ میں رکھنا ظلم ہے اور ایک شے سے دوسری شے تک اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بہت تفاوت ہے۔ اسی طرح ایک ظلم سے دوسرے ظلم تک بہت فرق ہے اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خلافت صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے اور اس قرن خیر القرون کے تمام چھوٹے بڑے اور مردوں عورتوں کے اتفاق سے حاصل ہو چکی ہے اور اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ جس قدر اتفاق و اجماع حضرت ذی النورین کی خلافت پر حاصل ہوا ہے۔ حضرات خلفاء ثلثہ میں سے کسی کی خلافت پر اتنا حاصل نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خلافت کی ابتدا ہی میں چونکہ ایک قسم کا تردد تھا۔ اس لیے اس زمانہ کے لوگوں نے اس بارہ میں بڑی احتیاط سے توجہ کی ہے۔ جاننا چاہئے کہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کتاب وسنت کے پہچاننے والے ہیں اور اجماع بھی ان کے زمانہ کے متعلق ہوا ہے۔ اگر سب کے سب یا ان میں سے بعض پر طعن لگائیں اور گمراہی اور فسق سے موصوف کریں تو تمام کے تمام دین یا بعض امور سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء اور افضل الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا فائدہ کم ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کے جامع حضرت عثمان بلکہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ اگر یہ مطعون اور ناانصاف ہوں تو پھر قرآن پر کیا اعتبار رہے گا اور دین کس چیز پر قائم رہے گا۔ اس امر کی برائی کو اچھی طرح جاننا چاہئے۔ اصحاب پیغمبر سب کے سب عدول ہیں اور کتاب وسنت وغیرہ جو کچھ ان کی تبلیغ سے ہم کو پہنچا ہے۔ سب سچ و برحق ہے اور وہ لڑائی جھگڑے جو حضرت امیر کی خلافت کے وقت ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ وہ ہوا وہوس اور حب جاہ وریاست کے باعث نہ تھے بلکہ اجتہاد واستنباط کے سبب سے تھے۔ خواہ کسی کے اجتہاد میں خطا ہو اور اس کا استنباط صواب سے دور ہو۔ علماء اہل سنت وجماعت کے نزدیک ثابت ہے کہ ان لڑائی جھگڑوں میں حضرت امیر حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا جس کا منشاء اجتہاد ہے۔ طعن وملامت سے دور ہے۔ مقصود یہ ہے کہ حق حضرت امیر کی طرف تھا اور خطا حضرت امیر کے مخالفوں کی طرف۔ جس کو اہل سنت وجماعت بھی مانتے ہیں، لیکن مخالفوں کو لعن وطعن کرنا بیجا زیادتی ہے۔ جس کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس سے ضرر کا احتمال ہے۔ کیونکہ سب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



والسلام کے اصحاب ہیں۔ جن میں سے بعض کو جنت کی خوشخبری ہے اور بعض بدری یعنی جنگ بدر والے ہیں جو بخشے ہوئے ہیں اور آخرت کا عذاب ان سے دور ہو چکا ہے جیسے کہ صحیح حدیثوں میں آ چکا ہے۔ اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے حال پر واقف ہو کر فرمایا کہ جو کچھ چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا ہے) اور کچھ بیعت رضوان سے مشرف ہوئے ہیں۔ جن کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی دوزخی نہیں ہو گا بلکہ علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ بہشتی ہیں۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَ کُلًّا وَّعَدَاللّٰہُ الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ'' ط (وہ لوگ جنہوں نے فتح سے پہلے مال خرچ کیا اور لڑائی کی ان لوگوں سے زیادہ درجہ والے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد مال خرچ کیا اور لڑائی کی اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے خبردار ہے) اس آیت میں حسنیٰ سے مراد جنت ہے اور سب صحابہ کے لیے جنہوں نے فتح سے پہلے یا بعد مال خرچ کیا ہے اور لڑائی کی ہے۔ جنت کا وعدہ ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ انفاق اور قتال کی صفت تقید کے واسطے نہیں بلکہ مدح کے لیے ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ ان دو صفتوں سے موصوف تھے۔ جن کے باعث سب کے لیے بہشت کا وعدہ ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہئے کہ اس قسم کے بزرگواروں کو برائی سے یاد کرنا اور ان پر بدظن ہونا کس قدر انصاف و دیانت سے دور ہے۔

**سوال**: بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد بعض اصحابہ کرام اس طریق پر نہ رہے اور حضرت امیر کے منصب خلافت کو زبردستی چھین لیا اور خلافت کی محبت و جاہ و ریاست کی طلب کے باعث طریق حق سے پھر گئے بلکہ گمان کرتے ہیں کہ ان کا انحراف کفر و گمراہی تک پہنچ چکا ہے۔ پس ان کے خیال میں وہ صحابی ان وعدوں سے جو اصحاب کرام کے حق میں آئے ہیں محروم ہوں گے، کیونکہ صحبت کی فضیلت اسلام کی فرع ہے اور جب ان کے اسلام میں کلام ہے تو صحبت کی کیا تاثیر رہے گی۔

**جواب**: جب حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں صحیح حدیثوں کی رو سے جو تواتر معنی کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ جنت کی بشارت آ چکی ہے تو پھر کفر و گمراہی کا احتمال ان سے دور ہو چکا ہے۔ نیز حضرات شیخین اہل بدر سے بھی ہیں۔ جو صحیح حدیثوں کی رو سے مطلق طور پر بخشے ہوئے ہیں اور بیعت رضوان سے بھی مشرف ہیں جو سب کے سب صحیح حدیثوں سے بہشتی ثابت ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں حاضر نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آپ کی اہلیہ یعنی آنحضرت ﷺ کی بیٹی بیمار تھیں۔ ان کی بیمار پرسی کے لیے آنحضرت ان کو مدینہ منورہ میں چھوڑ آئے تھے اور فرمایا تھا کہ جو اہل بدر کو فضیلت حاصل ہوگی۔ تم کو بھی وہی حاصل ہوگی اور بیعت رضوان میں حضرت عثمان کے حاضر نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو مکہ والوں کے پاس بھیجا تھا اور ان کی طرف سے خود بیعت فرمائی تھی جیسا کہ مشہور ہے۔ نیز قرآن مجید بھی ان حضرات کی بندگی کی شہادت دیتا ہے اور ان کے بلند درجوں کی خبر دیتا ہے۔ جو شخص کتاب وسنت سے آنکھیں بند کر کے ضد و تعصب کرے وہ مبحث سے خارج ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

## بیت

آنکس کہ بقرآن وخبر رو ندہی — آن است جوابش کہ جوابش ندہی

ترجمہ بیت: جو مانتا ہی نہیں ہے حدیث اور کتاب — جواب اس کا یہی ہے کہ دو نہ اس کو جواب

ہائے افسوس اگر حضرت صدیق میں کفر و گمراہی کا احتمال متصور ہوتا تو اصحاب پیغمبر باوجود اس قدر عادل اور زیادہ ہونے کے ان کو پیغمبر کا جانشین نہ بناتے۔ حضرت صدیق کی تکذیب میں اس خیر القرون زمانہ کے تینتیس ہزار اصحاب کی تکذیب ہے۔ اس بات کو ادنیٰ آدمی بھی پسند نہیں کرتا۔ جب اس زمانہ کے تینتیس ہزار آدمی باطل پر جمع ہوں اور گمراہ اور گمراہ کنندہ کو پیغمبر کا جانشین بنا دیں تو اس زمانہ میں کونسی خیریت رہی ہوگی۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کو انصاف دے کہ دین کے بزرگواروں کے طعن سے زبان کو بند رکھیں اور حضرت پیغمبر کی صحبت کے حقوق کو مدنظر رکھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ (میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت رکھی۔ اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ہی بغض کے باعث ان سے بغض رکھا) اس سے زیادہ کیا لکھا جائے اور بدیہی سے زیادہ روشن امر کو کیا روشن کیا جائے، کیونکہ حضرت صدیق جن کی مدح میں قرآن مجید بھرا ہوا ہے اور سورۂ واللیل کی تین آیتیں خاص انہی کے فضائل میں نازل ہوئی ہیں اور بیشمار و بے حساب صحیح حدیثیں ان کے فضائل و کمالات میں مروی ہیں اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں ان کی بلکہ تمام صحابہ کے اوصاف و شمائل کا ذکر آیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ (ان کی تعریف توریت میں بھی ہے اور انجیل میں بھی) اور تمام امتوں میں سے اس بہتر امت کے سردار اور رئیس بھی وہی ہیں۔ جب ان کو کافر اور گمراہ جانیں تو پھر اوروں کا کیا حال ہے۔ ان کی نسبت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کس طرح کلام کی جائے۔ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (اے زمین و آسمانوں کے پیدا کرنے والے اور غیب و شہادت کے جاننے والے خدا تو ہی اپنے بندوں کے درمیان جس امر میں وہ اختلاف کرر ہے ہیں فیصلہ کرے گا) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا)

# مکتوب (۲۵)

ان نتائج اور ترقی مراتب کے بیان میں جو ذکر اور تلاوت قرآن اور نماز سے حاصل ہوتے ہیں۔ ملا طاہر کی طرف صادر فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) اس راہ کے مبتدی طالب کے لیے ذکر کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کی ترقی ذکر کے تکرار پر وابستہ ہے۔ بشرطیکہ شیخ کامل مکمل سے اخذ کیا ہو اور اگر اس شرط کے ساتھ نہ ہو۔ تو وہ ابرار کے اوراد کی قسم سے ہے۔ جس کا نتیجہ صرف ثواب ہے۔ اس سے قرب کا وہ درجہ جو مقربین کو حاصل ہوتا ہے حاصل نہیں ہوتا اور یہ جو کہا کہ ابرار کے اوراد کی قسم سے ہے اس لیے ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ کا فضل شیخ کے وسیلہ کے بغیر کسی طالب کی تربیت کرے اور ذکر کا تکرار اس کو مقربوں میں سے بنادے بلکہ جائز ہے کہ ذکر کے تکرار کے بغیر اس کو قرب کے مراتب سے مشرف کردے اور اپنے اولیاء میں سے بنالے اور یہ شرط اکثر کے اعتبار سے ہے اور حکمت وعادت کے موافق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ معاملہ جو ذکر سے وابستہ ہے پورا ہو جاتا ہے اور نفسانی خواہشات کے معبودوں کی گرفتاری سے نجات حاصل ہو جاتی ہے اور نفس امارہ مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت ترقی ذکر کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اس مقام میں ذکر ابرار کے اوراد کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ اس مقام میں قرب کے مراتب قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کو طول قرأت کے ساتھ ادا کرنے پر وابستہ ہیں اور اوّل اول جو کچھ ذکر کرنے سے میسر ہوتا تھا اس وقت قرآن مجید کی تلاوت اور خاص کر نماز کی قرأت میں حاصل ہو جاتا ہے۔ غرض اس وقت ذکر تلاوت کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ جو اوّل اول ابرار کے اوراد کی قسم سے تھا اور تلاوت ذکر کا حکم پیدا کر لیتی ہے جو ابتدا و وسط میں قربات (یعنی اسباب قرب میں سے تھی۔ عجب معاملہ ہے۔ اس وقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اگر ذکر کو قرأت قرآن کے طور پر تکرار کیا جاتا ہے جو آیات قرآنی کے پاک کلمات میں سے ہے اور اعوذ سے شروع کیا جاتا ہے۔ تو وہی فائدہ دیتا ہے جو قرآن مجید کی تلاوت سے حاصل ہوتا ہے اور اگر قرأت کے طور پر تکرار نہ کیا جائے تو ابرار کے عمل کی طرح ہے۔ ہر عمل کے لیے مقام وموسم ہے کہ اگر وہ عمل اس موسم میں بجالائیں تو حسن وملاحت پیدا کرتا ہے اور اگر موسم میں ادا نہ کیا جائے تو اکثر اوقات وہ عمل سراسر خطا ہوتا ہے۔ اگرچہ حسنہ اور نیک ہو۔ جیسے کہ تشہد کے وقت فاتحہ کا پڑھنا اگرچہ ام الکتاب ہے۔ سراسر خطاء ہے۔ پس اس راہ میں پیر اور اس کی تعلیم نہایت ضروری ہے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ (ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے) کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ بیت

زاں روئے کہ چشم تست احول ... معبود تو پیر تست اول

ترجمہ بیت: آنکھ احول تری ہے جب دانا ... پیر تیرا ہے ترا پہلا خدا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۲۶)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ جس طرح اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ اسی طرح اپنی ذات کے ساتھ حی وعالم اور صفات ثمانیہ اور صفات زائدہ کے ساتھ موصوف ہے۔ سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) حق تعالیٰ نفس وجود اور وجود کے تمام توابع کمالات یعنی حیات وعلم وقدرت وسمع وبصر وارادہ کلام وتکوین میں اپنی ذات پاک کے ساتھ کافی ہے اور ان کمالات کے حاصل ہونے میں ان صفات زائدہ کا محتاج نہیں۔ اگرچہ صفات زائدہ کاملہ بھی اسی کے لیے ثابت ہیں۔ پس حق تعالیٰ جس طرح اپنی ذات اقدس کے ساتھ موجود ہے نہ وجود کے ساتھ اسی طرح اپنی ذات کے ساتھ زندہ ہے نہ حیات کے ساتھ جو اس کی صفت ہے اور اپنی ذات کے ساتھ دانا ہے نہ صفت علم کے ساتھ اور اپنی ذات کے ساتھ بینا ہے۔ نہ صفت بصر کے ساتھ اور اپنی ذات کے ساتھ سننے والا ہے نہ صفت سمع کے ساتھ اور اپنی ذات کے ساتھ توانا ہے نہ صفت قدرت کے ساتھ اور اپنی ذات کے ساتھ مرید یعنی ارادہ کرنے والا ہے نہ صفت ارادہ کے ساتھ اور اپنی ذات کے ساتھ کلام کرنے والا ہے۔ نہ صفت کلام کے ساتھ اور اپنی ذات کے ساتھ کائنات کی ایجاد کا مبدء ہے نہ کہ تکوین کی صفت کے ساتھ۔ اگرچہ عالم کا وجود تکوین اور باقی تمام صفات کے ذریعہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے ہے۔ چنانچہ اس مضمون کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ یہ تکوین قدرت سے الگ ہے، کیونکہ قدرت میں فعل کی صحت اور ترک ہے اور تکوین میں فعل کی جانب متعین ہے۔ نیز قدرت ارادہ سے پہلے ہے اور تکوین ارادہ کے بعد یہ تکوین بندہ کو اس استطاعت کے مشابہ ہے۔ جس کو علماء اہل حق نے بندہ کے فعل کے ساتھ مقرر کیا ہے اور اس کو صفت قدرت وارادت سے الگ سمجھا ہے۔ کیونکہ قدرت ہر دو طرف یعنی فعل وترک کو درست کرتی ہے اور ارادت ایک طرف کو ترجیح دیتی ہے اور ایجاد ارادہ کی ترجیح کے بعد تکوین سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر قدرت کو ثابت نہ کیا جائے جو دونوں طرفوں کی صحت کرنے والی ہے تو ایجاب لازم آتا ہے اور اگر تکوین کو ثابت نہ کریں تو ایجاد بغیر مستند کے رہ جاتا ہے، کیونکہ قدرت ایجاد کی صحت کرنے والی ہے اور تکوین ایجاد کو اختیار کرنے والی۔ پس تکوین کے ثابت کرنے سے چارہ نہیں۔ جس کی طرف علماء ماتریدیہ نے ہدایت پائی ہے اور اشعریوں نے چونکہ اشیاء کے ساتھ کا تعلق واضافت زیادہ تر معلوم کیا ہے۔ اس واسطے اس کو صفات اضافیہ سے خیال کیا ہے۔ وَاللّٰہِ یُحِقُّ الْحَقَّ وَ هُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے حق کو اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے) پیدا کرنا اور رزق دینا اور زندہ کرنا اور مارنا تکوین کی طرف راجع کرنا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ہر ایک کو مستقل طور پر صفت قدیمہ کہا جائے اور بے ضرورت بیشمار صفات قدیمہ ثابت کی جائیں۔ پس ظاہر ہوا کہ جو کچھ دوسروں کو حق تعالیٰ کی ایجاد سے صفات کے سبب حاصل ہے۔ حق تعالیٰ کو صفات کے وسیلہ کے بغیر بذات خود حاصل ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات بلالحاظ کسی امر اور اعتبار کے تمام کمالات کی جامع بلکہ ہر کمال کا عین ہے، کیونکہ تبعض اور تجزی یعنی بعض بعض اور جزو جزو ہونا اس بارگاہ میں مفقود ہے۔ ہمہ تن دانائی ہے اور سر بسر شنوائی ہے اور تمام کی تمام بینائی ہے۔ اسی طرح دوسری صفات کا حال ہے اس کے علاوہ حق تعالیٰ کے لیے صفات سبعہ بلکہ صفات ثمانیہ بھی کہ علماء اہل حق جن کے وجود کے قائل ہیں ثابت ہیں اور یہ صفات کاملہ جو قدیم ہیں ان کمالات ذاتیہ کے ظلال اور مظہر ہیں بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کمالات کے روپوش اور ان پوشیدہ انوار کے حجاب ہیں۔

**سوال**: جب حق تعالیٰ کی ذات تمام کمالات کے حصول میں کافی ہے تو پھر صفات کس لیے ثابت کی جاتی ہیں اور قدیموں کے بے شمار وجود ہونے کا قول کیوں کیا جاتا ہے۔ اسی واسطے فلاسفہ اور معتزلہ نے ذات پر اکتفا کی ہے اور قدیموں کے بکثرت ہونے سے بھاگ کر صفات کی نفی کے قائل ہوئے ہیں۔

**جواب**: حق تعالیٰ کی ذات اگرچہ حصول کمالات میں کافی ہے، لیکن اشیاء کی تکوین وتخلیق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے لیے صفات زائدہ کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات نہایت تنزہ اور تقدس اور عظمت وجلال وکبریا میں ہے اور کمال غنا اس کے لیے ثابت ہے اور اشیاء کے ساتھ اس کو کمال بے مناسبتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی اور بے پرواہ ہے) اور حکمت وعادت کے موافق افادہ اور افاضہ کے لیے مستفید اور مستفیض کے ساتھ مناسبت کا ہونا ضروری ہے اور وہ صفات ہیں جنہوں نے ایک درجہ تنزل کر کے ظلیت پیدا کی ہے اور اشیاء کے ساتھ کچھ نہ کچھ مناسبت حاصل کی ہے۔ اگر صفات کا واسطہ نہ ہوتا تو اشیاء سے کسی شے کا حاصل ہونا متصور نہ ہوتا، کیونکہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ذاتی انوار کی شعاعوں کے غلبہ میں ہلاک اور فانی اور نیست ونابود ہونے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا۔ یہ بڑے بے سمجھ لوگ ہیں جو صفات کو ثابت نہیں کرتے اور اشیاء کے ایجاد کو حق تعالیٰ کی ذات بحت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صادر اوّل ہے ہی کیا جو صفات کے پردہ کے بغیر حق تعالیٰ کی ذات کے انوار میں فانی اور ناچیز نہ ہو۔

**سوال**: فلاسفہ اور معتزلہ صفات کو اگرچہ خارج میں ثابت نہیں کرتے، لیکن علمیہ اعتبارات کی رو سے ان کے قائل ہیں اور مرتبہ علم میں کمالات ذاتیہ کو ایک دوسرے سے الگ جانتے ہیں۔ پس اشیاء کا موجود ہونا ذات بحت کی طرف منسوب نہ ہوا، کیونکہ درمیان میں اعتبارات کا واسطہ پیدا ہو گیا۔

**جواب**: عالم کا ایجاد خارج میں ہے اور عالم خارج میں موجود ہے۔ پس خارجی حجابوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ اشیاء کے خارجی وجود کا وسیلہ ہو کر خارج میں ان کو فانی اور نیست ونابود ہونے سے بچا سکیں۔ علمی اعتبارات وجودات خارجیہ کے کام نہیں آسکتے اور علمی حجاب موجودات خارجی کی حفاظت میں کفایت نہیں کر سکتے۔ ہاں بعض صوفیاء جو عالم کو مرتبہ علم کے سوا موجود نہیں جانتے ان کو اگر اعتبارات علمی نفع دے سکیں اور وجودات علمیہ کا وسیلہ ہو سکیں تو بجا ہے، لیکن عالم خارج میں موجود ہے۔ اگرچہ یہ خارج اس خارج کا ظل ہے اور یہ وجود اس وجود کا ظل ہے۔ پس خارجی حجابوں کا ہونا ضرورت ہے تاکہ عالم کے وجود خارجی کا وسیلہ ہو سکیں۔ اس لیے صفات حقیقیہ کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے، تاکہ اشیاء کی ترتیب کریں اور اپنے وسیلہ سے کمالات ذاتیہ کو عالم کے آئینوں میں جلوہ گر اور ظاہر کریں۔ صفات اگرچہ ذات کے حجاب ہیں، لیکن کمالات ذاتیہ کا ظہور انہی کے وجود پر وابستہ ہے۔ ان کا حجاب عینک کے حجاب کی طرح ہے جو زیادہ نمائش کا سبب ہے اور یہ ظہور اور یہ نمائش اگرچہ ظلی ہے مگر کیا کریں کہ ہمارے وجود کو ظل کے ساتھ ملا دیا ہوا ہے اور ہماری ہستی کو حجاب کے حوالہ کر دیا ہے۔ مَا بِالذَّاتِ لَا یَنْفَکُّ عَنِ الذَّاتِ (جو چیز ذاتی ہے وہ ذات سے الگ نہیں ہوتی)۔ مصرعہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

ترجمہ: سیاہی دور حبشی کی نہیں ہوتی کہ ہے ذاتی

**بیت**

وَمَنْ بَعْدِ هٰذَا مَا يَدُقُّ صِفَاتُهُ وَ مَا كَتْمُهُ اَحْظٰى لَدَيْهِ وَ اَجْمَلُ

ترجمہ بیت

بعدازاں وہ چیز ہے جس کا نہیں لگتا پتا اس کا پوشیدہ ہی رکھنا اور چھپانا ہے بھلا

بندہ حق نہیں ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے حق سے جدا بھی نہیں ہوتا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے) حق تعالیٰ کو اگرچہ اشیاء کے ساتھ معیت کی نسبت حاصل ہے، لیکن یہ معیت جس کا منشاء محبت ہے اور ہے جب تک محبت پیدا نہ کریں۔ اس معیت کو نہیں جان سکتے، چونکہ محبت میں بھی مختلف درجات ہیں۔ اس لیے اس کے اندازہ کے موافق معیت میں بھی تفاوت حاصل ہے یہی معیت ہے جو ظلیت سے خلاصی کا سبب ہے اور یہی معیت ہے جو کہ نیست و نابود ہونے کا واسطہ ہے اور یہی معیت ہے جو بندگی و غلامی کو دور کرنے والی ہے اور عین عبدیت یعنی غلامی میں حریت و آزادی کو ثابت کرنے والی ہے۔ یہی معیت ہے جو انانیت اور خودی کو گرانے والی ہے اور یہی معیت ہے جو انانیت کو کمالیت کے درجات تک بلند کرنے والی ہے۔ جاننا چاہئے کہ ان کے ساتھ اپنی معیت عامہ کے بارہ میں فرمایا ہے وَ هُوَ مَعَكُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے) اور معیت خاصہ میں اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے بموجب محبت کے لحاظ سے بندے اس کے ساتھ ہیں ان دونوں معیتوں میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ معیت خاصہ میں دونوں طرف کی معیت ثابت ہے اور معیت عامہ میں معیت اسی طرف سے ہے۔ پس اس کے لیے عین وجدان میں حرمان و ناامیدی لازم ہے۔ يَا حَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ (ہائے افسوس! اللہ تعالیٰ کے حضور میں نے کیوں کوتاہی کی) عالم اگرچہ صفات کے ظلال ہیں اور اس نے صفات کے ذریعہ سے وجود و بقا حاصل کیا ہے، لیکن حضرت ذات کا محبّ محبت ذاتیہ کے باعث جو اس کو حضرت ذات کے ساتھ ہے اور صفات سے جو اس کے اصول ہیں۔ بے کیفی عروج کے ساتھ اوپر گیا ہے اور اصول کو چھوڑ کر اصل اصول سے مل گیا ہے، لیکن یہ ملنا بھی بے کیف ہے اور اگر اصل سے اوپر نہ جائے تو پھر آنے کا کیا فائدہ اور محبت کی کیا ضرورت ہے۔ اس کو اصل کے ساتھ اتصال ہر وقت حاصل تھا اور وصل ظلی اس کو ہمیشہ میسر تھا۔ اصل مقصود یہ ہے کہ اپنے اصل کو ظل کی طرح زینہ بنانا چاہئے اور محبت کے پروں سے اوپر اڑنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


چاہئے۔ یہ عروج ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آ سکتا اور اپنے آپ کو چھوڑ کر اپنے آپ سے اوپر جانا ارباب نظر وفکر (یعنی فلسفی اور منطقی) کو پسند نہیں آتا۔ بلکہ صوفیاء میں بھی ہزاروں میں سے کوئی ایک اس دولت سے مشرف ہوتا ہے اور اس معما کا بھید اس پر کھلتا ہے۔ بیت

هزار نکته باریک تر ز مو ایں جاست ‌ ‌ ‌ نه هر که سر بتراشد قلندری داند

ترجمہ بیت: ہزاروں نکتے ہیں بالوں سے بھی باریک تر اس جا
منڈائے سر اگر کوئی قلندر بن نہیں جاتا

**سوال**: یہ سیر آفاقی ہے یا انفسی؟

**جواب**: نہ آفاقی ہے نہ انفسی۔ کیونکہ آفاق وانفس باہر اور اندر کو چاہتے ہیں اور یہ معاملہ دخول وخروج اور اندرو باہر سے وراء الوراء ہے۔ گو ارباب نظر یعنی اہل فلسفہ کے نزدیک نازیبا ہے، لیکن جب مطلوب دخول وخروج سے اقدس اور برتر ہے تو وہ نسبت بھی جو اس کے ساتھ پیدا ہو۔ ضرور ہی دخول وخروج سے منزہ ہوگی۔ یہ سیر باوجود اس قدر مشکل اور سخت ہونے کے اس سیر کے کرنے والوں کے نزدیک جو صاحبان علم ہیں دہلی اور آگرہ کے سیر کی طرح ہے۔ جو ہر ایک کو معلوم ہے اور ہر ایک کے نزدیک متمیز ہے اور اس کی ہر ایک منزل دوسری منزل سے جدا ہے۔

تنبیہ: عالم اگرچہ صفات کے ظلال ہیں اور صفات حق تعالیٰ کی ذات کے ظلال، لیکن اس ظلیت کے بہت سے درجے اور مرتبے ہیں جن میں سے ہر ایک مطلوب کا حجاب ہے۔ آپ نے سنا ہی ہوگا کہ اِنَّ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَ ظُلْمَۃٍ (اللہ تعالیٰ کے لیے نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں) جب تک حجاب سب کے سب دور نہ ہو جائیں۔ ظلیت سے نہیں نکل سکتے۔ اس جگہ خرق حجاب یعنی پردہ کے دور ہونے سے مراد شہودی پردوں کا دور ہونا ہے اور یہ جو اس حدیث کے اخیر میں تمام پردوں کا دور نہ ہونا آیا ہے۔ مراد اس سے وجودی پردے ہیں۔ جن کا دور ہونا ممتنع ہے، کیونکہ اس سے صفات قدیمہ کا رفع ہونا لازم آتا ہے۔ جو محال ہے، لیکن چونکہ معیت غیر متکیفہ حاصل ہے اس لیے خرق وجودی کا حکم رکھتا ہے اور باوجود حجابوں کے بے حجاب ہے، کیونکہ معیت نقد وقت ہے جو حائل وحجاب کی طاقت نہیں رکھتی۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" ۝ (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش۔ تو سب شے پر قادر ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلَیْہِمْ وَ عَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ ۝ (اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوۃ وسلام ہو)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۲۷)

اس بیان میں کہ بندہ کو چاہئے۔ کہ اپنی تمام مرادوں سے نکل کر حق تعالیٰ کی مرادوں کے موافق ہو جائے اور ذاتی اور عارضی بیماری کے بیان میں ملا علی کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بندہ کو چاہئے کہ اپنے مولا جل شانہ کے سوال اس کا کچھ مراد و مطلب نہ ہو اور مولیٰ کی مراد کے سوا بندہ کی کوئی مراد نہ رہے۔ ورنہ اس کا سر بندگی کی رسی سے اور اس کا پاؤں غلامی کی قید سے نکلا ہوا ہوگا۔ وہ بندہ جو اپنی مرادوں میں گرفتار ہے اور اپنی ہواؤ ہوس پر فریفتہ ہے۔ وہ اپنے نفس کا بندہ ہے اور شیطان لعین کی اطاعت کر رہا ہے۔ یہ دولت (یعنی اپنی مرادوں کو حق تعالیٰ کی مرادوں میں فانی کرنا) دلالت کے خاصہ کے حاصل ہونے پر وابستہ ہے۔ جو فناء و بقائے اتم و اکمل پر موقوف ہے۔

**سوال:** کبھی کبھی خواہشیں اور ضروریات کاملوں سے بھی ظاہر ہوتی ہیں اور مختلف مطالب کے حاصل ہونے کی خواہش ان بزرگواروں سے بھی محسوس ہوتی ہے۔ امام انبیاء و سلطان اولیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سرد و شیریں چیز کو دوست رکھتے تھے اور وہ حرص جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کی ہدایت پر تھا۔ قرآن مجید میں ظاہر ہے۔ ان بزرگواروں میں اس قسم کی خواہشات کے باقی رہنے کا باعث کیا ہے؟

**جواب:** بعض خواہشیں جن کا منشاء طبیعت ہے تاکہ طبعی مزاج قائم رہے۔ ضروری ہیں گرمی کے وقت طبیعت بے اختیار سردی کی طرف مائل ہے اور سردی کے وقت گرمی کی طرف راغب ہے۔ اس قسم کے خواہشیں عبودیت کے منافی اور نفسانی خواہشات کے ساتھ گرفتاری کا سبب نہیں، کیونکہ طبعی ضروریات دائرہ تکلیف سے خارج اور نفس امارہ کی خواہش سے باہر ہیں، کیونکہ نفس کی خواہشات یا فضول مباح ہیں یا مشتبہ و حرام اور جو کچھ ضروری ہے نفس کو اس کے ساتھ مس و تعلق نہیں۔ پس گرفتاری اور بدکرداری کا موجب فضول افعال ہیں۔ اگرچہ مباح کی قسم سے ہوں، کیونکہ فضول مباح محرم کے قرب و جوار میں ہے کہ اگر دشمن لعین کے بہکانے سے وہاں سے قدم اٹھائیں تو بے اختیار حرام میں جا پڑیں۔ پس مباح ضروری پر کفایت کرنا ضروری ہے کہ اگر وہاں سے قدم پھسلے گا تو فضول مباح ہی میں پڑے گا اور اگر فضول مباحات میں قیام کیا جائے تو اس سے پہلے قدم پھسلتے ہی جھٹ محرم میں جا پڑیگا۔ بعض خواہشیں اس قسم کی ہیں جن کا حاصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہونا خارج اور باہر کی طرف سے ہے۔ باوجودیکہ شخص فی نفسہ مرادوں سے خالی ہو اور خارج میں یا حضرت رحمٰن واعظ ہے۔ جو خیرات کا القاء کرتا ہے۔ فَاِنَّ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَ اعِظًا فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُؤْمِنٍ ( کیونکہ ہر ایک مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واعظ ہے ) یا شیطان ہے جو شر وعداوت کا القاء کرتا ہے۔ یَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا ( شیطان ان کو وعدہ اور امیدیں دلاتا ہے۔ مگر شیطان کا وعدہ سراسر دھوکا اور فریب ہے ) قلعہ کی سکونت کے ایام میں یہ فقیر ایک دن فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اس طریقہ عالیہ کی طرز وطرح پر خاموش بیٹھا ہوا تھا کہ بیہودہ آرزوؤں کے ہجوم نے بے مزہ کر دیا اور جمعیت کو کھو دیا۔ ایک لحہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے پھر جمعیت حاصل ہوئی تو دیکھا کہ وہ آرزوئیں بادل کے ٹکڑوں کی طرح القاء کرنے والے کے ہمراہ باہر نکل گئی ہیں اور خانہ دل کو خالی چھوڑ گئی ہیں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ خواہشیں باہر کی طرف سے آئی تھیں اندر سے نہ اٹھی تھیں جو بندگی کے منافی ہیں۔ غرض جس فساد کا منشاء نفس امارہ ہے وہ مرض ذاتی اور زہر قاتل اور مقام بندگی کے منافی ہے اور جو فساد کہ باہر کی طرف سے آئے۔ اگرچہ القاء شیطانی ہو۔ وہ عارضی مرض ہے جو بہت آسان علاج سے دور ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ کَانَ ضَعِیْفًا ( بیشک شیطان کا مکر ضعیف ہے ) ہماری بلا ہمارا اپنا ہی نفس ہے اور ہمارا جانی دشمن ہمارا اپنا ہی برا ہمنشین ہے۔ اسی کی مدد سے بیرونی دشمن ہم پر غلبہ پاتے ہیں اور ہم کو اسی کی مدد سے مغلوب کرتے ہیں۔ تمام اشیاء میں سے زیادہ جاہل نفس امارہ ہے جو اپنا ہی دشمن اور بدخواہ ہے اور اس کا ارادہ اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ اس کی خواہش و آرزو ہمہ تن حضرت رحمٰن جل شانہ ( جو اس کا اور اس کی نعمتوں کا مولیٰ ہے ) کی نافرمانی اور شیطان کی اطاعت ہے جو اس کا جانی دشمن ہے۔

جاننا چاہیے کہ ذاتی اور عارضی مرض اور داخلی اور خارجی فساد کے درمیان فرق وتمیز کرنا بہت مشکل ہے۔ مبادا کوئی ناقص اس خیال سے اپنے آپ کو کامل فرض کرے اور اپنی مرض ذاتی کو مرض عارضی خیال کرے اور خسارہ کھائے فقیر اسی ڈر کے مارے اس سر کے لکھنے کی جرأت نہیں کرتا تھا اور اس مطلب کا ظاہر کرنا مناسب نہیں جانتا تھا۔ میں سترہ سال تک اسی اشتباہ میں رہا اور فساد ذاتی کو فساد عارضی کے ساتھ ملا ہوا پاتا رہا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حق کو باطل سے جدا کر دیا اور مرض ذاتی کو مرض عارضی سے الگ کر دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَ عَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ ( اس نعمت پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا احسان ہے ) اس قسم کے اسرار کے ظاہر کرنے کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ کوئی کوتاہ نظر کسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کامل کو اس قسم کی بیرونی آرزوؤں کے باوجود ناقص نہ سمجھے اور اس کی برکات سے محروم نہ رہے کفار اسی قسم کی صفات کے باعث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی دولت سے محروم رہے اور اس طرح کہتے رہے۔ ابشر یھدوننا فکفروا (کیا ہم جیسا انسان ہم کو ہدایت دیتا ہے۔ پس کافر ہو گئے) اور یہ جو فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ عارف کو اس کی مرادوں اور خواہشوں کے دور ہو جانے کے بعد صاحب ارادہ بنا دیتا ہے اور اس کے ہاتھ میں اختیار دے دیتا ہے۔ اس مضمون کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور جگہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کی جائے گی کیونکہ اب وقت یاوری نہیں کرتا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا)

## مکتوب (۲۸)

اس بیان کو مردوں کے ارواح کو صدقہ کرنے کی کیفیت کیا ہے۔ ملا صالح ترک کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) ایک دن خیال آیا کہ اپنے قریبی رشتہ دار مردوں میں سے بعض کی روحانیت کے لیے صدقہ کیا جائے۔ اسی اثناء میں ظاہر ہوا کہ اس نیت سے اس میت مرحوم کو خوشی حاصل ہوئی اور خوش وخرم نظر آئی۔ جب یہ صدقہ کے دینے کا وقت آیا پہلے حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کے لیے اس صدقہ کی نیت کی جیسا کہ عادت تھی۔ بعد ازاں اس میت کی روحانیت کے واسطے نیت کر کے دے دیا۔ اس وقت اس میت میں ناخوشی اور اندوہ محسوس ہوا اور کلفت وکدورت ظاہر ہوئی۔ اس حال سے بہت متعجب ہوا اور ناخوشی اور کلفت کی کوئی وجہ ظاہر نہ ہوئی حالانکہ معلوم ہوا کہ اس صدقہ سے بہت برکتیں اس میت کو پہنچی ہیں، لیکن خوشی اور سرور اس میں ظاہر نہیں ہوا۔ اسی طرح ایک دن کچھ نقدی آنحضرت ﷺ کی نذر کی اور اس نذر میں تمام انبیاء کرام کو بھی داخل کیا اور ان کو آنحضرت کا طفیلی بنایا۔ اس امر میں آنحضرت ﷺ کی مرضی ورضامندی معلوم نہ ہوئی۔ اسی طرح بعض اوقات جو میں درود بھیجتا تھا اگر اسی مرتبہ میں تمام انبیاء پر بھی درود بھیجتا۔ تو اس میں آنحضرت کی مرضی ظاہر نہ ہوتی۔ حالانکہ معلوم ہو چکا ہے کہ اگر ایک کی روحانیت کے لیے صدقہ کر کے تمام مومنوں کو شریک کر لیں تو سب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کو پہنچ جاتا ہے اور اس شخص کے اجر سے کہ جس کی نیت پر دیا جاتا ہے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ (بیشک رب تیرا بڑی بخشش والا ہے) اس صورت میں ناخوشی اور ناراضگی کی وجہ کیا ہے۔ مدت تک یہ مشکل بات دل میں کھٹکتی رہی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے ظاہر ہوا کہ ناخوشی اور کلفت کی وجہ یہ ہے کہ اگر صدقہ بغیر شرکت کے مردہ کے نام پر دیا جائے تو وہ مردہ اپنی طرف سے اس صدقہ کو تحفہ اور ہدیہ کے طور پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے جائے گا اور اس کے وسیلے سے برکات و فیوض حاصل کرے گا، لیکن اگر صدقہ دینے والا خود آنحضرت کی نیت کرے گا تو میت کو کیا نفع ہوگا۔ شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے تو میت کو صرف اسی صدقہ کا ثواب ملے گا اور عدم شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے، اس صدقہ کا ثواب ملے گا اور اس صدقہ کے تحفہ اور ہدیہ کرنے کے فیوض و برکات بھی حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے پائے گا۔ اسی طرح ہر شخص کے لیے کہ جس کو شریک کریں یہی نسبت موجود ہے کہ شرکت میں ایک درجہ ثواب ہے اور عدم شرکت میں دو درجہ کہ اس کو مردہ اپنی طرف سے اس کے حضور پیش کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہدیہ تحفہ جو کوئی غریب کسی بزرگ کی خدمت میں لے جائے بغیر کسی کی شراکت کے اگرچہ طفیلی ہو تو اس تحفہ کا خود پیش کرنا بہتر ہے یا شرکت کے ساتھ۔ کچھ شک نہیں کہ بغیر شرکت کے بہتر ہے اور وہ بزرگ اپنے بھائیوں کو اپنے پاس سے دے دے تو اس بات سے بہتر ہے۔ کہ یہ شخص بے فائدہ دوسروں کو داخل کر لے اور آل واصحاب جو آنحضرت ﷺ کے عیال کی طرح ہیں۔ ان کو جو طفیلی بنا کر آنحضرت ﷺ کے ہدیہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ پسندیدہ اور مقبول نظر آتا ہے۔ ہاں متعارف ہے کہ ہدایات مرسولہ میں اگر کسی بزرگ کے ساتھ اس کے ہمسروں کو شریک کریں تو اس کے ادب و رضامندی سے دور معلوم ہوتا ہے اور اگر اس کے خادموں کو طفیلی بنا کر ہدیہ بھیجیں تو اس کو پسند آتا ہے، کیونکہ خادموں کی عزت اسی کی عزت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ زیادہ تر مردوں کی رضامندی صدقہ کے افراد میں ہے نہ صدقہ کے اشتراک میں، لیکن چاہئے کہ جب میت کے لیے صدقہ کی نیت کریں تو اوّل آنحضرت ﷺ کی نیت پر ہدیہ جدا کرلیں۔ بعد ازاں اس میت کے لیے صدقہ کریں، کیونکہ آنحضرت ﷺ کے حقوق دوسروں کے حقوق سے بڑھ کر ہیں۔ اس صورت میں آنحضرت ﷺ کے طفیل اس صدقہ کے قبول ہونے کا بھی احتمال ہے۔ یہ فقیر مردوں کے بعض صدقات میں جب نیت کے درست کرنے کے لیے اپنے آپ کو عاجز معلوم کرتا ہے تو اس سے بہتر علاج کوئی نہیں جانتا کہ اس صدقہ کو آنحضرت ﷺ کی نیت پر مقرر کرے اور اس میت کو ان کا طفیلی بنائے۔ امید ہے کہ ان کے وسیلہ کی برکت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے قبول ہو جائے گا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا درود اگر ریا وسمعہ سے بھی ادا کیا جائے تو مقبول ہے اور آنحضرت ﷺ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا ثواب درود بھیجنے والے کو نہ ملے، کیونکہ اعمال کا ثواب نیت کے درست کرنے پر موقوف ہے اور آنحضرت ﷺ کے قبول کے لیے جو مقبول ومحبوب ہیں۔ بہانہ ہی کافی ہے۔

آیت کریمہ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (تجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے) آنحضرت ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَعَلٰى جَمِيعِ اِخْوَانِهِ الْكِرَامِ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمَلٰئِكَةِ الْعِظَامِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ.

## مکتوب (۲۹)

قرآن مجید کے بعض کلمات قدسی آیات کے سمجھنے میں سیادت پناہ میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

چونکہ فقیر پہلے اپنے قصور فہم کے باعث قرآن مجید کے بعض کلمات قدسی آیات کے سمجھن میں تردد رکھتا تھا اور ان کی تطبیق ومطابقت میں عاجز ہو جاتا تھا۔ تو وسوسوں کے دفع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس سے بہتر علاج کوئی نہ پاتا تھا کہ اپنے آپ کو کہتا تھا کہ تو اس نظم قرآنی کو حق تعالیٰ کی کلام مانتا ہے اور اس کے ساتھ ایمان رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر ایمان نہیں رکھتا ہے تو پھر بھی تیری اپنی سمجھ کا قصور ہے نہ کہ نظم قرآنی میں جو زمین وآسمان کے خالق اور عقل وادراک کے پیدا کرنے والے کا کلام ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کلام ربانی کے حق ہونے کا ایمان حاصل تھا۔ تو اس تردید سے وہ وسوسہ نیست ونابود دور ہو جاتا اور اس تردد سے نجات مل جاتی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ نظم قرآنی میں جہاں کہیں قصور ادراک کے باعث تردد اور خدشہ کی گنجائش ہے۔ وہی مقام قرآن مجید کے ساتھ ایمان کے زیادہ ہونے کا باعث ہے اور وہی خدشہ فرقان حمید کے اعجاز کے ظاہر ہونے کا واسطہ ہے اور وہ اغلاق یعنی مشکل مقامات اعجاز کی قسموں سے متصور ہوتے ہیں اور وہ اشکال کمال بلاغت اور براعت پر محمول نظر آتے ہیں۔ جن کے سمجھے میں انسان عاجز ہے۔ جس قدر ایمان قرآن مجید کے نہ سمجھنے میں حاصل ہے۔ اتنا سمجھنے میں نہیں ہے کیونکہ نہ سمجھنے میں اعجاز کا وہ راستہ کھلا ہوا ہے جو سمجھنے میں نہیں۔ سبحان اللہ یہی نہ سمجھنا بعض کو گمراہ کر دیتا ہے اور کلام حق کا منکر بنا دیتا ہے اور بعض کے لیے یہی نہ سمجھنا قرآن کے ساتھ کمال ایمان کا باعث ہو جاتا ہے اور ہدایت کی طرف لے آتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ط (اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے) رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی وہدایت ہمارے نصیب کر)۔ والسلام

# مکتوب (۳۰)

مراتب اصول اور مراتب عبادت پر عروج کے بیان میں سیادت وارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ط

(اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور مرسلین کے سردار پر صلوٰۃ وسلام ہو)۔

## ابیات

پایہ آخر آدم است وآدمی | گشت محروم از مقام محرمی
گر نگرد و باز مسکیں زیں سفر | نیست از وے ہیچکس محروم تر

## ترجمہ ابیات

آدمی کا پایا ہے سب سے اخیر | ہو گیا محروم حق سے یہ فقیر
اس سفر سے گر نہ یہ مسکیں پھرے | پھر نہ ہرگز قرب حاصل کر سکے

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے سالک آدمی کو اپنے وصول پر کہ وہ خود آپ جن کا ظل ہے عروج واقع ہو۔ تو ان اصول میں سے ہر ایک اصل میں اوّل اس کو فنا اور پھر اس فنا کے بعد اسی اصل کے ساتھ بقاء حاصل ہو گی اور اس فناء وبقا سے ان کی انانیت کا اطلاق اس ظل سے دور ہو کر اس اصل پر جس میں اس ظل کو فناء وبقا حاصل ہوا ہے اطلاق پائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل جانے لگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کرم سے جب اصل سے عروج واقع ہو جائے تو اس اصل میں جو اس پہلے اصل کے اوپر ہے اور وہ پہلا اصل اس دوسرے اصل کا ظل ہے۔ اس پہلی اصل کا فناء وبقاء حاصل کر لے گا اور اصل سے انا کا اطلاق زائل ہو کر دوسرے اصل سے جا ملے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل ثانی معلوم کرے گا۔ اگر اصل ثانی سے عروج واقع ہو جائے تو اصل ثانی کو تیسرے اصل کے ساتھ وہی نسبت ہو گی۔ جو اوّل کو دوسرے کے ساتھ ہے یعنی عروج واقع ہونے کے بعد انا کا اطلاق اس تیسرے اصل پر قرار پائے گا۔ جس کا ظل دوسرا اصل ہے۔ اسی طرح اگر محض فضل خداوندی سے عروج واقع ہوتا جائے تو ہر ایک نیچے والے اصل میں جو اوپر کے اصل کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیے ظل کی طرح ہے یہی نسبت موجود ہوگی۔ یعنی جوں جوں ظل سے اصل تک پہنچتا جائے گا ہر ظل سے انا کا اطلاق دور ہو کر اس کے اصل کے ساتھ ساتھ قرار پاتا جائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل معلوم کرتا جائے گا۔ اِلٰی مَا شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی تَفَاوُتِ مَرَاتِبِ الْاِسْتِعْدَادِ (جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ استعداد کے مرتبوں کے تفاوت کے بموجب) اور یہ اصول باوجود اس کثرت اور رفعت کے ظل اوّل یعنی سالک آدمی کے اجزاء ہوں گے۔ جس طرح قطرہ سے دریا بہادیں اور تنکے کا پہاڑ بنادیں۔ جب یہ اصول اس کے اجزاء ہوں گے تو ان کے کمالات و برکات سے بھی اس کو کامل حصہ حاصل ہوگا اور اس کا کمال ان اجزا کے تمام کمالات کا جامع ہوگا۔ اس بیان سے انسان کامل اور باقی انسانی افراد کے درمیان فرق معلوم کر سکتے ہیں کہ انسان کامل دریائے محیط کی طرح ہے اور باقی تمام افراد انسان ناچیز قطروں کی طرح۔ پھر یہ اس کو کس طرح پہچان سکتے ہیں اور اس کے کمال کو کیا پا سکتے ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا۔ اس نے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔ جس طرح انسان کامل اور انسان ناقص کے درمیان اجزا کی کمی و بیشی کی رو سے تفاوت ہے اسی طرح ان کے طاعات و حسنات میں بھی اس کمی بیشی کے موافق فرق ہے۔ اس شخص کے ساتھ جس کو سو زبانیں دیں اور وہ ہر ایک زبان کے ساتھ خدا کو یاد کرے اس شخص کی کیا نسبت ہوگی۔ جس کو صرف ایک ہی زبان دی اور وہ صرف ایک ہی زبان سے خدا کو یاد کرے۔ ایمان اور معرفت اور تمام کمالات کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' (یا اللہ تو ہمارے نور کو پورا کر اور ہم کو بخش تو ہر چیز پر قادر ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ دَائِمًا وَ سَرْمَدًا وَ عَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَ صَحْبِہِ الْعِظَامِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ۔

## مکتوب (۳۱)

عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجساد کی تحقیق میں ملا بدر الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ'' عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ نے لکھا تھا کہ روح بدنی تعلق سے پہلے عالم مثال میں رہا ہے اور بدن سے جدا ہونے کے بعد پھر عالم مثال میں چلا جائے گا۔ پس قبر کا عذاب عالم مثال میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس درد کی طرح ہوگا جس کو خواب کی حالت میں عالم مثل میں محسوس کریں اور یہ بھی آپ نے لکھا تھا کہ اس کلام کی بہت شاخیں اور فروع ہیں۔ اگر قبول کریں تو بندہ اس بات پر بہت سے فروع نکالے گا۔ واضح ہو کہ اس قسم کے خیالات صدق سے بالکل خالی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو غیر متعارف یعنی غیر مشہور راہ کی طرف رہنمائی کریں۔ اس لیے چند کلمے باوجود موانع کے اس مبحث کی تحقیق میں لکھے جاتے ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْھَادِیُ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ (اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ کی ہدایت دینے والا ہے) اے برادر (صوفیاء نے) عالم ممکنات کی تین قسمیں مقرر کی ہیں۔ عالم ارواح و عالم مثال و عالم اجساد عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عالم مثال ان دونوں عالموں کے معانی اور حقائق کے لیے آئینہ کی طرح ہے۔ کہ اجساد اور ارواح کے معنی اور حقائق عالم مثال میں لطیف صورتوں کی طرح ظہور پاتے ہیں، کیونکہ عالم مثال اور حقیقت کے مناسبت دوسری صورت اور ہیئت ہے۔ عالم مثال میں فی ذاتہ صورتیں اور ہیئتیں اور شکلیں نہیں ہیں بلکہ صورتیں اور شکلیں اس میں دوسرے عالموں سے منعکس ہو کر ظاہر ہوئی ہیں۔ جس طرح آئینہ جس میں فی نفسہ کوئی صورت و شکل نہیں۔ اگر اس میں کوئی صورت موجود ہے تو خارج سے آئی ہے۔ جب یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی تو پھر جاننا چاہئے کہ روح بدنی تعلق سے پہلے اپنے عالم یعنی عالم ارواح میں رہا ہے جو عالم مثال کے اوپر ہے۔

اب اگر اس نے بدنی تعلق کے بعد تنزل کیا ہے اور محبت کے علاقہ کے باعث اجساد میں اتر آیا ہے تو عالم مثال کے ساتھ کچھ کام نہیں رکھتا یعنی نہ اس کو بدنی تعلق سے پہلے عالم مثال کے ساتھ کچھ اور واسطہ تھا اور نہ اب تعلق بدنی کے بعد ہے۔ صرف اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بعض اوقات روح اپنے بعض احوال کو عالم مثال کے آئینہ میں مطالعہ کرتا ہے اور اپنے احوال کی خوبی اور برائی کو وہاں سے معلوم کرتا ہے۔ جیسے کہ واقعات اور خوابوں میں یہ بات واضح اور روشن ہے۔ بسا اوقات سالک بغیر اس امر کے کہ حس سے غائب ہو۔ اس بات کو معلوم کر لیتا ہے اور بدن کی مفارقت کے بعد اگر روح علوی ہے تو فوق کی طرف متوجہ ہے اور اگر سفلی ہے تو سفل کا گرفتار ہے۔ عالم مثال سے اس کا کچھ کام نہیں۔ عالم مثال صرف دیکھنے کے لیے ہے نہ کہ رہنے کے لیے۔ رہنے کی جگہ عالم ارواح ہے یا عالم اجساد۔ عالم مثال ان دونوں عالموں کے لیے آئینہ کی طرح ہے جیسے کہ گزر چکا اور وہ درد جو عالم خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتا ہے۔ وہ اس عذاب کی صورت اور شبح (1) ہے۔ جس عذاب کا مستحق وہ خواب دیکھنے والا ہوا ہے اور اس کی تنبیہ کے لیے اس امر کو اس پر ظاہر کیا ہے، لیکن قبر کا عذاب اس قسم کا نہیں ہے۔ وہ عذاب کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حقیقت ہے۔ نہ کہ عذاب کی صورت وشبح۔ نیز وہ درد جو خواب میں محسوس ہوتا ہے بالفرض اگر حقیقت بھی رکھتا ہو تو دنیاوی دردوں کی قسم ہی سے ہوگا اور قبر کا عذاب آخرت کے عذاب کی قسم سے ہے۔ شَتَّانَ مَابَیْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) دنیا کا عذاب آخرت کے مقابلہ میں کچھ اعتبار و مقدار نہیں رکھتا۔ اگر دوزخ کے آگ کی ایک چنگاری دنیا میں آپڑے تو سب کچھ جلا دے اور نیست و نابود کر دے۔ عذاب قبر کو عذاب خواب کی طرح جاننا عذاب کی صورت اور حقیقت پر اطلاع نہ پانے کے باعث ہے۔ اس اشتباہ کا باعث یہ بھی ہے کہ دنیا کے عذاب اور آخرت کو ایک جیسا سمجھیں، لیکن یہ بھی صاف طور پر باطل ہے۔

**سوال**: آیت کریمہ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا الخ (اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے روحوں کو ان کی موت کے وقت اور ان کو جو نہیں مرتے اپنی خوابوں میں) سے مفہوم ہوتا ہے کہ توفی انفس یعنی جانوں کا قبض کرنا جس طرح موت میں ہے۔ اس طرح خواب میں بھی ہے۔ پھر ایک کے عذاب کو دنیا کے عذابوں سے جاننا اور دوسرے کے عذاب کو آخرت کے عذابوں سے کہنا کس وجہ سے ہے۔

**جواب**: توفی نوم یعنی خواب کا قبض اس قسم کا ہے۔ کہ جیسے کوئی شخص سیر و تماشا کے لیے شوق و رغبت کے ساتھ اپنے وطن مالوف سے باہر نکلے۔ تا کہ فرح و سرور حاصل کرے اور خوش و خرم اپنے وطن کو لوٹ آئے۔ اس کی سیر گاہ عالم مثال ہے۔ جس میں ملک و ملکوت کے عجائبات بھرے ہیں، لیکن موت کا قبض ایسا نہیں ہے، کیونکہ اس وقت وطن مالوف اجاڑ ہو جاتا ہے اور آباد گھر ویران ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواب کے قبض میں کوئی رنج و تکلیف نہیں ہوتی بلکہ فرح و سرور حاصل ہوتا ہے اور موت کے قبض میں بہت سختی اور تکلیف ہوتی ہے۔ پس خواب کے متوفی کا وطن دنیا ہے اور وہ معاملہ جو اس کے ساتھ کرتے ہیں دنیاوی معاملات میں سے ہے اور موت کا متوفی اپنے وطن مالوف کے اجڑ جانے کے بعد آخرت کی طرف انتقال کر چکتا ہے۔ اس لیے اس کا معاملہ آخرت کے معاملات میں سے ہے۔ آپ نے سنا ہی ہوگا۔ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَةٌ (جو شخص مر گیا اس کی قیامت آ گئی) آپ خیالی کشفوں اور مثالی صورتوں کے ظہور سے اہل سنت و جماعت کے مقررہ اعتقادوں کو نہ چھوڑیں اور اپنے خواب و خیال پر مغرور نہ ہوں، کیونکہ اس فرقہ ناجیہ کی متابعت کے بغیر نجات متصور نہیں۔ اگر آپ کو نجات کی خواہش ہے تو خوش طبعی کو چھوڑ کر جان و دل سے ان بزرگواروں کی اتباع میں کوشش کریں۔ اطلاع دینا ضروری ہے۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ (قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے) آپ کی طرز تحریر سے مجھے وہم گزرا تھا کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایسا نہ ہو یہ تخیلات آپ کو ان بزرگواروں کی تقلید سے نکال کر اپنے کشفوں کے تابع بنادیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا وَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا (ہم اس بات سے اور اپنے نفسوں کی شرارتوں اور برے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں) شیطان بڑا قوی دشمن ہے۔ اس کے مکر سے بخوبی واقف رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو سیدھے راستہ سے بہکا کر گمراہی کے کوچہ میں ڈال دے۔ آپ کو جدا ہوئے ابھی ایک ہی سال ہوا ہے۔ آپ کو کیا ہو گیا کہ وہ احتیاطیں اور کوششیں جو فقیر سنت اور اہل سنت کی متابعت کے بارہ میں کیا کرتا تھا اور انہی بزرگواروں کی تقلید میں نجات کو موقوف کہا کرتا تھا۔ شاید سب آپ کو بھول گئیں کہ اپنے متخیلات کو اپنا مقتدا اور رہنما بنا کر اس پر طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں۔ ظاہری حالات کی رو سے ہماری ملاقات بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ آپ اس طرح زندگی بسر کریں جس سے نجات کی امید کا رشتہ نہ ٹوٹ جائے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّ ھَیِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

## مکتوب (۳۲)

اس بیان میں کہ وہ خطرات جن کو وصل کے اسباب کہتے ہیں۔ تجلی صوری کے اندازہ کے موافق ہیں اور کثرت وہمیہ کی حقیقت کی تحقیق اور اس کے مناسب بیان میں مقصود علی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ نے لکھا تھا کہ ایک سالک نے کسی کامل سے پوچھا کہ میں خطرات کے ہجوم سے پریشان ہوں۔ تو اس کامل نے "وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ" (اور وہ ہر شے پر محیط ہے) کے موافق جواب دیا کہ جب مطلوب کا احاطہ و شمول معلوم ہے۔ تو خطرہ کو وصل کے اسباب جاننا چاہئے۔ نہ فصل کے موجبات سے ہمیشہ مشاہدہ کے دروازہ کو کھلا رکھنا چاہئے اور غفلت کی کھڑکی کو بند کرنا چاہئے۔ یہ بات تجلی صوری کے اندازہ کے موافق درست ہے۔ جو اس راہ کے مقدمات میں سے پہلا مقدمہ ہے۔ اس مقام میں اگر وصل ہے۔ اگرچہ درحقیقت فصل ہے۔ صورت کے اعتبار سے ہے اور اگر مشاہدہ ہے۔ اگرچہ حقیقت میں مباعدہ ہے۔ وہ بھی صورت کے ملاحظہ سے موجود ہے۔ یہ تجلی اس راہ کے بزرگواروں کے نزدیک اعتبار سے ساقط

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے، کیونکہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں۔ نیز اس تجلے میں محق و مبطل یعنی جھوٹے اور سچے شریک ہیں۔ ہندو جوگی اور یونان کے فلسفی بھی اس تجلے سے واقف ہیں اور اس مقام کے علوم ومعارف سے محظوظ اور متلذذ ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ یہ دولت سچے کو صفاء قلب کے باعث حاصل ہوتی ہے اور جھوٹے کو صفاء نفس کے سبب سے۔ اسی واسطے وہ ہدایت کی طرف لے جاتی ہے اور یہ گمراہی کی طرف، لیکن دونوں صورت میں گرفتار اور معنی سے بے خبر ہیں۔ بیت

صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر     کو با جمال جاناں پنہاں چہکار دارد

## ترجمہ بیت

صورت کا جو ہے شیدا معنی کو جانے وہ کیا     دلبر کے حسن سے پھر کیا ہے تعلق اس کا

لیکن سچے کو صورت کے تعلق سے نجات پانے کی امید ہے اور جھوٹا صورت ہی میں ہلاک وفانی رہتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذہب کو اختیار کرنے کے بغیر صورت کی گرفتاری سے نجات کا ملنا محال ہے۔ نیز صورت کے تجلے دائرہ علم میں داخل ہے، لیکن جب اس میں حال وذوق پرتو ڈالتا ہے تو وہ علم سب حال ہو جاتا ہے۔ نیز اس تجلے میں مشہوؔ کثرت ہے، لیکن وحدت کے مظہر ہونے کے طور پر اور کثرت کا شہود خواہ کسی طور پر ہو۔ وبال در وبال ہے۔ چاہئے کہ باطنی نظر میں کثرت اور شہود کثرت کا نام ونشان تک نہ رہے اور واحد حقیقی کے سوا کچھ مشہود نہ ہوتا کہ فنا جو اس راہ میں پہلا قدم ہے۔ حاصل ہو جائے۔ کیونکہ فناء سے مراد یہ ہے کہ باطن سے ماسوی اللہ کا نسیان ہو جائے۔ پھر کثرت کی اس جگہ کیا مجال ہوگی اور کثرت کا شہود وہاں کیا ہوگا اور خطرات کو جو وصل کے اسباب اور مشاہدہ کے دروازے کہا ہے اس وصل ومشاہدہ سے مراد صوری وصل ومشاہدہ ہے جو عین مفارقت اور دوری ہے، کیونکہ وہ وصل جو اس طائفہ عالیہ کے بزرگواروں کے نزدیک معتبر ہے۔ وہ مقام بقاء باللہ میں حاصل ہوتا ہے جو فناء اور تمام ماسوئی کے نسیان کے بعد میسر ہوتا ہے۔ خطرہ کا ہونا اس دولت کے منافی ہے اور وسوسہ کا حاصل ہونا اس مرتبہ کا مانع ہے۔ مقام فناء میں جو اس وصل کی دہلیز ہے خطرہ اس طرح دور ہو جاتا ہے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اس کو یاد دلائیں تو اس نسیان کے باعث جو اس کو ماسوی سے حاصل ہو چکا ہے۔ ہرگز اشیاء اس کو یاد نہ آئیں۔ آپ نے لکھا تھا وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُحِيْطٌ "(وہ تمام اشیاء پر محیط ہے) احاطہ کا بیان اس عبارت میں نہیں آیا۔ مانا کہ مولدین کی کلام سے ہے، کیونکہ کلام عجم میں احاطہ کا تعدیہ کلمہ علی کے ساتھ بہت آتا ہے اور عرب کی فصیح عبارتوں میں احاطہ کا تعدیہ کلمہ کے ساتھ مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا اور جگہ فرماتا ہے۔ اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مُحِیط" (اللہ تعالیٰ ہر شے کومحیط ہے) آپ ظاہراً اس عبارت کوقرآن مجید سے خیال کر کے استشہاد کے طور پر لائے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس مطلب کا بیان قرآن مجید میں دوسری عبارتوں کے طور پر ہے۔ جیسے کہ گزر چکا نیز آپ نے لکھا تھا کہ کثرت وہمی اور تعدد اعتباری نے اس طرح انبوہ کیا ہے کہ اکثر علماء نے تعدد وجود سے غلطی میں پڑ کر مغز سے پوست پر اور لب سے قشر پر قناعت کی ہے۔ کثرت وتعدد اگر چہ وہمی اور اعتباری ہے، لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی صنع وایجاد سے پیدا ہوا ہے اس لیے مضبوط اور مستحکم ہے اور دنیا وآخرت کا معاملہ اسی پر وابستہ ہے اور آثار خارجیہ اسی پر مترتب ہیں۔ وہم واعتبار ہر چند اٹھ جائے، لیکن اس کثرت وتعدد کا اٹھ جانا ممنوع اور ناممکن ہے، کیونکہ آخرت کا دائمی عذاب وثواب جس کی نسبت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے۔ اسی کثرت وتعدد پر موقوف ہے۔ اس کثرت وتعدد کے اٹھ جانے کا حکم کرنا الحاد وزندقہ میں داخل ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ پس صوفیاء عالیہ اور علماء کرام دونوں اس کثرت وتعدد کے ثبوت اور استمرار کے قائل ہیں اور آخرت کا دائمی معاملہ اسی پر منحصر جانتے ہیں، لیکن عروج کے وقت یہ کثرت چونکہ صوفیاء کے شہود سے مرتفع ہو جاتی ہے اس لیے اس کو وہمی اور اعتباری معلوم کرتے ہیں اور چونکہ نفس امر میں مرتفع نہیں ہوتی۔ اگر چہ شہود سے مرتفع ہو جاتی ہے۔ اس لیے علماء اس کو موجود جانتے ہیں۔ پس دونوں گروہوں کا معنی میں اتفاق ہے اور نزاع لفظ کی طرف راجع ہے۔ ہر ایک گروہ نے اپنی اپنی دریافت کے اندازہ کے موافق حکم کیا ہے۔ صوفیاء نے شہود کا اعتبار کیا ہے اور شہودی ارتفاع کا لحاظ کر کے اس کے وہمی اور اعتباری ہونے کا حکم کیا ہے اور علماء نے اس کے نفس امری ثبوت واستقرار کا لحاظ کر کے اس کے وجود کا حکم فرمایا ہے۔ وَلِکُلٍّ وِجْھَۃٌ" (ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے) اس مضمون کو اس فقیر نے اپنے مکتوبات اور رسائل میں مفصل طور پر بیان کیا ہے اور فریقین کے نزاع کو لفظ کی طرف راجع کیا ہے۔ اگر کوئی امر پوشیدہ رہ جائے تو وہاں سے دیکھ لیں۔ علماء کی نظر صواب کے نزدیک اور نفس امر کے مطابق ہے اور صوفیاء کی نظر شکر اور غلبہ حال کے اعتبار سے ہے۔ ستارے دن میں پوشیدہ ہیں اور نفس امر میں ثابت ہیں اور شہود سے چھپے ہوئے ہیں۔ ستاروں کے ثبوت کا حکم کرنا بہت ہی بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ان کے عدم شہود کو ملاحظہ کر کے ستاروں کے نہ ہونے کا حکم کریں۔ علماء جو وجود کثرت کے قائل ہیں ان کا مقصود شریعت کا باقی رکھنا ہے۔ جس کی بنا تعدد پر ہے اور صاحب شریعت کے وعدہ وعید کا جاری کرنا کثرت کے بغیر متصور نہیں۔ صوفیاء بھی اس بات کو مانتے ہیں۔ اگر چہ تکلف کے ساتھ اس کو شریعت کے مطابق کرتے ہیں، لیکن جو کچھ علماء نے فرمایا ہے بے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تکلف صادق اور بغیر حیلہ کے مطابق ہے اس میں کسی قسم کا غبار اور کدورت نہیں اور علماء مستقل اور دائمی وجود ثابت نہیں کرتے جس میں اعتراض کی گنجائش ہو اور واجب کے ساتھ شریک ہو۔ بلکہ ایک وجود ضعیف ثابت کرتے ہیں۔ جو دوسرے سے عاریت کے طور پر ملا ہوا ہے۔ اس بات سے علماء کو جو دین کے بزرگوار ہیں۔ خطا کی طرف منسوب کرنا اور غلطی کی نسبت دینا سراسر غلطی اور محض خطا ہے۔ ہم پیچھے رہنے والوں نے دین و شریعت کو علماء ہی سے حاصل کیا ہے اور مذہب وملت کو انہی کے برکات سے اخذ کیا ہے۔ اگر ان میں طعن کی گنجائش ہو تو شریعت اور ملت سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اسی واسطے علماء نے سلف کے بزرگواروں پر طعن لگانے والے کو گمراہ اور بدعتی کہا ہے اور اس کے طعن کو دین میں گمراہ اور شک کے اسباب سے جان کر اس کے باطل ہونے کا حکم کیا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ علماء نے مغز سے پوست پر قناعت کی ہے۔ بیشک آپ نے صورتوں کو مغز خیال کیا ہے اور تنزیہ کو پوست۔ کیونکہ علماء کی دعوت اور گرفتاری تنزیہ کے ساتھ ہے اور تجلی صوری والوں کا مطلوب اور مشہود صورتیں اور شکلیں ہیں۔ پھر انصاف کرنا چاہئے کہ مغز کا گرفتار کون ہے اور پوست کا مبتلا کون۔ اِنَّا اَوْ اِیَّاکُمْ لَعَلٰی هُدًى اَوْ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ (ہم ہدایت پر ہیں یا تم اور ہم گمراہ ہیں یا تم) رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَّ اٰخِرًا۔

## مکتوب (۳۳)

شیخ شرف الدین منیری قدس سرہ کے اس کلام کی تحقیق میں جو انہوں نے کہی ہے کہ جب تک کافر نہ ہو اور بھائی کا سر نہ کاٹے اور اپنی ماں کے ساتھ جفت نہ ہو تب تک مسلمان نہیں ہوتا۔ ملا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

ملا شمس الدین! آپ استقامت سے رہیں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ شیخ المشائخ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے رسالہ ارشاد السالکین میں لکھا ہے کہ سالک جب تک کافر نہ ہو، مسلمان نہیں ہوتا اور جب تک سالک اپنے بھائی کا سر نہ کاٹے مسلمان نہیں ہوتا اور جب تک اپنی ماں کے ساتھ جفت نہ ہو تب تک مسلمان نہیں ہوتا۔ ان کلمات سے کیا مراد ہے؟

واضح ہو کہ کفر سے مراد کفر طریقت ہے۔ جو مرتبہ جمع سے مراد ہے کہ استتار یعنی پوشیدگی کا مقام ہے۔ اس مقام میں سالک اسلام کی خوبی اور کفر کی برائی میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جس طرح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسلام کو پسندیدہ جانتا ہے۔ کفر کو بھی ویسا ہی اچھا جانتا ہے اور دونوں کو اسم ہادی اور اسم مضل کے مظہر جان کر دونوں سے حظ حاصل کرتا اور لذت پاتا ہے۔ یہ وہی کفر ہے جس کی خبر منصور نے دی ہے اور اسی میں رہا ہے اور اسی پر مرا ہے۔ اس نے کہا ہے۔ بیت

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ — لَدَيَّ وَ عِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

ترجمہ بیت: ہوا کافر میں دین حق سے مجھ کو کفر واجب ہے
اگرچہ سب مسلمانوں کے ہاں وہ کفر بدتر ہے

قول اَنَا الْحَقُّ اور قول سُبْحَانِيْ اور قول لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ سِوَى اللهِ وغیرہ شطحیات سب اسی مرتبہ جمع کے درخت کے پھل ہیں۔ اس قسم کی باتوں کا باعث محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ ہے۔ یعنی سالک کی نظر سے محبوب کے سوا سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محبوب کے سوا اس کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اس مقام کو مقام جہل اور مقام حیرت بھی کہتے ہیں، لیکن یہ وہ جہل ہے جو محمود ہے اور یہ وہ حیرت ہے جو ممدوح ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس مرتبہ جمع سے بلند تر سیر واقع ہو جائے اور علم اس جہل کے ساتھ جمع ہو جائے اور اس حیرت کے ساتھ معرفت مل جائے اور فرق و تمیز حاصل ہو جائے اور سکر سے صحو میں آ جائے تو اس وقت اسلام حقیقی کی دولت ظاہر ہوتی ہے اور ایمان کی حقیقت میسر ہوتی ہے۔ یہ اسلام و ایمان زوال سے محفوظ ہے اور کفر کے عارض ہونے سے بچا ہوا ہے۔ ماثورہ دعاؤں میں جو آیا ہے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ" (یا اللہ میں وہ ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہیں) یہ وہی ایمان ہے جو زوال سے محفوظ ہے۔ آیت کریمہ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ کوئی غم کریں گے) اسی ایمان والوں کے حال کا نشان ہے کیونکہ ولایت اس ایمان کے بغیر متصور نہیں۔ اگرچہ مرتبہ جمع میں بھی اسم ولایت کا اطلاق کر سکتے ہیں، لیکن نقص و قصور ہر وقت اس مرتبہ کا دامن گیر ہے۔ کیونکہ کمال ایمان معرفت میں ہے نہ کہ کفر اور جہل میں۔ خواہ کوئی کفر و جہل ہو۔ پس جو کچھ شیخ نے کہا ہے درست ہے کہ جب تک کفر طریقت سے محقق نہ ہوں۔ اسلام حقیقی سے مشرف نہیں ہوتے اور یہ جو شیخ نے فرمایا ہے کہ جب تک اپنے بھائی کو نہ مارے تب تک مسلمان نہیں ہوتا۔ مراد بھائی سے ہمزاد شیطان ہے جو انسان کا ساتھی ہے اور ہر وقت اس کو شر و فساد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی بنی آدم نہیں جس کا ساتھی ایک جن نہ ہو۔ یاروں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کا ساتھی بھی جن ہے۔ فرمایا ہاں، لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے اس پر طاقت دی ہے کہ میں اس کے شر سے سالم اور بچا ہوا ہوں۔ یہ معنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس صورت میں ہے کہ لفظ فاسلم جو حدیث میں واقع ہے۔ اس کو صیغہ متکلم سے روایت کیا جائے اور اگر صیغہ ماضی سے روایت کیا جائے تو اس کے معنی اس طرح ہوں گے کہ میرا ساتھی مسلمان ہو گیا ہے۔ یہ اخیر کے معنی مشہور ہیں اور اس کے مسلمان ہونے یا مرنے سے مراد اس کی تابعداری نہ کرنا اور اس کو ذلیل وخوار رکھنا ہے۔

**سوال**: آدمی باوجود عقل وفراست کے اس شیطان کا مغلوب کیوں ہو جاتا ہے اور اس کی بری رہنمائی کی طرف کیوں جلدی کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی نامرضیات کا مرتکب کیوں ہوتا ہے؟

**جواب**: شیطان سراسر فتنہ وبلا ہے۔ جو حق تعالیٰ نے بندوں کے امتحان اور آزمائش کے لیے مسلط کیا ہے اور اس کو ان کی نظر سے چھپا دیا ہے اور اس کے احوال پر ان کو اطلاع نہیں دی اور اس کو ان کے احوال سے واقف کر دیا اور ان کے رگ وریشہ میں خون کی طرح جاری کیا ہے۔ وہ بڑا ہی سعادتمند ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے ایسی بلا کے مکر وفریب سے محفوظ رہے۔ باوجود اس تسلط کے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے مکر اور کید کو ضعیف فرمایا ہے اور سعادتمندوں کو دلیر کر دیا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی مدد سے شیطان باوجود اس تسلط کے لومڑی کا حکم رکھتا ہے اور اس کے فضل کی امداد کے بغیر پھاڑنے والا شیر ہے۔ بیت

تو مرا دل دہ ودلیری بہ بیں    روبہ خویش خواں وشیری بہ

ترجمہ بیت: دے کے دل تو مجھے دلیری دیکھ    اپنی روبہ بنا کے شیری دیکھ

دوسرا جواب یہ ہے کہ شیطان انسان کی خواہشات کی راہ سے آتا ہے اور اس کو مشتبہات کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نفس امارہ کی مدد سے جو گھر کا دشمن ہے آدمی پر غلبہ پاتا ہے اور اس کو اپنا فرمانبردار بنالیتا ہے۔ شیطان کا مکر فی حد ذاتہ ضعیف ہے، لیکن خانگی دشمن کی مدد سے اپنا کام کر جاتا ہے۔ درحقیقت ہماری بلا ہمارا نفس امارہ ہی ہے جو ہمارا جانی دشمن ہے۔ اس کمینہ کے سوا کوئی بھی اپنے آپ کا دشمن نہیں۔ باہر کا دشمن اسی کی مدد سے اپنا کام کرتا ہے۔ پس اوّل اپنے نفس کا سر کاٹنا چاہیے اور اس کی تابعداری کو چھوڑنا چاہیے اور اس کو ذلیل وخوار کرنا چاہیے۔ اسی جہاد کے ضمن میں بھائی کا سر بھی کٹ جائے گا اور وہ بھی ذلیل وخوار ہو جائے گا۔ اس راستہ کے چلنے والے انسان کا حجاب اس کا اپنا ہی نفس ہے اور بھائی مبحث سے خارج ہے جو دور سے شرارتوں کی طرف دعوت کرتا ہے اور سیدھے راستہ سے ٹیڑھے راستہ کی طرف بلاتا ہے۔ جب نفس تابع ہو جائے تو پھر وہ بیرونی دشمن اللہ تعالیٰ کی مدد سے بآسانی دفع ہو جاتا ہے۔ **اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ** (میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں) ان بندوں کے لیے بشارت ہے۔ جو نفس کی غلامی سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آزاد ہو کر معبود حقیقی کی عبادت میں مشغول ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) اور یہ جو کہا ہے کہ جب تک اپنی ماں کے ساتھ جفت نہ ہو۔ مسلمان نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ ماں سے مراد عین ثابتہ ہو۔ جو خارج میں وجود کے ظہور کا سبب ہے۔ اس طائفہ کی اصطلاح میں عین ثابتہ کو مادر سے تعبیر کرتے ہیں۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ بیت

وَلَدْتُ اُمِّیْ اَبَاھَا    اِنَّ ذَا مِنْ اَعْجَبَا

ترجمہ بڑا لا کام یہ کیا ہی ہوا ہے    مری ماں نے پدر اپنا جنا ہے

مادر سے مراد عین ثابتہ ہے اور اس مادر کا پدر اس اسم الٰہی سے مراد ہے جس اسم کا ظل اور عکس اور پرتو عین ثابتہ ہے۔ چونکہ خارج میں اس اسم کا ظہور عین ثابتہ کے ذریعے ہوا ہے اس لیے اس ظہور سے ولادت کی تعبیر کر کے مادر کہتے ہیں اور عین ثابتہ مراد رکھتے ہیں۔ اس عین ثابتہ کو تعین وجوبی بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس طائفہ کے نزدیک تعینات پانچ ہیں۔ جن کو تنزلات خمسہ اور حضرات خمس بھی کہتے ہیں۔ ان میں سے دو تعین مرتبہ وجوب میں ثابت کرتے ہیں اور تین تعین مرتبہ امکان میں کہتے ہیں۔ وہ دو تعین جو مرتبہ وجوب میں ہیں۔ ایک تعین وحدت ہے، دوسرے تعین واحدیت۔ جو دونوں مرتبہ علم میں ہیں۔ ان میں فرق صرف علمی اجمال و تفصیل کا ہے اور تین تعین جو مرتبہ امکان میں ثابت کرتے ہیں وہ تعین روحی اور تعین مثالی اور تعین جسدی ہے۔ چونکہ عین ثابتہ مرتبہ واحدیت میں ہے۔ اس لیے اس کا تعین وجوبی ہوگا اور جب اس شخص ممکن کی حقیقت بھی عین ثابتہ ہے جو تعین وجوبی رکھتا ہے اور یہ شخص اس عین کے ظل کی طرح ہے۔ پس اس شخص کی ماں عالم وجوب سے ہوگی۔ جس نے اس کو عالم امکان میں ظاہر کیا ہے اور ماں کے ساتھ جفت ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس شخص کا یہ تعین امکانی اس تعین وجوبی کے ساتھ جو اس کی حقیقت ہے۔ متحد ہو جاتا ہے۔

## بیت

چو ممکن گرد امکاں برفشاند    بجز واجب درو چیزے نماند

ترجمہ بیت: دور جب ممکن سے ہو جاتی ہے گرد امکاں کی
کچھ نہیں رہتا سوا واجب کے اس میں اے اخی

یعنی اس کا تعین امکانی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اپنی انا کو تعین وجوبی پر اطلاق دیتا ہے۔ نہ اس طرح پر کہ تعین امکانی واقعی تعین وجوبی کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ محال ہے اور اس سے الحاد و زندقہ لازم آتا ہے۔ اس لیے کہ اس جگہ کا معاملہ شہود پر ہے۔ اگر تعین کا زوال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے تو شہود سے تعلق رکھتا ہے اور اگر اتحاد ہے تو وہ بھی شہود سے متعلق ہے۔ بیت

نہ آں ایں گردد نے ایں شود آں — ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

ترجمہ: نہ وہ یہ اور نہ یہ وہ ہو مری جان — تمامی مشکلیں ہوں تجھ پر آسان

جب اس شخص نے اپنے اس تعین کو اس تعین کے ساتھ متحد پایا تو اس بات کا امیدوار ہو گیا کہ امکان کی آلودگیوں سے صاف ہو جائے گا اور مرتبہ وجوب کے اسلام اور انقیاد کی دولت سے مشرف ہو جائے گا۔ جاننا چاہئے کہ تنزلات خمسہ جو صوفیاء نے بیان کیے ہیں۔ وجود میں صرف اعتبارات ہی ہیں اور کشف شہود سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ درحقیقت تنزل اور تغیر و تبدل ہے۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ مَنْ لَا یَتَغَیَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَاتِهٖ وَلَا فِیْ اَسْمَائِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَکْوَانِ (پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو کون و مکان کے حدوث سے اپنی ذات وصفات و اسماء میں متغیر نہیں ہوتا) صوفیاء اپنی دید کے اندازہ کے موافق سکر اور غلبہ حال کے وقت اس قسم کی بہت سی باتیں زبان سے نکالتے ہیں۔ ان کو ظاہر پر محمول نہ جاننا چاہیے، بلکہ ان کی توجیہ میں مشغول ہونا چاہئے کیونکہ مستوں کی کلام ظاہر سے پھیر کر توجیہ سے معلوم کی جاتی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّهَا (تمام امور کی حقیقتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) چونکہ آپ نے یہ بیقرار کرنے والی باتیں ایک بزرگ سے نقل کی تھیں۔ اس لیے ان کے حل میں کچھ لکھا گیا۔ ورنہ یہ فقیر اس قسم کی مخالف باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا اور ان کے رد و بدل میں زبان نہیں کھولتا۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ (یا اللہ تو ہمارے گناہوں اور کاموں میں زیادتی بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہمیں مدد دے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَ آخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ دَائِمًا وَ سَرْمَدًا وَ عَلٰی اٰلِهِ الْکِرَامِ وَ صَحْبِهِ الْعِظَامِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ (اول و آخر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے رسول اور ان کی آل بزرگ اور اصحاب کبار پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو)

## مکتوب (۳۴)

نصیحت اور ذکر الٰہی کی ترغیب اور دنیا کی محبت سے بچنے کے بارہ میں میر محمد امین کی والدہ کی طرف لکھا ہے وہ نصیحتیں جو ضروری ہیں یہ ہیں:۔

(۱) اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ یعنی علماء اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کریں۔

(۲) عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق عمل بجالائیں، کیونکہ جس چیز کا امر ہو چکا ہے اس کا بجالانا ضروری ہے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے ہٹ جانا لازم ہے۔

(۳) پنج وقتی نماز کو سستی اور کاہلی کے بغیر شرائط اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔

(۴) نصاب کے حاصل ہونے پر زکوٰۃ ادا کریں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے زیور میں بھی زکوٰۃ کا ادا کرنا فرمایا ہے۔

(۵) اپنے اوقات کو کھیل کود میں صرف نہ کریں اور قیمتی عمر کو بیہودہ امور میں ضائع نہ کریں پھر امور منہیہ اور محظورات شرعیہ کے بارے میں کیا تاکید کی جائے۔

(۶) سرود و نغمہ یعنی گانے بجانے کی خواہش نہ کریں اور اس کی لذت پر فریفتہ نہ ہوں۔ یہ ایک قسم کا زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے اور سم قاتل ہے۔ جو شکر سے آلودہ ہے۔

(۷) لوگوں کی غیبت اور نکتہ چینی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ شریعت میں ان دونوں بری خصلتوں کے بارے میں بڑی وعید آئی ہے۔

(۸) جہاں تک ہو سکے جھوٹ بولنے اور بہتان لگانے سے پرہیز کریں، کیونکہ یہ دونوں بری عادتیں تمام مذہبوں میں حرام ہیں اور ان کے کرنے والے پر بڑی وعید آئی ہے۔

(۹) خلقت کے عیبوں اور گناہوں کو ڈھانپنا اور ان کے قصوروں سے درگزر اور معاف کرنا بڑے عالی حوصلہ والے لوگوں کا کام ہے۔

(۱۰) غلاموں اور ماتحتوں پر مشفق و مہربان رہنا چاہئے اور ان کے قصوروں پر مواخذہ نہ کرنا چاہئے اور موقع اور بے موقع ان نامرادوں کو مارنا، پیٹنا، گالی دینا اور ایذا پہنچانا نامناسب ہے۔

(۱۱) اپنی تقصیروں کو نظر کے سامنے رکھنا چاہئے۔ جو ہر ساعت حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی نسبت وقوع میں آ رہی ہیں اور حق تعالیٰ ان کے مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا اور روزی کو نہیں روکتا۔

(۱۲) عقائد کے درست کرنے اور احکام فقہیہ کے بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں بسر کریں اور جس طرح ذکر طریق سیکھا ہوا ہے۔ اسی طرح عمل میں لائیں اور جو کچھ اس کے منافی ہو اس کو اپنا دشمن جان کر اس سے اجتناب کریں۔

**بیت**

ہر چہ جز ذکر خدائے احسن است ۔ گر شکر خوردن بود جا نکندن است

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ بیت: عشق حق کے ماسوا جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہو گا عذاب جان کندن ہے

آپ کو روبرو بھی کئی دفعہ یہی کہا گیا ہے کہ امور شرعیہ میں جس قدر احتیاط کی جائے اسی قدر مشغولی اور مراقبہ میں زیادتی ہوتی ہے اور اگر احکام شرعیہ میں سستی کی جائے تو مشغولی اور مراقبہ کی لذت وحلاوت برباد ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ۔

## مکتوب (۳۵)

ماتم پرسی اور نصیحت اور جوانی کو غنیمت سمجھنے کے بارہ میں مرزا منوچہر کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حق تعالیٰ برخوردار سعادت اطوار کو خوش وقت اور جمعیت کے ساتھ رکھے اور اس کے گزشتہ غم واندوہ کی اچھی طرح تلافی فرمائے۔ اے فرزند! جوانی کے زمانہ کا آغاز جس طرح ہوا وہوس کا وقت ہے۔ اسی طرح علم وعمل کے حاصل کرنے کا بھی یہی وقت ہے۔ وہ عمل جو اس وقت میں نفس کی غضبی اور شہوانی رکاوٹوں کے غالب ہونے کے باوجود شریعت غرا کے موافق کیا جائے اس عمل سے جو جوانی کے سوا اور وقت میں ادا کیا جائے۔ کئی گنا زیادتی اور اعتبار اور اعتماد رکھتا ہے، کیونکہ مانع کا ہونا جو رنج ومحنت کا باعث ہے۔ عمل کی شان کو آسمان تک بلند کر دیتا ہے اور مانع کا نہ ہونا جس میں کسی قسم کی کوشش وتکلیف نہیں۔ عمل کے معاملہ کو زمین پر ڈال دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواص انسان خواص فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ انسان کی طاعت باوجود موانع کے ہے اور فرشتہ کی طاعت موانع کے بغیر ہے۔ سپاہیوں کا زیادہ اعتماد اور اعتبار دشمنوں کے غلبہ کے وقت ہے جو دولت کے مانع ہیں۔ ایسے وقت میں سپاہیوں کا تھوڑا سا تردد بھی اور وقتوں کے بہت سے تردد کی نسبت کئی گنا زیادہ اعتبار اور زیادتی رکھتا ہے اور معلوم ہے کہ ہوا وہوس اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یعنی نفس وشیطان کے نزدیک پسندیدہ ہے اور شریعت روشن کے موافق علم وعمل کا بجالانا حق تعالیٰ کو پسند ہے۔ پھر عقل ودانش سے دور ہے کہ اپنے مولیٰ کے دشمنوں کو راضی رکھیں اور نعمتیں بخشنے والے مولیٰ کو ناراض کریں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے)

## مکتوب (۳۶)

عذاب قبر کے منکروں کے شبہات دور کرنے میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) بعض لوگ عذاب قبر میں جو مشہور صحیح حدیثوں بلکہ آیات قرآنی کے ساتھ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ تردد اور شک رکھتے ہیں بلکہ قریب ہے کہ اس کے محال ہونے اور اس کے انکار پر یقین کریں۔ ان کے اس اشتباہ کا مقتدا ایک طرح پر غیر مدفون مردوں کے احوال کا محسوس کرنا ہے اور دوسرے استدامت اور استقامت کے طور پر جو تعذیب وایلام کے منافی ہے اور تذبذب واضطراب اس کے لوازم سے ہے۔

**جواب:** اس اشکال کا حل یہ ہے کہ عالم برزخ یعنی مقام قبر کی زندگی دنیاوی زندگی کی قسم سے نہیں ہے جس کے لیے حرکت ارادی اور احساس دونوں لازم ہیں کیونکہ اس جہان کا انتظام انہی دو امروں پر موقوف ہے۔ عالم برزخ کی زندگی میں حرکت کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ حرکت عالم برزخ کے منافی ہے وہاں صرف احساس ہی کافی ہے تا کہ رنج وعذاب کو پالے گویا عالم برزخ کی زندگی دنیاوی زندگی کا نصف حصہ ہے اور وہاں جو روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہے روح وبدن کے اس تعلق سے نصف ہے جو دنیاوی زندگی میں ہوتا ہے جس کے سبب غیر مدفون مردے عالم برزخ کی زندگی میں درد وعذاب محسوس کرتے ہیں اور برزخ کی زندگی میں کوئی حرکت واضطراب ان سے ظاہر نہیں ہوتی۔ جو کچھ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ سب سچ ہے۔ یا اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم اس اشکال اور اس جیسے اور اشکال کو اس طرح حل کرتے ہیں کہ طور نبوت عقل وفکر کے طور سے برتر ہے اور وہ امور جن کے ادراک میں عقل قاصر ہے ان کو طور نبوت سے ثابت کیا جاتا ہے۔ اگر صرف عقل ہی کافی ہوتی تو پیغمبر کیوں مبعوث ہوتے اور آخرت کے عذاب کو ان کی بعثت پر کیوں موقوف کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (ہم جب تک رسول نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیتے) عقل بیشک حجت ہے، لیکن حجت بالغہ اور کاملہ نہیں۔ حجت کاملہ وبالغہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ثابت ہوئی ہے۔ جس نے مکلّف کے عذر کی زبان بند کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ط (ہم نے رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجا ہے تا کہ ان کے بعد لوگ اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ لائیں اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے) جب عقل کا ادراک بعض امور میں قاصر ثابت ہو چکا تو پھر تمام احکام شرعیہ کو عقل کی میزان پر وزن کرنا اچھا نہیں۔ تمام احکام شرعیہ کو عقلی میزان کے مطابق کرنا در حقیقت عقل کو مستقل ماننا اور طور نبوت کا انکار کرنا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِكَ (اللہ تعالیٰ اس سے ہم کو بچائے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اوّل رسول پر ایمان لانے کا فکر کرنا چاہئے اور اس کی رسالت کی تصدیق کرنی چاہیے تا کہ تمام احکام میں اس کو صادق جانیں اور اس کے وسیلہ سے تمام شکوک وشبہات کے اندھیروں سے خلاصی میسر ہو۔ اصل کے متعلق سوچنا چاہئے تا کہ فروع بے تکلف معقول ومعلوم ہو جائیں۔ اصل کے ثبوت کے بغیر فرع کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ اس تصدیق اور دل کے اطمینان کے حاصل ہونے کے لیے سب سے آسان طریقہ ذکر الٰہی جلشانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَ حُسْنَ مَاٰبٍ (خبردار! اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ ان کے لیے خوشخبری اور اچھی جگہ ہے) نظر واستدلال کے ذریعے اس اعلیٰ مطلب تک پہنچنا بہت دور ہے۔

**بیت**

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ترجمہ بیت: چوب کے پاؤں ہیں استدلال کے پائے　　　چوبیں سے نہ کوئی چل سکے

جاننا چاہئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مقلد ان کی نبوت کے اثبات اور ان کی رسالت کی تصدیق کے بعد صاحب استدلال ہے اور ان بزرگواروں کے احکام کی تقلید اس وقت اس کے حق میں عین استدلال ہے۔ مثلاً ایک شخص نے اصل کو استدلال سے ثابت کیا۔ اس وقت وہ فروع جو اس اصل سے پیدا ہوتے ہیں سب اسی استدلال کی طرف منسوب ہوں گے اور وہ شخص اصل کے استدلال سے تمام فروع کے اثبات میں صاحب استدلال ہوگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول سچے ہیں) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

# مکتوب (۳۷)

اس بیان میں کہ جمیل مطلق کی طرف سے جو کچھ آئے وہ بھی جمیل ہی ہے۔ مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ دَائِمًا وَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ہر حال میں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو سب کا پالنے والا ہے) پراگندہ چیزوں سے پریشاں اور دل تنگ نہ ہونا چاہئے کیونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جمیل مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی آئے۔زیبا اور اچھا ہے۔اس کی بلا اگر چہ جلال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے،لیکن در حقیقت جمال ہوتا ہے۔یہ بات صرف کہنے پر ہی محمول نہیں اور صرف منہ سے بولنے پر ہی منحصر نہیں۔بلکہ حقیقت رکھتی ہے اور سراسر مغز ہے۔کہنے اور لکھنے میں نہیں آ سکتی۔اگر دنیا مین ملاقات میسر ہو جائے تو بہتر ورنہ آخرت کا معاملہ نزدیک ہے۔اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے) کی بشارت ہجر کے ماروں کو تسلی بخشنے والی ہے۔صحیفہ شریفہ جو آپ نے درویش محمد علی کشمیری کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور جو کچھ اس میں لکھا تھا اس پر اطلاع پائی۔اس کے جواب میں وقت کے موافق جو کچھ ہو سکا لکھا گیا ہے۔تمام فرزند و دوست جمعیت کے ساتھ رہیں اور اپنے مکان میں ثابت اور حق تعالیٰ کی قضا پر راضی رہیں۔

# مکتوب (۳۸)

ایک سوال کے جواب میں جو حدیث سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ الخ کے معنی کے بارہ میں کیا گیا تھا اور ارباب فقر کے درجہ کے بیان میں ملا ابراہیم کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

جاننا چاہیے کہ آنحضرت کے قول کُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً سے جو اس حدیث میں آیا ہے جو اس امت کے بہتر (72) فرقے ہو جانے میں وارد ہوئی ہے۔مراد یہ ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور عذاب پائیں گے۔یہ مراد نہیں ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ تک رہیں گے اور ہمیشہ کے لیے عذاب اٹھائیں گے کیونکہ یہ ایمان کے منافی ہے اور کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔حاصل کلام یہ کہ چونکہ دوزخ میں ان کے داخل ہونے کا باعث ان کے برے معتقدات ہیں۔اس لیے سب کے سب دوزخ میں داخل ہوں گے اور اپنے خبث اعتقاد کے اندازہ پر عذاب پائیں گے۔برخلاف اس ایک گروہ کے جن کے عقائد عذاب دوزخ سے نجات بخشنے والے ہیں اور ان کی فلاح وخلاصی کا سبب ہیں۔اس قدر ہے کہ اگر اس گروہ میں سے بعض نے برے اعمال کیے ہوں اور وہ اعمال توبہ اور شفاعت سے معاف نہ ہوئے ہوں تو جائز ہے کہ گناہ کے اندازہ کے موافق دوزخ کے عذاب میں داخل ہوں اور دوزخ میں ان کا داخل ہونا انکے حق میں بھی ثابت ہو۔پس دوسرے گروہوں کے تمام افراد کے حق میں دوزخ کا عذاب ثابت ہے۔اگر چہ دائمی نہیں اور اس فرقہ ناجیہ کے بعض افراد کے ساتھ مخصوص ہے۔جنہوں نے برے اعمال کیے ہیں۔کلمہ کلھم میں اسی بیان کی رمز ہے۔جیسے کہ پوشیدہ نہیں ہے۔چونکہ یہ بدعتی فرقے سب اہل قبلہ ہیں۔اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لیے ان کی تکفیر میں جرأت نہ کرنی چاہیے۔ جب تک کہ دینی ضروریات کا انکار اور احکام شرعیہ کے متواترات کو رد نہ کریں اور ان احکام کے جو دین سے ضروری طور پر ثابت ہو چکے ہیں منکر نہ ہوں علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ننادے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس ایک وجہ اسلام کی تصحیح کرنی چاہیے اور کفر کا حکم نہ کرنا چاہیے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ وَ كَلِمَتُهٗ اَحْكَمُ (اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے اور اس کی کلام مضبوط ہے) نیز جاننا چاہیے کہ اس نصف یوم سے کہ اس امت کے فقراء دولتمندوں سے اتنی مدت پہلے بہشت میں جائیں گے۔ مراد دنیا کا پانچ سو سال ہے۔ کیونکہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہزار سال کے برابر ہے۔ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (ایک دن تیرے رب کے نزدیک ہزار سال کے برابر ہے جس کو تم گنتے ہو) اس مطلب پر گواہ ہے اس مدت کا ستر کرنا اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد ہے بغیر اس امر کے کہ روز و شب اور سال و ماہ متعارف و ثابت ہوں اور فقیر سے مراد فقیر صابر ہے جو احکام شرعیہ کو ہمیشہ بجا لاتا ہے اور شرعی ممنوعات سے اجتناب کرتا ہے۔ فقر کے بہت سے درجے ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ ان مراتب میں اعلیٰ مرتبہ وہ ہے جو مقام فنا میں متصور ہوتا ہے۔ جہاں حق تعالیٰ کے سوا سب کچھ ناچیز اور فراموش ہو جاتا ہے اور جو شخص فقر کے تمام مراتب کا جامع ہے۔ اس شخص سے افضل ہے جو بعض مراتب کا جامع ہو اور بعض کا نہ ہو۔ پس جو شخص باوجود فنا کے فقر ظاہری بھی رکھتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو فنا کے ساتھ فقر ظاہری نہیں رکھتا۔ فافہم

## مکتوب (۳۹)

اس بیان میں صوفیاء کے علم الیقین اور معقول والوں کے علم الیقین میں کیا فرق ہے

مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) صوفیاء کے نزدیک علم الیقین سے مراد وہ یقین ہے جو اثر سے مؤثر کی طرف استدلال کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ یہ معنی اہل نظر و استدلال یعنی فلسفہ والوں کو بھی حاصل ہیں اس لیے صوفیاء کے علم الیقین اور معقول والوں کے علم الیقین کے درمیان کیا فرق ہے اور صوفیاء کا علم الیقین کشف و شہود میں کیوں داخل ہے اور علماء کا علم الیقین نظر و فکر کی تنگی سے کیوں نہیں نکل سکتا۔ واضح ہو کہ دونوں گرہوں کے علم الیقین میں اثر کا شہود لازم ہے۔ تاکہ اس سے مؤثر کا پتہ چل سکے۔ جو کہ غیر مشہود ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ ارتباط جو اثر و مؤثر کے درمیان حاصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے اور اثر کے وجود سے مؤثر کے وجود کی طرف منتقل ہونے کا سبب ہے۔صوفیاء کے علم الیقین میں وہ ارتباط بھی مکشوف اور مشہود ہے اور اہل استدلال کے علم الیقین میں وہ ارتباط نظری ہے جو فکر ودلیل کا محتاج ہے۔یہی وجہ ہے کہ وجود اثر سے وجود مؤثر کی طرف انتقال کرنا پہلے گروہ یعنی صوفیاء کے لیے حدسی بلکہ بدیہی ہے اور دوسرے گروہ یعنی استدلال والوں اور علماء کے لیے یہ انتقال نظری اور فکری ہے۔پس ثابت ہوا کہ گروہ اوّل کا یقین کشف وشہود میں داخل ہے اور دوسرے گروہ کا یقین استدلال کی تنگی سے نہیں نکل سکتا۔صوفیاء کے علم الیقین پر استدلال کا اطلاق کرنا ظاہر وصورت پر مبنی ہے جو اثر سے مؤثر کی طرف انتقال کرنے پر مشتمل ہے۔جو درحقیقت کشف وشہود ہے۔برخلاف علماء کے علم الیقین کے جو حقیقت میں استدلال ہی ہے۔چونکہ یہ فرق باریک اکثر لوگوں پر پوشیدہ رہا ہے۔اس لیے مرتبہ حیرت میں رہے ہیں اور ان میں سے بعض نے اپنی نارسائی اور کم فہمی کے باعث ان بزرگواروں پر جنہوں نے صوفیاء کے علم الیقین کی تفسیر اثر سے مؤثر کی طرف استدلال کرنے سے کی ہے۔زبان اعتراض دراز کی ہے کُلُّ ذٰلِکَ لِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی حَقِیْقَۃِ الْاَمْرِ (اس کی وجہ یہی ہے کہ اصل معاملہ پر ان کو اطلاع نہیں ہے) وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَ ھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

## مکتوب (۴۰)

خواجہ حسام الدین کی طرف اس کے خط کے جواب میں جس میں اس نے مع توابع کے سفر حج کے مشورہ طلب کیا تھا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) اس طرف کے فقراء کے احوال واوضاع حمد کے لائق ہیں اور آپ کی سلامتی اور عافیت اللہ تعالیٰ سے مطلوب ہے۔آپ کا صحیفہ شریفہ جو از روئے شفقت ومہربانی کے اس فقیر کے نام لکھا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔آپ نے اس امر کا اشتیاق ظاہر فرمایا تھا کہ حرمین شریفین میں سے کسی ایک میں مع متعلقوں کے وطن اختیار کر لیں اور وہیں دفن ہوں۔میرے مخدوم ومکرم متعلقین کا جانا نظر نہیں آتا۔بلکہ نزدیک ہے کہ منع مفہوم ہو۔اگر آپ تنہا چلے جائیں تو پسندیدہ نظر آتا ہے اور امید ہے کہ سلامت پہنچ جائیں گے۔وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ (آگے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے) دوسرے جو آپ نے سیادت مآب کے بارہ میں لکھا تھا کہ طبیب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ان کے ضرر کا حکم دیتے ہیں۔ اے میری شفقت کے نشان والے۔ جہاں تک غور کیا جاتا ہے کوئی ضرر نہیں آتا۔ البتہ ایک ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ جو اس ضرر کے ماسوا ہے۔ دیکھئے اس کی وجہ کیا ہوتی ہے۔ غرض طبیبوں کا ضرر مفقود ہے۔ واللہ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ (اللہ تعالیٰ جانتا ہے) والسلام

## مکتوب (۴۱)

عورتوں کے لیے ان ضروری نصیحتوں کے بیان میں جو آیہ کریمہ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ کی تاویل میں مندرج ہیں۔ ایک صالحہ عورت کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ط (اے نبی ﷺ جب مومنہ عورتیں تیرے پاس آ کر اس شرط پر بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کسی پر بہتان لگائیں گی اور نہ کسی شرعی امر میں تیری نافرمانی کریں گی۔ تو ان کو بیعت میں لے لو اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے روز نازل ہوئی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو پھر عورتوں کی بیعت شروع فرمائی۔ آنحضرت نے عورتوں کو صرف قول ہی سے بیعت کیا ہے۔ آنحضرت کا ہاتھ ہرگز بیعت کرنے والی عورتوں کے ہاتھ تک نہیں پہنچا۔ چونکہ مردوں کی نسبت عورتوں میں ردی اور بیہودہ اخلاق زیادہ پائے جاتے ہیں اس لیے مردوں کی بیعت کی نسبت عورتوں کی بیعت میں زیادہ شرائط کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے امر کو بجا لانے کے لیے عورتوں کو اس وقت ان بری عادتوں سے منع فرمایا ہے۔ شرط اول یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا چاہئے نہ ہی وجوب وجود میں اور نہ ہی عبادت کے استحقاق میں جس شخص کے اعمال ریا و سمعہ سے پاک نہ ہوں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اجر طلب کرنے کے فتنہ سے صاف نہ ہوں۔ اگرچہ وہ طلب قول اور ذکر جمیل سے ہو۔ وہ شخص دائرہ شرک سے باہر نہیں ہے اور نہ ہی وہ موحد و مخلص ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلشِّرْکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ الَّتِیْ تَدِبُّ فِیْ لَیْلَةٍ مُظْلِمَةٍ عَلٰی صَخْرَةٍ سَوْدَاءَ (شرک میری امت میں اس چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اور جو سیاہ رات میں سیاہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پتھر پر چلتی ہے)

لاف بے شرکی مزن کان از نشان پائے مور　　در شب تاریک بر سنگ سیاہ پنہاں تراست

ترجمہ: شرک ایک چیونٹی کی بھی ہے چال سے پوشیدہ تر
جو شب تاریک میں چلتی ہے کالے سنگ پر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شرک اصغر سے بچو۔ یاروں نے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا کہ ریا۔ شرک وکفر کی رسموں کی تعظیم کو شرک میں بڑا دخل اور رسوخ ہے اور دو دینوں یعنی کفر اور شرک کی تصدیق اور اظہار کرنے والا اہل شرک میں سے ہے اور اسلام وکفر کے مجموعی احکام پر عمل کرنے والا مشرک ہے۔ کفر سے بیزار ہونا اسلام کی شرط ہے اور شرک سے پاک ہونا توحید کا نشان ہے۔ دکھ، درد اور بیماریوں کے دور کرنے کے لیے اصنام اور طاغوت یعنی بتوں اور شیطانوں سے مدد مانگنا جو جاہل مسلمانوں میں شائع ہے۔ عین شرک وگمراہی ہے اور تراشیدہ اور ناتراشیدہ پتھروں سے حاجتوں کا طلب کرنا واجب الوجود جل شانہ کا محض کفر وانکار ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض گمراہوں کے حال کی شکایت بیان فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْآ اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْآ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ ط وَ یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلاً بَعِیْداً (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ طاغوت کی طرف اپنا فیصلہ لے جائیں حالانکہ ان کو حکم ہے کہ اس کا انکار کریں، لیکن شیطان چاہتا ہے کہ ان کو سخت گمراہ کرے) اکثر عورتیں کمال جہالت کے باعث اس قسم کی ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں اور ان بے مسمی اسموں سے بلیہ ومصیبت کا دفع ہونا طلب کرتی ہیں اور شرک اور اہل شرک کی رسموں کے ادا کرنے میں گرفتار ہیں۔ خاص کر مرض جدری کے وقت جس کو ہندی زبان میں سیلا اور چیچک کہتے ہیں نیک وبد عورتوں سے یہ بات مشہود ومحسوس ہوتی ہے۔ شاید ہی کوئی عورت ہوگی جو اس شرک سے خالی ہے اور شرک کی کسی نہ کسی رسم میں مبتلا نہ ہو۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی (مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے) ہندوؤں کے بڑے دنوں کی تعظیم کرنا اور ان دنوں میں ان کی مشہور رسموں کو بجا لانا سراسر کفر وشرک ہے۔ جیسے کہ کافروں کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خاص کر ان کی عورتیں کافروں کی رسموں کو بجا لاتی اور اپنی عید مناتی ہیں اور کافروں اور مشرکوں کی طرح ہدیہ اور تحفہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو بھیجتی ہیں اور اس موسم میں کافروں کی طرح اپنے برتنوں کو رنگ کر کے ان کو سرخ چاولوں سے بھر کر بھیجتی ہیں اور اس موسم کا بڑا اعتبار اور شان بناتی ہیں۔ سب شرک اور دین اسلام کا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَ ھُمْ مُّشْرِکُوْنَ (ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے بلکہ شرک کرتے ہیں)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حیوانات کو جو مشائخ کی نذر کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر جا کر ذبح کرتے ہیں۔ روایات فقہیہ میں اس عمل کو بھی شرک میں داخل کیا ہے اور اس بارہ میں بہت مبالغہ کیا ہے اور اس ذبح کو جن (طاغوت) کے ذبیحوں کی قسم سے خیال کیا ہے۔ جو ممنوع شرعی ہے اور شرک کے دائرہ میں داخل ہے اس عمل سے بھی پرہیز کرنا چاہئے کہ اس میں بھی شرک کی بو پائی جاتی ہے۔ نذر اور منت کے وجوہ اور بہت ہیں۔ کیا حاجت ہے کہ حیوان کے ذبح کرنے کی منت و نذر مانیں اور اس کو ذبح کر کے جن کے ذبیحوں سے ملائیں اور جن کے پجاریوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں اسی طرح وہ روزے جو عورتیں پیروں اور بیبیوں کی نیت پر رکھتی ہیں اور اکثر ان کے ناموں کو اپنے پاس سے گھڑ کر ان کے نام پر اپنے روزوں کی نیت کرتی ہیں اور ہر روزہ کے افطار کے لیے کھانے کا خاص اہتمام کرتی ہیں اور خاص طور پر افطار کرتی ہیں اور روزوں کے لیے دنوں کا تعین بھی کرتی ہیں اور اپنے مطلبوں اور مقصدوں کو ان روزوں پر موقوف کرتی ہیں اور ان روزوں کے ذریعے ان پیروں اور بیبیوں سے حاجتیں طلب کرتی ہیں اور ان روزوں کے ذریعے ان کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا جانتی ہیں۔ یہ سب عبادت میں شرک ہے اور غیر کی عبادت کے ذریعے اس غیر سے اپنی حاجتوں کا طلب کرنا ہے۔ اس فعل کی برائی کو اچھی طرح معلوم کرنا چاہئے حالانکہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یعنی روزہ خاص میرے ہی لیے ہے اور روزہ کی عبادت میں میرے سوا اور کوئی شریک نہیں۔ اگرچہ کسی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا جائز نہیں، لیکن روزہ کی تخصیص اس عبادت کے بلند شان ہونے کے باعث ہے۔ جس میں تاکید کے ساتھ شریک کی نفی کی گئی ہے اور یہ جو بعض عورتیں اس فعل کی برائی ظاہر کرنے کے وقت کہتی ہیں کہ ہم ان روزوں کو خدا تعالیٰ کے لیے رکھتی ہیں اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتی ہیں۔ یہ ان کا حیلہ اور بہانہ ہے۔ اگر یہ اس امر میں سچی ہیں تو روزوں کے لیے دنوں کو معین کیوں کرتی ہیں اور افطار کے وقت طعام کی تخصیص اور طرح طرح کی بری وضعوں کا تعین کیوں کرتی ہیں۔ اکثر اوقات افطار کے وقت محرمات کی مرتکب ہوتی ہیں اور حرام چیز سے افطار کرتی ہیں اور بے حاجت سوال و گدائی کر کے اس سے روزہ کھولتی ہیں اور اس فعل محرم کے کرنے پر اپنی حاجتوں کا پورا کرنا جانتی ہیں۔ یہ سب گمراہی اور شیطان لعین کا مکر و فریب ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْعَاصِمُ (اللہ تعالیٰ بچانے والا ہے)۔

شرط دوم جو عورتوں کی بیعت کے وقت درمیان لائے ہیں یہ کہ ان کو چوری سے منع کیا گیا ہے۔ جو کبیرہ گناہوں میں سے ہے، چونکہ یہ بری خصلت بھی اکثر عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ شاید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہی کوئی عورت ہوگی جو اس بری عادت سے خالی ہوگی۔ اس لیے اس بری خصلت سے منع کرنا ان کی بیعت میں شرط قرار پایا۔ وہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کے مالوں میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف کرتی اور نڈر ہو کر ان کو خرچ اور تلف کرتی ہیں چوروں میں داخل ہیں اور چوری کے گناہ کبیرہ کی مرتکب ہیں۔ یہ بات عام عورتوں میں ثابت ہے اور یہ خیانت عام طور پر تمام عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی (مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے) کاش عورتیں اس بات کی برائی جانیں اور اس کو گناہ اور بد تصور کریں۔ بلکہ اکثر اس برائی کو حلال جانتی ہیں حالانکہ اس کو حلال اور جائز جاننے میں ان کے کفر کا خوف ہے۔ حکیم مطلق جل شانہ نے عورتوں کو شرک سے روکنے کے بعد چوری سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ یہ بری خصلت عام طور پر ان کے حلال و جائز سمجھنے کے باعث ان کو کفر تک لے جاتی ہے اور ان کے حق میں تمام کبیرہ گناہوں سے بڑھ کر بری ہے۔ جب عورتوں میں خاوندوں کے مالوں کو بارہا دفعہ چرانے کے باعث خیانت کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور غیروں کے مال میں تصرف کرنے کی برائی ان کی نظروں سے دور ہو جاتی ہے تو خاوندوں کے سوا اور لوگوں کے مالوں میں بھی تعدی سے تصرف کرتی ہیں اور بے تحاشا دوسروں کے اموال میں خیانت کرتی اور چراتی ہیں۔ یہ بات تھوڑے سے تامل سے واضح ہو جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عورتوں کو چوری سے منع کرنا اسلام کی ضروریات میں سے ہے اور شرک کے بعد چوری کی برائی ان کے حق میں زیادہ ثابت ہے۔

**تذییل:** ایک دن حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ چوروں میں سے بڑا اور برا چور کون ہے۔ عرض کی کہ ہم نہیں جانتے۔ آپ ہی فرمائیں۔ فرمایا کہ چوروں میں سے زیادہ چور وہ شخص ہے جو نماز میں چوری کرے اور نماز کے ارکان کو کامل طور پر ادا نہ کرے۔ اس چوری سے بھی بچنا ضروری ہے تاکہ بدتر چوروں میں سے نہ ہوں۔ حضور دل سے نماز کی نیت کرنی چاہیے۔ کیونکہ نیت کے بغیر کوئی عمل درست نہیں ہوتا قرأت کو درست پڑھنا چاہیے اور رکوع و سجود اور قومہ جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا چاہیے۔ یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر ایک تسبیح کی مقدار دیر کرنی چاہیے اور دو سجدوں کے درمیان ایک تسبیح کی مقدار بیٹھنا چاہیے تاکہ قومہ اور جلسہ میں اطمینان حاصل ہو۔ جو شخص ایسا نہ کرے وہ چوروں میں داخل ہے اور وعید کا مستحق ہے۔

تیسری شرط جو عورتوں کی بیعت میں منصوص ہے۔ یہ ہے کہ ان کو زنا سے منع کیا گیا ہے۔ عورتوں کی بیعت میں اس شرط کی خصوصیت اس لیے ہے کہ زنا اکثر عورتوں کی رضامندی سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وقوع میں آتا ہے۔ یہ خود اپنے آپ کو مردوں کے سامنے پیش کرتی ہیں اور اس عمل میں پہل عورتوں کی طرف سے ہوتی ہے اور اس عمل کے حصول میں ان کی رضامندی معتبر ہے۔ اسی لیے مردوں کی نسبت عورتوں کو اس فعل سے بڑی تاکید کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ مرد اس عمل میں عورتوں کے تابع ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں زانیہ عورت کو زانی مرد پر مقدم فرمایا ہے۔ اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (زانیہ عورت اور زانی مرد کو سو سو کوڑے لگاؤ) یہ بدخصلت دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے اور تمام دینوں میں قبیح اور منکر ہے۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے آدمیوں کے گروہ زنا سے پرہیز کرو کہ اس میں چھ بری خصلتیں ہیں۔ جن میں سے تین دنیا میں ہیں اور تین آخرت میں۔ وہ تین جو دنیا میں ہیں ایک یہ کہ زنا کرنے والے سے خوبی اور نورانیت اور صفا دور ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ اس سے فقر اور محتاجی پیدا ہوتی ہے۔ تیسری یہ کہ عمر کم ہوتی ہے اور وہ تین خصلتیں جو زانیوں کے لیے آخرت میں ہیں۔ ایک حق تعالیٰ کا غصہ اور غضب۔ دوسرے بری طرح سے حساب ہونا۔ تیسرے دوزخ کا عذاب جاننا چاہئے کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا محرمات کی طرف نظر کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا محرمات کو پکڑنا اور پاؤں کا زنا محرمات کی طرف جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ط قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (یعنی اے محمد مومنوں کو کہہ دو کہ اپنی آنکھوں کو محرمات سے ڈھانپیں اور اپنی شرم گاہوں پر نگاہ رکھیں۔ یہ ان کے واسطے بہت ہی اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو دیکھتا ہے اور مومنات کو کہہ دو کہ اپنی آنکھوں کو محرمات سے ڈھانپیں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں) جاننا چاہئے کہ دل، آنکھ کے تابع ہے۔ جب تک آنکھ کو محرمات سے بند نہ کریں دل کی محافظت مشکل ہے۔ جب آنکھ گرفتار ہو جائے تو دل کی حفاظت مشکل ہے اور جب دل گرفتار ہو جائے تو شرم گاہ کی محافظت دشوار ہے۔ پس محرمات سے آنکھ کا ڈھانپنا ضروری ہے تاکہ شرمگاہ کی محافظت حاصل ہو سکے اور دینی اور دنیاوی خسارہ میں نہ ڈالے۔ قرآن مجید میں اس بات سے بھی منع کیا گیا ہے کہ عورتیں بیگانہ مردوں کے ساتھ بدکار عورتوں کی طرح ایسی نرم و ملائم کلام نہ کریں جن سے بدکار مردوں کو بدکاری کا وہم پیدا ہو اور ان دلوں میں برائی کا طمع ظاہر ہو۔ ہاں نیک اور اچھا کلام جو اس وہم اور طمع سے خالی ہو عورتیں، مردوں کے ساتھ کر سکتی ہیں اور اس امر سے بھی منع کیا گیا ہے کہ عورتیں اپنی زینت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وخوبی اور بناؤ سنگار بیگانہ مردوں کے سامنے ظاہر کریں اور مردوں کو خواہش میں ڈالیں اور اس امر سے بھی نہی آئی ہے کہ اپنے پاؤں کو زمین پر ماریں تا کہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو یعنی پازیب وغیرہ حرکت میں آئے اور اس سے آواز نکلے۔ جس سے مردوں کو عورتوں کی طرف بری خواہش پیدا ہو۔ غرض جو بات فسق اور بدکاری کی طرف لے جانے والی ہے بری ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ بڑی احتیاط کرنی چاہیے کہ محرمات کے مبادی اور مقدمات کا ارتکاب نہ کیا جائے تا کہ محرمات سے خلاصی حاصل ہو۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْعَاصِمُ (اللہ تعالیٰ بچانے والا ہے) وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (سوائے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے میری کوئی توفیق نہیں۔ کہ گناہوں سے بچوں۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں) پوشیدہ نہ رہے کہ بیگانی عورت کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنے اور ہاتھ لگانے میں عورت بھی بیگانہ مرد کی طرح ہے۔ عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے آپ کو اپنے خاوند کے سوا کسی اور کے لیے خواہ عورت ہو یا مرد آراستہ کرے اور ان کو اپنی زیب وزینت دکھائے۔ جس طرح مردوں کو امردوں یعنی بے ریش یا نابالغ لڑکوں کو شہوت کے ساتھ دیکھنا اور مس کرنا حرام ہے اسی طرح عورتوں کو بھی عورتوں کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھنا اور ہاتھ لگانا منع ہے۔ اس امر کو بخوبی مدنظر رکھنا چاہیے کہ دین ودنیا کے خسارہ کا موجب ہے۔ مرد کا عورت تک پہنچنا دونوں کی جنس کے مختلف ہونے کے باعث مشکل ہے، کیونکہ کئی رکاوٹیں درمیان ہیں۔ برخلاف ایک عورت کے دوسری عورت تک پہنچنے کے کہ دونوں کے ہم جنس اور متحد ہونے کے باعث نہایت آسان ہے۔ یہاں زیادہ احتیاط کرنی چاہیے اور مرد کو عورت کی طرف اور عورت کو مرد کی طرف بنظر شہوت دیکھنے اور مس کرنے کی نسبت عورت کو عورت کی طرف بنظر شہوت دیکھنے اور مس کرنے سے اچھی طرح منع کرنا اور ڈرانا چاہیے۔

چوتھی شرط جو عورتوں کی بیعت میں فرمائی ہے۔ ان کو اولاد کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی عورتیں محتاجی اور فقر کے سبب سے اپنی چھوٹی لڑکیوں کو مار دیا کرتی تھیں یہ برا فعل کسی کو ناحق قتل کرنے کے علاوہ قطع رحم کو بھی شامل ہے۔ جو کبیرہ گناہ ہے۔

پانچویں شرط جو عورتوں کی بیعت میں فرمائی ہے۔ اس میں بہتان اور افترا سے منع کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ بری صفت عورتوں میں زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ اس لیے خاص طور پر اس سے ان کو منع فرمایا ہے۔ یہ صفت تمام بری صفتوں سے بری ہے اور یہ عادت تمام ردی عادتوں میں سے ردی ہے جس میں جھوٹ بھی شامل ہے۔ جو تمام مذہبوں میں حرام ہے نیز اس میں مومن کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ایذا ہے۔ جس کی نسبت بہتان اور افترا کیا جاتا ہے اور مومن کو ایذا دینا حرام ہے۔ نیز بہتان وافترا روئے زمین میں فساد برپا کرنے کا موجب ہے۔ جو نص قرآنی سے مکروہ اور ممنوع اور محرم اور مستنکر ہے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ نبی ﷺ جو کچھ فرمائیں۔ اس کی نافرمانی اور معصیت سے عورتوں کو منع کیا گیا ہے۔ یہ شرط تمام اوامر شرعی یعنی نماز و روزہ و حج وزکوۃ کے بجالانے اور تمام شرعی منہیات سے ہٹ جانے پر مشتمل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نازل کیے ہوئے ضروری احکام پر ایمان لانے کے بعد اسلام کی بنیاد انہی چار رکنوں پر ہے۔ پنجگانہ نماز کو سستی اور قصور کے بغیر بڑی کوشش واہتمام سے ادا کرنا چاہئے۔ مال کی زکوۃ بڑی رغبت و احسان کے ساتھ زکوۃ کے مستحقوں کو دینی چاہئے۔ رمضان مبارک کے روزے جو سالانہ گناہوں کے دور کرنے والے ہیں۔ بڑی اچھی طرح رکھنے چاہئیں۔ بیت اللہ کا حج بھی جس کی شان میں مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَلْحَجُّ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ (حج گزشتہ تمام گناہوں کو گرادیتا ہے) ادا کرنا چاہئے تاکہ اسلام قائم ہو جائے۔ اسی طرح ورع وتقویٰ بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مِلَاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ یعنی تمہارے دین کا اصل اصول اور اس کو قائم رکھنے والا ورع ہے اور اس سے مراد شرعی منہیات کا ترک کرنا ہے۔ مسکرات یعنی نشہ والی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ان کو شراب کی طرح حرام اور برا سمجھنا چاہئے۔ غنا یعنی سرود اور گانے بجانے سے بھی بچنا ضروری ہے، کیونکہ لہو ولعب اور کھیل کود میں داخل ہے جو حرام ہے۔ اس کے بارہ میں آیا ہے کہ اَلْغِنَاءُ رُقْیَةُ الزِّنَا یعنی سرور زنا کا افسون اور منتر ہے اور غیبت اور سخن چینی سے بھی اجتناب کرنا لازم ہے کیونکہ اس سے بھی شرع نے منع فرمایا ہے اور مسخرہ پن اور مومن کو ناحق ایذا دینے سے بچنا چاہئے۔ شگون بد کا اعتبار نہ کریں اور اس کی کچھ تاثیر نہ جانیں اور ایک شخص سے دوسرے شخص کو مرض کے لگ جانے یعنی مریض سے کسی تندرست شخص کو لاحق ہونے کا اعتبار نہ کریں، کیونکہ مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے ان دونوں سے منع فرمایا ہے۔ لاطیرۃ ولا عدوی یعنی شگون بد کی کوئی اصل نہیں اور ایک کے مرض کا دوسرے کو لگ جانا ثابت نہیں۔ کاہن اور نجومی کی باتوں کا اعتبار نہ کریں اور ان کی غیبی باتوں کو کچھ نہ جانیں اور ان سے کچھ نہ پوچھیں اور ان کو امور غیبی کا عالم نہ جانیں، کیونکہ شریعت نے بڑے مبالغہ کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ نہ خود جادو کریں نہ جادوگر کے پاس اس نیت سے جائیں، کیونکہ حرام قطعی ہے اور کفر میں قدم راسخ رکھنا ہے۔ سحر وساحری سے بڑھ کر زیادہ کفر کے نزدیک اور کوئی گناہ کبیرہ نہیں۔ بڑی احتیاط کرنی چاہئے کہ اس کا کوئی چھوٹا سا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


امر بھی نہ ہونے پائے، کیونکہ شرع میں آیا ہے کہ مسلم جب تک اسلام رکھتا ہے اس سے سحر ظاہر نہیں ہوتا۔ جب ایمان اس سے جدا ہو جاتا ہے اس وقت سحر بھی اس سے صادر ہوتا ہے۔ گویا سحر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد اور نقیض ہیں۔ اگر جادو ہے تو ایمان نہیں۔ اس بات پر خوب غور کرنا چاہئے تاکہ ایمان کے کارخانہ میں خلل نہ آئے۔ اور اس عمل کی شامت سے اسلام کی دولت ہاتھ سے نہ چلی جائے۔ غرض جو کچھ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اور علماء نے کتب شرعیہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ جان و دل سے اس کو بجالانا چاہئے اور اس کے خلاف کو زہر قاتل خیال کرنا چاہئے۔ جو دائمی موت تک پہنچا دیتا ہے اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

جب بیعت کرنے والی عورتوں نے ان سب شرطوں کو قبول کر لیا تو آنحضرت ﷺ نے صرف قول ہی سے ان کو بیعت فرمایا اور حق تعالیٰ کے امر کے بموجب ان کے لیے بخشش طلب کی۔ وہ استغفار جو آنحضرت ﷺ حق تعالیٰ کے امر سے کسی جماعت کے لیے طلب کریں کامل امید ہے کہ قبول ہوگا اور وہ جماعت بخشی جائے گی اور ابوسفیان کی زوجہ ہندہ بھی اس بیعت میں داخل تھی۔ بلکہ تمام عورتوں کی سرگروہ تھی اور ان کی طرف سے کلام کرتی تھی۔ اس بیعت اور استغفار سے اس کے لیے بڑی بھاری بخشش کی امید ہے پس جو عورتیں ان شرطوں کو قبول کر لیں اور ان کے موافق عمل کریں حکماً اس بیعت میں داخل ہو جاتی ہیں اور اس استغفار کی برکات کی امیدوار بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما یفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم (اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا) شکر بجالانے سے مراد یہ ہے کہ شرعی احکام کو قبول کریں اور ان کے مطابق عمل کریں۔ نجات کا طریق اور خلاصی کا راستہ اعتقادی اور عملی طور پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ پیر و استاد اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ شریعت کی طرف ہدایت و رہنمائی کریں اور ان کی برکت سے شریعت کے اعتقاد اور عمل میں آسانی و سہولت حاصل ہو۔ نہ یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں کریں اور جو کچھ چاہیں کھائیں اور پیران کے لیے ڈھال بن جائیں اور عذاب سے بچالیں کہ یہ ایک نکمی اور بیہودہ آرزو ہے۔ وہاں اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہ کر سکے گا اور جب تک عمل پسند یدہ نہ ہوں گے کوئی اس کی شفاعت نہ کرے گا۔ اگر بشریت کے بموجب کوئی لغزش اور قصور اس سے سرزد ہوگا تو اس کا تدارک شفاعت سے ہو سکے گا۔

**سوال:** گناہگار کو کس اعتبار سے پسندیدہ کہا جا سکتا ہے؟

**جواب:** جب حق تعالیٰ گناہگار کو بخشنا چاہتا ہے اور اس کے معاف کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وسیلہ درمیان لے آتا ہے تو وہ شخص درحقیقت مرتضی اور پسندیدہ ہے۔ اگرچہ بظاہر گناہگار ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) والسلام

## مکتوب (۴۲)

خواجہ محمد ہاشم کشمی کی طرف اس کی بشارت کے بیان میں صادر فرمایا ہے:۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو ملا فتح اللہ کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا۔ محبت واخلاص اور حرارت واشتیاق کا حال پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ کے خط کے مطالعہ کے وقت آپ کی نورانیت گردونواح میں بہت پھیلی ہوئی نظر آئی اور بڑی امید پیدا ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ اے محبت کے نشان والے۔ معلوم نہیں کہ سعادت مآب میر محمد نعمان کی خط وکتابت کے ترک کرنے کا کیا باعث ہے۔ اگر اس طرف سے کسی قسم کی کدورت یا دل آزاری کا کچھ وہم رکھتے ہیں تو بے خطر رہیں۔ اس طرف سے کوئی بات واقع نہیں ہوئی۔ کمال صفائی تصور کریں فقیر مرغ کی طرح جو اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے۔ میر صاحب کی محافظت میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی طلب کے کارخانہ میں فتور پیدا ہو کر سالکوں کی راہ کا مانع ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ عرض ہے کہ قریباً دو ماہ سے فقیر پر ضعف طاری ہے۔ اس لیے بعض ان سوالوں کے جواب نہیں لکھ سکا۔ جو مکتوب سابق میں درج تھے۔ اگر صحت ہوگئی تو انشاء اللہ تعالیٰ لکھے جائیں گے۔ ورنہ دوستوں سے دعا وفاتحہ کی التماس ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے) آپ کو اور تمام اہل اللہ کو السلام علیکم

## مکتوب (۴۳)

اس گفتگو کے بیان میں جو سلطان وقت مدظلہ کی مجلس میں ہوئی تھی بزرگ مخدوم زادوں خواجہ محمد سعید اور خواجہ معصوم سلمہا اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) اس طرف کے احوال اور اوضاع حمد کے لائق ہیں۔ عجیب وغریب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صحبتیں گزر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان گفتگوؤں سے امور دینیہ اور اصول اسلامیہ میں سرمو سستی اور مداہنت دخل نہیں پاتی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں بھی وہی باتیں ہوتی ہیں جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں۔ اگر ایک مجلس کا حال لکھا جائے تو دفتر ہو جائے۔ خاص کر آج ماہ رمضان کی سترہویں رات کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت کے ایمن اور اس کے عذاب وثواب اور رویت اور دیدار کے اثبات اور حضرت خاتم الرسل کی نبوت کی خاتمیت اور ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا اور تراویح کے سنت اور تناسخ کے باطل ہونے اور جن اور جنیوں کے احوال اور ان کے عذاب وثواب کی نسبت بہت کچھ مذکور ہوا اور بڑی خوشی سے سنتے رہے۔ اس اثنا میں بہت سی چیزوں کا ذکر ہوا اور اقطاب اور اوتاد اور ابدال کے احوال اور ان کی خصوصیتوں وغیرہ کا بیان ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ سب کچھ قبول کرتے رہے۔ اور کوئی تغیر ظاہر نہ ہوا۔ ان واقعات وملاقات میں شاید کوئی اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ حکمت اور خفیہ راز ہوگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول سچے ہیں) دوسرے یہ ہے کہ قرآن مجید کو سورۂ عنکبوت تک ختم کیا ہے جب رات کو اس مجلس سے اٹھ کر آتا ہوں تو تراویح میں مشول ہوتا ہوں۔ حفظ قرآن مجید کی یہ اعلیٰ دولت اس فطرت یعنی پراگندہ حالی میں جو عین جمعیت ہے۔ حاصل ہوئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا (اول اور آخر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے)

## مکتوب (۴۴)

دیدار اور آخرت کے منکروں کے شبہوں کو دور کرنے کے بیان میں میر عبدالرحمٰن ولد میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط دیدار آخرت کے منکر لوگ وہ اعتراض جو رویت کے مسئلہ میں پیش کرتے ہیں اور وہ دلیل جو رویت کی نفی پر لاتے ہیں۔ یہ ہے کہ رویت بصری یعنی آنکھوں سے دیکھنا یہ چاہتا ہے کہ رائی (یعنی دیکھنے والا شخص) مرئی (یعنی جس کو دیکھیں) کے مقابل اور برابر ہو اور دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں اور یہ بات حق تعالیٰ میں مفقود ہے۔ کیونکہ جہت لازم آتی ہے جو احاطہ اور تحدید ونہایت کو چاہتی ہے۔ یہ سراسر نقص اور الوہیت کے منافی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے۔ تَعَالَى اللهُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے) جواب اس کا یہ ہے کہ جب قادر پر کمال جل شانہ نے اس ضعیف اور فانی دنیا میں دنیاوی آنکھ کو جو دو بے حس وحرکت اور اندر سے خالی عصبوں یعنی پٹھوں سے بنی ہے۔ اس قدر قوت بخشی ہے کہ مقابلہ اور محاذات کی شرط پر اشیاء کو دیکھ سکتی ہے تو عالم آخرت میں جو قوی اور باقی ہے اگر انہی دونوں عصبوں کو اس قدر قوت بخش دے کہ مقابلہ ومحاذات کے بغیر مرئی کو دیکھ سکیں۔ خواہ وہ مرئی تمام جہتوں میں ہو یا ایک جہت میں۔ تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے اور کیا محال ہے۔ کیونکہ فاعل جل شانہ اقتدار کے اعلیٰ مرتبہ میں ہے اور قابل یعنی فاعل کی طرف سے اثر قبول کرنے والی آنکھ ابصار واحساس کے لیے مستعد ہے۔ حاصل کلام یہ کہ بعض مکان وزمان میں کسی خاص مصلحت کے لیے محاذات اور جہت کے تعین کی شرط کو احساس اور ابصار میں مدنظر رکھا ہے اور بعض دوسرے مکان وزمان میں اس شرط کا اعتبار نہیں کیا اور اس شرط کے بغیر رویت وابصار مقرر کردیا ہے۔ ایک جگہ کو دوسری جگہ پر اعتبار کرنا ان کے مقتضیات کے کمال اختلاف کے باوجود انصاف سے دور ہے۔ گویا عالم ملک وشہادت کے مکشوفات پر ہی نظر کا بند رکھنا اور خالق زمین وآسمان کے عالم ملکوت کے عجائبات سے انکار کرنا ہے۔

**سوال**: اگر حق تعالیٰ کو دیکھا جائے تو چاہئے کہ بصر کے احاطہ اور ادراک میں بھی آئے اور اس امر سے حد ونہایت لازم آتی ہے۔ تَعَالَى اللهُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

**جواب**: جائز ہے کہ دیکھا بھی جائے اور بصر کے احاطہ اور ادراک میں بھی نہ آئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں، لیکن وہ آنکھوں کا ادراک کرسکتا ہے اور وہ لطیف اور خبیر ہے) مومن آخرت میں حق تعالیٰ کو دیکھیں گے اور یقین وجدانی سے معلوم کرلیں گے کہ حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ لذت جو رویت پر مترتب ہوتی ہے۔ کامل طور پر اپنے آپ میں پالیں گے، لیکن مرئی کچھ بھی ان کے ادراک میں نہ آئے گا اور مرئی سے کچھ حاصل نہ ہوگا اور رویت کے وجدان اور دیدار کی لذت کے بغیر مرئی کی کوئی چیز نہ پاسکیں گے۔ بیت

عنقا شکار کس نشود دام بازچیں ۔۔۔ کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

### ترجمہ بیت

اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے ۔۔۔ لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

وہ نقصان جو رویت میں پایا جاتا ہے۔ مرئی کا احاطہ اور ادراک ہی ہے جو اس مقام میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مفقود ہے۔ وہاں صرف بے جہت رویت ثابت ہے اور وہ لذت جو دیکھنے والے کو اس سے حاصل ہوتی ہے۔ نقص وقصور نہیں ہے۔ بلکہ مرئی کا کمال انعام واحسان ہے کہ اپنے جمال پر کمال کو محبت کی آگ کے جلے ہوؤں پر جلوہ گر کرتا ہے اور وصال رویت کے میٹھے پانی سے ان کو متلذذ اور سیراب کرتا ہے۔ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کوئی نقص وقصور عائد نہیں ہوتا اور وہاں کوئی جہت اور احاطہ پیدا نہیں ہوتا۔ بیت

ازاں طرف نپذیرد کمال تو نقصان  وزیں طرف شرف روزگار من باشد

## ترجمہ بیت

ذرہ بھی کم نہ ہوگا ہرگز کمال تیرا  لیکن بڑھے گا دگنا جاہ وجلال میرا

اس امر کا دوسرا جواب یوں بھی ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اگر رویت کے حاصل ہونے میں مقابلہ اور محاذات کی شرط ہو۔ تو چاہئے کہ جس طرح مرئی کی جانب میں شرط ہے۔ اسی طرح رائی کی جانب میں بھی شرط ہو۔ کیونکہ مقابلہ ایک نسبت ہے۔ جو ہر دو باہم مقابل ہونے والوں یعنی رائی اور مرئی مین قائم ہے۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ بھی اشیاء کو نہ دیکھے اور اشیاء کو دیکھنے کی صفت اس کے لیے ثابت نہ ہو اور یہ بات نصوص قرآنی کے مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ" (جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے) وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ط (اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے) وَ سَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو دیکھے گا) نیز اس بات سے حق تعالیٰ کا نقص اور اس سے صفت کاملہ کا سلب لازم آتا ہے۔

**سوال:** اگر کہیں کہ حق تعالیٰ کی رویت اشیاء سے مراد ان کا علم ہے۔ علم کے سوا کوئی اور امر جو جہت کو مستلزم لازم ہو۔ نہیں ہے۔

**جواب:** اس میں کچھ شک نہیں کہ رویت صفات کاملہ سے ہے اور مستقل طور پر حق تعالیٰ کے لیے نصوص قرآنی کے ساتھ ثابت ہے۔ علم کی طرف اس کا رجوع کرنا ظاہر کے برخلاف ہے اور اگر اس کو علم کی اقسام سے تسلیم بھی کر لیں تو پھر بھی محاذات اور مقابلہ کی شرط لازم آئے گی، کیونکہ علم دو قسم پر ہے۔ ایک یہ ہے کہ اس میں معلوم کا محاذی اور مقابل ہونا شرط نہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں محاذات ومقابلہ شرط ہے۔ جس کو رویت کہتے ہیں۔ یہ قسم ممکنات میں علم کی قسموں میں سے اعلیٰ ہے جو اطمینان قلب کے مرتبہ میں ہے۔ معقولات میں وہم کے معارضہ سے امن حاصل نہیں ہے۔ وہ محسوس ہی ہے جو اس معارضہ اور خلل سے باہر ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردوں کے زندہ ہونے پر ایمان ویقین کے باوجود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مردوں کے زندہ ہونے کی رویت کا سوال کیا۔ تا کہ اس سے اطمینان قلب حاصل کریں۔ جاننا چاہئے۔ کہ رویت جوصفات کاملہ میں سے ہے۔ جب واجب تعالیٰ میں ثابت نہ ہو۔ ممکن میں کہاں سے آ جائے گی۔ کیونکہ جو کمال کہ ممکن میں ظاہر ہوتا ہے اس کمال کا عکس ہے۔ جو حضرت ذات تعالیٰ میں موجود و ثابت ہے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی کمال اور صفت ممکن میں ہو اور واجب میں نہ ہو۔ کیونکہ ممکن فی حد ذاتہ شر و نقص ہے۔ اگر اس میں کوئی کمال ہے تو واجب تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سراسر خیر و کمال ہے۔ عاریت کے طور پر اس کو حاصل ہوا ہے۔ **بیت**

نیاوردم از خانہ چیزے نخست　　　تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

ترجمہ بیت

نہیں لایا میں بھی اپنے گھر سے　　　ملا سب کچھ مجھے یہ تیرے در سے

اصل سوال کا ایک اور جواب اس طرح بھی ہے کہ میں کہتا ہوں۔ کہ یہ اعتراض حق تعالیٰ کے وجود میں بھی ہو سکتا ہے اور رویت کی نفی کی طرح حق تعالیٰ کے وجود کی بھی نفی کرتا ہے۔ پس یہ اعتراض صادق نہیں کیونکہ اس سے محال عقلی لازم آتا ہے۔ اس کا یہ بیان ہے۔ کہ اگر حق تعالیٰ موجود ہو۔ تو اس عالم کی جہات میں سے کسی جہت میں ہوگا اوپر ہوگا یا نیچے، دائیں ہوگا یا بائیں، آگے ہوگا یا پیچھے اور اس سے احاطہ اور تحدید لازم آتا ہے۔ جو سراسر نقص اور الوہیت کے منافی ہے۔

**سوال**: ہو سکتا ہے کہ عالم کی تمام اطراف میں ہو اور کوئی احاطہ اور تحدید لازم نہ آئے۔

**جواب**: میں کہتا ہوں کہ عالم کی تمام جہات میں ہونا احاطہ اور تحدید کی نفی نہیں کر سکتا کیونکہ اس صورت میں بھی عالم کے ماوراء ضرور ہوگا اور ماوراء ہونا غیر ہونے کے لازم ہے اور معقول والوں کے نزدیک قضیہ مقررہ ہے کہ اَلْاِثْنَانِ مُتَغَائِرَانِ دو چیزیں ایک دوسرے کے غیر ہوتی ہیں۔ اس بات سے بھی تحدید لازم آتی ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اس قسم کے بیہودہ اور جھوٹے شبہات سے خلاصی و نجات نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم احکام غیبت اور احکام شہادت میں فرق نہیں کرتے اور شاہد پر غائب کا قیاس کرتے ہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ بعض احکام شاہد میں صادق ہوں اور غائب میں کاذب اور شاہد میں کمال ہوں اور غائب میں نقص۔ اس لیے کہ مقامات کے اختلافات کے بموجب دونوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ خاص کر جبکہ مقاموں کے درمیان بہت ہی فرق واختلاف ہو۔ مَا لِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) حق تعالیٰ ان کو انصاف دے کہ اس قسم کی مشتبہ وہمی اور خیالی باتوں سے نصوص قرآنی کا انکار نہ کریں اور نبی ﷺ کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صحیح حدیثوں کی تکذیب نہ کریں۔ اس قسم کے منزلہ احکام پر ایمان لے آنا چاہئے اور ان کی کیفیت کے معلوم نہ ہونے کا قصور اپنے ذمے لگانا چاہئے۔ نہ یہ کہ اپنے ادراک کو اپنا مقتدا بنا کر ان احکام کی نفی کر دیں کیونکہ یہ بات صواب و سلامتی سے دور ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بہت سی چیزیں نفس امر میں صادق ہوں، لیکن ہمارے ناقص عقلوں کے ادراک سے دور اور بعید ہوں۔ اگر صرف عقل کافی ہوتی تو ابو علی سینا جیسا شخص جو تمام معقول والوں کا پیشوا اور مقتدا ہے تمام احکام عقلیہ میں حق پر ہوتا اور غلطی نہ کرتا۔ حالانکہ اَلْوَاحِدُ لَا یَصْدُرُ عَنْهُ اِلَّا الْوَاحِدُ (واحد سے ایک ہی کام صادر ہوتا ہے) کے ایک ہی مسئلہ میں اس قدر غلطیاں کی ہیں جو منصف ناظرین پر تھوڑے سے تامل سے واضح ہو جاتی ہیں۔ اس مقام میں امام فخر الدین رازی اس پر طعن کرتا ہے اور اس عبارت سے اس پر اعتراض لاتا ہے۔

وَالْعَجَبُ مِمَّنْ یُفْنِیْ عُمْرَهٗ فِیْ تَعْلِیْمِ الآ لة الْعَاصِمَةِ عَنِ الْخَطَاءِ فِی الْفِکْرِ وَ تَعَلَّمِهَا ثُمَّ اذَا جَاءَ اِلٰی هٰذَا الْمَطْلَبِ الْاَشْرَفِ وَ قَعَ مِنْهُ اَشْیَاءُ" یَضْحَکُ مِنْهُ الصِّبْیَانُ (اس شخص سے تعجب آتا ہے جو اپنی تمام عمر اس آلہ (یعنی منطق) کے تعلیم و تعلیم میں جو فکر میں خطا سے بچانے والا ہے صرف کر دے پھر اس اعلیٰ مطلب پر پہنچ کر اس سے ایسی باتیں صادر ہوں جس پر بچے ہنسی اڑاتے ہیں) علماء اہل سنت و جماعت تمام احکام شرعیہ کو ثابت رکھتے ہیں۔ خواہ ان احکام کی کیفیت معلوم ہو یا نہ ہو۔ ان کی کیفیت معلوم نہ ہونے کے باعث ان احکام کی نفی نہیں کرتے۔ مثلاً عذاب قبر اور سوال منکر و نکیر اور پل صراط اور اعمال کے ترازو وغیرہ کے بارہ میں جن کے ادراک سے ہماری ناقص عقلیں عاجز ہیں۔ ان بزرگواروں نے کتاب و سنت کو اپنا مقتدا و پیشوا بنایا ہے اور اپنی عقلوں کو ان کے تابع بنایا ہے۔ اگر ادراک کر لیا تو بہتر ورنہ احکام شرعیہ کو قبول کر لیتے ہیں اور عدم ادراک کو اپنے قصور فہم پر محمول کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ دوسروں کی طرح جو کچھ ان کی عقلیں قبول کریں اور اس کو پاسکیں قبول کر لیں اور جو کچھ ان کے عقول کے ادراک میں نہ آئے، قبول نہ کریں۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اسی لیے ہوئی ہے کہ عقلیں بعض ان مطالب کے سمجھنے سے جن میں حق تعالیٰ کی رضامندی ہے بالکل قاصر ہیں۔ عقل بیشک حجت ہے، لیکن حجت کاملہ نہیں۔ حجت کاملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے تمام ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیتے) اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ شاہد کی رویت میں اگرچہ مقابلہ اور محاذات کی شرط ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ غائب میں یہ شرط نہ ہو۔ جس طرح غائب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



موجود ہے اور موجودات کی جہات میں سے کوئی جہت اس میں نہیں یعنی جس طرح مرئی دیکھنے والے کی رویت کے بغیر جہات سے منزہ ہے۔ اسی طرح رویت کے بعد بھی اس کے لیے کوئی جہت ثابت نہ ہو اور وہاں مقابلہ اور محاذات مفقود ہو۔ اس بیان میں کونسی بعید اور محال بات ہے۔ بیچون کی رویت بھی بیچون ہے کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راستہ نہیں لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں) بیچون کی اس رویت کو چون کی رویت پر جو چون کی مرئیات سے تعلق رکھتی ہے۔ قیاس کرنا نامناسب اور انصاف سے دور ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ (اللہ تعالیٰ بہتری کی توفیق دینے والا ہے)

# مکتوب (۴۵)

قلب مومن کی شان کی بلندی اور اس کی ایذا سے منع کرنے کے بیان میں مولانا سلطان سرہندی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ دل اللہ تعالیٰ کا ہمسایہ ہے۔ جس قدر دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قریب ہے اس قدر کوئی اور شے قریب نہیں۔ دل خواہ مومن ہو یا گناہ گار اس کی ایذا سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے، کیونکہ ہمسایہ خواہ عاصی اور نافرمان ہو پھر بھی اس کی حمایت اور مدد کی جاتی ہے۔ پس اس کی اذیت سے ڈرنا چاہئے، کیونکہ کفر کے بعد جو اللہ تعالیٰ کی ایذا کا باعث ہے، دل کی ایذا جیسا بڑا گناہ اور کوئی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے والی چیزوں سے زیادہ اقرب دل ہی ہے نیز خلق سب کی سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے غلام ہیں اور کسی شخص کے غلام کو مارنا یا اس کی اہانت کرنا اس کے مولا و مالک کی ایذا کا موجب ہے تو پھر اس مولیٰ کا کیا حال ہوگا جو مالک اور خودمختار ہے اس کے خلق میں جتنا کہ اس نے حکم دیا ہے اس سے بڑھ کر تصرف نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ ایذا میں داخل ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے مثلاً بکر زانی کی حد سو کوڑے ہے اگر کوئی سو سے زیادہ کوڑے لگائے تو ظلم ہے اور ایذا میں داخل ہے۔

جاننا چاہئے کہ قلب تمام مخلوقات میں افضل واشرف ہے جس طرح انسان تمام مخلوقات میں سے افضل اور اشرف ہے اور اس کا فضل وشرف عالم کبیر کی تمام اشیاء کے جامع اور مجمل ہونے کے باعث ہے۔ اسی طرح دل بھی انسان کی تمام چیزوں کے جامع اور کمال بسیط اور مجمل ہونے کے باعث افضل واشرف ہے اور جس چیز میں اجمال وجمعیت زیادہ ہو وہی چیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



زیادہ قریب ہوتی ہے نیز جو کچھ انسان میں ہے یا عالم خلق سے ہے یا عالم امر سے اور دونوں کے درمیان برزخ ہے انسان مراتب عروج میں پہلے اپنے اصول کی طرف پھر آگ کی طرف اس کے بعد لطائف کے اصول کی طرف بعد ازاں اس جزئی اسم کی طرف جو اس کا رب ہے پھر کلی اسم کی طرف جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے عروج کرتا ہے برخلاف قلب کے کہ اس کا کوئی اصل نہیں جس کی طرف وہ عروج کرے بلکہ اس کا عروج پہلے ہی ذات کی طرف ہوتا ہے نیز قلب غیب ہویت کا دروازہ ہے، لیکن اس تفصیل کے تمام ہونے کے بغیر صرف قلب کے طریق سے وہاں تک پہنچنا مشکل ہے۔ ہاں اس تفصیل مذکورہ بالا کے تمام ہونے کے بعد وہاں تک پہنچنا آسان ہے، کیونکہ قلب میں جامعیت اور وسعت ان مراتب تفصیلیہ کے طے کرنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے اور اس جگہ قلب سے مراد وہ قلب ہے جو جامع و بسیط و ابسط ہے نہ مضغہ لحمیہ یعنی گوشت کا ٹکڑا۔ والسلام۔

# مکتوب (۴۶)

عروج اور نزول کے بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ شَفِيْعِ ذُنُوْبِنَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ نُسَلِّمُ (ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اپنے سید اور مولا اور گناہوں کے بخشوانے والے حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل واصحاب پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں) واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ موجودات میں ایک نقطہ ہے جو اس عالم ظلی کا مرکز ہے اور یہ نقطہ تمام عالم کا اجمال ہے اور تمام عالم اس اجمال یعنی نقطہ کی تفصیل ہے۔ یہ نقطہ آسمان کے سورج کی طرح ہے جس سے تمام آفاق روشن ہوتا ہے اور جو فیض اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو پہنچتا ہے اسی نقطہ کے ذریعے پہنچتا ہے۔ یہ نقطہ غیب ہویت کے نقطہ کے برابر اور مقابل ہے اور یہ نقطہ مرتبہ نزول میں ثابت ہے جب تک ہبوط اور اسفلیت کے اس مرتبہ میں نزول نہ ہو اس مرتبہ کی طرف جس کو غیب ہویت کہتے ہیں عروج نہیں ہوتا اور یہی نزول دعوت و تکمیل میں ہے اس نزول میں جو اس نقطہ کے مرتبہ میں ہوتا ہے ایسا خیال میں آتا ہے کہ گویا منہ عالم کی طرف ہے اور پیٹھ حق تعالیٰ کی طرف اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ عالم کی طرف متوجہ ہونا اور حق تعالیٰ کی طرف سے منقطع رہنا موت تک رہتا ہے۔ جب وصال کا وقت آ جاتا ہے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ گویا اس جہان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں فراق اور شوق دونوں طرف سے ہوتا ہے اور ملاقات موت کے بعد ہوتی ہے۔ اس وقت اس حدیث قدسی کے معنی بھی ظاہر ہو گئے اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا (خبردار ابرار کا شوق میرے لقا کے لیے حد سے بڑھ گیا اور میں ان سے بھی بڑھ کر ان کا شائق ہوں) جاننا چاہئے کہ اس مرتبہ میں نزول کے ساتھ متحقق ہونے کے باوجود سالک اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ حجاب سب کے سب مفقود ہوتے ہیں بلکہ توجہ الی اللہ بھی نہیں ہوتی اس وقت بالکل خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے یہی مقام دعوت ہے۔ کبھی اس نقطہ سے جو دائرہ عالم ظلی کا مرکز ہے اس نقطہ کی طرف نزول واقع ہوتا ہے جو دائرہ عدم کا مرکز ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے انبیاء سے کفر و انکار کا مقام ہے اور اس نقطہ سے دائرہ اصل یعنی دائرہ مقامات انبیاء کے مرکز کی طرف عروج واقع ہوتا ہے اور یہ نقطہ جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے نہایت ہی ظلمانی ہے اس مقام میں اس کو نورانی اور روشن کرنے کے لیے نزول کرنا بڑا عظیم الشان امر ہے۔ اس نقطہ کے مقابل نقطہ اسلام ہے جس کی طرف اس نزول ظلمانی کے بعد عروج واقع ہوتا ہے۔ اس ظلمانی نقطہ کا چراغ روشن لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۴۷)

دعا کے اسرار اور علماء وصلحاء کی تعریف میں سلطان وقت مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا ہے:

کمترین دعا گویان احمد معلیٰ بارگاہ کے نوکروں اور بلند درگاہ کے خادموں کی خدمت اقدس میں بڑی عاجزی اور نیازمندی ظاہر کرتا ہے اور اس امن و آرام کی نعمت کا شکر جو جناب کے غلاموں کی دولت واقبال سے عوام وخواص کے شامل حال ہے بجالاتا ہے اور دعا کی قبولیت اور فقراء کی جمعیت کے وقتوں میں فتح مند لشکر کے لیے فتح ونصرت کی دعا مانگتا ہے۔ کیونکہ ع

ہر کسے را بہر کار ساختند

ترجمہ ع ہر کسی کو دے دیا ہے ایک کام

کے موافق کارخانہ خداوندی میں کوئی چیز عبث نہیں ہے وہ کام جو غزا اور جہاد کرنے والے لشکر پر موقوف ہے وہ دولت وسلطنت کی تائید اور تقویت ہے جس پر شریعت روشن کی ترقی منحصر ہے، کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ اَلشَّرْعُ تَحْتَ السَّیْفِ (شرع تلوار کے نیچے ہے) دعا کے لشکر پر بھی جو ارباب فقراء اور احباب بلا ہے یہی بڑا معتبر کام وابستہ ہے، کیونکہ فتح ونصرت دو قسم کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے۔ایک وہ قسم ہے جس کو اسباب کے حوالہ کیا ہے اور وہ اس فتح ونصرت کی صورت ہے جو غزا کے لشکر سے تعلق رکھتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو فتح ونصرت کی حقیقت ہے اور مسبب الاسباب کی طرف سے ہے۔آیت کریمہ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ) میں اسی نصرت کی طرف اشارہ ہے جو لشکر دعا سے تعلق رکھتی ہے پس لشکر دعا نے اپنی ذلت وانکسار کے باعث لشکر غزا سے سبقت کی اور سبب سے مسبب کی طرف دلالت فرمائی۔ع

بردند شکستگاں ازیں میدان گوے

ترجمہ ع لے گئے کمزور اس میدان سے گیند

نیز دعا قضا کو دور کر دیتی ہے۔ جیسے کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ (سوائے دعا کے کوئی چیز قضاء کو نہیں ٹالتی ) تلوار اور جہاد میں یہ طاقت نہیں کہ قضا کو دور کر سکے پس لشکر دعا باوجود ضعف وعاجزی کے لشکر غزا سے زیادہ قوی ہے نیز لشکر دعا روح کی طرح ہے اور لشکر غزا جسم کی طرح پس لشکر غزا سے زیادہ قوی ہے پس لشکر غزا کے لیے لشکر دعا کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ جسم بغیر روح کے تائید ونصرت کے لائق نہیں ہوتا اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُهَاجِرِیْنَ رسول اللہ ﷺ باوجود لشکر غزا اور لڑائی کرنے والوں کے غلبہ کے فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے فتح ونصرت طلب کیا کرتے تھے۔ پس فقراء جو دعا کا لشکر ہیں باوجود خواری اور زاری اور بے اعتباری کے اعتبار حاصل کرتے ہیں اور سب سے آگے قدم لے جاتے ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن شہیدوں کے خون کو علماء کی سیاہی کے ساتھ تولیں گے اور سیاہی والا پلہ غالب آئے گا۔سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ. یہی روسیاہی ان کی عزت وسرخ روئی کا باعث ہوگئی اور ان کے مرتبہ کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا۔ ع

بتاریکی دروں آب حیات است

ترجمہ ع باظلمت میں آب زندگی ہے

کوئی شاعر کہتا ہے۔ بیت

غلام خویشتنم خواند لالہ رخسارے سیاہ روئی من کرد عاقبت کارے

ترجمہ بیت: میرے حبیب نے مجھ کو بنایا اپنا غلام سیاہ روئی نے میرا بنا دیا کیا کام۔

یہ کمترین اگرچہ اس لائق نہیں کہ اپنے آپ کو لشکر دعا کے شمار میں داخل کرے، لیکن تاہم صرف فقیر کے نام اور دعا کی قبولیت کے احتمال سے اپنے آپ کو دولت قاہرہ کی دعا سے خالی نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


رکھتا اور حال وقال کی زبان سے سلامتی کی دعا و فاتحہ سے تر زبان رہتا ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (یا اللہ تو قبول کر تو سننے اور جاننے والا ہے)

# مکتوب (۴۸)

حق تعالیٰ کے اقربیت کے بھید اور اس بیان میں کہ کنہ ذات کا انکشاف علم حضوری سے ہے۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) حق تعالیٰ کی اقربیت کا معاملہ علم حضوری پر وابستہ ہے جو معلوم کے اصل سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ معلوم کے ظلال میں سے کسی ظل اور اس کی صورتوں میں سے کسی صورت کے ساتھ کہ یہ علم حضوری کا نصیب ہے۔ پس علم حصولی در حقیقت نفس شے کا علم نہیں ہوتا بلکہ اس شے کی صورتوں میں سے کسی صورت کا علم ہوتا ہے اور اس میں نفس شے کی نسبت جہل ثابت ہوتا ہے۔ سبحان اللہ۔ شے کی نسبت جہل اور عدم علم یا شے کے ظل و صورت کے علم کو اس شے کا علم کہتے ہیں۔ اگر شے کی صورت اور ظل کو اس شے کا عین تصور کر کے شے کی صورت کے علم کو اس شے کا علم جانتے ہیں تو یہ ممنوع ہے اور عینیت کا دعوے سننے کے لائق نہیں، کیونکہ شے اور صورت شے ایک دوسرے کے ساتھ دوئی کی نسبت رکھتی ہیں اور جہاں دوئی کی نسبت ثابت ہے وہاں تغائر یعنی ایک دوسرے کا غیر ہونا لازم آتا ہے۔ اَلْاِثْنَانِ مُتَغَایِرَانِ (دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں) معقول والوں کا مقررہ قضیہ ہے۔ نیز صورت شے کے علم سے اس شے کا کماحقہ علم کس طرح لازم آتا ہے جبکہ صورت شے ایک ظاہری تصویر اور تمثال ہے۔ جو آئینہ کے احکام سے ملتبس ہو کر ظاہر ہوئی ہے اور اس شے کے بہت سے دقائق اور اسرار ہیں۔ جن کا اس صورت میں نام ونشان نہیں۔

## بیت

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید ۔۔۔ حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

ترجمہ: بیت

میرے دلدار کی صورت مصور گر اتاریگا ۔۔۔ تو حیراں ہوں کہ اس کے ناز کو کیونکر اتاریگا

کاش کہ شے کا ظاہر اپنی صرافت یعنی ہو بہو اور بعینہ شے کی صورت میں ظاہر ہوتا اور باطن موقوف رہتا جب شے کا ظاہر محل اور آئینہ کے رنگ سے متلبس ہو کر شے کی صورت میں ظہور پاتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے تو یقین ہے کہ شے کا ظاہر اپنی صرافت پر نہیں رہتا بلکہ دوسری ہیئت پیدا کر لیتا ہے۔ پس صورت جس طرح شے کے باطن سے محروم ہے اسی طرح شے کے ظاہر سے بھی محروم ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس صورت کا علم نفس شے کے علم کو مستلزم نہیں، حاصل کلام یہ کہ معلوم در حقیقت وہ ہے جو ذہن میں موجود ہو اور جب ذہن میں صورت موجود ہے تو معلوم بھی وہی صورت ہو گی۔ جب صورت کو شے کے ساتھ تغائر کی نسبت پیدا ہوگئی تو صورت کا علم نفس شے کے علم کو مستلزم نہ ہو گا وہ علم حضوری ہی ہے جہاں نفس شے مدرکہ میں حاضر ہے اور کوئی ظل وصورت درمیان میں خلل انداز نہیں۔ پس اس علم میں معلوم نفس شے ہوگا نہ اس شے کی صورتوں میں سے کوئی صورت پس علم حضوری اشرف ہے بلکہ علم ہی یہی ہے۔ علم حضوری کے سوا جو علم حصولی ہے وہ سراسر جہل ہے جو علم کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ جہل مرکب ہے کہ اپنے جہل کو علم جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کچھ نہیں جانتے پس علم حصولی کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی طرف کوئی راہ نہیں اور اس علم کے ساتھ حق تعالیٰ کی ذات وصفات معلوم نہیں ہوتیں کیونکہ یہ علم درحقیقت معلوم کی صورت کا علم ہے نہ کہ نفس معلوم کا جیسے کہ گزر چکا ہے۔ صورت کو اس بارگاہ جل شانہ کی طرف کوئی راستہ نہیں تاکہ صورت کے علم کو صورت کے اصل کا علم کہا جائے۔ اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کے لیے مثل نہیں، لیکن مثال ہے، لیکن یہ صورت مثالی اگر ثابت بھی ہو جائے تو ذہنی صورت کے سوا ہے جو علم سے تعلق رکھتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عالم مثال جو مخلوقات میں سے بہت وسیع ہے صورت موجود ہو اور ذہن میں ثابت نہ ہو۔ حدیث قدسی لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَ لٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤمِنِ (میں اپنے زمین وآسمان میں نہیں سما سکتا، لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں) اس بندہ مومن کے قلب کیساتھ مخصوص ہے۔ جس کا معاملہ تمام لوگوں سے جدا ہے، کیونکہ وہ فناء وبقاء سے مشرف ہوا ہے اور حصول سے آزاد ہو کر حضور سے ملا ہوا ہے۔ وہاں یعنی قلب مومن میں اگر گنجائش ہے تو حضور کے اعتبار سے ہے نہ کہ حصول کے اعتبار سے۔ ع

درکدام آئینہ در آید او

ترجمہ ع کسی آئینہ میں آتا نہیں وہ

جاننا چاہئے کہ علم حضوری میں عالم ومعلوم کا اتحاد ہے اس علم کا عالم سے دور ہونا جائز نہیں، کیونکہ معلوم اس کا اپنا نفس ہے جو اس سے الگ نہیں ہے بلکہ وہاں علم بھی عین عالم اور عین معلوم ہے پھر کس طرح جدا ہوسکتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ جب علم حضوری میں معلوم نقش شے ہے نہ اس کی صورت تو معلوم وہاں جیسا کہ ہے منکشف ہوتا ہے اور کما حقہ علم میں آ جاتا ہے اور اس کی کنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وحقیقت معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ کنہ شے نفس شے سے مراد ہے جب تمام قسم کے اعتبارات ساقط ہو گئے اور نفس ذات رہ گئی جو مدرکہ میں حاضر ہے تو اس کی کنہ معلوم ہو گئی۔ برخلاف علم حصولی کے کہ وہاں معلوم شے کے کئی وجوہ اور اعتبارات ہیں جو صورتیں اور شبح ہیں نہ کہ نفس شے۔ جیسے کہ گزر چکا۔ پس معلوم اس علم میں شے کی کنہ نہ ہوگی اور شے کی کنہ معلوم نہ ہوگی۔ حاصل کلام یہ کہ علم حصولی میں شے کا انکشاف بھی ہے اور ادراک بھی اور علم حضوری میں صرف شے کا انکشاف ہے ادراک نہیں۔ یعنی معلوم کہ کنہ معلوم ومنکشف ہو جاتی ہے، لیکن ادراک میں نہیں آ سکتی۔ پوشیدہ نہ رہے کہ جب حق تعالیٰ کی ذات کی نسبت علم حضوری ثابت ہو گیا۔ جیسے کہ گزر چکا تو اس سے لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات کی کنہ منکشف ہو جائے اور واجب تعالیٰ کی ذات کما حقہ معلوم ہو جائے اور یہ بات علماء کے مقررہ اصول کے برخلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علم حضوری جس کا تعلق واجب تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔ اس رویت کی طرح ہے جو واجب تعالیٰ کی نسبت ثابت کرتے ہیں۔ جہاں صرف انکشاف ہے اور ادراک مفقود۔ یہاں بھی یعنی اس علم حضوری میں انکشاف ہے اور ادراک مفقود ہے۔ جب رویت حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق حاصل کرتی ہے تو علم کیوں تعلق پیدا نہ کرے۔ جو رویت سے زیادہ لطیف ہے محذور اور اعتراض ادراک میں ہے۔ جس سے احاطہ لازم آتا ہے۔ نہ کہ انکشاف میں۔ حق تعالیٰ نے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ فرمایا ہے۔ لَا تَرَاهُ الْاَبْصَارُ نہیں فرمایا۔

**سوال**: جب ادراک حاصل نہ ہو۔ تو انکشاف کس کام آئے گا؟

**جواب**: انکشاف سے مقصود یہ ہے کہ دیکھنے والے کو لذت حاصل ہو، جو اس کو حاصل ہے۔ ادراک ہو یا نہ ہو۔

**سوال**: ادراک کے بغیر انکشاف سے کس طرح لذت حاصل ہو سکتی ہے۔

**جواب**: لذت کے پانے میں انکشاف کا علم کافی ہے ادراک ہو یا نہ ہو یا یوں سمجھنا چاہئے کہ ادراک بھی اس مقام میں حاصل ہے، لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ ادراک جو اس کے منافی ہے وہ وہی ہے جس کی کیفیت علم میں آ جائے اور معلوم کا احاطہ کر لے۔ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (نہیں احاطہ کر سکتے اس کا از روئے علم کے) نص قاطع ہے جو علم حصولی کے مناسب ہے۔ اگر ادراک علم حضوری میں نہ ہوتا تو علم حصولی میں کہاں سے آتا؟ کیونکہ جو کچھ ظل میں ہے سب کچھ مرتبہ اصل سے حاصل ہوا ہے، لیکن ادراک اصل میں مجہول الکیفیت ہے اور ظل میں معلوم الکیفیت۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۴۹)

اس بیان میں کہ وہ علم حضوری جو عارف کو اپنے آپ سے ہوتا ہے۔حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پکڑتا ہے۔ جناب حضرت میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) جب حق تعالیٰ کی قربت کا معاملہ عارف تام المعرفت پر ظاہر ہوتا ہے اور اس بلند مقام پر ترقی کرتا ہے تو انفس اس کے حق میں آفاق کا حکم پیدا کرتا ہے اور اس کا علم حضوری علم حصولی سے بدل جاتا ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ کی اقربیت انفس کا حکم پیدا کر لیتی ہے اور وہ علم حضوری جو پہلے انفس سے تعلق رکھتا تھا اسی اقربیت سے تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ نہ اس طرح پر کہ اپنے آپ کو عین واجب تعالیٰ جانتا ہے اور وہ علم جو اس کے اپنے نفس کے متعلق ہے۔ بعینہ واجب تعالیٰ کے متعلق خیال کرتا ہے کیونکہ یہ معاملہ توحید شہودی کا ہے اور مقامات قرب سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی نہایت اتحاد تک ہی ہے اقربیت اور چیز ہے اور اس کا معاملہ بھی اور ہی ہے۔ اس اتحاد سے گزر کر اثنینیت یعنی دوئی میں آنا پڑتا ہے۔ پھر اقربیت متصور ہوتی ہے۔ کوئی بے سمجھ شخص دوئی کے لفظ سے شک وشبہ میں نہ پڑ جائے اور اتحاد کو اس سے بڑھ کر نہ جانے، کیونکہ وہ دوئی جو اتحاد سے کمتر ہے۔ وہ عوام کالانعام کا مقام ہے اور یہ دوئی جو اتحاد پر ہزار ہا درجہ زیادتی رکھتی ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے۔ جس طرح کہ وہ صحو جو سکر سے پہلے ہے۔ عوام کا حال ہے اور وہ صحو جو سکر کے بعد ہے۔ خواص بلکہ اخص خواص کا مقام ہے یا جس طرح کہ وہ اسلام جو کفر طریقت سے پہلے ہے عام مسلمانوں کا اسلام ہے اور وہ اسلام جو کفر طریقت کے بعد ہے اخص الخواص کا اسلام ہے۔ عجب معاملہ ہے اگرچہ عارف اپنے آپ کو واجب تعالیٰ نہیں جانتا، لیکن وہ علم حضوری جو عارف کے اپنے نفس سے تعلق رکھتا تھا۔ واجب تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے اور عارف کے اپنے نفس کا علم جو حضوری تھا، علم حصول ہو جاتا ہے۔ ع

در عشق چنیں بو العجبیہا باشند

ترجمہ ع عشق میں ہوتی ہیں ایسی ہی بہت باتیں عجب

عقل عقیل اس دقیقہ کو نہیں پا سکتی۔ بلکہ جمع ضدین کی طرف راجع کرتی ہے۔ ایک عارف کہتا ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ (میں نے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا) رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ هَیِّیْءُ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر۔) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔)

# مکتوب (۵۰)

علماء راسخین اور علماء ظاہر کے اس استدلال کے فرق میں جو اثر سے مؤثر پر کرتے ہیں۔ قاضی نصر اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اثر سے مؤثر پر اور مخلوق سے خالق پر استدلال کرنا علماء ظاہر کا بھی کام ہے اور علماء راسخین کا بھی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل وارث ہیں۔ علماء ظاہر وجود مخلوق کے علم سے وجود خالق کا علم پیدا کرتے ہیں اور اثر کے وجود کو مؤثر کے وجود پر دلیل بنا کر مؤثر کے وجود کا ایمان و یقین حاصل کرتے ہیں اور علماء راسخین بھی جو کمالات ولایت کے درجات کو قطع کر کے مقام دعوت میں جو دراصل انبیاء کا خاصہ ہے پہنچ جاتے ہیں۔ تجلیات و مشاہدات کے حاصل ہونے کے بعد اثر سے مؤثر پر استدلال کرتے ہیں اور اس طریق سے بھی مؤثر حقیقی کا ایمان حاصل کرتے ہیں، کیونکہ وہ آخر کار جان لیتے ہیں کہ پہلے جو کچھ اور جلوہ گر ہوا تھا وہ مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تھا جو نفی کے لائق ہے اور عدم ایمان کا مستحق ہے اور یقین کر لیتے ہیں کہ اس مقام استدلال کے بغیر بیچون کا ایمان میسر نہیں ہوتا۔ اس لیے استدلال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مطلوب کو ظلال کے پردوں کے بغیر طلب کرتے ہیں۔ یہ بزرگوار چونکہ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے ساتھ محبت کا رشتہ قوی رکھتے ہیں اور ماسوی کو محبوب حقیقی کی محبت پر فدا کر چکے ہیں۔ اس لیے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے) کے بموجب استدلال کے رستہ سے محبوب حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں اور تجلیات وظہورات کے تنگ کوچہ سے جو ظلال سے ملے ہوتے ہیں آزاد ہو کر اصل الاصل کے ساتھ جا ملتے ہیں اور اس مقام میں کہ جہاں علماء ظاہر کا علم پہنچتا ہے یہ بزرگوار محبت کی کشش سے کشاں کشاں خود پہنچ جاتے ہیں اور بیچونی اتصال پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ فرق محبت و عدم محبت کے باعث ہے، کیونکہ محب اپنے محبوب کے غیر سے تعلق توڑ کر اپنے محبوب سے ملا ہوا ہوتا ہے اور جس میں یہ محبت نہیں ہوتی وہ علم پر کفایت کرتا ہے اور اسی کو غنیمت جانتا ہے بلکہ جس جگہ یہ بزرگوار خود پہنچ جاتے ہیں وہاں علماء ظاہر کا علم بھی نہیں پہنچ سکتا۔ علم بشرط صحت مطلوب کی دہلیز تک ہی ہوتا ہے اور وہ جو مطلوب سے واصل ہے مطلوب کے ساتھ ہوتا ہے اور معیت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ جو اس کو نصیب نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بندہ باحق ہمچو شیر وشکر است

ترجمہ: شیر وشکر کی طرح بندہ ملا ہے حق کے ساتھ

وَ لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) بندہ بننا چاہئے ماسوائے کی بندگی سے آزاد ہونا چاہئے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَافِقُ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

# مکتوب (۵۱)

تصدیق قلبی اور یقین قلبی کے درمیان فرق کے بیان میں ملا شیر محمد لاہوری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

**سوال**: بعض محققین متکلمین نے مُؤْمَنْ بِہٖ (یعنی جس کے ساتھ ایمان لایا جاوے) بہ کے ساتھ دل کے گرویدہ ہونے کو ایمان کی حقیقت کہا ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ اور گرویدن سے مراد مُؤْمَنْ بِہٖ دل کی نفس تصدیق ویقین ہے یا مصدق بہ کے ساتھ دل کی نفس تصدیق ویقین کے سوا کوئی اور زائد امر بھی ہے؟

**جواب**: دل کا گرویدہ ہونا دل کے یقین کے ماسوا ہے۔ اگرچہ تصدیق کے ماوراء نہیں، لیکن اسی یقین پر متفرع ہے یقین حاصل ہونے کے بعد دل دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ یا مُؤْمَنْ بِہٖ مومن بہ کی تسلیم اور اس کی فرمانبرداری ہوگی۔ یا اس کا انکار وجحود ہوگا۔ تسلیم وانقیاد کی علامت یہ ہے کہ مُؤْمَنْ بِہٖ کے ساتھ دل راضی ہو جاتا ہے اور سینہ کھل جاتا ہے اور جحود وانکار کی علامت مصدق بہ کے ساتھ دل کی کراہت اور سینہ کی تنگی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے سینے کو اسلام کیلئے تنگ کر دیتا ہے۔ گویا کہ وہ آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر پلیدی ڈالتا ہے جو ایمان نہیں لاتے) مُؤْمَنْ بِہٖ کے ساتھ تصدیق ویقین کے حاصل ہونے کے بعد دل کو مُؤْمَنْ بِہٖ کے ساتھ تسلیم وانقیاد کا حاصل ہونا محض حق تعالیٰ کی بخشش اور اس کے لامتناہی کرم پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


موقوف ہے۔ اسی واسطے ایمان کو اللہ تعالیٰ کی بخشش کہتے ہیں اور مصدق بہ کے ساتھ تصدیق و یقین کے حاصل ہونے کے بعد جحود و انکار کا باعث نفس امارہ کی ردی صفتوں کا راسخ اور مضبوط ہونا ہے۔ جو حب جاہ اور بلندی اور ریاست پر پیدا ہوا ہے اور دوسرے کی متابعت اور تقلید کو قبول نہ کرنے پر مخلوق ہے اور چاہتا ہے کہ سب اس کی تصدیق اور اس کی تابعداری کریں اور وہ خود کسی کی تقلید و متابعت اور تسلیم و انقیاد نہ کرے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) اللہ تعالیٰ نے بعض کو محض اپنے فضل و کرم سے اس پیدائشی مرض سے نکال کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی (جو سیدھے راستہ کی ہدایت کرنے والے ہیں) تسلیم و انقیاد سے مشرف فرمایا اور ہمیشہ کے لیے جنت کا وعدہ دیا جو اس کی رضا کا گھر ہے اور بعض کو اپنے طور پر چھوڑ دیا اور جبراً و قہراً یعنی زبردستی ان کو ان طبعی رزائل سے نہ نکالا اور اس دولت کی طرف ہدایت نہ دی، لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر اور کتابوں کو نازل کر کے صراط مستقیم کو بیان کر دیا ہے اور مصدق و مکذب اور عاصی و مطیع کو بڑے مبالغہ کے ساتھ خوشخبری اور خوف دلایا ہے اور فریقین پر حجت کو درست کر دیا ہے۔

## مکتوب (۵۲)

قلب و نفس کے فناء اور علم حصولی اور حضوری کے زوال میں فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

فناء ماسوائے حق کے نسیان سے مراد ہے اور ماسوی دو قسم پر ہے۔ ایک آفاق دوسرے انفس۔ آفاق کا نسیان یہ ہے کہ آفاق کا علم حصولی نہ رہے اور انفس کا نسیان یہ ہے کہ انفس کا علم حضوری زائل ہو جائے، کیونکہ علم حصولی آفاق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور علم حضوری انفس کے ساتھ اشیاء کے علم حصولی کا مطلق طور پر زائل ہونا بھی اگرچہ مشکل ہے، کیونکہ اولیاء کا نصیب ہے، لیکن علم حضوری کا مطلق طور پر دور ہونا بہت ہی مشکل ہے اور اولیاء میں سے کاملین کا حصہ ہے عجب نہیں کہ اکثر عقلمند اس کی تجویز بلکہ تصور کو محال جانیں اور مدرک یعنی عالم پر مدرک یعنی معلوم کے حاضر نہ ہونے کو سفسطہ یعنی خواب و خیال سمجھیں، کیونکہ ان کے نزدیک نفس شے پر شے کا حضور ضروری ہے۔ پس جب ان کے نزدیک علم حضوری کا ایک لمحہ کے لیے بھی زائل ہونا جائز نہیں تو پھر اس علم کا مطلق طور پر اس طرح زائل ہونا کہ پھر کبھی اعادہ نہ کرے۔ کس طرح جائز ہوگا۔ پہلا نسیان جو علم حصولی کی نسبت ہے فناء قلب سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا نسیان جو علم حضوری کی نسبت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے فناء نفس کا مستلزم ہے۔ جو اتم و اکمل ہے۔ فناء کی حقیقت اسی مقام میں ہے اور پہلی فناء اس فناء کی صورت کی طرح ہے اور اس کے ظل کی مانند ہے، کیونکہ علم حصولی درحقیقت علم حضوری کا ظل ہے۔ اس لیے علم حضوری کی فناء کلی ظل ہوگی۔ اس فناء کے حاصل ہونے سے نفس مقام اطمینان میں آ جاتا ہے اور حق تعالیٰ سے راضی و مرضی ہو جاتا ہے اور بقاء ورجوع کے بعد تکمیل و ارشاد کا معاملہ اس کے متعلق ہوتا ہے اور عناصر اربعہ جو بدن کے ارکان ہیں اور ان سے کوئی کسی امر کا تقاضا کرتا ہے اور کسی شے کو چاہتا ہے ان کی مختلف طبیعتوں کیساتھ اس کو جہاد وغزا حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ دولت بدن کے لطائف میں سے نفس کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں۔ یہی ہے جو ابلیس کی انانیت کو جو عنصر آتش سے پیدا ہے سیاست وحکومت سے درست کرتا ہے اور قوت شہویہ اور غضبیہ اور تمام برے اوصاف کو جن میں تمام چارپائے اور حیوانات شریک ہیں۔ حسن تربیت کے ساتھ اعتدال پر لاتا ہے۔ سبحان اللہ وہی لطیفہ جو تمام لطائف میں بدتر ہوتا ہے۔ سب سے بہتر ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا (جو جاہلیت میں تم سے بہتر تھے وہ اسلام میں بھی تم میں سے بہتر ہیں جب سمجھ لیں)

تنبیہ: قلب سے ماسوی کے نسیان کی علامت یہ ہے۔ کہ قلب میں ماسوا کا گزر نہ رہے۔ یہاں تک کہ اگر قلب کو تکلف کے ساتھ بھی ماسوا یاد دلائیں تو بھی اس کو یاد نہ آئے بلکہ اس کو قبول نہ کرے اور نفس عالم کے علم حضوری کے زائل ہونے کی علامت یہ ہے کہ عالم بالکل مثفی معلوم ہو جائے اور اس کا کوئی عین واثر نہ رہے تاکہ اس سے علم ومعلوم کا زائل ہونا مقصود ہو کیونکہ علم ومعلوم اس مقام میں نفس عالم ہی ہے۔ جب تک نفس عالم زائل نہ ہو۔ علم ومعلوم مثفی نہیں ہوتے۔ پہلی فناء فناء آفاق ہے اور دوسری فناء فناء انفس جو فناء کی حقیقت ہے۔

## مکتوب (۵۳)

وجودی اور شہودی طور پر عین اور اثر کے زائل ہونے کے بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم مدظلہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (کیا انسان پر وہ وقت نہیں آیا کہ جب کچھ بھی مذکور نہ تھا) ہاں اے میرے رب! بیشک انسان پر ایک ایسا وقت تھا کہ یہ کچھ بھی نہ تھا۔ نہ اس کا عین تھا نہ اثر، نہ اس کا شہود تھا نہ وجود۔ پھر جب تو نے چاہا اس کو تو نے اپنی زندگی سے زندہ اور اپنی بقا سے باقی اور اپنے اخلاق سے متخلق کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بلکہ تیرے ہی فضل سے عین فنا میں تیرے ساتھ باقی اور عین بقا میں تجھ میں فانی ہوا، کیونکہ ایک دوسرے وجود کے سبب اس کے لیے یہ فنا و بقا لازم ہیں اوران دونوں میں سے ہر ایک کے کمال کا حاصل کرنا واجب ہے۔اس کی مثال اس انسان کی سی ہے جس کو نمک کی کان میں ڈال دیں اور وہ آہستہ آہستہ نمک کا رنگ پکڑتے پکڑتے سب نمک ہی بن جائے اور اس کا کچھ عین یا اثر باقی نہ رہے۔تب اس کا قتل کرنا اور توڑنا مباح ہے اور اس کا کھانا اور اس کی خرید وفروخت کرنا حلال ہے اور اگر اس کا کچھ عین یا اثر باقی رہتا تو یہ باتیں جائز نہ ہوتیں۔کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ بیت

سگے کاندر نمک زار اوفتد گم گردد اندر وے　　　من ایں دریائے پرشور او نمک کمتر نمید انم

ترجمہ بیت

پڑے کتا نمک میں گر نمک بن جائے وہ یکسر　　　مرے نزدیک یہ دریا نمک سے کچھ نہیں کمتر

اگر کوئی سوال کرے تو اپنے مکتوبوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ عین واثر کا زائل ہونا صرف شہودی طور پر ہے نہ کہ وجودی طور پر۔ کیونکہ اس سے الحاد وزندقہ اور عبودیت اور ربوبیت کے درمیان دوئی کا دور ہونا لازم آتا ہے تو پھر یہاں وجودی طور پر عین واثر کے زائل ہونے کے کیا معنی ہیں تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کا اس طرح پر رنگا جانا کہ ان میں سے ایک چیز اپنے احکام سے خالی ہو کر دوسری چیز کے احکام میں رنگی جائے۔ان دونوں چیزوں سے دوئی کے دور ہونے کا موجب نہیں تا کہ الحاد وزندقہ ہو، کیونکہ انسان جو نمک کی کان میں ڈالا جائے۔وہ نمک کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ اس کی دوئی دور ہوتی ہے بلکہ اس کو نمک کے قرب اور غلبہ کے باعث اپنے نفس وصفات سے فنا حاصل ہو جاتی ہے اور نمک اور اس کے احکام کے ساتھ بقا پالیتا ہے اور دوئی بھی درمیان میں باقی رہتی ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ یہ دوئی اس دوئی کی مانند ہے۔جو ظل کی اصل کے ساتھ ہوتی ہے۔جس کو کچھ استقلال نہیں، لیکن عوام کی نظر میں اس زائل ہو جانے والی دوئی کے لیے ایک قسم کا استقلال نظر آتا ہے جس کے سبب دوئی باقی رہتی ہے اور اس میں کوئی الحاد وزندقہ نہیں اور میں نے جو کتابوں اور رسالوں میں وجودی زوال سے منع کیا ہے۔وہ عوام کے قصور فہم پر محمول ہے، کیونکہ عوام اس سے دوئی کا دور ہونا سمجھ لیتے ہیں اور الحاد وزندقہ میں پڑ جاتے ہیں۔تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے جو ظالم کہتے ہیں) باقی رہا وہ شے جو حکمی طور پر نمک ہو جانے کے بعد اس انسان سے باقی رہا ہے۔وہ درحقیقت نمک کی صورت ہے جس نے اپنے سنگ سے اس انسان کو رنگ دیا ہے، نہ کہ انسان کی صورت ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس حکمی کو اس انسان کی شے پر قیاس کریں اور اس کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


صورت پر تصور کریں نہ یہ کہ انسان کا شبح باقی ہے جس کے سبب اس کا اثر ابھی باقی ہے۔
تنبیہ: یہ نمکی شبح یعنی نمک کے رنگ میں رنگی ہوئی صورت کو صورت انسان کے مقیاس پر قیاس کیا گیا ہے۔ اس کا زائل ہونا ممکن بلکہ واقع ہے، لیکن جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ایسا نہیں ہے۔ فَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) حق تعالیٰ کسی شے کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی شے اس کے ساتھ متحد ہوتی ہے نہ وہ اشیاء کے ساتھ متصل ہے۔ نہ منفصل اور نہ اشیاء اس کے ساتھ متصل ہیں نہ اس سے منفصل فَسُبْحَانَ مَنْ لَّا یَتَغَیَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَاتِهٖ وَلَا بِاَسْمَآئِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَکْوَانِ (پاک ہے وہ مالک جو موجودات کے حدوث سے اپنی ذات وصفات وافعال واسماء میں متغیر نہیں ہوتا) اللہ تعالیٰ اب بھی اسی طرح اپنی خالص تنزیہ وتقدیس پر ہے جس طرح کہ پہلے تھا حق تعالیٰ عالم کے قریب اور اس کے ساتھ ہے۔ اس قرب ومعیت کے ساتھ جن کی کیفیت معلوم نہیں۔ یہ قرب ایسا نہیں جیسے جسم کو جسم کے ساتھ یا جسم کو عرض کے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض امکان کی تمام صفتیں اور حدوث کے تمام نشان حق تعالیٰ کی پاک جناب سے مسلوب ہیں۔ اولیاء کے عروج سے بندوں کے ساتھ اس کا قرب زیادہ نہیں ہوتا اور اصفیاء کے وصول سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتصال حاصل نہیں ہوتا۔ فناء وبقاء عادتوں کے احوال ہیں۔ جو معقولیوں کی سمجھ سے برتر ہیں اور عین واثر کے زائل ہونے کا مطلب سوائے اس شخص کے کہ جس کو یہ فنا وبقا وزوال حاصل ہو۔ دوسرا نہیں سمجھ سکتا جیسے کہ ابھی اس کی تحقیق کی جائے گی ان بزرگواروں کے کلام کو حسن ظن اور قبولیت سے سننا چاہیے اور اس کا مدلول ظاہری اور معنی مطابقی نہ سمجھنا چاہئیں کیونکہ اس میں اکثر اوقات اس قسم کی فاحش غلطی واقع ہوتی ہے۔ جس سے انسان خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ (اللہ تعالیٰ بہتری کی توفیق دینے والا ہے)

**سوال:** اگر انسان کے عین اور اثر کا زائل ہونا جائز ہے تو پھر قرآن مجید میں اور حدیث میں جو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں وارد ہے۔ اس کا کیا جواب ہے قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ (میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں میری طرف وحی آتی ہے) یہ امر انسانیت کے اثر باقی رہنے کا نتیجہ ہے۔

**جواب:** ایسا نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی بقاء اثر پر دلالت پائی جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب انسان کامل فناء وبقاء کے بعد حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے لیے عالم کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ صفات بشریت اور خصائص انسانی جو پہلے اس سے دور ہوئی ہوتی ہیں مغلوب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور کمزور ہو کر پھر اس کی طرف رجوع کر آتی ہیں۔ تاکہ انسان کامل اور عالم کے درمیان وہ مناسبت جو پہلے زائل تھی، حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اسی مناسبت کے ذریعے انسان کامل اور عالم کے درمیان افادہ اور استفادہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ان صفات بشری کے رجوع کرنے اور زوال کے بعد ان کے ملحق ہونے اور ملنے میں دوسری حکمت مکلفین کا ابتلاء وامتحان اور دعوت کرنے والوں کا برگزیدہ کرنا ہے تاکہ پاک اور ناپاک اور سچے اور جھوٹے کے درمیان تمیز ہو اور ان صفات کے رجوع کرنے سے ایمان بالغیب جو پہلے مشتبہ اور پوشیدہ تھا حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلاً وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَا يَلْبِسُوْنَ (اگر ہم اپنے رسول ﷺ کو فرشتہ بنا کر بھیجتے تو انسانی صورت میں ہی بھیجتے۔ پھر بھی یہ لوگ وہی شبہ کرتے جواب کرتے ہیں)

**سوال**: انسان کامل کے عین اور اثر کے زائل ہونے کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ اس کا ظاہر ہمیشہ صفات بشریت پر رہتا ہے۔ یعنی وہ کھاتا، پیتا، سوتا اور آرام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرماتا ہے وَ مَا جَعَلْنَا هُمْ جَسَدًا لَّا يَاكُلُوْنَ الطَّعَامَ (ہم نے ان کو ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھائیں)

**جواب**: فناء اور بقاء صفات باطنی میں سے ہیں۔ ظاہر کو ان سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ ظاہر ہمیشہ اپنے احکام پر رہتا ہے اور باطن کبھی ان احکام سے خالی ہو جاتا ہے اور کبھی ان کے ساتھ متلبس ہو جاتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ باطن یا لطائف بہت سے ہیں، سب کے سب فنا و بقا سے متحقق ہوتے ہیں یا صرف ایک ہی اور وہ کون سا لطیفہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لطیفہ جو اس فنا و بقا کے ساتھ متحقق ہوتا ہے لطیفہ نفس ہے۔ جو اصل میں انسان کی حقیقت ہے اور جس کی طرف قول انا کے ساتھ اشارہ کیا جاتا ہے۔ یہی پہلے نفس امارہ ہوتا ہے پھر مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ یہی پہلے خدا تعالیٰ کی دشمنی پر قائم ہوتا ہے اور یہی آخر کار راضیہ و مرضیہ بن جاتا ہے۔ یہی تمام بروں میں سے برا ہے اور یہی تمام نیکوں میں سے نیک ہے۔ اس کا شر ابلیس کے شر سے بڑھ کر ہے اور اس کا خیر تمام تسبیح و تقدیس کرنے والوں یعنی فرشتوں کے خیر سے برتر ہے۔

تنبیہ: فنا و زوال وجودی اور بقا کے یہ معنی نہیں۔ کہ ممکن سے امکان بالکل زائل ہو جائے اور اس کو وجوب حاصل ہو جائے، کیونکہ یہ محال عقلی ہے اور اس کے قائل ہونے سے کفر لازم آتا ہے بلکہ اس کے معنی امکانیت کے باقی رہنے کے باوجود خلع و لبس کے ہیں۔ (یعنی صفات بشریت سے نکلنا اور صفات الٰہی سے موصوف ہونا) جس طرح کہ معقول والوں نے بھی عناصر میں کون و فساد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے طریق پر اس کو ثابت کیا ہے۔ مگر انہوں نے نوعیہ صورت کے تغیر و تبدل کے باوجود دونوں حال یعنی کون و فساد میں عناصر کے ہیولیٰ یعنی مادہ کا ثابت رہنا بحال رکھا ہے، لیکن ہم ہیولیٰ اور اس کے ثبوت کے قائل نہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فنا و بقا قادر مختار جل شانہ کی طرف سے اعدام اور ایجاد ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ لَنْ يَلِجَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ مَنْ لَّمْ يُوْلَدْ مَرَّتَيْنِ (جو دو دفعہ پیدا نہ ہو وہ آسمانوں کے ملکوت میں داخل نہیں ہوسکتا) اس میں ولادت ثانیہ سے ایجاد ثانی کی طرف اشارہ ہے جسے یہ بزرگوار صفات رذیلہ کے زائل ہونے اور اخلاق حمیدہ کے حاصل ہونے کے باعث مجاز اور تشبیہ کے طور پر بقا باللہ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ گویا مرتبہ وجوب کے صفات کے مشابہ ہے۔ میں نے کئی جگہ اس امر کی تحقیق کی ہے کہ ممکن کی ذات عدم محض ہے۔ پھر اس کے زوال کے کیا معنی ہیں کیونکہ ممکن تمام احوال میں خواہ فناء کا حال ہو یا بقا کا حال اسی طرح ممکن ہے جس طرح کہ ان دونوں کے نہ ہونے کی حالت میں تھا اور واجب تعالیٰ استمراری اور دائمی طور پر واجب ہے۔ اس کی پاک بارگاہ کے ساتھ کوئی چیز نہیں مل سکتی اور نہ کوئی شے اس سے جدا ہوسکتی ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ بیت

سیاہ روئی ز ممکن درد و عالم    جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

ترجمہ بیت: سیاں روئی نہ ممکن کی ہوئی دور    وہ عالم میں رہا ویسا ہی بے نور

پوشیدہ نہ رہے کہ ممکن میں امکان کے باقی رہنے سے یہ مراد نہیں کہ ممکن کا اثر اور اس کا ثبوت مراتب ثبوت کے کسی مرتبہ میں باقی رہتا ہے کیونکہ یہ امر فناء اتم کے منافی ہے اور اس فنا کا فانی امانتوں کو امانت والوں کے حوالہ کر کے اور وجود اور اس کی توابع یعنی صفات کاملہ اور نعوت فاضلہ کے ظلال کو (جو اس میں منعکس ہوتے ہیں) ان کے اصل کی طرف واپس دے کر محض عدم کے ساتھ جو اپنی عدمیت میں کامل ہے۔ اس طرح مل جاتا ہے کہ اس میں کسی شے کی طرف اضافت و نسبت نہیں پائی جاتی۔ نہ ہی اس کا کوئی نام و نشان باقی رہتا ہے، کیونکہ عدم میں اضافت کا وجود کچھ نہ کچھ ثبوت کی خبر دیتا ہے۔

## مکتوب (۵۴)

شرع روشن کی تابعداری کرنے اور دین کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی کرنے کے بارہ میں خان جہاں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل بزرگ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کو اپنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


رضیات کی توفیق عطا فرما کر سلامت وعزت واحترام کے ساتھ رکھے۔ بیت

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیدان درنمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ بیت: گیند توفیق وسعادت کا ہے میداں میں پڑا
کوئی میدان میں نہیں آتا سوار اب کیا ہوا

دنیائے فانی کی لذتیں اور نعمتیں اس وقت گوارا اور حلال وتحلیل ہوتی ہیں جبکہ ان کے ضمن میں شریعت روشن کے موافق عمل کیا جائے اور آخرت کے لیے ذخیرہ جمع کیا جائے۔ ورنہ اس زہر قاتل کی طرح ہیں جن کو شکر میں لپیٹا ہوا ہو جس پر بے وقوف اور نادان ہی فریب ودھوکا کھاتے ہیں اگر حکیم مطلق جل شانہ کی تریاق سے اس کا علاج نہ کیا جائے اور شرعی اوامر ونواہی کی تلخی سے اس شیرینی کا تدارک نہ کیا جائے تو سراسر ہلاکت کا موجب ہے۔ شریعت کے موافق عمل کرنے سے جس میں سراسر سہولت وآسانی ہے۔ تھوڑے سے تردد وکوشش کے ساتھ بڑی آسانی سے دائمی ملک ہاتھ آجاتا ہے اور تھوڑی سی غفلت اور سستی سے یہ جاودانی اور ہمیشہ کی دولت ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ عقل دوراندیش سے کام لینا چاہئے اور بچوں کی طرح جوز ومویز پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے۔ یہی خدمت جو آپ اب کر رہے ہیں اگر اس کو شریعت کی بجا آوری کے ساتھ جمع کر لیں تو گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سا کام کریں گے۔ جس سے دین منور ومعمور ہو جائے گا۔ ہم فقیر اگر سالوں تک اس عمل میں جان سے کوشش کریں تو بھی آپ جیسے بہادروں کی گرد تک نہیں پہنچ سکتے۔ بیت

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند　　کس بمیدان درنمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ بیت

گیند توفیق وسعادت کا ہے میداں میں پڑا　　کوئی میدان میں نہیں آتا سوار اب کیا ہوا

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا بِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (یا اللہ تو ہم کو اس کام کی توفیق دے۔ جس کو تو چاہتا اور پسند کرتا ہے) باقی مطلب یہ ہے کہ رقیمہ ہذا کے لانے والے فضائل پناہ خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد شرف خاص یاروں میں سے ہیں۔ ان کے حال پر جس قدر مہربانی فرمائیں گے فقیر کی احسان مندی کا باعث ہوگا۔ اَمْرُکُمْ اَعْلٰی وَشَانُکُمْ اَرْفَعُ (آپ کا امر اعلیٰ اور آپ کی شان بلند ہے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۵۵)

فکر سے غنا کی طرف رجوع کرنے کی برائی میں مریز خاں افغان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) برادرم میاں مریز خاں فقر کے تنگ کوچہ سے بھاگ کر دولت مندوں کی طرف التجا لے گئے ہیں اور ان کی لذتوں اور نعمتوں پر راضی ہو گئے ہیں۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ آپ نے اچھا نہیں کیا۔اگر آپ دولت مندوں کی صحبت میں دنیا کی بہت ترقی کریں گے تو ہزاری ہو جائیں گے اور مان سنگھ پنج ہزاری یافت ہزاری تھا۔اس سے زیادہ ترقی نہ کریں گے اور اگر بالفرض مان سنگھی مرتبہ پر بھی پہنچ جائیں تو سوچنا چاہئے کہ آپ کو کیا مل گیا اور کون سی بزرگی آپ نے حاصل کی۔لقمہ نان فقر میں بھی مل جاتا تھا۔اب اس سے زیادہ چرب لقمہ کھاتے ہوں گے اس طرح بھی گزر رہی تھی۔اس طرح بھی گزر جائے گی،لیکن آپ کو خیال کرنا چاہئے کہ آپ کے ہاتھ سے کیا کچھ نکل گیا اور جب تک ہیں نکل رہا ہے اور دن بدن مفلس ہو رہے ہیں۔ اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ الشَّفَقَةُ یعنی جو شخص اپنے ضرر پر راضی ہو وہ شفقت کا مستحق نہیں ہے جب آپ اس امر میں مبتلا ہو گئے ہیں تو اتنی کوشش ضرور کریں کہ استقامت کے طریق اور شریعت کے التزام کو نہ چھوڑیں اور باطنی شغل میں بھی فتور نہ پڑے اگر چہ دنیا کے ساتھ اس کا جمع کرنا مشکل ہے،کیونکہ دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے مگر اس قدر تو ضرور ہونا چاہئے کہ اس وضع میں جو آپ نے اختیار کی ہے اور اس خدمت میں جو آپ کر رہے ہیں اگر نیت درست کی جائے تو عزیمت اور غزا و جہاد میں داخل ہے اور نیک عمل ہے مگر نیت کا درست ہونا مشکل ہے کیونکہ آج جو خدمت ہے شاید وہ نیک ہو،مگر کل ایسی خدمت فرمائیں جو عین وبال ہو۔غرض بڑا مشکل کام ہے اس میں بہت ہوشیار رہیں۔اطلاع دینا ضروری تھا۔والسلام

## مکتوب (۵۶)

گزشتہ صحبت پر افسوس کرنے اور نئے اسرار کی طرف اشارہ کرنے میں جناب پیر زادہ خواجہ محمد عبداللہ اور خواجہ جمال الدین حسین ولد خواجہ حسام الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) قرۃ العینین وسرۃ الاذنین یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کانوں کی خوشی خواجہ محمد عبداللہ اور خواجہ جمال الدین حسین ظاہری باطنی جمعیت کے ساتھ آراستہ ہیں آپ نے عجیب تغافل اور نامہربانی فرمائی کہ نزدیک پہنچ کر سرہند میں نہ آئے اور اس غریب کا حال نہ پوچھا اور آشنائی کے حقوق بجا نہ لائے۔ فقیر خواجہ محمد افضل کا کیا گلہ کرے کہ وہ پہلے ہی فقیر کی دوستی سے کوسوں بھاگتے اور ڈرتے ہیں اور میر منصور کی نسبت کیا کہے کہ وہ ہمیشہ صحبت کی آرزو ہی کرتے رہتے ہیں، لیکن قوۃ سے فعل میں نہیں آتی اور صحبت کا موقع نہیں ملتا۔ فقہا بزرگ کا قول ہے۔ اَلرَّاضِیُ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظَرَ (ضرر کا راضی شفقت کا مستحق نہیں) لشکر اگرچہ ظلمات کا دریا ہے، لیکن آب حیات اسی میں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے گو۔ نادر طور پر ہی ہو۔ وہ گوہر ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہ میں اگر اس گوہر کا شبہ ہی میسر ہو جائے تو غنیمت ہے۔ جس بہادر نے کچھ قیمت وقدر حاصل کی ہے۔ دشمنوں کے غلبہ کے وقت حاصل کی ہے۔ اگرچہ سلامتی گوشہ میں ہے، لیکن غزا وشہادت کی اعلیٰ دولت معرکہ اور لڑائی میں ہے۔ گوشہ نشینی ضعیفوں اور اہل ستر یعنی عورتوں کے لیے مناسب ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ اَلْمُوْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِنَ الْمُوْمِنِ الضَّعِیْفِ (طاقتور مومن ضعیف مومن سے اچھا ہے) میدان جنگ میں نکلنا اور بڑے گھمسان کی لڑائی کرنا بڑی ہمت والے مردوں کا کام ہے۔ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ ھُوَ اَھْدٰی سَبِیْلًا ط (کہ ہر ایک اپنی اپنی طرز پر عمل کرتا ہے۔ تمہارا رب جانتا ہے کہ تم میں سے زیادہ ہدایت والا کون ہے) رخصت کی مدت گزرنے کے بعد جب لشکر کی طرف آنے لگا۔ تو فرزندی محمد سعید کو گھر میں چھوڑ آیا جب ان فیوض وبرکات اور علوم ومعارف کو جو فرزند کی جدائی کے بعد ظاہر ہوئے تھے ملاحظہ کیا تو اس کی جدائی سے پشیمان ہوا اور موقع کو غنیمت جان کر اس کو بلا لیا۔ چھوٹے بڑے سب اس امید پر آئے ہیں کہ ان برکات سے فائدہ حاصل کریں۔ عجب معاملہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ملامتی گروہ اور قلندریہ زمرے میں ہیں۔ حالانکہ ہم ان دونوں گروہوں سے جدا ہیں اور ہمارا کاروبار بھی ان سے الگ ہے۔ نئے نئے علوم کا کچھ بیان اس مکتوب سے سن لیں جس کا عنوان یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَذْکُوْرًا لَا عَیْنًا وَلَا اَثَرًا شَھُوْدًا وَلَا وَجُوْدًا (انسان پر ایک ایسا زمانہ تھا کہ اس کا کچھ نام ونشان نہ تھا۔ نہ اس کا عین تھا نہ اثر اور نہ شہود نہ وجود) آپ نے مکتوب میں دیکھا ہے کہ فقیر نے زوال وجودی کو الحاد وزندقہ کہا ہے۔ مگر یہاں اس کو لکھ کر اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



علاج کر دیا ہے۔ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ ع مری بہار کا کر لے قیاس بستان سے

یہ سب دولتیں انہی واقعات کی برکات سے ہیں۔ لَوْ لَا هَالَمَا وَجَدْتُ تِلْكَ (اگر یہ واقعات نہ ہوتے تو یہ برکات بھی حاصل نہ ہوتیں) رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہمیں بخش تو سب شے پر قادر ہے) مولانا محمد مراد چونکہ ان حدود کی طرف جانے والے تھے۔ اس لیے یہ دو کلمہ لکھے گئے ہیں۔ انجام بخیر ہو۔

## مکتوب (۵۷)

عالم کے حادث ہونے اور عقل فعال کے رد کرنے میں مولانا حمید احمدی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ (اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور مرسلین کے سردار پر صلوٰۃ وسلام ہو) حق تعالیٰ اپنی ذات اقدس کے ساتھ موجود ہے اور اس کی ہستی خود بخود قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح اب ہے پہلے بھی ایسا ہی تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ عدم سابق اور عدم لاحق کو اس کی طرف راہ نہیں، کیونکہ وجوب وجود اس درگاہ مقدس کا کمینہ خادم ہے اور سلب عدم اس بارگاہ بزرگ کا ادنیٰ خاکروب ہے اور حق تعالیٰ کے ماسوا جس کو عالم کہتے ہیں یعنی عناصر وافلاک وعقول ونفوس اور بسائط ومرکبات سب حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوئے ہیں اور عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ قدم ذاتی وزمانی اسی کی جناب پاک کے لیے ثابت ہے اور حدوث ذاتی وزمانی حق تعالیٰ کے ماسوا کے لیے ثابت ہے۔ حق تعالیٰ نے جس طرح زمین کو دو روز میں پیدا فرمایا ہے اسی طرح آسمانوں اور ستاروں کو زمین کے پیدا کرنے کے بعد دو روز میں عدم سے وجود میں لایا ہے۔ آیت کریمہ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ (زمین کو دو دن میں پیدا کیا) اور آیت کریمہ وَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ (سات آسمانوں کو دو دن میں پورا کیا) اسی بات کی مصداق ہیں۔ وہ شخص بہت ہی بے وقوف ہے جو نص قرآنی کا منکر ہو کر ماسوا میں سے بعض کا قائل ہے اور آسمانوں اور ستاروں کے قدم کا حکم کرتا ہے اور عناصر بسیط کو قدیم جانتا ہے اور عقول ونفوس کو ازلی وقدیم تصور کرتا ہے۔ تمام اہل ملت کا اجماع ماسوائے اللہ کے حدوث پر قائم ہے اور بالاتفاق سب سے عدم سابق کے بعد ماسوی کے وجود کا حکم کیا ہے جیسے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کہ امام حجتہ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ المنقذ عن الضلال میں اس مضمون کو واضح کیا ہے اور لوگ جو عالم کے بعض اجزاء کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ اس سبب سے ان کی تکفیر فرمائی ہے۔ پس ممکن کی اشیاء میں سے کسی شے کے قدم کا حکم کرنا ملت سے نکلنا اور فلسفہ میں داخل ہونا ہے اور جس طرح ماسوائے حق تعالیٰ کے لیے عدم سابق ثابت ہے۔ اسی طرح عدم لاحق بھی اس کو دامن گیر ہے۔ آسمانوں کے ستارے گر جائیں گے۔ آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور زمین و پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر عدم سے مل جائیں گے۔ جیسے کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَه (پس جب پہلی دفعہ کرنا پھونکی جائے گی اور پہاڑ اپنی جگہ سے اڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پس اس دن واقع ہونے والی یعنی قیامت واقع ہوگی اور اس دن آسمان پھٹ کر نابود ہو جائیں گے) اور فرماتا ہے۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (جب سورج لپیٹا جائے گا اور ستارے سیاہ ہو جائیں گے اور پہاڑ اڑائے جائیں گے) اور فرماتا ہے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَ اِذَالْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے پراگندہ ہو جائیں گے اور فرماتا ہے اذالسمآء انشقت ٥ آسمان پھٹ جائے گا) كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سوائے اس کی ذات کے سب کچھ ہلاک ہونے والا ہے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم سب کا رجوع ہے) اس قسم کی آیات قرآن مجید میں بہت ہیں۔ وہ بہت ہی جاہل ہے۔ جو ان کے فانی ہونے کا انکار کرتا ہے اور قرآن پر ایمان نہیں رکھتا اور فلسفہ کی ملمع باتوں پر مفتون ہے۔ غرض ممکنات میں عدم سابق کی طرح عدم لاحق کا ثابت کرنا بھی دین کی ضروریات میں سے ہے اور اس پر ایمان لانا لازم ہے اور یہ جو بعض علماء نے کہا ہے کہ سات چیزیں یعنی عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و روح فانی نہ ہوں گے تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ فنا قبول نہیں کرتے اور زوال کی قابلیت نہیں رکھتے حَاشَا وَ كَلَّا بلکہ قادر مختار جل شانہ کا اختیار ہے جس کو چاہے وجود کے بعد فانی کرے اور جس کو چاہے خاص مصلحتوں اور حکمتوں کے لیے باقی رکھے وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فرماتا ہے) اس بیان سے واضح ہوا کہ عالم بمعہ اپنے تمام اجزا کے اپنے وجود و بقاء میں واجب تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اس کا محتاج ہے کیونکہ بقا سے مراد دوسرے اور تیسرے زمانہ میں جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اسی وجود کے نفس کا استقرار ہے اور کوئی امر زائد اس وجود پر نہیں جو بقاء سے مسمی ہو پس نفس وجود اور استقرار وجود دونوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حق تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف ہیں۔ عقل فعال کیا ہے جو اشیاء کا سرانجام کر سکے اور حوادث اس کی طرف منسوب ہوسکیں۔ عقل فعال کے اپنے نفس وجود اور ثبوت میں ہزاروں اعتراض ہیں کیونکہ اس کا ثبوت اور حصول فلسفہ کے چند طمع اور جھوٹے مقدمات پر مبنی ہے جو سب کے سب اسلام حقہ کے مقابلہ میں ناتمام ونافرجام ہیں۔ وہ بڑا ہی بے وقوف ہے جو اشیاء کو قادر مختار کی طرف سے ہٹا کر ایسے امر موہوم کی طرف منسوب کرے بلکہ اشیاء کے لیے ننگ وعار ہے کہ فلسفہ کے تراشیدہ اور خود ساختہ امر کی طرف منسوب ہوں بلکہ اشیاء کے لیے بہتر ہے کہ اپنے عدم پر راضی اور خوش رہیں اور ہرگز وجود کی خواہش نہ کریں بہ نسبت اس کے کہ ان کے وجود کو سفسطہ کے اپنے بنائے ہوئے وہمی امر کی طرف منسوب کیا جائے اور قادر مختار جل شانہ کی طرف منسوب ہونے کی سعادت سے محروم رہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا (بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے وہ نہیں کہتے مگر جھوٹ)

# مکتوب (۵۸)

اس بیان میں کہ ممکنات کا خلق اور نمود اور وجود مرتبہ وہم میں ہے، جس نے اتقان اور استحکام حاصل کرلیا ہے۔ خواجہ صلاح الدین احراری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْئٌ" (اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی) جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے تو حق تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر ایک اسم نے ایک ایک مظہر طلب فرمایا تاکہ اپنے کمالات کو اس مظہر میں جلوہ گر کرے۔ عدم کے سوا اور کوئی شے وجود اور توابع وجود کے مظہر بننے کے قابل نہیں کیونکہ شے کا آئینہ اور مظہر اس شے کے مبائن اور مقابل ہوتا ہے اور وجود کے مبائن اور مقابل اعدم ہی ہے۔ پس حق تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے عالم عدم میں سے ہر ایک اسم کا مظہر تعین فرمایا اور اس کو مرتبہ حس ووہم میں جب چاہا اور جس طرح چاہا پیدا کیا خَلَقَ الْاَشْیَاءَ مَتٰی شَآءَ وَکَمَا شَاءَ (اشیاء کو جب چاہا اور جیسے چاہا پیدا کیا) اور دائمی معاملہ اس پر وابستہ کیا۔ جاننا چاہئے کہ عدم خارجی کے منافی ثبوت خارجی ہے نہ وہ ثبوت جو مرتبہ حس ووہم میں پیدا ہو کیونکہ اس میں منافات کی بو بھی نہیں اور عالم کا ثبوت مرتبہ حس ووہم میں ہے نہ مرتبہ خارج میں تاکہ اس کے منافی ہو۔ بس جائز ہے کہ عدم مرتبہ حس ووہم میں ثبوت پیدا کرلے اور حق تعالیٰ کی صنعت سے وہاں اس کو اتقان ورسوخ حاصل ہو جائے اور اس مرتبہ میں ظلیت وانعکاس کے طور پر حی وعالم وقدیر مرید بینا وگویا وشنوا یعنی زندہ اور جاننے والا ہو جائے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مرتبہ خارج میں اس کا کوئی نام ونشان نہ ہو اور خارج میں حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے سوا کوئی چیز ثابت وموجود نہ ہو اور اس لحاظ سے اس کو اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ کہہ سکیں۔ اس کی مثال نقطہ جوالہ اور دائرہ موہوم کی سی ہے کہ موجود صرف وہی نقطہ ہے اور دائرہ کا خارج میں نام ونشان نہیں۔ ہاں اس دائرہ نے مرتبہ حس ووہم میں ثبوت پیدا کیا ہے اور اس مرتبہ میں ظلیت کے طور پر اس کو نور اور روشنی حاصل ہے۔ اس تحقیق کے ساتھ ان مقدمات مبسوط سے استغنا حاصل ہو جاتی ہے جو حضرت شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے تابعین نے عالم کی تکوین میں فرمائے ہیں اور تنزلات کا بیان کیا ہے اور تعینات کو علمی وخارجی بنائے ہیں اور حقائق واعیان ثابتہ کو حق تعالیٰ کے مرتبہ علم میں ثابت کیا ہے اور ان کے عکسوں کو خارج میں کہ ظاہر وجود ہے۔ مقرر رکھا ہے اور ان کے آثار کو خارجی کہا ہے جیسے کہ ان کے کلام کو دیکھنے والے اور ان کی اصطلاح پر اطلاع پانے والے منصف پر پوشیدہ نہیں ہے اور اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز کیا اعیان اور کیا اعیان کے آثار موجود نہیں بلکہ ان کا ثبوت مرتبہ حس ووہم میں ہے اور اس سے محذور لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ایسا موہوم نہیں جو وہم کے اختراع سے ثابت ہوا ہے تا کہ وہم کے اٹھ جانے سے یہ بھی اٹھ جائے بلکہ اس کا ثبوت مرتبہ وہم میں حق تعالیٰ کی صنعت سے ہے اور اس مرتبہ میں صفات وقرار اور اتقان واستحکام رکھتا ہے۔ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ (اس اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے جس نے تمام اشیاء کو مضبوط کر دیا ہے) اس بیان سے واضح ہوا کہ ممکنات کے حقائق عدمات ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کے مرتبہ علم میں تمیز وتعین پیدا کیا ہے اور حق تعالیٰ کی صنعت سے دوبارہ مرتبہ حس ووہم میں ثابت ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض اسماء الٰہی جل شانہ کے آئینے اور مظہر ہیں اور مرتبہ میں ظلیت اور انعکاس کے طور پر حی وعالم وقادر مرید وبینا وشنوا وگویا ہو گئے ہیں اور شیخ اور اس کے تابعداروں کی تحقیق میں ممکنات کے حقائق اسماء الٰہی کی علمیہ صورتیں ہیں جو حضرت وجود کے تنزلات خمسہ میں سے ایک تنزل ہے۔ حاصل یہ کہ اس فقیر کی سمجھ میں ممکنات کی نمائش کو خارج میں ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ صور علمیہ متکثرہ (جو ممکنات کی حقائق ہیں اور جن کو اس نے اعیان ثابتہ سے تعبیر کیا ہے) حق تعالیٰ کے ظاہر وجود کے آئینہ میں (کہ جس کے سوا خارج میں کوئی موجود نہیں) منعکس ہو کر خارج میں نمودار ہوئی ہیں اور خارج میں دکھائی دیتی ہیں لیکن درحقیقت ایک ذات تعالیٰ کے سوا خارج میں کوئی موجود نہیں اور فرماتا ہے کہ علمیہ صورتوں میں سے ہر ایک صورت کو کسی وقت ظاہر وجود کے ساتھ جو ان صورتوں کے لیے آئینہ کی طرح ہے ایک مجہول الکیفیت نسبت پیدا ہو جاتی ہے جو خارج میں ان کے نمودار ہونے کا سبب ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ یہ نسبت مجہول الکیفیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کسی کو معلوم نہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس بھید سے اطلاع نہیں دی اور خارج میں ان صورتوں کے اس اظہار کو جو اس مجہول الکیفیت نسبت کے حاصل ہونے کے بعد ہے خلق کہا ہے اور اشیاء کی ایجاد سمجھا ہے اور اس پہلی تحقیق کی رو سے جس کی طرف اس فقیر نے ہدایت پائی ہے۔ جس طرح اشیاء کا خارج میں وجود نہیں' اسی طرح اسمیں ان کا نمود بھی نہیں۔ اگر نمود ہے تو مرتبہ وہم میں ہے اور اگر ثبوت ہے تو وہ بھی حق تعالیٰ کی صنعت سے مرتبہ وہم ہی میں ہے۔ غرض اس کا نمود وثبوت ایک ہی مرتبہ میں ہے نہ یہ کہ اس کا نمود ایک جگہ ہے اور اس کا ثبوت دوسری جگہ مثلاً دائرہ موہومہ جو نقطہ جوالہ سے پیدا ہے' جس طرح اس کا ثبوت مرتبہ وہم میں ہے نہ کہ خارج میں اسی طرح اس کا نمود بھی اسی مرتبہ میں ہے اس لیے کہ اس دائرہ موہومہ کا نشان صرف وہم ہی میں ہے۔ خارج میں کچھ بھی ثابت نہیں نمود بھی اسی مرتبہ وہم میں ہے کیونکہ خارج میں اس کا کوئی نشان نہیں تا کہ نمودار ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نمود وہمی کو نمود خارجی سمجھتے ہیں' جس طرح مثالی صورتوں کو عالم مثال میں بیداری کے وقت حس باطنی کے ساتھ دیکھیں اور خیال کریں کہ ان صورتوں کو عالم شہادت میں حس ظاہر کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ کو دوسرے کے ساتھ مشتبہ پاتے ہیں اور ایک کا حکم دوسرے پر کر دیتے ہیں پس صورت مذکورہ بالا میں وہ دائرہ موہومہ جو خیال میں جما ہوا ہے خیال کی آنکھ سے اسی مرتبہ میں کہ جس میں منتقش ہے دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس کو خارج میں سر کی آنکھ سے دیکھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ خارج میں جو نقطہ جوالہ کا محل ہے اس دائرہ کا کوئی نام ونشان نہیں تا کہ دیکھا جائے اسی طرح شخص کی صورت ہے جو کہ آئینہ میں منعکس ہوئی ہے کہ خارج میں صورت کا نہ ثبوت ہے نہ نمود بلکہ اس کا ثبوت ونمود دونوں مرتبہ خیال میں ہیں وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ۔ پس جس چیز کو شیخ قدس سرہ نے خارج جانا ہے اور اس میں انعکاس کے طور پر اشیاء کا نمود ثابت کیا ہے وہ خارج نہیں بلکہ مرتبہ وہم ہے' جس نے حق تعالیٰ کی صنعت سے ثبات وقرار پیدا کیا ہے اور خارج کا وہم گزرتا ہے جو کچھ ہمارا مشہود اور محسوس اور معقول اور متخیل ہے سب دائرہ وہم میں داخل ہے۔ موجود خارجی جل شانہ ہمارے افہام سے برتر ہے۔ وہاں مراتیت یعنی آئینہ ومظہر ہونا کیا گنجائش رکھتا ہے اور وہ کون سی صورت ہے جس میں حق تعالیٰ منعکس ہو سکتا ہے کیونکہ آئینے اور صورتیں سب مراتب ظلال میں ہیں جو دائرہ وہم وحس سے تعلق رکھتے ہیں (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۵۹)

روز مرہ کے حوادث کو حق تعالیٰ کے ارادہ کی طرف راجع کرنے اور ان سے لذت پانے کے بیان میں خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حق تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے سیدھے راستہ پر استقامت عطا فرما کر بالکل اپنی جناب پاک کا گرفتار بنا لے میرے عزیز باتمیز فرزند حوادث یومیہ جب واجب الوجود جل شانہ کے ارادہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے فعل سے آتے ہیں تو اپنے ارادہ کو حق تعالیٰ کے ارادہ کے تابع بنا کر ان حوادث کو اپنی مرادیں سمجھنا چاہئے اور ان سے لذت حاصل کرنی چاہئے اگر بندگی ہے تو یہ نسبت ضرور پیدا کرنی چاہئے ورنہ بندگی سے پاؤں نکالنا اور اپنے مولا جل شانہ سے مقابلہ کرنا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِی وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِی وَلْیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِیْ (جو میری قضاء پر راضی نہیں ہوتا اور میر بلا پر صبر نہیں کرتا اس کو چاہئے کہ میرے سوا کوئی اور خدا بنا لے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے) ہاں فقراء اور مساکین اور عاجز لوگ تمہاری رعایت وحمایت سے بہت آسودہ اور خوش حال تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کا بھی صاحب ومالک ہے۔ وہ ان کے لیے کافی ہے تمہاری نیک نامی باقی رہے گی۔ حق تعالیٰ تم کو دنیا وآخرت کی جزا عطا فرمائے۔ والسلام۔

# مکتوب (۶۰)

ذات انسان کی عدمیت اور اس میں حق تعالیٰ کے اسماؤ صفات کے ظلال کے منعکس ہونے اور اس بیان میں کہ انسان کی ذات اس کا نفس ناطقہ ہے اور نفس وقلب کے فناء اور علم حصولی اور حضوری کے زوال کے بیان میں پیر زادہ خواجہ محمد عبداللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ سُبْحَانَ مَنْ لَا یَتَغَیَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَاتِهٖ وَلَا فِیْ اَسْمَائِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَكْوَانِ (حق تعالیٰ حق اور ظاہر اور پاک ہے جو موجودات کے حادث ہونے سے اپنی ذات وصفات واسماء میں متغیر نہیں ہوتا) کیونکہ موجودات کے حدوث میں جو تغیر وتلوین ہوا ہے وہ سب مراتب عدم میں ہے اور حضرت وجود تعالیٰ میں کسی تغیر وتبدل کو نہ خارج میں نہ علم میں کوئی دخل نہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنی ذاتی وصفاتی واسمائی کمالات کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ظاہر کرے اور اشیاء کے مظہروں اور آئینوں میں ان کو جلوہ دے تو مراتب عدم میں ہر ایک کمال کے مقابل اس کی پاک نقیض جو اضافت و نسبت میں باقی تمام اعدام سے متمیز ہے۔ اس کمال کے مظہر ہونے کے لیے تعین فرمائی کیونکہ شے کا آئینہ شے کے مقابل اور اس شے کے ظہور کا باعث ہوتا ہے۔ بِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ (اشیاء ضد سے ظاہر ہوتی ہیں) اور ان اعدام کو جو ان آلات کے آئینہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں جب چاہا مرتبہ حس و وہم میں ایجاد فرمایا اور استقرار و استحکام بخشا اور ان سب کمالات کو ان میں منعکس کیا اور اس کے باعث ان اعدام کو اس مرتبہ میں حی و عالم و قادر مرید و سمیع و بصیر و متکلم بنایا لیکن محسوس ہوا کہ اوّل عدم میں تصرف فرماتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ اس میں کوئی اور چیز ملائیں اور اس تصرف سے ملائم و نرم کر دیتے ہیں اور بعد ازاں وہاں کمال کا ظہور دکھاتے ہیں، جس طرح پہلے نرم و ملائم کر لیں اور پھر اس سے صورتیں اور شکلیں پیدا کریں۔

جاننا چاہئے کہ مراد عدم سے اس جگہ عدم خارجی ہے۔ جو وجود خارجی کے مقابل ہے پس اسی کے اس ایجاد کے جو مرتبہ وہم میں واقع ہوتا ہے، منافی نہیں اور ثبوت وہمی اس کے مخالف نہیں یا ہم یہ کہتے ہیں کہ عدم کے منافی وجود ہے جو اس کی نقیض ہے اور عدم موجود نہیں ہوتا ہاں اگر عدم موجود ہو جائے تو اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا جس طرح وجود کے بارہ میں حکماء نے کہا کہ معقولات ثانیہ سے ہے جو خارج میں معدوم ہے اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی حقائق اعدام ہیں جن میں مرتبہ وجود کے کمالات منعکس ہوئے ہیں اور حق تعالیٰ کی ایجاد سے انہوں نے وہمی تحقق و ثبوت وہاں پیدا کیا ہے اور مرتبہ وہم و حس میں استقرار و استمرار حاصل کیا ہے گویا اشیاء کے ذوات یعنی اصول و اعدام ہیں اور ان میں کمالات کا انعکاس اعدام کے ہاتھ پاؤں اور قویٰ اور اعضاء کی طرح ہیں۔

ان مقدمات کی تمہید کے بعد اصلی مقصد کی نسبت چند باتیں جو ولایت خاصہ سے تعلق رکھتی ہیں بیان کی جاتی ہیں۔ گوش گوش سے سننی چاہئیں خدا آپ کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ جاننا چاہئے کہ انسان کی حقیقت اور اس کی ذات عدم ہے جو نفس ناطقہ کی حقیقت ہے، جس کو ابتداء میں نفس امارہ سے تعبیر کرتے ہیں اور ہر فرد انسان لفظ انا سے اسی کی طرح اشارہ کرتا ہے۔ پس انسانی کی ذات نفس امارہ ہے اور انسان کے باقی لطائف اس کے قوے اور اعضاء کی طرح ہیں، جس طرح عدم فی حد ذاتہ محض شر ہے اور خیریت کی بو نہیں رکھتا اسی طرح نفس امارہ بھی شر محض ہے اور اس میں خیریت کی بو نہیں یہی اس کی شرارت و جہالت ہے کہ کمالات منعکسہ کو جو ظلیت کے طور پر اس میں ظاہر ہوئے ہیں اپنی طرف سے جانتا ہے اور ان کے قیام کو جو ان کے اپنے اصل کے ساتھ ثابت ہے اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور ان کمالات کے باعث اپنے آپ کو کامل اور بہتر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جانتا ہے اور سرداری کا دعوے کرتا ہے اور کمالات میں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا شریک بناتا ہے اور حول وقوت کو اپنے آپ سے تصور کرتا ہے اور متصرف وقابض اپنے آپ کو ہی خیال کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب اس کے تابع ہوں اور خود کسی کے تابع نہ ہو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے لیے دوست رکھتا ہے نہ ان کے لیے اور اپنے بے ہودہ تخیلات سے اپنے مولیٰ جل شانہ، کے ساتھ عداوت ذاتی پیدا کر لیتا ہے اور حق تعالیٰ کے منزلہ احکام پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہشات کی متابعت و پرستش کرتا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے **عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمَعَا دَاتِیْ** (اپنے نفس کو دشمن جان کیونکہ وہ میری دشمنی میں قائم ہے) حق تعالیٰ نے کمال رحمت ورافت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو سراسر رحمت عالم ہیں مبعوث فرمایا تاکہ حق کی طرف دعوت فرمائیں اور اس دشمن کے گھر کو ویران کر کے اس کو اس کے مولیٰ وخالق کی طرف بلائیں اور اس جہل وخبث سے اس کو نکالیں اور اس کو اپنے نقص اور شرارت پر اطلاع دیں، جس کے نصیب میں سعادت ازلی تھی اس نے ان بزرگواروں کی دعوت کو قبول کر لیا اور اپنی جہل وخبث کو چھوڑ کر احکام منزلہ کا فرمانبردار ہو گیا۔ جاننا چاہیے کہ تزکیہ نفس کا طریق دو طرح پر ہے ایک وہ طریق ہے جو ریاضتوں اور مجاہدوں سے تعلق رکھتا ہے اور یہ انابت کا طریق ہے جو مریدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرا طریق جذب ومحبت کا طریق ہے جو اجتبا یعنی برگزیدہ کرنے کا راستہ ہے اور مرادوں سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں طریقوں میں بہت فرق ہے۔ پہلا طریق مطلوب کی طرف چل کر جانے کا ہے اور دوسرا طریق مقصود کی طرف لے جانے کا ہے اور رفتن یعنی جانے اور بردن یعنی لے جانے میں بہت فرق ہے جب سابقہ کرم وعنایت سے کسی صاحب نصیب کو اجتبا کے راستہ پر لے جاتے ہیں تو کوئی ایسا بھی سعادت مند ہوتا ہے جس کو حد فناء تک پہنچاتے ہیں اور ما سوی کی تردید ودانش سے چھڑا دیتے ہیں اور آفاق وانفس سے آگے لے جاتے ہیں۔ آفاق کا نسیان فنائے قلب پر وابستہ ہے اور انفس کا فنا نفس امارہ کے فنا پر موقوف ہے پہلے فناء میں علم حصولی کا زوال ہے۔ دوسرے فناء میں علم حضوری کا زوال جب تک نفس وذات حاضر کا زوال ثابت نہ ہو علم حضوری کا زوال متصور نہیں ہوتا جب تک حاضر قائم ہے علم حضوری بھی قائم ہوتا ہے کیونکہ علم حضوری نفس وذات حاضر سے مراد ہے نہ کوئی اور امر زائد پس زوال شہودی کے جو فناء نفس میں اس کے زوال وجودی سے مراد ہے۔ برخلاف اس زوال شہودی کے جو فناء قلب میں اعتبار کیا جاتا ہے کہ وہ قلب کے زوال وجودی کو مستلزم نہیں کیونکہ اس جگہ کا شہود شاہد وحاضر پر زائد ہے ایک کا فناء دوسرے کے فناء کو مستلزم نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تنبیہ: کوئی بیوقوف یہ خیال نہ کرے کہ نفس حاضر کا زوال مقام بقاء باللہ میں بھی جو توحید وجودی والوں کو میسر ہوتا ہے حاصل ہے کیونکہ حاضر اس مقام میں حق تعالیٰ ہے نہ کہ سالک کا نفس جو فنا پا چکا ہے تو میں کہتا ہوں کہ حاضر اس مقام میں سالک کا نفس ہے جس کو حق کے طور پر جانا ہے نہ کہ حق تعالیٰ جو اس تعین وحضور سے منزہ ومبرا ہے یہ بات اس مصرعہ کی مصداق ہے جو کسی نے کہا ہے۔ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد

ترجمہ ع خواب میں موش بن گیا اشتر

اس جگہ نفس حاضر کے علم کا زوال ہے جو علم حصولی کی قسم سے ہے نہ نفس حاضر کا زوال جو علم حضوری کے زوال کو مستلزم ہے اور نفس حاضر کا زوال اس کے عین واثر کے زوال سے مراد ہے نہ کہ نفس حاضر کے علم کے زوال سے شَتَّانَ مَابَیْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے)

# مکتوب (۶۱)

اس بیان میں کہ کبھی عارف کے لیے کسی مظہر کا دیکھنا عروج کا زینہ بن جاتا ہے۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید مدظلہ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

جب عارف کا معاملہ حق تعالیٰ کی صرف ذات سے آپڑتا ہے اور تمام نسبتیں اور اعتبارات ساقط ہو جاتے ہیں تو اس مقام میں عروج مشکل ہو جاتا ہے اور بغیر تعلق وعلاقہ کے دشوار دکھائی دیتا ہے اس وقت کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اَلنَّظْرَۃُ الْاُوْلٰی لَکَ (پہلی بار کا دیکھنا تیرے لیے ہے) کے موافق پہلی نگاہ جو مظاہر جمیلہ سے تعلق رکھتی ہے اس مقام میں مدد کرتی ہے اور جلدی اوپر لے جاتی ہے اور مجاز سے جو حقیقت کا پل ہے حقیقت تک پہنچا دیتی ہے۔ اس وقت دوسری نظر سے جس کے بارہ میں اَلنَّظْرَۃُ الثَّانِیَۃُ عَلَیْکَ (دوسری نظر تیرے لیے وبال ہے) آیا ہے بچنا لازم ہے کیونکہ مضر وزہر قاتل ہے پھر امداد واعانت کیا متصور ہوگی مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِی الْحَرَامِ شِفَاءً (حرام میں اللہ تعالیٰ نے کوئی شفا نہیں رکھی) محسوس ہوا ہے کہ اگر طمع خام سے نظر ثانی واقع ہوئی ہے تو سنگ وکلوخ کی طرح خالی معلوم ہوئی ہے جن لوگوں نے دوسری اور تیسری اور چوتھی نظروں کو جو مظاہر جمیلہ سے تعلق رکھتی ہیں مفید جانا ہے اور حقیقت کی طرف عروج کرنے کے اسباب میں سے خیال کیا ہے سب استدراج کی قسم سے ہیں اور وہ حقیقت کہ جس کی طرف عروج کرتے ہیں عالم مجاز سے ہے آیت کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جَھُمْ (مومنوں کو کہہ دو کہ اپنی آنکھوں کو ڈھانپیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں) ان لوگوں کے رد میں کافی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس مقام میں قرب و جوار کی ظلمتیں نفع دیتی ہیں اور ہمسائیوں کا کفر وفسق امداد کرتا ہے جس قدر یہ ظلمت زیادہ ہو اسی قدر امداد زیادہ کرتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں جو کہتے ہیں کہ فیوض واردہ ان لوگوں پر جو غفلت کی ظلمت میں غرق ہیں ان کی ناقابلی کی وجہ سے نہیں پہنچتے بلکہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو ان کے قرب و جوار میں حضور ہو اور وہ شخص دوسروں کے فیوض سے ترقیاں کرتا ہے ایسا نہیں کیونکہ اس عارف کے بلند درجہ کے باعث کہ سکتے ہیں کہ وہ فیوض واردہ اس کے گرد نہیں پہنچ سکتے چہ جائیکہ اس کے عروج میں امداد کر سکیں ان بزرگواروں کا کارخانہ بلند ہے وہاں ہر عمل وفیض نافع نہیں بلکہ وہاں ایک ایسا پوشیدہ ستر ہے جو انہیں حال والوں پر منکشف ہوتا ہے صرف اسی قدر بیان کرنا ضروری ہے کہ نور کے کمال ظہور کے لیے ظلمت بھی درکار ہے۔ آپ نے سنا ہی ہوگا بِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ (کہ اشیاء ضد سے پہچانی جاتی ہیں) چونکہ ظلمت کا ارتکاب ممنوع ہے اس لیے کمال کرم سے جوار کی ظلمت کو بھی باعتبار اور معتبر جانا ہے اور نور کے ظہور میں جو نور الانوار ہے نافع ثابت کیا ہے اگر کہیں کہ اطاعات وعبادات خصوصاً ادائے فرائض اس میں کیوں نافع نہیں اور عروج کی امداد کیوں نہیں کرتیں تو میں کہتا ہوں کہ کیوں نافع نہیں اور کیوں عروج کی امداد نہیں کرتیں لیکن وہ معتد بہ نفع وامداد جو پہلے متحقق ہوتا تھا اس وقت حاصل نہیں ہوتا اور اسباب خارجی وغیرہ کی طرح جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں نافع نہیں ہیں وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (یا اللہ تو پاک ہے ہم کو کوئی علم نہیں مگر جس قدر تو نے ہم کو دیا تو جاننے والا اور حکمت والا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

## مکتوب (۶۲)

انسان کے عدم ذاتی ہونے کے باعث اس کے فناء وجودی کی نفی میں مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

انسان کی ذات وحقیقت نفس ناطقہ ہے جو لفظ انا کے ساتھ انسان کا مشار اِلَيْهِ ہے اور نفس ناطقہ کی حقیقت عدم ہے، جس نے وجود اور صفات وجودیہ کے انعکاس کے باعث اپنے آپ کو موجود متصور کیا ہے اور اپنے آپ کو مستقل طور پر حی و عالم وقادر جانا ہے اور حیات وعلم وغیرہ صفات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کمال کو اپنی طرف سے تصور کیا ہے اور ان کو اپنے ساتھ قائم خیال کیا ہے اور اس تو ہم سے اپنے آپ کو کامل اور بہتر یقین کیا ہے اور اپنے ذاتی نقص و شرارت کو جو عدم سے کہ شر محض ہے پیدا ہوا ہے فراموش کر دیا ہے جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اس کے شامل حال ہو جائے اور جہل مرکب اور اس جھوٹی تصدیق سے ان کو نجات دیدے تو اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کمالات کسی اور جگہ سے ہیں اور یہ صفات کاملہ اس کی اپنی نہیں ہیں اور نہ اس کے ساتھ قائم ہیں اور جان لیتا ہے کہ اس کی حقیقت وذات عدم ہے جو محض شر اور خالص نقص ہے جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ دید اس پر غالب آجاتی ہے اور ان تمام کمالات کو صاحب کمالات کی طرف سے جانتا ہے اور یہ امانت بالکل امانت والے کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو محض عدم معلوم کرتا ہے اور خیریت کی بو اپنے آپ میں نہیں دیکھتا ہے تو اس وقت نہ اس کا نشان رہتا ہے نہ نام اور نہ عین نہ اثر کیونکہ عدم لاشے محض ہے اور کسی مرتبہ میں ثبوت نہیں رکھتا اگر بالفرض کسی مرتبہ میں اس کا ثبوت ہوتا تو تمام کمالات اس سے مسلوب نہ ہوتے کیونکہ ثبوت عین کمال بلکہ ام الکمالات ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اس فنا کے حاصل ہونے میں جو اتم و اکمل ہے فانی شخص کا وجودی فنا و زوال کچھ درکار نہیں کیونکہ اس کا وجود ہرگز نہ تھا تاکہ اس کا زوال متصور ہو سکے بلکہ وہ عدم تھا جو صرف توہم میں اپنے وجود کو قائم رکھتا تھا جب یہ توہم زائل ہو گیا اور زوال شہودی سے متحقق ہوا تو عدم محض رہ گیا جو ہالک ولاشے ہے۔ پس زوال شہودی سے چارہ نہیں اور زوال وجودی درکار نہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے)

## مکتوب (۶۳)

حق تعالیٰ کے قرب و معیت و احاطہ کے سر کے کشف میں اور اس سر عظیم کو کتاب کریم کے مجمل مشکل کی طرف رجوع کرنے میں میر منصور کی طرف صادر فرمایا ہے:

قرب و معیت و احاطہ و سریان وصل و اتصال و توحید اتحاد وغیرہ اس بارگاہ جل شانہ میں متشابہات و شطحیات کی قسم سے ہیں۔ وہ قرب و معیت اور وہ وصل و اتصال جو ہماری عقل و فہم میں آ سکے حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ اس سے منزہ اور مبرا ہے لیکن آخر کار اس قدر معلوم ہوا ہے کہ یہ قرب و اتصال وغیرہ اس قرب و اتصال کی مانند ہے جو آئینہ اور اس صورت کے درمیان جو آئینہ میں متوہم ہوتی ہے حاصل ہے جو موجود کے موہوم کے ساتھ قرب و اتصال کی قسم سے ہے چونکہ حق تعالیٰ موجود حقیقی ہے اور عالم مرتبہ حس و وہم میں مخلوق ہوا ہے اس لیے واجب و ممکن کا درمیانی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قرب واتصال موجود اور موہوم کے درمیانی قرب واتصال کی قسم سے ہوگا۔ اس قرب ومعیت سے اس پاک بارگاہ میں کوئی خلل ومحذر عائد نہیں ہوتا اشیاءِ حسیہ جو آئینہ میں منعکس ہوتی ہیں اور آئینہ کو ان سے قرب واحاطہ حاصل ہوتا ہے اس سے کوئی نقص راستہ نہیں پاتا اور کوئی خست اس میں اثر نہیں کرتی کیونکہ جس مرتبہ میں کہ آئینہ ہے اس مرتبہ میں ان اشیاءِ حسیہ متوہمہ کا نام ونشان بھی نہیں تا کہ ان کی صفات اس میں تاثیر کریں حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ نے عالم کو مرتبہ حس ووہم میں پیدا فرمایا ہے اور چاہتا ہے کہ اس مرتبہ کو ثبات واستقامت دے تو ان احکام وآثار کو جو وجود پر مترتب ہیں اس موہوم پر جاری کئے اور موجود کے آثار کو موہوم پر مترتب کیا اسی واسطے قرب واحاطہ موہومہ کو قرب واحاطہ موجودہ کی طرح ثابت فرمایا اور احکام صادقہ میں سے بنایا کیا نہیں دیکھتے کہ جس طرح صورت جمیلہ کا خارج میں دیکھنا التذاذ وگرفتاری کا باعث ہے اسی طرح اس صورت کا دیکھنا بھی جو آئینہ میں منعکس ہو کر ثبوت وہمی پیدا کر لیتی ہے۔ التذاذ وگرفتاری کا موجب ہے حالانکہ صورت اوّل موجود ہے اور صورت دوم موہوم لیکن اثر کے حصول میں دونوں شریک ہیں جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے احکام کے مترتب ہونے میں موہوم کو موجود کے ساتھ شرکت حاصل ہوگئی اور موجود کی طرح موہوم پر بھی آثار مترتب ہوئے تو موہوم نامراد کو موجود سے بہت امیدیں پیدا ہوئیں اور موجود کے قرب واتصال کی دولت کی بہت سی بشارتیں اس کو حاصل ہوئیں۔

بیت

هَنِيْئـاً لِّاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ بیت

مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو دردو کلفت

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) جاننا چاہئے کہ قرب واتصال کو جس طرح کہ ذکر ہو چکا ہے اس کے بغیر اور جس طرح تصور وتعقل کریں تشبیہ وتجسیم کی آمیزش سے خالی نہ ہوگا ہاں یہ بہتر ہے کہ اس پر ایمان لے آئیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہ ہوں اور اس کو حق تعالیٰ کے علم کے حوالے کریں جب ان الفاظ کے ساتھ ایک قسم کا بیان لاحق ہو گیا تو ان کو اگر متشابہات سے نکال کر مجمل یا مشکل میں داخل کیا جائے تو ہو سکتا ہے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ (اللہ تعالیٰ ہی حال کو جاننے والا ہے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۶۴)

اس فنائے اتم کے بیان میں جو عین واثر کے زوال پر وابستہ ہے اور واجب تعالیٰ کے وجود کی تحقیق اور ممکن سے عدم کے زوال اور اس کے ثبوت کے بقاء اور عروجات کے بیان میں علوم واسرار کے جامع بزرگ مخدوم زادوں خواجہ محمد سعید وخواجہ محمد معصوم سلمہما اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:

فنائے اتم اس وقت متحقق ہوتی ہے جب فانی کے عین واثر کا زوال حاصل ہو اور اس کا کوئی نام ونشان نہ رہے۔

**سوال**: ممکنات کی حقیقت جب اعدام ہیں جو اضافت سے امتیاز پا کر واجب تعالیٰ کے اسماء وصفات کے جلوہ گاہ بنے ہیں جیسے کہ کئی مکتوبوں میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس فناء کے حصول کی صورت میں عدم سے جو اس کی حقیقت ہے کوئی نام ونشان ممکن میں باقی نہ رہے اور وجود محض کے سوا اس میں کچھ نہ رہے کیونکہ وہ نقیضوں میں سے ایک کا زوال دوسری نقیض کے حصول کا باعث ہے تاکہ نقیضین کا ارتفاع لازم نہ آئے اور وجود صوفیہ کے نزدیک عین واجب تعالیٰ ہے یا حق تعالیٰ کی اخص صفات میں سے ہے اس صورت میں قلب حقیقت لازم آتا ہے جو الحاد وزندقہ کو مستلزم ہے۔

**جواب**: عدم کی نقیض وہ وجود نہیں جو عین واجب تعالیٰ ہے یا حق تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں سے اخص ہے بلکہ عدم کی نقیض اس وجود کے ظلال میں سے ایک ظل اور اس کے عکسوں میں سے ایک عکس ہے غرض وہ وجود جس کے مقابلہ میں عدم ہے وہ دائرہ امکان میں سے ہے اور عدم (جو اس کی نقیض ہے) کے رفع کرنے کی احتیاج رکھتا ہے۔

حق تعالیٰ کی صفات اگرچہ دائرہ امکان سے خارج ہیں لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ احتیاج رکھتی ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں اعدام ثابت ہیں اس لیے امکان کی آمیزش سے خالی نہیں ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کی احتیاج ہمیشہ ان کی دامنگیر ہے اگرچہ قدیم ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات سے جدا نہیں ہیں لیکن نفس احتیاج امکان کی دلیل ہے اگر غیر کی طرف احتیاج ہے تو کامل نقص ہے اور دائرہ امکان میں داخل ہے اور اگر غیر کی احتیاج نہیں تو بھی امکان کی بو پائی جاتی ہے اگرچہ دائرہ امکان میں داخل نہ ہو، جس طرح کہ حق تعالیٰ کی صفات جن کا کمال ذات کے کمال سے کمتر ہے پس وجوب مطلق صرف حق تعالیٰ کی ذات کے لیے ثابت ہے۔ جو ہر طرح کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رضیات کی توفیق عطا فرما کر سلامت وعزت واحترام کے ساتھ رکھے۔ بیت

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند

کس بمیدان درنمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ بیت: گیند توفیق وسعادت کا ہے میداں میں پڑا

کوئی میدان میں نہیں آتا سوار اب کیا ہوا

دنیائے فانی کی لذتیں اور نعمتیں اس وقت گوارا اور حلال وتحلیل ہوتی ہیں جبکہ ان کے ضمن میں شریعت روشن کے موافق عمل کیا جائے اور آخرت کے لیے ذخیرہ جمع کیا جائے۔ ورنہ اس زہر قاتل کی طرح ہیں جن کو شکر میں لپیٹا ہوا ہو جس پر بے وقوف اور نادان ہی فریب ودھوکا کھاتے ہیں اگر حکیم مطلق جل شانہ کی تریاق سے اس کا علاج نہ کیا جائے اور شرعی اوامر ونواہی کی تلخی سے اس شیرینی کا تدارک نہ کیا جائے تو سراسر ہلاکت کا موجب ہے۔ شریعت کے موافق عمل کرنے سے جس میں سراسر سہولت وآسانی ہے۔ تھوڑے سے تردد وکوشش کے ساتھ بڑی آسانی سے دائمی ملک ہاتھ آجاتا ہے اور تھوڑی سی غفلت اور سستی سے یہ جاودانی اور ہمیشہ کی دولت ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور بچوں کی طرح جوز ومویز پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے۔ یہی خدمت جو آپ اب کر رہے ہیں اگر اس کو شریعت کی بجا آوری کے ساتھ جمع کر لیں تو گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سا کام کریں گے۔ جس سے دین منور ومعمور ہو جائے گا۔ ہم فقیر اگر سالوں تک اس عمل میں جان سے کوشش کریں تو بھی آپ جیسے بہادروں کی گرد تک نہیں پہنچ سکتے۔ بیت

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند　　کس بمیدان درنمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ بیت

گیند توفیق وسعادت کا ہے میداں میں پڑا　　کوئی میدان میں نہیں آتا سوار اب کیا ہوا

اَللّٰھُمَّ وَ فِقْنَا بِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی (یا اللہ تو ہم کو اس کام کی توفیق دے۔ جس کو تو چاہتا اور پسند کرتا ہے) باقی مطلب یہ ہے کہ رقیمہ ہذا کے لانے والے فضائل پناہ خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد شرف خاص یاروں میں سے ہیں۔ ان کے حال پر جس قدر مہربانی فرمائیں گے فقیر کی احسان مندی کا باعث ہوگا۔ اَمْرُکُمْ اَعْلٰی وَ شَانُکُمْ اَرْفَعُ (آپ کا امر اعلیٰ اور آپ کی شان بلند ہے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۵۵)

فکر سے غنا کی طرف رجوع کرنے کی برائی میں ممریز خاں افغان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) برادرم میاں ممریز خاں فقر کے تنگ کوچہ سے بھاگ کر دولت مندوں کی طرف التجا لے گئے ہیں اور ان کی لذتوں اور نعمتوں پر راضی ہو گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ اگر آپ دولت مندوں کی صحبت میں دنیا کی بہت ترقی کریں گے تو ہزاری ہو جائیں گے اور مان سنگھ پنج ہزاری یافت ہزاری تھا۔ اس سے زیادہ ترقی نہ کریں گے اور اگر بالفرض مان سنگھی مرتبہ پر بھی پہنچ جائیں تو سوچنا چاہیے کہ آپ کو کیا مل گیا اور کون سی بزرگی آپ نے حاصل کی۔ لقمہ نان فقر میں بھی مل جاتا تھا۔ اب اس سے زیادہ چرب لقمہ کھاتے ہوں گے اس طرح بھی گزر رہی تھی۔ اس طرح بھی گزر جائے گی، لیکن آپ کو خیال کرنا چاہیے کہ آپ کے ہاتھ سے کیا کچھ نکل گیا اور جب تک ہیں نکل رہا ہے اور دن بدن مفلس ہو رہے ہیں۔ اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ الشَّفَقَةَ یعنی جو شخص اپنے ضرر پر راضی ہو وہ شفقت کا مستحق نہیں ہے جب آپ اس امر میں مبتلا ہو گئے ہیں تو اتنی کوشش ضرور کریں کہ استقامت کے طریق اور شریعت کے التزام کو نہ چھوڑیں اور باطنی شغل میں بھی فتور نہ پڑے اگر چہ دنیا کے ساتھ اس کا جمع کرنا مشکل ہے، کیونکہ دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے مگر اس قدر تو ضرور ہونا چاہیے کہ اس وضع میں جو آپ نے اختیار کی ہے اور اس خدمت میں جو آپ کر رہے ہیں اگر نیت درست کی جائے تو عزیمت اور غزا و جہاد میں داخل ہے اور نیک عمل ہے مگر نیت کا درست ہونا مشکل ہے کیونکہ آج جو خدمت ہے شاید وہ نیک ہو، مگر کل ایسی خدمت فرمائیں جو عین وبال ہو۔ غرض بڑا مشکل کام ہے اس میں بہت ہوشیار رہیں۔ اطلاع دینا ضروری تھا۔ والسلام

# مکتوب (۵۶)

گزشتہ صحبت پر افسوس کرنے اور نئے اسرار کی طرف اشارہ کرنے میں جناب پیر زادہ خواجہ محمد عبداللہ اور خواجہ جمال الدین حسین ولد خواجہ حسام الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) قرۃ العینین وسرۃ الاذنین یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کانوں کی خوشی خواجہ محمد عبداللہ اور خواجہ جمال الدین حسین ظاہری باطنی جمعیت کے ساتھ آراستہ ہیں آپ نے عجیب تغافل اور نامہربانی فرمائی کہ نزدیک پہنچ کر سرہند میں نہ آئے اور اس غریب کا حال نہ پوچھا اور آشنائی کے حقوق بجا نہ لائے۔ فقیر خواجہ محمد افضل کا کیا گلہ کرے کہ وہ پہلے ہی فقیر کی دوستی سے کوسوں بھاگتے اور ڈرتے ہیں اور میر منصور کی نسبت کیا کہے کہ وہ ہمیشہ صحبت کی آرزو ہی کرتے رہتے ہیں، لیکن قوۃ سے فعل میں نہیں آتی اور صحبت کا موقع نہیں ملتا۔ فقہا بزرگ کا قول ہے۔ اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظَرَ (ضرر کا راضی شفقت کا مستحق نہیں) لشکر اگرچہ ظلمات کا دریا ہے، لیکن آب حیات اسی میں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے گو۔ نادر طور پر ہی ہو۔ وہ گوہر ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہ میں اگر اس گوہر کا شبہ ہی میسر ہو جائے تو غنیمت ہے۔ جس بہادر نے کچھ قیمت وقدر حاصل کی ہے۔ دشمنوں کے غلبہ کے وقت حاصل کی ہے۔ اگرچہ سلامتی گوشہ میں ہے، لیکن غزا وشہادت کی اعلیٰ دولت معرکہ اور لڑائی میں ہے۔ گوشہ نشینی ضعیفوں اور اہل ستر یعنی عورتوں کے لیے مناسب ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ (طاقتور مومن ضعیف مومن سے اچھا ہے) میدان جنگ میں نکلنا اور بڑے گھمسان کی لڑائی کرنا بڑی ہمت والے مردوں کا کام ہے۔ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِیْلًا (کہہ ہر ایک اپنی اپنی طرز پر عمل کرتا ہے۔ تمہارا رب جانتا ہے کہ تم میں سے زیادہ ہدایت والا کون ہے) رخصت کی مدت گزرنے کے بعد جب لشکر کی طرف آنے لگا۔ تو فرزندی محمد سعید کو گھر میں چھوڑ آیا جب ان فیوض و برکات اور علوم ومعارف کو جو فرزند کی جدائی کے بعد ظاہر ہوئے تھے ملاحظہ کیا تو اس کی جدائی سے پشیمان ہوا اور موقع کو غنیمت جان کر اس کو بلا لیا۔ چھوٹے بڑے سب اس امید پر آئے ہیں کہ ان برکات سے فائدہ حاصل کریں۔ عجب معاملہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ملامتی گروہ اور قلندریہ زمرے میں ہیں۔ حالانکہ ہم ان دونوں گروہوں سے جدا ہیں اور ہمارا کاروبار بھی ان سے الگ ہے۔ نئے نئے علوم کا کچھ بیان اس مکتوب سے سن لیں جس کا عنوان یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا لَا عَیْنًا وَلَا اَثَرًا شُهُوْدًا وَلَا وُجُوْدًا (انسان پر ایک ایسا زمانہ تھا کہ اس کا کچھ نام ونشان نہ تھا۔ نہ اس کا عین تھا نہ اثر اور نہ شہود نہ وجود) آپ نے مکتوب میں دیکھا ہے کہ فقیر نے زوال وجودی کو الحاد و زندقہ کہا ہے۔ مگر یہاں اس کو لکھ کر اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



علاج کر دیا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ ع مری بہار کا کر لے قیاس بستان سے

یہ سب دولتیں انہی واقعات کی برکات سے ہیں۔ لَوْ لَا هَا لَمَا وَجَدْتُ تِلْكَ (اگر یہ واقعات نہ ہوتے تو یہ برکات بھی حاصل نہ ہوتیں) رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ''ط (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہمیں بخش تو سب شے پر قادر ہے) مولانا محمد مراد چونکہ ان حدود کی طرف جانے والے تھے۔ اس لیے یہ دو کلمہ لکھے گئے ہیں۔ انجام بخیر ہو۔

# مکتوب (۵۷)

عالم کے حادث ہونے اور عقل فعال کے رد کرنے میں مولانا حمید احمدی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ (اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور مرسلین کے سردار پر صلوٰۃ وسلام ہو) حق تعالیٰ اپنی ذات اقدس کے ساتھ موجود ہے اور اس کی ہستی خود بخود قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح اب ہے پہلے بھی ایسا ہی تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ عدم سابق اور عدم لاحق کو اس کی طرف راہ نہیں، کیونکہ وجوب وجود اس درگاہ مقدس کا کمینہ خادم ہے اور سلب عدم اس بارگاہ بزرگ کا ادنیٰ خاکروب ہے اور حق تعالیٰ کے ماسوا جس کو عالم کہتے ہیں یعنی عناصر وافلاک وعقول ونفوس اور بسائط ومرکبات سب حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوئے ہیں اور عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ قدم ذاتی وزمانی اسی کی جناب پاک کے لیے ثابت ہے اور حدوث ذاتی وزمانی حق تعالیٰ کے ماسوا کے لیے ثابت ہے۔ حق تعالیٰ نے جس طرح زمین کو دو روز میں پیدا فرمایا ہے اسی طرح آسمانوں اور ستاروں کو زمین کے پیدا کرنے کے بعد دو روز میں عدم سے وجود میں لایا ہے۔ آیت کریمہ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ (زمین کو دو دن میں پیدا کیا) اور آیت کریمہ وَ قَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ (سات آسمانوں کو دو دن میں پورا کیا) اسی بات کی مصداق ہیں۔ وہ شخص بہت ہی بے وقوف ہے جو نص قرآنی کا منکر ہو کر ماسوا میں سے بعض کا قائل ہے اور آسمانوں اور ستاروں کے قدم کا حکم کرتا ہے اور عناصر بسیط کو قدیم جانتا ہے اور عقول ونفوس کو ازلی وقدیم تصور کرتا ہے۔ تمام اہل ملت کا اجماع ماسوائے اللہ کے حدوث پر قائم ہے اور بالاتفاق سب سے عدم سابق کے بعد ماسوی کے وجود کا حکم کیا ہے جیسے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کہ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ المنقذ عن الضلال میں اس مضمون کو واضح کیا ہے اور لوگ جو عالم کے بعض اجزاء کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ اس سبب سے ان کی تکفیر فرمائی ہے۔ پس ممکن کی اشیاء میں سے کسی شے کے قدم کا حکم کرنا ملت سے نکلنا اور فلسفہ میں داخل ہونا ہے اور جس طرح ماسوائے حق تعالیٰ کے لیے عدم سابق ثابت ہے۔ اسی طرح عدم لاحق بھی اس کو دامن گیر ہے۔ آسمانوں کے ستارے گر جائیں گے۔ آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور زمین و پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر عدم سے مل جائیں گے۔ جیسے کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَه (پس جب پہلی دفعہ کرنا پھونکی جائے گی اور پہاڑ اپنی جگہ سے اڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پس اس دن واقع ہونے والی یعنی قیامت واقع ہو گی اور اس دن آسمان پھٹ کر نابود ہو جائیں گے) اور فرماتا ہے۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (جب سورج لپیٹا جائے گا اور ستارے سیاہ ہو جائیں گے اور پہاڑ اڑائے جائیں گے) اور فرماتا ہے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے پراگندہ ہو جائیں گے اور فرماتا ہے اذا السمآء انشقت o آسمان پھٹ جائے گا) كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سوائے اس کی ذات کے سب کچھ ہلاک ہونے والا ہے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم سب کا رجوع ہے) اس قسم کی آیات قرآن مجید میں بہت ہیں۔ وہ بہت ہی جاہل ہے۔ جو ان کے فانی ہونے کا انکار کرتا ہے اور قرآن پر ایمان نہیں رکھتا اور فلسفہ کی ملمع باتوں پر مفتون ہے۔ غرض ممکنات میں عدم سابق کی طرح عدم لاحق کا ثابت کرنا بھی دین کی ضروریات میں سے ہے اور اس پر ایمان لانا لازم ہے اور یہ جو بعض علماء نے کہا ہے کہ سات چیزیں یعنی عرش و کرسی و لوح قلم و بہشت و دوزخ و روح فانی نہ ہوں گے تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ فنا قبول نہیں کرتے اور زوال کی قابلیت نہیں رکھتے حَاشَا وَكَلَّا بلکہ قادر مختار جل شانہ کا اختیار ہے، جس کو چاہے وجود کے بعد فانی کرے اور جس کو چاہے خاص مصلحتوں اور حکمتوں کے لیے باقی رکھے وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فرماتا ہے) اس بیان سے واضح ہوا کہ عالم بمعہ اپنے تمام اجزا کے اپنے وجود و بقاء میں واجب تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اس کا محتاج ہے کیونکہ بقا سے مراد دوسرے اور تیسرے زمانہ میں جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اسی وجود کے نفس کا استقرار ہے اور کوئی امر زائد اس وجود پر نہیں جو بقاء سے مسمی ہو پس نفس وجود اور استقرار وجود دونوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حق تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف ہیں۔ عقل فعال کیا ہے جو اشیاء کا سرانجام کر سکے اور حوادث اس کی طرف منسوب ہو سکیں۔ عقل فعال کے اپنے نفس وجود اور ثبوت میں ہزاروں اعتراض ہیں کیونکہ اس کا ثبوت اور حصول فلسفہ کے چند طمع اور جھوٹے مقدمات پر مبنی ہے جو سب کے سب اسلام حقہ کے مقابلہ میں ناتمام و نافرجام ہیں۔ وہ بڑا ہی بے وقوف ہے جو اشیاء کو قادر مختار کی طرف سے ہٹا کر ایسے امر موہوم کی طرف منسوب کرے بلکہ اشیاء کے لیے ننگ و عار ہے کہ فلسفہ کے تراشیدہ اور خود ساختہ امر کی طرف منسوب ہوں بلکہ اشیاء کے لیے بہتر ہے کہ اپنے عدم پر راضی اور خوش رہیں اور ہرگز وجود کی خواہش نہ کریں بہ نسبت اس کے کہ ان کے وجود کو سفسطہ کے اپنے بنائے ہوئے وہمی امر کی طرف منسوب کیا جائے اور قادر مختار جل شانہ کی طرف منسوب ہونے کی سعادت سے محروم رہیں۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا (بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے وہ نہیں کہتے مگر جھوٹ)

# مکتوب (۵۸)

اس بیان میں کہ ممکنات کا خلق اور نمود اور وجود مرتبہ وہم میں ہے جس نے اتقان اور استحکام حاصل کر لیا ہے۔ خواجہ صلاح الدین احراری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْئٌ" (اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی) جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے تو حق تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر ایک اسم نے ایک ایک مظہر طلب فرمایا تا کہ اپنے کمالات کو اس مظہر میں جلوہ گر کرے۔ عدم کے سوا اور کوئی شے وجود اور توابع وجود کے مظہر بننے کے قابل نہیں کیونکہ شے کا آئینہ اور مظہر اس شے کے مبائن اور مقابل ہوتا ہے اور وجود کے مبائن اور مقابل اعدم ہی ہے۔ پس حق تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے عالم عدم میں سے ہر ایک اسم کا مظہر تعین فرمایا اور اس کو مرتبہ حس و وہم میں جب چاہا اور جس طرح چاہا پیدا کیا خَلَقَ الْاَشْيَاءَ مَتٰى شَآءَ وَكَمَا شَاءَ (اشیاء کو جب چاہا اور جیسے چاہا پیدا کیا) اور دائمی معاملہ اس پر وابستہ کیا۔ جاننا چاہئے کہ عدم خارجی کے منافی ثبوت خارجی ہے نہ وہ ثبوت جو مرتبہ حس و وہم میں پیدا ہو کیونکہ اس میں منافات کی بو بھی نہیں اور عالم کا ثبوت مرتبہ حس و وہم میں ہے نہ مرتبہ خارج میں تا کہ اس کے منافی ہو۔ بس جائز ہے کہ عدم مرتبہ حس و وہم میں ثبوت پیدا کر لے اور حق تعالیٰ کی صنعت سے وہاں اس کو اتقان و رسوخ حاصل ہو جائے اور اس مرتبہ میں ظلیت و انعکاس کے طور پر حی و عالم وقد و مرید بینا و گویا و شنوا یعنی زندہ اور جاننے والا ہو جائے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مرتبہ خارج میں اس کا کوئی نام ونشان نہ ہو اور خارج میں حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے سوا کوئی چیز ثابت وموجود نہ ہو اور اس لحاظ سے اس کو اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ کہہ سکیں۔ اس کی مثال نقطہ جوالہ اور دائرہ موہوم کی سی ہے کہ موجود صرف وہی نقطہ ہے اور دائرہ کا خارج میں نام ونشان نہیں۔ ہاں اس دائرہ نے مرتبہ حس و وہم میں ثبوت پیدا کیا ہے اور اس مرتبہ میں ظلیت کے طور پر اس کو نور اور روشنی حاصل ہے۔ اس تحقیق کے ساتھ ان مقدمات مبسوط سے استغنا حاصل ہو جاتی ہے جو حضرت شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے تابعین نے عالم کی تکوین میں فرمائے ہیں اور تنزلات کا بیان کیا ہے اور تعینات کو علمی وخارجی بنائے ہیں اور حقائق واعیان ثابتہ کو حق تعالیٰ کے مرتبہ علم میں ثابت کیا ہے اور ان کے عکسوں کو خارج میں کہ ظاہر وجود ہے۔ مقرر رکھا ہے اور ان کے آثار کو خارجی کہا ہے جیسے کہ ان کے کلام کو دیکھنے والے اور ان کی اصطلاح پر اطلاع پانے والے منصف پر پوشیدہ نہیں ہے اور اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز کیا اعیان اور کیا اعیان کے آثار موجود نہیں بلکہ ان کا ثبوت مرتبہ حس و وہم میں ہے اور اس سے محذور لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ایسا موہوم نہیں جو وہم کے اختراع سے ثابت ہوا ہے تاکہ وہم کے اٹھ جانے سے یہ بھی اٹھ جائے بلکہ اس کا ثبوت مرتبہ وہم میں حق تعالیٰ کی صنعت سے ہے اور اس مرتبہ میں صفات وقرار اور اتقان واستحکام رکھتا ہے۔ صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ (اس اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے جس نے تمام اشیاء کو مضبوط کر دیا ہے) اس بیان سے واضح ہوا کہ ممکنات کے حقائق عدمات ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کے مرتبہ علم میں تمیز وتعین پیدا کیا ہے اور حق تعالیٰ کی صنعت سے دوبارہ مرتبہ حس و وہم میں ثابت ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض اسماء الٰہی جل شانہ کے آئینے اور مظہر ہیں اور مرتبہ میں ظلیت اور انعکاس کے طور پر حی وعالم وقادر مرید وبینا وشنوا وگویا ہو گئے ہیں اور شیخ اور اس کے تابعداروں کی تحقیق میں ممکنات کے حقائق اسماء الٰہی کی علمیہ صورتیں ہیں جو حضرت وجود کے تنزلات خمسہ میں سے ایک تنزل ہے۔ حاصل یہ کہ اس فقیر کی سمجھ میں ممکنات کی نمائش کو خارج میں ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ صور علمیہ متکثرہ (جو ممکنات کی حقائق ہیں اور جن کو اس نے اعیان ثابتہ سے تعبیر کیا ہے) حق تعالیٰ کے ظاہر وجود کے آئینہ میں (کہ جس کے سوا خارج میں کوئی موجود نہیں) منعکس ہو کر خارج میں نمودار ہوئی ہیں اور خارج میں دکھائی دیتی ہیں لیکن درحقیقت ایک ذات تعالیٰ کے سوا خارج میں کوئی موجود نہیں اور فرماتا ہے کہ علمیہ صورتوں میں سے ہر ایک صورت کو کسی وقت ظاہر وجود کے ساتھ جو ان صورتوں کے لیے آئینہ کی طرح ہے ایک مجہول الکیفیت نسبت پیدا ہو جاتی ہے جو خارج میں ان کے نمودار ہونے کا سبب ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ یہ نسبت مجہول الکیفیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کسی کو معلوم نہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس بھید سے اطلاع نہیں دی اور خارج میں ان صورتوں کے اس اظہار کو جو اس مجہول الکیفیت نسبت کے حاصل ہونے کے بعد ہے خلق کہا ہے اور اشیاء کی ایجاد سمجھا ہے اور اس پہلی تحقیق کی رو سے جس کی طرف اس فقیر نے ہدایت پائی ہے جس طرح اشیاء کا خارج میں وجود نہیں' اسی طرح اسمیں ان کا نمود بھی نہیں۔ اگر نمود ہے تو مرتبہ وہم میں ہے اور اگر ثبوت ہے تو وہ بھی حق تعالیٰ کی صنعت سے مرتبہ وہم ہی میں ہے۔ غرض اس کا نمود وثبوت ایک ہی مرتبہ میں ہے نہ یہ کہ اس کا نمود ایک جگہ ہے اور اس کا ثبوت دوسری جگہ مثلاً دائرہ موہومہ جو نقطہ جوالہ سے پیدا ہے' جس طرح اس کا ثبوت مرتبہ وہم میں ہے نہ کہ خارج میں اسی طرح اس کا نمود بھی اسی مرتبہ میں ہے اس لیے کہ اس دائرہ موہومہ کا نشان صرف وہم ہی میں ہے۔ خارج میں کچھ بھی ثابت نہیں نمود بھی اسی مرتبہ وہم میں ہے کیونکہ خارج میں اس کا کوئی نشان نہیں تا کہ نمودار ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نمود وہمی کو نمود خارجی سمجھتے ہیں' جس طرح مثالی صورتوں کو عالم مثال میں بیداری کے وقت حس باطنی کے ساتھ دیکھیں اور خیال کریں کہ ان صورتوں کو عالم شہادت میں حس ظاہر کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ کو دوسرے کے ساتھ مشتبہ پاتے ہیں اور ایک کا حکم دوسرے پر کر دیتے ہیں پس صورت مذکورہ بالا میں وہ دائرہ موہومہ جو خیال میں جما ہوا ہے خیال کی آنکھ سے اسی مرتبہ میں کہ جس میں منتقش ہے دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس کو خارج میں سر کی آنکھ سے دیکھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ خارج میں جو نقطہ جوالہ کا محل ہے اس دائرہ کا کوئی نام ونشان نہیں تا کہ دیکھا جائے اسی طرح شخص کی صورت ہے جو کہ آئینہ میں منعکس ہوئی ہے کہ خارج میں صورت کا نہ ثبوت ہے نہ نمود بلکہ اس کا ثبوت ونمود دونوں مرتبہ خیال میں ہیں وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ۔ پس جس چیز کو شیخ قدس سرہ نے خارج جانا ہے اور اس میں انعکاس کے طور پر اشیاء کا نمود ثابت کیا ہے وہ خارج نہیں بلکہ مرتبہ وہم ہے' جس نے حق تعالیٰ کی صنعت سے ثبات وقرار پیدا کیا ہے اور خارج کا وہم گزرتا ہے جو کچھ ہمارا مشہود اور محسوس اور معقول اور متخیل ہے سب دائرہ وہم میں داخل ہے۔

موجود خارجی جل شانہ ہمارے افہام سے برتر ہے۔ وہاں مراتیت یعنی آئینہ ومظہر ہونا کیا گنجائش رکھتا ہے اور وہ کون سی صورت ہے جس میں حق تعالیٰ منعکس ہو سکتا ہے کیونکہ آئینے اور صورتیں سب مراتب ظلال میں ہیں جو دائرہ وہم وحس سے تعلق رکھتے ہیں (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



## مکتوب (۵۹)

روزمرہ کے حوادث کوحق تعالیٰ کے ارادہ کی طرف راجع کرنے اور ان سے لذت پانے کے بیان میں خواجہ شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حق تعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے سیدھے راستہ پر استقامت عطا فرما کر بالکل اپنی جناب پاک کا گرفتار بنالے میرے عزیز باتمیز فرزند حوادث یومیہ جب واجب الوجود جل شانہ کے ارادہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے فعل سے آتے ہیں تو اپنے ارادہ کو حق تعالیٰ کے ارادہ کے تابع بنا کر ان حوادث کو اپنی مرادیں سمجھنا چاہئے اور ان سے لذت حاصل کرنی چاہئے اگر بندگی ہے تو یہ نسبت ضرور پیدا کرنی چاہئے ورنہ بندگی سے پاؤں نکالنا اور اپنے مولا جل شانہ سے مقابلہ کرنا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِي وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بلَائِی فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِي وَلْیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِيْ (جو میری قضاء پر راضی نہیں ہوتا اور میر بلا پر صبر نہیں کرتا اس کو چاہئے کہ میرے سوا کوئی اور خدا بنالے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے) ہاں فقراء اور مساکین اور عاجز لوگ تمہاری رعایت وحمایت سے بہت آسودہ اور خوش حال تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کا بھی صاحب ومالک ہے۔ وہ ان کے لیے کافی ہے تمہاری نیک نامی باقی رہے گی۔ حق تعالیٰ تم کو دنیا وآخرت کی جزاء عطا فرمائے۔ والسلام.

## مکتوب (۶۰)

ذات انسان کی عدمیت اور اس میں حق تعالیٰ کے اسماؤ صفات کے ظلال کے منعکس ہونے اور اس بیان میں کہ انسان کی ذات اس کا نفس ناطقہ ہے اور نفس وقلب کے فناء اور علم حصولی اور حضوری کے زوال کے بیان میں پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ سُبْحَانَ مَنْ لاَ یَتَغَیَّرُ بِذَاتِهٖ وَلاَ بِصِفَاتِهٖ وَلاَ فِیْ اَسْمَائِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَکْوَانِ (حق تعالیٰ حق اور ظاہر اور پاک ہے جو موجودات کے حادث ہونے سے اپنی ذات وصفات واسماء میں متغیر نہیں ہوتا)۔ کیونکہ موجودات کے حدوث میں جو تغیر وتلوین ہوا ہے وہ سب مراتب عدم میں ہے اور حضرت وجود تعالیٰ میں کسی تغیر وتبدل کو نہ خارج میں نہ علم میں کوئی دخل نہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنی ذاتی وصفاتی واسمائی کمالات کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ظاہر کرے اور اشیاء کے مظہروں اور آئینوں میں ان کو جلوہ دے تو مراتب عدم میں ہر ایک کمال کے مقابل اس کی پاک نقیض جو اضافت و نسبت میں باقی تمام اعدام سے متمیز ہے۔ اس کمال کے مظہر ہونے کے لیے تعین فرمائی کیونکہ شے کا آئینہ شے کے مقابل اور اس شے کے ظہور کا باعث ہوتا ہے۔ بِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ (اشیاء ضد سے ظاہر ہوتی ہیں) اور ان اعدام کو جو ان آلات کے آئینہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں جب چاہا مرتبہ حس و وہم میں ایجاد فرمایا اور استقرار و استحکام بخشا اور ان سب کمالات کو ان میں منعکس کیا اور اس کے باعث ان اعدام کو اس مرتبہ میں حی و عالم و قادر و مرید و سمیع و بصیر و متکلم بنایا لیکن محسوس ہوا کہ اوّل عدم میں تصرف فرماتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ اس میں کوئی اور چیز ملائیں اور اس تصرف سے ملائم و نرم کر دیتے ہیں اور بعد ازاں وہاں کمال کا ظہور دکھاتے ہیں، جس طرح پہلے نرم و ملائم کر لیں اور پھر اس سے صورتیں اور شکلیں پیدا کریں۔
جاننا چاہئے کہ مراد عدم سے اس جگہ عدم خارجی ہے۔ جو وجود خارجی کے مقابل ہے پس اسی کے اس ایجاد کے جو مرتبہ وہم میں واقع ہوتا ہے، منافی نہیں اور ثبوت وہمی اس کے مخالف نہیں یا ہم یہ کہتے ہیں کہ عدم کے منافی وجود ہے جو اس کی نقیض ہے اور عدم موجود نہیں ہوتا ہاں اگر عدم موجود ہو جائے تو اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا جس طرح وجود کے بارہ میں حکماء نے کہا کہ معقولات ثانیہ سے ہے جو خارج میں معدوم ہے اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی حقائق اعدام ہیں جن میں مرتبہ وجود کے کمالات منعکس ہوئے ہیں اور حق تعالیٰ کی ایجاد سے انہوں نے وہمی تحقق و ثبوت وہاں پیدا کیا ہے اور مرتبہ وہم و حس میں استقرار و استمرار حاصل کیا ہے گویا اشیاء کے ذوات یعنی اصول و اعدام ہیں اور ان میں کمالات کا انعکاس اعدام کے ہاتھ پاؤں اور قوی اور اعضاء کی طرح ہیں۔

ان مقدمات کی تمہید کے بعد اصلی مقصد کی نسبت چند باتیں جو ولایت خاصہ سے تعلق رکھتی ہیں بیان کی جاتی ہیں۔ گوش گوش سے سنی چاہئیں خدا آپ کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ جاننا چاہئے کہ انسان کی حقیقت اور اس کی ذات عدم ہے جو نفس ناطقہ کی حقیقت ہے، جس کو ابتداء میں نفس امارہ سے تعبیر کرتے ہیں اور ہر فرد انسان لفظ انا سے اس کی طرح اشارہ کرتا ہے۔ پس انسانی کی ذات نفس امارہ ہے اور انسان کے باقی لطائف اس کے قوے اور اعضاء کی طرح ہیں، جس طرح عدم فی حد ذاتہ محض شر ہے اور خیریت کی بو نہیں رکھتا اسی طرح نفس امارہ بھی شر محض ہے اور اس میں خیریت کی بو نہیں یہی اس کی شرارت و جہالت ہے کہ کمالات منعکسہ کو جو ظلیت کے طور پر اس میں ظاہر ہوئے ہیں اپنی طرف سے جانتا ہے اور ان کے قیام کو جو ان کے اپنے اصل کے ساتھ ثابت ہے اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور ان کمالات کے باعث اپنے آپ کو کامل اور بہتر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جانتا ہے اور سرداری کا دعوے کرتا ہے اور کمالات میں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا شریک بناتا ہے اور حول وقوت کو اپنے آپ سے تصور کرتا ہے اور متصرف وقابض اپنے آپ کو ہی خیال کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب اس کے تابع ہوں اور خود کسی کے تابع نہ ہو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے لیے دوست رکھتا ہے نہ ان کے لیے اور اپنے بے ہیودہ تخیلات سے اپنے مولیٰ جل شانہ، کے ساتھ عداوت ذاتی پیدا کر لیتا ہے اور حق تعالیٰ کے منزلہ احکام پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہشات کی متابعت و پرستش کرتا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے **عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمَعَا دَاتِیْ** (اپنے نفس کو دشمن جان کیونکہ وہ میری دشمنی میں قائم ہے) حق تعالیٰ نے کمال رحمت ورافت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو سراسر رحمت عالم ہیں مبعوث فرمایا تاکہ حق کی طرف دعوت فرمائیں اور اس دشمن کے گھر کو ویران کر کے اس کو اس کے مولیٰ وخالق کی طرف بلائیں اور اس جہل وخبث سے اس کو نکالیں اور اس کو اپنے نقص اور شرارت پر اطلاع دیں، جس کے نصیب میں سعادت ازلی تھی اس نے ان بزرگواروں کی دعوت کو قبول کر لیا اور اپنی جہل وخبث کو چھوڑ کر احکام منزلہ کا فرمانبردار ہو گیا۔ جاننا چاہئے کہ تزکیہ نفس کا طریق دو طرح پر ہے ایک وہ طریق ہے جو ریاضتوں اور مجاہدوں سے تعلق رکھتا ہے اور یہ انابت کا طریق ہے جو مریدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرا طریق جذب ومحبت کا طریق ہے جو اجتبا یعنی برگزیدہ کرنے کا راستہ ہے اور مرادوں سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں طریقوں میں بہت فرق ہے۔ پہلا طریق مطلوب کی طرف چل کر جانے کا ہے اور دوسرا طریق مقصود کی طرف لے جانے کا ہے اور رفتن یعنی جانے اور بردن یعنی لے جانے میں بہت فرق ہے جب سابقہ کرم وعنایت سے کسی صاحب نصیب کو اجتبا کے راستہ پر لے جاتے ہیں تو کوئی ایسا بھی سعادت مند ہوتا ہے جس کو حد فناء تک پہنچاتے ہیں اور ماسوی کی تردید ودانش سے چھڑا دیتے ہیں اور آفاق وانفس سے آگے لے جاتے ہیں۔ آفاق کا نسیان فنائے قلب پر وابستہ ہے اور انفس کا فنا نفس امارہ کے فنا پر موقوف ہے پہلے فناء میں علم حصولی کا زوال ہے۔ دوسرے فناء میں علم حضوری کا زوال جب تک نفس وذات حاضر کا زوال ثابت نہ ہو علم حضوری کا زوال متصور نہیں ہوتا جب تک حاضر قائم ہے علم حضوری بھی قائم ہوتا ہے کیونکہ علم حضوری نفس وذات حاضر سے مراد ہے نہ کوئی اور امر زائد پس زوال شہودی کے جو فناء نفس میں اس کے زوال وجودی سے مراد ہے۔ برخلاف اس زوال شہودی کے جو فناء قلب میں اعتبار کیا جاتا ہے کہ وہ قلب کے زوال وجودی کو مستلزم نہیں کیونکہ اس جگہ کا شہود شاہد وحاضر پر زائد ہے ایک کا فناء دوسرے کے فناء کو مستلزم نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تنبیہ: کوئی بیوقوف یہ خیال نہ کرے کہ نفس حاضر کا زوال مقام بقاء باللہ میں بھی جو توحید وجودی والوں کو میسر ہوتا ہے حاصل ہے کیونکہ حاضر اس مقام میں حق تعالیٰ ہے نہ کہ سالک کا نفس جو فنا پا چکا ہے تو میں کہتا ہوں کہ حاضر اس مقام میں سالک کا نفس ہے جس کو حق کے طور پر جانا ہے نہ کہ حق تعالیٰ جو اس تعین وحضور سے منزہ ومبرا ہے یہ بات اس مصرعہ کی مصداق ہے جو کسی نے کہا ہے۔ ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد

ترجمہ ع خواب میں موش بن گیا اشتر

اس جگہ نفس حاضر کے علم کا زوال ہے جو علم حصولی کی قسم سے ہے نہ نفس حاضر کا زوال جو علم حضوری کے زوال کو مستلزم ہے اور نفس حاضر کا زوال اس کے عین واثر کے زوال سے مراد ہے نہ کہ نفس حاضر کے علم کے زوال سے شَتَّانَ مَابَیْنَھُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے)

# مکتوب (۶۱)

اس بیان میں کہ کبھی عارف کے لیے کسی مظہر کا دیکھنا عروج کا زینہ بن جاتا ہے۔
مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید مدظلہ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

جب عارف کا معاملہ حق تعالیٰ کی صرف ذات سے آ پڑتا ہے اور تمام نسبتیں اور اعتبارات ساقط ہو جاتے ہیں تو اس مقام میں عروج مشکل ہو جاتا ہے اور بغیر تعلق وعلاقہ کے دشوار دکھائی دیتا ہے اس وقت کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اَلنَّظْرَۃُ الْاُوْلٰی لَکَ (پہلی بار کا دیکھنا تیرے لیے ہے) کے موافق پہلی نگاہ جو مظاہر جمیلہ سے تعلق رکھتی ہے اس مقام میں مدد کرتی ہے اور جلدی اوپر لے جاتی ہے اور مجاز سے جو حقیقت کا پل ہے حقیقت تک پہنچا دیتی ہے۔ اس وقت دوسری نظر سے جس کے بارہ میں اَلنَّظْرَۃُ الثَّانِیَۃُ عَلَیْکَ (دوسری نظر تیرے لیے وبال ہے) آیا ہے بچنا لازم ہے کیونکہ مضروز ہر قاتل ہے پھر امداد واعانت کیا متصور ہوگی مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِی الْحَرَامِ شِفَاءً (حرام میں اللہ تعالیٰ نے کوئی شفا نہیں رکھی) محسوس ہوا ہے کہ اگر طمع خام سے نظر ثانی واقع ہوئی ہے تو سنگ وکلوخ کی طرح خالی معلوم ہوئی ہے جن لوگوں نے دوسری اور تیسری اور چوتھی نظروں کو جو مظاہر جمیلہ سے تعلق رکھتی ہیں مفید جانا ہے اور حقیقت کی طرف عروج کرنے کے اسباب میں سے خیال کیا ہے سب استدراج کی قسم سے ہیں اور وہ حقیقت کہ جس کی طرف عروج کرتے ہیں عالم مجاز سے ہے آیت کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جَھُمْ (مومنوں کو کہہ دو کہ اپنی آنکھوں کو ڈھانپیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں) ان لوگوں کے رد میں کافی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس مقام میں قرب و جوار کی ظلمتیں نفع دیتی ہیں اور ہمسائیوں کا کفر وفسق امداد کرتا ہے جس قدر یہ ظلمت زیادہ ہو اسی قدر امداد زیادہ کرتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں جو کہتے ہیں کہ فیوض واردہ ان لوگوں پر جو غفلت کی ظلمت میں غرق ہیں ان کی ناقابلی کی وجہ سے نہیں پہنچتے بلکہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو ان کے قرب و جوار میں حضور ہو اور وہ شخص دوسروں کے فیوض سے ترقیاں کرتا ہے ایسا نہیں کیونکہ اس عارف کے بلند درجہ کے باعث کہہ سکتے ہیں کہ وہ فیوض واردہ اس کے گرد نہیں پہنچ سکتے چہ جائیکہ اس کے عروج میں امداد کر سکیں ان بزرگواروں کا کارخانہ بلند ہے وہاں ہر عمل وفیض نافع نہیں بلکہ وہاں ایک ایسا پوشیدہ ستر ہے جو انہیں حال والوں پر منکشف ہوتا ہے صرف اسی قدر بیان کرنا ضروری ہے کہ نور کے کمال ظہور کے لیے ظلمت بھی درکار ہے۔ آپ نے سنا ہی ہوگا بِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ (کہ اشیاء ضد سے پہچانی جاتی ہیں) چونکہ ظلمت کا ارتکاب ممنوع ہے اس لیے کمال کرم سے جوار کی ظلمت کو بھی باعتبار اور معتبر جانا ہے اور نور کے ظہور میں جو نور الانوار ہے نافع ثابت کیا ہے اگر کہیں کہ اطاعات وعبادات خصوصاً ادائے فرائض اس میں کیوں نافع نہیں اور عروج کی امداد کیوں نہیں کرتیں تو میں کہتا ہوں کہ کیوں نافع نہیں اور کیوں عروج کی امداد نہیں کرتیں لیکن وہ معتدبہ نفع وامداد جو پہلے متحقق ہوتا تھا اس وقت حاصل نہیں ہوتا اور اسباب خارجی وغیرہ کی طرح جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں نافع نہیں ہیں وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (یا اللہ تو پاک ہے ہم کو کوئی علم نہیں مگر جس قدر تو نے ہم کو دیا تو جاننے والا اور حکمت والا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۶۲)

انسان کے عدم ذاتی ہونے کے باعث اس کے فناء وجودی کی نفی میں مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم مدظلہ العالی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

انسان کی ذات وحقیقت نفس ناطقہ ہے جو لفظ انا کے ساتھ انسان کا مشار اِلَيْهِ ہے اور نفس ناطقہ کی حقیقت عدم ہے، جس نے وجود اور صفات وجودیہ کے انعکاس کے باعث اپنے آپ کو موجود متصور کیا ہے اور اپنے آپ کو مستقل طور پر حی وعالم وقادر جانا ہے اور حیات وعلم وغیرہ صفات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کمال کو اپنی طرف سے تصور کیا ہے اور ان کو اپنے ساتھ قائم خیال کیا ہے اور اس توہم سے اپنے آپ کو کامل اور بہتر یقین کیا ہے اور اپنے ذاتی نقص و شرارت کو جو عدم سے کہ شر محض ہے پیدا ہوا ہے فراموش کر دیا ہے جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اس کے شامل حال ہو جائے اور جہل مرکب اور اس جھوٹی تصدیق سے ان کو نجات دیدے تو اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کمالات کسی اور جگہ سے ہیں اور یہ صفات کاملہ اس کی اپنی نہیں ہیں اور نہ اس کے ساتھ قائم ہیں اور جان لیتا ہے کہ اس کی حقیقت و ذات عدم ہے جو محض شر اور خالص نقص ہے جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ دید اس پر غالب آ جاتی ہے اور ان تمام کمالات کو صاحب کمالات کی طرف سے جانتا ہے اور یہ امانت بالکل امانت والے کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو محض عدم معلوم کرتا ہے اور خیریت کی بو اپنے آپ میں نہیں دیکھتا ہے تو اس وقت نہ اس کا نشان رہتا ہے نہ نام اور نہ عین نہ اثر کیونکہ عدم لاشے محض ہے اور کسی مرتبہ میں ثبوت نہیں رکھتا اگر بالفرض کسی مرتبہ میں اس کا ثبوت ہوتا تو تمام کمالات اس سے مسلوب نہ ہوتے کیونکہ ثبوت عین کمال بلکہ ام الکمالات ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اس فنا کے حاصل ہونے میں جو اتم و اکمل ہے فانی شخص کا وجودی فنا و زوال کچھ درکار نہیں کیونکہ اس کا وجود ہرگز نہ تھا تا کہ اس کا زوال متصور ہو سکے بلکہ وہ عدم تھا جو صرف توہم میں اپنے وجود کو قائم رکھتا تھا جب یہ توہم زائل ہو گیا اور زوال شہودی سے متحقق ہوا تو عدم محض رہ گیا جو ہالک ولاشے ہے۔ پس زوال شہودی سے چارہ نہیں اور زوال وجودی درکار نہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے)

## مکتوب (۶۳)

حق تعالیٰ کے قرب و معیت و احاطہ کے سر کے کشف میں اور اس سر عظیم کو کتاب کریم کے مجمل مشکل کی طرف رجوع کرنے میں میر منصور کی طرف صادر فرمایا ہے:

قرب و معیت و احاطہ و سریان وصل و اتصال و توحید اتحاد وغیرہ اس بارگاہ جل شانہ میں متشابہات و شطحیات کی قسم سے ہیں۔ وہ قرب و معیت اور وہ وصل و اتصال جو ہماری عقل و فہم میں آ سکے حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ اس سے منزہ اور مبرا ہے لیکن آخر کار اس قدر معلوم ہوا ہے کہ یہ قرب و اتصال وغیرہ اس قرب و اتصال کی مانند ہے جو آئینہ اور اس صورت کے درمیان جو آئینہ میں متوہم ہوتی ہے حاصل ہے جو موجود کے موہوم کے ساتھ قرب و اتصال کی قسم سے ہے چونکہ حق تعالیٰ موجود حقیقی ہے اور عالم مرتبہ حس و وہم میں مخلوق ہوا ہے اس لیے واجب و ممکن کا درمیانی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



قرب واتصال موجود اور موہوم کے درمیانی قرب واتصال کی قسم سے ہوگا۔ اس قرب ومعیت سے اس پاک بارگاہ میں کوئی خلل ومحذر عائد نہیں ہوتا اشیاءِ حسیہ جو آئینہ میں منعکس ہوتی ہیں اور آئینہ کو ان سے قرب واحاطہ حاصل ہوتا ہے اس سے کوئی نقص راستہ نہیں پاتا اور کوئی خست اس میں اثر نہیں کرتی کیونکہ جس مرتبہ میں کہ آئینہ ہے اس مرتبہ میں ان اشیاءِ حسیہ متوہمہ کا نام ونشان بھی نہیں تا کہ ان کی صفات اس میں تاثیر کریں حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ نے عالم کو مرتبہ حس ووہم میں پیدا فرمایا ہے اور چاہتا ہے کہ اس مرتبہ کو ثبات واستقامت دے تو ان احکام وآثار کو جو وجود پر مترتب ہیں اس موہوم پر جاری کئے اور موجود کے آثار کو موہوم پر مترتب کیا اسی واسطے قرب واحاطہ موہومہ کو قرب واحاطہ موجودہ کی طرح ثابت فرمایا اور احکام صادقہ میں سے بنایا کیا نہیں دیکھتے کہ جس طرح صورت جمیلہ کا خارج میں دیکھنا التذاذ وگرفتاری کا باعث ہے اسی طرح اس صورت کا دیکھنا بھی جو آئینہ میں منعکس ہوکر ثبوت وہمی پیدا کر لیتی ہے۔ التذاذ وگرفتاری کا موجب ہے حالانکہ صورت اوّل موجود ہے اور صورت دوم موہوم لیکن اثر کے حصول میں دونوں شریک ہیں جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے احکام کے مترتب ہونے میں موہوم کو موجود کے ساتھ شرکت حاصل ہوگئی اور موجود کی طرح موہوم پر بھی آثار مترتب ہوئے تو موہوم نامراد کو موجود سے بہت امیدیں پیدا ہوئیں اور موجود کے قرب واتصال کی دولت کی بہت سی بشارتیں اس کو حاصل ہوئیں۔

بیت

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ بیت

مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو دردو کلفت

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) جاننا چاہئے کہ قرب واتصال کو جس طرح کہ ذکر ہو چکا ہے اس کے بغیر اور جس طرح تصور وتعقل کریں تشبیہ وتجسیم کی آمیزش سے خالی نہ ہوگا ہاں یہ بہتر ہے کہ اس پر ایمان لے آئیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہ ہوں اور اس کو حق تعالیٰ کے علم کے حوالے کریں جب ان الفاظ کے ساتھ ایک قسم کا بیان لاحق ہو گیا تو ان کو اگر متشابہات سے نکال کر مجمل یا مشکل میں داخل کیا جائے تو ہو سکتا ہے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ (اللہ تعالیٰ ہی حال کو جاننے والا ہے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۶۴)

اس فنائے اتم کے بیان میں جو عین واثر کے زوال پر وابستہ ہے اور واجب تعالیٰ کے وجود کی تحقیق اور ممکن سے عدم کے زوال اور اس کے ثبوت کے بقاء اور عروجات کے بیان میں علوم واسرار کے جامع بزرگ مخدوم زادوں خواجہ محمد سعید وخواجہ محمد معصوم سلمہما اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:

فنائے اتم اس وقت متحقق ہوتی ہے جب فانی کے عین واثر کا زوال حاصل ہو اور اس کا کوئی نام ونشان نہ رہے۔

**سوال**: ممکنات کی حقیقت جب اعدام ہیں جو اضافت سے امتیاز پا کر واجب تعالیٰ کے اسماء وصفات کے جلوہ گاہ بنے ہیں جیسے کہ کئی مکتوبوں میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس فناء کے حصول کی صورت میں عدم سے جو اس کی حقیقت ہے کوئی نام ونشان ممکن میں باقی نہ رہے اور وجود محض کے سوا اس میں کچھ نہ رہے کیونکہ وہ نقیضوں میں سے ایک کا زوال دوسری نقیض کے حصول کا باعث ہے تاکہ نقیضین کا ارتفاع لازم نہ آئے اور وجود صوفیہ کے نزدیک عین واجب تعالیٰ ہے یا حق تعالیٰ کی اخص صفات میں سے ہے اس صورت میں قلب حقیقت لازم آتا ہے جو الحاد وزندقہ کو مستلزم ہے۔

**جواب**: عدم کی نقیض وہ وجود نہیں جو عین واجب تعالیٰ ہے یا حق تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں سے اخص ہے بلکہ عدم کی نقیض اس وجود کے ظلال میں سے ایک ظل اور اس کے عکسوں میں سے ایک عکس ہے غرض وہ وجود جس کے مقابلہ میں عدم ہے وہ دائرہ امکان میں سے ہے اور عدم (جو اس کی نقیض ہے) کے رفع کرنے کی احتیاج رکھتا ہے۔

حق تعالیٰ کی صفات اگرچہ دائرہ امکان سے خارج ہیں لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ احتیاج رکھتی ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں اعدام ثابت ہیں اس لیے امکان کی آمیزش سے خالی نہیں ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کی احتیاج ہمیشہ ان کی دامنگیر ہے اگرچہ قدیم ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات سے جدا نہیں ہیں لیکن نفس احتیاج امکان کی دلیل ہے اگر غیر کی طرف احتیاج ہے تو کامل نقص ہے اور دائرہ امکان میں داخل ہے اور اگر غیر کی احتیاج نہیں تو بھی امکان کی بو پائی جاتی ہے اگرچہ دائرہ امکان میں داخل نہ ہو، جس طرح کہ حق تعالیٰ کی صفات جن کا کمال ذات کے کمال سے کمتر ہے پس وجوب مطلق صرف حق تعالیٰ کی ذات کے لیے ثابت ہے۔ جو ہر طرح کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نقص وقصور کی آمیزش سے منزہ ومبرا ہے حق تعالیٰ کی صفات اگرچہ دائرہ وجوب میں قدم رکھتی ہیں لیکن چونکہ ذات کی احتیاج رکھتی ہیں اس لیے ان کا وجوب ذات کے وجوب سے کمتر ہے کیونکہ ان کا وجود عدم کی نقیض رکھتا ہے۔ جیسے کہ عدم علم اور عدم قدرت وغیرہ لیکن حق تعالیٰ کے وجود ذات سے ... میں اور کوئی نقیض متصور نہیں اگر واجب تعالیٰ کے وجود کے لیے اعدام میں کوئی عدم نقیض ہو تو اس نقیض کے رفع کرنے کا محتاج ہوگا اور احتیاج نقص کی صفات میں سے ہے جو امکان کے حال کے مناسب ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر اور بلند ہے) واضح ہو کہ حق تعالیٰ کی صفات میں لفظ امکان کے اطلاق سے پرہیز کرنی چاہئے کیونکہ اس سے حدوث کا وہم گزرتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں اگرچہ صفات واجبی فی ذات واجب نہیں ہیں لیکن واجب جل شانہ کی ذات کے اعتبار سے واجب ہیں جو ذات سے جدا نہیں ہیں۔ اس معنی کا حاصل اگرچہ امکان کی طرف لے جاتا ہے لیکن حدوث کے وہم سے خالی ہے اور واجب تعالیٰ کے وجود کے لیے نقیض یعنی عدم کا حاصل نہ ہونا کشفی اور شہودی ہے۔ اگرچہ استدلال کی صورت میں تنبیہ لائیں اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور سوال کا جواب دیتے ہیں کہ ممکن سے عدم کے زوال کے بعد فناء کی صورت میں وجود کے سوا اس میں کوئی چیز نہیں رہتی اور ثبوت وتحقق کے سوا کچھ اس کے نصیب نہیں ہوتا کیونکہ عدم بمع عین واثر کے دور ہو چکا ہوتا ہے لیکن یہ وہ وجود ثبوت ہے جو ممکن کے مرتبہ حس و وہم میں ثابت ہوا ہے اور آثار کو اس پر مرتب کیا ہے اور عدم کے زوال کے بعد حضرت وجوب تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ بنا ہے اور عدم زائل کی طرح ممکن کی ذات وحقیقت ثابت ہوا ہے۔ یہ ثبوت زوال عدم سے پہلے کی صفات سے تھا جس کو مرتبہ حس و وہم میں ثابت کیا ہے اور اب بھی زوال عدم کے بعد وہی ثبوت اس کے قائم مقام ہو کر ممکن کی ذات بن گیا ہے اور صفات کو اپنی طرف منسوب رکھا ہے اور عدم کا کارخانہ اس پر قائم کیا گیا ہے یہ کارخانہ جو عدم کی نیابت سے قائم ہوا ہے اس حد تک برپا ہے جب تک ثبوت کی نقیض قائم ہے اور امکان کے لیے بقاء ہے۔ جب معاملہ ثبوت کی نقیض سے بالا ہو جاتا ہے اور وجود کا تقابل نہیں رہتا بلکہ عدم کو اس کے مقابلہ کی مجال نہیں ہوتی اور امکان کی ہرگز گنجائش نہیں رہتی اس وقت اور ہی کاروبار ہوتا ہے اور وہی دمساز اور غمگسار ہوتا ہے اَوْ اَدْنٰی کا سر اس جگہ طلب کرنا چاہئے کیونکہ جہاں تک کہ امکان کی آمیزش اور عدم کی مجال ہے اگرچہ نقاضت سے ہو۔ قاب قوسین میں داخل ہے اور جب امکان اور عدم بالکل اپنا اسباب باندھ لیں اور کوچ کا نقارہ بجائیں تو پھر اَوْ اَدْنٰی کے کمالات پیش آتے ہیں۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ ممکن واجب تعالیٰ کی ذات ہو جاتا ہے بلکہ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کا یہ مطلب ہے کہ اس کا قیام حق تعالیٰ کی ذات بحث کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے اور وہ قیام جو ذات کے ظلال میں سے کسی ظل کے ساتھ تھا زائل ہو جاتا ہے۔ع

کسے کو درخدا گم شد خدا نیست

ترجمہ ع جو گم ہوا خدا میں ہرگز خدا نہیں ہے

اس عارف کا قیام حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایسا ہے جیسے کہ حق تعالیٰ کی صفات کا قیام اس کی ذات کے ساتھ ہے بلکہ اس کا قیام اس مرتبہ میں ہے جہاں صفات میں سے کچھ ملحوظ نہیں اگر چہ صفات حق تعالیٰ کی ذات سے جدا نہیں ہیں لیکن صفات کا قیام ازلی وابدی ہے اور قدم رکھتا ہے اور اس کا قیام ازلی نہیں ہے۔ حدوث کے داغ سے موسوم ہے لیکن صفات کے لیے نقیضیں ہے جو اعدام ہیں مثلاً عدم علم اور عدم قدرت اور اس عارف کا معاملہ اعدام کے نقیض ہونے سے بلند ہے جیسے کہ تحقیق ہو چکا ہے پوشیدہ نہ رہے کہ جب معاملہ اعدام کے نقیض ہونے سے برتر ہو جائے تو وجود متحقق ہو جاتا ہے اور ممکن واجب ہو جاتا ہے اور یہ محال ہے میں کہتا ہوں کہ ممکن اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وجود خارجی پیدا کرے لیکن جب مرتبہ حس و وہم کے سوا ممکن کا کوئی ثبوت نہیں تو پھر وجوب وجود کس طرح متصور ہوگا۔ اس بیان سے صفات کے قیام اور عارف کے قیام کے درمیان ایک اور فرق ظاہر ہو گیا کہ صفات کا قیام وجود خارجی کے اعتبار سے ہے اور عارف کا قیام وجود وہمی کے اعتبار سے اگر چہ ثبات وقرار رکھتا ہے اور ان کا مبدء ہے جاننا چاہیئے کہ عارف کے انا کی بقا عدم کی بقا تک ہے جو اس کی حقیقت ہے جب عدم زائل ہو جائے تو انا کے لیے کوئی محل ومورد نہیں رہتا' جس پر اس کا اطلاق کیا جائے۔ ثبوت سے نفرت رکھتی ہے ہاں ممکن میں جزو اعظم عدم ہی ہے اور ممکن عدم ہی سے ممکن ہوا ہے اور ممکن کا یہ کارخانہ عدم ہی سے لمبا چوڑا ہوا ہے اور وہ احتیاج جو ممکن میں ہے عدم ہی کی طرف سے آئی ہے اور وہ حدوث جو امکان کا دامنگیر ہے وہ بھی عدم ہی سے ظاہر ہوا ہے اور اگر ممکن میں کثرت ہے تو عدم ہی کی طرف سے ہے اور اگر امتیاز ہے تو عدم ہی کے باعث ہے وجود ممکن کے حق میں مستعار ہے اور وہ بھی تخیل وتوہم میں ہے۔ اگر چہ ثبات واستقرار رکھتا ہے جاننا چاہیئے کہ وہ صفات جو حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قیام رکھتی ہے حق تعالیٰ کی ذات ان صفات میں سے ہر ایک صفت کے رنگ میں کامل طور پر ظہور فرماتی ہے۔ یہ نہیں کہ حق تعالیٰ کی ذات میں سے کچھ حصہ کسی صفت سے متصف ہو اور کچھ حصہ کسی صفت سے کیونکہ اس بارگاہ میں تبعض وتجزی نہیں ہے بلکہ بسیط حقیقی ہے وہاں جو حکم ثابت کریں کلیت کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی ذات کلہ ارادہ ہے اور کلہ علم ہے اور کلہ قدرت ہے اور وہ قیام جو عارف کو اسماء صفات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے ملاحظہ کے بغیر حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حاصل ہوتا ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے کہ حق تعالیٰ کلی طور پر اس کے رنگ میں ظہور فرماتا ہے اور دوسرے مظاہر کے برعکس اس کے تشخص و تعین میں اپنے مراتیت یعنی آئینہ بننے کو ظاہر کرتا ہے۔ فَهِمَ مَنْ فَهِمَ (سمجھا جس نے سمجھا) بیت۔

قیامت میکنی سعدی بدیں شریں سخن گفتن          مسلم نیست طوطی رابد ورانت شکر خائی

ترجمہ: بیت

غضب کرتا ہے اے سعدی تو یہ شیریں سخن کہہ کر
نہیں طوطی کو لائق اب کرے ظاہر شکر خائی

اس طرح کا ظہور کہ آئینہ کلی طور پر صورت کے رنگ میں آ جائے اگر عارف کو فناء اتم کے بعد اس ظہور کے ساتھ بقا پیدا ہو جائے تو اس کے تعینات میں سے اکمل ہوگا کیونکہ یہ وجود موہوب حقانی یعنی حق کا بخشا ہوا ہے جو ولادت ثانیہ سے اس کو میسر ہوا ہے اور یہ تعین باوجود حدوث اور امکان کے چونکہ مرتبہ جمع سے پیدا ہوا ہے۔ اس لیے دوسرے تعینات پر جو اس مرتبہ سے پیدا نہیں ہیں۔ فضل و زیادتی رکھتا ہے' جس طرح کہ قرآن کے حروف و کلمات دوسرے حروف و کلمات پر فضل و زیادتی رکھتے ہیں۔ اگرچہ دونوں حدوث و امکان سے موسوم ہیں وہ بہت ہی بیوقوف ہے جو ظاہر بینی کے باعث اس تعین کو ان دوسرے تعینات کے برابر دیکھے اور قرآن کے حروف و کلمات کو دوسرے حروف و کلمات کے مساوی جانے۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ عارف کو دوسرے لوگوں پر وہی فضل و زیادتی حاصل ہے جو کلام خداوندی کو دوسروں کی کلام پر فضل و زیادتی ہے۔

**بیت**

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ است          وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

ترجمہ بیت

جس نے افسانہ پڑھا افسانہ ہے          جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے

جن محجوبوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا وہ منکر ہو گئے اور جن سعادتمندوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیان کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے اور نجات پا گئے۔

تنبیہ: بعض ان پوشیدہ مطالب کے ادا کرنے میں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے تعلق رکھتے ہیں۔ میدان عبارت کی تنگی کے باعث ایسے ایسے الفاظ لائے گئے ہیں جن سے ممکن کی صفات کا وہم گزرتا ہے اور جن سے نقص و قصور لازم آتا ہے۔ ان الفاظ کو ظاہر کی طرف سے پھیر لینا چاہیے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کو نقص کے تمام صفات اور قصور کے تمام نشانات سے منزہ ومبرا جان چاہئے اور بعض الفاظ جو شرع میں حق تعالیٰ کی بارگاہ کی نسبت وارد نہیں ہوئے۔ مثلاً مراتیت وغیر کہ حق تعالیٰ کی ذات پر ان کا اطلاق مشائخ عظام کی تقلید پر مجازاً کیا جاتا ہے۔ ورنہ فقیر ان کے اطلاق سے بھی ڈرتا اور کانپتا ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَانَا (یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر) اگر کہیں کہ لفظ تجلی اور ظہور ظلی وغیرہ سے جو تیری عبارت میں واقع ہوتے ہیں مراتب ظہورات میں وجود کا تنزل لازم آتا ہے جیسے کہ دوسرے مشائخ نے کہا ہے حالانکہ تو وجود کے تنزل کا انکار کرتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ تنزل اس صورت میں لازم آتا ہے جبکہ مظہر کو عین ظاہر کہیں جیسے کہ دوسرے نے کہا ہے اور اگر عین نہ کہیں تو پھر تنزل کیونکر ہوگا۔ اس فقیر کے نزدیک مختار یہی ہے کہ مظہر عین ظاہر نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے)

## مکتوب (۶۵)

اس بیان میں کہ بقاء ذات کے بعد عارف کی صفات میں سے ہر ایک صفت اور لطائف میں سے ہر ایک لطیفہ ذات کی کلیت میں ظہور کرتا ہے۔ مولانا ظفر احمد رومی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

عارف کامل تام المعرفت کو بقاء ذات کے بعد جب صفات واخلاق کاملہ عطا فرماتے ہیں تو ان صفات میں سے ہر ایک صفت اس کی ذات کی کلیت کے طور پر متصف ہو کر ظہور کرتی ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی ذات کا کچھ حصہ کسی صفت سے متصف ہو اور کچھ حصہ کسی صفت سے یعنی اس کی ذات بتمامہ علم اور بتمامہ سمع اور بتمامہ بصر ہوتی ہے۔ جیسے کہ محققین صوفیہ نے حق تعالیٰ کی صفات کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کلہ علم ہے اور کلہ قدرت اور کلہ سمع اور کلہ بصر ہے یہی وجہ ہے کہ مومن لوگ بہشت میں اللہ تعالیٰ کو بے جہت دیکھیں گے کیونکہ بالکل بصر ہی بصر ہو جائیں گے اور جب ہمہ تن بصر ہوں گے تو پھر جہت کی کیا گنجائش ہوگی۔ صوفیہ نے کہا ہے کہ جو کچھ عام مومنوں کو چنیں وچناں کے بعد آخرت میں میسر ہوگا وہ خاص مومنوں یعنی اولیاء کو دنیا ہی میں میسر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا ادھار ان کا نقد ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہئے کہ ان کا ادھار کیا کچھ ہوگا۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ ع مری بہار کو کر لے قیاس گلشن سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) اسی طرح اس عارف کے لطائف میں سے ہر ایک لطیفہ اس وقت اس کی کلیت کے رنگ میں ظہور کرتا ہے یعنی عارف بتمامہ لطیفہ روح اور بتمامہ لطیفہ قلب ہو جاتا ہے۔ باقی انسانی لطائف یعنی نفس ناطقہ اور سر اور خفی اور اخفیٰ بھی اسی قیاس پر ہیں۔ اسی طرح اس کے اجزاء میں سے ہر ایک جزو اور اس کے عناصر میں سے ہر ایک عنصر کل کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ یعنی عارف اپنے آپ کو ہمہ تن عنصر خاک معلوم کرتا ہے اور ہمہ تن عنصر آب تصور کرتا ہے۔ جب لطیفہ قلب جو حقیقت جامع ہے کل کے رنگ میں رنگا جاتا ہے تو وہ تعلق جو اس کی مضغہ قلبیہ سے ہوتا ہے دور ہو جاتا ہے اور یہ مضغہ اس وقت خالی رہ جاتا ہے اور جسد بے روح کی طرح دکھائی دیتا ہے اور ایسا متخیل ہوتا ہے کہ اس آمد و رفت میں اس کو اس راستہ کی گرد بھی نہیں لگی اور وہ اپنی اصلی صرافت پر ہے، جس طرح دیگ پختہ میں کوئی دانہ کچا اصلی صرافت پر رہ جائے نہ آگ کی گرمی اس میں تاثیر کرے اور نہ پانی کی رطوبت اس کو پہنچے۔ حاصل کلام یہ کہ قلب اس تعلق کے رفع ہونے اور خالی ہو جانے کے بعد تمام اجزاء کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور دوسرے اجزاء کی طرح کل کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔

# مکتوب (۶۶)

اس سوال کے جواب میں کہ اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ کے کیا معنی ہیں۔ محمد مقیم قصوری کی طرف صادر فرمایا ہے:-

برادرم محمد مقیم نے پوچھا کہ اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ یعنی مجاز کو حقیقت کا پل کس معنی سے کہتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ مجاز حقیقت کا ظل ہے جو ظل سے اصل کی طرف سیدھا شاہراہ ہے۔ شاید اسی اعتبار سے کہتے ہیں کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) کیونکہ ظل کی معرفت اصل کی معرفت کو مستلزم ہے اس لیے کہ ظل اپنے اصل کی صورت پر موجود ہے۔ پس اصل کے انکشاف کا سبب ہوگا۔ لِاَنَّ صُوْرَۃَ الشَّیْءِ مَا یَنْکَشِفُ بِہٖ ذٰلِکَ الشَّیْءُ (کیونکہ شے کی صورت وہ ہے جس سے اس شے کا انکشاف ہوتا ہے) لیکن جاننا چاہئے کہ مجاز حقیقت کا پل اس صورت میں ہے کہ مجاز کی گرفتاری درمیان نہ آئے اور نظر ثانیہ تک نہ پہنچے وہ نظر اولیٰ ہی ہے جو حقیقت کا پل ہے، جس کی نسبت مخبر صادق نے اَلنَّظْرَۃُ الْاُوْلٰی لَکَ (پہلا دیکھنا تیرے لیے ہے) فرمایا گویا لفظ لَکَ سے اس دولت کے حاصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور اگر نعوذ باللہ مجاز کی گرفتاری درمیان آجائے اور نظرہ ثانیہ تک نوبت پہنچ جائے تو وہی مجاز حقیقت تک پہنچنے کا مانع ہے۔ وہ قنطرہ یعنی پل کیا ہوگا بلکہ بت ہے جو اپنی پرستش کی طرف بلاتا ہے اور دیو ہے جو حقیقت کی طرف سے روگردان کرتا ہے۔ اسی واسطے مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظرۂ ثانیہ کو مضر جان کر اَلنَّظْرَۃُ الثَّانِیَۃُ عَلَیْکَ (دوسری بار کی نظر تجھ پر وبال ہے) فرمایا ہے اس سے بڑھ کر زیادہ مضر چیز کون ہوگی جو حق سے ہٹا رکھی ہے اور باطل کے ساتھ گرفتار کرتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ نظرہ اولیٰ اس وقت نافع ہے جب کہ اپنے اختیار سے نہ ہو اور اگر اختیار سے ہو تو نظرہ ثانیہ کا حکم رکھتی ہے اس مطلب کے ثابت کرنے کے لیے آیت کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ کافی ہے۔ بیوقوف کچے صوفی اس عبارت کے معنی غلط سمجھ کر صورت جمیلہ کے ساتھ گرفتاری پیدا کرتے ہیں اور اس کی ناز و ادا پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ اس طمع پر کہ اس کو حقیقت تک پہنچنے کا وسیلہ اور مطلوب کے حاصل ہونے کا زینہ بنائیں۔ حاشا وکلا یہ امر سراسر مطلوب کا سد راہ ہے اور مقصود کے حاصل ہونے کا حجاب ہے۔ یہ ایک باطل ہے جو ان میں سے بعض صوفیہ صورتوں کے حسن و جمال کو حق تعالیٰ کا حسن و جمال سمجھ کر ان کے تعلق کو عین حق تعالیٰ کا تعلق جانتے ہیں اور ان کے مشاہدہ کو حق تعالیٰ کا مشاہدہ خیال کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں۔ بیت

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است　　　در حیرتم کہ وعدہ فردا برائے چیست

ترجمہ بیت

ظاہر ہے جب جمال ترا بے حجاب آج　　　حیرت ہے پھر کہ وعدہ فردا کیوں ہوا

تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اللہ تعالیٰ اس بات سے جو کہتے ہیں بہت ہی برتر ہے) معلوم نہیں ان بیوقوفوں نے حق تعالیٰ کو کیا گمان کیا ہے اور اس کے حسن و جمال کو کیا تصور کیا۔ شاید انہوں نے نہیں سنا کہ اگر بالفرض اس کی مخلوق میں سے جو بہشت کا ایک بال بھی دنیا میں آپڑے تو اس بال کی چمک اور روشنی کے باعث دنیا میں کبھی رات نہ آئے اور اندھیرا نہ چھائے اور حق تعالیٰ کی ایک ہی تجلی سے کوہ طور کا جل کر ریزہ ریزہ ہونا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا باوجود اس قرب و منزلت کے بے ہوش ہو کر گر پڑنا نص قرآنی سے ثابت ہو چکا ہے لیکن یہ بیوقوف ہر وقت خدا تعالیٰ کو بے پردہ دیکھتے ہیں اور آخرت کے رویت کے وعدہ پر تعجب کرتے ہیں لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا کَبِیْرًا (انہوں نے اپنے نفسوں میں تکبر کیا اور سخت سرکش ہو گئے) علماء اہل سنت و جماعت نے بڑی کوششیں کی ہیں اور نقلی دلیلوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے ساتھ مخالفوں کے سامنے آخرت کی رویت کو ثابت کیا ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت کے سوا باقی تمام مخالف گروہ کیا اہل ملت کیا غیر اہل ملت آخرت کی رویت کے قائل نہیں بلکہ اس کو محال عقلی سمجھتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت نے بھی اس کو بے کیف کہا ہے اور عالم آخرت پر مخصوص رکھا ہے لیکن ان بوالہوسوں نے اس اعلیٰ دولت کو اسی عالم فانی میں تصور کیا ہے اور اپنے خواب و خیال پر خوش ہو رہے ہیں۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ التَّسْلِيْمَاتُ وَالصَّلٰوةُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا)

## مکتوب (۶۷)

کائنات کی حقیقت اور حضرت ایشان قدس سرہ اور صاحب فتوحات کے مکشوف کے درمیان فرق کے بیان میں میر منصور کی طرف صادر فرمایا ہے:

یہ عرصہ کائنات جو معائن و مشاہد و منبسط و مسطح و طویل و عریض خیال میں آتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی اور اس کے تابعداروں کے نزدیک حضرت وجود ہے، جس کے سوا خارج میں کچھ موجود نہیں اور وہ حق تعالیٰ کی ذات کا وجود ہے، جس کو ظاہر وجود کہتے ہیں۔ یعنی وہ وجود جو اپنی وحدت اور بساطت پر ہے۔ صور علمیہ متکثرہ (جن کو باطن وجود کہتے ہیں اور اعیان ثابتہ سے تعبیر کرتے ہیں) کے انعکاس اور تلبس کے باعث متکثرہ اور منبسط اور طویل و عریض متخیل ہوتا ہے او فرماتے ہیں کہ اس صفحہ میں اور کئی لباس میں اور مختلف صورتوں، شکلوں میں عام و خاص کا مشاہدہ محسوس حق تعالیٰ ہی ہے جو عوام کو عالم محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ عالم ہرگز خانہ علم سے باہر نہیں آیا اور وجود خارجی کی بو نہیں پائی بلکہ ان علمیہ صورتوں کے عکس ہیں جنہوں نے حضرت وجود کے آئینہ میں ظاہر ہو کر خارج میں نمود پیدا کیا ہے اور عام کو وجود کے وہم میں ڈالا ہے۔ مولوی جامی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے

ابیات

| | |
|---|---|
| مجموعہ کون رابقا نون سبق | کر دیم تصفح ورقا بعد ورق |
| حق کہ ندیدیم ونخواندیم درد | جز ذات حق وشیون ذاتیہ حق |

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ ابیات

سارے عالم کا سبق پڑھ کر دیکھا — اس کے ہر ایک ورق کو الٹا کر دیکھا
ہر برگ میں ہر ذرّہ میں ہر صورت میں — حقا کہ خدائے بزرگ وبرتر دیکھا

اور جو کچھ اس فقیر کا مکشوف اور معتقد ہے وہ یہ ہے کہ یہ عرص عرصہ وہم ہے اور یہ صورتیں اور شکلیں جو اس عرصہ میں ہیں ممکنات کی صورتیں اور شکلیں ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کی صفت سے مرتبہ حس ووہم میں ثبوت واستحکام حاصل کیا ہے اور اس صفحہ میں جو کچھ مشہود ومحسوس ہے سب ممکنات کی قسم سے ہے۔ اگرچہ بعض سالکوں کو وہ مشہود واجب کے ساتھ متوہم ہوتا ہے اور حقیقت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے لیکن درحقیقت عالم کے افراد واقسام سے ہے حق تعالیٰ وراء الوراء ہ اور ہماری دید ودانش سے جدا اور ہمارے کشف وشہود سے مبرا ہے۔ بیت

خلق راوجہ کے نماید او — درکدام آئینہ درآید او

ترجمہ بیت: کب وہ خلقت کو منہ دکھاتا ہے — کونسے آئینے میں آتا ہے

حاصل کلام یہ کہ یہ عرصہ متوہم اس عرصہ خارجیہ کا ظل ہے جو مرتبہ وجود تعالیٰ کے لائق ہے جس طرح کہ اس مرتبہ کا وجود اس مرتبہ کے وجود کا ظل ہے۔ اس مرتبہ وہم کو اگر اس اعتبار سے کہ مرتبہ خارج کا ظل ہے۔ خارج بھی کہیں تو ہوسکتا ہے، جس طرح کہ وجود ظلی کے اعتبار سے اس کو موجود بھی کہتے ہیں۔ یہ عرصہ وہم عرصہ خارجی کی طرح واقعی اور نفس الامری ہے اور احکام صادقہ رکھتا ہے اور دائمی معاملہ اسی پر وابستہ ہے جیسے کہ حضرت مخبر صادق نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔

اب ملاحظہ کرنا چاہئے کہ ان دونوں مکشوفوں میں سے کون سا حق تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کے زیادہ قریب اور لائق ہے اور اس پاک بارگاہ کے لیے بہتر اور مناسب ہے اور ان دونوں میں سے کون سا بدایت وتوسط حال کے ساتھ مناسب رکھتا ہے اور کون سا انتہا کے حال کے مناسب ہے۔ کئی سالوں تک اس فقیر کا مکشوف ومعتقد اول رہا ہے اور اس مقام میں بہت احوال عجیبہ اور مشاہدات غریبہ گزرے ہیں اور اس مقام سے بہت حظ حاصل کیے۔ آخر کار محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے معلوم ہوا کہ جو کچھ دیکھا اور جانا گیا ہے سب حق تعالیٰ کا غیر ہے، جس کی نفی لازم ہے کچھ مدت کے بعد حق تعالیٰ کے کرم سے معاملہ نفی سے انتفا تک پہنچ گیا اور وہ باطل جو اپنے آپ کو حق ظاہر کرتا تھا۔ دید ودانش سے گر گیا اور غیب الغیب کے ساتھ تعلق حاصل ہو گیا اور موہوم موجود سے اور حادث قدیم سے متمیز وجدا ہو گیا جو مکشوف ثانی کا حاصل ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



رباعی للمؤلف

در عرصہ کائنات بادقت فہم بسیار گزشتیم بسرعت چوں سہم
گشتیم ہم چشم وندیدیم درو جز ظل صفات آمد ثابت در وہم

ترجمہ رباعی

عرصہ عالم میں بہت غور کیے تیر کی مانند دنیا میں پھرے
آنکھ بنے پھر بھی بجز ظل صفات اور نشان کچھ نہ ہمیں اس کے ملے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالی کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پائے بے شک ہمارے رب کے رسول سچے ہیں) والسلام۔

# مکتوب (۶۸)

اس مرتبہ وہم کی تحقیق میں کہ جسم میں عالم وجود ونمود رکھتا ہے۔ فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے:

عالم کو موہوم کہتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ عالم وہم کا تراشا ہوا اور بنایا ہوا ہے عالم وہم کا بنایا ہوا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ وہم بھی عالم کی قسم سے ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ نے عالم کو مرتبہ وہم میں پیدا کیا ہے۔ اگرچہ ہم اس وقت وجود میں نہ آیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور مرتبہ وہم نمود بے بود سے مراد ہے' جس طرح کہ وہ دائرہ جو نقطہ جوالہ سے وہم میں پیدا ہوا ہے۔ نمود بے بود رکھتا ہے۔ حکیم مطلق جل شانہ نے عالم کو اس مرتبہ میں پیدا فرما کر محض نمود کو ثبوت وثبات بخشا اور غلط سے صحت میں لایا اور کذب سے صدق میں لا کر نفس الامر بنایا۔ فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے) مرتبہ موہوم ایک عجب مرتبہ ہے' جس کو موجود کے ساتھ کچھ مزاحمت نہیں اور کوئی مقابلہ اور مدافعہ نہیں اور نہ جہات میں سے کوئی جہت ثابت کرتا ہے نہ اس کے لیے کوئی حدود نہایت پیدا کرتا ہے۔ دائرہ موہومہ کو نقطہ جوالہ موجودہ کے ساتھ کوئی مخالفت نہیں نہ اس کیلئے جہات میں سے کوئی جہت ثابت ہے نہ اس دائرہ کے حدوث سے اس نقطہ کی حد ونہایت پیدا ہوگئی ہے۔ نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ دائرہ کے دائیں ہے یا بائیں یا آگے ہے یا پیچھے یا اوپر ہے یا نیچے۔ یہ دائرہ ان جہات کو ان اشیاء کے لیے ثابت کر سکتا ہے جو اس کے مرتبہ میں ثبوت رکھتی ہیں لیکن وہ چیز جو دوسرے مرتبہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں ثابت ہے۔ دائرہ کو اس کے ساتھ کوئی جہت ثابت نہیں۔ نیز اس دائرہ کے پیدا ہونے سے نقطہ کی کوئی نہایت پیدا نہیں ہوئی۔ وہ اپنی پہلی ہی صرف حالت پر ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) اس بیان وتمثیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ عالم کو صانع عالم کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اس عالم کے ایجاد سے حق تعالیٰ کو کوئی حد ونہایت حاصل نہیں ہوئی اور جہات میں سے کوئی جہت ثابت نہیں ہوئی۔ وہاں یہ نسبت کس طرح متصور ہو سکے جبکہ اس مرتبہ عالیہ میں ان کا نام ونشان بھی نہیں، جس سے نسبت کا تصور کیا جائے۔ بعض بدبختوں نے بیوقوفی کے باعث عالم اور صانع عالم کے درمیان اس نسبت کا حاصل ہونا اور ان جہات کا ثابت ہونا تصور کر کے حق تعالیٰ کی رویت کی نفی کی ہے اور ان کو محال سمجھا ہے اور اپنی جہل مرکب اور تصدیق کاذب کو کتاب وسنت پر مقدم کیا ہے۔ ان لوگوں نے گمان کیا ہے کہ اگر حق تعالیٰ دیکھا جائے تو جہات میں سے کسی جہت میں ہوگا نہ کہ ان کے ماسوا اور اس سے حد ونہایت لازم آتی ہے اور تحقیق سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ کو عالم کے ساتھ اس قسم کی کچھ نسبت بھی ثابت نہیں۔ خواہ رویت کو ثابت کریں یا نہ کریں کیونکہ رویت موجود ہے اور کوئی جہت ثابت نہیں۔ چنانچہ اس کی تحقیق ابھی کی جائے گی۔ شاید یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ محظور واعتراض وجود عالم کے وقت بھی ثابت ہے کیونکہ اس وقت صانع عالم کی جہات میں سے کسی جہت میں ہوگا اور عالم کے ماوراء بھی ہوگا۔ اس سے بھی حد ونہایت لازم آتی ہے اور اگر عالم کے تمام جہات میں کہیں تو پھر حد ونہایت کی نسبت کیا کہیں گے جو ولائیت کو لازم ہے نیز جہت کا فساد نہایت کے استلزام کے باعث ہے اور وہ خود لازم ہے۔ اس تنگی سے خلاصی تب ہوتی ہے جب صوفیہ کے قول کو اختیار کریں جو عالم کو موہوم کہتے ہیں اور جہت ونہایت کے اشکال سے چھوٹ جاتے ہیں۔ موہوم کہنے میں کوئی محظور محال لازم نہیں آتا کیونکہ وہ موجود کی طرح احکام صادقہ رکھتا ہے اور ابدی معاملہ اور دائمی رنج وراحت اس پر وابستہ کیا ہے۔ وہ موہوم اور ہے جس کے سوفسطائی بجز وقائل ہیں جو وہم کا اختراع اور خیال کا تراش وخراش ہے۔۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ دائرہ موہومہ کو جو نقطہ جوالہ سے پیدا ہوا ہے اس نقطہ کے ساتھ کوئی جہت ثابت نہیں وہ نقطہ اس دائرہ کی جہات سے باہر ہے۔ اگر بالفرض وہ دائرہ بتمامہ بصر ہو جائے تو اس نقطہ کو بے جہت دیکھے گا کیونکہ جہت ان کے درمیان مفقود ہے۔ صورت مذکورہ بالا میں بھی اگر دیکھنے والا ہمہ تن بصر ہو جائے اور حق تعالیٰ کو بے جہت دیکھے تو اس سے کیا محظور ومحال لازم آتا ہے مومن بہشت میں ہمہ تن بصر ہو کر حق تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کوئی جہت ثابت نہ ہوگی۔ اولیاء کو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اخلاق سے متخلق ہو) کے بموجب یہ دولت دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور ہمہ تن بصر ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ رویت نہیں ہوتی جو آخرت پر مخصوص ہے لیکن رویت کا حکم رکھتی ہے اور یہ جو کہا کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کے موافق وہ اس لیے کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کے بارے میں صوفیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی ذات کلہ بصر اور کلہ سمع اور کلہ علم ہے اور متخلقین باخلاق اللہ کو ان صفات سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام میں ان کی ہر ایک صفت بھی ان کی کلیت کے رنگ میں ظہور کرتی ہے۔ مثلاً ہمہ تن بصر ہو جاتے ہیں۔ آخرت میں تمام مومنوں کو یہ نسبت عطا فرما کر رویت کی دولت سے مشرف فرمائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس صورت میں کوئی محظور واشتباہ لازم نہیں آتا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)

# مکتوب (۶۹)

شریعت کے التزام اور ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب میں قاضی موسیٰ شوجین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ اس طرف کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ آپ کا صحیفہ شریفہ جو درویش رحم علی کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچا۔ بہت خوش ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو سلامت واستقامت عطا فرمائے۔ آپ نے نصیحتیں طلب فرمائی تھیں۔ میرے مخدوم سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین اور متابعت کو لازم پکڑیں۔ متابعت کی کئی قسمیں ہیں ان میں ایک احکام شرعیہ کا بجالانا ہے۔ باقی اقسام کو فقیر نے ایک مکتوب میں جو بعض دوستوں کے نام لکھا ہے مفصل ذکر کیا ہے۔ فقیر ان کو کہے گا کہ اس کی نقل انشاء اللہ آپ کو بھیج دیں۔ غرض اس طریق کے افادہ استفادہ کا مدار صحبت پر ہے۔ صرف کہنا اور لکھنا ہی کافی نہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ اصحاب کرام حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت ہی کی بدولت تمام اولیاء امت میں سے افضل ہیں اور کوئی ولی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اگرچہ اویس قرنی ہو۔ دوستوں سے التماس ہے کہ سلامتی ایمان کی دعا کیا کریں۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) رحم علی نے اب اپنی کایا پلٹ لی ہے اور اصلاح کی طرف آ رہا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو استقامت بخشے۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۷۰)

ارباب جمعیت کی صحبت کی تحریص و ترغیب میں مولانا اسحاق ولد قاضی موسیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ کا مکتوب شریف جو رحم علی درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ آپ کے ذوق وشوق کا حال پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ علیحدہ کاغذ میں جو ظاہر شدہ ہوا واقعہ لکھا تھا۔ اس کے مطالعہ سے نہایت ہی خوشی ہوئی۔ اس قسم کے واقعات مبشر ہیں۔ کوشش کرنی چاہئے کہ قوت سے فعل میں آئیں اور گوش سے آغوش تک پہنچ جائیں۔ آج تقصیروں کا تدارک ممکن ہے۔ فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے اور تشویف و تاخیر پر نہ ڈالنا چاہئے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم چند درویش ایک جگہ جمع ہوئے اس ساعت کی نسبت جو جمعہ کے روز میں دعا کی قبولیت کے لیے مقرر ہے۔ گفتگو شروع ہوئی کہ اگر میسر ہو جائے تو اس وقت حق تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہئے۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ ارباب جمعیت کی صحبت طلب کرنی چاہئے کیونکہ اس میں تمام سعادتیں حاصل ہوتی ہیں بعض مکتوبوں کی نقل کر کے حامل رقیمہ ہذا کے ہمراہ بھیجی گئی ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو اس سے نفع دے۔ دوسرے یہ کہ برادرم شیخ کریم الدین مدت سے آیا ہوا ہے۔ شاید اپنے احوال آپ کی طرف لکھے گا۔ دوستوں سے دعا کی امید ہے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش، تو تمام چیزوں پر قادر ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا)

# مکتوب (۷۱)

حقائق ودقائق موہوم یعنی عالم اور موجود حقیقی یعنی صانع عالم کے درمیان تمیز کرنے کے بیان میں جناب پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) نقطہ جوالہ جس سے دائرہ وہم میں پیدا ہوا ہے، جس طرح خارج میں موجود ہے وہم میں بھی موجود ہے لیکن وہاں یعنی خارج میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دائرہ کے روپوش کے بغیر ہے اور یہاں یعنی وہم میں دائرہ کے روپوش کے ساتھ ہے اور خارج ووہم میں موجود اس طرح نہیں کہ ہر مرتبہ میں وجود علیحدہ رکھتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ خارج میں بھی اور وہم میں صرف ایک ہی موجود ہے جو وہاں یعنی خارج میں دائرہ کے پردہ کے بغیر ہے اور یہاں یعنی وہم میں دائرہ کے پردہ کے ساتھ اور یہ دائرہ موہومہ جو وہم میں نمود بے بود رکھتا ہے اور حس کی غلطی سے پیدا ہوا ہے اگر اس کو اس مرتبہ میں موجود کریں اور اثبات وتقرر دیں اور اس کو نمود با بود بنائیں تو اس وقت حس کی غلطی سے نکل کر نفس الامر ہو جائے گا اور احکام صادقہ پیدا کر لے گا۔ پس اس دائرہ کے لیے وہم میں حقیقت بھی ہے اور صورت بھی۔ اس کی حقیقت تو وہی نقطہ جوالہ ہے' جس کے ساتھ دائرہ قائم ہے اور اس کی صورت یہی دائرہ ہے' جس نے ثبوت وثبات پیدا کیا ہے۔ یہ صورت اگرچہ اس حقیقت کا عین نہیں۔ کیونکہ الگ صفات واحکام رکھتی ہے لیکن حقیقت سے دور اور جدا بھی نہیں۔ یہ حقیقت ہی ہے' جس نے اپنے آپ کو اس نمود میں متخیل کیا ہے۔ بیت

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

ترجمہ بیت: بھلے لگتے ہیں وہ دلبر کے اسرار کریں جو دوسرے لوگ ان کو اظہار

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ اس مقام میں کہتا ہے۔ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ حَقٌ' وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ خَلق' وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ حَق '' مِنْ وَجْهٍ وَخَلْق'' مِنْ وَجْهٍ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَيْرَةِ لِعَدَمِ التَّمَيُّزِ بَيْنَهُمَا (اگر تو عالم کو حق کہہ دے تو درست ہے اور اگر تو خلق کہہ دے تو بھی اچھا ہے اور اگر تو اس کو ایک جہت سے حق کہہ دے اور ایک جہت سے خلق تو بھی بجا ہے اور اگر دونوں میں تمیز نہ ہونے کے باعث حیرت کا قائل ہو تو بھی ٹھیک ہے) لیکن جاننا چاہیے یہ تمیز حقیقت وصورت کے درمیان اگرچہ وہم میں ہے لیکن چونکہ صورت اس مرتبہ وہم میں حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہوئی ہے اور اثبات وتقرر اس کو حاصل ہوا ہے۔ اس لیے نفس الامری ہوگئی ہے بلکہ نفس الامری کی تمیز حاصل کر کے ظلیت کے طور پر موجود خارجی ہوگئی ہے کیونکہ صورت کا وجود جس طرح حقیقت کے وجود کا ظل ہے۔ اسی طرح مرتبہ نمود بھی بود کے حاصل ہونے کے بعد خارج کا ظل ہے۔ پس جب صورت اور حقیقت کے درمیان تمیز نفس الامری بلکہ خارجی ہوگئی تو پھر ایک کو دوسرے پر حمل کرنا ممتنع ہے اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہوگا' جس نے عین کہا ہے اس نے تمیز وہمی سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا اور امتیاز علمی کے سوا کچھ نہیں جانا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ مرتبہ وہم حق تعالیٰ کی ایجاد سے جو اس مرتبہ میں واقع ہوئی ہے خارج اور نفس الامر بن گیا ہے اور اس علم وخارج سے جو متعارف ہیں الگ ہو گیا چونکہ یہ مرتبہ خارج ہو گیا ہے اس لیے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس میں مرتبہ وہم کو جدا کر دیا ہے اور نقطہ جوالہ موجود خارجی ہو گیا ہے اور دائرہ جو اس سے پیدا ہے موہوم بن گیا۔ عجب معاملہ ہے۔ صورت جو حقیقت سے پیدا ہے اور جو کچھ رکھتی ہے حقیقت ہی سے رکھتی ہے اور حقیقت سے اس کو کچھ جدائی نہیں۔ اس کو زبردستی حقیقت سے جدا کیا اور توہم سے تحقیق میں لا کر متمیز وہمی کو خارجی بنا دیا۔ آیت کریمہ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (اس اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے، جس نے ہر شے کو مضبوط کیا) کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے لاشے محض کو اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ شے کر دیا اور دانا و بینا و مرید بنا دیا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

## بیت

چونکہ او شد گوش و چشم و دست و پاء  خیرہ ام بر چشم بندی خدا

ترجمہ جب ہوا وہ گوش و چشم و دست و پاء  چشم بندی دیکھ کر حیراں رہا

چشم بندی یہاں کیا گنجائش رکھتی ہے۔ چشم بندی وہاں ثابت ہوتی ہے جہاں غیر واقع کو واقع ظاہر کیا جائے۔ یہاں قدرت خداوندی نے غیر واقع کو واقع کر دیا ہے اور احکام کاذبہ کو جو اس مرتبہ میں ثابت تھے صادقہ بنا دیا ہے۔ حضرت شیخ لِعَدَمِ التَّمَیُّزِ بَیْنَهُمَا (دونوں کے درمیان تمیز کا نہ ہونا) فرماتا ہے۔ حالانکہ عبد اور رب کے درمیان پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔ آیت کریمہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے) میرا اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ شیخ بھی راستہ کی اس قدر دوری کا اقرار کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ حیرت کا قائل ہوا ہے۔ کوئی بیوقوف راستہ کی اس دوری سے حق تعالیٰ کو بعید نہ خیال کرے اور اپنے سے دور نہ جانے کیونکہ حق تعالیٰ بندہ سے اس کے اپنے نفس سے بھی قریب بلکہ اقرب ہے بلکہ بعد ادراک و معرفت کے اعتبار سے ہے۔ نہ کہ مکان و مسافت کے اعتبار سے دائرہ کا اخیر نقطہ تمام نقطوں کی نسبت مبدء دائرہ کے زیادہ نزدیک ہے لیکن چونکہ اس کی پشت کو مبدء دائرہ کی طرف کیا ہے اور اس کے رخ کو دوسری طرف پھیر دیا ہے۔ اس لیے اس کی یافت مبدء سے قریب ہونے کے باوجود دور جا پڑی ہے اور تمام نقطوں کے طے کرنے کے بعد وابستہ ہوئی ہے۔ ابیات

اے کمان و تیر ہا پرساختہ  صید نزدیک تو دور انداختہ

ہر کہ دور انداز تر او دور تر  از چنیں صید است او مہجور تر

ترجمہ ابیات

اے کمان و تیر کو بالکل بنایا تو نے پر  صید تھا نزدیک لیکن تو نے ڈالا دور تر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جس قدر کوئی ہے دور اندازہ اتنا دور ہے اس طرح کے صید سے اتنا ہی وہ مہجور ہے

ہاں جب تک بعد کی تکلیفیں نہ اٹھائیں دولت قرب کی قدر معلوم نہیں ہوتی۔ مَا صَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ فَھُوَ خَیْرٌ" (جو کچھ اللہ تعالیٰ کرے وہی اچھا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۷۲)

اس بیان میں کہ لشکر کی تلوینات ارباب جمعیت کے لیے تمکین ہے اور اس استفسار کے جواب میں جو مولود خوانی کے بارہ میں کیا گیا تھا۔ خواجہ حسام الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) صحیفہ شریفہ جو از روئے کرم وشفقت کے اس فقیر کے نام لکھا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ صحت وعافیت سے ہیں اور دور افتادہ دوستوں کے حالات سے غافل نہیں ہیں۔ اس طرف کے فقراء کے احوال واوضاع حمد کے لائق ہیں کہ عین بلا میں عافیت اور عین تفرقہ میں جمعیت حاصل ہے وہ فرزند دوست جو ہمراہ ہیں ان کے اوقات بھی جمعیت سے گزر رہے ہیں اور ان کے احوال میں ترقی ہو رہی ہے۔ غرض لشکر ان کے حق میں خانقاہ شخص ہے کہ لشکریوں کی عین تلوینات میں ان کو تمکین حاصل ہے اور عین مختلف گرفتاریوں میں جو اس مقام کو لازم ہیں ایک ہی مطلب کے گرفتار ہیں۔ نہ ان کے ساتھ کسی کا تعلق ہے نہ ان کو کسی سے واسطہ اس کے علاوہ بے اعتبار وجبس وقید میں گرفتار ہیں۔ یہ ایک قید ہے، جس کے عوض خلاصی کو کوڑی کے برابر نہیں لیتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نِعْمَائِہٖ (اس نعمت پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد اور احسان ہے) میرے مخدوم قُرَّۃَ الْعَیْنَیْنِ (یعنی دونوں فرزندوں) کی طرف خط بھیجنے سے مقصود ان بعض نعمتوں کے فوت ہو جانے پر اظہار افسوس تھا کہ وطن میں جن کے حاصل ہونے کی امید تھی اور لشکر میں آنا اور صحبت رکھنا آپ کی صلاح پر وابستہ ہے کیونکہ آپ لشکر اور لشکریوں کے اوضاع واحوال کو بہتر جانتے ہیں اور اس مقام کا نفع ضرر اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ اگر تم لکھو کہ آفات سے محفوظ ہوں گے تو آجائیں۔ الغیب عند اللّٰہ (غیب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ باوجود یہ کہ ارباب تفرقہ سے بہت میل جول ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہمراہیوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


میں سے کسی کو بھی اب تک تفرقہ کی آفت نہیں پہنچی اور مطلب سے نہیں روکا۔ نیز آپ نے مولود خوانی کے بارہ میں لکھا تھا کہ قرآن مجید کو خوش آواز سے پڑھنے اور نعت ومنقبت کے قصائد کو خوش آوازی سے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں قرآن مجید کے حروف کی تحریف اور ان کا تغیر تبدل اور مقامات نغمہ کی رعایت اور اس طرز پر آواز کا پھیرنا اور سر نکالنا اور تالی بجانا وغیرہ وغیرہ جو شعر میں بھی ناجائز ہیں سب ممنوع ہیں۔ اگر اس طرح پر پڑھیں کہ کلمات قرآنی میں تحریف واقع نہ ہو اور قصیدوں کے پڑھنے میں بھی شرائط مذکورہ بالا ثابت نہ ہوں اور وہ بھی کسی غرض صحیح کے لیے تجویز کریں تو کوئی ممانعت نہیں۔ میرے مخدوم فقیر کے دل میں آتا ہے کہ جب تک آپ اس دروازہ کو بالکل بند نہ کریں گے بوالہوس نہیں رکیں گے اگر آپ تھوڑا بھی جائز رکھیں گے تو بہت تک پہنچ جائے گا۔ قَلِيْلُهٗ يُفْضِ اِلٰى كَثِيْرِهٖ (تھوڑا بہت کی طرف لے جاتا ہے) مشہور قول ہے والسلام

## مکتوب (۷۳)

صفت حیات کے اسرار میں جو علم سے برتر ہے اور اس بیان میں کہ علم جس طرح صفات زائدہ سے ہے اسی طرح شیون غیر زائدہ سے بھی ہے۔ اسی طرح دوسری صفات کا حال ہے۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ اور اس کے تابعین نے جو تنزلات خمسہ لکھے ہیں تعین اوّل سے ان کی مراد حضرت علم کا اجمال ہے اور اسی کو حقیقت محمدیہ بھی کہتے ہیں اور اس یقین کے کشف کو تجلی ذات جانتے ہیں اور تعین کے اوپر لاتعین سمجھتے ہیں جو ذات بحت اور تمام نسبتوں اور اعتباروں سے مجرد احدیت کا مرتبہ ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ شان العلم کے اوپر شان الحیوٰۃ ہے جس کے تابع علم ہے اور وہ تمام صفات کا اثر ہے خواہ علم ہو خواہ غیر علم حصولی ہو یا حضوری یہ شان الحیوۃ بڑی عظیم الشان شان ہے۔ دوسری صفات وشیون اس کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے نہریں دریا کے مقابلہ میں تعجب ہے کہ شیخ بزرگوار نے اس وسیع مملکت کی سیر نہیں کی ہے اور ان علوم ومعارف کے باغوں سے پھول نہیں چنے۔ یہ شان اگرچہ حق تعالیٰ کی ذات کے بہت ہی قریب ہے اور جہالت اور عدم ادراک کے بہت ہی مناسب ہے لیکن چونکہ تنزل وظلیت کی آمیزش رکھتا ہے اس لیے کم وبیش معرفت وعلم کے مقام سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس شان عظیم الشان میں اس فقیر کا سیر واقع ہوا تھا تو اس مقام کے نیچے بہت دور فاصلے پر شہود ہوا تھا کہ شیخ وہاں مقام رکھتا ہے، جس میں اس نے اقامت اختیار کی ہے شاید اخیر میں اس مقام کا حظ حاصل کیا ہوگا۔ اس طرح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کے بیچون بعدوں کے دو اعتبار سے بعد مسافت کہہ سکتے ہیں یا میدان عبارک کی تنگی کے باعث یا اس بعد بیچون کی مثال صورت کے باعث جو عالم مثال میں بعد مسافت کے طور پر مشہود ہوئی ہے۔ سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ'' (یا اللہ تو پاک ہے ہم کو کوئی علم نہیں مگر جس قدر تو نے ہم کو سکھایا تو جاننے والا اور حکمت والا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی) فضل بالخیر۔

اس بیان سے لازم آیا کہ علم مرتبہ حیات میں جو اس کے اوپر ہے ثابت نہیں خواہ علم حصولی ہو۔ خواہ علم حضوری جب مرتبہ حیات میں علم ثابت نہ ہوا تو مرتبہ ذات عز شانہ میں کس طرح ثابت ہوگا جو فوق الفوق ہے اور جب علم ثابت نہ ہوا تو اس کی نقیض ثابت ہوگی۔ تَعَالَی اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے) اس اشکال کا حل ایک دقیقہ کے پہچاننے پر مبنی ہے، جس کو آج تک اولیاء اللہ میں سے کسی نے بیان نہیں کیا۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا علم مثلاً جس طرح صفات ثمانیہ حقیقیہ زائدہ میں سے ہے جیسے کہ اہل حق نے فرمایا ہے اسی طرح شیون واعتبارات ذاتیہ غیر زائدہ میں سے بھی ہے۔ قسم اوّل چونکہ ذات پر صفات زائدہ سے ہے تو اس کا متعلق بھی ذات کے ماسوا ہے۔ خواہ عالم ہو یا صفات زائدہ واجبی کیونکہ جو چیز ظلیت کے داغ سے آلودہ ہے اور جس نے اسم زیادتی پیدا کیا ہے۔ حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ مقدسہ کے لائق نہیں اور اس جناب پاک کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں۔ خواہ وہ علم حصولی ہو یا حضوری۔ اگر حضوری ہے تو وہ بھی حضرت ذات کے ظلال میں سے کسی ظل کے متعلق ہے۔ اگرچہ اس نے علم و عالم و معلوم کے درمیان اتحاد پیدا کیا ہے کیونکہ یہ مرتبہ اتحاد بھی مرتبہ مقدسہ ذات کے ظلال میں سے ایک ظل ہے نہ کہ اس کا عین اگرچہ بعض نے اس کی عینیت یعنی عین ہونے کا گمان کیا ہے۔ دوسری قسم جو شیون ذاتیہ غیر زائدہ سے ہے اس کا متعلق صرف حضرت ذات ہے اور ماسوائے ذات کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے برتر ہے حاصل کلام یہ کہ وہ علم جو زائدہ ہے اس کا تعلق ماسوائے ذات تعالیٰ تک محدود ہے اور وہ علم جو زائدہ نہیں اور مجرد اعتباری ہے اس کا تعلق صرف حضرت ذات پر موقوف ہے اور وہ علم جو حضرت ذات تعالیٰ میں منفی ہے وہی علم زائدہ ہے جو اس مرتبہ مقدسہ کے لائق نہیں کیونکہ وہ شان علم غیر زائدہ کا ظل ہے۔ اس علم زائدہ کے انتفا سے اس کی نقیض یعنی جہل کا ثبوت لازم نہیں آتا کیونکہ جب علم جو صفات کاملہ سے ہے وہاں گنجائش نہیں رکھتا۔ تو اس کی نقیض جو سراسر نقص ہے کیا گنجائش رکھتی ہے کہ اس بارگاہ میں دخل پائے غرض یہ دونوں نقیضیں اس بارگاہ سے مسلوب ہیں اور اس میں کوئی محذور و محال نہیں۔ ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عارف کہتا ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ (میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا) گویا اس مقام اقدس کے بلند مرتبہ ہونے کے باعث ان دونوں نقیضوں میں سے ایک بھی وہاں تک نہیں پہنچتی جب تمام نسبتیں اور اعتبارات اس بارگاہ میں مسلوب ہیں تو علم اور عدم علم بھی جو نسبتوں کی قسم سے ہیں مسلوب ہوں گے۔ وہ ممکن ہی ہے، جس کو نسبتوں اور اعتباروں سے چارہ نہیں اور اس میں نقیض کا جمع ورفع نہیں نسبتوں اور اعتباروں کا پیدا کرنے والا تمام نسبتوں اور اعتباروں سے منزہ ہے۔ اس مقام میں حاضر پر غائب یعنی ممکن پر حق کا قیاس کرنا ممتنع ہے۔ یا یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ علم خاص کے انتفاء سے علم مطلق کا عدم لازم نہیں آتا بلکہ علم خاص کا عدم لازم آتا ہے، جس میں ظلیت کی آمیزش ہے اس صورت میں بھی کوئی محذور لازم نہیں آتا اور نقیضین کا ارتفاع نہیں ہوتا۔ فَافْهَمْ جاننا چاہئے کہ وہ علم جو ذات تعالیٰ کے شیون سے ہے اس علم کے ساتھ جو صفات زائدہ سے ہے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اگرچہ اس علم کا اصل وہی علم ہے کیونکہ صفت زائدہ شان ذاتی کا ظل ہے وہاں انکشاف ہی انکشاف ہے اور عین حضور میں حصول ہے اس علم کے درجہ کی بلندی کے باعث جہل اس کے مقابل نہیں آسکتا اور اس کی نقیض نہیں بن سکتا۔ برخلاف صفت علم کے کہ جس کی نقیض میں جہل قائم ہے اگرچہ اس کا وقوع غیر جائز اور خطا ہے نقیض کا یہی احتمال اس کے انحطاط اور پستی کا باعث ہوا ہے اور اسی نے جناب پاک کے تعلق سے اس کو روک رکھا ہے کیونکہ اس بارگاہ مقدس میں کسی کمال کی نقیض کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ خواہ کوئی کمال ہو وہ قدرت جو اس مرتبہ مقدسہ میں ثابت ہے وہ وہی ہے جس کے مقابلہ میں عجز نہیں برخلاف صفت قدرت کے جو نقیض کا احتمال رکھتی ہے۔ اگرچہ واقع نہیں ہے تمام شیون اور صفات واجبہ اسی قیاس پر ہیں جب شان العلم کو صفت العلم سے کچھ مناسبت نہیں تو مخلوقات کے علم کو اس شان عظیم الشان کے ساتھ کیا نسبت ہوگی اور اس مرتبہ مقدسہ کے ساتھ کیا مناسبت و تعلق متصور ہوگا۔ ہاں اگر بندہ نوازی فرمائیں اور مخلوق کے ناقص انکشاف کو اپنے اپنے انکشاف سے روشن کریں اور فناء اتم کے بعد اپنے پاس سے بقاء اکمل بخشیں تو پھر ہوسکتا ہے کہ اس مرتبہ مقدسہ کے ساتھ تعلق بیچون حاصل ہو اور وہاں تک پہنچ جائیں جہاں اصل بھی کوتاہی کرے اور اصل کے زینہ سے اصل الاصل کے ساتھ واصل ہوجائیں۔ یہ خصوصیت بنی آدم ہی کو مرحمت ہوئی ہے اور انہی کے لیے ترقی کا راستہ کھلا ہے اصل سے بھی گزر جاتے ہیں بلکہ اصل الاصل سے گزر کر وہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ اصل بھی ظل کی طرح راستہ میں رہ جاتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۷۴)

صاحب فصوص کی اس کلام کی شرح میں جو تجلی ذات کے بارہ میں فرمائی ہے اور اس بارہ میں حضرت ایشاں قدس سرہ کی خاص تحقیق ورائے کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم (قدس سرہ) کی طرف لکھا ہے لیکن حوادث ایام کے باعث یہ مکتوب شریف ناتمام رہا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تجلی ذات متجلی لہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ کیونکہ متجلی لہ حق کے آئینہ میں اپنی ہی صورت کو دیکھتا ہے نہ کہ حق کو اور نہی حق کو دیکھ سکتا ہے۔ حق کے آئینہ سے مراد وہ شان ذاتی ہے جس کا ظل وہ اسم زائد ہے جو متجلی لہ کا مبدء تعین ہے کیونکہ ہر ایک اسم زائد کے لیے جو مخلوقات کے تعینات میں سے ہر ایک تعین کا مبدء ہے۔ مرتبہ ذاتیہ میں اس کا اصل ثابت ہے اور یہ شان وہ ہے جو ذات میں مجرد اعتبار ہے جیسے کہ کئی جگہ اس کی تحقیق ہو چکی ہے اور اس سے مراد مطلق ذات نہیں کیونکہ مطلق مقید کا آئینہ نہیں ہو سکتا چونکہ آئینہ بھی اس صورت کی طرح جو اس میں ثابت ہے مقید ہے اور اس صورت کا اصل الاصل ہے۔ اس لیے آئینہ متجلی لہ کی نظر میں اس کی اپنی ہی صورت کے موافق جو آئینہ میں موجود ہے۔ تجلی کرتا ہے نہ صورت سے کم ہوتا ہے نہ زیادہ کیونکہ اس مرتبہ میں کہ جس میں تجلی واقع ہوئی ہے۔ اس شان کی تجلی اور اس کا ظہور سوائے اس صورت کے کہ جس پر متجلی لہ ہے نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں اس شان کا ظہور اس کی غنا اور عالم کے ساتھ عدم تعلق کے باعث اس اسم ظلی کے وسیلہ پر وابستہ ہے جو صورت متجلی لہٗ کا مبدء تعین ہے یہ آئینہ مقدسہ تمام آئینوں سے الگ ہے کیونکہ ان آئینوں میں صورت کا ظہور ان کے گوشوں میں سے کسی گوشہ میں ہوتا ہے اور آئینے ان صورتوں میں جو ان میں حلول کرتی ہیں بعینہ اور پورے طور پر ظہور نہیں کرتے اس لیے کہ دونوں میں مخالفت ہوتی ہے۔ برخلاف اس آئینہ مقدسہ کے کہ نہ اس میں صورت حلول کرتی ہے اور نہ اس کے کونوں میں سے کسی کونے میں حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس بارگاہ میں کوئی حالیت و محلیت نہیں اگرچہ حسی ہو اور اس مرتبہ مقدسہ میں کوئی تبعض و تجزی نہیں اگرچہ وہمی ہو بلکہ یہ آئینہ مقدسہ کلی طور پر متجلی لہٗ کی صورت پر ظہور کرتا ہے اسی واسطے یہ آئینہ اس وقت آئینہ بھی ہوتا ہے اور صورت بھی پس متجلی لہٗ نے حق کے آئینہ میں جس سے مراد وہ شان ذات ہے جس نے متجلی لہ کی صورت میں ظہور کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اپنی صورت کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور اس نے حق مطلق اور شان خاص کو تنزیہی اور تقدیسی طور پر نہیں دیکھا اور نہ ہی اس کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ ہے شیخ کی رائے اور تحقیق جس میں اس نے تنزیہی رویت کے امکان کی نفی کی ہے اور ان ظہورات میں جو جامہ لطیفہ کی مانند ہیں تمثل و مثال کے طور پر رویت کو ثابت کیا ہے حالانکہ یہ تحقیق اس تحقیق کے مخالف ہے جس پر علماء اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں جائز ہے لیکن غیر واقع ہے اور آخرت میں بلا کیف حق اور واقع ہے کسی تمثل و مثال میں نہ ہوگی۔ بیت

یَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ ۔۔۔ وَ اِدْرَاکٍ وَ ضَرْبٍ مِنْ مِثَالٍ

ترجمہ بیت

مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال ۔۔۔ بے کیف و بے شباہت و بے شبہ و بے مثال

کیونکہ تمثل کی رویت کیف کی رویت ہے حق تعالیٰ کی نہیں بلکہ مخلوق کی رویت ہے، جس کو حق تعالیٰ نے تمثل و مثال کے طور پر ایجاد اور ظاہر کیا ہے کیونکہ تمثل و مثال اور تو ہم و خیال سب اس کی مخلوق ہیں۔ حق تعالیٰ ان سے وراء الوراء ہے۔ ان بڑے بڑے عارفوں پر تعجب آتا ہے جو تنزیہ کو چھوڑ کر تشبیہ پر اور قدیم کی طرف سے ہٹ کر حادث پر تسلی کیے بیٹھے ہیں اور مثال و تمثل پر کفایت کی ہے۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ اس مرض کا نتیجہ ہے جو ان کو توحید و اتحاد کے قائل ہونے اور عالم کو حق تعالیٰ کا عین کہنے سے پیدا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افراد عالم میں سے ہر ایک فرد کی رویت کو اسی اتحاد کے باعث حق تعالیٰ کی رویت جانتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں۔ بیت

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است ۔۔۔ در حیرتم کہ وعدہ فردا برائے چیست

ترجمہ بیت

ظاہر ہے جب جمال ترا بے حجاب آج ۔۔۔ حیرت ہے پھر کہ وعدہ فردا ہے کس لیے

لیکن شیخ نے ان افراد عالم میں سے خاص جامع فرد کو خاص کیا ہے جو تمثل کے طور پر حاصل ہوا ہے مگر یہ بھی بے سود ہے۔ گویا شیخ قدس سرہ کتاب و سنت اور علماء کے اقوال سے واقف ہونے کے باعث رویت کے اطلاق کرنے اور ان کی رویت کو مطلق طور پر حق تعالیٰ کی رویت جاننے کی برائی سے آگاہ ہو کر اس طرف گیا ہے لیکن پھر بھی سکر اور توحید کے غلبہ حال کے باعث تشبیہ کی تنگی سے مطلق طور پر نہیں نکلا اور مفرد طور پر تنزیہ کے کمالات کو حاصل نہیں کر سکا۔ بلکہ شیخ نے خیال کیا ہے کہ مشبہ یعنی تشبیہ والے کی طرح منزہ صرف یعنی تنزیہ والا بھی قاصر اور ناقص اور حق تعالیٰ کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


محدود کرنے والا ہے۔ اس لیے تنزیہہ محض کی طرف سے ہٹ کر اس امر کا یقین کیا کہ کمال تشبیہ وتنزیہ کے جمع کرنے اور ایک کو دوسرے کا عین کہنے میں ہے تا کہ تحدید اور تقیید مطلق طور پر رفع ہو جائے لیکن ظاہر ہے کہ شیخ کے نزدیک تشبیہ خارج میں معدوم ہے اس کے نزدیک صرف تنزیہ ہی خارج میں موجود ہے۔ پس وجود خارجی عدم خارجی کے قیاس پر ایک دوسرے کا محدود مقید نہ ہوگا کیونکہ عدم وجود کا محدد یعنی محدود کرنے والا نہیں اور نہ ہی وجود عدم کو محدود کرنے والا ہے کیونکہ وجود مع العدم اسی طرح اپنے اطلاق پر ہے اور عدم مع الوجود بھی اپنے اطلاق پر ہے اور کوئی ایک دوسرے کا مقید نہیں۔ اگر عدم وجود کا محدد ہوتا تو چاہئے تھا کہ اس طرح حکم کرتا کہ کمال وجود وعدم کے جمع ہونے اور ایک دوسرے کے عین ہونے میں ہے اور یہ سفسطہ ظاہرہ یعنی نکما اور باطل خیال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تنزیہ صرف قائل ہونا حق تعالیٰ کے لیے محدد نہیں اور نہ ہی تنزیہ وتشبیہ کے کے جمع کرنے میں کچھ کمال ہے بلکہ اس میں سراسر نقص ہے اور ناقص کو کامل کے ساتھ ملانا ہے اور معلوم ہے کہ ناقص وکامل سے مرکب بھی ناقص ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ وہ معلومہ صورتیں جن کو شیخ اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ وہ حق تعالیٰ کے علم میں ثابت ہیں۔ اس سے بھی موجود خارجی کی تحدید لازم نہیں آتی تا کہ دونوں کے درمیان (یعنی حق تعالیٰ اور معلومہ صورتوں کے درمیان) اتحاد عینیت کا حکم کیا جائے کیونکہ موجود خارجی کی تحدید ویسا ہی موجود خارجی کر سکتا ہے لیکن موجود علمی موجود خارجی کی تحدید اور اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا کیونکہ ہر دو مراتب مختلف ہیں کیا نہیں جانتے کہ علم میں شریک باری تعالیٰ کا تصور اور ثبوت ہونا تا کہ اس پر محال ہونے کا حکم کیا جائے۔ باری تعالیٰ کا جو خارج میں موجود ہے ہرگز مزاحم ومحدود مقید نہیں' جس کے دفع کرنے میں نامناسب حیلے بہانے کیے جائیں اور کہا جائے کہ ایک دوسرے کا عین ہے۔ اب ہم شیخ کی کلام کی طرف جو اس نے تجلے ذاتی میں کہی ہے رجوع کرتے اور کہتے ہیں کہ شیخ نے اس تجلی کے ذکر کے بعد جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تجلی تمام تجلیات کی نہایت اور تمام عروجات کی غایت ہے۔ اس کے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں۔ اس سے اوپر عروج حاصل کرنے اور اس سے آگے پہنچنے کا طمع نہ کر اور ناحق اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈال کیونکہ تجلی ذاتی کے درجہ سے بڑھ کر اعلیٰ اور کوئی مقام نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۷۵)

تجلی افعال و تجلی صفات و تجلی ذات کے بیان میں فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

برادرم محمد ہاشم کشمی کو واضح ہو کر تجلی افعال سے مراد یہ ہے کہ سالک پر حق تعالیٰ کے فعل کا اس طرح ظہور ہو کہ سالک بندوں کے افعال کو اس فعل کے ظلال دیکھے اور اس فعل کو ان افعال کا اصل معلوم کرے اور ان افعال کا قیام اس فعل واحد کے ساتھ پہچانے اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال اس کی نظر سے بالکل پوشیدہ ہو کر اپنے اصل کے ساتھ ملحق ہو جائیں اور ان افعال کے فاعل کو جماد کی طرح بے حس و حرکت معلوم کرے اور جو کچھ توحید وجودی والوں نے جو اشیاء کے عین ہونے کے قائل ہیں اور ہمہ اوست کہتے ہیں اس مقام میں کہا ہے اور بندوں کے بے شمار افعال کو ایک ہی فاعل جل شانہ کا فعل جانا ہے وہاں افعال کا اپنے فاعلوں کی طرف منتسب ہونے کا اختفا ہے اور ان افعال کا فاعل واحد کی طرف منتسب ہونے کا حدوث ہے نہ کہ نفس افعال کا اختفا اور ان کا اپنے اصل کے ساتھ ملحق ہونا۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا وَاَنْ يَكَادَ اَنْ يَخْفٰى عَلَى الْبَعْضِ (ان دونوں میں بہت فرق ہے اور قریب ہے کہ بعض پر پوشیدہ رہے) تجلی صفات سے مراد یہ ہے کہ سالک پر حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور اس طرح پر ہو کہ بندوں کی صفات کو حق تعالیٰ کی صفات جانے اور ان کا قیام ان کے اصول کے ساتھ معلوم کرے علم ممکن کو علم واجب کا ظل اور اس کے ساتھ قائم جانے اسی طرح اس کی قدرت کو حق تعالیٰ کی قدرت جانے اور اس کا قیام اس کے ساتھ تصور کرے۔ اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ ظلال صفات سب کے سب سالک کی نظر سے مختفی ہو کر اپنے اصول سے مل جائیں اور اپنے آپ کو کہ ان صفات سے موصوف تھا جماد کی طرح بے حیات و بے علم جانے اور اپنے آپ میں وجود اور وجود کے توابع کمالات کا کوئی اثر نہ پائے نہ وہاں اس کا ذکر رہے نہ توجہ نہ حضور نہ شہود۔ اصل سے لاحق ہونے کے بعد اگر توجہ ہے تو خود بخود متوجہ ہے اور اگر حضور ہے تو خود بخود حاضر ہے۔ اس مقام سے سالک کا نصیب یہ ہے کہ اس کو حقیقت فنا اور نیستی حاصل ہو جاتی ہے اور ان کمالات کا انتساب جن کو اپنے خیال میں اپنی طرف منسوب کرنا تھا منتفی ہو جاتا ہے اور اس امانت کو کہ جس کو تہمت وکذب سے اپنی طرف سے خیال کرتا تھا۔ امانت والوں کے حوالہ کر دیتا ہے اور کلمہ انا کا مورد و محل یہاں تک زائل ہو جاتا ہے کہ اگر اس کو بقاء باللہ بھی مشرف کر دیں تو پھر بھی انا کا مورد نہیں ہو سکتا اور اپنے آپ کو انا کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکتا اور اگرچہ اپنے آپ کو وہی اصل معلوم کرتا ہے لیکن پھر بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس اصل پر کلمہ انا کا اطلاق میسر نہیں ہوسکتا اور اپنے آپ کو اپنے اصل کا عین نہیں کہہ سکتا کیونکہ خودی اس سے برطرف اور انانیت زائل ہو چکی ہوتی ہے۔ انا الحق کہنا اس نسبت کے حاصل نہ ہونے کا باعث ہے اور سبحانی زبان پر لانا اس دولت تک نہ پہنچنے کا سبب ہے لیکن اس قسم کے الفاظ کو جو ان بزرگواروں سے صادر ہوئے ہیں ان کے توسط احوال پر حمل کرنا چاہئے اور ان کے کمال کو اس گفتگو کے ماوراء اعتبار کرنا چاہئے۔ یہ دولت فناء جو نیستی کی حقیقت ہے اگرچہ تجلی صفات کا منتہا ہے لیکن اس کا حاصل ہونا تجلی ذات کے پرتو سے ہے۔ جب تک ذات متجلی نہ ہو فنا کی یہ دولت میسر نہیں ہوتی بلکہ تجلے صفات بھی انجام تک نہیں پہنچتی۔ تا نیابی نہ رہی (جب تک تو اس کو نہ پائے گا آزاد نہ ہوگا) تجلی ذات ہی کے سبب سے عارف کا وہ بقیہ بھی جو اس کی نظر میں جمادمیت یعنی جماد بے حس و بے جان کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ زائل ہو جاتا ہے اور وہ عدم ہی تھا جو ہر ممکن کا اصل ہے، جس نے حق تعالیٰ کی صفات کاملہ کے انعکاس کے باعث امتیاز و تشخیص پیدا کی تھی اور اس آئینہ داری کے باعث دوسرے عدموں سے جدا ہو گیا تھا جب یہ ظلال منعکسہ اپنے اصول سے مل گئے تو ان اعدام میں بھی کوئی امتیاز کی صورت نہ رہی اور یہ عدم خاص بھی عدم مطلق کے ساتھ مل گیا۔ اس وقت عارف کا نام ونشان اور اسم ورسم کچھ نہیں رہتا لَا تُبْقِی وَلَا تَذَرُ (نہ باقی رہنے دیتا ہے اور نہ چھوڑتا ہے) جس طرح وجود اور توابع وجود اس سے وداع ہو گئے تھے اسی طرح عدم بھی اس سے جدا ہو کر اپنے اصل سے جاملتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ وہ امتیاز جو اس عدم کو دوسرے اعدام سے ظلال صفات کے حاصل ہونے کے سبب حاصل ہوا تھا تو ہم کے اعتبار پر تھا۔ درحقیقت اس میں کوئی ظل ثابت نہ تھا، جس طرح کہ دوسرے آئینوں میں صورتوں کا حاصل ہونا تو ہم کے اعتبار سے ہے جب اس میں ظلال کا حاصل ہونا باعتبار تو ہم کے ہوگا اور اس کا امتیاز بھی وہمی ہوگا پس جس طرح ممکن کا وجود تو ہم کے اعتبار سے ہے اس کا عدم بھی تو ہم کے اعتبار سے ہوگا۔ دائرہ وہم کے باہر کہیں اس کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملی کیونکہ درحقیقت وجود بھی اپنی صرافت واطلاق پر ہے اور عدم بھی اپنی صرافت واطلاق پر نہ وجود کو تنزل ہوا ہے نہ عدم کی ترقی ہوئی ہے یہ صانع تعالیٰ شانہ کی کمال قدرت ہے جس نے مرتبہ وہمیہ میں وجود عدم سے عالم کو پیدا فرمایا ہے اور کمال استحکام بخشا ہے اور ابدی معاملہ اور دائمی ثواب وعذاب اس پر وابستہ کیا ہے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں) اور یہ جو ہم نے اوپر کہا ہے کہ اس دولت فناء کا حاصل ہونا تجلی ذات کے پرتو سے ہے یعنی نفس تجلے ذات کا حاصل ہونا اس دولت فنا کے حاصل ہونے کے بعد ہے کہ تا نہ رہی نیابی (جب تک تو آزاد نہ ہوگا اس کو نہ پائے گا) پرتو تجلی اور نفس تجلی کے درمیان وہی فرق ہے جو صبح کی سفیدی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اورآفتاب کے طلوع میں ہے۔ صبح کی سفیدی کا وقت تجلی آفتاب کا پرتو ہے اور طلوع کے بعد آفتاب کی نفس تجلی ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تجلی کے پرتو ڈالنے کے بعد بعض کو نفس تجلے سے مشرف نہیں فرماتے اور بعض عوارض کے لاحق ہونے سے اس اعلیٰ دولت تک نہیں پہنچاتے جس طرح ممکن ہے کہ صبح کی سفیدی کو معلوم کریں اور زمینی یا آسمانی علت کے باعث طلوع آفتاب کو نہ پاسکیں اور نیز اسفار یعنی سفیدی صبح کے شہود میں قوت باصرہ کی چنداں ضرورت نہیں لیکن شہود آفتاب میں کمال قوت باصرہ اور بڑی تیز نظر درکار ہے۔ بیچارہ چمگاڈر اسفار کا ادراک کرسکتا ہے لیکن آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہاں اور ہی آنکھ چاہئے جو آفتاب کو دیکھ سکے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تجلی ذات کے پرتو کی استعداد ہوتی ہے اور نفس تجلی ذات کی استعداد نہیں ہوتی، جس طرح چمگاڈر کو تجلی آفتاب کے پرتو کی استعداد لیکن نفس تجلی آفتاب کی استعداد نہیں میں سربستہ سخن کہتا ہوں۔ شاید نفع دے تجلی صفات کے سرانجام ہونے اور صفات وذات کے فناء حاصل ہونے کے بعد عارف پر ایک ایسی تجلی ظاہر ہوتی ہے جو تجلی ذات کی دہلیز ہے۔ گویا یہ تجلی تجلی صفات اور تجلی ذات کے درمیان برزخ ہے اگر کسی صاحب دولت کو اس تجلی سے اوپر لے جائیں تو اپنی استعداد کے موافق تجلے ذات سے حصہ حاصل کرلیتا ہے۔ فقیر کے خیال میں یہ تجلی برزخی اس تجلی ذاتی کا اصل ہے جس کو شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہے۔ وَالتَّجَلِّیْ مِنَ الذَّاتِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِصُوْرَةِ الْمُتَجَلّٰی لَهٗ فَا لْمُتَجَلّٰی لَهٗ مَارءِ ی سِوٰی صُوْرَتِهٖ فِیْ مِرْءَ اةِ الْحَقِّ وَمَارَئٰ الْحَقَّ وَلَا یُمْکِنُ اَنْ یَرَاهُ (تجلی ذات متجلی لہ کی صورت کے سوا نہیں ہوتی کیونکہ متجلی لہ نے اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے آئینہ میں دیکھا ہے نہ کہ حق تعالیٰ کو اور نہ ہی اس کو دیکھ سکتا ہے) اور شیخ اس تجلی کو تمام تجلیات کا منتہا کہتا ہے اور اس سے اوپر کوئی مقام نہیں جانتا اور اس طرح کہتا ہے۔ وَمَا بَعْدَ هٰذَا التَّجَلِّی اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ فَلَا تَطْمَعْ وَلَا تَتْعَبْ فِیْ اَنْ تُرَقِّیَ مِنْ هٰذِهِ الدَّرَجَةِ اِلَی التَّجَلِّی الذَّاتِیْ (اس تجلی کے بعد محض عدم ہے تجلی ذات سے آگے ترقی کرنے کا طمع نہ کر اور ناحق اپنے آپ کو تکلف میں نہ ڈال) عجب معاملہ ہے کہ مطلوب حقیقی تک پہنچنا اسی تجلی سے آگے ہے اور شیخ وہاں سے ڈراتا ہے اور آیت کریمہ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (اللہ تعالیٰ تم کو اپنے آپ سے ڈراتا ہے) کے موافق خوف ودھمکی دیتا ہے۔ ہم آوارہ گرد اس میں طمع نہ کریں اور اس کے حاصل ہونے میں رنج وتعب برداشت نہ کریں اور جوہر نفیس کو چھوڑ کر نکمی ٹھیکریوں پر تسلی کر بیٹھیں تو پھر ہم کس کام کے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جیسا مرتبہ ہو ویسا ہی اس سے حصہ ملتا ہے۔ وہ حصہ جو بیچون سے ملتا ہے وہ بھی بیچون ہوتا ہے کیونکہ چون کو بیچون کی طرف راستہ نہیں ہے۔ پس وہ معرفت بھی جو اس مرتبہ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ساتھ تعلق رکھتی ہے۔اس معرفت کی طرح نہ ہوگی جو چون سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اس معرفت کی وہاں گنجائش نہیں۔اسی واسطے کہتے ہیں۔اَلْعِلْمُ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ جَھْل" اللہ تعالیٰ کی ذات میں علم سراسر جہل ہے یعنی اس علم کی قسم سے نہیں ہے جو ممکن سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ یہ مقولہ کیف میں سے ہے اور اس بارگاہ میں کوئی کیف نہیں اور حق تعالیٰ کی ذات میں تفکر کرنے سے اس واسطے منع کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ فکر و تخیل سے ماوراء ہے۔حق تعالیٰ کو حق تعالیٰ ہی سے پا سکتے ہیں نہ کہ فکر وخیال سے۔رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّیءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یااللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) شیخ قدس سرہ کو چاہتے تھا کہ یوں کہتا۔وَمَا بَعْدَ ھٰذَا التَّجَلّٰی اِلَّا الْوُجُوْدُ الصِّرْفُ وَالنُّوْرُ الْمَحْضُ (کہ اس تجلی کے بعد وجود صرف اور نور محض ہے) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تجلی کے بعد جو عدم کہا ہے اس اعتبار سے کہا ہے کہ عالم صفات کا ظل ہے۔صفات سے اوپر گزرنا اپنے عدم میں کوشش کرنا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ عارف جو صفات سے کہ اس کا اصل ہے اوپر نہ جائے اور شیون واعتبارات ذاتیہ سے آگے نہ گزرے تو اس نے کیا کام کیا اور کس لیے آیا۔اس فناء و بقاء نے جو اس کو ہر مرتبہ میں میسر ہوا ہے۔اس کو اصل سے اوپر جانے کے لیے دلیر کیا ہے اور راصل کے بقا سے اصل سے گزر کر اصل الاصل تک جا پہنچتا ہے۔

بیت

یُحْرَقُ بِالنَّارِ مَنْ یَمَسُّ بِھَا ‏ ‏ ‏ وَمَنْ ھُوَالنَّارُ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

ترجمہ بیت

جلاتی آگ ہے اس کو جو ہاتھ اس کو لگاتا ہے ‏ ‏ ‏ جو خود ہو آگ پھر شعلہ اسے کیونکر جلاتا ہے

شیخ قدس سرہ اگر اس ظل کے اصل تک پہنچتا تو فوق کی ترقی سے نہ خود ڈرتا نہ اوروں کو ڈراتا لیکن حسن ظن اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ اس بزرگوار نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے ترقی کر لی ہوگی اور راصل معاملہ کو معلوم کر لیا ہوگا۔کسی بزرگ کے حال کو اس کے قال کی ترازو پر نہ تولنا چاہئے۔شاید اس نے اس کلام کو توسط وابتدا میں کہا ہو اور پھر وہاں سے اوپر کئی منزلیں ترقی کر گیا ہو۔مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ" (جس کے دونوں دن برابر ہیں وہ خسارہ والا ہے) وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) تجلی ذات کی نسبت کیا لکھا جائے اور کیا لکھا جا سکے کیونکہ وہ ذوقی ہے جو وہاں پہنچے گا۔اس کو پالے گا۔وَمَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ (اور جس نے اس کا مزہ نہیں چکھا کچھ نہیں جانتا)۔ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ ع قلم کا سر یہاں آ کر گیا ٹوٹ

اتنا ظاہر کیا جاتا ہے کہ تجلی ذات اس عارف کے حق میں جس کے فناء کا ذکر اوپر ہو چکا ہے دائمی ہے اور جو کچھ دوسروں کے لیے برق کی طرح ہے اس کے لیے دائمی ہے۔ تجلی برقی در حقیقت تجلی ذاتی نہیں۔ اگرچہ بعض نے اس کو تجلے ذات کہا ہے بلکہ شیون ذات میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو سریع الاستتار یعنی جلدی پوشیدہ ہو جانے والی ہے اور جہاں تجلی ذات ہے۔ شیون واعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر ہے' جس کے لیے دوام لازم ہے۔ وہاں استتار اور پوشیدگی متصور نہیں۔ تجلیات کی تلونیات شیون وصفات کا نشان دیتی ہیں وہ حضرت ذات تعالیٰ ہی ہے جو تلونیات سے منزہ اور مبرا ہے او استتار یعنی پوشیدگی کی وہاں گنجائش نہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

## مکتوب (۷۶)

شان العلم اور اس سے اوپر کے اس مرتبہ مقدسہ کی بلندی میں جس کو نور صرف سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے:

شان العلم اگرچہ شان الحیوٰۃ کے تابع ہے لیکن صفات وشیون کے اعتبارات کے زوال اور گر جانے کے بعد مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ میں علم کا ایک الگ ہی شان اور گنجائش ہے جو حیات کے لیے نہیں ہے پھر اور صفات وشیون کا کیا ذکر ہے۔ یہ ایک ایسا بلند مرتبہ ہے جو تمام نسبتوں سے مجرد ہے اور نور کے اطلاق کے سوا کچھ اپنے اوپر تجویز نہیں کرتا۔ میرے خیال میں علم ہی کی وہاں گنجائش ہے۔ مگر یہ علم وہ نہیں جس کو حضوری یا حصولی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ علم بمع دونوں قسموں کے حیوٰۃ کے تابع ہے بلکہ وہ علم حضرت ذات کی طرح بے چون وبیچگون اور سراسر شعور بیچون ہے' جس میں عالم ومعلوم کا اعتبار نہیں۔ اس مرتبہ کے اوپر ایک اور ایسا مرتبہ ہے جس میں دوسرے شیون کی طرح علم کی بھی گنجائش نہیں۔ وہاں صرف نور ہی نور ہے جو اس بیچون وبیچگوں شعور کا اصل ہے جب اس حضرت نور کا ظل بیچوں اور بیچگوں ہے تو پھر اصل کی بیچونی کی نسبت جو عین نور ہے کیا کہا جائے تمام وجوبی وامکانی کمالات اسی نور کے ظلال ہیں اور اسی نور کے ساتھ قائم ہیں۔ وجود اسی نور سے وجود ہوا ہے اور آثار کا مبدء بنا ہے۔ مرتبہ اوّل چونکہ حضرت نور صرف سے انحطاط کی بو رکھتا ہے اور نور وشعور کا جامع ہے۔ اس لیے حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو مخلوق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کہا ہے اور اس کی تعبیر کبھی عقل سے کی ہے اور فرمایا ہے اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلُ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اوّل پیدا کیا ہے وہ عقل ہے) اور کبھی اس کو نور سے یاد فرمایا ہے اور اس طرح کہا ہے۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (جو چیز خدا تعالیٰ نے اوّل پیدا کی وہ میرا نور ہے) دونوں کا ایک ہی مطلب ہے یعنی نور بھی ہے اور عقل وشعور بھی چونکہ آنحضرت ﷺ نے اس مرتبہ نور کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور نوری فرمایا ہے۔ اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ یہ مرتبہ حقیقت محمدی ہے اور تعین اوّل ہے یہ حقیقت وتعین اوّل وہ نہیں جو صوفیہ کے درمیان متعارف ہے کیونکہ وہ تعین متعارف اگر اس تعین کا ظل بھی ہو جائے تو غنیمت ہے۔ اسی طرح عقل سے بھی وہ عقل مراد نہیں جس کو فلاسفہ نے ایجاب کے طور پر حق تعالیٰ سے صادر اوّل یعنی عقل فعال کہا ہے اور اسکو کثرت کے صادر ہونے کا مصدر بنایا ہے۔ جاننا چاہئے کہ جہاں عین ہے وہاں امکان کی بو اور عدم کی آمیزش پائی جاتی ہے جو وجود تعالیٰ کے تعین وتمیز کا باعث ہے۔ وَبِضِدِّهَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ (اشیاء ضد سے پہچانی جاتی ہیں) حق تعالیٰ کی صفات جنہوں نے تمیز وتعین پیدا کیا ہے باوجود قدم کے واجب لذاتہا نہیں ہیں بلکہ واجب لذات واجب تعالیٰ ہیں جس کا حاصل واجب بالغیر ہے جو امکان کی اقسام سے ہے اگرچہ صفات قدیمہ میں لفظ امکان کے اطلاق سے کنارہ کرنا لازم ہے کیونکہ اس سے حدوث کا وہم گزرتا ہے۔ ان کے مناسب وجوب کا اطلاق ہے جو حضرت واجب تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے لیکن درحقیقت امکان کی وہاں گنجائش ہے کیونکہ ان کا وجوب لذاتہا نہیں بلکہ غیر کی طرف سے آیا ہے اگرچہ اس کو غیر نہیں کہتے اور غیر سے غیر مصطلح مراد لیتے ہیں لیکن اثنینیت یعنی دوئی غیریت کا تقاضا کرتی ہے۔ اَلْاِثْنَانِ مُتَغَائِرَانِ (دو چیزیں ایک دوسرے کی مغایر ہوتی ہیں) معقول والوں کا مقررہ قضیہ ہے تعجب ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے دو تعین کو وجوبی کہا ہے اور تین تعین کو امکانی۔ حالانکہ درحقیقت تمام تعینات ظلیت کا داغ اور امکان کی بو رکھتے ہیں اگرچہ ممکن ممکن میں بہت فرق ہے کہ ایک قدیم ہے دوسرا حادث لیکن دائرہ امکان سے خارج نہیں اور عدم کی بو رکھتے ہیں۔ مرتبہ دوم جو نور صرف ہے اور لاتعین سے متعین ہے۔ اس کو بھی تو دوسروں کی طرح ذات بحت اور احدیت مجردہ خیال نہ کرے کیونکہ وہ بھی نورانیت صرف کے حجابوں میں سے ایک حجاب ہے کہ اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَةٍ (اللہ تعالیٰ کے لیے ستر ہزار نور وظلمت کے پردے ہیں) اگرچہ تعین نہیں لیکن مطلوب حقیقی کا حجاب ضروری ہے اگرچہ تمام حجابوں میں سے اخیر ہے حق تعالیٰ وراء الوراء ہے یہ نور صرف چونکہ دائرہ تعین میں داخل نہیں اس لیے عدم کی ظلیت سے منزہ ومبرا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے) اس کی مثال نور آفتاب کی چمک کی طرح ہے جو اس کی قرص کی حاجب ہے اور اس کے عین قرص سے پراگندہ ہو کر اس کا حجاب بن گئی ہے۔ حدیث میں حجاب النور آیا ہے کہ حِجَابُہُ النُّوْرُ (یعنی حجاب اللہ تعالیٰ کا نور ہے) یہ مرتبہ عالیہ تمام تجلیات ذاتیہ سے برتر ہے۔ پھر تجلیات فعل وصفت کا ذکر کیا ہے کیونکہ تجلی تعین کی آمیزش کے بغیر متصور نہیں اور یہ مقام تمام تعینات سے برتر ہے لیکن ان تجلیات ذاتیہ کا منشاو ہی نور صرف ہے اور تجلی اسی کے تصور سے متصور ہوتی ہے لَوْلَاہُ لَمَا حَصَلَ التَّجَلِّیْ (اگر یہ نہ ہوتا تو تجلی بھی حاصل نہ ہوتی) میرے خیال میں کعبہ ربانی کی حقیقت یہی نور ہے جو تمام مسجود اور تعینات کا اصل ہے جب تمام تجلیات ذاتیہ کا ملجاو ماویٰ یہی نور ہے تو پھر اوروں کے مسجود ہونے سے اس کی کیا تعریف کی جائے جب حق تعالیٰ اپنے کمال فضل وعنایت سے ہزاروں میں سے کسی ایک عارف کو اس دولت کے وصل سے مشرف فرمائے اور اس مقام میں فناء وبقاء سے سرفراز کرے تو ہو سکتا ہے کہ اس نور سے بقا حاصل کر کے فوق اور فوق الفوق سے حصہ حاصل کر لے اور اس نور کے ذریعے نور سے گزر کر اصل نور تک پہنچ جائے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) پس معارف جس طرح نظر وفکر کے طور سے ماوراء ہیں اسی طرح کشف وشہود کے طور سے بھی ماوراء ہیں نیز ارباب کشف وشہود ان علوم کے سمجھنے میں ارباب علم وعقل کی طرح ہیں نبوت کا نور فراست ہونا چاہیے تاکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث ان حقائق کے سمجھنے کی ہدایت فرمائے اور ان علوم ومعارف کے حاصل کرنے کی رہنمائی کرے جاننا چاہیے کہ یہ نور دوسرے انوار کی طرح ہرگز ہرگز امکان کی آمیزش نہیں رکھتا نہ ہی ممکن ہے اور نہ ہی جوہر وعرض کی قسم سے ہے بلکہ یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جس پر نور کے سوا کچھ اطلاق نہیں کر سکتے اگرچہ وجوب وجود ہی ہو کیونکہ وجوب بھی اس سے کمتر ہے۔

**تنبیہ:** اس بیان سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ عارف کے حق میں حق تعالیٰ کی ذات سے تمام حجابوں کا دور ہو جانا ثابت ہوتا ہے کیونکہ تمام حجابوں کے اخیر اسی نور کو کہتے ہیں اور یہ از روئے اس حدیث کے ممتنع اور محال ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَظُلْمَۃٍ کُشِفَتْ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِہٖ مَا انْتَهٰی فِیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ (اللہ تعالیٰ کے لیے ستر ہزار پردے نور اور ظلمت کے ہیں اگر کھولے جائیں تو اس کی ذات کے انوار تمام مخلوقات کو جہاں تک پڑیں جلا دیں) کیونکہ اس جگہ حجابوں کے ساتھ تحقیق وبقا ہے جو ایک دوسرے کے معدات واسباب ہیں نہ کہ حجابوں کا دور ہونا وَشَتَّانَ مَابَیْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) رَبَّنَا اٰتِنَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مِن لَّدُنکَ رَحۡمَةً وَّهَيِّءۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو ہم پر اپنے پاس سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۷۷)

حقیقت کعبہ ربانی کے اسرار اور عجز و معرفت کے دقائق اور صلوٰات وکلمہ طیبہ کی نفی و اثبات کی حقیقت کے بیان میں مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهۡتَدِیَ لَوۡ لَا اَنۡ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے' بے شک ہمارے رب کے رسول سچے ہیں) مرتبہ عالیہ نورصرف کے بعد جس کو اس فقیر نے حقیقت کعبہ ربانی معلوم کیا اور لکھا ہے ایک نہایت ہی اعلیٰ مرتبہ ہے جس کو قرآن مجید کی حقیقت کہتے ہیں۔ کعبہ معظمہ قرآن مجید کے حکم سے آفاق کا قبلہ بنا ہے اور سب کے مسجود ہونے کی دولت سے مشرف ہوا ہے۔ امام قرآن ہے اور ماموم یعنی مقتدی پیش قدم کعبہ معظمہ یہ مرتبہ مقدسہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی بیچون وسعت کا مبدء ہے اور اس بارگاہ کی بیچوں وبیچگوں امتیاز کا مبدء بھی یہی درجہ بلند ہے۔ اس درجہ مقدسہ کی وسعت طول وعرض کی رو سے نہیں ہے کیونکہ یہ نقص وامکان کے نشان ہیں بلکہ ایک ایسا امر ہے کہ جب تک اس کے ساتھ متحقق نہ ہوں معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس مرتبہ مقدسہ کی امتیاز مزایلت ومباینت (ایک دوسرے کا زائل کرنا اور باہم فرق ہونا) کی رو سے نہیں۔ کیونکہ اس سے تبعض وتجزی یعنی بعض بعض اور جزو جزو ہونا لازم آتا ہے جو جسم وجسمانی کے لوازم سے ہے۔ تَعَالَی اللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ عَنۡ ذٰلِکَ (اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے) اس مقام میں شے کا غیر شے فرض کرنا متصور نہیں کیونکہ غیریت اثنینیت اور مغائرت کی خبر دیتی ہے بلکہ فرض کی بھی مجال نہیں کیونکہ فرض محال کی قسم سے ہے۔ مَنۡ لَّمۡ یَذُقۡ لَمۡ یَدۡرِ (جس نے مزہ نہیں چکھا اس نے اس کو نہیں پایا) بیت

چہ گویم با تو از مرغے نشانہ ... کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیش مردم ... زمرغ من بود آں نام ہم گم

ترجمہ بیت

کہوں کیا مرغ کا تجھ سے نشانہ ... کہ جو عنقا سے ہے ہم آشیانہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مگر ہے نام عنقا سب کو معلوم ۔۔۔۔ مرے ہے مرغ کا بھی نام معدوم

اس مقام میں جو شے فرض کی جائے اگر چہ فرض محال ہو اور اس شے میں جس قدر دور دو
جائیں اگرچہ کچھ بھی نہ چلے ہوں ہرگز کوئی ایسا امر وہاں پیدا نہیں ہوتا، جس کو اس شے کے ساتھ
ایسا اختصاص وخصوصیت حاصل ہو جو دوسری شے مفروض میں پائی نہ جائے اس کے علاوہ ان دو
شے مفروض میں امتیاز ثابت ہوتا ہے اور باوجود ان احکام کے ایک دوسرے سے متمیز ہوتی
ہیں۔ سُبْحَانَ مَنْ لَمْ یَجْعَلْ لِلْخَلْقِ اِلَیْهِ سَبِیْلاً اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ (پاک ہے وہ
ذات جس نے معرفت سے عاجز ہونے کے سوا مخلوق کے لیے اپنی طرف کوئی راستہ نہیں بنایا)
معرفت سے عاجز ہونا اولیاء بزرگ کا حصہ ہے۔ عدم معرفت اور ہے اور عجز از معرفت اور مثلاً اس
مقام مقدس میں عدم امتیاز کا حکم کرنا اور ہر کمال ذاتی کو ایک دوسرے کا عین معلوم کرنا جس طرح
صوفیہ کہتے ہیں کہ علم قدرت کا عین ہے اور قدرت ارادہ کا عین۔ یہاں اس مقام کے امتیاز کی عدم
معرفت ہے اور اس مقام کے امتیاز کا حکم کرنا اور اس امتیاز کی کنہ کو نہ پانے کا اقرار کرنا اس مقام
کے امتیاز کی معرفت سے عجز ظاہر کرتا ہے۔ عدم معرفت جہل ہے اور عجز از معرفت علم بلکہ عجز دو
علموں کو متضمن ہے۔ ایک شے کا علم دوسرے اس شے کی کمال عظمت وکبریا کے باعث اس شے کی
کنہ وحقیقت کو نہ پانے کا علم اور اگر اس میں تیسرے علم کو بھی داخل کرلیں تو ہوسکتا ہے اور وہ اپنے
عجز وقصور کا علم ہے جو مقام عبدیت وعبودیت کی تائید کرتا ہے۔ عدم معرفت میں جو کہ سراسر جہل
ہے بسا اوقات جہل مرکب کا مرض پیدا ہو جاتا ہے یعنی اپنے جہل کو جہل نہیں جانتا بلکہ علم خیال کرتا
ہے لیکن عجز از معرفت میں اس مرض سے پوری پوری نجات حاصل ہوتی ہے بلکہ اس مرض کی وہاں
گنجائش ہی نہیں رہتی کیونکہ اپنے عجز کا اقرار کرتا ہے اگر عدم معرفت اور عجز از معرفت دونوں
یکساں ہوتے تو تمام نادان عارف ہوتے اور ان کا جہل ان کے کمال کا باعث ہوتا بلکہ جو کوئی
وہاں زیادہ جاہل ہوتا زیادہ عارف ہوتا کیونکہ معرفت وہاں معرفت کا نہ پانا ہے اور عجز از معرفت
میں یہ معاملہ صادق اور سچا ہے کیونکہ جو کوئی معرفت سے زیادہ عاجز ہوگا معارف میں اتنا ہی وہ
زیادہ عارف ہوگا۔ عجز از معرفت ایک مدح ہے جو ذم سے مشابہ ہے اور عدم معرفت محض مذمت
ہے جس میں مدح کی بو بھی نہیں۔ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا بِکَمَالِ الْعَجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِکَ
سُبْحَانَکَ (یا اللہ تو پاک ہے مجھے اپنی معرفت سے کمال عجز کا علم زیادہ تر عطا فرما) شیخ محی الدین
ابن عربی قدس سرہ اگر اس فرق کو ملاحظہ کرتا جس کی طرف اس فقیر نے ہدایت پائی ہے تو ہرگز
عجز از معرفت کو جہل نہ کہتا اور ... علم ... جیسے کہ اس نے کہا ہے فَمِنَّا مَنْ عَلِمَ وَمِنَّا مَنْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جَھِلَ فَقَالَ الْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ" (ہم میں سے بعض نے جان لیا اور بعض جاہل رہے' پھر کہا کہ ادراک سے عاجز ہونا بھی ادراک ہے) اس کے بعد شق اوّل کے علوم کو بیان کیا ہے اور ان پر بڑا فخر کیا ہے اور ان علوم کو اپنے ساتھ ہی مخصوص جان کر کہا ہے کہ خاتم الانبیاء ان علوم کو خاتم اولیاء سے اخذ کرتا ہے اور اس نے خاتم ولایت محمد یہ اپنے آپ کو کہا ہے اور اس سبب سے خلائق کے طعن و تشنیع کا محل ہوا ہے اور فصوص کے شارحین نے ان کی توجیہات میں بڑی ہمتیں اور کوششیں صرف کی ہیں لیکن فقیر کے نزدیک یہ علوم جو شیخ نے کہے ہیں اس عجز سے کئی مرتبے نیچے ہیں بلکہ اس عجز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتے کیونکہ یہ علوم ظلال پر وابستہ ہیں اور عجز مقام اصل سے تعلق رکھتا ہے۔ سبحان اللہ اس قول کے قائل حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور وہی اس عجز کے ظہور کے مصدر ہیں جو تمام عارفوں کے سردار اور تمام صدیقوں کے رئیس ہیں۔ علم کیا ہے جو اس عجز سے سبقت لے جاسکے اور وہ کون سا قادر اور زور آور ہے جو اس عاجز یعنی حضرت صدیق سے آگے ہو سکے۔ ہاں جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خواجہ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اس طرح کہتا ہے تو پھر اگر حضرت صدیق کے حق میں اس طرح کہہ دے تو کیا عجب ہے اور اس کا کیا علاج کیا جائے۔ عجب معاملہ ہے کہ شیخ باوجود اس گفتگو اور ان خلاف جواز اور مخالف شطحیات کے مقبولوں میں سے نظر آتا ہے اولیاء کے زمرہ میں گنا جاتا ہے۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

ہاں کبھی دعا سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور کبھی گالیوں پر ہنستے ہیں۔ شیخ کا رد کرنے والا بھی خطرہ میں ہے اور اس کو اور اس کی باتوں کو قبول کرنے والا بھی خطرہ میں ہے۔ شیخ کو قبول کرنا چاہئے اور اس کی مخالف باتوں کو قبول نہ کرنا چاہئے۔ شیخ کے قبول اور عدم قبول کے بارہ میں اوسط طریق فقیر کے نزدیک یہی ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مرتبہ مقدسہ میں جس کو ہم نے حقیقت قرآن مجید کہا ہے نور کا اطلاق بھی گنجائش نہیں رکھتا اور تمام کمالات ذاتیہ کی طرح نور بھی راہ ہی میں رہ جاتا ہے۔ وہاں وسعت بیچوں اور امتیاز بیچگوں کے سوا کسی چیز کی گنجائش نہیں اور آیت کریمہ قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ " (اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا) میں اگر نور سے مراد نور قرآن ہو تو ممکن ہے کہ تنزل وانزال کے اعتبار سے ہو جیسے کہ کلمہ قَدْ جَاءَکُمْ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ اس مرتبہ مقدسہ کے اوپر ایک اور نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے' جس کو حقیقت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صلوات کہتے ہیں جس کی صورت عالم شہادت میں منتہی نمازیوں کے ساتھ قائم ہے اور یہ جو قصہ معراج میں آیا ہے کہ قِفْ یَا مُحَمَّدُ فِاِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ (اے محمد ٹھہر جا کہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ پڑھ رہا ہے) ممکن ہے کہ اس حقیقت صلوٰۃ کی طرف اشارہ ہو، ہاں وہ عبادت جو مرتبہ تجرد وتنزہ کے لائق ہے مراتب وجوب ہی سے صادر ہوتی ہے اور قدم کے اطوار سے ہی ظہور میں آتی ہے۔ فَالْعِبَادَۃُ اللَّائِقَۃُ بِجَنَابِ قُدْسِہٖ تَعَالٰی ھِیَ الصَّادِرَۃُ مِنْ مَرَاتِبِ الْوُجُوْبِ لَا غَیْرُ فَھُوَ الْعَابِدُ وَالْمَعْبُوْدُ (وہ عبادت جو اس کی پاک بارہ گاہ کے لائق ہے وہ مراتب وجوب ہی سے صادر ہو سکتی ہے پس وہی عابد ہے اور وہی معبود ہے) اس مرتبہ مقدسہ میں کمال وسعت وامتیاز بیچون ہے کیونکہ حقیقت کعبہ بھی اس کا جزو ہے اور حقیقت قرآن بھی اسی کا حصہ ہے کیونکہ صلوٰت مراتب عبادات کے ان تمام کمالات کی جامع ہے جو اصل الاصل کی نسبت ثابت ہیں کیونکہ معبودیت صرف اسی کے لیے ثابت ہے اور حقیقت صلوٰات جو تمام عبادات کی جامع ہے اس مرتبہ مقدسہ کی عبادت ہے جو اس کے اوپر ہے جس کے لیے معبودیت صرف کا استحقاق ثابت ہے اور جو کل کا اصل اور سب کا جائے پناہ ہے۔ اس مقام میں وسعت بھی کوتاہی کرتی ہے اور امتیاز بھی راہ میں رہ جاتا ہے اگرچہ بیچون وبیچگون ہو۔ کامل انبیاء اور اولیائے بزرگ کے اقدام کا منتہا مقام حقیقت صلوٰات کے نہایت تک ہی ہے جو عابدوں کے مرتبہ عبادت کا نہایت ہے۔ اس مقام کے اوپر معبودیت صرف کا مقام ہے جہاں کسی شخص کو کسی طرح بھی اس دولت میں شرکت نہیں کہ قدم اوپر رکھ سکے اور جہاں تک کہ عابد وعابدیت کی آمیزش ہے وہاں تک نظر کی طرح قدم کے لیے بھی گنجائش ہے لیکن جب معاملہ معبودیت صرف تک جا پہنچتا ہے تو قدم کوتاہی کرتا ہے اور سیر ختم ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ نظر کو وہاں سے منع نہیں فرمایا اور اس کو استعداد کے موافق گنجائش بخشی ہے۔ ع

بلا بودے اگر ایں ہم نبودے

ترجمہ ع مصیبت تھی اگر یہ بھی نہ ہوتا

ممکن ہے کہ امر قف یا محمد میں اسی کوتاہی قدم کی طرف اشارہ ہو۔ یعنی اے محمد ٹھہر جاؤ اور قدم آگے نہ رکھو۔ کیونکہ اس مرتبہ صلوٰۃ کے اوپر جو مرتبہ مقدسہ وجوب سے صادر ہے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے تجرد وتنزہ کا مرتبہ ہے جہاں قدم کے لیے کوئی جگہ اور گنجائش نہیں۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت اسی مقام میں متحقق ہوتی ہے اور غیر مستحق خداؤں کی عبادت کی نفی اسی جگہ متصور ہوتی ہے اور معبود حقیقی کا اثبات کہ جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے اور عابدیت ومعبودیت کے درمیان کمال امتیاز اسی جگہ ظاہر ہوتا ہے اور عابد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معبود سے کما حقہ جدا ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کے معنی منتہیوں کے حال کے مناسب لا معبود الا اللہ ہیں جیسے کہ شرع میں اس کلمہ کے معنی قرار پائے ہیں اور لَا مَوْجُوْدَ وَلَا وَجُوْدَ وَلَا مَقْصُوْدَ کہنا ابتداء و وسط کے مناسب ہے لیکن لَا مَقْصُوْدَ لَا مَوْجُوْدَ وَلَا وَجُوْدَ کے اوپر ہے جو لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللهُ کا دریچہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس مقام میں نظر کی ترقی اور بینائی کی تیزی عبادت صلوٰۃ پر وابستہ ہے جو منتہیوں کا کام ہے دوسری عبادتیں صلوٰۃ کی تکمیل میں مدد دیتی ہیں اور اس کے نقص کی تلافی کرتی ہیں۔ شاید اسی واسطے نماز کو بھی ایمان کی طرح حَسَنٌ لِذَاتِهٖ یعنی اصل اور ذات میں خوب اور بہتر کہتے ہیں جبکہ دوسری عبادتوں کی خوبی ذاتی نہیں۔

# مکتوب (۷۸)

اشتیاق و اشفاق کے اظہار اور لشکر کے ثمرات کے بیان میں عالی مرتبہ مخدوم زادوں خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور رسول اللہ (ﷺ) پر سلام اور درود ہو) فرزندان گرامی اگرچہ ہماری دوام صحبت کے مشتاق اور خواہاں ہیں اور ہم بھی ان کے حضور ملاقات کے آرزومند ہیں لیکن کیا کریں تمام امیدیں میسر نہیں۔ ع

تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِی السُّفُنُ

ترجمہ ع ہوا چلتی ہے کشتی کے مخالف

لشکر میں اس طرح بے اختیار و بے رغبت رہنا بہت ہی غنیمت ہے اور اس جگہ کی ایک ساعت دوسری جگہوں کی بہت سی ساعتوں سے بہتر دکھائی دیتی ہے اس جگہ وہ کچھ میسر ہے کہ دوسری جگہوں میں اس کے مثل بھی میسر نہیں ہوتا۔ اس مقام کے علوم و معارف جدا ہیں اور اس مجمع کے احوال و مقامات علیحدہ ہیں۔ وہ تکلیف جو بادشاہ کی طرف سے ہے اس کو اپنے مولیٰ جل شانہ کی کمال مہربانی اور رضامندی کا دروازہ جانتا ہے اور اپنی سعادت اس قید میں خیال کرتا ہے۔ خاص کر آج کل لڑائی اور مخالفت کے دنوں میں عجیب ہی معاملہ ہے اور ان پراگندہ وقتوں میں عجیب و غریب ناز و کرشمے ظاہر ہوتے ہیں۔ غرض ہر روز تازہ اور عجیب دولت جو پہنچتی ہے اس کے لیے فرزندوں کی جدائی میں دل تڑپتا ہے اور ان کی دوری اور نایافت سے جگر جلتا ہے۔ خیال کرتا ہوں کہ میرا شوق تمہارے شوق پر غالب ہے اور مقرر ہے کہ جس قدر باپ کو بیٹے کی محبت ہوتی ہے اس قدر بیٹے کو باپ کی محبت نہیں ہوتی۔ اگرچہ فرعیت اور اصالت کا قضیہ اس امر کے برعکس حکم کرتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے کیونکہ اصل کو احتیاج نہیں ہوتی اور فرع سراسر اصل کی محتاج ہوتی ہے لیکن بارگاہ الٰہی سے ایسا ہی ہوا ہے کہ زیادہ شوق اصل کے لیے ثابت ہوا ہے۔ ع

در خانه بکدخدا ماند همه چیز

ترجمہ ع گھر میں سب چیز ہے گھر والے کی

اگر دہلی ہے وہ بھی تمہارا ہمسایہ ہے اور اگر آگرہ ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے کرم سے قریب ہے۔ والسلام

# مکتوب (۷۹)

عارف کی ذات موہوب حقانی کے بیچونی اسرار اور تجلی ذات اور آخرت کی رویت کے ثبوت میں خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے:

جب عارف کا معاملہ شیون وصفات سے گزر جاتا ہے اور ذات تعالیٰ وتقدس کے وجوہ واعتبارات سے برتر پہنچ جاتا ہے اور اس مقام سے کہ جس کو ہم نے حقیقت صلوٰۃ سے تعبیر کیا ہے برتری و بلندی حاصل کر لیتا ہے تو اس وقت توجہ، متوجہ الیہ کی طرح بیچون ہوتی ہیں کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راستہ نہیں اور متوجہ سے مراد عارف کی ذات ہے، جس سے تمام وجوہ واعتبارات دور دور ہو چکے ہوتے ہیں اور کنہ سے مراد وہی ذات مجردہ ہے جو بذات خود بلا کسی وجہ واعتبار کے اپنی مطلوب ومعروف ذات وکنہ کی طرف متوجہ ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ کنہ سے مراد ذات مجردہ ہے اس لیے کہ شے کی کنہ وہ ہے جو شے کے تمام وجہ واعتبارات کے ماوراء ہے اور شے کی ذات بھی وہی ہے جو تمام وجوہ واعتبارات کے ماسوا ہے کیونکہ شے کے وجوہ واعتبارات سے جو کچھ بھی اعتبار کیا جائے شے کی ذات ان سب سے ماوراء ہے۔ مرتبہ ذات میں کسی امر کے اثبات کی گنجائش نہیں۔ اس مرتبہ میں جو کچھ ثابت کیا جائے وجوہ واعتبارات میں داخل ہے۔ ذات ان سب سے ماوراء ہے۔ اس مقام میں نفی اور سلب کے سوا کوئی اور امر متصور نہیں۔ اگر علم باتمیاز ہے تو وہ بھی سلب ہے اور اگر تعبیر وتفسیر ہے تو وہ بھی مسلوب ہے اور وہ چیز جس میں اثبات کی گنجائش نہیں اور سلب کے بغیر تعبیر میں نہیں آتی بیچونی کا حصہ رکھتی ہے اور مجہول الکیفیت ہے اور وہ توجہ جو مرتبہ ذات میں ثابت کی جاتی ہے وہ متوجہ کی عین ذات ہے اور ایک ذات کے سوا اور کچھ نہیں رہتا۔ اس لیے وہ توجہ بھی جو عین ذات ہے بیچونی کا حصہ پالیتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ توجہ ومتوجہ متوجہ الیہ کی طرح بیچون ہوں گے۔ اگرچہ ایک بیچون اور دوسرے بیچوں میں بہت فرق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے۔ مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) توجہ اور متوجہ میں ذات کی بیچونی کا حصہ اسی لیے ثابت کیا گیا ہے کہ متوجہ الیہ صرف بیچون حقیقی ہے جب ممکن کی ذات وکنہ مجہول الکیفیت وبیچون ہو اور کچھ بھی ثابت نہ ہو تو پھر واجب تعالیٰ کی ذات جو کمال لطافت وتقدس وتنزہ میں ہے کس طرح ادراک میں آسکتی ہے اور اس سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ بیت

آگاہ از خویشتن چونیست جنیں ۔۔۔ چہ خبر دار از چناں وچنیں

ترجمہ بیت

جنیں کو خبر جبکہ اپنی نہیں ۔۔۔ وہ کیا جانتا ہے چناں وچنیں

اس ارحم الرحمین نے کمال رافت ومہربانی کو جو سراسر چون ہے بیچونی کا حصہ عطا فرمایا ہے تاکہ بیچون حقیقی سے آگاہی پیدا کرے اور اس کے ساتھ گرفتاری حاصل کرے۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ۔ ترجمہ ع

سخی کے کاسہ سے حصہ زمیں کو ملتا ہے

اور جنہوں نے کنہ ذات کی معرفت کو محال کیا ہے وہ معرفت متعارف ہے جو کیف وچون کی قسم سے ہے اس کا تعلق بیچون سے محال ہے لیکن وہ امر جو عالم بیچون سے ہو اور بیچون کے اتصال سے بیچون کے ساتھ واصل ہو جائے اور اس دولت عظمیٰ سے حظ حاصل کرلے وہ کیوں محال ہوگا۔ مَعْرِفَةٌ غَرِيْبَةٌ وَ مَسْئَلَةٌ عَجِيْبَةٌ قَلَّمَا ظَهَرَتْ اِلَى الْاٰنَ مِنْ اَهْلِ الْكَشْفِ وَالْعِرْفَانِ (اس معرفت غریب اور مسئلہ عجیب کو آج تک کسی اہل کشف وعرفان نے ظاہر نہیں کیا۔ یہ ذات مجرد جو بیچونی کا حصہ رکھتی ہے اور مفصل بیان ہو چکی ہے۔ اس تام المعرفت عارف کے ساتھ مخصوص ہے جو حضرت ذات مجرد سے واصل ہوتا ہے اور اس درجہ بلند میں فناء وبقاء حاصل کرلیتا ہے اور یہ دولت اس بقاء وذات کا اثر ہے۔ سوائے اس عارف کے باقی تمام ممکنات کو ذات کا کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ان کی ذات ہرگز نہیں ہوتی تاکہ ان کی صفات اس ذات کے ساتھ قائم ہوں جو اپنے اصول یعنی اسماء وصفات کے ظلال اور شیون واعتبارات کے عکوس ہوتے ہیں جو اپنے اصول یعنی اسماء وصفات کے ساتھ قیام رکھتے ہیں نہ کہ کسی ایسے امر کے ساتھ کہ جس کو ذات سے تعبیر کیا جائے۔ انسان کے ساتوں لطائف جو تمام ممکنات میں سے زیادہ تر جامع ہیں کیا خفی اور کیا اخفی سب صفات ہی کا اثر ہوتے ہیں اور اس کے جسمانی وروحانی قویٰ ذات حق کے اسماء واعتبارات کے پرتو ہوتے ہیں۔ نفس ذات کا کچھ حصہ بھی عطا نہیں فرمایا ہوتا اور ان کو ذات کے ساتھ قیام نہیں بخشا ہوتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



**سوال** : جب اسماء وصفات کا اپنا قیام خود بخود نہیں بلکہ ان کا قیام ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ ہے تو پھر اور چیز کا قیام ان کے ساتھ کس طرح ہوگا؟

**جواب**: میں کہتا ہوں کہ دوسری چیز ان کے ساتھ اس وقت قائم نہیں ہو سکتی جبکہ وہ موجود ہو اور اگر اس نے مرتبہ وہم میں ثبوت واستقرار پیدا کیا ہو تو پھر ان کے ساتھ کیوں نہ قائم ہو گی جبکہ نہایت ہی ضعیف ہے اور یہ جو ہم نے لکھا اور کہا ہے کہ ممکن کی ذات عدم ہے یہ بعینہ ایسا ہے جیسے کہہ دیں کہ ممکن کی ذات ہے ہی نہیں۔ ذَاتُـهٗ عَدَم" (اس کی ذات عدم ہے اور لَا ذَاتَ لَـهٗ (کوئی اس کی ذات نہیں) دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ اگرچہ فلسفی تحقیق ان دونوں مفہوموں کے درمیان تغائر ثابت کرتی ہے لیکن وہ لا حاصل ہے۔ درحقیقت ان کا مرجع ایک ہی ہے۔ عدم جب اپنے لیے نہیں ہے تو پھر دوسروں کے کام کیا آسکے اور جب اپنے آپ کو نہیں اٹھا سکتا تو دوسروں کو کس طرح اٹھا سکے۔ اس مبحث کی تحقیق یہ ہے کہ چونکہ اسماء وصفات کے عکس عدم کے آئینہ میں ظاہر ہوئے ہیں اس لیے ان کا قیام بظاہر اس آئینے کے ساتھ دکھائی دیتا ہے اور وہ آئینہ ان کے قیام کے اعتبار سے ان کی ذات کی طرح متخیل ہوتا ہے ورنہ درحقیقت ان کا قیام اپنی اصل کے ساتھ ہے اور آئینے کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتے اور وہم کے سوا عدم کے آئینہ کے ساتھ ان کا کچھ کام نہیں۔ اس آئینہ کا جوہر یا ذات ہونا یہاں کیا گنجائش رکھتا ہے۔ جب عدم حاضر ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا تو پھر جوہر کس طرح ہو سکے۔ ایسا تام المعرفت عارف جو مرتبہ ذات تعالیٰ وتقدس سے واصل ہے اور جس نے ذات کے ساتھ بقاء حاصل کیا ہے ہمیشہ عنقائے مغرب کا حکم رکھتا ہے جو عزیز الوجود اور غریب الوقوع یعنی کمیاب ہے۔ اس فناء وبقاء کے بعد اس کو ایسی ذات کرامت فرماتے ہیں جس کے ساتھ اسماء وصفات کے ان ظلال وعکوس کا قیام ہوتا ہے جو اس کی حقیقت ہیں، جس طرح کہ ان کے اصول یعنی اسماء کا قیام حضرت ذات کے ساتھ ہے ان اسماء کے ظلال کا قیام اس ذات کے پرتو کے ساتھ ہوتا ہے جو اس عارف کو عطا فرماتے ہیں۔ پس یہ عارف جوہر وعرض سے مرکب ہوتا ہے اور ممکن کے باقی افراد سب اعراض ہی ہوتے ہیں جن میں جوہریت کی کچھ بو نہیں ہوتی۔ فتوحات مکی والے نے کیا اچھا کہا ہے کہ عالم اعراض مجتمعہ ہے جو ذات واحد کے ساتھ قیام رکھتے ہیں لیکن شیخ قدس سرہ دو دقیقے اس جگہ چھوڑ گیا ہے ایک یہ کہ عارف اکمل کو اس حکم سے الگ نہیں کیا دوسرے یہ کہ اس کا قیام ذات واحد کے ساتھ مقرر کیا ہے حالانکہ اس کا قیام اپنے اصل کے ساتھ ہے جو اسماء وصفات ہیں نہ کہ ذات تعالیٰ کے ساتھ اگرچہ اسماء وصفات کا قیام ذات کے ساتھ ہی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے لیے ذاتی استغنا ہے اس درجہ بلند کے ساتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


عالم کا قیام کیسے ہوسکتا ہے اور عالم کیا ہے جو اس مرتبہ اعلیٰ کے ساتھ قیام کی ہوش رکھے۔ بیت

ماتما شاکنان کو تاہ دست تو درخت بلند بالائی

ترجمہ: بیت

ہم تماشا کناں ہی کوتاہ دست تو نہایت بلند بالا درخت

اس عارف کا معاملہ عالم سے جدا ہے اور اس کا حکم عالم کے احکام سے الگ ہے۔ محبت ذاتی کے ذریعے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے) کے موافق اپنے اصل سے گزر کر اپنے اصل الاصل کے ساتھ معیت پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ کو اس اصل الاصول میں فانی کر دیتا ہے اور

اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ آیت کریمہ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے) کے موافق فنا کے عوض اس کو بقاء عطا فرماتا ہے اور جس چین میں وہ فانی ہوتا تھا اسی کے ساتھ اس کو بقا بخش کر اپنی ذات وصفات واسماء کا مظہر اور جامع آئینہ بنا دیتا ہے۔ پس تمام افراد عالم اس عارف کی مجامعیت کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے قطرہ دریائے محیط کے مقابلہ میں کیونکہ حضرت ذات تعالیٰ کے مقابلہ میں اسماء وصفات کا کچھ قدر ومقدار نہیں۔ قطرہ کا بھی دریا کے مقابلہ میں کچھ نہ کچھ قدر ومقدار ہے لیکن ان کا اس کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں۔ اس بیان سے اس عارف کے علم ومعرفت ودرک وادراک کو دوسروں کی نسبت قیاس کرنا چاہئے اور اس کی عظمت وبلندی کو سمجھنا چاہئے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) اس صاحب دولت کو جب بقاء ذاتی سے مشرف کرتے ہیں تو ایک ایسی ذات عطا کرتے ہیں جس کے ساتھ اس کی صفات مثل علم وقدرت وغیرہ کا قیام ہوتا ہے جن کا قیام پہلے باقی تمام افراد عالم کی طرح ان کے اصول کے ساتھ تھا۔ اس بقاء اکمل کے حاصل ہونے کے باوجود کلمہ انا کا اطلاق جو اس سے زائل ہوا ہوتا ہے پھر عود نہیں کرتا اور مراتب بقاء میں سے کسی مرتبہ میں اپنے اوپر کلمہ انا کا اطلاق نہیں کر سکتا کیونکہ بقاء اکمل فناء اتم پر مترتب ہے جو کلمہ انا کا نام ونشان مٹا دیتا ہے اور عود ورجوع کی بھی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ اَلزَّائِلُ لَا یَعُوْدُ (دور ہٹا ہوا پھر نہیں آتا) مشہور قضیہ ہے اور جو عود کرے وہ زائل نہیں ہوتا بلکہ مغلوب ومستور ہوتا ہے اور کسی عارضہ کے باعث پوشیدہ ہوتا ہے جو اس عارضہ کے دور ہونے کے بعد غالب آجاتا ہے۔ فَاِنَّ الْمَغْلُوْبَ قَدْ یَغْلِبُ (کیونکہ کبھی مغلوب بھی غالب آجاتا ہے) جاننا چاہئے کہ مرتبہ عالیہ ذات تعالیٰ وتقدس کا حصہ اسی صاحب دولت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ساتھ مخصوص ہے جو ذات کے حصول سے باقی ہوتا ہے اور صفات نے اس کے ساتھ قیام پایا ہوتا ہے اس کے سوا اور جو کوئی خواہ کسی قسم کا فناء و بقاء حاصل کرے۔اس کا حصہ اسماء وصفات ہی سے ہوگا نہ کہ ذات سے اگر چہ اسماء وصفات ذات سے الگ نہیں ہیں لیکن ذات کا نصیب اور ہے اور صفات کا نصیب اور اگر چہ ذات سے صفات کا الگ نہ ہونا بعض لوگوں کو وہم میں ڈال دیتا ہے اور صفات کے نصیب کو ذات کا نصیب ظاہر کرتا ہے لیکن ہر ایک کے نشانات وعلامات الگ الگ ہیں اور ایک دوسرے کے علوم ومعارف جدا جدا جو اس دولت عظمیٰ کے پانے والوں پر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن واضح رہے کہ تجلی ذاتی اس بزرگ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوسکتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کو بھی تجلی ذاتی ہو لیکن نفس ذات تعالیٰ سے نصیب حاصل نہ ہو کیونکہ تجلی ایک قسم کی ظلیت چاہتی ہے جو مرتبہ ثانی کا ظہور ہے اور نفس ذات کا نصیب جو کہا گیا ظلیت کی تاب نہیں لاسکتا۔ بلکہ نفس تجلے اور ظہور سے بھی روپوش ہو جاتا ہے۔ ذات کا وہ ظہور جو صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ ثابت ہو وہ بھی مرتبہ ثانی میں ذات کا ظہور ہے لیکن تجلی ذات نہیں بلکہ ذات تعالیٰ کے اعتبارات میں سے کسی اعتبار کی تجلی ہے کیونکہ ذات عز شانہ تمام اعتبارات کی جامع بلکہ سب سے منزہ ہے۔ اسی لیے اعتبارات میں سے کسی اعتبار کی تجلی تجلی ذاتی نہیں ہوتی۔

**سوال**: شیخ محی الدین ابن عربی اور اس کے تابعین قدس سرہم نے تعین اوّل کو تجلی ذات کہا ہے اور تعین عملی جملی میں جو ذات کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہے ذات کا ظہور ہے جو جامعیت رکھتا ہے۔

**جواب**: جو کچھ اس درویش کا معتقد ہے وہ یہ ہے کہ وہ ظہور عملی جملی بھی جس کو انہوں نے تعین اوّل سے تعبیر کیا ہے۔تجلی ذاتی نہیں بلکہ ذات کے شیونات میں سے ایک شان سے ماخوذ ہے۔ تجلی ذات تمام شیون واعتبارات کی جامع بلکہ تمام شیون واعتبارات سے برتر ہے۔اس جگہ علم کا اعتبار بھی دوسرے ان ذاتی اعتبارات کی طرح ہے جن کے وصول کا ہاتھ اس مرتبہ مقدسہ کے دامن غنا سے کوتاہ ہے اگر کہیں کہ مرتبہ ثانی کا ظہور علم پر منحصر ہے کیونکہ خارج میں نفس ذات ہے پس مرتبہ ثانی میں اس کا ظہور خانہ علم میں ہوگا کیونکہ ظہور علم میں ہے یا خارج میں تیسری شق ظاہر نہیں ہوئی جس میں ظہور ثابت کیا جائے تو میں کہتا ہوں کہ وہ قادر جس نے شان علم میں جو ذات کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہے ظہور فرمایا ہے اس بات پر بھی قادر ہے کہ اس طرح ظہور فرمائے کہ ظہور علم کا اعتبار اس ظہور جامع کا بعض اور جزو ہو بلکہ اس طرح ظہور فرمائے کہ اعتبار علم اور باقی تمام اعتبارات کی وہاں گنجائش ہی نہ ہو اور وہ ظہور جامع کا مرتبہ مرتبہ خارج اور مرتبہ علم کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ماوراء ہو جو خارج کا ظل ہو اور علم سے کچھ تعلق نہ رکھتا ہو تجلی ذات کو تعین علم کے ساتھ مقید کرنا دریا کو کوزہ میں بند کرنا بلکہ پانی سراب میں ڈھونڈنا ہے ایک شاعر کہتا ہے۔ بیت

کسے در صحن کاچی قلیہ جوید اضاع العمر فی طلب المحال

ہاں علم کا امتیاز تمام ذاتی اعتبارات میں سے زیادہ تر جامع ہے جس قدر اس میں کمالات ذات کا شمول ہے اس قدر کسی اور اعتبار میں نہیں ہے۔ ہاں اگر مجاز کے طور پر ظہور علمی کو ظہور ذاتی کہیں اور اس پر تجلی ذات کا اطلاق کریں تو ہو سکتا ہے اگرچہ ان کے اطلاقات سے بعید ہے اور ان کے مذاق سے دور ہے جیسے کہ ان کے کلام کے دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔

**سوال:** شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے آخرت کی رویت کو لطیفہ جامعہ مثالیہ کی صورت میں مقرر کیا ہے۔ تمہارا معتقد اس مسئلہ میں کیا ہے؟

**جواب:** صورت جامعہ مذکورہ کی رویت حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہے بلکہ اس کے کمالات کے مظاہر میں سے ایک مظہر کی رویت ہے، جس نے عالم مثال میں حصول پیدا کیا ہے۔ بیت

یَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ وَ اِدْرَاکٍ وَ ضَرْبٍ مِنْ مِثَالٍ

ترجمہ: بیت

مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال
بے کیف و بے تصور و بے شبہ و بے مثال

حق تعالیٰ کی رویت کو صورت کی رویت پر مقرر کرنا درحقیقت حق تعالیٰ کی رویت کی نفی کرنا ہے نیز وہ صورت جو عالم مثال میں حاصل ہوا گرچہ جامع ہو لیکن عالم مثال ہی کے اندازہ پر ہوگی اور عالم مثال اگرچہ وسعت رکھتا ہے لیکن اس کے عوالم مخلوقہ میں سے ہے وہ جامعیت صورت جو اس میں ہے کیا گنجائش رکھتی ہے کہ تمام کمالات وجوبیہ ذاتیہ کی جامع ہو سکے اور سب کو ضبط کر سکے تاکہ اس مرتبہ مقدسہ کا آئینہ بن سکے اور اس کی رویت حق تعالیٰ کی رویت ہو سکے جب صفت علم جو صفات وجوبیہ میں سے ہے اور تمام ذاتی صفات میں سے جامع ہے اس امر کی گنجائش نہیں رکھتی اگرچہ تمام ذاتی صفات واعتبارات کی جامع ہے جیسے کہ اس کی تحقیق گزر چکی ہے تو پھر عالم مثال جو ممکن و مخلوق ہے اس کی صورت تمام کمالات وجوبیہ کی جامع کس طرح ہو سکتی ہے اور اگر فرضاً اور تقدیراً اس کو جامع کہیں بھی تو اس مرتبہ مقدسہ کے ظلال میں سے ایک ظل ہوگی اور ظل کی رویت درحقیقت اصل کی رویت نہیں ہے۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رویت آخرت کو چودھویں رات کے چاند کی رویت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کوئی پوشیدگی نہیں چھوڑی اور ظل کی رویت ایسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے جیسے طشت آب میں چاند کو دیکھیں جس کو بلند فطر والے لوگ پسند نہیں کرتے اس قدر ادراک میں آتا ہے کہ اس مرتبہ مقدسہ کا ظہور خانہ علم کے باہر حاصل ہو سکتا ہے اور مرتبہ خارج کے ظل میں ثبوت پیدا کر سکتا ہے جیسے کہ گزر چکا۔ اس ظہور جامع کا ایک ظل جامع خانہ علم میں ہوتا ہے جس کو تعین اوّل سے تعبیر کرتے ہیں اور اس ظل جامع کا عالم مثال میں ایک اور ظل جامع ہوتا ہے جو ظل جامع علمی کا آئینہ دکھائی دیتا ہے یہ ظل جامع مثالی جو عالم مثال میں لطیفہ کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے اس انسانی صورت پر ثابت ہوتا ہے جو تمام مخلوقات میں سے زیادہ تر جامع ہے۔ اِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) ممکن ہے کہ اسی اعتبار سے آیا ہو لیکن حق تعالیٰ کی رویت وہ ہے جو ان ظہورات اور صورتوں کے ماوراء ہے اور بے کیف و بیچون کی قسم سے ہے۔ رویت آخرت پر ایمان لے آنا چاہیے اور اس کی کیفیت اور چند و چون میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ آخرت کے خلق و وجود کو دنیا کے خلق و وجود کے ساتھ کوئی نسبت نہیں تا کہ ایک کے احکام کو دوسرے پر قیاس کیا جائے وہاں کی آنکھ جدا ہے اور وہاں کا فہم و ادراک الگ۔ اس کے لیے دوام ابدی ہے اور اس کے لیے زوال وفنا اس کے لیے سراسر لطافت و نظافت ہے اور اس کے لیے خبث و کثافت، شیخ قدس سرہ خانہ علم کے باہر حق تعالیٰ کا ظہور ثابت نہیں کرتے اور مجالی و مظاہر کے ماسوا مشاہدہ و شہود و رویت تجویز نہیں کرتے۔ ع

آں ایشانند و من چنینم یارب

ترجمہ۔ ع وہ ایسے ہیں میں ایسا ہوں خدایا

کیا کیا جائے اس میدان میں شیخ قدس سرہ ہی ہے جس کے ساتھ کبھی لڑائی ہے اور کبھی صلح کیونکہ اسی نے سخت معرفت و عرفان کی بنیاد رکھی ہے اور اس کو شرح و بسط دے کر توحید و اتحاد کو مفصل طور پر بیان کیا ہے اور تعدد و تکثیر کا منشا ظاہر فرمایا ہے وہی ہے جس نے وجود کو بالکل حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے اور عالم کو موہوم و متخیل بنایا ہے وہی ہے جس نے وجود کے لیے تنزلات ثابت کیے ہیں اور ہر مرتبہ کے احکام کو جدا کیا ہے وہی ہے جس نے عالم کو عین حق جانا ہے اور ہمہ اوست کہا ہے اور باوجود اس کے حق تعالیٰ کے مرتبہ تنزیہ کو عالم کے ماوراء معلوم کیا ہے اور اس کو دید و دانش سے منزہ و مبرا سمجھا ہے۔ ان مشائخ نے جو شیخ قدس سرہ سے پہلے ہیں اگر اس بارہ میں گفتگو کی ہے تو رموز و اشارات کے طور پر کچھ بیان کیا ہے اور اس کی شرح و بسط میں مشغول نہیں ہوئے اور وہ مشائخ جو شیخ کے بعد ہیں۔ ان میں سے اکثر نے شیخ کی تقلید کی ہے اور اس کی اصطلاح کے موافق گفتگو کی ہے۔ ہم پسماندوں نے بھی اس بزرگ کی برکات سے استفادہ کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے اور اس کے علوم و معارف سے بہت فائدے حاصل کیے ہیں۔ جَزَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَآءِ (اللہ تعالیٰ اس کو ہماری طرف سے جزاء خیر دے) لیکن چونکہ بشریت کے موافق خطا وصواب ایک دوسرے کے ساتھ ملا جلا ہے اور انسان احکام میں کبھی خطا پر ہے اور کبھی صواب پر اس لیے اہل حق کے سواد اعظم کے احکام کی موافقت کو صواب کا مصداق اور ان کی مخالفت کو خطا کی دلیل سمجھنا چاہیئے۔ کہنے والا خواہ کوئی ہو اور خواہ کوئی کلام ہو۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے عَلَيْكُمْ بِسَوَادِ الْاَعْظَمِ (تم پر سواد اعظم یعنی بڑے گروہ کی تابعداری لازم ہے) نیز مقرر ہے کہ صنعت کی تکمیل مختلف فکروں اور بہت سی نظروں کے ملنے پر موقوف ہے سیبویہ اگرچہ علم نحو کے احکام کا بانی ہے لیکن وہ نحو جس نے متاخرین کے فکروں اور نظروں کے ملنے سے کمال و تنقیح پیدا کی ہے وہ اور کچھ ہو گیا ہے اور اور ہی زیب و زینت پایا گیا ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ دوسری قسم کا بن گیا ہے اور علیحدہ احکام حاصل کر چکا ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر)

# مکتوب (۸۰)

عارف کی ذات موہوب کی طرف اشیاء کے منسوب ہونے کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ سبحانہ کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول ﷺ سچے ہیں) ہر ایک ظل سے اصل کی طرف سیدھا شاہراہ جاتا اور کوئی خاروخس ان کے درمیان حائل نہیں اور اگر خاروخس درمیان حائل ہو تو اس کی توجہ اپنی طرف ہی ہے اور اصل کی طرف سے روگرداں ہے۔ ظل صرف اصل کا امانتدار ہے کیونکہ جو کچھ وہ وجود و توابع وجود کا حسن و کمال رکھتا ہے سب اس کو اصل ہی سے ملا ہے۔ شاید عدم ہے جو اصل کے وسیلہ کے بغیر اس کے نصیب ہوا ہو اور وہ لاشے محض اور مجرد اعتبار ہے۔ اس ظل نے اپنی کمال نادانی سے اپنے اصل کو فراموش کر دیا اور اس کی امانتوں کو اپنی طرف سے خیال کر کے امانت میں خیانت کی اور باوجود ذاتی برائی کے جو عدم کے باعث رکھتا ہے اپنے آپ کو بہتر و کامل جانا لیکن اپنی طرف متوجہ ہونے اور اصل کی طرف سے روگردانی کرنے کے باوجود اس کو اپنے اصل کے ساتھ طبعی میلان و محبت حاصل ہے خواہ اس کو خود جانے یا نہ جانے بلکہ وہ محبت جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اپنے آپ کے ساتھ رکھتا ہے درحقیقت اس کا تعلق بھی اصل کے ساتھ ہے کیونکہ وہ حسن وکمال جس سے محبت کا تعلق ہے اصل ہی کی طرف سے ہے نہ کہ اس کی اپنی طرف سے وہ اپنی طرف سے سوائے عدم اور قبح کے کچھ نہیں رکھتا جس کے ساتھ محبت کا تعلق ہو سکے جیسے کہ کئی دفعہ تحقیق ہو چکی ہے جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کی اس خود بینی کا مرض اس سے دور ہو جاتا ہے اور جہل مرکب کو چھوڑ دیتا ہے اور امانت کو امانت والوں کی طرف سے جانتا ہے اور اپنی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اپنی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس کا وہ اعراض جو اصل کی طرف سے تھا اقبال کے ساتھ بدل جاتا ہے تو اس وقت اس کو رشتہ سعادت ہاتھ آجاتا ہے اور اصل تک پہنچنے کی امید حاصل ہو جاتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ عالم حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ظلال ہیں اس لیے اس کے اصول بھی اسماء صفات ہیں اور یہ ظلال اعراض ہیں جن کا قیام اپنے اصول یعنی اسماء وصفات کے ساتھ ہے اور ان کے درمیان کوئی ایسا جوہر قائم نہیں جس کے ساتھ قائم ہوں نظام معتزلہ نے اِنَّ الْکَذُوْبَ قَدْ یَصْدِقُ (جھوٹا کبھی کبھی سچ بھی کہتا ہے) کے موافق اس بھید سے آگاہ ہو کر کہا ہے کہ عالم سب کا سب اعراض ہے اور کوئی جوہر درمیان نہیں جس کے ساتھ قائم ہو لیکن اس نے خطا کی ہے کہ اس نے ان اعراض کے قیام کو خود بخود دیکھا ہے اور ان کے اصول سے غافل رہا ہے جن کے ساتھ قیام رکھتے ہیں اور صوفیاء میں سے شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے عالم کو اعراض مجتمعہ فرمایا ہے اور ان کا قیام حق تعالیٰ کے ساتھ رکھا ہے نہ کہ اسماء وصفات کے ساتھ جو ان کے اصول ہیں۔ فَیَالَیْتَ شِعْرِی مَا مَعْنَی الْقِیَامِ بِالذَّاتِ الْمُجَرَّدَةِ عَنْ جَمِیْعِ الْوُجُوْهِ وَ الْاِعْتِبَارَاتِ وَلَا مَعْنٰی لِلْقِیَامِ ثُمَّ اِلَّا الْاِخْتِصَاصُ النَّاعِتُ وَلَا نَعْتَ ثُمَّ فَلَا قِیَامَ وَاَیْضًا اِنَّ الْقِیَامَ مِنْ جُمْلَةِ الْوُجُوْهِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ الْمَنْفِیَّةِ فَلَا مَعْنٰی لِاِثْبَاتِهٖ فِیْ تِلْکَ الْمَرْتَبَةِ الْقَدَّسَةِ (کاش میں جانتا کہ تمام وجود واعتبارات سے مجرد ذات کے ساتھ قیام کے کیا معنی ہیں حالانکہ وہاں اختصاص ناعت کے سوا قیام کے کچھ معنی نہیں لیکن نہ وہاں نعت ہے نہ قیام اور نیز قیام وجود واعتبارات منفیہ کی قسم سے ہے اس لیے اس مرتبہ مقدسہ میں اس کا ثابت کرنا بے فائدہ ہے) چونکہ افراد عالم اسماء وصفات کے ظلال ہیں اس لیے ان کا وصول بھی ان کے اصول تک ہوگا جو اسماء وصفات ہیں اور اگر اصول کے اصول تک پہنچ جائیں تو پھر بھی ذات مجرد و مقدس تک منتہی ہوں گے اور وہاں سے آگے نہ گزریں گے کیونکہ اسماء کی اصالت بھی وہاں گنجائش نہیں رکھتی وہاں اسم وصفت وشان واعتبار سے غنائے ذاتی ہے۔ پس عالم کو مرتبہ مقدسہ ذات سے مایوسی اور حرمان کے سوا کچھ نصیب نہیں اور وصل واتصال کی وہاں گنجائش نہیں لیکن عادت اللہ اسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


طرح جاری ہے کہ بہت قرنوں اور بے شمار زمانوں کے بعد کسی صاحب دولت کو فنا اتم کے بعد بقاء اکمل بخشتے ہیں اور ذات مقدس کا نمونہ اس کو عطا فرماتے ہیں جس کے ساتھ اب اس کا قیام ہوتا ہے جس طرح کہ پہلے اس کا قیام اپنے اصل کے ساتھ تھا جو اسماء وصفات ہیں اور وہ تمام اعراض سابقہ جو رکھتا تھا اور یہ ذات موہوب دونوں مل کر اس کی حقیقت ہوتی ہے یہاں پہنچ کر اس کا کمال انسانی ختم ہو جاتا ہے اور نعمت اس کے حق میں تمام ہو جاتی ہے میں ایک بات کہتا ہوں اس کو اچھی طرح سننا چاہئے کہ اس ذات موہوب کے ساتھ صرف عارف ہی کا قیام مخصوص نہیں ہوتا بلکہ تمام افراد عالم جو اعراض مجتمعہ ہیں جس طرح پہلے اسماء وصفات کے ساتھ قیام رکھتے تھے اسی طرح اب ان کا قیام اس ذات موہوب پر وابستہ کیا ہے اور سب کو اس ایک ذات کے ساتھ قائم کیا ہے۔ ع

خاص کند بندہ مصلحت عام را

ترجمہ۔ ع خاص کر لیتا ہے اک کو تا بھلا ہو عام کا

انسان کی خلافت کا سر جو آیت کریمہ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (میں زمین میں خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) میں آیا ہے اس جگہ متحقق ہوتا ہے اور حدیث اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ (اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پیدا کیا) کی حقیقت اس مقام میں واضح ہوتی ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ ذات اقدس کا نمونہ اس کو عطا فرماتے ہیں میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے ورنہ نمونہ کی وہاں مجال نہیں جاننا چاہئے کہ اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد و بے شمار نہیں ہوتے جب بے شمار قرنوں کے بعد ایک پیدا ہوتا ہے تو پھر ایک زمانہ میں متعدد کس طرح ہو سکتے ہیں اگر اس قسم کی دولت کے ظہور کی مدت مقرر کی جائے تو شاید ہی کوئی اعتبار کرے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بہتری ہمارے نصیب کر) جاننا چاہئے کہ جب عارف کو بقاء ذات سے مشرف فرمائیں تو اس کی وہ ذات موہوب بیچون اور وجوہ اعتبارات کے ورا ہوگی کیونکہ جو چون ہے وہ وجہ واعتبار کے ساتھ مقید ہے جب تک بیچون نہ ہو وجہ واعتبار سے نہیں چھوٹ سکتا۔ اس ذات کیلئے جو بیچونی سے حصہ رکھتی ہے۔ بیچون حقیقی کی ذات کی طرف شاہراہ ہے جس طرح ظل کی وجہ واعتبار کو اصل کے وجہ واعتبار کی طرف راستہ ہے اسی طرح ظل کی عطا فرمائی ہوئی ذات مجرد کو ذات مجرد بیچو کی طرف شاہراہ ہے اور یہ ذات موہوب عارف کی کنہ ہے کیونکہ کنہ وہ ہے جو تمام وجوہ واعتبارات کے ماوراء ہو اور یہ ذات بھی تمام وجوہ واعتبارات کے ماوراء ہے اور عالم کے باقی تمام افراد کی کوئی کنہ نہیں کیونکہ ان کے تمام وجود سراسر وجوہ واعتبارات ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اعتبارات کے سوا ان کی کوئی ذات نہیں جس کو کنہ کہا جائے۔ پس جب ان کی کنہ نہیں تو ان کو اصل کی کنہ سے کیا نصیب ہوگا۔ ہاں کنہ کو کنہ کی طرف راستہ ہے لیکن وجہ کو کنہ کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ کنہ گویا کنہ کے مقابل واقع ہے اور وجہ کو کنہ کی طرف سے انحراف ہے پھر کنہ تک کس طرح پہنچے بلکہ جوں جوں دور جائے گا اس سے دور ہوتا جائے گا۔ بیت

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی — این راہ کہ تو میروی بترکستان است

ترجمہ۔ بیت — نہیں طرف کعبہ کو جائے گا تو ہرگز — کہ ترکسان کو جاتا ہے یہ راہ

کنہ کا کنہ کے محاذی اور مقابل ہونے کا اطلاق میدان عبارت کی تنگی کے باعث کیا گیا ہے ورنہ اس بارگاہ میں محاذات متصور نہیں لیکن چونکہ وہ معنی بیچون صورت مثالی میں محاذات کے طور پر مستمثل ہوتے ہیں اس لیے مجاز کے طور پر محاذات کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ( یااللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر ) سنو، سنو، جب افراد عالم کو جو اعراض مجتمعہ ہیں عارف کی ذات موہوب کے ساتھ قیام حاصل ہو گیا جیسے کہ گزر چکا ہے تو ان کو اس ذات عارف کے ذریعے ذات اقدس جل شانہ کے ساتھ نسبت ظاہر ہوگئی اور ان میں سے ہر ایک کو اس وسیلہ سے اس مرتبہ مقدسہ کا کچھ کچھ حصہ بھی مل گیا کیونکہ ان کی ذات ہی عارف کی ذات ہے گویا اپنی ذات کے وسیلہ سے ذات بیچون کے ساتھ بیچون رابطہ پیدا کیا ہے باوجود یکہ ذات اقدس کی طرف ان کا منسوب ہونا عارف کے واسطہ سے ہے کیونکہ وہ ذات درحقیقت عارف کی ذات ہے ایک اور عجیب بات سنو کہ جس شخص کو بذات خود ذات اقدس کی طرف انتساب حاصل ہے اور اس مرتبہ میں بیچون وصول کے ساتھ واصل ہے وہ شخص اس مرتبہ مقدسہ سے فیوض و برکات کے حاصل کرنے میں اصالت و استقلال رکھتا ہے۔ کوئی واسطہ درمیان نہیں ہوتا کیونکہ واسطے اور وسیلے اس مرتبہ مقدسہ سے نیچے نیچے ہیں۔ واصلوں میں سے ہر ایک شخص کو اپنی اپنی استعداد کے موافق اصالت کے طور پر اس جگہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا ( تمام امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ( سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی )۔

## مکتوب (۸۱)

ایک معاملہ کے حل اور واقعہ کی تعبیر میں خواجہ جمال الدین حسین کی طرف صادر فرمایا ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے فرزند عزیز کو واضح ہو کر صحیفہ شریفہ جو ارسال کیا تھا پہنچا ظاہری و باطنی عافیت و جمعیت کا حال پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ تم نے ایک واقعہ ظاہر شدہ ہوا لکھا تھا جس کی تعبیر طلب کی تھی۔ (کہ میں وضو کرنے کے درپے تھا کہ یکدم بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ گویا جان بدن سے نکل گئی جب افاقہ ہوا میں نے ایک نور دیکھا جو آفتاب کی طرح چمکتا تھا جس نے نہایت لطافت سے مجھے بے ہوش کر دیا تھا جس طرح کوئی شخص اپنے محبوب کو دیکھتا ہے اور اس کے جمال کے پرتو میں محو ہو کر اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا)۔ میرے فرزند کو واضح ہو کہ انسان سات لطائف مشہورہ سے مرکب ہے ہر لطیفہ کا کاروبار الگ ہے اور اس کے احوال و مواجید بھی جدا ہیں اب تک اس میرے فرزند کے احوال واذواق لطیفہ قلب سے تعلق رکھتے تھے اور قلب کے تلوینات سے متلون تھے۔ اب یہ وارد قوی جس نے بے شعور کیا تھا لطیفہ روح پر اتر آیا ہے اور روح کو اپنے تصرف میں لایا ہے۔ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَ جَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً (جب بادشاہ کسی گاؤں میں داخل ہو جاتے ہیں تو اس میں فساد برپا کر دیتے ہیں اور اس کے رئیسوں کو ذلیل کر دیتے ہیں) چونکہ دانش و شعور کا منشاء روح ہے اس لیے وارد سے مغلوب ہو کر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے اب تمہارا کاروبار لطیفہ روح کے متعلق ہے۔ آج کے حلقہ میں اس نسبت کی تکمیل کیلئے تھوڑی سی امداد و اعانت بھی وقوع میں آئی یہ اور اس کے اثر کا ظہور بھی مشہود ہوا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اس نے وسعت پیدا کی ہے اور اثر و سرایت کرنے کے درپے ہے۔ حق تعالیٰ اس کو انجام تک پہنچائے۔ دوسرا واقعہ جو لکھا تھا کہ پروین اور بنات النعش کی ملاقات اپنی منزل میں معلوم کی ہے۔ اس کی تعبیر بھی واقع اوّل کی تعبیر کے مناسب ہے کیونکہ نسبت قلبی و نسبت روحی کا جمع ہونا ان دونوں قسم کے ستاروں کی ملاقات میں ظاہر ہوا ہے۔ پروین میں چونکہ ستاروں کا انتظام اور اجتماع ہے اس لیے قلب کے مناسب ہے اور بنات النعش میں چونکہ ستارے پراگندہ ہیں اس لیے روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ دوسرا واقعہ اگر پہلے واقعہ کے بعد ظاہر ہوا ہے تو درست ہے۔ اس میں دونوں نسبتوں کے حصول کو جمع کیا ہے اور اگر پہلے سے ہے تو بھی درست ہے کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ نسبت حاصل ہوتی ہے لیکن ظاہر نہیں ہوتی یعنی اس کے حصول کو دکھایا ہے اور بعد ازاں دوسرے واقعہ میں ظاہر کیا ہے۔ واللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ (اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر جس قدر تو نے ہم کو سکھایا) والسلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۸۲)

مہاجرت یعنی جدائی کے رنج والم کے اظہار میں بمع بعض بشارتوں کے مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید خواجہ محمد معصوم مدظلہما کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) فرزندان گرامی ظاہری و باطنی جمعیت کے ساتھ رہیں۔ اس سفر ومحنت میں ان دونوں بیٹوں کی جدائی کے برابر کوئی رنج والم معلوم نہیں ہوتا کسی وقت بھی ان کی یاد سے فارغ نہیں ہوتا۔ منعم حقیقی جل شانہ کی طرف سے جس قدر زیادہ نعمت و دولت پہنچتی ہے اسی قدر دور افتادہ دوست زیادہ زیادہ یاد آتے ہیں ہر روز تازہ واقعات مسودہ اور بیاض میں لکھے جاتے ہیں لیکن کوئی نہیں جو ان کا ادراک کر سکے اور ان سے حظ اٹھائے۔ خواجہ محمد ہاشم کا وجود غنیمت ہے جو سخن فہمی کا ذوق رکھتا ہے اور کچھ نہ کچھ لذت حاصل کرتا ہے یہ لیکن اس سفر اجمیر میں تکلیفوں کی شدت کے باعث متخلفوں یعنی صحبت سے دور ماندوں اور دوستوں کی طرف سے صحیح العذر رہوا ہوں۔ چند دن اور شاید ہی موافقت کریں۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے) یار بھی کم ہیں اور خوراک بھی کم۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے) دوسری یہ کہ ایک رات تمہاری جدائی میں نہایت بیقرار تھا۔ نماز تہجد کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ تم دونوں بھائی ان یاروں میں سے ایک کے ساتھ بادشاہی وکیل کے پاس گئے ہو تاکہ بادشاہ کے نوکر ہو اور نوکری کی تجویز اس وکیل کے سپرد کی ہے کہ جس کو لائق و قابل جانے نوکر رکھ لے اور وہ جس کو تجویز کرتا ہے ایک ورق پر اس کا چہرہ یعنی حلیہ لکھ لیتا ہے اور نوکر رکھ لیتا ہے تم تینوں میں سے تم دونوں کے چہرہ کو لکھ لیا ہے اور نوکری کیلئے پسند کر لیا ہے اور اس تیسرے یار کا چہرہ نہیں لکھا اور اس کو نوکر نہیں رکھا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس تیسرے کا چہرہ کیوں نہیں لکھا تم نے کہا کہ چہرہ لکھنے کے وقت وکیل اپنے منہ کو اس کے منہ کے نزدیک لے گیا اور اچھی طرح ملاحظہ کر کے کہا کہ سیاہی رکھتا ہے یا اس کے قریب قریب کچھ کہا۔ اس لیے نہیں لکھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ تم دونوں کی طرف سے خاطر جمع اور تسلی ہوئی کہ تم کو قبول کر لیا لیکن اس تیسرے یار کی طرف سے دل بیزار رہا کہ تجویز دل پسند نہ ہوا۔ کاش اس کو بادشاہ کے نوکروں کی نوکری میں قبول فرمالیں۔ العاقبة بالخیر (انجام بخیر ہو)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۸۳)

لشکر کے برکات میں کہ جہاں بے اختیار رہنا پڑتا ہے۔ بزرگ مخدوم زادوں کی طرف صادر فرمایا ہے:-

فرزندان گرامی جمعیت کے ساتھ رہیں۔ لوگ ہر وقت ہماری محنتوں کو مدنظر رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی طلب کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ نامرادی اور بے اختیاری اور ناکامی میں کس قسم کا حسن و جمال ہے اور کونسی نعمت اس کے برابر ہے کہ اس شخص کو اپنے اختیار سے بے اختیار کردیں اور اپنے اختیار کے موافق اس کو زندگانی بخشیں اور اس کے اپنے امور اختیاری کو بھی اس بے اختیاری کے تابع بنا کر اس کے دائرہ اختیار سے باہر نکال دیں اور کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدَیِ الْغَسَّالِ (جیسے کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے) بنادیں۔ قید کے دنوں میں جب اپنی ناکامی اور بے اختیاری کا مطالبہ کرتا تھا تو عجب حظ حاصل ہوتا تھا اور نہایت ہی ذوق پاتا تھا۔ ہاں فراغت و آرام والے لوگ مصیبت والوں کے ذوق کو کیا معلوم کرسکتے ہیں اور ان کی بلا کے جمال کو کس طرح پاسکتے ہیں۔ بچوں کا حظ شیرینی پر ہی منحصر ہے لیکن جس نے تلخی سے حظ حاصل کیا وہ شیرینی کو جو کے برابر بھی نہیں خریدتا۔

مرغ آتشخوارہ کے لذت شناسد دانہ را

ترجمہ ع مرغ آتشخوار کو آئے نہ لذت دانہ کی

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

# مکتوب (۸۴)

اس طریقہ عالیہ کے آداب میں حافظ عبدالغفور کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) اس راہ کے طالب کو چاہئے کہ اول اپنے عقائد کو علماء اہل حق کے عقائد کے موافق درست کرے پھر فقہ کے ضروری احکام کا علم حاصل کرے اور ان کے مطابق عمل کرے۔ اس کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھے۔ بشرطیکہ ذکر کو شیخ کامل مکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص سے کامل نہیں ہوسکتا اور اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح آباد رکھے کو فرضوں اور مؤکدہ سنتوں کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہو۔ حتیٰ کہ قرآن مجید کی تلاوت اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عبادت نافلہ کو بھی موقوف رکھے اور وضو ہو یا نہ ہو ہر حال میں ذکر کرتا رہے اور کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے اسی کام میں مشغول رہے اور چلنے پھرنے اور کھانے پینے اور سونے کے وقت ذکر سے خالی نہ رہے۔ بیت

ذکر گو ذکر تا تراجان است　　　پاکئی دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: ذکر کر ذکر جب تلک جان ہے　　　دل کی پاکی یہ ذکر رحمان ہے

دوام ذکر میں اس قدر مشغول ہو کہ مذکور کے سوا سب کچھ اس کے سینے سے دور ہو جائے اور مذکور کے سوا اس کے باطن میں کسی چیز کا نام و نشان نہ رہے حتیٰ کہ ماسوا خطرہ کے طور پر بھی دل میں نہ گزرے اور اگر تکلف سے بھی غیر کو حاضر کرنا چاہئے تو نہ ہو سکے۔ اس نسیان کے سبب سے جو مذکور کے غیر سے دل کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ نسیان جو دل کو مطلوب کے تمام کے ماسویٰ سے حاصل ہوتا ہے مطلوب کے حاصل ہونے کا مقدمہ ہے اور مطلوب تک پہنچنے کی خوشخبری دینے والا ہے۔ مقصود حقیقی تک پہنچنے کی نسبت کیا لکھا جائے کہ وراء الوراء ہے۔ بیت

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَ دُوْنَهَا　　　قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خَيُوْفٌ

ترجمہ بیت: ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک　　　راہ میں پر خطر کوہ اور غار ہیں

برادر عزیز کو واضح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس سبق کو انجام تک پہنچالے تو پھر اور سبق کی طلب کرے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۸۵)

حفظ اوقات کی نصیحت میں حضرت مخدوم زادہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے:-

ان اطراف کے احوال و اوضاع حمد کے لائق ہیں اور تمہاری استقامت و سلامتی حق تعالیٰ سے مطلوب ہے اگر اجمیر پہنچ کر راستہ کی تکلیفوں اور گرمیوں سے کچھ نجات میسر ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ تم کو لکھوں گا اور بلالوں گا۔ جمعت کے ساتھ رہو اور اپنی ہمت کو حق تعالیٰ کی رضامندی کے حاصل کرنے میں صرف کرو۔ فراغت و آرام طلبی کو چھوڑ دو اور حظ نفس کے پیچھے نہ پڑو اور اہل وعیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت اختیار نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس ضروری کام میں فتور پڑ جائے پھر ندامت اور مایوسی کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس صحبت و دولت کو غنیمت سمجھو اور ضروری امور میں عمر بسر کرو۔ اطلاع دینا ضروری تھا۔ نئے نئے معارف جو لکھے گئے ہیں سب تم کو سبب کا کام نہ دیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



گے۔ان کو سرسری نہ جانو بلکہ بڑی کوشش سے ان کا مطالعہ کرو شائد ان کے پوشیدہ اسرار تم پر کھل جائیں اور سعادت کا سرمایہ ہاتھ آجائے۔تمہارے حق میں ایک بشارت پہنچی ہے اس کو ایک مکتوب میں لکھ کر خواجہ محمد ہاشم کے حوالہ کیا ہے تا کہ تمہارے پاس پہنچا دے۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تم کو ضائع نہ چھوڑے گا اور قبول فرمالے گا لیکن اس سے ڈرتے رہنا چاہئے اور لہو ولعب میں مشغول نہ ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ صحبت کی دوری تاثیر کر جائے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا و تضرع کرتے رہو اور اہل حقوق کے ساتھ بقدر ضرورت میل جول رکھو اور ان کی خاطر و تواضع بجالاؤ اور مستورات کے ساتھ وعظ و نصیحت سے زندگی بسر کرو اور ان کے حق میں امر معروف اور نہی منکر سے دریغ نہ رکھو اور تمام اہل خانہ کو نماز و صلاح اور احکام شرعی کے بجالانے کی ترغیب دیتے رہو۔فَاِنَّكُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنْ رَّعِيَّتِكُمْ (کیونکہ تم اپنی اپنی رعیت کی نسبت پوچھے جاؤ گے) حق تعالیٰ نے تم کو علم دیا ہے۔اس کے موافق عمل بھی نصیب کرے اور اس پر استقامت بخشے۔آمین

# مکتوب (۸۶)

خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کے بیان میں درویش حبیب خادم کی طرف صادر فرمایا ہے:

فضول مباحات کا مرتکب ہونا۔خوارق کے کمتر ظاہر ہونے کا باعث ہے۔خاص کر جبکہ فضول میں بکثرت مشغول ہو کر مشتبہ کی حد تک پہنچ جائیں اور وہاں سے محرم و حرام کے گرد آجائیں پھر خوارق کہاں اور کرامات کجا؟ مباحات کے ارتکاب کا دائرہ جس قدر زیادہ تنگ ہوگا اور قدر ضروری پر کفایت کی جائے گی۔اس قدر کشف و کرامت کی زیادہ گنجائش ہوگی اور خوارق کے ظہور کا راستہ زیادہ تر کھل جائے گا۔خوارق کا ظاہر ہونا نبوت کی شرط ہے۔ولایت کی شرط نہیں کیونکہ نبوت کا اظہار واجب ہے۔ولایت کا اظہار واجب نہیں بلکہ اس کا چھپانا اور پوشیدہ رکھنا بہتر ہے کیونکہ نبوت میں خلق کی دعوت ہے اور ولایت میں قرب حق اور ظاہر ہے کہ دعوت کا ظاہر کرنا ضروری ہے اور قرب کا چھپانا لازم ہے کسی ولی سے خوارق کا بکثرت ظاہر ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ وہ ولی ان اولیاء سے افضل ہے جن سے اس قدر خوارق ظاہر نہیں ہوئے بلکہ ممکن ہے کہ کسی ولی سے کوئی بھی خرق عادت ظاہر نہ ہوا ہو اور وہ ان اولیا سے افضل ہو جن سے خوارق بکثرت ظاہر ہوئے ہوں جیسے کہ شیخ الشیوخ نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں اس امر کی تحقیق کی ہے جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خوارق کا کم یا زیادہ ظاہر ہونا جو نبوت کی شرط ہے ایک سے دوسرے کے افضل ہونے کا موجب نہیں ہے تو پھر ولایت میں جہاں یہ شرط نہیں تفاضل کا سبب کیوں ہوگا۔

میرے خیال میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ریاضتوں اور مجاہدوں اور اپنی جانوں پر دائرہ مباحات کو زیادہ تر تنگ کرنے سے اصلی مقصود یہ تھا کہ ظہور خوارق حاصل ہو جو ان پر واجب ہے اور نبوت کے لیے شرط ہے نہ کہ قرب الٰہی جل شانہ کے درجات تک پہنچنا کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مجتبیٰ اور برگزیدہ ہیں اور جن کو جذب ومحبت کی رسی سے کھینچ لے جاتے ہیں اور بغیر تکلیف ومشقت کے ان کو قرب الٰہی کے درجات تک پہنچا دیتے ہیں۔ وہ انابت وارادت ہی ہے جہاں قرب الٰہی کے درجات تک پہنچنے کے لیے ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت ہے کیونکہ یہ مریدوں کا راستہ ہے اور مرادوں کو ناز ونعمت کے ساتھ اپنی طرف بلا لے جاتے ہیں اور محنت کے بغیر درجات قرب تک پہنچا دیتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ ریاضتیں اور مجاہدے راہ انابت وارادات میں شرط ہیں لیکن راہ اجتباء میں مجاہدہ وریاضت کی کوئی شرط نہیں۔ ہاں نافع اور سودمند ضرور ہیں۔ مثلاً کوئی شخص جس کو کشاں کشاں لے جائیں اگر وہ اس کشش کے ساتھ اپنی کوشش اور مشقت کو بھی کام میں لائے تو وہ بہت جلدی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ بہ نسبت اس کے کہ اپنی کوشش ومشقت کو چھوڑ دے اگرچہ جائز ہے کہ کبھی کشش تنہا جو زیادہ قوی ہو۔ کشش مرکب مذکور سے زیادہ تر کام کر جاتی ہے۔ پس راہ اجتباء میں سعی وتردد ومشقت کمال وصول کی شرط بھی نہ ہوا جیسے کہ نفس وصول کی شرط نہیں ہاں کچھ نہ کچھ نفع کا احتمال ضرور ہے۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو ضروری مباحات پر کفایت کرنے سے مراد ہے ارباب اجتباء کو بھی اس معنی کے بغیر جو مذکور ہو چکے ہیں بہت سے نفع اور فائدے حاصل ہوتے ہیں جیسے کہ دوام جہاد اکبر اور دنیا دنیہ کی آلودگی سے طہارت ولطافت یعنی پاک وصاف ہونا وغیرہ وغیرہ، جس قدر ضروری حاجتیں ہیں وہ دنیا میں داخل نہیں ہیں اور جو فضول ہیں وہ دنیا میں سے ہیں اور ریاضتوں اور قدر ضرورت پر کفایت کرنے میں دوسرا نفع آخرت کے محاسبہ اور مواخذہ کی کمی اور عاقبت کے درجات کی بلندی ہے کیونکہ دنیا میں جس قدر محنت ہے آخرت میں اس سے کئی گنا زیادہ مسرت ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے لیے مذکورہ بالا وجہ کے سوا اور وجوہ بھی پیدا ہو گئیں اور واضح ہو گیا کہ ریاضتیں اور ضروری مباحات پر کفایت کرنا راہ اجتباء میں اگرچہ وصل کی شرط نہیں لیکن فی حد ذاتہ محمود ومستحسن ہیں بلکہ فوائد مذکورہ کے لحاظ سے ضروری ولازم ہیں۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہمارے لیے بھلائی نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۸۷)

حضرت ایشاں مدظلہ العالی کے مرادی و مریدی کے اسرار میں مولانا محمد صالح کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں اور مراد بھی میرا سلسلہ ارادت بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جا ملتا ہے اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور میری ارادت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت واسطوں سے ہے اور طریقہ نقشبندیہ میں اکیس اور قادریہ میں پچیس اور چشتیہ میں ستائیں واسطے درمیان ہیں لیکن میں حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرید بھی ہوں اور ان کا پس رو ہم پیر یعنی پیچھے چلنے والا پیر بھائی بھی۔ پس آنحضرت ﷺ کے نزدیک اس دولت کے دستر خوان پر اگرچہ طفیلی ہوں لیکن بن بلائے نہیں آیا ہوں اور اگرچہ تابع ہوں لیکن اصالت سے بے بہرہ نہیں ہوں اور اگرچہ امتی ہوں لیکن اس دولت میں ان کا شریک ہوں ہاں وہ شرکت نہیں جس سے ہمسری اور برابری کا دعویٰ پیدا ہوتا ہو کیونکہ وہ کفر ہے بلکہ یہ وہ شرکت ہے جو خادم کو اپنے مخدوم کے ساتھ ہوتی ہے جب تک مجھے نہیں بلایا تب تک اس دولت کے دستر خوان پر حاضر نہیں ہوا اور جب تک انہوں نے نہ چاہا اس دولت کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اگرچہ اویسی ہوں لیکن مربی حاضر و ناظر رکھتا ہوں۔ طریقہ نقشبندیہ میں اگرچہ میرا پیر عبدالباقی ہے لیکن میری تربیت کا متکفل باقی جل جلالہ وعم نوالہ ہے۔ میں نے فضل سے تربیت پائی ہے اور اجتباء کے راستہ پر چلا ہوں۔ میرا سلسلۂ رحمانی ہے۔ میں عبدالرحمان ہوں میرا رب رحمان جل شانہ ہے اور میرا مربی ارحم الراحمین ہے اور میرا طریقہ طریقہ سبحانی ہے کیونکہ تنزیہ کے راستہ سے گیا ہوں اور اسم وصفت سے ذات اقدس تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں چاہا۔ یہ سبحانی وہ سبحانی نہیں ہے جو حضرت بایزید بسطامی نے کہا ہے کہ کیونکہ اس کو اس کے ساتھ کسی قسم کی مساوات نہیں ہے۔ وہ سبحانی دائرہ نفس سے باہر نہیں اور یہ انفس و آفاق کے ماوراء ہے اور وہ تشبیہ ہے' جس نے تنزیہ کا لباس پہنچا ہے اور یہ تنزیہ ہے' جس کو تشبیہ کی گرد بھی نہیں لگی۔ اس سبحانی نے چشمہ سکر سے جوش مارا اور یہ عین صحو سے نکلا۔ ارحم الراحمین نے میرے حق میں تربیت کے اسباب کو معدات کے سوا نہ رکھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور علت فاعلی میری تربیت میں اپنے فضل کے سوا اور کچھ نہ بتائی۔ حق تعالیٰ کمال کرم سے اس اہتمام وغیرت کے باعث جو میرے حق میں رکھتا ہے پسند نہیں فرماتا کہ میری تربیت میں کسی دوسرے کے فعل کا دخل ہو یا میں اس امر میں کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوں۔ میں حق تعالیٰ کا تربیت یافتہ اور اس کے نامتناہی فضل وکرم کا مجتبیٰ اور برگزیدہ ہوں۔ع

بر کریمان کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْمِنَّۃِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالتَّحِیَّۃُ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا (اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے جو بڑے جلال واکرام والا ہے اور اس کے رسول پر اوّل آخر صلوٰۃ وسلام وتحیۃ ہو)

## مکتوب (۸۸)

خلیل کی خلت کے اسرار اور تعین وجودی کے اثبات میں مخدوم زادہ عالی مرتبہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کو اپنی خلت کی دولت سے جو دراصل حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے مشرف فرماتا ہے اور ولایت ابراہیمی سے سرفراز کرتا ہے تو اس کو اپنا انیس وندیم بنالیتا ہے اور انس والفت کی نسبت جو خلت کے لوازم سے ہے درمیان آجاتی ہے اور خلیل کے اخلاق واوصاف کی قباحت وکراہت نظر سے دور ہو جاتی ہے کیونکہ اگر قبح نظر میں رہے تو نفرت وبے الفتی کا باعث ہوگا جو مقام خلت کے منافی ہے جو سراسر الفت ہے۔

**سوال** : خلیل کے اوصاف کی قباحت کا نظر سے مرتفع ہونا مجاز میں ظاہر ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس موطن میں خلت کی نسبت غالب آجائے اور خلیل کے اوصاف کی برائی کو چھپا دے لیکن مرتبہ حقیقت میں کہ جہاں شے کا علم کما حقہ ہے۔ قبیح کو غیر قبیح جاننا اور اس کا خلت کی نسبت مغلوب ہونا جائز نہیں۔

**جواب** : ہر ایک قبیح میں حسن وخوبی کی کوئی نہ کوئی وجہ ثابت ہے۔ پس ہوسکتا کہ حسن وخوبی کی اس وجہ پر نظر کر کے اس کو حسن اور نیک جانیں اور اس کے بہتر اور نیک ہونے کا حکم کریں۔ جاننا چاہئے کہ اس قبیح میں اگرچہ حسن مطلق پیدا نہیں ہوا لیکن چونکہ اس کے حسن کی وجہ مولیٰ جل شانہ کو ملحوظ ومنظور ہے۔ اس لیے اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (اللہ تعالیٰ کا گروہ غالب ہے) کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



موافق اس لیے نہ تھی تمام وجوہ پر غالب آ گیا ہے اور سب کو اپنے رنگ میں رنگ کر مستحسن کر دیا ہے۔ فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنَاتٍ (یہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے) خدا تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ جاننا چاہیئے کہ خلت ومحبت کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ خلت عام ہے اور محبت اس کا فرد کامل کیونکہ محبت زیادہ تر انس والفت سے مراد ہے جو گرفتاری کا باعث ہو جاتی ہے اور بے قراری و بے آرامی پیدا کرتی ہے۔ خلت سراسر انس والفت وآرام ہے وہ محبت ہی ہے جس نے گرفتاری کا موجب پیدا کیا ہے اور خلت کے دوسرے افراد سے متمیز ہوئی ہے۔ گویا الگ جنس بن گئی ہے اور وہ ہنر جو محبت نے اس امتیاز میں خلت کے باقی تمام افراد کی نسبت بڑھ کر حاصل کیا ہے وہ درد وحزن ہے۔ ورنہ نفس خلت سراسر عیش در عیش اور فرح در فرح اور انس در انس ہے۔ ممکن ہے کہ اسی سبب سے حق تعالیٰ نے اپنے خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں جو رنج ومحنت کا گھر ہے عمل کا اجر کرامت فرمایا ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے۔ وَاٰتَیْنَاہُ اَجْرَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصَّالِحِیْنَ (ہم نے اس کو دنیا میں اجر عطا کیا اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہے) چونکہ محبت درد وحزن کا موجب ہے اس لیے جس فرد میں محبت غالب ہوگی اس میں درد وحزن زیادہ تر ہوگا۔ شاید اسی سبب سے کہا ہو کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْحُزْنِ وَدَائِمَ الْفِکْرِ (رسول اللہ ﷺ ہمیشہ دردناک اور فکرمند رہا کرتے تھے) رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ (جیسی مجھے ایذا پہنچی ہے ویسی کسی نبی کو نہیں پہنچی) کیونکہ افراد انسانی میں سے فرد کامل محبت کے حاصل ہونے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ محبوب ہوئے ہیں لیکن چونکہ محبت کی نسبت درمیان آ گئی ہے۔ اس لیے محبوب بھی محب کی طرح فریفتہ اور گرفتار ہوا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلَیْھِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا (ابرار کا شوق میرے لقا کے لیے بڑھ گیا اور میں ان سے بھی زیادہ ان کا شائق ہوں)

**سوال**: شوق مفقود میں ہوتا ہے جب اس بارگاہ جل وعلیٰ سے کوئی چیز مفقود نہیں تو پھر شوق کیسے ہوگا اور اشد شوق کیا ہوگا۔

**جواب**: کمال محبت کا مقتضا یہ ہے کہ دوئی دور ہو جائے اور محب محبوب کے ساتھ متحد ہو جائے چونکہ یہ بات مفقود ہے۔ اس لیے شوق موجود ہے اور چونکہ اتحاد کی تمنا اصلی طور پر محبوب میں موجود ہے کیونکہ محبّ صرف محبوب کے وصل پر بھی قناعت کر سکتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس لیے اشد شوق محبوب کی جانب ہوگا اور متواصل الحزن حبیب کی صفت ہوگی۔

**سوال**: حق تعالیٰ تمام امور پر قادر ہے اور جو کچھ چاہے اس کے لیے میسر ہے۔ پس کوئی چیز حق تعالیٰ کے حق میں مفقود نہ ہوگی تاکہ شوق متحقق ہو۔

**جواب**: تمنا اور چیز ہے اور اس کا ارادہ اور چیز حق تعالیٰ کی مراد اس کے ارادہ کے برخلاف نہیں ہوتی لیکن تمنا ہوتی ہے اور اس کے حاصل ہونے کا ارادہ نہیں ہوتا اور اس کا وجود نہیں چاہتی۔ ع

در عشق چنیں لوالعجبیہا باشد

ترجمہ ع عشق میں ایسی ہی ہوتی ہیں بہت باتیں عجب

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عشق میں صرف محبوب کا درد ہوتا ہے اور وصل کچھ ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ وصل کو نہیں چاہتے اور محبوب کے اتصال سے بھاگتے ہیں۔ یہ عشق کے دیوانہ پن کی باتیں ہیں بلکہ عشق کے ہنر وفن ہیں۔ مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ (جس نے چکھا ہی نہیں وہ کیا جانے) اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ خلت نہایت ہی بلند اور بڑی برکت والا مقام ہے۔ عالم مجاز میں جس کسی کو دوسرے کے ساتھ انس والفت وسکونت وآرام ہے سب مقام خلت کے ظلال میں سے ہے وہ الفت جو باپ کو بیٹے کے ساتھ اور بھائی کو بھائی کے ساتھ اور عورت کو شوہر کے ساتھ ہے۔ سب خلت کی قسم سے ہے ایسے ہی ہر ایک حظ ولذت وآرام جو اچھی صورتوں اور جمیلہ مظہروں سے ثابت ہے مقام خلت ہی سے ہے لیکن محبت کچھ اور ہی چیز ہے اور اس کا منشاء بھی اور ہی ہے اگر خلت اور اس کا انس والفت درمیان نہ ہو کوئی مرکب وممکن وجود میں نہ آئے اور کوئی جزو دوسرے جزو کے ساتھ نہ ملے خاص کر جب کہ ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد ہوں بلکہ کوئی وجود ماہیت کے ساتھ نہ ملے اور کوئی عالم واجب تعالیٰ کی ایجاد کے تحت میں داخل نہ ہو کیونکہ حب ہی سلسلہ ایجاد کو حرکت میں لائی ہے اور وجود اشیاء کا باعث ہوئی ہے۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس خلق کو پیدا کیا) حدیث قدسی ہے اور حب خلت کا فرد کامل ہے جیسے کہ گزر چکا پس اگر خلت نہ ہوتی کوئی چیز موجود نہ ہوتی اور کوئی دوسرے کے ساتھ جمع نہ ہوتا اور الفت نہ پکڑتا۔ جہان کا وجود اور اس کا نظام خلت پر وابستہ ہے اگر خلت نہ ہوتی۔ نظام بھی وجود کی طرح مفقود ہوتا پس خلت ہی ایجاد کا اصل ہے۔ موجد کی جانب میں بھی اور موجود کی جانب میں بھی کیونکہ خلت ہی نے ممکن کو وجود کے قبول کرنے کے لیے مانوس کیا ہے اور اس کو ایجاد کی قید میں لائی ہے۔ بلکہ عدم نے بھی اپنے خلوت خانہ میں خلت کی بدولت آرام پایا ہے اور اپنی نیستی کے ساتھ موافقت کی ہے بلکہ اپنے نقیض کے ساتھ بھی الفت وانس پکڑا ہے اور اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کمالات کا مظہر ہوا ہے اور وجود ممکنات کا واسطہ بنا ہے۔ پس خلت تمام اشیاء سے زیادہ برکت والی ہے اور اس کی برکتیں موجود و معدوم کو شامل ہیں جب تو نے مقام خلت کے دقائق و معارف کو جان لیا اور اس کی عام برکتوں کو معلوم کر لیا اور یہ بھی جان لیا کہ مقام خلت اصالت کے طور پر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی ولایت ولایت ابراہیمی ہے تو پھر معلوم کرنا چاہئے کہ ان معارف کے برکات کے وسیلے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تعین اوّل حضرت وجود میں حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کا تعین ہے اور وہ تعین اوّل وجودی حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب کے امام ہیں۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (میں تجھ کو سب کا امام بنانے والا ہوں) اور حضرت سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی ملت کی متابعت پر مامور ہوئے۔ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا (حضرت ابراہیم کی سیدھی ملت کی متابعت کر) اور ان کے بعد جو پیغمبر مبعوث ہوا اس کو انہی کی متابعت کا امر ہوا اور باقی جس قدر تعینات ہیں سب اسی وجود تعین کے ضمن میں مندرج ہیں اگر تعین علمی اجمالی ہے تو وہ بھی اسی کے ضمن میں ہے اور اگر تفصیلی ہے تو وہ بھی اسی میں مندرج ہے۔ شاید اسی باعث سے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُبُوَّتْ (پدرانہ طور پر) یاد کرتے تھے اور باقی تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اخوت (برادرانہ طور) سے اور اگر باقی تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنوت (یعنی پسرانہ طور) کے ساتھ یاد فرماتے تو بھی ہو سکتا تھا کیونکہ ان بزرگواروں کے تعینات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعین کے ضمن میں جس کو تعین علمی اجمالی کہا ہے۔ مندرج ہیں اور یہ جو صلوات منطوقہ میں آیا ہے۔ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس تک پہنچنا تعین اوّل وجودی اور ولایت ابراہیمی کے تمام کمالات کے وسیلہ کے بغیر میسر نہیں کیونکہ اس مرتبہ مقدسہ کا پہلا پردہ یہی ہے اور اسی نے غیب الغیب کی آئینہ داری فرمائی ہے اور بطن بطون یعنی باطنوں کے باطن کو ظاہر کیا ہے پس کسی کو اس کے توسط و وسیلہ سے چارہ نہیں۔ حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کا امر اسی لیے ہوا ہے کہ ان کی تبعیت سے ان کی ولایت تک پہنچ جائیں اور وہاں سے حضرت ذات جل شانہ تک ترقی فرمائیں۔

**سوال**: اس بیان سے لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں حالانکہ اجماع حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت پر ہے اور نیز لازم آتا ہے کہ تجلی ذات دراصل حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور دوسروں کو ان کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تبعیت سے حاصل ہے حالانکہ اکابر صوفیہ کے نزدیک مقرر ہے کہ تجلی ذات بالا صالت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لیے ان کی تبعیت کے باعث ہے۔

**جواب**: وصول بذات بھی تجلی ذات کی طرح دو قسم پر ہے ایک باعتبار نظر کے ہے دوسری باعتبار قدم کے یعنی نظر واصل ہے یا ناظر بنفس خود واصل ہے وہ قسم جو وصول نظری ہے۔ بالا صالت حضرت خلیل علیہ السلام کے نصیب ہے کیونکہ تمام تعینات میں سے زیادہ قریب حضرت ذات سے تعین اوّل یہ جو حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا اور جب تک اس تعین تک نہ پہنچیں نظر اس سے آگے نہیں گزرتی اور وہ قسم جو باعتبار قدم کے ہے بالا صالت حضرت حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے جو محبوب رب العالمین ہیں۔ محبوبوں کو اس جگہ لے جاتے ہیں جہاں خلیل نہیں جا سکتے سوائے اس کے کہ ان کی تبعیت سے ان کو وہاں تک لے جائیں۔ ہاں خلیل بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کہ اس کی نظر وہاں تک پہنچ جائے جہاں محبوبوں کے رئیس پہنچے ہیں اور رستہ ہی میں نہ رہ جائے۔ غرض تجلی ذات ایک وجہ سے بالا صالت حضرت خلیل علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں اور دوسری وجہ سے وہ تجلی ذات حضرت خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں چونکہ دوسری وجہ کو مراتب قرب میں زیادہ قوت اور دخل ہے اس لیے تجلی ذات کو خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ زیادہ تر مناسبت حاصل ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے آنحضرت ﷺ حضرت خلیل اور باقی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ پس فضل کلی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان انہی دو بزرگواروں کے نصیب ہے۔ اگر چہ ایک دوسرے سے افضل ہیں اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ محبوں کے رئیس ہیں جیسے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام محبوبوں کے رئیس ہیں اس لیے المرء مع من احب کے موافق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ وہ معیت حاصل ہے جو دوسروں کے لیے نہیں۔ نیز اس بارگاہ میں ان کے لیے ایسا قدم گاہ اور مرتبہ ہے جو صرف ان کی محبت ہی کے باعث ہے جس میں کسی اور کا دخل نہیں لیکن یہ فضل ایک ایسی جزئی کی طرف راجع ہے جس کو عدیل کلی یعنی کل کے برابر کہہ سکتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے بہت سے نبی اس مقام میں ان کے تابع ہیں حالانکہ فضل کلی وہی ہے جو حضرت حبیب و خلیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے۔ اگر چہ ایک ایک وجہ سے دوسرے کا تابع ہے وصول نظری میں حضرت خلیل اصل ہیں اور حضرت حبیب علیہ السلام ان کے تابع ہیں اور وصول قدمی میں حضرت حبیب اصل ہیں اور حضرت خلیل علیہ السلام ان کے تابع ہیں اور حضرت کلیم علیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخصوصہ کمالات وفضائل جس قدر اس فقیر پر ظاہر ہوئے ہیں ان کو علیحدہ کاغذ میں درج کرنے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جاننا چاہئے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو نبی علیہ السلام کے ذریعے حضرت ذات تعالیٰ تک پہنچتے ہیں وہ نبی حضرت ذات اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان حائل نہیں ہوتے۔ ان کو حضرت ذات سے بالا صالت نصیب حاصل ہوتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اس درجہ تک پہنچنا اسی نبی علیہ السلام کی تبعیت پر وابستہ ہے برخلاف نبی کی امت کے جو نبی کے ذریعے پہنچتی ہے اور وہ پیغمبر درمیان میں حائل ہوتا ہے۔ ہاں افراد امت میں سے ایک فرد کو بالا صالت حضرت ذات سے نصیب حاصل ہوتا ہے اس جگہ بھی نبی کا حائل ہونا مفقود ہے اور اسکی تبعیت موجود ایسے شخص قلیل بلکہ اقل ہیں۔

**سوال** : اس تقدیر پر اس فرد امت اور تمام انبیاء کے درمیان کیا فرق ہے کیونکہ حائل ہونا دونوں میں مفقود ہے اور تبعیت موجود۔

**جواب**: اس تقدیر پر اس فرد امت اور تمام انبیاء کے درمیان کیا فرق ہے کیونکہ حائل ہونا دونوں میں مفقود ہے اور تبعیت موجود۔

**جواب**: تبعیت فرد امت میں باعتبار شریعت کے ہے یعنی جب تک وہ نبی کی شریعت کی متابعت نہ کرے نہیں پہنچتا اور تبعیت انبیاء میں اس اعتبار سے ہے کہ نبی متبوع کے لیے اس درجہ تک پہنچنا اولاً اور بالذات ہے اور دوسروں کے لیے ثانیاً اور بالعرض کیونکہ دعوت سے مطلوب محبوب ہوتا ہے اور دوسروں کو اس کے طفیل بلاتے ہیں اور اس کی تبعیت سے طلب کرتے ہیں لیکن سب ایک ہی دستر خوان کے جلیس ہیں اور ایک ہی مجلس میں اپنے اپنے درجہ کے موافق کامل طور پر لذت ونعمت پاتے ہیں وہ امتی ہی ہیں جوان بزرگواروں کا زلہ بردار اور پس خوردہ کھانے والے ہیں ہاں ہوسکتا ہے کہ ان کے افراد امت میں سے کوئی فرد کرم خداوندی سے مخصوص ہو جائے اور ان بزرگواروں کی مجلس کا ہم نشین ہو جائے جیسے کہ گزر چکا۔

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

مگر پھر بھی امت امت ہے اور پیغمبر پیغمبر۔ امتی خواہ کتنا ہی سرفراز ہو جائے اور کتنا ہی بلند درجہ حاصل کرلے پھر بھی ولی ہی ہے جس کا سر پیغمبر کے پاؤں تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَ إِنَّ جُنْدَنَا لَهُمْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الْغَالِبُوْنَ( ہمارے مرسل بندوں کے لیے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ یہی فتح مند رہیں گے اور بیشک ہمارا لشکر غالب رہے گا)

**سوال**: ملت ابراہیم علیہ السلام کی متابعت سے کہ جس کا ہمارے پیغمبر کو امر ہوا کیا مراد ہے اور حضور ﷺ کی اپنی مستقل شریعت کے ہوتے تبعیت کا امر کیا ہوگا؟

**جواب**: شریعت کا مستقل ہونا تبعیت کے مخالف نہیں ہو سکتا ہے کہ ہمارے پیغمبر نے شریعت کو بالا صالت اخذ کیا ہو لیکن کسی خاص امر کے حاصل ہونے کے لیے حضرت خلیل علیہ السلام کی متابعت کا امر ہوا ہو کیونکہ وہ امر اس متبوع کے خصائص میں سے ہے۔ جس کی متابعت کا امر ہوا ہے اور اس امر کا حاصل ہونا اس متابعت کے حاصل ہونے پر موقوف ہے۔ مثلاً ایک شخص فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرتا ہے اور اس کے علاوہ متابعت کی نیت بھی کر لے اور کہے کہ اس فرض کو چونکہ ہمارے نبی نے ادا کیا ہے اس لیے ہم بھی ادا کرتے ہیں۔ اس صورت میں یقین ہے کہ ادائے فرض کے ثواب کے علاوہ متابعت کا ثواب بھی پالے گا اور اس نبی علیہ السلام کے ساتھ مناسبت پیدا کر کے اس کی برکات سے استفادہ بھی کرے گا اور اس امر کی تفتیش کہ ملت کی متابعت سے مراد تمام ملت کی متابعت ہے یا بعض کی اور اگر تمام کی ہے تو بعض احکام کے منسوخ ہونے کے باوجود کل کی متابعت کس طرح درست ہے اور اگر بعض کی ہے تو پھر بھی خدشہ کے بغیر نہیں ہے اس کو علماء تفسیر نے حل کیا ہے اس طرف رجوع کرنا چاہئے کیونکہ یہ کام علماء ظاہر کا ہے اس کو علوم صوفیاء کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ سبحان اللہ اس قسم کے عجیب و غریب معارف مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں جن کو سن کر عجب نہیں کہ ابناء جنس بھی مجھ سے نفرت کریں اور محرم بھی مخالفت کے درپے ہو کر نامحرم اور مجرم بن جائیں۔ نہ میرا ان معارف کے حاصل ہونے میں کچھ اختیار ہے نہ ان کے اظہار میں میرا دخل ہے مجھے جتایا گیا ہے کہ تعین اوّل تعین وجودی ہے جو حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اور ان کا مبدء تعین ہے۔ اَسّی ہزار سال کی مدت میں کسی نے نہیں سنا کہ تعین اوّل تعین وجودی ہے اور وہ حضرت خلیل الرحمٰن کا رب ہے۔ متقدمین میں اس قسم کی عبارت متعارف نہ تھی اور نہ ہی تنزل و تعین کی گنجائش تھی لیکن متاخرین میں جب اس قسم کی باتیں متعارف اور مشہور ہوئیں تو تعین اوّل تعین علمی جملی قرار پایا اور وہ حضرت خاتم الرسل ﷺ کا رب مقرر ہوا۔ آج اگر اس مقرر اور ثابت شدہ امر کے برخلاف کسی سے ظاہر ہو تو خیال کرتے ہیں کہ خلیل علیہ السلام کو حبیب پر فضیلت دیتا ہے اور حبیب علیہ السلام کو خلیل علیہ السلام کا جزو بناتا ہے کیونکہ تمام تعینات کو تعین اوّل میں مندرج جانتا ہے اگرچہ اوپر ان کے تو ہم کو دفع کیا گیا ہے اور جواب شافی کہا گیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے لیکن معلوم نہیں کہ اس پر کفایت کریں اور اس سے تسلی پائیں کیا کیا جائے جہالت و دشمنی و تعصب کا کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ وہ مقلب القلوب اپنی قدرت کاملہ سے ان کے دلوں کو پھیر دے اور حق امر کے سننے اور قبول کرنے کے لائق بنادے۔ حضرت خلیل علیہ السلام کی بزرگی اور ان کی شان کی بلندی امر اتبع سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو فرمایا ہے معلوم کر سکتے ہیں کہ متبوع کو تابع کے ساتھ کیا نسبت ہوتی ہے لیکن وہ محبوبیت جو حضرت خاتم الرسل کا حصہ ہے تمام مراتب قرب وفضائل پر غالب آگئی ہے اور سب سے پیش قدم اور برتر کر دیا ہے۔ قرب کے ہزار مراتب محبوبیت کی ایک نسبت کے برابر نہیں ہو سکتے محبّ اپنے محبوب کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتا ہے دوسروں کو لائق نہیں کہ اس کی مشارکت طلب کریں۔

**سوال**: تو نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام کا رب بھی شان العلم ہے جس طرح کہ حضرت حبیب علیہ السلام کا رب بھی شان العلم ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ وہاں تفصیل کے طور پر ہے اور یہاں اجمال کے طور پر۔

**جواب**: وہ معرفت اس ولایت خلت کی حقیقت تک پہنچنے سے پہلے حاصل ہوئی تھی جب اس ولایت کی حقیقت سے متحقق ہوا تو معاملہ جیسا کہ تھا ظاہر ہو گیا۔ گویا وہ معرفت اس حقیقت کے ظل سے تعلق رکھتی تھی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ (اللہ تعالیٰ بہتری کو الہام کرنے والا ہے) ان معارف سے واضح ہوا کہ وجود عین ذات نہیں ہے بلکہ ایک تعین ہے جو حضرت ذات کے تمام تعینات سے سبق اور برتر ہے اور جس نے وجود کو عین ذات کہا ہے اس نے تعین کو لاتعلق خیال کیا ہے اور غیر ذات کو ذات سمجھا ہے اور غیریت میں مناقشہ کرنا لا حاصل ہے کیونکہ میدان عبارت تنگ ہے۔

**سوال**: اس تعین اوّل وجودی کو کہ تو نے معلوم کیا ہے اس تعین علمی اجمالی کے ساتھ جس کو اوروں نے معلوم کیا ہے کیا نسبت ہے اور ان دونوں تعینوں کے درمیان کوئی اور تعین ہے یا نہیں؟

**جواب**: تعین وجودی تعین علمی سے برتر ہے اور تعین علمی سے اوپر جو حضرت ذات اور لاتعین کا مرتبہ کہا ہے یہی تعین وجودی ہے جس کو دوسروں نے حضرت ذات کا عین معلوم کیا ہے اور وجود کو ذات کا عین جانا ہے ان دونوں تعینوں کے درمیان شان الحیات ہے جو تمام شیونات سے اقدام اور اوّل ہے بعد ازاں شان العلم ہے جو اجمالی اور تفصیلی طور پر اس کے تابع ہے لیکن اس درمیان والے تعین کا مظہر نظر نہیں آتا۔ اس کی مناسبت حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ ہے اور اس میں سب سے زیادہ استغنائے ذاتی جلوہ گر ہے اس قدر مفہوم ہوتا ہے کہ اس کے فیوض وبرکات صرف روحانیوں تک ہی پہنچتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ (حقیقت حال کو اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ) سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ (یا اللہ تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر جس قدر کہ تو نے ہمیں سکھایا بیشک تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے )

تنبیہ: یہ جو اوپر گزرا ہے کہ وصول نظری بالا صالت حضرت خلیل علیہ السلام کے نصیب ہے اور وصول قدمی بالا صالت حضرت حبیب علیہ السلام کے نصیب ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کی وہاں گنجائش ہے جب وہاں بال کی گنجائش نہیں تو پھر قدم کی کیا مجال ہے بلکہ وصول وہاں ایک مجہول الکیفیت وصول ہے اگر صورت مثالیہ میں از روئے نظر کے ظاہر ہوا تو وصول نظری کہتے ہیں اور اگر بلحاظ قدم کے ہو تو وصول قدمی کہتے ہیں ورنہ نظر و قدم دونوں اس بارگاہ سے حیران و پریشان ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔)

# مکتوب (۸۹)

شیخ روز بھان بقلی قدس سرہ کے کلام کی شرح اور توحید وجودی کے بعض دقائق کے بیان میں قاضی اسماعیل فرید آبادی کی طرف صادر فرمایا ہے:

شیخ ولی روز بھان بقلی قدس سرہ نے متصوفہ کی غلطیوں کے بیان میں فرمایا ہے کہ دوسری غلطی یہ ہے کہ ہمہ اوست کہتے ہیں اور ان تمام متفرقہ اور حادثہ جزئیات سے ایک ہی ذات چاہتے ہیں اور رمز کے ساتھ ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ ہم خود ہی ہیں پس ان کافروں کے سینکڑوں خدا ہیں اور خدا تعالیٰ محدثات کے جمع و تفرقہ سے منزہ ہے وہ واحد ہے جس کی طرف جزو کو راستہ نہیں۔ وہ حلول کو قبول نہیں کرتا۔ متلون نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اس بات سے کافر ہیں نہ اپنے آپ کو جانتے ہیں نہ خدا کو اگر ان میں سے کوئی حق ہوتا تو فنا نہ ہوتا بعض لوگوں نے روح میں غلطی کھائی ہے اور انہوں نے جسم کے بارہ میں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ (اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے) انتہیٰ (یہاں تک شیخ روز بھان قدس سرہ کا مقولہ ہے) پوشیدہ نہ رہے کہ عبارت ہمہ اوست اگرچہ متقدمین صوفیاء قدس سرہم میں متعارف نہ تھی لیکن انا الحق اور سبحانی اور لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَاہُ وغیرہ وغیرہ کی مانند بہت باتیں سرزد ہوئی ہیں اس کلمے اور ان کلاموں کا مطلب غالباً ایک ہی ہے۔

آب چو از سر گزشت چہ یک نیزہ چہ یک دست

ترجمہ سر سے پانی جب بڑھا نیزہ بھر کیا ہاتھ بھر کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


متاخرین صوفیاء میں بھی یہ عبارت شائع اور عام ہے اور بے تکلف ہمہ اوست کہتے ہیں اور اس قول پر اصرار کرتے ہیں ان میں سے بہت ہی کم لوگ ہیں جو اس قسم کی عبارتوں میں تردد رکھتے ہیں اور انکار ظاہر کرتے ہیں جو کچھ اس فقیر نے ان کے اطلاقات سے ہمہ اوست کے معنی سمجھے ہیں یہ ہیں کہ یہ تمام متفرقہ حادثہ جزئیات ایک ہی ذات تعالیٰ کا ظہور ہیں جس طرح کہ زید کی صورت بیشمار اور متعدد آئینوں میں منعکس ہو جائے اور وہاں ظہور پیدا کر لے اور ہمہ اوست کہ دیں یعنی یہ تمام صورتیں جنہوں نے بے شمار آئینوں میں نمود و ظہور پیدا کیا ہے زید کی ایک ذات کا ظہور ہیں۔ یہاں کونسی جزئیت اور اتحاد ہے اور کون سا حلول وتلون ہے زید کی ذات باوجود ان تمام صورتوں کے اپنی صرافت اور اصلی حالت پر رہی ہے ان صورتوں نے اس میں نہ کچھ زیادہ کیا ہے نہ کچھ کم بلکہ جہاں زید کی ذات ہے وہاں ان صورتوں کا نام ونشان تک بھی نہیں تاکہ ان جزئیت اور اتحاد اور حلول وسریان کی نسبت پیدا کریں۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ کا سر اس جگہ ڈھونڈنا چاہئے کیونکہ جس مرتبہ میں حق تعالیٰ ہے وہاں جس طرح ظہور سے پہلے عالم کی گنجائش نہ تھی۔ ظہور کے بعد بھی وہاں عالم کی کوئی گنجائش نہیں۔ فَلَا جَرَمَ یَکُوْنُ الْاٰنَ کَمَا کَانَ (پس وہ بالضرور اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ تھا) عجب معاملہ ہے کہ متقدمین صوفیاء میں سے بہت سے بزرگوار اس توحید آمیز عبارت سے حلول واتحاد سمجھتے ہیں اور اس عبارت کے کہنے والوں کو کافر اور گمراہ کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قسم کی عبارتوں کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ کہنے والوں کے مذاق سے اس کو کچھ نسبت ومناسبت نہیں ہوتی۔ صاحب عوارف فرماتا ہے کہ منصور کا انا الحق اور بایزید رحمتہ اللہ علیہ کا سبحانی کہنا حق تعالیٰ کی طرف سے حکایت کے طور پر تھا اور اگر حکایت کے طریق پر نہ ہو بلکہ حلول واتحاد کی آمیزش درمیان ہو تو پھر ہم ان اقوال کے کہنے والوں کو رد کرتے ہیں جس طرح کہ نصاریٰ کو رد کرتے ہیں جو حلول واتحاد کے قائل ہیں حالانکہ تحقیق سابق سے واضح ہو چکا ہے کہ اس قسم کی شطحیہ عبارتوں میں کوئی حلول واتحاد نہیں ہے۔ اگر حمل ہے تو باعتبار ظہور کے ہے نہ کہ باعتبار وجود کے جیسے کہ انہوں نے سمجھا ہے اور حلول واتحاد کی طرف لے گئے ہیں۔ مانا کہ یہ مسئلہ توحید متقدمین صوفیاء میں صاف اور واضح نہیں ہوا تھا ان میں سے جو کوئی مغلوب الحال ہو جاتا تھا اس سے اس قسم کے اتحاد نما توحیدی کلمات سرزد ہو جاتے تھے اور غلبہ سکر کے باعث اس کے سر کو نہ پا سکتے تھے اور ان عبارتوں کے ظاہر کو حلول واتحاد کی آمیزش سے پھیر نہ سکتے تھے جب شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ تک نوبت پہنچی اس نے کمال معرفت سے اس مسئلہ دقیقہ کو شرح کیا اور بابوں اور فصلوں میں تقسیم کر کے صرف ونحو کی طرح جمع کیا باوجود اس امر کے پھر بھی اس طائفہ میں سے بعض نے اس کی مراد کو نہ سمجھ کر اس کو خطا کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



منسوب کیا اور اس پر طعن وملامت کی اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہے اور اس کے طعنہ لگانے والے دور از صواب ہیں۔ شیخ کی بزرگی اور اس کے علم کی زیادتی اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنی چاہئے اور اس کی ردو طعن نہ کرنی چاہیے اس مسئلہ پر جوں جوں غور و بحث کی جاتی ہے متاخرین کے مختلف فکروں کے ملنے سے واضح اوصاف ہوتا ہے اور حلول واتحاد کے شبہ سے دور تر ہوتا جاتا ہے۔ وہ نحو جو متاخرین نحویوں کے مختلف فکروں کے ملنے سے واضح وصاف ہوا ہے سیبویہ واخفش کے زمانہ میں ہرگز ایسا نہ تھا کیونکہ ہر ایک فن وصنعت کی تکمیل مختلف فکروں کے ملنے پر موقوف ہے۔ حضرت امام اعظم اور ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے تک ایک دوسرے کے ساتھ بحث کرتے رہے اور ردو بدل فرماتے رہے چھ مہینے کے بعد یہ بات قرار پائی کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہو جاتا ہے اتنی مدت تک یہ بحث ومباحثہ اسی لیے ہوتا رہا کہ یہ مسئلہ واضح وصاف نہیں ہوا تھا اب چونکہ مختلف فکروں کے ملنے سے واضح ہو چکا ہے اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ نزاع کا موجب اگر حروف وکلمات ہیں جو کلام نفسی پر دلالت کرتے ہیں تو بے شک حادثات اور مخلوق ہیں اور اگر مراد ان کی مدلولات ہیں تو قدیم اور غیر مخلوق ہیں۔ یہ تنقیح مختلف فکروں کے ملنے کی برکت سے ہے اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اس عبارت کے اور معنی بھی ہیں جو حلول واتحاد سے بعید ہیں یعنی سب نیست ہیں اور حق تعالیٰ ہی موجود ہے نہ یہ کہ یہ سب ہست ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں اس قسم کی بات کوئی بیوقوف اور نادان بھی نہیں کہتا۔ بزرگوں سے کسی طرح متصور ہو سکتی ہے چونکہ غلبہ محبت کے باعث محبوب کے سوا کچھ ان بزرگواروں کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس کے سوا کچھ بھی ان کے شہود میں نہیں رہتا۔ اس لیے ہمہ اوست کہہ دیتے ہیں یعنی یہ سب کچھ جو ثابت دکھائی دیتا ہے سراسر وہم وخیال ہی ہے موجود صرف حق تعالیٰ ہی ہے اس صورت میں نہ جزئیت واتحاد کی آمیزش ہے نہ حلول وتلون کا گمان لیکن یہ فقیر اس قسم کی عبارتوں کو پسند نہیں کرتا اور اس قسم کے مقاصد سے مبرا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے مرتبہ تقدس وتنزہ کے لائق نہیں یہ اشیاء کیا ہیں جو اس کا مظہر ہو سکیں۔

در کدام آئینہ در آید او

ترجمہ: وہ کسی آئینہ میں آتا نہیں

اور ان میں یہ طاقت ومجال کہاں ہے کہ ظہور کے اعتبار سے بھی اس پر محمول ہو سکیں اگر مظہر بھی ہیں تو اس کے کمالات کے ظلال میں سے کسی ظل کا مظہر ہیں اور وہ ظل کہ جس کا مظہر ہیں۔ حق تعالیٰ کے ظلال میں سے وہ ظلال جس سے لے کر ذات تعالیٰ تک کئی ہزار ظلال درمیان ہیں آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نے سنا ہی ہوگا کہ اِنَّ لِلّٰہِ لَسَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ (اللہ تعالیٰ کیلئے ستر ہزار نور وظلمت کے پردے ہیں) پس حق تعالیٰ کے ظلال میں سے کسی ظل کے مظہر کو بے تحاشا حق تعالیٰ پر محمول کرنا بڑی بے ادبی اور دلیری ہے لیکن چونکہ غلبہ سکر وحال ہے اس لیے اس قدر مذموم نہیں۔ اسی طرح دوسری توجیہ کے موافق بھی اپنے مشہود کو حق تعالیٰ کا عین جاننا اور اس اعتبار سے اس پر محمول کرنا بے ادبی بلکہ خلاف واقع ہے کیونکہ وہ مشہود بھی حق تعالیٰ کے کمالات کا ظل ہے حق تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ نیز جو کچھ مشہود ہے وہ نفی کے لائق ہے پھر وہ حق تعالیٰ کیسے ہوسکتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا سب حق تعالیٰ کا غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہئے اس مسئلہ میں جو کچھ اس حقیر کے نزدیک مختار اور شان تقدیس وتنزیہ کے مناسب ہے وہ ہمہ از وست کی عبارت ہے نہ ان معنی کے لحاظ سے جس پر علماء ظاہر کفایت کرتے اور کہتے ہیں کہ سب کا صدر اور خلق اسی سے ہے کیونکہ یہ خود صادق اور واضح ہے بلکہ اس کے علاوہ یہاں اور علاقہ اور نسبت بھی ہے جس کی طرف علماء نے ہدایت نہیں پائی اور صوفیاء اس کو دریافت کرنے سے ممتاز ہوئے ہیں وہ اصالت وظلیت کا ارتباط اور باہمی رابطہ ہے یعنی اگر ممکن کا وجود ہے تو وجود واجب سے ناشی ہے اور اس کے وجود کا پرتو ہے اور اگر حیات ہے تو وہ بھی اسی کی صفت حیات سے پیدا ہے اور اسی کی حیات مقدسہ کا پرتو ہے۔ علم وقدرت وارادہ بھی اسی قیاس پر ہیں۔ پس صوفیاء کے طور پر عالم حق تعالیٰ سے صادر بھی ہے اور اس کے کمالات کا ظل بھی ہے اور اسی کے منزہ کمالات سے ناشی ہے مثلاً وہ وجود جو ممکن کو دیا گیا وہ ایسا امر نہیں جو خود مختار ہو اور اس کو خود بخود استقلال حاصل ہو بلکہ وہ وجود واجب تعالیٰ کے وجود کا ظل وپرتو ہے اسی طرح حیات وعلم وغیرہ جو ممکن کو بخشا گیا ہے اس قسم کے امور نہیں ہیں کہ انہوں نے صانع تعالیٰ شانہٗ سے ثبوت واستقلال پیدا کیا ہے بلکہ ان کا وجود صدور حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ سب حق تعالیٰ کے کمالات کے ظلال اور ان کمالات کی صورتیں اور مثالیں ہیں یہی اصالت اور ظلیت کا ارتباط ہے جس کی طرف صوفیہ نے ہدایت پائی ہے یہی معاملہ صوفیہ کو اعلیٰ علیین تک لے گیا ہے اور ان کو فناء وبقاء تک پہنچا کر ولایت خاصہ کے ساتھ متحقق کیا ہے چونکہ علماء ظاہر کو یہ دید میسر نہیں ہوتی اس لئے فنا وبقاء سے بہرہ مند اور ولایت خاصہ کے ساتھ متحقق نہیں ہوئے۔ صوفیاء اپنے کمالات کو واجب تعالیٰ کے کمالات کے عکس جانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے کمالات کا امانتدار دیکھتے ہیں اور ان کمالات کا آئینہ معلوم کرتے ہیں جب اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ امانتوں کو امانت والوں کے حوالہ کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دو) کے موافق اس امانت کو امانت والے کے حوالہ کرتے ہیں اور پوری طرح ان کمالات کو بڑے ذوق کے ساتھ اصل کو دے دیتے ہیں تو اپنے آپ کو معدوم معلوم کرتے اور میت جانتے ہیں کیونکہ وجود و حیات جب اپنے اصل کی طرف چلے گئے تو پیچھے معدوم و میت رہ گیا اور فناء متحقق ہو گئی مولا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

## ابیات

چوں بدانستی تو اور از نخست　　　سوئے آنحضرت نسب کردی درست
وآنکہ دانسی کہ ظل کیستی　　　فارغی گرمردی وگر زیستی

ترجمہ ابیات

جبکہ تھا پہلے تو اس کو جانتا　　　نسبتیں اس کی طرف کرتا رہا
ظل ہے کس کا تو گر یہ جان لے　　　تو ہے فارغ گرمرے تو گر جئے

اس فنا کے بعد اگر اس کو بقاء سے مشرف کرنا چاہیں تو دوبارہ اس کو وجود اور توابع وجود یعنی صفات کاملہ اس کو عطا فرماتے ہیں اور دوسری ولایت کے ساتھ اس کو متحقق کرتے ہیں۔ لَنْ یَلِجَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ مَنْ لَمْ یُوْلَدْ مَرَّتَیْنِ (جو شخص دوبارہ پیدا نہ ہو آسمانوں کے ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا)۔ ع

هَنِیْئاً لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا

ترجمہ ع　مبارک منعموں کو اپنی نعمت

بارخدایا میدان عبارت کی تنگی کے باعث وہ الفاظ جن کا اطلاق شرع میں وارد نہیں ہوا ہے جیسے کہ ظلیت وغیرہ کا اطلاق کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کا ظل ہے اور اس کی صفات حق تعالیٰ کی صفات کاملہ کے ظلال ہیں۔ ان اطلاقات سے بہت ڈرتا اور کانپتا ہوں لیکن چونکہ تیرے اولیاء نے مجھ سے پہلے ان اطلاقات پر سبقت کی ہے اس لیے معافی کا امیدوار ہوں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر)

جاننا چاہئے کہ سابقہ تحقیق سے واضح ہوا کہ صوفیاء جو کلام ہمہ اوست کے قائل ہیں عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول وسریان ثابت نہیں کرتے بلکہ ظہور وظلیت کے اعتبار سے حمل کرتے ہیں نہ کہ وجود و تحقیق کے اعتبار سے اگرچہ ان کی ظاہر عبارت سے اتحاد وجودی کا وہم گزرتا ہے لیکن ہرگز ہرگز ان کی یہ مراد نہیں کیونکہ یہ کفر والحاد ہے جب ایک کا دوسری پر حمل کرنا باعتبار ظہور کے ہے نہ باعتبار وجود کے تو پھر ہمہ اوست کے معنی ہمہ از وست ہیں کیونکہ شے کا ظل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسی شے سے پیدا ہوتا ہے اگرچہ غلبہ حال میں ہمہ اوست کہتے ہیں لیکن درحقیقت اس عبارت سے ان کی مراد ہمہ از وست ہے۔ پس اس بیان کے موافق ان کی کلام پر اعتراض کرنے اور اس کلام کے کہنے والے کو کافر گمراہ کہنے کی کوئی مجال نہیں رہی۔ واضح ہو کہ ظل شے سے مراد اس شے کے ظہور سے ہے۔ دوسری یا تیسری یا چوتھی مرتبہ میں مثلاً زید کی صورت میں جو آئینہ میں منعکس ہوئی ہے وہ مرتبہ دوم میں زید کا ظل اور اس کا ظہور ہے اور زید فی حدذاتہ اپنے وجود اصلی کے مرتبہ میں ہے جس نے اپنے آپ کو ظل کے طور پر آئینے میں ظاہر کیا ہے بغیر اس بات کے کہ اس کی ذات وصفات میں تغیر وتبدل واقع ہو جیسے کہ گزر چکا۔ رَبَّنَآ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر ''(یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش' تو تمام چیزوں پر قادر ہے) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۹۰)

اس سوال کے جواب میں جو عارفوں کے مشاہدہ قلب کی حقیقت کے بارہ میں کیا گیا تھا فقیر ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے:

آپ نے پوچھا تھا کہ بعض محقق صوفیاء دنیا میں دل کی آنکھ سے حق تعالیٰ کی رویت اور مشاہدہ ثابت کرتے ہیں جیسے کہ شیخ عارف نے اپنی کتاب عوارف میں فرمایا ہے۔ کہ مَوۡضِعُ الۡمُشَاهَدَةِ بَصَرُ الۡقَلۡبِ (مشاہدہ کا محل دل کی آنکھ ہے) اور شیخ ابو اسحاق کلابادی قدس سرہ جو اس طائفہ عالیہ کے قدماء ورؤساء میں سے ہے اپنی کتاب تعرف میں لکھتا ہے کہ اَجۡمَعُوۡا عَلٰی اَنَّهٗ لَا یُرٰی فِی الدُّنۡیَا بِالۡاَبۡصَارِ وَلَا بِالۡقُلُوۡبِ اِلَّا مِنۡ جِهَةِ الۡاِیۡقَانِ (اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کو دنیا میں ایقان کی جہت کے سوا آنکھوں اور دلوں سے نہیں دیکھ سکتے) ان دونوں تحقیقوں میں موافقت کس طرح ہے آپ کی رائے کس تحقیق کے مطابق ہے اور باوجود اختلاف کے اجماع کے کیا معنی ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو ہدایت دے۔ آپ کو واضح ہو کہ اس مسئلہ میں فقیر کے نزدیک صاحب تعرف قدس سرہ کا قول مختار ہے اور جانتا ہے کہ دلوں کو اس بارگاہ سے ایقان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ خواہ اس کو رویت خیال کریں یا مشاہدہ جب دل کو رویت حاصل نہ ہو تو آنکھ کو کیسے حاصل ہوگی جو اس معاملہ میں بیکار و معطل ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایقان کے معنی وحقیقت جو قلب کو حاصل ہوتی ہے۔ عالم مثال میں رویت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور موقن بہ (جب پر یقین لایا گیا ہے) مرئی کی صورت میں ظہور کرتا ہے کیونکہ عالم مثال میں ہر معنی وحقیقت کی ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صورت ہے جو عالم شہادت کی صورت کے مناسب ہے جب عالم شہادت میں کمال یقین رویت میں ہے تو وہ ایقان بھی عالم مثال میں رویت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جب ایقان رویت کی صورت میں ظاہر ہوتو اس کا مُتَعَلَّقْ یعنی موقن بہ بھی مرئی کی صورت میں ظاہر ہوگا جب سالک اس کو عالم مثال کے آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے تو آئینہ کے واسطہ سے غافل ہو کر صورت کو حقیقت جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ رویت کی حقیقت حاصل ہوئی ہے اور مرئی ظاہر ہوا ہے۔ نہیں جانتا کہ وہ رویت اس کے ایقان کی صورت ہے اور مرئی اس کے موقن بہ کی صورت۔ اس مقام پر بھی صوفیاء غلطی کھا جاتے ہیں اور صورتیں اپنی حقیقتوں سے مل جل جاتی ہیں جب یہ دید غالب آ جاتی ہے اور باطن سے ظاہر میں اثر کر جاتی ہے تو سالک کو یہ وہم گزرتا ہے کہ رویت بصری بھی حاصل ہوگئی ہے اور مطلوب گوش سے آغوش میں آ گیا ہے اور نہیں جانتا کہ اس مطلب کا حاصل ہونا جب اصل یعنی بصیرت میں بھی تلبس وتوہم پر مبنی ہے تو پھر جو اس عالم میں اس کی فرع ہے۔ اس مطلب کے لائق کیسے ہوگی اور اس کو کہاں رویت حاصل ہوگی حالانکہ رویت قلبی میں بھی بہت سے صوفیاء نے وہم وشک کیا ہے اور اس کے وقوع کا حکم کیا ہے۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو رویت بصری کے وقوع کا وہم کرتا ہوگا کیونکہ اہل سنت و جماعت کے اجماع کے مخالف ہے۔

**سوال:** جب عالم مثال میں موقن بہ کی صورت پیدا ہوگی تو لازم ہوا کہ حق تعالیٰ کی وہاں صورت ہے۔

**جواب:** تجویز کیا ہے کہ اگرچہ حق تعالیٰ کی کوئی مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے اور جائز رکھا ہے کہ مثال میں کسی صورت پر ظہور فرمائے چنانچہ صاحب فصوص قدس سرہ نے رویت اخروی کو بھی لطیفہ جامعہ مثالیہ کی صورت میں مقرر کیا ہے۔ اس جواب کی تحقیق یہ ہے کہ مثال میں موقن بہ کی وہ صورت حق تعالیٰ کی صورت نہیں۔ بلکہ صاحب ایقان کے مکشوف کی صورت ہے۔ جس کے ساتھ اس کے ایقان کا تعلق ہے اور وہ مکشوف حق تعالیٰ کی ذات کے بعض وجوہ واعتبارات میں سے ہے۔ نہ کہ حق تعالیٰ کی ذات اسی واسطے جب عارف کا معاملہ ذات جل شانہ تک پہنچتا ہے تو پھر اس قسم کے تخیلات پیدا نہیں ہوتے اور کوئی رویت ومرئی خیال میں نہیں آتا کیونکہ مثال میں ذات اقدس کی کوئی صورت موجود نہیں جس کو مرئی کی صورت میں ظاہر کرے اور اس کے ایقان کو رویت کی صورت میں جتلائے۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ عالم مثال میں معانی کی صورتیں ہیں۔ نہ کہ ذات کی صورت چونکہ عالم تمام اسماء وصفات کے مظہر ہیں۔ اس لئے ذاتیت سے بہرہ نہیں رکھتے۔ چنانچہ ہم نے اس کی تحقیق کئی جگہ کی ہے۔ پس وہ مرئی تمام معانی کی قسم سے ہوگا اور مثال میں اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کی صورت موجود ہوگی۔ کمالات وجوبی میں کہ جہاں صفت وشان ہے جو ذات کے ساتھ قیام رکھتے ہیں اور معانی کی قسم سے ہیں۔ اگر مثال میں ان کی صورت ہو اگر چہ یہ بھی سراسر نقص ہے تو ہوسکتا ہے لیکن اس کی ذات اقدس ہرگز صورت کے مراتب میں سے کسی مرتبہ میں نہیں آ سکتی۔ کیونکہ صورت سے تحدید وتقیید لازم آتی ہے اور تقیید خواہ کسی مرتبہ میں ہو جائز نہیں کیونکہ مراتب جو سب اسی کی مخلوق ہیں۔ کہاں گنجائش رکھتے ہیں کہ اپنے خالق کو محدود ومقید کرسکیں اور جس کسی نے اس بارگاہ جل شانہ میں مثال کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ وجوہ واعتبارات کے اعتبار سے ہے۔ نہ کہ عین ذات تعالیٰ کے اعتبار سے۔ اگر چہ حق تعالیٰ کے وجود واعتبارات میں بھی مثال کا تجوز کرنا اس فقیر پر گراں ہے۔ ہاں اگر اس کے ظلال بعیدہ میں سے کسی ظل میں تجویز کی جائے تو بجا ہے۔ اس بیان سے واضح ہوا کہ عالم مثال میں معانی اور صفات کی صورتوں کے نقش موجود ہیں۔ نہ کہ ذات اقدس کے۔ پس صاحب فصوص نے جو رویت اخروی کو صورت مثالیہ میں تجویز کیا ہے۔ جیسے کہ گزر چکا۔ وہ حق تعالیٰ کی رویت نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی صورت کی رویت بھی نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی کوئی صورت نہیں جس کے ساتھ رویت کا تعلق ہو اور اگر مثال میں کوئی صورت ہے تو وہ اس کے ظلال بعیدہ میں سے کسی ظل کی ہے۔ پس اس کی رویت حق کی رویت نہیں۔ شیخ قدس سرہ حق تعالیٰ کی رویت کی نفی میں معتزلہ وفلاسفہ سے کچھ کم نہیں۔ کیونکہ رویت کو اس طرح ثابت کرتا ہے جس سے رویت کی نفی لازم آتی ہے اور اس میں صریح طور پر رویت کی نفی کرنے کی نسبت زیادہ بلیغ طور پر رویت کی نفی ہے کیونکہ اَلْكِنَايَةُ اَبْلَغُ مِنَ التَّصْرِيْحِ (کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے) قضیہ مقررہ ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اس جماعت کا مقتداء ان کی اپنی بھدی عقل ہے اور شیخ کا مقتداء اپنا بعید از صحت یعنی غلط کشف۔ شاید مخالفوں کے ناتمام دلائل نے شیخ کے متخیلہ میں مقام کر کے اس کے کشف کو بھی اس مسئلہ میں صواب سے منحرف کر دیا ہے اور ان کے مذہب کی طرف مائل کر دیا ہے لیکن چونکہ خود اہل سنت وجماعت سے ہے۔ اس لئے صورت کے طور پر اس کو ثابت کیا ہے اور اس پر کفایت کر کے اسی کو رویت خیال کیا ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر) اس مسئلہ دقیقہ کی وہ تحقیق بھی جو کتاب عوارف کے بعض مقامات کے حل میں لکھی ہے۔ تحریر ہو چکی ہے۔ اجماع کے بارے میں جو آپ نے دریافت کیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس وقت تک ایسا خلاف جو اعتبار کے لائق ہو۔ ظاہر نہ ہوا ہو یا اپنے زمانہ کے مشائخ کا اجماع مراد ہو۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ (اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو زیادہ جانتا ہے۔)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۹۱)

ان سوالوں کے جواب میں جو معرفت و ایمان حقیقی کے درمیانی فرق کی نسبت کیے گئے تھے۔ مولانا ظاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ برادرم عزیز کا صحیفہ شریفہ جو شیخ سجاول کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ سلامت و عافیت سے ہیں۔ چند سوال جو آپ نے درج کئے تھے۔ ان کے جواب میں جو کچھ دل میں آیا ہے، لکھا جاتا ہے۔ اس پر اچھی طرح غور و توجہ فرمائیں۔

**سوال اوّل:** معرفت اور ایمان حقیقی کے درمیان کیا فرق ہے؟

**جواب:** معرفت اور ہے اور ایمان اور کیونکہ معرفت کے معنی پہچاننے کے ہیں اور ایمان کے معنی گرویدہ ہونا اور یقین کرنا شناخت اور پہچان ہوسکتی ہے لیکن یقین نہیں ہوسکتا۔ اہل کتاب کو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں معرفت حاصل تھی۔ پہچانتے تھے کہ پیغمبر ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (اس کو پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں) لیکن چونکہ دشمنی کے باعث گرویدہ نہ ہوئے اور یقین نہ لائے۔ اس لئے ایمان بھی متحقق نہ ہوا۔ معرفت بھی ایمان کی طرح دو قسم پر ہے۔ ایک معرفت کی صورت ہے جس طرح کہ ایمان کی صورت ہے۔ دوسرے معرفت کی حقیقت ہے جیسے کہ ایمان کی حقیقت ہے۔ ایمان کی صورت وہی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی اور رحمت سے شریعت میں آخرت کی نجات کے لئے کفایت فرمائی ہے اور وہ نفس امارہ کے انکار اور سرکشی کے باوجود قلب کا گرویدہ ہونا ہے۔ اسی طرح معرفت کی صورت بھی نفس امارہ کی جہالت کے باوجود اسی لطیفہ پر موقوف ہے لیکن معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی جبلی اور پیدائشی جہالت کو چھوڑ کر شناسائی پیدا کرلے اور ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی طبعی اور پیدائشی امارگی اور سرکشی کو چھوڑ کر مطمئنہ ہو جائے اور شناسائی حاصل کر کے گرویدہ ہو جائے اگر کہیں کہ شریعت میں تصدیق قلبی کا اعتبار کیا ہے۔ یہ گرویدہ ہونا اس تصدیق کا عین ہے یا اس تصدیق کے ماسوا کوئی اور امر ہے اور اگر تصدیق کے ماسوا کچھ اور امر ہے تو لازم آتا ہے کہ ایمان میں تین چیزیں معتبر ہیں اقرار اور تصدیق اور گرویدہ ہونا اور یہ بات علماء کے مقررہ امر کے برخلاف ہے اور عمل جس کو بعض علماء نے ایمان معتبر سمجھا ہے۔ ایمان کی چوتھی جزو بن جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گرویدن عین تصدیق ہے کیونکہ تصدیق جو حکم ہے اذعان یعنی مان لینے سے مراد ہے جس کو گرویدن سے تعبیر کرتے ہیں اگر پوچھیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کہ اہل کتاب ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب نبوت کے طور پر جانتے تھے تو ضرور حکم بھی ان کی نبوت پر کرتے تھے اور اذعان اور گرویدن (مان لینا اور فرمانبردار ہونا) ان کو حاصل تھا کیونکہ اس صورت میں حکم عین گرویدن ہے۔ پھر ایمان ان کے حق میں کیوں متحقق نہیں ہوتا اور کفر سے کیوں نہیں نکل سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو نبوت کے طور پر جانتے تھے لیکن تعصب و عناد کے باعث ان کے دلوں کو اذعان و یقین حاصل نہ ہوتا تھا تا کہ نبوت کا حکم کرتے۔ ہاں معرفت وتصور تھا لیکن اذعان حاصل نہ ہوا تا کہ تصدیق ہو کر ایمان تک نبوت پہنچی اور کفر سے نکل آتے ہیں۔ یہ بہت ہی دقیق اور باریک فرق ہے اس کو غور سے سنیں اور اپنے وجدان سے سمجھیں۔ باوجود عناد اور دشمنی کے کہہ سکتے ہیں کہ نَبِيُّ اللهِ فَعَلَ كَذَا (اللہ تعالیٰ کے نبی نے ایسا کام کیا) لیکن جب تک اذعان پیدا نہ ہو۔ تب تک نہیں کہہ سکتے۔ کہ اِنَّهٗ نَبِيُّ اللهِ (وہ واقعی اللہ تعالیٰ کا نبی ہے) کیونکہ صورت اوّل میں تصور ہے اور معرفت مشہورہ کا حوالہ ہے اور صورت دوم میں تصدیق ہے جو اذعان و گرویدن پر مبنی ہے جب تک اذعان نہ ہو۔ تصدیق کس طرح متصور ہوسکتی ہے۔ نیز صورت اوّل میں نبوت کا ثابت کرنا مقصود ہے جس کی تاب عناد و دشمنی نہیں لاسکتی اور اگر بالفرض اذعان کے حاصل ہونے کے بغیر تصدیق و حکم پیدا ہو جائے تو وہ بھی تصورات میں داخل ہے اور تصدیق کی صورت ہے جب تک اذعان حاصل نہ ہو تب تک تصدیق کی حقیقت متصور نہیں ہوتی اور ایمان حاصل نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ مسائل کلام کے اصول اور ضروریات میں سے ہے اور بہت دقیق ہے۔ بڑے بڑے علماء اس کے حل کرنے میں عاجز ہیں ان میں سے بعض نے مجبوراً تیسرے رکن کو ایمان میں بڑھایا ہے اور گرویدن کو تصدیق پر زیادہ کیا ہے۔ بعض نے تصدیق کو عین گرویدن کہا ہے لیکن کما حقہ اس کو حل نہیں کیا اور مجمل طور پر ہی چھوڑ دیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللهُ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے) واضح ہو کر مرکب اضافی جیسے کہ نبی اللہ اور مرکب توصیفی جیسے کہ هٰذَا النَّبِیُّ اگرچہ بِاَنَّهٗ نَبِیٌّ کے حکم پر مشتمل ہیں اور نبوت کے طور پر اس کی معرفت پر متضمن ہیں لیکن بِاَنَّهٗ نَبِیٌّ کی تصدیق کا حاصل ہونا اذعان پر موقوف ہے جو ایمان کو ثابت کرتا ہے۔ غُلَامُ زَیْدٍ فَعَلَ كَذَا (زید کے غلام نے ایسا کیا) اور "رَجُلٌ صَالِحٌ" حَكَمَ بِكَذَا (مرد صالح نے ایسا کیا) دونوں اذعان کے بغیر ثابت و صحیح ہیں اور دونوں میں غلامیت اور صلاحیت کے طور پر معرفت ثابت ہے لیکن اذعان نہیں ہے جس سے ہر ایک کی غلامیت اور صلاحیت کی تصدیق حاصل ہو اور اگر کہیں کہ تو نے قلب کے اذعان کے بعد نفس کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اذعان کہا ہے اور اذعان نفسی کو ایمان حقیقی سے تعبیر کیا ہے حالانکہ فلاسفہ اور معقول والوں نے تصدیق میں مطلق اذعان نفس کو لیا ہے اور اذعان قلب کی نسبت گفتگو نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ معقول والے کبھی نفس سے روح مراد لیتے ہیں اور کبھی قلب۔ غرض ان کی فلسفی تدقیقات کا مقام اور ہے جن میں سے اکثر لاطائل اور بیہودہ ہیں۔ اس جگہ وہ سب کی سب معطل و بیکار ہیں اور عوام کا حکم رکھتی ہیں۔ یہاں صوفیاء کی تحقیق و تدقیق کا موقع ہے جو ہر ایک لطیفہ کے احکام سے ملتبس ہوتے ہیں اور سیر و سلوک کے ساتھ ہر ایک لطیفہ سے اوپر ترقی کرتے ہیں اور نفس کو قلب سے جدا کرتے ہیں روح کو سر سے اور خفی کو اخفی سے الگ کر دیتے ہیں۔ معقول والوں کو ان کے ناموں کی معرفت و پہچان کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں۔ فلاسفہ نے نفس امارہ کو بڑی شے جانا ہے اور اس کو مجردات سے شمار کیا ہے اور قلب و روح کا نام تک بھی نہیں لیا اور خفی و اخفی کا کچھ پتہ نہیں دیا۔ اِنَّ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ مَلِکًا یَسُوْقُ الْاَھْلَ اِلَی الْاَھْلِ (اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہم جنس کو ہم جنس کی طرف لے جاتا ہے) اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ معقول والوں نے عادی اور عرفی احکام پر نظر کر کے اذعان نفس کو جو ان کی سمجھ کے قریب ہے۔ ذکر کیا ہے لیکن ہماری گفتگو احکام شرعیہ کی تصدیقات میں ہے جن سے نفس کو ذاتی طور پر انکار ہے۔ پھر اذعان کیسے ہوگا بلکہ یہ ایسا انکار ہے جو منکر کو ان احکام کے صاحب کا دشمن بنا دیتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا (ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے نفسوں کی شرارتوں اور بدعملیوں سے پناہ مانگتے ہیں) اور حدیث قدسی میں آیا ہے۔ عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّھَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ (اپنے نفس کو دشمن جان کیونکہ وہ میری دشمنی پر اڑا ہوا ہے) ارحم الراحمین جل شانہ نے اپنی کمال مہربانی سے ابتدا حال میں اذعان نفس کو منظور نہ رکھا اور اذعان قلب پر نجات کو وابستہ کیا۔ پھر اگر حق تعالیٰ کے محض کرم سے اذعان نفس بھی میسر ہو جائے۔ تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ اور سُرُوْرٌ عَلٰی سُرُوْرٍ اور درجات ولایت پر وصول اور حقیقت اور ایمان کا حصول ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جواب فقیر کے فہم و دانش کے موافق لکھا جائے تا کہ معلوم ہو سکے۔ کیا کیا جائے مسئلہ بہت دقت رکھتا ہے۔ اس کا حل بھی بغیر دقت کے مشکل ہے بلکہ نفس حل دقت چاہتا ہے۔ عبارت کا کوئی گناہ نہیں۔ آپ کو چاہئے تھا کہ پہلے اس بات کا فکر کرتے اور اس قسم کے پیچ دار اور معما سوال کا حل طلب نہ کرتے۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَکُمْ (اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔)

**سوال:** عابد اور زاہد ایمان حقیقی سے مشرف ہیں یا نہیں؟

**جواب:** اگر مرتبہ مقربین تک پہنچ جائیں اور ان کے نفس مطمئنہ ہو جائیں تو ایمان حقیقی سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مشرف ہو جاتے ہیں۔

**سوال سوم:** معرفت اجمالی والے شخص کو جس کا منشاء کفر حقیقی ہے۔ کس معنی سے عارف کہہ سکتے ہیں۔

**جواب:** اس عبارت کے معانی اچھی طرح معلوم نہیں ہوئے کہ کیا ہیں؟

کیا خوب! خود پیچیدہ اور مغلق عبارت لکھتے ہیں اور دوسروں کو منع کرتے ہیں اگر اس عبارت سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ کافر طریقت کو کس اعتبار سے عارف کہہ سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافر طریقت نے بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کو واحد اور یگانہ پہچانا ہے اور اس کے ماسوا کو محو ولاشی کہا ہے اس لئے عارف ہے لیکن مطلق عارف نہیں کیونکہ تمیز سے نکل چکا ہے جب تمیز میں آجائے تو عارف مطلق کہلاتا ہے اور ایمان حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۹۲)

اس سوال کے جواب میں کہ صوفیاء حق تعالیٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور اس سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ فقیر محمد ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور ہم اس کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک آیت کو بار بار پڑھتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس کو اس کے متکلم سے سن لیا اور رسالہ غوثیہ سے بھی جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی طرف منسوب ہے۔ اسی طرح مفہوم ہوتا ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں اور اس کی تحقیق کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے۔ جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا کلام بھی اس کی ذات وصفات کی طرح بیچگون ہے اور اس کلام بیچون کا سننا بھی بیچون ہے کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راستہ نہیں۔ وہ سننا سمع کی حس پر وابستہ نہیں ہے کیونکہ وہ سراسر چون ہے۔ وہاں اگر بندہ سے استماع ہے تو تلقی روحانی سے جو بیچونی کا حصہ رکھتا ہے اور حروف وکلمات کے واسطہ کے بغیر ہے اور اگر بندہ سے کلام ہے تو وہ بھی القائے روحانی کے طور پر ہے جو بغیر حروف وکلمات کے واسطہ کے بغیر بیچونی سماع سے استماع فرماتا ہے اور تقدیم وتاخیر کے بغیر سن لیتا ہے۔ اِذْلَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ تَعَالٰی زَمَانٌ یَسَعُ فِیْهِ التَّقْدِیْمُ وَالتَّاخِیْرُ (کیونکہ حق تعالیٰ پر زمانہ کے احکام جاری نہیں ہو سکتے تاکہ تقدیم وتاخیر کی گنجائش ہو) اور اس مقام میں اگر بندہ سے سماع ہے تو کلی طور پر سامع ہے اور اگر کلام ہے تو کلی طور پر متکلم ہے۔ یعنی ہمہ تن کان اور ہمہ تن زبان ہے۔ روز میثاق میں ذات مخرجہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نے قول اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کو بالواسطہ اپنی اپنی کلیت کے طور پر سن لیا اور اپنی کلیت کے طور پر جواب میں بلیٰ کہا یعنی ہمہ تن کان اور ہمہ تن زبان تھے کیونکہ اگر کان زبان سے متمیز ہوتے تو سماع وکلام بیچونی حاصل نہ ہوتے اور بیچونی ارتباط کے لائق نہ ہوتے۔ لَا يَحْمِلُ عَطَايَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَايَاهُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں) حاصل کلام یہ ہے کہ وہ معنی متلقی جو روحانیت کے طور پر اخذ کئے جاتے ہیں۔ دوبارہ عالم خیال میں جو انسان میں عالم مثال کی تصویر ہے۔ حروف وکلمات مترتبہ کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں اور وہ تلقی والقا سماع وکلام لفظی کی صورت میں مرتسم و منتقش ہو جاتا ہے کیونکہ اس عالم میں ہر ایک معنی کی ایک صورت ہے اگرچہ وہ معنی بیچون ہیں لیکن وہاں بیچون کا ارتسام اور انتقاش چون کی صورت پر ہے جس پر فہم وافہام وابستہ ہے جو اس ارتسام وانتقاش کا اصلی مقصود ہے جب سالک متوسط اپنے آپ میں حروف وکلمات مترتبہ پاتا ہے اور کلام لفظی وسماع محسوس کرتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ ان حروف وکلمات کو اصل سے سنا ہے اور بلا تفاوت وہاں سے اخذ کیا ہے۔ نہیں جانتا کہ یہ حروف وکلمات اس معنی متلقی کی خیالی صورتیں ہیں اور یہ لفظی سماع وکلام بیچونی سماع وکلام کی تصویر ہے۔ عارف تام المعرفت ہونا چاہئے تاکہ ہر مرتبہ کے حکم کو جدا کردے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ نہ ملائے۔ پس ان بزرگواروں کا سماع وکلام جو مرتبہ بیچونی پر وابستہ ہے۔ تلقی اور القاء روحانی کی قسم سے ہے اور کلمات وحروف جن کے ساتھ اس معنی متلقی کی تعبیر کرتے ہیں۔ مثالی صورتوں کی قسم سے ہیں اور وہ لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اس بارگاہ جل شانہ سے حروف وکلمات کے ساتھ استماع کرتے ہیں۔ دو فریق ہیں جن میں ایک گروہ کے لوگ جن کا حال بہتر اور اچھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ حروف وکلمات حادثہ مسموعہ اس کلام نفسی قدیم پر دلالت کرنے والے ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگ حق تعالیٰ کے کلام کے سماع پر قول کا اطلاق کرتے ہیں اور انہیں حروف وکلمات مترتبہ کو حق تعالیٰ کا کلام جانتے ہیں اور اس بات میں کچھ فرق نہیں کرتے کہ کونسا کلام حق تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور کونسا نہیں۔ وَهُمُ الْجُهَّالُ الْبَطَّالُ لَمْ يَعْرِفُوْا مَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ وَلَا مَالَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ (یہ لوگ جاہل ومکار ہیں۔ نہیں جانتے کہ کونسی چیز کا اطلاق اس پر جائز ہے اور کونسی چیز کا ناجائز ہے۔) سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (یا اللہ تو پاک ہے ہم کو کوئی علم نہیں مگر جس قدر کہ تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو جاننے والا ہے) وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ الْبَشَرِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَطْهَرِ (حضرت خیر البشر اور ان کے آل واصحاب پاک پر صلوٰۃ والسلام)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۹۳)

تعین اوّل وجودی کی تحقیق اور حبیب و خلیل وکلیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبادی تعینات کے درمیان فرق کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے۔

جو کچھ آخر کار میں فضل وکرم سے اس فقیر پر مکشوف کیا ہے۔ یہ ہے کہ حضرت ذات تعالیٰ کا تعین اوّل حضرت وجود کا تعین ہے جو تمام اشیاء کو محیط ہے اور تمام اضداد کا جامع اور محض خیر اور بڑی برکت والا ہے۔ حتیٰ کہ اس طائفہ عالیہ کے اکثر مشائخ نے اس کو عین ذات کہا ہے اور ذات سبحانہ پر اس کی زیادتی کو منع کیا ہے۔ یہ تعین نہایت ہی دقت ولطافت والا ہے کہ ہر ایک شخص کی آنکھ اس کو نہیں پا سکتی اور اصل سے جدا نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تعین اب تک پوشیدہ رہا اور متعین سے جدا نہ ہوا۔ بہت لوگ اسی کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے رہے اور اس کے سوا کسی اور معبود ومطلوب کو طلب نہ کرتے رہے۔ آثار خارجی کا مبداء اسی کو جانتے رہے اور ہر روز وحوادث کا پیدا کرنے والا اسی کو سمجھتے رہے۔ حق کی اس کے ماسوی سے یہ تمیز ایک دولت تھی جو اس مسکین کے لئے جمع تھی اور معبود حقیقی کے ساتھ غیر معبود کی مشارکت کی نفی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا پس خوردہ تھا جو ان کے اس غلام کے لئے محفوظ تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی۔ اگر ہم کو وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول سچے ہیں) فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ تعین اوّل وجودی حضرت خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اور ان کا اور ان کی خلت کا مبدء تعین ہے اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس تعین کا مرکز جو اس کے تمام اجزاء میں سے اشرف جزو ہے اور اصل کے ساتھ اقربیت کی نسبت زیادہ تر رکھتا ہے۔ حضرت حبیب اللہ ﷺ کا رب اور ان کا اور ان کی محبت کا مبدء تعین ہے۔

**سوال:** جب تعین اوّل حضرت خلیل کا رب ہوا تو ہمارے پیغمبر نے کس لئے فرمایا ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (سب سے اوّل اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا)

**جواب:** چونکہ دائرہ کا مرکز دائرہ کے تمام اجزاء سے اسبق اور اوّل ہوتا ہے اور نیز جزو کل پر مقدم ہوتا ہے اس لئے آنحضرت کا مبدء تعین جس کو حضور نے اپنے نور سے تعبیر فرمایا ہے۔ سب سے افضل اور اسبق ہوگا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



دائرہ کا مرکز دائرہ کا جزو ہے اور دائرہ اس کا کل ہے لیکن یہ ایسا جزو ہے جس سے کل کے تمام اجزاء پیدا ہوئے ہیں کیونکہ محیط دائرہ کے تمام اجزاء اس جزو کے ظلال ہیں جو اس دائرہ کا مرکز ہے اگر یہ جزو نہ ہوتو دائرہ کا نام ونشان ظاہر نہ ہو۔ پس واضح ہوا کہ حضرت خلیل کا رب اور مبدء تعین تعین اوّل ہے اور تعین اوّل کا منشاء اور مبدء، جو اس کا مرکز اور اس کے تمام اجزاء میں سے اشرف جزو ہے۔ حضرت خاتم الرسل کا رب اور مبدء تعین ہے۔ پس سب سے اوّل واسبق حضرت خاتم النبوت کی حقیقت ہے اور دوسروں کے ظہور کا منشاء ومبدء بھی یہی حقیقت ہے۔ اسی واسطے حدیث قدسی میں حضرت حبیب اللہ کی شان میں آیا ہے۔ لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) چونکہ حضرت خاتم الرسل کا مبدء تعین تعین اوّل (جو حضرت خلیل کا مبدء تعین ہے) کے دائرہ کا مرکز ہے۔ اس لئے ولایت محمدی جس کا منشاء محبت ہے۔ ولایت خلیلی کا مرکز ہے جس کا منشاء خلت ہے اور ولایت خلیلی باوجود اولیت کے ولایت محمدی اور ذات تعالیٰ کے درمیان حاجز وحائل نہیں ہے کیونکہ دائرہ کا مرکز دائرہ سے سبقت ذاتی رکھتا ہے۔ اس لئے خلف یعنی پچھلا سلف یعنی پہلے کا حائل نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے اس مرکز کی سبقت اور قرب کے لئے دوسری وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عنایت سے اس نقطہ مرکز میں جوں جوں دور جائیں اس نقطہ سے جو اس محبت کا حاصل ہے۔ محبّ ومحبوب متمیز ہوجاتے ہیں اور دائرہ کی صورت پیدا ہوجاتی ہے جس کا مرکز محبوبیت ہے اور اس کا محیط محبیت۔ یہ محبیت ولایت موسوی کا مبدء ہے اور محبوبیت ولایت محمدی کا مبدء پس یہ مرکز محبوبیت مرکز محبیت سے جو اس کا دائرہ ہوا ہے پیش قدم ہے اور حضرت ذات تعالیٰ کے بہت نزدیک ہے کیونکہ مرکز کیلئے وہ سبقت وقرب ہے جو دائرہ کے لئے نہیں۔ ایسے ہی اس مرکز کو محیط دائرہ کی نسبت بھی وہ سبقت وقرب حاصل ہے جو محیط کیلئے نہیں ہے۔ پس ولایت محمدی ولایت موسوی سے بھی اقرب واسبق ہے۔ ولایت محمدی کی سبقت وقرب کے لئے تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مرکز محبوبیت میں جب دور تک جائیں تو یہ مرکز بھی دائرہ کی صورت پیدا کرلیتا ہے جس کا مرکز محبوبیت صرف دکھائی دیتا ہے اور اس کا محیط محبیت سے ملی ہوئی محبوبیت ظاہر ہوتا ہے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت بلکہ ولایت موسوی کی تبعیت سے بھی جو محیط دائرہ کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افراد امت میں سے کسی ایک فرد کو نصیب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ولایت محمدی ہمیشہ کے لئے ہی مرکز ہے اور محبیت کا مبدء بھی اسی ولایت کے برکات سے ہے جس کے ملنے سے مرکز ثانی دائرہ بنا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جس سے ایک اور تیسرا مرکز پیدا ہوا ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ تیسری مرکزیت کام کو بہت آگے لے گئی اور نزدیک تر سے نزدیک تر بنا دیا۔ ع

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

اس سے بڑھ کر دقائق و اسرار کیا ظاہر کئے جائیں اور تعین اوّل کے ماوراء کی نسبت اس سے زیادہ کیا کہا جائے۔ اگرچہ تعین اوّل کے ماوراء جو کچھ ہے ایک یا دو واسطہ سے اس کی جزو یا جزو کی جزو ہے لیکن نظر کشفی میں کئی درجے تعین اوّل سے سبقت رکھتا ہے اور اس سے کئی مرتبے مطلوب کے نزدیک تر ہے۔

**سوال:** جو کمال جزو کو میسر ہوتا ہے۔ وہ کل کو بھی میسر ہوتا ہے کیونکہ کل اس جزو اور دوسرے اجزاء سے مراد ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سبقت و قرب جزو میں پیدا ہوا اور کل میں نہ ہو۔

**جواب:** جو کمال جزو میں بطریق اصالت پیدا ہوتا ہے۔ وہ کل میں جزو کی تبعیت اور وساطت کے طور پر ہوتا ہے نہ کہ اصالت کے طور پر اور شک نہیں کہ اصالت کو وہ سبقت ہے جو تبعیت کو نہیں اور اصل کو وہ قرب ہے جو فرع کو نہیں۔ پس اگر مرکز دائرہ اپنے کمالات مخصوصہ میں دائرہ سے آگے بڑھ جائے تو ہو سکتا ہے۔ اس جواب کی تحقیق یہ ہے کہ جزو کا کمال کل میں اس وقت سرایت کرتا ہے جبکہ وہ کمال اس جزو کی ماہیت اصلیہ سے پیدا ہوا ہو اور اگر جزو میں اس قسم کا کمال ہو جو جزو کی ماہیت کے بدلنے کے بعد پیدا ہوا ہو تو پھر لازم نہیں کہ کل میں سرایت کرے کیونکہ وہ جزو اپنی ماہیت کے بدل جانے کے بعد اس کل کا جزو نہیں رہا تاکہ اس میں سرایت کرے۔ مثلاً چاندی جس کا ایک جزو اکسیر کے عمل سے سونا ہو جائے اور چاندی کی ماہیت سے سونے کی ماہیت میں بدل جائے تو نہیں کہہ سکتے کہ اس جزو کا کمال سنہرا پن چاندی میں جو اس کا کل ہے سرایت کر جائے گا کیونکہ وہ جزو ماہیت کے بدلنے کے بعد اس کا جزو نہیں رہا تاکہ اس میں سرایت کرے۔ فَافْهَمْ وَقِسْ عَلَيْهِ مَعْرِفَةَ مَا نَحْنُ فِيْهِ (پس سمجھ اور مذکورہ بالا معرفت کو اسی پر قیاس کر لے)

**سوال:** تعین اوّل وجودی کا وجود خارج میں ہے یا کہ صرف ثبوت علمی رکھتا ہے۔ ان دونوں قسموں سے ایک بھی درست نہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کی تردید ہو سکتی ہے کیونکہ ان بزرگواروں کے نزدیک خارج میں ایک ذات احد تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے اور اس خارج میں تعینات و تنزلات کا کوئی نام و نشان نہیں اور اگر ثبوت علمی کہیں تو لازم آتا ہے کہ تعین علمی اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے سابق اور اوّل ہے اور یہ خلاف مقرر ہے۔

**جواب:** میں کہتا ہوں کہ نفس امر میں ثابت ہے اور اس اعتبار سے کہ علم کے ماوراء میں اس کا ثبوت ہے۔ اگر اس کو ثبوت خارجی بھی کہہ دیں تو بھی ہو سکتا ہے وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ (اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔)

## مکتوب (۹۴)

کمال و جمال ذاتی اور اس سے فوق کے مرتبہ مقدسہ کے دقائق میں اور اس بیان میں کہ ان دونوں مرتبوں میں سے حضرت حبیب و خلیل و کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کا حصہ کیا ہے اور حضرت ایشاں قدس سرہ کے تعین کا بہرہ کونسا ہے۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ فی حد ذاتہ جمیل ہے اور ذاتی حسن و جمال اسی کے لئے ثابت ہے۔ یہ حسن و جمال وہ نہیں جو ہمیں مکشوف و مدرک ہو سکے یا ہمارے تعقل و تخیل میں آ سکے اس کے علاوہ اس بارگاہ میں ایک اور اس قسم کا مرتبہ و مقدسہ ہے جہاں تک یہ حسن و جمال باوجود نہایت عظمت و کبریا نہیں پہنچ سکتا اور اس کو حسن و جمال سے متصف نہیں کر سکتا۔ تعین اور ان کا پہلا ظل ہے لیکن اس مرتبہ اقدس میں جمال و کمال کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ وہ مرتبہ نہایت عظمت و کبریا کے باعث کسی تعین کے ساتھ متعین نہیں ہو سکتا اور کسی آئینہ میں نہیں آ سکتا۔ ہاں اس مرتبہ اقدس کا ایک سر و نشان اس تعین اوّل کے مرکز دائرہ میں بطور امانت رکھا ہے اور اس بے نشان کا نشان اس میں پوشیدہ کیا ہے۔ یعنی جس طرح تعین اوّل ولایت خلیلی کا منشاء ہے۔ وہ سر و نشان جو اس تعین کے مرکز دائرہ میں رکھا ہوا ہے۔ ولایت محمدی کا منشاء ہے۔ وہ ذاتی حسن و جمال جس کا ظل تعین اوّل ہے۔ صباحت سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو عالم مجاز میں حسن رخسار اور جمال خال کی قسم سے ہے اور وہ سر و نشان جو مرکز میں امانت رکھا ہے۔ ملاحت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے جو درستی قد اور خوبی رخسار اور حسن چشم اور جمال خال کے ماسوا ایک ذوقی امر ہے جب تک ذوق حاصل نہ ہو۔ اس کو نہیں پا سکتے۔ کوئی شاعر کہتا ہے۔ بیت

آں دارد آں نگار کہ آں ہست ہر چہ ہست
آں را طلب کنید حریفاں کہ آں کجا است

ترجمہ بیت: مرا معشوق رکھتا ہے وہ ہے جو کچھ کہ رکھتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسے ڈھونڈو مرے یارو کہاں ہے کس جگہ وہ ہے

اس بیان سے ان دونوں ولایتوں کے درمیان فرق معلوم کر سکتے ہیں۔ اگرچہ دونوں حضرت ذات تعالیٰ کے قرب سے پیدا ہوتی ہیں لیکن ایک کا مرجع ذات کے کمالات ہیں اور دوسرے کا معاد صرف ذات تعالیٰ چونکہ ملاحت صباحت سے برتر ہے۔ اس لئے صباحت کے مراتب طے کرنے کے بعد ملاحت تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب تک ولایت ابراہیمی کے تمام مقامات تک وصول میسر نہ ہو۔ ولایت محمدی کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتے۔ ممکن ہے کہ اسی سبب سے حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت کی متابعت پر مامور ہوئے ہوں تاکہ اس متابعت کے وسیلے سے اپنی ولایت کی حقیقت تک پہنچ جائیں اور اس سبب سے اپنی ولایت کی حقیقت کے ساتھ کہ جس کی تعبیر ملاحت سے کی گئی ہے۔ متحقق ہوں چونکہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ولایت خلت کے مرکز دائرہ کے ساتھ جو حضرت اجمال ذات کے بہت ہی قریب ہے۔ ذاتی مناسبت ہے اور محیط دائرہ کے ساتھ جو کمالات ذات کی تفصیل کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ بہت ہی کم مناسبت ہے اس لئے جب تک محیط دائرہ کے کمالات سے متحقق نہ ہوں ولایت خلت تمام نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ صلوات منطوقہ میں آیا ہے۔ کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیم پر درود بھیجا ہے) تاکہ ولایت خلت کے تمام کمالات میسر ہو جائیں جیسے کہ اس ولایت کے صاحب کو میسر ہوئے تھے۔ چونکہ ولایت محمدی کا مکان طبعی ولایت خلیلی کے مرکز دائرہ کا نقطہ ہے اور اس کا سیر بھی اس دائرہ کے سیر مرکزی تک محدود ہے۔ اس لئے وہاں سے نکلنا اور محیط دائرہ تک پہنچنا اور اس کے کمالات کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے اور مقتضائے طبیعت کے برخلاف ہے۔ پس آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افراد امت میں سے ایک متوسط ہونا چاہئے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت کے باعث اس مرکز کے عین میں ہو اور دوسری طرف سے اس دائرہ کے محیط کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو تاکہ اس مرتبہ کے کمالات کو حاصل کرے اور اس مرتبہ کی حقیقت سے متحقق ہو اور اس کا پیغمبر متبوع بھی مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (جس نے کوئی نیک سنت جاری کی۔ اس کے لئے اس کا اپنا اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر ہے) کے موافق اس فرد کے وصول کے ذریعے ان کمالات کے ساتھ متحقق ہو جائے اور ولایت خلیلی کے مراتب کو تمام کر لے اس معما کے سر کا بیان جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ ولایت خلت کے مرکز دائرہ کا نقطہ جو محبیت کے باعث اس کے باقی تمام نقطوں سے ممتاز ہے لیکن چونکہ محبیت کے اعتبار کے ساتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



محبوبیت کے اعتبار کو بھی متضمن ہے اس لئے دائرہ کی صورت پیدا کر لیتا ہے۔ یعنی اس مرکز سے ایک اور دائرہ پیدا ہوتا ہے جس کا محیط محبیت کا اعتبار ہے اور اس کا مرکز محبوبیت کا اعتبار۔ ولایت موسوی کا منشاء محبیت کا اعتبار ہے جو اس دائرہ کا محیط اور ولایت محمدی کا منشاء محبوبیت کا اعتبار ہے جو اس دائرہ کا مرکزی ہے۔ حقیقت محمدی کا حاصل ہونا اس جگہ تصور کرنا چاہئے۔ ہزار سال کے بعد دائرہ ثانی کے اس نقطہ مرکز نے بھی کہ جس سے حقیقت محمدی وابستہ ہے وسعت پیدا کی اور دو اعتبار اس میں ظاہر ہو کر دائرہ کی طرح بن گیا جس کا مرکز محبوبیت صرف ہے اور اس کا محیط محبیت سے ملی ہوئی محبوبیت ولایت احمدی کا منشاء اسی دائرہ کا مرکز ہے احمد آنحضرت کا دوسرا نام ہے جو آسمان والوں میں مشہور ہے۔ جیسے کہ علماء نے کہا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے جو اہل سمٰوات میں سے ہوئے آنحضرت کے تشریف لانے کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور اسم مبارک کو ذات احد جل شانہ کے ساتھ بہت ہی تقرب حاصل ہے اور دوسرے اسم سے ایک درجہ حضرت ذات جل شانہ کے نزدیک تر ہے یہ اسم اسم مبارک احد سے ایک حلقہ میم سے جدا ہوا ہے جو اس محبت کا مبداء ہے جو تمام ظہور و اظہار کا باعث ہوئی ہے نیز یہ میم جو اسم احمد میں مندرج ہے۔ قرآن کے حروف مقطعات میں سے ہے جو سورتوں کے اوّل میں نازل ہوئے ہیں اور پوشیدہ اسرار میں سے ہیں۔ اس حرف مبارک میم کو آنحضرت کے ساتھ ایک خاص خصوصیت حاصل ہے جو ان کی محبوبیت کا باعث ہوئی ہے اور ان کو سب برتری اور فوقیت دی ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط جو محبیت سے ملی ہوئی محبوبیت سے مراد ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افراد امت میں سے اس فرد کی ولایت کا منشاء ہے جو ولایت محمدی مرکزی کے حاصل ہونے کے باوجود محیط دائرہ کے ساتھ بھی مناسبت رکھتا ہو اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہو ظاہر ہے کہ یہ دوسری دولت اس کو ولایت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور ان ہر دو ولایت عظمٰی کے طفیل مرکز و محیط کے کمالات کا جامع ہوا ہے اور مقرر ہے کہ جو کمال امت کو میسر ہوتا ہے۔ وہ کمال مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً کے موافق اس امت کے نبی کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ پس آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس فرد کے وسیلے سے اس دائرہ کے کمالات بھی میسر ہوئے اور ولایت خلت آنحضرت کے حق میں بھی تمام ہوئی اور دعا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ہزار سال کے بعد قبول ہوئی۔ ولایت خلت کے تمام ہونے کے بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کاروبار اس سرونشان کے ساتھ ہے جو مرکز میں امانت رکھا ہوا ہے جس کو ملاحت سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس فرد کو امت کی نگہبانی اور محافظت کے لئے اس مقام سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عالم کی طرف واپس لوٹا دیا ہے اور خود خلوت خانہ غیب الغیب میں محبوب کے ساتھ خلوت رکھی ہے۔ بیت

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ بیت:

مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

جاننا چاہئے کہ تیسرے مرکز کا محیط اگرچہ تعین اوّل کے مرکز کے محیط کی نسبت بہت چھوٹا دکھائی دیتا ہے لیکن اس سے زیادہ جامع ہے کیونکہ جو چیز حضرت ذات جل شانہ کے نزدیک تر ہے۔ وہی زیادہ جامع ہے۔ اس کی چھوٹائی کو انسان کی چھوٹائی کی طرح جاننا چاہئے جو باوجود چھوٹا ہونے کے عالم کے تمام گروہوں سے زیادہ جامع ہے نیز وہ شخص، جو اس محیط کے کمالات سے متحقق ہوا ہے اور مرکز کے اجمال سے محیط کی تفصیل میں آیا۔ اس کی وہ بے مناسبتی جو محیط و تفصیل سے رکھتا تھا، زائل ہوگی اور بے تکلف ایک تفصیل سے دوسری تفصیل میں نکل آیا ہے اور اس تفصیل کے کمالات کے ساتھ متحقق ہوگیا۔ واضح ہو کہ چونکہ نظام عالم باوجود کمال اقتدار کے حکمت پر وابستہ ہے۔ اس لئے محبوبوں کی تربیت کے لئے بھی اسباب کا ہونا ضروری ہے اگرچہ اسباب صرف بہانہ اور قدرت کے روپوش ہی ہیں لیکن سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلاً (اللہ تعالیٰ کا طریق وہی ہے جو پہلے گزر چکا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کے طریق کے لئے کوئی تبدیلی نہ پائے گا۔)

تنبیہ: نبی اگرچہ بعض کمالات کو اپنی امت کے افراد میں سے ایک فرد کے واسطہ سے حاصل کرتا ہے اور اس کے وسیلے سے بعض مقامات پر پہنچتا ہے لیکن اس وجہ سے اس نبی کا نقص لازم نہیں آتا اور اس توسط کے باعث اس فرد کو اس نبی پر زیادتی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس فرد نے اس کمال کو اس نبی کی متابعت سے حاصل کیا ہے اور اسی کے طفیل اس دولت کو پایا ہے۔ گویا وہ کمال درحقیقت اس نبی کا کمال اور اسی کی متابعت کا نتیجہ ہے اور وہ فرد صرف ایک خادم کی طرح ہے جو اسی کے خزانوں سے خرچ کر کے نہایت فاخرہ اور بیش قیمت کپڑے تیار کر کے لاتا ہے جو مخدوم کے حسن و جمال کو دوبالا کرتے ہیں اور اس کی عظمت و کبریا کو بڑھاتے ہیں۔ اس صورت میں مخدوم کا کیا نقص ہے اور خادم کو کونسی زیادتی حاصل ہے۔ ہاں ہمسروں سے مدد و اعانت لینا نقص کا موجب ہے لیکن خادموں اور غلاموں سے امداد و اعانت لینا عین کمال اور جاہ و جلال کی زیادتی کا باعث ہے۔ کوئی ناقص اور بے سمجھ ہی ہوگا جو ایک کو دوسرے ... اور نقص کا وہم کرے گا۔ بادشاہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اپنے خادموں اور لشکروں کی امداد سے ملک لیتے اور قلعے فتح کرتے ہیں اس امداد سے بادشاہوں کی عظمت وشان بڑھتی ہے۔ خادموں اور لشکروں کو شرف عزت حاصل ہوتی ہے امت کے لوگ بھی انبیاء علیہم السلام کے خادم اور غلام ہیں۔ اگر ان سے ان بزرگواروں کو امداد پہنچے تو اس میں ان بزرگواروں کا کیا نقص ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ یہ بزرگوار ہرگز امداد کے محتاج نہیں ہیں اور کمال کے تمام مراتب ان کو بالفعل حاصل ہیں۔ یہ صریح مکابرہ اور ہیکڑپن ہے کیونکہ یہ بزرگوار بھی حق تعالیٰ کے بندے ہیں اور ہمیشہ اس کے فضل ورحمت کے فیوض وبرکات کے امیدوار اور ترقیات کے خواہاں ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ مَنْ اِسْتَوٰی یَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ" (جس کے دو دن برابر ہیں وہ گھاٹے والا ہے) اور آنحضرت نے اپنی امت کو فرمایا ہے کہ سَلُوْا اِلَی الْوَسِیْلَةَ (میرے لئے وسیلہ طلب کرو) صحاح کی حدیث میں آیا ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکَ الْمُهَاجِرِیْنَ یعنی پیغمبر خدا ﷺ فقراء ومہاجرین کے وسیلہ سے جنگوں میں فتح طلب کیا کرتے تھے۔ یہ طلب سراسر امداد واعانت ہی ہے۔ وہ لوگ جو امتوں کی امداد واعانت ان بزرگواروں کے حق میں تجویز نہیں کرتے اور ان بزرگواروں کو ان کی امداد واعانت کا محتاج نہیں جانتے ان کی نظر ان کی بزرگی پر پڑی ہے اور ان کے درجات کی بلندی مدنظر ہے ورنہ اگر ان کی نظر ان بزرگواروں کی عبودیت پر بھی پڑتی اور ان کی احتیاج جو ان کو اپنے مولا جل شانہ سے ہے۔ معلوم ہوتی تو ہرگز امتیوں کی امداد سے انکار نہ کرتے اور خادموں اور غلاموں کی اعانت وامداد کو بعید نہ جانتے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (یارب تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش تو سب شے پر قادر ہے) وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلَی الْمَلٰئِکَةِ الْکِرَامِ الْعِظَامِ۔

# مکتوب (۹۵)

ان اسرار کے بیان میں جو حضرت ایشاں مدظلہ العالی کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مولانا محمد صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اس فقیر کی ولایت اگرچہ ولایت محمدی اور ولایت موسوی کی تربیت یافتہ ہے اور ان دو بزرگواروں کے طفیل نسبت محبوبی اور نسبت محبی سے مرکب ہے کیونکہ محبوب کے رئیس حضرت محمد رسول ﷺ ہیں اور محبوں کے سردار حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن حضرت خاتم الرسل عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ وَعَلٰی کُلِّ اٰلِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی متابعت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



باعث میری ولایت کے ساتھ اور ہی کاروبار متعلق ہے اور الگ ہی معاملہ اس پر وابستہ ہے اگرچہ اس ولایت کا اصل اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے جو ولایت محمدی ہے جس کا منشاء بلا اصالت محبوبیت صرف کی نسبت ہے لیکن چونکہ ولایت موسیٰ کا اصل بھی جو بالا صالت محبیت صرف سے پیدا ہے۔ اس ولایت کے ساتھ مل گیا ہے اس لئے اس کے رنگ سے بھی رنگین ہو کر اور ہی ہئیت پیدا کر لی ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک اور حقیقت بن گئی ہے اور علیحدہ ہی ثمرہ دیا ہے اور علیحدہ نتیجہ پیدا کیا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ بیت

ازیں افیون کو ساقی درمے افگند　　　حریفاں رانہ سرماندونہ دستار

ترجمہ: بیت

ملا دی مے میں ساقی نے جو افیوں　　　حریفوں کی رہی سدھ بدھ نہ باقی

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# فصل بالخیر

وہ کاروبار جو اس ولایت پر وابستہ ہے اگر تھوڑا سا بھی ظاہر کیا جائے یا وہ معاملات جو ان دونوں ولایتوں کے متعلق ہیں۔ اگر اشارہ کے طور پر بھی ان کا کچھ بیان کیا جائے۔ تو قُطِعَ الْبُلْعُوْمُ وَذُبِحَ الْحُلْقُوْمُ (رگ بلعوم قطع کی جائے اور رگ حلقوم کاٹ دی جائے) یعنی قتل کر دیا جائے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض ان علوم کے اظہار میں جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اخذ کئے تھے۔ قُطِعَ الْبُلْعُوْمُ کہا۔ تو پھر اوروں کی نسبت کیا کہنا ہے۔ یہ حق تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار ہیں جو اپنے اخص خواص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے اور نا محرم کو ان کے گرد نہیں پھٹکنے دیتا۔ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو رحمت عالمیان ہیں۔ کمال معرفت و قدرت سے ان اسرار کو حضرت ابو ہریرہ وغیرہ کے سامنے بیان کیا اور ان میں سننے والوں کی قابلیت اور استعداد سمجھ کر ان بیش قیمت اور نایاب موتیوں کو ان پر تصدق اور ایثار فرمایا ہے لیکن مجھ جیسا بے سروسامان مفلس ان اسرار کے ذکر و اظہار سے ڈرتا اور خوف کرتا ہے اور باوجود اس خواری اور آوارگی کے ان بلند مطالب کے ساتھ کسی طرح اپنی مناسبت نہیں پاتا۔ لیکن جانتا ہے کہ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ترجمہ:ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

ہاں اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ یہ کرم ہمارے حق میں آج ہی سے نہیں ہے بلکہ اس دن سے ہے جبکہ ہماری مشت خاک کو زمین سے لے کر اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اپنا نائب بنا کر تمام اشیاء کا قیوم کیا اور اس کو بلا واسطہ تمام اشیاء کے نام سکھائے اور فرشتوں کو جو اس کے مکرم و بزرگ بندے ہیں۔ اس کا شاگرد بنایا اور باوجود اس بزرگی کے اس کے آگے سجدہ کرنے کا حکم فرمایا اور ابلیس جو معلم ملکوت کے لقب سے ملقب تھا اور طاعت وعبادت میں بڑی اعلیٰ شان رکھتا تھا جب اس نے سجدہ سے انکار کیا ہے اور اس کی تعظیم وتوقیر بجا نہ لایا تو اس کو اپنی درگاہ معلیٰ سے دھتکار دیا اور ملعون و مردود کر دیا اور طعن وملامت کا مستحق بنا دیا اور اس مشت خاک کو اس قدر ہمت وقدرت بخشی کہ اس نے اس کی امانت کے بوجھ کو اٹھالیا جس کے اٹھانے سے زمین وآسمان اور پہاڑوں نے انکار کیا اور ڈر گئے اور نیز اس کو وہ قوت عطا فرمائی ہے جس کے باعث اس نے باوجود اپنی چوں اور چگوں ہونے کے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے بیچوں وبچگوں مولی کی رویت کی قابلیت پیدا کی۔ حالانکہ پہاڑ باوجود اس قدر سخت اور مضبوط ہونے کے حق تعالیٰ کی ایک ہی تجلے سے پارہ پارہ اور خاکستر ہو گیا۔ وہ خدائے قدیم الاحسان اور ارحم الراحمین اس بات پر قادر وتوانا ہے کہ مجھ جیسے پسماندہ کو سابقین کے درجات تک پہنچائے اور ان کے طفیل ان کی دولت کا شریک بنائے۔

بیت

اگر پادشہ بردر پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ بیت:

اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطان تو اے خواجہ نہ ہرگز ہو پریشان

**تنبیہ:** حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ اپنی تنزیہ وتقدیس پر ہے اور حدوث کے صفات اور نقص کے نشانات سے منزہ اور مبرا ہے۔ اس درگاہ جل شانہ میں تغیر وتبدل کا دخل نہیں اور اس بارگاہ اعلیٰ میں اتصال وانفصال کی گنجائش نہیں۔ وہاں حالیت ومحلیت کا تجویز کرنا کفر ہے اور اتحا.. عند.. ت کا حکم کرنا عین الحادو زندقہ ہے۔ حق تعالیٰ کے خاص بندے اس بارگاہ میں خواہ کتنا ہی .. .. ھ بھی جسمانی قرب اور جوہر وعرض کے اتصال کی قسم سے نہیں ہوگا۔

.. .. ن ہے اور وصل بھی بیچون ان بزرگواروں کا کاروبار اس حضرت جل شانہ میں عالم بیچونی سے ہے اور عالم چون کو عالم بیچون کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ ممکن ہے اور یہ واجب نیز عالم چون زمان ومکان کی تنگی میں محدود ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



عالم بیچون اس تنگی سے آزاد اور زمان و مکان سے وراء الوراء ہے۔ ہاں عبارت و تعبیر کا میدان عالم چوں میں وسیع ہے اور عالم بیچون میں تنگ و تاریک لِعُلُوِّهٖ مِنَ الْعِبَارَةِ وَبُعْدِهٖ عَنِ الْاِشَارَةِ ( کیونکہ وہ عبارت سے برتر اور اشارہ سے بعید ہے ) یعنی کسی عبارت و اشارہ میں نہیں آ سکتا۔ اس ارحم الراحمین نے اپنے خاص بندوں کو بیچونی کا حصہ دے کر عالم بیچوں میں داخل کیا ہے اور بیچونی کے معاملات سے مشرف فرمایا ہے اگر بالفرض اس بیچون کو چون کے ساتھ تعبیر کریں تو اس سے بھی بعید تر ہے کہ بالغ لوگ نابالغوں کے آگے جماع کی لذت کو قند و شکر کی لذت سے تعبیر کریں کیونکہ یہ دونوں لذتیں ایک ہی عالم چون سے ہیں لیکن وہ تعبیر و معتبر دو مختلف اور متبائن عالموں سے ہیں۔ پس اگر کوئی بیچون کو چون کے ساتھ تعبیر کرے اور بیچون پر چوں کا حکم لگائے تو واقعی طعن وطرد و اور الحاد و زندقہ کے ساتھ متہم ہونے کا مستحق ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان اسرار کا دقیق اور پوشیدہ ہونا عبارت کی تعبیر کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ تحقق و حصول کی وجہ سے کیونکہ ان اسرار سے متحقق ہونا کمال ایمان ہے لیکن بیچون کو چون کی عبارات میں تعبیر کرنا عین کفر اور الحاد ہے۔ یہاں مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كُلَّ لِسَانُهٗ (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان بند ہوگئی) پر عمل کرنا چاہئے رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش تو تمام چیزوں پر قادر ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ دَائِمًا وَسَرْمَدًا (اول و آخر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور ہمیشہ اس کے رسول پر صلوٰۃ و سلام ہو۔)

## مکتوب (۹۶)

ان اسرار کے بیان میں جو آنحضرت ﷺ کے دونوں مبارک اسموں یعنی محمد و احمد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ فقیر ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام دو اسموں سے مسمّیٰ ہیں اور وہ دونوں اسم مبارک قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ محمد رسول اللہ اور حضرت روح اللہ کی بشارت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اسمہ احمد۔ ان دونوں مبارک اسموں میں سے ہر ایک کی ولایت الگ الگ ہے۔ ولایت محمدی اگرچہ ان کے مقام محبوبیت سے پیدا ہے لیکن محبوبیت صرف ثابت نہیں کیونکہ محبیت کی آمیزش بھی رکھتی ہے اگرچہ وہ آمیزش بالاصالت اس کے لئے ثابت نہیں لیکن مقام محبوبیت صرف کی مانع ہے اور ولایت احمدی محبوبیت صرف سے پیدا ہے جس میں محبت کی کوئی آمیزش نہیں یہ ولایت پہلی ولایت سے پیش قدم ہے اور ایک درجہ مطلوب کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نزدیک تر ہے اور محبّ کو نہایت ہی مرغوب اور پسندیدہ ہے کیونکہ محبوب میں جس قدر محبوبیت زیادہ ہوا سی قدر اس کی استغنا اور بے نیازی زیادہ ہوتی ہے اور محبّ کی نظروں میں اسی قدر زیادہ محبوب اور رعنا دکھائی دیتا ہے اور اسی قدر زیادہ محبّ کو اپنی طرف کھینچتا اور اپنا دیوانہ وفریفتہ کرتا ہے۔ بیت

نہ تنہا آفتم زیبائے اوست　　　بلائے من زنا پروائے اوست

ترجمہ بیت

نہیں آفت میری زیبائی اس کی　　　بلائے جان ہے ناپروائی اس کی

بلا سے مراد افراط عشق ہے جو عاشق کو مطلوب ہے۔ سبحانہ اللہ! احمد ایک عجیب بزرگ اسم ہے جو کلمہ مقدسہ احد اور حلقہ حرف میم سے مرکب ہے جو عالم بیچون میں اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار میں سے ہے۔ عالم چون میں گنجائش نہیں کہ اس پوشیدہ سر کو حلقہ میم کے سوائے تعبیر کر سکیں۔ اگر گنجائش ہوتی تو حق تعالیٰ اس سے تعبیر فرماتا احد احد ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور حلقہ میم طوق عبودیت ہے جس نے بندہ کو مولیٰ سے متمیز کر دیا ہے۔ پس بندہ وہی حلقہ میم ہے اور احد اس کی تعظیم کے لئے آیا ہے جس نے آنحضرت ﷺ کی خصوصیت واختصاص کو ظاہر کیا ہے۔ بیت

چونام این است نام آور چہ باشد　　　مکرم تر بود از ہر چہ باشد

ترجمہ بیت

جب ایسا نام ہو پھر نام والا　　　مکرم اور معزز سب سے ہو گا

ہزار سال کے بعد کہ اس قدر مدت کو امور عظام کے تغیر میں بڑی تاثیر ہے اس ولایت کا معاملہ اس ولایت تک پہنچ گیا اور ولایت محمدی ولایت احمدی سے مل گئی اور معاملہ عبودیت کے دو طوق سے ایک طوق کے متعلق ہوا یعنی محمد احمد بن گیا۔ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ اس کا بیان یہ ہے کہ دو طوق عبودیت ان دو حلقہ میم سے مراد ہیں جو اسم مبارک محمد میں مندرج ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ دو طوق آنحضرت ﷺ کے ہر دو تعین سے مراد ہوں جن میں سے ایک تعین جسدی بشری ہے اور دوسرا تعین روحی ملکی۔ تعین جسدی میں اگرچہ موت کے لاحق ہونے کے باعث فتور آ گیا تھا اور تعین روحی قوی ہو گیا تھا لیکن اس تعین کا اثر باقی رہا تھا۔ اس کے لئے ہزار سال کی ضرورت تھی تا کہ وہ اثر سے بھی زائل ہو جاتا اور اس تعین کا کوئی اثر نہ رہا تو ان دو طوق عبودیت میں سے ایک طوق ٹوٹ گیا اور زوال وفنا اس پر طاری ہوا اور الف الوہیت جس کو بقا باللہ کی مانند کہہ سکتے ہیں اس کی جگہ آ بیٹھا اور محمد احمد ہو گیا اور ولایت محمدی نے ولایت احمدی کی طرف انتقال فرمایا۔ پس محمد ﷺ دو تعین سے مراد ہے اور احمد صرف ایک ہی تعین ہے یہ اسم حضرت اطلاق کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بہت قریب ہے اور عالم سے دور تر ہے۔

**سوال:** وہ فناء و بقاء جو مشائخ نے مقرر کیا ہے اور ولایت کو اس پر وابستہ کیا ہے کس معنی سے ہے اور یہ فناء و بقاء و جو تعین محمدی میں کہا گیا ہے کس معنی سے ہے۔

**جواب:** وہ فناء و بقاء جس کے ساتھ ولایت وابستہ ہے شہودی فنا و بقاء ہے کیونکہ اگر فنا و زوال ہے تو باعتبار نظر کے ہے اور اگر بقا و ثبات ہے تو وہ بھی باعتبار نظر کے ہے اس جگہ صفا بشری صرف پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ زائل اور فانی نہیں ہوتیں لیکن یہ یقین ایسا نہیں ہے یہاں صفات بشری کیلئے زوال وجودی محقق ہے اور جسد سے نکل کر روح کی طرف منتقل ہونا ثابت ہے اور بقاء کی جانب میں بھی اگرچہ بندہ حق نہیں ہو جاتا اور بندگی سے نہیں نکلتا لیکن حق کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے اور معیت زیادہ تر پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دور تر ہو کر احکام بشری اس سے بالکل مسلوب ہو جاتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اس عروج محمدی نے جو صفات بشری کے منتفی ہونے پر وابستہ ہے۔ اگرچہ آنحضرت ﷺ کے کاروبار کو بالاتر کر دیا اور نہایت ہی بلند درجہ تک پہنچا دیا اور غیر و غیریت کی کشاکش سے چھڑا دیا لیکن آنحضرت ﷺ کی امتوں پر معاملہ تنگ تر ہو گیا اور حضور ﷺ کی ہدایت کا نور جو بشریت کی مناسبت کے باعث تھا، گھٹ گیا اور وہ توجہ جو اس پسماندوں کے حال پر رکھتے تھے، کم ہو گئی اور کلی طور پر قبلہ حقیقی کی طرف متوجہ ہو گئی اس رعایا کا حال کیا ہو گا جن کے حال پر بادشاہ نظر شفقت نہ فرمائے اور بالکل اپنے محبوب کی طرف متوجہ رہے۔ یہی باعث ہے کہ ہزار سال کے بعد کفر و بدعت کا اندھیرا غالب آ گیا ہے اور سنت و اسلام کا نور ماند ہو گیا ہے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر'' (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہمیں بخش تو تمام باتوں پر قادر ہے۔)

# مکتوب (۹۷)

عالم کے موہوم ہونے کے سر میں صوفی قربان جدید کی طرف صادر فرمایا ہے۔

صوفیہ نے جو عالم کو موہوم کہا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عالم محض وہم کا اختراع و تراش ہے کیونکہ یہ سوفسطائی کم عقل کا مذہب ہے بلکہ موہوم اس اعتبار سے ہے کہ حق تعالیٰ کے خلق سے مرتبہ وہم میں مخلوق ہوا ہے اور اس مرتبہ میں حق تعالیٰ کی صنعت سے ثبوت و استقرار پیدا کیا ہے لیکن خیر و کمال جو اس میں ثابت ہے سب مرتبہ حضرت وجود تعالیٰ سے عاریت کے طور پر لیا گیا ہے اور اس مرتبہ مقدسہ کے کمالات کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور شر و نقص جو اس میں موجود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے وہ عدم سے اس کو عاریت کے طور ملا ہے اور ان شر ور ونقائص کے ظلال میں سے ایک ظل ہے جو اس عدم میں کہ ہر شر ونقص کا مبدء ومنشاء ہے، پائے جاتے ہیں جب سالک اللہ تعالیٰ کی تربیت کے موافق ان امانتوں کو بالکل امانت والوں کے حوالہ کر دیتا ہے اور خیر وکمال اور شر ونقص کو ان کے اپنے اپنے مالکوں کو واپس دے دیتا ہے تو اس وقت فنا کی دولت سے متحقق ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی نام ونشان نہیں رہتا نہ اس میں خیر کا اثر رہتا ہے نہ شر کا ضرر کیونکہ جو کچھ خیر وشر اس کو حاصل تھا۔ سب وجود وعدم کی طرف سے عاریت کے طور پر تھا اور اپنے باپ کے گھر سے کچھ نہیں لایا تھا۔ یہ سب ہنر اس میں صرف امانت کے طور پر تھے جب امانتوں کو امانت والوں کے حوالہ کر دیتا ہے تو مائی ومنی کی زحمت سے چھوٹ جاتا ہے اور فنا ونیستی سے مل جاتا ہے۔

## مکتوب (۹۸)

حسن صوری یعنی ظاہری حسن سے بکثرت لذت پانے کے سر میں حاجی عبداللطیف خوارزمی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

خیر وکمال اور حسن وکمال جہاں کہیں کہ ہے وجود کا اثر ہے جو محض خیر اور واجب الوجود جل شانہ کے ساتھ مخصوص ہے ممکن میں جس طرح وجود اس بارگاہ جل شانہ سے ظلیت کے طور پر منعکس ہوا ہے اسی طرح حسن وجمال بھی اسی مرتبہ مقدسہ سے ظلیت کے طور پر اس میں آیا ہے۔ ممکن کا ذاتی اس کے عدم ذاتی کے باعث محض شر اور سراسر قبح ونقص ہے لیکن یہ حسن وجمال جو ممکن میں مشہود ہوتا ہے اگرچہ وجود ہی سے آیا ہے لیکن چونکہ عدم کے آئینہ میں ظاہر ہوا ہے اس لئے آئینہ کا رنگ پکڑ کر قبح ونقص حاصل کر چکا ہے اور ممکن جو ذاتی قبح ونقص رکھتا ہے اس حسن سے اس قدر حظ ولذت پاتا ہے جو حسن خالص یعنی اس حسن کے مبدء سے نہیں پاتا کیونکہ اس کے ساتھ اس کی مناسبت زیادہ تر ہے جس طرح خاکروب کو بدبودار چیزوں سے وہ لذت آتی ہے جو پاکیزہ اور خوشبودار چیزوں سے نہیں آتی۔ مشہور قصہ ہے کہ ایک خاکروب عطاروں کے محلہ سے گزرا جونہی خوشبو اس کے دماغ میں پہنچی بیہوش ہو کر گر پڑا۔ ایک بزرگ بھی اسی راہ سے گزر رہا تھا جب اس معاملہ سے واقف ہوا، فرمایا کہ اس کی ناک کے آگے نجاست لا کر رکھ دو تا کہ اس کی بدبو سے خوش ہو کر ہوش میں آ جائے جب انہوں نے ایسا ہی کیا تو اس کو ہوش آ گیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکتوب (۹۹)

ان ظاہری باطنی نعمتوں کے شکریہ کے اظہار میں جو ماوراء النہر کے بزرگوں کی برکات سے پہنچی ہیں سیادت مآب ارشاد پناہ میر مومن بلخی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ (جس نے بندوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے گویا اللہ کا شکر بھی ادا نہ کیا) ماوراء النہر کے علماء ومشائخ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے حقوق ہم دور افتادہ پسماندوں بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں پر اس قدر ہیں کہ تحریر وتقریر میں نہیں آسکتے۔ اہل سنت وجماعت کے عقائد اور آراء صائبہ کے موافق اعتقاد کی درستی اور علماء حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کے بموجب عمل کی صحت انہی بزرگواروں کی تدقیقات وتحقیقات سے حاصل ہوئی ہے اور طریقہ عالیہ صوفیہ قدس سرہم کا سلوک بھی اس ملک میں اسی مکان شریف کی برکات سے میسر ہوا ہے اور مقامات جذبہ وسلوک وفنا وبقاء اور سیر الی اللہ وسفیر فی اللہ جو مرتبہ ولایت خاصہ پر وابستہ ہیں ان کی تحقیق اسی مبارک جگہ کے بزرگواروں کے فیوض سے پہنچی ہے غرض ظاہر نے بھی وہیں سے اصلاح پائی ہے اور باطن نے بھی اسی جگہ سے فلاح ونجات حاصل کی ہے۔ بیت

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار	که اگر خار و اگر گل ہمہ پروردہ تست

ترجمہ: بیت

شکر تیرا باغ سے کیونکر ہو اے ابر بہار	سب تیرے پالے ہوئے ہیں خواہ گل خواہ خار

حَرَّسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَاَهَالِیْهَا مِنَ الْاٰفَاتِ وَالْبَلِیَّاتِ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ السَّادَاتِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ (اللہ تعالیٰ سید السادات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس جگہ کو اور وہاں کے رہنے والوں کو آفات وبلیات سے محفوظ رکھے) وہ یار جو وقتاً فوقتاً اس بلند ملک سے اس پست ملک میں آتے ہیں وہاں کے حضرات صاحب برکات کا لطف وکرم اور خاص کر ارشاد وہدایت پناہ وافادات وافاضت دستگاہ سلمہ اللہ تعالیٰ یعنی جناب کی شفقت ومحبت اس حقیر کی نسبت ظاہر کرتے ہیں کہ وہ شرافت کے نشان والے عالی جناب فقیر کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور فقیر کے بعض ان علوم ومعارف کو جو لکھے گئے ہیں، مطالعہ کرتے اور پسند فرماتے ہیں بزرگوں کی اس قسم کی بشارت زیادہ امید کا باعث ہے اور بعض اذواق ومواجید کے لکھنے پر زیادہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



زیادہ دلیر کرتی ہے چونکہ انہی دنوں میں از سرنو شیخ ابوالمکارم صوفی نے آ کر آپ کے لطف و کرم کا اظہار کیا اور بڑی مہربانی فرمائی۔ اس لئے آپ کے کرم پر بھروسہ کر کے یہ چند کلمے لکھ کر آپ کو تکلیف دی اور اپنی یاد آوری کی طرف آپ کو توجہ دلائی چونکہ اس فقیر کے بعض مسودوں کی نقل برادرم محمد ہاشم نے جو مخلص دوستوں میں سے ہے۔صوفی مشارالیہ کے ہمراہ ارسال کر دی ہے اس لئے اسی پر کفایت کی گئی ہے اور اس طائفہ عالیہ کے علوم و معارف کی کوئی بات اس خط میں درج نہیں کی جناب کی شفقت و عنایت سے امید ہے کہ خاص خاص وقتوں میں فقیر کو سلامت خاتمہ کی دعائے خیر سے یاد فرماتے رہا کریں گے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) حضرات عالی درجات یعنی شرافت و نجابت کی پناہ والے اور اہل اللہ کی جائے پناہ سید میرک شاہ بخاری اور افادہ کے مرتبہ والے جہان کے علامہ جناب مولانا حسن اور شریعت کے ناصر اور ملت کے حافظ قاضی تولک ادام اللہ برکاتہم کی خدمت میں اس فقیر کی فقیرانہ دعوت پہنچا دیں اور فقیر زادوں کی طرف سے مخدوم زادوں کی خدمت میں سلام عرض کر کے دعا کی التماس کریں۔

## مکتوب (۱۰۰)

اس سر کے کشف میں کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گرفتاری کی وجہ کیا تھی اور بعض اسرار غریبہ اور علوم عجیبہ کے بیان میں شیخ نورالحق کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) فضائل و کمالات کے پناہ والے برادرم عزیزم شیخ نورالحق نے اس گرفتاری کی نسبت جو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھی۔ بڑے شوق و اہتمام کے ساتھ دریافت کیا تھا اور فقیر کو بھی مدت سے اس امر کے انکشاف کا شوق تھا جب آپ کا شوق اس شوق کے ساتھ مل گیا تو بے اختیار ہو کر ہمہ تن اس دقیقہ کے کشف کی طرف متوجہ ہوا اور سرسری نظر میں ظاہر ہوا کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلقت اور ان کا حسن و جمال اس عالم دنیا کے خلقت اور حسن و جمال کی قسم سے نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان کا جمال بہشتیوں کے جمال کی قسم سے ہے اور مشہود ہوا کہ باوجود اس جہان کے ان کا حسن صباحت حور و غلمان کے حسن کی مانند ہے اب اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل سے جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کچھ مفصل طور پر اس بارے میں فائض ہوا ہے تحریر کر کے ارسال کیا جاتا ہے۔ سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (یا اللہ تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر جس قدر کہ تو نے ہم کو سکھایا)

بیت

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند — آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

ترجمہ بیت

مجھ کو آئینے کے پیچھے مثل طوطی ہے رکھا — کہتا ہوں جو کچھ کہ استاد ازل نے ہے کہا

**سوال:** یہ افراط محبت اور گرفتاری جو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ کس سبب سے تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بزرگ آباؤ اجداد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا ہے۔ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ (ہاتھوں اور آنکھوں والے یعنی توانا اور دانا) نیز ان کے آبائے کرام کے شان میں فرماتا ہے۔ اِنَّا اَخْلَصْنَا هُمْ بِخَالِصَةٍ ذِکْرَی الدَّارِ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ (ہم نے ان کو دار آخرت کی یاد کے لئے چن لیا اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہتر لوگوں میں سے ہیں) پس حق تعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ انبیاء کے شان کے کیا مناسب ہے اور برگزیدہ مخلصوں کو مخلوق کے ساتھ کیسے تعلق ہو سکتا ہے کوئی یہ نہ کہے کہ یہ حق تعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری نہیں کیونکہ مخلوق حق تعالیٰ کے حسن و جمال کا آئینہ ہے جیسے کہ صوفیہ نے کہا ہے اور کثرت کے آئینہ میں وحدت کا شہود تجویز کیا ہے اور رویت آخرت کے سوا اس جہان میں ممکنات کی صورتوں کے مظہروں اور آئینوں میں مشاہدہ و مکاشفہ ثابت کیا ہے کہ اس لئے اس قسم کے کشف و شہود جو سالکان صوفیاء کو توحید کے غلبوں کے وقت اس جہانی فانی میں حاصل ہوتے ہیں عجب نہیں کہ انبیاء کے امتوں میں سے خواص لوگوں کو ان سے انکار ہو اور یہ لوگ اس مکشوف و مشہود سے تنزہ اور پرہیز کریں جب اصل معاملہ اس طرح ہے تو پھر انبیاء برگزیدہ کے حق میں اس قسم کے احوال کا ثبوت کس احتمال پر ہے بلکہ اس امر کا ان بزرگواروں کے حق میں عین وبال ہے۔

**جواب:** اس سوال کی بناء پر ایک مقدمہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آخرت کا حسن و جمال اور وہاں کی لذتیں اور نعمتیں دنیا کے حسن و جمال اور یہاں کی لذتوں و نعمتوں کی مانند نہیں ہیں کیونکہ وہ حسن و جمال خیر در خیر ہے اور وہ لذت و نعمت حق تعالیٰ کو مقبول اور پسندیدہ ہے اور یہ حسن و جمال سراسر شر و نقص ہے اور یہ لذت و نعمت نامقبول و ناپسند ہے اسی واسطے دار آخرت رضا ہے اور دار دنیا مولیٰ جل شانہ کے غضب کا مقام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


**سوال**: جب ممکن میں حسن و جمال مرتبہ حضرت وجود تعالیٰ سے عاریت کے طور پر آیا ہے اور ممکن اس مرتبہ کا مظہر اور آئینہ ہے کیونکہ ممکن اپنی کوئی چیز نہیں رکھتا سب کچھ حضرت وجوب تعالیٰ سے عاریت کے طور پر رکھتا ہے تو پھر ان دونوں مقامات میں کیوں فرق ہے اور کیوں ایک مقبول اور پسندیدہ ہے اور دوسرا نامقبول اور ناپسند۔

**جواب**: چند مقدموں پر مبنی ہے مقدمہ اوّل یہ کہ عالم سب کا سب واجب تعالیٰ کے اسماء وصفات کا جلوہ گاہ اور مظہر اور حق تعالیٰ کے اسمائی وصفاتی کمالات کا آئینہ ہے مقدمہ دوم یہ کہ واجب تعالیٰ کی صفات اگرچہ دائرہ وجوب میں داخل ہیں لیکن چونکہ وجود قیام میں حضرت ذات تعالیٰ کی محتاج ہیں اس لئے امکان ان میں ثابت ہے اور وجوب ذاتی ان کے حق میں غیر ثابت ہے کیونکہ ان کا وجوب خود بخود نہیں بلکہ ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ ہے اگرچہ ان کو غیر ذات نہیں کہتے لیکن غیریت سے چارہ نہیں رکھتے کیونکہ دوئی ان کے درمیان ثابت ہے وَالاِثْنَانِ مُتَغَائِرَانِ (دو چیزیں ایک دوسرے کی متغائر ہوتی ہیں) معقول والوں کے نزدیک قضیہ مقررہ ہے لیکن ان کے حق میں امکان کا اطلاق نہ کرنا چاہئے کہ اس سے حدوث کا وہم گزرتا ہے کیونکہ جو ممکن ہے وہ حادث ہے وجوب بالغیر بھی اس مقام میں تجویز نہ کرنا چاہئے کہ حضرت ذات تعالیٰ سے ان کا الگ ہونا مفہوم ہوتا ہے تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جہاں امکان کی بو پائی جاتی ہے ہاں فی حد ذاتہ عدم کی بھی گنجائش ہے اگرچہ اس عدم کا حاصل ہونا محال ہے لیکن وہ محال ہونا اس کے نفس سے پیدا نہیں ہوا بلکہ دوسری جگہ سے آیا ہے چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے لئے جس طرح ان کے وجود کی جانب میں حسن و جمال ثابت ہے ان کے احتمال عدم کی جانب میں بھی حسن و جمال ثابت ہے۔ گو یہ حسن و جمال مرتبہ وہم وحسن میں ثابت ہو جو عدم کے مناسب ہے اور اگرچہ ہمسایہ سے عاریت کے طور پر لیا ہو کیونکہ عدم فی حد ذاتہ شر و قبح کے سوا کچھ نصیب نہیں رکھتا وہ وجود ہی ہے جو سراسر خیر و کمال اور بتمامہ حسن و جمال ہے۔ واضح ہو کہ یہ حسن و جمال جو عدم میں نمایاں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے حنظل یعنی اندرائن کو شکر سے غلافی کر کے شیریں دکھلائیں۔ پانچواں مقدمہ یہ ہے کہ نظر کشفی میں ظاہر ہوا ہے کہ جہان آخرت میں ممکن کی جانب وجود کو ترجیح دیگر صفات کے اس حسن و جمال کا مظہر بنائیں گی جو ان کے وجود کی جانب میں ثابت ہے جب یہ پانچوں مقدمے معلوم ہو گئے اور دنیا کے حسن و جمال اور آخرت کے حسن و جمال کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا اور ایک کی برائی اور دوسرے کی خوبی واضح ہو گئی اور ایک کا پسندیدہ اور دوسرے کا ناپسندیدہ ہونا معلوم ہو چکا تو ان تحقیقات سے اس سوال کا حل بھی ہو گیا اور اس مقدمہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کی توضیح بھی ہوگئی جس پر سوال مبنی تھا۔ اب میں سوال اوّل کا جواب کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشف صریح کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود اگرچہ اس جہان میں پیدا ہوا ہے لیکن اس جہان کے تمام موجودات کے برخلاف ان کا وجود عالم آخرت سے ہے اوران کے وجود کی جانب کو ترجیح دیکر اس حسن و جمال کا مظہر بنایا ہے جو اسماء وصفات کے وجود سے تعلق رکھتا ہے اور عدمیت کی آمیزش کو جوان کے نفس یا اصل سے تعلق رکھتی ہے منتفی کیا ہے اور عدم کی علت سے کہ ہر قبح ونقص کا منشاء ہے اوران کو اوران کے اصل کو پاک کیا ہے اور نور وجود کے غلبہ کے سوا جو بہشتیوں کے نصیب ہے ان میں کچھ نہیں چھوڑا۔ اسی واسطے ان کے حسن و جمال گرفتاری بہشت و بہشتیوں کے حسن و جمال کی طرح محمود اور پسندیدہ اور کاملوں کے نصیب ہوئی ہے اور محبت جس قدر زیادہ کامل ہوگا اسی قدر آخرت کے حسن و جمال کا زیادہ تر گرفتار ہوگا اور اسی قدر حق تعالیٰ کی رضامندی میں اس کا قدم بڑھ کر ہوگا کیونکہ آخرت کی گرفتاری آخرت کے صاحب یعنی حق تعالیٰ کی عین گرفتاری ہے اس لئے کہ عالم آخرت حق تعالیٰ کی حکمت کا طلسم ہے اور رداء کبریا کی طرح پردگی کا روپوش نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ (اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے۔) نص قاطع ہے اور وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے) اس مطلب پر حجت واضح ہے جن لوگوں نے آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح مذموم جانا ہے اور اس کو حق تعالیٰ کی گرفتاری کے سوا سمجھا ہے۔ انہوں نے آخرت کی حقیقت کو پورے طور پر نہیں جانا اور باوجود فرق ظاہر کے حاضر پر غائب کا قیاس کیا ہے رابعہ بیچاری اگر بہشت کی حقیقت کو پورے طور پر جانتی تو اس کے جلانے کا فکر نہ کرتی اور اس کی گرفتاری کو حق تعالیٰ کی گرفتاری کے سوا نہ جانتی کسی اور نے کہا ہے کہ آیت کریمہ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (کوئی تم میں سے دنیا چاہتا ہے اور کوئی آخرت) میں فریقین کی شکایت ہے حق تعالیٰ اس شخص کو انصاف دے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ بہشت کی طرف دعوت فرمائے اور دعوت کے بعد جو شخص قبول کرلے۔ پھر اس کی شکایت کرے اگر اس مقام مقدس کی گرفتاری بری ہوتی یا برائی کی آمیزش رکھتی تو بہشت رضا کا گھر نہ ہوتا اور رضا جو مراتب قبول میں سے نہایت مرتبہ ہے وہ بھی دنیا کی طرح مغضوب یعنی غضب کا موجب ہوتی۔ غضب کا سبب اور ذم کا باعث عدم ہے جو ہر قبح ونقص کی جڑ اور دنیا کا نصیب اور اس کی لعنت کا سبب ہے جب عدم کی کوئی چیز اس میں حاصل نہ ہوئی تو ذم و قبح کی آمیزش دور ہوگئی اور رضامندی اور نامقبول دشمنوں کے نصیب ہوئی اور رضا وقبول اور وجود نور اور وصل ووصول اور راحت وسرور کے سوا کچھ نہ رہا۔ حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تسبیح وتحمید وتہلیل سے بہشت میں درخت لگاؤ یعنی سبحان اللہ کہو اور درخت لگاؤ یعنی وہ تنزیہ جو یہاں ان حروف وکلمات کے لباس میں ظاہر ہوئی ہے وہاں ایک درخت کی صورت میں متمثل ہوگی جس کی گرفتاری اور لذت معنی تنزیہی کی عین گرفتاری اور لذت ہے۔علیٰ ہذا القیاس صوفیاء نے جو دقائق واسرار توحید واتحاد میں فرمائے ہیں اور اس جہان کے مظاہر جمیلہ پر لاکر عشق کی باتیں کی ہیں اور ان کے ضمن میں مشہود ومشاہدہ ثابت کیا ہے اور ان کے حسن وجمال کو مولیٰ جل شانہ کا حسن وجمال سمجھا ہے چنانچہ ایک کہتا ہے۔ ذُقْتُکَ فِیْ کُلِّ طَعَامٍ لَذِیْذٍ (میں نے تجھے ہر طعام لذیذ میں چکھا ہے) دوسرا اس طرح کہتا ہے۔ بیت

در حیرتم کہ وعدہ فردا برائے چیست

ترجمہ بیت

بے پردہ جب ہے آج ترے حسن کا ظہور
پھر اس کا وعدہ کل پر کرنا تھا کیا ضرور

تیر یوں بولتا ہے۔ بیت

عاطشاں گردر قدح آبے خورند ··· دردروں آب حق رانا ظراند

ترجمہ بیت

پیاسے گر پئیں کاسہ میں پانی ··· نظر آتا ہے پانی میں خدا ہی

اس جہان میں اس قسم کی باتوں کا صدق آنا اس فقیر کے فہم ودریافت سے دور ہے فقیر اس جہان میں اس قسم کی نازک باتوں کے اٹھانے کی طاقت معلوم نہیں کرتا اور اس کو اس قسم کی دولت کے قبول کرنے کے قابل نہیں جانتا اگر اس جہان میں یہ طاقت وقابلیت ہوتی تو مولیٰ جل شانہ کے غضب کا محل نہ ہوتا اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ (دنیا پر لعنت ہے) نہ فرماتے وہ بہشت ہی ہے جو ان کرامات کے لائق اور ان مقامات کے قابل ہے اور ذُقْتُکَ فِیْ کُلِّ طَعَامٍ لَذِیْذٍ طعام بہشتی میں صادق آتا ہے نہ طعام دنیاوی میں کہ جس کے ساتھ عدم کا زہر آب ملا ہوا ہے اسی واسطے اس کا اختیار کرنا پسندیدہ نہیں۔ فقیر کے نزدیک ہر شخص کا بہشت اس اسم الٰہی جل شانہ کے ظہور سے مراد ہے جو اس شخص کا مبدء تعین ہے اور اس اسم نے اشجار وانہار اور حور وقصور اور ولدان وغلمان کی صورت اور لباس میں ظہور فرمایا ہے جس طرح اسماء الٰہی جل شانہ میں بلندی اور پستی اور جامعیت اور عدم جامعیت کے اعتبار سے فرق ہے اسی طرح جنتوں میں بھی ان کے اندازہ کے موافق فرق ہے اگر اس ظہور کے ضمن میں شہود ومشاہدہ ثابت کیا جائے تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بہتر اور زیبا ہے اور شے کا اپنی مناسب جگہ میں استعمال کرنا ہے لیکن اس موضع کے سوا اس قسم کی باتوں کا اطلاق کرنا جرات ہے اور شے کو نا مناسب جگہ پر استعمال کرنا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ صوفیاء نے فرط محبت اور کمال اشتیاق سے جو مطلوب کے ساتھ رکھتے ہیں جس قدر مطلوب کی خوشبو ان کی جان کے دماغ میں پہنچتی ہے غنیمت جانا ہے اور اس سکر اور غلبہ محبت کو عین مطلوب و مقصود سمجھا ہے اور اس قسم کی عشق بازیاں جو نفس مطلوب کے ساتھ ہونی چاہئیں اختیار کر کے حظ ولذت حاصل کی ہے اور مشاہدہ ومکاشفہ ثابت کیا ہے چنانچہ ایک بزرگ کہتا ہے۔ بیت

سوئے تو از جا بر جہم مست و بیخود زہر سو کہ آواز پائے برآید

ترجمہ بیت

کہیں سے پاؤں کی آہٹ کو میں جس وقت پاتا ہوں
تو بیخود مست دیوانہ تری جانب کو آتا ہوں

ہاں اس قسم کے معاملات عاشقی اور محبت کی بے آرامی میں جائز پسندیدہ ہیں چونکہ یہ سب باتیں خدا تعالیٰ کے واسطے اور بے مثل مطلوب کے شوق دیدار کے لیے ہیں اس لیے ان کی خطا صواب کا حکم رکھتی ہے اور ان کا سکر صحو کا حکم۔ حدیث میں آیا ہے۔ سِیْنُ بِلَالٍ عِنْدَ اللّٰہِ شِیْنٌ" (بلال کا سین اللہ تعالیٰ کے نزدیک شین ہے)

براشہد تو خندہ زند اسہد بلال

ترجمہ اشہد پہ تیرے ہنستا ہے اسہد بلاڈل کا

جاننا چاہئے کہ اس فقیر کا مکشوف یہ ہے کہ بہشت میں ہر ایک بہشتی شخص کی رویت بھی اسی اسم الٰہی جل شانہ کے اندازہ کے موافق ہوگی جو اس کا مبدء تعین و تشخص ہے اور بہشتی درختوں' نہروں اور حور وغلمان کے لباس میں ظاہر ہوا ہے اس طرح پر کہ کچھ مدت کے بعد حق تعالیٰ کے کرم سے یہ درخت ونہریں وغیرہ جو اس اسم مقدس کے مظہر ہیں تھوڑی دیر کے لیے عینک کا حکم پیدا کرلیں گے اور اس شخص کے لیے رویت غیر متکیفہ کی دولت کا وسیلہ ہو جائیں گے اور پھر اصلی حالت میں آ جائیں گے اور اس کو اپنے ساتھ مشغول رکھیں گے' جس طرح کے تجلی ذاتی برقی ہے جس کو صوفیاء نے اس جہان میں ثابت کیا ہے کہ حضرت ذات تعالیٰ کی تجلی اس دولت کے مستعدوں کے لیے ہمیشہ اسماء وصفات کے پردہ میں ہوتی ہے اور کچھ مدت کے بعد تھوڑی دیر کے لیے ان اسماء وصفات کے حجاب دور ہو جاتے ہیں اور حضرت ذات تعالیٰ اسماء وصفات کے پردہ کے بغیر متجلی ہوتی ہے چونکہ وہ اسم الٰہی جل شانہ حضرات ذات تعالیٰ کے اعتبارات میں سے ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اعتبار ہے اس لیے ہر ایک شخص کی رویت بھی اسی اعتبار ذاتی کے متعلق ہوگی جو اس شخص کا رب ہے اس مضمون سے کوئی شخص ذات تعالیٰ کے تبعض و تجزی یعنی بعض بعض اور جزو جزو ہونے کا وہم نہ کرے کیونکہ ذات جل شانہ بتمامہ وہ اعتبار ہے یہ نہیں کہ ذات کا بعض حصہ وہ اعتبار ہے اور بعض حصہ کوئی دوسرا اعتبار کیونکہ یہ نقص وحدوث کی علامت ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَنْ ذٰلِكَ (اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک و برتر ہے) اور اگرچہ ہر ایک اعتبار سراسر ذات ہے لیکن مرئی وہی اعتبار ہے نہ دوسرے اعتبارات لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں) کا سر اس جگہ طلب کرنا چاہیے۔

**سوال**: جب اعتبارات میں کوئی تمیز نہیں اور ہر ایک عین ذات ہے تو پھر رویت کو تمام اعتبارات میں سے ایک اعتبار کے متعلق کرنا کس لیے ہے۔

**جواب**: یہ اعتبارات اگرچہ عین ذات ہیں بلکہ ایک دوسرے کے بھی عین ہیں اور وہ تمیز و امتیاز چونی جو عالم چون کے گرفتاروں کے نزدیک معتبر ہے نہیں رکھتے لیکن ان کے درمیان امتیاز بیچونی ثابت ہے اور وہ صاحب نصیب لوگ جو عالم چون سے بیچون طور پر عالم بیچون کے ساتھ جا ملے ہیں ان پر یہ امتیاز بیچونی واضح ہے اور اس کو گوش و چشم کے امتیاز کی مانند معلوم کرتے ہیں ہاں وہ صاحب دولت جس کا مبدء تعین اعتدال کے طور پر اسم جامع ہوتا ہے اس کو مجمل طور پر درجات کے تفاوت کے بموجب ذات تعالیٰ کے تمام اعتبارات سے حصہ حاصل ہوتا ہے اور اس کی رویت ان سب کے متعلق ہوتی ہے لیکن چونکہ جامعیت اجمال کی تنگی جو اس کا نصیب ہے ہر وقت اس کو دامنگیر ہوتی ہے اس لیے درک واحاطہ اس کے حق میں بھی مفقود ہوتا ہے اور آیت کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ صادق آتا ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچے کلام والا کون ہے) جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے کرم کے ساتھ مخصوص کر کے فناء اتم کی دولت سے مشرف فرماتا ہے اور عدم کی قید سے کہ اس کی ماہیت تھی خلاص کرتا ہے اور اس کا عین واثر باقی نہیں چھوڑتا تو اس فناء کے بعد اس کو ایک وجود بخشتا ہے جو عالم آخرت کے وجود کی مانند ہوتا ہے جس کا تعلق ممکن کی جانب وجود کی ترجیح کے ساتھ ہوتا ہے اور اسماء صفات الٰہی جل شانہ کے جانب وجود کے کمالات کا مظہر ہوتا ہے جس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے ہی وجود میں اس دولت سے مشرف ہوئے تھے اور یہ عارف دوسرے وجود اور دوسری ولادت میں چونکہ وہ دولت جبلی اور پیدائشی تھی۔ اس لیے ظاہری حسن بھی عطا فرمایا اور یہ چونکہ کسب کے بعد حاصل ہوئی ہے اس لیے نور باطن پر کفایت کی اور اس کے ظاہری حسن کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


آخرت کے لیے ذخیرہ رکھا۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس قسم کا دولتمند عزیز الوجود اور کمیاب ہے یہ بزرگوار اگر چہ نبی نہیں لیکن انبیاء کی تبعیت سے ان کی دولت خاصہ میں شریک ہے اور اگر چہ طفیلی ہے لیکن ان کی نعمت کے دستر خوان پر بیٹھنے والا ہے اور اگر چہ خادم ہے لیکن مخدوموں کا ہم نشین ہے اور اگر چہ تابع ہے لیکن متبوعوں کا مصاحب اور ہمراز ہے کبھی اس کے ساتھ وہ اسرار بیان کرتے ہیں جن میں انبیاء رشک کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک ہونے کی آرزو کرتے ہیں جیسے کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کی خبر دی ہے لیکن اس قسم کا معاملہ فضل جزوی میں داخل ہے فضل کلی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے لیے ہے اور چونکہ یہ فضل بھی اس کو انبیاء کی متابعت کی بدولت حاصل ہوا ہے اس لیے انہی کا ہے وہ صرف ان کا ایک امانت دار ہے۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (ہمارے مرسل بندوں کے لیے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ یہی لوگ فتح مند ہیں اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا) نص قرآنی ہے جس نے ان بزرگواروں کی شان کو سب سے آگے بڑھا دیا ہے اور سب پر فتح مند اور غالب کیا ہے۔

**سوال**: یہ وجود جو اس تام الصفات عارف کو بخشا جاتا ہے یہ بھی اس جہان کے تمام موجودات کے وجود کی طرح مرتبہ حس میں ہے یا اس مرتبہ سے خارج ہے اور اگر خارج ہے تو اس نے وجود خارجی پیدا کیا ہے یا نہیں حالانکہ قوم کے نزدیک مقرر ہے کہ خارج میں حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز موجود نہیں۔

**جواب**: جواب جو کچھ آخر کار معلوم ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں مرتبہ حس و وہم سے خارج ہے اور نفس امری ہو چکا ہے۔ مرتبہ وہم نے اگر چہ ثبات و تقرر کے اعتبار سے نفس امر کا حکم پیدا کیا تھا لیکن در حقیقت نفس امر نہ تھا کیونکہ نفس امر اس مرتبہ کے ماسوا ہے۔ گویہ مرتبہ مرتبہ وہم و خارج کے درمیان برزخ ہے۔ عالم آخرت کی موجودات بھی مرتبہ نفس امر میں ہیں بلکہ صفات ثمانیہ حقیقیہ کے سوا حق تعالیٰ کی باقی تمام صفات اسی مرتبہ میں ہیں اور مرتبہ خارج ذات اقدس جل شانہٗ اور اس کی صفات ثمانیہ کے سوا کچھ موجود نہیں۔ پس موجودات کے لیے تین مرتبے پیدا ہوئے۔

(۱) مرتبہ وہم جو اس جہان کے اکثر افراد کے نصیب ہے سب کے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ کرام بھی اس مرتبہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ ان کا وجود عالم آخرت کے وجود کے مناسب ہے اور اولیاء کرام میں سے بھی بعض اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور وہم سے نکل کر نفس امر سے مل گئے ہیں۔ (۲) مرتبہ نفس امر ہے جہاں حق تعالیٰ کی صفات و افعال ثابت ہیں اور ملائکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کرام بھی اس مرتبہ میں موجود ہیں اور عالم آخرت کا وجود بھی اس مرتبہ میں ثابت ہے اور انبیاء سب کے سب اور اولیاء میں سے بہت کم بھی اس مرتبہ میں گئے ہیں۔ فرق صرف اسی قدر ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات اس مقام کے مرکز میں ہیں جو اس کے تمام اجزاء میں سے اشرف جزو ہے اور باقی تمام موجودات اپنی اپنی استعداد کے موافق اس مرکز کے اطراف واکناف میں ہیں۔ (۳) مرتبہ خارج ہے جہاں واجب الوجود جل شانہ کی ذات اور صفات ثمانیہ موجود ہیں فرق صرف مرکز اور غیر مرکز کا ہے کیونکہ اشرف اقدس کے بہت مناسب ہے۔

**سوال:** مرتبہ وہم سے مرتبہ نفس الامر میں جانا کیا قرب رکھتا ہے اور کون سا قرب اس پر وابستہ ہے۔

**جواب:** ہر خیر وکمال اور حسن و جمال کا مبدء وجود ہے اور وجود میں قوت واستقرار جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر ان صفات کا ظہور زیادہ کامل ہوگا اور شک نہیں کہ وجود نفس امری وجود وہمی سے اقوی واثبت ہے۔ اس لیے خیر وکمال اس میں اتم واکمل ہوگا اور اس کے قرب میں کیا کلام ہے جبکہ حق تعالیٰ کی صفات افعال کے مرتبہ میں موجود ہوا ہے اور خالقیت ورازقیت کی صفات سے حق تعالیٰ کا قرب وجوار پیدا کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ عدم کا ثبوت اور ایسے ہی ان کمالات کا ثبوت جن میں عدم کی آمیزش ملحوظ ہے اگرچہ کمالات صفاتیہ میں سے ہوں سب مرتبہ حس ووہم میں ہیں جب تک عدم سے بالکل پاک نہ ہوں اور عدم کا عین اثر زائل نہ ہو جائے مرتبہ نفس الامر تک پہنچنے کے لائق نہیں ہوتے اگرچہ ثبوت وہمی میں عدم کے قوت وضعف کے اعتبار سے بہت سے درجات ہیں یعنی عدم جس قدر زیادہ قوی ہوگا اس قدر مرتبہ وہم کی گرفتاری زیادہ اتم واکمل ہوگی اور جس قدر زیادہ ضعیف ہوگا اسی قدر گرفتاری کم ہوگی بہت سے اولیاء جو سیر سلوک کر کے عدم کے تمام مراتب سے گزر جاتے ہیں اور عدم کے اثر کے سوا ان میں کچھ باقی نہیں رہتا اگرچہ جب تک وہ اثر باقی رہتا ہے مرتبہ نفس الامر میں داخل نہیں ہوتے لیکن مرتبہ وہم سے گزر کر اس کے نہایت نقطہ تک پہنچ جاتے ہیں اور مرتبہ نفس امر کے نظارہ کرنے والے ہو جاتے ہیں اور اس مقام سے کچھ حصہ حاصل کر لیتے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اور ملائکہ عظام اپنے اپنے درجات کے موافق اور انبیاء کے بعض تابعدار گو تھوڑے ہی ہوں۔ مقام نفس امری کے نہایت تک پہنچے ہیں اور وہاں ہر ایک کے لیے درجات کے اختلاف کے بموجب خاص محل اور علیحدہ مقام ہے۔ قرآن مجید کے حروف وکلمات بھی وہاں مشہود ہوتے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مقام انبیاء علیہم السلام کے اوپر ہے۔ گویا اس مقام سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نکل چکے ہیں اور مقام فوق تک نہیں پہنچے ہیں اور درمیان میں برزخ بن کر اقامت اختیار کی ہے کیونکہ مقام فوق واجب الوجود جل شانہ کی ذات اور صفات پاک کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے کہ خارج میں سوائے حق تعالیٰ کے کچھ موجود نہیں۔ یہ حروف وکلمات چونکہ حدوث کے نشانات رکھتے ہیں اس لیے اس مقام تک پہنچنے کی قابلیت نہیں رکھتے لیکن اس مرتبہ کی تمام موجودات سے پیش قدم ہیں اور اپنے اپنے مدلولات کے دامن میں پنجہ مارے ہوئے ہیں اور وہ بزرگ کہ جنہوں نے مرتبہ نفس امر کی نہایت میں اقامت اختیار کی ہے۔ مرتبہ فوق کے نظارہ کرنے والے ہیں اور کمال گرفتاری کے باعث نرگس کی طرح ہمہ تن آنکھ بن کر اس جناب مقدس کی طرف دیکھنے والے ہیں۔ عجب معاملہ ہے کہ یہ بزرگوار باوجود اس وطن واقامت اختیار کرنے کے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے) کے موافق اپنے محبوب کے ساتھ مجہول الکیفیت معیت رکھتے ہیں اور بیخود ہو کر اس کے ساتھ ہیں اور بغیر اتحاد ودوئی کے اپنے مطلوب کے ساتھ مانوس ومالوف ہیں۔ اس اثنا میں کہ اس مرتبہ مقدسہ کے ساتھ حروف وکلمات قرآنی کی معیت کا ملاحظہ کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ اس معیت کو دوسروں کی معیت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ یہ معیت بہت ہی بلند ہے ذرا بھی ادراک وسمجھ میں نہیں آسکتی کیونکہ ابطن بطون یعنی باطنوں کے باطن پر وابستہ ہے۔ مخلوق کے فہم کی وہاں کچھ گنجائش نہیں۔ اَلْقُرْاٰنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ (قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے) آیا ہے ان حروف وکلمات مقدسہ کی بلندی شان سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام نفسی یہی حروف وکلمات ہیں چنانچہ قاضی عضد نے اس کی تحقیق کی ہے اور تقدیم اور تاخیر کے بغیر انہی کو کلام قدیمی نفسی کہا ہے اور ان کی تقدیم وتاخیر کو اپنے آلہ حادث یعنی زبان کے تصور پر موقوف رکھا ہے۔

**سوال**: اگر یہی حروف وکلمات کلام نفسی ہوں تو پھر چاہئے کہ مرتبہ خارج میں داخل ہوں اور پہلے گزر چکا ہے کہ اس مقام میں داخل نہیں ہوتے اس کی وجہ کیا ہے؟

**جواب**: یہ حروف وکلمات چونکہ ذہنوں میں مقدم ومؤخر مذکور ہوئے ہیں اس لیے اس ملاحظہ سے نظر کشف میں ظاہر ہوتے ہیں کہ مرتبہ خارج میں داخل نہیں جب دوبارہ ان کو تقدیم وتاخیر کے ملاحظہ کے بغیر دیکھا ہے تو مشہود ہوا ہے کہ داخل ہیں اور اپنے اصل کے ساتھ ملحق بلکہ متحد ہیں۔ پس دوسروں کی معیت کو ان کی معیت کے ساتھ کیا نسبت ہے کیونکہ اس معیت میں اتحاد ہے اور دوسروں کی معیت میں اتحاد کی گنجائش نہیں۔ سبحان اللہ یہی حروف وکلمات قرآنی جب اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے تو اس کا ظہور اس جہان میں برخلاف دوسری صفات قدیمہ کے بنفس خود ہوگا کیونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس صورت میں حروف وکلمات اس کلام قدیم کا نفس ہیں اور عارضی تقدیم وتاخیر کے سوا کہ وہ بھی آلہ تکلم کے قصور کے باعث ہے۔ کوئی اس کا روپوش نہیں ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام اشیاء سے زیادہ قریب قرآن مجید ہے اور حق تعالیٰ کی صفات سے زیادہ ظاہر بھی یہی صفت ہے جس کو ظلیت کی گرد بھی نہیں لگی اور تقدیم وتاخیر کے خس وخاشاک کو محجوبوں کی آنکھ میں ڈال کر اپنی اصالت کے ساتھ عالم ظلال میں جلوہ گر ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام عبارتوں سے افضل قرآن مجید کی تلاوت ہے اور اس کی شفاعت دوسروں کی شفاعت سے زیادہ مقبول ہے خواہ ملک مقرب کی شفاعت ہو اور خواہ نبی مرسل کی اور وہ نتائج وثمرات جو قرآن مجید کی تلاوت پر مترتب ہوتے ہیں۔ تفصیل سے باہر ہیں۔ بسا اوقات تلاوت کرنے والے کو ایسے بلند درجات تک لے جاتا ہے کہ وہاں بال کی بھی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

**سوال:** کیا قرآن مجید کے حروف وکلمات ہی اس دولت کے ساتھ مخصوص ہیں یا تمام منزلہ کتابوں کے حروف وکلمات بھی اس دولت میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور سب کلام قدیم نفسی ہیں۔

**جواب:** سب اس دولت میں شریک ہیں البتہ اس قدر فرق نظر کشفی میں پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید گویا مرکز دائرہ ہے اور تمام کتب منزلہ بلکہ تمام وہ کلام جن کے ساتھ ازل سے ابد تک تکلم واقع ہوتا ہے اس دائرہ کا محیط ہیں۔ پس قرآن مجید سب کا اصل اور تمام کتابوں میں سے اشرف ہے کیونکہ مرکز دائرہ کے تمام اجزاء میں سے اشرف اور اس کے تمام نقطوں کا اصل ہوتا ہے گویا تمام نقطے اس کی تفصیل ہیں اور وہ سب کا اجمال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شان میں فرماتا ہے۔ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ (بیشک وہ اولین کے صحیفوں میں تھا)

**سوال:** تحقیق اوّل سے معلوم ہوا ہے کہ اس جہان میں مظاہر جمیلہ کے ضمن میں شہود ومشاہدہ جو بعض نے کہا ہے واقع نہیں اور ان میں اس مقدمہ کے مظہر بننے کی قابلیت نہیں کہ اس جہان میں ان مظاہر کے سوا نفس شہود ومشاہدہ محقق ہے یا نہیں؟

**جواب:** جو کچھ اس فقیر کے اعتقاد میں ہے یہ ہے کہ اس جہان کے نصیب ایقان ہے کہ رویت بصری اور مشاہدہ جو درجات کے اختلاف کے بموجب رویت قلبی سے مراد ہے اسی کا ثمرہ ونتیجہ ہے جو آخرت پر وابستہ ہے صاحب تعرف قدس سرہ جو اس طائفہ عالیہ کے بزرگواروں میں سے ہیں اپنی کتاب میں مشائخ کا اجماع اس بارہ میں نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مشائخ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اس جہان میں حق تعالیٰ کی رویت آنکھ اور دل سے واقع نہیں اور ایقان کے سوا کوئی اور امر ثابت نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



**سوال** : اس طائفہ علیہ کے نزدیک ثابت ومقرر ہے کہ یقین کے تین درجے ہیں۔علم الیقین وعین الیقین وحق الیقین۔علم الیقین اثر سے موثر کی طرف استدلال کرنے سے مراد ہے۔جس طرح آگ کے وجود کا یقین جو استدلال کے طور پر دھوئیں کے وجود کے علم سے حاصل ہوتا ہے اور عین الیقن آگ کے دیکھنے سے مراد ہے اور حق الیقین شان آتش کے ساتھ متحقق ہونے سے مراد ہے اور جب رویت قلبی بھی نہ ہوئی تو پھر عین الیقین کس طرح درست ہے اور عدم رویت پر مشائخ کا اجماع کس طرح صادق ہے۔

**جواب**: ہوسکتا ہے کہ اجماع سے مراد مشائخ متقدمین کا اجماع ہو اور متاخرین نے اس کیخلاف حکم کیا ہو اور رویت قلبی کو تجویز کیا ہو لیکن اس فقیر کے نزدیک یہ حکم ثابت نہیں ہوا اور اس تجویز کا ثبوت نہیں ملا یہ تینوں درجے جو یقین میں کہے گئے ہیں سب علم الیقین میں داخل ہیں اور استدلال سے نہیں نکلے اور علم سے عین تک نہیں پہنچے یہ جو انہوں نے عین الیقین میں آگے کا دیکھنا کہا ہے جس سے آگ کے وجود پر استدلال کیا ہے نہ کہ آگ کا دیکھنا جس طرح کہ علم الیقین میں دھوئیں کے علم سے آگ کے وجود پر استدلال تھا یہاں دھوئیں کے دیکھنے سے آگ کے وجود پر استدلال ہے یہ دوسرا یقین اپنی دلیل کے قوی ہونے کے باعث پہلے یقین سے اتم واکمل ہے کیونکہ وہاں علم دلیل یعنی دلیل کا علم ہے اور یہاں رویت دلیل یعنی دلیل کا دیکھنا اسی طرح حق الیقین میں دھوئیں کے ساتھ متحقق ہونا ہے نہ کہ آگ کے ساتھ اور اس آگ پر استدلال کرنا ہے یہ یقین پہلے دونوں یقینوں کی نسبت زیادہ کامل ہے کیونکہ اپنے نفس سے جو دخان ہے آگ کے وجود پر استدلال کرتا ہے اور انفس سے آفاق تک فرق واضح ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔سَنُرِيهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط وَفِي الْاَرْضِ اٰيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِي اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (ہم آفاق میں اور ان کے انفس میں اپنے نشان دکھائیں گے تاکہ واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانات ہیں اور تمام جانوں میں بھی ہیں۔تم کیوں نہیں دیکھتے) جو کچھ آفاق وانفس میں دیکھا جاتا ہے سب مطلوب کے نشان ہیں نہ نفس مطلوب پس مرئی انفس وآفاق میں دخان ہے جو آتش کا نشان ہے نہ کہ آتش پس معاملہ انفس وآفاق میں استدلال ہے جو علم الیقین کی حقیقت ہے اور عین الیقین وحق الیقین کو انفس وآفاق کے ماوراء تشخیص کرنا چاہیئے۔سبحان اللہ بزرگوں نے مطلوب کی یافت کی نفس کے باہر لا حاصل سمجھا ہے چنانچہ کوئی کہتا ہے۔بیت

ہمچونا بینا مبر ہر سوئے دست ‏ ‏ ‏ ‏ باتو درزیر گلیم است آنچہ ہست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ بیت

ہاتھ اندھوں کی طرح ہرگز نہ مار گودڑی میں ہے وہ تیرے ہم کنار

کوئی اس طرح کہتا ہے۔ بیت

چوں جلوہ آں جمال بیروں زتو نیست پابداماں وسر بجیب اندر کش

ترجمہ بیت

جب جلوہ اس جمال کا باہر ترے نہیں خاموش بیٹھ اور ڈھونڈ اس کو تو کہیں

کوئی یوں پکارتا ہے۔ بیت

ذرّہ گربس نیک وربس بد بود گرچہ عمرے تک زندہ درخود بود

ترجمہ بیت

ذرّہ گر ہو نیک یا ہو بس برا عمر تک دوڑے رہے اس جا پڑا

صاحب فصوص فرماتے ہیں کہ تجلی ذاتی متجلی لہ صورت پر ہوتی ہے۔ ایک بزرگ اس طرح کہتے ہیں کہ اہل اللہ فناء وبقاء کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ ہی میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ جانتے ہیں اپنے آپ میں ہی پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے ہی وجود میں ہے۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ (اپنی جانوں میں تم کیوں نہیں دیکھتے) فقیر کے نزدیک انفس بھی آفاق کی طرح لاحاصل ہے اور مطلوب کے آفاق سے خالی اور بے نصیب ہے وہ ہنر جو انفس وآفاق میں ہے مطلوب کی طرف استدلال اور مقصود پر دلالت ہے۔ مطلوب تک پہنچنا انفس وآفاق کے ماوراء پر وابستہ ہے اور جذبہ وسلوک کے ماسواء پر موقوف ہے کیونکہ سلوک سیر آفاقی ہے اور جذبہ سیر انفسی پس سلوک وجذبہ اور سیر انفسی وآفاقی سب سیر الی اللہ میں داخل ہیں نہ کہ جس طرح صوفیاء نے کہا ہے کہ سیر وسلوک آفاقی سیر الی اللہ ہے اور جذبہ وسیر انفسی سیر فی اللہ کیا کہا جائے۔ ان کو ایسا بتلایا گیا ہے اور مجھے ایسا سُبْحَانَکَ لاَعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (یا اللہ تو پاک ہے ہم کو کوئی علم نہیں مگر جو تو نے سکھایا) ان کے پس خوردہ کھانے والے مجھ مسکین کی کیا طاقت ہے کہ ان کے مذاق کے برخلاف کلام کرے لیکن چونکہ معاملہ تقلید سے گزر چکا ہے اس لیے جو کچھ پاتا ہے کہتا ہے خواہ قوم کے مخالف ہو یا موافق۔ امام ابو یوسف کے لیے تقلید سے گزر کر اپنے استاد امام ابوحنیفہ کے ساتھ موافقت کرنا خطا ہے رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَأْنَا (یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر)

**سوال:** یقین کے یہ تینوں درجے جب علم الیقین میں داخل ہیں تو پھر تمہارے نزدیک عین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الیقین کیا ہے؟

**جواب**: عین الیقین اس حالت سے مراد ہے جو نفس دخان کو آتش کے ساتھ ثابت ہے اور جب مستدل درجہ دلیل کے منتہا تک پہنچ جائے جو کہ دخان ہے تو اس کے لیے بھی آگ کے ساتھ وہ حالت پیدا ہو جائے گی جو دخان کو آتش کے ساتھ ثابت ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ حالت عین الیقین سے تعبیر کی گئی ہے جو علم استدلال سے برتر ہے اور انفس و آفاق کے باہر ہے چونکہ استدلال کا پردہ درمیان سے اٹھ گیا ہے جو مرتبہ علم کی نہایت ہے اس لیے علم سے کشف میں آ گیا ہے اور غیب سے شہود و حضور میں پہنچ گیا ہے جاننا چاہئے کہ شہود و حضور اور ہے اور رویت واحساس اور ضعیف البصر کے لیے آفتاب کی تیز روشنی میں آفتاب کا شہود ثابت ہے اور اس کی رویت واحساس متحقق نہیں۔

تنبیہ: دخان کے ساتھ متحقق ہونا دو درجے رکھتا ہے اور علم الیقین وعین الیقین کو شامل ہے۔ جیسے کہ اس کی تحقیق گزر چکی دخان کے ساتھ متحقق ہونے میں جب تک اس کے تمام نقطوں کو طے کر کے اس کے آخیر نقطہ تک نہ پہنچیں تب تک علم الیقین ہے کیونکہ ہر ایک نقطہ جو باقی رہا ہے اس کا حجاب ہے جس سے استدلال لازم آتا ہے اور جب تمام نقطوں سے متحقق ہو کر اس کے آخیر نقطہ تک پہنچ جائیں تو پھر استدلال سے نکل آتے ہیں کیونکہ حجب یعنی پردے سب کے سب دور ہو جاتے ہیں اور نفس دخان کی طرف عین الیقین ثابت ہو جاتا ہے۔ فَافْهَمْ حق الیقین کی نسبت کیا لکھا جائے۔ کیونکہ اس کے ساتھ کامل طور پر متحقق ہونا عالم آخرت پر وابستہ ہے اگر اس دولت کا کچھ حصہ دنیا میں ثابت ہے تو اخص خواص کے ساتھ ہی مخصوص ہے جن کے نزدیک سیر انفسی جو حق الیقین کے مشابہ ہے علم الیقین میں داخل ہے اور ان کے انفس نے آفاق کا حکم حاصل کیا ہے اور ان کا علم حضوری جو انفس کے متعلق ہے علم حصولی ہو گیا ہے اور عین الیقین انفس و آفاق کے ماوراء ان کے حق میں حاصل ہوا ہے ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔

## خاتمہ حسنہ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس حسن و جمال کے بیان میں جو پروردگار عالمیان جل شانہ کی محبت کا باعث ہے اور جس کے سبب آنحضرت رب العالمین کے محبوب ہوئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اس صباحت کے سبب جو ان میں پائی جاتی تھی حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب تھے لیکن ہمارے حضرت پیغمبر خاتم الرسل اس ملاحت کے باعث جو ان میں موجود تھی۔ خالق زمین وآسمان کے محبوب ہیں زمین وآسمان کو ان ہی کے طفیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پیدا فرمایا ہے۔ کَمَا وَرَدَ جاننا چاہئے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی اس دقیقہ کا بیان یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہ کی صفات ثمانیہ حقیقیہ اگرچہ دائرہ وجوب میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کے باعث جوان کو حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ان میں امکان کی بو پائی جاتی ہے اور جب صفات حقیقیہ قدیمہ میں امکان کی بو موجود ہے تو حضرت واجب الوجود جل شانہ کی صفات اضافیہ میں بطریق اولیٰ امکان ثابت ہوگا اور ان کا قدیم نہ ہونا ان کے امکان پر پختہ دلیل ہوگا۔ کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے جو ممکنات عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن وہاں آنحضرت ﷺ کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقت وامکان کا منشاء صفات اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے جب آنحضرت کا وجود عالم ممکنات میں ہے یہی نہیں بلکہ اس عالم سے برتر ہے تو یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہان میں آنحضرت سے زیادہ لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔

واضح ہو کہ صفت علم صفات حقیقیہ میں سے ہے اور موجود خارجی کے دائرہ میں داخل ہے اور جب اس صفت کو اضافت عارض ہو جائے اور اس سے تقسیم ہو جائے جیسے کہ علم اجمالی اور علم تفصیلی تو یہ قسمیں صفات اضافیہ میں سے ہوں گی اور ثبوت نفس امری کے دائرہ میں داخل ہوں گی جو صفات اضافیہ کا مقرر مقام ہے جیسے کہ گزر چکا اور مشہود ہوتا ہے کہ علم جملی جو صفات اضافیہ میں سے ہے وہی نور ہے جس نے عالم عنصری میں بہت سی پشتوں سے رحموں میں منتقل ہونے کے بعد بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے بموجب صورت انسانی میں جو احسن تقویم ہے ظہور فرمایا ہے اور جس کا نام محمد واحمد ہوا ہے۔

غور سے سننا چاہئے کہ اس قید اجمال نے اگرچہ علم مطلق کو مقید کیا ہے اور اس کو حقیقت سے اضافت میں لایا ہے لیکن مقسم یعنی علم میں کوئی زیادتی پیدا نہیں کی اور اس کی کسی چیز کو مقید نہیں کیا کیونکہ اجمال علم نفس علم سے مراد ہے نہ کہ کوئی زائد امر جو علم سے ملا ہو برخلاف تفصیلی علم کے جو بے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



شمار جزئیات کو چاہتا ہے تاکہ تفصیل متصور ہو سکے۔ یہ عجب قید ہے جو اطلاق کی مظہر ہے اور عجیب مقید ہے جو نفس مطلق ہے اس قسم کی نزاکت مطلق علم میں ذات عالم جل شانہ کی نسبت ملاحظہ کرنی چاہئے جہاں علم نفس عالم اور نفس معلوم ہو سکتا ہے جیسے کہ علم حضوری میں ثابت ہے۔ برخلاف دوسری صفات کے کہ یہ قابلیت نہیں رکھتیں نہیں کہہ سکتے کہ قدرت عین قادر اور عین مقدور ہے یا ارادت عین مرید اور عین مراد ہے پس علم کو ذات عالم کے ساتھ وہ اتحاد نسبتی ہے جو غیر کو نہیں یہاں احمد کا قریب جو احد کے ساتھ ہے معلوم کرنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ ان کے درمیان کون سا واسطہ ہے وہ صفت علم ہی ہے جو ایک ایسا امر ہے جو مطلوب کے ساتھ اتحاد رکھتا ہے پھر حجاب ہونے کی کیا گنجائش ہے نیز علم کے لیے ایک ایسا ذاتی حسن ہے جو صفات میں سے کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے اسی واسطے اس فقیر کے خیال میں جو صفات واجبی سے زیادہ محبوب حق تعالیٰ کے نزدیک صفت علم ہے چونکہ اس کا حسن بیچونی کی آمیزش رکھتا ہے اس لیے حس اس کے ادراک سے قاصر ہے اس حسن کا پورا پورا ادراک عالم آخرت پر وابستہ ہے جو رویت کا مقام ہے جب خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے حضرت محمد کے جمال کو بھی پالیں گے اگرچہ اس جہان میں حسن کا دو تہائی حصہ حضرت یوسف کو عطا ہوا اور باقی تیسرا حصہ سب میں تقسیم ہوا لیکن عالم آخرت میں سارا حسن حسن محمدی ہے اور تمام جمال جمال محمد ہے جو خدا تعالیٰ کو محبوب ہے صفت علم کے حسن کے ساتھ کسی دوسری صفت کے حسن کو کس طرح مشارکت ہو سکتی ہے جبکہ اس کا حسن مطلوب کے ساتھ متحد ہونے کے باعث عین مطلوب کا حسن ہے۔ دوسری صفت کے لیے چونکہ اس قسم کا اتحاد نہیں اس لیے ایسا حسن بھی نہیں۔ پس پیدائش محمد باوجود حدوث کے قدم ذات کی طرف منسوب ہے اور اس کا امکان بھی وجود ذات تعالیٰ تک منتہی ہے اور اس کا حسن حسن ذات تعالیٰ ہے جس میں حسن کے سوا اور کسی چیز کی آمیزش نہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے ساتھ جمیل مطلق کی محبت کا تعلق ہے اور حق تعالیٰ کی محبوب ہے۔ اَللّٰہُ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ (اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو دوست رکھتا ہے)

**سوال:** آیت کریمہ وَیُحِبُّهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنخضرت کے سوا اوروں کے ساتھ بھی حضرت حق سبحانہ کی محبت کا تعلق ہے اور دوسرے بھی حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اس تخصیص کی وجہ کیا ہے جو دوسروں میں موجود نہیں۔

**جواب:** محبت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ محبت ہے جو ذات محب کے متعلق ہے دوسری وہ محبت ہے جو اس کی ذات کے سوا غیر سے تعلق رکھتی ہے۔ پہلی قسم ذاتی محبت ہے اور محبت کی تمام قسموں سے بڑھ کر ہے کیونکہ کوئی شخص کسی چیز کو اتنا دوست نہیں رکھتا جتنا کہ اپنے آپ کو نیز اس قسم کی محبت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نہایت محکم اور مضبوط ہوتی ہے جو کسی عارضہ سے زائل نہیں ہوتی۔ نیز یہ محبت محبوب صرف سے تعلق رکھتی ہے جس میں محسبیت کی آمیزش نہیں برخلاف دوسری قسم کی محبت کے کہ جو عارضی اور زوال پذیر ہے یہ محبت بھی اگرچہ ایک وجہ سے محبوب کے ساتھ تعلق رکھتی ہے لیکن کئی وجوہ سے محسبیت کی آمیزش رکھتی ہے چونکہ حضرت خاتم الرسل کا حسن و جمال حضرت ذات تعالیٰ کے حسن و جمال کی طرف منسوب ہے جیسے کہ گزر چکا اس لیے قسم اوّل کی محبت جو ذات تعالیٰ کے متعلق ہے آنحضرت ﷺ کے متعلق ہوئی اور ذات سبحانہ کی طرح محبت کے تعلق سے آنحضرت ﷺ بھی محبوب صرف ہوئے دوسروں کو چونکہ یہ دولت میسر نہیں ہوئی اور ایک وجہ سے ان کو محبوب بنا دیا محبوب مطلق آنحضرت ﷺ ہی ہیں جو محب کی ذات کی طرح ہمیشہ محبوب ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو حضرت حق سبحانہ کے ساتھ محبت غالب ہے اور وہ اس محبت کے باعث محبوں کے سردار اور رئیس ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کو حضرت خاتم الرسل کے ساتھ غالب محبت ہے یہ فقیر ان دونوں محبتوں کے دریا میں ہر چند غوطہ لگاتا اور تیرتا ہے کہ قوت وضعف کے لحاظ سے ان دونوں محبتوں کے درمیان فرق ظاہر کرے اور آیت کریمہ اَلاَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (خبر دار اللہ کا گروہ غالب ہے) گروہ کے موافق خالق کی محبت کو مخلوق کی محبت سے زیادہ مضبوط و محکم معلوم کرے لیکن کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا گویا ان محبتوں کو عدالت کی میزان پر برابر تولا ہے اور بال بھر بھی کمی بیشی تجویز نہیں کی۔

**سوال:** صوفیاء نے تمام افراد عالم کو اسماء الٰہی جل شانہ کا ظہور مقرر کیا ہے اور انہیں اسماء کو اشیاء کی حقائق معلوم کیا ہے اور اشیاء کو ان کا ظلال جانا ہے گویا انہوں نے تمام عالم کو اسماء الٰہی جل شانہ کا ظہور مقرر کیا ہے پھر بعض اسماء کے ظہور کو آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے ساتھ مخصوص کرنے کی کیا وجہ ہے؟

**جواب:** اشیاء کی حقائق صوفیاء کے نزدیک وہ اعیان ثابتہ ہیں جو اسماء الٰہی کی علمیہ صورتیں ہیں۔ نہ کہ اسماء الٰہی بذات خود اور اس عالم کو ان علمیہ صورتوں کا ظہور کہا ہے اگرچہ مجاز کے طور پر ان کو اسماء کا ظہور بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک شے کی صورت علمی بھی اس شے کا عین ہے نہ کہ اس شے کا شبح و مثال اور یہ جو اس فقیر نے انحضرت ﷺ کی پیدائش کے بارہ میں کہا ہے وہ نفس اسم الٰہی کا ظہور ہے نہ کہ اس اسم کی صورت علمیہ کا ظہور۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَ نَفْسِ الشَّيْئِ وَ بَيْنَ صُوْرَتِهِ الْعِلْمِيَّةِ (شے کے نفس اور اس کی صورت علمیہ میں بہت فرق ہے) آگ کو جب تصور کرتے ہیں تو اس صورت علمیہ میں اس کی چمک لو روشنی کہاں ہے جو آگ کا کمال و جمال ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صورت علمیہ میں صرف آگ کی شبح ومثال ثابت ہے۔ معقول والے لوگ اس بات کو پسند کریں یا نہ کریں خواہ عین آتش کہیں لیکن ہمارا کشف صریح عینیت کی تکذیب کرتا ہے۔ آگ کی صورت علمیہ میں صرف اس آگ کی شبح ومثال ہے جو خارج میں موجود ہے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ جو اسماء کی علمیہ صورتوں کا ظہور ہے اس کا امکان و وجود امکان عالم اور اس کے وجود کی قسم سے ہے جس نے مرتبہ وہم میں حق تعالیٰ کی صنعت سے ثبات وتقرر پیدا کیا ہے اور جو نفس اسم الٰہی کا ظہور ہے جیسے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش میں گزر چکا ہے۔ اس کا امکان صفات اضافی کے امکان کی قسم سے ہے اور اس کا وجود بھی ان صفات کے وجود کی طرح مرتبہ نفس امر میں مقرر و ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ کے بغیر کوئی شخص نظر نہیں آتا جو نفس اسم الٰہی کا ظہور ہو مگر قرآن مجید کی وہ بھی نفس اسم الٰہی کا ظہور ہے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ظہور قرآنی کا منشاء صفات حقیقیہ میں سے ہے اور ظہور محمدی کا منشاء صفات اضافیہ میں سے ہے اسی واسطے اس کو قدیم وغیر مخلوق کہتے ہیں اور اس کو حادث ومخلوق لیکن کعبہ ربانی کا معاملہ ان ہر دو ظہور اسمی سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ وہاں صورتوں اور شکلوں کے لباس کے بغیر معنی تنزیہی کا ظہور ہے کیونکہ کعبہ جو خلائق کا مسجود الیہ ہے پتھر ڈھیلے چھت اور دیواروں سے مراد نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں اگر نہ بھی ہوتو بھی کعبہ کعبہ اور مسجود الیہ ہے پس یہ نہایت ہی عجیب بات ہے کہ وہاں ظہور ہے لیکن اس کی کوئی صورت نہیں۔

واضح ہو کہ اس دولت خاصہ محمدی میں اگرچہ کوئی دوسرا شریک نہیں لیکن اس قدر معلوم کرتا ہے کہ آنحضرت کی تخلیق وتکمیل کے بعد آنحضرت کی دولت خاصہ سے کچھ بقیہ رہ گیا تھا کیونکہ کریموں کی دولت ضیافت کے دسترخوان میں زیادتی لازم ہے تاکہ پس خوردہ خادموں کے نصیب ہو غرض وہ بقیہ آنحضرت کی امت کے دولتمندوں میں سے ایک کو پس خوردہ کے طور پر عطا فرمایا ہے اور اس کو خمیر مایا بنا کر اس کے وجود اور ذات کو اس سے گوندھا ہے اور آنحضرت ﷺ کی تبعیت اور وراثت کے طور پر آنحضرت کی دولت خاصہ میں شریک کیا ہے۔ ع

برکریمان کارہا دشوار نیست

ترجمہ۔ ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

یہ بقیہ حضرت آدم کی اس بقیہ طینت کی طرح ہے جو درخت خرما کو نصیب ہوا ہے جیسے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے۔ اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَةَ فَاِنَّھَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّةِ طِیْنَةِ اٰدَمَ (اپنی پھوپھی نخلہ کی عزت کرو کیونکہ وہ حضرت آدم کی بقیہ طینت سے پیدا کی گئی ہے) ہاں سچ ہے۔ ع

وَ لِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ ... ہے کہ سرزمین میں حصہ زمین کا

**سوال:** حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ اور اس کے تابعین نے حقیقت محمدی کو حضرت اجمال علم سے تعبیر کیا ہے اور اس کو تعین اوّل کہا ہے اور تجلی ذات جانا ہے اور اس کے اوپر مرتبہ لاتعین ثابت کیا ہے جو مرتبہ حضرت ذات بحت ہے اور تم نے اس کو قسم علم اور صفات اضافیہ میں داخل کیا ہے جو صفات حقیقیہ سے نیچے ہیں اس کی وجہ کیا ہے۔

**جواب:** شیخ محی الدین قدس سرہ خارج میں ذات احدیت مجردہ کے سوا کچھ موجود نہیں جانتا اور صفات کا وجود اگرچہ حقیقیہ ہوں علم کے سوا ثابت نہیں کرتا اسی واسطے اس کے نزدیک تعین اوّل علم جملی ہے اور ثبوت بعد ازاں متصور ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان کا ثبوت علم کی فرع ہے کیونکہ علم کے سوا ان کا ثبوت نہیں جانتا۔ پس اس کے نزدیک علم سب سے اسبق ہے اور تمام کمالات کا جامع ہے۔ فقیر کے نزدیک جو کچھ مکشوف ہوا ہے یہ ہے کہ صفات حقیقیہ ثمانیہ ذات واجب تعالیٰ کی طرح خارج میں موجود ہیں اگر کچھ تفاوت ہے تو مرکزیت اور غیر مرکزیت کے اعتبار سے ہے۔ جیسے کہ گزر چکا ہے یہ قول علماء اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے عقائد کے موافق ہے جو فرماتے ہیں کہ صفات کا وجود ذات تعالیٰ کے وجود پر زائد ہے۔ اس صورت میں علم جملی کو تعین اوّل کہنا بے معنی ہے بلکہ تعین کا اطلاق کرنا گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام صفات میں سے اسبق اور اوّل صفت حیات ہے جس کے تابع صفت علم ہے علم کو اس پر سبقت دینا ناممکن ہے خاص کہ جبکہ علم کے ساتھ کوئی قید بھی لگی ہو وہ مطلق علم سے بھی بہت نیچے اور اضافات میں داخل ہے جیسے کہ گزر چکا ہاں اگر علم جملی کو علم کا تعین اوّل کہیں تو ہوسکتا ہے کیونکہ اس کا تعین ثانی علم تفصیلی ہے۔

**سوال:** شیخ محی الدین قدس سرہ نے جو علم جملی کو حقیقت محمدی کہا ہے اور اس عالم عنصری کو اس کا ظہور جانا ہے اس کی مراد نفس اسم کا ظہور ہے جیسے کہ تم نے کہا ہے یا اس اسم کی صورت کا ظہور ہے جیسے کہ تمام ممکنات میں ہے۔

**جواب:** صورت اسم کا ظہور ہے کیونکہ تعین اوّل شیخ قدس سرہ کے نزدیک تعین علمی ہے اس لیے کہ اس نے پہلے دونوں تعینوں کو تعین علمی کہا ہے اور آخر کے تینوں تعینوں کو تعین خارجی فرمایا ہے تعین علمی شان العلم کی صورت ہے جس کو اس نے خارج میں عین ذات کہا ہے اور علم میں اس کی صورت کو ثابت کیا ہے اور اس صورت علمی نے جو حقیقت محمدی ہے عالم عنصری میں صورت انسانی محمدی میں ظہور کیا ہے غرض شیخ کے نزدیک جہاں کہیں ظہور ہے صورت علمیہ کا ظہور ہے خواہ صفات واجبی جل شانہ ہوں کیونکہ اس کے نزدیک علم کے سوا صفات کا ثبوت نہیں اور خارج میں سوائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ذات بحت کے کچھ بھی اس کے نزدیک موجود نہیں۔

**سوال**: اس مرتبہ میں علم و عالم و معلوم کا اتحاد ہے جس کا حاصل علم حضور ہے پس اسم کی صورت کی بھی وہاں گنجائش نہ ہوگی کیونکہ علم حصولی میں صورت کا حصول ہے اور علم حضوری میں نفس معلوم حاضر ہے نہ کہ معلوم کی صورت۔

**جواب**: وہ مرتبہ ذات بحت کا مرتبہ نہیں ہے اس واسطے اس کو تعین و تنزل کہا ہے پس خارج میں موجود نہ ہوگا اور جب خارج میں موجود نہ ہوا تو ثبوت علمی سے اس کو چارہ نہیں اور اسی واسطے اس کو تعین علمی کہا ہے کہ ثبوت علمی کے لیے معلوم کی صورت کا ہونا ضروری ہے اس بیان سے لازم آیا کہ علم حضوری میں نفس معلوم کے حاضر ہونے کے باوجود معلوم کی صورت بھی ثابت ہے کیونکہ نفس معلوم خالص طور پر حاضر نہیں ہے بلکہ ایک اعتبار نے اس میں راہ پایا ہے جو اس کو نفس سے صورت میں لایا ہے لیکن ہر شخص کا فہم اس وقت تک نہیں پہنچتا اور جب تک ذات بحت جل شانہ سے بیچونی وصول کے ساتھ واصل نہ ہوں تب تک اس دقیقہ کو نہیں پا سکتے۔ سبحان اللہ مجھ درماندہ اور پسماندہ فقیر میں کہاں طاقت ہے کہ حضرت خاتم الرسل کی بعثت سے ہزار سال کے بعد انبیاء اولوالعزم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسرار و معارف کی نسبت گفتگو کروں اور معاد کے دامن میں آکر مبدء کے کمالات کے دقائق بیان کروں۔

## ابیات

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک — سزد گر بذرانم سرز افلاک
من آں خاکم کہ ابر نو بہاری — کند ازلطف برمن قطرہ باری
اگر بہ اوئد از تن صد زبانم — چو سبزہ شکرلطفش کے توانم

ترجمہ: ابیات

مجھے جب خاک سے شہ نے اٹھایا — ہے لائق ہو فلک سے اونچا پایا
میں ہوں وہ خاک ابر نوبہاری — کرے جس پر کرم سے قطرہ باری
اگر ہر بال میں میری زبان ہو — نہ شکر اس کا کبھی مجھ سے عیاں ہو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسول حق امر لائے ہیں) دل تو چاہتا تھا کہ اس صباحت و ملاحت کا کچھ حال بیان کروں جس کی نسبت حدیث نبوی میں آیا ہے۔ اَخِیْ یُوْسُفُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اَصۡبَحُ وَاَنَا اَمۡلَحُ (میرا بھائی یوسف صباحت والا تھا اور میں ملاحت والا ہوں) اور اس بارہ میں رمز و اشارہ سے گفتگو کروں لیکن دیکھا کہ رمز و اشارہ مقصود کے ادا کرنے میں قاصر ہے اور سننے والے اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ قرآن کے حروف مقطعات سب کے سب ان حقائق احوال اور دقائق اسرار کے رموز و اشرات ہیں جو محبّ و محبوب کے درمیان ثابت ہیں لیکن کون ہے جو ان کو معلوم کر سکے۔ علماء راسخین جو حبیب رب العالمین کے خادموں اور غلاموں کا حکم رکھتے ہیں خادموں کے لیے جائز ہے کہ ان کو مخدوم کے بعض خفیہ اسرار پر اطلاع ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ مخدوم کی تبعیت کے باعث خادم کے ساتھ معاملات بیان کریں اور پس خوردہ کھانے والے کی طرح مخدوم کی دولت خاصہ میں شریک ہو لیکن اگر وہ ان اسرار کو کچھ بھی بیان کرے تو خیانتی ہوتا ہے اور اپنے سر کو برباد کرتا ہے اور قَطۡعَ الۡبُلۡعُوۡمُ جو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہے اس کے حق میں صادق آتا ہے۔ وَيَضِيْقُ صَدۡرِیۡ وَلَا يَنۡطَلِقُ لِسَانِیۡ (میرا سینہ تنگ اور میری زبان بند ہو جاتی ہے) اس کا نقد وقت ہے۔ رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ (یا اللہ تو ہمارے گناہوں اور کام میں زیادتیوں کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہمیں فتح دے) وَالسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی وَالۡتَزَمَ مُتَابَعَةَ الۡمُصۡطَفٰی عَلَيۡهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهِ الۡبَرَرَةِ التُّقٰی (سلام ہو آپ پر اور ان تمام پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا)

## مکتوب (۱۰۱)

فلاسفہ کے مذاق کے موافق آیات قرآنی کی تاویل و تفسیر کرنے سے منع کرنے کے بیان میں شیخ عبداللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعَافَاكُمۡ عَنِ الۡبَلِيَّاتِ (اللہ تعالیٰ آپ کو آفات و بلیات سے سلامتی و عافیت بخشے) کتاب تبصرۃ الرحمٰن جو آپ نے بھیجی تھی اس کو بعض مقامات سے مطالعہ کر کے واپس بھیج دیا ہے۔ اس کتاب کا مصنف فلاسفہ کے مذہب کی طرف بہت میلان رکھتا ہے اور نزدیک ہے کہ حکماء کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر کر دے سورہ ہود کی ایک آیت نظر آئی جس کا بیان اس نے حکماء کے طرز پر کیا ہے جو سراسر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طرز کے برخلاف ہے اور حکماء و انبیاء کے قول کو باہم برابر کیا ہے اور اس آیت کریمہ میں اس طرح کہا کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَيۡسَ لَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ بِاتِّفَاقِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡحُكَمَاءِ اِلَّا النَّارُ الۡحِسِّيُّ اَوِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اَلْعَقْلِيّ (یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں سوائے آگ کے کوئی حصہ نہیں انبیاء کے اتفاق سے آگ سے مراد آگ حسی ہے اور حکماء کے اتفاق سے آگ عقلی) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجماع کے باوجود حکماء کے اجماع کی کیا گنجائش ہے اور عذاب آخرت میں ان کے قول کا کیا اعتبار ہے خاص کر جبکہ انبیاء کے قول کے مخالف میں فلاسفہ جو عذاب عقلی ثابت کرتے ہیں اس سے عذاب حسی کا رفع کرنا مقصود ہے جس کے ثبوت پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے اسی طرح اور بھی کئی جگہ آیات قرآنی کو حکماء کے مذاق کے موافق بیان کرتا ہے اگرچہ مذہب ملیین (اہل سنت کے مذہب) کے مخالف ہی ہو یاد رہے کہ اس کتاب کا مطالعہ پوشیدہ اور ظاہری ضرروں سے خالی نہیں چونکہ اس امر کا اظہار ضروری تھا اس لیے چند کلمات لکھ کر آپ کو تکلیف دی گئی۔ والسلام

## مکتوب (۱۰۲)

مجاہد اور گوشہ نشینی اور طالبان حق کی تربیت کی ترغیب میں جناب میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے ان حدود کے فقرا کے احوال واوضاع حمد کے لائق ہیں۔ مدت گزری ہے کہ آپ نے اپنے احوال خیر مال کی اطلاع نہیں دی۔ امید ہے کہ آپ نے اپنی حالت کو بدل لیا ہوگا اور سستی کو چھوڑ کر عمل کے درپے ہو گئے ہوں گے اور فراغت کو ترک کر کے مجاہدہ کی طرف توجہ کی ہوگی۔ اب کاشتکاری کرنے اور بیج بونے کا وقت ہے صرف کھانے اور سو رہنے کا موسم نہیں۔ آدھی رات سونے کے لیے مقرر کریں اور آدھی رات طاعت وعبادت کے لیے اگر اس قدر ہمت نہ ہو سکے تو رات کا تیسرا حصہ جو نصف سے سدس یعنی چھٹے حصے تک ہے ہمیشہ جاگتے رہیں اور کوشش کریں کہ اس دولت کے دوام حصول میں فتور نہ پڑے۔ خلق کے ساتھ اس قدر اختلاط وانبساط رکھیں کہ ان کے حقوق ادا ہو سکیں۔ اَلضُّرُوْرَةُ تُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا (ضرورت اندازہ کے موافق ہوتی ہے) قدر حاجت سے زیادہ خلق کے ساتھ انبساط رکھنا فضول ہے اور لایعنی میں داخل ہے۔ بسا اوقات بڑے بڑے ضرر اس پر مترتب ہوتے ہیں اور شریعت وطریقت کے ممنوعات امور میں داخل ہوتا ہے۔ وہ شیخ جو مریدوں کے ساتھ حد سے زیادہ انبساط رکھتا ہے وہ مریدوں کو ارادت سے نکالتا اور ان کی طلب میں فتور ڈالتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ اس امر کی برائی کو اچھی معلوم کریں اور طالبوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک کریں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جو ان کی الفت وانس کا سبب ہو نہ کہ نفرت و بیگانگی کا موجب۔ خلق سے تنہائی اور گوشہ نشینی بھی ضروری ہے کیونکہ حاجت سے زیادہ ان کے ساتھ آشنائی رکھنا زہر قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ کو یہ بات بڑی آسانی سے میسر ہے۔ ارباب ابتلا یعنی بلا وامتحان میں پھنسے ہوئے جو لوگ جو ہمیشہ اہل تفرقہ کے ساتھ جمع رہتے ہیں اور اس بلا میں مبتلا ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں۔ آپ اس نعمت کی قدر جانیں اور اس کے موافق عمل کریں اور طالبوں کے حال سے بخوبی خبر دار رہیں اور ظاہر و باطن میں ان کی تربیت کی طرف متوجہ رہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔

## مکتوب (۱۰۳)

قصور احوال پر تربیت کرنے اور تکمیل و کمال کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں شیخ حمید احمدی کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) برادرم عزیز شیخ حمید کا مکتوب شریف پہنچا اس نے بہت خوش وقت کیا یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ اس قسم کے فتنہ وفساد کے زمانہ میں لوگ ایک شخص کی صحبت میں جائیں اور ان کو خدا تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف رغبت پیدا ہو اور ان کے دل ماسوی اللہ کی طرف سے سرد ہو جائیں اور باوجود اس امر کے وہ برادر عزیز اس دولت پر مغرور نہ ہو اور اپنے کام سے فارغ نہ ہو۔ مثل مشہور ہے کہ ہنوز دہلی دور است (ابھی دلی دور ہے) معلوم نہیں کہ سو میں سے ایک نے انجام کو پایا ہو یہ احوال جو طالبوں کو ابتداء میں ظاہر ہوتے ہیں اور ذوق ولذت بخشتے ہیں۔ اسی طرح ہیں جس طرح بچوں کو الف با سکھاتے ہیں اصل معاملہ یہ ہے کہ تہجی سے مولویت حاصل کریں اور ذوق ولذت سے ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچ جائیں۔ بیت

ہنوز ایوان استغنا بلند است مرا فکر رسیدن ناپسند است

ترجمہ۔ بیت

بہت اونچا ہے استغنا کا ایوان نہ کر کوشش وہاں چڑھنے کی اے جاں

چاہئے کہ اپنی اوقات کو آباد رکھیں اور ظاہر و باطن میں شریعت و طریقت کے ساتھ آراستہ رہیں۔ دوسرے کی تکمیل اپنے کمال کی شاخ ہے جو ولایت خاصہ کا درجہ ہے لیکن جب آپ کی صحبت میں طالبوں کو رشد وہدایت پیدا ہو اور احوال ومواجید ظاہر ہوں اگرچہ فنا بقاء کی حد تک نہ پہنچیں تو یہ بھی غنیمت ہے اور اس زمانہ میں سرخ گندھک کا حکم رکھتا ہے اس کو بھی کرتے ہیں لیکن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



استخاروں اور توجہوں کے بعد جس کسی کو طریقہ کی تعلیم دیں مناسب بلکہ لازم ہے اور اس امر سے ڈرتے اور خوف کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اسی راہ سے آپ پر شیطان کا غلبہ ظاہر ہو۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنْ شَرِّہٖ (اللہ تعالیٰ ہم کو اس کے شر سے بچائے) وہ شمار تعداد جو آپ کو کہی گئی تھی اگر آپ نے پوری کر لی ہے تو اس سے دگنی تعداد پر عمل کریں اور پھر خبر کریں تا کہ حال کے مناسب اطلاع دی جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان یاروں کو کہ جن کا تعلق آپ کے ساتھ ہے دعا پہنچا ئیں۔ صحیفہ شریفہ جو سید یحییٰ نے لکھا تھا پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ ایسے زمانہ میں کہ قیامت کا کمال قرب رکھتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَشْرَارِ النَّاسِ (قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی) لوگوں کے دل حق تعالیٰ کی طرف کھچے ہوئے ہیں اور اس درگاہ پاک کے شوقین اور فریفتہ ہیں۔ دوستوں سے غائبانہ دعا کی توقع اور سلامتی خاتمہ کی امید ہے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش بے شک تو ہر شے پر قادر ہے)

# مکتوب (۱۰۴)

بعض مراتب تک پہنچنے کی خوشخبری میں حضرات ذوالبرکات حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ و حضرت خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) مدت گزری ہے کہ فرزندان گرامی نے اپنے ظاہری و باطنی احوال کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ شاید دیر تک جدا رہنے کے باعث مجھ دور افتادہ کو بھول گئے ہو۔ ہم بھی ارحم الراحمین رکھتے ہیں۔ آیت کریمہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافی نہیں) نامراد غریبوں کو تسلی بخشنے والی ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ تمہاری اس قدر ناپروائی کے باوجود ہمیشہ دل تمہارے احوال کی طرف متوجہ ہے اور تمہارے کمال کا خواہاں ہے کل صبح کی نماز کے بعد مجلس سکوت یعنی مراقبہ و خاموشی کے وقت ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میں نے پہنی ہوئی تھی مجھ سے دور ہوگئی اور بجائے اس کے اور خلعت مجھے پہنائی گئی۔ دل میں آیا کہ یہ خلعت زائلہ کسی کو دیتے ہیں یا نہیں مجھے یہ آرزو ہوئی کہ اگر یہ خلعت زائلہ میرے فرزند محمد معصوم کو دیدیں تو بہتر ہے۔ ایک لمحہ کے بعد دیکھا کہ میرے فرزند کو مرحمت فرمائی گئی ہے اور وہ خلعت سب کی سب اس کو پہنائی گئی ہے۔ یہ خلعت زائلہ معاملہ قیومیت سے مراد ہے جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس عرصہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مجتمعہ میں ارتباط کا باعث ہے اس خلعت جدیدہ کا معاملہ جب انجام تک پہنچ جائے گا اور خلع کی مستحق ہو جائے گی تو امید ہے کہ کمال کرم سے فرزند عزیز محمد سعید کو عطا فرمائیں گے۔ فقیر ہمیشہ عاجزی سے یہ سوال کرتا ہے اور قبولیت کا اثر پاتا ہے اور فرزند عزیز کو اس دولت کا مستحق معلوم کرتا ہے۔ ع

برکریمان کارہا دشوار نیست

ترجمہ: ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

استعداد بھی اس کی دی ہوئی ہے۔ بیت

نیا وردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

ترجمہ: بیت

نہیں لایا میں کچھ بھی اپنے گھر سے مجھے سب کچھ ملا ہے تیرے در سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (اے آل داؤد عمل کرو اور شکر بجالاؤ میرے بندے شکر گزار تھوڑے ہی ہیں) تم جانتے ہی ہو کہ شکر سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہری باطنی اعضاء و جوارح و قویٰ کو جس جس غرض کے لیے خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے ان میں صرف کرے کیونکہ اگر یہ نہ ہوتے تو شکر بھی حاصل نہ ہوتا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) اس قسم کے علوم پوشیدہ اسرار میں سے ہیں اگرچہ صرفہ کے ساتھ کہے جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ دوسرے یہ کہ وہ مشکل جو درپیش تھی شاید وہ معاملہ عالم مثال میں تھا۔ ان دنوں میں وہ بھی حل ہو گئی ہے اور کوئی پوشیدگی نہیں رہی۔ شاید اس امر میں خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کا بھی دخل ہوگا۔ محمد معصوم بھی شاید اس مشکل کو دل میں رکھتا ہوگا۔ والسلام

# مکتوب (۱۰۵)

سنت کے زندہ کرنے اور بدعت سے ڈرانے کے بیان میں شیخ حسن برکی کی طرف

اس کے اس خط کے جواب میں جو اس نے اپنے احوال کے بیان میں لکھا تھا صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) برادرم عزیز شیخ حسن (کہ خدا اس کا انجام اچھا کرے) کا صحیفہ شریفہ پہنچا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بہت خوش کیا۔ ان علوم و معارفت کے مطالعہ سے جو اس میں لکھے تھے نہایت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق اور فرقہ ناجیہ کے عقائد کے موافق تمام علوم صحیح اور معارف صادق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت بخشے اور اعلیٰ اور بلند مقاصد تک پہنچائے۔ آپ نے بدعتوں کے دور کرنے کی نسبت کچھ حال لکھا تھا یہ کیسی اعلیٰ نعمت ہے کہ اس بدعتوں کی تاریکی سے بھرے ہوئے زمانہ میں حق تعالیٰ کسی صاحب دولت کو یہ توفیق دیدے کہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو دور کرے اور سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے۔ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص سنت کو زندہ کرے بعد ازاں کہ اس کا علم دور ہو چکا ہو اس شخص کے لیے سو شہید کا ثواب ہے۔ اس مضمولا سے اس کے کام کی بزرگی معلوم کریں لیکن اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ امر فتنہ کے بیدار کرنے تک نہ پہنچے اور ایک نیکی بہت سی برائیوں کے اظہار کا باعث نہ ہو کیونکہ آخیر زمانہ ہے اور اسلام کا وقت ہے وہ رسالہ جو آپ نے بھیجا تھا اس کے مطالعہ سے بھی بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ یہ علوم فقیر کے علوم کے موافق اور کشف کے مطابق ہیں اور آپ کی نظر بہت بلند ہے۔ آپ کے اس خط کو جس میں آپ کے حالات اور بعض علوم کے استفسار درج تھے۔ برادرم محمد ہاشم کشمی کے سپرد کیا تھا تاکہ جواب لکھنے کے وقت حاضر کردے۔ اتفاقاً وہ خط اس سے گم ہو گیا۔ اس لیے تفصیل وار جوابوں کے لکھنے میں توقف واقع ہوا جس قدر دل میں یاد رہ گیا تھا اس کا جواب لکھا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ احوال پسندیدہ ہیں اور علوم صحیح دوسرے یہ کہ گزارش ہے کہ مغفرت پناہ مولانا احمد کے فرزندوں کی تعلیم و تربیت میں بہت کوشش بجالائیں اور ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ آراستہ ہونے کے ہدایت کریں۔ تمام مخلص یاروں بلکہ وہاں کے تمام مسلمانوں کو شریعت کی متابعت اور سنت کے بجالانے کی رہنمائی کریں اور بدعتوں کے اختیار کرنے سے ڈرائیں۔ واللہ سبحانہ الموفق (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) خواجہ محمد ہاشم نے تیسری جلد کے بعض مکتوبات کی نقل کرا کر آپ کی طرف بھیجی ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس فقیر کے اوقات مختلف ہیں۔ بعض اوقات علوم و معارف کے لکھنے پر بے اختیار رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات حالانکہ اسرار غریبہ کا افادہ فرماتے ہیں۔ لکھنے سے اس قدر نفرت آتی ہے کہ ہاتھ میں قلم پکڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی واسطے آپ کے آئے ہوئے خطوں کے تفصیل وار جواب دینے میں فتور پڑ جاتا ہے اور تکلف سے بھی کچھ نہیں لکھ سکتا۔ باقی احوال حمد کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے لشکر کی ہمراہی سے خلاصی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ استقامت کے ساتھ رکھے۔ وہاں کے سب یاروں کے لیے دعوات مخصوصہ ہیں۔ والسلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۰۶)

اس واقعہ کے بیان میں کہ جس میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا تھا اور ان سے بہت اعلیٰ بشارتیں پائی تھیں۔ حضرت مخدوم زادگاں سلمہم اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:

فرزندان گرامی کا صحیفہ شریفہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ صحت و عافیت سے ہیں۔ آج ایک تازہ معاملہ ظاہر ہوا ہے جو لکھتا ہوں۔ آج شنبہ کی رات کو بادشاہی مجلس میں گیا تھا ایک پہر رات گزرے وہاں سے واپس آیا اور تین پارہ قرآن مجید حافظ سے سنا۔ دو پہر رات گزر چکی تھی کہ نیند میسر ہوئی صبح کے حلقہ کے بعد چونکہ رات کا تھکا ماندہ تھا سو گیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فقیر کے لیے اجازت نامہ لکھا ہے جس طرح کہ مشائخ کی عادت ہے کہ اپنے خلفاء کے لیے لکھتے ہیں اور فقیر کے مخلص یاروں میں سے ایک یار بھی اس معاملہ میں ہمراہ ہے۔ اس اثنا میں ظاہر ہوا کہ اس اجازت نامہ کے اجزا میں سے تھوڑا سا فتور ہے۔ اس فتور کی خاص وجہ بھی اسی وقت معلوم ہوگئی۔ وہ یار جو اس خدمت کا پیش کار ہے۔ دوبارہ اس اجازت نامہ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گیا اور آنحضرت نے اس اجازت نامہ کی پشت پر دوسرا اجازت نامہ لکھوایا۔ یہ تشخیص نہیں ہوا لیکن آنحضرت ﷺ کی نسبت معلوم ہے کہ لکھنے کے بعد اپنی مہر سے مزین فرمایا ہے۔ اس اجازت نامہ کا مضمون یہ ہے کہ دنیا کے اجازت نامہ کے عوض آخرت کا اجازت نامہ دیا ہے اور مقام شفاعت میں نصیب و حصہ عطا فرمایا ہے اور کاغذ بھی بہت لمبا ہے اور اس میں سطریں بہت سی لکھی ہیں۔ میں اس یار سے پوچھتا ہوں کہ پہلا اجازت نامہ کیسا ہے اور دوسرا اجازت نامہ جو لکھا ہے وہ کون سا ہے۔ میں اس وقت معلوم کرتا ہوں کہ میں اور آنحضرت ﷺ باہم ایک ہی جگہ میں ہیں اور باپ بیٹے کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ اور ان کے اہل بیت مجھ سے بیگانے نہیں ہیں۔ میں اس کاغذ کو لپیٹ کر اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر محرم فرزندوں کی طرح ان کے حرم شریف میں داخل ہوا ہوں۔ امہات المومنین مومنوں کی ماؤں میں سے بڑی ماں (حضرت خدیجۃ الکبریٰ) مجھے آنحضرت ﷺ کے حضور میں بعض بعض خدمات بڑے اہتمام سے فرماتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میں تیرا انتظار کرتی تھی اس طرح اس طرح کرنا چاہیے اسی اثنا میں افاقہ ہوگیا۔ یہ بات دل سے دور ہوگئی کہ اس فتور کی وجہ کیا تھی جو معلوم ہوتی تھی جوں جوں آنکھ کھلتی جاتی تھی اس واقع کی خصوصیتیں دل سے نکلتی جاتی تھیں۔ تم کو یاد ہو کہ میں اس بارہ میں پہلے بھی یہ بات کہا کرتا تھا کہ یہ بلند نسبت عجیب ہے کہ اپنے انداز کے موافق ظہور نہیں کرتی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یہ بات ہرگز دل میں نہ آتی تھی کہ اس کا ظہور ظاہراً آخرت کے لیے ذخیرہ رکھا ہے جس کا نعم البدل میسر ہوگا۔ اس واقعہ سے ان تردداّت سے تشفی حاصل ہوئی۔ قیامت قریب ہے اور ظلمتوں کی گھٹائیں چھا رہی ہیں کہاں خیریت اور کجا نورانیت شاید حضرت مہدی علیہ الرضوان خلافت ظاہر کی تائید پا کر اس کو رواج دیں گے اور اس نعمت کے شکریہ میں آج فرمایا ہے کہ قسم قسم کے کھانے آنحضرت ﷺ روحانیت کے لیے پکائیں اور شادی کی مجلس لگائیں۔ اس مکتوب کے اٹھانے والے بھی شاید ان کھانوں میں سے تناول فرمائیں گے۔ دوسری یہ ہے کہ ایک مکتوب میں ایک واقعہ کے بیان میں لکھا تھا کہ تیسرے یار کو نوکری میں قبول نہ کیا کچھ دیر کے بعد ظاہر ہوا کہ محض کرم سے اس کو بھی قبول فرمایا اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے۔ لِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نِعَمَائِہٖ (اس نعمت پر بلکہ تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے) ان دونوں میں معارف غریبہ اور علوم عجیبہ ظاہر ہوئے ہیں۔ گویا وہ ورق مقرر مرقوم ہوا ہے اور ہر ایک کا معاملہ جدا ظاہر ہوا ہے فرزند دور ہیں اور عمر کا معاملہ نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اَلْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی (بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے) کہتا ہوں اور صبر کرتا ہوں۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّیْٔ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی نصیب کر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

## مکتوب (۱۰۷)

نسبت رابطہ میں فتور آنے اور طاعات میں لذت نہ پانے کے سبب میں خواجہ محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد گزارش ہے کہ برادرم عزیز کا صحیفہ شریفہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ صحت و عافیت سے ہیں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ کیا باعث ہے کہ نسبت رابطہ میں فتور آجاتا ہے تو طاعات میں لذت نہیں پاتا۔ واضح ہو کہ جو امر رابطہ کے فتور کا سبب ہے طاعات میں لذت کا مانع بھی وہی ہے۔ کبھی قبض بھی اس فتور کا باعث ہوتی ہے اور کبھی خطا و لغزش کے ہو جانے کے باعث کدورت طاری ہو جاتی ہے۔ پہلی وجہ مذموم نہیں بلکہ سلوک طریقہ کے لوازم سے ہے۔ دوسری وجہ کا تدارک توبہ و استغفار سے کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کا اثر دور ہو جائے چونکہ قبض اور کدورت کے درمیان تمیز بمشکل ہو سکتی ہے۔ اس واسطے ہر حال میں توبہ و استغفار فائدہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مند ہے۔حق تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔والسلام

## مکتوب (۱۰۸)

ان معاملات کے بیان میں جو اصل الاصل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور یہ معرفت معنی سے منقول ہے۔ملا طاہر خادم کی طرف صادر فرمایا ہے:

وہ معاملات جو اصل الاصل سے تعلق رکھتے ہیں۔دو قسم کے ہیں۔ایک وہ ہیں جن کو مثالی صورتوں یا کسی اور امر کے طور پر وہاں سے معلوم کر سکتے ہیں۔یہ معاملہ اس وقت تک ہے جب تک ان مقامات میں سیر ہے جن کو عالم کے ساتھ مناسبت یا مشارکت ہے۔خواہ وجہ واسم کے طور پر ہو یہ سیر مقام رضا کے نہایت تک ہے جب کسی شخص کو مقام رضا سے اوپر سیر میسر ہوتا ہے تو اس کو وہاں سے کچھ معلوم نہیں ہوتا نہ ہی مثالی صورتوں کے طور پر اور نہ کسی اور امر کے طور پر۔اس وقت اس عارف کو مقامات فوق کے صرف حصول کا علم ہوتا ہے۔بغیر اس بات کے کہ اس کو وہاں سے کچھ معلوم ہو۔ان مقامات میں اسم نبوت ورسالت وغیرہ بھی بغیر مفقود ہے۔میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کل کو دار خلد میں ان مقامات کا علم نصیب کرے گا۔اس سیر کی نہایت مرتبہ مخصوص تک ہے جو اس کے ارباب پر پوشیدہ نہیں۔والسلام۔

## مکتوب (۱۰۹)

اس بیان میں کہ عالم کا ایجاد مرتبہ وہم میں ہے لیکن ایجاد کے استقرار و تعلق کے باعث نفس امری ہو گیا ہے اور یہ مرتبہ علم وخارج کے مرتبہ کے ماسوا ہے اور اس بیان میں کہ وحدت بھی نفس امری ہے اور کثرت بھی اور اس بات کی تحقیق میں کہ باوجود ثبات واستقرار کے سالک کی فناء کیونکر ہے۔حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:

(یہ مکتوب حوادث ایام کے باعث ناتمام رہا ہے) مرتبہ وہم اس مرتبہ سے مراد ہے جہاں نمود بے بود ہے جس طرح کہ زید کی صورت جو آئینہ میں متوہم ہو نمود بے بود ہے کیونکہ آئینہ میں ہرگز کوئی صورت موجود نہیں۔اس میں صرف نمود وہمی ثابت ہے اور کشف صحیح اور شہود صادق سے ظاہر ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے عالم کو اس مرتبہ میں پیدا فرمایا ہے اور اپنی کامل صنعت سے محض نمود کو بود بخشا ہے۔اس مرتبہ میں اگرچہ نمود بے بود ہے لیکن چونکہ عالم اس مرتبہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



میں مخلوق ہوا ہے اس لیے نمود بے بود ہو چکا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ایجاد بود و جود کو ثبوت بخشنے والا ہے اور جب نمود بابود ہوا تو نفس امری ہو گیا اور احکام و آثار صادقہ اس پر مترتب ہوئے یہ مرتبہ وہم مرتبہ علم وخارج سے الگ ہے۔ یہ مرتبہ وہم مرتبہ علم کی نسبت مرتبہ خارج کے ساتھ زیادہ شباہت ومناسبت رکھتا ہے اور اس کا ثبوت خارجی ثبوت کی مانند ہے۔ برخلاف ثبوت علمی کے کہ جس کو وجود ذہنی کہتے ہیں جو وجود خارجی کے مقابل ہے اور وہ ظہور بھی جو مرتبہ وہم میں ہے۔ ظہور خارجی کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتا ہے۔ برخلاف مرتبہ علم کے کہ وہاں بطون وکمون ہے گویا مرتبہ وہم میں مرتبہ خارج کا ظل ڈال کر اس میں عالم کو ایجاد فرمایا ہے اور وجود خارجی کے ظل سے عالم کو ظل خارج کے مرتبہ میں موجود کیا ہے۔ پس نفس خارج میں ذات احدیت جل شانہ کے سوا کچھ موجود نہیں اور ظل خارج میں ظل وجود کے ساتھ عالم باوجود اس قدر تعدد وکثرت کے حق تعالیٰ کے ایجاد سے موجود ہے یعنی خارج میں نفس امر کثرت ہے۔ پس وحدت بھی نفس امری ہے اور کثرت بھی اور ہر ایک کا اعتبار الگ الگ ہے۔ وَلَا مَحْذُوْرَ فِيْهِ (اس میں کوئی ڈر نہیں) جس طرح عالم کا یہ خارج اور وجود ظلی ہے اسی طرح باقی تمام صفات یعنی حیات وعلم وقدرت وغیرہ بھی اس میں صفات واجبی جل شانہ کے ظلال ہیں بلکہ نفس امر جو ثبوت عالم میں ثابت کیا جاتا ہے وہ بھی مرتبہ خارج کے نفس امر کا ظل ہے۔

بیت

نیاوردم از خانہ چیزے نخست　　　تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

ترجمہ بیت:

نہیں لایا میں کچھ بھی اپنے گھر سے　　　مجھے سب کچھ ملا ہے تیرے در سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (کیا تو نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ دراز کیا ہے)۔

**سوال**: تم نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ ظل جو کچھ رکھتا ہے اپنے اصل سے رکھتا ہے اور ظل اپنے اصل کا صرف امانت دار ہے اگر سالک مستعد سب کچھ خیر وکمال جو ظلیت کے طور پر رکھتا ہے یعنی وجود اور توابع وجود کے کمالات سب اپنے اصل کو دیدے اور اپنے آپ کو تمام کمالات سے خالی پائے تو فناء ونیستی سے متحقق ہو جائے گا اور اس کا کوئی نام ونشان نہ رہے گا۔ اس کلام کا حاصل کیا ہے اور کمالات کو اصل کی طرف دینے کے کیا معنی ہیں اور سالک کے ثبوت واستقرار کے باوجود اس کو فناء ونیستی کس اعتبار سے ہے۔

**جواب**: اس فنا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے عاریت کے کپڑے پہنے ہوں اور اس کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معلوم ہو کہ یہ کپڑے میرے اپنے نہیں ہیں بلکہ کسی اور کے ہیں جو عاریت کے طور پر پہنے ہیں جب یہ دید بہت ہی غالب آ جائے تو ہوسکتا ہے کہ باوجود کپڑے پہننے کے ان تمام کپڑوں کو ان کے مالک کی طرف منسوب کرے اور اپنے آپ کو برہنہ اور ننگا معلوم کرے۔ حتیٰ کہ اپنے برہنہ ہونے کے باعث ہمنشینوں سے شرمندگی اٹھائے اور حیاء کے مارے اپنے آپ کو گوشہ میں چھپائے چونکہ سالک کا وجود مرتبہ وہم وتخیل میں مخلوق ہوا ہے اس لیے فناء تخیلی بھی اس کیلئے کافی ہے کیونکہ اس تخیل کا غلبہ اس کو یقین قلبی تک پہنچا دیتا ہے اور ذوقی ووجدانی کر دیتا ہے اور جو کچھ فنا ونیستی سے مقصود ہے ظاہر کر دیتا ہے کیونکہ فناء سے مقصود یہ ہے کہ ظل کی گرفتاری دور ہو جائے اور اصل کی گرفتاری حاصل ہو جائے جب ظل کا اصل کی طرف رجوع کرنا یقینی اور ذوقی ووجدانی ہو جاتا ہے تو ظل کی گرفتاری زائل ہو جاتی ہے اور بجائے اس کے اصل کی گرفتاری آ جاتی ہے اگر یہ تخیل حاصل نہ ہوتا تو ظل کی گرفتاری کے دور ہونے کی دولت میسر نہ ہوتی بلکہ اس راہ کے سلوک کا مدار تو ہم وتخیل پر ہے احوال ومواجید جو اس راہ کے جزئی امور ہیں وہم ہی سے ادراک میں آتے ہیں اور سالکوں کی تجلیات وتلونیات خیال کے آئینہ میں شہودی ہوتی ہیں۔ **فَلَوْلَا الْوَهْمُ لَقَصُرَ الْفَهْمُ وَلَوْلَا الْخِيَالُ لَسَتَرَ الْحَالَ** (اگر وہم نہ ہوتا تو فہم قاصر رہتا اور اگر خیال نہ ہوتا تو حال پوشیدہ رہتا) اس راہ میں وہم وخیال سے زیادہ فائدہ مند کوئی چیز نہیں۔ ان کے ادراک وانکشاف اکثر واقع کے مطابق ہیں وہم ہی ہے جو پچاس ہزار سال کا راستہ جو بندہ اور رب کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے تھوڑی مدت میں طے کر لیتا ہے اور درجات وصول تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو غیب الغیب کے دقائق واسرار کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور سالک مستعد کو ان پر اطلاع بخشتا ہے یہ وہم کی شرافت کے باعث ہے کہ حق تعالیٰ نے عالم کو اس مرتبہ میں پیدا کرنا اختیار فرمایا ہے اور اس کو اپنے کمالات کے ظاہر ہونے کا محل بنایا ہے اور یہ خیال ہی کی بزرگی کے سبب سے ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہ نے اس کو عالم مثال کا نمونہ بنایا ہے جو تمام عالموں سے زیادہ وسیع ہے حتیٰ کہ اس عالم میں مرتبہ وجوب جل شانہ کی صورت بھی بیان کی ہے اور حکم کیا ہے کہ حق تعالیٰ کی مثل نہیں لیکن مثال ہے۔ **وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى** (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) یہ احکام وجوبیہ ہی کی صورتیں ہیں جن کو عارف اپنے خیال کے آئینہ میں محسوس کرتا ہے اور ان کو دریافت کرنے کے ذوق پر ترقی فرماتا ہے۔

**سوال**: پہلی تحقیق سے واضح ہوا کہ فناونیستی تخیل کے اعتبار سے ہے اگرچہ وہ تخیل یقین قلبی تک پہنچا دیتا ہے اور وجدانی اور ذوقی بنا دیتا ہے اور احکام صادقہ اس پر مترتب ہوتے ہیں لیکن تحقق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وجود کے اعتبار سے نہیں اور تم نے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ یہ فنا باعتبار وجود کے ہے اور اس میں عین واثر کا زوال ہے اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے؟

**جواب**: چونکہ ظل کے وجود کا اصل کی طرف رجوع کرنا یقین تک پہنچ جاتا ہے اور وجدانی اور ذوقی ہو جاتا ہے اس لیے وجود کے زوال کا حکم کیا گیا ہے اور عین واثر کا زوال کہا گیا ہے۔

**سوال**: فانی کے ثبوت اور استقرار کے باوجود فناء وجودی کا یہ حکم صادق ہے یا کاذب؟

## مکتوب (۱۱۰)

اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ کسی معلوم کی صورت اس میں حاصل نہیں ہوتی۔ اس وقت ہر ایک ذرّہ اس کیلئے مطلوب کی طرف شاہراہ ہوتا ہے اور اس بیان میں کہ اس عارف کی حب حق تعالیٰ کی حب تک پہنچا دیتی ہے اور اس کا بغض حق تعالیٰ کے بغض کا باعث ہوتا ہے اسی طرح اس کی تعظیم واہانت کا حال ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی آل واصحاب کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہی نسبت ہے۔ یہ معارف معنی سے نقل کیے گئے ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ محمد معصوم سلمہ اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

جب عارف مقامات ظل کو طے کر کے معاملہ کے اصل تک پہنچتا ہے اس وقت اس کا وہ علم جو اشیاء سے تعلق رکھتا ہے ظلیت کی قید سے پاک ہو جاتا ہے۔ یعنی اشیاء اس کو اس طرح معلوم ہوتی ہیں کہ اس میں سے کچھ بھی اس میں حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت جو کچھ اس میں حاصل ہوگا وہ شے کی صورت وظل ہوگا نہ اس شے کا عین۔ جیسے کہ علم کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ عقل میں شے کی صورت کا حصول ہے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ شے کی وہ صورت جو عقل میں حاصل ہے وہ اس شے کا شبح ہے نہ کہ اس کا عین جیسے کہ کشف صریح اور الہام صحیح اس پر شاہد ہے۔ اس وقت عارف عالم کی حق تعالیٰ کے ساتھ صانعیت ومصنوعیت کی نسبت کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا اور ظِلِّیَّتْ وَ عَیْنِیَّت وَ مِرَاتِیَّتْ کی نسبت سے برطرف ہوتا ہے کیونکہ یہ معاملہ کمالات ذاتیہ پر وابستہ ہے اور حق تعالیٰ کی ذات کو عالم سے غناء ذاتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ تمام جہاں والوں سے غنی ہے) برخلاف بعض اسماء وصفات کے مراتب کے جن میں یہ نسبت متصور ہے پس جب تک ان مقامات سے نہ گزریں اور اصل الاصل تک نہ پہنچیں۔ اس نسبت سے بے نصیب رہتے ہیں۔ اس مقام میں عارف کیلئے ہر ایک ذرّہ حق تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی جناب پاک کی طرف شاہراہ بن جاتا ہے۔ برخلاف علم حصولی کے کہ جس میں عالم کی صورت ہرشے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور عالم خود تمام اشیاء کا آئینہ بن جاتا ہے ایسے ہی ظلیت اور مراتیت کی صورت میں ہر شے اس علم والے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور اس کی نظر بصیرت کو اپنے باہر نہیں رہنے دیتی جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حصول ظلیت کی قید سے نکل جاتا ہے تو موجودات کے ذرات میں سے ہر ایک ذرہ یعنی عرض وجواہر اور آفاق وانفس اس کیلئے گویا غیب الغیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح پہلے وہ شخص تمام اشیاء کا آئینہ تھا اور جو کچھ کرتا تھا اپنے لیے کرتا تھا اور جو کچھ اس سے صادر ہوتا تھا اسی شخص کی طرف راجع ہوتا ہے۔ خواہ نیت کرتا تھا یا نہ کرتا تھا اب جبکہ اپنے آئینے کو آئینہ داری سے ہٹا چکا ہے اور ظل کی قید سے نکل چکا ہے اور ناودان یعنی پرنالہ کی طرح ہو گیا ہے کہ جو کچھ اس میں آپڑتا ہے اس کو اپنے اندر نہیں رہنے دیتا اور باہر ڈال دیتا ہے تو اب جو کچھ کرتا ہے اپنے لیے نہیں کرتا بلکہ حق کیلئے کرتا ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ نیت احتمال میں ہوتی ہے نہ یقین میں اس وقت اس عارف کی حب حق تعالیٰ کی حب کی طرف لے جاتی ہے اور اس کا بغض حق تعالیٰ کے بغض کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی تعظیم وتوقیر حق تعالیٰ کی تعظیم وتوقیر ہوتی ہے اور اس کی اہانت و بے ادبی حق تعالیٰ کی اہانت اور بے ادبی۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے اپنے درجات کے مطابق یہی نسبت ہے کہ ان کا حب و بغض آنحضرت ﷺ کے حب و بغض تک پہنچا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ (جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا) آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہی نسبت ہے لیکن اس نسبت علیہ کا ظہور حضرت مرتضی اور حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کامل طور پر ہے اور باقی بارہ اماموں میں بھی اس کا اثر مشہود ہوتا ہے ان کے سوا اور کسی میں یہ نسبت محسوس نہیں ہوتی۔ والسلام

## مکتوب (۱۱۱)

قَابَ قَوْسَیْنِ اور اَوْ اَدْنٰی کے بعض اسرار غریبہ کے بیان میں اور اس سر میں کہ عارف کامل اپنے کاتب شمال یعنی بائیں طرف کے عمل نامہ لکھنے والے فرشتہ کو نہیں پاتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



یہ معارف بھی معنی سے منقول ہیں۔ شیخ نور محمد نہاری کی طرف صادر فرمایا ہے:

معاملہ قَابَ قَوْسَیْنِ میں ظاہر میں مظہر کا رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کیونکہ سالک سے عین واثر کا زائل ہونا حاصل نہیں ہوتا۔ برخلاف معاملہ اَوْ اَدْنٰی کے کہ اس میں مظہر کا کوئی حکم واثر نہیں رہتا۔ اسی واسطے اس دوسرے مرتبہ میں مظہر ایک ایسا امر ہوتا ہے کو جو مرتبہ وجوب سے حاصل ہوتا ہے اور وہ ایک خلعت خاص ہوتی ہے جو عارف کے معاملہ کے ختم ہونے کے بعد مرتبہ اصلی سے اسے عنایت فرماتے ہیں اور اس کو صورت کے افاضہ سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی پوشیدہ سر ہے۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ کسی اور جگہ بیان کی جائیگی پس اس معاملہ میں مظہر ایک ایسا امر ہوتا ہے جس میں عدم کی بو اور امکان کی آمیزش نہیں ہوتی۔ بیت

وَلَوْ جُهِهٖ مِنْ وَجْهِهٖ قَمَرٌ ‌‌‌ وَلِعَيْنِهٖ مِنْ عَيْنِهٖ كُحُلٌ

ترجمہ بیت

چمکتا اس کے چہرہ پر ہے روشن نور یزدان کا ‌‌‌ پڑا ہوتا ہے آنکھوں میں خدائی کا سرما

اگرچہ وہ انفعال بھی جو مرتبہ قاب قوسین میں ثابت کیا جاتا ہے حق ہے اور وہ ظہور جو اس مرتبہ میں ہے اصل کا ظہور ہے لیکن ظلیت کی آمیزش سے خالی ہے اور اس مرتبہ بلند کے لائق نہیں وہ انفعال جو اس مرتبہ مقدسہ کے لائق ہے وہ ہے جس میں ظلیت کی کچھ بو نہیں اور درمیان میں غیر کا کسی طرح دخل نہیں کیونکہ غیر عدم کی آمیزش سے خالی نہیں اور امکان کے نقص سے باہر نہیں۔ ہاں اگر مراتب ظلال کے انفعال ایسے ہوں تو ہوسکتا ہے جاننا چاہئے کہ معاملہ او ادنی میں جس کا تھوڑا سا ذکر ہو چکا ہے عارف کامل اپنے کاتب شمال یعنی بائیں ہاتھ کے عمل نامہ لکھنے والے فرشہ کو نہیں پاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا شمال (بایاں ہاتھ) یمین) دایاں ہاتھ) کا حکم پکڑ جاتا ہے کیونکہ شمال (بایاں ہاتھ) عدم کے متقضیات میں سے ہے جب عدم کے احکام زائل ہو جاتے ہیں تو باقی وجود صرف رہ جاتا ہے جہاں کوئی شمال نہیں بلکہ حق تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمین یعنی دائیں ہاتھ کا حکم رکھتے ہیں۔ فَافْهَمْ وَلَا تَقَعْ فِي الزَّنْدَقَةِ (پس سمجھ اور زندقہ میں نہ پڑ) جب ان پوشیدہ اسرار اور عجیب وغریب معارف کو معلوم کر لیا تو اب سننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی (پھر قریب ہوا اور پھر نیچے کو جھکا) واضح ہو کہ اس دن یعنی قرب کے ساتھ متحقق ہونا اور اَوْ اَدْنٰی کے اسرار سے متحقق ہونے کے بعد ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کیونکہ جب تک عارف کا حکم واثر باقی ہے اور عدم کی آلودگی سے آلودہ ہے تب تک اس کو کچھ بھی اس دنو کی لیاقت نہیں اس دنو کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد تدلی ہے جس کی توجہ نزول کی طرف سے ہے جب تدلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


متحقق ہوتی ہے اور عارف کو خلق کی طرف لاتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت ظاہر ہوتی ہے اگر چہ اس وقت قوس اوّل کا حکم واثر نہیں رہتا لیکن جب اس کو تدلی سے مشرف فرماتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت متوہم ہوتی ہے۔ پس تدلی کے بعد فکان قاب اسی اعتبار سے فرمایا ہے کہ اس وقت قوسین کی صورت ثابت ہے نہ کہ اس کی حقیقت اوادنی کے معنی میں کیونکہ اس مقام میں قوس ثانی کا کوئی حکم واثر نہیں رہتا۔ اس لیے اس جگہ قوسین حقیقت کے طور پر نہیں ہوتیں۔ یہ معارف اللہ تعالیٰ کے ان اسرار میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے اخص خواص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالْبَرَكَاتُ الْعُلٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا)

## مکتوب (۱۱۲)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات حقیقیہ نہ ذات کا عین ہیں نہ ذات کا غیر شریعت پناہ قاضی اسلم کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) علماء اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سَعْيَهُمْ نے واجب الوجود جل شانہ کی صفات ثمانیہ حقیقیہ میں کیا اچھا کہا ہے کہ لَا هُوَ وَلَا غَيْرُهٗ (نہ ذات ہیں اور نہ اس کے غیر) یہ معرفت طور عقل سے برتر ہے جو انہوں نے نور فراست اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی برکت سے حاصل کی ہے۔ عقلاء اور حکماء اس عبارت سے نَقِيْضَيْن کا رفع ہونا سمجھتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ تناقض کے حصول میں زمان ومکان کا متحد ہونا شرط ہے اور جب اس بارگاہ جل شانہ میں مکان وزمان کی گنجائش نہیں تو پھر تناقض کس طرح متصور ہوسکتا ہے اور یہ جو علماء نے تناقض کے دفع کرنے میں لفظ غیر میں تصرف کیا ہے اور غیر سے خاص معنی مراد لیے ہیں اس کی کچھ ضرورت نہیں نظر کشفی اس تخصیص سے منع کرتی ہے اور غیریت کی نفی خواہ کسی معنی سے ہو۔ ثابت کرتی ہے ہم معلوم کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی صفات جس طرح ذات اقدس کی عین نہیں کیونکہ اسی طرح حق تعالیٰ کی ذات کے غیر بھی نہیں اگر چہ زائد ہیں اور اثنینیت یعنی دوئی کی نسبت پیدا کی ہے یہاں معقول والوں کا یہ قضیہ مقررہ کہ اَلْاِثْنَانِ مُتَغَائِرَانِ (دو چیزیں ایک دوسرے کے متغائر ہوتی ہیں) جھوٹا ثابت ہوتا ہے اور ان کے اصول کو توڑتا ہے اور یہ جو کہا ہے کہ طور عقل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے برتر ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ عقل اس کی طرف ہدایت نہیں پا سکتی اور نہ ہی اس کا ادراک کر سکتی ہے نہ یہ کہ عقل اس کے برخلاف حکم کرتی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیونکر اس کے خلاف حکم کر سکتی ہے جبکہ عقل نے اس کا تصور بھی نہیں کیا جب اس کے احاطہ ادراک ہی سے باہر ہے تو پھر اس کے اثبات اور نفی کا حکم کس طرح کر سکتی ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّ هَیِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر)

# مکتوب (۱۱۳)

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات حیات اور علم اور تمام کمالات کے ساتھ متصف ہیں اور صفات کے اس قیام کے معنی کی تحقیق میں جو ذات جل شانہ کے ساتھ رکھتی ہیں ملا سلطان سرہندی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

واجب الوجود جل شانہ کی صفات مثل حیات وقدرت وعلم وغیرہ کے جو حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قیام رکھتی ہیں کمال تنزہ وتقدس کے باعث صفات ممکن کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتیں کیونکہ ممکن کی صفات سراسر اعراض ہیں جو جواہر کے ساتھ قیام رکھتی ہیں اور واجب الوجود جل شانہ کی صفات جواہر مُقَوِّم ہیں کیونکہ جواہر کا قیام اس کے ساتھ ہے۔ نیز ممکن کی صفات میت کا حکم رکھتی ہیں اور جماد محض ہیں اور حیات وعلم وغیرہ سے بے نصیب، ہیں اس قدر ہے کہ ممکن ان کے ذریعے سے حی وعالم وقادر ہوتا ہے لیکن وہ بھی بِذَاتِهَا حَیّ وَعَالِم نہیں ہے۔ برخلاف واجب الوجود جل شانہ کی صفات مقدسہ کے کہ وہ بھی اس حقیر کی نظر کشفی میں اپنے موصوف جل شانہ کی طرح حی وعالم ہیں اور اپنے مندرجہ کمالات کی تفصیل سے دانا اور اس پر فریفتہ ہیں لیکن ان کا علم علم حضوری کی قسم سے مفہوم ہوتا ہے نہ کہ علم حصولی کی قسم سے اسی طرح ہر ایک صفت وشان جو مرتبہ وجوب تعالیٰ میں ثابت کیا جاتا ہے سب علم وحیات کے ثبوت سے ظاہر ہوتے ہیں اور محض نور نظر آتے ہیں۔ گویا وہ نور سراسر حیات ہے اور سراسر علم وانکشاف اور کمال کی یہ دونوں صفتیں وہاں ظاہر ہیں۔ برخلاف دوسری صفات یعنی قدرت وارادت وغیرہ کے کہ وہاں اس طرح واضح ہو کر مکشوف نہیں ہوتیں۔ ہاں جو کچھ اس مقام میں درکار ہے وہ کمالات کا انکشاف ہے جو صفت علم سے تعلق رکھتا ہے چونکہ علم حیات کے تابع ہے اس لیے صفت حیات بھی ضروری ہے اور قدرت وارادت مقدور ومراد سے وابستہ ہے اور سمع وبصر کے علم پر کفایت کر سکتے ہیں اور کلام سے مقصود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



افادہ ہے اور تکون مکونات کیلئے ہے اس کے علاوہ ہر ایک صفت چونکہ جامع ہے اس لیے ہر ایک میں یہ کمال ثابت ہے۔ خواہ ظاہر ہو یا نہ ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس بیان سے معنی کا معنی کے ساتھ قیام لازم آتا ہے کیونکہ صفات جب حی و عالم ہیں تو ان کے ساتھ حیات وعلم کا قیام ضروری ہے اس لیے کہ میں کہتا ہوں کہ دونوں ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں ایک اصالت کے طور پر اور دوسری تبعیت کے طور پر جیسے کہ علماء نے اعراض کی بقاء میں کہا ہے کہ عرض اور عرض کا بقاء دونوں عرض کے محل سے قائم ہیں۔ اس مبحث کی تحقیق یہ ہے کہ صفات واجبی جل شانہ کا قیام ذات تعالیٰ کے ساتھ ایسا نہیں ہے جیسے کہ عرض کا قیام جوہر کے ساتھ ہے۔ حاشا دکلا بلکہ ایسا ہے جیسے مصنوع کا قیام صانع کے ساتھ ہے۔ صانع مصنوع کا قیوم ہے اگر چہ وہاں اتصاف ہے اور یہاں اتصاف نہیں لیکن وہ قیام ایسا ہے جیسے شے کا اپنی ذات کے ساتھ قیام ہوتا ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ وہاں زیادتی ثابت ہے اور یہاں زیادتی متصور نہیں لیکن وہ زیادتی غیریت کی حد تک نہیں پہنچاتی اس کے حق میں لاغیرہ فرمایا ہے پس دونوں جگہ تغائر اعتباری ثابت ہوا اور قیام متحقق ہوا۔ اس مقام میں اتصاف کا حاصل ہونا ایسا ہے جیسے انسانی کا انسانیت کے ساتھ یا جوہر کا جوہریت کے ساتھ متصف ہونا بلکہ میں کہتا ہوں کہ جس مقام میں ذات اقدس اور صفات حقیقیہ مقدسہ ہیں جو حضرت ذات سے قائم ہیں وہاں صفت و اتصاف کا کوئی ملاحظہ ثابت نہیں۔ نہ حضرت ذات میں موصوف ہونے کا ملاحظہ ہے نہ صفات مقدسہ میں صفت ہونا ملحوظ ہے جب اس بارگاہ میں وجود اور وجود وجوب کی گنجائش نہیں تو پھر صفت و اتصاف کی کیا مجال ہے جو وجود کی فرع ہیں اس مقام مقدس میں نور کے سوا کسی چیز کی گنجائش نہیں اور وہ بھی بیچون ہے اگر حیات ہے تو وہ بھی نور ہے اور اگر علم ہے تو وہ بھی نور ہے۔ علی ہذا القیاس۔ اگر اس نور اقدس بیچون کا ظہور مرتبہ دوم میں تغیر و انتقال کے بغیر ثابت کیا جائے تو وجود کے سوا کوئی چیز اس کا مظہر بننے کے قابل نہ ہوگی۔ اسی واسطے تعین اوّل اس حقیر کے نزدیک تعین وجودی ہے اور باقی تمام تعینات اس تعین اوّل کے تابع ہیں اگر چہ لفظ تعین کا اطلاق اس جگہ اس فقیر کے علوم کے موافق گنجائش نہیں رکھتا لیکن چونکہ یہ لفظ قوم میں متعارف ومشہور ہے اس لیے ہم بھی اس کے اطلاق میں دلیری کرتے ہیں۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (یا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش تو سب شے پر قادر ہے)

## مکتوب (۱۱۴)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



صفات واجبی کی تحقیق اور اپنے کمالات کے ساتھ حق تعالیٰ کے علم کے تعلق کی کیفیت میں اور اس بیان میں کہ معنی کو عین کے قیام سے چارہ نہیں لیکن اس کیلئے محل کا ثابت کرنا ضروری نہیں اور تعین وجودی اور انبیاء متبوعین اور انبیاء تابعین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ کرام کے مبادی تعینات اور اولیاء عوام مومنین و کفار اور عالم آخرت کی موجودات کے مبادی تعینات کے بیان میں صادر فرمایا ہے۔

صفات حقیقیہ جو ہم حق تعالیٰ کے مرتبہ ذات میں ثابت کرتے ہیں اس اثبات سے اس بارگاہ میں کوئی تعین وتنزل پیدا نہیں ہوتا اور مرتبہ اوّل کے سوا کوئی دوسرا مرتبہ ثابت نہیں ہوتا اور کسی طرح بھی ان کا الگ ہونا متصور نہیں ہوتا۔ حضرت ذات تعالیٰ اور اس کی صفات حقیقیہ گویا ایک مرتبہ میں ثابت ہیں اور باوجود زیادت کے عین ذات ہیں اور اگرچہ یہ صفات مقدمہ حضرت ذات تعالیٰ کے مندرجہ کمالات کی تفصیل ہیں لیکن ان کا حکم تمام اجمال و تفصیل کے حکم سے علیحدہ ہے کیونکہ اجمال اس مرتبہ میں ہے جہاں تفصیل ثابت نہیں بلکہ مرتبہ تفصیل مرتبہ اجمال سے نیچے ہے اس بارگاہ جل شانہ میں یہ امر مفقود ہے وہاں مرتبہ تفصیل عین مرتبہ اجمال ہے یہ معرفت طور پر عقل سے برتر ہے جس کی طرف نظر کشفی نے ہدایت پائی ہے اس مرتبہ میں واجب تعالیٰ کا علم جو ان صفات کے متعلق ہے اپنی ذات اور اپنی ذات کے مندرجہ کمالات کے علم کی طرح علم حضوری ہے گویا یہ سب باوجود زیادتی کے عین عالم ہیں اور ان کا حضور نفس عالم کے حضور کی طرح ہے چونکہ حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ ان کا کمال اتحاد ہے۔ اس لیے صوفیہ کی ایک بڑی بھاری جماعت نے صفات کو عین ذات کہا ہے اور صفات کی زیادتی کا انکار کیا ہے اور لَا هُوَ سے منع کر کے لَا غَيْرُهٗ کا اثبات فرمایا ہے لیکن کمال اس بات میں ہے کہ لَا هُوَ کی تصدیق کے باوجود لَا غَيْرُهٗ کا اثبات کیا جائے اور باوجود زیادتی کے غیریت کو سلب کیا جائے یہ کمال انبیاء کے علوم کے مذاق کے موافق اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سَعْيَهُمْ کی رائے صائب کے مطابق ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس مرتبہ میں وہ ذاتی انکشاف جو حضرت ذات تعالیٰ اور اس کی صفات مقدسہ سے تعلق رکھتا ہے علم حضوری کی قسم سے ہے کیونکہ صفات مقدسہ کا حکم بھی ذات تعالیٰ کے حکم کی طرح ہے جیسے کہ گزر چکا اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ علم حضوری کی قسم سے ہے اس لیے کہ علم حضوری نفس عالم کے حضور سے مراد ہے اور صفات چونکہ نفس عالم نہیں ہیں اس لیے ان کا علم بھی حضوری نہیں لیکن چونکہ کوئی صورت ان سے الگ نہیں ہوتی اور ان کا حضور نفس ثابت ہے اس لیے علم حضوری کی قسم سے ہے اور انکشاف جو صفت علم سے تعلق رکھتا ہے علم حصولی کی قسم سے ہے اور یہ جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہم نے کہا ہے کہ علم حصولی کی قسم سے ہے اس لیے کہ علم حصولی علم میں معلوم کی صورت حاصلہ سے مراد ہے اور اس فقیر کے نزدیک متحقق ومکشوف ہوا ہے کہ واجب تعالیٰ کے علم میں کسی معلوم کی صورت منتقش نہیں اور اس کا علم کسی صورت معلومہ کا محل نہیں تو پھر عالم تعالیٰ شانہ کی ذات میں کس طرح صورت حاصل ہو سکے بلکہ اس کے علم کو معلوم کے ساتھ ایک خاص تعلق اور انکشاف ہے بغیر اس بات کے کہ علم میں معلوم کی صورت ثابت ہو کیونکہ خانہ علم تمام نقوش اور علمیہ صورتوں سے خالی اور مصفا ہے۔ مَعَ ذٰلِکَ لَا یَعْزُبُ عَنْ عِلْمِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (باوجود اس کے ایک ذرہ بھی زمین وآسمان میں اس کے علم سے پوشیدہ نہیں) اس قدر مکشوف ہوتا ہے کہ جب حق تعالیٰ کا علم کسی معلوم سے تعلق پکڑتا ہے تو اس تعلق کے باعث ایک صورت معلوم سے جدا ہو جاتی ہے اور اس علم کے ساتھ قیام پیدا کرتی ہے بغیر اس بات کے کہ علم میں حلول وحصول پیدا کرے اور جب علم کے تعلق کے باعث ایک صورت معلوم سے جدا ہو جاتی ہے اور علم بلکہ عالم کے ساتھ قیام پیدا کر لیتی ہے تو راست آتا ہے کہ علم حصولی کی قسم سے ہو اور جب صفت علم حق تعالیٰ کی ذات کے مندرجہ کمالات سے تعلق پیدا کرتی ہے تو اس تعلق کے باعث ان کمالات سے علمیہ صورتیں الگ ہوتی ہیں اور علم کے ساتھ قیام پیدا کرتی ہیں اگرچہ ان کا حلول وحصول علم میں ثابت نہیں ہوتا۔

**سوال**: تم نے صفت علم کے ساتھ ان علمیہ صورتوں کا قیام پیدا کر دیا لیکن معلوم نہ ہوا کہ ان صورتوں کے ثبوت کا محل کون ہے جس طرح معنی کیلئے عین کا قیام ضروری ہے اسی طرح اس کیلئے عین کا محل ہونا ضروری ہے۔

**جواب**: ہاں معنی کیلئے عین کا قیام ضروری ہے لیکن اس کیلئے محل کا ثابت کرنا ضروری نہیں۔ معنی کیلئے محل کے ثابت کرنے سے مقصود اس کے ساتھ معنی کے قیام کا ثابت کرنا ہے نہ کہ قیام پر کوئی اور زائد امر جب ممکن کے جواہر مجردہ میں جو ان علمیہ صورتوں کے ظلال کی مانند ہیں اور یہ صورتیں ان جواہر کی مبادی تعینات ہیں کہتے ہیں کہ ان کیلئے کوئی محل ومکان ثابت نہیں بلکہ کچھ ضروری نہیں تو اگر ان جواہر مجردہ کے اصول کیلئے محل نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ ان علمیہ صورتوں کو اعراض کی طرح تصور نہ کریں کہ غیر سے قیام رکھتی ہیں اور اعراض کے قیام پر ان کے محل کے ثابت کرنے کے پیچھے نہ پڑیں کیونکہ یہ علمیہ صورتیں اصول بلکہ جواہر (جن کے ساتھ اعراض کا قیام ہے) کے مبادی تعینات ہیں۔ پھر اعراض کی ان کے ساتھ کیا نسبت ہے بلکہ میں اعراض میں بھی کہتا ہوں کہ ان کیلئے محل کے ثابت کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ محل کے ساتھ ان کا قیام ثابت ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جائے نہ یہ کہ محل مستقل طور پر مقصود ہوتا ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ یہ علمیہ صورتیں مرتبہ وجوب میں ثابت ہیں جہاں محل ومکان کی گنجائش نہیں اور قیام کے سوا وہاں کچھ متصور نہیں۔ واجب الوجود جل شانہ کی صفات حقیقیہ میں جو حضرت ذات اقدس سے قیام رکھتی ہیں کوئی حَالِیَّتْ وَ مَحَلِّیَّتْ ثابت نہیں اور ثبوت ذہنی اور خارجی جو کہتے ہیں وہ مرتبہ امکان میں تقسیم پاتا ہے کیونکہ اس بارگاہ میں نہ خارج کی گنجائش ہے نہ علم کی جب اس بارگاہ میں وجود کا دخل نہیں تو پھر وجود ذہنی اور خارجی جو اس کی قسمیں ہیں وہاں ان کی کیا مجال ہوگی اور وجود کیلئے خارج وعلم کی ظرفیت کی کیا گنجائش ہوگی۔ پس یہ علمیہ صورتیں ثابت اور صفت علم کے ساتھ قائم ہیں اور کوئی ثبوت علمی اور خارجی ان میں متحقق نہیں بلکہ وجود علمی اور خارجی کا ہونا ان کیلئے عار ہے کیونکہ وہ امکان کی صفات اور حدوث کے نشانات میں سے ہے۔ فَاِنَّ کُلَّ مُمْکِنٍ حَادِثٌ عِنْدَھُمْ (کیونکہ ان کے نزدیک ہر ممکن حادث ہے) اور مرتبہ وجوب وجود میں اگرچہ وجود ثابت ہوا ہے لیکن علم وخارج کی ظرفیت اس وجود کے لئے ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ وہاں ظرف ومظروف ہونے کی مجال نہیں اس بات کو غور سے سننا چاہئے کہ جب صورت معلوم نفس علم سے مراد ہے تو اس کا حصول وحلول علم میں کس طرح ہوگا۔ صوفیاء میں سے متاخرین نے کہا ہے کہ علمیہ صورتیں جو اعیان ثابتہ سے مراد ہیں اور ممکنات کی حقائق ہیں ان کا ثبوت صرف خانہ علم ہی میں ہے اور علم کے خارج میں وجود کی بو بھی ان کو نہیں پہنچی لیکن چونکہ ان علمیہ صورتوں کے عکوس ظاہر وجود کے آئینہ میں کہ جس کے سوا خارج میں کچھ موجود نہیں پڑے ہیں اس لیے متوہم ہوتا ہے کہ وہ صورتیں خارج میں موجود ہیں جس طرح کوئی صورت جب آئینہ میں منعکس ہوتی ہے تو یہ وہم گزرتا ہے کہ وہ صورت آئینہ میں ہے نہیں معلوم ان بزرگواروں کی کیا مراد ہے اور علم میں صورتوں کے حصول سے ان کا کیا مطلب ہے حالانکہ صورتیں شاہد وحاضر میں نفس علم ہیں اور غائب میں اللہ تعالیٰ کا علم ازلی قدیم بسیط وحدانی ہے جس کا تعلق بیشمار معلومات کے ساتھ ہے اور اس تعلق سے متعدد صورتیں حاصل ہوتی ہیں جو ان معلومات کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیتی ہیں بغیر اس بات کے کہ اس علم ازلی میں ان کا حصول وحلول ثابت ہو اور اس میں متعدد صورتیں کس طرح حلول کر سکیں جبکہ اس سے محل کا تبعض وانقسام لازم آتا ہے نیز اس میں شے کا غیر شے کے ساتھ فرض کرنا پایا جاتا ہے اور یہ امر ترکیب کا موجب ہے جو قدم اور ازلیت کے منافی ہے عجب معاملہ ہے کہ معقول والوں نے معلوم کی صورت حاصلہ کو ذہن میں ثابت کیا ہے اور ذہن ہی میں اس کا حلول سمجھا ہے نہ علم میں کیونکہ وہ صورت ان کے نزدیک عین علم ہے نہ کہ اس نے علم میں حلول کیا ہے لیکن متاخرین صوفیاء کی عبارت سے صاف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ظاہر ہوتا ہے کہ علم میں اس صورت کا حصول وحلول ہے جس کو باطن وجود کہتے ہیں۔ وَهُوَ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ (اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے) جاننا چاہئے کہ یہ علمیہ صورتیں جو حق تعالیٰ کی ذات کے مندرجہ کمالات کے ساتھ صفت علم کے متعلق ہونے سے ثابت ہوئی ہیں نظر کشفی میں ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے حیات وعلم ثابت ہے اور ان کے لیے وہ انکشاف جو علم حضوری کے مناسب ہے ان کمالات کی نسبت جو ان میں مندرج ہیں حاصل ہے چنانچہ اس مبحث کی تحقیق ایک مکتوب میں مفصل طور پر لکھی جا چکی ہے اگر اس کی معرفت کے عجیب وغریب ہونے کے باعث کچھ پوشیدگی رہ جائے اور حاجت پڑ جائے تو اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے جب بیان سابق سے واضح ہوا کہ حق تعالیٰ کی ذات اقدس اور اس کی صفات مقدسہ ایک ہی مرتبہ میں ثابت ہیں اور صفات کی زیادتی کے ثبوت سے کوئی تعین وتنزل اس بارگاہ جل شانہ میں پیدا نہیں ہوا تو جاننا چاہئے کہ اس مرتبہ مقدسہ کا کہ حضرت ذات مع الصفات ہے مرتبہ دوم میں پہلا ظہور وہ ہے جس میں تغیر وتبدل کی آمیزش نہیں اور وہ اس فقیر کے نزدیک کشف وشہود کی رو سے حضرت وجود ہے جو محض خیر اور صرف کمال ہے اور ظلیت کے طور پر تمام کمالات کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے وجود کے سوا کسی اور کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی اسی واسطے اگر علم اس مرتبہ مقدسہ کے متعلق ہو جائے اور اس کے کمالات کو کھینچ لے جیسے کہ گزر چکا تو اوّل اول جو کچھ اس بارگاہ جل شانہ سے الگ ہوگا وہ حضرت وجود ہی ہوگا اور دوسرے کمالات اس کے تابع ہونگے یہی وجہ ہے کہ صوفیاء وغیرہ کی ایک جماعت نے وجود کو عین ذات سبحانہ تصور کیا ہے اور وجود کے تعین کو لاتعین سمجھا ہے اور اس تعین اسبق کا ثبوت علم وخارج کے ماسوا ہے جیسے کہ اس امر کی تحقیق کئی جگہ بیان ہو چکی ہے یہ حضرت وجود ظلیت کے طور پر اجمالاً تمام ذاتیہ اور صفاتیہ کمالات کا جامع ہے اور اس مرتبہ جامع اجمالیہ کی تفصیل بھی ہے جس کو تعین ثانی کہہ سکتے ہیں۔ اوّل اول جس چیز نے مرتبہ تفصیل میں ثبوت پیدا کیا ہے وہ صفت حیات ہے جو تمام صفات کی ماں یعنی اصل ہے یہ صفت حیات گویا اس صفت حیات کا ظل ہے جو مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ میں ثابت ہے اسی واسطے لَا هُوَ وَلَا غَيْرُهٗ اس کے حق میں ثابت ہے اور یہ ظل چونکہ اس مرتبہ میں پیدا ہوا ہے جو حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ کے سوا ہے اس لیے لَا غَيْرُهٗ اس کے حق میں ثابت نہیں کیونکہ اس پر غیریت کا داغ پڑا ہے۔ صفت الحیٰوۃ کے بعد ظلیت کے طور پر صفت علم ثابت ہے جیسے کہ صفت حیات میں گزرا یہ صفت تمام صفات کی جامع ہے اور صفت قدرت وارادت وغیرہ باوجود استقلال کے گویا اس کے اجزاء ہیں کیونکہ اس صفت کو حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کا اتحاد ہے جو کہ کسی اور کے لیے نہیں اس لیے کہ علم حضوری میں علم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وعالم ومعلوم کا اتحاد ہے اور قدرت ہرگز قادر ومقدور کے ساتھ متحد نہیں ہوتی اور ارادت میں بھی کہ اَحَدُ الْمَقْدُوْرَیْن یعنی دو مقدروں میں سے ایک کی تخصیص ہے یہ اتحاد ثابت نہیں اسی طرح دوسری صفات کا حال ہے اس حقیر کے نزدیک حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدا تعین بالا صالت تعین اول یعنی تعین وجودی ہے اور اس تعین کا مرکز جو اس کے تمام اجزاء میں سے اشرف ہے بالا صالت حضرت خاتم الرسل ﷺ کا مبدا تعین ہے چنانچہ اس صحبت کی تحقیق ایک مکتوب میں مفصل طور پر لکھی جا چکی ہے چونکہ حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اسرافیلی ولایت ہے اس لیے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا مبداء تعین بھی یہی تعین وجودی ہے اور ہر ایک پیغمبر اور رسول کا مبدء تعین بالا صالت اس تعین اوّل وجودی کے حصوں میں سے ایک ایک حصہ ہے اور امتوں میں سے اگر کسی کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی بدولت اس تعین وجودی میں سے حصہ مل جائے یا اس تعین وجودی کے حصوں اور نقطوں میں سے کوئی حصہ یا نقطہ اس شخص کا مبدء تعین ہو جائے تو جائز بلکہ واقع ہے جب تک اس تعین میں مبدء تعین پیدا نہ ہو بالا صالت حضرت ذات تعالیٰ تک پہنچنا میسر نہیں ہوتا ملائکہ اعلیٰ جو حضرت ذات جل شانہ کے مقرب ہیں ان کے مبادی تعینات بھی اسی تعین وجودمیں ہے جس پر حضرت ذات تعالیٰ تک پہنچنا وابستہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ صفت علم جو تعین وجودی کے مرتبہ تفصیل میں پیدا ہوئی ہے۔ اگر چہ اس تعین وجودی کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے لیکن چونکہ جامعیت رکھتی ہے اس لیے گویا نفس وجود کی طرح اس تعین کے تمام حصوں کی جامع ہے اس کا اجمال بھی ہے اور تفصیل بھی۔ اجمال مرکز دائرہ کا حکم رکھتا ہے اور تفصیل محیط کا حکم۔ پس اس تعین علمی کا مرکز جو اجمال ہے گویا اس تعین اوّل وجودی کے مرکز کا ظل ہے اور اسی علاقہ سے بعض نے یقین کیا ہے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء تعین حضرت علم کا اجمال ہے نہیں بلکہ یہ اجمال آنحضرت ﷺ کے مبدء تعین کا ظل ہے جو تعین اوّل وجودی کا مرکز ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا نیز بعض نے اس علم کے اجمال کو تعین اوّل کہا ہے اور مرتبہ فوق کو لا تعین جانا ہے اور حضرت وجود کا عین خیال کیا ہے ہاں عین وجود ہے لیکن تعین کے ساتھ منسوب ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ تعین اوّل کے مندرجہ حصے اگر چہ انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبادی تعینات ہیں لیکن چونکہ اس مرتبہ میں اجمال ہے اس لیے ہر ایک کا مبدء علیحدہ علیحدہ مفصل طور پر معلوم نہیں ہوتا اور اس کا کوئی نام مقرر نہیں کیا جاتا جب اس نے تفصیل پائی ہر ایک کا مبداء الگ ہوا اور علیحدہ نام پایا۔ مثلاً اس تعین اوّل وجودی کا ایک حصہ اسم الحیوٰۃ ہے اور دوسرا حصہ اسم العلم ہے علی ہذا القیاس اور مشہود ہوتا ہے کہ اسم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الخیوۃ اس جامعیت کے اعتبار سے کہ رکھتا ہے ملائکہ علیین علی نبینا وعلیہم السلام کا مبداء تعین ہے۔ حضرت روح اللہ علیہ السلام کو بھی جو ملاء اعلیٰ کے ساتھ مناسب رکھتے ہیں اس مقام سے حصہ حاصل ہے اور مہدی علیہ الرضوان بھی چونکہ حضرت روح اللہ علیہ السلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اس مقام کے امیدوار ہیں جاننا چاہئے کہ صفات ثمانیہ میں سے ہر ایک صفت جنہوں نے مرتبہ تعین ثانی میں تفصیل پائی ہے ہر ایک بزرگ مقتدا پیغمبر علیہ السلام کا مبدا ہے چنانچہ علم حضرت خاتم الرسل علیہ السلام کا مبدا تعین ہے اور قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدا تعین ہے اور تکوین حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء تعین ہے۔ ان اسماء کلیہ مقدسہ کے جزئیات باقی تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبادی تعینات ہیں ان بزرگواروں میں سے وہ گروہ جو خاص اسم کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور خاص مقتداء نبی کے ساتھ ان کی مناسبت ہے ان کے مبادی تعینات اس اسم کی جزئیات ہیں اور وہ اولیاء جو مقتداء پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر کے قدم پر ثابت ہیں ان کے مبادی تعینات اس اسم کے جزئیات کی جزئیات ہیں جو اس پیغمبر کا مبدا تعین ہے۔ اسی طرح تمام مومنوں کے مبادی تعینات اس اسم کی جزئیات ہیں جو اس پیغمبر کا مبدا تعین ہے جس کے قدم پر وہ چلتے ہیں کفار کے مبادی تعینات اسم مفصل سے تعلق رکھتے ہیں اور ان مبادی مذکورہ سے الگ ہیں جب ممکنات کے مبادی تعینات معلوم ہو چکے تو اب جاننا چاہئے کہ دائرہ وجوب ان تعینات کی منتہا پر ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد دائرہ ممکنات شروع ہوتا ہے حق تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنے کمال کرم واحسان سے اپنے فیوض وانعامات دوسروں کو عطا فرمائے اور گنج بخشی ظاہر کرے تو خلقت کو پیدا کیا اور اپنے وجود اور توابع وجود کے کمالات ان کو بخشے۔ بغیر اس بات کے کہ وہاں سے کچھ جدا ہو کر ان کے ساتھ ملحق ہو جائے کیونکہ یہ امر نقص کا موجب ہے۔ تعالی اللّٰہ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے) خلق سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنے انعام واحسان پہنچائے نہ یہ کہ ان کے ذریعے اسمائی وصفاتی کمالات کی تکمیل وتتمیم ہو۔ حاشا وکلا۔ صفات فی حد ذاتہا کامل ہیں۔ ظہور ومظہر کی ان کو کچھ حاجت نہیں۔ اس بارگاہ جل شانہ میں تمام کمالات بالفعل حاصل ہیں۔ بالقوہ نہیں جس کا حاصل ہونا کسی دوسرے امر پر وابستہ ہو۔ اس بارگاہ جل شانہ میں اگر شہود ومشاہدہ ہے تو خود بخود ہے اور اگر علم ومعلوم ہے تو خود ہی عالم ہے اور خود ہی معلوم۔ اسی طرح خود متکلم ہے اور خود ہی سامع ہے وہاں تمام کمالات مفصل ومتمیز ہیں لیکن بیچونی کے طور پر کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں خلق کیا ہے جو حق تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ بن سکے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


در کدام آئینہ در آیداد

ترجمہ: وہ کسی آئینہ میں آتا نہیں

اور عالم کیا ہے جو اس اجمال کی تفصیل کرے کیونکہ وہ بارگاہ جل شانہ عین اجمال میں تفصیل ہے اور عین تنگی میں وسعت ہے چونکہ اس جگہ کی تفصیل و وسعت بیچون ہے۔ اس لیے متوہم ہوتا ہے کہ اجمال کے لیے تفصیل کی ضرورت ہے جو خلق عالم پر وابستہ ہے اور اس اجمال کی تکمیل اس تفصیل پر موقوف ہے لیکن حق یہ ہے کہ وہاں اجمال بھی ہے اور تفصیل بھی جیسے کہ گزر چکا ہے۔ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (اللہ تعالیٰ گھیرنے والا جاننے والا ہے) جاننا چاہئے کہ اس عالم کی پیدائش اس مرتبہ میں واقع ہوئی ہے جس کو اس مرتبہ مقدسہ کے ساتھ کسی قسم کی مزاحمت و مدافعت نہیں۔ اَحَدُ الْمَوْجُوْدَیْنِ یعنی دو موجودوں میں سے ایک کا وجود اگرچہ دوسرے وجود کی حد بندی کرنا چاہتا ہے لیکن یہ قاعدہ اس جگہ مفقود ہے کیونکہ عالم کے وجود نے اس وجود اقدس کے لیے کوئی حدو نہایت پیدا نہیں کی اور کسی نسبت و جہت کو ثابت نہیں کیا۔ وہ صورت جو آئینہ میں متوہم ہوتی ہے اس کا ثبوت مرتبہ وہم میں ثابت ہے اس ثبوت کو زید کے ثبوت کے ساتھ جو اس صورت کا اصل ہے کسی قسم کی مزاحمت و مدافعت حاصل نہیں اور اس صورت کے ثبوت نے اپنے اصل کے ثبوت میں کوئی حدو نہایت پیدا نہیں کی اور کوئی جہت و نسبت حاصل نہیں کی۔ عالم کا وجود اس صورت کے وجود کی طرح ہے جو مرتبہ وہم میں ثابت ہے جس کو اپنے اصل کے ساتھ جو خارج میں موجود ہے کوئی مزاحمت نہیں اور صورت کے اس وہمی ثبوت سے اس خارجی ثبوت میں جو صورت کا اصل ہے کسی قسم کی حدو نہایت پیدا نہیں ہوئی۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثل اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) اس تحقیق سے اس بات کی حقیقت معلوم ہوگئی جو کہتے ہیں کہ عالم مرتبہ وہم میں ثابت ہے یعنی عالم اس مرتبہ میں پیدا ہوا ہے جو مرتبہ وہم کے مشابہ ہے جو آئینہ کی منعکسہ صورت کے لیے اپنے اصل کی نسبت کہ خارجی میں موجود ہے۔ ثابت ہے بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ اس مرتبہ مقدسہ میں وجود خارجی کا اطلاق بھی تشبیہ و تنظیر کی قسم سے ہے کیونکہ خارج کی وہاں گنجائش نہیں جب وجود اس مرتبہ اقدس سے کوتاہ ہے تو پھر خارج کیا ہے جو وجود کی فرع اور قسم ہے۔

**خاتمہ حسنہ:** یہ سب مبادی تعینات جو مذکور ہوئے ہیں خواہ تعین وجودی اجمالی ہو یا تفصیلی سب اس عالم دنیا کی موجودات ممکنہ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اور اس عالم دنیا کی موجودات کا وجود و تشخص ان مبادی عالیہ پر وابستہ ہے لیکن موجودات آخرت (مشہود ہوتا ہے کہ) ان مبادی مذکورہ پر وابستہ نہیں بلکہ ان کے مبادی تعینات اور امور ہیں۔ وہ امور اس فقیر کے نزدیک وہ کمالات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ذاتیہ ہیں جن کے دامن پاک تک ظلیت کی گرد نہیں پہنچی اور اس مرتبہ اقدس میں مندرج ہیں بلکہ اس مرتبہ مقدسہ میں بیچونی تفصیل وتمیز کے ساتھ مفصل و متمیز ہیں۔ان کمالات مقدسہ مفصلہ ذاتیہ میں سے ہر ایک کمال عالم آخرت کی موجودات میں سے ہر ایک موجود کا مبدء تعین ہے۔اہل بہشت کے وجود کو ان تعینات وجودی کے ساتھ خواہ اجمالی ہوں یا تفصیلی جو عالم دنیا سے تعلق رکھتے ہیں کسی قسم کا مس نہیں۔عالم آخرت کی موجودات گویا اس مرتبہ مقدسہ کے مواجہ اور مقابل ہیں۔ برخلاف عالم دنیا کی موجودات کے کہ اس مواجہ اور مقابلہ سے بے نصیب ہیں۔اس عالم دائمی کی موجودات کو اس مرتبہ مقدسہ سے اس قسم کے نصیب وحظ حاصل ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔

هَنِيْئاً لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی نعمت

بیت

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَایَدِقُّ صِفَاتُهٗ وَ کَتْمُهٗ اَحْظٰی لَدَیْهِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ بیت

بعد ازاں وہ امر ہے جس کا نہیں ملتا پتا اس کا پوشیدہ ہی رکھنا اور چھپانا ہے بھلا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر)

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

## مکتوب (۱۱۵)

بعض استفساروں کے جواب میں عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) اس طرف کے فقراء کے احوال واوضاع حمد کے لائق ہیں اور آپ کی صحت وعافیت اللہ تعالیٰ سے مطلوب ہے۔صحیفہ شریفہ جو شفقت ومہربانی سے اس فقیر کے نام ارسال کیا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔آپ نے اشتیاق ظاہر فرمایا تھا کہ حرمین شریفین میں سے کسی ایک میں مع متعلقین وطن اختیار کریں اور وہیں دفن ہوں۔

میرے مخدوم مکرم۔متعلقین کا جانا نظر نہیں آتا بلکہ نزدیک ہے کہ منع مفہوم ہو اگر آپ تنہا چلے جائیں تو پسندیدہ نظر آتا ہے اور امید ہے کہ سلامتی سے پہنچ جائینگے وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(سب کام اللہ تعالیٰ کے اختیار ہے) اور سیادت مآب کے بارہ میں جو آپ نے لکھا ہے کہ طبیبوں نے ان کے ضرر کا حکم دیا ہے۔ میرے مشفق مخدوم فقیر نے بڑے غور سے دیکھا ہے لیکن ان کے حق میں کوئی ضرر نظر نہیں آتا۔ البتہ ایک ظلمت محسوس ہوتی ہے جو اس ضرر کی ظلمت سے الگ ہے۔ دیکھیں اس کی کیا وجہ ہے۔ غرض طبیبوں کا ضرر مفقود ہے اور یہ ظلمت جو نظر آتی ہے کسی اور طرف سے ہے۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ. دوسرے یہ کہ فرزندی محمد سعید بہت ہی کمزور ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اب اس کو صحت و عافیت ہوتی جاتی ہے۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ قرۃ العین خواجہ جمال الدین حسین مع بھائی بہنوں کے اخیر زمانہ کے حادثوں سے محفوظ رہے اور بزرگ مخدوم زادے ظاہر باطنی جمعیت سے آراستہ رہیں۔

# مکتوب (۱۱۶)

خلق اللہ کی خدمتگاری کی ترغیب میں خواجہ ابوالمکارم کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ آپ کو حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائے۔ یہ کس قدر اعلیٰ دولت ہے کہ عطیات کا بخشنے والا حضرت حق جل شانہ اپنے کسی بندہ کو بعض بزرگیوں اور فضیلتوں کے ساتھ مخصوص کر کے اپنے بندوں کی حاجتوں کی کنجی اس کے دست تصرف کے حوالہ کر دے اور اس کو ان لوگوں کا جائے پناہ بنائے اور یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ بہت سی مخلوقات کو جن کو اللہ تعالیٰ نے کمال کرم سے اپنے عیال فرمایا ہے اس کے متعلق کرے اور ان کی تربیت اس کے سپرد فرمائے۔ وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے جو اس دولت حمد میں قیام کرے اور وہ شخص بہت ہی ہوشمند ہے جو اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اپنے مالک کے عیال کی خدمت گزاری کو اپنی سعادت جانے اور اپنے مولیٰ کے غلاموں اور لونڈیوں کی تربیت کو اپنا شرف سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ وہاں کے لوگ آپ کے ذکر خیر سے تر زبان ہیں اور آپ کے کرم و احسان کا ذکر ان کی زبان پر ہے۔ والسلام

# مکتوب (۱۱۷)

آیت کریمہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی الخ کے معنی اور دوسرے اعتراض کے بیان میں مولانا شیخ غلام محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) شیخ اجل قدس سرہ نے اپنی کتاب عوارف کے دوسرے باب میں آیت کریمہ۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَهِیْدٌ'' (اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس کا دل حاضر ہے اور جس نے توجہ کے ساتھ کانوں کو اس طرف لگایا) کے معنی میں فرمایا ہے کہ واسطی نے کہا ہے کہ قوم مخصوص کے لیے نصیحت ہے سب لوگوں کیلئے نہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ (کیا جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا) اور واسطی نے یہ بھی کہا ہے کہ مشاہدے سے فراموشی پیدا ہوتی ہے اور حجابوں سے فہم حاصل ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی شے کے لیے تجلی کرتا ہے تو وہ اس کے لیے جھک جاتی ہے اور پست ہو جاتی ہے۔ شیخ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ یہ قول جو واسطی نے کہا ہے بعض اقوام کے حق میں صحیح ہے حالانکہ یہ آیت اس امر کے برخلاف دوسری قوم کے لیے حکم کرتی ہے اور وہ لوگ ارباب تمکین ہیں جن کے لیے مشاہدہ اور فہم جمع ہوتے ہیں پوشیدہ نہ رہے کہ جو کچھ واسطی نے اول کہا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خاص اہل تمکین کے لیے نصیحت ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد زندہ کیا ہے یعنی فنا کے بعد ان کو بقا بخشی ہے اور اہل تلوین کے لیے نہ فنا ہے نہ بقاء اور نہ حیات جو دوبارہ ان کو دی گئی ہو کیونکہ وہ وسط راہ میں ہوتے ہیں اور فنا بقاء منتہیوں کے احوال ہیں اور اس کا دوسرا قول جو آیت کے بیان میں ذکر کیا ہے اگر تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ احتجاب اور استتار (یعنی پردہ اور حجاب میں آنے) کے وقت اہل تلوین کے لیے نصیحت ہے نہ کہ مشاہدہ اور مکاشفہ کے وقت کیونکہ یہ ذہول وفراموشی کے وقت ہیں۔ پس یہ قول پہلے قول کے منافی ہے اور اگر اس نے دوسری جگہ توسط حال میں اس معرفت کا ذکر کیا ہے اور آیت کے بیان میں ذکر نہیں کیا تو پھر کوئی منافات نہیں اور نہ ہی شیخ قدس سرہ کا یہ اعتراض کہ واسطی نے کہا ہے کہ بعض اقوام یعنی اہل تلوین کے حق میں صحیح ہے حالانکہ یہ آیت اس امر کے برخلاف دوسرے لوگوں کے لیے حکم کرتی ہے اور وہ ارباب تمکین ہیں درست نہیں کیونکہ واسطی نے آیت کے معنی میں بیان کیا ہے کہ نصیحت ارباب تمکین کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے کہ یہ لوگ ہیں جو موت کے بعد زندہ ہیں نہ کہ اہل تلوین حاصل کلام یہ ہے کہ اہل تلوین کے بیان میں اس کا دوبارہ ذکر کرنا ایک مستقل معرفت ہے جس کا آیت کے بیان سے کچھ تعلق نہیں۔ اس صورت میں یہ اعتراض عائد نہیں ہوتا کہ یہ امر آیت کے حکم کے برخلاف ہے کیونکہ آیت ایک قوم کے حق میں وارد ہے اور یہ معرفت دوسری قوم کے احوال کا بیان ہے۔ اگر واسطی پہلے فعل کو اہل تمکین کے ساتھ مخصوص نہ کرتا اور پھر دوبارہ اہل تلوین کے لیے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بھی ان کے احتجاب کی حالت میں نصیحت کو ثابت کرتا تو اس کے دونوں قولوں میں منافات حاصل نہ ہوتی اور شیخ کا اعتراض اس پر وارد نہ ہوتا اور جو کچھ میرے نزدیک ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں دونوں فریقوں کے حال کا بیان ہے۔ یعنی من کان لہ قلب میں ارباب قلوب کا حال ہے جن کے احوال بدلتے رہتے ہیں انہی کو اصحاب تلوین بھی کہتے ہیں اور اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ'' میں اہل تمکین کے حال کا بیان ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے عین شہود کی حالت میں فہم کے لیے اپنے کانوں کو لگا رکھا ہے فرق صرف اسی قدر ہے کہ قوم اول کے لیے بعض بعض وقتوں میں نصیحت ہے اور دوسری قوم کے لیے تمام احوال میں نصیحت ہے جیسے کہ خود واضح ہے اگر شیخ قدس سرہ اس طرح کہتا کہ یہ آیت اس امر کے برخلاف اور قوم کے لیے بھی حکم کرتی ہے تو بہت ہی مناسب ہوتا اور کلمہ او منع خلو کے لیے ہے۔ پس فریقین کو نصیحت میں جمع کرنے کے منافی نہیں اس کے بعد شیخ نے فرمایا ہے کہ فہم کا مقام محادثہ اور مکالمہ یعنی گفتگو اور کلام کا محل ہے اور وہ دل کی سمع ہے اور مشاہدہ کا مقام قلب کی بصر ہے۔ پس جو شخص سکر کی حالت میں ہے اس کی سمع اس کی بصر میں غائب ہوتی ہے اور جو شخص خود تمکینکی حالت میں ہے اس کی سمع اس کی بصر میں غائب نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے حال کا مالک ہے اور ظرف وجودی سے جو کلام کے سمجھنے کے لیے مستعد ہے۔ سمجھتا ہے کیونکہ فہم الہام وسماع کا محل ہے اور سماع والہام ظرف وجودی کو چاہتے ہیں اور یہ وجود موہوب یعنی بخشا ہوا اس شخص کو جو فنا کے راستے سے گزر کر بقا کے محل تک پہنچا ہو مقام صحو میں متمکن ہونے کے لیے دوبارہ بخشا جاتا ہے اور یہ وجود اس وجود کے سوا ہے جو نور مشاہدہ کے چمکنے کے وقت نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ انتہی (یہاں تک شیخ کا کلام ہے) پس محادثہ اور مکالمہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام و گفتگو کرنا ہے اور سمع کا بصر میں غائب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مشاہدہ کے وقت نہیں سمجھتا اور یہ اہل تلوین کا حال ہے جو مشاہدہ کے وقت اپنے آپ کو فراموش کر دیتے ہیں جیسے کہ واسطی نے کہا ہے اور سمع کے بصر میں غائب نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ عین مشاہدہ میں سمجھتا ہے اور یہ حال اہل تمکین کا ہے جو مشاہدہ اور فہم کے درمیان جمع کرتے ہیں جیسے گزر چکا پوشیدہ نہ رہے کہ اہل تلوین میں مشاہدہ کے کچھ معنی نہیں ہیں کیونکہ مشاہدہ ذات میں ہوتا ہے اور وہ ابھی ذات تک نہیں پہنچا۔ اس کے حق میں صفات متخیلہ متلونہ کا مکاشفہ بہتر ہے اور جو کچھ ذات میں ہے اس کیلئے تلوین نہیں اور نہ ہی اس بارگاہ مقدس میں تغیر ہے کہ کبھی ذہول و فراموشی ہو اور کبھی شعور بلکہ وہاں عین ذہول میں شعور ہے اور نفس شہود میں فہم ہے نیز شیخ قدس سرہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں دل کی آنکھ سے مشاہدہ کا واقع ہونا جائز ہے اور صاحب تعارف قدس سرہ نے جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



امام طائفہ نے کہا ہے کہ دنیا میں دل اور آنکھ دونوں سے حق تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور اس پر اجماع ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ مشائخ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حق تعالیٰ دنیا میں ایقان کی جہت کے بغیر دلوں اور آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا۔ میرے نزدیک جو کچھ صاحب تعرف نے کہا ہے بہت ہی بہتر ہے کیونکہ جس کو حق تعالیٰ کی رویت خیال کرتے ہیں وہ خیال رویت ہے یعنی خیال میں اس ایقان کی صورت کا کشف ہے جو دل کو حاصل ہوتا ہے اور مُوقَنٌ بِہٖ کی بھی ایک صورت ہے جو دل کیلئے کشف کی جاتی ہے کیونکہ مشائخ نے اللہ تعالیٰ کیلئے مثال کو جائز رکھا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی مثل نہیں۔ فَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (پس مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) یعنی خیال میں ایقان کی صورت اور موقن بہٖ کی صورت نقش ہو جاتی ہے۔ اگرچہ واقع میں حق تعالیٰ کی کوئی صورت نہیں کیونکہ قلب اور دوسرے لطائف کے معانی حاصل کیلئے بلکہ ہر ایک موجود شے کیلئے خیال میں ایک صورت ہے جو اس عالم مثال کی تمثال ہے جو تمام عالموں سے زیادہ وسیع ہے پس قلب کو ایقان کے سوا کچھ حاصل نہیں بلکہ ایقان کی صورت اور موقن بہٖ کی صورت رویت و مرئی کی صورت میں متمثل ہوتی ہے اور کوئی رویت حقیقی نہیں پس جب قلب کو رویت حاصل نہ ہو تو پھر بصر یعنی آنکھ کو کب حاصل ہوگی وہ ایک مثالی صورت ہے یعنی قلب کا ایقان رویت کی صورت میں اور موقن بہٖ مرئی کی صورت میں متمثل ہوتا ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ اس نے حقیقۃً حق تعالیٰ کو دیکھا ہے حالانکہ وہ خیالی رویت ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ موقن بہٖ کی صورت حق تعالیٰ کی صورت مثالیہ نہیں ہے بلکہ ایک شئی صورت ہے جس کے ساتھ ایقان کا تعلق ہے جو خیال میں ظاہر ہوتی ہے اور ہرگز ہرگز حق تعالیٰ کی کوئی صورت نہیں۔ اگرچہ خیال ہی میں ہو۔ یہ صورت قلب سالک کے بعض مکشوفات یعنی ان وجوہ و اعتبارات کی صورت ہے جن کا تعلق ذات تعالیٰ کے ساتھ ہے یہی وجہ ہے کہ جب عارف ذات تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے تو اس قسم کی خیالی مثالیں متخیل نہیں ہوتیں کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات کی کوئی صورت نہیں نہ خیال میں اور نہ مثال میں اور میرے نزدیک جس طرح اس کی مثل نہیں مثال بھی نہیں کیونکہ صورت خواہ کسی مرتبہ میں ہو حد و نہایت کو مستلزم ہے اور حق تعالیٰ تحدید و تقیید سے منزہ ہے یہ تمام مراتب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ **فافہم** اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ اس نے ہم کو سلطان خیال عطا فرمایا اور اس کو معانی کمال کی صورتوں کے حصول کا آئینہ بنایا اگر خیال نہ ہوتا تو ہم انفصال کے درکات سے اتصال کے درجات کو نہ پا سکتے اور احوال کی واردات کو نہ جان سکتے کیونکہ اس میں ہر ایک معنی اور حال کی صورت ہے کہ اگر وہ صورت مکشوف نہ ہو جاتے تو اس [illegible] میں آ جاتے ہیں پس ناقص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لطائف کا شان سیر وسلوک اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کرنا ہے اور خیال کا شان سالک کو اپنی منتقشہ صورتوں میں سیر وسلوک وانتقال کے درجات کا دکھانا ہے اور اس کا دکھانا فوق کی طرف رغبت بڑھاتا ہے نیز اس کے دکھانے سے سیر بصیرت پر حاصل ہوتا ہے اور سلوک معرفت پر آسان ہوتا ہے اور اس کے غلبہ سے سالک جہل سے نکل کر اہل علم میں سے ہو جاتا ہے۔ فَلِلّٰهِ سُبْحَانَهُ دَرُّهُ (اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اس کی خوبی) والسّلامُ علٰی من اتبع الھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

# مکتوب (۱۱۸)

مولانا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب عوارف کے دوسرے باب میں اس حدیث کے بیان میں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع ہے۔ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اٰیَۃٌ اِلَّا وَلَھَا ظَھْرٌ وَبَطْنٌ وَلِکُلِّ حَرْفٍ حَدٌّ لِکُلِّ حَدٍّ مَطْلَعٌ (قرآن مجید کی ہر ایک آیت کیلئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر ایک حرف کیلئے ایک حد اور ہر ایک حد تک کیلئے ایک مطلع ہے) کے بیان میں کہا ہے کہ میرے دل میں کھٹکتا ہے کہ مطلع سے یہ مراد نہیں کہ صفاء فہم سے آیت کے پوشیدہ ستر اور باریک معنی پر واقف ہوں بلکہ مطلع سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک آیت کے نزدیک متکلم کے شہود پر اطلاع ہو کیونکہ ہر ایک آیت متکلم کے اوصاف میں سے کسی وصف اور اس کی لغوت میں سے کسی لغت کی امانت گاہ ہے۔ پس آیات کی تلاوت اور ان کے سننے سے نئی نئی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں اور آئینے بن کر عظیم جلال کی خبر دیتیں ہیں۔ اِلٰی اٰخِرِ مَا قَالَ فِیْ تَائِیْدِ ھٰذَا التَّوْجِیْہِ وَشَرْحِہٖ (آخر کلام تک جو اس توجیہ اور اس کی شرح میں کہی ہے) اللہ تعالیٰ کے کرم سے جو کچھ میرے دل میں گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ ظہر سے مراد نظم قرآن ہے جو حد اعجاز تک پہنچنے والی ہے اور بطن سے فہم کے اختلاف کے بموجب باریک معنی اور پوشیدہ سر پر اس کی تفسیر و تاویل سے مراد ہے اور حد سے مراد مراتب کلام کی نہایت ہے جو متکلم کا شہود ہے اور وہ تجلی نعتی ہے جو عظیم جلال کی خبر دیتی ہے اور مطلع وہ ہے جو تجلی نعتی سے برتر ہے اور وہ تجلی ذاتی ہے جو تمام نسبتوں اور اعتباروں سے خالی ہے نبی ﷺ نے کلام کی حد اور اس کے نہایت کے لیے مطلع ثابت کیا۔ گویا مطلع کلام اور نہایت کلام کے ماوراء ہے اور کلام حق تعالیٰ کی صفت ہے اور متکلم کا شہود اس صفت کے آئینے میں اس صفت کی تجلی ہے اور اس کے مراتب کمال کی نہایت ہے۔ اس تجلی کے ماوراء پر اطلاع تب ہوتی ہے جب اس تجلی سے تجلے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ذاتی کی طرف ترقی کریں پس اس جگہ ذات تک پہنچنا صفت کلام کے ذریعے اور نظم قرآنی کی تلاوت کے وسیلے سے ہے جو اس صفت پر دلالت کرتا ہے پس دو قدموں کا ہونا ضروری ہے ایک قدم نظم قرآنی کا جو مدلول یعنی صفت کی طرف دلالت کرنے والا ہے۔ دوسرا قدم صفت کا اپنے موصوف کی طرف عارف قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ مَشَیْتُ خَطْوَتَانِ وَقَدْ وَصَلْتُ (میں دو قدم چلا اور واصل ہو گیا) لیکن شیخ قدس سرہ نے صرف پہلا قدم ذکر کیا ہے اور اس سیر کو اسی کے ساتھ تمام کیا ہے اور تلاوت کے فائدہ کو اسی سے مقید کیا ہے اور کچھ بیان نہیں کیا۔ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ط (یا اللہ تو پاک ہے ہم کو کوئی علم نہیں مگر جس قدر کہ تو نے ہم کو سکھایا بے شک تو جاننے والا حکمت والا ہے) اس کے بعد شیخ قدس سرہ نے کہا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ نماز میں بے ہوش ہو کر گر پڑے جب اس کا باعث پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک آیت کا تکرار کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس کو اس کے متکلم سے سنا پس جب صوفی کے لیے توحید کا نور چمکتا ہے اور وعدہ وعید کے سننے کے وقت اپنے کانوں کو اس طرف لگاتا ہے اور اس کا دل ماسوی اللہ سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر اور شہید ہو جاتا ہے تو اس وقت تلاوت میں اپنی اور غیر کی زبان کو حضرت موسیٰ کے درخت کی طرح دیکھتا ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کا خطاب سنایا تھا جب اس کا سننا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کا سنانا بھی اللہ تعالیٰ ہی طرف ہو جاتا ہے تو اس کے کان آنکھ ہو جاتے ہیں اور آنکھیں کان بن جاتی ہیں اور اس کا علم سراسر عمل اور اس کا عمل بالکل علم ہو جاتا ہے اور اس کا آخر اوّل سے اور اوّل آخر سے بدل جاتا ہے پس جب صوفی اس وصف کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے تو اس کا وقت سرمدی اور اس کا شہود دائمی اور اس کا سماع ہر دم نیا ہوتا ہے (ختم ہوا کلام شیخ کا) (جب صوفی کے لیے توحید کا نور چمکتا ہے) یہ جملہ حضرت امام کے قول کا بیان ہے (متکلم سے سننے کے یہ معنی ہیں) کہ جب صوفی پر توحید کا حال غالب ہو جاتا ہے اور غیر کا شہود اس کی نظر سے دور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر اور شہید رہتا ہے کہ جب اپنے آپ سے یا غیر سے کلام سنتا ہے تو اس کو گویا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے سنتا ہے اور اپنی اور غیر کی زبان کو حضرت موسیٰ کے درخت کی طرح دیکھتا ہے۔ یعنی پہلے حضرت امام جوں جوں آیت کا تکرار کرتے رہے تو اس کو اپنے نفس اور زبان سے سنتے رہے جب تکرار کرتے کرتے توحید کا حال ظاہر ہوا تو اس کو متکلم سے سنا۔ اگرچہ حضرت امام کی زبان سے صادر ہوئی تھی کیونکہ اس وقت نے اپنی زبان کو حضرت موسیٰ کے درخت کی طرح معلوم کیا تھا گویا وہ کلام جو اس وقت زبان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سے ظاہر ہوا تھا اس کلام کی طرح تھا جو اس درخت سے ظاہر ہوا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اَقُوْلُ وَ بِاللّٰہِ الْعِصْمَتُ وَالتَّوْفِیْقُ (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی سے عصمت وتوفیق ہے) کہ جو کلام حضرت موسیٰ کے درخت سے سنا گیا تھا وہ بیشک اللہ تعالیٰ کا کلام تھا۔ اگر کوئی اس کا انکار کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور یہ کلام جو زبانوں سے سنا جاتا ہے۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ اگرچہ صوفی غلبہ توحید میں اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام خیال کرے۔ اگر کوئی اس کا انکار کر دے تو کافر نہیں ہوگا۔ بلکہ محقق صادق ہوگا کیونکہ یہ کلام زبان کی حرکت اور مخارج کے اعتماد سے حاصل ہوا ہے اور درخت کا حال ایسا نہیں تھا۔ ان دونوں کلاموں میں بہت فرق ہے کیونکہ اوّل تحقیقی ہے اور دوسرا تخیلی۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ شیخ قدس سرہ نے اس جگہ توحید میں اس قدر مبالغہ کیا ہے کہ تخیلی کو تحقیقی بنا دیا ہے اور غلبہ حال میں بندہ سے صادر ہونے والے کلام کو اللہ تعالیٰ سے صادر شدہ کلام کی طرح سمجھا ہے۔ حالانکہ اپنی اسی کتاب میں ایک جگہ شیخ قدس سرہ نے ان اقوال سے جو غلبہ حال کے وقت توحید والوں سے توحید کے بارہ میں صادر ہوتے ہیں۔ انکار کیا ہے اور حلول واتحاد کی آمیزش سے ڈر کر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت پر محمول کیا ہے لیکن اس جگہ حلول کی آمیزش سے نہیں ڈرا بلکہ اتحاد وعینیت کا حکم کیا ہے۔ اس مقام میں حق بات یہ ہے کہ غلبہ حال میں اتحاد وعینیت کا حکم کرنا تخیلی ہے تحقیقی نہیں۔ خواہ اتحاد ذات میں ہو۔ خواہ صفات وافعال میں۔ فَسُبْحَانَ مَنْ لَا یَتَغَیَّرُ بِذَاتِہٖ وَلَا بِصِفَاتِہٖ وَلَا فِیْ اَفْعَالِہٖ بِحُدُوْثِ الْاَکْوَانِ (پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو موجودات کے پیدا کرنے سے ذات وصفات وافعال میں متغیر نہیں ہوتا) اس کی ذات وصفات وافعال کے ساتھ کسی کی ذات وصفات وافعال متحد نہیں ہو سکتے۔ وہ مالک پاک ہے۔ جیسے کہ ہے اور ممکن ممکن ہے اور ذات وصفات وافعال میں حادث ہے۔ پس قدیم وحادث کے درمیان اتحاد کا حکم کرنا عشق کی تلوینات اور محبت وسکر کے غلبات کے باعث ہے اور حلول کی آمیزش اور اتحاد کے گمان کے باعث کہ جس سے کفر والحاد لازم آتا ہے۔ ان کا کوئی مواخذہ نہیں۔ کیونکہ یہ ان کی مراد نہیں ہے اور وہ امر جو حق تعالیٰ کی پاک جناب کے لائق نہیں۔ ہرگز ہرگز ان کی مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست اور محب ہیں اور اس قسم کی نامناسب باتوں کے تجویز کرنے سے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ محفوظ ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے حال وصدق کے بغیر ان کی مشابہت کی اور ان کے کلام کی طرح کلام کیا اور اس سے ان کی مراد کے برخلاف سمجھا۔ وہ الحاد وزندقہ میں پڑ گئے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور ممکن کے درمیان حلول واتحاد ثابت کیا اور ممکن کے واجب ہونے کا حکم کیا۔ یہی لوگ زندیق ہیں۔ جو اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بحث سے خارج ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے یہ کدھر بھٹکتے پھرتے ہیں) پوشیدہ نہ رہے کہ شیخ قدس سرہ نے جو کچھ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے بیان میں فرمایا ہے۔ اگرچہ اہل تلوین میں سے ان لوگوں کے حق میں صادق ہے۔ جن پر سکر اور توحید غالب ہے۔ لیکن چونکہ امام کی شان میں میرا حسن ظن ہے۔ اس لئے میں ان کے حق میں اس امر کا صدق تجویز نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ میرے نزدیک ارباب تمکین وصحو میں سے ہیں۔ ان کے نزدیک متخیل اور متحقق ظاہر ہے اور غیر سے سننا اور حق تعالیٰ سے سننا پوشیدہ نہیں۔ امام کے کلام کیلئے اس وجہ کے سوا کوئی اور اچھا محمل تلاش کرنا چاہیے۔ جو ان کے حال کے مناسب ہو اور وہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بلا کیف سنے۔ جس طرح کہ حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر سنا۔ اگر تو پوچھے کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کے سننے کے کیا معنی ہیں کیونکہ یہ جو سنا جاتا ہے۔ صرف حرف ہیں یا آواز۔ تو میں کہتا ہوں کہ ممنوع ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو حرف وصوت کے بغیر سنتا ہے۔ بندہ بھی جب اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے تو حرف وصوت کے بغیر کلام کو سنتا ہے۔ لیکن ظاہر وہم میں جو باوجود فارق کے حاضر پر غائب کے قیاس کرنے سے پیدا ہوتا ہے، محال نظر آتا ہے۔ بھلا حاضر پر غائب کا قیاس کسی طرح کیا جائے جبکہ حاضر زمانہ کی تنگی میں ہے جو مترتب وتقدم وتاخر کو چاہتا ہے اور غائب پر زمانہ اور تقدم وتاخر وترتب کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ غائب میں ان اشیاء کا ثبوت جائز ہے۔ جن کا ثبوت حاضر میں جائز نہیں۔ فَلْيَفْهَمْ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ تحقیق یہ ہے کہ اگر سماع سمع کی حس کے ساتھ ہو تو ضروری ہے کہ مسموع حرف وصوت ہو لیکن جب سماع سامع کے اجزاء میں سے ہر ایک جزو کے ساتھ ہو تو حس کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس وقت جائز ہے کہ مسموع حرف وصوت کے بغیر حاصل ہو کیونکہ ہم اپنی کلیت اور اپنے اجزا میں سے ہر ایک جزو کے ساتھ ایسے کلام کو سنتے ہیں جو حروف واصوات کی جنس سے نہیں ہیں۔ اگرچہ خیالی حروف واصوات کے ساتھ خیال میں متخیل ہوتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہ کلام ماخوذ مسموع یعنی ہماری کلیت سے سنا ہوا کلام پہلے حروف واصوات سے مجرد تھا۔ پھر خیال میں خیالی حرف وصوت کے ساتھ متلبس ہوا۔ تاکہ فہم وافہام کے قریب ہو۔ اس کے علاوہ ہم زیادہ عجیب بات یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کلام کو جو مترتبہ ومتقدمہ ومتاخرہ حروف وکلمات سے مرکب ہے سنتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا سننا حرف وکلمہ اور ترتب وتقدم وتاخر کے وسیلہ کے بغیر ہے کیونکہ مرکب ومترتب ومتقدم ومتاخر کلام زمانہ کو چاہتا ہے اور حق تعالیٰ پر زمانہ جاری نہیں ہوتا۔ زمانہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جب حرف وکلمہ کے وسیلہ کے بغیر حروف وکلمات سے مرکب کلام کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سننا جائز ہے تو اس کلام کا سننا جو حروف واصوات کی جنس سے نہیں ہے۔ بطریق اولی جائز ہوگا۔ فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَاصِرِيْنَ وَلَا مِنَ الْغُفَلَاءِ الْجَاهِلِيْنَ وَاللهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ (سمجھ اور کوتاہ فہم اور جاہل و غافل نہ ہو اور اللہ تعالی بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے) اس کلام کی تحقیق میں ان سطروں کے لکھنے کے بعد دوبارہ جو کچھ مجھے الہام ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مستعد بندہ کا حق تعالی کے خطاب کو سمجھنا اور حق تعالی سے اس کا اخذ کرنا پہلے حروف وکلمہ کے واسطے اور صوت وندا کے وسیلہ کے بغیر تلقی روحانی سے ہوتا ہے۔ پھر یہ معنی متلقی سلطان خیال میں جہاں تمام اشیاء کی صورتیں منتقش ہیں۔ حرف وصوت کی صورت پر متمثل ہوتے ہیں کیونکہ عالم شہادت میں افادہ واستفادہ الفاظ وحروف ہی کے ذریعے سے ہے۔ اس تلقی پر سماع بلاکیف کا اطلاق کرنا بھی جائز ہے کیونکہ کلام بے کیف ہے اور ضرور ہے کہ اس کا سماع بھی بلا کیف ہو کیونکہ کیف کو مَالَا كَيْفَ فِيْهِ (جس میں کوئی کیفیت نہیں) کی طرف کوئی راستہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حروف واصوات سے مرجد کلام کا بلا کیف سننا جائز ہے۔ پھر اس کے بعد کلام خیال میں حرف وکلمہ کی صورت پر متمثل ہوتا ہے تاکہ عالم اجسام میں بھی افادہ واستفادہ حاصل ہو اور جن لوگوں نے اس دقیقہ پر اطلاع نہیں پائی۔ ان حروف وکلمات کے ذریعے سے جو حادث ہیں اور اس پر دلالت کرنے والے ہیں۔ ان لوگوں کا حال اچھا ہے اور بعض نے یوں کہا ہے کہ ہم اللہ تعالی کے کلام کو سنتے ہیں اور انہوں نے کچھ فرق نہیں کیا کہ یہ بات اللہ تعالی کی شان کے لائق ہے اور یہ لائق نہیں یہ لوگ جاہل اور جھوٹے ہیں۔ جو اللہ تعالی کے حق میں جائز وناجائز کو نہیں جانتے اور حق وہی ہے جو اللہ تعالی کے فضل سے میں نے تحقیق کی اور شیخ قدس سرہ نے جو یہ کہا ہے کہ اس کے کان اس کی آنکھیں ہو جاتے ہیں اور اس کی آنکھیں اس کے کان بن جاتی ہیں اور اس کا اوّل آخر سے اور آخر اوّل سے بدل جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے کان اس کی آنکھوں کا حکم اور اس کی آنکھیں اس کے کانوں کا حکم پکڑ لیتی ہیں۔ یعنی اپنی کلیت سے سنتا ہے اور اپنی کلیت سے جانتا ہے۔ کیونکہ اگر اپنے بعض سے سنے اور بعض سے دیکھے تو اس صورت میں سمع عین بصر نہ ہوگا۔ اسی پوشیدگی کے لئے آگے بیان کیا ہے کہ اس کا آخر اوّل اور اس کا اوّل آخر ہو جاتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جب ذرات کو مخاطب کر کے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمایا تو ذرات نے نہایت صفائی کے باعث بلا واسطہ اس ندا کو سن لیا۔ پھر وہ ذرات مختلف پشتوں میں بدلتے اور مختلف رحموں میں منتقل ہوتے رہے۔ حتی کہ اپنے بدنوں میں ظاہر ہو گئے۔ پس قدرت پر حکمت کا حجاب آ گیا اور مختلف اطوار وحالات میں بدلنے کے باعث ان پر بہت سی ظلمتیں چھا گئیں۔ جب اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



تعالیٰ اپنے بندہ سے حسن استماع کا ارادہ کرتا ہے تا کہ اس کو صوفی صافی بنائے۔ تو اس کو ہمیشہ تزکیہ اور تجلیہ کے رتبہ میں ترقی دیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ عالم حکمت سے میدان قدرت کی طرف آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی گم شدہ بصیرت سے حکمت کا حجاب دور ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کو سننا کشف وعیان ہوتا ہے اور اس کی توحید وعرفان سراسر تبیان و برہان ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی اپنی زبان اور غیر کی زبان بھی اس کے حق میں حضرت موسیٰ کے درخت کا حکم پکڑ لیتی ہے۔ جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتا ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ نے اس درخت سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا تھا پس ثابت ہوا کہ اس کا اول آخر اور اس کا آخر اول ہو جاتا ہے کیونکہ وہ آخر میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس طرح سنتا ہے جس طرح اس نے اول سنا تھا۔ اس پر محمول ہے کسی کا قول جو اس نے کہا ہے کہ میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا خطاب یاد رکھتا ہوں یعنی اس خطاب کو گویا اب زبانوں پر سنتا ہوں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کا پہلا خطاب تحقیقی تھا اور اللہ تعالیٰ سے ذرات کا سننا حقیقت کے طور پر تھا لیکن یہ خطاب جو زبانوں سے ماخوذ و مسموع ہے۔ صرف تخیل وتوہم کے طور پر اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے جیسے کہ گزر چکا پھر کس طرح ایک دوسرے کا عین ہو سکتا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ شیخ قدس سرہ نے باوجود اس قدر بلند قدر کے ایک کو دوسرے کا عین بنا دیا ہے اور متحقق و متخیل کے درمیان کچھ فرق نہیں کیا۔ حالانکہ متخیل عین سکر اور صرف توحید ہے اس کی مثال بعینہ قول اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِیْ اور لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ وغیرہ کی طرح ہے اور اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ شیخ نے اس کے بعد کہا ہے کہ جب صوفی اس وصف سے متحقق ہو جاتا ہے تو اس کا وقت سرمدی اور اس کا شہود دائمی اور اس کا سماع ہر دم نیا ہوتا ہے حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ صوفی اس مقام میں صرف تجلی معنوی صفاتی سے متحقق ہے جیسے کہ گزر چکا اور یہ مقام تلوین کا مقام ہے۔ پھر کس طرح اس کا وقت سرمدی اور شہود دائمی ہوگا کیونکہ دائمی وقت ذات تعالیٰ تک پہنچنے اور تجلی ذات میں ہوتا ہے ایسے ہی شہود و مشاہدہ بھی ذات تعالیٰ تک پہنچنے والے کیلئے ہوتا ہے۔ جیسے کہ مشائخ نے فرمایا ہے اور جو کچھ مرتبہ صفات میں حاصل ہوتا ہے اس کا نام مکاشفہ ہے اور شہود اور اس کا دوام ان ارباب تمکین کا نصیب ہے جو ذات تک واصل نہ کہ اہل تلوین کا حصہ جو صفات کے ساتھ مقید ہیں کیونکہ یہ لوگ ارباب قلوب وتقلب ہیں۔ سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ط (یا اللہ تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر جس قدر کہ تو نے ہمیں سکھایا۔ بیشک تو جاننے والا حکمت والا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



# مکتوب (۱۱۹)

مولانا مودود محمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

شیخ قدس سرہ نے اپنی کتاب عوارف کے نویں باب میں ان لوگوں کے بیان میں جو صوفیاء کی طرف منسوب ہیں کہا ہے کہ ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو حلول کے قائل ہیں۔ خذ لهم الله سبحانه (اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے) اور خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں حلول کئے ہوئے ہے اور ان جسموں میں کہ جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔ حلول کرتا ہے اور قول نصاریٰ کے معنی لاہوت اور ناسوت میں ان کے فہموں کی طرف بڑھتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اسی وہم کے باعث محسنات یعنی خوبصورت چیزوں کی طرف نظر کرنا مباح جانتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے بعض غلبوں کے وقت کلمات کہے ہیں۔ ان کلمات میں کچھ نہ کچھ وہی امر مضمر اور پوشیدہ ہے جو انہوں نے گمان کیا ہے جیسے کہ حلاج کا انا الحق کہنا اور حضرت بایزید کا سبحانی وغیرہ فرمانا۔ حاشا وکلا کہ حضرت بایزید کے حق میں یہ اعتقاد کریں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت کے معنی کے سوا کچھ اور کہا ہے حلاج کے قول میں بھی یہی اعتقاد ہونا چاہئے اگر ہم جانتے کہ اس قسم کے قول میں کچھ نہ کچھ حلول مضمر اور پوشیدہ ہے تو ہم ان کو بھی رد کرتے۔ جیسے کہ ان کو رد کرتے ہیں۔ فقط۔ نہیں معلوم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت کے کیا معنی ہیں اور ارباب سکر کو معنی حکایت کے طور پر اس قسم کے قول کے ساتھ مخصوص کرنے کی کیا وجہ ہے۔ سوائے اس کے کہ کہا جائے کہ شیخ قدس سرہ کی مراد یہ ہے کہ اس قسم کے قول کا کہنے والا اگر بندہ ہے جیسے کہ اکثر کے نزدیک ظاہر ہے تو بیشک یہ قول اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت ہے کیونکہ بندہ رب نہیں بن جاتا لیکن اس قول کا کہنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ کی زبان درخت موسوی کی طرح ہے اس صورت میں حلاج اور بایزید قدس سرہما پر کوئی طعن واعتراض نہیں مگر شیخ قدس سرہ کی عبادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ اس قول کو حکایت کے معنی پر محمول نہ کرتا تو اس سے حلول کے معنی سمجھے جاتے۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ توحید کے غلبے اور واحد مشہود کے ماسوا کے پوشیدہ ہو جانے اور نور شہود کے چمکنے کے وقت حلول واتحاد کی آمیزش کے بغیر اس قسم کی باتوں کا کہنا جائز ہے۔ قول انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں اور موجود حق تعالیٰ ہی ہے۔ نہ یہ کہ میں حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہوں یا حق تعالیٰ میں حلول کئے ہوئے ہوں کہ یہ کفر ہے اور توحید شہودی کے منافی ہے۔ کیونکہ اس میں واحد واحد کے سوا کچھ مشہود نہیں اور حلول واتحاد کی صورت میں مشہود متعدد ہو جاتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہیں۔ گو اتحاد و حالیت کے طور پر ہوں اور شیخ قدس سرہ کا یہ قول کہ ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اسی وہم یعنی حلول کے باعث خوبصورت چیزوں کا دیکھنا مباح جانتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ شیخ اجل قدس سرہ اس قسم کی عبارتوں سے حلول و اتحاد سمجھتا ہے حالانکہ ان اقوال سے ظہور ثابت ہوتا ہے جو حلول کے ماوراء ہے کیونکہ حلول کے یہ معنی ہیں کہ ایک شے بنفسہ دوسری شے میں موجود ہے جیسے کہ زید کا بنفسہ گھر میں موجود ہونا اور ظہور کے یہ معنی ہیں کہ ایک شے کا عکس دوسری شے میں موجود ہو جیسے کہ زید کا عکس آئینے میں۔ امر اول مرتبہ وجوب میں محال ہے اور اس مرتبہ مقدسہ کیلئے نقص کا موجب ہے اور امر دوم اپنے ثبوت کے باعث ممکن و جائز ہے اور اس کے حصول میں کوئی نقص نہیں کیونکہ امر اول سے تغیر لازم آتا ہے جو قدم کے منافی ہے اور امر دوم میں یہ بات نہیں جیسے کہ ظاہر ہے۔ پس اگر وجوبی کمالات امکانی عدموں کے آئینوں میں ظاہر ہوں تو اس سے ان کمالات کا ان آئینوں میں حلول و تغیر و انتقال جو قدم کے منافی ہے لازم نہیں آتا کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے کمال کا ظہور اور اراءت یعنی دکھاوا یا نمود ہے جیسے کہ آئینہ میں ہوتا ہے پس امکانی آئینوں میں حق تعالیٰ کے کمالات کا شہود تجویز کرنا ان میں ان کمالات کے حلول کا تجویز کرنا نہیں ہے۔ بلکہ آئینہ میں کمالات کے ظہور کا تجویز کرنا ہے اور اس میں کوئی نقص نہیں اگرچہ اس قسم کے شہود کو جائز رکھنے والا صاحب نقص اور راستہ پر غیر مستقیم ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ اس سے حلول کی تہمت رفع ہو جائے نہ کہ اس کا کمال ثابت ہو کہ وہ کچھ ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا (تمام امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔

## مکتوب (۱۲۰)

عزلت یعنی گوشہ نشینی کے اختیار کرنے کے بیان میں میر مصور کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) برادرم عزیز کے بزرگ صحیفوں نے یکے بعد دیگرے پہنچ کر خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ بے مناسبتی کے اسباب کے باوجود اس محبت و ارتباط میں جو آپ کو فقراء کے ساتھ ہے کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں آیا اور فتور کا باعث نہیں ہوا بلکہ اس ارتباط و محبت میں زیادتی پیدا ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو اس گروہ کی محبت میں استقامت عطا فرمائے کیونکہ یہی محبت سعادت کا سرمایہ ہے۔ اے شفقت کے نشان والے اس فرصت میں گوشہ نشینی کا شوق غالب آکر گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ جمعہ کے سوا مسجد میں نہیں جاتا۔ جماعت پنج وقتی اس گوشہ میں منعقد ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جاتی ہے۔لوگوں کی ملاقات کا راستہ بند ہے۔اوقات بڑی جمعیت سے گزر رہے ہیں۔گویا تمام عمر کی آرزو اب حاصل ہوئی ہے۔اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے۔باقی ظاہری احوال بھی عافیت کے ساتھ ہیں اور تمام فرزند و متعلقین جمعیت کے ساتھ بسر کر رہے ہیں۔ جناب خواجہ عبداللہ ماہ مبارک رمضان سے پہلے دہلی تشریف لے گئے۔اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے کہ خواجہ نے اس آنے میں بہت فائدے حاصل کئے اور حالت تمام بدل لی اور توحید کے غلبات سے دریائے تنزیہہ میں غوطہ لگایا اور عمق یعنی گہرائی کی طرف متوجہ ہیں اور ظاہر سے باطن بلکہ باطنوں کے باطن کی طرف جارہے ہیں۔باقی احوال حافظ بہاؤالدین وہاں آ کر مفصل طور پر بیان کرے گا۔

# مکتوب (۱۲۱)

ایک مکتوب کی عبارت کے حل میں جو اسرار پر مشتمل ہے۔مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) آپ کا صحیفہ گرامی جو شفقت و مہربانی سے اس فقیر کے نام لکھا تھا۔اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔اس میں لکھا تھا کہ ایک عزیز نے اس مکتوب کی عبارت پر جو اجمیر میں لکھا گیا تھا بہت اعتراض کئے ہیں۔ان کا حل لکھنا چاہیے اور چونکہ بعض یاروں نے اشتباہ کی جگہوں کو مقرر کر کے لکھا تھا اس لئے اس کے اندازہ کے موافق اس اشتباہ کے حل میں چند مقدمے لکھے جاتے ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِيْ اِلٰى سَبِيْلِ الرَّشَادِ (اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے) میرے مخدوم و مکرم سیر مرادی اور سیر مریدی ایک ایسا امر ہے جو اس سیر والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے اور کسی ایسے امر کا التزام نہیں جو غیر سے تعلق رکھتا ہو۔پس اس کے اثبات پر حجت و برہان طلب کرنا گنجائش نہیں رکھتا۔اس کے علاوہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے قوت حدسیہ دی ہے وہ اگر اس سیر والے شخص کے احوال و اوضاع میں اچھی طرح ملاحظہ کرے اور حق تعالیٰ کے فیوض و برکات اور علوم و معارف جن کے ساتھ وہ ممتاز ہے۔مشاہدہ کرے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی سیر مرادی کا حکم کرے اور کسی دلیل کا محتاج نہ ہو جس طرح اس قرب و بعد و مقابلہ و اجتماع کے ملاحظہ کے بعد جو چاند کو سورج کے ساتھ ہے حکم کرے کہ چاند کا نور سورج کے نور سے حاصل ہوا ہے اگرچہ یہ امر ارباب حدس کے سوا کسی دوسرے پر حجت نہیں۔نیز ہمارے خواجہ قدس سرہ نے ابتداء حال میں اس فقیر کے سیر کو سیر مرادی فرمایا۔یاروں نے بھی شاید اس بات کو ان سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



سنا ہوگا اور مثنوی کے ان ابیات کو فقیر کے حال کے مطابق جان کر پڑھا کرتے تھے۔ ابیات

عشق معشوقان نہان است وستیر　　عشق عاشق باد وصد طبل ونفیر
لیک عشق عاشقان تن زہ کند　　عشق معشوقاں خوش وفربہ کند

ترجمہ: ابیات

عشق معشوقاں ہے پردہ میں چھپا　　عشق عاشق دھوم دیتا ہے مچا
عاشقوں کا عشق تن لاغر کرے　　عشق معشوقاں بدن خوشتر کرے

اور مرادوں میں سے جوکوئی واصل ہوا ہے۔ اجتباء (برگزیدہ ہونا) کے راستہ ہی سے گیا ہے۔ اجتباء کا راستہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ صاحب عوارف قدس سرہ نے مجذوب سالک اور سالک مجذوب کے بیان میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے اور مریدوں کے راستہ کو انابت کا راستہ اور مرادوں کے راستہ کو اجتباء کا راستہ کہا ہے اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (اللہ تعالیٰ برگزیدہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو شخص اس کی طرف رجوع کرے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے) ہاں اجتباء کا راستہ بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور امتوں کو دوسرے کمالات کی طرح اس سے بھی ان کی تبعیت کے باعث حصہ حاصل ہے۔ یہ نہیں کہ اجتباء کا راستہ مطلق طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور امتوں کو اس سے ہرگز حصہ حاصل نہیں کیونکہ یہ غیر واقع ہے۔ میرے مخدوم سالک کو فیوض کا پہنچنا حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط اور حیلولت سے اسی وقت تک ہے۔ جب تک اس سالک محمدی المشرب کی حقیقت حقیقت محمدی سے منطبق نہیں ہوئی اور اس کے ساتھ متحد نہیں ہوئی۔ جب کمال متابعت بلکہ محض فضل سے مقامات عروج میں اس حقیقت کو اس حقیقت کے ساتھ اتحاد حاصل ہوا تو توسط دور ہوگیا کیونکہ توسط وحیلولت مغائرت میں ہے اور اتحاد میں توسط ومتوسط وحاجب ومحجوب کوئی نہیں۔ جہاں اتحاد ہے وہاں معاملہ شرکت کے ساتھ ہے۔ لیکن چونکہ سالک تابع اور الحاقی اور طفیلی ہے۔ اس لئے یہ شرکت ایسی ہے جیسے خادم کو اپنے مخدوم کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ سالک کی حقیقت کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کے ساتھ انطباق واتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ حقیقت محمدی تمام حقائق کی جامع ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق کہتے ہیں اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزاء کی طرح ہیں یا جزئیات کی طرح۔ کیونکہ اگر محمدی المشرب ہے۔ تو سالک کی حقیقت اس کلی کے لئے جزئی کی طرح ہے اور اس پر محمول ہے اور محمدی المشرب کے سوا کسی غیر کی حقیقت اس کل کے لئے جزو کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طرح ہے اور اس پر غیر محمول ہے۔ غیر محمدی المشرب کی اس حقیقت کو اگر عروج میں اتحاد پیدا ہو تو اس پیغمبر کی حقیقت کے ساتھ ہوگا۔ جس کے قدم پر وہ ہے اور اسی حقیقت پر محمول ہوگی اور اس کے کمالات میں شرکت پیدا کر لیگی۔ لیکن یہ شرکت خادم مخدوم کی شرکت کی قسم سے ہوگی جیسے کہ گزر چکا اور جب اس جزئی کو کمال متابعت کے علاقہ سے بلکہ محض فضل سے اپنی کلی کے ساتھ محبت خاص پیدا ہو جاتی ہے اور وہاں تک پہنچنے کا شوق اس کو دامن گیر ہو جاتا ہے تو وہ قید جو کلی کو جزئی میں لائی تھی۔ خداوند تعالیٰ کے فضل سے دور ہونے لگتی ہے اور آہستہ آہستہ زوال کے بعد اس جزئی کو اس کلی کے ساتھ انطباق والحاق حاصل ہو جاتا ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ محبت خاص پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ محض فضل سے اس فقیر کو پیدا ہوئی تھی اور اس محبت کے غلبہ میں کہا کرتا تھا کہ میری محبت حق تعالیٰ کے ساتھ اس لئے ہے کہ حق تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا رب ہے اور میاں شیخ تاج اور دوسرے یار اس بات پر تعجب کرتے تھے میرے خیال میں شاید آپ کو بھی یہ بات یاد ہوگی۔ غرض جب تک اس قسم کی محبت پیدا نہ ہو۔ الحاق واتحاد متصور نہیں ہوتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ( یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ) اب توسط وعدم توسط کی حقیقت کو بیان کرتا ہوں۔ غور سے سنیں۔ طریق جذبہ میں چونکہ مطلوب کی طرف سے کشش ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت طالب کے حال کی متکفل ہے۔ اس لئے واسطہ اور وسیلہ کو قبول نہیں کرتا اور طریق سلوک میں چونکہ طالب کی انابت ورجوع ہے اس لئے اس میں وسیلہ اور واسطہ کا ہونا ضروری ہے۔ نفس جذبہ میں اگرچہ وسیلے درکار نہیں لیکن جذبہ کا تمام ہونا سلوک پر وابستہ ہے کیونکہ جب تک سلوک جو شریعت کے بجا لانے یعنی توبہ وزہد وغیرہ سے مراد ہے۔ جذبہ کے ساتھ نہ ملے تب تک جذبہ ناتمام وابتر رہتا ہے۔ ہم نے بہت سے ہنود اور ملحدوں کو دیکھا ہے کہ جذبہ رکھتے ہیں لیکن چونکہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے آراستہ نہیں ہیں۔ اس لئے خراب وابتر ہیں اور جذب کی صورت کے سوا کچھ نصیب نہیں۔

**سوال**: جذب کا حاصل ہونا ایک قسم کی محبوبیت چاہتا ہے پس کفار کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں جذبہ کا نصیب کس طرح تصور کیا جاتا ہے۔

**جواب**: ہوسکتا ہے کہ بعض کفار ایک قسم کی محبوبیت رکھتے ہوں جو ان کے جذب کے حاصل ہونے کا باعث ہوئی ہو۔ لیکن چونکہ ان کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے آراستہ نہیں کیا۔ خوار اور زیاں کار رہے ہیں اور اس جزو میں جحت کے سوا اور کچھ ان پر درست نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کیا کیونکہ ان کی استعداد کو جتلا دیا ہے جس کو وہ جہل وعداوت کے باعث قوت سے فعل یعنی پوشیدگی سے ظہور میں نہیں لائے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْآ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ وہ خواپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) طریق جذبہ میں اگر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے وسیلہ سے جو کہ سلوک سے مراد ہے مطلوب تک پہنچنا میسر ہو جائے تو کسی امر کے واسطہ اور حیلولہ کے بغیر ہوگا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ وَلَوْ دُلِّيْتُمْ بِدَلْوٍ لَوَقَعْتُمْ عَلَى اللّٰهِ یعنی اگر تم حق تعالیٰ کی طرف کھینچے جاؤ اور باطنوں کے باطن کی طرف پہنچائے جاؤ تو تمہارے اور حق تعالیٰ کے درمیان کسی امر کا حیلولہ اور حجاب نہ ہوگا شاید آپ کو بھی یاد ہوگا کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معیت کے راستے سے جو حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ ہے وصول میسر ہو جائے تو کسی امر کے وسیلہ کے بغیر ہوگا کہ معیت کے مناسب ہے کیونکہ واسطہ تربیت کے سلسلہ میں ضروری ہے جو سلوک سے مراد ہے اور راہ معیت جذبہ کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے اور حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو محبت ہے) بھی اسی مضمون کی تائید کرتی ہے کیونکہ انسان کو جب اپنے محبوب کے ساتھ معیت ثابت ہو جاتی ہے تو واسطہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے ذرا غور سے سنیں کہ ہر ایک ظل کو اپنے اصل کی طرف ایک شاہراہ ہے اور کوئی چیز ان کے درمیان حائل نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ظل کو اپنے اصل کی خواہش پیدا ہو جائے اور اس کی طرف کشش ظاہر ہو جائے تو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی بدولت اس ظل کو اس اصل کے ساتھ وصل اور الحاق حاصل ہو جائے گا اور وہ کسی امر کے واسطے اور حیلولہ کے بغیر ہوگا چونکہ وہ اصل اسماء الٰہی جل شانہ میں سے ایک اسم ہے اس لیے اسم اور اس کے مسمی میں کوئی حائل نہ ہوگا پس ظل کا اس راستے سے اصل الاصل تک جو اس اسم کا مسمی ہے پہنچنا کسی امر کے وسیلہ کے بغیر ہوگا۔ نیز جو شخص بیچونی وصول کے ساتھ حضرت ذات تعالیٰ کا واصل ہے اس کے حق میں کسی امر کا واسطہ اور حیلولہ مفقود ہے جب حضرت ذات تعالیٰ کے وصول کی صورت میں حق تعالیٰ کی صفات کا حجاب اور حیلولہ ہونا دور ہو جاتا ہے تو پھر صفات کے سوا کسی اور امر کا حجاب اور حیلولہ ہونا کب گنجائش رکھتا ہے۔

**سوال**: جب حضرت ذات تعالیٰ سے صفات واجبی جل شانہ کا جدا ہونا جائز نہیں تو پھر اصل اور موصول الیہ کے درمیان سے صفات کے حیلولہ کا دور ہو جانا کس طرح ہے؟

**جواب**: جب سالک کو اپنے اصل کے ساتھ (جو اسماء الٰہی میں سے ایک اسم ہے اور وہ سالک اس کا ظل ہے) وصل وتحقق حاصل ہو جائے تو سالک اور حضرت ذات تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اور حیلولہ نہ ہوگا جس طرح کہ اسم اور اس کے مسمیٰ میں کسی امر کا حیلولہ ثابت نہیں۔ پس نہ ارتفاع لازم آیا اور نہ انفکاک۔ اسی قسم کی تحقیق حقیقت سالک اور حقیقت محمدی کے اتحاد میں اوپر گزر چکی ہے۔ اس تحقیق کا تھوڑا سا حال ظل کے اپنے اصل تک پہنچنے کے بیان میں گزر چکا ہے۔

## تنبیه

اس عدم توسط یعنی واسطہ کے نہ ہونے سے جو طریق جذبہ وغیرہ میں کہا گیا ہے کوئی بیوقوف یہ گمان نہ کرے کہ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی کچھ حاجت نہیں اور ان کی تبعیت ومتابعت کی کچھ پرواہ نہیں کیونکہ یہ کفر والحاد وزندقہ اور شریعت حقہ کا انکار ہے حالانکہ اوپر گزر چکا ہے کہ جذبہ سلوک کے واسطہ کے بغیر جو شریعت کے بجالانے سے مراد ہے ابتر و ناتمام اور سراسر نقمت اور عذاب ہے جو نعمت کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور جذبہ ناتمام کے صاحب پر حجت کو پورا کیا ہے۔ غرض کشف صحیح اور الہام صریح سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ اس راہ کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ اور اس گروہ کے معارف میں سے کوئی معرفت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے واسطہ اور وسیلہ کے بغیر میسر نہیں ہوتی اور مبتدی اور متوسط کی طرح منتہی کو بھی اس راہ کے فیوض وبرکات آنحضرت کی طفیل وتبعیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ بیت

محال است سعدی کے راہ صفا توان رفت جز درپے مصطفیٰ

ترجمہ: بیت

قدم پکڑیں نہ جب تک مصطفیٰ کا پتہ ملتا نہیں راہ صفا کا

افلاطون بے وقوف نے اس صفائی کے باعث جو ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس کے نفس کو حاصل ہوئی اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے مستغنی جانا اور کہا کہ نَحْنُ قَوْمٌ مَهْدِيُّوْنَ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلٰى مَنْ يَهْدِيْنَا (ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہم کو کسی ہادی کی حاجت نہیں) اس بیوقوف نے یہ نہ جانا کہ یہ صفائی جو انبیاء کی متابعت کے بغیر ریاضتوں اور مجاہدوں سے حاصل ہوئی ہے ایسی ہے جیسی سیاہ تانبے پر سونا چڑھا دیں۔ زہر کو شکر سے غلافی کریں وہ انبیاء کی متابعت ہی ہے جو تانبے کی حقیقت کو بدل کر خالص سونا بنا دیتی ہے اور نفس کو امارہ پن سے نکال کر اطمینان میں لے آتی ہے۔ حکیم مطلق جل شانہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور شرائع کو امارہ کے عاجز اور خراب کرنے کے لیے مقرر کیا ہے اور اس کی خرابی بلکہ اس کی اصلاح کو ان بزرگواروں کی متابعت کے سوا اور کسی چیز میں نہیں رکھا۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر اگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہزاروں ریاضتیں اور مجاہدے کیے جائیں اس کا امارہ پن بال بھر بھی کم نہیں ہوتا بلکہ اس کی سرکشی اور ہی بڑھ جاتی ہے۔ ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود

ترجمہ: ع جو کچھ مریض کھائے اس کا مرض بڑھ جائے

اس کے ذاتی مرض کا دور ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شرائع پر موقوف ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ (ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے) جاننا چاہئے کہ جذبہ کے لیے اگرچہ سلوک کا ہونا ضروری ہے خواہ جذبہ سلوک پر مقدم ہو یا مؤخر لیکن جذبہ کے مقدم ہونے میں فضیلت ہے کیونکہ اس صورت میں سلوک اس کا خادم ہے اور جذبہ کے مؤخر ہونے میں سلوک اس کا مخدوم ہے۔ کیونکہ وہ اس کی بدولت اس کو جذب میسر ہوا ہے لیکن جذبہ کے مقدم ہونے میں ایسا نہیں کیونکہ وہ بالذات مطلوب ومدعو ہے۔ اسی واسطے یہ مراد ہوا اور وہ مرید۔ مرادوں کے سردار اور محبوبوں کے رئیس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ اس دعوت سے مقصود ذاتی اور مدعو اولی (سب سے اوّل بلایا ہوا) آنحضرت ﷺ ہی ہیں اور دوسروں کو خواہ مراد ہوں یا مرید۔ حضور ہی کی طفیل بلایا ہے۔ لَوْ لَاهُ لَمَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ وَلَمَا اَظْهَرَ الرَّبُوْبِيَّةَ (اگر وہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت ظاہر کرتا) چونکہ دوسرے سب ان کے طفیلی ہیں اور وہ اس دعوت کے اصلی مقصود ہیں۔ اس لیے سب ان کے محتاج ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے فیوض و برکات اخذ کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر سب کو ان کی آل کہیں تو بجا اور درست ہے کیونکہ سب ان کے پیچھے چلنے والے ہیں اور ان کے وسیلہ کے بغیر کمال وصول نہیں کر سکتے جب ان سب کا وجود ان کے وجود کے وسیلہ کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا تو دوسرے کمالات جو وجود کے تابع ہیں ان کے وسیلہ کے بغیر کس طرح متصور ہو سکتے ہیں ہاں محبوب رب العالمین ایسا ہی ہونا چاہئے ذرا کان لگا کر سنیں مکشوف ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی محبوبیت حق تعالیٰ کی اس محبت کے ساتھ ثابت ہے جو شیون واعتبارات کے بغیر حق تعالیٰ کی ذات بحت سے تعلق رکھتی ہے اور جس محبت کے سبب حق تعالیٰ کی ذات محبوب ہے برخلاف دوسروں کی محبوبیت کے جو اس محبت کے ساتھ ثابت ہے جس کا تعلق شیون واعتبارات کے ساتھ ہے اور اسماء وصفات یا اسماء وصفات کے ظلال کے ساتھ درجہ بدرجہ متلبس ہے۔

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

ترجمہ: بیت

رسول پاک کی شان وفضیلت بے نہایت ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کرے ظاہر زبان کیونکر کہاں اس میں یہ طاقت ہے

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا توسط یعنی واسطہ ووسیلہ ہونا دو وجہ پر ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ سالک اور اس کے مطلوب کے درمیان حائل وحاجب ہوں۔ دوسرے یہ کہ سالک آنحضرت کے طفیل اور انحضرت کی تبعیت ومتابعت کے واسطہ سے مطلوب تک واصل ہو۔ طریق سلوک میں حقیقت محمدی تک پہنچنے سے پہلے دونوں طرح کا واسطہ ثابت ہے بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ اس طریق میں جو شیخ درمیان آیا ہے شہود سالک کا متوسط وحاجب ہے۔ اگر آخر میں جذبہ کے ساتھ اس کا تدارک نہ کریں اور اس کا معاملہ پردہ سے بے پردگی تک نہ پہنچے تو اس کا حال قابل افسوس ہے کیونکہ طریق جذبہ میں حقیقت الحقائق یعنی حقیقت محمدی تک پہنچنے کے بعد دوسری وجہ کا واسطہ ثابت ہے جو طفیلیت اور تبعیت ہے نہ کہ حیلولت وحجاب جو شہود ومشاہدہ وغیرہ کا پردہ ہو۔ کوئی یہ نہ کہے کہ اس واسطے کے نہ ہونے سے اگرچہ ایک ہی وجہ سے ہو۔ حضرت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب پاک میں قصور لازم آتا ہے کیونکہ میں کہتا ہوں کہ واسطہ کا نہ ہونا آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال کو مستلزم ہے نہ قصور کو کیونکہ قصور وسیلہ وواسطہ کے ہونے میں ہے۔ اس لیے کہ متبوع کا کمال یہ ہے کہ طبع اس کی طفیل وتبعیت سے کمال کے تمام درجات تک پہنچ جائے اور کوئی دقیقہ نہ چھوڑے یہ امر واسطہ کے نہ ہونے میں ثابت ہے نہ کہ واسطہ کے ہونے میں کیونکہ وہاں شہود بے پردہ ہے جو درجات کمال کی نہایت ہے اور یہاں در پردہ پس کمال وسیلہ وواسطہ کے نہ ہونے میں ہے اور قصور واسطہ کے ہونے میں یہ مخدوم کی عظمت وشوکت کا باعث ہے کہ اس کا خادم کسی مقام میں اس سے پیچھے نہیں رہتا اور اس کی تبعیت سے سب کی دولت میں شریک ہوتا ہے اسی واسطے آنحضرت نے فرمایا ہے کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) رویت اخروی کسی امر کے واسطہ اور حیلولہ کے بغیر ہوگی۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ نماز میں داخل ہوتا ہے تو وہ حجاب جو بندہ اور خدا کے درمیان ہے دور ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے اور اس سے بہت سا حصہ منتہی واصل کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ حجاب کا دور ہونا اس فقیر کی خاص لدنی معرفتوں میں سے ہے جو محض فضل وکرم سے اس فقیر کو عطا فرمائی ہے اور اس کی حقیقت سے متحقق کیا ہے۔ بیت

من آں خاکم کہ ابر نو بہاری ۔۔۔ کند از لطف برمن قطرہ باری

ترجمہ بیت

وہ مٹی ہوں کہ ابر نو بہاری ۔۔۔ کرے جس پر کرم سے قطرہ باری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کسی نے اچھا کہا ہے۔ بیت

اگر پادشہ بردر پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ بیت

اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطان تو اے خواجہ نہ ہو گز پریشان

آنحضرت ﷺ کے توسط وعدم توسط میں مشائخ طریقت قدس سرہم کا بہت اختلاف ہے۔ بعض توسط کی طرف گئے ہیں اور بعض عدم توسط کی طرف لیکن کسی نے توسط وعدم توسط کی تحقیق نہیں کی اور کمال قصور کی نسبت کچھ بیان نہیں کیا۔ نزدیک ہے کہ ارباب ظواہر یعنی علماء ظاہر عدم توسط کو کہ کمال ایمان ہے۔ کفر جانیں اور بے سوچے سمجھے اس کے قائل کو گمراہی کی طرف منسوب کریں اور توسط کو کمال ایمان تصور کریں اور اس کے قائل کو کامل تابعداروں سے جانیں حالانکہ عدم توسط متابعت کے کمال کی خبر دیتا ہے اور توسط متابعت کے قصور کو ظاہر کرتا ہے جیسے کہ گزر چکا ان کا یہ کہنا حقیقت حال سے ناواقف ہونے کے سبب سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ط كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (بلکہ جھٹلایا انہوں نے اس سبب سے کہ اس کے علم کا احاطہ نہ کیا حالانکہ ابھی اس کی تاویل ان کے پاس نہیں آئی اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا) میرے مخدوم! اویسی کہنے میں پیر ظاہر کا انکار نہیں کیونکہ اویسی وہ شخص ہے جس کی تربیت میں روحانیوں کا دخل ہو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو پیر ظاہر کرنے کے باوجود چونکہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی روحانیت سے امداد پہنچی تھی اس لیے اویسی کہتے تھے اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے باوجود پیر ظاہر کے چونکہ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کی روحانیت سے مدد پائی تھی اس لئے وہ بھی اویسی تھے خصوصاً وہ شخص جو اویسی ہونے کے باوجود پیر ظاہر کا اقرار رکھتا ہے اس زبردستی پیر کا انکار اس کے ذمے لگانا عجب انصاف ہے۔ میرے مخدوم۔ لفظ عبدالباقی کی ترکیب سے مراد اضافی معنی ہیں۔ نہ علمی معنی بھی اگرچہ علمی معنی بھی اس سے بخوبی ظاہر ہوتے ہیں یعنی میرا پیر اگرچہ بندہ باقی کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے لیکن میری تربیت کا متکفل اور ذمہ دار اللہ باقی ہے۔ اس میں کونسی تحریف اور بے ادبی ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف دے میرے مخدوم وہ قصور جو معنی سبحانی میں کہ غلبات سکر میں حضرت بسطامی قدس سرہٗ سے صادر ہوا ہے کہ کہا ہے اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ قصور اس کے کہنے والے میں دائمی ہو تاکہ دوسرا اس سے افضل ہو کیونکہ بہت سے ایسے معارف ہیں جو ایک وقت میں اس قوت کے حال کے موافق صادر ہوتے ہیں اور دوسرے وقت میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے جب ان کا قصور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معلوم ہوا ہے تو ان سے گزر کر اوپر کے مقام میں پہنچے ہیں۔ آپ کے مکتوب شریف میں لکھا تھا کہ اگر ارباب سکر اس قسم کی شطح آمیز باتیں لکھیں تو بجا ہے لیکن ارباب صحو سے اس قسم کی باتوں کا ظاہر ہونا تعجب کا باعث ہے میرے مخدوم جس کسی نے ان باتوں کو لکھا ہے سکر ہی کے باعث لکھا ہے۔ سکر کی آمیزش کے بغیر اس بارہ میں کوئی قلم نہیں پکڑتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سکر میں بہت سے مرتبے ہیں جس قدر سکر زیادہ ہوگا اسی قدر شطح غالب ہوگا۔ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص ہونا چاہئے کہ قول لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ (میرا جھنڈا حضرت محمد ﷺ کے جھنڈے سے برتر ہے) اس سے بے تحاشا سرزد ہو۔ پس جو کوئی صحو رکھتا ہے گمان نہ کریں کہ سکر اس کے ہمراہ نہیں کیونکہ یہ عین قصور ہے۔ صحو خالص عام کا نصیب ہے جس نے صحو کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبہ صحو ہے نہ صرف صحو اسی طرح جس نے سکر کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبہ سکر ہے نہ سکر خالص کہ وہ سراسر آفت ہے حضرت جنید قدس سرہٗ جو ارباب صحو کے رئیس ہیں اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی اس قدر سکر آمیز عبارتیں ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔ فرماتے ہیں۔ هُوَ الْعَارِفُ وَالْمَعْرُوْفُ (وہی عارف ہے اور وہی معروف) اور فرماتے ہیں لَوْنَ الْمَاءِ لَوْنُ اِنَائِہٖ (پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہے) اور فرماتے ہیں۔ اَلْمُحْدَثُ اِذَا قُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ'' (حادث جب قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا) صاحب عوارف جو کاملین ارباب صحو میں سے ہے اس کی کتاب میں اس قدر معارف سکریہ ہیں جن کا بیان نہیں ہوسکتا۔ اس فقیر نے اس کے معارف سکریہ کو ایک ورق میں جمع کیا ہے۔ سکر کے بقیہ کا سبب ہے کہ اسرار کا ظاہر کرنا جائز سمجھتے ہیں اور سکر ہی کا باعث ہے جو فخر و مباہات کرتے ہیں۔ سکر ہی سے ہے کہ دوسروں پر اپنی زیادتی ظاہر کی جاتی ہے جہاں صحو خالص ہے وہاں اسرار کا ظاہر کرنا کفر ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر جاننا شرک ہے۔ صحو میں سکر کا بقیہ نمک کی طرح ہے جو طعام کا اصلاح کرنے والا ہے اگر نمک نہ ہو۔ طعام معطل و بیکار ہوتا ہے۔ بیت

اگر عشق نبودے وغم عشق نبودے     چندیں سخن نغز نہ گفتے ونشنودے

ترجمہ بیت

گر نہ ہوتا عشق اور ہوتا نہ اس کا درد وغم     ایسی ایسی عمدہ باتیں پھر نہ کہتے سنتے ہم

صاحب عوارف قدس سرہ نے قول قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ کو (میرا قدم ہر ایک ولی کی گردن پر ہے) جو شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے صادر ہوا ہے۔ سکر کے بقیہ پر محمول کیا ہے اس کی مراد اس قول کا قصور نہیں۔ جیسے کہ بعض نے وہم کیا ہے بلکہ عین محمدت و تعریف ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


واقع کا بیان کیا ہے یعنی اس قسم کی باتوں کا صادر ہونا جو فخر و مباہات کی خبر دیتی ہیں سکر کے بقیہ کے بغیر ثابت نہیں کیونکہ صحو خالص میں اس قسم کی باتوں کا سرزد ہونا دشوار ہے۔ اس فقیر نے جو یہ دفتروں کے دفتر اس گروہ کے علوم و اسرار میں لکھے ہیں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سکر کی آمیزش کے بغیر صحو خالص سے لکھے ہیں ہرگز نہیں کیونکہ وہ حرام و منکر اور گزاف و سخن بافی ہے۔ سخن باف یعنی بیہودہ باتیں بنانے والے جو خالص صحو سے متصف ہیں بہت ہیں وہ اس قسم کی باتیں کیوں نہیں بناتے اور لوگوں کے دلوں کو اس طرف کیوں نہیں مائل کرتے۔ بیت

فریاد حافظ این ہم آخر بہرزہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

ترجمہ بیت

نہیں حافظ کی یہ بیہودہ فریاد عجب ہے ماجرا اس کا سراسر

میرے مخدوم اس قسم کی باتیں جو اسرار کے اظہار پر مبنی ہیں اور ظاہر کی طرف سے مصروف اور پھری ہوئی ہیں ہر وقت مشائخ طریقت قدس سرہم سے سرزد ہوتی رہی ہیں اور ان بزرگواروں کی عادت مستمرہ ہوگئی ہے۔ کوئی نیا امر نہیں جس کو اس فقیر نے شروع کیا ہے یا اس کا اختراع کیا ہے۔

لَيْسَ هٰذَا اَوَّلَ قَارُوْرَةٍ كُسِرَتْ فِي الْاِسْلَامِ (یہ پہلی شیشی نہیں جو اسلام میں توڑی گئی ہو) پھر یہ سب شور و غوغا کیا ہے۔ اگر کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے جس کا ظاہر علوم شرعیہ کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا تو تھوڑی سی توجہ کے ساتھ اس کو ظاہر سے پھیر کر مطابق کرنا چاہئے اور ایک مسلمان کو متہم نہ کرنا چاہئے جب شریعت میں فاحشہ کا رسوا کرنا اور فاسق کا خوار کرنا حرام و منکر ہے تو پھر صرف اشتباہ ہی سے ایک مسلمان کا خوار کرنا کیا مناسب ہے اور شہر بشہر اس کی منادی کرنا کون سی دینداری ہے۔ مسلمانی اور مہربانی کا طریق یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہو جو بظاہر علوم شرعیہ کے مخالف ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا کہنے والا کون ہے اگر ملحد و زندیق ہو تو اس کو رد کرنا چاہئے اور اس کی اصلاح میں کوشش نہ کرنی چاہئے اور اگر اس کلمہ کا کہنے والا مسلمان ہو اور خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے واسطے محمل صحیح پیدا کرنا چاہئے یا اس کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہئے اور اگر اس کے حل کرنے میں عاجز ہو تو اس کو نصیحت کرنی چاہئے اور نرمی کے ساتھ امر معروف اور نہی منکر کرنا چاہئے کیونکہ اجازت و قبولیت کے نزدیک ہے اور اگر مقصود اجابت نہ ہو اور خوار کرنا ہی مطلوب ہو تو یہ الگ بات ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ کے مکتوب شریف سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس عزیز نے اس فقیر کے مکتوب کو سننے کے بعد آپ کے ملازموں میں بھی اشتباہ و انحراف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طاری ہو گیا تھا۔ مانا کہ انعکاسی ہو گا آپ کو چاہئے تھا کہ اشتباہ کے مقامات کو خود حل کر دیتے اور اس فقیر پر نہ ڈالتے اور فتنہ کو فرو کر دیتے۔ فقیر دوسرے یاروں کا گلہ کرے جن میں سے بعض یار اس اشتباہ کے دفع کرنے کی طاقت بھی رکھتے تھے۔ کچھ نہ کر سکے اور خاموش رہے۔ بیت

ما زیاراں چشم یاری داشتیم　　خود غلط بود آنچہ ماپنداشتیم

ترجمہ بیت

ہم کو تھا یاروں سے یاری کا خیال　　پر سراسر وہ غلط نکلا خیال

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام سے بھلائی ہمارے نصیب کر) والسلام اولا و آخرا۔

## مکتوب (۱۲۲)

مولانا حسن دہلوی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) حقیقت محمدی جو ظہور اوّل اور حقیقۃ الحقائق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری حقائق کیا انبیاء کرام کی حقائق اور کیا ملائکہ عظام کی حقائق سب اس کے اظلال کی مانند ہیں اور وہ تمام حقائق کا اصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ (سب سے اوّل خدا تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا) اور فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِيْ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے) پس وہ حقیقت باقی تمام حقائق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے اور آنحضرت ﷺ کے واسطہ کے بغیر کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ فَهُوَ نَبِيُّ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاِرْسَالُهٗ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (وہ تمام انبیاء اور مرسلین کے نبی ہیں اور ان کا بھیجنا جہان کے لیے رحمت ہے) یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم باوجود اصالت کے ان کی تبعیت طلب کرتے رہے اور ان کی امت میں داخل ہونے کی آرزو کرتے رہے جیسے کہ حدیث میں وارد ہے۔

**سوال:** وہ کون سا کمال ہے جو حضور کی امت ہونے پر وابستہ ہے اور انبیاء کو دولت نبوت کے باوجود میسر نہیں ہوا۔

**جواب:** وہ کمال اس حقیقۃ الحقائق کے ساتھ واصل اور متحد ہونا ہے جو وراثت و تبعیت پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وابستہ ہے بلکہ حق تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے جو حضور کی امتوں میں سے اخص خواص کے نصیب ہے جب تک امت نہ ہوں اس دولت تک نہیں پہنچتے اور توسط کا حجاب رفع نہیں ہوتا جو اتحاد کے وسیلہ سے میسر ہے۔ شاید اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ (تم تمام امت میں سے بہتر ہو) پس آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح انبیاء کرام اور ملائکہ عظام کے ہر ایک فرد سے افضل ہیں اسی طرح کل ہونے کی حیثیت سے کل سے افضل ہیں اس لیے کہ اصل کو اپنے ظل پر فضیلت ہے اگرچہ اس ظل کے آگے اور ہزار ہا ظل ہوں کیونکہ اس بارگاہ جل شانہ سے ظل تک فیوض کا پہنچنا اس اصل ہی کے واسطہ اور طفیل سے ہے۔ فقیر نے اپنے رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ اوپر کے نقطہ کو نیچے کے تمام نقطوں پر جو اس کے ظلال کی طرح ہیں فضیلت ہے اور عارف کا اس اوپر کے نقطہ کو (جو اصل کی طرح ہے) قطع کرنا نیچے کے تمام نقطوں کو (جو اس کے ظلال کی مانند ہیں) قطع کرنے سے زیادہ درجہ رکھتا ہے)

**سوال**: اس بیان سے لازم آتا ہے کہ اس امت کے خواص کو انبیاء پر فضیلت ہے۔

**جواب**: کوئی فضیلت لازم نہیں آتی۔ البتہ اس قدر ثابت ہے کہ اس امت کے خواص اس دولت میں انبیا کے شریک ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے کمالات ہیں جن کے ساتھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو زیادتی اور خصوصیت حاصل ہے۔ اس امت میں سے اخص خواص خواہ کتنی ہی زیادہ ترقی کرے۔ اس کا سر اس پیغمبر کے پاؤں تک بھی نہیں پہنچتا جو تمام پیغمبروں سے کم درجہ ہے پھر برابری اور زیادتی کی کیا گنجائش ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ط (ہمارے مرسل بندوں کے لیے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ یہی لوگ فتح مند ہیں) اگر امتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کے طفیل و تبعیت کے باعث بعض پیغمبروں سے اوپر چلا جائے تو خادمیت اور تبعیت کے طور پر ہوگا کیونکہ معلوم ہے کہ خادم کو مخدوم کے ہمسروں کے ساتھ خادمیت و تبعیت کے سوا اور کوئی نسبت نہیں۔ خادم و طفیلی ہر وقت طفیلی ہے جو کچھ آخر کار مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر پر منکشف ہوا ہے۔ یہ ہے کہ حقیقت محمدی جو حقیقۃ الحقائق ہے۔ اس حب کا تعین اور ظہور ہے جو ظہورات کا مبدء اور مخلوقات کی پیدائش کا منشاء ہے۔ جیسے کہ اس حدیث قدسی میں آیا ہے جو مشہور ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا) اوّل اول وہ چیز جو اس پوشیدہ خزانہ سے میدان ظہور میں آئی یہی حب ہے جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی ہے۔ اگر یہ حب نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


میں راسخ اور مستمر رہتا۔ حدیث قدسی **لَوْ لَا لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کے ستر کو جو حضرت خاتم الرسل کے شان میں ہے اس جگہ ڈھونڈ نا چاہئے اور **لَوْ لَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ** (اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) کی حقیقت کو اس مقام میں طلب کرنا چاہئے۔

**سوال**: فتوحات مکیہ والے نے تعین اوّل جو حقیقت محمدی ہے حضرت اجمال علم کو کہا ہے اور تم نے اپنے رسالوں میں تعین اوّل تعین وجودی کو کہا ہے اور اس کے مرکز کو جو اس کے تمام اجزا میں سے اشرف و اسبق ہے۔ حقیقت محمد قرار دیا ہے اور حضرت اجمال علم کو اس تعین وجودی کا ظل سمجھا ہے اور یہاں لکھتے ہو کہ تعین اوّل حبی ہے اور وہ حقیقت محمدی ہے۔ ان اقوال کے درمیان موافقت کی وجہ کیا ہے؟

**جواب**: بسا اوقات شے کا ظل اپنے آپ کو شے کے اصل پر ظاہر کرتا ہے اور سالک کو اپنے ساتھ گرفتار کر لیتا ہے۔ پس وہ دونوں تعین تعین اوّل کے ظلال ہیں جو عروج کے وقت عارف پر تعین اوّل یعنی تعین حبی کے اصل کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

**سوال**: تعین وجودی کو تعین حبی کا ظل کہنا کس طرح درست ہے۔ حالانکہ وجود کو حب پر سبقت ہے کیونکہ حب وجود کی فرع ہے۔

**جواب**: اس فقیر نے اپنے رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ آنحضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی صفات ثمانیہ واجب الوجود کی ذات کے ساتھ موجود ہیں۔ نہ کہ وجود غیر کے ساتھ کیونکہ وجود بلکہ وجوب کو بھی اس مرتبہ میں گنجائش نہیں۔ کیونکہ وجوب و وجود دونوں اعتبارات میں سے ہیں۔ عالم کے ایجاد کے لیے پہلے جو اعتبار پیدا ہوا وہ حب ہے۔ بعد ازاں اعتبار وجود جو ایجاد کا مقدمہ ہے کیونکہ حضرت ذات جل شانہٗ اس حب اور اس وجود کے اعتبارات کے بغیر عالم اور عالم کی ایجاد سے مستغنی ہے۔ "اِنَّ اللہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ" (اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے غنی ہے) اور تعین علمی اجمالی کو ان دونوں تعینوں کا ظل کہنا اس اعتبار سے ہے کہ وہ دونوں تعین صفات کے ملاحظہ کے بغیر ذات تعالیٰ کے اعتبار سے ہیں اور اس تعین میں صفت ملحوظ ہے جو ذات عز شانہ کے لیے ظل کی طرح ہے۔ جاننا چاہئے کہ تعین اوّل میں کہ تعین حبی ہے جب بڑی باریک نظر سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس تعین کا مرکز حب ہے جو حقیقت محمدی ﷺ ہے اور اس کا محیط (جو صورت مثال میں دائرہ کی طرح ہے اس مرکز کے ظل کی مانند ہے) خلت ہے، جس کو حقیقت ابراہیمی کہتے ہیں۔ پس جب اصل ہے اور خلت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس کے ظل کی طرح اور یہ مجموعہ مرکز ومحیط کہ ایک دائرہ ہے تعین اوّل ہے اور اس کے اجزاء میں سے اشرف اور اسبق جزو یعنی مرکز کے نام ہے کہ حب سے مراد ہے مسمّی ہے اور نظر کشفی میں بھی اصالت کے اعتبار اور اس جزو کے غلبہ سے تعین حبی ظاہر ہوتا ہے چونکہ محیط دائرہ مرکز کے ظل کی طرح ہے اور اسی سے پیدا ہے اور وہ مرکز اس کا اصل ومنشا ہے اس لیے اگر اس محیط کو جو حب وخلت پر مشتمل ہے جو ایک ہی دائرہ کے مرکز ومحیط ہیں اور تعین ثانی نظر کشفی میں تعین وجودی ہے جو تعین اوّل کے ظل کی طرح ہے جیسے کہ گزر چکا چونکہ مرکز محیط کا اصل ہے اس لیے محیط کے لیے مطلوب تک پہنچنے میں مرکز کا واسطہ ووسیلہ ضروری ہے کیونکہ مطلوب تک پہنچنا مرکز ہی کی راہ سے ہے جو دائرہ کا اصل اور اجمال ہے اس بیان سے اس مناسبت واتحاد کو جو حضرت حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ معلوم کرنا چاہئے چونکہ ظل کے مطلوب تک پہنچنے میں اصل واسطہ ووسیلہ ہے۔ اس لیے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حبیب اللہ ﷺ کا واسطہ ووسیلہ طلب کیا ہے اور یہ آرزو فرمائی ہے کہ ان کی امت میں داخل ہو جیسے کہ وارد ہے۔

**سوال:** جب معاملہ ایسا ہے تو پھر حضرت حبیب اللہ کو حضرت خلیل اللہ کی ملت کی متابعت کا امر کس لیے ہے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے اوپر صلوٰۃ وسلام کے بیان میں کَمَا صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ کیوں فرمایا؟

**جواب:** شے کی حقیقت جس قدر زیادہ بلند اور تنزیہ کے زیادہ قریب ہوگی اسی قدر اس حقیت کا مظہر عالم عناصر میں زیادہ پست اور صفات بشریت کے ساتھ زیادہ متلبس ہوگا۔ پس اس مظہر کا عروج کی راہ سے اس حقیقت تک پہنچنا بہت مشکل ہے اور وہ خلت جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی ہے۔ حقیت ابراہیمی تک پہنچنے کے لیے جو حقیقت محمدی کے قریب وجوار میں واقع ہوئی ہے۔ سیدھی شاہراہ ہے جیسے کہ گزر چکا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی راستہ سے وہاں تک پہنچے ہیں۔ اسی واسطے امر ہوا ہے کہ اس ملت کی متابعت کر کے حقیقۃ الحقائق تک وصول فرمائیں اور آنحضرت ﷺ نے اسی واسطے کما صلیت فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام وصول حقیقت کی دولت کے حاصل ہونے کے بعد ہے یا ہم یوں کہتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فاضل کو مفضول کی متابعت کا حکم کرتے ہیں اور اس متابعت کے امر سے اس کی فضیلت میں کوئی قصور لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا ہے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ (امر میں ان سے مشورہ کر) اصحاب کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم ان کی متابعت کے حکم سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


خالی نہیں۔ ورنہ مشورت کا کیا فائدہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ حضرت صدیق کی حقیقت یعنی اسماء الٰہی جل شانہ میں سے ان کا رب جوان کا مبدءِ تعین ہے کسی امر کے توسط کے بغیر حقیقت محمد کا ظل ہے۔ اس طرح پر کہ جو کچھ اس حقیقت میں موجود ہے۔ اس ظل میں تبعیت ووراثت کے طور پر ثابت ہے۔ اسی واسطے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے وارثوں میں سے اکمل وافضل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَا صَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِيْ صَدْرِيْ اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُهٗ فِيْ صَدْرِ اَبِيْ بَكْرٍ (جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالا میں نے اسی چیز کو ابوبکر کے سینے میں بھی ڈالا) اور یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ حقیقت اسرافیلی بھی یہی حقیقت محمدی ہے لیکن اصالت وظلیت کے طریق پر نہیں جیسے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حقیقت اس حقیقت کا ظل ہے۔ بلکہ یہاں دونوں اصالت رکھتی ہیں کوئی ظلیت درمیان حائل نہیں۔ فرق صرف کلیت اور جزئیت کا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کل ہیں۔ اسی واسطے وہ حقیقت آنحضرت ﷺ کے نام سے مسمی ہے اور ملائکہ کرام کے حقائق اس حقیقت اسرافیلی سے پیدا ہوئے ہیں۔

**سوال** : عارف کو اپنی حقیقت سے جو اس اسم الٰہی جل شانہ سے مراد ہے جو اس کا رب ہے اس حقیقت تک پہنچنے کے بعد ترقی جائز ہے یا نہیں۔

**جواب**: اس حقیقت تک پہنچنا مراتب سلوک کے طے کرنے کے بعد جو سیر الی اللہ کے تمام ہونے سے مراد ہے دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے کہ جس میں اس اسم کے ظلال میں سے اس ظل تک پہنچنا ہے، جس نے اپنے آپ کو مظاہر وجوبیہ میں اپنی حقیقت کے طور پر ظاہر کیا ہے اور اصل کے رنگ پر نمایاں ہے۔ اس راستہ میں یہ اشتباہ بہت واقع ہوتا ہے اور سالک کے لیے بڑی بھاری گھاٹی ہے۔ محض فضل کے ساتھ اس گھاٹی سے خلاصی میسر ہوتی ہے اور شک نہیں کہ اس حقیقت نما ظل سے ترقی جائز بلکہ واقع ہے اور اگر اپنی نفس حقیقت تک وصول واقع ہو جائے تو دوسرے کے طفیل وتبعیت کے بغیر اس سے ترقی کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ حقیقت اس کے ذاتی استعداد کے مراتب کی نہایت ہے۔ ہاں اگر طفیل سے اس کو دوسری حقیقت تک جو اس کی حقیقت کے اوپر ہے پہنچائیں تو جائز بلکہ واقع ہے یہ سیر گویا سیر قسری ہے جو سیر طبعی اور استدادی کے ماسوا ہے۔ چنانچہ اس کا تھوڑا سا حال حقیقت محمدی کے وصول کے بیان میں پہلے گزر چکا ہے۔

**سوال**: حقیقت محمدی جو حقیقۃ الحقائق ہے اور ممکنات کی حقیقتوں میں سے کوئی حقیقت اس سے اوپر نہیں اس سے ترقی جائز ہے یا نہیں۔ تم نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ حقیقت محمدی سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترقی واقع ہوئی ہے یہ معاملہ کیا ہے؟

**جواب:** جائز نہیں کیونکہ اس مرتبہ کے اوپر مرتبہ لاتعین ہے، جس کے ساتھ متعین کا وصول والحاق محال ہے۔ وصول والحاق بے تکلیف کہنا صرف ایک زبانی بات ہے جس کے ساتھ حقیقت معاملہ تک پہنچنے سے پہلے تسلی کی جاتی ہے لیکن حقیقت معاملہ تک پہنچنے کے بعد وصول والحاق کے نہ ہونے کا حکم کرنا لازم ہے کیونکہ وہاں بد... آمیزش نہیں اور یہ جو میں نے لکھا ہے کہ حقیقت محمدی سے ترقی واقع ہوئی۔ اس حقیقت سے مراد اس حقیقت کا ظل تھا جو حضرت اجمال علم سے مراد ہے، جس کو ...ت سے تعبیر کرتے ہیں اس وقت ظل اپنے اصل کے ساتھ مشتبہ ہوا تھا جب اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے اس ظل اور باقی تمام ظلال سے خلاصی میسر ہوئی تو معلوم ہوا کہ حقیقۃ الحقائق سے ترقی واقع بلکہ جائز نہیں کیونکہ وہاں سے قدم اٹھانا اور آگے رکھنا وجوب میں جانا اور امکان سے نکلنا ہے جو عقلی اور شرعی طور پر محال ہے۔

**سوال:** اس تحقیق سے لازم آتا ہے کہ حضرت خاتم الرسل ﷺ کی بھی اس حقیت سے ترقی واقع نہیں ہوئی۔

**جواب:** آنحضرت ﷺ بھی باوجود اس قدر بلند شان اور جاہ وجلال کے ہمیشہ ممکن ہی ہیں اور ہرگز امکان سے نکل کر وجوب کے ساتھ نہ ملیں گے کیونکہ یہ امر الوہیت کے ساتھ متحقق ہونے کا موجب ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ نِدٌّ" وَ شَرِيْكٌ" (اللہ تعالیٰ ہمسر اور شریک سے برتر ہے)

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ

ترجمہ: چھوڑ دعویٰ جو نصاری نے کیا اپنے نبی میں۔

**سوال:** تحقیق سابق سے واضح ہوا کہ دوسروں کو بھی آنحضرت ﷺ کے طفیل اور وراثت سے حقیقۃ الحقائق کے ساتھ وصول والحاق واتحاد ثابت ہے اور ان کے خاص کمال میں شرکت حاصل ہے۔ پھر اس کمال کے حاصل ہونے کی صورت میں جو حجاب کے رفع ہونے اور واسطہ کے دور ہونے پر مشتمل ہے اور تمام کمالات سے برتر ہے۔ تابع ومتبوع اور اصلی اور طفیلی کے درمیان کیا فرق ہے اور متبوع اور اصل میں کون سی زیادتی ہے جو تابع وطفیلی میں نہیں۔

**جواب:** اس حقیقت کے ساتھ دوسروں کا وصول والحاق ایسا ہے جیسے خادم کا مخدوم کے ساتھ اور طفیلی کا اصل کے ساتھ ہے اگر واصل اخص خواص میں سے ہے جن کا وجود بہت ہی کم ہے تو خود خادم ہی ہے اور اگر انبیاء میں سے ہے تو وہ بھی طفیلی اور بچی کھچی خوردہ کھانے والا ہے اس کو مخدوم کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ساتھ کیا شرکت ہے اور اس کے مقابلہ میں اس کی کونسی عزت و آبرو ہے۔ طفیلی اگر چہ ہم نشین و ہم لقمہ ہے لیکن پھر بھی طفیلی ہی ہے۔ خادم جو مخدوم کی تبعیت سے بلند مکانوں میں جاتے ہیں اور خاص خاص کھانوں سے پس خوردہ کھاتے ہیں اور عزت واحترام پاتے ہیں یہ سب کچھ مخدوم کی بزرگی اور اس کی متابعت کی بلندی کے باعث ہے۔ گویا مخدوم کو اپنی ذاتی عزت کے باوجود ایک اور عزت خادموں کے الحاق کے باعث حاصل ہو جاتی ہے اور ان کی شان زیادہ بلند ہو جاتی ہے۔

غور فرمائیں کہ حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (جس نے کوئی نیک سنت یا طریقہ جاری کیا اس کے لیے اس کا اجر ہے اور اس شخص کا اجر بھی ہے جس نے اس پر عمل کیا) پس سنت حسنہ میں متبوع کے جس قدر زیادہ تابعدار ہوں گے ان کے اجروں کی مانند اسی قدر زیادہ اس کا اجر ہوگا اور اسی قدر اس کا مرتبہ زیادہ ہوگا۔ اس صورت میں تابع کو متبوع کے ساتھ کیا شرکت و مساوات ہوگی۔ سنئے سنئے جائز ہے کہ بہت سے لوگ ایک مقام میں ہوں اور ایک ہی دولت میں شریک ہوں لیکن ان میں سے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا معاملہ ہو اور ایک کو دوسرے سے اطلاع نہ ہو۔ ازواج مطہرات بہشت میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک ہی مقام میں ہوں گی اور ایک ہی طعام و شراب سے تناول فرمائیں گی لیکن وہ معاملہ جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوگا ان کے ساتھ نہ ہوگا اور وہ لذت و سرور جو آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوگا ان کو نہ ہوگا اگر وہاں ان کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام امور میں شرکت ہو تو آنحضرت ﷺ کی افضلیت کی طرح ان کی افضلیت بھی سب پر لازم آئے گی کیونکہ وہاں کی افضلیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کثرت ثواب کے لحاظ سے ہے۔

**سوال:** یہ تعین اوّل جو تعین حبی اور حقیت محمدی ہے ممکن ہے یا واجب اور حادث ہے یا قدیم۔ صاحب فصوص نے تعین اوّل کو حقیقت محمدی کہا ہے اور اس کو وحدت سے تعبیر کیا ہے۔ اسی طرح تعین ثانی کو واحدیت کہا ہے اور اعیان ثابتہ جن کو حقائق ممکنات کہتے ہیں اس مرتبہ میں ثابت کیے ہیں اور ان دونوں تعینوں کو تعین وجوبی کہتا ہے اور قدیم جانتا ہے اور باقی تین تنزلوں کو جو روحی و مثالی وجسدی ہیں۔ تعین امکانی کہتا ہے تمہارا اعتقاد اس مسئلہ میں کیا ہے؟

**جواب:** اس فقیر کے نزدیک کوئی تعین و متعین نہیں وہ کون سا تعین ہے جو لا تعین کو متعین کرے یہ الفاظ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ کے مذاق کے موافق ہیں۔ اس فقیر کی عبارت میں اگر اس قسم کے الفاظ واقع ہوں تو صنعت و مشاکلت کی قسم سے جاننے چاہئیں۔ بہر حال میں کہتا ہوں کہ وہ تعین تعین امکانی اور مخلوق و حادث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



(سب سے اوّل اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا) اور دوسری حدیثوں میں اس نور کے پیدا ہونے کے وقت کا تعین بھی آیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ بِاَلْفِیْ عَامٍ (آسمانوں کے پیدا ہونے سے پہلے دو ہزار برس) جو چیز مخلوق اور عدم کے ساتھ مسبوق ہے وہ ممکن وحادث ہے جب حقیقۃ الحقائق جو تمام حقائق سے اسبق واول ہے۔ مخلوق وممکن ہوئی تو دوسری حقیقتیں بطریق اولیٰ مخلوق ہوں گی اور ان میں حدوث وامکان ہوگا۔ تعجب ہے کہ شیخ قدس سرہ حقیقۃ محمدی بلکہ تمام ممکنات کی حقائق کے لیے جن کو اس نے اعیان ثابتہ کہا ہے وجوب کا حکم کس طرح کرتا ہے اور کیونکر قدیم جانتا ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کے برخلاف کرتا ہے ممکن بمع اپنے تمام اجزاء کے ممکن ہے اور اپنی صورت وحقیقت میں ممکن ہے ممکن کی حقیقت کے لیے تعین وجوبی کیسے ہوسکتا ہے ممکن کی حقیقت بھی ممکن ہی ہونی چاہئے کیونکہ ممکن مخلوق ہے اور حق تعالیٰ اس کا خالق ہے جب شیخ واجب اور ممکن کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور خود فرماتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی تمیز نہیں تو اگر واجب کو ممکن اور ممکن کو واجب کہہ دے تو کیا ڈر ہے اور اگر اس کو معاف ومعذور فرمائیں تو کمال کرم وعفو ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (یا اللہ تو ہمارے بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر)

**سوال**: تم نے اپنے رسالوں میں واجب اور ممکن کے درمیان اصالت وظلیت کی نسبت ثابت کی ہے اور ممکن کو واجب کا ظل کہا ہے نیز واجب تعالیٰ کو اصالت کے طور پر ممکن کی حقیقت کہ اس کا ظل ہے لکھا ہے اور بہت سے معارف اس پر مترتب کیے ہیں اگر اس اعتبار سے شیخ قدس سرہ بھی واجب تعالیٰ کو ممکن کی حقیقت کہہ دے تو کیا ڈر ہے اور کیوں ملامت کا باعث ہے؟

**جواب**: اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن کے درمیان کسی قسم کی نسبت کو ثابت کرتے ہیں شرع میں ان کے ثبوت کے لیے کچھ وارد نہیں ہوا سب سکر یہ معارف میں سے ہیں اور حقیقت معاملہ تک نہ پہنچنے کا باعث ہیں۔

ممکن چہ بود کہ ظل واجب باشد

ترجمہ: نہیں ہوتا ہے ممکن ظل واجب

اور واجب تعالیٰ کا کیوں ظل ہو کیونکہ ظل سے مثل کے پیدا ہونے کا وہم گزرتا ہے اور اصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے جب حضرت محمد رسول اللہ کا کمال لطافت کے باعث سایہ وظل نہ تھا تو خدائے محمد کا سایہ وظل کس طرح ہوسکے۔ خارج میں بالذات وبالاستقلال حضرت ذات تعالیٰ اور ... ہی موجود ہیں۔ باقی سب کچھ حق تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کی ایجاد سے موجود ہوا ہے اور ممکن ومخلوق وحادث ہے کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں اور اس نسبت کے سوا کہ جس کی نسبت شرع وارد ہے یعنی مخلوقیت کے سوا اور کوئی نسبت خالق تعالیٰ کے ساتھ نہیں رکھتا۔ عالم کے ظل ہونے کا یہ علم سالک کو راستہ میں بہت کام آتا ہے اور اس کو کھینچ کر اصل کی طرف لے جاتا ہے اور جب محض کمال عنایت سے ظلال کے منازل کو طے کر کے اصل تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے معلوم کر لیتا ہے کہ یہ اصل بھی ظل کا حکم رکھتا ہے اور مطلوب ہونے کے لائق نہیں ہے کیونکہ اس پر امکان کا داغ لگا ہے اور مطلوب ادراک کے احاطہ اور وصل واتصال سے ماوراء ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (یا اللہ تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں بھلائی ہمارے نصیب کر)

# فصل

فضائل مآب وکمالات اکتساب مولانا حسن کشمیری دہلوی نے (خدا اس کے احوال کو اچھا کرے اور اس کی امیدوں کو پورا کرے) ایک رسالہ فقیر کو بھیجا تھا جس میں چند سوال درج تھے جن کا حل مطلوب تھا چونکہ ان کا حل بہت سے اسرار کے ظاہر کرنے پر مشتمل تھا۔ اس لیے بعض موانع کے باعث فقیر ان کے جواب میں جرات نہ کر سکتا تھا اور لیت ولعل میں گزارتا تھا چونکہ فقیر پر مشار الیہ کے بہت حقوق ہیں کیونکہ انہی کے حسن دلالت سے ولایت پناہ طریق اندراج النہایت فی البدایت کے حاوی وہادی قدس سرہ کی دولت حضور سے مشرف ہوا ہے اور اس طریق میں الف با کا سبق انہی سے لیا ہے اور انہی کی خدمت میں بے اندازہ فیوض وبرکات کا استفادہ کیا ہے۔ اس لیے بعض سوالوں کا حل جو اس رسالہ کے علوم کے مناسب ہے اس رسالہ کے ذیل میں درج کیا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِيْلِ الرَّشَادِ (اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے) آپ نے پوچھا تھا کہ جب کمالات صوری ومعنوی ظاہری وباطنی علمی وعملی اور دینی واخروی جس قدر کہ نوع بشر میں ممکن ہیں سب حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بالفعل حاصل ومتمکن ہیں جیسے کہ حدیث نفیس اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ وَاٰدَمَ وَ مَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَعُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں اور آدم اور ان کے سوا سب قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے مجھے تمام اولین وآخرین کا علم دیا گیا ہے) وغیرہ سے سمجھا جاتا ہے اور جو کچھ کسی چیز پر مشروط یا کسی وقت پر موقوف ہوگا وہ بھی بہت اچھی وجہ سے حاصل ہوگا تو پھر ... میں آنحضرت ﷺ کا حزن وغم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جو دوام و کثرت کے ساتھ معروف و موصوف ہے کیوں ہے اور اس کا سبب کیا ہے؟ کیونکہ حزن واندوہ کسی ایسی چیز کے گم ہونے کے باعث ہوتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے میرے مخدوم مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جاہ وجلال اور خدا تعالیٰ کی عنایت پر جو آنحضرت ﷺ کے حال خیر مآل کو شامل ہے نظر کرنے کے اعتبار سے اس حضرت خاتمیت سے حزن واندوہ کا بعید نظر آنا اور کمال کا گم ہونا مسلم و مستحسن ہے اور جب آنحضرت ﷺ کی عبدیت اور عجز و بشریت پر نظر کی جائے اور حق تعالیٰ کی عزت وجلال اور کبریا اور ذاتی استغنا کا ملاحظہ کیا جائے تو آنحضرت ﷺ کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ کے بے نہایت کمالات میں سے کسی کمال کا گم ہونا اور حزن کا حاصل ہونا کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ بندگی کے حال کے لائق ہے آیت کریمہ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا اور آیت کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ دونوں اس بات پر گواہ عادل ہیں اور سب کے حق میں فقدان ثابت کرتی ہیں ہاں سچ ہے ممکن خواہ کتنا ہی بلند درجوں تک پہنچ جائے پھر بھی واجب کی حقیقت کو نہیں پا سکتا اور حادث قدیم کو نہیں گھیر سکتا اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ جو کمال نوع بشر میں ممکن ہیں حضرت خاتمیت میں بالفعل حاصل ہیں ہاں کل پر فضلی کلی آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص ہے لیکن بعض کمال ایسے ہوتے ہیں جو جزئی فضیلت کی طرف راجع ہوتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ انبیاء کرام اور ملائکہ عظام میں سے بعض کے ساتھ مخصوص ہوں اور آنحضرت ﷺ کی کلی فضیلت میں کچھ کمی نہ کریں۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ امتوں کے افراد میں بعض کمالات ایسے ہوتے ہیں جن پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام رشک کرتے ہیں حالانکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو امتوں کے تمام افراد پر فضل کلی ہے۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ شہداء فی سبیل اللہ چند چیزوں سے انبیاء پر زیادتی رکھتے ہیں شہداء کو غسل کی حاجت نہیں اور انبیاء کو غسل دینا چاہئے۔ شہداء پر نماز جنازہ نہیں آئی جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور انبیاء علیہم السلام پر نماز جنازہ ادا کرنی چاہئے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ شہداء کو مردہ نہ جانو کہ وہ زندہ ہیں اور انبیاء کو مردہ فرمایا ہے یہ سب جزئی فضائل ہیں جو انبیا علیہم السلام کے فضل کلی میں قصور پیدا نہیں کرتے۔ پس ہوسکتا ہے کہ ان فضائل جزئیہ میں سے بعض کے گم ہونے کے باعث آنحضرت ﷺ پر حزن واندوہ طاری ہوتا کہ ان فضائل کی استعداد کے حاصل ہونے اور وہاں تک پہنچنے کا باعث ہو۔ مثلاً نبوت کے ساتھ درجہ شہادت بھی جمع ہو جائے اور اگر ہم مان بھی لیں کہ انسان کے تمام افراد کے تمام کمالات اس حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بالفعل حاصل ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت ﷺ کی ہمت بلند ہے اس واسطے ان کمالات پر کفایت نہیں کرتے اور هل من

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



**مزید** کہتے ہوئے بلندی و برتری کا شوق ظاہر فرماتے ہیں اور چونکہ فوق کے کمالات حصول بشری کے امکان سے خارج ہیں اس لیے دائمی غم واندوہ نقد وقت ہے۔اس مبحث کی تحقیق وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ (حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) یہ ہے کہ طریقت و حقیقت وقربت و معرفت میں کام کا مدار فناء پر اور صفات بشریت اور احکام امکان کے دور جانے پر ہے۔

**بیت**

ہیچ کس راتا نگر دد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ بیت

جس تلک انسان نہ ہو جائے فنا تب تلک اس کو نہیں ملتا خدا

جس قدر بھی صفت بشریت باقی ہے اسی قدر راستہ کا حجاب ہے اور صفات بشریت کا بالکل دور ہو جانا کل میں ممکن نہیں۔خواہ خواص ہوں۔خواہ اخص خواص۔شیخ عطا فرماتے ہیں۔بیت

نے بنی کے شاہے چوں پیمبر نیا بد فقر کل تو رنج کم بر

ترجمہ:بیت

نپایا فقر کل جبکہ پیمبر ملا تجھ کو نہیں گر کچھ نہ غم کر

فقر کل سے مراد صفات بشریت و امکان کا بالکل دور ہو جانا ہے جس کا حاصل ہونا متصور نہیں کیونکہ اس سے قلب حقائق یعنی حقیقتوں کا بدلنا لازم آتا ہے اس لیئے کہ ممکن اگر ترقی کرے گا تو اپنے مکان سے نکل کر واجب ہو جائے گا اور یہ محال عقلی اور شرعی ہے اور یہ جو کسی بزرگ نے کہا ہے کہ۔

**بیت**

چو ممکن گرد امکان بر فشاند بجز واجب درو چیز ے نماند

ترجمہ:بیت

ہوا ممکن سے جس دم دور امکان تو واجب ہو گیا بالکل وہ انسان

تشبیہ و تمثیل پر محمول ہے نہ تحقیق و تقریر پر کہ یہ غیر واقع ہے ایک عزیز فرماتا ہے۔بیت

سیاہ روئی نہ ممکن در دو عالم جدا ہر گز نشد واللہ اعلم

ترجمہ:بیت

سیاہ روئی نہ ممکن کی ہوئی دور رہا دونوں جہانوں میں یہ بے نور

**سوال**: امکان کے احکام و آثار کا باقی رہنا مقام قاب قوسین میں ظاہر ہے جہاں امکان کی قوس اور وجوب کی قوس برپا ہے لیکن مقام او ادنیٰ میں جو بالا صالت آنحضرت ﷺ کے ساتھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نصوص ہے امکان کے احکام کا باقی رہنا کس طرح ہے۔

**جواب**: جس چیز سے جواب وامکان میں تمیز ہو سکتی ہے وہ عدم ہے جو امکان کے ایک طرف ہے کیونکہ امکان کی دوسری طرف کہ وجود ہے وجوب وامکان کے درمیان قدر مشترک ہے مقام اوادنیٰ میں اس عدم کے احکام زائل ہو جاتے ہیں اور قوسین کی امتیاز دور ہوتی دکھائی دیتی ہے نہ یہ کہ امکان بالکل رفع ہو جاتا ہے اور وجوب میں منقلب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے جیسے کہ گزر چکا اس قدر ہے کہ مقام قاب قوسین میں ظلمانی حجابوں سے جو عدم کے آثار میں سے ہیں باہر نہیں ہو سکتے اور مقام اوادنیٰ میں جو حجاب ہیں وہ نورانی ہیں اور امکان کی طرف وجود کی راہ سے آئے ہیں اس بزرگ کے بیت کے معنی کو جو اوپر گزر چکا ہے اسی توجیہ پر محمول کر سکتے ہیں اور گرد امکان کے دور ہونے سے عدم کے احکام کا وجود جو سراسر کدورت ہے دور ہونا مراد لے سکتے ہیں۔

**سوال**: جب امکان کی طرف عدم زائل ہو گئی اور وہ جو وجوب وامکان میں تمیز کا باعث تھا مرتفع ہو گیا اور وجود کے سوا جو امکان کی دوسری طرف ہے اور وجوب وامکان کے درمیان قدر مشترک ہے وہاں کچھ نہ رہا تو لازم آیا کہ امکان اپنی حقیقت سے نکل کر وجوب کے ساتھ جو وجود صرف ہے، ملحق ہو گیا اور حقیقت کا بدلنا لازم آیا اور اس بزرگ کے مذکورہ بالا بیت کے معنی کے موافق واجب کے سوا اس میں کچھ نہ رہا اور وہ بیت حقیقت پر محمول ہوا۔

**جواب**: یہ وجود جو ممکن کی طرف میں ثابت ہے اس وجود کا ظل ہے جو وجوب میں ہے نہ کہ اس وجود کا عین اور یہ وجوب جو ممکن میں طرف عدم کے زائل ہونے سے پیدا ہوا ہے وجوب بالغیر ہے جو ممکن کی ایک قسم ہے نہ کہ وجوب بالذات تاکہ قلب حقیقت لازم آئے کیونکہ یہ عدم ذات ممکن کی راہ سے رفع نہیں ہوا تاکہ واجب بالذات ہو اور محال لازم آئے بلکہ ممکن میں اس عدم کا ارتفاع ممکن کی ذات پر حضرت واجب کے وجود اور حضرت وجوب تعالیٰ کے غلبہ کے باعث ہے لیکن اس وجوب سے جو مصرعہ سابق میں واقع ہوا ہے وجوب ذاتی ظاہر ہوتا ہے نہ کہ وجوب بالغیر اور وجود کو وجوب وامکان کے درمیان قدر مشترک کہنا اشتراک لفظی کی قسم سے ہے نہ کہ معنی اشتراک کی قسم سے اگرچہ اس کو کلی مشکک کہتے ہیں کیونکہ ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ کے وجود کے ساتھ درحقیقت کوئی شرکت نہیں تاکہ کلی اور جزئی ہونا متصور ہو۔

**سوال**: فنا و بقا جو صوفیاء نے کہا ہے اور اس کو ولایت سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں جب صفات بشریت کا دور ہو جانا متصور نہیں تو پھر فنا کی کیا گنجائش ہے۔

**جواب**: وہ فنا جو ولایت میں معتبر ہے وہ شعور وشہود کے اعتبار سے ہے جو ماسوائے حق کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نسیان سے مراد ہے نہ کہ ماسوی کے ارتفاع سے حاصل کلام یہ کہ اس فنا کا صاحب سکر کے غلبوں میں اشیاء کے عدم شعور کو عدم اشیاء خیال کرتا ہے اور اس کو ماسوی کا رفع ہونا سمجھتا ہے اور اس سے تسلی پاتا ہے اور اگر محض فضل سے اس کو ترقی دے کر صحو کی دولت سے مشرف فرمائیں اور صاحب تمیز کریں تو جان لیتا ہے کہ وہ فناء اشیاء کا نسیان تھا نہ اشیاء کا معدوم ہونا اور اس نسیان سے اگر زائل ہوئی ہے تو اشیاء کی گرفتاری ہی زائل ہوئی ہے جو ثابت و برقرار اور مذموم تھی۔ نہ کہ نفس اشیاء کیونکہ اشیاء اپنی اسی صرافت پر قائم اور موجود ہیں اور اس کی نفی اور معدوم کرنے سے منتفی نہیں ہوسکتیں۔

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

ترجمہ: سیاہی دور حبشی سے نہیں ہوتی کہ ہے اصلی

اور جب فضل سے یہ دید اور یہ تمیز عطا ہوئی تو وہ تسلی دور ہوگئی اور اس کی جگہ حزن و اندوہ و بے آرامی آگئی اور جان لیا کہ اس کی بود ایک ایسا مریض ہے جو اس کی کوشش و اہتمام سے نابود نہیں ہوتا اور معلوم کیا کہ مور کے دونوں پاؤں کی طرح کہ ہمیشہ کے لیے اس کے جانکاہ ہیں۔ امکان کا نقص اور حدوث کا قصور ہمیشہ کیلئے اس کے جانکاہ ہیں میں عجب معاملہ ہے کہ عارف جوں جوں زیادہ بلند ہوتا جاتا ہے اور زیادہ زیادہ ترقیات و عروجات کرتا جاتا ہے۔ توں توں دید نقص اسمیں اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے اور قصور زیادہ تر اس کی نظر میں آتا جاتا ہے اور بے آرام ہوتا جاتا ہے اور اس کا حال اس رسن تاب یعنی رسی بٹنے والے شاگرد کی طرح ہو جاتا ہے جس نے اپنے استاد کو کہا کہ میں جس قدر زیادہ کام کرتا ہوں اسی قدر زیادہ دور ہوتا جاتا ہوں۔ شاید اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا) نیز فرمایا ہے۔ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ (جیسی مجھے ایذا پہنچتی ہے ویسی کسی نبی کو نہیں پہنچی) شاید اس ایذا سے مراد نقص و قصور کا دیکھنا ہے جو کمال حزن و اندوہ کا موجب ہے کیونکہ اور دوسری ایذائیں دوسرے پیغمبروں کو زیادہ تر پہنچی ہیں۔ حضرت نوح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نو سو پچاس سال تک اپنی قوم میں رہ کر دعوت کرتے رہے اور طرح طرح کی ایذائیں برداشت کرتے رہے۔ لکھا ہے کہ ان کی قوم کے لوگ دعوت کے وقت اس قدر پتھر ان کو مارتے تھے کہ بے ہوش کر گر پڑتے تھے اور پتھروں کے نیچے دب جاتے تھے جب ہوش میں آتے تو پھر دعوت کرنے لگ جاتے اور قوم کے لوگ وہی معاملہ ان کے ساتھ کرتے اِلٰی اَنْ یَّبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَہٗ (یہاں تک کہ لکھا ہوا اپنے وقت تک پہنچ گیا جاننا چاہئے کہ یہ نقص و قصور کا دیکھنا دوری کے سبب سے نہیں بلکہ قرب و حضوری کے باعث ہے کیونکہ صاف اور شفاف جگہ میں تھوڑی سی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کدورت بھی بہت نظر آتی ہے اور سیاہ و مکدر جگہ میں بہت سی کدورت بھی تھوڑی دکھائی دیتی ہے اور یہ جو پہلے کہا گیا ہے کہ قرب و معرفت کے کام کا مدار فنا پر ہے اس لیے ہے کہ سالک جب تک اپنے آپ سے فانی نہ ہو جائے اور بشریت و امکان کی صفات سے بالکل خالی نہ ہو جائے مطلوب تک نہیں پہنچتا کیونکہ مطلوب کے ساتھ اس کا جمع ہونا دونقیضوں کے جمع ہونے کی قسم سے ہے اس لیے کہ امکان میں عدم کا ثبوت ضروری ہے اور وجوب میں عدم کا سلب ضروری ہے اور جب تک مطلوب تک نہ پہنچے مطلوب کے کمالات سے کیا پا سکتا ہے اور اس کے کمالات کو اپنے کمالات کی مانند جاننے کے سوا کیا سمجھ سکتا ہے۔ لَا یُدْرَکُ الشَّیْءُ اِلَّا بِمَا یُضَآدُّهٗ وَیُغَائِرُهٗ (ہر شے اپنی ضد اور غیر سے معلوم ہوتی ہے) معقول والوں کا مقررہ قضیہ ہے وہ لڑکا جو ابھی لذت جماع تک نہیں پہنچا ہے اگر جماع کی لذت کا کمال بیانکرے تو اس کو شیرین بیان کرے گا نہ کڑوا اور اس کی شیرینی کو بھی نبات و قند کی شیرینی کی طرح جانے گا کیونکہ اس کو اس کے سوا اور کچھ معلوم ہی نہیں اور یہ کمال اس کا کمال نہیں بلکہ ایسا کمال ہے جو اس لڑکے کا اپنا بنایا ہوا اور اختراع کیا ہوا ہے جو درحقیقت اس کی طرف راجع ہے نہ کہ اس کے ساتھ متصف ہے۔ پس سالک مطلوب کے جتلانے کے بغیر جو کچھ اپنی طرف سے مطلوب کی نسبت کہے گا وہ گویا اپنی نسبت ہی کہا ہوگا اور جو کچھ اس کی تعریف کرے گا اپنی ہی تعریف کی ہوگی اس جگہ ایک عارف فرماتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (کوئی چیز نہیں جو اس کی تسبیح اور حمد نہ بیان کرتی ہو) میں حمد کی ضمیر شے کی طرف راجع ہو یعنی کوئی چیز تسبیح و تقدیس و ستائش نہیں کرتی مگر اپنی شاید حضرت بسطامی قدس سرہ نے اسی واسطے سبحانی کہا ہوتا کہ تسبیح کا اعادہ اس کی اپنی طرف ہو کیا اچھا کہا ہے۔

## ابیات

اے شدہ ہم درجمال خویشتن ۔۔۔ می پرتی ہم خیال خویشتن
قسم خلقان زانجمال وزاں کمال ۔۔۔ ہست گر برہم نہی مشت خیال
گرز معشوقت خیالے در سراست ۔۔۔ نیست معشوق آں خیال دیگر است

ترجمہ ابیات

اے کہ تو ہے سر بسر محو جمال ۔۔۔ ہے فقط تیرا ہی اپنا یہ خیال
یار کا اصلی ہے جو حسن و کمال ۔۔۔ پاسکے مخلوق ہے یونہی خیال
گر ترے سر میں ہے دلبر کا خیال ۔۔۔ وہ نہیں معشوق ہے تیرا خیال

صاحب فصوص فرماتا ہے۔ وَالتَّجَلِّیْ مِنَ الذَّاتِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِصُوْرَةِ الْمُتَجَلّٰی لَهٗ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


لِاَنَّـهُ مَـا رَأَیٰ سِوٰی صُوْرَتِهٖ فِیْ مِرْءَ ةِ الْحَقِّ وَ مَارَیٰ الْحَقَّ وَ لَا یُمْکِنُ اَنْ یراہُ (تجلی ذات متجلی لہ کی صورت پر ہوتی ہے کیونکہ وہ حق کے آئینے میں اپنی ہی صورت کو دیکھتا ہے نہ کہ حق کو اور نہ ہی اس کو دیکھ سکتا ہے) رویت کے عدم امکان کو مبالغہ کے رو سے کہا ہے نہ تحقیق کی رو سے کیونکہ رویت دنیا میں جائز ہے اور آخرت میں واقع ہے چونکہ سالک کا کلی طور پر فانی ہونا ممتنع اور محال ہے اور اس کے بغیر مطلوب کا وصول واتصال ممنوع ہے اور معرفت بغیر وصول کے ناممکن ہے اس لیے معرفت سے عجز لازم آیا اور معرفت سے عاجز ہونا عین معرفت ہوا۔ کوئی یہ نہ کہے کہ معرفت سے عاجز ہونا جو معرفت کی نقیض ہے معرفت کس طرح ہے کیونکہ معرفت سے عاجز ہونا معرفت ہی ہے۔ بِـاَنَّـهٗ لَا یُعْرَفُ (اس طرح پر کہ وہ پہچانا نہیں جاتا) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ (ادراک کے پانے سے عاجز ہونا ادراک ہے) سُبْـحَـانَ مَـنْ لَـمْ یَـجْـعَلْ لِلْخَلْقِ اِلَیْهِ سَبِیْلاً اِلَّا بِالْعَجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ (پاک ہے وہ ذات جس نے معرفت سے عاجزی کے سوا کوئی راستہ خلق کو اپنی طرف نہیں بتایا)

ایک بزرگ فرماتا ہے۔

## بیت

سبحان خالقے کہ صفاتش زکبریا — برخاک عجز مے فگند عقل انبیاء

ترجمہ: بیت

وہ پاک ذات اکبر جس کی صفات برتر — پیغمبروں کی عقلیں عاجز ہیں جن سے یکسر

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صفات کبریا کی معرفت میں عاجز ہیں اور ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سُبْـحَـانَکَ مَا عَرَفْنٰکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ (پاک ہے تو ہم نے تجھے نہیں پہچانا جیسے کہ حق ہے) کہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اس امت خَیْـرُ الْاُمَـمِ کے رئیس وسردار ہیں۔ عاجزی کا اقرار کریں تو پھر اور کون ہے جو معرفت کا دم مارے۔ سوائے اس کے کہ اپنے جہل مرکب کو معرفت خیال کرے اور غیر حق کو حق پہنچانے یہ معرفت سے عاجز ہونا مراتب عروج کے نہایات کی نہایت اور مدارج قرب کا منتہا ہے جب تک سالک آخیر نقطہ تک نہ پہنچے اور تجلیات وظہورات کے مراتب کو طے نہ کرے اور اس وصل واتصال کو جس پر مدتوں تک خوش تھا عین فصل وانفصال خیال نہ کرے اس عجز کی دولت سے مشرف نہیں ہوتا اور خدا تعالیٰ کی ناشناسی سے خلاص نہیں ہوتا اور حق اور غیر حق میں تمیز نہیں کرسکتا۔

**سوال**: پھر خدا کی معرفت کا وجوب کس معنی سے ہے؟

**جواب**: معرفت کا وجوب اس معنی سے ہے کہ ذات وصفات کی معرفت میں جو کچھ شریعت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نے فرمایا ہے اس کا پہچاننا واجب ہے اور جو معرفت شریعت کے بغیر حاصل ہوتی ہے اس کو خدا کی معرفت کہنا دلیری ہے اور ظن وتخمین سے حق پر حکم کرنا ہے۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے) امت کے چراغ روشن اور اماموں کے امام حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے شاید اسی واسطے فرمایا ہے۔ سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَلٰکِنْ عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ (پاک ہے تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوا لیکن تجھے پہچان لیا جو تیرے پہچاننے کا حق تھا) اگر چہ یہ قول اکثر لوگوں کو گراں معلوم ہوتا ہے لیکن بہتر توجیہ کے قابل ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو ان تمام چیزوں کے ساتھ کہ جن کو شریعت نے بیان کیا ہے یعنی کمالات وتنزیہات وتقدیسات کے ساتھ پہچانا جائے کیونکہ ان کے سوا معرفت کی کوئی ایسی چیز نہیں جو حق معرفت کی مانع ہو۔

**سوال**: اس معرفت میں عوام وخواص شریک ہیں بلکہ مساوات رکھتے ہیں اور لازم آتا ہے کہ عام مومنوں کی معرفت خواص انبیا کی معرفت کی مانند ہو کیونکہ یہ حق معرفت سب کو حاصل ہے یہ مسئلہ بھی اسی مسئلہ کی طرح ہے جو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ (ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ) اس عبارت سے بھی لازم آتا ہے کہ عام مومنوں کا ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی طرح ہوگا۔

**جواب**: اس شبہ تو یہ کا حل ایک دقیقہ پر مبنی ہے جس پر اس فقیر نے محض فضل وکرم سے ہدایت پائی ہے وہ دقیقہ یہ ہے کہ معرفت کا حق یہ ہے کہ ان معارف شرعیہ سے عارف کو معرفت سے عجز لاحق ہو۔ مثلاً شریعت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ کیلئے علم کی صفت ثابت ہے اور وہ علم بھی ذات واجب تعالیٰ کی طرح بیچون وبیچگون ہے اور ہمارے ادراک کے احاطہ سے باہر ہے اگر اس علم کو سالک اپنے علم کے قیاس پر پہچانے تو یہ اس کی پہچان نہیں بلکہ اپنے مجعول ومخترع (بنایا ہوا اور گھڑا ہوا) کی پہچان ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے علم کی معرفت جو حق تعالیٰ کے کمال کی صفت ہے۔ پس اس صورت میں جب نفس معرفت حاصل نہیں تو حق معرفت کب حاصل ہوگا اور اگر اس کا معاملہ قیاس وتخمین سے عاجزی میں آجائے اور وجدان وحال سے معلوم کرے کہ اس کو نہیں پہچان سکتا اور جان لے کہ اس صفت کمال کے ثبوت پر ایمان لانے کے سوا کچھ حاصل نہیں تو اس وقت معرفت بھی حاصل ہوگی اور حق معرفت بھی پس جب عوام کو حق معرفت میں خواص کے ساتھ شرکت نہ ہوئی تو پھر مساوات کی کیا گنجائش ہے۔

**سوال**: جب حق معرفت نفس معرفت ہے تو پھر چاہئے کہ عوام کو نفس معرفت بھی حاصل نہ ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جب حق معرفت حاصل نہیں۔

**جواب:** معرفت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت وہ معرفت جو عین حق معرفت ہے معرفت کی حقیقت ہے جو معرفت سے عجز پر وابستہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس عجز کی حد تک نہ پہنچے اور صفات امکان کے قیاس کی آمیزش سے خالی نہ ہو جیسے کہ گزر چکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال فضل ہے کہ معرفت کی صورت کا بھی نفس ایمان میں اعتبار کیا ہے اور نجات کو اس پر وابستہ کیا ہے جیسے کہ ایمان کی صورت کو بھی معتبر رکھا ہے اور جنت میں داخل ہونا اس پر مترتب کیا ہے۔ صورت ایمان میں صورت معرفت کافی ہے اور حقیقت ایمان میں حقیقت معرفت سے چارہ نہیں۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بھی دو فرد ہیں صورت و حقیقت جو عوام کا حصہ ہے وہ صورت ہے اور جو خواص کو عطا ہوا ہے وہ حقیقت ہے پس عوام کا ایمان انبیاء کے ایمان کی طرح نہ ہوا جو اخص خواص ہیں کیونکہ وہ ایمان اور ہے اور یہ ایمان اور دونوں میں کوئی مماثلت و مشابہت نہیں اور حقیقت ایمان میں چونکہ معرفت کا عجز حاصل ہے اور بِاَنَّہٗ لَا یُعْرَفُ (وہ نہیں پہچانا جاتا) کی معرفت موجود ہے اس لیے اس میں کمی وزیادتی مفقود ہے کیونکہ سلب معرفت کی معرفت میں درجات کے تفاوت کا احتمال نہیں وہ ثبوت ہے جس میں درجات کا تفاوت ہے پس ثابت ہوا کہ حقیقت ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ (اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کو جانتا ہے)

**سوال:** اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ صوفیاء کے علوم و معارف کشفیہ اعتبار سے ساقط ہیں اور حق تعالیٰ کی معرفت ان پر وابستہ نہیں کیونکہ حق معرفت علوم شرعیہ سے حاصل ہوا اور کوئی معرفت نہ رہی جس کو صوفیاء تلاش سے حاصل کریں۔ پس حق تعالیٰ کی معرفت میں صوفیاء کے لیے علماء پر کوئی زیادتی ثابت نہ ہوئی۔

**جواب:** صوفیاء کے کشفیہ علوم و معارف اس عجز کے اسباب و معدات ہیں جو صوفیاء میں سے منتہیوں کو نہایت النہایت میں میسر ہوتا ہے یہ بزرگواران کشفیہ معارف کے زینوں کے ذریعے اس عجز کی دولت سے مشرف ہوتے ہیں۔ پس ان بزرگواروں کے معارف معتبر ہوں گے کیونکہ حق معرفت کے حاصل ہونے کا وسیلہ اور ایمان حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔

**سوال:** جب معرفت سے عجز ثابت ہوا اور کمال عجز میں منحصر ہوا تو پھر صوفیاء نے جو مراتب سہ گانہ اعتبار کیے ہیں ان کا کیا مطلب ہے اور علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین سے کیا مراد ہوگی۔

**جواب:** اس مسئلہ میں یہ فقیر قوم کے ساتھ اختلاف رکھتا ہے ان بزرگواروں نے ان تینوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مرتبوں کو حق تعالیٰ کی ذات کی نسبت اعتبار کیا ہے اور علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کو اس بارگاہ جل شانہ میں ثابت کیا ہے اور اس کی مثال اس طرح بیان کی ہے کہ آگ کے اس علم کو جو دھوئیں کے استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ علم الیقین کہا ہے اور آگ کے دیکھنے کو عین الیقین تصور کیا ہے اور آگ کے ساتھ متحقق ہونا حق الیقین لیکن اس فقیر نے ان تینوں مرتبوں کو ان آیات ونشانات میں جو حق تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرنے والے ہیں اعتبار کیا ہے اور علم وعین وحق دلالت کرنے والے نشانات میں کہاں ہے نہ مدلول میں کیونکہ وہ علم وعین وحق دھوئیں کی نسبت جانا ہے نہ آگ کی نسبت کیونکہ دھوئیں کا علم جو استدلال سے حاصل ہوا ہے وہ دھوئیں کا ہی علم الیقین ہے جو آگ کو مستلزم ہے اور اگر دھوئیں کو دیکھا ہے اور اس سے آگ کے ہونے پر استدلال کیا ہے تو یہ بھی دھوئیں کا عین الیقین ہے اور اگر دھوئیں کے ساتھ متحقق ہوا ہے اور اس سے آگ پر استدلال کیا ہے تو یہ بھی دھوئیں کا حق الیقین ہے۔ یہ استدلال پہلے سے زیادہ کامل ہے کیونکہ وہ استدلال آفاق سے ہے اور یہ انفس سے کہ دھوئیں کے ساتھ متحقق ہوا ہے نیز عین الیقین میں دھواں واسطہ ہے اور حق الیقین میں واسطہ نہیں بلکہ وہی نسبت جو دھوئیں کو آگ کے ساتھ ہے اس کو بھی وہی نسبت حاصل ہو جاتی ہے اور قرب کے اعلیٰ درجات تک پہنچا دیتی ہے جو علم وعین وحق کے ماوراء ہیں کوئی یہ نہ کہے کہ جب واسطہ مرتفع ہو گیا تو رویت ثابت ہو گئی جو عین الیقین ہے کیونکہ میں کہتا ہوں کہ رویت کے متحقق ہونے میں صرف واسطہ کا دور ہو جانا کفایت نہیں کرتا اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کا وجود مفقود ہے جب یقین کے تمام مراتب آیات ونشانات کی طرف راجع ہوئے اور کوئی معرفت نہ رہی جو مدلول کی طرف راجع ہو تو بے شک مدلول کی معرفت سے عجز لازم آیا اور سلب معرفت کے سوا وہاں کوئی معرفت متحقق وثابت نہ ہوئی اور اگر یقین کے ان تینوں مراتب کو آیات ودلائل کی طرف راجع نہ کیا جائے اور مدلول کی طرف راجع ہوں تو اس معرفت سے عجز کس طرح متصور ہوگا اور سلب معرفت کے کیا معنی ہوں گے۔

## مکتوب (۱۲۳)

اس بیان میں کہ وہ راہ جو جناب قدس جل شانہ کی طرف پہنچانے والے ہیں، دو ہیں۔ نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) وہ راہ جو جناب قدس جل شانہ کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



طرف لے جانے والے ہیں دو ہیں ایک وہ راستہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور اصل الاصل تک پہنچانے والا ہے۔ اس راہ کے پہنچنے والے بالاصالت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کے اصحاب ہیں اور امتوں میں سے بھی جس کسی کو چاہیں اس دولت سے سرفراز کرتے ہیں مگر یہ لوگ قلیل بلکہ اقل ہیں۔ اس راستہ میں واسطہ اور حیلولہ نہیں۔ ان واصلوں میں سے جو کوئی فیض حاصل کرتا ہے کسی کے واسطہ کے بغیر اصل سے حاصل کرتا ہے اور کوئی ایک دوسرے کا حائل نہیں ہوتا دوسرا وہ راستہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ تمام قطب اور اوتاد اور ابدال اور نجیب عام اولیاء اللہ سب اسی راستہ سے واصل ہوئے ہیں راہ سلوک اسی راہ سے مراد ہے بلکہ جذبہ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اس راستہ میں واسطہ اور حیلولہ ثابت ہے اس راہ کے واصلوں کے پیشوا اور ان کے سرگروہ اور ان بزرگواروں کے فیض کا سرچشمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان مرتبہ انہی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام میں گویا آنحضرت ﷺ کے دونوں مبارک قدم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں میرے خیال میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ وجود عنصری یعنی پیدائش سے پہلے بھی اسی مقام کی پناہ میں رہے ہیں جیسے کہ وجود عنصری کے بعد ہیں اور اس راہ سے جس کسی کو فیض و ہدایت پہنچتا ہے انہی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے کیونکہ اس راہ کا اخیری نقطہ یہی ہیں اور اس مقام کا مرکز انہیں سے تعلق رکھتا ہے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور تمام ہوا یہ عظیم الشان مرتبہ ترتیب وار حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے سپرد ہوا اور ان کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ ترتیب و تفصیل وار قرار پایا ان بزرگواروں کے زمانہ میں اور ایسے ہی ان کے انتقال فرما چکنے کے بعد جس کسی کو فیض و ہدایت پہنچتا رہا انہی بزرگواروں کے واسطہ اور حیلولہ سے ہی پہنچتا رہا۔ گو اپنے زمانہ کے اقطاب و نجباء ہی ہوئے ہوں لیکن سب کا ملجاء وماوی یہی بزرگوار ہوئے ہیں کیونکہ اطراف کو مرکز کے ساتھ ملحق ہونے سے چارہ نہیں حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی نوبت آ پہنچی اور منصب مذکور اس بزرگ قدس سرہ کے سپرد ہوا۔ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت شیخ قدس سرہ کے سوا اور کوئی شخص اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا۔ اس راستہ میں تمام اقطاب و نجباء کو فیوض و برکات کا پہنچنا شیخ قدس سرہ ہی کے وسیلہ شریف سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز شیخ قدس سرہ کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوا اسی واسطے شیخ قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ شعر۔

اَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا ... اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ترجمہ شعر

ہوا سورج غروب پہلوں کا    پر نہ سورج ہمارا ماند ہوا

شمس یعنی آفتاب سے مراد ہدایت وارشاد کے فیضان کا آفتاب ہے اور اس کے غروب ہونے سے مراد فیضان مذکور کا نہ ہونا ہے چونکہ حضرت شیخ قدس سرہ کے وجود سے وہ معاملہ جو اولین سے تعلق رکھتا تھا۔ شیخ قدس سرہ کے سپرد ہوا اور رشد وہدایت کے پہنچنے کا واسطہ ووسیلہ ہو گئے جیسے کہ ان سے پہلے بزرگوار ہوئے ہیں۔ نیز جب تک فیضان کے وسیلہ کا معاملہ برپا ہے۔ شیخ قدس سرہ کے توسل وتوسط ہی سے ہے اس لیے درست ہوا کہ اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا الخ۔

**سوال**: یہ حکم مجددالف ثانی میں نقص پیدا کرتا ہے کیونکہ مکتوبات جلد دوم کے ایک مکتوب میں مجددالف ثانی کے معنی اس طرح لکھے ہیں کہ اس مدت میں جس قسم کا فیض امتوں کو پہنچتا ہے اسی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے اگرچہ وقت کے اقطاب واوتاد اور ابدال ونجباء ہوں۔

**جواب**: میں کہتا ہوں کہ مجددالف ثانی سے مراد اس مقام میں حضرت شیخ قدس سرہ کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کی نیابت وقائم مقامی کے باعث یہ معاملہ اس پر وابستہ ہے جیسے کہتے ہیں۔ نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ (چاند کا نور سورج کے نور سے حاصل ہوا ہے)

**سوال**: مجددالف ثانی کے معنی جو اوپر مذکور ہوئے ہیں مشکل ہیں کیونکہ مدت مذکورہ میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان بھی ظہور کریں گے اور ان بزرگواروں کا معاملہ اس سے برتر ہے کہ کسی کے وسیلہ سے فیوض اخذ کریں۔

**جواب**: میں کہتا ہوں کو توسط ووسیلہ کا معاملہ مذکورہ بالا راہوں میں سے دوسرے راستہ پر موقوف ہے جو قرب ولایت سے مراد ہے لیکن راہ اوّل میں جو قرب نبوت سے مراد ہے توسط ووسیلہ کا معاملہ مفقود ہے۔ اس راستہ سے جو کوئی واصل ہوا ہے کوئی حائل ومتوسط درمیان نہیں آیا۔ دوسرے کے وسیلہ کے بغیر اس کو فیوض وبرکات حاصل ہوئے ہیں۔ توسط وحیلولہ فقط دوسرے راستہ میں ہے اور اس مقام کا معاملہ علیحدہ ہے جیسے گزر چکا۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان راہ اوّل سے واصل ہیں جیسے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت کے ضمن میں راہ اوّل سے واصل ہوئے ہیں اور اپنے اپنے درجوں کے موافق وہاں شان خاص رکھتے ہیں۔

تنبیہ: واضح ہو کہ ممکن ہے کہ آدمی قرب ولایت کے راستے سے قرب نبوت تک پہنچ جائے اور ہر دو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



معاملہ میں شریک ہو اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل کو بھی جگہ دیدیں اور دونوں جگہوں کا معاملہ اس پر وابستہ کر دیں۔

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ: خاص کر لیتا ہے اک کو تا بھلا ہو عام کا

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پاک ہے تیرا رب اس وصف سے کہ جو وہ کرتے ہیں بزرگ اور برتر ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے)

# مکتوب (۱۲۴)

شیخ محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) برادرم شیخ محمد طاہر بدخشی نے دریافت کیا تھا کہ رسالہ مبدء و معاد میں واقع ہے کہ صورت کعبہ جس طرح صورت محمد کی مسجود ہے اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقیقت محمدی سے افضل ہے حالانکہ ظاہر و مقرر ہے کہ جہاں کی پیدائش سے مقصود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور آدم اور آدمیان سب ان کے طفیلی ہیں جیسے کہ وارد ہے۔ لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَلَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت و خدائی ظاہر نہ کرتا)

جاننا چاہئے کہ صورت کعبہ پتھر و مٹی سے مراد نہیں ہے کیونکہ بالفرض پتھر و مٹی نہ بھی ہوں تو پھر بھی کعبہ کعبہ ہے اور خلائق کا مسجود ہے بلکہ صورت کعبہ باوجودیکہ عالم خلق سے ہے لیکن اور اشیاء کی خلق کی طرح نہیں ہے بلکہ ایک ایسا پوشیدہ امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے گو عالم محسوسات میں سے ہے لیکن کچھ بھی محسوس نہیں اور اگرچہ اشیاء کا متوجہ الیہا (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے لیکن کچھ بھی توجہ میں نہیں ہے وہ ایک ہست ہے جس نے نیستی کا لباس پہنا ہے اور ایک نیست ہے جو ہستی کے لباس میں ظاہر ہے جہت میں ہو کر بے جہت ہے اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے غرض یہ صورت حقیقت نما ... کی تشخیص میں عقل عاجز ہے اور عقلمند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس کے تعین میں حیران ہیں گویا عالم بیچونی وبیچگونی کا نمونہ رکھتی ہے اور بے شبہی اور بے نمونی کا نشانہ اس میں پوشیدہ ہے ہاں اگر ایسی نہ ہوتی تو مسجود ہونے کے لائق نہ ہوتی اور بہترین موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے شوق سے اس کو اپنا قبلہ نہ بناتے۔ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ (اس میں نشان ظاہر ہیں) اس کی شان میں نص قاطع ہے۔ اور وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (جو اس میں آ گیا وہ امن میں ہو گیا) اسی کے حق میں ہے بیت اللہ ہے کہ صاحب خانہ جل شانہ کی بیتوتت خاص (رہنا سہنا گھر والا ہونا) اسی میں ہے اور بیچون وبیچگون کا مجہول الکیفیت اتصال ونسبت اسی کے ساتھ ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (مثال اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) عالم مجاز میں جو حقیقت کا پل ہے بیت یعنی خانہ وگھر اس بیتوتت کی خبر دیتا ہے کہ صاحب خانہ کے قرار وآرام کی جگہ ہے۔ اگرچہ دولت مندوں اور اہل دول کی نشست وبرخاست کے مکان بے شمار ہیں لیکن یہ ایسا گھر ہے جو اغیار کی مزاحمت سے بیگانہ ہے اور معشوق حقیقی کا مکان اور آرام گاہ ہے۔ اگرچہ حدیث قدسی وَلٰكِنْ يَسَعُنِىْ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ (لیکن میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما تا ہوں) کے موافق مومن بندے کا دل بیچونی ظہور کی گنجائش حاصل کر لیتا ہے لیکن بیتیت یعنی گھر ہونے کی نسبت جو بیتوتت کی خبر دیتی ہے کہاں حاصل کر سکتا ہے اور اغیار کی مزاحمت کو جو گھر کے لوازم سے ہے تا کہ غیر کو سجدہ نہ ہو کیونکہ غیریت مسجود ہونے کے منافی ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سجدہ تجویز نہ کیا لیکن بیت اللہ کی طرف بڑے شوق ورغبت کے ساتھ سجدہ کیا اس بیان سے فرق معلوم کر لیں۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَ السَّاجِدِ وَالْمَسْجُوْدِ (ساجد ومسجود کے درمیان بہت فرق ہے) میرے بھائی جب تو نے صورت کعبہ کا تھوڑا سا حال سن لیا تو اب حقیت کعبہ کی نسبت بھی کچھ سن لے حقیقت کعبہ اس بیچون واجب الوجود کی ذات سے مراد ہے جہاں تک ظہور اور طلب کی گرد بھی نہیں پہنچی اور مسجود اور معبود ہونے کے لائق ہے اس حقیقت جل شانہ کو اگر حقیقت محمدی کی مسجود کہیں تو اس میں کیا ڈر ہے اور اس سے اس کے افضل ہونے میں کیا حرج ہے۔ ہاں حقیقت محمدی جہان کے تمام افراد کی حقیقتوں سے افضل ہے لیکن کعبہ معظمہ کی حقیقت عالم کی قسم سے نہیں۔ تا کہ اس کی طرف یہ نسبت کی جائے اور اس کے افضل ہونے میں توقف کیا جائے، تعجب ہے کہ ان دونوں صاحب دولتوں کی صورتوں کا فرق ساجد ومسجود ہونے کے باعث ہے صاحب ہنر عقلمندوں نے ان دونوں کے حقائق کا تفاوت معلوم نہیں کیا۔ اسی لیے عراض وانکار کے مقام میں رہے ہیں اور طعن وتشنیع کے لیے زبان دراز کی ہے حق تعالیٰ ان کو نصاف دے تا کہ بے سوچے سمجھے ... رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْ اَمْرِنَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ط (یا اللہ تو ہمارے گناہوں اور کام کی زیادتی کو بخش اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر ہمیں غلبہ دے) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی) بدایت ونہایت بمعنی آغاز وانجام میں ہیں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں اور اس کے حبیب محمد ﷺ اور اس کی بزرگ اولاد پر درود کہتا ہوں۔

بعد ازاں ناظرین باتمکین کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ اس رسالہ شریفہ میں امام ہمام حجتہ اللہ علے الانام پیشوائے اقطاب واوتاد قبلہ ابدال وافراد سبع مثانی (نورہ خاتمہ) کے کاشف اسرار مجدد الف ثانی، روحی، رحمانی، عارف ربانی شیخ الاسلام والمسلمین ہمارے شیخ اور ہمارے امام شیخ احمد فاروقی حنفی نقشبندی (خدا کرے آنحضرت کی ہدایت کے آفتاب افق اعلیٰ پر چمکتے رہیں اور لوگ آنحضرت کے قاضہ کے باغوں میں بڑھتے رہیں) کے اشارات لطیفہ وصافی اور اسرار دقیق وبلند مندرج ہیں۔ اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اس پر بھروسہ ہے۔

منہیا: جب مجھے راہ سلوک کی ہوس پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایت نے مجھے خانوادہ نقشبندیہ کے ایک خلیفہ کی خدمت میں پہنچایا جن کی توجہ کی برکت سے خواجگان کا جذبہ جو بلحاظ فنا صفت قومیت میں جاملتا ہے۔ حاصل ہوا اور اندراج النہایہ فی البدایۃ کے طریق سے بھی ایک گھونٹ حاصل ہوا۔ اس جذبہ کے حاصل ہو جانے کے بعد سلوک شروع ہوا اور یہ راہ میں نے اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روحانیت کی تربیت سے اس انجام تک طے کی۔ یعنی اس اسم سے جو میرا پرورش کنندہ ہے بعد ازاں اس اسم سے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی روحانیت کی مدد سے قابلیت اولیٰ تک جس کو حقیقت محمدیہ سے تعبیر کرتے ہیں ترقی کی۔ وہاں سے اوپر حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کی مدد سے عروج حاصل ہوا وہاں سے آگے حضرت ختم المرسلین ﷺ کی روحانیت کی مدد سے مقام اقطاب محمدیہ تک ترقی کی۔ یہ مقام قابلیت اولیٰ کے مقام سے اوپر ہے اور یوں سمجھو کہ یہ مقام قابلیت اولیٰ کا اجمال ہے اور قابلیت اولیٰ اس کی تفصیل ہے۔ اس مقام میں پہنچتے وقت حضرت خواجہ نقشبند کے خلیفہ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ اسرارہم کی روحانیت سے بھی ایک طرح کی مدد مجھے ملی۔ قطب کا انتہائی عروج اسی مقام (اقطاب محمدیہ) تک ہوتا ہے۔ دائرہ ظلیت بھی اسی مقام پر ختم ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں یا تو خالص اصل ہے یا اصل اور ظل ملے ہوئے۔ یہ مقام افراد کے لیے مخصوص ہے۔ ہاں بعض قطب بھی افراد کی ہم نشینی کے سبب مقام ممتزج (جہاں اصل اور سایہ ملے جلے ہیں) تک ترقی کرتے ہیں اور اس اصل وسایہ ملے ہوئے کو دیکھتے ہیں لیکن محض اصل خالص تک پہنچنا یا اسے دیکھنا حسب درجہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



افراد کا خاصہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے، عنایت کرے۔ اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔ اس مقام اقطاب پر پہنچ کر جناب سرور کائنات ﷺ سے مجھے قطبیت ارشاد کی خلعت عنایت ہوئی اور اس منصب سے مجھے سرفراز فرمایا۔ بعد ازاں پھر عنایت الٰہی جل شانہ وعم نوالہ کی عنایت میرے شامل حال ہوئی اور اس مقام سے اوپر کی طرف ترقی نصیب ہوئی حتیٰ کہ مجھے عنایت الٰہی نے اصل ممتزج (اصل وسایہ ملا ہوا) تک پہنچایا اور وہاں بھی فنا و بقا نصیب ہوئی جیسا کہ گزشتہ مقامات میں ہوتی آتی تھی وہاں سے آگے مقامات اصل میں ترقی عنایت فرمائی اور اصل الاصل تک پہنچا دیا۔ اس آخری عروج میں جو مقامات اصل کا عروج ہے حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی روحانیت کی مدد نصیب ہوئی جس نے اپنی قوت تصرف سے ان مقامات سے عبور کرا کے اصل الاصل میں پہنچا دیا۔ وہاں سے پھر جہان کی طرف لوٹایا۔ چنانچہ لوٹتے وقت ہر مقام سے عبور حاصل ہوا۔

مجھے یہ نسبت فردینہ جس سے عروج اخیر مخصوص ہے اپنے والد ماجد (شیخ عبدالواجد بن زین العابدین) سے حاصل ہوئی اور انہیں ایک بزرگ (حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ) سے جن کو جذبہ قوی حاصل تھا اور جو خوارق عادات میں شہرۂ آفاق تھے ہاتھ آئی لیکن مجھے شروع میں ضعف بصیرت اور اس نسبت کی قلت ظہور کے باعث اپنے آپ میں اس نسبت فردیہ کا ہونا معلوم نہ تھا جب سلوک کی منزلیں طے کیں تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ نسبت شروع ہی میں مجھ میں تھی۔ نیز مجھے عبادت نافلہ کی توفیق خصوصاً نماز نافلہ کا ادا کرنا بھی اپنے والد ماجد سے حاصل ہوا اور انہیں یہ سعادت اپنے شیخ (شیخ عبدالقدوس) سے جو سلسلہ چشتیہ سے منسوب تھے حاصل ہوا جب تک میں مقام اقطاب سے عبور نہ کر چکا مجھے علوم لدنی حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت سے حاصل ہوتے رہے جب اس مقام سے عبور کر کے مقامات عالیہ میں ترقی کی تو پھر اپنی حقیقت سے علوم اخذ کرنے لگا اس وقت کسی غیر کی مجال نہ تھی کہ بیچ میں دخل دیتا نیز مجھے نزول کے وقت جس سے مراد سیر عن اللہ باللہ ہے دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے مقامات میں عبور واقع ہوا اور ہر ایک مقام سے کافی حصہ لیا اور ان مقامات کے مشائخ نے میرے کام میں میری مدد و اعانت کی اور اپنی نسبتوں کے خلاصے مجھے عنایت فرمائے پہلے پہل اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام میں عبور واقع ہوا۔ اس مقام سے کافی حصہ حاصل ہوا۔ ان مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کی روحانیت نے دوسروں کی نسبت زیادہ امداد فرمائی۔ واقعی اس مقام میں ان کی شان نہایت اعلیٰ ہے اور آپ اس مقام کے سردار ہیں۔ بعد ازاں اکابر کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسرار ہم کے مقام میں گزر ہوا یہ دونوں مقام یعنی چشتیہ و کبرویہ بلحاظ عروج برابر ہیں لیکن یہ مقام (کبرویہ) نزول کے وقت شاہراہ کی دائیں طرف پڑتا ہے اور پہلا (چشتیہ) بائیں طرف یہ شاہراہ وہی ہے جس سے بعض بڑے بڑے اقطاب ارشاد ہو کر مقام فردیت میں جاتے ہیں اور وہاں سے نہایت النہایۃ میں پہنچتے ہیں۔ صرف افراد کی راہ اور ہے بغیر قطبیت کے اس راہ سے نہیں گزر سکتے۔ یہ مقام (کبرویہ) مقام صفات اور اس شاہراہ کے مابین واقع ہے گویا یہ دونوں مقاموں کا رخ ہے۔ دونوں طرف سے اسے حصہ ملتا ہے۔ پہلا مقام (چشتیہ) شاہراہ کی دوسری طرف واقع ہے جو صفات سے بہت کم مناسبت ہے۔ اس کے بعد مجھے اکابر سہروردیہ کے مقام میں جو شیخ شہاب الدین قدس سرہ سے اس طرف ہیں۔ عبور واقع ہوا۔ یہ مقام سنت نبوی علی مصدر ہا الصلوٰۃ والسلام والتحیات کے اتباع کے نور سے آراستہ اور مشاہدہ فوق الفوق کی نورانیت سے مزین ہے۔ توفیق عبادات اس مقام کی رفیق ہے۔ بعض سالک جو ابھی اس مقام تک نہیں پہنچے اور عبادات نافلہ میں مشغول ہیں اور اس سے مطمئن ہیں۔ انہیں بھی اس مقام کی مناسبت کی وجہ سے اس مقام سے کچھ حصہ نصیب ہوتا ہے۔ عبادات نافلہ اصالتاً اسی مقام کے مناسب ہیں۔ دوسرے کیا مبتدی اور کیا منتہی سب اس مقام کی مناسبت کی وجہ سے بہرہ ور ہیں۔ یہ مقام (سہروردیہ) نہایت عجیب و بزرگ ہے جو نورانیت اس مقام میں دیکھنے میں آئی ہے۔ دوسرے مقامات میں بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ اس مقام کے مشائخ بہ سبب کمال اتباع عظیم الشان اور رفیع القدر ہیں اپنے ہم جنسوں میں پورے طور پر ممتاز ہیں جو کچھ ان بزرگوں کو اس مقام میں نصیب ہوا ہے۔ دوسرے مقامات میں گو وہ بلحاظ عروج اوپر ہی ہیں۔ میسر نہیں ہوتا۔ بعد ازاں مجھے مقام جذبہ میں اتار لائے۔ اس مقام میں بے شمار جزئیات کے مقامات شامل ہیں وہاں سے بھی نیچے لائے نزول کا آخری مرتبہ مقام قلب ہے جو حقیقت جامع ہے اور ارشاد و تکمیل اسی مقام پر نزول کرنے کے متعلق ہے جب اس مقام میں لائے تو پیشتر اس کے کہ مجھے اس مقام میں استقرار حاصل ہو پھر عروج نصیب ہوا۔ اس وقت اصل کو سائے کی طرح پیچھے چھوڑا۔ اس عروج سے جو مقامات قلب میں ہوا استقرار حاصل ہوا۔

منہیا: قطب ارشاد جس میں فردیت کے محال کمالات بھی پائے جاتے ہیں نہایت قلیل الوجود ہوتا ہے۔ کئی صدیوں بلکہ بے شمار زمانہ کے بعد اس قسم کا موتی ظاہر ہوتا ہے' جس کے نور ظہور سے تاریک دنیا روشن ہو جاتی ہے۔ اس کی ہدایت وارشاد محیط عرش سے لے کر مرکز زمین تک تمام جہان کو حاصل ہوتی ہے جس شخص کو رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہوتے ہیں۔ اسی کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وساطت سے ہوتے ہیں اس کے وسیلے کے بغیر براہ راست کسی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوسکتی گویا اس کا نور ہدایت سمندر کی طرح تمام جہان کو گھیرے ہوتا ہے اور وہ ایک منجمد سمندر ہے جو بالکل حرکت نہیں کرتا جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کا مخلص ہوتا ہے یا وہ بزرگ کسی طالب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو توجہ کے وقت طالب کے دل میں گویا ایک سوراخ کھل جاتا ہے جس کی راہ اس دریا سے توجہ اور اخلاص کے موافق سیراب ہوتا ہے اسی طرح جو شخص ذکر الٰہی میں مشغول ہے لیکن اس بزرگ (قطب ارشاد) کی طرف متوجہ نہیں مگر انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ اس واسطے کہ وہ اسے جانتا نہیں تو بھی اسے اسی قسم کا فائدہ پہنچتا ہے مگر پہلی صورت میں بہ نسبت دوسرے کے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے لیکن جو شخص قطب ارشاد کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہے خواہ وہ کتنا ہی ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر بھی رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہتا ہے اور اسکا انکار اس کے فیض کا سدراہ ہوتا ہے۔ خواہ قطب ارشاد اسے فائدہ نہ پہنچانے کے لیے یا نقصان پہنچانے کیلئے توجہ نہ ہی کرے۔ ایسے شخص کو ہدایت کی حقیقت میسر نہیں ہوسکتی گویا اسے رشد کی صورت حاصل ہوتی ہے لیکن محض صورت سے کیا کام نکل سکتا ہے صورت بے معنی سے بہت تھوڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے جو لوگ قطب ارشاد کے محب و مخلص ہوتے ہیں گو وہ ذکر الٰہی اور توجہ مذکور سے خالی ہی ہوں تو بھی محض محبت کی وجہ سے رشد و ہدایت کا نور پا لیتے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی.

منہیا: پہلے پہل جو دروازہ میرے لیے کھولا گیا وہ یافت کا ذوق تھا نہ کہ یافت بعدازاں دوسرے درجے پر یافت نصیب ہوئی تو ذوق یافت مفقود ہو گیا تیسرے درجے پر یافت بھی ذوق یافت کی طرح مفقود ہو گئی۔ دوسری حالت حالت کمال اور ولایت خاصہ کے درجے کا حاصل کرنا ہے۔ تیسرا مقام مقام تکمیل اور دعوت کے لیے خلقت کی طرف لوٹنا ہے۔ پہلی حالت صرف بلحاظ جذبہ کمال ہے جب اس کے سلوک کو پورے طور پر حاصل کر لیا جاتا ہے تو دوسری حالت حاصل ہوتی ہے۔ بعد ازاں تیسری حالت لیکن مجذوب کو سلوک سے یہ دوسری اور تیسری حالت بالکل نصیب نہیں ہوئی جو کامل و مکمل ہے وہ مجذوب سالک ہے۔ اس سے دوسرے درجے پر سالک مجذوب جو ان دونوں کے بغیر ہے وہ نہ کامل ہے نہ مکمل تم نے کم ہمت نہ بننا۔ والسلام علی خیر البشر سیدنا محمد وآلہ الاطہر۔

منہیا: ماہ ربیع الآخر کے آخری حصے میں اس بزرگ خانوادہ کے ایک بزرگ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان بزرگوں کا طریقہ اخذ کیا۔ اسی سال ماہ رجب کے نصف کے قریب حضور نقشبندیہ کی سعادت جو اس مقام میں اندراج نہایت در بدایت سے حاصل ہوئی۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نسبت نقشبندیہ سے مراد یہی حضور ہے پورے دس سال کچھ مہینے اوپر ماہ ذوالقعدہ کے نصف میں وہ نہایت جو ہدایت میں بدایات واوساط کے اتنے پردوں کے پیچھے سے جلوہ گر ہوئی تھی۔ نقاب اتار کر نمودار ہوئی اس وقت یقین ہو گیا کہ بدایت میں اس اسم کی صورت تھی اس جسم کا ڈھانچہ تھا اور اس مسمّی کا اسم تھا۔ ان دونوں میں بڑا بھاری فرق ہے۔ کام کی حقیقت یہاں آ کر کھلی اور معاملہ کا بھید اس جگہ ظاہر ہوا' جس نے چکھا نہیں اسے معلوم نہیں ہوا۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سید الانام و آلہ الکرام و اصحابہ العظام.

منہیا: واما بنعمة ربک فحدث اپنے پروردگار کی نعمت کا ذکر کر میں ایک روز اپنے یاروں کے حلقے میں بیٹھا تھا اور اپنی خرابیوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ دید یہاں تک غالب آئی کہ میں نے اپنے آپ کو اس وضع کے بالکل مناسب نہ پایا۔ اسی اثنا میں من تواضع لِلّٰہِ رفعه اللّٰہ جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع کی اللہ تعالیٰ نے اس کا درجہ بلند کر دیا، کے موافق اس دور پڑے ہوئے کو رسوائی کی خاک سے اٹھا کر یہ آواز سر میں دی غفرت لک ولمن توسل بک الی بواسطة اوبغیر واسطة الی یوم القیمة میں نے تجھے اور اس شخص کو بھی جو تجھے میرے بارگاہ کا وسیلہ بالواسطہ یا بلا واسطہ بنائے گا بخشا اور یہ سلسلہ قیامت تک یونہی ہی رہے گا اور از راہ بندہ نوازی بار بار مجھے یہ فرمایا حتیٰ کہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ اس بات کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے والصلوٰة والسلام علٰی رسولہٖ سیدنا محمد وَآلہٖ کما یحریٰ.

بعد از اں اس واقعہ کے ظاہر کرنے کا مجھے حکم ہوا۔

اگر بادشاہ بردر پیرزن بیاید تواے خواجہ سلبت مکن

بے شک تیرے پروردگار کی مغفرت بہت وسیع ہے۔

منہیا: سیر الی اللہ سے مراد کسی ایک اسم الٰہی تک کی سیر ہے جو سالک کا مبداءِ تعین ہے اور سیر فی اللہ سے مراد اس اسم میں یہاں تک سیر کرنا ہے کہ اسماء وصفات اور شیون واعتبارات کے لحاظ سے مجرد ذات احدیت کی بارگاہ میں پہنچ جائے یہ تقریر اس وقت درست معلوم ہوتی ہے جب کہ اسم مبارک اللہ سے مراد مرتبہ وجوب لیا جائے جو اسماء وصفات کا جامع ہے لیکن اگر اس اسم مبارک سے مراد ذات محض لی جائے تو پھر سیر فی اللہ بھی سیر الی اللہ میں داخل ہوتی ہے اور اس طرح سیر فی اللہ بالکل حاصل نہیں ہوتی کیونکہ آخری سے آخری نقطہ میں سیر کرنا وہم وخیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ اس نقطے پر پہنچ کر بلا توقف جہان کی طرف لوٹنا ہوتا ہے جسے سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں۔ یہ شناخت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



آخری سے آخری نقطہ تک کے واصلوں کے لیے مخصوص ہے۔ میرے سوا کسی ولی اللہ نے اس شناخت کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

والسلام علی سید المرسلین محمدو آله اجمعین.

منہیا: امانت ولایت کی سیر میں اولیاء کے مختلف مراتب ہیں۔ بعض میں صرف ایک درجہ ولایت کی استعداد ہوتی ہے۔ بعض میں دو کی بعض میں تین کی اور بعض میں چار کی۔ خال خال ایسے ہوتے ہیں جو ولایت کے پانچویں درجے کو حاصل کرتے ہیں۔ ان پانچ درجوں میں سے پہلا درجہ تجلی افعال سے وابستہ ہے۔ دوسرا تجلی صفات سے اور باقی کے تین حسب مرتبہ تجلیات ذاتی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ میرے اکثر یار تیسرے درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں اور ان میں تھوڑے ایسے ہیں جو چوتھے درجے کے قابل ہیں اور خال خال ایسے بھی ہیں جو ولایت کے آخری یعنی پانچویں درجے سے مناسبت رکھتے ہیں لیکن جس کمال کو میں معتبر سمجھتا ہوں وہ ان پانچوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے کے بعد اس کمال کا ظہور نہیں ہوا جو جذبہ وسلوک کے کمال سے بڑھ کر ہے۔ انشاء اللہ یہ کمال آخری زمانے میں حضرت مہدی موعود میں ظاہر ہوگا۔

والصلوٰۃ والسلام علی خیر البریه.

منہیا: نہایت النہایت (آخری مقام) کے واصل رجوع قہقری (الٹے پاؤں واپس آتے) کے وقت نچلے سے نچلے مقام میں اتر آتے ہیں یہی نچلے سے نچلے مقام میں اتر آنا ہی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور آخری سے آخری مقام تک ترقی کر چکے ہیں جب نزول اس خصوصیت سے وقوع میں آتا ہے تو صاحب رجوع ہم تن عالم اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ اس کا کچھ حصہ بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہو اور کچھ خلقت کی طرف کیونکہ ایسی حالت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ آخری سے آخری مقام تک نہیں پہنچا۔ نیز اسے نچلے سے نچلے مقام تک نزول بھی حاصل نہیں ہوا اب میں اصل بات کو بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ نماز پڑھتے وقت جو کہ مومن کے لیے معراج ہے صاحب رجوع کے تمام لطائف بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر بالکل خلقت کی طرف لیکن فرائض وسنن ادا کرتے وقت چھ لطیفے بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور نفل ادا کرتے وقت صرف عمدہ سے عمدہ لطیفے ممکن ہے کہ حدیث لی مع اللہ وقت کا اشارہ اس خاص وقت کی طرف ہو جو نماز سے مخصوص ہے اور اس اشارہ کا قرینہ تعین حدیث

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


قرة عين في الصلوٰة مجھے نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اس قرینے کے علاوہ کشف صحیح اور الہام صریح بھی اس بارے میں مجھے ہوا ہے یہ جو معارف مجھ سے ہی مخصوص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے دوسرے مشائخ نے اس کمال کو جمع بین التوجہین میں جانا ہے میں اپنا کام اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس شخص کو سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی اور جناب سرور کائنات ﷺ کی فرمانبرداری اور تابعداری کی۔

منہیا: مشائخ نے فرمایا ہے کہ اہل اللہ مرتبہ ولایت پر پہنچ کر اپنے اندر ہی مشاہدہ کرتے ہیں۔ بیرونی مشاہدہ جو سیر الی اللہ کے وقت اثنائے راہ میں حاصل ہوتا ہے۔ معتبر نہیں جو کچھ مجھ پر منکشف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مشاہدہ اندرونی بھی مشاہدہ بیرون کی طرح قابل اعتبار نہیں۔ اس واسطے کو وہ مشاہدہ دراصل حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں کیونکہ جب حق تعالیٰ بیچون و بیچگون ہے پھر چوں کے آئینہ میں کیونکر سما سکتا ہے۔ خواہ وہ آئینہ اندرونی ہو یا بیرونی۔ اللہ تعالیٰ نہ جہان کے اندر ہے اور نہ اس سے باہر ہے نہ جہان سے ملا ہوا ہے نہ ہی الگ ہے۔ اسی واسطے جو بقاء حق آخرت میں حاصل ہونا ہے۔ اسے بھی بلا کیف ہی لکھا ہے جو عقل و وہم کے احاطہ سے باہر ہے دنیا میں بھی یہ بھید خواص الخواص پر منکشف کیا ہے اگرچہ اسے رویت تو نہیں کہہ سکتے لیکن پھر بھی رویت ہی کی طرح ہے۔ یہ دولت عظمیٰ ایسی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کے بعد بہت کم اشخاص کو نصیب ہوئی ہے۔ گو یہ بات آج کل بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے اور اکثر لوگ اسے یقین نہیں کرتے لیکن میں اس نعمت عظمیٰ کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خواہ کوتہ اندیش لوگ اسے مانیں یا نہ مانیں۔ یہ نسبت اس خصوصیت سے انشاء اللہ آخری زمانے میں حضرت مہدی موعود میں ظاہر ہوگی۔ اس شخص پر سلامتی ہوں جس نے ہدایت کی پیروی کی اور جناب سرور کائنات ﷺ کی فرمانبرداری کی اور آنحضرت ﷺ کی متابعت کو لازم جانا۔

منہیا: جب کوئی طالب کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو تو شیخ پہلے اس سے تین سے لے کر سات تک استخارہ کرائے اگر استخاروں کے بعد طالب میں کسی قسم کا تذبذب پیدا نہ ہو تو اس کے کام کو شروع کرے سب سے پہلے اسے توجہ کا طریقہ سکھلائے اور دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کے لیے کہے کیونکہ توبہ کیے بغیر اس راہ میں قدم رکھنا مفید نہیں پڑتا لیکن توبہ کے حصول میں مجمل پر ہی اکتفا کرے۔ یہ نہ کرے کہ طالب اسی وقت ہی توبہ نصوحی کرے بلکہ یہ کرے کہ طالب آہستہ آہستہ تمام بری باتوں سے توبہ کر سکے گا کیونکہ آج کل ہمتیں بالکل پست ہو گئی ہیں۔ اگر پہلے ہی مفصل توبہ کی تکلیف دی جائے تو اس کے لیے عرصہ درکار ہے ممکن ہے اس عرصہ میں طالب اس کام سے ہمت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہار جائے بلکہ توبہ ہی کو سرانجام نہ دے سکے جب توبہ مجملاً ہو چکے تو پھر طالب کی استعداد کے موافق خاص طریقہ کی تعلیم کرے اور جوذکر اس کی قابلیت کے مناسب ہو تلقین کرے اور اس کے کام میں اپنی توجہ صرف کرے اور اس کے حال کو مدنظر رکھے اور راستے کے آداب وقواعد اور شرائط اسے بتا دے کتاب وسنت اور آثار سلف صالحین کی متابعت کی ترغیب دلائے اور اس کے ذہن نشین کر دے کہ اس متابعت کے بغیر مطلوب حاصل نہیں ہوتا اور اس کو جتلا دے کہ جو کشف وخواب کتاب وسنت سے بال بھر بھی اختلاف رکھتا ہو وہ قابل اعتبار نہیں بلکہ اس سے استغفار کرنی چاہئے اور اس بات کی نصیحت کرے کہ عقائد کو فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت وجماعت کی رائے کے موافق صحیح کرے اور اس بات کی تاکید کرے کہ وہ فقہ کے ضروری احکام سیکھ کر ان پر عمل کرے کیونکہ اس راہ میں بغیر ان دو بازوؤں یعنی اعتقاد اور علم کے اڑنا محال ہے۔ نیز اس بات کی سخت تاکید کرے کہ مشتبہ اور حرام لقمہ میں نہایت احتیاط سے کام لے جو کچھ یا جہاں سے مل جائے نہ کھائے۔ تاوقتیکہ اس کا کھانا شرعاً جائز نہ ہو۔ مختصر یہ کہ تمام کاموں میں اس آیت کریمہ کو ملحوظ و مدنظر رکھے **قَوْلُہ تعالٰی ما آتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا** جو کچھ رسول خدا ﷺ نے کرنے کے لیے فرمایا اسے کرو اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے باز آجاؤ طالب دو حالتوں سے خالی نہیں یا اہل کشف ومعرفت ہیں یا صاحب جہل وحیرت لیکن جب پردے اٹھ جاتے ہیں اور منزلیں طے ہو جاتی ہیں تو اس وقت دونوں برابر ہوتے ہیں۔ یعنی پہنچ جانے میں یکساں ہوتے ہیں۔ مثلاً دو شخص دور دراز کی منزلیں طے کر کے جب کعبے پہنچ جائیں ایک راہ میں ہر منزل پر نظارے دیکھتا آئے اور دوسرا آنکھوں پر ٹھیکری رکھ کر آئے تو دونوں شخص کعبہ پہنچنے میں برابر ہیں کسی کو دوسرے پر فوقیت نہیں گوارہ کے نظاروں کے لحاظ سے ان میں فرق ہے۔ مطلوب کے پاس پہنچ جانے کے بعد دونوں کے لیے جہل لازم ہے کیونکہ ذات الٰہی کی معرفت یہی ہے کہ اس کی معرفت سے جہل وعجز کیا جائے۔

واضح رہے کہ سلوک کی منزلیں طے کرنے سے مراد دس مقامات کا طے کرنا ہے اور ان دس مقامات کا طے کرنا ان تین قسم کی تجلیات سے وابستہ ہے یعنی تجلی افعال تجلی صفات اور تجلی ذات ان مقامات سے سوائے مقام رضا کے سب تجلی افعال اور تجلی صفات کے متعلق ہیں۔ مقام رضا تجلی ذات سے وابستہ ہے۔ نیز محبت ذاتیہ کے متعلق ہے جس میں محب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ محبوب کی طرف سے خواہ اسے تکلیف ہو یا آرام دونوں کو برابر سمجھے جب ایسی حالت ہو جاتی ہے تو فی الواقع رضا حاصل ہوتی ہے اور کراہت اٹھ جاتی ہے۔ اسی طرح باقی مقامات پر بدرجہ کمال پہنچنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بھی تجلی ذات کے وقت نصیب ہوتا ہے جس سے فنائے اتم وابستہ ہے لیکن نو مقامات کا نفس حصول تجلی افعال اور تجلی صفات میں ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب یہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تمام اشیاء پر قادر ہے تو بے اختیار توبہ کرتا ہے ڈرتا ہے اور تقویٰ کو اپنی عادت بنالیتا ہے۔ اس کی تقدیروں پر صبر کرنے لگتا ہے بے طاقتی و بے صبری چھوڑ دیتا ہے اور کسی نعمت کا دینا یا روکنا اس سے یقین کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے کہ نعمتوں کا مولا وہی ہے اور چاہے دے چاہے نہ دے تو ناچار شکرگزار بنتا ہے اور توکل میں راسخ قدم ہو جاتا ہے جب مہربانی اور نرمی متجلی ہوتی ہے تو مقام رجا آتا ہے جب اس کی عظمت اور کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے اور دنیائے دوں اس کی نگاہوں میں خوار و بے اعتبار دکھائی دینے لگتی ہے تو مجبوراً دنیا سے دل ہٹالیتا ہے۔ فقر اختیار کرتا ہے اور زہد کو اپنا طریقہ بنالیتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مقامات مفصل و ترتیب وار صرف سالک مجذوب کو حاصل ہوتے ہیں۔ مجذوب سالک ان مقامات کو مجمل طور پر طے کرتا ہے کیونکہ عنایت نرمی نے اسے ایسی محبت میں گرفتار کیا ہے کہ وہ بالتفصیل ان مقامات میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ اسی محبت کے ضمن میں اسے ان مقامات کا وہ لب لباب اوزان منازل کا وہ خلاصہ پورا پورا حاصل ہو جاتا ہے جو صاحب تفصیل کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

منہیا: طالب کو چاہئے کہ اندرونی و بیرونی باطل معبودوں کی نفی کی کوشش کرے اور معبود حقیقی کے اثبات کیلئے جو کچھ اس کے وہم وخیال میں آئے اسے بھی برطرف کر دے صرف اس کو موجودیت پر اکتفا کرے اگرچہ اس کے وہم وخیال میں آئے اسے بھی برطرف کر دے صرف اس کو موجودیت پر اکتفا کرے اگرچہ اس مکان میں وجود کی بھی گنجائش نہیں اسے وجود کے علاوہ تلاش کرنا چاہئے علمائے اہل سنت نے کیا خوب کہا کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات اقدس پر زائد ہے وجود کو ہمیں ذات کہنا اور وجود کے سوائے کسی اور بات کا ثابت نہ کرنا نظر کی کوتاہی کی وجہ سے ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ فرماتے ہیں کہ عالم وجود کے اوپر ملک ودود کا عالم ہے۔ مجھے (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) عالم وجود سے اوپر گزرا تو کچھ عرصہ میں مغلوب الحال رہا اپنے آپ کو علم تقلید کی رو سے اپنے آپ کو مسلم خیال کرتا رہا۔ مختصر یہ کہ جو کچھ ممکن کے حوصلہ میں آتا ہے وہ بدرجہ ادنیٰ ممکن ہوتا ہے وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی طرف خلقت کی راہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں بنائی کہ اس کی معرفت سے عاجزی ظاہر کی جائے اس سے یہ خیال نہ کرنا کہ اس فنا فی اللہ بقا باللہ سے ممکن واجب ہو جاتا ہے کیونکہ ایک تو ایسا ہونا محال ہے اور دوسرے اس سے قلب حقائق لازم آتا ہے۔ پس جب ممکن واجب نہیں ہو سکتا تو ممکن کو واجب تعالیٰ کے اوروں کے سوائے عجز کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

عنقا شکار کس نشو دام باز چین کایں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

بلند ہمت اشخاص اس طرح مطلب کو چاہتے ہیں کہ اس سے کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا اور اس کا نام ونشان تک پیدا نہیں ہوتا۔ بعض ایسے ہیں کہ کسی خاص مطلب کے متوالے ہوتے ہیں تو اسی کو اپنا عین پا کر اس سے قرب ومعیت پیدا کرتے ہیں۔ مصرعہ آں ایشا نند من چنینم یارب۔ والسلام۔

منہا: حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں کہ ہر ایک شیخ کے آئینے کے دو رخ ہوتے ہیں لیکن میرے آئینے کے چھ رخ ہیں اس میں کلام نہیں کہ آج تک اس بزرگ خانوادہ کے کسی خلیفہ نے اس کلمہ قدسیہ کی شرح بیان نہیں کی بلکہ اشارتاً اور کنایتاً بھی اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ مجھ حقیر وقلیل البضاعتہ کی کیا حیثیت کہ اس کی شرح کی جرات کر سکے اور اس کی کشف کے لیے زبان کھولے لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس معما کا بھید مجھ پر منکشف فرمایا ہے اور کما حقہ اس کی حقیقت مجھ پر ظاہر فرمائی ہے۔ اس واسطے اس پوشیدہ بھید کو بیان کی انگلیوں سے رشتہ تحریر میں پروتا ہوں اور زبان ترجمان سے بھی تقریر میں لاتا ہوں۔ استخارہ کے بعد اور اللہ تعالیٰ سے غلطی سے بچنے اور توفیق کی دعا کر کے شروع کرتا ہوں۔ واضح رہے کہ آئینہ سے مراد عارف کا دل ہے جو روح اور نفس کے مابین برزخ (وسیلہ) ہے آئینے کے دو رخوں سے مراد ایک رخ روح کا اور دوسرا رخ نفس کا لیا ہے جس وقت مشائخ مقام قلب پر پہنچتے ہیں تو ان دونوں رخوں سے وہ علوم ومعارف جو قلب کے مناسب ہوتے ہیں منکشف ہونے لگتے ہیں برخلاف اس کے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز کے طریقہ میں بدایت ہی میں نہایت مندرج ہے۔ اس طریقہ میں آئینہ کے چھ رخ ہو جاتے ہیں اس کی مفصل حقیقت یہ ہے کہ اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں پر منکشف ہو رہے کہ جو کچھ تمام افراد انسانی میں ثابت ہے وہ چھ لطیفوں سے اکیلے دل میں متحقق ہے۔ ان چھ طرفوں سے مراد نفس، قلب، روح، سر خفی، اخفی لیے ہیں۔ باقی تمام مشائخ کی سیر قلب کے ظاہر تک محدود ہے لیکن نقشبندیہ بزرگوں کی سیر قلب کے باطن تک بلکہ اس سیر کے ذریعے اس کے اندرونی سے اندرونی نقطے تک ہے اور انہیں ان چھ لطیفوں کے علوم ومعارف مقام قلب میں منکشف ہوتے ہیں لیکن وہ علوم منکشف ہوتے ہیں جو مقام قلب کے مناسب ہیں یہ ہے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ الاقدس کے کلمہ قدسیہ کا بیان۔ مجھ حقیر کو ان بزرگوں کی برکت سے اور زیادہ تحقیق وتدقیق معلوم ہوئی۔ سو میں اس تحقیق وتدقیق میں سے کچھ اشارتاً اس آیۃ کریمہ کے بموجب واما بنعمۃ ربک فحدث بیان کرتا ہوں۔ واضح رہے کہ قلب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


قلب میں بھی قلب کی طرح لطائف پائے جاتے ہیں لیکن قلب قلب میں یا دائرہ کی تنگی یا کسی اور بھید کی وجہ سے مذکورہ بالا چھ لطیفوں میں سے دو لطیفے بطریق جز ویعنی لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفی ظاہر نہیں ہوتے اور یہی حالت اس دل کی ہے جو تیسرے مرتبے میں ہو کیونکہ اس میں خفی بھی ظاہر نہیں ہوتا اور یہی حالت اس دل کی ہے جو چوتھے رتبہ میں ہو کیونکہ اس میں صرف قلب و روح کا ظہور ہوتا ہے۔ سر کا نہیں ہوتا۔ پانچویں مرتبے میں لطیفہ روح کا بھی ظہور نہیں ہوتا سرف قلب ہی قلب رہ جاتا ہے جو بسیط محض اور نا قابل اعتبار ہے اس موقع پر بعض معارف عالیہ کا معلوم کرنا ضروری ہے تا کہ ان کے ذریعے واضح ہو جاوے کہ نہایت النہایت اور غایت الغایت سے کیا مراد ہے میں ان معارف کو بتوفیق الٰہی بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ جو کچھ عالم کبیر میں مفصل طور پر ظاہر کیا گیا ہے وہ عالم صغیر میں مجمل طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ عالم صغیر سے میری مراد انسان ہے۔ پس جب عالم صغیر کو صیقل کر کے منور کر لیا جاتا ہے تو اس میں آئینے کی طرح عالم کبیر کی تمام چیزیں مفصل دکھائی دینے لگتی ہیں کیونکہ صیقل اور منور کرنے سے اس کا احاطہ وسیع ہو جاتا ہے اس وقت صغیر کا لفظ اس پر عائد نہیں ہوتا اور یہی حالت اس دل کی ہے جس کو عالم صغیر سے وہی نسبت ہے جو عالم صغیر کو عالم کبیر سے ہے جب دل کو صیقل کیا جاتا ہے اور اس سے تاریکی دور ہو جاتی ہے تو اس میں بطریق آئینہ عالم صغیر کی تمام چیزیں مفصل دکھائی دینے لگتی ہیں اور یہی نسبت قلب القلب اور قلب میں ہوتی ہے جو قلب اور عالم صغیر میں ہوتی ہے جب قلب القلب کا تصفیہ کر لیا جاتا ہے تو اس میں تمام چیزیں مفصل طور پر دکھائی دینے لگتی ہیں علیٰ ہذا القیاس دل تیسرے اور چوتھے اور پانچوں مرتبے میں بہ سبب صقالت و نورانیت سابقہ مراتب کی تمام چیزوں کو مفصلاً دکھلانے لگتا ہے اسی طرح جو دل پانچویں مرتبے میں بسیط محض اور نا قابل اعتبار ہوتا ہے جب اسے پورے طور پر صیقل کیا جاتا ہے تو اس میں عالم کبیر، صغیر اور صغر اور بعد کے باقی تمام عوالم کی چیزیں مفصلاً دکھائی دینے لگتی ہیں۔ سو وہ تنگ لیکن سب سے فراخ اور بسیط سے بسیط نہایت چھوٹا لیکن سب سے بڑا ہے اس وصف کی کوئی اور چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کی اس لطیفہ بدیعہ سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مناسبت نہیں رکھتی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ میرے آسمان اور میری زمین میں میری گنجائش نہیں میں صرف اپنے مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں۔

عالم کبیر اگرچہ بلحاظ ظہور نہایت وسیع ہے اور اس کی کثرت و تفصیل کی وجہ سے اسے اس چیز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کے ساتھ جس میں کثرت وتفصیل بالکل نہ ہو کوئی مناسبت نہیں وہ تنگ لیکن بہت وسیع ہے اور بسیط الابسط ہے بہت ہی تھوڑا ہے لیکن ساتھ ہی بہت ہی کثیر بھی ہے جب وہ عارف جو بلحاظ معرفت مکمل اور ازروئے شہود اکمل ہو اس مقام پر پہنچتا ہے جو عزیز الوجود اور شریف رتبہ ہے تو وہ عارف تمام جہاں اور اس کے ظہورات کے لیے بمنزلہ دل ہو جاتا ہے تب اسے ولایت محمدیہ حاصل ہوتی ہے اور دعوت مصطفویہ سے مشرف ہوتا ہے قطب' اوتاد اور ابدال سبھی اس کی ولایت کے دائرہ کی تحت میں داخل ہوتے ہیں اور ہر قسم کے اولیاء اللہ مثلاً افراد و آحاد سبھی اس کے انوار ہدایت کے تحت مندرج ہیں کیونکہ وہ جناب رسول خدا ﷺ کا نائب منائب اور حبیب الٰہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ یہ عزیز الوجود اور شریف نسبت مرادوں میں سے کسی ایک سے مخصوص ہوتی ہیں مریدین کو یہ کمال نصیب نہیں ہوتا یہ بڑی نہایت اور آخری غایت ہے اس کے اوپر کوئی کمال نہیں اور اس سے عمدہ کوئی بخشش نہیں خواہ اس قسم کا عارف ہزار سال بعد پایا جائے تو بھی غنیمت ہے۔ اس کی برکت مدت مدید اور عرصہ بعید تک جاری رہتی ہے ایسے عارف کا کلام بمنزلہ دوا اور اس کی نظر بمنزلہ شفا ہوتی ہے اس آخری امت میں سے انشاء اللہ حضرت مہدی موعود اس نسبت شریفہ پر پائے جائیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے یہ دولت عظمیٰ سلوک وجذبہ کے دونوں رستے بالترتیب وبالتفصیل طے کرنے سے وابستہ ہے نیز فنائے اتم اور بقائے اکمل کو ایک ایک درجہ کر کے حاصل کرنے پر منحصر ہے سو یہ باتیں جناب سرور کائنات ﷺ کی فرمانبرداری کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں آنحضرت ﷺ کی فرمانبرداری و پیروی عنایت فرمائی ہم اللہ تعالیٰ سے آنحضرت کی متابعت کا کمال اس پر ثابت قدم رہنا اور آنحضرت کی شریعت کی استقامت مانگتے ہیں۔ آمین کہنے والے بندے پر اللہ تعالیٰ رحم کرے یہ معارف پوشیدہ اسرار اور مخفی رموز سے ہیں بڑے اولیاء میں سے کسی نے بھی ان کا ذکر نہیں کیا اور بڑے بڑے اصفیاء میں سے کسی نے بھی ان کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان اسرار سے مطلع فرما کر ان کے ظاہر کر دینے کا حکم فرمایا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

اگر بادشاہ بردر پیر زن — بیاید تواے خواجہ سبلت مکن

اللہ تعالیٰ کی قبولیت کسی شے یا سبب پر منحصر نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلٰى

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جَمِیۡعِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلَی الۡمَلٰئِکَۃِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَعَلٰی عِبَادِہِ الصَّالِحِیۡنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی وَالۡتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الۡمُصۡطَفٰی عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

منہیا: روح بھی چونکہ عالم بیچونی سے ہے اس واسطے اس کے لیے بھی لامکان ہونا متحقق ہے لیکن اس کی بیچونی بمقابلہ وجوب ذات حق عین چوں ہے اور اس کا لامکان ہونا حقیقی لامکان کی لامکانیت کے سامنے عین مکانیت ہے گویا عالم ارواح اس عالم اور مرتبہ بیچونی کے مابین برزخ ہے چونکہ روح میں دونوں رنگ پائے جاتے ہیں۔ اس واسطے عالم بیچون اسے بے چون جانتے ہیں لیکن اصلی بیچون کے مقابلہ میں عین چون ہے یہ برزخ ہونے کی نسبت اسے اس کی اصلی فطرت کے اعتبار سے حاصل ہے لیکن جب اس (روح) کا تعلق اس کا ایک ہیکل اور قفس عنصری سے ہو جاتا ہے تو عام برزخیت سے نکل کر بالتمام عالم چوں میں اتر آتا ہے اس واسطے بیچونی کا رنگ اس سے جاتا ہے اس کی مثال ہاروت کی سی ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ارواح ملائکہ بعض خاص مصلحت کے لیے بشریت کی پستی میں اترے ہیں پس اگر عنایت الٰہی مدد کرے اور اس سفر سے لوٹ کر اپنی اصلی جگہ جاتے جو درحقیقت تنزل سے عروج ہے تو تاریک نفس اور بدن عنصری بھی اس کی متابعت سے ضرور عروج حاصل کریں گے اور منزلیں طے کرلیں گے اس ضمن میں وہ مقصود بھی ظاہر ہو جائے گا جو روح کے تعلق اور اس کے نزول سے مطلوب تھا نفس امارہ نفس مطمئنہ بن جائے گا اور ظلمانی نورانی سے بدل جائے گا جب روح اس سفر کو ختم کر لیتا ہے اور نزول کے مقصود کو انجام تک پہنچا لیتا ہے تو اصلی برزخیت پر پہنچتا ہے اور نہایت بدایت کی طرف لوٹتے وقت حاصل کرتا ہے چونکہ قلب بھی عالم ارواح سے ہے اس واسطے اسے بھی برزخیت میں وطن نصیب ہوتا ہے اور نفس مطمئنہ بھی جو عالم امر کا رنگ رکھتا ہے کیونکہ وہ قلب و بدن کے مابین برزخ ہے اس جگہ اقامت کرتا ہے اور بدن عنصری جو اربعہ عناصر کا بنا ہوا ہے عالم کون و مکان میں قرار پکڑتا ہے اور طاعت و عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے بعد ازاں اگر سرکشی اور مخالفت واقع ہوتی ہے تو اسے عناصر کی طبیعتوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مثلاً جزو ناری جو بالذات سرکش اور مخالفت طلب ہے ابلیس لعین کی طرح انا خیر منہ میں اس سے اچھا ہوں پکارے گا۔ نفس مطمئنہ سرکشی سے باز آچکا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے سو جو ایک دوسرے سے راضی ہوں ان میں سرکشی کا خیال تک نہیں ہوتا اگر سرکشی ہے بھی تو قالب سے شاید جناب سرور کائنات ﷺ نے اس شیطانی سرکشی کو جہاد اکبر سے تعبیر فرمایا ہو کیونکہ اس کی پیدائش بھی جزو قاسی ہے اور یہ جو فرمایا ہے اَسۡلَمَ شَیۡطَانِیۡ اس سے مراد یہی ہے کہ شیطان نے اسلام قبول کیا۔ یا تو شیطان ظاہری ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جو آنحضرت ﷺ کا قرین ہے لیکن جہاد اکبر والی حدیث میں اندرونی شیطان سے مراد ہے اگرچہ اس شیطان کی شان وشوکت کو بھی توڑا ہوا ہے اور وہ سرکشی سے باز آیا ہوا ہے لیکن پھر بھی جو شے کسی کی ذات میں داخل ہو وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتی سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگاست یا اس سے مراد اندرونی شیطان ہے اس کے اسلام قبول کرنے سے لازم آتا ہے کہ اس نے سرکشی بالکل ترک دی ہو باوجود اسلام کے اگر عزیمت کو ترک کر کے رخصت کا مرتکب ہو تو جائز ہے اور اگر کوئی ایسا صغیرہ سرزد ہو جس میں نیکی نہ ہو تو بھی اس کی گنجائش ہے بلکہ نیکوں کی نیکیاں مقربوں کے نزدیک برائی میں داخل ہیں۔ یہ بھی اسی قسم سے ہے یہ سب سرکشی کی قسمیں ہیں یہ سرکشی جو تھوڑی بہت اس میں باقی رہتی ہے وہ اس کی اصلاح وترقی کے لیے ہے کیونکہ ان امور کے حاصل ہو جانے کے بعد جن میں کمی کا انتہائی درجہ ترک کے حصول سے بہتر ہے ایسی ندامت پشیمانی توبہ اور استغفار ہاتھ آتی ہے جو بے نہایت ترقیوں کا موجب ہوتی ہے جب بدن عنصری اپنی جائے قرار میں آجاتا ہے تو لطائف ستہ کی جدائی اور ان کے عالم امر میں چلے جانے کے بعد اس جہان میں ان کا خلیفہ بلا شک وشبہ یہی بدن رہ جاتا ہے اور یہی ان سب کے کام کرتا ہے بعد ازاں اگر الہام ہوتا ہے تو گوشت کے اسی ٹکڑے کو جو حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے اور اس حدیث نبوی مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ جو شخص اخلاص سے چالیس دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں میں قلب سے مراد واللہ اعلم یہی گوشت کا ٹکڑا ہے دوسری حدیثوں میں بھی یہی مراد مقرر ہے جیسا کہ جناب سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں اِنَّهٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ بے شک میرے دل پر پردہ کیا جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پردہ اگر ڈھانپا ہوا ہے تو اس گوشت کے ٹکڑے پر نہ کہ حقیقت جامعہ پر کیونکہ وہ تو بالکل پردے سے بری ہے دوسری حدیثوں میں دل کے پلٹنے کا ذکر آیا ہے چنانچہ جناب سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ الخ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے مابین ہے نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ کَرِیْشَةٍ فِیْ اَرْضِ فَلَاةٍ مومن کا دل بیابان کے گھاس کی طرح ہے نیز فرمایا ہے اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِکَ اے معبود میرے دل کو اپنی طاعت پر ثابت رکھنا' پلٹنا اور عدم اسی گوشت کے ٹکڑے کیلئے ہے کیونکہ حقیقت جامعہ ہرگز نہیں پلٹتی اس واسطے کہ وہ راسخ ومطمئن ہے جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دل کے واسطے اطمینان کی درخواست کی تو اس وقت آپ کی مراد اسی گوشت کے ٹکڑے سے تھی نہ کہ کسی اور چیز سے کیونکہ آپ کا حقیقی دل تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بلا شک وشبہ مطمئن تھا بلکہ آپ کا نفس بھی آپ کے حقیقی قلب کی سیاست کی وجہ سے مطمئن تھا عوارف المعارف کے مصنف قدس سرہ فرماتے ہیں کہ الہام اسی نفس مطمئنہ کی صفت ہے جو مقام قلب تک عروج کر گیا ہو اور بے شک تلون وتقلب نفس مطمئنہ کی صفات ہیں اور یہ جیسا کہ تم دیکھتے ہو مذکورہ بالا حدیثوں کیخلاف ہے اگر اس مقام سے جس کا ذکر شیخ صاحب نے لکھا یہ عروج حاصل ہو اس واسطے کہ شیخ نے جب سے اس کی حقیقت معلوم کر لی ہے اب جو کچھ میں نے کہا ہے کہ اس کی صداقت بھی تم پر عیاں ہو گئی ہو گی کیونکہ کشف الہام اور اخبارات نبویہ میں باہمی مطابقت ہو گئی ہے اور یہ بھی تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ اسی گوشت کے ٹکڑے پر الہام ہوتے ہیں اور یہی خلیفہ ہے اور اسی کے احوال بدلتے رہتے ہیں اگر میرا کہنا بالفرض ہٹ دھرم اور اصل حقیقت سے قاصر و جاہل لوگوں کو ناگوار گزرے تو حدیث نبوی کا ان کے پاس کیا جواب ہے خود جناب سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ فِی جَسَدِ بَنِی اٰدَمَ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ اس میں شک نہیں کہ بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ سنورا ہوا ہو تو سارا جسم سنورا ہوا ہوتا ہے اور جب اس میں بگاڑ ہو تو تمام جسم میں بگاڑ ہوتا ہے اور وہ دل ہے آنحضرت ﷺ نے مبالغہ کے طور پر فرمایا ہے کہ دل وہ ہے اور سارے جسم کا سنورنا بگڑنا اسی کے سنورنے بگڑنے پر منحصر ہے سو سنوار بگاڑ گوشت کے ٹکڑے کیلئے ہے نہ کہ قلب حقیقی کیلئے خواہ نیابت اور خلافت کے طریق پر ہی ہو واضح رہے کہ جب روح جسم سے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا مرنے سے پہلے مر جاؤ والی موت کے سبب جدا ہو جاتی ہے تو عارف واصل اپنی روح کو نہ جسم میں داخل اور نہ اس سے خارج نہ اس سے ملی ہوئی اور نہ اس سے جدا پاتا ہے اسے اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ روح اور جسم کا یہ تعلق اس واسطے ہے کہ جسم کی بھی اصلاح ہو جائے اور روح بھی اپنے اصلی کمال پر پہنچ جائے اور اس تعلق کا منشا یہی ہے کہ نیکی اور بہتری ہو جائے اگر یہ تعلق نہ ہوتا تو جسم سارے کا سارا شریر اور ناقص رہ جاتا اور یہی حالت ہے واجب تعالیٰ کی روح وغیرہ کے ساتھ کہ ذات حق نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج نہ اس سے ملی ہوئی ہے اور نہ اس سے جدا۔ اللہ تعالیٰ کو جہان سے پیدا کرنے باقی رکھنے کمالات کا فیض پہنچانے اور نعمت اور نیکیوں کیلئے مستعد بنانے کا تعلق ہے اگر تم یہ کہو کہ علماء اہل حق نے روح کے بارے میں اس قسم کا کلام نہیں کیا بلکہ ایسا کرنے کو جائز ہی نہیں فرمایا اور آپ ہر چھوٹی بڑی بات میں ان کی موافقت کو لازم جانتے ہیں پھر آپ کے اس طرح کلام کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روح کی حقیقت جاننے والے عالم بہت کم ہیں انہوں نے کمالات روح کے کشف کے متعلق مفصل کچھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


نہیں لکھا بلکہ مجمل طور پر لکھنے پر اس واسطے اکتفا کی ہے کہ عوام الناس چونکہ اس کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے ایسا نہ ہو کہ الٹا گمراہی میں پڑ جائیں بیشک کمالات روحی کمالات وجوبیہ کی شبیہ اور صورت ہیں ان میں ایک باریک فرق ہے جسے صرف علمائے راسخ ہی جانتے ہیں اس لیے انہوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ اس کی حقیقت کو مجمل بیان کیا جائے یا بالکل نہ بیان کیا جائے لیکن وہ روح کے مذکورہ بالا کمالات کے منکر نہیں میں نے جو روح کے بعض خواص منکشف کیے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اور جناب سرور کائنات ﷺ کے صدقے کشف صریح اور علم صحیح حاصل ہے اور ساتھ ہی مجھ سے وہ شبہ دور کر دیا گیا ہے جو بیان کرنے سے روکتا ہے اب غور و فکر کرو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جس طرح جسم کو روح سے بے شمار فوائد حاصل ہوئے ہیں اسی طرح روح کو بھی جسم سے بڑے بڑے فوائد پہنچے ہیں چنانچہ جسم ہی کی حرکت سے اسے سننے دیکھنے بات کرنے مجسم ہونے مختلف افعال کرنے اور عالم اجتہاد سے مناسب ہونے کی طاقت نصیب ہوئی جب نفس مطمئنہ روحانیوں سے مل جاتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تو عقل اس کے بجائے اس کا خلیفہ بن کر عالم اجتہاد میں بیٹھتی ہے اور اس کا نام عقل معاد ہو جاتا ہے اس وقت اس کی تمام سوچ بچار صرف آخرت کے لیے محدود ہو جاتی ہے دنیاوی زندگی کے اسباب کی طرف سے فارغ ہو جاتی ہے اور جو نور اسے عطا ہوا ہے اس کے سبب فراست کے لائق ہو جاتی ہے یہ مرتبہ کمالات عقل کا انتہائی مرتبہ ہے ناقص یہاں پر یہ اعتراض نہ کرے کہ کمالات عقل کا انتہائی مرتبہ نسیان معاش و معاد میں متحقق ہونا چاہئے کیونکہ شروع میں اسے سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے اور کسی کا خیال و اندیشہ نہیں ہوتا کیا دنیا کیا آخرت دونوں کی طرف سے فارغ ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسیان و فراموشی اسے اثنائے راہ میں مرتبہ فنا فی اللہ پر پہنچ کر حاصل ہوئی اور یہ کمال اس سے بدرجہا متجاوز ہے یہاں حصول جہلی کے بعد رجوع علم تحقیق جمع کے بعد فرق کا لوٹ آنا اور مرتبہ جمع کے کفر طریقت کے بعد اسلام حقیقی حاصل ہوتا ہے کہ تہ اندیش اور احمق فلسفیوں نے عقل کے چار مراتب ثابت کر کے انہیں پر اس کے کمالات کا انحصار رکھا ہے یہ ان کی کمال نادانی ہے عقل کی حقیقت اور اس کے کمالات کا اندازہ عقل و وہم سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس مطلب کے لیے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے جو انوار نبوت کی مشکوٰۃ سے مقتبس ہوں اگر یہ پوچھیں کہ مشائخ نے جو عقل کو روح کا ترجمان لکھا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ علوم و معارف جو روحانی تلقی کے باعث مبداء فیاض سے حاصل ہوتے ہیں انہیں قلب جو کہ عالم ارواح سے ہے اخذ کرتا ہے ان کا ترجمان عقل ہے کہ ان کو جہان کے عالم خلق کے گرفتاروں کی سمجھ کے لائق بناتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے کیونکہ اگر وہ ترجمانی نہ کرے تو ان کا سمجھنا مشکل بلکہ محال ہو جاتا ہے چونکہ دل گوشت کا لوتھڑا قلبی حقیقت جامعہ کا خلیفہ ہے اس واسطے وہ اصل کی طرح ہو گیا ہے اس کی تلقی بھی روحانی تلقی ہو گئی ہے اس واسطے اسے ترجمان کی ضرورت ہوئی ہے واضح رہے کہ عقل معاد پر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جو نفس مطمئنہ کی ہم سائیگی کے شوق کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ نفس مطمئنہ کو اس کے مقام تک پہنچاتا ہے اور جسم کو خالی چھوڑتا ہے اس وقت تعلق تذکر و تعقل بھی قلبی ٹکڑے میں قرار پکڑتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ" صاحب قلب کے لیے اس میں ذکر ہے وہی قلب خود آپ ہی اپنا ترجمان ہو جاتا ہے اس وقت عارف کو قالب سے پالا پڑتا ہے ناری جزو جس کے وجود سے "انا خیر منه" میں اس سے اچھا ہوں کی آواز نکلتی تھی فرمانبردار ہونے لگتا ہے اور ہوتے ہوتے اسلام حقیقی کے شرف سے مشرف ہو جاتا ہے تب ابلیسی جامہ اس سے اتار کر نفس مطمئنہ کے اصلی مقام میں پہنچاتے ہیں اور اس کا نائب مناب بنا دیتے ہیں پس قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ یہی گوشت کا ٹکڑا ہے اور نفس مطمئنہ کا نائب مناب جزو ناری ہے۔

مصرعہ: زرشد مس وجود من از کیمیائے عشق جزو ہوائی رو سے مناسبت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ سالک جب مقام ہوا تک عروج کر جاتا ہے تو اسی ہوا کو حقانیت کا عنوان جاننے لگتا ہے اور اسی میں گرفتار رہتا ہے چنانچہ مقام روح میں بھی یہی شہود ہاتھ آتا ہے اور اس میں گرفتار رہتا ہے۔ ایک شیخ نے فرمایا ہے کہ میں تیس سال روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا لیکن جب اس مقام سے مجھے عبور حاصل ہوا تو حق و باطل میں تمیز ہوگئی یہ جزو ہوائی مقام روحی کی مناسبت کے سبب اس قالب میں روح کا قائم مقام ہوتا ہے اور بعض امور میں روحی ہی کا کام دیتا ہے۔ جزو آبی حقیقت جامعہ قلبیہ سے مناسبت رکھتا ہے اسی واسطے اس کا فیض تمام اشیاء کو پہنچتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ "ہم نے پانی سے تمام چیزوں کو زندہ کیا ہے اس کی بازگشت بھی یہی قلبی گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جزو خاکی جو اس قالب کا جزو اعظم ہے اپنی ذات صفات آلودگی کمینگی اور خست سے پاک ہو کر اس غالب میں قالب و حاکم بن جاتا ہے۔ قالب میں ہر طرح کا حکم اسی کو حاصل ہوتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کرتا ہے۔ یہ بات اسے خاک کی جامعیت تامہ کے سبب حاصل ہوتی ہے۔ تمام اجزائے قالب درحقیقت اسی کے اجزاء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کرہ زمین تمام عناصر افلاک کا مرکز ہے اور کرہ زمین کا مرکز تمام جہان کا مرکز ہے اس وقت قالب کا معاملہ بھی انجام تک پہنچ جاتا ہے اور عروج و نزول کا انتہائی درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور اعلیٰ درجہ کی تکمیل نصیب ہو جاتی ہے یہ ہے وہ نہایت جو بدایت کی طرف رجوع رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ روح معہ اپنے توابع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


و مراتب گو بطریق عروج اپنی جائے قرار پہنچ چکی ہو لیکن چونکہ ابھی اسے قالب کی تربیت کرنا ہوتی ہے اس واسطے اس جہان کی طرف اس کے لیے متوجہ ہونا ضروری تھا۔ سو جب قالب کا معاملہ انجام تک پہنچ جاتا ہے تو روح معہ سر، خفی، اخفیٰ، قلب نفس اور عقل جناب باری کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اس قلب سے بالکل منہ پھیر لیتی ہے۔ اس وقت قالب بھی ہمہ تن مقام عبودیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے پس روح معہ اپنے مراتب کے شہود و حضور کے مقام میں جگہ پکڑتی ہے اور غیر حق کی دید و دانش سے بالکل منہ پھیر لیتی ہے اور قالب سر بسر مقام طاعت و بندگی میں راسخ ہو جاتا ہے۔ اس مقام کو ''فرق بعد الجمع'' وصال کے بعد جدائی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی لذت کی توفیق عنایت کرتا ہے مجھے اس مقام میں خاص قدم حاصل ہے اور اس خاص قدم سے مراد روح کا مع اپنے مراتب کے عالم خلق کی طرف لوٹنا ہے تاکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف بلائے اس وقت روح بمنزلہ قالب ہوتی ہے اور اس کی تابع ہوتی ہے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ اگر قالب حاضر ہے تو روح بھی حاضر ہے اگر قالب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے مگر نماز کے وقت خواہ قالب غافل ہی ہو روح مع اپنے مراتب بارگاہ قدس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اس واسطے نماز مومن کی معراج ہے۔ واضح رہے کہ یہ رجوع واصل جو بالتمام واقع ہوتا ہے دعوت کا سب سے کامل مقام ہے۔ یہ غفلت جمع کثیر کے حضور کا سبب ہے۔ غافلوں کو اس غفلت کی خبر نہیں اور حاضروں کو اس رجعت کا علم نہیں۔ یہ مقام بظاہر برا لیکن بباطن اچھا ہے۔ ہر ایک کوتہ اندیش اسے نہیں سمجھ سکتا اگر میں اس غفلت کے کمالات بیان کروں تو کوئی شخص بھی حضور کی آرزو نہ کرے۔ یہ غفلت ہے جس نے خواص بشر کو خواص ملک پر فضیلت دی۔ یہ وہ غفلت ہے جس کے سبب جناب سرور کائنات ﷺ رحمت عالمیان بنے یہ وہ غفلت ہے جو ولایت سے نبوت تک پہنچاتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے جو نبوت سے رسالت تک لے جاتی ہے یہ وہ غفلت ہے جو اولیائے عشرت کو اولیائے عزلت پر زیادتی بخشتی ہے یہ وہ غفلت ہے جو جناب سرور کائنات ﷺ کو صدیق اکبر پر سبقت دیتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے جو ہوش کو مستی پر ترجیح دیتی ہے یہ وہ غفلت ہے جو نبوی کو ولایت سے افضل بناتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے جس کے سبب قطب ارشاد قطب ابدال سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ غفلت ہے جس کی آرزو صدیق اکبر کیا کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں **یَا لَیْتَنِیْ صَحْوُ مُحَمَّدٍ** کاش محمد کی سی ہوش مجھے نصیب ہوتی۔ یہ وہ غفلت ہے کہ حضور اس کا ایک ادنیٰ خادم ہے یہ وہ غفلت ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیش خیمہ ہے یہ وہ غفلت ہے کہ بظاہر تنزل ہے لیکن حقیقت میں عروج ہے یہ وہ غفلت ہے جس سے خواص پر عوام کا شبہ پڑتا ہے اور ان کے کمالات کے قبول

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


میں پھرتی ہے۔ ع۔ اگر بگویم شرح این بیحد شود۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے اور سمندر میں سے قطرہ کے مطابق لکھا گیا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا۔

منہیا: حضرت ختم المرسلین ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام میں تجلی ذاتی سے ممتاز ہیں اور اس دولت سے جو تمام کمالات سے بڑھ کر ہے مخصوص ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے کامل تابعین کو بھی اس خاص مقام سے مفاد حاصل ہوتا ہے لیکن یاد رکھنا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امت محمدی کے کامل باقی تمام انبیاء سے افضل ہیں یہ اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کے سراسر خلاف ہے یہ فضیلت جزئی نہیں کہ اس سے شبہ رفع ہو سکے بلکہ کلی ہے کیونکہ مردان خدا کو بسبب قرب الٰہی فضیلت حاصل ہوتی ہے اور جو فضیلت سے کم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنے سے کہ اس امت کے کامل آدمیوں کو اس فضیلت سے نصیبہ حاصل ہے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس مقام کے واصل ہیں کیونکہ نصیبہ حاصل ہونے اور واصل ہونے میں بڑا فرق ہے فضیلت واصل ہونے پر حاصل ہوتی ہے اس امت کے کاملوں کا انتہائی عروج اقدام انبیاء علیہم السلام کے نیچے تک ہے چنانچہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء کے بعد تمام بنی نوع انسان سے افضل ہیں کا انتہائی عروج قدم نبی کے تلے تک ہے جو تمام انبیاء سے ادنیٰ ہے۔ آمدم برسر مطلب اس امت کے کامل تابعین کو مقام تحت میں پیغمبروں کے مخصوصہ مقام فوق الفوق کے کمالات سے نصیبہ حاصل ہوتا ہے۔ خادم خواہ کہیں ہوا ہے مخدوم کا پس خوردہ پہنچ رہتا ہے۔ دور کا خادم مخدوم کے طفیل سے وہ چیز حاصل کر سکتا ہے جو خدمت کی دولت کے بغیر نزدیکوں کو بھی ہاتھ نہیں آئی۔

درقافلہ کہ اوست دانم نرسم ایں بس کہ رسد زدور بانگ جرسم

واضح رہے کہ کبھی مریدوں کو اپنے پیروں کے حق میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے چنانچہ جب وہ پیروں کے مقامات حاصل کر لیتے ہیں تو خیال کرنے لگتے ہیں کہ ہم اور ہمارے پیر برابر ہیں لیکن معاملہ کی اصل حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے برابری اسی واسطے ہوئی جب اس مقامات پر پہنچ جائیں نہ کہ حاصل ہو جائیں کیونکہ حصول طفیلی ہے اس سے یہ بھی خیال کرنا چاہئے کہ مرید اپنے پیر کے مساوی نہیں ہوتا ایسا نہیں ہوتا بلکہ مساوی ہونا جائز ہے اور ایسا ہوا ہے لیکن کسی خاص مقام کے حصول اور اس کے وصول میں بڑا باریک فرق ہے ہر مرید کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی۔ اس فرق کو معلوم کرنے کے لیے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ بِالصَّوَابِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



منہیا: ایک درویش نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے کہ سالک طریقت پر ایسی حالت بھی آتی ہے کہ عرصہ نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے کہ بعدازاں پوشیدہ ہو جاتا ہے مدت بعد پھر وہی حالت ظاہر ہوتی ہے پھر عرصے بعد پوشیدہ ہو جاتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی میں سات لطیفے ہیں ہر ایک لطیفے کی مدت سلطنت جدا جدا ہے۔ پس اگر کوئی قوی حالت ان میں سے نہایت لطیف پر نزول فرمائے تو سالک کی کلیت اس لطیفے کے رنگ میں رنگی جاتی ہے اور وہ حال تمام لطائف میں سرایت کر جاتا ہے اور جتنی اس لطیفے کی مدت سلطنت مقرر ہوتی ہے اتنا عرصہ وہ حالت قائم رہتی ہے جب وہ عرصہ گزر جاتا ہے تو وہ حالت بھی زائل ہو جاتی ہے مدت بعد اگر پھر وہی حالت طاری ہو جائے تو دو حال سے خالی نہیں یا پھر اسی پہلے لطیفے پر لوٹ آتا ہے اس وقت راہ ترقی سالک کے لیے مسدود ہو جاتی ہے یا دوسرے لطیفے پر وارد ہو رہے ہے۔ اس صورت میں ترقی کی راہ کھل جاتی ہے اور دوسرے لطیفے میں بھی پہلے لطیفے کی سی حالت طاری ہوتی ہے پھر اس حالت کے زائل ہونے کے بعد اگر وہی حالت طاری ہو تو مذکورہ بالا دو حالتوں سے خالی نہیں اسی طرح سارے لطائف میں یہ حالت ہوتی ہے پس اگر وہ وارد تمام لطائف میں بطریق اصالت سرایت کرے تو ایک مقام سے دوسرے میں منتقل ہوتا ہے اور زوال سے محفوظ رہتا ہے اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو اچھی طرح جانتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِهِ الْاَطْهَرِ۔

منہیا: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہارا رزق مقرر کیا اس میں سے پاکیزہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔ اگر تم اسی کی پرستش کرتے ہو ممکن ہے کہ یہ کھانے کے حکم کی قید من طیبات مارزقنا کم یعنی لذیز چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہارے لیے بطور رزق مقرر کی ہیں۔ بشرطیکہ تم بذریعہ عبادت اسے مخصوص اور درست کرلو اگر تم اسے درست نہ کرو بلکہ لہو ولعب میں مشغول ہو تو ملذ ذ اشیاء کا استعمال نہ کرو کیونکہ تم مرض باطنی میں مبتلا ہو اور ملذ ذ اشیاء تمہارے لیے زہر قاتل ہیں جب تم سے باطنی مرض زائل ہو جائے تو پھر تمہارے لیے ملذ ذ اشیاء کا استعمال درست ہو سکتا ہے۔ صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ طلب شکر کو ملحوظ رکھتے ہوئے طیبات سے مراد لذیز اشیاء ہیں۔

منہیا: بعض مشائخ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَضُرُّهٗ ذَنْبٌ " جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہنچا لیتا ہے اسے گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یعنی وہ گناہ جو خدا شناسی حاصل ہونے سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



پہلے سرزد ہوئے تھے کیونکہ اسلام تمام ان باتوں کو قطع کر دیتا ہے جو اس سے پہلے ظہور میں آئی ہوں۔ اسلام کی حقیقت سے مراد صوفیاء کے طریقے کے موافق فنا و بقا حاصل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی شناخت کا حاصل ہونا ہے سو ایسی خدا شناسی ان تمام گناہوں کو جو اس سے پہلے سرزد ہوئے ہیں، زائل کر دیتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں گناہ سے مراد وہ گناہ ہوں جو اس معرفت کے بعد سرزد ہوئے ہوں اور ان سے مراد گناہ صغیرہ ہوں کیونکہ اولیاء اللہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ صغیرہ گناہ اس واسطے نقصان نہیں دے سکتے کہ انہیں چھپایا اور جس وقت کوئی صغیرہ ظہور میں آتا ہے اسی وقت توبہ و استغفار سے اس کا تدارک کیا جاتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں کہ خدا شناسی کے بعد اس سے کوئی گناہ سرزد ہی نہیں ہوتا کیونکہ جب گناہ صادر ہی نہ ہوگا تو نقصان کیونکر پہنچا سکے گا۔ یوں سمجھو کہ لازم کا ذکر کر کے ملزوم مراد لیا ہے ملحدوں نے اس عبارت کے جو یہ معنی نکالے ہیں کہ عارف کے لیے گناہوں کا ارتکاب وسیع ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ محض باطل اور صریح بے دینی ہے۔ یہ لوگ شیطانی گروہ ہیں۔ سنو شیطانی گروہ ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں اے پروردگار ہدایت عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو معرفت عنایت فرما اور اپنی طرف سے رحمت عطا کر واقعی تو بہت بخشنے والا ہے" صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَسَلَّمَ وبارک "وسیع مغفرت والے حق اللہ تعالیٰ سے ہم امید کرتے ہیں کہ حقیقت اسلام سے واقف عارف کو خدا شناسی حاصل ہونے سے پہلے کے گناہ نقصان و تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے خواہ وہ گناہ مظالم و حقوق عبادت کے متعلق ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور بندوں کے دل اس کی دو انگلیوں کے مابین ہیں جس طرح چاہتا ہے انہیں الٹتا پلٹتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مطلق اسلام سے مظالم و حقوق العباد کے سوا باقی گناہ منقطع ہو جاتے ہیں کسی چیز کی حقیقت اور اس کی کمالیت کیلئے زیادتی ہوتی ہے نہ کہ اس کے مطلق کے لیے۔

منہا: حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات سے موجود ہے نہ کہ وجود سے اس کے برخلاف تمام موجودات وجود سے موجود ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے لیے وجود کا ہونا لازم نہیں۔ اگر حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی موجودیت کے لیے وجود کا محتاج ہوتا تو ہمیں وجود کی عینیت کا قائل ہونا پڑتا اور اس کے ثبوت کے لیے بڑی لمبی چوڑی دلیلیں دینی پڑتیں اور ایسا کرنے میں ہم جمہور اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرتے کیونکہ یہ بزرگ عینیت وجود کے قائل نہیں بلکہ وجود کو زائد خیال کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ وجود کی زیادتی سے واجب الوجود کو غیر احتیاج لازم آتی ہے اگر زائد وجود سے واجب تعالیٰ کو موجود کہیں اور جزئیات کو وجود کہیں اور اس وجود کو عرض عام فرض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



کریں تو بھی اہل حق جمہور متکلمین کی بات درست ہوتی ہے اور احتیاج کا اعتراض جو مخالف لوگ کرتے ہیں بالکل دور ہو جاتا ہے۔ واجب تعالیٰ کو اپنی ذات سے موجود رکھنے اور اس میں وجود کو بالکل دخل نہ دینے میں اور اس وجود کو عین ذات ثابت کرنے میں بڑا واضح فرق ہے یہ معرفت وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مخصوص فرمایا۔ اس بات کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ۔

منہیا: حضرت واجب الوجود کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ اپنی ذات سے موجود ہے اور اس موجودیت میں وجود کا مطلق محتاج نہیں خواہ وجود کو عین ذات فرض کریں۔ خواہ ذات پر زائد برابر ہے۔ دونوں طرح ہی عینیت اور زیادتی خطرناک لازم آتی ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت یونہی جاری ہے کہ جو چیز مرتبہ وجوب میں ہے اس کا نمونہ ہر مرتبہ امکان میں ظاہر کرتا ہے۔ خواہ وہ کسی کو معلوم ہو یا نہ ہو اسی طرح کا اس خاصہ کا نمونہ عالم امکان میں وجود کو بنایا ہے کیونکہ وجود گو موجود نہیں لیکن تاہم معقولات ثانویہ سے ضرور ہے لیکن اگر ہم اس کے وجود کو فرض کر بھی لیں تو بھی وہ اپنی ذات سے موجود ہوگا نہ کہ کسی اور وجود سے جیسا کہ عام طور پر مخلوق ہے یعنی عام مخلوق موجودیت کیلئے سے وجود کی محتاج ہے کیونکہ مخلوق کی موجودیت کیلئے اس کی ذات ہی کافی نہیں بلکہ وجود کی ضرورت پڑتی ہے پس جبکہ ایسا وجود جسے چیزوں کی موجودیت میں مدخل بنایا ہے اگر وہ موجود ہوگا تو اپنی ذات سے موجود ہوگا اور کسی اور وجود کا محتاج نہ ہوگا تو کیا تعجب ہے کہ موجودات کا خالق مستقل طور پر اپنی ذات سے موجود ہو اور وجود کا بالکل محتاج نہ ہو دور افتادوں کا اس بات کو بعید از عقل خیال کرنا خارج از بحث ہے سو اللہ تعالیٰ ملہم بالصواب ہے اگر کوئی یہ کہے کہ امام ابوالحسن اشعری کے پیرو حکما اور بعض صوفی ذات الٰہی کے لیے عینیت وجود کے قائل نہیں ان کی مراد بھی وہی ہے جو آپ نے بیان فرمائی ہے کہ واجب الوجود اپنی ذات سے موجود ہے۔ نہ کہ وجود سے تو اس کا جواب میں دوں گا۔ کہ اس لحاظ سے تو وہ اہلسنت سے متفق الرائے ہیں کیونکہ اگر مخالف ہوتے تو اہل حق یہ کہتے کہ حق تعالیٰ وجود سے موجود ہے نہ کہ ذات سے اس پہلو سے تو زیادتی وجود کا اثبات زائد ہے پس زیادتی وجود کا اثبات اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں فریق نفس وجود کے بارے میں مختلف الرائے ہیں مگر ان کا اختلاف رائے ہے تو حق تعالیٰ کے وصف کے بارے میں ہے جو عینیت وزیادتی ہے یعنی دونوں فریق اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ وجود سے موجود ہے۔ صرف اختلاف ہے تو عینیت وزیادتی کا ہے اگر یہ نہیں کہ جب واجب الوجود اپنی ذات سے موجود ہے پھر واجب تعالیٰ کو موجود کہنے کے کیا معنی؟ موجود اسی کو کہتے ہیں جس کا کہ؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



وجود نہیں اور یہاں وجود کا ذکر تک نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی وہ وجود جس سے ذات حق موجود ہو واجب تعالیٰ میں مفقود ہے لیکن جو وجود بطور عرض عام ذات حق کے لیے کہا جاتا ہے اور بطریق اشتقاق گمان کیا جاتا ہے اگر اس کے قیام کے لحاظ سے واجب الوجود کو موجود کہیں تو اس میں گنجائش ہے اور اس سے کسی قسم کا استحالہ لازم نہیں آتا۔ والسلام۔

منہیا: میں ایسے خدا کی ہرگز پرستش نہیں کرتا جو شہود کے احاطہ میں آجائے دکھائی دے معلوم ہو جائے اور وہم وخیال میں سما سکے۔ کیونکہ ظاہر ہونے والا دکھائی دینے والا معلوم ہو جانے والا۔ وہم وقیاس اور خیال میں آنے والا شاہد دیکھنے والا عالم۔ وہم وخیال کرنے والے کی طرح مخلوق ومحدث ہوتا ہے۔ مصرعہ آں لقمہ کہ درو ہاں نگنجد طلبم سیر وسلوک کی اصلی غرض پردوں کا پورا آنا ہے خواہ وہ حجاب وجوبی ہوں یا امکانی حتیٰ کہ بلا پردہ وصل میسر ہو جائے نہ یہ کہ مطلوب کو قید میں لا کر شکار کریں۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ۔۔۔ کایں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

باقی رہا کہ آخرت میں دیدار حق ہوگا سو اس پر ہمارا ایمان ہے لیکن ہم اس کی کیفیت اس واسطے بیان نہیں کرتے کہ عوام الناس اسے نہیں سمجھ سکتے خواص اسے سمجھ سکتے ہیں کیونکہ انہیں دیدار الٰہی دنیا میں بھی نصیب ہوتا ہے گو اسے دیدار نہ ہی کہا جائے۔ **والسلام علی من تبع الهدی**

منہیا: جو چیز دید ودانش میں آسکتی ہے وہ تقیید اور اطلاق کے معیار سے گری ہوئی ہے لیکن مطلوب وہ ہے جو تمام قیود سے منزہ مبرا ہو بس اسے دید ودانش کے علاوہ ڈھونڈنا چاہئے یہ معاملہ نظر عقل کے طور سے پرے ہے کیونکہ عقل دید ودانش کے پرے ڈھونڈنا محال جانتی ہے۔

راز دردن پردہ زرندان مست پرس ۔۔۔ کیں حال نیست صوفیئے عالی مقام را

منہیا: مطلق اپنے اطلاق کے معیار پر ہے کسی قسم کی قید کا اس میں دخل نہیں لیکن چونکہ مقید کے آئینے میں ظاہر ہوتا ہے اس واسطے اس کا عکس اس آئینے کے موافق رنگا جاتا ہے اور مقید ومحدود دکھائی دیتا ہے۔ اس واسطے وہ دید ودانش میں آتا ہے اگر ہم دید ودانش پر اکتفا کریں تو گویا ہم اس مطلوب کے ایک عکس پر اکتفا کرتے ہیں۔ بلند اشخاص اخروٹ ومنقے سے سیر نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ عالی ہمت آدمیوں سے پیار کرتا ہے۔ اے پروردگار! ہمیں بھی جناب سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے صدقے عالی ہمت بنا۔

منہیا: شروع حال میں ایک روز کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک مکان میں طواف کر رہا ہوں اور کچھ اور لوگ بھی میرے ساتھ اس طواف میں شریک ہیں لیکن وہ اس قدر سست رو ہیں کہ جتنے عرصہ میں، میں ایک دفعہ طواف کرتا ہوں وہ صرف دو تین قدم اٹھاتے ہیں۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



مکان فوق العرش ہے اور باقی کے طواف کرنے والے ملائکہ کرام ہیں صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے واقعی اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

منہیا: اولیاء اللہ کے حجاب و پردے ان کی بشری صفات ہیں جن چیزوں کی باقی تمام لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے ان بزرگوں کو بھی ہوتی ہے۔ ان کا ولی ہونا انہیں احتیاج سے بری نہیں کرسکتا۔ ان کی ناراضگی بھی عام آدمیوں کی ناراضگی کی طرح ہوتی ہے اور تو اور خود جناب سید الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ میں بھی عام انسانوں کی طرح ناراض ہوتا ہوں جب آں حضرت ﷺ کی یہ کیفیت ہے تو اولیاء اللہ کیونکر اس سے بری ہوسکتے ہیں کھانے پینے اور اہل وعیال سے زندگی بسر کرنے اور ان سے انس کرنے میں اولیاء اللہ اور باقی آدمی شریک ہیں۔ مختلف تعلقات جو لازمہ بشریت ہیں خواص وعوام سے زائل نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے حق میں فرمایا ہے۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ ہم نے ان کے جسم میں بھی کھانا کھانے والے بنائے ہیں۔ ظاہر میں کفار کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے پس جس کی نگاہ اولیاء اللہ کے صرف ظاہر پر پڑتی ہے وہ نعمت الٰہی سے محروم رہتا ہے اور دنیا وآخرت کا نقصان اٹھاتا ہے۔ اسی ظاہر بینی نے ابوجہل اور ابولہب کو دولت اسلام سے محروم رکھا اور ابدی نقصان میں ڈالا با سعادت وہی شخص ہے جو اہل رتبہ کے ظاہر کا چنداں خیال نہیں کرتا بلکہ اس کی نظر کی تیزی ان بزرگوں کے باطنی اوصاف تک پہنچتی ہے اور صرف ان کے باطن ہی کو دیکھتا ہے۔ اولیاء اللہ دریائے نیل کی طرح ہیں کہ مجوبوں کے لیے بلا اور محبوبوں کے لیے پانی ہیں۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ جس قدر صفات بشریت کا ظہور اہل اللہ میں ہوتا ہے باقی آدمیوں میں نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہموار اور مصفا مقام پر میل کچیل اور تاریکی خواہ تھوڑی بھی ہو تو بھی زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور ناہموار اور غیر مصفا مقام پر میل کچیل اور تاریکی خواہ زیادہ ہی ہو کم دکھائی دیتی ہے۔ صفات بشریت کی تاریکی عوام الناس کے قلب وقالب اور روح ونفس میں سرایت کرتی ہے لیکن خواص میں صرف قالب اور نفس تک محدود رہتی ہے اور خواص الخاص میں نفس بھی اس تاریکی سے بری ہوتا ہے صرف قالب تک محدود رہتی ہے نیز یہ تاریکی عوام الناس کے لیے باعث نقصان وخسارہ ہے خواص میں موجب کمال وتروتازگی خواص ہی کی تاریکی عوام الناس کی تاریکیوں کو زائل کرتی ہے ان کے دلوں کو صاف اور ان کے نفوس کو پاک کرتی ہے اگر یہ تاریکی نہ ہوتی تو خواص کو عوام سے کوئی مناسبت نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہوتی اور فائدہ اٹھانے اور پہنچانے کی راہ بند ہو جاتی۔ یہ تاریکی خواص میں اتنا عرصہ نہیں رہتی کہ انہیں میلا کر دے بلکہ اس کے بعد جو ندامت و استغفار ہاتھ آتی ہے وہ کئی کدورتوں اور تاریکیوں کو زائل کرتی ہے اور ترقی دیتی ہے یہی تاریکی ہے جو فرشتوں میں نہ ہونے کے باعث وہ ترقی نہیں کر سکتے اس تاریکی پر لفظ تاریکی کا اطلاق ایسا ہے کہ بظاہر باعث مذمت ہے لیکن بحقیقت موجب مدح ہے عوام الناس جو ڈھورڈنگروں کی طرح ہیں۔ وہ اہل اللہ کی صفات بشری کو اپنی صفات بشریت کی طرح خیال کرتے ہیں اس واسطے محروم وخوار رہتے ہیں۔ یوں سمجھو کہ وہ غائب کو باطل موجود پر قیاس کرتے ہیں لیکن یادرکھو ہر مقام کی خصوصیتیں علیحدہ ہوتی ہیں اور محل کے لوازمات جدا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ.

منہیا: جب تک انسان علم و دانش میں گرفتار ہے اور ماسوا اللہ کے نقوش سے منقش ہے تب تک خوار و بے اعتبار ہے۔ ماسوا اللہ کو بھلا دینا راہ سلوک کی شرط ہے اور ماعدا کا فنا کر دینا قدم پیش گاہ ہے جب تک باطنی آئینہ امکان کے زنگار سے صاف نہ ہو جائے حضرت وجوب کا ظہور محال ہے کیونکہ علوم امکانی اور معارف وجوبی کا جمع ہونا گویا جمع اضداد ہے۔ یہاں پر ایک زبردست سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب عارف کو بقا سے مشرف کر کے ناقصوں کی تعلیم کے لیے واپس لوٹاتے ہیں تو جو علوم زائل ہو گئے تھے وہ پھر عود کر آتے ہیں تو اس صورت میں علوم امکانی اور معارف وجوبی باہم جمع ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ ضدیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ عارف باقی باللہ اس وقت برزخ ہوتا ہے۔ گویا وجوب اور امکان کے مابین وسیلہ ہے اور دونوں مقام کے رنگ سے رنگا ہوا ہوتا ہے گو ایسی صورت میں اگر دونوں مقاموں کے علوم و معارف جمع ہو جائیں تو کوئی مشکل نہیں کیونکہ ضدین کے اجتماع کا مقام ایک نہیں رہتا بلکہ کئی مقام ہو جاتے ہیں۔ سو دونوں جمع نہیں کہلا سکتے۔

منہیا: چیزوں کے علوم جو مرتبہ فنا میں زائل ہو گئے تھے بقا کے بعد اگر پھر لوٹ آئیں تو اس سے عارف کے کمال میں نقص لازم نہیں آتا بلکہ ان کا لوٹ آنا کمال پر دلالت کرتا ہے بلکہ اس کا کمال اسی لوٹ آنے پر وابستہ ہے کیونکہ عارف بقا کے بعد اخلاق الٰہی سے متخلق ہو جاتا ہے واجب تعالیٰ میں اشیاء کا علم عین کمال ہے اور اس کی ضد موجب نقصان ہے سو یہی حال عارف کا ہے جو متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ معلوم کی صورت کا حصول عالم پر اثر کرتا ہے جس قدر علم زیادہ ہوگا اسی قدر عالم میں تاثر بھی زیادہ ہوگا اور اس میں تغیر و تلون بھی زیادہ وسیع و بسیط ہوگا۔ یہ واقعی نقص ہے واسطے طالب کے لیے ضروری ہے کہ تمام علوم کی نفی کرے اور تمام چیزوں کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



فراموش کر دے لیکن واجب تعالیٰ کے علم کی یہ کیفیت نہیں کیونکہ ذات الٰہی اس بات سے منزہ ہے کہ اس میں اشیائے معلومہ کی صورتیں حلول کریں بلکہ ان سے علم کا تعلق ہوتے ہی تمام اس سے منکشف ہو جاتی ہیں۔ پس وہ ذات پاک ہے جو حدوث مخلوق سے بلحاظ ذات صفات اور افعال بالکل نہیں بدلتا جو عارف متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے۔ اس کا علم بھی اسی طرح کا ہوتا ہے۔ اس میں بھی اشیاء کے معلومات کی صورتیں حلول نہیں کر سکتیں۔ نہ اس کے حق میں تاثر ہوتا ہے نہ تغیر وتبدل اور نہ ہی یہ بات اس کے لیے نقصان کا باعث ہوتی ہے بلکہ موجب کمال ہوتا ہے۔ یہ اسرار الٰہی میں سے ایک پوشیدہ راز ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اسے وہ حبیب ﷺ کی حرمت سے اس سے مخصوص کرتا ہے۔

منہیا: جب میں اپنے پیر کے وسیلے سے راہ حق کی طرف متوجہ ہوا تو بارہویں سال مجھے مقام رضا سے مشرف فرمایا گیا پہلے نفس کو اطمینان عنایت فرمایا۔ بعد ازاں بتدریج فضل الٰہی سے یہ سعادت (مقام رضا) نصیب کی اور اس دولت سے اس وقت تک مشرف نہ ہوا جب تک رضائے الٰہی حاصل نہ ہوئی۔ پس نفس مطمئنہ اپنے مولیٰ سے راضی ہوا اور اس کا مولا اس سے راضی ہوا۔ اس بات کے لیے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے مبارک مبارک والصلوٰۃ والسلام علے رسول محمد وآلہ اگر یہ کہیں کہ جب نفس اپنے مولیٰ سے راضی ہو گیا تو پھر دعا اور دفع بلا کی طلب کا کیا مطلب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولیٰ کے راضی ہونے سے اس کی مخلوق کی رضا لازم نہیں آتی بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مخلوقسے رضا بصورت کفر ومعاصی بری ہوتی ہے۔ پس خلق قبیح سے راضی ہونا لازم اور نفس قبیح سے کراہت کرنا واجب ہے جب مولیٰ نفس قبیح سے راضی نہیں ہو سکتا بلکہ بندہ اس صورت میں شدت وغلظت کے لیے مامور ہے۔ پس مخلوق سے کراہت کرنا اس کے خلق کی رضا کا منافی نہیں ہو سکتا اسی واسطے دفع بلا کا طلب ضروری ہے جن لوگوں نے رضا حاصل ہو جانے کے بعد وجود کراہت میں مغفول سے کراہت اور فعل سے راضی ہونے میں فرق نہیں کیا وہ شبہ میں رہے ہیں اسی شبہ کو دور کرنے کے لیے انہوں نے طرح طرح کے تکلفات سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ وجود کراہت حال رضا کا منافی ہے نہ مقام رضا کا سو حال اور مقام میں بڑا فرق ہے حق بات وہی ہے جو میں نے بذریعہ الہام الٰہی تحقیق کر دی ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

منہیا: مدت تک میری یہ آرزو رہی کہ حنفی مذہب میں کوئی معقول وجہ ہوتا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے کیونکہ جب نماز میں قرآن شریف کا پڑھنا فرض ہے تو حقیقی قرات سے اغراض کر کے حکمی قرات قرار دینا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا حالانکہ حدیث نبوی میں بھی ہے۔ علیہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



الصلوٰۃ والسلام "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ" الحمد کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن بپاس مذہب مجبوراً ترک کرتا رہا اور اس ترک کو ریاض ومجاہدہ خیال کرتا رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مذہب کے پاس کی برکت سے اس بات کی حقیقت مجھ پر ظاہر کر دی کہ مذہب حنفی میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کیوں نہیں پڑھنی چاہئے نیز مجھے قرات حقیقی سے قرات حکمی زیادہ اہم معلوم ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں مقام مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں جیسا کہ "لِاَنَّ الْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ" نمازی اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے سے ظاہر ہے امام کو اس کام میں پیشوا بناتے ہیں۔ پس جو کچھ امام پڑھتا ہے گویا وہ مقتدیوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کچھ لوگ کسی عظیم الشان بادشاہ کی خدمت میں کسی ضرورت کے لیے حاضر ہوں اور ایک کو اپنا پیشوا بنائیں تاکہ سب کی طرف سے وہ بادشاہ کی خدمت میں صورت حال عرض کرے اس صورت میں اگر دوسرے بھی پیشوا کے ساتھ ہی بولنے لگ جائیں تو سخت بے ادبی ہے اور بادشہ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ پس ان لوگوں کی حکمی بات چیت پیشوا کی زبانی عرض کرنا حقیقی بات چیت سے بہتر ہے بعینہ یہی حال ہے۔ امام اور مقتدیوں کا کہ امام کی قرات کے وقت مقتدیوں کا پڑھنا شور وفساد میں داخل اور دور از ادب ہے اور جدائی کا موجب ہے جو اجتماع کے منافی ہے اکثر مسائل حنفی وشافعی جن میں اختلاف ہے اس قسم کے ہیں کہ ظاہر میں شافعی پہلو کو ترجیح ہوتی ہے لیکن باطن وحقیقت میں حنفی پہلو زبردست ہوتا ہے۔ مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کلام حق میں جہاں جہاں فریقین کا اختلاف ہے اس میں حنفی حق بجانب ہیں کہ تکوین ایک علیحدہ صفت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ فقہی خلافیات میں اکثر مسائل میں یقیناً حنفی حق بجانب ہی بہت کم مسائل ایسے ہیں جن میں فریق ثانی کو ترجیح حاصل ہے۔ مجھے توسط حال ایک رات جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ تم علم کلام کے ایک مجتہد ہو اس وقت سے لے کر مسائل کلامیہ میں میری رائے خاص اور میرا علم مخصوص اکثر مسائل خلافیہ جن میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کا خلاف ہے شروع مسئلہ میں اشاعرہ حق بجانب معلوم ہوتے ہیں لیکن جب نور فراست سے دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ماتریدیہ حق بجانب ہیں۔ علم کلام کے متعلق تمام مسائل خلافیہ ہیں۔ میری رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے واقعی ان بزرگوں کی شان بہ سبب پیروی سنت نبوی عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ نہایت عظیم ہے ان کے مخالفوں کو فلسفی مسائل میں مشغول ہونے کے سبب وہ شان حاصل نہیں گو دونوں فریق اہل حق ہیں۔ دیکھو ان بزرگوں میں سے سب سے بزرگ اور سب سے بڑے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت کیا شافعی رحمۃ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اللہ علیہ کیا مالک اور کیا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی اعلیٰ رائے رکھتے ہیں چنانچہ امام شافعی فرماتے ہیں اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ ''تمام فقیہ ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔'' منقول ہے کہ جب امام شافعی امام اعظم کی قبر کی زیارت کرنے جاتے تو اپنے اجتہاد کو ترک کر دیتے اور ان کے مذہب پر عمل کرتے اور فرماتے مجھے شرم آتی ہے کہ ان کے حضور میں اپنے لیے ایسا عمل کروں جو ان کی رائے کے خلاف ہو چنانچہ آپ نہ ہی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھا کرتے اور نہ ہی فجر کے وقت قنوت۔ واقعی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی اچھی طرح جانتے ہیں آخری زمانے میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو مذہب حنفی کے مطابق عمل کریں گے چنانچہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ فصول ستہ میں فرماتے ہیں اور یہی ان کی بزرگی کی کافی علامت ہے۔ کہ ایک پیغمبر اولوالعزم ان کے مذہب پر عمل کرے گا کسی اور کی سینکڑوں بزرگیاں بھی اس کی ایک بزرگی کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے حضرت خواجہ صاحب (خواجہ باقی قدس سرہ) فرماتے تھے۔ کہ میں بھی کچھ عرصہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھا کرتا تھا۔ آخر ایک رات خواب میں، میں نے امام اعظم کو دیکھا کہ اپنی مدح میں ایک نہایت اعلیٰ درجے کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں جس کے مضمون سے ظاہر ہوتا تھا کہ بہت سے اولیا میرے مذہب کے پابند ہوئے ہیں تب سے میں نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ترک کر دیا۔

منہیا: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی کامل کسی ناقص کو تعلیم طریقہ کی اجازت دے دیتا ہے اور جب اس کے مرید بہت ہو جاتے ہیں تو اس ناقص کے مرید اس کا کام مکمل کر دیتے ہیں چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ نے مولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ کو درجہ کمال پر پہنچنے سے پیشتر تعلیم طریقہ کی اجازت عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ یعقوب جو کچھ مجھ سے تجھے ملا ہے وہ لوگوں کو پہنچا دینا۔ مولانا یعقوب کا کام بعد ازاں خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سرانجام ہوا۔ اسی واسطے مولانا عبدالرحمٰن جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ مولانا یعقوب پہلے خواجہ علاؤ الدین عطار کے مرید تھے بعد میں خواجہ نقشبند کے مرید ہوئے۔ اسی طرح جب کوئی کامل اپنے مرید کو جس نے ولایت کا ایک درجہ طے کر لیا ہو تعلیم طریقہ کی اجازت دے تو وہ مرید ایک لحاظ سے کامل ہے اور ایک لحاظ سے ناقص۔ یہی حال اس مرید کا ہے جس نے ولایت کے دو یا تین درجے طے کئے ہوں وہ ناقص بھی ہے اور کامل بھی کیونکہ جب تک آخری درجہ طے نہ کر لے وہ کامل بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی جب کامل اپنے مرید کو تعلیم طریقت کی اجازت دینے کا مختار ہے تو یہ ضروری نہیں کہ مرید انتہا [illegible] کا منافی ہے لیکن جب کوئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کامل و مکمل کسی ناقص کو اپنا نائب بناتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ جانتا ہے تو نقص کا ضرر تجاوز نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

منہیا: یادداشت سے مراد دائمی حضور ذات حق ہے اور یہ بات کبھی ارباب قلوب کو بھی دل کی جمعیت کی وجہ سے خیال میں آجاتی ہے۔ اس واسطے کہ جو کچھ سارے انسان میں ہے وہ اکیلے دل میں ہے۔ گو ان میں مجمل و مفصل کا فرق ہے پس مرتبہ قلب میں بھی حضور ذات تعالیٰ و تقدس دائم طور پر حاصل ہوسکتا ہے لیکن یہ بات یادداشت کے طور پر ہے نہ کہ یادداشت حقیقت ہوسکتا ہے کہ بزرگوں نے جیسے بدایت میں نہایت فرمایا ہے۔ اس سے مراد یہی یادداشت ہو لیکن یادداشت کی حقیقت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ ہوسکے اگر ان کی مراد ذات حق کے مرتبہ وجوب سے ہو کیونکہ ذات اس مرتبہ میں صفات وجوبیہ کی جامع ہے تو پھر تمام مراتب امکانی طے کرنے کے بعد اس مرتبہ کے شہود میں پہنچتے ہی یادداشت حاصل ہوجاتی ہے۔ تجلیات صفائی میں بھی یہ بات حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ اشارے میں صفات کا ملاحظہ حضور ذات حق کا منافی نہیں ہوتا اگر ان کی مراد حضرت ذات تعالیٰ سے مرتبہ احدیت مجردہ ہو جو اسماء وصفات اور نسبت واعتبارات سے مبرا ہے تو پھر اسمائے صفاتی نسبتی اور اعتباری تمام مراتب طے کرنے کے بعد یادداشت حاصل ہوتی ہے۔ میں نے جہاں کہیں یادداشت کا بیان کیا ہے اس سے مراد آخری معنی لیے ہیں گو اس مرتبہ میں حضور کا اطلاق کچھ نامناسب معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ارباب یادداشت سے مخفی نہیں کیونکہ وہ غیبت وحضور سے اعلیٰ وارفع ہے۔ حضور کے اطلاق کے لیے کسی ایک صنعت کا ملاحظہ درکار ہے جو کچھ لفظ حضور کے مناسب ہے یادداشت کی تفسیر دوسرے معنوں میں ہے۔ اس لحاظ سے یادداشت کو نہایت کہنا باعتبار شہود وحضور ہے کہ اس مرتبہ کے آگے شہود وحضور کی گنجائش نہیں۔ وہاں یا حیرت ہے یا جہل یا معرفت لیکن وہ معرفت نہیں جسے تم معرفت جانتے ہو کیونکہ جس کو تم معرفت خیال کرتے ہو وہ افعالی وصفاتی معرفت ہے اور یہ مقام اسماء وصفات سے بدرجہا اوپر ہے۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الْاَطْھَرِ۔

منہیا: یہ راستہ طے کرنا اور نہایت النہایت پر پہنچنا دس مقامات مشہورہ کے طے کرنے سے وابستہ ہے جن میں سے پہلا توبہ ہے اور آخری رضا۔ مراتب کمال میں کوئی مرتبہ ومقام مقام رضا سے بڑھ کر نہیں حتیٰ کہ آخرت میں رویت الٰہی بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ مقام رضا کی اصلی حقیقت پورے طور پر آخرت میں ظاہر ہوگی۔ باقی مقامات آخرت میں میسر نہیں ہوسکتے توبہ کے وہاں کچھ معنی نہیں۔ زہد کی وہاں گنجائش نہیں توکل ہو ہی نہیں سکتا۔ صبر کا احتمال نہیں۔ ہاں شکر وہاں میسر ہوسکتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



ہے لیکن وہ شکر بھی رضا کی ایک شاخ ہے۔ رضا سے علیحدہ نہیں اگر یہ پوچھیں کہ کبھی کامل و مکمل میں دنیاوی رغبت پائی جاتی ہے اور بعض ایسی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں جو توکل کی منافی ہیں اور بے طاقتی جو منافی صبر ہے ظاہر ہوتی ہے اور کراہت جو رضا کی ضد ہے پائی جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان مقامات کا حاصل ہونا قلب وروح سے مخصوص ہے۔ خاص الخاص کو یہ مقامات نفس مطمئنہ میں بھی حاصل ہو جاتے ہیں لیکن قالب اس بات سے محروم و بے نصیب ہے۔ اگرچہ جسم تیزی اور قوت کی وجہ سے مقتضی ہوتا ہے۔ ایک شخص نے شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن آپ کا موٹا پا منافی محبت ہے۔ آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

اَحَبَّ قَلْبِیْ وَمَا دَرٰی بَدَنِیْ      وَلَوْ دَرٰی مَا اَقَامَ فِی السَّمَنِ

محبوب حقیقی سے میرے دل نے محبت کی میرے بدن کو وہ معلوم نہ ہوا اگر وہ بھی جانتا تو اتنا موٹا نہ ہو جاتا۔

پس اگر کوئی ایسی بات جو مقامات مذکورہ کے منافی ہو کسی کامل کے قالب میں ظاہر ہو تو وہ ضرر نہیں دے سکتی اور وہ اس بزرگ کے باطن کے لیے ان مقامات کے حصول میں خارج نہیں ہوسکتی۔ غیر کامل میں ان مقامات کے نقائص پورے طور پر ظاہر و باطن میں ظہور کرتے ہیں۔ اس لیے وہ ظاہر و باطن میں دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور صورت و حقیقت میں منافی توکل ہوتا ہے اس قلب و قالب میں بے طاقتی اور گھبراہٹ ظاہر ہوتی ہے روح اور بدن میں کراہت کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی باتیں ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا پردہ بنایا ہے اور انہیں باتوں کی وجہ سے اکثر لوگ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم رہتے ہیں اولیاء اللہ میں جو یہ باتیں پائی جاتی ہیں اس میں یہ حکمت ہے کہ حق و باطل میں تمیز نہیں ہوسکتی جو اس دنیا کی لازم بات ہے جو امتحان کا مقام ہے دوسری حکمت اس میں یہ ہے کہ ان کے لیے ترقی کا باعث ہے اگر اولیاء اللہ سے یہ باتیں بالکل مفقود ہو جائیں تو ان کی ترقی مسدود ہو جائے اور فرشتوں کی طرح مقید رہ جائیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا.

منہیا: الٰہی یہ کیا بات ہے کہ تو نے اپنے اولیاء کے باطن کو آب حیات بنا رکھا ہے کہ جس نے ایک قطرہ چکھا اسے حیات ابدی نصیب ہوگئی اور ان کے ظاہر کو زہر قاتل بنا رکھا ہے کہ جس نے اس کو دیکھا وہ ابدی موت میں گرفتار رہا یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا باطن رحمت اور ان کا ظاہر زحمت ہے۔ ان کے باطن کو دیکھنے والا انہیں میں سے ہے اور انکے ظاہر کو دیکھنے والا بدکیش ہے بظاہر جو ہیں اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بحقیقت گیہوں بظاہر عوام بشر ہیں اور بباطن خواص ملک ظاہر میں زمین پر ہیں اور حقیقت میں آسمان پر۔ ان کا ہم نشین بدبختی سے بچا ہوا ہے اور ان کا غمخوار سعادت مند ہے یہ لوگ گروہ الٰہی ہیں اور یہی لوگ اہل نجات وفلاح ہیں۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

منہیا: حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو اس طرح پوشیدہ کیا ہے کہ ان کے ظاہر کو بھی ان کے باطنی کمالات کی خبر نہیں۔ چہ جائے کہ غیر ان سے واقف ہوں ان کے باطن کو جو نسبت بے چونی و بے چگونی کے مرتبہ سے حاصل ہے وہ بھی بیچون ہے۔ ان کا باطن چونکہ عالم امر سے ہے اس واسطے بیچونی سے انہیں بھی حصہ حاصل ہے اور ظاہر جو سراسر چون ہے ان کے باطن سے کیونکر واقف ہوسکتا ہے بلکہ قریب ہے کہ بسبب نہایت جہالت اور عدم مناسبت اس نسبت کے نفس حصول سے بھی انکار کر لے ہوسکتا ہے کہ حصول نسبت کے نفس کو جانے لیکن یہ نہ جانے کہ اس کا متعلق کون ہے بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ اس کے حقیقی متعلق کو نفی کرتا ہے اور یہ ساری باتیں اس واسطے ہیں کہ یہ نسبت بہت اعلیٰ ہے اور ظاہر بہت ادنیٰ ہے خود باطن اس نسبت کا مغلوب ہوتا ہے اور دید و دانش سے گیا گزرا ہوتا ہے اسے کیا معلوم کہ کون رکھتا ہے اور کس سے رکھتا ہے اس واسطے معرفت سے عجز کے سوا اور کوئی معرفت کی راہ نہیں یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ "معلوم کرنے سے عاجز آنا ہی معلوم کرنا اور ادراک کے نفس سے مراد وہ نسبت خاصہ ہے کہ جس کے ادراک سے عجز لازم ہے کیونکہ صاحب ادراک مغلوب ہوتا ہے نہ اسے ادراک معلوم ہوتا ہے نہ غیر اور نہ اسے حال کی خبر ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

منہیا: ایک شخص صوفیوں کے لباس میں رہ کر بدعت اعتقادی میں مبتلا تھا۔ مجھے اس کے حق میں تردد تھا۔ اتفاقاً کیا دیکھتا ہوں کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰات جمع ہیں اور متفق ہو کر اس شخص کے حق میں فرماتے ہیں کہ وہ ہم سے نہیں اسی اثنا میں مجھے ایک اور شخص کا بھی خیال آیا جس کے بارے میں میں متردد تھا۔ اس کے بارے میں تمام نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے ہے اللہ تعالیٰ انبیاء کے طعن اور ان کے حق میں بداعتقاد ہونے سے بچائے۔

منہیا: مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ قرآن شریف میں جو قرب معیت اور احاطہ حق سبحانہ تعالیٰ کے الفاظ آتے ہیں یہ متشابہات قرآنی ہیں جیسے ہاتھ اور چہرہ وغیرہ اسی طرح لفظ اوّل وآخر ظاہر وباطن وغیرہ گو ہم اللہ تعالیٰ کو قریب کہتے ہیں لیکن قریب کے معنی نہیں جانتے کہ قرب کیا ہے اسی طرح ہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسے اوّل کہتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ اوّل سے مراد کیا ہے قرب واولیت کے جو معنی ہمارے علم وفہم میں آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے منزہ و برتر ہے اور جو کچھ ہمارے کشف وشہود میں آ سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کا قرب ومعیت جو بعض صوفیا نے بطریق کشف دریافت کیا ہے اور ان کشفی معنوں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو قریب ومع جانتے ہیں ٹھیک نہیں بلکہ وہ مذہب مجسمہ میں قدم رکھتے ہیں بعض علما نے جو اس کی تاویل کی ہے اور قرب سے مراد علمی قرب لی ہے یہ ایسے ہے جیسے ید کی تاویل قدرت وجہ سے کریں گویہ مجوزان تاویل کے نزدیک جائز ہے لیکن ہم تاویل کو جائز قرار نہیں دیتے اس کی تاویل علم حق کے حوالے کرتے ہیں۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی.

منہیا: میں وتر کی نماز کبھی رات کے پہلے حصے میں ادا کیا کرتا تھا اور کبھی پچھلے حصے میں ایک رات مجھ پر ظاہر کیا کہ تاخیر کی صورت میں ادائے وتر کی نیت سے جو نمازی سو جاتا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں ادا کروں گا تو کراماً کاتبین رات بھر وتر ادا کرنے تک اس کی نیکیاں درج کرتے رہتے ہیں۔ پس وتر کی جتنی دیر سے ادا کریں اتنا ہی اچھا ہے باوجود اس بات کے مجھے وتر کی تعجیل وتاخیر سے سوائے متابعت نبوی کے اور کچھ مقصود نہیں میں کسی فضیلت کو متابعت نبوی کے برابر نہیں سمجھتا۔ جناب سرور کائنات ﷺ وتر کی نماز کبھی رات کے پہلے حصے میں ادا کرتے تھے اور کبھی آخری حصے میں میں اپنی سعادت اس بات میں جانتا ہوں کہ کسی کام میں آنحضرت ﷺ سے تشبیہ حاصل کروں اگرچہ تشبیہ بحسب صورت ہی ہو لوگ بعض سنتوں میں شب بیداری کی نیت کرتے ہیں اور دوسری باتوں کو دخل دیتے ہیں مجھے ان کی کوتہ اندیشی پر تعجب آتا ہے۔ ہم تو جو پھر متابعت کے بدلے ہزار شب بیداری کو بھی نہ خریدیں جب ہم ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں معتکف ہوتے تو یاروں کو بلا کر کہا کہ سوائے متابعت کے اور کچھ نیت نہ کرنا کیونکہ ہماری قطع تعلقی کچھ وقعت نہیں رکھتی ہم ایک متابعت کو سو گرفتاری سے قبول کرتے ہیں لیکن غیر متابعت سے ہزار قطع تعلق کو بھی قبول نہیں کرتے۔

آں را کہ درسرائے نگاریست فارغست ۔ از باغ و بوستان وتماشائے لالہ زار

اللہ تعالیٰ جناب سرور کائنات ﷺ کی متابعت ہمارے نصیب کرے۔

منہیا: ایک دفعہ میں چند درویشوں سمیت بیٹھا تھا میں نے اس محبت کے غلبہ کی وجہ سے جو مجھے جناب سرور کائنات سے ہے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی محبت مجھ پر اس طرح غالب ہے کہ میں حق تعالیٰ کو صرف اس واسطے پیار کرتا ہوں کہ وہ محمد کا رب ہے حاضرین یہ سن کر حیران رہ گئے لیکن مخالفت نہ کر سکتے تھے یہ بات رابعہ بصری علیہا الرحمت کی بات کا بالکل نقیض ہے کہ فرماتی ہیں کہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



نے جناب سرورکائنات ﷺ کی خدمت میں خواب میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مجھ پر اس درجہ غالب ہے کہ آپ کی محبت کی گنجائش نہیں رہی یہ دونوں باتیں سکر سے ہیں لیکن میری بات اصلیت رکھتی ہے مگر رابعہ نے محض سکری کی حالت میں کہی ہے اور میں نے ہوش کے آغاز میں۔ اس کی بات صفات کے مرتبہ کے متعلق ہے اور میری مرتبہ ذات سے رجوع کرنے کے بعد کی اس واسطے کہ مرتبہ ذات میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں۔ تمام نسبتیں اس مرتبہ سے نیچے ہی رہ جاتی ہیں وہ ان پر سر بسر یا حیرت ہے یا جہل بلکہ اس مرتبہ میں بڑے ذوق سے محبت کی نفی کرتا ہے اور کسی طرح سے بھی اپنے آپ کو اس کی محبت کے لائق نہیں جانتا۔ محبت اور معرفت صرف صفات میں ہوتی ہے جسے محبت ذاتی کہتے ہیں اس سے مراد ذات احدیت نہیں بلکہ ذات معہ بعض اعتبارات ذات ہے پس رابعہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت مرتبہ صفات میں ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِہِ الْاَطْھَرِ.

منہیا: علم کی شرافت معلوم کے شرف ورتبہ کے موافق ہوا کرتی ہے۔ معلوم جس قدر شریف ہوگا علم اسی قدر عالی ہوگا۔ پس باطنی علم جس سے صوفیا ممتاز ہیں۔ ظاہری علم سے جو علماء ظاہر کے نصیب ہے اشرف ہے۔ جس طرح کہ علم ظاہری علم حجامت و کپڑا بننے سے اشرف ہے پس پیر کے آداب کا ملحوظ رکھنا جس سے علم باطن اخذ کیا ہو۔ علم ظاہری کے استاد کے آداب ملحوظ رکھنے سے بدرجہا زیادہ ہے اسی طرح ظاہری علم کے استاد کا ادب حجام اور جولاہے سے بدرجہا زیادہ کرنا چاہئے۔ یہی فرق ظاہری علوم میں باہمی ہے چنانچہ صرف ونحو کے استاد سے علم کلام اور فقہ کا استاد افضل ہے اور علوم فلسفہ کے استاد سے صرف ونحو کا استاد افضل ہے کیونکہ علوم فلسفی معتبر علوم میں داخل نہیں اس واسطے کہ ان کے اکثر مسائل بیہودہ اور بے حاصل ہیں اور جو تھوڑے مسائل اسلامی کتابوں سے اخذ کیے ہیں ان میں بھی ایسے تصرفات کیے ہیں جو جہل مرکب سے خالی نہیں عقل میں ان کی بوتک نہیں نبوت کا طور اور ہے اور عقل نظری کا اور واضح رہے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق سے فائق ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حقوق کو چھوڑ کر دوسرے حقوق کو پیر کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں بلکہ سب کے حقیقی پیر جناب پیغمبر خدا ﷺ ہیں ظاہری ولادت اگرچہ والدین سے ہوتی ہے لیکن معنوی پیدائش پیر سے مخصوص ہے ظاہری ولادت کی زندگی چندروزہ ہوتی ہے اور حقیقی ولادت کی زندگی ابدی ہوتی ہے مرید کی باطنی پلیدی کو صاف کرنے والا پیر ہی ہے جو اپنے قلب وروح سے مرید کے باطن کی پلیدی کو صاف کرتا ہے اور اس کے معدے کو پاکیزہ بناتا ہے بعض طالبوں کو جب توجہ دی جاتی ہو تو واقعی محسوس ہوتا ہے کہ باطنی نجاستوں کو صاف کرتے ہوئے صاحب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



توجہ پر بھی آلودگی اثر کرتی ہے اور دیر تک مکدر رکھتی ہے پیر ہی کے وسیلے سے انسان خدا رسیدہ ہوتا ہے یہ خدا رسیدگی تمام دنیاوی اور اخروی سعادتوں سے افضل ہے پیر ہی کے وسیلے نفس امارہ سے جو بالذات خبیث ہے پاکیزہ ہو جاتا ہے اور امارگی کو چھوڑ کر اطمینان حاصل کرتا ہے اور ذاتی کفر ترک کر کے حقیقی اسلام اختیار کرتا ہے۔ مصرعہ گر بگویم شرح ایں بیحد شود پس اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں خیال کرنی چاہئے اور اپنی بدبختی اس کے رد کرنے میں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنْ ذٰلِکَ رضائے حق رضائے پیر کے پردہ پیچھے رکھی ہوئی ہے جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کے مرضیات میں گم نہیں کرتا حق تعالیٰ کی مرضیات تک نہیں پہنچتا مرید کی آفت پیر کو ناراض کرنے میں ہے اس کے بغیر جو خواری ہے اس کا تدارک ہو سکتا ہے لیکن پیر کی ناراضگی کا تدارک ناممکن ہے پیر کی ناراضگی مرید کے لیے بدبختی کی جڑ ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنْ ذٰلِکَ اس ناراضگی سے اسلامی معتقدات میں خلل اور احکام شریعہ کے بجالانے میں فتور آ جاتا ہے باطنی احوال و مواجید کا تو کچھ پوچھو ہی نہیں اگر پیر کو ستانے کے بعد بھی احوال کا کچھ اثر رہے تو اسے استدراج سمجھنا چاہئے کیونکہ آخر اس کا نتیجہ خراب ہوتا ہے سوائے نقصان کے اور کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

منہیا: قلب عالم امر سے ہے اسے عالم خلق سے تعلق اور تعشق دے کر عالم خلق سے نیچے لایا گیا اور گوشت کے ٹکڑے سے جو بائیں طرف ہے خاص تعلق بخشا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ کسی خاکروب پر عاشق ہو اور اس کے سبب سے اس خاکروب کے گھر رہے اور روح جو قلب سے زیادہ لطیف ہے۔ اصحاب یمین سے ہے اور تین لطیفوں سے جو لطیفہ روح سے اوپر ہیں خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کے شرف سے مشرف ہیں جتنے زیادہ لطیفہ ہیں اتنے ہی وسط سے زیادہ مناسب ہیں صرف اتنی بات ہے کہ سر اور خفی اخفی کے دونوں طرف ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف نفس حواس کا مجاور ہے اس کا تعلق دماغ سے ہے۔ قلب کو ترقی اس وقت ہوتی ہے جب وہ مقام روح اور اس کے روبرو کے مقام میں پہنچتا ہے اسی طرح روح اور اس کے مافوق کی ترقی ان سے بالائی مقامات سے وابستہ ہے لیکن ابتدا میں یہ وصول بطریق احوال ہوتا اور انتہاء میں بطریق مقام نفس کو اس وقت ترقی ہوتی ہے جب وہ مقام قلب میں ابتداء میں بطریق احوال اور انتہاء میں بطریق مقام پہنچ جائے۔ آخر کار یہ چھ لطائف مقام اخفی میں پہنچ جاتے ہیں اور تمام مل کر عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کا قصد کرتے ہیں اور لطیفہ قلب کو خالی چھوڑ جاتے ہیں لیکن پرواز بھی ابتداء میں بطریق احوال ہوتی ہے اور انتہائی میں بطریق مقام حاصل ہوتی ہے مرنے سے پہلے جس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



موت کی بابت کہا ہے اس سے مراد قلب سے انہیں چھ لطائف کی جدائی ہے قالب میں ان کی مفارقت کے بعد بھی حس وحرکت رہتی ہے۔ اصل بات کا بیان اور جگہ لکھا گیا ہے وہاں سے مطالعہ کرنا چاہئے اس کتاب میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں اس کتاب میں صرف اشارتاً اور کنایتاً باتیں درج ہیں یہ ضروری نہیں کہ تمام لطائف ایک مقام میں جمع ہو کر وہاں سے پرواز کریں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قلب اور روح دونوں متفق ہو کر یہ کام کرتے ہیں کبھی تین کبھی چار مل کر یہ کام کرتے ہیں لیکن جب چھ مل کر پرواز کریں تو یہ نہایت اعلیٰ واکمل درجہ ہے اور ولایت محمدی ﷺ سے مخصوص ہے اس کے سوا جو ہے وہ ولایت کی ایک قسم ہے اگر وہ چھ لطائف قالب سے جدا ہونے کے بعد مقام وصول میں پہنچ کر اسی رنگ سے رنگے جائیں اور پھر قالب میں لوٹ آئیں اور جبی تعلق کے سوا اور کوئی تعلق پیدا کریں قالب کا حکم پیدا کریں ملنے کے بعد ایک قسم کی فنا پیدا کریں اور بطور مردہ ہو جائیں تو اس وقت خاص تجلی سے متجلی ہو جاتے ہیں۔ ازسرنو زندگی پیدا کر کے مقام بقاء باللہ حاصل کرتے ہیں اور اخلاق الٰہی سے متخلق ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر وہ خلعت بخش کر پھر عالم میں بھیجے جائیں تو معاملہ نزدیک سے دور جا پڑتا ہے اور مقدمہ میں تکمیل پیدا ہوتا ہے اگر پھر جہان میں نہ بھیجیں اور قرب کے بعد بعد حاصل نہ ہو تو وہ اولیائے عزلت سے شمار ہوگا اور اس کے ہاتھ سے طالبوں کی تربیت اور ناقصوں کی تکمیل نہ ہوگی۔ یہ ہے کہانی بدایت ونہایت کی بطریق رمز واشارہ لیکن اس کا سمجھنا بغیر ان منزلوں کو طے کیے محال ہے۔

**وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.**

منہیا: حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ازل سے ابد تک ایک ہی کلام سے متکلم ہے اس کلام کے اجزاء نہیں ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے حق میں خاموشی یا گونگا پن کا ہونا محال ہے کوئی عجب نہیں کہ ازل سے ابد تک وہاں ایک ہی ساعت ہو کیونکہ وہاں زمانے کا دخل نہیں ایک گھڑی میں سوائے کلام واحد اور بسیط کے اور کیا وقوع میں آ سکتا ہے اس کلام واحد سے کئی قسم کے کلام پیدا ہوتے ہیں جو بلحاظ تعلقات مختلف قسم کے ہیں۔ مثلاً اگر مامور کے متعلق ہے تو امر پیدا ہوا ہے اور اگر رکاوٹ کے متعلق ہے تو نہی نام پایا ہے۔ اگر رضا کے متعلق ہے تو خبر ہوگئی ہے آ مدم بر سر مطلب۔ ماضی ومستقبل کی خبر دینا بہت سارے لوگوں کو شک میں ڈال دیتا ہے دلالت کرنے والے کا تقدم وتاخر مدلول کے تقدم وتاخر کو ظاہر کرتا ہے سو یہ کوئی شبہ نہیں کیونکہ ماضی ومستقبل دلالت کرنے والوں کی مخصوصہ صفات ہیں جو اسی گھڑی کے انبساط کے لحاظ سے پیدا ہوئی ہیں نہ مدلول میں وہ گھڑی اپنی اصلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حالت پر ہے اور کسی قسم کا انبساط اس میں نہیں آیا تو پھر ماضی و مستقبل کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے۔
ارباب معقول نے کہا ہے کہ ایک ہی ماہیت کے لیے بلحاظ وجود خارجی لوازمات علیحدہ ہیں اور بلحاظ وجود ذہنی صفات جدا پس جبکہ ایک ہی شے میں صفات ولوازمات کا فرق بلحاظ وجود و ہومیت کے تغائر کے جائز ہے تو دال و مدلول میں جو فی الحقیقت ایک دوسرے سے جدا ہیں بطریق اولیٰ جائز ہے اور یہ جو کہا ہے کہ ازل سے ابد تک ایک ہی گھڑی ہے یہ عبارت کی تنگی کی وجہ سے کہا گیا ہے ورنہ وہاں تو اس کی گنجائش نہیں وہ بھی زمانے کی طرح یہاں ثقیل ہے۔

واضح رہے کہ جو ممکن مقامات قرب الٰہی میں دائرہ امکان سے قدم باہر رکھتا ہے وہ ازل والا کو ملا ہوا پاتا ہے جناب سرور کائنات ﷺ نے شب معراج مقامات عروج میں حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پایا اور نوح علیہ السلام کے طوفان میں موجود اہل بہشت کو بہشت میں دیکھا اور اہل دوزخ کو دوزخ میں۔ پانچ سو سال بعد جو آدھے دن کے برابر ہے بہشت میں داخل ہونے کے بعد ایک غنی صحابی عبدالرحمٰن بن عوف کو بہشت میں آتے ہوئے دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے اس سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے اپنے دشوار گزار راستوں کا ذکر کیا۔ یہ سب کچھ ایک گھڑی میں مشہود ہوا۔ اس میں ماضی و مستقبل کی گنجائش نہ تھی مجھ پر بھی حبیب خدا ﷺ کے صدقے ایک وقت یہ حالت طاری ہوئی تھی۔ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں اور ابھی انہوں نے سجدہ سے سر نہیں اٹھائے کہ ملائکہ علیین کو ان سجدہ کرنے والوں سے الگ دیکھا جنہیں سجدے کا حکم نہیں ہوا تھا وہ اپنے مشہود میں مستغرق تھے اور جن حالات کے آخرت میں گزرنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی اسی گھڑی میں دکھائی دیئے چونکہ مجھے اپنی قوت حافظہ پر پورا بھروسہ نہیں رہا لیکن اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ یہ حالت آنحضرت ﷺ کے وجود اور روح دونوں پر طاری ہوئی تھی اور آپ نے بصارت و بصیرت دونوں سے دیکھا۔ دوسرے جو طفیلی ہیں ان پر اگر بطریق تبعیت یہ حالت طاری ہو تو فقط روح پر ہوگی اور صرف بصیرت سے مشاہدہ کریں گے۔ ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھیں گے۔

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم    ایں بسکہ رسد زود ربانگ جرسم

عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا.

**منہا:** تکوین واجب الوجود کی ایک حقیقی صفت ہے ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار تکوین کو ایک اضافی صفت جانتے ہیں جہاں کو وجود میں لانے کے لیے قدرت اور ارادہ ہی کو کافی خیال کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ تکوین ایک حقیقی صفت ہے جو قدرت اور ارادت کے علاوہ ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اس کا بیان یہ ہے کہ قدرت در حقیقت فعل و ترک کی صحت ہے اور ارادہ قدرت کے دونوں پہلوؤں یعنی فعل و ترک کی تخصیص ہے پس قدرت کا مرتبہ ارادہ کے مرتبہ سے مقدم ہے تکوین کا مرتبہ جسے ہم ایک حقیقی صفت خیال کرتے ہیں قدرت و ارادت کے مرتبہ کے بعد ہے اس کا کام طرف تخصیص شدہ کو وجود میں لانا ہے۔ پس قدرت فعل کی مصحح ہے اور ارادت اس کی تخصیص کرنے والی تکوین اس کی موجد۔ پس قدرت اور ارادت کے علاوہ تکوین بھی ضروری ہے۔ اس کی مثال استطاعت مع الفعل کی طرح ہے جسے اہل سنت کے علماء نے بندوں میں ثابت کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ استطاعت قدرت کے ثبوت کے بعد ہے بلکہ ارادت کے متعلق اور ایجاد کی تحقیق کے بعد اسی استطاعت سے وابستہ ہے بلکہ وہ استطاعت ہی موجب فعل ہے اور ترک کا پہلو وہ وہاں مفقود ہے۔ صفت تکوین کو بھی یہی حالت ہے کہ ایجاد اس کے ساتھ بطریق ایجاب ہے لیکن یہ ایجاب واجب تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ وہ قدرت کے حاصل ہونے کے بعد ثابت ہوتا ہے اصل میں قدرت ہی فعل و ترک کی صحت ہے نیز ارادہ کی تخصیص کے بعد تکوین ہے اور یہ بات حکماء فلسفہ کی رائے کے خلاف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلا شرطیہ (اگر چاہے تو پیدا کر سکتا ہے) واجب الصدق ہے اور دوسرا شرطیہ (اگر نہ چاہے تو نہیں پیدا کرتا) ممتنع الصدق ہے۔ انہوں نے ارادت کی نفی کی ہے صریحاً ایجاب میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بہت برتر ہے وہ ایجاب جو ارادت کے تعلق اور دونوں مقدوروں میں سے ایک کی تخصیص کے بعد پیدا ہو اس کے لیے اختیار لازمی امر ہے اس کی تاکید کرنے والا اختیار کا منافی نہیں۔ صاحب فتوحات یعنی شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کا کشف بھی حکماء کی رائے کے موافق واقع ہوا ہے یعنی قدرت میں پہلے شرطیہ کو واجب الصدق اور دوسرے شرطیہ کو ممتنع الصدق جانا ہے اور یہ جاننا ایجاب ہے ایسی صورت میں ارادہ فضول معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں فعل یا ترک کی تخصیص کوئی بھی نہیں۔ ہاں اگر تکوین میں اس بات کو ثابت کریں تو گنجائش ہے کیونکہ وہ ایجاب کی ملاوٹ سے مبرا ہیں۔ یہ فرق بہت ہی باریک ہے اس کے بیان کی جرات و سبقت بہت کم اشخاص نے کی ہے۔ گو علمائے ماتریدیہ نے اس صفت کو ثابت کیا ہے لیکن اس قدر غور و خوض سے کام نہیں لیا سنت نبوی کی پیروی کے سبب وہ تمام متکلمین میں اس معرفت سے ممتاز ہیں یہ حقیر بھی ان بزرگوں کا خوشہ چین ہے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حبیب کے صدقے ان کے معتقدات پر ثابت قدم رکھنا۔

منہیا: اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رویت آخرت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی رویت کا ہونا حق بات ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس کو سوائے اہلسنّت و جماعت کے کسی اسلامی فرقہ یا حکما کے فلسفہ نے جائز نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مانا۔ ان کے انکار کا باعث حاضر پر غائب کا قیاس ہے اور ایسا قیاس برا ہے دکھائی دینے والی چیز جب بے مثل و بے مانند ہوگی اس پر ایمان لانا چاہئے۔ اس کی کیفیتوں میں مشغول نہیں ہونا چاہئے یہ بھید دنیا میں بھی خاص خاص اولیاء پر ظاہر کیا گیا ہے اگر چہ اسے رویت تو نہیں کہہ سکتے لیکن پھر بھی رویت ہی ہے گویا کہ تو اسے دیکھتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مومن اسے ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیں گے لیکن انہیں ادراک نہ ہوگا کیونکہ اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں صرف دو چیزیں دریافت کریں گے ایک علم یقین کہ دیکھتے ہیں اور دور سے حظ ولذت جو رویت سے حاصل ہوگا سوائے ان دو چیزوں کے باقی تمام لوازمات دید مفقود ہوں گے یہ مسئلہ علم عقائد کا نہایت ہی دقیق مسئلہ ہے عقل اس کے اثبات وتقدیر میں عاجز ہے۔ صرف انبیاء کے پیرو کار علماء صوفیاء نے اس نور فراست سے جو انوار نبوت سے مقبس ہے دریافت کیا ہے اسی طرح سے علم کلام کے اور مسائل کا حل ہے جن کے ثابت کرنے میں عقل عاجز و متحیر ہے علمائے اہل سنت کو صرف نور فراست حاصل ہے صوفیا کو نور فراست بھی ہے اور کشف و شہود بھی۔ کشف وفراست میں وہی فرق ہے جو بدیہی اور حسی میں ہے فراست نظریات جن کے لیے دلیل کی ضرورت ہے بدیہات بناتی ہے اور کشف نظریات کو حسیات بناتا ہے اور جن مسائل کے اہلسنت قائل ہیں اور ان کے مخالف جن کا دارومدار صرف عقل پر ہے ان مسائل کے منکر ہیں۔ وہ تمام مسائل اسی قسم کے ہیں جو نور فراست سے معلوم ہوتے ہیں اور کشف صحیح سے دیکھنے میں آئے ہیں مگر ان مسائل کو واضح طور پر بیان کیا جائے تو اس سے مقصود تصویر و تنبیہ ہے نہ کہ نظر و دلیل سے ان کا اثبات کیونکہ عقلی نظر ان کے اثبات و تصویر میں اندھی ہے مجھے ان علماء پر تعجب آتا ہے جو ان مسائل کو دلائل سے ثابت کرنا اور مخالفوں کے لیے حجت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ نہ ہی یہ ان سے ہوسکتا ہے اور نہ ہو وہ اسے سرانجام دے سکتے ہیں اس واسطے مخالف خیال کرتے ہیں کہ ان کے مسائل بھی ان کے استدلات کی طرح بودے وادھورے ہیں۔ مثلاً علمائے اہلسنت نے استطاعت مع الفعل کو ثابت کیا ہے۔ یہ مسئلہ ایک سچا مسئلہ ہے جو نور فراست اور کشف صحیح سے معلوم ہوتا ہے لیکن جو دلائل اس کے ثبوت میں بیان کیے ہیں اور سراسر بودے اور نامکمل ہیں۔ ان کی سب سے زبردست دلیل یہ ہے کہ جوہر کے مقابلہ میں عرض کو دو زمانوں میں عدم بقا ہے کیونکہ اگر عرض باقی ہو تو لازم آتا ہے کہ عرض عرض سے قائم ہو اور یہ محال ہے چونکہ اس دلیل کو مخالفوں نے بودی اور ادھوری خیال کیا ہے اس واسطے ان کا یقین ہوگیا ہے کہ یہ مسئلہ بھی ادھورا ہے لیکن مخالفوں کو یہ معلوم نہیں کہ اہل سنت کا رہنما اس مسئلہ اور اسی قسم کے اور مسائل میں نور فراست ہے جو انوار نبوت سے حاصل کیا گیا ہے لیکن یہ ہماری کوتاہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ہے کہ ہم حدسی و بدیہی کو مخالفوں کی نظروں میں نظری بناتے ہیں اور تکلف سے اس کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آمدم برسر مطلب۔ ہماری حدسی و بدیہی مخالفوں کے لیے حجت نہیں اور نہ بھی ہو تو بھی مضائقہ نہیں۔ ہمارا کام صرف اطلاع دینا اور پہنچانا ہے جس میں مسلمانی کی علامات ہیں وہ خود بخود اختیار قبول کرے گا اور جو بے نصیب ہے وہ انکار کرے گا علماء اہلسنت میں شیخ الاسلام شیخ ابومنصور ماتریدی کے اصحاب کا طریقہ کیا ہی عمدہ ہے جنہوں نے صرف مقاصد پر اکتفا کیا ہے اور فلسفی بدباریکیوں اور نکتہ چینیوں سے بالکل روگردانی کر لی ہے فلسفیوں کی طرح نظر واستدلال کا طریقہ علماء اہل سنت و جماعت میں شیخ ابوالحسن اشعری سے شروع ہوا ہے۔ اس کا یہ مدعا تھا کہ کسی طرح اہل سنت کے معتقدات کو فلسفی دلائل سے ثابت کرے ایسا کرنا مشکل ہے بلکہ ایک طرح سے مخالفوں کو اکابردین پر طعن کرنے کی جرات دلانا اور طریق سلف کو ترک کرنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان اہل حق کے معتقدات کی متابعت پر ثابت قدم رکھے جنہوں نے انوار نبوت علی صاحبہا الصَّلٰوات وَالتَّسلِیمَات اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا سے نور حاصل کیا ہے۔

منہا: میں اس آیۂ کریمہ ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّث'' کے مطابق اس نعمت عظمیٰ کا اظہار کرتا ہوں کہ مجھے علم کلام کے متعلقہ معتقدات کا یقین اہل سنت و جماعت کی رائے کے موافق عطا ہوا ہے اور یقین آ گیا ہے کہ اس کے مقابلے میں یقینی یقین بھی جو سب سے بہتر اور ظاہر تر بدیہیات کی نسبت حاصل ہوا ہے ظن بلکہ وہم معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً جب میں علم عقائد کے مسائل کے متعلق حاصل شدہ یقین کا مقابلہ اس یقین سے کرتا ہوں جو وجود آفتاب کی نسبت مجھے حاصل ہے اوّل الذکر کو موخر الذکر کی نسبت یقین جانتا ہوں ارباب عقل خواہ اس بات کو قبول کریں یا نہ کریں بلکہ بالضرور قبول نہیں کریں گے کیونکہ یہ بات عقل سے پرے ہے۔ ظاہر میں عقل کو اس مقام سے سوائے انکار کے اور کچھ حاصل نہیں اس معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ یقین دل کا کام ہے اور وہ یقین جو دل کو آفتاب کے وجود کی طرح حاصل ہوتا ہے وہ حواس خمسہ کے وسیلے سے ہوتا ہے جو بمنزلہ جاسوس ہیں اور جو یقین دل کو علم عقائد کے مسائل کے متعلق حاصل ہوا ہے اس میں ان حواس خمسہ میں سے کسی ایک کا بھی دخل نہیں بلکہ یہ یقین جناب باری سے بطریق الہام بلاواسطہ ہوا ہے۔ پس پہلا یقین بمنزلہ علم الیقین ہے اور دوسرا بمنزلہ عین الیقین۔ سو علم الیقین اور عین الیقین میں بڑا فرق ہے۔ مصرعہ۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

منہا: جب محض فضل الٰہی سے طالب کا سینہ تمام مرادات سے خالی ہو جاتا ہے اور سوائے حق کے اور کوئی اسے خواہش نہیں رہتی تو اس وقت وہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے پیدا کرنے سے تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور وہ حقیقی بندگی بجالاتا ہے بعدازاں اگر چاہتے ہیں تو اسے ناقصوں کی تربیت کے لیے واپس کرتے ہیں اور اپنے پاس سے اسے ارادہ عطا فرماتے ہیں اور اختیار عنایت کرتے ہیں جس کے سبب سے وہ قولی اور فعلی تصرفات میں مجاز و مختار ہوتا ہے جیسا کہ اذن دیا ہوا غلام مقام تخلق باخلاف اللہ میں صاحب ارادہ جو کچھ چاہتا ہے دوسروں کے واسطے چاہتا ہے نہ کہ اپنے لیے اور دوسروں کی مصلحتیں اس کے مدنظر ہوتی ہیں نہ کہ اپنے نفس کی جیسا کہ واجب تعالیٰ کا حال ہے کہ جو کچھ کرتا ہے مخلوق کی خاطر کرتا ہے یہ نہ ضروری ہے اور نہ جائز کہ جو کچھ یہ صاحب ارادہ چاہے ظہور میں آئے کیونکہ ایسا ہونا شرک ہے اور بندگی اس کی برداشت نہیں کرسکتی چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا ''اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ'' جسے تو چاہے ہدایت نہیں کرسکتا جسے اللہ تعالیٰ چاہے اسے ہدایت کرتا ہے جب آنحضرت ﷺ کا ارادہ توقف میں پڑے تو دوسروں کی کیا ہستی ہے نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ صاحب ارادہ کی تمام مرادیں مرضی حق کے مطابق ہوں اگر ایسا ہوتا تو جناب باری سے آنحضرت ﷺ پر اعتراض نازل نہ ہوتا۔ قولہ تعالیٰ ما کان لنبی الخ اور معافی کی گنجائش نہ ہوتی قولہ تعالیٰ ''عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ'' اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کیا۔ معافی ہمیشہ تقصیرات میں ہوتی ہے۔ تمام مرادات حق مرضیات حق نہیں مثلاً کفر و گناہ۔

منہا: اس کام میں میرا امام کلام اللہ اور میرا پیر قرآن مجید ہے اگر قرآن شریف کی ہدایت نہ ہوتی تو حقیقی معبود کی عبادت کی راہ نہ کھلتی۔ اس راہ میں ہر ایک لطیف والطف انا اللہ پکار کر سالک راہ کو اپنی پرستش میں کرلیتا ہے اگر چوں ہے تو اپنے آپ کو بیچوں ظاہر کرتا ہے اگر تشبیہ ہے تو تنزیہ کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے یہاں امکان اور وجوب آپس میں خلط ملط اور حدوث وقدم گڈمڈ اگر باطل ہے تو حق کی صورت میں اظہار ہے اگر گمراہی ہے تو ہدایت کی شکل میں نمودار ہے بیچارہ سالک اندھے مسافر کی طرح ہے کہ ہر ایک کو ''ھذا ربی'' یہی میرا پروردگار ہے۔ لکھتا آتا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے آپ کو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور مشرق و مغرب کا پروردگار بتاتا ہے جب مجھے عروج کے وقت یہ خیالی معبود پیش کیے گئے تو میں نے سب سے انکار کیا اور سب زائل ہوگئے اس واسطے میں نے لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ میں غروب و زائل ہونے والوں سے پیار نہیں کرتا کہتے ہوئے سب سے منہ پھیرا اور سوائے ذات واجب الوجود کے اور کسی کو قبلہ توجہ نہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس بات کی ہدایت کی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ کرتا تو کبھی سیدھی راہ پر نہ آتے ہمارے پروردگار کے رسول سب سچے ہیں جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں سچ اور حق ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


منہیا: ہم چار شخص اپنے خواجہ صاحب کی ملازمت میں باقی تمام یاروں سے ممتاز تھے۔ ہم چاروں کا اعتقاد خواجہ صاحب کی نسبت الگ الگ تھا اور ہمارا معاملہ بھی ایک دوسرے سے نرالا تھا۔ میرا یہ یقین تھا کہ اس قسم کی صحبت واجتماع اور اس طرح کی تربیت اور ارشاد جناب سرور کائنات ﷺ کے زمانے کے بعد کبھی میسر نہیں ہوتی اس نعمت کا شکر بجالایا کرتا تھا کہ مجھے جناب سرور کائنات ﷺ کی صحبت کا شرف تو حاصل نہیں ہوا لیکن اس صحبت کی سعادت سے محروم نہیں رہا۔ ہمارے خواجہ صاحب نے باقی تین کے احوال کی نسبت یوں فرمایا کہ فلاں شخص مجھے صاحب تکمیل جانتا ہے لیکن صاحب ارشاد خیال نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ تکمیل کے مرتبے سے زیادہ ہے دوسرے کی نسبت فرمایا کہ اس کا ہم سے کچھ سروکار نہیں۔ تیسرے کی نسبت فرمایا کہ وہ ہمارا منکر ہے۔ ہم میں سے ہرایک کو اعتقاد کے موافق حصہ ملا۔ واضح رہے کہ مرید کو اپنے پیر سے جو محبت ہوتی ہے اور فائدہ اٹھانے اور پہنچانے کے سبب کی مناسبت کا نتیجہ پیر کو افضل اور اکمل جاننا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ پیر کو ان لوگوں سے افضل نہ جانے جن کی فضیلت شرع میں مقرر ہے کیونکہ ایسا کرنا افراط میں داخل ہے اور اچھا نہیں شیعہ لوگوں کی خرابی محض اہل بیت کی محبت کی افراط سے ہوئی ہے اور عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی افراط محبت سے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اسی واسطے ابدی نقصان میں مبتلا ہیں لیکن اگر ان کے سوا فضیلت دے تو جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب ہے یہ فضیلت دینا مرید کے اختیار میں نہیں بلکہ اگر مرید سعادت مند ہے تو خود بخود بے اختیار اس میں یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے وسیلے پیر کے کمالات کو حاصل کرتا ہے اگر یہ فضیلت دینا مرید اپنے اختیار اور تکلف سے پیدا کرے تو جائز نہیں اور نہ اس کا کچھ نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

منہیا: نفی واثبات میں اعلیٰ درجہ لا الہ الا اللہ کے کلمہ طیبہ میں یہ ہے کہ جو کچھ دید و دانش اور کشف وشہود میں آئے خواہ وہ محض تنزیہ و بے کیف ہو سب کچھ لا کی تحت میں داخل ہو اور اثبات کی جانب میں سوائے اللہ کہنے کے جو دل کی موافقت سے کہا جائے اور کچھ نصیب نہ ہو۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین  کایں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ.

منہیا: قرآنی حقیقت اور کعبہ ربانی کی حقیقت دونوں حقیقت محمدی سے اوپر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآنی حقیقت حقیقت محمدی کی امام اور کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی کا مسجود ہے باوجود اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


بات کے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت قرآنی حقیت سے بڑھ کر ہے وہاں سر بسر بے صفتی اور بے رنگی ہے اور شیون واعتبارات کی وہاں گنجائش نہیں تنزیہ وتقدیس کی وہاں مجال نہیں۔ مصرعہ آنجا ہمہ آنست کہ برتر زبیان است۔ یہ ایسی معرفت ہے جس کے بارے میں کسی اہل اللہ نے لب کشائی نہیں کی اور رمزو اشارے کے طور پر بھی اس کے متعلق بات نہیں کی۔ مجھے اس معرفت عظمیٰ سے مشرف کیا ہے اور آبنائے جنس میں ممتاز فرمایا ہے یہ سب کچھ حبیب خدا ﷺ کے صدقے مجھے نصیب ہوا ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح چیزوں کی صورتوں کا مسجود کعبہ کی صورت ہے اسی طرح ان اشیاء کے حقائق کا مسجود حقیقت کعبہ ہے میں ایسی عجیب بات بیان کرتا ہوں جسے نہ کسی نے کہا نہ سنا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی اس واسطے میں لوگوں کو اس سے آگاہ کرتا ہوں۔ یہ سب کچھ اس کے فضل وکرم سے ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ کے عہد مبارک سے کچھ اوپر ہزار سال بعد ایسا زمانہ آرہا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرمائے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے مل کر ایک ہو جائے اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو اور وہ ذات احد کا مظہر بنے اور دونوں مبارک نام مسمی کو حاصل ہوں اور پہلا مقام حقیقت محمدی سے خالی ہو جائے جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدیہ پر عمل کریں۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت محمدی کے خالی شدہ مقام میں قرار کرے گی۔

منہیا: اگر کلمہ لاَ اِلٰـــہَ اِلاَّ اللّٰہُ نہ ہوتا تو جناب باری کی راہ کون دکھاتا اور توحید کے چہرہ پر سے نقاب کون اٹھاتا اور جنت کے دروازے کون کھولتا۔ بکثرت صفات بشریت اس لا کے کدال سے اکھیڑی جاتی ہیں اور بے شمار تعلقات اس نفی کے تکرار کی برکت سے دور ہوتے ہیں۔ اس کلمہ کی نفی باطل معبودوں کو مات کرتی ہے اور اس کلمہ کا اثبات معبود حقیقی کو ثابت کرتا ہے۔ سالک اس کی مدد سے امکانی مدارج طے کرتا ہے اور عارف اس کی برکت سے وجوبی معارج پر چڑھتا ہے یہ کلمہ طیبہ ہی ہے جو تجلیات افعال سے تجلیات صفات میں پہنچاتا ہے اور پھر تجلیات صفات سے تجلیات ذات تک لے جاتا ہے۔

تابجا روب لا نروبی راہ نرسی درسرائے الا اللہ

وَالسَّلاَمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔

منہیا: مخدومی شیخ شرف الدین منیری اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ معوذتین کو نماز میں نہیں پڑھنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


چاہیے۔ کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کی قرآنیت میں جمہور کے مخالف ہیں۔ پس ان دونوں سورتوں کی قرات کو فرض قطعی میں شمار نہیں کرنا چاہیے میں بھی نہیں پڑھتا حتی کہ ایک روز اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ گویا معوذتین موجود ہیں اور مخدوم شرف الدین کی شکایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرض میں ان کی قرات کو کیوں ترک کیا گویا ہمیں قرآن شریف سے نکالا ہے تب سے میں نے ان کا پڑھنا شروع کیا۔ چنانچہ نماز فریضہ میں پڑھنے لگا جب ان دونوں سورتوں کو نماز فریضہ میں پڑھتا ہوں تو عجیب وغریب احوال کا مشاہدہ کرتا ہوں واقعی جب علم شریعت کی طرف رجوع کیا جائے تو ان دو سورتوں کو نماز فریضہ میں نہ پڑھنے کے لیے کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی بلکہ اس متفق علیہ حکم کی قطعیت میں شبہ ڈالنا ہے کہ جو کچھ دفتین کے اندر ہے وہ قرآن ہے جب سورہ فاتحہ سے سورہ کا ملانا واجب ہے پس دونوں سورتوں کا پڑھنا خواہ وہ بالفرض ومحال خواہ ظنی ہی ہوں کوئی وجہ نہیں کہ انہیں فاتحہ کے ساتھ ملا کر نہ پڑھا جائے مجھے تو شیخ کے اس کلام پر سخت تعجب آتا ہے۔ والسلام علی سید البشر وآلہ الاطہر۔

منہیا: اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ سنت نبوی کے موافق عمل حاصل ہو اور بدعت سے بچنا خاص کر ایسی بدعت سے جس سے سنت رفع ہوتی ہو جناب سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں مسن احدث فی دیننا فھورد ''جو نئی بات اس دین میں نکالی جائے وہ رد ہے ان لوگوں پر بڑا تعجب آتا ہے کہ دین میں حالانکہ وہ مکمل اور پورا ہے نئی شاخیں نکالتے ہیں اور ان سے دین متین کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں اور اس بات سے نہیں ڈرتے کہ کہیں ان بدعتوں سے سنت رفع نہ ہو جائے مثلاً شملہ دونوں کندھوں کے بیچ رکھنا سنت ہے لیکن بہت سوں نے شملے کو بائیں طرف لٹکانا اختیار کیا ہے اس عمل سے وہ مردوں سے مشابہت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے اس معاملہ میں ان کی پیروی کی ہے یہ فعل سنت سے بدعت ہیں اور بدعت سے حرمت تک پہنچ گئے کیا جناب سرور کائنات سے مشابہ ہونا اچھا ہے یا مردوں سے۔ جناب سرور کائنات ہی مرنے سے پہلے موت سے مشرف ہوئے ہیں اگر مردے ہی سے تشبیہ درکار ہے تو آنحضرت ﷺ سے کرو اور عجب بات یہ ہے کہ مردے کو عمامہ پہنانا ہی بدعت ہے چہ جائے کہ شملہ چھوڑا جائے بعض متاخرین نے جو عالم کی میت کے لیے عمامہ کو جائز قرار دیا ہے۔ میری رائے میں زیادتی ہے اور زیادتی نسخ اور نسخ عین رفع۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متابعت سنت نبوی پر ثابت قدم رکھے اور آمین کہنے والے بندے پر رحم کرے۔

منہیا: صوفیوں کے طریق بلکہ مذہب اسلام سے حظ وافر اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


تقلید کی فطرت اور متابعت کی جبلت زیادہ ہو یہاں کام کا دارومدار تقلید پر ہے۔ اسی مقام پر کام متابعت سے وابستہ ہے انبیاء علیہم السلام کی تقلید اعلیٰ درجات پر پہنچاتی ہے اور نیک لوگوں کی متابعت اعلیٰ عروج پر پہنچاتی ہے امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں چونکہ یہ فطرت زیادہ تھی اس لیے بلا توقف تصدیق نبوت کی سعادت حاصل کی اور صدیقوں کے سردار بن گئے۔ ابوجہل لعین میں چونکہ تقلید اور متابعت کا مادہ کم تھا اس واسطے اس سعادت سے مشرف نہ ہوا اور ملعونوں کا پیشوا بن گیا مرید کو جو کمال حاصل ہوتا ہے اپنے پیر کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے۔ پیر کی خطا مرید کے صواب سے بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جناب سرور کائنات ﷺ کے سہو کو طلب کرتے تھے ''یَالَیْتَنِیْ سَھْوُ مُحَمَّدٍ'' کاش مجھے محمد کا سہو نصیب ہو جناب سرور کائنات ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے ''سِیْنُ بِلَالٍ عِنْدَاللہِ شِیْنٌ'' بلال عجمی تھے۔ اس لیے اذان میں بجائے اشھد کے اسھد کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا اسھد اشھد ہے۔ پس بلال رضی اللہ عنہ کی خطا دوسروں کی درستی سے بہتر ہے مصرعہ۔ ''براشھد تو خندہ زند اسھد بلال''۔ میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے جو فرماتے تھے کہ بعض دعائیں جو مشائخ سے منقول ہیں اور جن میں مشائخ سے اتفاقاً غلطی ہوگئی ہے اور تلفظ بگڑ گیا ہے اگر ان کے تابعین اور پیرا اپنے مشائخ کی طرح پڑھیں تو تاثیر ہوتی ہے اگر درست کر کے پڑھیں تو تاثیر نہیں ہوتی۔ یا اللہ ہمیں انبیاء کی تقلید اور اولیاء کی متابعت پر بحرمت حبیب خدا ﷺ ثابت قدم رکھنا۔

منہیا: ایک روز جنون کا حال مجھ پر منکشف فرمایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جن گلی کوچوں میں عام آدمیوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں اور ہر ایک جن کے سر پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے کہ وہ جن اس موکل کے ڈر کے مارے سر نہیں اٹھا سکتا اور دائیں بائیں نہیں دیکھ سکتا۔ قیدیوں اور گرفتاروں کی طرح چل رہے ہیں ان میں مخالفت کی مجال بالکل نہیں۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہے تو ان سے کچھ ظہور میں آتا ہے۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا موکل کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہے کہ اگر جن ذرا بھی مخالفت کرے تو ایک ہی چوٹ سے ان کا کام تمام کر دے۔

خدائے کہ بالا و پست آفرید　　زبردست ہر دست دست آفرید

منہیا: عوام الناس تو درکنار تمام مرسلوں کے جناب سرور کائنات ﷺ سردار ہیں اگرچہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو حسب درجہ مقام تجلی ذات سے کچھ حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ اِصْطَعْتُکَ لِنَفْسِیْ اَیْ لِذَاتِیْ اور حضرت عیسیٰ السلام روح ہیں اور آپ کا کلمہ بھی آنحضرت ﷺ کے کلمہ سے بہت چہ مناسبت رکھتا ہے لیکن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



حضرت ابراہیم علیہ السلام حالانکہ مقام تجلی صفات میں ہیں۔ پھر بھی تیز چشم اور دور بین ہیں جو خاص شان ہمارے پیغمبر علیہ السلام کو تجلی ذات کے مقام میں نصیب ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تجلی صفات کے مقام میں حاصل ہوگئی لیکن استعداد دونوں کی مختلف ہے۔ پس اس لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں سے افضل ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر ہے آپ ان کی نسبت تیز نظر اور دور بین ہیں۔ ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ آپ کا مقام مقام صفات میں اگر چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام سے اوپر ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مقام میں خاص شان حاصل ہے اور آپ کو نظر کی وہ تیزی حاصل ہے جو دوسروں کو میسر نہیں لیکن آپ کی اولاد کرام کو بھی بطور تبعیت وفرعیت اس مقام سے حاصل ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے ان باتوں کے الہام سے سرفراز فرمایا علم اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔

منہا: جس سالک کی سیر اسماء وصفات کی تفصیل میں ہو اس کا ذات حق تک پہنچنا بند ہو جاتا ہے کیونکہ اسماء وصفات کی کوئی انتہاء نہیں نہ یہ ختم ہوتے ہیں نہ وہ منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ مشائخ نے اس مقام کی خبر دی ہے کہ مراتب وصول کی کوئی انتہا نہیں اس واسطے کہ محبوب کے کمالات کی کوئی انتہا نہیں۔ یہاں وصول سے مراد اسمائی وصفاتی وصول ہے۔ سعادت مند وہ شخص ہے جس کی سیر اسماء وصفات میں بطریق اجمال واقع ہوئی ہے اور جلدی خدا رسیدہ ہوگیا ہے۔ واصلان ذات جب نہایت النہایت پر پہنچتے ہیں تو دعوت کے لیے ان کا واپس آنا لازم ہے اور وہاں سے واپس نہ آنا محال ہے برخلاف اس کے متوسط کے جب اپنی استعداد کے موافق آخری مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو ان کے لیے واپس آنا لازم نہیں ہوسکتا ہے کہ واپس آئیں یا وہیں ٹھہرے رہیں۔ پس منتہی کے وصل کے مراتب ختم ہو جاتے ہیں بلکہ لازم ہے کہ پورے ہو جائیں لیکن متوسطوں کے وصول کے مراتب کی جو اسمائی وصفاتی تفصیل میں سیر کرتے ہیں کوئی انتہا نہیں یہ علم بھی میرا مخصوص علم ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ.

منہا: مقام رضا مقامات ولایت سے بڑھ کر ہے یہ مقام تمام سلوک وجذبہ طے کر لینے کے بعد حاصل ہوتا ہے اگر یہ پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اور اس کے افعال سے رضا واجب ہے اور نفس رضا میں ماخوذ جس سے عام مومنوں کو چارہ نہیں تو پھر سلوک وجذبہ کے تمام پر اس کے حصول کے کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہر رکن ایمان کی صورت وحقیقت ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



اسی طرح رضا کی بھی صورت ہے شروع میں صورت کا وجود ہوتا ہے اور آخر میں حقیقت حاصل ہوتی ہے جب منافی رضا ظاہر نہ ہو تو ظاہر شریعت حصول رضا کا حکم فرماتی ہے لیکن تصدیق قلبی کے طور پر کہ جب کوئی بات منافی تصدیق نہ پائی جائے تو تصدیق حاصل ہو جاتی ہے اور ہم رضا کی صورت و حقیقت کے درپے ہیں۔ اَللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ۔

منہیا: ولی کو جو کمال حاصل ہوتا ہے یا جس درجے پر پہنچتا ہے اپنے نبی کے طفیل پہنچتا ہے اگر متابعت نبوی نہ ہوتی تو نفس ایمان ظاہر نہ ہوتا اور اعلیٰ درجات کی راہ نہ کھلتی پس اگر ولی کو کوئی جزوی فضل حاصل ہو جو نبی کو حاصل نہیں تھا اور کوئی ایسا خاص درجہ مل جائے جو نبی کو میسر نہیں تھا تو نبی کو بھی اس جزوی فضل اور اس خاص درجہ سے حصہ ملتا ہے کیونکہ ولی کو وہ کمال اس نبی کی متابعت سے حاصل ہوا ہے اور یہ اس کی سنت کی پیروی کا ایک نتیجہ ہے پس لامحالہ نبی کو اس کمال سے پورا حصہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ جناب سرورکائنات ﷺ فرماتے ہیں۔ ''مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا'' جس نے کوئی نیک طریقہ جاری کیا اسے اس طریقے پر عمل کرنے والے کا بھی اجر ملتا ہے لیکن اوّل اس کمال کے حصول میں سابق ہے اور اس درجہ کے وصول میں مقدم اس قسم کی فضیلت ولی کو نبی پر جائز ہے جو جزئی ہو جو کلیتہ معارض نہ ہو۔ صاحب فصوص (شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ) نے جو فرمایا ہے کہ خاتم انبیاء علوم و معارف کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے اس سے مراد یہی معرفت ہے جس سے مجھے ممتاز فرمایا گیا ہے اور جو سراسر شریعت کے موافق ہے۔ فصوص کے شارحین نے اس کی تصحیح میں تکلف سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ خاتم ولایت خاتم نبوت کا خزانچی ہوتا ہے اگر بادشاہ اپنے خزانچی سے کچھ لے تو نقص لازم نہیں آتا۔ اصل حقیقت وہی ہے جو میں نے تحقیق کی ہے۔ انہوں نے یہ تکلف اس واسطے کیا ہے کہ معاملہ کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکے اللہ تعالیٰ امور کی اصل حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِہِ الْاَطْھَرِ۔

منہیا: ولی کی ولایت اس کے نبی کی ولایت کا جزو ہوتی ہے۔ ولی کو خواہ کتنے ہی اعلیٰ درجات حاصل ہو جائیں پھر بھی وہ درجات اس نبی کے درجات کا جزو ہوتے ہیں۔ جز خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے پھر بھی کل سے کم ہی رہے گا کیونکہ ''کل ہمیشہ اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہے'' ایک بدیہی قضیہ ہے وہ شخص احمق ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ جزو کل سے بڑا ہوتا ہے اور یہ کل ایک جزو ہے۔

منہیا: اللہ تعالیٰ کی صفات واجبی تین قسم کی ہیں۔ پہلی قسم کی صفات اضافی ہیں۔ مثلاً خالقیت اور رازقیت دوسری حقیقی مثلاً زندگی اس میں ... اضافت سے ہماری مراد جہان کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



لگاؤ ہے۔ تیسری قسم تمام اقسام سے افضل ہے اور اس میں تمام اقسام جمع ہیں۔ یہ امہات صفات سے ہے۔ علم کی صفت باوجود جامعیت کے صفت حیات کی تابع ہے۔ صفات وشیونات کا دائرہ حیات پر جا ختم ہوتا ہے۔ وصول مطلوب کا دروازہ یہی ہے چونکہ صفت حیات صفت علم سے بڑھ کر ہے اس واسطے ضروری ہے کہ مراتب علم طے کرنے کے بعد اس تک پہنچیں علم یا ظاہری ہوتا ہے یا باطنی یا شریعت کا ہوتا ہے یا طریقت کا بہت ہی کم اشخاص اس دروازے میں داخل ہوئے ہیں صرف کوچوں کے پیچھے سے اندر دیکھتے ہے ایسے دیکھنے والے بھی نہایت ہی کم ہیں اگر اس بھید کی رمز ظاہر کردوں تو گلا کٹ جائے۔

وَمَنْ بَعْدِ هٰذَا اَيْدِقُ صِفَاتُهُ وَمَا كَتْمُ اَحْظٰى لَدَيْهِ وَاَجْمَلُ

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

منہیا: حضرت حق سبحانہ تعالیٰ مثل سے منزہ ہے۔ کوئی چیز اس کی مانند نہیں لیکن مثال کو جائز قرار دیا ہے اور مثل تجویز کی۔ ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مثل اعلیٰ ہے ارباب سلوک اور اصحاب کشوف کو مثال سے تسلی دیتے ہیں اور خیال سے آرام بخشتے ہیں بے چون کو چون کی مثال سے دکھاتے ہیں اور وجوب کو امکان کی صورت میں جلوہ گر کرتے ہیں بے چارہ سالک مثال کو عین صاحب مثال خیال کرتا ہے اور صورت کو عین ذی صورت یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے احاطہ کی صورت و چیزوں میں دیکھتا ہے اور اس احاطہ کی مثال کو جہان میں مشاہدہ کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ احاطہ میں حق کی حقیقت دکھائی دے رہی ہے لیکن دراصل ایسا نہیں بلکہ حق تعالیٰ کا احاطہ بیچون بچگون ہے اور نہ وہ شہود میں آسکتا ہے اور نہ کسی پر ظاہر ہوسکتا ہے۔ اس بات پر ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر محیط ہے لیکن یہ ہم نہیں جانتے کہ اس کا احاطہ کیا ہے اور جو کچھ ہمیں معلوم ہے وہ اس احاطہ کی شبہ اور مثال ہے نہ کہ حقیقت بلکہ اس کی حقیقت کی کیفیت نامعلوم ہے یہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور ہمارے ساتھ ہے لیکن یہ ہم نہیں جانتے کہ اس کا قرب ومعیت کس طرح کے ہیں۔ ممکن ہے کہ جو حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے۔ یَتَجَلّٰی رَبُّنَا ضَاحِكًا ہمارا پروردگار ہنستا ہوا ظاہر ہوا۔ یہ آنحضرت ﷺ نے بلحاظ صورت مثالی فرمایا ہو کیونکہ شاید کمال رضا کے حصول کو مثال میں بصورت خندہ دکھایا ہو اور ہاتھ چہرے قدم اور انگلیوں کا اطلاق بھی صورت مثالی کے لحاظ سے ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی طرح سکھایا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



بَارِکْ۔

منہیا: اگر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی عبارات میں جو آپ نے احوال ومواجید اور علوم ومعارف کے بیان میں لکھی ہیں کسی قسم کا تناقض یا تدافع معلوم ہو تو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ واقع ایک دوسرے کے نقیض ہیں بلکہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ مختلف اوقات میں مختلف وضع پر یہ عبارات لکھی گئی ہیں کیونکہ ہر وقت احوال ومواجید مختلف ہوا کرتے ہیں اور ہر ایک وضع میں علوم ومعارف جدا ہیں۔ پس درحقیقت یہ تناقض اور تدافع نہیں اس کی مثال احکام شرعیہ کی طرح ہے کہ نسخ وتبدیل کے بعد متناقض احکام جاری ہوتے ہیں۔ جب اوقات واوضاع کے اختلاف کو ملحوظ رکھا جائے۔ تو وہ تناقض وتدافع اٹھ جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حکمت ہے۔ اس میں عین حکمت ومصلحت ہے کسی قسم کا شک نہ کرنا۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَ بَارِکْ.

فَاغْفِرْ لِنَاشِدِھَا وَاغْفِرْ لِقَارِئِھَا

سَئَلْتُکَ الْخَیْرَ یَا ذَاالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ

آمین

تمت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

متن و ترجمہ
صحیح بخاری شریف
3 جلدیں مکمل

فیوضات جہانگیری شرح صحیح بخاری
المعروف بہ
جمال السنۃ
تقریباً 8 جلدیں مکمل

متن و ترجمہ
صحیح مسلم شریف
3 جلدیں مکمل

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی تقریباً 300 تصانیف سے ماخوذ
3663 احادیث و آثار اور 555 افادات رضویہ
پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ
جامع الاحادیث
مولانا محمد حنیف خاں رضوی
10 جلدیں مکمل

مفتی محمد ابوالحسن قادری مصباحی
امجد الاحادیث
2 جلدیں مکمل

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر
40 اردو بازار لاہور
042 7246006

مصنف
خطیب اہلسنت صاحبزادہ مقبول احمد سرور
اظہارِ خطابت
ہر جلد میں
2 ماہ کے خطبات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari